انعام یافتہ حضرات

جلد دوم

مؤلف
محمد نذیر نقشبندی مجددی کیلانی

زاویہ پبلشرز
دربار مارکیٹ، لاہور

ارشادِ باری تعالیٰ :-

ہم کو سیدھا راستہ چلا ۔ راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا (سورۃ فاتحہ ترجمہ کنز الایمان) اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے اور اللہ کافی جاننے والا ہے ۔ (پارہ ۵ سورۃ النساء آیت ۶۹، ۷۰، کنز الایمان)

انعام یافتہ حضرات

جلد دوم

مؤلف

محمد نذیر نقشبندی مجددی کیلانی

زاویہ پبلشرز

(8-C محی الدین بلڈنگ) داتا دربار مارکیٹ، لاہور

فون: 042-37248657

موبائل: 0300-9467047 - 0300-4505466

Email:zaviapublishers@yahoo.com

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

2012ء

باراول..................... 500

ہدیہ..................... 700

زیرِ اہتمام..............نجابت علی تارر

﴿لیگل ایڈوائزرز﴾

محمد کامران حسن بھٹہ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-8800339

رائے صلاح الدین کھرل ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-7842176

﴿ملنے کے پتے﴾

اسلامک بک کارپوریشن کمیٹی چوک راولپنڈی	051-5536111
احمد بک کارپوریشن کمیٹی چوک راولپنڈی	051-5558320
مکتبہ بابا فرید چوک چشتی قبر پاکپتن شریف	0301-7241723
مکتبہ قادریہ پرانی سبزی منڈی کراچی	0213-4944672
مکتبہ برکات المدینہ بہادر آباد کراچی	0213-4219324
مکتبہ غوثیہ ہول سیل کراچی	0213-4926110
مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی	0213-2216464
مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد	041-2631204
مکتبہ العطاریہ لنک روڈ صادق آباد	0333-7413467
مکتبہ سخی سلطان حیدر آباد	0321-3025510
مکتبہ قادریہ سرکلر روڈ گوجرانوالہ	055-4237699
مکتبہ المجاھد بھیرہ شریف	048-6691763
رائل بک کمپنی کمیٹی چوک اقبال روڈ راولپنڈی	051-5541452
مکتبہ فیضان سنت بوھڑ گیٹ ملتان	0306-7305026
مکتبہ غوثیہ عطاریہ اوکاڑہ	0321-7083119

Marfat.com

انتساب

میں اپنی اس کاوش کو

اپنے سب سے چھوٹے بیٹے محمد عثمان غنی جس کا دماغی توازن درست نہیں ہے' اس کے نام کرتا ہوں

اور اللہ تعالیٰ جل شانہ سے التجا کرتا ہوں کہ اپنے حبیب کبریا ﷺ کے طفیل اور میرے دین' دنیا کے رہنما

پیر سید الحاج حضرت قبلہ محمد باقر علی شاہ بخاری صاحب دامت برکاتہم العالیہ

سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف

اور پیر سید حضرت محمد عظمت علی شاہ صاحب بخاری دامت برکاتہم العالیہ المعروف قبلہ چن جی سرکار

زیب سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف

کی دعا سے میرے بیٹے کا دماغی توازن درست فرما کر اسے دین و دنیا کی سمجھ عطاء فرما کر

صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطاء فرماویں۔

احقر محمد نذیر

خادم آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف

Marfat.com

تمہید

سب خوبیاں اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے لیے جو مالک سارے جہان والوں کا' بہت مہربان' رحمت والا ہے۔ روزِ جزاء کا مالک ہے' ہم اسی کی عبادت کریں اور اسی سے مدد چاہیں کہ ہم کو سیدھی راہ چلا' راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا ہے۔

پاکیزہ درود ہوں حضور نبی کریم جانِ کائنات' روحِ کائنات' امام الانبیاء والمرسلین' رؤف و رحیم' خاتم النبیین' رحمۃ للعالمین' شفیع المذنبین' سیّدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ' احمد مجتبیٰ ﷺ کی ذات مقدسہ پر جو اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں' تمام کائنات میں بہترین ہیں اور تمام موجودات میں بزرگ و برتر ہیں' جو بزم لولاک کے سردار اور تمام رسل کے سلطان ہیں۔ ہر جز و اور کل کے مقتدا اور رہنما ہیں۔ اور ان کی آل پاک اور اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر جو ہدایت کے نجوم اور دشمنوں کے لیے پیکانِ حلقوم ہیں' یعنی ان کے آل و اصحاب راہِ حق کے ستارے ہیں اور صدق و صفا میں ایک سے بڑھ کر ایک ہیں اور پھر ان کی پیروی کرنے والوں پر اور پھر ان کی پیروی کرنے والوں پر' قیامت تک درود ہوں۔

ارشاد اللہ تعالیٰ جل شانہٗ:

ترجمہ: (اے محبوب! لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم خدا تعالیٰ (عزوجل) کو دوست رکھنا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو' خدا تعالیٰ (عزوجل) بھی تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور اللہ تعالیٰ (عزوجل) بخشنے والا مہربان ہے۔ (کنزالایمان) (آل عمران:۳۱)

ترجمہ: (اے محبوب! لوگوں سے) کہہ دو کہ خدا تعالیٰ (عزوجل) اور اس کے رسول (ﷺ) کا حکم مانو' اگر نہ مانیں تو خدا تعالیٰ (عزوجل) بھی کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔ (آل عمران:۳۲)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اظہارِ خیال

پروفیسر جناب عزیز احمد گوندل صاحب مدظلہ العالی
پرنسپل غوثیہ گرلز کالج
واسو روڈ' گوندل ٹاؤن' منڈی بہاؤالدین

سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر بے شمار کتابیں تصنیف ہو چکی ہیں' ہر زبان کے اندر آپ کی ذات کو خراجِ تحسین پیش کیا جا رہا ہے اور قیامت تک آپ کی شخصیت اور آپ کے ساتھ وابستہ ہونے والوں کا تذکرہ ہوتا رہے گا' اس حوالہ سے ایک خوبصورت کتاب محترم جناب علامہ نذیر احمد صاحب' جانو چک نے تالیف کی ہے' جس کا نام بھی ممتاز رکھا ہے: ''انعام یافتہ حضرات'' اس کی جلد دوئم ص ۲۰۱ سے لے کر اڑھائی سو صفحات تک کا مطالعہ کرنے کا موقعہ ملا ہے' جو کہ علامہ موصوف نے معتبر کتب کے حوالہ جات سے اور معتبر راویوں کے حوالہ سے کتاب کو مدون کیا ہے' بلکہ اس میں علامہ موصوف نے موجودہ طرزِ تحریر سے ہٹ کر سابقہ پہلی صدیوں کے علماء کا انداز اختیار کرتے ہوئے تمام روایات کا تذکرہ کیا ہے' جو اُن کے نالج میں ہوتا تھا وہ اُس کو ضبطِ تحریر میں لانا ضروری سمجھتے تھے۔ اس طرح علامہ موصوف نے بھی اپنی کتاب کو روایات کثیرہ سے مزین کیا ہے۔ بالخصوص ازواجِ مطہرات کا باب ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

بہر حال دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو شرفِ قبولیت بخشے اور صاحبِ کتاب کو مزید اشاعتِ دین کی توفیق عطاء فرمائے اور صحت کاملہ کے ساتھ عمر دراز عطاء فرمائے۔

اظہارِ خیال

علامہ مفتی استاذ العلماء حضرت محمد احسان اللہ اوّل مدرس جامعہ مدینۃ العلم بائی پاس' گوجرانوالہ

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم اما بعد! کتاب مستطاب ''انعام یافتہ حضرات جلد دوئم/ حصہ سوئم'' ملاحظہ کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ مؤلف کتاب مولانا نذیر احمد صاحب کیلانی دام اقبالہ نے پُر خلوص محنت فرمائی ہے اور تمام مضمون دوسرے سیرت نگاروں کی کتابوں سے اخذ فرمایا ہے اور حتی الامکان اپنی طرف کچھ لکھنے سے گریز کیا ہے۔ زیادہ تر نقل پر ہی اکتفاء کیا ہے اور ہو بہو اپنے ماٰخذ کی عبارت نقل فرمائی ہے۔ اسی لیے بعض مقامات پر مضمون متکرر ہو گیا ہے۔ اس لئے کتاب میں خاصی طوالت آ گئی ہے لیکن کتاب کے تمام ماٰخذ معتبر ہیں اور اس کی تالیف میں ہمارے شیخ طریقت تاجدار حضرت کیلیانوالہ شریف کی خصوصی توجہات ان کے شامل حال رہی ہیں کتاب کی پروف ریڈنگ پر بھی کافی محنت کی گئی ہے اور حتی الامکان کوشش کی گئی ہے کہ کتاب ہر قسم کی لفظی' معنی غلطیوں سے محفوظ ہو۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کتاب مدظلہ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی یہ کوشش بارگاہِ رسالت و بارگاہِ ربوبیت میں مقبول ہو اور ان کے لئے ذریعہ نجات ہو۔

محمد احسان اللہ
مدرس جامعہ مدینۃ العلم گوجرانوالہ

Marfat.com

فہرست مضامین جلد سوئم

مضامین	صفحہ
انتساب	۳
تمہید	۴
دیباچہ	۱۵
پہلا مقدمہ (ملک عرب کا جغرافیہ)	۱۷
دوسرا مقدمہ (عرب کی تاریخ قدیم پر طائرانہ نظر)	۱۹
تیسرا مقدمہ (حضرت ابراہیم علیہ السلام کا گھرانہ)	۲۳
عرب کی سیاسی اور اخلاقی حالت	۲۵
حضور نبی کریم ﷺ کے اعلیٰ کام اور عرب کا محل وقوع	۲۷
دشمنوں کا دوست بن جانا	۲۸
سیرت نبوی ﷺ کی خصوصیات اور زندگی کے گوناگوں حالات	۲۹
آنحضرت ﷺ کی نبوی کی مجموعی شان	۲۹
باب ۱: حضور نبی کریم ﷺ کا نسب شریف	۳۱
نسب شریف میں عدنان پر رک جانا	۳۵
شجرۂ طیبہ	۳۷
حضور ﷺ کے آباء الکرام اُمہات العظام اُمہات کے ددھیال اور ننھیال	۴۰
شجرۂ نسب شریف سیدنا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تا سیدنا آدم علیہ السلام	۴۳
حضرت عبدالمطلب تا حضرت عدنان تک کی اولاد کی تفصیل اور مختصر تعارف	۴۴
عبد مناف کی اولاد کا شجرہ	۵۱
تقسیم نے	۵۳
حضرت ہاشم کی اولاد کا نقشہ	۵۴
حضرت عبدالمطلب بن ہاشم کی اولاد کا نقشہ اور تفصیل	۵۵
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد کی تفصیل	۶۰
حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی اولاد کی تفصیل	۶۵
عمات النبی ﷺ	۶۷
حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ والد گرامی نبی کریم ﷺ	۶۹
سیّدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا شجرۂ نسب	۶۹
حضور نبی کریم ﷺ کی چچازاد بہنیں	۷۲
باب ۲: حضور نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ	۷۶
نورِ محمدی ﷺ	۷۶
خلقت محمدی ﷺ	۸۰
برکات نورِ محمدی ﷺ	۸۵
باب ۳: چاہِ زمزم کا بیان	۸۹
زمزم کنویں کی کھدائی	۹۰
حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی نذر	۹۲
حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نام قرعہ	۹۲
حضرت سیدنا حضرت عبداللہ اور سیدتنا حضرت آمنہ رضی اللہ عنہما کا عقد زوجیت	۹۴
سیدنا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے فضائل	۹۶
حضور نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین کی نجات پر دلائل	۹۷
نبی کریم ﷺ کے والدین کی نجات کتاب ''مواہب اللدنیہ'' کے حوالے سے	۱۰۱
باب ۴: سیدتنا حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا حمل مبارک	۱۰۳
سیدنا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا وصال	۱۰۵
ولادت مبارک کے متعلق بعض منکر احادیث	۱۰۶
میلاد شریف کے بارے دیگر روایات	۱۰۷
ولادت نبی ﷺ کے عجائبات	۱۰۹
ولادت نبوی ﷺ کا زمانہ اور وقت	۱۱۲

Marfat.com

مضامین	صفحہ
حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا قابل فخر پوتے کا دیدار کرنا اور نام رکھنا	115
آپ ﷺ کے رضاعی باپ اور ان کا اسلام	116
حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا اور ان کے خاوند کا نسب اور ان کی اولاد	116
احمد اور محمد ﷺ نام رکھنے کی وجہ	117
لیلۃ القدر اور شب میلاد	118
محفل میلاد النبی ﷺ کا انعقاد	120
طلوع آفتاب مطلع نبوت و رسالت	121
محفل میلاد مصطفےٰ ﷺ	122
محفل میلاد کے بارے میں بعض مدعیانِ علم و دانش کی غلط اندیشیاں	124
عید میلاد النبی ﷺ از افادیت حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی مدظلہ العالی	130
امارات میں عید میلاد النبی ﷺ	132
میلاد النبی ﷺ کی دھوم (حکومت دوبئی کی وزارت اوقات کی جانب سے تمام مساجد میں ۱۱ ربیع الاوّل کو پڑھا جانے والے خطبہ نمبر۱۰)	137
لفظ میلاد کی تشریح	140
انبیاء علیہم السلام کا میلاد اور قرآن مجید	141
میلاد مصطفےٰ ﷺ اور قرآن مجید	142
میلاد مصطفےٰ ﷺ کیوں منایا جاتا ہے؟	144
مخالفین میلاد النبی ﷺ کے اعتراضات کے جواب	147
فرمانِ عالی شان خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم	149
فرمان بزرگانِ دین متقدین کے	149
فرمان حضرت پیر سید محمد عظمت علی شاہ صاحب بخاری مدظلہ العالیٰ سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف	155
عورتوں کی محافل میلاد شریف	156
ذکر رضاعت نبی کریم ﷺ	158
پنگھوڑے میں گفتگو اور بعض دیگر خصوصیات	160
مہر نبوت شریف	163
حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا وصال شریف	165
باب۵: حیاتِ مبارکہ (بعثت سے پہلے)	167

مضامین	صفحہ
حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح	170
کعبۃ اللہ شریف کی تعمیر	170
بعثتِ نبوی ﷺ	172
درختوں اور پتھروں کا آپ ﷺ کو سلام کرنا	174
نزولِ قرآن کا آغاز	175
غارِ حرا کیوں اختیار فرمایا؟	176
مراتب وحی	177
نماز کا پہلی بار حکم	180
سب سے پہلے کون ایمان لایا	182
پہلا گروہ جو اسلام لایا	183
دعوت اسلام کے لیے جدوجہد	185
مذاق اُڑانے والے	186
آپ ﷺ نے قوم کی طرف سے جو اذیت برداشت کی	186
حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا	188
اظہارِ اسلام میں پہل کرنے والے	189
کفار کا حسد	189
سب سے پہلے بلند آواز سے قرآن پڑھنے والے صحابی رضی اللہ عنہ	191
قریش مکہ چھپ چھپ کر قرآن سنتے تھے	191
عاشق رسول ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ	193
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور رضائے الٰہی	195
آلِ یاسر رضی اللہ عنہ	195
حضور ﷺ کی ذات و صفات پر جور و ستم	196
حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ	202
حبشہ کی طرف پہلی ہجرت	203
سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا	203
شعب بنی ہاشم میں داخلہ اور صحیفہ کی خبر	205
باب۶: حبشہ کی دوسری ہجرت	206
حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین	206
اہل مکہ کی سفارت	210
مہاجرین اور نجاشی کے مابین مکالمہ	211

Marfat.com

مضامین	صفحہ
نجاشی کے حبشہ پر تسلط کی داستان	۲۱۳
نجاشی کا اسلام اور اس کی میت پر نماز جنازہ	۲۱۴
حبشہ سے واپس آنے والے مہاجرین	۲۱۵
حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی حیرت افزاء داستان	۲۱۶
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ابن دغنہ کی پناہ	۲۱۷
صحیفہ کا پارہ پارہ ہونا	۲۱۸
حسن و جمال میں غلو میں امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان	۲۲۰
امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ سیرت ابن ہشام کے بعض بیانات کی شرح بیان کرتے ہیں	۲۲۰
غرانیق کا قصہ اور اہل مکہ کا اسلام	۲۲۶
شعب ابی طالب میں شرمناک مظالم	۲۲۸
باب ۷: غم کا سال، ابو طالب کی وفات	۲۲۹
ابو طالب کو دعوت اسلام	۲۲۹
حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا وصال	۲۳۱
طائف کی طرف تشریف لے جانا	۲۳۱
نصیبین کے جنات	۲۳۴
خصوصیت معراج شریف	۲۳۶
راویان حدیث معراج مع حوالہ کتب احادیث	۲۳۷
واقعات معراج شریف	۲۴۰
قرآن کریم اور معراج شریف	۲۴۳
بیداری و خواب کی بحث	۲۴۵
معراج شریف	۲۴۶
اسراء اور معراج شریف کے متعلق سیرت ابن ہشام اور اس کی شرح روض الانف کا بیان اسراء اور معراج شریف کے متعلق	۲۴۸
حدیث معراج کے مشکل الفاظ کی تشریح	۲۵۴
معراج نیند میں تھی یا بیداری میں	۲۵۵
سدرۃ المنتہیٰ اور آسمانِ دنیا پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات	۲۵۹
بیت المقدس میں تشریف آوری اور انبیاء علیہم السلام کے اوصاف	۲۶۰
اللہ تعالیٰ رب العزت کا دیدار	۲۶۱
مختلف انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقات	۲۶۳
نماز کی فرضیت	۲۶۵
ملائکہ کے اوصاف	۲۶۷
سفر معراج میں سود خوروں کی حالت	۲۶۷
حضرت ادریس علیہ السلام کا مقامِ رفیع	۲۶۹
کچھ دیگر واقعاتِ معراج شریف	۲۷۰
حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا وصال پر ملال	۲۷۰
باب ۸: مختلف قبائل کو تبلیغ	۲۷۱
بنو خزرج کو اسلام کی دعوت اور عقبہ اولیٰ	۲۷۶
حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی ہجرت	۲۷۹
مدینہ طیبہ میں جمعہ کی پہلی نماز	۲۸۰
حضرت سعد بن معاذ اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما کا اسلام قبول کرنا	۲۸۰
بیعت عقبہ ثانیہ	۲۸۲
حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام کا اسلام قبول کرنا	۲۸۳
بیعت کرنے والی دو خوش نصیب خواتین	۲۸۴
حضور ﷺ کا انصار سے معاہدہ	۲۸۴
انصار میں بارہ نقیب	۲۸۵
بیعت عقبہ کے متعلق قریش کا رویہ	۲۸۷
حضرت عمرو بن جموع رضی اللہ عنہ کا بت اور ان کا اسلام	۲۸۸
عقبہ میں حاضر ہونے والے خوش نصیبوں کے نام	۲۸۹
حضور ﷺ کو جہاد کی اجازت	۲۹۳
باب ۹: مسلمانوں کو مکہ معظمہ سے ہجرت کی اجازت	۲۹۴
سب سے پہلے ہجرت کس نے کی؟	۲۹۵
حضور ﷺ کی ہجرت اور کفارِ مکہ شریف کی دار الندوہ میں مشاورت	۲۹۷
شبِ ہجرت	۲۹۸
ہجرت مدینہ طیبہ	۳۰۰
جن کا ہدیۂ عقیدت	۳۰۲
سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کا واقعہ	۳۰۲
اُم معبد رضی اللہ عنہا کی داستان	۳۰۴

Marfat.com

مضامین	صفحہ
شاہراہِ ہجرت	۳۰۶
حضور ﷺ کا حلیہ مبارک	۳۱۰
نبوت کے تیرہ (۱۳) سال مکہ شریف میں	۳۱۰
اثناءراہ میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ اور ۷۰ شخصوں کا مسلمان ہونا	۳۱۱
مدینہ شریف میں حضور ﷺ کا پہلا خطبہ جمعۃ المبارک	۳۱۲
مدینہ شریف میں داخلہ	۳۱۳
قباء شریف میں تشریف آوری	۳۱۴
حضور ﷺ کی مدینہ تشریف آوری کی تاریخ	۳۱۵
قبا میں پہنچنے کی تاریخ	۳۱۵
ہجری کی تاریخ	۳۱۶
مدینہ طیبہ میں مہاجرین کی اقامت گاہیں	۳۱۶
قباسے مدینہ طیبہ کی طرف روانگی	۳۱۸
حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر میں	۳۱۹
تمام اہل مدینہ خوش ہوگئے	۳۲۱
مسجد نبوی شریف کی تعمیر	۳۲۳
مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات	۳۲۵
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی	۳۲۶
اذان کی ابتداء اور نماز کی رکعتوں میں اضافہ	۳۲۶
یہودیوں کے ساتھ معاہدہ	۳۲۷
رشتہ مواخات کی استواری	۳۲۷
زکوٰۃ کی فرضیت	۳۲۸
باب ۱۰: غزوہ ابواء، غزوہ ابواط، غزوہ عشیرہ	۳۲۹
دفاعی حکمت عملی کا بیان	۳۲۹
تحویل قبلہ اور روزوں کی فرضیت	۳۳۱
غزوہ بدر کے اسباب، واقعات اور نتائج	۳۳۲
غزوہ بنوقینقاع	۳۳۹
غزوہ اُحد	۳۴۱
غزوہ بنونضیر اور دیگر واقعات	۳۴۷
غزوہ خندق	۳۴۹
بنوقریظہ کو گوشمالی	۳۵۳

مضامین	صفحہ
غزوۂ بنی مصطلق	۳۵۵
صلح حدیبیہ اور دیگر واقعات	۳۵۸
سلاطین عالم کو دعوت اسلام	۳۶۰
نجاشی کا قبول اسلام	۳۶۱
غزوۂ خیبر اور جنگ موتہ	۳۶۳
عظیم فتح مکہ شریف	۳۶۷
غزوۂ حنین	۳۷۳
رومیوں کے خلاف جہاد	۳۷۷
مسجد ضرار کا انہدام	۳۷۸
سورۂ برأت کا نزول	۳۷۹
باب ۱۱: فتح مکہ کے نتائج اور سنۃ الوفود	۳۸۱
حج اور برأت کا اعلان	۳۸۳
ایک گستاخ کا عبرتناک انجام	۳۸۸
حجۃ الوداع اور وصال نبی اکرم ﷺ	۳۹۱
اسود عنسی کی بغاوت اور اس کا انجام	۳۹۲
جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کی تیاری	۳۹۳
سیدالانبیاء ﷺ کے ایام علالت	۳۹۴
واقعۂ قرطاس	۳۹۵
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی امامت	۳۹۵
وصال نبی کریم ﷺ	۳۹۵
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جذبات اور استقامت صدیق رضی اللہ عنہ	۳۹۶
تجہیز و تکفین	۳۹۷
سقیفہ بنی ساعدہ کا واقعہ	۳۹۷
مسئلہ خلافت پر تکرار اور بیعت خلافت صدیقی رضی اللہ عنہ	۳۹۸
باب ۱۲: رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن	۴۰۰
ازواج النبی ﷺ پاک ہیں	۴۰۲
ازواج مطہرات کا امتحان	۴۰۳
حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا نسب اور حالات و واقعات	۴۰۵
فضیلت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	۴۰۹
سب عورتوں میں کون افضل ہے؟	۴۰۹

Marfat.com

مضامین	صفحہ
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی محبت کا امتحان	۴۱۰
حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا	۴۱۵
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اور آپ کے عزیز و اقارب	۴۱۶
حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا شرف زوجیت اور عزیز و اقارب	۴۱۸
حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا	۴۲۰
حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا	۴۲۲
حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا	۴۲۴
حضرت زینب خزیمہ (اُم المساکین) رضی اللہ عنہا	۴۲۵
حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا	۴۲۶
حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا	۴۲۷
حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا	۴۲۸
ازواج النبی ﷺ کے ددھیال ونھیال	۴۳۰
نقشہ متعلق حالات تاریخی اُمہات المومنین رضی اللہ عنہن	۴۳۱
آپ ﷺ کی لونڈیاں	۴۳۲
سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پیدائش اور نکاح کے وقت عمر (ایک تحقیق)	۴۳۲
حضور ﷺ کی اولاد پاک (بیٹے)	۴۳۶
حضور ﷺ کی اولاد پاک (بیٹیاں)	۴۴۲
سیدہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے حالات اور نکاح کا بیان	۴۴۶
باب ۱۳: دربیان حسن خلقت وجمال صورت یعنی سراپا مبارک ﷺ	۴۵۴
بیان فصاحت شریف	۴۶۲
بیان جوامع الکلم	۴۶۲
سر مبارک، موئے مبارک	۴۶۵
مسئلہ خضاب کی وضاحت	۴۶۶
لحیہ شریف یعنی ریش مبارک (داڑھی)	۴۶۷
دیگر اجزائے جسمانی	۴۶۸
تکملہ (ایک حدیث ہند بنت ابی ہالہ رضی اللہ عنہا) متعلقہ نبی کریم ﷺ اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے حسن مبارک وبطریق حسن وحسین رضی اللہ عنہما روایت کی گئی	۴۸۲
باب ۱۴: خلق محمدی ﷺ (کتاب رحمۃ للعالمین کا بیان)	۴۸۶
باب ۱۵: قرآن مجید کی تعلیم کا نمونہ	۵۰۴
شاہد کی تشریح	۵۱۶
مبشرًا و نذیرًا داعیًا الی اللّٰہ باذنہ	۵۱۸
سراجًا منیرًا	۵۲۰
رحمۃً للعالمین	۵۲۱
حُب النبی ﷺ	۵۲۹
باب ۱۶: جود وسخا کا بیان	۵۳۳
عدل وانصاف کا بیان	۵۳۴
نجدت وشجاعت کا بیان	۵۳۴
تواضع اور حیاء کا بیان	۵۳۵
شفقت ورأفت، عفو وکرم	۵۳۶
زُہد فی الدنیا	۵۳۸
عام اخلاق	۵۳۹
جذبات محبت کو دیکھنا ہو	۵۴۲
باب ۱۷: کتاب ”الانسان فی القرآن“ کا بیان	۵۴۲
شیطان کا ولی اللہ کو بہکانے کا حربہ اور ولی اللہ کا ثابت قدم رہنا	۵۴۵
صراط المستقیم	۵۴۶
سید المرسلین	۵۴۸
سراجاً منیراً	۵۵۷
شاہد	۵۵۹
رحمۃ للعالمین	۵۶۵
حضور ﷺ کا علم	۵۶۹
محکمات، متشابہات، مقطعات	۵۷۶
اطاعت اور اتباع کا فرق	۵۸۲
باب ۱۸: اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کا ذکر کس طرح بلند کیا؟	۵۸۵
معجزہ کی تعریف اور شرائط	۵۸۹
دلائل نبوت	۵۹۲
اعجاز قرآن کی وجوہ	۵۹۶
دوسرے معجزات	۶۰۱
زمانے کے اعتبار سے معجزات کی تقسیم	۶۰۴

Marfat.com

مضامین	صفحہ
معجزۂ انشقاق قمر	۶۰۵
باب ۱۹: محبت کی تعریف	۶۰۷
محبت رسول اللہ ﷺ	۶۱۰
اللہ تعالیٰ کی محبت	۶۱۲
نبی اکرم ﷺ سے محبت کی آزمائش	۶۱۲
اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت	۶۱۴
ایمان کی مٹھاس کا معنی	۶۱۶
ایمان کا ذائقہ	۶۱۸
اللہ تعالیٰ کی محبت کا حکم	۶۱۹
محبت رسول اللہ ﷺ کی علامات	۶۲۴
بارگاہِ نبوی ﷺ میں ہدیہ صلوٰۃ وسلام پیش کرنا	۶۴۰
درود شریف پڑھنے کا حکم	۶۴۲
حضور ﷺ آخری نبی ہیں	۶۴۵
ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین	۶۵۲
قادیانی کے عقائد	۶۵۴
باب ۲۰: حضور ﷺ کے متفرق موضوعات کے متعلق احادیث مبارکہ (تقریباً ۲۰۰ احادیث مبارکہ از صحیح بخاری شریف)	۶۵۷
آپ ﷺ کی فضیلت (حدیث ۱ تا ۳ب)	۶۵۸
اللہ تعالیٰ کا فرمان: تم ان کی معافی چاہو یا نہ چاہو اگر تم ستر بار ان کی معافی چاہو گے اللہ تعالیٰ ہرگز نہیں بخشے گا	۶۵۹
ان کی میت پر کبھی نماز پڑھنا اور نہ ہی ان میں سے (یعنی منافقین) کسی کی قبر پر کھڑے ہونا	۶۵۹
حضور ﷺ کا علم اور حضرت جبریل علیہ السلام ایمان، اسلام اور احسان کے متعلق دریافت کرنا	۶۶۰
حضور ﷺ کا نماز میں جنت کا دیکھنا اور جنت ونار کی ہو بہو تصویر دیکھنا، انگور کے ایک گوشہ کو ہاتھ ڈالنا	۶۶۰
مدینہ شریف کے فضائل (حدیث ۸ تا ۲۴)	۶۶۱
نبی اکرم ﷺ کا فرمان "نصرت بالرعب اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں"	۶۶۳
حضور ﷺ کا علم غیب	۶۶۳
حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ	۶۶۴
حضور ﷺ قاسم (تقسیم کرنے والے) ہیں	۶۶۴
اللہ تعالیٰ کا ارشاد: "اور ہم نے رسول کو اس کی قوم ہی کی زبان دے کر بھیجا ہے"	۶۶۵
نبی کریم ﷺ کی وجہ سے برکت	۶۶۵
سادات کرام پر صدقہ حرام ہے	۶۶۵
حضور ﷺ اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی وجہ سے غازی کے مال اور اولاد میں برکت	۶۶۵
حضور ﷺ کے فیصلہ پر کسی کو اعتراض یا تنقید کرنا جائز نہیں	۶۶۶
مال غنیمت کا خمس صرف امام کے لیے ہے	۶۶۶
حضور ﷺ کی وصال شریف کے وقت آخری نصیحت	۶۶۷
حضور ﷺ کے اُمتی جنتی ہیں	۶۶۷
حضور ﷺ کا دشمن سے درگزر فرمانا	۶۶۷
حضور ﷺ نے جنت ودوزخ کا مشاہدہ فرمایا	۶۶۷
حضور ﷺ کی جنتی اُمت کے لوگوں کی شان	۶۶۸
جنتی مؤمن کے لیے انعام کیا ہے	۶۶۸
حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا جنت میں رومال اس دنیا کے ریشم سے بہتر ہے	۶۶۸
اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والے کو جنت کے دروازے سے بلایا جائے گا	۶۶۸
جنت میں سایہ دار درخت اور جنت کے بالا خانوں کا بیان	۶۶۹
دوزخ کا بیان	۶۶۹
بخار کو پانی سے ٹھنڈا کرو	۶۷۰
جو دوسروں کو اچھائی کرنے اور بُرائی سے روکنے کا حکم کرے اور خود اس پر عمل نہیں کرتا	۶۷۰
حضور ﷺ کا ارشاد شیطان کے متعلق	۶۷۰
شیطان آدمی کے کان میں پیشاب کرتا ہے	۶۷۰
شیطان آدمی کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے	۶۷۰
شیطان کے دیگر کام	۶۷۰
مسلمان کا بہترین مال بکریاں ہے، عنقریب مسلمان اپنے دین	

Marfat.com

مضامین	صفحہ
بچانے کے لیے بکریوں کو لے کر پہاڑوں کی چوٹی پر چلا جائے گا	۶۷۱
پانچ موذی جانور جن کو حرم میں بھی قتل کر دیا جائے	۶۷۱
مکھی کے ایک پَر میں بیماری اور دوسرے پَر میں شفاء ہے	۶۷۲
جس گھر میں کتا اور تصویر ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے	۶۷۲
عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے	۶۷۲
عورت کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم	۶۷۲
جو مقدر میں لکھا جا چکا ہے وہی ملتا ہے	۶۷۳
سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ دوسرا نکاح نہیں کر سکتے	۶۷۳
سبحان اللہ، الحمدللہ، اللہ اکبر کی فضیلت	۶۷۳
حضور ﷺ کا فرمان. مجھے اپنے بعد شرک کا خوف نہیں	۶۷۴
کسی شخص کو ناحق قتل کرنے کا گناہ	۶۷۴
تمام روحیں عالم ارواح میں جمع شدہ لشکر تھیں	۶۷۴
حضور ﷺ کی اُمت پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کی تبلیغ کی گواہی ۶۷۴	
دے گی	۶۷۴
دجال کانا ہے، اپنے ساتھ جنت و دوزخ کی شبیہ لائے گا	۶۷۴
حضور ﷺ قیامت کے دن گناہ گاروں کی شفاعت فرمائیں گے	۶۷۵
معراج شریف کی رات آسمانوں پر انبیاء کرام علیہم السلام نے حضور ﷺ کا استقبال کن الفاظ میں کیا؟	۶۷۵
سیدنا حضرت ابوبکر صدیق، سیدہ عائشہ صدیقہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم کی فضیلت	۶۷۶
جو شخص حضور ﷺ کے فیصلے کو نہیں مانتا وہ منافق ہے اور اس کا حلیہ کیسا ہے؟	۶۷۷
جہنمی لوگ کون اور کتنے؟	۶۷۸
سب سے زیادہ مکرم کون ہے؟	۶۷۸
فرمانِ رسول ﷺ حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق	۶۷۸
حضور ﷺ نے سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خود امامت کے لیے مقرر فرمایا	۶۷۹
حضرات موسیٰ و عیسیٰ اور ابراہیم علیہم السلام سے معراج کی رات ملاقات حضور ﷺ نے کی اور ان کے حلیے بیان فرمائے اور دو	
پیالوں میں سے دودھ والے پیالہ سے نوش فرمایا	۶۷۹
حضرت خضر علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات	۶۷۹
حضور ﷺ کی اولاد پاک سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی محبت	۶۸۲
حضور ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے جوڑے کی آواز جنت میں سنی	۶۸۲
انصار کی محبت کا بیان	۶۸۲
حضرت موسیٰ علیہ السلام کثیر الحیاء اور پردہ کرنے والے تھے	۶۸۲
انبیاء کرام علیہم السلام پریشانی کے وقت صبر کرتے تھے	۶۸۳
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بیان میں	۶۸۳
حضرت موسیٰ اور حضرت یونس علیہما السلام کی شان	۶۸۳
سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت	۶۸۴
سب سے زیادہ محبوب روزہ اور نماز	۶۸۴
صحابی رضی اللہ عنہ نے جن کو پکڑ لیا	۶۸۵
سب سے پہلی مسجد	۶۸۵
شرک کرنا ظلم ہے	۶۸۵
حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت مریم سلام اللہ علیہا کی فضیلت	۶۸۶
بچپن میں بات کرنے والے بچے	۶۸۶
دوگنا ثواب	۶۸۶
آخری زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول	۶۸۶
یہود و نصاریٰ کی ہو بہو پیروی کی جائے گی	۶۸۶
تین آدمی جو غار میں پھنس گئے	۶۸۷
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شان فضیلت	۶۸۷
ولی اللہ کی شان	۶۸۸
سیدنا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی شان	۶۸۸
مقدر کی بات اور مقدر پر ایمان رکھنا ضروری ہے	۶۸۸
حضور ﷺ کا انصاف	۶۸۹
اللہ تعالیٰ سے جوڑ گیا اللہ نے اسے بخش دیا	۶۸۹
مناقب قریش	۶۸۹
حضور ﷺ کے قریبی رشتہ داروں سے محبت کرنے کا حکم	۶۹۰
غیر کے ساتھ نسبت کرنے والا کافر	۶۹۰
نبی کریم ﷺ کی کنیت کا بیان	۶۹۱

Marfat.com

مضامین	صفحہ
سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی شان	۶۹۱
حضور ﷺ کی سخاوت	۶۹۱
حضور ﷺ اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی شان	۶۹۲
حضور ﷺ کے اوصاف	۶۹۲
حضور ﷺ کے معجزے	۶۹۳
قیامت کی نشانیاں	۶۹۵
فتنوں کے دوران مسلمانوں کی جماعت اور اس کے امام کو لازم پکڑو اور گوشہ نشینی سے دین کو بچایا جا سکتا ہے	۶۹۶
آخر زمانہ میں کمزور اور کم عقل والے لوگ سب سے زیادہ حدیثیں بیان کریں گے لیکن خود بے دین ہوں گے	۶۹۶
جنت کی خوشخبری سننے والے کون تھے؟	۶۹۶
حضور ﷺ کے گستاخ کی سزا	۶۹۷
مستقبل کی خبریں حضور ﷺ نے دیں	۶۹۷
سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا جنت کی عورتوں کی سردار	۶۹۸
مجھے اپنے بعد تمہارے شرک کا خوف نہیں، خوف اس بات کا ہے کہ تم دنیا سے محبت کرو گے	۶۹۸
صدقہ کر کے جہنم سے بچو	۶۹۸
مسلمانوں کا بہترین مال بکریاں	۶۹۹
فتنوں کے دوران کون بہتر ہوگا؟	۶۹۹
تم اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرو اور اپنا حق اس سے مانگو	۶۹۹
عظمتِ انصار اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ	۶۹۹
غزوۂ موتہ کے شہیدوں کی خبر مدینہ منورہ میں بیٹھ کر حضور ﷺ نے بتائی	۷۰۰
حضور ﷺ نے مشرکوں کے سوال پر چاند کے دو ٹکڑے فرمائے	۷۰۰
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیلئے رات کے اندھیرے میں چراغ کی طرح روشنی	۷۰۰
میری اُمت کے کچھ لوگ ہمیشہ غالب رہیں گے	۷۰۱
حضور ﷺ کی اُمت میں ایک جماعت ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے دین پر رہے گی	۷۰۱
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا حافظہ کبھی بھی کمزور نہیں ہوا	۷۰۱
اللہ تعالیٰ کا اپنے ولی سے محبت کرنے کا اعلان کرنا	۷۰۱

مضامین	صفحہ
حوضِ کوثر کی صفات، سنت کو لازم پکڑو	۷۰۲
خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت	۷۰۳
ایک جماعت ہمیشہ حق پر رہے گی	۷۰۳
حضور ﷺ پر اعتراض کرنے اور بدگوئی کرنے والے کا حکم	۷۰۴
حضور ﷺ کی شفاعت کا بیان	۷۰۵
مؤمن ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیں گے	۷۰۷
اگر عقیدہ ٹھیک ہوا تو کچھ اعمال ناقص بھی ہوئے نجات پا جائے گا، اور عقیدہ درست نہ رکھنے والے کو نیک اعمال کام نہ دیں گے	۷۰۸
نبی کریم ﷺ کے منبر پر جھوٹی قسم کھانے والا اور قسم کھا کر ناحق مال حاصل کرنے والا دونوں جہنمی ہیں	۷۱۱
جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے وہ شہید ہے	۷۱۱
پرندے یا چڑیا کو ناحق قتل کرنے والے سے حساب لیا جائے گا	۷۱۱
(مسند امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایات)	
سب سے بڑا سرکش کون ہے؟	۷۱۱
میں مؤمن ہوں ان شاء اللہ کہنا ٹھیک یا نہیں	۷۱۲
تقدیر پر ایمان لانا ضروری ہے	۷۱۳
عمل کی ترغیب دینا	۷۱۴
اللہ تعالیٰ کا دیدار عنقریب ہوگا اور عصر و ظہر کی نماز کی حفاظت کی تاکید	۷۱۵
طلب علم کی فرضیت کا بیان	۷۱۶
علم فقہ کی تحصیل کی فضیلت	۷۱۷
اہل ذکر کی فضیلت	۷۱۸
رسول اللہ ﷺ کی طرف جان بوجھ کر جھوٹ بات کی نسبت کرنے پر وعید	۷۱۹
(ترمذی شریف مترجم سے) حضور ﷺ تمام مخلوق سے بہترین فرد اور بہترین خاندان والے ہیں	۷۲۳
قیامت کا دولہا	۷۲۳
طلب وسیلہ	۷۲۴
آپ ﷺ کی ولادت اور مدینہ شریف تشریف لانے پر ہر چیز روشن ہو گئی	۷۲۵
ولادت باسعادت شریف	۷۲۵

Marfat.com

مضامین	صفحہ
آغازِ نبوت شریف	۴۲۵
بعثتِ نبوی شریف	۴۲۵
علاماتِ نبوت اور آپ ﷺ کی خصوصیات	۴۲۶
پتھروں اور درختوں کا آپ ﷺ کو سلام کرنا	۴۲۶
کھجور کے تنے کا رونا	۴۲۶
دستِ مبارک کی برکت	۴۲۷
کھانے اور پانی میں برکت' آغازِ نبوت	۴۲۷
معجزات کی برکت' کیفیت نزولِ وحی	۴۲۸
حلیہ مبارک' چاند جیسا چہرہ ﷺ	۴۲۸
فتح ربانی ترجمہ مسند احمد سے روایات	۴۲۹
بے مثل رسول ﷺ	۴۲۹
جس کے ہاتھ پر کوئی کافر مسلمان ہوا اسکا حکم	۴۲۹
اہل کتاب نے جو مسلمان ہوا اس کے لیے دوگنا ثواب	۴۲۹
اسلام اور ہجرت سابقہ گناہوں کو مٹا دیتے ہیں	۴۲۹
اگر اسلام قبول نہ کیا تو زمانہ جاہلیت کے نیک کام کچھ نفع نہ دیں گے	۴۳۰
توحید و رسالت کی گواہی کا قائل قتل سے بچ جاتا ہے	۴۳۱
جو شخص آپ ﷺ کو بغیر دیکھے ایمان لائے اس کی فضیلت	۴۳۳
مؤمن کی فضیلت' اسکی صفت اور مثال	۴۳۵
جب ایمان کمزور ہو جائے	۴۳۷
امانت اور ایمان کے اُٹھ جانے کا بیان	۴۳۸
علم اور علماء کی فضیلت	۴۴۰
اللہ تعالیٰ جس کی بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطاء فرماتا ہے	۴۴۱
طلب علم کے لیے سفر کرنا اور طالب علم کی فضیلت	۴۴۲
علم حاصل کرنے کی ترغیب اور استاذ کے آداب	۴۴۲
علم کی مجالس' ان کے آداب اور متعلم کے آداب	۴۴۴
عربی زبان کے علاوہ کوئی اور زبان سیکھنا	۴۴۴
علم میں بلاضرورت کثرتِ سوال کی مذمت	۴۴۴
دین و دنیا کی ہر ضروری چیز سے متعلق دریافت کرنا	۴۴۶
حدیث کو روایت کرنے میں احتیاط کرنے کی تاکید	۴۴۸
اشعۃ اللمعات مترجم اُردو شرح مشکوٰۃ شریف سے روایات	۴۴۸
حضور ﷺ کے معجزات	۴۴۹
منافق کی نشانیاں	۴۵۱
نبی کریم ﷺ کی دعا کا اثر اور معجزات	۴۵۱
کھانا وغیرہ سامنے رکھ کر اللہ تعالیٰ کی کلام پاک پڑھنے سے کھانے میں برکت ہوتی ہے اور دیگر معجزات	۴۵۴
کرامات کا بیان	۴۶۲
حضور نبی کریم ﷺ کے فضائل	۴۶۴
اسماء النبی ﷺ وصفات کا بیان	۴۶۸
اختتام	۴۷۰
ماخذ کتب	۴۷۲

تفصیل نقشہ جات

(۱) قریش مکہ کی تجارتی شاہراہ (بحوالہ ضیاء القرآن جلد دوئم)	۲۲
(۲) وہ راستہ جس پر قبل از اسلام اہل عرب کے تجارتی کارروان مکہ شریف سے شام وغیرہ جایا کرتے تھے	۲۳۵
(۳) وہ مبارک راستہ جس پر رحمت عالم ﷺ نے سفر ہجرت طے کیا اور مکہ شریف سے مدینہ شریف پہنچے۔ (ضیاالنبی جلد اوّل)	۲۹۹
(۴) رحمت عالم ﷺ کا وہ راستہ جس پر قبا سے روانہ ہو کر حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے۔ (ضیاء النبی جلد اوّل)	۳۲۰
(۵) غزوۂ بدر الکبریٰ (بحوالہ ضیاء النبی جلد اوّل)	۳۳۷
(۶) بدر کا میدانِ جنگ (بحوالہ ضیاء القرآن جلد دوئم)	۳۳۸
(۷) غزوۂ اُحد (بحوالہ ضیاء النبی جلد اوّل)	۳۴۲
(۸) غزوۂ اُحد (بحوالہ ضیاء القرآن جلد دوئم)	۳۴۳
(۹) نقشہ جنگ خندق متعلقہ سورۂ احزاب آیات ۹ تا ۲۷ (بحوالہ ضیاء القرآن جلد چہارم)	۳۵۰
(۱۰) عہدِ نبوت میں عرب قبائل کے علاقے متعلقہ سورۂ احزاب ۹ تا ۲۷ (بحوالہ ضیاء القرآن جلد چہارم)	۳۵۱
(۱۱) نقشہ غزوۂ بنی مصطلق (بحوالہ ضیاء القرآن جلد سوئم)	۳۵۶
(۱۲) عہد رسالت میں مشہور عرب قبائل کے مساکن (ساتویں صدی عیسوی) (بحوالہ ضیاء القرآن جلد دوئم)	۳۹۰

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دیباچہ

حضور سید عالم ﷺ کی سیرت طیبہ پر متعدد کتابیں اہل علم حضرات نے تصنیف فرمائی ہیں۔ سیرت وصورت کا کوئی پہلو ایسا نہیں رہا جو صحت کے ساتھ ضبط تحریر میں نہ آچکا ہو۔ سرانور سے پائے مبارک تک ایک ایک عضو کی شکل وشباہت حسن و جمال اور خصائص وکمالات اوران کے ساتھ رفتار وگفتار اخلاق وکردار کھانے پینے، چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے، ہنسنے رونے، خندہ وگریہ اور عدل وانصاف، جود وسخا، زہد وتقویٰ، حلم و بردباری، شجاعت، بہادری، عزم واستقلال، عفو ودرگزر، حسن خلق وحسن سلوک، سادگی وبے تکلفی، مہمان نوازی، لطائف طبع، غرضیکہ ہرادا اور ہر وصف جمیل کو قلمبند کیا گیا۔

اور یہ حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس دنیا میں سوائے آپ ﷺ کے اور کوئی انسان ایسا نہیں گزرا جس کی سیرت وصورت کے ہر گوشے کو اس طرح محفوظ کیا گیا ہو۔

بلاشبہ آپ ﷺ کی ہرادا پاکیزہ اور ہر خصلت حمیدہ ہے۔ آپ ﷺ مجسمۂ کمالات اور آئینۂ حقائق ہیں۔ جہاں آپ ﷺ کی صورت پاک، حسن وجمال کا بیان عاشقان جمال محمدی ﷺ کے لئے وجہ تسکین قلب ونظر اور سرور سرمدی ہے وہاں آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کا بیان ہر انسان کے لئے انشراح صدر، طہارت قلب وتزکیہ نفس کا باعث ہے۔ بلاشبہ آپ ﷺ کے ہر عمل میں حسن تربیت کا جہاں آباد ہے۔ وہ آپ ﷺ کی تعلیم ہے جس نے رہزن کو رہبر، ظالم کو عادل، خائن کو امین اور جاہل کو عارف بنایا۔ گویا انسان کو انسان بنایا۔ اخلاق حسنہ اور محاسن جمیلہ سکھائے اور درس امن وسلامتی دیا۔ دلوں سے بغض وحسد عناد وانتقام نکال کر اخوت ومحبت اور اخلاص پیدا کیا۔

؎ بھٹکے ہوؤں پہ کی نظر رشک خضر بنا دیا　　سلجھا ہوا تھا کس قدر تیرا دماغ رہبری
تیرے کرم نے ڈال دی طرح خلوص و بندگی　　تیرے غضب نے بند کی رسم و رہِ ستم گری

آج بھی اس پرفتن دور میں بھٹکی ہوئی انسانیت کے لئے مشعل راہ حضور سید عالم رحمت عالم ﷺ کی سیرت طیبہ ہی ہے۔

امن وسلامتی کا ڈھنڈورا پیٹنے والے ہرگز امن قائم نہیں کرسکتے جب تک آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کو قبلہ نگاہ نہ بنائیں۔ بلاشبہ آپ ﷺ کی تعلیم پر عمل کرنے سے ہی امن وامان قائم ہوسکتا ہے۔ لہٰذا ہم مسلمانوں کے لئے خصوصاً لازم ہے کہ سیرت طیبہ کو مشعل راہ بنائیں اور آپ ﷺ کی تعلیم پر عمل کریں کیونکہ سوائے آپ ﷺ کی پیروی کے راہ نجات کا ہاتھ آنا ناممکن ہے۔ بقول شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ

خلاف پیمبر کسے راہ گزید　　کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

الحمدللہ رب العالمین کہ اس ناچیز نے اللہ تعالیٰ رب العزت کی طرف سے انعام پانے والے حضرات کا تذکرہ بیان کرنے کے لئے ایک کتاب جس کا نام بھی یہی رکھا ہے (انعام یافتہ حضرات) لکھنے کا پکا ارادہ کیا ہے جس کی جلد اول شائع ہوکر عوام کے سامنے آچکی ہے جس میں انعام یافتہ لوگوں کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ وہ کون لوگ ہیں اور ان کے گروہ کون سے ہیں اور ان کی مختصر تعریف اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کس طرح انعام حاصل کرتے ہیں اور ان کا طرز زندگی کیسا ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے دین کی تبلیغ کس طرح کرتے ہیں وغیرہ۔ نیز یہ کہ یہ گروہ صرف اور

Marfat.com

صرف اہل سنت و جماعت ہی ہے اور اس جماعت کے عقائد کی حقانیت پر مدلل ثبوت بیان کئے گئے ہیں۔ اب مذکورہ کتاب کی جلد دوئم تحریر کی جا رہی ہے جس میں انعام یافتہ حضرات کے سب سے پہلے گروہ حضرات انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔ اس جلد دوئم میں سیدنا حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جن کے اسماء پاک قرآن پاک واحادیث میں پائے جاتے ہیں ان کا بیان اپنی بہت کم علمی اور ذہانت کے باوجود اپنی طاقت اور معلومات کے مطابق اللہ تعالیٰ جل شانہ کے فضل وکرم سے محبوب خدا حضور ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے اور اپنے پیرو مرشد کی نگاہ کرم اور دعا سے تحریر کر چکا ہوں اور اب انشاءاللہ تعالیٰ خاتم النبیین والمرسلین امام الانبیاء ﷺ کی سیرت طیبہ تحریر کرنے کے لئے آج بروز سوموار بوقت (حضور ﷺ کے دنیا میں تشریف لانے کا وقت) ایک بجے بعد نصف رات مطابق ۱۲ ذوالحجہ ۱۴۳۰ھ اور ۳۰ نومبر ۲۰۰۹ء ابتداء کر رہا ہوں۔ یہ ناچیز اس قابل تو نہیں ہے کہ جہاں بڑے بڑے جید بزرگان دین وعلماء حضرات نے سیرت رسول عربی ﷺ کے ہر پہلو پر جیسا کہ اس سے قبل تحریر ہو چکا ہے' قلمبند کیا ہے۔ وہاں اس ناچیز کی کیا وقعت ہے۔

لیکن صرف اپنے دل میں یہ حسرت لے کر اس میدان میں قدم رکھنے کی جسارت کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ رب العزت اپنے محبوب ﷺ کی سیرت طیبہ تحریر کرنے والوں کی فہرست میں آخری درجہ پر اس ناچیز کا نام بھی شامل کر کے اپنا فضل وکرم اپنے محبوب خاص ﷺ کے وسیلہ جلیلہ اور میرے پیرو مرشد کی دعا سے اس ناچیز کو عطا فرما کر بخشش کا سبب بنا دینگے۔ بالکل اسی طرح جس طرح ایک بڑھیا سوت کی ایک اٹی لے کر حضرت یوسف علیہ السلام کے خریداروں میں اپنا نام شامل کرنے کی خواہش لئے بازار میں آئی تھی۔

بندۂ ناچیز کو اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کا پورا پورا احساس واعتراف ہے بلکہ صرف اور صرف بارگاہ نبوی ﷺ میں ایک نالائق' نااہل اور ادنیٰ ترین غلام کی طرف سے ہدیۂ عقیدت ومحبت کی پیشکش ہے اور اللہ تعالیٰ سے التجا ہے اور امید ہے کہ حضور ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے اور میرے پیرو مرشد حضرت پیر سیّد محمد عظمت علی شاہ صاحب بخاری المعروف قبلہ چن جی سرکار دامت برکاتہم العالیہ کی دعا سے اس ناچیز کی یہ معمولی سی کاوش قبول فرما کر میرے لئے اس کام میں آسانی پیدا فرمائیں گے اور یہ کام جلدی ہی پورا کرنے میں میری امداد فرمائیں گے اور اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی خوشنودی کا باعث بنائیں گے اور مسلمانوں کے لئے نافع ومفید ثابت فرمائیں گے۔ آمین' ثم آمین۔

ناچیز

احقر محمد نذیر

خادم آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف

ساکن چک جانو کلاں تحصیل پھالیہ ضلع منڈی بہاؤالدین

Marfat.com

پہلا مقدمہ

ملکِ عرب کا جغرافیہ

''سیرت رسولِ عربی' تصنیف حضرت علامہ نور بخش توکلی سے''

ملکِ عرب براعظم ایشیا کے جنوب مغرب میں واقع ہے۔ چونکہ اس کو تین طرف سے تو سمندر نے اور چوتھی طرف سے دریائے فرات نے جزیرے کی طرح گھیرا ہوا ہے۔ اس لیے اسے جزیرۂ عرب کہتے ہیں۔

اس کے شمال میں بلادِ شام و عراق ہیں۔ مغرب میں بحر احمر یعنی بحیرۂ قلزم جنوب میں بحر ہند اور مشرق میں خلیج عمان اور خلیج فارس ہیں۔

اس کا طول شمالاً جنوباً پندرہ سو میل کے قریب اور اوسط عرض شرقاً غرباً آٹھ سو میل ہے۔ اس کا رقبہ ایک لاکھ بیس ہزار مربع میل یعنی براعظم یورپ کی ایک تہائی کے قریب ہے۔

علمائے جغرافیہ نے بربنائے طبعیات ارضی اس ملک کو آٹھ حصوں میں تقسیم کیا ہے جن کا بیان بطریق اختصار نیچے لکھا جاتا ہے۔

۱-اقلیم حجاز جو مغرب میں بحر احمر کے ساحل کے قریب واقع ہے۔ حجاز سے ملحق ساحل بحر کو جو نشیب ہے تہامہ یا غور کہتے ہیں۔ اور حجاز سے مشرق کو جو حصہ ملک ہے وہ نجد (زمین مرتفع) کہلاتا ہے۔ حجاز چونکہ نجد و تہامہ کے درمیان حاجز و حائل ہے۔ اس لیے اسی نام سے موسوم ہے۔

حجاز کے مشہور شہروں میں مکہ مکرمہ مشرفہ ہے جو مشرق میں جبل ابوقبیس اور مغرب میں جبل قعیقعان کے درمیان واقع ہے۔ اس شہر مبارک میں نوشیرواں کی تخت نشینی کے بیالیسویں سال سال فیل میں ربیع الاول کی بارھویں تاریخ کو سیدنا و مولانا و ملجانا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پیدا ہوئے۔

خانہ کعبہ (بیت اللہ شریف) اسی شہر میں ہے۔ مناسک حج کے مشہور مقامات میں سے صفا اور مروہ تو بیت اللہ شریف کے عین قریب ہی ہیں۔ منیٰ تین میل مشرق کو ہے۔ منیٰ سے اسی قدر فاصلے پر مشرق کی طرف مزدلفہ اور مزدلفہ سے مشرق کو اتنے ہی مسافت پر عرفات ہے۔

مکہ مکرمہ مشرفہ سے شمال کی طرف قریباً تین سو میل کے فاصلہ پر مدینہ منورہ ہے۔ جہاں حضور سرور کائنات علیہ الوف التحیۃ والصلوٰۃ کا مزار مقدس واقع ہے۔ مدینہ منورہ سے قریباً تین میل شمال کو جبل احد ہے۔ جہاں حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک ہے۔

مکہ مکرمہ مشرفہ کی بندرگاہ جدہ ہے جو ۴۴ میل کے فاصلے پر بحیرۂ قلزم کے ساحل پر واقع ہے۔ مدینہ منورہ کی بندرگاہ ینبوع ہے جو مدینہ سے ۱۳۲ میل کے فاصلے پر بحیرۂ قلزم کے ساحل پر ہے۔ حجاز ریلوے لائن ۱۹۰۸ء میں دمشق سے مدینہ منورہ تک تیار ہوگئی تھی۔ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ مشرفہ تک اس وقت تک تیار نہیں ہوئی۔

اس اقلیم میں حرمین شریفین کے علاوہ بدر، احد، خیبر، فدک، حنین، طائف، تبوک اور غدیر خم اسلامی تاریخ میں بہت مشہور ہیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام کا شہر مدین تبوک کے محاذ میں ساحل بحر احمر پر واقع ہے۔ حجر میں جو وادی القریٰ میں ہے آثار ثمود اب تک پائے جاتے ہیں۔ طائف اہلِ مکہ مکرمہ مشرفہ کا مصیف ہے۔ یہاں کے میوے مشہور ہیں۔

۲-اقلیم یمن جو حجاز کے جنوب میں بحر احمر اور بحر ہند کے ساحل سے متصل واقع ہے اس کی یمن و برکت یا کعبۃ اللہ سے جانب یمین ہونے کے سبب سے اس نام سے موسوم ہے۔

Marfat.com

اس اقلیم میں نجران، صنعاء اور سبا و مآرب مشہور تاریخی مقامات ہیں۔ مخہ، حدیدہ اور زبید تجارتی حیثیت رکھتے ہیں۔
صنعاء دارالسلطنت ہے جو عدن سے ۱۶۸ میل ہے۔ کنیسہ قلیس اسی شہر میں تھا۔ اس کی بندرگاہ حدیدہ ہے۔ جہاں سے بن اور چمڑے بیرونی ممالک کو جاتے ہیں۔ صنعاء سے چار دن کی مسافت پر سبا و مآرب کے آثار پائے جاتے ہیں۔ جن کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے۔
نجران ایک بڑا شہر تھا جس کے متعلق ستر گاؤں تھے۔ یہ شہر ملک عرب میں عیسائیت کا مرکز تھا۔ یہاں ایک بڑا گرجا تھا۔ جسے بنو عبدالمدان بن الدیان حارثی نے کعبۃ اللہ کے مقابلہ میں بنایا تھا۔ وہ کعبۃ اللہ کی طرح اس کی تعظیم کرتے تھے اور اسے کعبہ نجران کہا کرتے تھے۔ اسی گرجا کے بڑے بڑے پادری ہجرت کے بارھویں سال حضور سید المرسلین ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے اور حضور نے ان کو مباہلہ کی دعوت دی تھی۔ نجران ہی کے ایک گاؤں میں قصہ اصحاب الاخدود وقوع میں آیا تھا۔ جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ کے کلام پاک میں پایا جاتا ہے۔
۳- اقلیم حضرموت جو یمن کے مشرق میں بحر ہند کے ساحل سے متصل واقع ہے۔ اس کے مشہور شہر تریم اور شبام ہیں۔ شبام دارالسلطنت ہے ان کے علاوہ مرباط، ظفار، شحر اور مکلہ ساحل پر واقع ہیں۔ مکلہ سے لوبان بیرونی ممالک کو جاتا ہے۔
۴- اقلیم مہرہ جو حضرموت کے مشرق میں واقع ہے۔ یہاں کے اونٹ مشہور ہیں۔ جنہیں قبیلہ مہرہ کی طرف نسبت کر کے اہل مہریہ بولتے ہیں۔ یہاں کے باشندوں کی غذا عموماً مچھلی ہے۔
۵- اقلیم عمان جو مہرہ سے متصل بحر ہند و بحر عمان کے ساحل سے ملحق ہے۔ اس کے مشہور شہروں میں سے مسقط اور صحار ہیں۔ (ماضی میں) یہاں کے باشندے عموماً خوارج اباضیہ تھے۔
۶- اقلیم الاحساء جسے بحرین بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ بحر فارس و بحر عمان کے ساحل پر واقع ہے۔ اس طرف کے جزائر میں موتیوں کے مغاص ہیں۔ اس کے مشہور شہروں میں سے قطیف۔ ہفوف اور ہجر ہیں۔ یہاں کے باشندے عموماً رافضی تبرائی ہیں۔
۷- اقلیم نجد جو حجاز کے مشرق اور صحرائے شام کے جنوب میں ہے۔ اسی اقلیم کی نسبت حدیث شریف میں آیا ہے کہ یہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔ یہ پیشینگوئی محمد بن عبدالوہاب اور فرقہ وہابیہ کے ظہور سے پوری ہوگئی۔ اسی اقلیم کے شمالی حصے میں حرب داحس اور حرب بسوس وقوع میں آئیں۔ جن میں سے ہر ایک چالیس سال تک جاری رہی۔ وہابیہ کا دارالسلطنت ریاض ہے۔
۸- اقلیم الاحقاف جو عمان و احساء و نجد و حضرموت و مہرہ کے درمیان میں ایک وسیع بے آباد صحرا ہے۔ اس کا حال معلوم نہیں۔ حضرت ہود علیہ السلام کی قبر مبارک حضرموت کے متصل احقاف ہی میں ہے۔

پیداوار

یمن وغیرہ میں بن کے پیڑ اور صمغ عربی کے درخت (اقاقیا) ہوتے ہیں حضرموت میں نباتات عطریہ اور مشمومات اور عود قاقلی ہوتا ہے۔ کھجور، کپاس، مکی اور چاول یمن میں خصوصیت سے ہوتے ہیں۔ سنا جنوبی حجاز اور تہامہ میں ہوتی ہے۔ بلسان مکہ مکرمہ مشرفہ کے قریب اور حنا مغربی ساحل پر پائی جاتی ہے۔ نجد کے گھوڑے اور مہرہ کے اونٹ مشہور ہیں۔ گدھے، دنبے، بکریاں اور مویشی کثرت سے ہیں۔ عرب میں وحوش میں سے شتر مرغ، چیتا، پلنگ، سیاہ گوش اور کفتار ہیں۔ (ماخذ سیرت رسول عربی ﷺ ص ۱۱ تا ۱۳)

Marfat.com

دوسرا مقدمہ

عرب کی تاریخ قدیم پر طائرانہ نظر

''سیرت رسول عربی' تصنیف حضرت علامہ نور بخش توکلی سے''

زمانہ قدیم میں طوفان نوح کے بعد جزیرہ عرب میں سام بن نوح کی نسل کے لوگ آباد تھے۔ چنانچہ بنو یعرب بن قحطان بن عامر بن شالخ بن ارفخشد بن سام یمن میں بستے تھے۔ بنو جرہم بن قحطان اور بنو عملیق بن لوذ بن سام حجاز میں رہتے تھے۔ بنو طسم بن لوذ اور بنو جدیس بن عامر بن ارم بن سام یمامہ میں بحرین تک پھیلے ہوئے تھے۔ قوم عاد بن عوض بن ارم شحر و عمان و حضرموت کے مابین احقاف میں آباد تھی۔ اس قوم کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کو بھیجا تھا۔ قوم ثمود بن جاثر بن ارم حجاز و شام کے درمیان حجر میں آباد تھی۔ ان کی طرف حضرت صالح علیہ السلام بھیجے گئے تھے۔

ایک زمانہ گزرنے پر عاد و ثمود و جدیس و عمالیق و جرہم فنا ہو گئے۔ اس واسطے ان کو عرب بائدہ بولتے ہیں۔ ان میں سے جو باقی رہے وہ حضرت اسمٰعیل کی اولاد میں مل جل گئے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی شادی قبیلہ جرہم میں ہوئی تھی۔ اس واسطے ان کی اولاد کو عرب مستعربہ کہتے ہیں اور بنو قحطان کو عرب عاربہ یعنی اصلی عرب بولتے ہیں۔ القصہ مذکورہ بالا تباہی و اختلاط کے بعد عرب میں دو بڑے قبیلے رہ گئے۔ بنو قحطان اور بنو عدنان (بنو اسمٰعیل علیہ السلام) ان دونوں کی بہت سی شاخیں تھیں۔ اب عرب کا بڑا حصہ خاندان اسمٰعیل سے ہے۔ اور خود حضور سید المرسلین ﷺ بھی اسی خاندان سے ہیں۔

قدیم الایام سے عربوں کی تجارت مصر و شام کے ساتھ تھی۔ چنانچہ جب بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں گرا دیا تو انہوں نے دیکھا کہ گلعاد سے اسماعیلیوں کا قافلہ آ رہا ہے۔ جن کے اونٹوں پر ادویہ و بلسان و مرلدے ہوئے ہیں اور وہ مصر کو جا رہے ہیں۔ یہ چیزیں لاشوں کے معطر بنانے میں مصریوں کے کام آیا کرتی تھیں۔ اس کے مدتوں بعد وہ آہائی صور کے ساتھ مویشیوں اور ادویہ اور بیش بہا پتھروں اور سونے کی تجارت کرتے دیکھے جاتے ہیں۔

قرون ماضیہ میں عربوں پر بہت سے بیرونی حملے ہوئے۔ مگر وہ کسی کے ماتحت نہ رہے چنانچہ مصری فاتح شیشک ان کو زیر نہ کر سکا۔ قیروش فارسی (متوفی ۵۲۹ قبل مسیح) نے عرب کے شمالی حصے کے بعض عربوں کو مغلوب کیا۔ مگر مؤرخ ہیرودوتس (متوفی ۴۲۴ قبل مسیح) ہمیں یقین دلاتا ہے کہ دارا ہشاسپ (جس نے سلطنت فارس کی توسیع کی تھی) کے عہد میں عرب خراج سے بری تھے۔ بخت نصر بابلی نے ان پر حملہ کیا۔ اور ان کے بہت سے شہر فتح کیے۔ مگر غنیمت لے کر اپنے وطن کو چلا آیا۔ سکندر اعظم کا جانشین انطیغونس (متوفی ۳۰۱ قبل مسیح) ان پر حملہ آور ہوا۔ مگر اسے ان کے ساتھ ان ہی کی شرائط پر صلح کرنی پڑی۔ رومی فاتح پومپے (مولود ۱۰۶ قبل مسیح) نے ملک عرب کے ایک حصے کو تاخت و تاراج کیا۔ مگر اس کی فوج پسپا ہوئی تو عربوں نے شدت سے تعاقب کیا۔ اور وہ کچھ عرصے تک شام میں رومیوں کو تنگ کرتے رہے۔ ولادت مسیح سے تقریباً ۲۳ سال پہلے رومی سپہ سالار الیوس گالس بحیرۂ قلزم تک آیا۔ اس نے چاہا کہ عرب کو فتح کر لے، مگر ناکام رہا۔ طراجان رومی نے ۱۲۰ء کے قریب ان پر حملہ کیا اور شہر حجر کا

Marfat.com

محاصرہ کرلیا مگر رعد و ژالہ و گردباد اور مکھیوں کے جھنڈ کے سبب سے اس کا لشکر کامیاب نہ ہوا۔ جب وہ حملہ کرتے تو یہی آفتیں پیش آتیں۔ ۲۰۰ء کے قریب سیواروس رومی نے لشکر کثیر اور سامان حرب کے ساتھ شہر حجر کا دوبارہ محاصر کیا مگر لشکر و شاہ کے درمیان ایک بے وجہ تنازع نے شاہ کو محاصرہ اٹھا لینے پر مجبور کر دیا۔

شاہ فارس شاپور ''ذوالاکتاف'' نے عرب پر حملہ کیا۔ تو بحرین و ہجر و یمامہ میں کشت و خون کرتا ہوا مدینہ تک پہنچ گیا۔ سرداران عرب جو گرفتار ہو کر آتے تھے۔ وہ ان کے مونڈھے نکال دیتا تھا۔ اس لیے اسے ذوالاکتاف کہتے تھے۔ مگر اسی بادشاہ نے ۳۶۰ء کے قریب تکریت پر جو خود مختار عربوں کا ایک مضبوط قلعہ تھا حملہ کیا۔ تو ناکام رہا۔

دسویں صدی قبل مسیح میں یمن میں ملوک حمیر بن سبا میں سے ایک فاسق خبیث بادشاہ مالک نام کا تھا۔ وہ باکرہ عورتوں کو بلا کر ان کی آبرو ریزی کرتا تھا چنانچہ اس نے اپنی چچا زاد بہن بلقیس سے بھی یہی ارادہ ظاہر کیا۔ بلقیس نے کہا کہ میرے محل میں آ جانا۔ اور اس کے قتل کرنے کے لیے اپنے اقرباء میں سے دو آدمی مقرر کیے۔ جب وہ محل میں داخل ہوا۔ تو ان آدمیوں نے اسے قتل کر ڈالا۔ اہلِ یمن نے اسی سبب سے بلقیس کو اپنا حکمران بنایا۔ ورنہ وہ عورت کی حکومت کو پسند نہ کرتے تھے۔ یہ وہی بلقیس ہے جس کا قصہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔

بلقیس کے بعد خاندان حمیر کے بہت سے بادشاہ یکے بعد دیگرے تخت یمن پر متمکن ہوئے۔ جب اہلِ یمن نے خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ تو ان پر سیل عرم بھیجا گیا۔ جس سے ان کے باغات وغیرہ برباد ہو گئے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں وارد ہے وہ رزق و معاش کی تلاش میں مختلف اطراف کو ہجرت کر کے چلے گئے۔ چنانچہ بنولخم بن عدی کی ایک جماعت خراسان کی طرف نکلی۔ انہوں نے دریائے فرات کے قریب شہر حیرہ کی بناڈالی۔ جو بعد میں اسی خاندان کا دارالسلطنت رہا۔ ملوک لخمیہ و مناذرہ ۶۳۴ء تک اکاسرہ کی طرف سے عراق پر گورنر ہوتے رہے۔ اس کے بعد اسلام کا تسلط ہو گیا۔

بنولخم کی طرح بنوقحطان کی ایک جماعت ہجرت کر کے دمشق کے متصل ایک چشمہ پر جسے غسان کہتے تھے جا اتری۔ وہ آخر کار شام کے حکمران بن گئے۔ ملوک غسان جنہیں مؤرخین عرب، عرب متنصرہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ قیاصرہ روم کی طرف سے قریباً ۲۰۰ء سے ۶۳۶ء تک ملک شام میں حکمرانی کرتے رہے۔ اس خاندان کا آخری بادشاہ جبلہ بن ایہم تھا۔ جو بھاگ کر قیصر کے ہاں چلا گیا تھا۔ اس کے بعد یہ ملک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا۔

بنوقحطان میں سے قبیلہ ازد کے دو بھائی اوس و خزرج مدینہ میں آ بسے۔ انصار ان ہی کی اولاد میں سے ہیں۔ قحطانیوں میں سے بعضے اندرون جزیرۂ عرب میں چلے گئے۔ چنانچہ ملوک کندہ نے نجد میں اپنی سلطنت قائم کی۔ ان کے علاوہ عرب میں اور متفرق ملوک تھے جن کے ذکر کی یہاں چنداں ضرورت نہیں۔

سیل عرم کے بعد جو لوگ یمن میں رہ گئے ان پر بنوقحطان بدستور حکمرانی کرتے رہے۔ ان بادشاہوں میں سے ایک کا نام شمر بن افریقیس بن ابرہہ تھا۔ کہتے ہیں کہ شمر مذکور بڑا عالی ہمت تھا۔ اس نے عراق پر لشکر کشی کی۔ اور اسے فتح کر کے چین کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں جب وہ صغد میں پہنچا تو اس نواح کے باشندے ایک مقام میں پناہ گزین ہو گئے۔ شمر نے چاروں طرف سے محاصرہ کر کے ان کو قتل کیا۔ اور اس مقام کو کھدوا کر ویران کر دیا۔ اس واسطے اس مقام کو شمر کند کہنے لگے۔ جسے عرب، معرب کر کے سمرقند بولتے تھے۔ شمر وہاں سے چین کی طرف بڑھا مگر وہ اور اس کی فوج پیاس سے ہلاک ہو گئی۔

تبابعہ یمن میں سے تبان اسعد ابوکرب تھا۔ وہ بلاد مشرق کو فتح کر کے واپس آتا ہوا مدینہ میں اترا۔ جہاں وہ جاتا ہوا اپنے بیٹے کو چھوڑ گیا تھا۔ مگر اس کو کسی نے ناگہاں قتل کر دیا تھا۔ اس لیے تبع مذکور نے مدینہ اور اہلِ مدینہ کو تباہ کرنا چاہا۔ مگر یہود بنی قریظہ سے دو عالموں نے تبع کو منع کیا۔ اس نے وجہ دریافت کی تو عالموں نے کہا کہ آخر زمانہ میں قریش میں سے ایک پیغمبر پیدا ہوگا۔ جس کی ہجرت اسی شہر مدینہ کی طرف ہوگی۔ وہ یہ سن کر

Marfat.com

باز آیا اور اس نے مذہب یہود اختیار کر لیا۔

تبع مذکور مدینہ سے اپنے وطن یمن کی طرف روانہ ہوا راستے میں اس نے مکہ میں چھ دن قیام کیا۔ اور طواف کر کے کعبہ پر بردیمانی چڑھائی۔ یہ تبع پہلا شخص ہے جس نے سب سے پہلے کعبۃ اللہ پر پردہ چڑھایا۔ مکہ سے وہ یمن میں آیا۔ دونوں عالم اس کے ساتھ تھے۔ اس نے اپنی قوم یعنی حمیر کو یہودیت کی دعوت دی۔ حمیر اس وقت تک بت پرست تھے۔ انہوں نے تبع کی دعوت سے آخر کار مذہب یہود اختیار کر لیا۔

تبان اسعد کے بعد اس کے بیٹے حسان کو عمرو بن تبان اسعد نے ملک کے لالچ میں قتل کر دیا۔ عمرو مذکور بھی جلدی ہلاک ہو گیا۔ اور حمیر کی سلطنت کا شیرازہ پراگندہ ہو گیا۔ لخنیعہ نیوف ذوشناتر جو شاہی خاندان میں سے نہ تھا ان کا بادشاہ بن بیٹھا۔ وہ فاسق خبیث تھا۔ ابنائے ملوک سے لواطت کیا کرتا تھا۔ تاکہ وہ بادشاہ نہ بن جائیں۔ کیونکہ اس زمانے میں عرب کی عادت تھی کہ ایسے شہزادے کو بادشاہ نہ بناتے تھے۔ زرعہ بن تبان اسعد اپنے بھائی احسان کے قتل کے وقت بچہ ہی تھا۔ وہ بہت خوبصورت تھا۔ اس کے سر کے بال پیٹھ تک پہنچتے تھے۔ اس واسطے اس کا لقب ذونواس تھا۔ خوبصورتی کے سبب سے لوگ اسے یوسف کہا کرتے تھے۔ ذوشناتر نے اسے بلا بھیجا۔ ذونواس سمجھ گیا اور ایک تیز چھری جوتے میں پاؤں تلے چھپا کر لے گیا۔ جب وہ خلوت میں پہنچا تو اسی چھری سے ذوشناتر کا کام تمام کر دیا۔ یہ شجاعت دیکھ کر حمیر نے ذونواس ہی کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ اہلِ نجران اس وقت عیسائی تھے۔ ذونواس لشکر سمیت نجران میں گیا۔ اور اس نے اہلِ نجران کو یہودیت کی دعوت دی۔ ذونواس نے ایک خندق کھدوا کر آگ سے بھر دی۔ جو لوگ یہودی ہونے سے انکار کرتے وہ ان کو آگ میں گرا دیتا تھا۔ قرآن کریم میں اسی ذونواس اور اس کے اصحاب کو سورۂ بروج میں اصحاب الاخدود کہا گیا ہے۔ نجران کے عیسائیوں میں سے ایک شخص دوس ذوثعلبان قیصر روم جستینین (متوفی ۵۶۵ء) کے پاس پہنچا اور اسے سب ماجرا کہہ سنایا۔ قیصر نے جواب دیا کہ تمہارا ملک ہم سے بہت دور ہے۔ ہم شاہ حبشہ نجاشی کو جو عیسائی ہے تمہاری مدد کے لیے لکھ دیتے ہیں۔ چنانچہ دوس قیصر کا نامہ نجاشی کے پاس لایا۔ نجاشی نے اپنے ایک امیر ارباط کو لشکر جرار دے کر دوس کے ساتھ روانہ کیا۔ اس لشکر میں ابرہہ اشرام بھی تھا۔ ذونواس کو شکست ہوئی۔ وہ بدیں خیال کہ مبادا دشمن کے ہاتھ گرفتار ہو جائے ۵۲۸ء میں سمندر میں ڈوب کر مر گیا۔ ارباط ۵۲۹ء سے ۵۴۹ء تک یمن میں حکمران رہا۔ وہ کمزوروں پر تعدی کیا کرتا تھا۔ اس لیے بہت سی رعیت اس کے خلاف ابرہہ سے مل گئی۔ ابرہہ نے ارباط سے کہا کہ ہم دونوں سمجھ لیں۔ چنانچہ دونوں لڑنے لگے۔ ابرہہ نے پس پشت ایک غلام کو مقرر کیا تھا۔ جب ارباط نے حربہ مارا تو ابرہہ کی پیشانی پر پڑا۔ اور اس کی آنکھ، ناک اور ہونٹ کاٹ دیئے۔ اسی سبب سے اس کو ابرہہ اشرم کہتے ہیں۔ یہ دیکھ کر اس غلام نے ابرہہ کی پشت کی طرف سے نکل کر ارباط کو قتل کر ڈالا۔ اس طرح حبشہ اور یمن نے ابرہہ کو بادشاہ تسلیم کر لیا۔ نجاشی یہ حال سن کر ابرہہ پر ناراض ہوا۔ مگر ابرہہ نے معافی مانگ کر اس کو راضی کر لیا۔ اسی ابرہہ نے صنعاء میں ایک گرجا بنایا تھا۔ تاکہ عرب بجائے کعبۃ اللہ کے اس کا طواف کیا کریں۔ مگر بنو کنانہ میں سے ایک شخص نے اس میں بول و براز کر دیا۔ اس پر ابرہہ ہاتھی لے کر خانہ کعبہ کو ڈھانے آیا۔ مگر وہ اور اس کی فوج تباہ ہو گئی۔ یہ قصہ اصحاب فیل قرآن مجید میں مذکور ہے۔ حضور ختم المرسلین ﷺ کا تولد شریف اس واقعہ کے پچپن دن بعد ہوا۔

ابرہہ کے بعد اس کا بیٹا یکسوم تخت یمن پر بیٹھا۔ مگر جلد ہی ہلاک ہو گیا۔ پھر یکسوم کا بھائی مسروق تخت نشین ہوا۔ اہلِ یمن اجنبیوں کی حکومت سے تنگ آئے ہوئے تھے۔ اس لیے سیف بن ذی یزن حمیری قیصر روم کے پاس گیا اور اپنے ملک کو غیروں کی غلامی سے آزاد کرنے کے لیے اس سے مدد مانگی۔ قیصر نے مدد دینے سے انکار کر دیا۔ اس لیے وہ کسریٰ نوشیرواں کے دربار میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ ہمارے ملک پر اجنبیوں کی حکومت ہے اگر آپ مدد دیں تو ہمارا ملک آپ کے زیر فرمان ہو جائیگا۔ کسریٰ کے ایک مرزبان نے یہ مشورہ دیا کہ بادشاہ کے قید خانہ میں آٹھ سو آدمی واجب القتل موجود ہیں ان کو بھیج دیا جائے۔ اگر وہ ہلاک ہو گئے فہو المراد۔ اور اگر فتحیاب ہو گئے تو علاقہ مفتوحہ آپ کے قبضہ میں آ جائے گا۔ چنانچہ قیدیوں میں سے ایک شخص وہرز کی سرکردگی میں وہ سب مہم یمن پر بھیج دیئے گئے۔ اہلِ فارس کو فتح نصیب ہوئی۔ اور مسروق مارا گیا۔ اس طرح حبشہ کا تصرف یمن پر بہتر سال (۵۲۹ء سے ۶۰۱ء تک) رہا۔

Marfat.com

وہرز کے بعد کسریٰ کی طرف سے مرزبان بن وہرز پھر تینجان بن مرزبان نائب السلطنت مقرر رہوا۔ تینجان کے بعد اس کا بیٹا جانشین ہوا۔ مگر کسریٰ نے اسے معزول کر کے باذان کو اپنا نائب مقرر کیا۔ جب حضور سید المرسلین ﷺ مبعوث ہوئے تو اس وقت یہی باذان حاکم یمن تھا۔ جب کسریٰ (خسرو پرویز) کو حضور اقدس ﷺ کی بعثت کی خبر پہنچی تو اس نے باذان کو لکھا کہ تم اس مدعی نبوت کے پاس جاؤ اور اسے کہہ دو کہ اپنے دعوے سے باز آ جائے۔ ورنہ اس کا سر قلم کر کے ہمارے پاس بھیج دو۔ باذان نے وہ خط رسول کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں بھیج دیا۔ حضور نے باذان کو جواب میں لکھا کہ کسریٰ فلاں مہینے کی فلاں تاریخ کو قتل ہو جائے گا۔ جب یہ نامہ باذان کو ملا۔ تو کہنے لگا کہ اگر وہ نبی ہیں تو ایسا ہی ہوگا چنانچہ کسریٰ کو اس کے بیٹے شیرویہ نے اسی مہینے اور اسی تاریخ کو قتل کر دیا۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے پیش گوئی فرمائی تھی۔ یہ دیکھ کر باذان اور دیگر اہلِ فارس جو یمن میں تھے مشرف باسلام ہوئے۔ (سیرت رسول عربی ﷺ کا صفحہ ۱۵ تا ۱۹ نقل کیا گیا ہے۔)

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تیسرا مقدمہ

(سیرت ''رحمۃ للعالمین'' جلد اوّل ص ۲۰ تا ص ۳۱)

حضرت مسیح علیہ السلام سے قریباً دو ہزار سال پہلے کا ذکر ہے کہ سلطنت بابل نہایت عروج پر تھی، سلطنت کی مالی حالت مستحکم اور فوجی طاقت زبردست تھی۔ دولت کثیر، امن بسیط نے بادشاہ کے دماغ میں نخوت و غرور اس قدر بھر دیا تھا کہ اس نے سلطنت کے معبد اعظم میں اپنی سونے کی مورت رکھوا کر حکم دیا تھا کہ مخلوق اسی کو سجدہ کرے اور اسی کی منت و نذر و نیاز مانی جائے۔

ربّ العالمین نے ان کی ہدایت کیلئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ آپ علیہ السلام کا سلسلہ نسب ۹ واسطے سے حضرت نوح علیہ السلام سے جاملتا ہے، بادشاہ کو توحید کی آواز پسند نہ آئی کیونکہ اس کے قبول کرنے سے بادشاہ کو خدائی کے درجہ سے اتر کر بندہ بننا پڑتا تھا۔ اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا گھرانا بھی جو بادشاہ رس سے تھا، اپنے خاندان کے نونہال سے ناراض ہوگیا، قوم اور سلطنت کی مخالفت دیکھ کر انہوں نے وطن چھوڑ دیا۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا جو بیوی تھی اور لوط بن ہاران جو ان کا برادر زادہ تھا، دونوں نے مہاجرت میں ان کا ساتھ دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی گزران کے لیے بھیڑ بکریاں رکھ لی تھیں۔ خدا نے ان میں برکت دی اور وہ بڑھ کر بہت سے گلے بن گئے۔

امساک بارش سے وہ سرسبز میدان جہاں ان کے گلے رہتے تھے، جب کفدست بیاباں بن گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں سے آگے بڑھتے چلے گئے اور مصر پہنچ گئے۔

مصر پر اس وقت جو حکمران تھا اس کا نام رقیون تھا[1] اور وہ دراصل بابل ہی کا باشندہ تھا۔ (ممکن ہے، مصر جاتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہم وطنی کے رشتہ کو وجہ تعارف خیال کر لیا ہو۔)

بادشاہ مصر نے بی بی سارہ رضی اللہ عنہا کو اپنے ملک کی خاتون سمجھ کر اپنے لیے پسند کیا، لیکن اسے خدا نے جلد معلوم کرا دیا کہ وہ خدا کے برگزیدہ نبی کی بیوی ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس نے نہایت قدر و منزلت کی اور جب وہ وہاں سے وطن کو واپس ہوئے تو اس نے اپنی بیٹی ہاجرہ بھی ساتھ کر دی، تاکہ اسی نیک خاندان میں اس کی تربیت ہو اور وہ اپنے ہی ملک اور قدیم نسل کے باشندوں میں بیاہی جائے۔ اپنے مہمان نواز بادشاہ کی خوش آیند آرزو کے پورا کرنے کی غرض سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا، خدا نے انہیں پہلوٹا بیٹا اسی کے

---

[1] خطبات احمدیہ ص ۱۰۹ (دکتور فی الآداب حسن مصری نے اپنی تالیف تاریخ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مطبوعہ مطبعہ السعادۃ مصر جلد ۲ ص ۱۸۲ میں اس بادشاہ کا نام طوطیس بن مالیا اور اس کے دار الخلافہ کا نام منف لکھا ہے۔ ص ۱۸۳ پر طوطیس کو سلاحیس کہا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ رقیون اس کا اصلی نام اور طوطیس اس کا شاہی نام تھا۔ اس مورخ نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس بادشاہ نے سیدہ حاجرہ سلام اللہ علیہا تک مصر کا غلہ پہنچانے کے لیے دریائے نیل سے بحیرہ احمر تک نہر نکالی تھی جس کے بعد میں اور ہان قصر تخوس دارا نے بھی تجدید کرائی اور بالآخر حضرت عمر فاروق نے اسے از سر نو نکلوایا تھا۔

Marfat.com

بطن سے عنایت کیا۔اس کا نام حضرت اسمٰعیل علیہ السلام رکھا گیا۔

حضرت بی بی سارہ سلام اللہ علیہا سے دوسرا لڑکا پیدا ہوا۔اس کا نام حضرت اسحٰق علیہ السلام رکھا گیا،اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے دوست ابراہیم علیہ السلام کو بتا دیا تھا کہ یہ دونوں بیٹے بابرکت ہوں گے اور بڑی بڑی قوموں کے جداعلیٰ ہوں گے اور ان کی اولاد کثرت سے گنی نہ جائے گی،اس لیے باپ نے خدا کے حکم اور کنبہ والوں کی درخواست پر ان کے لیے علیحدہ علیحدہ ملک تقسیم کر دیئے تھے۔

شام کا ملک حضرت اسحاق علیہ السلام کو دیا کیونکہ بابل اس کے مشرق میں تھا اور حضرت اسحاق علیہ السلام کو اپنے ننھیال سے قرب کا موقع ملا۔

عرب کا ملک حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو دیا کیونکہ مصر اس کے مغرب میں تھا اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو اپنے ننھیال سے قریب تر رہنے کا موقع مل گیا اور بایں ہمہ دونوں بھائی اس طرح آباد ہوئے کہ ان کے درمیان کوئی تیسرا ملک نہ تھا تاکہ وقت پر ایک بھائی دوسرے کی امداد واعانت کرتا رہے۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی شادی بنوجرہم کے سردار مضاض کی بیٹی سے ہوئی تھی۔بنوجرہم عرب کا قدیم حکمران قبیلہ تھا اور مضاض اپنے علاقہ کا واحد فرماں روا تھا اور حضرت اسحٰق علیہ السلام کی شادی اپنے ننھیال میں ہوئی تھی،اس طرح ایک ہی نسل کے بچوں میں جسمانی بُعد بڑھتا رہا لیکن ربُّ العالمین وقتاً فوقتاً اس بُعد کو دونوں قوموں کے باہمی ملاپ اور معاونت سے دور فرماتا رہا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے خوف سے بھاگ کر عرب ہی میں پناہ لی تھی اور پھر جب وہ بنی اسرائیل کو مصر سے نجات دے کر لائے،تب بیابانِ عرب ہی میں انہوں نے چالیس[۴۰] سال پورے کئے تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام بھی جب بادشاہ سموئیل کے خوف سے بھاگ کر اپنے ملک سے نکلے تھے تو عرب ہی میں آ کر ٹھہرے تھے۔

جب بنی اسرائیل کو بخت نصر نے تباہ کیا تھا تو انہیں معد بن عدنان نے عرب ہی میں آرام اور عزت سے رکھا تھا۔

حضرت اسحٰق علیہ السلام کی اولاد میں پیدا ہونیوالے انبیاء علیہمُ السلام نے بھی اپنے الہامات میں بنی اسمٰعیل علیہ السلام کی بابت بہت کچھ اشارے کیے ہیں۔

اس جگہ میرا مقصود صرف حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی بابت کچھ لکھنے کا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو اور ان کی والدہ کو اس جگہ آباد کیا تھا۔جہاں اب مکہ آباد ہے،مقدس باپ نے نامور بیٹے کی شمولیت سے اس جگہ ایک مسجد بھی (مکعب شکل کی) بنادی تھی۔اور خدا سے دعا کی تھی کہ وہ مالک الملک اس سنسان جگہ میں آباد ہونے والی قوم کی روزی کا خود سامان کرے،انہیں کھانے کے لئے عمدہ عمدہ میوے ترکاریاں ملتی رہیں۔اور ان کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے ایک عظیم الشان رسول ﷺ بھی اسی مقام پر پیدا ہو۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں بارہ بیٹے ہوئے۔انہوں نے عرب کو آپس میں تقسیم کرلیا اور وہ بہت جلد اس قدر پھیل گئے کہ مغرب کی طرف مصر سے جو ان کا ننھیال تھا،جا ملے اور جنوب کی طرف ان کے خیمے یمن تک پہنچ گئے جہاں باپ نے ان کے بھائیوں بنوقطورہ کو آباد کیا تھا اور شام کی طرف ان کی بستیاں شام سے جا ملیں،جہاں ان کے بھائی بنو اسحٰق آباد تھے۔

اس طرح ایک ہی باپ کے فرزند بابل اور مصر کے قدیم علم وتہذیب کے مالک ہو گئے اور بحر ہند اور بحیرہ احمر کے ایسے بندرگاہوں پر ان کا قبضہ ہوگیا،جہاں سے اس وقت کی تمام متمدن دنیا کی تجارت پر وہ اپنا قبضہ کر سکتے تھے اور عرب کا اندرونی حصہ بھی ان کے پاس آ گیا،جو غیر اقوام

Marfat.com

سے بچاؤ کے لئے ہمیشہ نا قابل تسخیر حصار ثابت ہوا ہے۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں ان کا دوسرا فرزند قیدار نہایت نامور ہوا ہے۔ قیدار کی اولاد خاص مکہ میں آباد رہی۔ انہوں نے اپنے باپ کی طرح اس مقدس مسجد کے حقوق کو ہمیشہ پورا کیا جو دنیا کے لیے توحید کی پہلی درسگاہ تھی۔

قیدار کی اولاد میں ۳۷ پشت کے بعد عدنان اول نہایت اولوالعزم شخص گزرا ہے۔ اس کے چھوٹے بھائی عکؔ نے یمن میں سلطنت قائم کر لی تھی۔

عدنان کے بعد اس قوم پر بنی جرہم کا قبیلہ غالب آ گیا۔ اگر چہ وہ ان کے ماموں ہی تھے، تاہم بنو جرہم نے ان کو ۲۰۷ء میں مکہ مکرمہ سے نکال دیا تھا، کیونکہ بنو اسمٰعیل علیہ السلام نے اب تک بنو جرہم کا بت پرستی میں ساتھ نہ دیا تھا۔

لیکن قصی نے جو عدنان دوم سے پندرہویں پشت میں ہے، پھر مکہ پر قبضہ حاصل کر لیا اور اس نے مکہ مکرمہ میں مشترکہ حکومت کی بنیاد ۴۴۰ء میں رکھ کر مندرجہ ذیل عہدے قائم کیے۔

(۱) رفادہ، (۲) سقایہ (۳) حجابۃ (۴) قیادہ

(۵) نیز قومی نشان بنایا، جسے لواء کہتے تھے۔

(۶) نیز قومی مجلس قائم کی جسے ندوہ یا دارالندوہ کہتے تھے۔

قصی کے بعد اس کا فرزند عبد مناف (مغیرہ)، پھر اس کا فرزند ہاشم، اس کا فرزند عبدالمطلب (المولود ۴۹۷ء) اس کا فرزند ابو طالب اپنے اپنے وقت میں مکہ کے محترم سردار ہوتے رہے۔ سیدنا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جن کی سیرت پاک پر یہ متوسط کتاب لکھی گئی ہے۔ عبدالمطلب کے پوتے تھے۔

مذکورہ بالا بیان سے آپ سمجھ گئے ہیں کہ عرب میں بسنے والے کون تھے اور ان کا اپنے ہمسایہ ممالک کی قوموں کے ساتھ کیا تعلق تھا، لیکن ابھی ملک عرب کی نسبت مجھے کچھ اور بیان کرنا ضروری ہے۔

نقشہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب وہ جزیرہ نما ہے جس کے مغرب میں بحیرۂ احمر اور جنوب میں بحر ہند مشرق میں خلیج فارس اور شمال میں ملک شام ہے۔ اسے شام سے وہ سلسلۂ کوہ جدا کرتا ہے جو اس کے شمال میں چلا گیا ہے۔ مصر سے آبنائے سویز جو چالیس برس پیشتر خاکنائے سویز سے موسوم تھی، الگ کرتی ہے۔ ہندوستان اور عرب میں خلیج بحیرۂ عرب ہے۔

عرب وسعت میں مملکت فرانس سے تقریباً دو چند بڑا ہے۔ ملک کے مختلف حصے اپنی اپنی خاص خصوصیتوں کی وجہ سے ممتاز ہیں۔ یمن کی وادی اور طائف کے پہاڑ ایسے سرسبز ہیں کہ ہندو پاک کے بہترین حصوں کو رشک آتا ہے۔ الحجر کی پتھریلی زمین اور وسط عرب کا وسیع ریگستان اس قدر بے آب و گیاہ ہے کہ صحرائے اعظم افریقہ سے مقابلہ کرتا ہے۔ ہم جس ستودہ صفات کے عہد سے اپنی کتاب کا آغاز کرنے والے ہیں، ان کی پیدائش کے وقت عرب کی ملکی اور اخلاقی حالت کا یہ حال تھا۔

عرب کی سیاسی حالت

کہ ان کے جنوب پر سلطنت حبش کا اور مشرقی حصہ سلطنت فارس کا شمالی اقطاع پر روما کی مشرقی شاخ سلطنت قسطنطنیہ کا قبضہ تھا۔ اندرونِ ملک بزعم خود آزاد تھا۔ لیکن ہر ایک سلطنت اس پر قبضہ کرنے کے لئے ساعی تھی۔

عرب کی اخلاقی حالت:

اندرونی ملک کے باشندوں پر خودمختاری نے بہت برا اثر ڈالا تھا۔ ان میں خودمختاری سے خودسری پیدا ہوگئی تھی۔ انہوں نے اپنی شجاعت و

Marfat.com

جرأت کا نشانہ اپنے ہی بھائیوں کو بنا رکھا تھا، بے کاری اور کاہلی نے جوا اور شراب کی عادت پیدا کردی اور طبیعت ثانی بنا دی تھی، ممالک غیر سے الگ تھلگ رہنے کی وجہ سے ان کی زبان اور نسل بیشک کھری تھی۔ لیکن فصاحت کا استعمال وہ زیادہ تر خود ستائی یا دوسری قوموں کی تحقیر میں کیا کرتے تھے۔ یا اپنے فحش کارناموں کو مشتہر کرنے کے لئے زبان کی ساری طاقت خرچ کر کے اپنے ساتھ اپنی معشوقہ کی بھی خوب تشہیر کیا کرتے تھے۔ الگ تھلگ رہنے نے مصاہرت کی برائی ان کے ذہن میں قائم کردی تھی اور مدعیان شرافت بڑی دلیری اور فخر سے اپنی بیٹیوں کو زندہ زمین میں گاڑھ دیا کرتے تھے۔

جہالت نے ان میں بت پرستی رائج کردی تھی اور بت پرستی نے انسانی دل ودماغ پر قابض ہو کر ان کو تو ہم پرست بنا دیا تھا، فطرت کی ہر ایک چیز، پتھر، درخت، چاند، سورج، پہاڑ، دریا وغیرہ کو وہ اپنا معبود سمجھنے لگ گئے تھے اور اس طرح وہ خدا کی عظمت وجلال کو فراموش کردینے کے ساتھ ساتھ خود اپنی قدر وقیمت کو بھی بھول چکے تھے، اس لئے انسانی حقوق کے لئے نہ کوئی ضابطہ تھا اور نہ ایسے حقوق کو صحیح مرکز پر لانے کے لئے کوئی قانون تھا، قتلِ انسان، رہزنی، حبس بیجا، تصرّف ناجائز، مداخلت بیجا، عورتوں کو جبر یا پھسلاوٹ سے بھگا لے جانا، بیٹیوں کو زندہ بیوند خاک کردینا اسی شجر کے ثمر تھے کہ بت پرستی نے ان کی نگاہ میں سب سے زیادہ حقیر ہستی انسان ہی کو بنا دیا تھا۔

برسوں بلکہ نسلوں اور صدیوں کے جمود نے ان کے دل ودماغ میں یہی نقش کردیا تھا کہ ان کی حالت سے بہتر کوئی حالت، ان کے تمدن سے بہتر کوئی تمدن اور ان کے تدین سے بہتر کوئی تدین ہو ہی نہیں سکتا۔

عرب کے مختلف اطراف میں مختلف حکومتوں اور سلطنتوں کے تعلق کی وجہ سے تمام ملکوں میں مختلف مذاہب اور بھی پائے جاتے تھے۔ یہودی، عیسائی، صابی ایسے مذاہب ہیں جن کے نام سن کر ناواقف شخص دھوکا کھا سکتا ہے کہ ان لوگوں میں ان مذاہب کی عمدگیوں کے نمونے بھی پائے جاتے ہوں گے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنے آپ کو مذہب سے درست کرنے کی بجائے مذہب کو اپنی وجہ سے خراب کردیا تھا۔ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام وعیسیٰ وشعیب وصالح علیہم السلام پیغمبروں کو ان کے دیکھنے کا موقع ملتا تو وہ ہرگز یہ نہ فرماتے کہ یہ ہمارے ہی اصول پر چلنے والے لوگ ہیں۔

عام عیسائی ایک مسیح علیہ السلام کو ابن اللہ کہتے ہیں، لیکن عرب کے عیسائی مریم علیہا السلام کو خدا کی جورو اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں بھی کہا کرتے تھے اور بت پرست تو لات وعزیٰ کو مؤنث خدا (لات مؤنث ہے الہٰ کا اور عزیٰ مونث ہے اعزاء کا) بھی کہا کرتے تھے۔

اس زمانہ کے عام یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو توریت کے ازبر لکھ دینے سے ابن اللہ کہا کرتے ہیں مگر عرب کے یہودی اپنی قوم کے سب زن ومرد کو خدا کے بیٹے، بیٹی، پیارے، پیاری کہا کرتے تھے۔

آتش پرست غالباً بیٹی، بہن کو گھر میں ڈال لیا کرتے تھے مگر عرب کے ملحد اپنی حقیقی والدہ کو چھوڑ کر اپنے باپ کی تمام جوروں کو اپنی لونڈیاں بنالیا کرتے تھے۔

عرب کی جملہ اقوام (باستثنائے بعض افراد) لکھنے پڑھنے سے بیخبر، علوم سے بے بہرہ، فنون سے ناواقف، مصالحت اور معافی سے ناآشنا تھے۔

ملحد اور دہریے بھی عرب میں آباد تھے، وہ حیات اور موت کو اتفاق اور وقت سے موسوم کر کے دنیا کے ہر انقلاب کو دور زمانہ سے منسوب کیا کرتے تھے۔

خدا کی ہستی کا اقرار اور جزا وسزا کا تصور، نیک وبد افعال پر نیک وبد نتائج مترتب ہونا ان کے نزدیک قابل تمسخر خیال تھا۔

ان جملہ عیوب کی وجہ سے عرب گویا جملہ مذاہب باطلہ اور تخیلات کی برائیوں کا مجموعہ تھا۔

Marfat.com

عرب کا محل وقوع:

اگر ہم عرب کو کرۂ ارض کے نقشہ پر دیکھیں تو اس کے محل وقوع سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے اسے ایشیا' یورپ وافریقہ کے براعظموں کے وسط میں جگہ دی ہے اور وہ خشکی وتری (دونوں راستوں) سے دنیا کو اپنے داہنے اور بائیں ہاتھ سے ملا کر ایک کر رہا ہے۔ اس لیے ایسے ملک میں دنیا کے جملہ مذاہب کا پہنچ جانا اور جہالت کی حکومتِ اعلیٰ کے زیر اثر ہو کر سب ہی کا بگڑ جانا بخوبی ذہن نشین ہوسکتا ہے اور اسی طرح یہ بھی سمجھ میں آسکتا ہے کہ اگر تمام دنیا کی ہدایت کے واسطے ایک واحد مرکز قائم کرنے کیلئے اہم جگہ کا انتخاب کرنا چاہیں تو عرب ہی اس کے لئے موزوں ہے۔ خصوصاً اس زمانہ پر نظر کر کے ہم کہہ سکتے ہیں کہ جب افریقہ اور یورپ اور ایشیا کی تین بڑی سلطنتوں کا تعلق عرب سے تھا تو عرب کی آواز ان براعظموں میں بہت جلد پہنچ جانے کے ذرائع بخوبی موجود تھے۔

ربُّ العالمین نے (جہاں تک میں سمجھتا ہوں) اسی لیے سیدنا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو عرب میں پیدا کیا اور ان کو بتدریج قوم اور ملک اور عالم کی ہدایت کا کام سپرد فرمایا۔

نبی ﷺ کے اعلیٰ کام

ناظرین اس کتاب کو پڑھ کر معلوم کر سکیں گے کہ نبی ﷺ کا کام کس قدر مشکل تھا۔ انہوں نے اس فرض کو کیسی خوش اسلوبی' صبر وحلم استقامت اور تحمل سے شروع کیا کیونکر تہذیب اور تمدن اور علم واخلاق کو پھیلایا کیونکر قوموں اور ملکوں کو ایک بنایا' کس طرح انسان کا درجہ بلند کیا' کس طرح توحید کی اشاعت کی اور انسان کے دل پر عظمت وکبریائی ربانی کا نقش قائم کرنے کے بعد کس طرح جملہ اشیاء واسباب کا خادم انسان ہونا ثابت کر دیا۔

وحدت تعلیم

رسول کریم ﷺ نے کس طرح نسل اور قومیت کی خصوصیتوں اور ملک ومقام کی حالتوں اور امیری وغریبی کے امتیازوں اور فاتح ومفتوح کے تفاوتوں' مختلف زبانوں' مختلف رنگتوں کے مابہ الامتیازوں سے قطع نظر کر کے کیسی خوش اسلوبی سے سب کو دین واحد کے رشتہ سے متحد ومتفق' یکساں ومساوی' ہم سطح وہم خیال' ہم اعتقاد وہم آواز بنایا۔

اسلام اور مختلف طبقات

اور جب وہ اس عظیم الشان کام کو انجام دے چکے' بندوں کو خدا کے نزدیک اور قوموں کو قوموں سے قریب بنا چکے' نفرت وعداوت کی جگہ نصرت واخوت کو بٹھا چکے' ظلمت اور جہالت کو نکال کر ان کے دل ودماغ پر نور صداقت وعلم کو متمکن کر چکے' تب کیسی فارغ البالی' کشادہ پیشانی اور مسرت کے ساتھ اس دنیا سے سدھار گئے۔

نبی ﷺ کے عظیم الشان کام کا اندازہ کرنے کے لیے دیکھو کہ اسلام کا بیج کیسے پاک قلوب میں بویا گیا تھا جو نیک پھل لائے تھے۔

نجاشی ملک حبشہ' جیفر ملک' عمان' اکیدر شاہ دومتہ الجندل۔

نجد کے وحشی' تہامہ کے بدو اور یمن کے مسکین دوش بدوش کھڑے ہونے پر نازاں ہو رہے ہیں۔

مختلف مذاہب اسلامی وحدت میں

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ یہودیت اور ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ عیسائیت اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ ابراہیمیت کی مسند ہائے امامت چھوڑ کر اسلام کے خادم شمار کیے جانے پر متفخر ہیں۔

Marfat.com

مساوات ظاہری واخوت باطنی

یہودیوں کا زرخرید غلام سلمان پارسی رضی اللہ عنہ' منا اہل البیت کے درجہ پر فائز ہو جاتا ہے اور بت پرستوں کے زرخرید غلام بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی جس کی سطوت وہیبت سے قیصر وکسریٰ کے اندام پر لرزہ تھا' سیدی سیدی (آقا آقا) کہہ کر پکار رہا ہے۔ رنگتوں کا اختلاف' زبانوں کا تباین' قومیت کا تفرقہ' ملکی خصوصیات کا امتیاز سب کچھ جاتا رہا ہے۔ حسب ونسب کی شرافت کا زبان پر لانا' کمینگی کی دلیل بن گیا ہے۔ دین واحد نے سب کو ملت واحد بنا کر ایک ہی ولولہ دلوں میں ایک ہی جوش طبیعتوں میں' ایک ہی خیال دماغوں میں' ایک ہی آوازۂ توحید زبانوں پر جاری کر دیا ہے۔

دشمنوں کا دوست بن جانا

دشمن دوست بن گئے اور جان ستان' جان نثار ثابت ہوئے ہیں' وہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ جو حبش میں نجاشی کے پاس قریش کا سفیر بن کر گیا تھا کہ مسلمانوں کو بطور اکسٹراڈیشن مجرموں کے حاصل کرے۔ چند سال کے بعد وہی عمان کے بادشاہ کے پاس داعی اسلام بن کر جاتا ہے اور ہزاروں اشخاص کے مسلمان ہو جانے کی بشارت نبی ﷺ کی خدمت میں لاتا ہے۔

وہی خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جو جنگ احد میں بت پرستوں کے رسالہ کی کمانڈ کرتا ہوا مسلمانوں کو تباہ کرنا اپنی زندگی کا اعلیٰ مقصد سمجھتا تھا کچھ عرصہ بعد حاضر ہوتا ہے۔ لات وعزیٰ کے مندروں کو اپنے ہاتھوں سے گراتا' اور اسلامی فتوحات میں گرم جوش جنرل کا درجہ پاتا ہے۔ وہی عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو حدیبیہ میں آنحضرت ﷺ کو مکہ میں داخل ہونے سے روکنے کے لیے قریش کا سفیر بن کر آیا تھا' خود بخود مدینہ میں حاضر ہوتا اور اپنی قوم میں دعوت اسلام کی اجازت حاصل کر کے اسی خدمت میں اپنی جان قربان کر دیتا ہے۔ وہی سہیل بن عمرو معاہدۂ حدیبیہ میں بت پرستوں کی جانب سے کمشنر معاہدہ تھا اور جس نے عہد نامہ میں اسم پاک محمد ﷺ کے ساتھ لفظ رسول اللہ لکھے جانے پر انکار کیا تھا۔ وفات نبوی ﷺ کے بعد بیت اللہ میں کھڑے ہو کر اسلام کی صداقت' اور دین الٰہی کی تائید میں ایسی زبردست تقریر (خطبہ) کرتا ہے جو سینکڑوں دلوں میں سکینہ اور ایمان بھر دیتی ہے۔ وہی عمر رضی اللہ عنہ جو تلوار لے کر گھر سے آنحضرت کا سر قلم کرنے کے لیے نکلا تھا وفات نبوی ﷺ کے دن شمشیر برہنہ لے کر کہہ رہا تھا کہ جو کوئی کہے گا' آنحضرت ﷺ نے وفات پائی اس کا سر قلم کر دیا جائے گا' وہی وحشی رضی اللہ عنہ جس نے امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو مارا' کلیجہ نکالا' اعضاء کاٹے' جنازہ بے حرمت کیا تھا۔

کچھ دنوں بعد مسلمان ہو جاتا ہے' شرم وخجالت سے منہ سامنے نہیں کرتا اور بالآخر مسیلمہ جیسے کذاب کے قتل کو اپنی حرکت سابقہ کی تلافی سمجھتا ہے۔

وہی ابوسفیان رضی اللہ عنہ بن حارث بن عبدالمطلب جو حقیقی چچا کا بیٹا ہو کر بھی نبی ﷺ کی ہجو میں متواتر اشعار کہا کرتا' جذبہ توفیق سے خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور جنگ حنین کے میدان میں وہی اکیلا رکاب نبوی ﷺ تھامے نظر آتا ہے۔

وہی ابوسفیان رضی اللہ عنہ بن حرب جو سات برس تک برابر آنحضرت ﷺ کے مقابلہ میں فوجیں لاتا رہا اور مسلمانوں کے خلاف سارے ملک میں آتش فساد بھڑکا تا رہا' اسلام لاتا اور نجران کے عیسائی علاقہ پر اسلامی حاکم بنا کر بھیجا جاتا ہے۔ وہ طفیل رضی اللہ عنہ دوسی جو مکہ میں روئی کی ڈاٹ کانوں میں لگا کر پھرتا تھا کہ محمد ﷺ کی آواز کانوں میں نہ پہنچے بالآخر اپنے وطن میں گھر گھر پھرتا اور محمد ﷺ کی آواز کو پہنچاتا تھا۔ وہ عبد یالیل ثقفی جس نے طائف میں غلاموں بچوں کو پتھراؤ کرنے کے لیے نبی ﷺ کے پیچھے لگا دیا تھا۔ آخر مدینہ حاضر ہوا اور وہاں سے اپنی قوم کے پاس جواہر ایمان و ایقان لایا تھا۔ وہی بریدہ بن الحصیب اسلمی جو قریش سے سو (۱۰۰) شتر سرخ کے انعام کا وعدہ لے کر آنحضرت ﷺ کی گرفتاری کے لیے ستر سواروں کا دستہ لے گیا تھا' چند گھنٹہ کے بعد نبی (ﷺ) کا علم بردار بن گیا۔ الغرض ایسی مثالوں کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔

معجزات مادی، معجزات علمی

یہ سب کرشمے اس پاک تعلیم کے تھے جو آہستہ آہستہ دلوں کو فتح کرتی جاتی تھی۔ اکثر انبیاء علیہم السلام نے معجزے دکھائے۔ لاٹھی' سانپ' پتھر'

Marfat.com

دریا' آگ کی قلب ماہیت یا سلب خاصیت کا نظارہ دیکھنے والوں کو نظر آیا لیکن نبی ﷺ (فداہ ابی و امی) نے عظیم الشان معجزہ یہ دکھایا کہ دلوں کو بدل دیا اور روح کو پاکیزہ بنا دیا۔ انسان اور لاٹھی انسان اور سانپ' انسان اور پتھر میں جتنا تفاوت ہے۔ وہی تفاوت اس معجزہ اور دیگر معجزات میں بھی ہے۔

اور یہی وہ چیز ہے جو آج تک ان سب دماغوں کے حیرت و محویت کا موجب ثابت ہوئی ہے جنہوں نے نبی ﷺ کے متعلق (باوجود مخالفت مذہب) کچھ کہنا یا کچھ لکھنا چاہا ہے۔

کاش مسلمان اس پاکیزہ تعلیم کی قدر کریں' کاش وہ نبی ﷺ کے پاک مقصد سے آگاہی حاصل کریں۔ کاش! وہ اسلام کی حفاظت کو اپنا فرض سمجھیں' کاش وہ اسلام کی بقا کو اپنی جانوں' اپنے بچوں' اپنے باپ' پیر' بزرگوں کی حیات و بقا سے زیادہ ضروری سمجھنے لگیں۔ وَمَاذٰلِكَ علی الله بعزیز۔

ناظرین! نبی ﷺ کی سیرت میں یہ عجیب خصوصیت ہے کہ اس سے ہر طبقہ کا شخص ہدایت پا سکتا ہے۔

آں حضرت ﷺ دنیا کی ہوا میں سانس لینے سے پیشتر یتیم ہو چکے تھے' اس لیے مسکینی و غربت ایسے اوصاف ہیں جو حضور ﷺ کے توام ہیں۔

سیرت نبوی ﷺ کی خصوصیات اور زندگی کے گوناگوں حالات

عمر کے ابتدائی سال دیہاتی زندگی میں بسر ہوئے تھے اس لیے سادگی و بے تکلفی نے حضور ﷺ کے ساتھ نشو و نما پائی تھی۔ لڑکپن کا زمانہ ایسے وقت میں کٹا تھا جب کہ قوم حرب الفجار وغیرہ لڑائیوں میں مصروف تھی اس لیے امن بسیط اور ہمدردی عامہ کی قدر و منزلت شروع ہی سے حضور ﷺ کے خاطر نشین تھی۔

۲۵ سال کی عمر تک حضور ﷺ نے شادی نہیں کی۔ تجرد کا یہ زمانہ جو عین عنفوانِ شباب کا عالم تھا' کمال عفت و عصمت' شرم و حیا سے بسر ہوا' دیکھنے والوں کی شہادت موجود ہے کہ حضور ﷺ پردہ نشین کنواری لڑکیوں سے بڑھ کر باشرم و باحیا تھے۔

آنحضرت ﷺ نے معاش کے لیے تجارت کو پسند فرمایا تھا اور اس طرح ان بلند حوصلہ لوگوں کے لیے جو ثبات و استقلال' معاملہ فہمی و ضرورت شناسی' حلم و بردباری سے متصف ہوں' ہدایت فرمائی کہ تجارت سے بہتر اور کوئی معاش نہیں۔

مردانہ جمال میں کمال حسین' حسب و نسب میں عالی خاندان ہونے پر بھی ایک بیوہ عورت سے جو عمر میں حضور ﷺ سے پندرہ سال زیادہ تھی' پہلا نکاح کیا اور اس سے عقد بیوگان کی ضرورت اور عظمت پر نہایت شاندار نمونہ قائم فرمایا نیز واضح کر دیا کہ متاہل زندگی میں بھی ہم کیونکر شہوانی خیالات کے تقید سے آزادرہ سکتے ہیں۔

یہ بیوی نہایت متمول تھی لیکن آنحضرت ﷺ نے اپنی قانعانہ قابلیت اور زاہدانہ سیرت کی وجہ سے اپنے آپ کو اپنی بیوی یا اپنے خاندان کی امداد مالی سے ہمیشہ مستغنی ثابت کیا اور اس طرح اپنی مدد آپ کرنے والوں کی سر راہ ایک مشعل روشن فرمائی۔

آنحضرت ﷺ نے تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی صادقانہ و ہمدردانہ زندگی کا اثر خونخوار عرب پر پھیلا دیا تھا اور سب کے دلوں میں اپنے لیے عزت و محبت کے ساتھ جگہ بنالی تھی اور اس طرح راستبازوں کے لیے ایک درخشندہ مثال قائم فرمادی کہ کیوں کر نیکی اور صداقت کی طاقت ظلم اور جہالت کو مغلوب کر سکتی ہے۔

آنحضرت ﷺ کی نبوت کی مجموعی شان

آنحضرت ﷺ نے تعاون و تمدن کی برکات اور طاقت کو سمجھا اور حلف الفضول کے قائم کرنے سے قیام امن اور حفاظت نوع انسانی کی جدید سڑک تیار کر دی اور ان منتظمین کو جو سچے دل سے کسی ملک کو ترقی دینا چاہتے ہیں' اسی ملک کے باشندوں کو شریک انتظام کر لینے کے زرین

Marfat.com

اصول کا سبق دیا۔

حجر اسود کے نصب کرنے میں آنحضرت ﷺ نے بتا دیا کہ جب مختلف اغراض اور مختلف مقاصد کے لوگ ایک جگہ فراہم ہو جائیں تو ان کو کیونکر مرکز واحد پر لا سکتے ہیں' نیز ثابت فرما دیا کہ خدشہ جنگ کے ٹال دینے اور امن کو مستحکم رکھنے کے لیے جنگی طاقت کی نہیں بلکہ اعلیٰ دماغی قابلیت کی ضرورت ہے۔

آنحضرت ﷺ کی نبوت میں جملہ انبیاء کی شان نظر آتی ہے۔

آپ ﷺ مسیح علیہ السلام کی طرح جھٹلائے اور ستائے گئے' پھر بھی صابر و شاکر ہی پائے گئے۔

آپ ﷺ نے یحییٰ علیہ السلام کی طرح بیابانوں اور بستیوں میں خدا کے کلام کو پہنچایا۔

آپ ﷺ نے عیسیٰ علیہ السلام رسول اللہ کی طرح خدا کے گھر کی عظمت وحرمت کو از سر نو زندہ فرمایا۔

آپ ﷺ نے ایوب علیہ السلام کے صبر وشکیبائی کے ساتھ گھاٹی میں تین سال تک محصوری کے دن کاٹے اور پھر بھی آپ کا دل خدا کی شا گزاری سے لبریز اور زبان ستائش گوئی سے زمزمہ سنج رہی۔

آپ ﷺ نے نوح علیہ السلام کی طرح قوم کے برگشتہ بخت لوگوں کو خفیہ اور علانیہ' خلوت اور جلوت میں' میلوں اور جلسوں' گزرگاہوں اور راہوں پر' پہاڑوں اور میدانوں میں اسلام کی تبلیغ فرمائی اور لوگوں کو ان کے افعال بد سے نفرت دلائی۔

آپ ﷺ نے ابراہیم علیہ السلام کی طرح نافرمان قوم سے علیحدگی اختیار کی' مادر وطن کو چھوڑ کر شجرۂ طیبہ اسلام کے لگانے کے لیے پاک زمین کی تلاش میں رہ نورد ہوئے آپ شب ہجرت کو داؤد علیہ السلام کی طرح دشمنوں کے نرغہ سے نکلنے میں کامیاب ہوئے۔

اور یونس علیہ السلام کی طرح (جنہوں نے تین دن مچھلی کے پیٹ میں رہ کر پھر نینویٰ میں اپنی منادی کو جاری کیا تھا) غار ثور کے شکم میں تین دن رہ کر پھر مدینہ طیبہ میں کلمۃ اللہ کی آواز کو بلند فرمایا۔

آپ ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرح جنہوں نے بنی اسرائیل کو فرعون مصر کی غلامی سے آزاد کرایا تھا' شمالی عرب کو شاہ قسطنطنیہ کے بند ملوکیت سے اور شرقی عرب کو کسریٰ ایران کے حلقہ غلامی سے اور جنوبی عرب کو شاہ حبش کے طوق بندگی سے نجات دلائی۔

آپ ﷺ نے سلیمان علیہ السلام کی طرح مدینہ منورہ میں خدا کے لیے ایک گھر بنایا جو ہمیشہ کے لیے خدا کی یاد کرنے والوں سے معمور اور ضیاء توحید سے پر نور رہا ہے' جسے کوئی بخت نصر جیسا سیاہ بخت ویران نہ کر سکا۔

آپ ﷺ نے یوسف علیہ السلام کی طرح اپنے ایذا رسان وستم پیشہ برادران مکہ کے لیے نجد سے (بتوسط ثمامہ بن اثال) غلہ بہم پہنچایا اور بالآخر فتح مکہ کے دن لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ کا مژدہ سنا کر اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ کے فرمودہ سے انہیں پابند منت واحسان بنایا۔

وقت واحد میں آپ ﷺ موسیٰ علیہ السلام کی طرح صاحب حکومت تھے اور ہارون علیہ السلام کی طرح صاحب امامت بھی۔ (رحمۃ للعالمین ص ۲۰ تا ص ۱۳۱ جلد اوّل سے نقل کیا گیا)

Marfat.com

باب نمبر ا

حضور نبی کریم ﷺ کا نسب شریف

(مواہب اللدنیہ سے)

آپ ﷺ کے نسب کا دور جاہلیت کی خرابیوں سے پاک ہونا

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا فرمایا۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام ان سے سکون حاصل کریں جب آپ ان سے یکجا ہوئے تو ان کی برکات حضرت حوا علیہا السلام کو حاصل ہو گئیں تو ان بہترین سالوں میں (جو تقریباً نو سو یا آٹھ سو سال تھے......زُرقانی) حضرت حوا علیہا السلام کے ہاں بیس مرتبہ کے حمل سے چالیس بچے پیدا ہوئے۔ حضرت شیث علیہ السلام تنہا پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ مقام اس ذات کی وجہ سے عطا فرمایا جن کے سعد کو نبوت کی اطلاع دی۔ (اور وہ سعد نبی اکرم ﷺ ہیں)

حضرت آدم علیہ السلام کا وصال ہوا تو انہوں نے حضرت شیث علیہ السلام کو اپنی اولاد پر وصی مقرر فرمایا' پھر حضرت شیث علیہ السلام نے اپنے بیٹے (نوش) کو وہی وصیت کی جو حضرت آدم علیہ السلام نے ان سے فرمائی تھی کہ اس نور (نور محمدی) کو پاکیزہ عورتوں کی طرف منتقل کریں۔ اور یہ وصیت مسلسل جاری رہی' ایک سے دوسرے تک منتقل ہوتی رہی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نور حضرت عبدالمطلب اور (ان کے بعد) ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تک پہنچایا اور اللہ تعالیٰ نے اس نسب شریف کو جاہلیت کی خرابیوں (اور زناکاریوں) سے محفوظ رکھا جیسا کہ صحیح اور حسن روایات میں نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے۔

سنن بیہقی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

''میری ولادت میں دور جاہلیت کی زناکاری کا کوئی دخل نہیں' میری ولادت اسلام کے طریقہ نکاح کے مطابق ہوئی''۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۷ ص ۱۹۰ مجمع الزوائد جلد ۸ ص ۲۱۴ الدر المنثور جلد ۳ ص ۲۹۴)

ابن سعد اور ابن عساکر نے حضرت ہشام بن محمد بن سائب کلبی سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی' وہ فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کی پانچ سو مائیں (دادیاں نانیاں وغیرہ سب مراد ہیں) لکھی گئی ہیں' ان میں سے کسی میں دور جاہلیت کا زنا یا کوئی دوسرا طریقہ نہیں پایا گیا۔

(طبقات ابن سعد جلد اوّل ص ۶۰)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

''میں نکاح کی صورت میں آیا ہوں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے میرے ماں باپ تک کہیں زنا نہیں اور نہ ہی جاہلیت کے نکاح کا مجھ سے کوئی تعلق ہے'' (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد اوّل ص ۱۷۴)

امام طبرانی نے اسے معجم اوسط میں ذکر کیا۔ (طبرانی اوسط جلد ۵ ص ۳۶۶) ابونعیم اور ابن عساکر نے بھی اسے روایت کیا ہے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی جلد نمبر ۷ ص ۱۹۰)

Marfat.com

ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ میرے ماں باپ کبھی بھی جاہلیت کے طریقے پر ایک دوسرے سے نہیں ملے (اور) اللہ تعالیٰ نے مجھے ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل فرمایا جو صاف ستھرے اور مہذب تھے۔ جب بھی دو شاخیں بنیں، میں ان میں سے سب سے بہتر شاخ میں ہوا۔ (دلائل النبوۃ ج ۱ اول ص ۱۱)

انہی سے مروی ہے ارشاد خداوندی ہے۔

وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ۝ ۔ (الشعراء: ۲۱۹)

''اور آپ کا سجدہ کرنے والوں میں منتقل ہونا''۔

اس آیت کے سلسلے میں فرماتے ہیں یعنی نبی سے نبی کی طرف منتقل کیا حتیٰ کہ آپ کو نبی کی صورت میں لایا گیا..... (اسے امام بزار نے مسند بزار میں روایت کیا)۔ (کشف الاستار عن زوائد البزار جلد ۳ ص ۱۱۰)۔

انہی سے اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی مروی ہے۔ فرمایا:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ (التوبہ: ۱۲۸)

''بے شک تمہارے پاس رسول ﷺ تم ہی میں سے تشریف لائے''۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔ جاہلیت کی ولادت آپ تک نہیں پہنچی نیز فرمایا نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں۔ میں نکاح سے پیدا ہوا۔ سفاح (جاہلیت کے طریقہ زنا) سے نہیں۔ (دلائل النبوۃ لابی نعیم ص ۱۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ (مندرجہ بالا) آیت تلاوت فرمائی اور اس ''اَنْفَسِكُمْ'' میں فاء پر فتحہ (زبر) پڑھی اور فرمایا۔

''میں نسبی طور پر سسرالی رشتہ سے اور حسب کے اعتبار سے تم سب سے زیادہ نفیس ہوں۔ میرے آباء واجداد میں حضرت آدم علیہ السلام سے (اب تک) کہیں بھی زنا نہیں، سب نکاح سے پیدا ہوئے''۔

اس حدیث کو ابن مردویہ (حافظ ابوبکر احمد بن موسیٰ مردویہ اصبہانی) نے ذکر کیا ہے۔ ابونعیم کی دلائل النبوۃ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے نقل کرتی ہیں وہ فرماتے ہیں۔ میں نے زمین کے مشرقوں کو چھان مارا، پس مجھے حضرت محمد ﷺ سے افضل کوئی بھی دکھائی نہیں دیا اور نہ ہی بنو ہاشم سے افضل کسی کی اولاد کو دیکھا۔ امام طبرانی نے اسے اوسط میں اسی طرح نقل کیا ہے۔ شیخ الاسلام امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اس متن کے صفحات پر صحت کی چمک ظاہر ہے۔ (یعنی یہ حدیث صحیح ہے)

بہترین زمانہ اور بہترین گھرانہ

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

''میں اولاد آدم علیہ السلام کے سب سے بہترین زمانے میں مبعوث ہوتا رہا، حتیٰ کہ میرا یہ زمانہ آیا''۔

(صحیح بخاری جلد اول ص ۵۰۳ کتاب المناقب)

صحیح مسلم میں حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

''بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے کنانہ کو منتخب فرمایا، کنانہ سے قریش کو منتخب کیا، قریش سے بنو ہاشم اور بنو ہاشم میں مجھے منتخب فرمایا''۔ (صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۴۵ کتاب الفضائل، جامع ترمذی جلد ۲ ص ۲۰۱ ابواب المناقب)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے اور فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے ان کے بہترین گروہ میں رکھا اور دو گروہوں میں سے بہتر قبیلے میں رکھا پھر گھروں کو شرافت میں منتخب کیا تو مجھے سب سے بہتر گھر میں رکھا' پس میں ذات اور گھر کے اعتبار سے سب سے بہتر ہوں۔ (جامع ترمذی جلد ۲ ص ۲۰۱ ابواب المناقب' دلائل النبوۃ للبیہقی جلد اوّل ص ۱۷۰)

امام ترمذی فرماتے ہیں۔ یہ حدیث حسن ہے۔

امام طبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

"بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں انتخاب فرمایا تو ان میں سے انسانوں کو چنا' پھر انسانوں میں سے انتخاب فرمایا تو ان میں سے اہل عرب کو مختار بنایا پھر اہل عرب میں سے مجھے منتخب کیا۔ پس میں ہمیشہ لوگوں میں سے بھی بہتر رہا۔ سنو! جو شخص اہل عرب سے محبت کرتا ہے تو وہ میری محبت میں ایسا کرتا ہے اور جو اہل عرب سے نفرت کرتا ہے تو اس کا باعث مجھ سے بغض رکھنا ہے" (مستدرک حاکم جلد اوّل ص ۳۷)

اکلوتے صاحبزادے (ﷺ)

جان لو کہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ولادت میں کسی بھائی اور بہن کو شریک نہیں کیا گیا تا کہ آپ کے والدین کریمین کا انتخاب آپ پر مکمل ہو اور ان کا نسب بھی آپ کے ساتھ خاص ہو اور تا کہ آپ ﷺ ایسے نسب کے ساتھ مختص ہو جائیں جو نبوت کی انتہا اور شرف و بزرگی کی تکمیل ہے۔

اب جب تمہیں آپ کے نسب شریف کا حال معلوم ہو جائے گا اور تم آپ کی ولادت مبارکہ کی طہارت کو جان لو گے تو تمہیں یقین ہو جائے گا کہ آپ ﷺ اپنے معزز آباء و اجداد کا خلاصہ ہیں۔

آپ ﷺ عربی' ابطحی (وادی بطحاء مکہ سے تعلق رکھنے والے) حرمی (حرم والے) ہاشمی اور قریشی ہیں۔ بنو ہاشم کا انتخاب ہیں۔ عرب کے بہترین قبیلوں میں سے منتخب و مختار اور سب سے اعلیٰ نسب والے ہیں اور آپ کا حسب مضبوط ہے آپ عمدہ خوشبو والے ہیں اور آپ کی اصل نہایت پاک اور معزز ہے۔ زبان میں حد درجہ فصاحت' بیان نہایت واضح' میزان اعمال جھکا ہوا (وزنی) ایمان سب سے زیادہ صحیح' مددگاروں کے اعتبار سے بہت غالب ماں باپ کی طرف سے سب سے اچھے گروہ والے اور اپنے شہر مقدس (مکہ مکرمہ) کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور بندوں کے ہاں سب سے معزز ہیں۔

سلسلۂ نسب شریف

آپ محمد ﷺ ہیں۔ آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو ذبیح کہلاتے ہیں۔ (آپ کے بدلے میں سو اونٹ ذبح کئے گئے تھے)۔

حضرت عبداللہ' حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ حضرت عبدالمطلب کا نام شیبۃ الحمد تھا۔ یہ ابن اسحٰق کا قول ہے اور یہی صحیح ہے۔ کہا گیا ہے کہ آپ کا نام اس لیے رکھا گیا ہے کہ آپ کے سر مبارک میں پیدائشی طور پر سفید بال تھے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی عامر تھا۔ یہ ابن قتیبہ کا قول ہے۔ (سیرت ابن ہشام جلد اوّل ص ۵) محمد شیرازی نے بھی ان کی اتباع میں یہ بات کہی ہے۔ حضرت عبدالمطلب کی کنیت ابوالحارث تھی کیونکہ حارث آپ کے سب سے بڑے بیٹے کا نام تھا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کا نام عبدالمطلب اس لیے ہے کہ آپ کے والد ہاشم مکہ مکرمہ میں تھے۔ جب ان کی وفات کا وقت ہوا تو انہوں نے اپنے بھائی مطلب سے کہا: اپنے غلام کو یثرب (مدینہ طیبہ) سے لاؤ۔ اس لیے اس آپ کا نام عبدالمطلب (مطلب کا غلام) پڑ گیا۔

کہا گیا ہے کہ آپ کے چچا مطلب آپ کو اپنے پیچھے بٹھا کر مکہ مکرمہ لائے۔ آپ کا لباس اچھا نہ تھا چنانچہ ان سے پوچھا جاتا تو وہ کہتے یہ میرا

Marfat.com

غلام ہے کیونکہ بھتیجا کہتے ہوئے وہ شرم محسوس کرتے تھے۔ جب ان کو شہر میں لے آئے اور ان کی (ظاہری) حالت درست کر دی تو ظاہر کیا کہ یہ میرا بھتیجا ہے۔ اسی لیے آپ کو عبدالمطلب کہا جاتا ہے۔

اہل عرب میں سب سے پہلے آپ نے خضاب لگایا تھا آپ کی عمر ایک سو چالیس سال ہوئی ہے۔

حضرت عبدالمطلب' حضرت ہاشم کے بیٹے تھے۔ ہاشم کا نام عمرو تھا ان کو ہاشم اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ قحط سالی کے دوران لوگوں کو چُوری کھلاتے تھے۔ (ہاشم توڑنے والے کو کہتے ہیں) ہاشم کے والد عبد مناف تھے اور ان کا نام مغیرہ تھا...... اور وہ (عبد مناف) قصی کے بیٹے تھے (صاد پر زبر ہے اسم تصغیر ہے قصی) یعنی دور کیونکہ آپ اپنے قبیلے سے دور قضاعہ کے علاقے میں تھے جب آپ اپنی والدہ فاطمہ کے پیٹ میں تھے۔

قصی کا نام مجمع تھا۔ شاعر کہتا ہے

"تمہارے باپ قصی کا نام مجمع تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے بنو فہر کے قبائل کو جمع کیا ہے یا ان کا نام زید تھا۔ حاکم ابو احمد کے مطابق حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ان کا نام زید تھا۔ قصی کلاب کے بیٹے تھے یہ لفظ یا تو مصدر سے منقول ہے جو مکالبہ کے معنی میں ہے جیسے کہتے ہیں۔"

"کالبت العدو مکالبة" میں نے دشمن سے کھلم کھلا دشمنی کی (اسے تنگ کیا) یا کلاب' کلب کی جمع ہے کیونکہ وہ کثرت مراد لیتے تھے جیسے درندے کو سباع (جمع کا صیغہ) کہتے ہیں۔

ایک اعرابی سے پوچھا گیا کہ تم اپنے بیٹوں کے بُرے نام کیوں رکھتے ہو جیسے کلب (کتا) ذئب (بھیڑیا) جب کہ تمہارے غلاموں کے نام اچھے ہوتے ہیں جیسے مرزوق (رزق دیا گیا) رباح (نفع) اس نے کہا۔ ہم اپنے بیٹوں کے نام دشمنوں کے لیے رکھتے ہیں اور غلاموں کے نام اپنے حوالے سے رکھتے ہیں۔ یعنی ہمارے بیٹے دشمنوں کے لیے تیار کیے جاتے ہیں اور وہ ان کے سینے میں (پیوست ہونے والے) تیر ہیں تو ان لوگوں نے اس قسم کے نام پسند کیے۔ کلاب کا نام حکیم تھا اور کہا گیا ہے کہ عروہ تھا......

کلاب' مرہ کے بیٹے تھے اور وہ کعب کے بیٹے تھے۔ انہوں نے سب سے پہلے عروبہ (جمعہ) کے دن لوگوں کو جمع کیا (اس کو یوم عروبہ کہتے تھے) اس دن قریش ان کے پاس جمع ہوتے اور وہ ان کو خطبہ دیتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کی بعثت کی خبر دیتے اور بتاتے کہ نبی اکرم ﷺ ان کی اولاد میں سے ہوں گے۔ اور وہ قریش کو حکم دیتے کہ ان کی اتباع کرنا اور ان پر ایمان لانا۔

"کاش! میں آپ ﷺ کی دعوت کے وقت موجود ہوں۔ جب قبیلہ حق کو ذلیل کرنے کے لیے سرکشی کرے گا"۔

وہ (کعب) لوی کے بیٹے ہیں (لُوَیٌّ) لوی کی تصغیر ہے جو (لوی) اللصا کے وزن پر ہے اور یہ لفظ بیل کے لیے بولا جاتا ہے۔

لوی' غالب کے بیٹے ہیں غالب فہر کے بیٹے' فہر کا نام قریش ہے۔ قریش قبیلہ انہی کی طرف منسوب ہے ان سے اوپر والے کنعانی کہلاتے ہیں قریشی نہیں کہلاتے۔ صحیح قول یہی ہے۔

فہر' مالک کے اور مالک' نضر کے بیٹے ہیں (نضر کا نام قیس ہے) قیس' کنانہ کے اور کنانہ' خزیمہ کے بیٹے ہیں (خزیمہ' خزمہ کی تصغیر ہے) خزیمہ' مدرکہ کے اور وہ (مدرکہ) الیاس کے بیٹے ہیں۔

ابن انباری (حافظ ابوبکر محمد بن قاسم بن انباری) کے قول کے مطابق الیاس ہمزہ کے کسرہ (زیر) کے ساتھ ہے اور قاسم بن ثابت کے قول کے مطابق فتحہ (زبر) کے ساتھ ہے جو امید کی ضد (مایوسی) ہے۔ اس میں لام تعریف کے لیے اور ہمزہ وصل کے لیے ہے۔

(امام علامہ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد بن اصغ) سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ زیادہ صحیح ہے الیاس وہ پہلے شخص ہیں جو قربانی کے لیے بیت الحرام کی طرف اونٹ لے گئے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی پیٹھ سے نبی اکرم ﷺ کا حج کے لیے تلبیہ (لبیك اللهم لبیك آخر تک) سنا کرتے تھے۔ (السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد اوّل ص ۸)

Marfat.com

الیاس معزر کے بیٹے ہیں اونٹوں کے لیے حدی (اونٹوں کے ساتھ جو کچھ گایا جاتا ہے) کی ابتدا انہوں نے ہی کی تھی اور وہ بہت خوش آواز تھے۔

معزر نزار کے بیٹے ہیں (نون کے نیچے کسرہ (زیر) ہے اور یہ لفظ نزر سے بنا ہے جس کا معنی قلت ہے کہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ان کی ولادت ہوئی اور ان کے باپ نے ان کی آنکھوں کے درمیان نور محمدی ﷺ چمکتا ہوا دیکھا تو وہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے کھانا کھلایا اور فرمایا کہ اس بچے کے حق کے مقابلے میں یہ بہت کم ہے۔ اس کے لئے ان کا نام نزار ہو گیا۔ نزار معد کے اور معد عدنان کے بیٹے ہیں۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد اوّل ص ۱۷۹ الطبری تاریخ الامم والملوک جلد ۲ص ۱۹۱ السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد اوّل ص ۵ تا ۸)

نسب میں عدنان پر رُک جانا

ابن دحیہ (امام حافظ ابوالخطاب عمر بن حسن بن علی بن محمد) فرماتے ہیں۔ اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ رسول اکرم ﷺ عدنان کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور آپ ﷺ کا نسب اس سے آگے متجاوز نہیں ہوتا کسی شاعر نے خوب کہا:

''اور ہاشم کے عزت کی نسبت اس کے اصول سے ہے اور ان کی پسندیدہ اصل سب اصلوں سے زیادہ معزز ہے''۔

''ان کا بلند مرتبہ مزید بلند ہوا اور اپنی قدر میں کس قدر اعظم ہے اور یہ بلند مرتبہ حضرت محمد ﷺ کی وجہ سے ہے''۔

اللہ تعالیٰ اس شاعر پر رحم کرے جس نے یوں کہا:

''بہت سے باپ ہیں جنہوں نے بیٹے کے سبب سے شرف کی بلندیوں کو حاصل کیا جیسے عدنان نے رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے بلندی پائی''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب نسب بیان فرماتے تو معد بن عدنان سے تجاوز نہ فرماتے بلکہ رک جاتے اور دو یا تین بار ارشاد فرماتے۔ نسب بیان کرنے والوں نے جھوٹ بولا۔ اس حدیث کو (امام عماد الاسلام ابوالشجاع دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے) مسند الفردوس میں نقل کیا ہے لیکن امام سہیلی نے فرمایا کہ اس حدیث کے سلسلے میں زیادہ صحیح ثابت یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

(الروض الانف مع سیرت ابن ہشام جلد اوّل ص ۸ البدایہ والنہایہ جلد ۳ ص ۹۹۴ کنز العمال جلد ۷ ص ۱۴۹ طبقات ابن سعد جلد اوّل ص ۵۶)

امام سہیلی کے علاوہ لوگوں نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یہ آیت کریمہ تلاوت فرماتے۔

ترجمہ:۔

''کیا تمہارے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں آئی جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں (اور وہ) نوح (علیہ السلام) کی قوم ہے۔ اور قوم عاد و ثمود ہے اور وہ لوگ جو ان کے بعد ہیں ان کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے''۔ (سورۃ ابراہیم آیت نمبر ۹)

اور پھر ارشاد فرماتے کہ نسب بیان کرنے والوں نے جھوٹ بولا یعنی وہ علم انساب کا دعویٰ کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے اس علم کی نفی کی ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں عدنان تک نسب معلوم ہے اور اس کے اوپر کے بارے میں ہمیں علم نہیں کہ وہ کیا ہے؟ (الروض الانف مع سیرت ابن ہشام جلد اوّل ص ۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عدنان اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے درمیان تیس باپ ہیں جن کی پہچان نہیں۔ (الروض الانف مع سیرت ابن ہشام جلد اوّل ص ۸)

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم معد بن عدنان سے اوپر کسی معروف شخصیت کو نہیں پاتے۔

(الروض الانف مع سیرت ابن ہشام جلد اوّل ص ۸)

Marfat.com

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا۔ جو سلسلہ نسب کو حضرت آدم علیہ السلام تک لے جاتا ہے تو انہوں نے اس بات کو ناپسند کیا اور فرمایا اسے اس بات کی خبر کس نے دی ہے؟۔

دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے نسب کو حضرت آدم علیہ السلام تک لے جانے کے سلسلے میں بھی اسی طرح کی بات مروی ہے۔ (الروض الانف مع سیرت ابن ہشام جلد اوّل ص ۸)

تو ہمارے لیے مناسب بات یہی ہے کہ ہم عدنان سے اوپر (والے نسب) سے اعراض کریں کیونکہ الفاظ کا تغیر و تبدیل اور ملاوٹ زیادہ ہے اور ان ناموں میں دشواری ہے جبکہ فائدہ بہت کم ہے۔

حافظ ابو سعد (عبد الرحمٰن بن حسن نیشاپوری جو اصلاً اصفہانی ہیں) نے حضرت ابو بکر بن ابی مریم سے انہوں نے سعید بن عمرو انصاری سے انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے کعب احبار سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت محمد ﷺ کا نور حضرت عبد المطلب کی طرف منتقل ہوا اور وہ بالغ ہو چکے تھے۔ تو ایک دن آپ حطیم میں آرام فرما ہوئے۔ جب بیدار ہوئے تو سرمہ اور تیل لگا ہوا تھا اور آپ نے نہایت عمدہ اور خوبصورت جبہ زیب تن فرمایا ہوا تھا۔ آپ حیران ہو گئے اور آپ کو معلوم نہ ہو سکا کہ یہ کام کس نے کیا ہے۔ آپ کے والد نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور قریش کے کاہنوں کے پاس لے گئے اور ان کو پورا واقعہ بتایا۔ انہوں نے کہا جان لو کہ آسمان کے معبود نے اس غلام کی شادی کی اجازت دی ہے۔ چنانچہ حضرت عبد المطلب کے والد نے قیلہ نامی خاتون سے اُن کی شادی کرا دی جن سے حارث نامی بیٹا ہوا اور پھر فوت ہو گیا۔ اس کے بعد ہند بنت عمرو سے نکاح کیا۔ حضرت عبد المطلب سے کستوری کی خوشبو آتی تھی اور ان کی پیشانی میں نور مصطفیٰ ﷺ چمکتا تھا۔ جب قریش کو قحط پہنچتا تو وہ حضرت عبد المطلب کا ہاتھ پکڑ کر ثبیر پہاڑ کی طرف لے جاتے اور ان کے توسل سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے۔ نیز بارش کیلئے دعا کرتے۔ تو اللہ تعالیٰ نور محمد ﷺ کی برکت سے ان کو بہت زیادہ بارش عطا فرماتا۔ (مواہب اللدنیہ کا بیان ختم ہوا)

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔

شَجَرۂ طیّبہ

اس کے لئے کتاب ''رحمۃ للعالمین جلد دوئم ص ۱۷ تا ۲۵ اور ۵۷ تا ۸۹ نقل کیا جاتا ہے۔ جس میں تفصیل کے ساتھ شجرۂ مبارک بیان کیا گیا ہے۔

شجرۂ مبارکہ کو تین حصوں میں پیش کیا جاتا ہے

حصہ اوّل

نبی کریم ﷺ سے عدنان تک ہے اور اس کی بابت حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ المعروف با بن عبدالبر العمری القرطبی (ولد سنہ ثمان وستین ۳۸۶ھ وثلاث مائۃ) نے کتاب الاستیعاب میں تحریر کیا ہے۔ هذا مالم یختلف فیه احد من النّاسِ (اس شجرے میں کسی ایک کا بھی اختلاف نہیں۔)

ابائہ الکرام کے ساتھ میں نے تلاش کی کہ اُمہاتہ العظام کے مبارک نام بھی مل جائیں تو بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے لے کر عدنان تک برابر سب کے نام مل گئے اور مزید برآں یہ بھی ہوا کہ ان امہات کے آباء اور قبائل کا پتہ بھی لگ گیا۔ مثلاً نبی کریم ﷺ کی والدہ ماجدہ کا نام ملا تو سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کے والد کا نام بھی مع ان کے سلسلہ نسب کے اور ان کی والدہ کا نام مع ان کے سلسلہ نسب کے مل گیا۔ اس تمام سلسلے پر نظر ڈالو شاید دنیا میں کسی بڑے سے بڑے شہنشاہ کا بھی سلسلہ خاندانی اس وضاحت کے ساتھ اوراق تاریخ میں دستیاب نہ ہو سکے گا۔ پھر ہر ایک سلسلہ میں نسب کی رفعت شان پر نظر ڈالو کہ دوھیال اور ننھیال اور ننھیال در ننھیال کی ددھیال میں بھی کسی ایک جگہ وہن یا خمود نہ ملے گا۔ یہ شرف صرف اسی کو حاصل ہو سکتا ہے جسے ازل لاآزال میں قدرت ربانیہ نے عالمین پر ممتاز فرمایا اور آدم علیہ السلام سے لے کر ذات گرامی تک نسل کی حفاظت خود فرمائی ہو۔

امہاتہ العظام اور ان کے ددھیال کے اسماء میں میرا ماخذ تاریخ کبیر طبری اور طبقات الکبیر ابن سعد اور کسی قدر تاریخ الکامل ابن اثیر ہیں۔

حصہ دوم

نسب نامہ گرامی کا حصہ دوم وہ ہے جو معد بن عدنان سے اوپر آتا ہے۔ محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ اس حصہ کا اندراج اس تفصیل کے ساتھ جیسا کہ ہم تحت میں تحریر کریں گے، اپنی کتابوں میں نہیں کرتے کیونکہ ان اصولوں کے مطابق جو صحیح روایات کے متعلق انہوں نے اختیار فرمائے ہیں۔ اس حصہ کا روایت کرنا دشوار ہے۔

ان بزرگواروں کا یہ نہایت ورع وتقویٰ ہے۔ بایں ہمہ محدثین اس سلسلہ کے خاص مشاہیر کے آٹھ نو نام لے کر اس طرح بیان کرتے ہیں کہ نسب گرامی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تک منتہیٰ ہو جاتا ہے۔ یہ طریق کہ سلسلہ نسب میں خاص خاص مشاہیر کا نام لے کر اختصار سے کام لیا جائے، بنی اسرائیل میں بھی مروج تھا۔ انجیل متی کو دیکھو وہ لکھتے ہیں: یسوع مسیح ابن داؤد ابن ابراہام علیہ السلام کا نسب نامہ یہ ظاہر ہے کہ متی نے مسیح علیہ

Marfat.com

السلام اور داؤد علیہ السلام کے درمیان ۲۶ پشتیں اور داؤد علیہ السلام وابراہیم علیہ السلام میں ۱۴ پشتیں دانستہ اختصار کے لئے چھوڑ دی ہیں۔

حصہ دوم کے شامل کتاب کرنے کی جرأت مجھے اس لئے ہوئی کہ کَذَبَ النَّسَابُوْنَ مَافَوْقَ الْعَدْنَانِ کا قطعی صحت تک پہنچ جانا مجھ پر مخفی رہا اور میں نے دیکھا کہ اکثر علماء نے جو تاریخ اور حدیث میں امام تسلیم ہوئے ہیں۔ اس حصہ کو بیان کیا ہے۔ سبائك الذهب للسویدی ص ۱۹ میں ہے۔

قد اختلف فی کراهة رفع النسب من عدنان الی اٰدم فذهب ابن اسحاق و ابن جریر وغیره الی جوازه وعلیه البخاری وغیره من العلماء۔

ترجمہ: عدنان سے اوپر آدم علیہ السلام تک نسب بیان کرنے کی کراہت میں اختلاف ہے۔ ابن اسحاق اور ابن جریر کے نزدیک جائز ہے اور بخاری وغیرہ کا مذہب بھی یہی ہے۔

کتاب رحلۃ الشافعی مصنفہ جلال الدین السیوطی میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ہارون الرشید کے مکالمہ کے ذکر میں ہے:

فقال لی این لی عین نفسك قال الشافعی فلقیت حتی الحقت ادم علیه السلام بالطین

ترجمہ: ہارون الرشید نے کہا تم اپنی بات بتاؤ۔ میں نے نسب بیان کرنا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ آدم علیہ السلام علیہ السلام کو مٹی سے جا ملایا۔

ان حوالجات کے بعد میں نے اس حصہ کا لکھنا ترک کر دینے سے بہتر سمجھا۔

میں نے اول اول یہ حصہ ڈاکٹر سر سید احمد خان کی کتاب خطبات احمدیہ میں دیکھا تھا۔ سر سید نے اس جگہ کسی کا پتہ نہیں لکھا، انہوں نے ارمیا کاتب برخیا علیہ السلام اور الجیرا کے نسب نامہ کا ذکر کیا تھا، میں نہ سمجھ سکا کہ سر سید یہ سب باتیں کہاں سے لکھ رہے ہیں۔ من بعد مجھے تاریخ ابوالفداء میں ارمیا اور الجیرا کا مذکور ملا اور پھر امام طبری کی کتاب میں ایک روایت کلبی کی ملی جس کی بابت امام طبری نے لکھا ہے کہ یہ روایت ارمیا کے نسب نامے سے متوافق ہے۔ صرف کہیں کہیں اختلاف السنہ کی وجہ سے اختلاف لہجہ کا فرق پڑ گیا ہے۔ دوسری روایت خود امام طبری کی ہے جسے انہوں نے ایک عرب نسب دان سے لیا ہے۔

پھر مجھے امام ابن سعد کی کتاب طبقات الاکبیر میں بھی یہی حصہ مل گیا۔ مجھے ان کتابوں سے مطابقت کرنے کے بعد سر سید کے نسب نامے میں لکھے ہوئے چند نام عدنان دوم ۱، ادد دوم ۲، الیسع ۳، ہمیسع ۴، دوم سلامان ۵، دوم ثابت ۶، حمل ۷، معد ۸، اول نہیں ملے۔ معلوم نہیں سر سید نے ان کا کس کتاب کے حوالہ سے اضافہ کیا ہے۔ میں نے وہی نام لکھے ہیں جو بالاتفاق متعدد روایات میں بیان ہوئے تھے۔ (حصہ دوئم کے متعلق آپ نے ''رحمۃ للعالمین'' کتاب کے مصنف کا بیان پڑھ لیا ہے لیکن مؤلف حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق اس حصہ کو اپنی کتاب میں شامل نہیں کرتا)

حصہ سوم

الف: نسب نامہ گرامی کا حصہ سوم جو اسمٰعیل علیہ السلام سے شروع اور ابوالبشر آدم علیہ السلام تک منتہیٰ ہوتا ہے۔ تورات موجودہ سے لیا گیا ہے۔ اسماء کے اعراب عربی زبان کی توراۃ متشکل سے لئے گئے ہیں۔

ب: ہر ایک نام کے سامنے سنین عمر درج ہیں۔ یہ بھی توراۃ سے لئے گئے ہیں جو غالباً صحیح ہیں، لیکن توراۃ میں یہ بھی ہے کہ فلاں عمر میں فلاں شخص کے ہاں پسر پیدا ہوا۔ اس میں کئی اشکال ہیں۔ مثلاً غور کرو مندرجہ ذیل بیانات توراۃ پر۔

۱۔ حضرت آدم علیہ السلام ۱۳۰ برس کا تھا جب اس کے ہاں شیث پیدا ہوئے۔ ۵/۳ پیدائش۔

۲۔ حضرت شیث علیہ السلام ۱۰۵ برس کا تھا کہ اس سے انوس پیدا ہوا۔ ۵/۶ //

۳۔ انوس ۹۰ برس کا تھا کہ اس سے قینان پیدا ہوا۔ ۵/۹ //

Marfat.com

۴-قینان ۷۰ برس کا تھا کہ اس سے محلل ایل پیدا ہوا۔۵/۱۲ //

۵-محلل ایل ۶۵ برس کا تھا کہ اس سے یارو پیدا ہوا۔۵/۱۵ //

۶-یارو ۱۶۲ برس کا تھا کہ اس سے حنوک پیدا ہوئے۔ ۵/۱۸ //

۷-حنوک (حضرت ادریس علیہ السلام) ۶۵ برس کا تھا کہ اس سے متوسلخ پیدا ہوا۔۵/۲۱ //

۸-متوسلخ ۱۸۷ برس کا تھا کہ اس سے لمک پیدا ہوا۔۵/۲۱ //

۹-لمک ۵۰۲ برس کا تھا کہ اس سے نوح پیدا ہوا۔ ۵/۲۸ //

۱۰-حضرت نوح علیہ السلام ۵۰۲ برس کا تھا کہ اس سے سم پیدا ہوا۔[1]

۱۱-سم ۱۰۰ برس کا تھا کہ اس سے طوفان کے ۲ برس بعد ارفکسد پیدا ہوا۔

۱۲-ارفکسد ۳۵ برس کا تھا کہ اس سے عیر پیدا ہوا۔

۱۳-عیر ۳۴ برس کا تھا کہ اس سے فلج پیدا ہوا۔

۱۴-فلج ۳۰ برس کا تھا کہ اس سے رعو پیدا ہوا۔

۱۵-رعو ۳۲ برس کا تھا کہ اس سے سروج پیدا ہوا۔

۱۶-سروج ۳۰ برس کا تھا کہ اسے سے نحور پیدا ہوا۔

۱۷-نحور ۲۹ برس کا تھا کہ اس سے تارہ پیدا ہوا۔

۱۸-تارہ ۷۰ برس کا تھا کہ اس سے ابرام (حضرت ابراہیم علیہ السلام) پیدا ہوئے۔

اگر ہم اس حساب کو صحیح قرار دیں تو لازم آتا ہے کہ حضرت شیث علیہ السلام نے حضرت نوح علیہ السلام کو دیکھا ہو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر حضرت نوح علیہ السلام کی آنکھوں کے سامنے ۸۸ سال کی ہوگئی ہو اور حضرت نوح علیہ السلام کی زندگی میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی عمر دو سال کی ہو۔ حساب کرو کہ حضرت نوح علیہ السلام طوفان کے بعد ساڑھے تین سو برس تک زندہ رہے۔ ۹/۲۸ پیدائش اور طوفان سے ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش کا زمانہ ۲۶۲ + ۸۶ = ۳۴۸ برس کا ہے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے باپ کی ۸۶ سال کی عمر میں پیدا ہوئے تھے۔

حالانکہ ان امور کا کوئی عالم اہل کتاب قائل نہیں۔ اس لئے مجھے اس حساب کی صحت میں شک رہا۔ بعد ازاں مجھے کتاب تاریخ ابوالفدا اء میں سے اسی مقام کے پڑھنے کا اتفاق ہوا مجھے تعجب آمیز مسرت ہوئی کہ یہ فاضل مؤرخ بھی اس خیال میں میرے ساتھ متفق ہے۔ مزید اطمینان کا موجب یہ ہوا کہ امام ابومحمد علی ابن احمد بن حزم الظاہری (المتوفی ۴۵۶ھ) نے بھی کتاب فصل میں اسی خیال کا اظہار کیا ہے۔

الغرض حصہ سوم کے نام تو صحیح ہیں، البتہ دیگر معلومات بعض جگہ مشکوک ہیں۔

چونکہ نسب نامہ میں صحت اسماء ہی زیادہ تر درکار ہوتی ہے اس لئے میں کہہ سکتا ہوں کہ نسب نامہ گرامی کا یہ حصہ بھی بالکل صحیح ہے۔ (مندرجہ بالا نام کتاب توراۃ سے لیے گئے ہیں۔ اس لئے ان میں اور جواب عربی زبان سے اُردو زبان میں کتابوں میں نام ہیں کچھ فرق ہے۔ لیکن یہ اختلاف مختلف زبانوں کی وجہ سے ہے۔ (مؤلف)

ان ضروری تمہیدات کے بعد شجرہ مبارکہ درج کیا جاتا ہے۔

---

[1] یہ عبارت کہ حضرت نوح علیہ السلام ۵۰۲ سال کے تھے کہ اس سے سم پیدا ہوئے مگر کتاب پیدائش میں یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام ۶۰۰ سال کے تھے کہ طوفان آیا نیز یہ فقرہ ہے کہ سم طوفان کے ۲ سال بعد ۱۰۰ برس کے تھے جب ارفکسد پیدا ہوئے نتیجہ یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام ۵۰۲ برس کے تھے جب سام پیدا ہوئے۔

Marfat.com

شَجَرَةٌ طَيِّبَةٌ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ لِسَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللهِ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ

حصہ اول

نمبر شمار	آبائہ الکرام	امہات العظام	امہات کے ددھیال اور ننھیال
۱-	عبداللہ رضی اللہ عنہ	آمنہ رضی اللہ عنہا	اب- وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب دیکھو سلسلہ نمبر ۶ آباءِ نبوی ام- برہ بنت عبد العزیٰ بن عبد الدار بن قصی دیکھو سلسلہ نمبر ۵ آباءِ نبوی
۲-	عبدالمطلب (شیبہ)	فاطمہ	اب- عمر بن عائذ بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ دیکھو سلسلہ نمبر ۷ آباءِ نبوی ام- صخرہ[1] بنت عبد بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ دیکھو سلسلہ نمبر ۷ آباءِ نبوی
۳-	ہاشم (عمرو)	سلمٰی	اب- عمرو بن زید بن لبید بن خداش بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار (تیم اللہ) ابن ثعلبہ خزرجی ام- عمیرہ[2] بنت صخر بن حبیب ابن الحارث بن ثعلبہ بن مازن بن النجار ساکن مدینہ
۴-	عبد مناف (مغیرہ)	عاتکہ	اب- مرہ بن ہلال بن فالج بن زکوان بن ثعلبہ بن بشہ بن سلیم بن منصور (از نسل سلسلہ نمبر ۱۷ آباءِ نبوی ام- مادیہ (عرف[3] صفیہ) بنت حوزہ بن عمرو بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن (از نسل سلسلہ نمبر ۱۷ آباءِ نبوی)

[1] صخرہ کی ماں کا نام تخمر بنت عبد بن قصی نانی کا نام سلمٰی بنت عامرہ بن عمیرہ بن ودیعہ بن الحارث بن فر۔ پرنانی کا نام عاتکہ بنت عبداللہ بن وائکہ بن ظرب تھا۔

[2] عمیرہ کی ماں کا نام سلمٰی بنت عبد الاشہل اور نانی کا نام لبشہ بنت رعورا تھا۔

[1] مادیہ کی ماں کا نام رتاش بنت الاحم اور نانی کا نام کبشہ بنت الرافقی تھا۔

Marfat.com

۵-	قصی (زید)	حبی (عاتکہ بنت ہلال بن بالج بن ذکوان (روض الانف)	اب-خلیل بن حبشیہ بن سلول بن کعب عمرو بن ربیعہ (وہوالخزاعی) یا بالج یا فاتج بن ملیک بن ذکوان بنو سلیم سے تعلق (مواہب اللدنیہ) ام-ہند[1] بنت عامر بن النضر بن عمرو بن عامر (من الخزاعہ)
۶-	کلاب (حکیم یا عروہ مواہب لدنیہ جلد اول ص ۵۹)	فاطمہ	اب-سعد بن سیل (حیر) بن عوف بن عامر الحاؤ (کان اول) من بنی جدار الکعبۃ فقیل ۴ عمامار) از دشنوہ ام-ظریفیہ[2] بنت قیس بن امیہ ذی الراسین بن جشیم بن کنانہ بن عمرو بن القین بن فہم بن عمرو بن قیس بن عیلان بن الیاس دیکھو سلسلہ نمبر ۱۷ آباء نبوی
۷-	مُرّہ	ہند	اب-سریر بن ثعلبہ بن الحارث بن مالک بن کنانہ دیکھو سلسلہ نمبر ۱۲ آباء نبوی ام-امامہ[3] بنت عبد مناۃ بن کنانہ-دیکھو سلسلہ نمبر ۱۴ آباء نبوی۔
۸-	کعب	مخشیہ (وحشیہ)	اب-شیبان بن محارب بن فہر بن مالک بن نضر دیکھو سلسلہ نمبر ۱۱ آباء نبوی۔ ام-وحشیہ[4] بنت وائل بن قاسط بن ہنب بن اقصیٰ بن صعمی بن جدیلہ
۹-	لُوَیّ	مادیہ (سلمیٰ)	اب-کعب بن القین (ہوالنعمان) بن حسیر بن شیع اللہ بن اسد بن دیرہ بن تغلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ ام-عاتکہ بنت کاہل بن عذرہ
۱۰-	غالب	عاتکہ (وحشیہ)	اب-مخلد بن النضر بن کنانہ دیکھو سلسلہ نمبر ۱۳ آباء نبوی ام-امیسہ[5] بنت شیبان بن ثعلبہ بن عکابہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل

[1] ہند کی ماں کا نام لیلیٰ بنت مازن (من الخزاعہ) تھا۔

[2] ظریفیہ کی ماں کا نام صخرہ بنت عامر تھا۔

[3] امامہ کی ماں کا نام ہند بنت دودان بن اسد خزیمہ ہے۔

[4] وحشیہ کی ماں کا نام مادیہ بنت صریعہ بن ربیعہ بن نزار ہے۔

[5] امیسہ کی ماں کا نام تماخر بنت الحارث اور نانی کا نام رہم بنت کاہل ہے۔

Marfat.com

۱۱-	فہرالمقلب بہ قریش	لیلیٰ (سلمیٰ)	اب-حارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ دیکھو سلسلہ نمبر ۱۲ آباء نبوی ام-سلمیٰ[1] بنت طانجہ بن الیاس دیکھو سلسلہ نمبر ۱۶ شجرہ ہذا
۱۲-	مالک	جندلہ	اب-عامر بن الحارث بن مضاض بن زید بن مالک جرہمی ام-ہند بنت الظلیم بن مالک بن الحارث (جرہمی)
۱۳-	نضر	عکرشہ لقب اور نام عاتکہ (ہند)	اب-عدنان (حارث) ابن عمرو بن قیس بن عیلان بن مضر دیکھو سلسلہ نمبر ۱۷ آباء ام-نامعلوم
۱۴-	کنانہ	برّہ	اب-مُرّہ بن ادبن طانجہ (اخت تمیم بن مرہ) طانجہ برادر مدرکہ) نمبر ۱۶ ام-نامعلوم
۱۵-	خزیمہ	عوانہ-ہند	اب-سعد بن قیس بن عیلان بن الیاس دیکھو سلسلہ نمبر ۱۷ آباء ام-وعد بنت الیاس دیکھو سلسلہ نمبر ۱۷ آباء
۱۶-	مدرکہ	سلمیٰ	اب-اسلم بن الحاف بن قضاعہ ام-نامعلوم
۱۷-	الیاس	لیلیٰ (خندف)	اب-حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاء ام-ضریہ بنت ربیعہ بن نزار دیکھو سلسلہ نمبر ۱۹ آباء
۱۸-	مضر	رباب	اب-حیدہ بن معد (سلسلہ نمبر ۲۰ آباء) یا (حمیرہ بن معد بن عدنان روض الانف ج ۱ ص ۶۰) ام-نامعلوم
۱۹-	نزار	سودہ	اب-عک بن الریث بن عدنان (سلسلہ نمبر ۲۱) ام-نامعلوم
۲۰-	معد	معانہ	اب-جوشم بن جلہمہ بن عمر بن برہ بن حرہم ام-سلمیٰ بنت الحارث بن مالک بن غنم (من جرحم)
۲۱-	عدنان	مہدہ	اب-لہم بن حلجب بن جدلیس بن جاتر بن ارم ام-نامعلوم

[1] سلمیٰ کی ماں کا نام عاتکہ بنت الاسد اور نانی کا نام زینب بنت ربیعہ ہے۔

Marfat.com

حصہ سوم

نمبر شمار	ابن کثیر میں نام	رحمۃ للعالمین میں نام	ابن خلدون میں نام	عمر
۱	اسماعیل علیہ السلام	اسمٰعیل علیہ السلام	اسماعیل علیہ السلام	۱۳۷ سال کی عمر پائی۔
۲	ابراہیم علیہ السلام	ابراہیم علیہ السلام	ابراہیم علیہ السلام	۱۷۵ سال
۳	تارخ	تارہ (آذر)	تارح یا تارخ	۲۰۵ سال
۴	تاخور	تاحور	تاحور	۱۵۹ سال
۵	ساروغ	سروج	ساروخ یا ساروغ	۲۳۲ سال
۶	راغو	رعو	ارغو	۲۳۹ سال
۷	فالغ	فالج	فالغ یا فالخ یا فالج	۲۳۹ سال
۸	عابر	عابر	عابر یا عنبر	۴۶۰ سال
۹	شالخ		شالخ	
۱۰	ارفخشد	ارفکشاد	ارفخشد	۴۳۸ سال
۱۱	سام	سام	سام	۶۰۲ سال
۱۲	حضرت نوح علیہ السلام	حضرت نوح علیہ السلام	حضرت نوح علیہ السلام	۹۵۰ سال
۱۳	لامک	لامک	لامک یا ملک	۷۷۷ سال
۱۴	متوشلخ	متوشالح	متوشلخ	۹۶۹ سال
۱۵	اخنوخ	اخنون ادریس علیہ السلام	خنوخ یا اخنوخ	۳۶۵ سال
۱۶	یرد	یارد	یرد یا بیرد	۹۶۲ سال
۱۷	مہلائیل	ملہل ایل	مہلائیل یا ماہلائل	۸۹۵ سال
۱۸	قینن	قینان	قائن یا قینن	۹۱۰ سال
۱۹	انوش	آنوش	انوش	۹۰۵ سال
۲۰	شیث علیہ السلام	شیث علیہ السلام	شیث علیہ السلام	۹۱۲ سال
۲۱	آدم علیہ السلام	آدم علیہ السلام	آدم علیہ السلام	۹۳۰ سال

نوٹ: مؤرخ طبری کے مطابق شالخ اور ارفخشد کے درمیان ایک اور پشت گزری ہے جس کا نام قینن تھا توریت میں اس کا ذکر اس لئے نہیں کیا گیا کہ وہ ساحر تھا اس نے الوہیت کا دعوٰی کیا تھا۔ مؤرخ ابن حزم کہتا ہے کہ فالغ اور عابر کے درمیان بھی ایک نام ہے جو ترک ہو گیا ہے اور جو ملکصیدق کے نام سے معروف تھا وہ عابر کا لڑکا فالغ کا باپ تھا (ابن خلدون جلد دوئم) اس طرح پشتوں کی تعداد یہ ہے: کتاب رحمۃ للعالمین کے مطابق ۲۰ ابن کثیر اور ابن خلدون کے مطابق ۲۱ اور طبری کے مطابق ۲۲ اور ابن حزم کے مطابق ۲۳۔ "واللہ اعلم"

Marfat.com

حضرت عبدالمطلب تا حضرت عدنان تک کی اولاد کی تفصیل اور مختصر تعارف

عدنان

یہ نبی ﷺ کے اجداد میں اکیسویں پشت میں ہیں۔ ان کا منجانب اللہ محترم ہونا۔ اس طرح ثابت ہے کہ بخت نصر نے جب عرب پر پہلا حملہ کیا تب ارمیا' برخیا علیہما السلام نے بخت نصر کو بتا دیا تھا کہ وہ عدنان پر حملہ نہ کرے' دیگر قبائل پر حملہ کرنے کی اسے منجانب اللہ اجازت ہے۔ بخت نصر نے عدنان کو چھوڑ کر دیگر قبائل پر حملہ کیا' نیز ان کو اسیر کر کے لے گیا اور وادی فرات میں لے جا کر آباد کیا۔ انہی لوگوں نے عرب کی سلطنت قدیم انبار کی بنیاد قائم کی تھی۔[1]

عدنان کے دو بیٹے تھے:

۱۔ معد' جن کا نام عمود نسب نبوی میں آتا ہے۔

۲۔ عک' انہوں نے حجاز سے اٹھ کر یمن میں اپنی سلطنت قائم کر لی تھی۔

اس امر کا ثبوت ان اکتسابات سے ملا ہے جو ایسٹ انڈیا کمپنی کو ۱۸۳۴ء میں حصن الغراب سے ملے تھے۔[2]

معد

بخت نصر نے جب عرب پر حملہ دوم کیا تو بنو عدنان یمن چلے گئے تھے' مگر حضرت معد کو حضرت یرمیاہ اپنے ساتھ شام کو لے گئے تھے' جب عرب سے بخت نصر کا دباؤ اٹھ گیا' تب معد بھی عرب میں واپس آ گئے' انہوں نے بنو جرہم کے خاندان کی تلاش کی تو معلوم ہوا کہ صرف جرہم بن جلہمہ باقی ہے۔ تب انہوں نے اس کی دختر سے شادی کر لی' جس سے نزار پیدا ہوا۔

فاضل عیسائیوں کی تحقیقات میں حضرت یرمیاہ (ارمیاہ) علیہ السلام کا زمانہ ۵۸۸ سال قبل مسیح ہے چونکہ معد بن عدنان حضرت یرمیاہ کے معاصر و دوست ہیں' اس لیے ثابت ہوتا ہے کہ نبی ﷺ اور عدنان کے درمیان ۱۱۵۸ سال کا زمانہ ہے۔

نبی ﷺ سے عدنان تک ۲۱ پشتیں ہیں۔ پس ہر ایک پشت کا اوسط ۵۵ سال نکلا چونکہ یہ شجرہ نہایت صحیح ہے اور حضرت ارمیاہ کے زمانہ کا تعین بھی صحیح ہے۔ اس لیے اس اوسط کی صحت میں شک نہیں۔

سر سید نے ''خطبات احمدیہ'' میں ہر جگہ ہر پشت کے لیے ۳۳ سال کا اوسط لیا ہے اور اسی لیے وہ شجرہ کے حصہ دوم میں چند اسماء کے مکرر تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے ہیں' لیکن جو اوسط اس حصہ اول میں نکلتا ہے۔ وہ اس شک کو مٹا دیتا ہے۔

---

۱ تاریخ العرب از پروفیسر سیدیوس ۲۳

۲ خطبات احمدیہ

Marfat.com

معد کی اولاد کا شجرہ یہ ہے[۱]

معد

نزار[۲] — قنص

قنص: اولاد قنصی کہلائی

نزار

ان کی کنیت ابوایاد ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا نسب ان سے ملتا ہے۔

اولاد کا شجرہ یہ ہے

نزار

مضر — ایاد — ربیعہ — انمار

نزار نے اپنی وفات سے پیشتر مضر کو اونٹ اور سرخ خیمہ اور ربیعہ کو اسپ و سلاح اور ایاد کو بھیڑ بکری اور انمار کو حمار تقسیم کر دیے تھے۔ مضر و ربیعہ کی نسل وسط عرب میں انمار کی اولاد نجد اور اطراف حجاز میں اور ایاد کی اولاد ثغور و اطراف میں پائی جاتی ہے۔[۳]

مُضر

اونٹوں کے لیے حدی ان ہی کی ایجاد ہے۔ بنو عدنان میں سے حجاز میں یہی سب سے بڑھ کر صاحب دولت و ثروت تھے چونکہ باپ نے تقسیم میں ام سرخ رنگ کی چیزیں (سرخ خیمہ، دینار وغیرہ) ان کی تقسیم میں دی تھیں۔
اس لیے تاریخ میں ان کا نام مضر الحمرا مشہور ہے۔ مضر دین حنیف پر تھا۔ مضر کا بیٹا الیاس تھا۔

اِلیاس

ان کی کنیت ابو عمرو تھی۔ جب یہ مر گئے تو ان کی بیوی نے اتنا غم کیا کہ پھر مدت العمر سایے میں نہ بیٹھی۔ الیاس کو بہ کسر اول بھی پڑھا گیا اور بہ [فتح] اول بھی۔ ان کا لقب کبیر قوم تھا۔ ان کی اولاد کا شجرہ یہ ہے:

---

۱ ابن سعد نے معد کے فرزند یہ بھی بتائے ہیں: قناصہ، سنام، عرب، عوف، شک، جدہ، عبید الرماح، جنید، جنادہ ۲ عمود نسب نبوی میں جو نام آتا ہے اسے سب سے پہلے لکھا گیا ہے اور شکل بنا دی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں یہی طریقہ سردار عبداللہ تک ملے گا۔ ۳ مضر اور ایاد کی والدہ سودہ بنت عک ہے اور ربیعہ و انمار کی والدہ خدالہ بنت وحلان جرہمی ہے کتاب بکر و تغلب محمد بن اسحاق مطبوعہ نخبۃ الاخبار مصر ۱۳۰۵ھ۔

الیاس

مدرکہ — طابخہ — قیس عیلان

طابخہ: اد

قیس عیلان: سعد — حفصہ

Marfat.com

عدمرو — سعد غطفان — حصفہ عکرمہ

تمیم

اولاد بنو تمیم کہلائے۔

(اس کی اولاد بنو غطفان) منصور

رائس — اشجع

(اولاد بنو اشجع کہلائی)

بعیص

ذبیان (اولاد بنو ذبیان)

فراز

(بنو فرازہ اس سے ہیں)

ہوازن (بنو ہوازن) — سلیم

بکر — ثقیف

(اس سے بنو سلیم ہیں)

(اس سے بنو ثقیف ہیں)

سعد

(اس سے بنو سعد بکر ہیں نبی ﷺ کی دایہ
حلیمہ السعدیہ کا نسب اس خاندان سے ملتا ہے۔)

مدرکہ

مدرکہ کا نام عمرو تھا اور کنیت ابو ہذیل' یہ اور ان کے بھائی جنگل میں اونٹوں کی حفاظت پر تھے۔ اونٹ بھاگ گئے۔ عمرو تعاقب میں دور تک گئے اور اونٹوں کو جالیا۔ چھوٹے بھائی نے اسی کی واپسی تک کھانا تیار کر رکھا۔ باپ نے ان کو مدرکہ اور چھوٹے کو طابخہ کا خطاب دیا۔ خطاب اصل نام پر غالب آ گیا۔ اولاد کا شجرہ یہ ہے۔

مدرکہ

خزیمہ — ہذیل (اولاد ہذلی کہلائی)

عبداللہ بن مسعود (صاحب النعلین والوسادہ رضی اللہ عنہ)
ہذلی ہیں ان کا نسب گیارہ واسطے سے ہذیل تک پہنچ جاتا ہے۔

خزیمہ

ان کی کنیت ابو الاسد تھی۔ اولاد کا شجرہ یہ ہے۔

خزیمہ

کنانہ — ہون (اولاد بنو ہون کہلائی) — اسد (اولاد بنو اسد کہلائی)

قارہ

دیش — عضل

(اولاد دیشی کہلائی) (اولاد عضلی کہلائی)

حملہ — کاہل — عمر — دودان

(اولاد حملی کہلائی) (اولاد کاہلی کہلائی) (اولاد عمروی کہلائی) (اولاد دودانی کہلائی)

ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا
دودانی تھیں۔

Marfat.com

کنانہ

ان کی کنیت ابوالنصر تھی۔
صحیح مسلم کی روایت واثلہ بن الاسقع میں ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی مِنْ وُّلْدِ اِبْرَاھِیْمَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اصْطَفٰی مِنْ وُّلْدِ اِسْمٰعِیْلَ بَنِیْ کَنَانَۃَ وَاصْطَفٰی مِنْ بَنِیْ کَنَانَۃَ قُرَیْشًا وَّاصْطَفٰی مِنْ قُرَیْشٍ بَنِیْ ھَاشِمٍ وَاصْطَفَانِیْ مِنْ بَنِیْ ھَاشِمٍ

اللہ تعالٰی نے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے اسمٰعیل علیہ السلام کو برگزیدہ کیا۔ اسمٰعیل کی اولاد میں سے بنو کنانہ کو برگزیدہ کیا۔ بنو کنانہ میں سے قریش کو برگزیدہ کیا' قریش میں سے بنو ہاشم کو برگزیدہ کیا۔ بنو ہاشم میں سے مجھے ممتاز فرمایا شجرہ اولاد یہ ہے۔

کنانہ

نضر (اولاد بنو نضر کہلائی) | مالک (اولاد بنو کنانہ کہلائی) | عبد مناۃ — خزیمہ یا مصطلق (بنو مصطلق اس کی اولاد ہے) | عمر (اولاد عمریوں کہلائی) | احابیش (الاحابیش اس کی اولاد ہے) | عامر (اولاد عامریوں کہلائی)

نضر

نضر کا نام تو قیس تھا مگر خوبی حسن و جمال کی وجہ سے عرب ان کو نضر کہتے تھے۔ ان کی کنیت ابو مخلد تھی۔

نضر
|
مالک
(بنو مالک کہلائے)

مالک بن نضر

ان کی کنیت ابوالحارث تھی۔ مالک کا سلسلہ نسل یہ ہے۔

مالک

فہر یا قریش | حرث (اولاد میطبین کہلائی)

فہر

ان کے وقت میں حسان حاکم یمن ایک فوج لے کر مکہ معظمہ پر حملہ آور ہوا تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ خانہ کعبہ کو گرا کر اس کا ملبہ یمن لے جائے

Marfat.com

اور وہاں کعبہ تعمیر کرے' فہر نے مع برادران خود فوج سے مقابلہ کیا۔ حسان کو شکست ہوئی اور گرفتار کیا گیا۔ تین سال تک قید رہا' پھر فہر نے آزاد کر دیا۔ وہ یمن کو واپس جا رہا تھا کہ راستہ میں مر گیا[1]

اس فتح سے فہر کی عظمت و شوکت کا سکہ عرب میں قائم ہو گیا تھا۔

فہر ہی کا لقب قریش ہے۔ قریش لغت حجاز میں وہیل مچھلی کو کہتے ہیں جو سمندر میں سب سے بڑا جانور ہے۔ فہر اور اولاد فہر کو اس لیے قریش کہنے لگے کہ وہ بھی عرب بھر میں جملہ قبائل سے طاقت ور اور عظیم الشان تھے۔

اشعار ذیل ملاحظہ ہوں:

و قريش التى يسكن البحر	بها سميت قريش قريشا
سلطت بالعلو فى لجة البحر	على ساكنى البحور جيوشا
ياكل الغث والسمين لايترك	فيها الذى الجناحين ريشا
هكذا فى الانام حى قريش	ياكلون الانام كشيشا

سلسلہ اولاد یہ ہے

فہر
- غالب
- محارب (اس کی اولاد بنو محارب کہلائی)

غالب

ان کی کنیت ابو تیم تھی۔ سلسلہ نسب یہ ہے:

غالب
- لوی
- تیم (ان کی اولاد بنو تیم یا بنو الادرم کہلائی)

لُوَیّ

ان کی کنیت ابو کعب تھی۔ ان کی اولاد کا شجرہ یہ ہے:

لوی
- کعب
- عوف (ان کی اولاد بنو عوف کہلائی)
- عامر (اولاد بنو عامر کہلائی)
- حرث (اولاد بنو حرث کہلائی)

کعب

کعب اپنے اسم کے موافق علو شان اور بلندی جاہ میں مسلم تھا۔ عرب میں ان کا سن پیدائش جاری ہو گیا تھا۔ یہ سنہ واقعہ فیل تک (تقریباً چار صدیوں تک) جاری رہا۔ ان کی کنیت ابو ہصیص تھی۔ اولاد کا شجرہ یہ ہے۔

Marfat.com

کعب

- مرہ
- ہصیص (اولاد بنو ہصیص کہلائی)
- سہم (اولاد بنو سہم کہلائی)
- جمح (اولاد بنو جمح کہلائی)
- عدی (اولاد بنو عدی کہلائی)
  - رزاح (عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نسب ان سے ملتا ہے)

مرّہ

ان کی کنیت ابو یقظہ ہے۔ یہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے چھٹی پشت میں دادا لگتے ہیں۔
اولاد کا شجرہ یہ ہے

مرہ

- کلاب (اولاد بنو کلاب کہلائی)
- تیم (اولاد بنو تیم کہلائی)
- مخزوم (اولاد بنو مخزوم کہلائی) خالد بن ولید سیف اللہ رضی اللہ عنہ اسی شاخ سے ملتے ہیں۔

کلاب

ان کا نام حکیم تھا اور کنیت ابو زہرہ۔ شکاری کتے بہت پال رکھے تھے۔ اس لیے کلاب لقب ہو گیا تھا۔ ایک شاعر ان کی مدح میں کہتا ہے۔

حکیم ابن مرّہ ساد الورٰی — یبذل النوال وکف الاذٰی
اباح العشیرۃ افضالہ — وجنبھا طارقات الردٰی

اولاد کا شجرہ یہ ہے

کلاب

- قصی (اولاد بنی قصی کہلائی)
  - حارث
    - عبد
    - عوف
    - عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ
    - از عشرہ مبشرہ
  - عبد مناف
- زہرہ (اولاد بنو زہری کہلائی)
  - عبد مناف
    - وہب
    - سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا
    - مادر رسول ﷺ
  - اہیب
    - ابو وقاص ملک
    - سعد رضی اللہ عنہ
    - از عشرہ مبشرہ

Marfat.com

قُصیّ

ان کا اصلی نام زید ہے۔ یہ ابھی ماں کی گود میں تھے کہ والد کا انتقال ہوگیا اور ماں نے دوسرا نکاح ربیعہ بن خرام الخدری سے کرلیا۔ اس کا قبیلہ شام کی سرحد پر سکونت پذیر تھا۔ قصی نے ماں کے پاس وہیں پرورش پائی۔ جب جوان ہوئے تو واپس مکہ آ گئے۔

زہرہ ان کے بڑے بھائی تھے' ان کی آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ قصی کی آواز کو باپ کی آواز سے مشابہ پا کر انہوں نے قصی کو اپنا بھائی تسلیم کرلیا اور جائیداد تقسیم کردی۔

ان دنوں مکہ پر بنوخزاعہ کی حکومت تھی۔ حلیل سردار مکہ نے اپنی بیٹی المسماۃ حبی' قصی سے بیاہ دی اور جہیز میں تولیت بیت اللہ کا حق بیٹی کو عطا کیا اور ابوغبشان کو بیٹی کا وکیل مقرر کردیا۔ حلیل کے مرجانے کے بعد ابوغبشان نے حق وکالت قصی کے پاس شراب کے ایک مشکیزے کے بدلے فروخت کردیا اور اس طرح قصی کا قبضہ بیت اللہ پر ہوا۔

بنوخزاعہ نے اس فروخت کو صحیح تسلیم نہ کیا اور قصی کے ساتھ جنگ چھڑ گئی۔ دونوں جانب سے لوگ ضائع ہوئے آخر یعمر بن عوف کو فریقین نے اپنا منصف مان لیا۔ یعمر نے فیصلہ کیا کہ:

۱۔ بنوخزاعہ کے جتنے آدمی مارے گئے ہیں' قصی ان سب کا خون بہا ادا کرے۔

۲۔ بنوخزاعہ شہر کی حکومت چھوڑ کر مکہ سے باہر چلے جائیں' آئندہ حکومت قصی کرے۔ اس فیصلہ پر عمل ہوا۔ شہر پر حکومت ہوجانے کے بعد قصی نے اولاد فہر کو جابجا سے طلب کیا اور مکہ میں آباد ہونے کی ترغیب دی۔ اس وقت اولاد فہر کی بارہ شاخیں ہوگئی تھیں۔ قصی کی کوشش سے وہ سب مکہ میں آ بسے اور قریش (اولاد فہر) کی عزت سارے ملک میں مسلم ہوگئی۔

قصی کو قصی اس لیے کہتے ہیں کہ وہ طفولیت میں اپنے وطن سے دور جا پڑے تھے۔ اس کو مجمع اس لیے کہتے ہیں کہ انہوں نے قبائل قریش کو پھر مکہ میں جمع اور فراہم کرلیا تھا۔ شاعر قدیم حذافہ بن غانم کا شعر ہے۔

قُصَیٌّ لعمری کان یدی مجمعًا   بہٖ جَمَعَ اللہُ الْقَبَائِلَ مِنْ فِہرٍ

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ غیر مسلم مورخ قصی کی کامیابی کو بہت بڑھا چڑھا کر بیان کیا کرتے ہیں اور لکھا کرتے ہیں کہ اسی نے حکومت کو جمہوریت کے اصول پر قائم کیا تھا۔ ان کا مطلب در پردہ یہ ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کی تعلیمات کو انہی اصول کی شرح ٹھہرائیں۔

لیکن جو شخص غور کرے گا کہ قصی نے تقسیم ترکے متعلق اپنی اولاد میں کیسے غیر منصفانہ طریق کو اختیار کیا تھا اور اپنے ایک فرزند عبدالدار کو بڑھاتے ہوئے دوسرے فرزندوں کو اس کی غلامی کیلئے چھوڑ دیا تھا اور اسی وجہ سے اس کی اولاد کے اندر وہ مشہور مخالفتیں ہوئی تھیں جو تاریخ میں مذکور ہیں تو معلوم ہوجائیگا کہ قصی ہنوز جمہوریت یا ایثار سے بہت دور تھا۔

قصی کی اولاد کا شجرہ حسب ذیل ہے

قصی

عبدمناف | عبدالدار | عبدالعزیٰ

عبدالدار: عثمان بن طلحہ کا سلسلہ نسب عبدالدار سے جا ملتا ہے اسی خاندان میں کلید کعبہ چلی آتی ہے۔ عثمان کے فرزند کا نام شیبہ تھا' اس لیے یہ لوگ بنوشیبہ کہلاتے ہیں۔

عبدالعزیٰ: اسد (ان کی اولاد اسدی کہلائی)

خویلد

Marfat.com

عوام	خدیجہ رضی اللہ عنہا	نوفل
زبیر رضی اللہ عنہ	(ام المومنین)	ورقہ
(یکے از عشرہ مبشرہ)		(مومن نبوت محمدیہ ﷺ)

تخمر، اور برہ قصی کی بیٹیاں ہیں۔ یہ سب بہن بھائی ایک ہی والدہ مسماۃ حبی کے بطن سے ہیں۔

عبد مناف

اس کا اصلی نام مغیرہ تھا، ماں نے پہلے پہل مناۃ بت پر (جسے مناف بھی کہتے ہیں) بھیجا تھا۔ اس لیے عرف عام میں عبد مناف مشہور ہو گئے۔ حسن و جمال میں ایسے فائق تھے کہ ان کا لقب قمر البطحا پڑ گیا تھا۔ اپنی سرداری کے عہد میں قریش کو خدا ترسی و حق شناسی کی نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ ایک بار ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے حضور میں کسی شاعر کے اشعار ذیل پڑھ کر سنائے تھے، ان کو سن کر حضور متبسم و مسرور ہوئے تھے۔

یاایھا الرجل المحول رحلہ — الانزلت بال عبد مناف!

ھبلتك امك لو نزلت برحلھم — منعوك من علام ومن اقراف

الخالطین غنیھم بفقیرھم — حتی یعود فقیرھم کالکاف

او گٹھڑی اٹھا کر جانے والے تو عبد مناف والوں کے ہاں کیوں نہ جا اترا۔ اگر وہاں چلا جاتا تو ناداری و تنگدستی کو دور کر دیتے وہ تو امیر و غریب سے یکساں سلوک کرتے ہیں اور فقیر کو مستغنی بنا دیتے ہیں۔

عبد مناف کی اولاد کا شجرہ

نام اہلیہ	پسران	دختران
عاتکہ الکبریٰ بنت مرہ بن ہلال	مطلب، ہاشم، عبدالشمس	غاضر، برہ، حنہ، ہالہ، قلابہ
واقدہ بنت عامر بن عبد	نوفل، ابوعمرو، ابوعبیدہ	
ثقیفہ		ریط

مطلب باپ کے پہلوٹے بیٹے تھے، ان کی اولاد مطلبی کہلاتی ہے۔ حارث بن مطلب کے تین بیٹے صحابی ہیں۔ عبیدۃ ابوالحارث جو جنگ بدر میں شہید ہوئے تھے۔ طفیل اور حصین ہر دو کی وفات ۳۲ھ میں ہوئی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جو یکے از ائمہ اربعہ ہیں، ان کا نسب نامہ مطلب سے ملتا ہے۔

ہاشم کا ذکر آگے آئے گا۔

عبدالشمس کا بیٹا امیہ ہے، جس کی اولاد بنوامیہ کہلائی۔ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اسی خاندان سے ہیں۔

نوفل، ان کی اولاد نوفلیوں کہلائی۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کا نسب ان سے ملتا ہے۔ نوفل کے قومی احسانات میں سے یہ ہے کہ اس نے ملک عراق میں کھلی تجارت کا فرمان قیصر ہرقل سے قوم کے لئے حاصل کیا تھا۔

ابوعمرو ابوعبیدہ کے حالات سے تاریخ ساکت ہے، حتیٰ کہ اکثر مورخین نے ان کے نام بھی بیان نہیں کئے۔ صحیح بخاری کی روایت عن جبیر بن مطعم میں ہے کہ نبی ﷺ نے خمس خیبر کی تقسیم فرماتے وقت سہم ذی القربیٰ میں سے بنی ہاشم اور بنو مطلب ہی کو حصہ دیا تھا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت بھی اسی کے ہم معنی ہے۔[1]

[1] کتاب الام جلد ۴ ص ۷۱ مطبوعہ الکبریٰ الامیریہ بولاق مصر و اصول کافی مطبوعہ نول کشور ۱۳۰۲ھ میں بنوعبدالمطلب کو ذوی القربیٰ تحریر کیا گیا۔

ابوداؤد ونسائی کی روایت میں ہے کہ بنونوفل اور بنوامیہ نے بھی اس حصہ میں سے ملنے کی درخواست اس بنیاد پر کی کہ جب بنومطلب کو شامل کرلیا گیا ہے تو ہم کو بھی (کہ ویسا ہی استحقاق رکھتے ہیں) شامل کیا جائے اس وقت نبی ﷺ نے فرمایا تھا۔

انما بنو هاشم و بنو المطلب شيء واحد — بنوہاشم اور بنومطلب تو ایک ہی چیز ہیں۔ پھر ایک پنجہ کی

هكذا و شبك بين اصابعه — انگلیوں کو دوسرے پنجہ میں ڈال کر فرمایا، اس طرح۔

واضح ہو کہ امرت اسلام میں تین قسم کی آمدنی تھی:[1]

اول: زکوٰۃ جن کی نسبت سورۃ توبہ آیت ۶۰ میں مدات ذیل کے آٹھ مصارف بتائے گئے ہیں۔

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنَ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ۔

دوم:- غنیمت، سورۂ انفال آیت ۴۱ میں اس کے مصارف ذیل بتائے گئے۔

وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ اس آیت میں چار حصے غانمین کو دے کر پانچویں حصہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ملکیت میں لے لیا۔ فرمایا لِلّٰهِ خُمُسَهٗ پھر اپنی ملکیت میں ان پانچوں کو حق تصرف عطا فرمایا۔ رسول (ﷺ) کا لفظ نکلا ہے ابوداؤد کی حدیث میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تقسیم خمس الخمس کا اہتمام نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد فرما دیا تھا۔ صدیق رضی اللہ عنہ اور فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں بھی یہ اہتمام حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کے سپرد رہا۔ کتاب الخراج امام ابو یوسف میں ہے۔

حدثنی محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ عن ابیه قال سمعت عليًّا رضی اللہ عنہ يقول قلت يارسول الله صلى الله عليه وسلم ان رايت ان تولني حقنا من الخمس فاقسم في حياتك كيلا ينازعنا احد بعدك فافعل نفعل قال فولانيه رسول الله صلى الله عليه وسلم فقسمته حياته ثم ولانيه ابوبكر الصديق رضی اللہ عنہ فقسمته حياته .ثم ولانية عمر رضی اللہ عنہ فقسمته حياتهٗ

ابی لیلیٰ کہتے ہیں میں نے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے خود سنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اگر حضور کی رائے ہو تو خمس میں جو حصہ ہم ذوی القربیٰ کا ہے حضور اپنی زندگی میں مجھے اس کا متولی بنا دیجئے کہ میں تقسیم کرتا ہوں تا کہ کوئی شخص حضور کے بعد اس میں نزاع نہ کرے۔ آپ نے مان لیا چنانچہ نبی ﷺ نے مجھے اس کا متولی ٹھہرایا اور میں حضور کی زندگی میں تقسیم کرتا رہا۔ پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی مجھے ہی متولی ٹھہرایا اور میں ان کے عہد میں تقسیم کرتا رہا۔ پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مجھے اس کا متولی بنایا اور میں ان کی زندگی میں تقسیم کرتا رہا۔

نبی ﷺ اپنے حصہ منجملہ غنیمت میں سے ایک سال کا کنبہ کا خرچ بہ قدر گزران رکھ لیتے اور باقی مصالح المسلمین کے لئے عطا فرمایا کرتے تھے۔

ذی القربیٰ کا حصہ بوجہ قرابت تھا (نہ بوجہ غربت) اس لئے امیر اور غریب سب کو یکساں تقسیم کیا جاتا تھا۔ باقی تین حصص یتامیٰ، مساکین، ابن السبیل کے تھے۔ یہ حصص جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرما دیئے تھے، ان میں ایک کا حصہ دوسرے کو نہیں دیا تھا۔

---

[1] چونکہ حقوق ذوی القربیٰ کے مستحق وغیر مستحق کی بحث اور تفریق اولاد عبد مناف سے پائی جاتی ہے۔ اس لئے اس کی بحث اسی مقام پر موزوں ہے۔ ۱۲ محدثین نے شی کو سی پڑھا جس کے معنی مساوی ہونے کے ہیں۔ ۱۲ ہاشم اور عبدالشمس میں بھی جھگڑے ہوئے۔ نوفل اور عبدالمطلب میں ابھی جھگڑے ہوئے مگر ہاشم اور مطلب میں کبھی کوئی جھگڑا نہ ہوا۔ مطلب سب سے بڑا تھا۔ ہاشم اس سے چھوٹا۔ عبدالمطلب کی تربیت مطلب نے کی تھی۔ جب شعب ابی طالب میں نبی ﷺ محصور ہوئے تب بھی مطلبی ساتھ تھے۔

Marfat.com

سوم: فَے ۔ فے کی تعریف قرآن مجید کی سورۂ حشر آیت ۶ میں ہے اور اسی سورہ کی آیت ۷ میں اس کی تقسیم بھی بیان فرمادی گئی ہے۔ فے کی تعریف میں فرمایا۔

فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَیْهِ مِنْ خَیْلٍ وَّلَا رِکَابٍ وَّلٰکِنَّ اللّٰهَ یُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ ۔

وہ علاقہ جس پر کوئی فوجی سوار یا شتر سوار نہ گیا ہو، بلکہ خدا تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو جس پر چاہا تسلط دے دیا ہو۔

تقسیم فے

سورۂ حشر آیت ۷ میں فرمایا۔

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۔

جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان بستی والوں سے فے میں دیا۔ وہ اللہ کا اور رسول اللہ ﷺ کا اور قرابت والوں کا اور یتیموں کا اور مسکینوں اور مسافروں کا ہے۔

پھر اس تقسیم کے متعلق یہ اصول بیان فرمایا ہے:

کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَةًۢ بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ ۔

کہ اغنیاء کے اندر متداول نہ ہوگا۔

صدقات کو آٹھ مساوی مدات پر تقسیم فرمایا گیا۔ ان آٹھ میں دو (مساکین وابن السبیل) تو ایسے ہیں جو غنیمت اور فے میں بھی حصہ دار ہیں۔ باقی چھ وہ ہیں، جن کا حصہ صدقات ہی میں ہے، غنیمت و فے میں نہیں، وہ چھ یہ ہیں: فقراء، تحصیل داران صدقات، تالیف قلوب کے مستحقین، آزادی غلاماں، ادائے قرض مدیوناں، فی سبیل اللہ دیگر امور۔

غنیمت کو پہلی دو قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اول لشکر کو ۵/۴ کل غنیمت سے دیا۔ دوسرا حصہ جو ۵/۱ تھا۔ اسے اللہ تعالیٰ نے اول اپنی ملک بنایا اور پھر اس کو پانچ پر مساوی تقسیم فرمایا۔ ان پانچ میں مساکین وابن السبیل تو مشترک ہیں جو صدقات میں بھی تھے۔ باقی تین سہام یہ ہیں۔ (رسول ﷺ، اقرباء رسول ﷺ، یتامیٰ)

فَے کو اول خدا تعالیٰ نے اپنی ملکیت بنایا اور پھر اس کی تقسیم مدات مساوی پر فرمائی۔ ان میں پانچ تو وہی ہیں جو آیت غنیمت میں ۵/۱ سہم کی تقسیم میں حصہ دار تھے۔ باقی تین جن کے سہام اس میں ہیں وہ یہ ہیں۔ فقراء، مہاجرین فقرائے انصار اور ان کے بعد آنے والی نسلیں۔

فے میں بہ مقابلہ غنیمت یہ شرط بھی زیادہ ہے کہ وہ اغنیاء کو نہ ملے گا۔ کَیْ لَایَکُوْنَ دَوْلَةًۢ بَیْنَ الْاَغْنِیَاءِ مِنْکُمْ (۵۹:۷)

یاد رکھنا چاہئے:

کہ اسلامی فرقوں میں وراثت رسول ﷺ کی بابت جو اختلافات ہیں وہ فے ہی کے متعلق ہیں، خدا کرے کہ قرآن مجید کا تدبر اس باہمی اختلاف کے رفع کا سبب بن جائے۔

صحیح بخاری کی حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ تقسیم فے کا اہتمام حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ وحضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمادیا تھا جیسا کہ خمس الخمس کی تقسیم کا اہتمام عہد نبوی ﷺ وصدیقی رضی اللہ عنہ وفاروقی رضی اللہ عنہ میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی کے متعلق رہا تھا۔

ہاشم

ان کا نام عمرو ہے اور عمرو العلاء کے لقب سے مشہور تھے۔ مطلب اور نوفل اور عبدشمس ان کے بھائی تھے اپنے باپ عبد مناف کے بعد ہاشم قوم

Marfat.com

کے سردار ہوئے۔ ان کے برادرزادہ امیہ بن عبدشمس نے ان کی سرداری کے تسلیم کرنے سے انکار کیا۔ عسقلان کا ایک کاہن منصف ٹھہرایا گیا۔ اس نے ہاشم کے حق میں فیصلہ دیا۔

ہاشم لقب پڑنے کی وجہ یہ ہوئی کہ انہوں نے ایک بار سنا کہ مکہ میں آٹا کمیاب ہو رہا ہے اس وقت یہ مال تجارت لے کر شام گئے ہوئے تھے۔ شام سے لوٹتے ہوئے سب اونٹوں پر روٹیاں اور آٹا لادلائے اور مکہ پہنچ کر دعوت عام کردی۔ گوشت اور شوربے میں روٹیاں توڑ کر ڈال دی گئیں۔ ہشم ٹکڑے ٹکڑے کرنے کو کہتے ہیں اس سے ہاشم نام ہوا۔ اس وقت کے بعد ہر سال موسم حج میں وہ زائرین کعبہ کو عام دعوت دیا کرتے اور یہی کھانا جسے لغت عرب میں ثرید بھی کہتے ہیں، کھلایا کرتے تھے۔ سردار ہاشم کی زیرکی وحزم کا اس واقعہ سے پتہ لگتا ہے کہ انہوں نے قیصر سے یہ فرمان حاصل کرلیا تھا کہ قریش کا مال تجارت ملک شام میں بغیر کسی ٹیکس کے داخل ہوتا رہے۔ (طبقات ابن سعد ج ا ص ۴۵)

امیہ کو اپنے چچا ہاشم سے جو اختلاف شروع میں ہوگیا تھا وہ آئندہ نسلوں میں بھی منتقل ہوا۔ ہاشم اور مطلب کی اولاد ایک جانب اور نوفل اور عبدشمس کی اولاد ایک جانب رہا کرتی۔ بیسیوں واقعات ان ہر دو کی منافرت اور عداوت کے مشہور ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے وجود باجود کی یہ برکت تھی کہ نسلوں کی عداوتیں جاتی رہی تھیں اور کُنْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا کا مصداق سب پر صحیح عائد ہوگیا تھا۔ حضور ﷺ کے بعد ۱۳۳ھ تک بنوامیہ اور بنوعباس میں محاذے ہوتے رہے۔ ہاشم کی اولاد کا نقشہ درج ذیل ہے۔

ہاشم کی اولاد کا نقشہ

نام اہلیہ	پسران	دختران
سلمٰی بنت عمرو بن زید بخاری	شیبہ یعنی عبدالمطلب	رقیہ، بچپن میں فوت ہوئی
ہند بنت عمرو بن ثعلبہ الخزرجی	ابا صیفی	......
قیلہ الملقب بہ جزو بنت عامر بن مالک بن جزعہ	اسد	......
امیمہ بنت عدی بن عبداللہ بن دینار (من قضاعہ)	نضلہ	شفاء
واقدہ بنت ابی عدی (از بنومازن)	......	صعیفہ - خالدہ
عدی بنت حبیب (از بنوثقیف)	......	حنہ

تاریخ میں ابا صیفی اسد اور نضلہ کے حالات کم ملتے ہیں۔ بنوخزاعہ کے معاہدہ یا عبدالمطلب کے تذکرہ میں اس قدر پایا جاتا ہے کہ نضلہ کا فرزند ارقم اور ابی صیفی کے فرزندان ضحاک اور عمرو بھی چچا کے ساتھ اس معاہدہ میں شریک تھے۔ رقیہ بنت ابی صیفی بن ہاشم کے اشعار نبی ﷺ کی مدح میں ہیں۔

مَنًّا من اللّٰہ بالمیمون طائرہ　　وخیر من بشرّت بہ مُضَرُ
مبارك الامر یُسْتَسْقَی الغمام بہ　　ما فی الانام لہ عدلٌ ولاخطرُ

عبدالمطلب

ان کا نام عامر اور لقب شیبہ ہے۔ شیبہ کا ترجمہ زال یا بوڑھا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ لقب صرف تفاول کے لئے تھا کہ عمر دراز پائی اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ جب پیدا ہوئے تو اس وقت ان کی چندیا میں چند بال سفید موجود تھے۔

Marfat.com

جب ان کے والد ''ہاشم'' کا انتقال ہوا یہ اپنے ننھیال (یثرب) میں تھے۔ ان کا چچا مطلب ان کو یثرب سے جا کر لے آیا اور بیٹوں سے بڑھ کر ناز ونعم سے ان کی پرورش وتربیت کی۔ اس احسان مندی کی قبولیت واظہار میں یہ بھی تمام عمر ''عبدالمطلب'' مطلب کا غلام کہلاتے رہے۔ اصلی نام اور لقب پر یہ آخری لقب اس قدر غالب آ گیا تھا کہ عبدالمطلب ہی اصلی نام سمجھا جاتا ہے۔ ان کو شیبۃ الحمد اور فیاض اور معطم طیر السماء بھی کہا کرتے تھے۔ نیز سید قریش کے نام سے عام طور پر ملک میں نامزد تھے۔ قریش میں سے بھی کوئی شخص ان کے اس خطاب کا منکر نہ تھا۔ نبی ﷺ کا اسم مبارک ''محمد'' (ﷺ) ان ہی نے تجویز کیا تھا اور حضور کی تربیت تا ہشت سال کا شرف بھی ان ہی کو حاصل ہوا ان ہی کی سرداری کے عہد میں واقعہ فیل کا ظہور ہوا تھا۔ (رحمۃ اللعالمین جلد اوّل)

عبدالمطلب کی عام نصیحت یہ ہوتی تھی۔ ''ظلم وبغاوت نہ کرو اور مکارم الاخلاق حاصل کرو۔'' عبدالمطلب کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ چاہ زم زم جسے عمرو بن حرث جرہمی نے بند کر دیا تھا اور امتداد زمانہ سے کسی کو یاد بھی نہ رہا تھا کہ یہ کنواں کہاں تھا، عبدالمطلب ہی نے نکالا۔ کہتے ہیں کہ عبدالمطلب تین شب متواتر یہ خواب دیکھتے رہے کہ کنواں نکالو، پھر خواب ہی میں ان کو چاہ زم زم کی جگہ بھی دکھائی گئی۔ عبدالمطلب اور ان کے فرزند اکبر ''حارث'' نے اس کی جگہ کو کھودا۔ تین دن کی کھدائی کے بعد ان کو بنو جرہم کی مدفونہ اشیاء ملنے لگیں۔ تلواریں، زرہیں شاخہائے آہو وغیرہ قریش کے لوگ اب تک تو عبدالمطلب کے فعل کو لغو ہی سمجھتے تھے، لیکن مدفونہ اشیاء کی برآمدگی نے ان کو بھی یاد کرا دیا اور تب وہ درخواست کرنے لگے کہ اس شرف میں ان کو بھی شامل کر لیا جائے مگر عبدالمطلب نے کسی کو اپنے ساتھ شامل کرنا پسند نہ کیا۔

یہ چشمہ جس سے اب لاکھوں زوار اور صادر و وارد سیراب ہو رہے ہیں اور جسے اللہ تعاظم وتعالیٰ نے سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کے لئے ظاہر فرمایا تھا۔ عبدالمطلب کی بھی یادگار ہے۔

اللہ تعالیٰ نے عبدالمطلب کو کثیر الاولاد کیا تھا۔ ذیل میں ان کی اولاد کے ناموں کو تحریر کیا جاتا ہے۔

نقشہ اولاد عبدالمطلب بن ہاشم

نام اہلیہ	بیٹے	بیٹیاں
۱۔ صفیہ بنت جنیدب بن حجیر بن زباب بن سواۃ بن عامر بن صعصعہ از نسل نضر دیکھو نمبر ۱۳ شجرہ نسب نبوی	حارث	......
۲۔ فاطمہ بنت عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ دیکھو نمبر ۷ شجرہ نبوی	زبیر۔ ابو طالب۔ عبدالکعبہ عبداللہ	ام حکیم، بیضاء، امیمہ، اروی، برہ، عاتکہ۔
۳۔ لبنیٰ بنت ہاجرہ (از بطن خزاعہ)	ابولہب (عبدالعزیٰ)	
۴۔ ہالہ[1] بنت وہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب دیکھو نمبر ۶ شجرہ نسب	مقوم۔ حجل مغیرہ۔ حمزہ	صفیہ جس کا بیٹا زبیر بن عوام (از عشرہ مبشرہ) رضی اللہ عنہ
۵۔ نتیلہ بنت خباب بن کلیب (از نسل ربیعہ بن نزار) دیکھو نمبر ۹ (شجرہ نسب)	ضرار۔ قثم عباس	

[1] ہالہ کی ماں کا نام عبلہ بنت مطلب ہے۔

Marfat.com

۶-منعمۃ بنت عمرو بن مالک (از بطن خزاعہ)	غیداق-مصعب	
میزان ازواج:-۶	پسران ۱۵	دختران:۷

مندرجہ بالا نقشے سے معلوم ہوتا ہے کہ عبدالمطلب ۱۵ بیٹوں اور ۷ بیٹیوں کا والد تھا، مگر بعض مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ غیداق وہی ہے جس کا نام حجل ہے اور عبدالکعبہ وہی ہے جس کا نام مقوّم ہے اور قثم کوئی بھی نہ تھا اندریں صورت عبدالمطلب کے نرینہ فرزندوں کی تعداد بارہ ہوئی اور آنحضرت ﷺ کے چچا گیارہ ہوئے۔ زیادہ صحیح یہی ہے کہ ابنائے عبدالمطلب ۱۲ تھے۔ ان میں سے ہم کو دس کے حالات ملے ہیں اور سات کے حالات کا اسلامی تاریخ سے بھی تعلق ہے۔ آٹھویں ضرار، اقتیات قریش میں سے تھے اور جود و جمال میں مشہور- آغاز بعثت ہی میں انتقال کیا۔ اولاد نہ تھی۔

۹-مقوم اولاد صلبی تھی، مگر نسل جاری نہ ہوئی۔ ہند بنت المقوم کے پسر عبدالرحمٰن بن ابی عمرو کا ذکر علامہ ذہبی نے کیا ہے۔

۱۰-حجل کے فرزند قسرہ کے اشعار طبقات الکبیر میں موجود ہیں، جس میں اس نے اپنے دوازدہ اعمام کے نام شمار کیے ہیں۔ غیداق ۱۱ قثم ۱۲-عبدالکعبہ کے حالات سے کتب تواریخ خاموش ہیں۔ ممکن ہے کہ مقوم ہی کا نام عبدالکعبہ ہو۔

عبدالمطلب نے ۸۲ سال کی عمر پائی۔ ان کا سال ولادت ۴۹۷ء اور سال وفات ۵۷۹ء اندازہ کیا گیا ہے۔ (تاریخ العرب فرنچ پروفیسر سیڈیو)

چونکہ عبدالمطلب کی اولاد آنحضرت ﷺ کے اعمام وعمات ہیں، اس لئے ان کے مختصر حالات مع ان کی اولاد کے (جہاں تک کہ عہد نبوی سے ان کا قریبی تعلق ہے) تحریر کیے جاتے ہیں تاکہ ناظرین عزیز و اقارب نبوی ﷺ کے احوال سے بے خبر نہ رہیں۔

حارث عمّ النّبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

عبدالمطلب کے سب سے بڑے بیٹے ہیں، ان ہی کے نام پر عبدالمطلب کی کنیت ابوالحارث تھی۔ یہ اپنے والد کی حیات ہی میں مر گئے تھے۔ مگر ان کے چار فرزند نوفل وعبداللہ، ربیعہ وابوسفیان مغیرہ جو نبی ﷺ کے چچازاد بھائی ہیں، مسلمان ہوئے۔ ہر ایک کا مختصر حال درج کیا جاتا ہے۔ (طبقات ابن سعد)

(الف) نوفل بن حارث رضی اللہ عنہ

جنگ بدر میں کفار کی جانب تھے، پھر جنگ خندق یا فتح مکہ میں مسلمان ہوئے۔ جنگ حنین میں تین ہزار نیزے نبی ﷺ کی خدمت میں اعانت لشکر اسلام کے لئے پیش کئے تھے۔ اس وقت یہ ہاشمی مسلمانوں میں سب سے زیادہ عمر کے تھے ۲۵ھ میں مدینہ میں وفات پائی۔
(الاستیعاب ص ۲۳)

ان کے تینوں فرزند مغیرہ، عبداللہ، حارث بھی صحابی ہیں۔

مغیرہ بن نوفل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں قاضی مدینہ تھے۔ ابن ملجم شقی نے جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا تو خود بھاگ چلا تھا، مغیرہ ہی نے اسے گرفتار کیا تھا اور سیدہ امامہ بنت زینب بنت رسول ﷺ کا نکاح بھی بعد انتقال حضرت علی رضی اللہ عنہ ان ہی کے ساتھ حسب وصیت مرتضوی رضی اللہ عنہ ہوا تھا، جن سے یحییٰ بن مغیرہ پیدا ہوئے تھے۔

عبداللہ بن نوفل کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حاکم کوفہ کیا تھا، ان کا چہرہ کسی قدر نبی ﷺ سے مشابہت رکھتا تھا۔

حارث بن نوفل کو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حاکم مکہ کر دیا تھا۔ آخر میں یہ بصرہ جا رہے تھے۔ یزید پلید کے بعد اہل بصرہ ان کو امیر بنانا چاہتے تھے ۶۳ھ میں انتقال ہوا۔ ان کا فرزند عبداللہ المعروف بَبّہ بھی صحابی ہے۔

Marfat.com

(ب) عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ

حیات نبوی ﷺ میں انتقال فرمایا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو خطاب ''سعید'' سے مشرف فرمایا تھا۔

(ج) ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہ

ابواروی کنیت تھی۔ ان ہی کا نام نبی ﷺ نے فتح مکہ کے خطبہ میں لیا تھا اور فرمایا تھا۔ وَاِنَّ اَوَّلَ دَمٍ اَضَعُهُ دَمُ ابْنِ رَبِيْعَةَ بْنِ الْحَارِثِ ''پہلا مطالبہ خون کا جسے میں ملیامیٹ کرتا ہوں، وہ ربیعہ بن الحارث کا مطالبہ ہے۔'' اس کی شرح یہ ہے کہ ربیعہ کا ایک فرزند شیر خوار دشمنوں نے مار ڈالا تھا۔ نبی ﷺ نے پچھلے جھگڑوں کا خاتمہ کرنے کے لئے اس مطالبہ کو ملیامیٹ کر دیا اور اس کا خون بہا نہ دلایا۔ ان کا انتقال ۲۳ھ میں ہوا۔

ان کے دو فرزند عبدالمطلب اور مطلب بھی صحابی ہیں۔

عبدالمطلب نے دمشق میں بعہد حکومت یزید وفات پائی۔

مطلب حیات نبوی ﷺ میں بالغ نہ ہوئے تھے۔

(د) ابوسفیان مغیرہ بن الحارث رضی اللہ عنہ

یہ آنحضرت ﷺ کے برادر رضاعی بھی ہیں کیونکہ انہوں نے بھی حلیمہ السعدیہ کا دودھ پیا تھا۔ عرب کے مشہور شعراء وصحابہ میں سے ہیں۔

ابتدائے اسلام میں نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کے مخالف بنے رہے، مگر فتح مکہ سے چند یوم پیشتر جذبہ توفیق ربانی سے خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے۔

جنگ حنین میں جو صحابہ ثابت قدم رہے تھے، ان میں ابوسفیان کو بھی امتیاز حاصل ہے۔ یہ تو رکاب نبوی ﷺ سے علیحدہ ہی نہیں ہوئے تھے۔

وفات حسرت آیات نبوی ﷺ کے بعد اشعار میں اکثر درد دل کا اظہار کیا کرتے تھے۔

اَرِقْتُ فَبَاتَ لَيْلِيْ لَا يَزُوْلُ ! وَلَيْلُ اَخِي الْمُصِيْبَةِ فِيْهِ طُوْلُ
میں جاگ رہا ہوں اور رات ختم ہی ہونے میں نہیں آتی ہاں! مصیبت زدہ کی رات لمبی ہی ہوا کرتی ہے

فَاَسْعَدُ فِي الْبُكَاءِ وَذَاكَ فِيْ مَا اُصِيْبَ الْمُسْلِمُوْنَ بِهِ قَلِيْلُ
میں بے اختیار رو رہا ہوں اور یہ تو اس مصیبت کے مقابلہ میں جو مسلمانوں پر آئی بہت ہی کم ہے

لَقَدْ عَظُمَتْ مُصِيْبَتُنَا وَجَلَّتْ عَشِيَّةَ قِيْلَ قَدْ قُبِضَ الرَّسُوْلُ
اس روز ہماری مصیبتوں کی کچھ انتہا نہ رہ گئی جب لوگ یہ کہنے لگے کہ رسول اللہ بلائے گئے

وَضَعَتْ اَرْضُنَا مِمَّا عَرَاهَا تَكَادُ بِنَا جَوَانِبُهَا تَمِيْلُ
معلوم ہوتا ہے کہ زمین پر بھونچال آگیا اور زمین دھنس جائے گی

فَقَدْنَا الْوَحْيَ وَالتَّنْزِيْلَ فِيْنَا يَرُوْحُ بِهِ وَيَغْدُوْ جِبْرِيْلُ
جس وحی کو لے کر صبح وشام جبریل علیہ السلام ہم میں آیا کرتے تھے آج ہم اس سے محروم ہو بیٹھے !!

وَذَاكَ اَحَقُّ مَا سَالَتْ عَلَيْهِ نُفُوْسُ النَّاسِ اَوْ كَادَتْ يَسِيْلُ
یہ وہ مصیبت ہے کہ لوگوں کا مر جانا یا قریب مرگ ہو جانا بالکل ٹھیک ہے

Marfat.com

نَبِیٌّ کَانَ یَجْلُوْا الشَّکَّ عَنَّا	بِمَا اُوْحِیَ عَلَیْہِ وَمَا یَقُوْلُ
نبی ﷺ اس شان کے تھے کہ دل سے شک کو صاف کردیتے	تھے کبھی بذریعہ کلام وحی اور کبھی بذریعہ ارشادات خود
وَیَھْدِیْنَا فَلَا نَخْشٰی ضَلَالاً	عَلَیْنَا وَالرَّسُوْلُ لَنَا دَلِیْلُ
وہ ہماری رہنمائی فرمایا کرتے اور ہم کو کبھی بھی بھٹک جانے کا ڈر	نہ ہوتا کیونکہ ہم جانتے تھے کہ اللہ کا رسول ہمارا راہنما ہے
اَفَاطِمَہ اِنْ جَزَعْتِ فَذَاکَ عُذْرٌ	وَاِنْ لَّمْ تَجْزِعِیْ ذَاکَ السَّبِیْلُ
اے فاطمہ رضی اللہ عنہا! اگر تو روئے گی تو ہم تجھے معذور سمجھیں گے	اور اگر تو صبر کرے گی تو بہتر ہے کیونکہ یہی بہتر طریق ہے
فَقَبْرُ اَبِیْکِ سَیِّدُ کُلِّ قَبْرٍ	وَفِیْہِ سَیِّدُالنَّاسِ رَسُوْلُ
تیرے باپ ﷺ کی قبر ہر ایک قبر کی سید ہے	اور اس قبر میں نوع انسان کا سردار خدا کا رسول ﷺ آسودہ ہے

نبی ﷺ کو بھی ان سے بہت محبت تھی۔ایک حدیث میں ہے۔

ابوسفیان بن الحارث من شباب اهل الجنة — ابوسفیان بہشتی جوانوں میں سے ہے۔

یاسید فتیان اهل الجنة — یا بہادران بہشتی کا سردار ہے۔

ایک حدیث میں ہے۔

اَبُوْسُفْیَانَ خَیْرُ اَھْلِیْ — ابوسفیان میرے اہل میں اچھا ہے۔

یَامِنْ خَیْرِ اَھْلِیْ — یا میرے اچھے اہل میں سے ہے۔

علماء کا قول ہے کہ کُلُّ الصَّیْدِ فِیْ جَوْفِ الْفَرَاءِ کی مثل بھی نبی ﷺ نے ان کی شان میں فرمائی تھی ۲۰ھ میں وفات پائی۔

ان کے فرزند عبداللہ اور جعفر رضی اللہ عنہما دونوں صحابی ہیں۔جعفر بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ غزوۂ حنین میں بھی شامل تھے اور عہد سلطنت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں وفات پائی۔

ابوطالب عم النبی ﷺ

ان کا اصلی نام عبد مناف ہے،مگر کنیت نام پر غالب آ گئی تھی۔

ان کو نبی ﷺ کے ساتھ کمال محبت تھی اور تادم زیست (۱۰ نبوت) یہ آنحضرت ﷺ کے ناصر وفدائی رہے۔

ان کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں اور باستثناء طالب صحابی ہیں۔طالب باپ کے بعد اور قبل از ایمان مرگیا تھا۔اس کی جائے وفات کا بھی پتہ نہیں لگا۔ (صحیح بخاری بروایت ترمذی ہے کہ ابوطالب کا ورثہ طالب اور عقیل نے سنبھالا تھا باب غزوۃ الفتح)

(الف) عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

طالب سے دس برس چھوٹے اور جعفر سے دس برس بڑے تھے۔جنگ بدر میں دشمنوں کی جانب تھے اور اسیر ہوئے تھے۔صلح حدیبیہ سے پیشتر اسلام لائے اور غزوہ موتہ میں شریک ہوئے۔

عقیل واقعات اور انساب عرب کے بڑے واقف تھے۔اس علم میں ان کو امتیاز خاص حاصل تھا۔ابویزید کنیت تھی۔نبی ﷺ نے ان سے فرمایا تھا۔

یَا اَبَا یَزِیْدِ اِنِّیْ اُحِبُّکَ حُبَّیْنِ حُبًّا لِقَرَابَتِکَ وَحُبًّا لِمَا کُنْتُ اَعْلَمُ مِنْ حُبِّ عَمِّیْ اِیَّاکَ — اے ابویزید! میں تم سے دوگونہ محبت رکھتا ہوں۔ایک تو محبت قرابت۔دوم اس لئے کہ مجھے علم ہے کہ میرے چچا کو تم سے محبت تھی۔

Marfat.com

ان کا انتقال سلطنت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں ہوا تھا۔ مسلم بن عقیل جو امام حسین علیہ السلام کے نائب ہو کر کوفہ گئے تھے اور بروز پنجشنبہ ۳ ذی الحجہ ۵۹ھ کو شہید ہوئے ان ہی کے فرزند ہیں۔ عقیل کے دو فرزند محمد و عبدالرحمٰن ایک پوتا عبداللہ بن مسلم بھی کربلا میں شہید ہوئے تھے۔

اولاد عقیل ابن ابی طالب

عقیل رضی اللہ عنہ

- احمد
- سعید
- محمد
- مسلم (شہید در کوفہ)
  - عبداللہ (شہید در کربلا)
  - عبدالرحمٰن (شہید در کربلا)
  - قاسم (شہید در کربلا)
- عبداللہ
  - محمد
  - عون
- عبدالرحمٰن (شہید در کربلا)
- محمد (شہید در کربلا) انکے گھر میں زینب الصغریٰ بنت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھیں
  - ابو محمد عبداللہ بن محمد، امام ترمذی ان سے روایت کرتے ہیں ابن حجر نے ۱۴۰ھ کے بعد ان کی وفات تحریر کی ہے۔ ان کی والدہ رقیہ بنت علی مرتضیٰ ہیں
    - قاسم الجری
      - عبدالرحمٰن
      - عقیل
    - علی
    - طاہر
    - ابراہیم
    - عقیل
    - محمد بن ابو محمد عبداللہ (محدث ثقہ) ان کی والدہ حمیدہ ہے جو مسلم بن عقیل کی بیٹی اور ام کلثوم بنت علی کے بطن سے تھی۔
      - قاسم
      - احمد
      - عبداللہ
      - مسلم

محمد المرفوع ان کی اولاد طبرستان میں بنو المرفوع مشہور ہے۔

محمد الانصاریہ۔ بڑی نسل ہے۔

(ب) جعفر (طیار) بن ابو طالب رضی اللہ عنہ

علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی ان سے دس سال بڑے قدیم الاسلام تھے۔ اول ہجرت حبشہ کی اور وہاں جملہ مہاجرین حبشہ کے سردار رہے۔ اس ملک میں ان کے ہاتھ پر خوب اشاعت اسلام ہوئی ۷ھ میں حبش سے مدینہ تشریف لائے۔ نبی ﷺ غزوہ خیبر کو تشریف لے گئے تھے۔ حضرت جعفر بھی خیبر ہی میں جا ملے۔ نبی ﷺ نے فرمایا، میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھے خیبر کی خوشی زیادہ ہے یا قدوم جعفر کی۔ (صحیح بخاری باب غزوہ موتہ بروایت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ)

۸ھ میں جنگ موتہ میں شہید ہوئے۔ تلوار اور نیزے کے نوے سے زیادہ زخم ان کے سامنے کی جانب موجود تھے۔ دونوں بازو جڑ سے کٹ گئے تھے۔

نبی ﷺ نے ان کی منقبت میں فرمایا۔

اَشْبَهْتَ خَلْقِي وَخُلُقِي — جعفر تم صورت اور سیرت میں مجھ سے مشابہت رکھتے ہو۔

عمر مبارک بوقت شہادت ۴۱ سال کی تھی۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مسکین کے حق میں جعفر طیار سب سے بہتر ہے وہ اہل صفہ کی خبر رکھا کرتے تھے اور انہیں کھلایا کرتے تھے جو کچھ بھی ان کے گھر میں ہوتا۔ کبھی کبھی وہ ہمارے پاس عکہ ہی لے آتے جس میں اور کچھ نہ ہوتا، ہم اس میں سے علق کر جاتے۔ (صحیح بخاری باب مناقب جعفر)

Marfat.com

الف:۔عبداللہ یہ پہلے مولود ہیں جو مسلمانوں کے گھر حبش میں پیدا ہوئے۔ کثرت سخاوکرم سے ان کا لقب بحرالجود تھا۔ عبادت گزار بھی حد درجہ کے تھے ۸۰ھ میں بہ عمر ۹۰ سال مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی دختر سیدہ زینب کبریٰ ان ہی کے گھر میں تھیں۔ عدی بن عبداللہ بن جعفر کربلا میں شہید ہوئے۔ ابن نہشل تیمی نے ان کو شہید کیا تھا۔

اولاد جعفر کا شجرۂ نسب یہ ہے

ابوجعفر عبداللہ الجواد ، عون ، محمد الاکبر ، محمد الاصغر ، حمید ، حسین ، عبداللہ الاصغر

عون: مساور

محمد الاصغر: ان کے نکاح میں ام کلثوم بنت زینب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھیں۔

عبداللہ قاسم

معاویہ
عبداللہ
۱۲۵ھ میں دعویٰ
خلافت کیا ۱۲۹ھ
میں اسیر ہوئے ۱۳۳ھ
میں وفات پائی نسل
آئندہ نہیں چلی۔

علی الزینبی
ان کی والدہ
سیدہ زینب
دختر علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ
ہیں

اسحٰق العریفی

اسماعیل زاہد
المتوفی ۱۴۵ھ
ابن ماجہ میں ان
سے روایت
ہے

محمد
(شہید کربلا)
ان کی والدہ
خوصا بنت
حفصہ ہیں۔

عدی
(شہید کربلا)

عون (شہید کربلا) ان
کی والدہ جمانہ بنت
مسیب (از بنی فرازہ)
ہیں۔)

محمد الادریس الرئیس
ابراہیم
جعفر السید
نسل کثیر باقی ہے اور بنو جعفر کہلاتے ہیں۔

اسحاق الاشرف
نسل کثیر باقی ہے

محمد
نسل گم

جعفر
نسل گم

قاسم
ان کی والدہ بنت القاسم
بن محمد بن ابوبکر ہیں قاسم
اور امام جعفر صادق خالہ
زاد بھائی ہیں۔

(ج) سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

اس امام ہادیٔ انام ابوالائمۃ العظام کے محاسن وفضائل کے لئے دفتر درکار ہیں۔

حضرت ابن عباس اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہما کا مذہب ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بعد سب سے پہلے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ایمان لائے تھے۔ اس وقت عمر مبارک ۸ سال کی تھی۔

حضور ﷺ کے شاندار کارنامے شب ہجرت، بدر، احد، خندق، صلح حدیبیہ، خیبر وحنین کے واقعات میں نہایت مشہور ہیں۔ شجاعت اور فصل قضایا میں بین الاماثل ممتاز تھے۔ سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء علیہا السلام کے زوج اور حسن وحسین علیہما السلام کے والد بزرگوار تھے۔ ابوالحسن کنیت فرماتے تھے اور ابوتراب کنیت پر جو عطیہ نبی ﷺ ہے۔ نہایت شاداں ہوتے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ماہ ذی الحجہ ۳۵ھ خلیفہ ہوئے اور جمعہ ۱۷ رمضان المبارک ۴۰ھ کو اشقی الناس ابن ملجم کے ہاتھ سے کوفہ میں زخمی ہو کر واصل بحق ہوئے۔

امام حسن علیہ السلام وامام حسین علیہ السلام کے علاوہ (دیگر ازواج سے) ان کے سولہ فرزند تھے۔

زخم کہ جس پر شہادت ہوئی' کثیر بن عمرو السکونی نے جو شاہان ایران کا طبیب خاص رہ چکا تھا' نے بتایا کہ زخم ام دماغ تک پہنچ گیا ہے اور اب

Marfat.com

صحت محال ہے۔

بکر بن حماد القاہری نے ہائلہ شہادت پر اشعار کہے ہیں:

حضرت علی وجعفر وعقیل رضی اللہ عنہم کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہے جو اسلام لا کر ہجرت سے مشرف ہوئیں۔ مدینہ منورہ میں انتقال کیا۔

نبی ﷺ نے ان کے کفن میں اپنا کرتا عطا فرمایا اور جب ان کو لحد میں اتارا گیا تو آں حضرت ﷺ بھی لحد میں ان کے ساتھ لیٹ گئے فرمایا: میں نے قمیص اس لیے دیا کہ اللہ تعالیٰ انکو حلہ جنت پہنائے اور ساتھ اس لیے لیٹا کہ قبر کی وحشت جاتی رہے۔

نبی ﷺ ان کے حق میں فرمایا کرتے کہ ابو طالب کے بعد ان سے بڑھ کر میرے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا اور کوئی نہ تھا۔

حضرت علی مرتضیٰ کی اولاد کے متعلق مورخین نے چند اقوال نقل کیے ہیں۔

۱۔ ۱۸ بیٹے اور ۱۸ بیٹیاں تھیں۔

۲۔ ۱۹ بیٹے تھے جن میں چھ والد کے سامنے گزر گئے تھے باقی ۱۳ میں سے چھ کربلا میں شہید ہوئے تھے۔ دنیا میں اس وقت صرف ۵ بیٹوں امام حسن[۱] امام حسین[۲] محمد حنیفہ[۳] عباس[۴] عمر[۵] (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) اطراف کی نسل موجود ہے۔ (عمدۃ المطالب فی نسل ابی طالب)

۳۔ ذیل میں ایک نقشہ مع اسمائے زوجات درج کیا جاتا ہے۔

نام اہلیہ	بیٹے	بیٹیاں
۱۔ سیدۃ النساء العالمین فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا	حسن وحسین، محسن	زینب۔ کلثوم
۲۔ ام البنین بنت حرام بن خالد (از بنی ہوازن)	عمر، عباس، جعفر، عبید اللہ، عثمان	
۳۔ لیلیٰ بنت مسعود (از بنی تمیم)	عبید اللہ۔ ابو بکر	
۴۔ اسما بنت الخثعمیہ	عون۔ یحییٰ	
۵۔ امامہ بنت ابو العاص (از بطن سیدہ زینب)	محمد۔ اوسط	
۶۔ خولہ بنت جعفر بن قیس	محمد بن حنیفہ یا محمد (اکبر)	
۷۔ ام سعید بنت عروہ بن مسعود ثقفی		ام الحسن، رملۃ الکبریٰ
۸۔ ام حبیبہ بنت ربیعۃ الثعلبہ	عمر	رقیہ
۹۔ محیاۃ بنت امراء القیس الکلبی		حارثہ

دختران جواری: ام ہانی، میمونہ، زینب الصغریٰ، رملہ الصغریٰ، فاطمہ، امامہ، خدیجہ، ام الکرام، ام سلمہ، جمانہ، نفیسہ، ام جعفر

سیدہ فاطمہ علیہا السلام کی اولاد کا ذکر اہل بیت نبوی ﷺ میں کیا گیا ہے۔ اولاد علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ذکر اس جگہ کیا جاتا ہے۔

عباس بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما

میدان کربلا میں علمبردار امام ہمام تھے۔ ان کا خطاب سقائے اہل بیت بھی ہے۔ ۳۴ سال کی عمر میں شہید ہوئے تھے۔

اولاد یہ ہے:

Marfat.com

عباس علمبردار
عبداللہ
حسن

عبیداللہ (قاضی الحرمین)	عباس الفصیح	حمزۃ الاکبر	ابراہیم حروقہ	فضل
عبداللہ ہارون: اولاد بنو ہارون کے نام سے مشہور اور دمیاط میں پائی جاتی ہے۔ داؤد الاکبر: ان کی اولاد بنو ہدہد کے نام سے مشہور اور یمن میں پائی جاتی ہے	شاعر اور ہارون رشید کا مقرب تھا چار بیٹوں سے نسل جاری ہے بعض نساب کہتے ہیں کہ صرف عبیداللہ ابن عباس الفصیح کی نسل سمرقند میں رہ گئی ہے۔	ابوالقاسم کنیت اس کا چہرہ حضرت علی سے مشابہ تھا مامون نے اسے لاکھ روپیہ دیا علی محمد نسل جاری ہے	حسن محمد علی جعفر فضل	ادیب وفقیہہ و امام تھے (ہر سہ کی اولاد مصر میں ہے) عباس الاکبر محمد محمد ابوفضل شاعر چاروں فرزندوں سے نسل جاری ہے

عمر (اطراف) بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما

عباس علمبردار کے برادر حقیقی ہیں۔ اختلاف یہ ہے کہ ان میں سے بڑا کون تھا۔ ۷۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔
بعض کا بیان ہے کہ مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف سے مختار ثقفی کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ ان کی نسل کا سلسلہ یہ ہے۔

عمر (اطراف)

محمد

- عبداللہ: احمد، محمد، عیسیٰ المبارک، عیسیٰ، صالح
  - محمد ← قاسم ملقب ملک طالقان
  - سب کی نسل جاری ہے اور قاسم بن محمد کی نسل ملتان میں پائی جاتی ہے جہاں انہوں نے حکومت بھی کی ہے
- عبیداللہ
- عمر (ہر سہ از بطن خدیجہ بنت امام زین العابدین)
  - طیب ← علی: بغداد اور نواحی میں نسل موجود ہے
- جعفر (از بطن ام ولد)
  - ابومحمد اسماعیل: ان کی نسل کثیر بلخ و خراسان میں ہے
  - ابوالحسن ابراہیم

حضرت عباس علمدار کے باقی تین بھائی جعفر، عبیداللہ، عثمان کربلا میں شہید ہوئے تھے۔

ابوالقاسم محمد بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما

ان کی والدہ خولہ ملقب حنفیہ قبیلہ حنفیہ بن لجیم سے ہیں۔ اس قبیلہ نے عہد صدیقی میں ارتداد کیا تھا۔ یہ جنگ میں اسیر ہو کر آئیں اور علی مرتضیٰ

Marfat.com

رضی اللہ عنہ کو ملیں۔ محمد بن علی ۲۱ھ خلافت فاروقی میں پیدا ہوئے اور یکم محرم ۸۱ھ کو انتقال فرمایا۔ ان کے زہد و ریاضت اور زور وقوت کی حکایات بہت سی مشہور ہیں۔ لشکر مرتضیٰ کے علمبردار یہی ہوا کرتے تھے۔ کسی نے ان سے کہا کہ کیا وجہ ہے کہ تمہارے والد حسن وحسین کو جنگ میں نہیں بھیجتے اور تم کو ہر ایک سخت کام پر مامور کرتے ہیں۔ فرمایا وہ علی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں ہیں اور میں علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہوں۔ شیعہ کے ایک فرقہ کا اعتقاد ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد امامت ان کو ملی۔ ایک شاخ کا اعتقاد ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے بعد امامت ان کو ملی پھر ہر دو کا اتفاق ہے کہ آئندہ امامت ان ہی کی نسل میں جاری ہوئی۔ مختار ثقفی جس نے قاتلانِ حسین رضی اللہ عنہ سے سخت انتقام لیے اپنے آپ کو انہی کا مختار بتایا کرتا تھا۔ ابن الحنفیہ کے غلام کا نام کیسان ہے وہ بھی ایک فرقہ کا امام ہے کیسانیہ کا اعتقاد ہے کہ محمد بن علی مرتضیٰ کوہ رضوی پر رہتے ہیں شیر و پلنگ ان کے پہرہ دار ہیں۔ شہد اور پانی کے چشمے ان کے متصل جوش زن ہیں۔ قرب قیامت میں مہدی کے لقب سے وہی ظہور پذیر ہوں گے۔

ابن الحنفیہ بن علی مرتضیٰ کی اولاد کی تعداد ۲۴ ہے جن میں سے ۱۴ نرینہ فرزند تھے تین سے نسل جاری ہے۔ اولاد کا شجرہ یہ ہے

محمد بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ (حنفیہ)

ابو ہاشم	جعفر	علی نسل کثیر موجود ہے:
↓ عبداللہ (بزرگ تابعین سے ہیں)	یوم الحرہ کو شہید ہوئے تھے ان کی اولاد کثیر موجود ہے	ابو محمد حسن ان کو کیسانیہ امام تسلیم کرتا ہے

محمد بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ (اوسط)

ان کی والدہ سیدہ امامہ بنت سیدہ زینب بنت النبی ﷺ ہیں۔ کربلا میں ایک شخص قبیلہ بنی ابان بن دارم کے تیر سے شہید ہوئے سلسلہ نسب گم ہے۔

ابوبکر بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

ان کی والدہ لیلیٰ بنت مسعود ہیں۔ جنگ کربلا میں شہید ہوئے۔ بعض نے ان کی شہادت میں اختلاف بھی کیا ہے۔ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دیگر فرزندوں عبداللہ وعون ویحییٰ وعمر (فرزند حبیبہ) کے حالات نہیں ملے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد کو علوی بھی کہتے ہیں۔

ام ہانی رضی اللہ عنہا دختر ابی طالب

یہ حضرت علی مرتضیٰ کی حقیقی بہن ہیں۔ ابو طالب کی سب اولاد طالب عقیل جعفر علی ہند جمانہ ایک ہی والدہ فاطمہ اسدیہ سے ہیں۔

ام ہانی کا نام ہند تھا۔ بعض نے فاختہ بھی لکھا ہے۔ ان کا نکاح ہبیرہ بن ابی وہب بن عمرو بن عایذ بن عمران بن مخزوم سے ہوا تھا۔ ام ہانی کے بطن سے ہانی عمر و یوسف اور جعدہ دختر پیدا ہوئے تھے۔ ام ہانی عام الفتح کو اسلام لائی تھیں۔ ہبیرہ نجران کو بھاگ گیا تھا اس کی واپسی نجران اور قبولیت اسلام کی کوئی روایت نہیں ملی۔ ہبیرہ نے اپنے فرار کے متعلق مندرجہ ذیل اشعار مکہ میں لکھ کر بھیجے تھے۔

لعمرك ما وليت ظهري محمدًا ... واصحابه جبنا ولا خيفة القتل

ولكنني قلبت امري فلم اجد ... لسيفي غناء ان ضربت ولا نبل

وقفت فلما خفت ضيعة موقفي ... رجعت لعود كالهزبر الى الشبل

Marfat.com

ترجمہ:۔ سچ سمجھو تو میں نے محمد ﷺ اور اصحاب محمد ﷺ کے سامنے سے بوجہ نامردی یا خوف قتل پیٹھ نہیں دی بلکہ میں نے دیکھا کہ میرا کام الٹ گیا اور میری تلوار' میرا نیزہ اب کچھ کام نہیں بنا سکتے' پہلے تو میں ٹھہرا' لیکن جب دیکھا کہ موقف بھی نکل رہا ہے' تب لوٹ کر چلا آیا جیسا کہ شیر اپنے بچوں کی طرف واپس آیا کرتا ہے۔

جمانہ رضی اللہ عنہا دختر ابی طالب

اولاد ابی طالب میں جمانہ کا نام ملتا ہے' مگر ان کے حالات سے کوئی آگاہی نہیں ملتی۔ ابن اسحاق امام اہل السیر نے لکھا ہے کہ نبی ﷺ نے پیداوار خیبر میں سے تیس وسق خرما جمانہ دختر ابی طالب کے لیے مقرر فرمائے تھے۔

اس فقرہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ دختر اسلام سے مشرف تھیں اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ فتح خیبر تک وہ حیات تھیں۔

حمزہ رضی اللہ عنہ عم النبی ﷺ

امیر المومنین اور اسد اللہ ورسولہ ان کے خطاب ہیں ۶ نبوت میں اسلام لائے اور پھر ہمیشہ ناصر اسلام رہے۔ یہ نبی ﷺ کے برادر رضاعی بھی تھے۔ یعنی ہر دو نے ثویبہ کا دودھ پیا تھا۔ ابو عمارہ ابو یعلیٰ کنیت فرمایا کرتے تھے۔ جنگ بدر میں نہایت شجاعت اور مردانگی کے کرشمے دکھائے اور جنگ احد میں دشمنوں کے بڑے بڑے بہادروں کو خاک میں ملا کر وحشی کے ہاتھ سے جس نے پتھر کے پیچھے چھپ کر بزدلانہ حملہ کیا تھا۔ شہید ہوئے نبی ﷺ نے سید الشہداء کا خطاب عطا فرمایا۔ ان کی لاش پر کھڑے ہو کر نبی ﷺ نے فرمایا تھا۔

رحمك الله ای عمّ فلقد کنت	چچا' خدا تم پر رحم کرے' تم قرابت کا حق خوب ادا کرنے
وصولاً للرحم فعولا للخیرات	والے اور بکثرت نیکی کرنے والے تھے۔

دشمنوں نے ان کا جگر نکالا' کان کاٹے' چہرہ بگاڑا' پیٹ چاک کر ڈالا' نبی ﷺ لاش کی حالت دیکھ کر اس قدر غمزدہ اور اندوہگین ہوئے تھے کہ اتنا رنج آپ نے کبھی بھی نہ فرمایا تھا۔

ان کے دو فرزند تھے' عمارہ اور یعلیٰ۔ عمارہ کا فرزند حمزہ ہوا اور یعلیٰ کے پانچ فرزند ہوئے' مگر پھر ان کی نسل آگے نہ چلی۔ دو لڑکیاں تھیں۔ ام الفضل اور امامہ۔ ام الفضل دختر حمزہ سے ایک حدیث عبداللہ بن شداد نے روایت کی ہے' وہ فرماتی ہیں۔ ہمارا ایک آزاد کردہ غلام مر گیا تھا۔ اس کے ایک بیٹی ایک بہن تھی۔ نبی ﷺ نے دونوں کو نصفا نصف ورثہ دلایا تھا۔

امامہ وہی ہے جن کے حق حضانت کی بابت حضرت زید اور جعفر طیار اور علی مرتضیٰ نے نبی ﷺ کے حضور میں اپنے اپنے دلائل پیش کیے تھے۔

حضرت زید کہتے تھے' حمزہ مواخات میں میرے بھائی تھے' اس لیے لڑکی پرورش کے لیے مجھے ملنی چاہیے۔ حضرت علی کہتے تھے لڑکی میرے چچا کی لڑکی ہے اور اس نے مکہ سے مدینہ تک ہودج فاطمہ رضی اللہ عنہا میں سفر کیا ہے۔

حضرت جعفر طیار کہتے تھے کہ لڑکی میرے چچا کی لڑکی ہے اور اس کی خالہ میری بیوی ہے۔

نبی ﷺ نے حضرت جعفر کے حق میں فیصلہ فرمایا تھا۔ یہ واقعہ ۶ھ کا ہے اور صحاح میں تفصیل سے مذکور ہے۔ امامہ کا نکاح ام المومنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے فرزند سلمہ کے ساتھ ہوا تھا۔

Marfat.com

ابولہب بن عبدالمطلب

نبی ﷺ سے توحید کی وجہ سے عداوت رکھتا تھا۔ جب نبی ﷺ بازاروں میں وعظ فرمایا کرتے تب ابولہب قریب ہی کھڑے ہو کر چلایا کرتا' لوگو! اس کی نہ سنو دیوانہ ہے۔

ابولہب جنگ بدر سے آٹھ دن بعد طاعون سے ہلاک ہوا۔ تین دن تک اس کا جثہ سڑتا رہا۔ لیکن جب سڑاندھ سے سارا محلّہ تکلیف پانے لگا تب اس کے اقارب نے اس کی لاش کو لمبی لمبی بلیوں سے چارپائی سے نیچے گرادیا اور دیوار کے اوپر چڑھ کر اتنے پتھر اس ناپاک جثہ پر پھینکے کہ وہ پتھروں کے ڈھیر میں چھپ گیا۔ اَلنَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ دونوں کا لقمہ ایک ہی وقت میں نار کول گیا۔

اس کے چار بیٹے تھے' دو بحالت کفر بری طرح تباہ ہوئے اور دو عقبہ اور معقب رضی اللہ تعالیٰ عنہما عام الفتح کو مسلمان ہو کر جنگ حنین میں ہمرکاب نبوی ﷺ حاضر ہوئے۔ اس جنگ میں معقب کی ایک آنکھ بھی جاتی رہی تھی۔ دونوں بھائی مکہ ہی میں رہے۔

درہ رضی اللہ عنہا بنت ابی لہب بھی مسلمان ہوئی۔ یہ حارث بن نوفل بن حارث عبدالمطلب کے نکاح میں آئی۔

عتبہ اور ولید اور ابو مسلم درہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم ہی کے بطن سے ہیں۔ درہ نے حدیث رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے۔

انہ سُئِل اَیُّ النَّاس خیر فقال اتقاھم اللہ و اَمَرُھُمْ بالمعروف و اَنْھَا ھم عَنِ المنکر و اوصلھم لرحمہٖ لوگوں میں بہتر کون ہے؟ نبی ﷺ نے اس سوال کے جواب میں فرمایا وہ جسے خدا کا تقویٰ زیادہ ہو' جو لوگوں کو نیک کاموں کا حکم کرتا' برے کاموں سے روکتا اور قرابت مندوں سے سلوک کرتا ہے

یہ حدیث بھی درہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت ابی لہب سے مروی ہے۔

لا یؤذی حیّ بمیّت کسی مردہ کے افعال کے سبب زندہ کو اذیت نہ دی جائے۔

عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب عمّ النبی ﷺ

نبی ﷺ سے عمر میں دو سال بڑے تھے۔ ان کی والدہ کا نام نتیلہ بنت خباب تھا۔ یہ پہلی عربی خاتون تھیں جنہوں نے بیت الحرام کو حریر اور دیباج کا لباس پہنایا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ جاہلیت میں بھی رئیس قریش تھے۔ عمارۃ المسجد الحرام اور سقایہ ان ہی سے متعلق تھی۔ سقایہ کے معنی تو مشہور ہی ہیں (پیاؤ لگوانا) مگر عمارت کا مطلب یہ ہے کہ بیت الاحرام کے اندر کسی شخص کو بری گفتار نہ ہونے دینا اور کوئی شخص خانہ کعبہ کے اندر بیہودہ بات زبان پر نہ لا سکتا تھا۔ (الاستیعاب)

جنگ بدر میں یہ قریش کی جانب تھے اور پکڑے گئے تھے' ان کی مشک بندی زور سے کردی گئی تھی' جس کی تکلیف سے وہ ہائے پکارتے رہے۔ یہ آواز نبی ﷺ کے سمع مبارک تک آتی تھی اور آپ ادھر سے ادھر کروٹیں بدلتے تھے۔ کسی نے عرض کیا کہ حضور ﷺ آرام کیوں نہیں فرماتے۔ فرمایا عباس رضی اللہ عنہ کے کراہنے سے مجھے نیند نہیں آتی۔ تھوڑی دیر ہو چکی تو یہ آواز حضور ﷺ نے نہ سنی' فرمایا عباس رضی اللہ عنہ کا کیا حال ہے۔ اس نے عرض کیا کہ میں نے ان کی مشک بندی کھول دی ہے۔ فرمایا جاؤ سب اسیروں کے ساتھ یہی برتاؤ کرو۔

حجاج بن علاط کی حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام تھے' لیکن انہوں نے اپنا اسلام چھپا رکھا تھا اور حکم نبوی ﷺ سے مکہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ اخبار کفار حضور ﷺ تک پہنچایا کرتے اور غریب مسلمانان مکہ کی امداد فرمایا کرتے۔ اظہار اسلام کے بعد حنین' طائف اور تبوک کے غزواۃ میں شامل ہوئے۔

Marfat.com

اظہار اسلام سے پیشتر بیعت عقبہ ثانیہ میں نبی ﷺ کی معیت میں حاضر تھے۔ بدر میں عقیل اور نوفل برادر زادوں اور حارث برادر خود کا فدیہ انہوں نے خود ادا کیا تھا۔ جنگ حنین میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ برابر ملتزم رکاب نبوی ﷺ رہے۔

اسلام کے بعد نبی ﷺ ان کی نہایت حرمت و عزت فرمایا کرتے اور ارشاد فرماتے۔

(یہ میرے چچا ہیں اور میرے باپ کے برابر ہیں)

حضرت عباس جواد و مطعم' اہل قرابت سے سلوک کرنے والے' صاحب رائے وتدبیر اور صاحب دعائے مستجاب تھے۔

انہوں نے ۱۲ رجب (یا رمضان) ۳۲ھ میں بعمر ۸۸ سال وفات پائی' حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ ادا کی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

ان کے فرزند یہ ہیں۔

فضل ۱ عبداللہ ۲ عبیداللہ ۳ معبد ۴ قثم ۵ عبدالرحمٰن ۶ (ام حبیبؓ دختر) یہ سب تو ام الفضل کے بطن سے ہیں اور عون ۸ بن عباس ایک دوسری ماں سے اور تمام ۹ وکثیر ۱۰ ایک اور ماں سے اور حارث ۱۱ ایک اور ماں سے ہیں۔

ا۔ فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سب سے بڑے ہیں۔ باپ کی کنیت ابوالفضل اور ان کی ماں (لبابۃ الصغریٰ) کی کنیت ام الفضل انہی کے نام پر ہے۔ یہ غزوہ حنین میں شریک اور حجۃ الوداع میں حاضر ہوئے اور غسل نبوی ﷺ میں شامل تھے اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر پانی ڈالتے تھے۔

خلافت صدیقی ۱۳ھ یا فاروقی ۱۸ھ میں شہید ہوئے۔ ایک لڑکی ام کلثوم باقی چھوڑی۔ اس کا نکاح اول امام حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ پھر ابوموسیٰ اشعری کے ساتھ ہوا تھا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان سے روایت کی ہے۔

۲۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حضرت عباس کے فرزندوں میں سب سے زیادہ مشہور خیر امت اور مربی امت کے لقب سے ملقب ہیں۔ ۶۸ھ میں ستر سال کی عمر میں طائف میں وفات پائی۔

نبی ﷺ نے فرمایا تھا۔ اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ وَ تَأْوِيْلَ الْقُرْاٰن ایک حدیث میں الفاظ دعائے نبوی ﷺ یہ ہیں: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ فِيْهِ وَانْشُرْ مِنْهُ وَاجْعَلْهُ مِنْ عِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ۔

مسروق کہتے ہیں ابن عباس کو دیکھ کر میں کہتا تھا کہ یہ سب سے زیادہ حسین ہیں' گفتگو سن کر یقین ہوتا تھا کہ یہ سب سے زیادہ فصیح ہیں اور ان کی روایات سن کر معلوم ہوتا تھا کہ یہ سب سے بڑھ کر عالم ہیں۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کو حاکم بصرہ مقرر کیا تھا جنگ جمل وصفین و نہروان میں یہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مع اپنے فرزندان حسن وحسین اور محمد کے حاضر رہے تھے۔ آخر عمر میں ان کی آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ اس پر ان کے اشعار ہیں:

اِنْ یَاخُذِ اللہُ مِنْ عَیْنَیَّ نُوْرَھُمَا ... فَفِیْ لِسَانِیْ وَ قَلْبِیْ مِنْھُمَا نُوْرٌ

قلبی زکی و عقلی غیر ذی دخل ... وفی فمی صارم کالسیف ماثور

علوم وشعر وانساب اور ایام عرب اور وقائع عرب اور علم حدیث وفقہ وتفسیر میں امام تھے۔ خلفاء عباسیہ انہی کی اولاد ہیں۔ ابن عباس نے ڈیڑھ ہزار سے کچھ زائد احادیث کی روایت کی ہے۔ (کتاب الفصل جلد ۱۴ ابن حزم ص ۱۳۸) خلفائے بغداد جن کی حکومت ۱۳۲ھ سے ۶۵۰ھ تک رہی۔ انہی کی نسل سے تھے۔ عالی جناب والا دودمان نواب صاحب بہاولپور اسی شاخ عالی سے ہیں۔

۳۔ عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ' یہ اپنے بھائی عبداللہ سے ایک سال چھوٹے تھے۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے عہد خلافت میں حاکم یمن بنایا تھا اور ۳۶ھ و ۳۷ھ میں یعنی دو سال تک حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حکم سے امیر الحاج بھی بنے رہے۔ ۵۸ھ میں وفات پائی۔ اجود الناس مشہور تھے۔

Marfat.com

۴۔معبد، عہد نبوی میں پیدا ہوئے اور ۳۵ھ میں بعہد خلافت عثمان غنی ملک افریقہ میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے ان سے کوئی حدیث مروی نہیں۔

۵۔قثم بن عباس، عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں (عبیداللہ) اور قثم کھیل رہے تھے، نبی ﷺ وہاں سے گزرے مجھے آگے اور قثم کو اپنے پیچھے سوار کرلیا اور ہمارے لیے دعا بھی فرمائی۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے عہد خلافت میں حاکم مکہ کر دیا تھا اور شہادت مرتضوی تک یہ اسی جگہ مامور رہے۔قثم، سعید بن عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ سمرقند کے جہاد کو گئے تھے، وہیں شہید ہوئے۔

ایک شاعر ان کی مدح میں لکھتا ہے:

کم صارخ بك مكروب و صارخة ۔۔۔ يدعوك ياقثم الخيرات يا قثم

بہت سے مصیبت زدہ مرد اور عورتیں ۔۔۔ قثم سخی قثم کو پکارا کرتے ہیں۔

سب سے آخر میں نبی ﷺ سے یہی الگ ہوئے تھے، یعنی لحد مبارک میں حضور ﷺ کو لٹانے کے بعد سب سے آخر میں یہی باہر نکلے تھے۔

۶۔کثیر، وفات نبوی سے چند ماہ پیشتر ۱۰ھ میں پیدا ہوئے تھے۔فقیہ ذکی و فاضل تھے، ان کی ماں رومیہ (رلور پین) تھی۔

۷۔تمام کثیر کے مادر زاد بھائی، اولاد عباس رضی اللہ عنہ میں سب سے چھوٹے ہیں، بڑے بہادر حملہ آور تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے حاکم مدینہ بھی رہے، ان کی اولاد باقی ہے۔

۸۔عبدالرحمٰن، عہد نبوی میں پیدا ہوئے اور اپنے بھائی معبد کے ساتھ افریقہ میں شہید ہوئے۔

۹۔ام حبیب، دختر عباس رضی اللہ عنہ کا نکاح اسود بن سفیان عبدالاسد مخزومی سے ہوا تھا۔سفیان ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا حقیقی برادر ہے۔

زبیر رضی اللہ عنہ عم النبی ﷺ

آں حضرت ﷺ ۳۴ سال کے تھے، جب ان کا انتقال ہوا۔(انسان العیون جلد اول ص ۱۳۵) حلف الفضول کے قیام میں انہوں نے بہت سعی کی تھی، اس سے ان کی نیکی اور رحم دلی کا حال معلوم ہوتا ہے۔زبیر رضی اللہ عنہ شاعر فصیح البیان تھے۔اپنے والد کے وصی تھے۔ان کا ایک فرزند عبداللہ رضی اللہ عنہ اور دو لڑکیاں صباعہ رضی اللہ عنہا اور ام حکیم رضی اللہ عنہا صحابی ہیں۔(الاستیعاب)

عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ ابن عم النبی ﷺ

جنگ اجنادین میں جو بعہد خلافت صدیق رضی اللہ عنہ ہوئی۔شہید ہوئے تھے۔ان کی لاش کے گرد دشمنوں کی لاشوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا، جس سے واضح تھا کہ کیسی شجاعت کے بعد انہوں نے جان بجاں آفریں دی تھی۔نبی ﷺ ان کو (ابن عمی و حبی) میرے چچا کا بیٹا اور میرا پیارا فرمایا کرتے تھے۔

عمات النبی ﷺ

ام حکیم عبداللہ و ابوطالب و زبیر کی حقیقی بہن ہیں۔

ان کا نکاح کرز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس بن مناف سے ہوا تھا۔ان کے فرزند کا نام عامر تھا۔جو فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے تھے۔

Marfat.com

ان کا بیٹا عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عامر بھی صحابی ہے۔ جسے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے والی خراسان بنایا تھا۔

ام حکیم کی دختر اروی ہیں جو عثمان رضی اللہ عنہ ذوالنورین کی والدہ ہیں۔ (زرقانی والاستیعاب)

امیمہ عمۃ النبی ﷺ

ان کا نکاح جحش بن رباب سے ہوا تھا۔ ام المومنین زینب اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اور حمنہ دختر ان اور عبداللہ رضی اللہ عنہ بن جحش ان کے پسر ہیں۔

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اہلیہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ہیں۔

حمنہ کا پہلا نکاح مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سے، دوسرا نکاح حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بن عبداللہ سے ہوا' اس نکاح سے محمد اور عمران دو فرزند ہوئے' جو اپنی ماں سے روایت کرتے ہیں۔

عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ یوم احد کو شہید ہوئے اور اپنے ماموں حمزہ کے ساتھ مدفون ہوئے۔

عاتکہ عمۃ النبی ﷺ

انہوں نے جنگ بدر سے چند یوم پہلے ایک خواب دیکھا تھا' کافروں نے یہ خواب سنا تو خوب ہنسی اڑائی کہ اب تو ہاشم کی لڑکیاں بھی نبوت کرنے لگیں' لیکن نتیجہ وہی نکلا جیسا کہ خواب میں ان کو دکھایا گیا تھا۔ خواب یہ تھا کہ ایک سوار ہے اس نے کوہ ابوقبیس سے ایک پتھر اٹھایا ہے اور رکن کعبہ پر کھینچ مارا ہے۔ اس پتھر کے ذرّہ ذرّہ ریزے ہو گئے۔ ہر ایک ریزہ قریش کے ہر ایک گھر میں جا پہنچا۔ البتہ بنوزہرہ بچے رہے۔ (الاستیعاب ص ۷۲۳ بنوزہرہ جنگ بدر میں شامل نہ ہوئے تھے) عاتکہ بمعنی طاہرہ ہے۔

صفیہ رضی اللہ عنہا عمّۃ النبی ﷺ

امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن ہیں:

ان کا پہلا نکاح حارث بن حرب بن امیہ سے ہوا تھا وہ مر گیا تو نکاح ثانی عوام بن خویلد بن اسد سے ہوا۔ عوام حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے برادر حقیقی تھے۔ اس نکاح سے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ یعنی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے اور نبی ﷺ کے پھپھیرے بھائی ہیں۔

سائب بن العوام بھی ان کے فرزند ہیں' جو غزوات بدر و خندق میں اور جنگ یمامہ میں نبرد آزما ہوئے تھے۔ صفیہ' حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما کی حقیقی بہن ہیں۔ انہوں نے جنگ خندق میں ایک یہودی کو قتل بھی کیا تھا۔ نبی ﷺ نے ان کو مال غنیمت میں سے حصہ عطا فرمایا تھا۔

انہوں نے اپنی قوت ایمانیہ کے کمال کا ثبوت جنگ احد میں دیا تھا۔ حمزہ رضی اللہ عنہ جیسے بھائی کو خاک و خون میں دیکھا۔ ان کی لاش کو بے حرمت شدہ پایا۔ پھر بھی نہ روئیں' نہ چلائیں' بلکہ دعا کر کے چلی آئیں۔

برّہ عمّۃ النبی ﷺ

ان کا نکاح عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمرو بن مخزوم القرشی سے ہوا تھا' ابوسلمہ عبداللہ ان ہی کے فرزند ہیں' جو ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر اول ہیں۔ ابوسلمہ کا شمار اسلام میں داخل ہونے والوں میں گیارھواں ہے۔ ابوسلمہ کا حال ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے احوال میں ہے۔

Marfat.com

اروی عمۃ النبی ﷺ

نبی ﷺ کے والد کی حقیقی بہن رضی اللہ عنہا ہیں۔ ابن سعد اور ابن القیم نے ان کے اسلام کی تصدیق کی ہے اور واقدی نے روایت کیا ہے کہ جب ان کے فرزند طلیب رضی اللہ عنہ نے ماں کو اپنے اسلام کی خبر سنائی تو اروی خاتون نے کہا:

ان احق من ازرت و عضدت ابن خالك لو كنا نقدر على مايقدر عليه الرّجال لمنعناه و ذبينا ه عنه .

تیرے لیے تیرے ماموں کا بیٹا سب سے بڑھ کر خدمت اور مدد کا حق دار ہے بخدا اگر ہم عورتوں کو مردوں جیسی طاقت ہوتی تو ہم اس کا بچاؤ کیا کرتیں اور اس کے دشمنوں کا جواب دیا کرتیں۔

اروی نے نبی ﷺ کی وفات پر مندرجہ ذیل اشعار کہے تھے۔

اَلَایَا رسول الله كنت رجائنا و كنت بنا برّا ولم تك جافيا

كانّ على قلبي لِذِكر محمّد وما جمعت من النبي المحاديا

(سیرت مولوی کرامت دہلوی)

اروی کا نکاح عمیر بن وہیب بن عبد بن قصی سے ہوا تھا۔ ان کے فرزند حضرت طلیب قدیم الاسلام تھے' ان کا شمار مہاجرین اول میں ہوتا ہے۔ انہوں نے اول ہجرت حبشہ کی اور پھر ہجرت مدینہ' بعض کے نزدیک حضرت طلیب رضی اللہ عنہ' پہلے شخص تھے جنہوں نے راہ خدا میں خون بہایا (بعض کے نزدیک حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہیں) جنگ بدر میں حاضر ہوئے۔ واقعہ اجنادین میں شہید ہوئے' اولاد نہیں چھوڑی۔

حضرت عبداللہ والد النبی ﷺ

باپ کے لاڈلے فرزند تھے۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے منت مانی تھی کہ اگر خدا تعالیٰ اسے دس فرزند عطا فرمائے گا تو وہ ایک کو تقرب الٰہی کے لیے ذبح کرے گا۔

جب عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے گھر دس فرزند پیدا ہو چکے' تب انہوں نے اپنی منت کو پورا کرنے کا ارادہ کیا۔ قرعہ ڈالا گیا تو عبداللہ کے نام کا قرعہ نکلا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے باپ کی خوشنودی اور مرضاۃ الٰہی کے لیے قربان ہونا منظور کر لیا لیکن ابوطالب نے اپنے برادر شفیق کے لیے مزاحمت کی اور اشعار ذیل میں اپنا مدعا باپ سے بیان کیا۔

كلا و رب البيت ذى الانصاب ما ذبح عبدالله بالتلعاب

يا شيب ان الريح ذو عقاب ان لناجره فى الخطاب

احوال صدق كا سود الغاب

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ننھیال بھی اس مزاحمت میں شریک ہو گئے' مغیرہ بن عبداللہ عمرو بن مخزوم نے کہا:

يَاعَجَبًا مِنْ فِعْلِ عبدالمطلب و ذبحه ابناً كتمثال الذّهب

كَلَّا و بيت الله مستور الحجب ما ذبح عبدالله فينا باللعب

آخر فیصلہ ہوا کہ ایک مشہور کاہنہ جو کچھ کہہ دے' اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ کاہنہ نے کہا کہ قرعہ اونٹوں پر ڈالنا چاہیے اور جب عبداللہ رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر اونٹوں کا قرعہ نکلے اتنے اونٹ قربانی کر دینے چاہئیں۔

Marfat.com

قرعہ کا آغاز دس اونٹوں سے کیا گیا' پھر بیس' تیس' چالیس' پچاس' ساٹھ' ستر' اسی' نوے تک بڑھاتے گئے' ہر دفعہ عبداللہ کا نام نکلا' لیکن جب اونٹوں کی تعداد ایک سو کر دی گئی' تب قرعہ اونٹوں کا نکل آیا اور عبدالمطلب نے بیٹے کے فدیہ اور اپنی منت کے بدلے میں سو اونٹ قربان کر دیئے۔

اس میں شک نہیں کہ انسانی قربانی ایک وحشیانہ رسم ہے' لیکن یہ رسم اس زمانہ تک ہر ایک ملک میں پائی جاتی تھی اور ہند' یونان' مصر و ایران' چین اور افریقہ کے ممالک میں برابر جاری تھی۔

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے اس فعل میں اگر کوئی ندرت ہے تو یہ ہے کہ اس نے یہ منت خالص خدائے پاک کے لیے مانی تھی۔ کسی دیوتا یا بت کے لیے نہیں جیسا کہ اس رسم کے پابند لوگ کلیتاً غیر اللہ ہی کے لیے کیا کرتے ہیں ممکن ہے کہ سردار عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے دل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اتباع کا شوق پیدا ہو' اور اس شوق میں مامور وغیرہ مامور کے فرق کو نہ سمجھ کر انہوں نے یہ باور کر لیا ہو کہ ہر ایک باپ کو قربانی فرزند کا حق حاصل ہے۔

اللہ عزوجل نے احسان فرمایا کہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو بھی ایفائے نذر سے سرخرو کیا اور حضرت عبداللہ کو بھی بچایا۔

اس واقعہ سے پیشتر عرب میں انسانی دیت (خون بہا) کے لیے دس اونٹ مقرر تھے' لیکن اس واقعہ کے بعد دیت کی مقدار عام طور پر سو اونٹ ہوگئی' گویا حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے خلوص اور سردار حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی اطاعت پدری کا یہ نتیجہ نکلا کہ سارے ملک میں انسان کی قدر و قیمت بڑھ گئی اور یہ ظاہر ہے کہ دیت کی مقدار میں وہ چند ترقی ہو جانے سے واردات قتل کے شمار میں ضرور نمایاں کمی ہوگئی ہوگی اور اس طرح یہ واقعہ تمام ملک اور بنی نوع انسان کے لیے یمن و برکت کا موجب بن گیا۔

بے شک جس گرامی سردار کے فرزند کو رحمۃ للعالمین بننا تھا' اس کے آبائے کرام کا بھی بنی نوع انسان کے لیے ایسا ہی محسن ہونا ضروری تھا۔

سردار حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی عفت نفس کا ایک واقعہ ابونعیم وخرابطی وابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ فاطمہ بنت مرالخشعیمہ نے ان سے اظہار محبت کیا اور اپنی جانب متوجہ کرنے کے لئے سو اونٹوں کا عطیہ بھی ان کو دینا چاہا' لیکن انہوں نے اس درخواست کے جواب میں یہ قطعہ پڑھ کر سنایا:

امـا الـحـرام فـالـمـمـات دونـه   وَالـحِـلُّ لا حـل فـاستبينـه

فـكيف الـى الا الـذى تبـغـيـنـه   يـحـمـى الكريم عرضـه و ديـنـه

سردار حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا نکاح سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سے ہوا تھا، اس نکاح کے بعد وہ ملک شام کو تجارت کے لئے چلے گئے تھے اور واپسی کے وقت مدینے میں اس لئے ٹھہرے تھے کہ اپنے باپ کے حکم کے موافق وہاں سے کھجوروں کا سودا کریں، وہیں بیمار ہوئے اور عالم آخرت کو سدھار گئے۔

نبی ﷺ کے والدین کے اسماء پر نظر کرو، اس زمانہ کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہوئے ہر ایک مورخ تعجب کرے گا کہ ایسے پاک نام کیوں کر رکھے گئے تھے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ بھی ارہاص نبوت تھا جس بچے کو باپ کے خون سے عبودیت الٰہی اور ماں کے دودھ سے امن عامہ کی گھٹی ملی ہو، کچھ تعجب نہ کرنا چاہئے کہ وہ محمود الافعال حمید الصفات ہو اور تمام دنیا کی زبان سے محمد ﷺ کہلائے۔ ﷺ

سردار حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ۲۵ سال کی عمر میں ہوا تھا، جب نبی ﷺ ہنوز شکم مادر ہی میں تھے۔

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا

نبی کریم ﷺ کی والدہ ہیں۔ ان کے والد بنو زہرہ کے سردار، قریش میں نہایت محترم تھے۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے اپنے چچا وہب کی حفاظت میں پرورش پائی تھی۔ وہب بھی اپنے بھائی کی طرح قوم کا سید اور مطاع تھا۔

Marfat.com

سیدہ آمنہ کا سلسلہ نسب یہ ہے

اٰبائھا	اُمّھَاتھا	اُمّھَاتھَا کا والدین
وہب	برّہ	اب۔عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار بن قصیؔ سلسلہ نمبر ۵ آباء نبوی ام۔ام حبیب[1] بنت اسد بن عبدالعزیٰ بن قصیؔ // // //
عبد مناف	قیلہ	اب۔دخیر بن غالب بن حارث (من الخزاعہ) ام۔سلمیٰ بنت لوی بن غالب سلسلہ نمبر ۱۰ آبائی نبوی
زہرہ	جمل	اب۔مالک بن قصیہ بن سعد بن بلیح (من الخزاعہ) ام۔....................................
کلاب	فاطمہ	اب۔سعد بن سیل (من الازد) ام۔ظریفہ بنت قیس

اس سلسلہ سے واضح ہوگا کہ زہرہ اور قصی بن کلاب اب دونوں برابر شفیق تھے۔

(کتاب رحمۃ للعالمین کا بیان ختم ہوا)

---

[1] ام حبیب کی ماں برہ بنت عوف نانی قلابہ بنت حارث پرنانی امیمہ بنت مالک پرنانی کی ماں رب بنت ثعلبہ نانی عاتکہ بنت غاضرہ پرنانی کی پرنانی لیلیٰ بنت عوف بن قصی ہے۔(ابن سعد)

[2] دخیر کی ماں سلامہ بنت واہب نانی امینہ بنت قیس بن ربیعہ پرنانی مجعہ بنت عبید۔

[3] سلمیٰ کی ماں مادیہ بنت کعب بن القین ہے۔

Marfat.com

چچازاد بہنیں

(کتاب عزیز واقارب کا صفحہ ۱۰۹ تا ۱۱۱ بیان کیا جاتا ہے)

ضباء رضی اللہ عنہا

آپ زبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور عاتکہ بنت ابی وہب کی بیٹی ہیں۔ ابو وہب عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم کے بیٹے ہیں۔ حضور ﷺ نے ان کا نکاح مقداد بن عمرو بن ثعلبہ بن بہراء سے کرادیا تھا۔ جو اسو بن عبدیغوث زہری کے حلیف تھے۔ مقداد سے دو بچے عبداللہ اور کریمہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ جنگ جمل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھے اور اسی لڑائی میں شہید ہوئے۔ چالیس وسق کھجوریں خیبر سے آپ کو ملیں۔

ام الحکم رضی اللہ عنہا

آپ زبیر بن عبدالمطلب کی بیٹی ہیں آپ کی والدہ عاتکہ بنت ابی وہب بن عمرو ہیں۔ آپ سے ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب نے نکاح کیا۔ جن سے محمد، عبداللہ، عباس، حارث، عبدشمس، عبدالمطلب اور امیہ سات بیٹے اور اروی بیٹی پیدا ہوئی۔

صفیہ رضی اللہ عنہا

آپ بھی زبیر بن عبدالمطلب اور عاتکہ کی بیٹی ہیں۔ آپ کو بھی رسول کریم ﷺ نے چالیس وسق خیبر کی کھجوریں دی تھیں۔

ام الزبیر رضی اللہ عنہا

آپ بھی زبیر بن عبدالمطلب اور عاتکہ کی بیٹی ہیں۔ آپ کو بھی خیبر کی کھجوروں میں سے چالیس وسق کھجوریں ملیں۔

ام ہانی رضی اللہ عنہا

آپ کا نام فاختہ ہے۔ آپ ابوطالب بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی ہیں۔ آپ سے ھبیر بن ابو وہب مخزومی رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا۔ جس سے بیٹے جعد پیدا ہوئے۔ نبی کریم ﷺ نے آپ کو بھی خیبر میں چالیس وسق کھجوریں دیں۔

ام طالب رضی اللہ عنہا

آپ ابوطالب بن عبدالمطلب کی بیٹی ہیں۔ ہشام بن کلبی نے کتاب النسب میں اولاد ابوطالب کے باب میں آپ کا ذکر نہیں کیا۔ انہوں نے ام ہانی رضی اللہ عنہا، جمانہ اور ربطہ کو بیٹیاں لکھا۔ شائد ربطہ ہی ام طالب ہوں۔ آپ کو خیبر میں چالیس وسق کھجوریں ملیں۔

جمانہ رضی اللہ عنہا

آپ ابوطالب اور فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کی بیٹی ہیں۔ آپ سے ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا۔ جن سے جعفر بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ نبی پاک ﷺ نے خیبر میں وسق کھجوریں مرحمت فرمائیں۔

ام حبیب رضی اللہ عنہا

آپ عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی اور ام الفضل لبابہ بنت حارث کی صاحبزادی ہیں۔ آپ سے اسود بن سفیان بن عبدالاسود بن ہلال بن عبداللہ مخزومی رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا۔ جن سے دو بچے، رقاء اور لبابتہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئے یہ لوگ مکہ میں اقامت پذیر تھے۔

Marfat.com

ہند رضی اللہ عنہا

آپ مقوم بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور قلابتہ بنت عمرو بن جعونہ رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی ہیں۔ آپ سے ابوعمرہ بشیر بن عمرہ بن محصین بن عمرو بن حضرت تمشک بن عمر بن الحارث بن مالک بن نجار انصاری رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا۔ جن سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

اروی رضی اللہ عنہا

آپ بھی مقوم وقلابہ کی صاحبزادی ہیں۔ آپ سے حضرت ابومسروح بن یعمر رضی اللہ عنہ جو حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے حلیف تھے نے شادی کی جن سے حضرت عبداللہ بن ابی مروح رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

ام عمرہ رضی اللہ عنہا

آپ بھی مقوم اور قلابہ رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی ہیں۔ آپ سے حضرت مسعود بن معتب ثقفی رضی اللہ عنہ نے شادی کی۔ جن سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے پھر آپ سے ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا جن سے حضرت عاتکہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔

اروی رضی اللہ عنہا

آپ حضرت حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور حضرت غزیہ بنت قیس بن طریق رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی ہیں۔ آپ سے ابودوایہ نے شادی کی۔ جن سے آپ کے مطلب ابوسفیان ام جمیل ام حکیم اور ریقہ رضی اللہ عنہم پانچ بچے پیدا ہوئے۔

درہ رضی اللہ عنہا

آپ ابولہب بن عبدالمطلب اور ام جمیل بنت حرب بن امیہ بن عبدشمس کی بیٹی ہیں۔ آپ سے حارث بن عامر بن نوفل بن عبدمناف نے شادی کی جس سے حضرت ابوالحسن رضی اللہ عنہ اور حضرت مسلم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ حارث جنگ بدر میں کفار کی طرف سے مارا گیا۔ تو آپ نے حضرت دحیہ بن خلیفہ بن فروۃ کلبی رضی اللہ عنہ سے شادی کر لی۔

عزۃ رضی اللہ عنہا

آپ بھی ابولہب اور ام جمیل کی بیٹی ہیں۔ آپ سے اوفیٰ بن حکیم بن امیہ حارثہ سلمہ رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا۔ جس سے عبدہ حضرت سید اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے۔

خالدہ رضی اللہ عنہا

یہ بھی ابولہب کی اور ام جمیل کی بیٹی ہے۔ اس سے عثمان بن ابوالعاص بن بشر ثقفی رضی اللہ عنہ نے شادی کی۔ (طبقات ابن سعد)

(کتاب عزیز واقارب کا بیان ختم ہوا)

Marfat.com

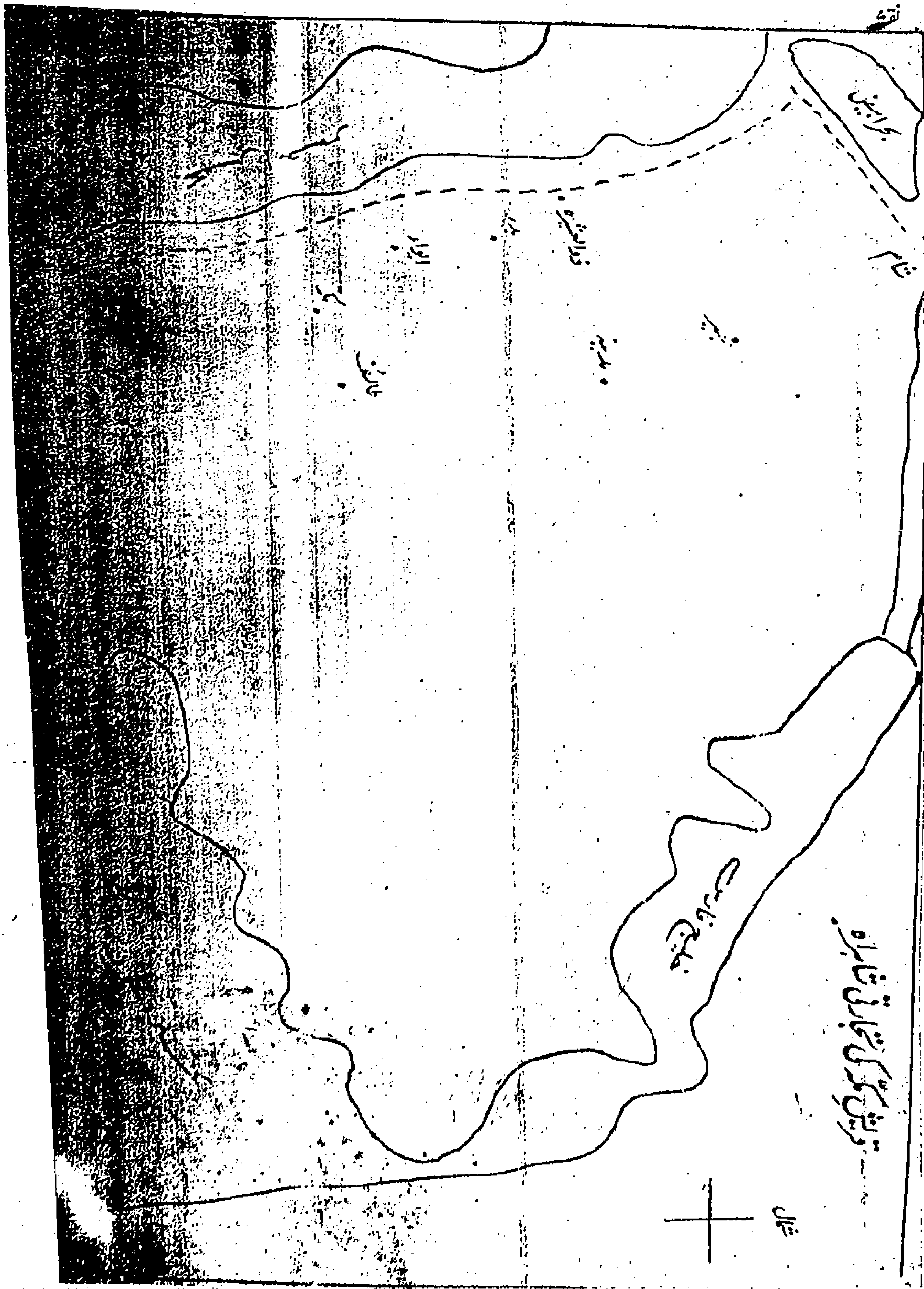

Marfat.com

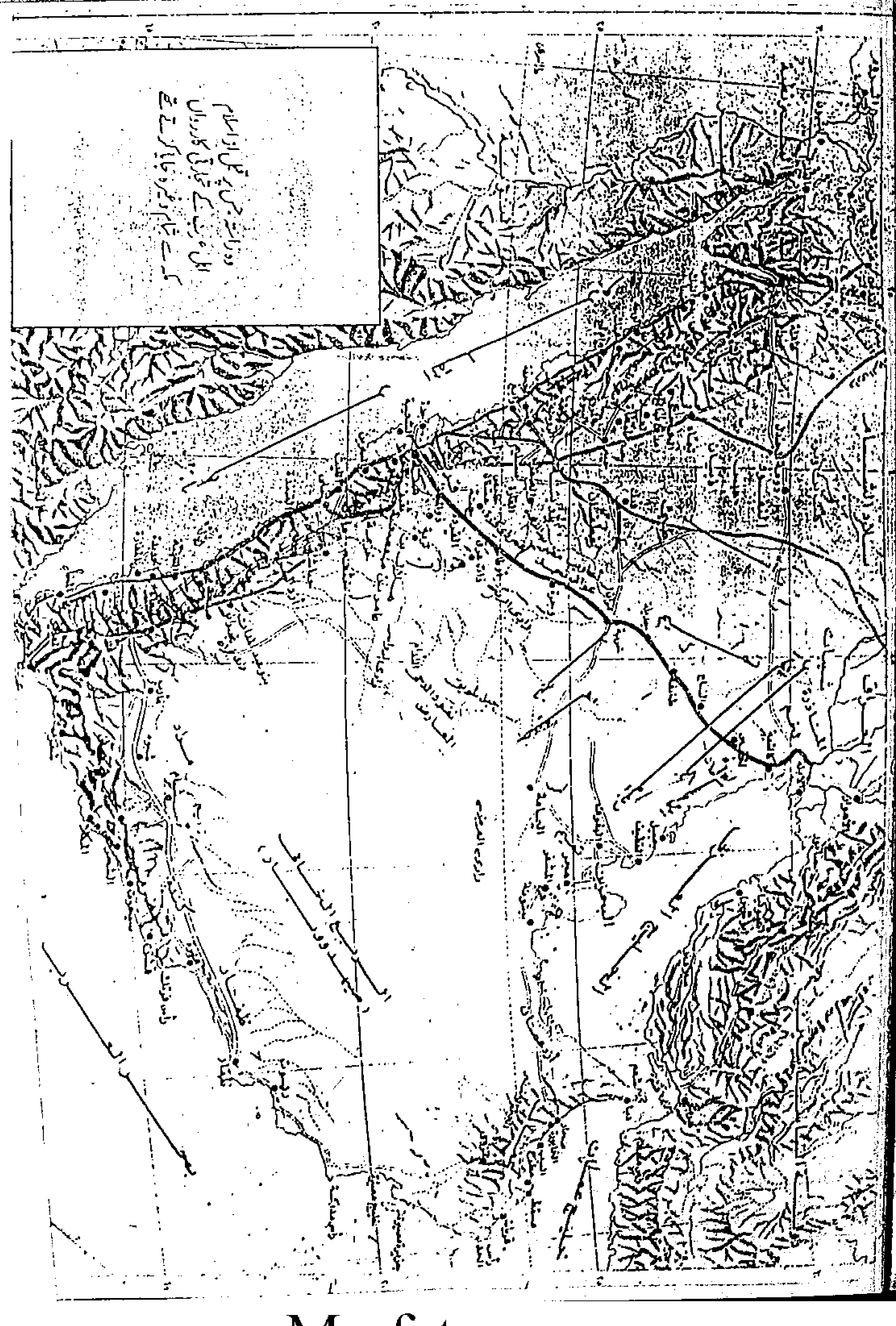

Marfat.com

حضور نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ

اب حضور نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اور حضور ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے اور اپنے شفیق مہربان پیرومرشد کی نگاہ کرم اور دعا سے تحریر کرنے کی ابتداء کی جاتی ہے۔ ویسے تو حضور ﷺ کی سیرۃ طیبہ کے ہر پہلو کو اگر تفصیل سے بیان کیا جائے تو اس کے لئے بہت سی کتب درکار ہونگی اور لکھنے والے تھک جائیں گے لیکن آپ ﷺ کے حالات' واقعات وصفات و کمالات اور معجزات کو مکمل طور پر نہ قلمبند کر سکیں گے۔ بے شمار لوگوں (صاحب علم) نے آپ ﷺ کی سیرت طیبہ پر کتابیں تحریر کی ہیں۔ کسی نے ایک جلد' کسی نے دو' تین' چار یا پانچ چھ سات یا اس سے زیادہ جلدیں ابھی کسی نے تحریر کی ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس نے سیرت طیبہ کے ہر پہلو پر تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ ہر ایک کی تحریر میں بہت سے پہلو نمایاں نہ ہو سکے ہیں۔ بس جتنا کسی کو آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کی بابت علم حاصل ہوا' اتنا ہی اس نے لکھ دیا۔ میرے خیال میں آج تک نہ کوئی ایسا مصنف ہوا ہے اور نہ ہی قیامت تک ہو گا جو آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کو مکمل طور پر تحریر کرنے کا دعویٰ کرے گا۔

چونکہ یہاں میرا مقصد انبیاء کرام کا تذکرہ بیان کرنا ہے اس لئے آپ ﷺ کی سیرت طیبہ پر بہت ہی مختصر طور پر مختلف کتابوں سے اخذ کر کے یہاں کچھ تحریر کرنے کی کوشش کروں گا اور اللہ تعالیٰ سے امید کرتا ہوں کہ وہ اپنے حبیب کبریا ﷺ کے طفیل میرے اس کام کو میرے لیے آسان بنا دیں گے۔ آمین

نور محمدی ﷺ

(کتاب سیرت الذکر الحسین کا ص ۱۱ تا ص ۳۶ بیان کیا جاتا ہے)

الحمدلله الذی لم یزل ربا رحیما کریما عالما قدیرا و تراحیا قیوما سمیعا بصیرا والصلوٰة والسلام علے سیدالانبیاء والمرسلین خاتم النبیین رحمة للعالمین شفیع المذنبین سیدنا و مولانا محمدن الذی ارسل الی الخلق بشیرا ونذیرا وعلیٰ اله الطیبین الطاهرین و صحبه المکرمین المعظمین و بارك وسلم تسلیما کثیرا کثیرا ۔ امابعد فاعوذ بالله من الشیطان الرجیم ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قد جآء کم من اللّٰه نور و کتاب مبین (قرآن پارہ ۶ رکوع ۷)

تحقیق تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور اور روشن کتاب آئی۔

اس آیہ مبارکہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور پر نور شافع یوم النشور ﷺ کو صراحۃً نور فرمایا جیسا کہ جمہور مفسرین معتمدین نے اپنی اپنی تفاسیر کے اندر تصریح فرمائی ہے کہ نور سے مراد حضور ﷺ اور کتاب مبین سے مراد قرآن مجید ہے۔

کیونکہ آیہ کریمہ میں کتاب مبین کو بطور عطف لایا گیا ہے اور اصل عطف میں یہ ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ میں مغایرت ہو۔ معلوم ہوا کہ نور اور کتاب مبین دو الگ الگ چیزیں ہیں اور جب تک کوئی تعذر یا استحالہ شرعی لازم نہ آئے اصل اور حقیقت سے عدول جائز نہیں ہے چنانچہ

Marfat.com

ترجمان القرآن حبر الامۃ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

قد جآء کم من اللّٰہ نور یعنی محمدا ﷺ (تفسیر ابن عباس ص ۷۲)

بیشک آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور یعنی محمد ﷺ

امام الکبیر علامہ امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تحقیق آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور یعنی محمد ﷺ کہ اللہ نے اس نور سے حق کو روشن اور اسلام کو ظاہر کیا اور شرک کو مٹایا۔ (تفسیر ابن جریر)

محی السنۃ علامہ علاؤ الدین علی بن محمد المعروف بالخازن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تحقیق آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور یعنی محمد ﷺ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام نور اس لئے رکھا کہ آپ کی نورانیت سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے جیسا کہ تاریکیوں میں نور سے راہ پائی جاتی ہے۔ (تفسیر خازن ص ۴۱۷ ج ۱)

امام علامہ حافظ الدین ابو البرکات عبد اللہ بن احمد النسفی رحمۃ اللہ علیہ اس آیہ کریمہ کے تحت فرماتے ہیں:

اور نور محمد ﷺ ہیں کیونکہ آپ کی نورانیت سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے جیسا کہ آپ کو سراج منیر فرمایا گیا ہے۔ (تفسیر مدارک ص ۱/۴۱۷)

امام المتکلمین علامہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیہ کریمہ کے تحت فرماتے ہیں:

بلاشبہ نور سے مراد محمد ﷺ اور کتاب سے مراد قرآن کریم ہے۔ (تفسیر کبیر ص ۳/۳۹۵)

اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ نور اور کتاب مبین سے مراد قرآن کریم ہی ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اس کے متعلق فرماتے ہیں:

یہ قول ضعیف ہے کیونکہ معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان مغایرت ثابت ہے۔ (تفسیر کبیر ص ۳/۳۹۵)

امام جلالۃ الملۃ والدین حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تحقیق آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور وہ نور نبی ﷺ ہیں۔ (تفسیر جلالین)

علامہ محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تحقیق آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور عظیم اور وہ نور انوار نبی مختار ﷺ ہیں اور یہی مسلک حضرت قتادہ اور زجاج کا ہے۔ (روح المعانی ص ۸۷ ج ۶)

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کہا گیا ہے کہ اول (یعنی نور سے مراد رسول اکرم ﷺ ہیں اور ثانی (یعنی کتاب مبین سے مراد قرآن ہے)

اور آگے چل کر فرماتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کا نام نور رکھا کیونکہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے نور سے سب سے اول ظاہر فرمایا وہ نور محمد ﷺ ہی ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا کیا ہے۔ (تفسیر روح البیان ص ۵۴۸ جلد ۱)

امام الجلیل محی السنۃ ابی محمد الحسین الفراء البغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بے شک آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور یعنی محمد ﷺ (تفسیر معالم التنزیل ص ۲۳ جلد ۲ حاشیہ خازن)

علامہ امام حافظ ابو الفضل قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آپ کا نام نور رکھا جیسا کہ فرمایا: بیشک آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب

Marfat.com

اور فرمایا: بیشک ہم نے آپ کو بھیجا شاہد و مبشر ونذیر اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور سراج منیر بنا کر اور بلاشبہ آپ کا سایہ نہ دھوپ میں تھا نہ چاندنی میں کیونکہ آپ نور محض تھے اور نہ ہی آپ کے جسم مقدس اور لباس اطہر پر مکھی بیٹھتی تھی۔ (شفاء شریف)

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی فرماتے ہیں: (ترجمہ فارسی عبارت)

کہ حق تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی شان میں فرمایا کہ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا اور کتاب مبین آئی۔ نور سے مراد حبیب خدا ﷺ کی ذات پاک ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی ﷺ ہم نے آپ کو شاہد مبشر ونذیر وداعی الی اللہ اور سراج منیر بنا کر بھیجا ہے اور منیر روشن کرنے والے اور نور دینے والے کو کہتے ہیں پس اگر انسانوں میں سے کسی کو روشن کرنا محال ہوتا تو آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس کے لئے یہ امر میسر نہ ہوتا اور آپ ﷺ کی ذات پاک اگرچہ جملہ اولاد آدم علیہ السلام سے ہے مگر آپ ﷺ نے اپنی ذات پاک کو ایسا مطہر فرمایا کہ نور خالص ہو گئے اور تواتر سے ثابت ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ سایہ نہ رکھتے تھے اور ظاہر ہے کہ نور کے سوا تمام اجسام سایہ رکھتے تھے۔ (امداد السلوک' ص ۸۵)

دیوبندی مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے حضرات گنگوہی صاحب کی اس عبارت میں غور کریں اور دیکھیں کہ اس عبارت میں کتنے مسائل کا حل موجود ہے۔

۱- آیۂ کریمہ قد جآء کم من اللہ نور و کتب مبین میں نور سے مراد حضور ﷺ ہیں۔

۲- اللہ تعالیٰ نے آپ کو سراج منیر بنایا ہے اور منیر روشن کرنے والے اور نور دینے والے کو کہتے ہیں لہٰذا آپ دوسروں کو بھی روشن کرتے اور نور دیتے ہیں۔

۳- آپ خالص نور ہو گئے تھے۔

۴- تواتر سے ثابت ہے کہ آپ کا سایہ نہ تھا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نور تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (ترجمہ پارہ نمبر ۱۸' رکوع نمبر ۱۰)

اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا' اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق کہ اس میں ایک چراغ ہے۔ وہ چراغ ایک فانوس میں ہے وہ فانوس گویا ایک چمکتا ہوا ستارہ ہے۔ روشن ہوتا ہے مبارک درخت زیتون سے جو نہ شرقی ہے اور نہ غربی' قریب ہے کہ اس کا تیل روشن ہو جائے۔ اگرچہ اس کو آگ نہ لگے نور پر نور ہے۔ اللہ ہدایت فرماتا ہے اپنے نور کی جس کو چاہتا ہے اور لوگوں کے لئے مثالیں بیان فرماتا ہے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ (پارہ ۱۸' رکوع ۱۰)

اس آیۂ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کی مثال بیان فرمائی ہے۔ اللہ کا نور کیا ہے اور اس مثال کا مطلب کیا ہے۔

نور کے متعلق حضرت کعب احبار اور ابن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے ارشاد مثل نورہ میں نور ثانی سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں۔ (شفاء شریف' ص ۱۰' ج ۱)

اور مثال کے متعلق محی السنۃ علامہ علاؤالدین علی بن محمد المعروف بالخازن فرماتے ہیں:

اور کہا گیا ہے یہ تمثیل نور محمد ﷺ کی ہے (چنانچہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت کعب احبار سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول مثل نورہ کمشکوٰۃ کا معنی مجھے بتاؤ۔ انہوں نے فرمایا: اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی مثال بیان فرمائی ہے تو مشکوٰۃ (طاق سے) مراد آپ کا سینہ اور زجاجہ (فانوس) سے مراد آپ کا قلب اور مصباح (چراغ) سے مراد نبوت ہے جو نبوت کے مبارک شجر سے روشن ہے اور نور محمدی ﷺ کی روشنی اور چمک ایسی ہے کہ اگر آپ اپنے نبی ہونے کا بیان نہ فرمائیں تب بھی لوگوں پر ظاہر ہو جائے کہ آپ نبی ہیں۔ (تفسیر خازن' ص ۳۲۱' ج ۱)

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

کہ طاق تو حضور ﷺ کا سینہ اور فانوس قلب مبارک ہے اور چراغ وہ نور ہے جو اللہ نے اس میں رکھا ہے وہ نہ شرقی ہے نہ غربی یعنی نہ یہودی ہے نہ نصرانی۔ روشن ہے شجرہ مبارکہ یعنی ابراہیم (علیہ السلام) سے نور پر نور ہے یعنی نور قلب ابراہیم علیہ السلام پر نور قلب محمد ﷺ۔ (تفسیر خازن، ص ۳۳۲، ج ۳)

شمع دل، مشکوٰۃ تن، سینہ زجاجہ نور کا — تیری صورت کے لئے آیا ہے سورہ نور کا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(کفار) تو چاہتے ہیں کہ اپنے مونہوں سے اللہ کا نور بجھادیں مگر اللہ اپنے نور کو پورا کر کے ہی رہے گا۔ اگرچہ کافر برا مانیں۔

(قرآن پارہ ۱۰، رکوع ۱۰)

امام ابن ابی حاتم اپنی تفسیر ابن ابی حاتم میں حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں:

کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر میں فرمایا کہ کفار چاہتے ہیں کہ اپنے مونہوں سے اللہ کا نور بجھادیں یعنی حضرت محمد ﷺ کو ہلاک کریں۔ (تفسیر درمنثور، ص ۲۳۱، ج ۳)

قرآن کریم کی آیات اور تفسیری روایات سے صراحۃً ثابت ہوا کہ حضور ﷺ نور ہیں اور اسی نور کو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے نور سے بلاواسطہ پیدا فرما کر مخلوقات کی پیدائش کا سبب قرار دیا۔ عالم اجسام میں جلوہ گر ہونے سے پہلے نور محمدی ﷺ کا عدم سے وجود میں آنا خلقت محمدی ہے اور اس دار دنیا میں رونق افروز ہونا ولادت محمدی اور چالیس برس کی عمر شریف میں وحی الٰہی سے مشرف ہو کر داعی الی الحق ہونا بعثت محمدی ہے۔ ﷺ

Marfat.com

خلقت محمدی ﷺ

عالم اجسام سے پہلے عالم ارواح میں حضور ﷺ اور انبیاء کرام علیہم السلام کی ذوات کا موجود ہونا قرآن سے ثابت ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
ترجمہ اردو: اور جبکہ اللہ نے تمام نبیوں سے عہد لیا تھا کہ جو کچھ میں تمہیں کتاب اور حکمت سے دوں۔ پھر آئے تمہارے پاس ایک رسول معظم تصدیق کرتا ہوا اس کی جو تمہارے ساتھ ہے تو تم سب ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا: کیا تم اقرار کرتے ہو اور اس (عہد) پر میرا بھاری ذمہ لیتے ہو۔ سب نے کہا ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا: تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔ (قرآن کریم پارہ ۳، رکوع ۱۶)

اس آیۂ کریمہ سے صاف طور پر ثابت ہوا کہ اجسام سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کی خلقت ہو چکی تھی اور ان کی ذوات مقدسہ عالم ارواح میں جلوہ گر تھیں اور صفت نبوت سے موصوف ہو چکی تھیں ورنہ ان سے عہد و پیمان کا لیا جانا کس طرح صحیح متصور ہوگا۔

رہا یہ امر کہ ذات محمدی ﷺ تمام کائنات اور جمیع انبیاء کرام کی خلقت سے پہلے ہے تو یہ قرآن کریم سے اشارۃً اور صحیح احادیث سے صراحۃً ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وما ارسلنٰك الا رحمة للعلمين (قرآن کریم، پارہ ۱۷، رکوع)

اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو (اے محمد ﷺ) مگر رحمت سارے جہانوں کے لئے۔

اس آیۂ کریمہ میں العلمین اسی طرح اپنے عموم پر ہے جس طرح الحمدللہ رب العلمین میں العلمین اپنے عموم پر ہے تو ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کی ذات مقدسہ تمام عالموں کے لئے رحمت ہے اور رحمت کی حاجت ہوتی ہے کس کو؟ جس کے لئے وہ رحمت ہو! تو جب آپ کی ذات اقدس کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنایا گیا تو ثابت ہوا کہ تمام جہان آپ کی رحمت کے محتاج ہیں اور یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ جس چیز کی حاجت ہو وہ محتاج سے پہلے ہوتی ہے تو ضروری تھا کہ آپ کی ذات مقدسہ تمام عالموں سے پہلے ہوتی۔ نیز آپ کی ذات مقدسہ عالمین کے وجود کا سبب اور ان کے موجود ہونے میں واسطہ ہے اس لئے بھی آپ کا مخلوقات سے پہلے موجود ہونا ضروری ہے کیونکہ سبب اور واسطہ ہمیشہ پہلے ہوا کرتا ہے۔
(میلاد النبی، ص ۱۰)

چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: (ترجمہ حدیث)
کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ مجھ کو خبر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے کس چیز کو پیدا فرمایا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: اے جابر! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ پھر وہ نور قدرت الٰہیہ سے جہاں اللہ نے چاہا سیر کرتا رہا۔ اس وقت نہ لوح، نہ قلم، نہ جنت، نہ دوزخ، نہ فرشتہ، نہ آسمان، نہ زمین، نہ سورج، نہ چاند، نہ جن، نہ انس (کچھ بھی) نہ تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے اور مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کیے۔ پہلے حصہ

Marfat.com

سے قلم' دوسرے سے لوح محفوظ' تیسرے سے عرش پیدا کیا اور چوتھے حصے کے پھر چار حصے کر دیئے۔ پہلے حصے سے حاملین عرش' دوسرے سے کرسی' تیسرے سے باقی سب فرشتے پیدا کئے اور چوتھے حصہ کے پھر چار حصے کر دیئے۔ پہلے حصہ سے (ساتوں) آسمان' دوسرے سے (ساتوں) زمینیں' تیسرے سے جنت دوزخ پیدا کئے اور چوتھے حصے کے پھر چار حصے کر دیئے۔ پہلے حصے سے مومنوں کی آنکھوں کا نور' دوسرے سے ان کے دل کا نور' جس سے اللہ کی معرفت حاصل کرتے ہیں' تیسرے سے ان کے انس ومحبت کا نور اور وہ توحید ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ! پھر چوتھے حصے کے چار حصے کر دیئے۔ پہلے حصے سے سورج' دوسرے سے چاند اور تیسرے سے تارے پیدا کئے اور چوتھے حصے کو مقام رجاء میں بارہ ہزار سال تک مقیم رکھا۔ پھر اس کے چار حصے کر دیئے۔ پہلے حصے سے عقل' دوسرے سے علم وحلم اور تیسرے سے عصمت وتوفیق پیدا فرمائی اور چوتھے حصے کو مقام حیا میں بارہ ہزار سال تک مقیم رکھا۔ پھر اس کی طرف ایک ایسی نظر فرمائی کہ اس نور سے ایک لاکھ چوبیس ہزار قطرے جھڑے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر قطرے سے نبی اور رسول پیدا فرمائے۔ پھر انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح نے سانس لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی سانس سے قیامت تک ہونے والے سعداء شہداء اور اطاعت کرنے والے مومنوں کی ارواح کے نور کو پیدا فرمایا (تو حضور ﷺ نے فرمایا) عرش وکرسی میرے نور سے ہے کروبیین اور روحانیین فرشتے میرے نور سے ہیں اور ساتوں آسمانوں کے فرشتے میرے نور سے ہیں جنت اور اس کی ساری نعمتیں میرے نور سے ہیں۔ سورج چاند اور ستارے میرے نور سے ہیں۔ عقل' علم اور توفیق میرے نور سے ہے۔ ارواح انبیاء ورسل میرے نور سے ہیں۔ شہداء سعداء اور صالحین میرے نوری بچوں سے ہیں۔ پھر اللہ نے بارہ حجاب پیدا فرمائے اور نور کے چوتھے حصے کو ہر حجاب میں ایک ایک ہزار سال تک مقیم رکھا اور وہ مقامات عبودیت ہیں اور وہ کرامت' سعادت' زینت' رحمت' رافت' علم' حلم' وقار' سکون' صبر' صدق اور یقین کے حجابات ہیں۔ پھر اس نور نے ہر حجاب میں ایک ایک ہزار سال عبادت کی۔ پھر جب وہ نور حجابات میں سے نکلا تو اللہ نے اس کو زمین پر رکھا تو وہ مشرق اور مغرب کے درمیان اس طرح چمکتا تھا جس طرح اندھیری رات میں روشن چراغ ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو مٹی سے پیدا کیا اور اس نور کو ان کی پیشانی میں رکھا۔ پھر وہ نور ان سے منتقل ہو کر ان کے بیٹے شیث (علیہ السلام) میں آیا۔ اسی طرح وہ نور طاہر سے طاہر کی طرف اور طیب سے طیب کی طرف منتقل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے صلب میں آیا (فرمایا) پھر اللہ نے مجھے دنیا کی طرف نکالا اور مجھے سید المرسلین' خاتم النبیین رحمۃ للعالمین اور قائد الغر المحجلین بنایا۔ یہ ہے تیرے نبی کے نور کی ابتداء اے جابر۔ (الدرر البھیۃ' ص ۴)

امام قسطلانی اور علامہ زرقانی رحمہم اللہ نے اس حدیث کو مختصر ہی بیان کیا ہے لیکن شیخ الاسلام امام محمد نووی الشافعی نے اپنی کتاب الدرر البھیۃ فی شرح خصائص النبویہ میں پوری حدیث بیان کی ہے جو اوپر لکھی جا چکی ہے۔

اس حدیث کے مخرج امام اجل حضرت عبدالرزاق ہیں جو امام احمد بن حنبل جیسے جلیل القدر امام کے استاد ہیں۔ امام بخاری کے استاد الاستاد ہیں۔ احمد بن صالح مصری فرماتے ہیں:

میں نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا کیا آپ نے حدیث میں کوئی شخص عبدالرزاق سے بہتر دیکھا۔ فرمایا نہیں۔

(تہذیب التہذیب' ص ۳۱۱' ج ۶)

علامہ امام عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی تصحیح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

بلاشبہ تمام اشیاء ان کے نور سے پیدا ہوئیں۔ ﷺ جیسا کہ صحیح حدیث میں وارد ہوا۔

علامہ فاسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عقائد میں اہل سنت کے امام ابوالحسن اشعری فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نور ہے جو کسی نور کی مثل نہیں اور حضور ﷺ کی روح مقدسہ اسی

Marfat.com

نور کی چمک ہے اور فرشتے انہی انوار سے جھڑے ہوئے نور کے ٹکڑے ہیں اور حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا فرمایا اور میرے ہی نور کے سبب سے ہر چیز پیدا فرمائی۔ (مطالع المسرات)

حضرت علامہ محمود آلوسی بغدادی صاحب روح المعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(چونکہ حضور ﷺ وصول فیض میں واسطۂ عظمیٰ ہیں) اسی لئے حضور ﷺ کا نور اوّل المخلوقات ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ سب سے پہلے جو چیز اللہ نے پیدا فرمائی وہ تیرے نبی کا نور ہے اے جابر! (روح المعانی' پ ۱۷' ص ۹۶)

حدیث مذکور میں نورہ فرمایا اور نورہ کی ضمیر اللہ کی طرف لوٹتی ہے اور اللہ اسم ذاتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذاتی نور سے حضور ﷺ کا نور پیدا فرمایا۔ صفاتی سے نہیں ورنہ من نور جماله یا من نور علمه وغیرہ ہوتا اور اس سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ حضور ﷺ کا نور اللہ کے نور کا ٹکڑا یا حصہ ہے کیونکہ مضاف اور مضاف الیہ میں مغایرت شرط ہے اور یہ اضافت تشریفی ہے جیسے روح اللہ۔ بیت اللہ کہا جاتا ہے کیا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خانہ کعبہ کے پتھر وغیرہ اللہ کی ذات کے ٹکڑے یا اجزاء ہیں؟ یا عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی روح کے ٹکڑے اور جز ہیں؟ ہرگز نہیں!

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فاذا سويته و نفخت فيه من روحي فقعوا له سجدين (قرآن)

پس جب میں اس (آدم) کو ٹھیک کرلوں اور اس میں اپنی روح سے پھونک دوں تو اس کو سجدہ کرنا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنی روح سے پھونکا تو کیا آدم علیہ السلام کے اندر اللہ کی روح کا ٹکڑا جدا ہو کر داخل ہو گیا تھا؟ ہرگز نہیں! کیونکہ اللہ کی روح ٹکڑے ہونے سے پاک ہے۔ اسی طرح نور بھی۔ تو جس طرح اپنی روح سے پھونکا۔ اسی طرح اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ نہ روح ٹکڑے ہوئی' نہ نور ٹکڑے ہوا' وہ اللہ کی روح' تو یہ اللہ کا نور' غرض اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے حبیب پاک ﷺ کو اپنے نور سے پیدا فرمایا اور پھر اسی نور پاک سے تمام مخلوق پیدا فرمائی۔ چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا: انا من نور الله والخلق كلهم من نوری (مدارج النبوت) کہ میں اللہ کے نور سے ہوں اور ساری مخلوق میرے نور سے ہے یعنی میرے ظہور کا سبب اللہ کا نور ہے اور ساری مخلوق کے ظہور کا سبب میرا نور ہے۔ اللہ کا نور نہ ہوتا تو میں نہ ہوتا اور میرا نور نہ ہوتا تو مخلوق نہ ہوتی۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا' وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی' جان ہے تو جہان ہے

مولوی اشرف علی تھانوی اپنی کتاب نشر الطیب میں اسی حدیث کو لکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے نور محمدی کا اول الخلق ہونا باولیت حقیقیہ ثابت ہوا کیونکہ جن جن اشیاء کی نسبت روایات میں اولیت کا حکم آیا ہے۔ ان اشیاء کا نور محمدی ﷺ سے متاخر ہونا اس حدیث میں منصوص ہے۔ (نشر الطیب' ص ۷)

شیخ محقق حضرت علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق کتاب مدارج النبوہ میں فرماتے ہیں: (ترجمہ فارسی عبارت)

جان لو کہ اول مخلوقات و واسطۂ صدور کائنات و واسطۂ تخلیق عالم و آدم نور محمد ﷺ ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا کیا اور باقی تمام مخلوقات علوی و سفلی اسی نور اور اسی جوہر پاک سے پیدا ہوئی اور حدیث کہ اللہ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا ہے۔ محققین و محدثین کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ ایسے ہی وہ حدیث بھی صحت کو نہیں پہنچی جس میں ہے کہ اللہ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا ہے۔ (مدارج النبوۃ' ص ۲' ج ۲)

شبہ! جب ساری مخلوق حضور ﷺ کے نور سے موجود ہوئی تو ناپاک خبیث اور قبیح اشیاء کی برائی اور قباحت معاذ اللہ حضور ﷺ کی طرف منسوب ہوگی؟

Marfat.com

جواب: حضور ﷺ آفتاب وجود ہیں اور کل مخلوق اس آفتاب وجود سے فیضان وجود حاصل کر رہی ہے۔ جس طرح اس ظاہری آفتاب کی شعاعیں تمام کرۂ ارض میں جمادات ونباتات اور کل معدنیات جملہ موالید اور جواہر اجسام کے حقائق لطیفہ اور خواص واوصاف مختلفہ کا اضافہ کر رہی ہیں اور کسی بھی اچھی بری خاصیت کا اثر ان شعاعوں پر نہیں پڑتا۔ نہ کسی چیز کے اوصاف واثرات سورج کے لئے قباحت ونقصان کا موجب ہو سکتے ہیں۔ دیکھئے زہریلی چیزوں کا اثر اور مہلک اشیاء کی یہ تاثیرات' معدنیات ونباتات وغیرہ کے الوان طعوم وروائح کھٹا میٹھا مزا' اچھی بری بو سب کچھ سورج کی شعاعوں سے برآمد ہوتی ہے لیکن ان میں سے کسی چیز کی کوئی صفت سورج کے لئے عار کا موجب نہیں کیونکہ یہ تمام حقائق آفتاب اور اس کی شعاعوں میں انتہائی لطافت کے ساتھ پائے جاتے ہیں اور اس لطافت کے مرتبے میں کوئی اثر برا نہیں کہا جا سکتا۔ البتہ جب وہ لطیف اثرات اور حقائق سورج اور اس کی شعاعوں سے نکل کر اس عالم اجسام میں پہنچتے اور رفتہ رفتہ ظہور پذیر ہوتے ہیں تو ان میں بعض ایسے اوصاف وخواص پائے جاتے ہیں جن کی بنا پر انہیں قبیح' ناپاک اور برا کہا جاتا ہے لیکن ان برائیوں کا کوئی اثر سورج یا اس کی شعاعوں پر نہیں پڑ سکتا۔ اسی طرح عالم اجسام میں کثیف اور نجس چیزوں کا کوئی اثر حضور ﷺ کی ذات پاک پر نہیں پڑ سکتا۔

اس کے بعد یہ بات بھی سمجھنے کے قابل ہے کہ سورج کی شعاعیں ناپاک اور گندی چیزوں پر پڑنے سے ناپاک نہیں ہو سکتیں تو انوار محمدی ﷺ کی شعاعیں عالم موجودات کی برائیوں اور نجاستوں سے کیونکر متاثر ہو سکتی ہیں۔ نیز یہ کہ حضور ﷺ کے نور میں حقائق اشیاء پائی جاتی ہیں اور حقیقت کسی چیز کی نجس اور ناپاک نہیں ہوتی۔ (میلاد النبی' ص ۱۶)

حضرت ابن عباس وحضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم آپ کے لئے نبوت کب ثابت ہوئی؟

فرمایا: میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام جسم اور روح کے درمیان تھے (یعنی ان کے جسم میں ابھی روح نہیں پھونکی گئی تھی)

(خصائص کبریٰ' ص ۳' ج ۱' ترمذی' بخاری فی التاریخ مشکوٰۃ ص ۵۱۳)

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ میں علم الٰہی میں نبی تھا۔ ان کا یہ کہنا غلط ہے کیونکہ اگر آپ کی یہ مراد ہوتی تو اس میں پھر آپ کی کیا تخصیص تھی۔ علم میں تو تمام چیزیں آپ کے وجود سے بھی پہلے تھیں' تو یہ تخصیص خود دلیل ہے اس کی کہ آپ کی مراد یہ نہ تھی اور پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ نبوت وصف ہے اور وصف وکمال وجود اور ذات کا تابع ہوا کرتا ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وصف ہو اور موصوف نہ ہو۔ ثابت ہوا کہ آپ کا وجود آدم علیہ السلام سے پہلے تھا اور وہ وجود نوری تھا۔

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:

کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار (۱۴۰۰۰) سال پہلے اپنے رب کے حضور ایک نور تھا۔ (زرقانی' ص ۴۹' ج ۱)

مولوی اشرف علی تھانوی اس حدیث کو لکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس عدد میں کم کی نفی ہے' زیادتی کی نہیں۔ پس اگر زیادتی کی روایت پر نظر پڑے شبہ نہ کیا جائے۔ (نشر الطیب' ص ۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: (ترجمہ حدیث)

کہ نبی ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا تمہاری عمر کتنی ہے؟ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: خدا کی قسم میں سوائے اس کے نہیں جانتا کہ حجاب رابع میں ایک ستارہ ہر ستر ہزار (۷۰۰۰۰) سال کے بعد ظاہر ہوتا تھا جس کو میں نے بہتر ہزار (۷۲۰۰۰) مرتبہ دیکھا۔

نبی ﷺ نے فرمایا: اے جبریل مجھے اپنے رب کی عزت کی قسم! وہ ستارہ میں ہی تھا۔

(سیرت حلبیہ' ص ۴۹' ج ۱' جواہر البحار فی فضل النبی المختار' ص ۷۷۶' روح البیان' ص ۵۴۳' ج ۳)

Marfat.com

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان کو الہام فرمایا تو انہوں نے عرض کیا: اے پروردگار تو نے میری کنیت ابومحمد (ﷺ) کس لئے رکھی؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم اپنا سر اٹھاؤ۔

انہوں نے اپنا سر اٹھایا تو ان کو عرش کے پایوں پر نور محمد ﷺ نظر آیا۔ عرض کیا: اے میرے پروردگار! یہ نور کیا ہے۔ ارشاد ہوا: یہ نور تمہاری اولاد میں سے اس نبی کا ہے جس کا نام آسمانوں میں احمد اور زمینوں میں محمد ﷺ ہے۔ اگر یہ نور نہ ہوتا تو میں نہ تمہیں اور نہ آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرتا۔ (زرقانی علی المواہب، صفحہ ۴۴، ج ۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

میں پیدائش میں تمام نبیوں سے پہلا ہوں اور بعثت میں ان سب سے پچھلا ہوں! (دلائل النبوۃ، خصائص کبریٰ، ص ۳، ج ۱)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سب سے پہلے نبی بھی آپ اور سب سے پچھلے نبی بھی آپ ہیں یعنی صفت نبوت کی ابتدا بھی آپ سے ہوئی اور انتہا بھی آپ کی ہی ذات بابرکات پر ہوئی نہ آپ سے پہلے کوئی نبی تھا نہ بعد میں کوئی نبی ہوگا۔

حد پہ پہنچ کر ایک بات کہتا ہوں تیری شان میں دہر میں تیری ذات پر ختم ہوئی پیمبری

ان احادیث مبارکہ سے صراحتاً ثابت ہوا کہ باعث ایجادِ عالم حضور اکرم ﷺ کی ذات پاک ہے۔ اگر آپ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ نیز ان احادیث میں غور وفکر کرنے سے آپ کی بشریت مطہرہ کا مسئلہ بھی بخوبی سمجھ میں آ جاتا ہے۔ سب مسلمان جانتے ہیں کہ بشریت کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے کوئی بشر نہ تھا مگر آپ تھے اور کیا تھے؟ اس کے متعلق خود آپ کے ارشادات مبارکہ گزشتہ سطور میں مذکور ہو چکے ہیں کہ آپ نور تھے۔

ثابت ہوا کہ جس نور محمدی ﷺ کو ساری کائنات سے پہلے پیدا کیا گیا تھا وہی نور تمام انبیائے کرام کے بعد بشریت محمدی ﷺ میں جلوہ گر ہوا۔ بلاشبہ آپ بھی بشر ہیں مگر آپ کی بشریت مطہرہ بے مثل اور بشریت کے ہر عیب ونقص سے پاک اور مبرا ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (ترجمہ فارسی عبارت)

جاننا چاہئے کہ حضرت محمد ﷺ کی پیدائش دوسرے انسانوں کی طرح نہیں ہے بلکہ عالم کے تمام افراد میں سے کوئی فرد بھی پیدائش میں ان سے کسی طرح کی مناسبت نہیں رکھتا کیونکہ آپ ﷺ باوجود نشاء عنصری کے اللہ جل وعلیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ جیسا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ میں اللہ کے نور سے پیدا ہوا ہوں۔ (مکتوبات شریف جلد سوم)

Marfat.com

برکاتِ نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنا چاہا تو فرشتوں کو فرمایا کہ زمین سے ہر قسم کی سرخ، سفید، سیاہ، کھاری، میٹھی، نرم، سخت، خشک، تر مٹی لاؤ؟ فرشتوں نے تعمیل کی۔ اسی مٹی سے پروردگار عالم نے حضرت آدم علیہ السلام کا خوبصورت پتلا بنایا اور اس میں اپنی روح پھونکی اور اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ان کی پشت میں بطور امانت رکھا جس کی وجہ سے ان کی پیشانی آفتاب و ماہتاب کی طرح چمکنے لگی۔ چنانچہ علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حدیث میں آیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی پشت مبارک میں رکھ دیا تو وہ نور ایسا شدید چمک والا تھا کہ باوجود پشت آدم میں ہونے کے پیشانی آدم سے چمکتا تھا۔ (زرقانی علی المواہب، ص ۴۹، ج ۱)

یہ ایک حقیقت ہے کہ پشت آدم علیہ السلام میں ان کی تمام اولاد کے وہ لطیف اجزاء جسمیہ تھے جو انسانی پیدائش کے بعد اس کی ریڑھ کی ہڈی کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں اور وہی اس کے اجزاء اصلیہ کہلائے جاتے ہیں نہ صرف آدم علیہ السلام بلکہ ہر باپ کے صلب میں اس کی اولاد کے ایسے ہی لطیف اجزائے بدنیہ موجود ہوتے ہیں جو اس سے منتقل ہو کر اس کی نسل کہلاتی ہے اولاد کے ان ہی اجزائے جسمیہ کا آباء کے اصلاب میں پایا جانا باپ بیٹے کے درمیان ولدیت اور ابنیت کے رشتہ کا سنگ بنیاد اور سبب اصلی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت میں قیامت تک پیدا ہونے والی اولاد کے اجزائے اصلیہ رکھ دیئے۔ یہ اجزاء روح کے اجزاء نہیں نہ روح کا کل ہیں کیونکہ ایک بدن میں ایک ہی روح سما سکتی ہے۔ ایک سے زیادہ ایک بدن میں روح کا پایا جانا بداہۃً باطل ہے۔ لہٰذا پشت آدم علیہ السلام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک نہیں رکھی گئی تھی بلکہ جسم اقدس کے جوہر لطیف کی نورانی شعاعیں رکھی گئی تھیں۔ جو نور ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی شعاعیں تھیں۔ (میلاد النبی، ص ۱۹)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم جو فرشتوں کو دیا گیا تھا وہ اس وجہ سے تھا کہ ان کی پیشانی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پاک تھا۔

(تفسیر کبیر، ص ۳۱۸، ج ۲، زیر آیت تلک الرسل)

معلوم ہوا کہ وہ تعظیم وتحیت درحقیقت نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی تھی چنانچہ تمام نوری فرشتے اس نور اعظم کی تعظیم کے لئے جھک گئے اور مقبول ہو گئے جو سب سے پہلے جھکا وہ سب کا سردار ہو گیا۔ اس کے بعد درجہ بدرجہ ان کے درجات بلند ہوئے اور ابلیس انکار کر کے ملعون و مردود ہو گیا اور اس کا عابد و زاہد اور موحد ہونا، اس کو کوئی فائدہ نہ پہنچا سکا۔

تیرے آگے خاک پہ جھکتا ہے ماتھا نور کا نور نے پایا تیرے سجدے سے ماتھا نور کا

یہاں یہ بات بھی نہایت قابل غور ہے کہ شیطان ہزاروں برس اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہا مگر اس کا ملعون و مردود ہونا ظاہر نہیں ہوا۔ اس کے ملعون و مردود ہونے کا اظہار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے وقت ہوا معلوم ہوا کہ علامت مقبولیت صرف عبادت ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ تعظیم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے۔

Marfat.com

عارف کبیر سیدی ابوالحسن علی شاذلی رحمۃ اللہ علیہ اپنے قصیدے میں فرماتے ہیں:
آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے انبیاء کرام گزر چکے ہیں وہ سب آنکھیں ہیں اور حضرت محمد ﷺ ان کا نور ہیں۔
اگر شیطان چشم بصیرت سے نور محمدی ﷺ کی چمک آدم علیہ السلام کے چہرہ میں دیکھتا تو فرشتوں سے پہلے سجدہ کرتا۔

(مواہب اللدنیہ وزرقانی' ص ۶۳' ۱)

معلوم ہوا کہ نور مصطفیٰ ﷺ کو دیکھنے کے لئے چشم بصیرت کی ضرورت ہے جن آنکھوں میں نور بصیرت نہیں' دیدار مصطفیٰ ﷺ ان کا حصہ نہیں۔

دین ودنیا ہر دو مقام آپ ہی کے نور سے روشن ہیں' اے بدرالدجے آپ پر خدا کی بیشمار رحمتیں ہوں۔
دنیا نے آپ جیسا کوئی فرزند نہیں جنا ہے اور جہان کی آنکھ نے آپ جیسا حسین نہیں دیکھا ہے۔
اے سراپا ہدایت! اگر آپ ﷺ کا نور مبارک آدم علیہ السلام کی پیشانی میں امانت نہ رکھا جاتا تو فرشتے آدم خاکی کو کب سجدہ کرتے۔

آپ کے لطف و کرم کی بہار اور نسیم فیض ہی سے
باغ کائنات سرسبز اور شاداب تر ہے

جن کے نور کے سبب سے حضرت آدم علیہ السلام مسجودیت ملائکہ کے مرتبے سے مشرف ہوئے تھے وہی ان کی توبہ کے قبول ہونے کا باعث بنتے ہیں چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام نے جب شجر ممنوعہ کا پھل کھالیا اور وہ جنت سے باہر تشریف لے آئے تو تین سو برس متواتر روتے رہے اور ندامت کی وجہ سے سر آسمان کی طرف نہ اٹھایا اور پڑھتے رہے۔ ربنا ظلمنا انفسنا الآیۃ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فتلقی ادم من ربہ کلمات فتاب علیہ انہ ھو التواب الرحیم (قرآن کریم)

پھر سیکھ لئے آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے کچھ کلمے (جن کی وجہ سے) اللہ نے ان کی توبہ قبول کی بیشک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

وہ کلمے کیا تھے؟ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ وہ کلمے ربنا ظلمنا انفسنا۔ الآیہ تھے لیکن علامہ محمود آلوسی بغدادی صاحب تفسیر روح المعانی اسی آیہ کریمہ کے تحت فرماتے ہیں۔

کہ حضرت آدم علیہ السلام نے عرش کے پائے پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا دیکھا تو اس نام کو شفیع بنایا (صاحب تفسیر فرماتے ہیں) کہ جب عیسیٰ علیہ السلام پر کلمے کا اطلاق ہوا تو جو روح اعظم اور حبیب اکرم ﷺ ہیں۔ ان پر کلمات کا اطلاق کیا گیا ہے کیونکہ عیسیٰ اور موسیٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام سب اسی نور اعظم کے انوار اور اسی باغ کے پھول ہیں۔ (روح المعانی' ص ۲۱۷' ۱)

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام سے خطا کا ارتکاب ہوگیا تھا تو انہوں نے عرض کیا: اے میرے رب میں تجھ سے محمد (ﷺ) کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے بخش دے۔ اللہ نے فرمایا: اے آدم تو نے محمد ﷺ کو کیسے پہچانا؟ ابھی تو میں نے ان کو (جسداً) پیدا نہیں کیا۔ انہوں نے عرض کیا: اے میرے پروردگار جب تو نے مجھ کو اپنے ہاتھوں سے پیدا فرمایا اور مجھ میں اپنی روح پھونکی تو میں نے اپنے سر کو اٹھایا اور عرش کے ستونوں پر لکھا ہوا دیکھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ پس میں نے جان لیا کہ جس کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ ملا کر لکھا ہے وہ تجھے تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم تو نے سچ کہا' بے شک وہ ساری مخلوق سے زیادہ مجھے محبوب ہیں اور جب تو نے ان کے وسیلے سے بخشش چاہی تو میں نے تجھ کو بخش دیا اور اگر وہ محمد (ﷺ) نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا ہی نہ کرتا۔

(بیہقی' طبرانی' زرقانی' علی المواہب' ص ۶۲' درمنثور' المستدرک' حاکم' ص ۶۱۵' ج ۲)

Marfat.com

اگر نام محمد رانیا وردے شفیع آدم نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

علامہ احمد بن محمد القسطلانی الشافعی المصری روایت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اے آدم اگر تم محمد (ﷺ) کا نام لے کر تمام اہل سموت اور اہل ارض کی شفاعت کرتے تو ہم تمہاری شفاعت قبول فرماتے۔

(زرقانی علی المواہب' ص ۶۲' ج ۱)

حضرت حزیم بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ غزوۂ تبوک سے واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ میں چاہتا ہوں کہ آپ کی مدح (میں چند اشعار پیش) کروں۔ فرمایا: ہاں کہو اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کو سالم رکھے۔ انہوں نے کہا:

یارسول اللہ! آپ زمین پر تشریف لانے سے پہلے جنت کے سایوں میں خوشحالی اور ودیعت گاہ یعنی صلب آدم علیہ السلام میں تھے جبکہ وہ جنت میں تھے' جہاں وہ درختوں کے پتے نیچے اوپر جوڑ کر اپنا جسم ڈھانکتے تھے۔

پھر آپ نے بلاد (یعنی زمین کی طرف نزول فرمایا (یہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمین پر آنے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ آپ ﷺ ان کے صلب میں پوشیدہ تھے۔ اس وقت آپ نہ بشر' نہ مضغہ اور نہ علق تھے۔

بلکہ (صلب آباء میں بصورت) مادۂ مائیہ تھے (کہ وہی مادہ) کشتی نوح علیہ السلام میں سوار تھا۔ جس کی برکت سے وہ تیر رہی تھی اور نسوبت اور اس کے ماننے والے غرق ہو رہے تھے۔

اسی طرح آپ پاک صلبوں اور پاک رحموں میں یکے بعد دیگرے مختلف طبقات میں منتقل ہوتے رہے۔

یہاں تک کہ آپ ﷺ نے نار خلیل علیہ السلام میں ورود فرمایا چونکہ آپ ﷺ کا نور ان کے صلب میں پوشیدہ تھا تو وہ کیسے جل سکتے تھے؟

اسی طرح آپ ﷺ منتقل ہوتے رہے' یہاں تک کہ آپ ﷺ کے خاندان (جو کہ خندف کی اولاد ہیں) کو وہ شرف اور بلند مقام حاصل ہوا کہ دوسرے لوگ سب ان کے نیچے ہیں۔

اور جب آپ ﷺ کی ولادت ہوئی اس وقت آپ ﷺ کے نور سے زمین روشن ہوگئی اور آفاق منور ہو گئے۔

سو ہم اسی ضیا اور اسی نور میں رشد و ہدایت کے راستوں کو قطع کر رہے ہیں۔ (حاکم' طبرانی' مواہب اللدنیہ' خصائص کبریٰ' ص ۳۹' ج ۱)

ف: حضور ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ان اشعار کو سن کر سکوت فرمایا۔ لہٰذا حدیث تقریری سے ان اشعار کے مضامین کا صحیح اور حجت ہونا ثابت ہو گیا۔

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جنت کے سایوں میں کشتی نوح میں' نار خلیل میں ہونا وجود بشریت سے پہلے یہ سب حالات و برکات آپ ﷺ کے نور پاک کے ہیں۔

سراج الامہ امام الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یارسول اللہ ﷺ آپ وہ ذات ہیں کہ اگر آپ نہ ہوتے تو ہرگز کوئی آدمی پیدا نہ ہوتا اور نہ ہی کوئی مخلوق پیدا کی جاتی۔

اور آپ وہ نور اعظم ہیں کہ چاند آپ ﷺ ہی کے نور سے روشن اور سورج کی چمک بھی آپ ﷺ کے ہی نور سے ہے۔

آپ وہ ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے جب آپ ﷺ کا توسل پکڑا تو وہ اپنی مراد کو پہنچے حالانکہ بظاہر وہ آپ کے باپ ہیں۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آپ ﷺ ہی کے نور کے سبب سے آگ گلزار ہو گئی تھی۔

اور حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی تکلیف و مصائب میں آپ ہی کو پکارا تو اس پکارنے سے ان کی تکلیف و مصیبت دور ہو گئی۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ ﷺ ہی کی آمد کی خبر دیتے اور آپ کی صفات حسنہ کا بیان اور آپ کی مدح سرائی کرتے ہوئے تشریف

Marfat.com

لائے۔ (مجموعہ القصائد مطبع مجتبائی دہلی، ص ۴۰)

مقبول بارگاہ سید المرسلین ﷺ امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں:

تمام انبیاء کرام علیہم السلام حضور ﷺ کے سمندر میں سے بقدر ایک چلو کے یا آپ ﷺ کے فیض کی لگا تار بارشوں سے بقدر ایک گھونٹ کے طالب ہیں۔

اور ہر معجزہ وکمال جس کو رسولان کرام علیہم السلام لائے ہیں سوائے اس کے نہیں کہ وہ معجزہ وکمال ان کو حضور اکرم ﷺ کے نور سے حاصل ہوا ہے اس لئے کہ

حضور اکرم ﷺ فضل وکمال کے آفتاب ہیں اور تمام انبیائے کرام علیہم السلام اس آفتاب کے ستارے ہیں جو اسی آفتاب کے انوار کو لوگوں کے لئے تاریکیوں میں ظاہر کرتے رہے یعنی انبیاء کرام علیہم السلام اپنے اپنے زمانے میں حضور سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ کی نورانیت و روحانیت ہی سے مستفید ہوتے رہے۔ جیسے رات کو چاند اور ستارے سورج کے نور سے مستفید ہوتے ہیں۔ حال آں کہ سورج اس وقت دکھائی نہیں دیتا جب سورج طلوع ہو جاتا ہے تو سب روشنیاں اس نور اعظم میں مدغم ہو جاتی ہیں اور وہ نور عظیم سب روشنیوں پر غالب آ جاتا ہے۔ پھر کسی دوسری روشنی کی ضرورت نہیں رہتی۔ اسی واسطے نبی اکرم ﷺ کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں ہے اور جس طرح روشنی کے تمام مراتب آفتاب پر ختم ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح نبوت ورسالت کے تمام مراتب وکمالات کا سلسلہ بھی روح محمدی اور نور محمدی ﷺ پر ختم ہو جاتا ہے۔

اے نظم رسالت کے چمکتے ہوئے مقطع تو نے ہی اسے مطلع انوار بنایا

(سیرت ذکر الحسین کا بیان ختم ہوا)

Marfat.com

باب نمبر ۳

چاہِ زمزم کا بیان

(مندرجہ ذیل بیان روض الانف شرح سیرت ابن ہشام کے صفحہ ۲۵۰ تا ۳۵۰ جلد اوّل سے اخذ کیا گیا ہے)

جب یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ظاہر ہوا تو ایک فرشتہ نے (جبرائیل علیہ السلام) حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے گفتگو کی۔ اس نے بتایا کہ یہ مقام ان کا اور ان کے نورِ نظر کا تا ابد ٹھکانا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے پاکیزہ گھر کی جگہ ہے۔ اس کے بعد حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا وصال فرما گئیں۔ اس وقت سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر بیس سال تھی۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی قبر انور ''حجر'' میں ہے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی مرقد انور بھی وہیں ہے۔ (الروض الانف ج ۱ ص ۲۵۰)

جرہم کی بغاوت اور چشمہ زمزم کو دفن کرنا

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کا انتقال ہو گیا تو آپ علیہ السلام کے فرزند نابت بیت اللہ کے متولی بنے ان کے بعد مضاض بن عمرو الجرہمی متولی بنے۔ بنو اسماعیل اور بنو نابت اپنے نانا مضاض بن عمرو اپنے ماموں قبیلہ جرہم اور قطورا کے ہمراہ مکہ معظمہ میں مقیم رہے۔ جرہم اور قطورا دونوں چچازاد بھائی تھے اور یمن کے رہنے والے تھے اور ایک قافلہ کے ساتھ وہاں سے آ گئے تھے۔ قبیلہ جرہم کا سردار مضاض بن عمرو تھا جبکہ قطورا کا سردار سمیدع تھا۔ ان دونوں قبائل میں مکہ معظمہ میں پہلی لڑائی ہوئی۔ سمیدع قتل ہو گیا اور مضاض مکہ معظمہ کا بادشاہ بن گیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیل علیہ السلام کو مکہ معظمہ میں پھیلا دیا۔ (آپ علیہ السلام) کے ماموں خانہ کعبہ کے متولی بن گئے۔ بنو اسماعیل علیہ السلام ان کی قرابت رشتہ داری اور خانہ کعبہ میں جنگ نہ کرنے کی وجہ سے بنو جرہم سے کوئی تعرض نہ کرتے پھر جب مکہ شریف میں بھی اولاد نہ سما سکی تو وہ مختلف شہروں میں چلی گئی۔ جس قوم سے بھی نبرد آزما ہوتے اللہ تعالیٰ انہیں فتح عطا کرتا۔

پھر بنو جرہم مکہ معظمہ میں سرکشی کرنے لگے۔ بیت اللہ میں بہت حرام امور کو حلال سمجھنے لگے۔ پردیسیوں پر ظلم کرتے مکہ مکرمہ کے لئے جو نذرانہ دیا جاتا وہ ہڑپ کر جاتے۔ جب بنو بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ اور غبشان نے ان کی بدمعاشی دیکھی تو انہوں نے مل کر بنو جرہم کے ساتھ شدید لڑائی کر کے ان کو مکہ مکرمہ سے نکال دیا۔ زمانہ جاہلیت میں بھی کوئی باغی یا سرکش مکہ مکرمہ میں نہیں ٹھہر سکتا تھا جو بادشاہ اس کی حرمت کو پامال کرنے کی کوشش کرتا وہ فوراً ہلاک ہو جاتا اس کو بکہ بھی اس لئے کہتے ہیں کیونکہ یہ جابر حکمرانوں کی گردنوں کو توڑ کر رکھ دیتا تھا۔

جب مذکورہ لڑائی ہوئی تو بنو جرہم کا سردار عمرو بن حارث تھا۔ لڑائی کے بعد مکہ مکرمہ سے نکلتے وقت خانہ کعبہ شریف کے دو ہرن اور حجر اسود کو اٹھا کر زمزم کے کنواں میں ڈال دیا اور پھر کنواں کو بند کر دیا اور اپنے قبیلے کو لے کر یمن چلا گیا۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جرہم کے بعد قبیلہ خزاعہ میں سے بنو غبشان خانہ کعبہ کے والی بنے۔ اس وقت ان کا سردار عمرو بن حارث الغبشانی بیت اللہ کا متولی تھا۔ اس وقت قریش انتشار اور تفرقہ کا شکار تھے وہ بنو کنانہ میں متفرق طور پر رہائش پذیر تھے۔ بنو خزاعہ نسل در نسل بیت اللہ کے متولی بنتے رہے۔ اس قبیلے کا آخری متولی حلیل بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو الخزاعی تھا۔

Marfat.com

قصی بن کلاب کا حبی بنت حلیل سے عقد نکاح

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں قصی بن کلاب نے حلیل بن حبیشہ کی بیٹی حبی کو شادی کا پیغام دیا۔ حلیل نے یہ رشتہ بہت پسند کیا اور اپنی بیٹی حبی کا نکاح قصی سے کر دیا۔ قصی کے ہاں تین بیٹے ہوئے۔ (۱) عبدالدار (۲) عبد مناف (۳) عبدالعزیٰ جب قصی کی اولاد پھلی پھولی اور اس کے ہاں مال و دولت کی فراوانی ہوئی اور اسے عزت و شرف نصیب ہوا تو حلیل کو موت نے آ لیا۔ قصی نے اس کے بعد بنو خزاعہ سے کعبہ شریف کی تولیت چھین لی۔ اختصار کی وجہ سے تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔ قصیٰ کی موت کے بعد قریش میں انتشار پھیل گیا اور اس کے بنو عبد مناف اور بنو عبدالدار میں کعبہ شریف کی تولیت حاصل کرنے کے لئے شدید اختلاف پیدا ہو گیا۔ یہاں تک لڑائی کی نوبت آ گئی لیکن پھر اچانک فریقین کی طرف سے صلح کا مطالبہ ہوا۔ صلح کی شرائط یہ طے پائیں کہ بنو عبد مناف کو سقایہ (پانی پلانا) اور رفادہ (مہمان نوازی کھانے پینے کا انتظام کرنا) وغیرہ کی حفاظت کرنا) کا منصب دیا جائے جبکہ حجابہ (کعبہ شریف کی چابی سرداری و نذرانوں) ثم اللواء (اعلان جنگ کے لئے جھنڈا گاڑنا) اور ندوہ (ایک جگہ بیٹھ کر مشورہ کرنا) بنو عبدالدار کے پاس ہی رہے۔ ہر قبیلہ اپنے حلیف کے ساتھ منسلک رہا۔ پھر وہ اس اتحاد پر برقرار رہے۔ حتیٰ کہ اسلام کا خورشید تاباں ظہور پذیر ہوا۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ترجمہ اردو: ''زمانہ جاہلیت میں جو بھی معاہدے تھے اسلام نے صرف ان کے استحکام میں اضافہ کیا ہے''۔

حضرت ہاشم رفادہ اور سقایہ کے والی بنے

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہاشم بن عبد مناف رفادہ اور سقایہ کے والی بنے۔ انہوں نے ہی سب سے پہلے حاجیوں کو ثرید کھلائی۔ ان کا نام عمر تھا۔ ثرید کھلانے کی وجہ سے ہاشم کے نام سے معروف ہوئے۔ ہاشم کے بعد مطلب بن عبدالمناف رفادہ اور سقایہ کے والی بنے۔ حضرت ہاشم مدینہ منورہ میں آئے تو سلمیٰ بنت عمرو سے شادی کر لی۔ اس خاتون کا تعلق عدی بن نجار سے تھا۔ اس سے حضرت ہاشم کا ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام شیبہ رکھا۔ حضرت ہاشم نے اسے اپنی والدہ کے پاس مدینہ منورہ میں ہی رہنے دیا۔ حضرت ہاشم کی وفات کے بعد جب شیبہ جوان ہونے کے قریب ہوئے تو آپ کا چچا مطلب آپ کو لینے آیا اور سلمیٰ سے اجازت لے کر مکہ شریف لے آیا۔ مطلب نے شیبہ کو اپنے اونٹ پر سوار کر کے مکہ شریف لائے۔ قریش کہنے لگے کہ مطلب نے شیبہ کو خریدا ہے اس وجہ سے ان کا نام عبدالمطلب پڑ گیا۔ مطلب نے قریش کو مخاطب کر کے کہا تمہارے لئے ہلاکت ہو۔ یہ میرے بھائی ہاشم کا بیٹا ہے اسے مدینہ منورہ سے لے کر آیا ہوں۔

مطلب کی وفات سرزمین یمن میں بردمان کے مقام پر ہوئی۔ ایک عربی شاعر کہتا ہے جس کے اشعار کا ترجمہ یہ ہے کہ مطلب کی وفات کے بعد حاجی پیاسے ہو گئے۔ پیالوں اور کثیر پانی کی عدم دستیابی کے بعد انہیں پیاس محسوس ہوئی۔ کاش اس کی وفات کے بعد قریش بھی اس تکلیف دہ راستے کو اپنا لیتے۔

حضرت عبدالمطلب سقایہ اور رفادہ کے والی بنے

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ عبدالمطلب بن ہاشم اپنے چچا مطلب کے بعد سقایہ اور رفادہ کے منتظم بنے۔ عبدالمطلب شرف و قدر کی اس رفعتوں پر آشیاں بند ہوئے کہ ان سے قبل کوئی شخص بھی ان بلندیوں تک نہ پہنچ سکا۔ قوم آپ کا بہت زیادہ احترام کرتی تھی ان کی عظمت و سطوت کی دھاک ان میں خوب بیٹھ گئی۔

زمزم کے کنویں کی کھدائی

اسی اثناء میں کہ حضرت عبدالمطلب حجر میں سوئے ہوئے تھے کہ آنے والا ان کے پاس آیا اور چاہ زمزم کھودنے کا حکم دیا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کر کے ایک طویل حدیث بیان کی ہے لیکن اختصار کی وجہ سے اتنے پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔

Marfat.com

آنے والے نے چاہ زمزم کی نشاندہی بھی کی اور کہا کہ زمزم وہ چشمہ ہے جو نہ تو کبھی خشک ہوگا اور نہ ہی اس کی مذمت کی جائے گی۔ حاجیوں کے بڑے بڑے گروہ اس سے سیراب ہوں گے۔ وہ لید اور خون کے مابین اس جگہ ہے جہاں سیاہ کوا اپنی چونچ سے مٹی کرید رہا ہے۔ اس کے قریب ہی چیونٹیوں کا بل بھی ہے۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب چاہ زمزم کا محل وقوع بیان کر دیا گیا اور اس مقام تک ان کی رہنمائی کر دی گئی تو حضرت عبدالمطلب کو یقین ہو گیا کہ خواب سچا ہے۔ آپ نے کدال لی۔ اپنے بیٹے حارث کو اپنے ہمراہ لیا (اس وقت آپ کا صرف ایک ہی بیٹا تھا) اور اپنے مطلوبہ مقام کو کھودنا شروع کر دیا۔ جب آپ نے اپنے مقصد کو پالیا تو آپ نے بلند آواز میں تکبیر کہی۔

جب قریش کو معلوم ہوا کہ حضرت عبدالمطلب اپنے مدعا میں کامیاب ہو گئے ہیں تو وہ ان کے پاس گئے اور کہنے لگے۔

اے عبدالمطلب یہ کنواں ہمارے جد امجد حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ہے۔ اس میں ہمارا بھی حق ہے۔ اس میں ہمیں بھی شریک کریں۔
حضرت عبدالمطلب نے فرمایا: میں تمہیں ہرگز شریک نہیں کروں گا۔ اس کی کھدائی کے لئے صرف مجھے مخصوص کیا گیا ہے۔ یہ سعادت صرف مجھے بخشی (عطا کی) گئی ہے''۔

اس سے قبل بھی قریش نے کھدائی کرنے سے روکنے کے لئے کافی مخالفت کی اور پھر اب بہت زیادہ مخالفت کی۔ اس کی بڑی لمبی تفصیل ہے۔ اختصار کی وجہ سے اس کو بیان کرنے سے گریز کرتا ہوں۔ آخر کار حضرت عبدالمطلب نے مزید کھدائی کی تو اس میں سے دو سونے کے ہرن پائے۔ یہ وہی ہرن تھے جو بنو جرہم جلاوطنی کے وقت یہاں چھوڑ گئے تھے جو انہیں فارس کے شاہ ایران نے تحفے کے طور پر بھیجے تھے۔ حضرت عبدالمطلب نے وہاں سے درخشاں تلواریں اور زرہیں بھی پائیں۔ یہ عجیب سامان دیکھ کر قریش نے آپ سے کہا اس میں ہمارا بھی حق ہے۔ آپ نے فرمایا: تمہارا کوئی حق نہیں۔

حضرت عبدالمطلب نے فرمایا: آؤ ہم اس چیز کی طرف چلتے ہیں جو میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کر دے گی۔ ہم قرعہ اندازی کریں گے۔
قریش نے پوچھا کیسی قرعہ اندازی کریں گے؟ آپ نے فرمایا: ''میں دو تیر خانہ کعبہ کے لئے مقرر کروں گا۔ دو تیر میرے لئے ہوں گے اور دو تیر ہی تمہارے لئے ہوں گے جس کے دو تیر جس چیز کے لئے نکلے وہ اس کی ہوگی جس کے تیر نہ نکلے اس کے لئے کوئی چیز نہ ہوگی''۔ قریش نے کہا کہ آپ نے بڑے انصاف کی بات کہی۔ دو تیر زرد خانہ کعبہ شریف کے لئے' دو سیاہ تیر حضرت عبدالمطلب کے لئے اور قریش کے لئے دو سفید تیر رکھے گئے۔ پھر اس شخص کو دیئے جو ہبل کے پاس قرعہ اندازی کرتا تھا۔ ہبل وہ بت ہے جو کعبہ شریف کے وسط میں نصب تھا۔ یہ مشرکین کا سب سے بڑا بت تھا۔ حضرت عبدالمطلب دعا مانگنے لگے قرعہ اندازی کرنے والے نے قرعہ ڈالا۔ دو زرد تیر سونے کے ہرنوں پر نکلے وہ ہرن خانہ کعبہ شریف کے لئے وقف کر دیئے۔ دو کالے سیاہ تیر تلواروں اور زرہوں پر نکلے۔ انہیں حضرت مطلب کے سپرد کر دیا گیا اور قریش کے لئے کوئی تیر نہ نکلا۔
حضرت عبدالمطلب نے تلواروں سے بیت اللہ کا دروازہ بنایا اور دروازے پر سونے کے دونوں ہرنوں کو نصب کیا گیا۔ یہ پہلا سونا تھا جو خانہ کعبہ شریف کے لئے وقف کیا گیا۔ پھر حضرت عبدالمطلب حاجیوں کو آب زمزم پلانے کی سعادت حاصل کرنے لگے۔

آب زمزم کی دیگر پانیوں پر فضیلت

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آب زمزم کو باقی پانیوں پر فضیلت مل گئی۔ حاجی بھی اسے نوش کرنے لگے۔ مسجد حرام میں ہونے کی وجہ سے لوگوں کی خصوصی توجہ کا مرکز بن گیا۔ دوسرا اس پانی کا تعلق سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کے چشمہ سے تھا۔

بنو عبد مناف کے لئے قابل فخر

بنو عبد مناف آب زمزم کی وجہ سے تمام قریش پر فخر کیا کرتے تھے بلکہ سارے عرب پر انہیں امتیاز حاصل تھا۔ مسافر بن عمرو بن امیہ کا تعلق عبد

Marfat.com

مناف سے تھا۔ وہ اپنے سقایہ اور رفادہ پر فخر کرتے ہوئے کہتا ہے عربی اشعار کا اردو ترجمہ: ''ہم فضیلت و کرامت کے وارث اپنے آباء سے ہوئے ہیں' کیا ہم موٹی اور دودھ دینے والی اونٹنیاں ان کے لئے ذبح نہیں کرتے رہے۔ موتوں کے گھومنے کے وقت ہم بہت شدید اور جود وسخا والے پائے جائیں گے۔ اگر ہم ہلاک بھی ہو جائیں پھر بھی پرواہ نہیں کیونکہ ہم اپنی جانوں کے مالک نہیں ہیں اور ہمیشہ رہنے والا کون ہے؟ زمزم کی فضیلت ہمارے بزرگوں میں رہی اور حسد کرنے والے کی آنکھ پھوڑ ڈالتے ہیں''۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حذیفہ بن غانم بنوعدی بن کعب بن لوی کا بھائی کہتا ہے ''ہاشم حاجیوں کو پانی پلانے والے پھر روٹیوں کی ثرید بنانے والے ہیں جبکہ عبد مناف بنوفہر کے سردار ہیں''۔

اس نے مقام ابراہیم کے پاس آب زمزم کا کنواں بنایا اور اس کا پانی پلانا ہر صاحب فخر کے لئے فخر بن گیا۔

اس شعر میں عبدالمطلب بن ہاشم کا تذکرہ ہے۔

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی نذر

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو زمزم کی کھدائی کے وقت شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا تو آپ رضی اللہ عنہ نے نذر مانی کہ اگر ان کے ہاں دس بیٹے ہوئے اور تمام جوان ہو گئے تو وہ ان میں سے ایک کو کعبہ مشرفہ کے پاس ذبح کریں گے۔

جب ان کے فرزندوں کی تعداد دس ہوگئی اور جب آپ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہو گیا کہ اب آپ رضی اللہ عنہ کے یہ فرزند مخاصمت کو روکیں گے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں کو اپنی نذر کے متعلق بتایا اور انہیں نذر پوری کرنے کے لئے فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے تمام بیٹے اطاعت شعار تھے۔ انہوں نے عرض کیا: اے والد محترم! آپ رضی اللہ عنہ جسے چاہیں اسے راہ خدا میں ذبح کر دیں۔

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم میں سے ہر ایک ایک تیر لے اور اس پر اپنا نام لکھ کر میرے پاس لے آئے'' تمام بیٹوں نے ایک ایک تیر پر اپنا نام لکھا اور انہیں اپنے والد گرامی قدر کے پاس لے آئے۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ انہیں لے کر وسط کعبہ شریف میں تشریف لے گئے۔ وہاں ایک شخص تعین ہوتا تھا جو کہ قرعہ اندازی کرتا تھا (قرعہ ڈالنے کا بیان ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے بڑا مفصل بیان کیا ہے لیکن یہاں اختصار کی وجہ سے مؤلف بیان کرنا مناسب نہیں سمجھتا)۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں سے تیر لے کر اس شخص کو دیئے اور اسے فرمایا کہ ان سے فال نکالو۔ تیر نکالنے والے کو اپنی نذر کے متعلق بھی بتا دیا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نام قرعہ

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ' حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو تمام اولاد سے محبوب اور پیارے تھے۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو یقین تھا کہ اگر قرعہ ان کے نام نکل آیا تو وہ ذبح ہونے سے بچ جائیں گے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ کے والد محترم تھے۔ جب قرعہ نکالنے والے نے تیر پکڑے تو حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے لگے۔ جب قرعہ نکالنے والے نے قرعہ نکالا تو وہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نام ہی نکلا۔

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے اپنے لخت جگر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور چھری ہاتھ میں لی اور آپ رضی اللہ عنہ کو ذبح کرنے کے لئے لے گئے۔ یہ حیرت انگیز واقعہ دیکھ کر قریش اپنی اپنی مجلسوں سے اٹھ کر آپ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور پوچھنے لگے: اے حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ! کیا کرنے لگے ہو؟ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب فرمایا: ''میں عبداللہ کو ذبح کرنے لگا ہوں'' قریش نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا: ''قسم بخدا! انہیں ذبح نہ کرو حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ کے لئے کوئی چارہ کار نہ رہے۔ اگر آج آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ذبح کر دیا تو پھر لوگ بھی اپنے بیٹوں کو ذبح کرنے کے لئے یہاں لاتے رہیں گے اور نسل انسانی کی بقاء کو خطرہ لاحق ہو جائے گا''۔

Marfat.com

مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم بن یقظہ نے کہا: ''اے حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ! حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ہرگز ذبح نہ کریں تاوقتیکہ کوئی اور چارۂ کار نہ رہے۔ اگر ان کا فدیہ ہمارے تمام اموال بھی ہیں تو ہم وہ بھی پیش کر دیں گے'' دیگر سرداران قریش نے کہا: ''آپ رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ذبح نہ کریں۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے کو حجاز میں لے جائیں۔ وہاں عرافہ نامی کاہنہ ہے (ایک جن اس کے تابع ہے) اس سے اس مسئلہ کے متعلق پوچھیں۔ اگر وہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ذبح کرنے کے لئے کہے تو آپ رضی اللہ عنہ کو ذبح کر دینا اور اگر کوئی درمیانی راہ نکل آئے تو اس پر عمل کرنا''۔

عرافۃ الحجاز کا فیصلہ

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ عرافہ کاہنہ کی تلاش میں مدینہ طیبہ پہنچے اور عرافہ کو خیبر میں پالیا۔ اس کو اپنا مسئلہ بتایا۔ مختصر یہ کہ عرافہ کاہنہ نے آپ رضی اللہ عنہ اور سرداران قریش سے پوچھا تمہارے ہاں دیت کیا ہے؟ اس کو بتایا گیا دس اونٹ۔ کاہنہ نے کہا اپنے وطن لوٹ جاؤ۔ اپنے لخت جگر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور دس اونٹ ایک جگہ جمع کر کے قرعہ اندازی کر لینا۔ اگر قرعہ تمہارے نور نظر کے نام ہی نکلے تو پھر اونٹوں کی تعداد میں اضافہ کرتے جانا (بعض روایات میں ہے دس دس اونٹ بڑھاتے جائیں) حتیٰ کہ تمہارا رب راضی ہو جائے۔ جب قرعہ تمہارے اونٹوں کے نام نکل آئے تو پھر اپنے فرزند ارجمند کی جانب سے ان اونٹوں کو ذبح کر دینا۔ تمہارا رب بھی راضی ہو جائے گا اور تمہارا بیٹا بھی بچ جائے گا۔

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اپنے ساتھی قریش سرداران کے ہمراہ واپس مکہ شریف آئے۔ سب کا کاہنہ کے فیصلہ پر اتفاق ہو گیا۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر دعا فرمانے لگے قرعہ اندازی شروع ہو گئی۔ پہلے دس اونٹ قرعہ کے لئے رکھے گئے لیکن قرعہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نام ہی نکلا۔ پھر دس اور بڑھائے لیکن قرعہ اونٹوں کے نام نہ نکلا۔ پھر دس دس ہر باری اونٹ بڑھاتے گئے اور حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ لگاتار دعا میں مصروف رہے حتیٰ کہ جب اونٹوں کی تعداد سو ہو گئی تو قرعہ اونٹوں کے نام نکلا۔ اس طرح حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے بدلے سو اونٹ ذبح کر دیئے گئے۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایسا کرنے سے نہ تو کسی انسان نے روکا اور نہ ہی کسی درندے نے۔

اسی وجہ سے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں دو ذبیحان کی اولاد ہوں یعنی سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام اور دوسرے آپ ﷺ کے والد گرامی قدر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ

(بحوالہ مستدرک للحاکم جلد ۲ ص ۵۵۴ (الروض الانف ج ۱ ص ۱۴۱ مواہب اللدنیہ جلد اول ص ۶۷ بحوالہ تفسیر کشاف جلد ۳ ص ۳۵۰ سورہ صافات)

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کاہنہ کا نام عرافۃ بیان کیا گیا ہے۔ عبدالغنی نے کتاب ''الغوامض والمبھمات'' میں یہی نام لکھا ہے۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یونس کی روایت سے کاہنہ کا نام سجاح تھا۔

حضرت عبداللہ بن حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو ایک خاتون کی پیشکش

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ پھر حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے اپنے لخت جگر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھاما اور واپس آنے لگے۔ واپسی پر کعبہ معظمہ کے پاس بنو اسد کی ایک خاتون جو کہ ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ کی بہن تھی۔ جب اس نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے درخشاں چہرے کی طرف دیکھا تو اس نے پوچھا: ''اے عبداللہ رضی اللہ عنہ! آپ کہاں جا رہے ہیں؟'' آپ رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا: ''میں اپنے والد گرامی قدر کے ساتھ جا رہا ہوں'' اس خاتون نے کہا: ''اگر آپ رضی اللہ عنہ میرے ساتھ اسی وقت حقوق زوجین ادا کریں تو میں آپ رضی اللہ عنہ کو وہ سو اونٹ دے دوں گی جو آپ ﷺ کے بدلے ذبح کئے گئے ہیں''۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا: ''اب میں اپنے والد محترم کے ہمراہ جا رہا

Marfat.com

ہوں۔ میں نہ تو اپنے والد محترم کی مخالفت کر سکتا ہوں اور نہ ہی آپ رضی اللہ عنہ کی جدائی برداشت کرنے کی مجھ میں طاقت ہے''۔

حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا عقد زوجیت میں

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو لے کر وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر کے گھر آئے۔ اس وقت وہب بنوزہرہ کے سردار تھے اور نسب میں سب سے ممتاز بھی تھے اور انہوں نے حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا کو عقد زوجیت میں پرو دیا۔ اس وقت حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا پورے قریش میں حسب ونسب کے اعتبار سے بلند و برتر تھیں۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا والدہ کی جانب سے نسب

آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام برہ بنت عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار بن قصیٰ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر تھا۔ برہ کی والدہ کا نام ام حبیب بنت اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر تھا۔ جبکہ ام حبیب کی والدہ کا نام برہ بنت عوف بن عبید بن عویج بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر تھا۔

حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے عقد زوجیت کا ایک سبب

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ البرقی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان اپنی کتاب الروض الانف جلد اول شرح سیرت ابن ہشام میں ۳۴۶ پر نقل کیا ہے۔ علامہ البرقی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی شادی کا ایک سبب ذکر کیا ہے وہ یہ کہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ یمن تشریف لے جایا کرتے تھے۔ وہاں ایک سردار کے ہاں قیام کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ اس کے ہاں قیام پذیر ہوئے۔ اس سردار کے پاس ایک ایسا شخص بیٹھا ہوا تھا جو سابقہ کتابوں کا عالم تھا۔ اس نے حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے کہا: ''اے عبدالمطلب! مجھے اجازت دیں تاکہ میں آپ کے نتھنوں کو دیکھ سکوں'' آپ رضی اللہ عنہ نے اجازت فرمادی۔ اس نے نتھنے دیکھ کر کہا ''میں نبوت وسلطنت دیکھتا ہوں'' میں یہ دونوں چیزیں منافین میں دیکھتا ہوں (عبد مناف بن قصیٰ اور عبد مناف بن زہرہ) جب حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ واپس تشریف لائے تو ہالہ بنت وہب سے خود شادی کرلی۔ یہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ تھیں اور اپنے نور نظر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی شادی حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا سے کردی۔ پھر سیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی نذر کے واقعہ کے وقت آپ کے چچاؤں کی تعداد کتنی تھی؟

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی والدہ اور نانی کا ذکر کیا ہے جو کہ مندرجہ بالا سطور میں بیان ہو چکا ہے اور آپ رضی اللہ عنہا کی نانی کی والدہ برہ بنت عوف ہے اور ہالہ بنت وہب کی والدہ کا نام العبلۃ بنت المطلب تھا۔ اس کی والدہ کا نام خدیجہ بنت سعید بن سہم تھا۔

بعض مؤرخین کو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی نذر کے واقعہ میں شک پڑا ہے کہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے نذر مانی تھی کہ وہ اپنے ایک بیٹے کو اس وقت ذبح کریں گے جب ان کی تعداد دس ہو جائے گی۔ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے ہالہ سے شادی اس وقت کی جب آپ رضی اللہ عنہ اس نذر کو پورا کر چکے تھے۔ ہالہ سے حضرت حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی اس وقت آپ کی اولاد کی تعداد بارہ تھی۔ اس لئے کوئی اشکال نہیں رہتا۔ علماء کرام کی ایک جماعت کا نقطہ نظر یہ ہے کہ آپ ﷺ کے چچاؤں کی تعداد بارہ تھی۔ بعض مؤرخین کہتے ہیں ان کی تعداد صرف دس تھی اس صورت میں ''ولد'' کا اطلاق صرف بیٹوں پر نہیں بلکہ پوتوں پر بھی ہوگا۔ جب حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے نذر پوری کی اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹوں اور پوتوں کی تعداد دس تھیں۔ (الروض الانف' جلد اول' ص ۳۴۷)

اس خاتون کی اس پیشکش کی وجہ

جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے عقد زوجیت میں آ گئیں تو انہوں نے ان سے وظیفہ زوجیت ادا کیا۔ پھر حضور ﷺ کا حمل

Marfat.com

مبارک قرار پذیر ہوا۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اس خاتون کے پاس آئے جس نے خود کو پیش کیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس خاتون سے کہا ''تجھے کیا ہے کہ آج تو میری طرف ویسے متوجہ نہیں ہوئی جیسے اس دن ہوئی تھی تو اس خاتون نے جواب دیا کہ ''آج آپ رضی اللہ عنہ کے چہرے سے وہ نور غائب ہے جو کل وہاں ضوفشاں تھا۔ آج مجھے آپ رضی اللہ عنہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے'' وہ خاتون اپنے بھائی ورقہ بن نوفل سے سنا کرتی تھی کہ اس امت میں ایک نبی ہوگا۔ ورقہ نے نصرانیت اختیار کر لی تھی اور سابقہ کتب کی پیروی کرتے تھے۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ابو اسحاق بن یسار نے روایت کیا کہ جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس جانے کے ارادے سے نکلے تو راستے میں ایک عورت ملی۔ اس نے پیغام نکاح دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے۔ ان سے وظیفۂ زوجیت ادا کیا اور نور محمدی ﷺ ان کے شکم اطہر میں منتقل ہو گیا۔ پھر اس عورت کے پاس سے گزرے اور شادی کی دعوت دی لیکن اس عورت نے انکار کر دیا اور کہا ''جب آپ رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے تھے اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں کے درمیان سفید نور درخشاں تھا اس لئے میں نے دعوت دی تو آپ رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا اور اب وہ نور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے شکم مبارک میں منتقل ہو چکا ہے۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ عورت بیان کرتی تھی کہ جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پہلے اس کے پاس سے گزرے تو آپ رضی اللہ عنہ کے چہرہ پر نور ضوفشاں تھا۔ وہ نور گھوڑے کی پیشانی پر سفیدی کی مانند تھا۔ میں نے اس لئے پیغام نکاح دیا تا کہ وہ نور مبارک اٹھانے کی سعادت مجھے مل جائے لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا۔ وہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے۔ ان سے وظیفۂ زوجیت ادا کیا۔ وہ مبارک نور ان کے شکم اطہر میں چلا گیا۔ رسول مکرم ﷺ نسب کی رو سے اپنی قوم میں سے افضل تھے۔ اپنے والد اور والدہ کی طرف سے ذی شرف تھے۔

پہلی عورت جو ورقہ بن نوفل کی بہن تھی جس نے دعوت دی اس کا نام امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے روض الانف' جلد اول' ص ۳۴۹ پر رقیہ اور کنیت ام قتال بیان کیا ہے اور یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ علامہ البرقی نے ہشام بن کلبی سے روایت کیا ہے کہ اس عورت کا نام فاطمہ بنت مرتھا۔ یہ خاتون تمام عورتوں سے زیادہ پاکیزہ اور عفیف تھی۔ وہ سابقہ کتب کی عالمہ بھی تھی اس نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے چہرہ پر نور نبوت دیکھا اس لئے دعوت نکاح دیا۔ جب انہوں نے انکار کر دیا۔ اس کے بعد اس نے یہ شعر کہے جن کا اردو ترجمہ یہ ہے ''میں نے برسنے والا بادل دیکھا وہ بڑھا اور بارش سے اردگرد کو صبح کی مانند ضوفشاں کر دیا۔ میں نے اس کی سیرابی کو دیکھا اس نے شہروں اور چٹیل میدانوں کو حیات نو عطا کر دی اور اس سے چٹیل میدان آباد ہو گئے۔ میں نے دیکھا کہ اس کے شرف وقدر کو لوٹا دیا ہے اور ہر چقماق مارنے والے کی آگ روشن نہیں ہوتی۔ اللہ کی قسم! تیرے پاس جو امانت تھی وہ زہریہ نے لے لی ہے اور تجھے علم بھی نہیں''۔

البدایہ والنہایہ کے اردو ترجمہ ابن کثیر جلد دوئم' ص ۱۵۶ میں بیان کیا گیا ہے کہ بیہقی یونس بن بکیر کے توسط اور ابن اسحاق کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ام قتال نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی شادی اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے شکم مبارک میں نور مبارک منتقل ہونے کی خبر سن کر نہایت حیرت آمیز اشعار کہے تھے۔ مذکورہ کتاب کے اسی صفحہ پر یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ابوبکر محمد بن جعفر بن سہل الخرائطی کہتے ہیں کہ ان سے علی بن حرب محمد بن عمارہ القرشی' مسلم بن خالد الزنجی اور ابن جریج نے عطا بن ابی رباح اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے ساتھ قبیلہ زہریہ کی طرف جا رہے تھے تو آپ رضی اللہ عنہ کو راستے میں ایک کاہنہ فاطمہ بنت مر الخثعمیہ ملی۔ اس نے شادی کی دعوت دی اور سو اونٹوں کی بھی پیشکش کی۔ آپ رضی اللہ عنہ اس کو دو شعر سنا کر آگے چلے گئے۔ اس روایت کے آخر میں بیان کیا گیا ہے کہ جب کاہنہ فاطمہ کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی شادی ہو گئی ہے اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے شکم مبارک میں استقرار حمل ہو گیا ہے تو وہ رو پڑی اور اپنی ناکامی پر ام قتال کی طرح بہت سے حسرت آمیز اشعار کہے جو کتب تواریخ میں اب تک محفوظ ہیں۔

Marfat.com

ابن کثیر کی جلد دوئم کے ص ۱۵۶ پر امام ابونعیم الحافظ نے جو بیان اپنی کتاب ''دلائل النبوۃ'' میں کیا ہے وہ تحریر کیا گیا ہے کہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ گرمی کے موسم میں مکہ شریف سے یمن کا سفر کر رہے تھے۔ راستے میں حمیر کے پاس جس کا تعلق یہود سے تھا کچھ دیر کے لئے ٹھہرے۔ وہاں اہل کتاب میں سے ایک شخص آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ دیکھ کر کہنے لگا ''آپ کے ایک ہاتھ میں نبوت اور دوسرے ہاتھ میں حکومت کے آثار پائے جاتے ہیں۔ اس کے بعد کہنے لگا کہ نبوت کے آثار جہاں تک میں نے دیکھا ہے آپ سے بنی زہرہ کی طرف منتقل ہوتے نظر آتے ہیں۔ پھر آپ سے کہنے لگا کیا آپ کی کوئی زوجہ ہے۔ آپ نے فرمایا: آج کل تو کوئی نہیں۔

یہ سن کر وہ اہل کتاب بولا جب اس سفر سے واپس مکہ شریف جاؤ تو بنی زہرہ میں شادی کر لینا۔ تو حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے یمن سے واپسی پر اپنی اور اپنے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی شادی بنوزہرہ میں کر دی۔ جیسا کہ اس سے قبل بیان ہو چکا ہے۔

کتاب مواہب اللدنیہ جلد اول' ص ۷۱ پر یہ بیان کیا گیا ہے جو عورت اونٹوں کی قربانی کرنے کے بعد کعبۃ اللہ کے پاس ملی اور جس نے نکاح کے بعد اسی وقت ہم بستری کی دعوت دی اور سو اونٹ دینے کے لئے بھی کہا' اس کا نام فتیلہ تھا لیکن اسے رقیقہ بن نوفل کہا جاتا تھا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس کو یہ جواب دیا (ترجمہ اردو) جہاں تک حرام کام کا تعلق ہے تو موت اس سے کم بات ہے اور حلال کا تو وجود نہیں ہے۔ پس تو اسے طلب کر اور وہ کام کیسے ہو سکتا ہے جو تو چاہتی ہے۔ عزت والا شخص اپنی عزت اور دین کی حفاظت کرتا ہے (السیرۃ النبویہ' ابن ہشام' جلد اول' ص ۱۰۴)

مواہب اللدنیہ کے اسی صفحہ پر یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ابونعیم' خزاعی اور ابن عساکر نے حضرت عطا ابن رباح بن اسلم جحی کے طریقے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو لے کر نکلے کہ ان کا نکاح کریں تو مقام تبالہ کی ایک کاہنہ کے پاس سے گزرے اور وہ یہودی مذہب سے تعلق رکھتی تھی اس نے آسمانی کتب پڑھ رکھی تھیں اور اس کو فاطمہ بنت مرخشیہ کہا جاتا تھا۔ اس نے دعوت نکاح دی جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ (دلائل النبوۃ لابی نعیم' جز ول' ص ۳۹)

فضائل سیدنا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوہ جلد دوئم' ص ۱۶ پر بیان فرماتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حسن و جمال کا عام چرچا ہوا اور داستان ذبح وفدا نے اس میں مزید اضافہ کیا تو قریشی عورتیں آپ کی عاشق اور طالب وصل ہو گئیں۔ آپ کے راستے میں کھڑی ہو جاتیں اور آپ کو اپنی جانب دعوت دیتی تھیں اور حق تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کو پردہ عفت و عصمت میں محفوظ رکھا۔ اہل کتاب نے ان میں علامات دیکھیں کہ پیغمبر آخر زمان حلب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ہوں گے۔ اس لئے آپ رضی اللہ عنہ کو دشمن سمجھنے لگے اور ہمیشہ آپ رضی اللہ عنہ کو ہلاک کرنے کے لئے گھات میں رہتے اور ہمیشہ آپ رضی اللہ عنہ کو مارنے کے لئے اطراف مکہ شریف میں آتے تھے اور عجیب و غریب آثار اور باتیں ان کے مشاہدہ میں آتی تھیں اور ناکام واپس لوٹ جاتے۔

ایک روز حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ شکار کے لئے گئے۔ عین اس وقت شام کی طرف سے اہل کتاب کی ایک بڑی جماعت ہاتھوں میں تلواریں لئے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے لئے پہنچ گئے۔ وہب بن عبد مناف جو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے والد گرامی تھے وہ بھی اس صحرا میں تھے۔ انہوں نے دیکھا جنتی سواروں کا دستہ جو اس دنیا سے مشابہت نہ رکھتے تھے غیب سے نمودار ہوئے اور اس گروہ اہل کتاب کو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے دفع کر دیا۔ جب وہب بن عبد مناف نے یہ حال دیکھا۔ اپنے گھر آئے اور اپنی زوجہ سے بات کی کہ میری خواہش ہے کہ اپنی بیٹی آمنہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کر دوں۔ بعض دوستوں کے ذریعے حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو بھی یہ بات پہنچی تو آپ رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح شادی کرنا چاہا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی شادی ایسی عورت سے کریں جو حسب و نسب کے شرف میں اور عفت و عصمت میں ممتاز ہو۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو ان صفات کا حامل پایا۔ اس طرح حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی شادی ہو گئی۔ اس سے آگے ورقہ بن نوفل کی بہن جس کا نام فتیلہ تھا اور محتیہ نامی عورت کا واقعہ بھی اسی طرح بیان کیا گیا ہے جیسا کہ اس سے قبل بیان ہو چکا ہے اور ایک روایت سے بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت جس کا نام

Marfat.com

لیلیٰ عدویہ تھا اس نے اسی طرح دعوت دی اور آخر میں لکھتے ہیں کہ یہ ممکن ہوسکتا ہے کہ ان سب عورتوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے درخواست کی ہو۔(الروض الانف شرح سیرت ابن ہشام) سیرت ابن ہشام جلد اول کا بیان ختم ہوا۔

حضور ﷺ کی ولادت مبارک اور دیگر حالات بیان کرنے سے پہلے حضور ﷺ کے والدین کریمین کے ایمان کے متعلق بیان کروں گا کیونکہ اس دور کے علماء کے درمیان اس مسئلہ پر بحث ہو رہی ہے۔ ویسے تو زیادہ بہتر یہ ہے کہ مسئلہ مذکورہ کے بارے بحث مباحثہ نہ کیا جائے لیکن حالات موجودہ نے اس مسئلہ کے متعلق بیان کرنے پر مجبور کیا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین کی نجات پر دلائل

(۱) زمانہ فترت میں انتقال کر جانا

حضور نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین کی نجات کے قائلین نے یوں بھی استدلال کیا ہے کہ ہر دونوں حضرات بعثت سے پہلے زمانہ فترت میں انتقال فرما گئے تھے۔ اس سے پہلے (بعثت سے پہلے) عذاب نہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ: وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (سورہ الاسراء، آیت ۱۵) ترجمہ اردو: ''اور ہم اس وقت تک عذاب نہیں دیتے جب تک رسول کو نہ بھیجیں''۔

وہ فرماتے ہیں: اہل کلام واصول میں سے ائمہ اشاعرہ اور فقہاء کرام میں سے شافعیہ اس بات پر متفق ہیں کہ جو شخص انتقال کر جائے اور اس تک دعوت اسلام نہ پہنچی ہو وہ دنیا سے یوں رخصت ہوتا ہے کہ اسے نجات حاصل ہوتی ہے۔ (مواہب اللدنیہ، جلد اول، ص ۱۱۰)

(۲) انبیاء کرام علیہم السلام کے آباؤ اجداد مومن تھے

حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''اسرار التنزیل'' میں فرمایا: کہا گیا ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد نہیں بلکہ چچا ہے (اس کی وضاحت پہلے ہو چکی ہے) اور اس پر چند وجوہ سے استدلال کیا گیا۔ ایک یہ کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے آباؤ اجداد کافر نہیں تھے۔ اس بات پر بھی کئی دلائل ہیں ان میں سے ایک اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: اَلَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ. وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ (الشعراء، آیت ۲۱۸، ۲۱۹) ترجمہ اردو (وہ اللہ جو آپ کو دیکھتا ہے۔ جب آپ کھڑے ہوتے ہیں اور جب سجدہ کرنے والوں میں منتقل ہوتے تھے)

کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ کا نور مبارک ایک سجدہ کرنے والے سے دوسرے سجدہ کرنے والے کی طرف منتقل ہوتا رہا۔ اس میں اس بات پر دلالت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے تمام آباؤ اجداد مسلمان تھے۔

(بحوالہ مواہب اللدنیہ جلد اول ص ۱۱۰، تفسیر الکبیر امام الرازی سورہ شعراء، جلد ۱۴، ص ۱۷۴)

پھر فرمایا: نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ ﷺ کے آباؤ اجداد مشرک نہیں تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

لم ازل انقل من اصلاب الطاهرين الى ارحام الطاهرات (تفسیر البحر المحیط جلد ۷، ص ۴۹)

اردو ترجمہ (میں (میرا نور) ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل ہوتا رہا)۔

اور ارشاد خداوندی ہے: اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ (التوبہ ۲۸) بے شک مشرک ناپاک ہیں۔

پس ضروری ہوا ہے کہ آپ ﷺ کے آباؤ اجداد میں سے کوئی مشرک نہ ہو۔

امام ابوحیان نے ''البحر'' میں ''وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ'' کی تفسیر کے قریب نقل کیا کہ شیعہ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے آباؤ اجداد مومن تھے اور انہوں نے اس (مذکورہ بالا) آیت اور (مذکورہ بالا حدیث) سے استدلال کیا ہے۔

(بحوالہ مواہب اللدنیہ جلد اول، ص ۱۱۰، ۱۱۱) (تفسیر البحر المحیط، جلد ۷، ص ۴۹)

Marfat.com

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''الروض الانف شرح سیرت ابن ہشام جلد اول' ص ۳۸۲-۳۸۱ میں فرماتے ہیں کہ ہمیں حضور ﷺ کے والدین کریمین کے متعلق اس طرح (یعنی کافر) نہیں کہنا چاہئے کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''مردوں کا تذکرہ کر کے زندوں کو تکلیف نہ دیا کرو''۔

ارشاد ربانی ہے اِنَّ الَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ (احزاب' ۵۷)

''بے شک جو لوگ ایذا پہنچاتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو'

حضرت امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ''تذکرۃ'' میں حضرت ابوبکر الخطیب رحمۃ اللہ علیہ نے ''السابق اللاحق'' میں اور حضرت ابوحفص عمر بن شاہین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''ناسخ ومنسوخ'' میں حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے ہمارے ساتھ حج ادا کیا۔ جب آپ ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کی قبر انور کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ انتہائی غمگین' گریہ بار اور پریشان تھے۔ آپ ﷺ کے رونے کی وجہ سے میں بھی رونے لگی۔ پھر آپ ﷺ اپنی سواری سے نیچے تشریف لے آئے اور فرمایا: ''اے حمیرا تم ادھر ہی ٹھہرو'' میں اونٹ کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ آپ ﷺ کہیں تشریف لے گئے۔ کافی دیر بعد آپ ﷺ واپس تشریف لائے۔ آپ ﷺ انتہائی مسرور اور تبسم کناں تھے۔ میں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ ﷺ میرے والدین آپ ﷺ پر فدا۔ جب آپ ﷺ یہاں تشریف فرما تھے تو آپ ﷺ انتہائی غمگین اور ملول تھے۔ آپ ﷺ کے رونے کی وجہ سے میں بھی رونے لگی۔ جب آپ ﷺ وہاں سے واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ انتہائی شاداں وفرحان تھے۔ یا رسول اللہ ﷺ اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں اپنی والدہ ماجدہ کی قبر انور پر گیا تھا۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے التجاء کی وہ انہیں زندہ فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرمایا۔ وہ مجھ پر ایمان لائیں پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی روح کو قبض فرمایا۔ (روض الانف شرح سیرت ابن ہشام جلد اول)

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا خواب

والدۂ رسول ﷺ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا بیان فرمایا کرتی تھیں کہ جب نور محمدی ﷺ ان کے صدف شکم میں قرار پذیر ہوا تو ان سے خواب میں کہا گیا ''آپ کے شکم مقدس میں اس امت کے سردار ﷺ قرار پذیر ہیں۔ جب یہ جہاں رنگ وبو میں تشریف لائیں اور انہیں یوں دم کرنا ''اعیذہ بالواحد من شر کل حاسد'' ''میں اللہ واحد سے اس کے لئے ہر حاسد کے شر سے پناہ مانگتی ہوں۔ پھر ان کا نام نامی اسم گرامی محمد ﷺ رکھنا۔

جب حضور ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو انہوں نے دیکھا کہ ان سے ایک نور ظاہر ہوا۔ جس میں انہیں کسریٰ کے محلات نظر آئے

(الروض الانف شرح سیرت ابن ہشام مع سیرت ابن ہشام جلد اول' ص ۲۷۹)

اب ذرا غور سے مذکورہ خواب کے الفاظ کو پڑھیں اور جو دعا دم کرنے کے لئے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو خواب میں سکھائی گئی اور پھر آپ رضی اللہ عنہا نے اس خواب کو ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا کہ میں 'اللہ واحد' سے اس کے لئے ہر حاسد کے شر سے پناہ مانگتی ہوں پھر ان کا نام نامی اسم گرامی محمد ﷺ رکھنا۔ اس میں جب آپ رضی اللہ عنہا اللہ تعالیٰ کو واحد مان رہی ہیں تو پھر معاذ اللہ مشرکہ کیسے ہوئیں؟ اس لئے آپ ﷺ کو مشرک کہنے والے ہوش کے ناخن لیں اور اپنی عاقبت کا فکر کریں۔ (مؤلف کیلانی)

ماہنامہ مجلہ الحقیقۃ (پاکستان نقش لاثانی نگر شکر گڑھ ضلع نارووال ماہ مئی ۲۰۰۴ء میلاد نمبر ۱۰۸) کا بیان

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کوئی بھی شریف النفس انسان نہ تو خود اپنے والدین کی توہین وتذلیل کرتا ہے اور نہ ہی اپنے والدین کی توہین

Marfat.com

وتذلیل برداشت کرتا ہے بلکہ خدانخواستہ کسی کے والدین میں کوئی عیب ہو بھی تو نہ خود اس کی تشہیر پسند کرتا ہے اور نہ ہی کسی دوسرے کے منہ سے سننا گوارہ کرتا ہے لیکن بعض ناعاقبت اندیش جناب رحمۃ للعالمین علیہ التحیۃ والتسلیم کے والدین کریمین رضی اللہ عنہما کے بارے میں بڑی بے باکی سے توہین آمیز رویہ اختیار کرتے ہوئے ان کو معاذ اللہ کافر ومشرک اور جہنمی کہتے ہیں اور جناب رسول اللہ ﷺ کی شدید ایذا کا سبب بنتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید فرقان حمید میں صاف اعلان فرما چکے ہیں کہ ''بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے (سورہ احزاب' آیت نمبر ۵۷) اور حضور ﷺ کا یہ فرمان کہ زندوں کو ان کے فوت شدگان کے ذریعے سے ایذا نہ دو (زرقانی' فتح الربانی' اسمعیہ وغیرہ)

ایک مقام پر تو آپ ﷺ کا یہ ارشاد ہے جس نے میرے قرابت داروں کے ذریعے سے مجھے ایذا دی اس نے مجھے ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کو ایذا دی (فتح الربانی' جلد ۸' ص ۱۸۲) جبکہ جناب رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم خود یہ وضاحت فرما چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیشہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر جناب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تک مجھے پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل کرتا رہا ہے (تفسیر در منثور ۵' ص ۹۸ تفسیر مظہری جلد ۷' ص ۱۸۹ محمدیہ ص ۱۵ زرقانی علی مواہب ج ۱' ص ۷۵) ارشاد خداوندی ہے کہ مشرک نجس ہوتا ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ کے آباؤ اجداد وامہات مشرک نہیں ہو سکتے (سورہ شعراء ۲۱۹ وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ) سے بھی اکثر مفسرین نے یہی مراد لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ہمیشہ ہمیشہ سجدہ کرنے والوں (مومنین) میں منتقل فرماتا رہا (تفسیر در منثور جلد ۵' ص ۹۸' مسالک الحقاء حق تفسیر مظہری وغیرہ بلکہ علامہ امام آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہ بیان فرمانے کے بعد یہ بھی لکھ دیا۔ اہل سنت و جماعت کے کثیر اور جلیل القدر اکابرین کے مذہب کے مطابق اس آیت سے جناب رسول اللہ ﷺ کے والدین کریمین کے مومن ہونے پر استدلال کیا گیا ہے اور اس میں اس شخص کے بارے میں کفر کا خوف کرتا ہوں جو اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے (تفسیر روح المعانی' جلد ۱۹' ص ۱۳۷) نیز بخاری شریف میں جناب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ ہر زمانے میں بہترین نسل میں رکھتا رہا۔ یہاں تک میں اس زمانہ میں ہوں (مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین' ص ۵۰۳' دلائل النبوۃ ابو نعیم' ص ۱۶۸) نیز حضرت جناب عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے ان کے بہترین (انسان) میں رکھا پھر اس کی دو قسمیں بنائیں (عرب وعجم) تو مجھے بہترین قسم عرب میں رکھا پھر ان عربوں کے قبیلے بنائے تو مجھے ان میں سے بہترین قبیلے (قریش) میں رکھا۔ پھر ان کے کئی گھر بنائے تو مجھے ان میں سے بہترین گھر (حضرت عبداللہ وسیدہ آمنہ رضی اللہ عنہما) میں جلوہ افروز فرمایا۔ بس میں اپنی ذات میں بھی سب سے بہتر ہوں اور گھرانے کے لحاظ سے بھی تمام گھرانوں سے بہتر ہوں۔ محدث علی الاطلاق بالاتفاق جناب شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ متاخرین نے آپ ﷺ کے آباؤ اجداد جناب حضرت آدم علیہ السلام وسیدہ حوا سلام اللہ علیہا سے لے کر سید حضرت عبداللہ اور سیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہما تک تمام آباؤ امہات کا مومن ہونا ثابت فرمایا ہے (اشعۃ اللمعات جلد ا' ص ۷۶۵) اور وہ سب ہی کفر وشرک کی نجاست سے طاہر ومطہر تھے (مکر ۴۹) بعض لوگ آزر کو جناب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ کہہ کر حضور ﷺ کے نسب میں طعن کرتے ہیں اور اپنی عاقبت برباد کرتے ہیں حالانکہ قرآن پاک میں آزر کے ذکر میں لفظ ''اب'' بیان فرمایا ہے لفظ ''والد'' نہیں فرمایا اور عربی زبان میں لفظ ''اب'' باپ' دادا اور چچا وغیرہ سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

سیدہ حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا نے اپنے وصال کے وقت جو اشعار کہے تھے وہ بھی آپ سلام اللہ علیہا کے ایمان وایقان پر برہان واضح ہیں۔ مثلاً بیٹا جو خواب میں نے دیکھا تھا اگر وہ صحیح ہے تو یقیناً یہ علت آپ کی نیک نامی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام کائنات کے رسول بنائے گئے ہو اور تجھے دین ابراہیمی کو سربلند کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ تجھے بتوں سے دور رکھے گا۔ کیونکہ میں دنیا میں ایک خیر چھوڑ کر جا رہی ہوں۔ ایک ایسا پاکیزہ بچہ جسے میں نے جنم دیا ہے (زرقانی علی مواہب) اب ہر ایک کی اپنی قسمت کہ وہ حضور ﷺ کی والدہ کا کس طرح ذکر کرتا ہے یقیناً یہ چند شواہد بھی حضور ﷺ کے والدین کریمین کے مومن وموحد اور دین ابراہیمی پر قائم ہونے کے لئے کافی ہیں۔ حضرت امام جلال

Marfat.com

الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے ام المومنین سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے دس معتمد اکابرین اسلام محدثین ومفسرین کے حوالے سے یہ روایت بیان فرمائی ہے کہ جناب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان لوگوں کا کیا بنے گا جو یہ کہتے ہیں کہ میری رشتہ داری آخرت میں کچھ فائدہ نہ دے گی۔ میں تو قیامت کے دن سب سے پہلے اپنے گھر والوں کی شفاعت کروں گا۔ پھر اس کے بعد جو قریبی ہوگا (سالک الحنفاء ص ۱۱۳) یاد رہے جن محدثین ومفسرین نے آپ ﷺ کے والدین کریمین کا ایمان ثابت کیا ہے وہ کوئی معمولی ہستیاں نہیں تھیں بلکہ احادیث کے صحت وسقم اور جرح وتعدیل سے خوب واقف تھے بلکہ اس عقیدہ کے مخالفین سے ہر لحاظ سے افضل واعلیٰ تھے۔ الدرجہ (المعیفہ تاریخ خمیس وغیرہ) جناب رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے کہ اس وقت تک تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا۔ جب تک وہ تمام کائنات سے زیادہ مجھ سے محبت نہ رکھے اور اس وقت تک کائنات میں کسی کی محبت قبول نہ ہوگی اور وہ مومن نہ ہوگا جب تک وہ میرے قرابت داروں سے محبت نہ رکھے گا۔ (نورالابصار بیہقی' ابن کثیر' ترمذی' مشکوٰۃ' ابن ابی تیمیہ' صواعقہ محرقہ' مواہب علی زرقانی اور درمنثور وغیرہ) اللہ تعالیٰ ہر مومن کو حضور ﷺ کے والدین کریمین بلکہ آپ ﷺ کی نسبت والی ہر ذات' ہر جگہ اور ہر چیز کا کماحقہ ادب واحترام کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ حشر میں آپ ﷺ کی رضا وشفاعت نصیب ہوسکے۔ (وما علینا الا البلاغ المبین) (ماہنامہ مجلہ الحقیقۃ کا بیان ختم ہوا)

Marfat.com

نبی اکرم ﷺ کے والدین کی نجات

(مواہب اللدنیہ جلد اوّل کا صفحہ ۱۰۷ تا ۱۰۹ نقل کیا جاتا ہے)

آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کا ایمان

مروی ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا اپنے وصال کے بعد نبی اکرم ﷺ پر ایمان لائیں۔

(محدث حافظ محب الدین احمد بن عبداللہ ابوالعباس مکی) طبری نے اپنی سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ غم اور افسردگی کے عالم میں مقام حجون میں تشریف لائے اور جس قدر اللہ تعالیٰ نے چاہا وہاں ٹھہرے پھر خوش خوش واپس تشریف لائے اور فرمایا: میں نے اپنے رب سے عرض کیا تو اس نے میری ماں کو زندہ کر دیا اور وہ مجھ پر ایمان لائیں، پھر ان کو واپس لوٹا دیا۔ (اللآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ جلد اول، ص ۲۴۴، الناسخ والمنسوخ من الحدیث، ص ۲۸۴)

ابوالحفص بن شاہین نے اپنی کتاب ''الناسخ والمنسوخ'' میں اس طرح روایت کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اکرم ﷺ نے ہمارے ہمراہ حجۃ الوداع فرمایا تو آپ حجون کی گھاٹی سے اس طرح گزرے کہ آپ رو رہے تھے اور غمزدہ تھے۔ آپ کے رونے کی وجہ سے میں بھی رو پڑی۔ پھر آپ اترے تو فرمایا: اے حمیرا! (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بطور محبت فرمایا) کسی چیز کو پکڑ لو (تا کہ گر نہ جاؤ) چنانچہ میں نے اونٹ کے ایک پہلو کا سہارا لے لیا۔ کافی دیر تک میں اسی طرح رہی پھر آپ ﷺ میری طرف واپس تشریف لائے تو آپ خوش تھے اور تبسم فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اپنی ماں کی قبر کے پاس گیا اور اپنی ماں کے بارے میں سوال کیا کہ یا اللہ! ان کو زندہ کر دے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا اور وہ مجھ پر ایمان لائیں [1]

(اللآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ جلد اول، ص ۲۴۵، الناسخ والمنسوخ من الحدیث، ص ۲۸۴، السیرۃ النبویہ لابن ہشام، جلد اول، ص ۱۱۳)

والدین کریمین کے ایمان کی خبر

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے والدین کریمین کو زندہ کیا گیا اور وہ دونوں آپ ﷺ پر ایمان لائے...... امام سہیلی نے (روض الانف میں) ذکر کیا، اسی طرح الخطیب نے ''السابق واللاحق'' میں ذکر کیا۔ (السیرۃ النبویہ لابن ہشام، جلد اول، ص ۱۱۳)

امام سہیلی نے فرمایا کہ اس کی سند میں کچھ مجہول لوگ ہیں۔ ابن کثیر نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہے اور اس کی سند مجہول ہے۔ ابن دحیہ نے کہا کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ اسے قرآن پاک اور اجماع رد کرتا ہے۔

......امام زرقانی فرماتے ہیں: اس سے صرف حدیث کا ضعف لازم آتا ہے موضوع ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ حدیث منکر، ضعیف کی ایک قسم ہے موضوع نہیں۔ جہاں تک ابن دحیہ کے قول کا تعلق ہے تو امام سیوطی نے فرمایا کہ ان کا اسے قرآن کیخلاف قرار دینا محدثین کا طریقہ نہیں۔ محدثین سند سے کلام کرتے ہیں اسی لیے شامی نے کہا کہ اگر ابوالخطاب (ابن دحیہ) اس کو صرف موضوع قرار دیتے اور قرآن کی مخالفت کے قول سے خاموش رہتے تو یہ اچھی بات ہوتی اور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ کا ادب ہوتا۔ (زرقانی، جلد اول، ص ۱۶۸)

[1] ......معلوم ہوا کہ سرکار دو عالم ﷺ کے والدین کریمین مومن تھے، ان کو ایمان سے بے بہرہ سمجھنے والے خود ایمان سے خالی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت عطا فرمائے......۱۲ ہزاروی

Marfat.com

والدین کریمین کی نجات

بعض علماء نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے اس بات کو یقین کے ساتھ بیان کیا کہ نبی اکرم ﷺ کے والدین کریمین نجات پانے والے ہیں اور وہ جہنم میں نہیں جائیں گے۔

ایک دوسرے عالم نے اس (پہلے عالم) کا رد کرتے ہوئے کہا کہ اس نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جس نے واضح الفاظ میں کہا ہو کہ موت کی وجہ سے عمل کے منقطع ہونے کے بعد ایمان فائدہ دیتا ہو' اگر کوئی خصوصیت کا دعویٰ کرے تو اس کے ذمہ دلیل ہے۔

اور اس شخص (منکر) کے لئے ابوالخطاب بن دحیہ کی عبارت دلیل ہے کہ جو شخص کفر کی حالت میں مرجائے اسے واپسی کے بعد ایمان فائدہ نہیں دیتا بلکہ اگر وہ (اسباب عذاب کو) دیکھتے ہوئے ایمان لائے تو بھی فائدہ نہیں تو واپس لوٹنے کی صورت میں کس طرح فائدہ ہوگا۔

(مفسر امام محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرح) قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے ''التذکرہ'' میں اس کا تعاقب کرتے ہوئے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ کے فضائل وخصائص آپ کے وصال تک مسلسل بڑھتے رہے تو یہ بات ان فضائل اور اعزازات میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائے۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ کے والدین کریمین کو زندہ کرنا اور ان کا ایمان لانا عقلی اور شرعی طور پر ممتنع نہیں ہے۔ قرآن مجید میں مذکور ہے کہ بنی اسرائیل کا جو شخص قتل کیا گیا اسے اللہ تعالیٰ نے زندہ کیا اور اس نے اپنے قاتل کے بارے میں بتایا۔ (گائے والے واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو سورۂ بقرہ میں مذکور ہے) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مردوں کو (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) زندہ کیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا ﷺ کے ہاتھ سے مردوں کی ایک جماعت کو زندہ کیا۔

......ایک شخص نے کہا کہ جب تک آپ میری بیٹی کو زندہ نہ کریں میں آپ پر ایمان نہیں لاؤں گا تو آپ ﷺ نے (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) اس کی بیٹی کو زندہ کیا۔ آپ اس کی قبر پر تشریف لائے اور اسے آواز دی تو اس نے لبیک کہا۔ اسی طرح انصار کا ایک نوجوان فوت ہوگیا۔ اس کی ماں بوڑھی اور نابینا تھی تو اس کا بیٹا زندہ ہوا۔ اس طرح دیگر کئی واقعات ہیں۔ (زرقانی' جلد اول' ص ۱۷۲)

جب یہ بات ثابت ہوگئی تو نبی اکرم ﷺ کے والدین کو زندہ کرنے کے بعد ان کا ایمان لانا ممنوع نہیں ہے اور یہ آپ کی کرامت وفضیلت میں اضافہ کا باعث ہے۔

اس کے بعد انہوں نے (امام قرطبی نے) فرمایا کہ ابن دحیہ نے جو کہا ہے کہ جو شخص کفر پر مرجائے (آخر تک عبارت چند سطور پہلے گزر چکی ہے) تو یہ بات مردود ہے کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورج کے غروب ہونے کے بعد اسے اپنے نبی ﷺ کے لئے لوٹایا' اسے امام طحاوی (ابوجعفر احمد بن محمد بن سالم الازدی طحاوی مصری حنفی رحمۃ اللہ علیہ) نے ذکر کیا اور فرمایا کہ یہ حدیث ثابت ہے۔ اگر سورج کا لوٹنا نفع بخش نہ ہوتا اور اس کے ذریعے وہ وقت دوبارہ نہ آتا تو اللہ تعالیٰ اسے واپس نہ لوٹاتا' اسی طرح نبی اکرم ﷺ کے والدین کریمین کو زندہ کرنا ان دونوں کے ایمان اور نبی اکرم ﷺ کی تصدیق کے سلسلے میں نفع بخش ہے۔ (مواہب اللدنیہ جلد اول ص ۱۰۸ اور ۱۰۹)

......امام زرقانی فرماتے ہیں: جن لوگوں نے اس حدیث پر طعن کیا ہے مثلاً امام احمد وغیرہ۔ انہوں نے بعض جھوٹے لوگوں کی روایت کی وجہ سے کیا ہوگا ورنہ جن طرق سے یہ حدیث مروی ہے ان کی بنیاد پر اسے ضعیف قرار نہیں دیا جاسکتا۔ (زرقانی جلد اول' ص ۱۷۳)

Marfat.com

باب نمبر ۴

حمل مبارک

(مندرجہ ذیل بیان کے لئے مواہب اللدنیہ جلد اوّل کا صفحہ ۷۲ تا ۸۳ نقل کیا جاتا ہے)

اور جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ کو شکم اطہر میں اٹھانے کا شرف حاصل کیا تو اس وقت بے شمار عجائبات ظاہر ہوئے اور آپ کی ولادت کے سلسلے میں عجیب وغریب باتیں پائی گئیں۔

چنانچہ تذکرہ نگاروں نے ذکر کیا کہ جب حضرت عبداللہ کا پاکیزہ نطفہ اور محمدی موتی' آمنہ قرشیہ کے صدف مبارک (شکم اطہر) میں ٹھہر گیا تو عالم ملکوت وجبروت میں آواز دی گئی کہ پاک ومشرف مقامات کو معطر کر دو نیز (آسمانوں اور ان کے اردگرد) علامات تعظیم ظاہر کرو اور ملائکہ مقربین میں سے منتخب فرشتوں کے لئے پاک صاف صفوں میں عبادات کے سجادے بچھاؤ۔ یہ وہ فرشتے ہیں جو صدق وصفا سے موصوف ہیں۔ آج پوشیدہ نور (محمدی ﷺ) حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک میں منتقل ہو چکا ہے۔ وہ آمنہ جو بہت بڑی اور غالب عقل کی مالک اور حسب ونسب کے اعتبار سے فخر والی اور عیبوں سے پاک ہیں۔ اللہ تعالیٰ جو قریب اور دعاؤں کو سننے اور قبول کرنے والا ہے' اس نے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو اس سردار' مصطفیٰ اور حبیب ﷺ کے ساتھ مخصوص کیا ہے کیونکہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نسب کے اعتبار سے اپنی قوم میں سے افضل اور عمدہ ہیں اور اپنی اصل اور فرع کے اعتبار سے سب سے پاکیزہ اور طیب ہیں۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ' خطیب بغدادی (حافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت) کی روایت سے نقل کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تخلیق کا ارادہ فرمایا اور یہ ماہ رجب المرجب میں جمعۃ المبارک کی رات تھی تو اللہ تعالیٰ نے خازن جنت رضوان فرشتے کو حکم دیا کہ جنت الفردوس کو کھول دیں اور ایک منادی آسمانوں اور زمین میں اعلان کرے کہ سنو! وہ نور جو پوشیدہ خزانہ ہے اور اس سے ہادی نبی ﷺ پیدا ہوں گے' اس رات اپنی والدہ کے بطن اطہر میں جاگزیں ہو گیا ہے' وہاں اس کی تخلیق کی تکمیل ہو گی اور وہ لوگوں کی طرف بشیر ونذیر بن کر تشریف لائیں گے۔

اور حضرت کعب احبار کی روایت میں ہے کہ اس رات آسمانوں اور ان کے کناروں نیز زمینوں اور اس کے اجزاء میں اعلان کیا جائے کہ وہ نور مکنون جس سے رسول اللہ ﷺ کی تخلیق ہو گی آج رات حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر میں قرار پکڑ چکا ہے۔ مبارک ہو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو' ان کو مبارک ہو یا طوبیٰ لھا ثم یا طوبیٰ۔ فرمایا: اس دن دنیا بھر کے بت اوندھے ہو گئے اور قریش جو سخت قحط سالی اور تنگی کا شکار تھے ان کے لئے زمین سرسبز اور درخت پھل دار ہو گئے اور ان کے پاس ہر طرف سے بھلائی ہی بھلائی آنے لگی۔ چنانچہ اس سال کو جس میں رسول اکرم ﷺ کا نور مبارک اپنی والدہ کے بطن اطہر میں منتقل ہوا اور حمل ٹھہرا' فتح اور سرور کا سال کہا جانے لگا۔

طوبیٰ...... قاموس کے مطابق یہ لفظ پاک' اچھا اور بھلائی کے معنی میں آتا ہے...... دوسرے اہل لغات کے نزدیک اس کا معنی خوشی اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ ضحاک کہتے ہیں: طوبیٰ کا معنی عطیہ ہے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس کا معنی نعمتیں ہے اور حدیث شریف میں ہے:

طوبیٰ للشام فان الملائکۃ باسطۃ اجنحتھا علیھا (جامع ترمذی' جلد ۲' ص ۲۳۴' ابواب المناقب)

شام کے لئے مبارک ہو کیونکہ فرشتے اس پر اپنے پروں کو پھیلائے کھڑے ہیں۔

Marfat.com

تو یہاں یہ لفظ طیب سے فعلی کے وزن پر (طوبیٰ) ہے۔ اس سے جنت اور طوبیٰ کا درخت مراد نہیں ہے۔

حمل کا ہلکا اور بوجھ دار نہ ہونا

ابن اسحاق کی روایت کردہ حدیث شریف میں ہے۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب وہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ حاملہ ہوئیں تو ان کے پاس کوئی آیا اور کہا کہ اس امت کے سردار آپ کے شکم اطہر میں تشریف فرما ہیں۔ (السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد اول ص ۱۰۵ دلائل النبوۃ للبیہقی جلد اول ص ۸۲) آپ فرماتی ہیں: مجھے حمل کا احساس تک نہ ہوا نہ میں نے اس کا بوجھ محسوس کیا اور نہ مجھے کسی چیز کی خواہش ہوئی جیسا کہ عورتیں پاتی ہیں البتہ یہ کہ مجھے حیض (کا خون) آنا بند ہو گیا۔ میں نیند اور بیداری کے درمیان (والی حالت میں) تھی کہ ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے شکم مبارک میں تمام مخلوق کا سردار ہے۔ پھر اس نے مجھے مہلت دی حتیٰ کہ جب ولادت کا وقت قریب آیا تو وہ میرے پاس آیا اور کہا کہ یوں کہو:

اعیذہ بالواحد من شر کل حاسد

میں اس بچے کو ہر شر سے واحد ذات (اللہ تعالیٰ) کی پناہ میں دیتی ہوں۔ (طبقات ابن سعد جلد اول ص ۹۸ تاریخ دمشق لابن عساکر جلد ۲ ص ۳۶)

پھر اس کا نام ''محمد ﷺ'' رکھنا۔

ابن اسحاق کے علاوہ دوسروں کی روایت میں ہے کہ اسے یہ تعویذ ڈالنا۔ آپ فرماتی ہیں: جب میں بیدار ہوئی تو میرے سرہانے سونے کا ایک صحیفہ تھا جس میں یہ اشعار لکھے ہوئے تھے۔

ترجمہ: ''میں اس بچے کو ذات واحد کی پناہ میں دیتی ہوں ہر حاسد کے شر سے......''

''ہر طالب برائی سے وہ کھڑا ہے یا بیٹھا ہے''۔

''جو سیدھے راستے سے بھٹکا ہوا ہے اور فساد کے لئے کوشاں ہے......''

''ہر جادوگر اور گرہیں باندھنے والے نیز ہر سرکش مخلوق سے''

''جو پانی کے راستوں میں گھات لگائے بیٹھے ہیں''۔

حافظ عبدالرحیم عراقی نے کہا ہے کہ بعض سیرت نگاروں نے یہ اشعار اسی طرح ذکر کیے ہیں اور ان کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے قرار دیا ہے لیکن اس کی کوئی اصل نہیں۔

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بنو عامر کے ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا: آپ کے معاملہ کی حقیقت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: میری شان کا ظہور اس طرح ہے کہ میں اپنے باپ (جد اعلیٰ) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور اپنے بھائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں۔ میں اپنے ماں باپ کی سب سے پہلی (اور سب سے آخری) اولاد ہوں اور میری والدہ نے حمل کا بوجھ محسوس کیا جس طرح دیگر عورتیں محسوس کرتی ہیں وہ اپنی سہیلیوں سے اس بوجھ کی شکایت کرنے لگیں پھر میری ماں نے خواب میں دیکھا کہ ان کے بطن اطہر میں جو کچھ ہے وہ نور ہے۔

اس حدیث میں ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ نے حمل کے دوران بوجھ محسوس کیا جبکہ دیگر احادیث میں ہے کہ انہیں بوجھ محسوس نہیں ہوا؟

ابو نعیم حافظ نے ان دونوں قسم کی احادیث میں یوں تطبیق دی ہے کہ ابتدائی حالت میں بوجھ تھا اور جب حمل ٹھہر گیا تو ہلکا پھلکا محسوس ہوتا تھا تو دونوں صورتیں عام عادت کیخلاف اور اس کے برعکس تھیں۔

ابو نعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے حاملہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس رات قریش کے تمام جانور بول پڑے کہ رب کعبہ کی قسم! حضرت آمنہ کے شکم اطہر میں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں اور آپ دنیا والوں کے امام

Marfat.com

اور چراغ ہیں۔ تمام دینوی بادشاہوں کے تخت اوندھے پڑ گئے اور مشرق کے جنگلی جانور خوشخبری دینے کے لئے مغرب کے جنگلی درندوں کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے اسی طرح سمندری مخلوق بھی ایک دوسرے کو خوشخبری دینے لگی اور حمل کے تمام مہینوں میں انہیں ایک آواز زمین سے اور ایک ندا آسمان سے آنے لگی کہ تمہیں خوشخبری ہو وہ وقت آ چکا ہے کہ ابوالقاسم ﷺ برکتوں کے ساتھ جلوہ گر ہو رہے ہیں...... یہ حدیث بہت ضعیف ہے۔

دوسروں سے منقول ہے کہ اس دن کوئی ایسا مکان نہ تھا جو روشن نہ ہوا ہو اور اس دن ہر جگہ نور ہی نور تھا اور جانور بولنے لگے تھے۔

مدت حمل

ابوزکریا یحییٰ بن عائذ فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کے بطن اطہر میں پورے نو مہینے تشریف فرما رہے۔ اس دوران حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے سر یا پیٹ میں کوئی درد اور کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوئی اور حاملہ عورتوں کو جو تکالیف ہوتی ہیں آپ ان سے محفوظ رہیں۔ آپ فرماتی تھیں: اللہ کی قسم! میں نے اس سے بڑھ کر ہلکا اور زیادہ بابرکت حمل نہیں دیکھا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا وصال

جب حمل مبارک کو دو ماہ گزر گئے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ اس وقت فوت ہوئے جب آپ پنگھوڑے میں تھے (حافظ ابوبشر محمد بن احمد بن حماد بن سعید انصاری) دولابی نے یہ بات کہی ہے جب کہ حضرت احمد بن ابی خثیمہ فرماتے ہیں، اس وقت نبی اکرم ﷺ دو ماہ کے تھے کسی نے سات مہینے کا ذکر کیا اور کسی نے کہا کہ آپ اٹھائیس ماہ کے تھے لیکن پہلے قول کو ترجیح ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جب قریش کے ساتھ تجارت سے واپس تشریف لائے تو کمزور تھے۔ وہ لوگ مدینہ طیبہ کے پاس سے گزرے[1] (جو اس وقت یثرب کہلاتا تھا) تو آپ بنوعدی بن نجار کے پاس ٹھہر گئے جو آپ کے ماموں تھے۔ آپ وہاں ایک مہینے تک بیماری کی حالت میں رہے جب دوسرے ساتھی مکہ مکرمہ پہنچے تو حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ ہم انہیں بیماری کی حالت میں چھوڑ کر آئے ہیں۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے ان کے بھائی حارث کو بھیجا تو معلوم ہوا کہ وہ انتقال کر گئے ہیں اور ان کو دارالنابغہ[2] میں دفن کر دیا گیا ہے۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے ان کی وفات پر یہ اشعار کہے۔

عربی عبارت کا ترجمہ:

''بنو ہاشم سے وادی بطحاء کا کنارہ خالی ہو گیا۔ وہ ایسی قبر میں چلے گئے جوان کے گھر والوں سے دور ہے''۔

''موتوں نے ان کو بلایا تو انہوں نے قبول کیا اور موت نے اس ہاشمی نوجوان جیسا کوئی نہیں چھوڑا''۔

''جس رات وہ ان کی چارپائی اٹھائے جا رہے تھے تو بھیڑ کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کو مشکل سے پکڑاتے تھے''۔

''اگرچہ موت اور اس کے حادثات نے ان کو غفلت میں آ لیا لیکن وہ بہت زیادہ عطیات دینے والے اور بہت زیادہ رحم کرنے والے تھے''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو فرشتوں نے کہا: اے ہمارے معبود اور اے ہمارے سردار! تیرا نبی یتیم رہ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں اس کا محافظ اور مددگار ہوں۔

[1]...... مدینہ طیبہ کا پہلا نام یثرب تھا۔ یثرب بن قابل حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے سام کے پوتے قابل کا بیٹا تھا جو سب سے پہلے وہاں اترا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کا نام طیبہ (پاک) رکھا اور آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص مدینہ طیبہ کو یثرب کہے وہ اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگے۔ یہ طابہ (طیبہ) ہے۔ یہ طابہ ہے۔ یہ حدیث مسند امام احمد میں حضرت براء بن عازب کی روایت سے منقول ہے۔ (شرح زرقانی جلد اول ص ۱۳۰) ۱۲ ہزاروی

[2]...... یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کو مقام ابواء میں دفن کیا گیا۔

Marfat.com

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ نبی اکرم ﷺ کو والدین سے کیوں یتیم بنایا گیا؟ انہوں نے فرمایا: اس لیے کہ آپ پر مخلوق کا کوئی حق نہ ہو۔ ابوحیان (محمد بن یوسف اندلسی) نے ''البحر'' میں یہ بات نقل کی ہے۔

ولادت سے متعلق بعض منکر احادیث

ابونعیم نے حضرت عمر بن قتیبہ سے نقل کیا۔ وہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد سے سنا اور وہ علم کا برتن تھے وہ فرماتے ہیں: جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ولادت کا وقت آیا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا: تمام آسمانوں اور جنتوں کے دروازے کھول دو اور اس دن سورج کو بہت بڑا نور پہنایا گیا اور اس سال اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کی عورتوں کو اجازت دی کہ حضرت محمد ﷺ کی برکت سے حاملہ ہوں...... اس حدیث پر طعن کیا گیا ہے۔

ابوسعید عبدالملک نیشاپوری نے اپنی کتاب ''الکبیر'' میں ذکر کیا جیسا کہ ان سے ''کتبا السعادۃ والبشریٰ'' کے مصنف نے نقل کیا۔ وہ حضرت کعب سے ایک طویل حدیث میں نقل کرتے ہیں اور ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے نقل کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی تھیں کہ جب حمل کو چھ ماہ گزر گئے تو خواب میں میرے پاس کوئی آنے والا آیا اور اس نے کہا: اے آمنہ! تو تمام جہانوں میں سے بہتر انسان کے ساتھ حاملہ ہوئی ہے۔ جب وہ پیدا ہوں تو ان کا نام محمد رکھنا اور اپنے معاملے کو چھپا کر رکھنا۔ فرماتی ہیں: پھر جب میرے ساتھ وہ معاملہ ہوا جو دوسری عورتوں کے ساتھ ہوتا ہے (ولادت کا وقت ہوا) اور کسی مرد عورت کو میرے بارے میں معلوم نہ تھا' میں گھر میں تنہا تھی۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اس وقت طواف میں مشغول تھے۔ میں نے کسی چیز کے گرنے کی زبردست آواز سنی اور ایک خوفناک سا معاملہ ہوا۔ پھر میں نے دیکھا کہ گویا ایک سفید پرندے کا پر میرے دل (سینے) کو چھو رہا ہے۔ اس سے میرا ڈر اور جو خوف مجھے لاحق ہوا تھا سب زائل ہو گیا۔ پھر میں نے دیکھا تو ایک سفید مشروب تھا' میں نے اسے لیا تو مجھے بلند پایہ نور حاصل ہوا۔ پھر میں نے کچھ عورتوں کو دیکھا جو (لمبائی میں) کھجور کے درخت کی طرح تھیں گویا عبدمناف کی بیٹیوں میں سے ہوں۔ انہوں نے مجھے گھیر رکھا تھا' میں متعجب تھی اور کہہ رہی تھی کہ کوئی میری مدد کرے' ان کو کیسے علم ہو گیا۔

دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے مجھ سے کہا کہ ہم فرعون کی بیوی آسیہ اور عمران کی بیٹی مریم (علیہما السلام) ہیں اور یہ جنتی حوریں ہیں۔ میں سخت مشکل میں مبتلا تھی اور مجھے پہلے سے بھی زیادہ کھڑاک کی آواز آ رہی تھی اور میں بہت زیادہ خوفزدہ تھی۔

میں اسی حالت میں تھی کہ سفید دیباج (ریشمی کپڑا) آسمان و زمین کے درمیان لٹکایا گیا اور کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ اسے لوگوں سے چھپاؤ (یعنی جب ان کی ولادت ہو) حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ فضا میں کھڑے ہیں' ان کے ہاتھوں میں چاندی کے لوٹے ہیں۔ پھر میں نے دیکھا کہ پرندوں کا ایک غول ہے جو آگے بڑھ رہا ہے۔ اس نے میرے حجرے کو گھیر لیا ہے' ان کی چونچیں زمرد کی اور پر یاقوت کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں سے پردہ ہٹایا تو میں نے زمین کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ لیا اور میں نے تین جھنڈے گاڑے ہوئے دیکھے: ایک جھنڈا مشرق میں' دوسرا مغرب میں اور تیسرا خانہ کعبہ کی چھت پر گاڑا گیا تھا۔ اب بچے کی پیدائش کا وقت ہوا اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جلوہ گر ہوئے۔ میں نے دیکھا کہ آپ سجدہ ریز ہیں اور اپنی دو انگلیوں کو آسمان کی طرف اس طرح اٹھایا ہے جس طرح عجز و انکساری کرنے والا شخص کرتا ہے۔

پھر میں نے سفید بادل دیکھا جو آسمان کی طرف سے آیا ہے اور اس نے آپ کو ڈھانپ لیا حتیٰ کہ آپ مجھ سے غائب ہو گئے۔ میں نے کسی ندا دینے والے سے سنا کہ اس (بچے) کو زمین کے مشرقوں اور مغربوں میں پھراؤ اور سمندروں میں داخل کرو تا کہ وہ (سب) ان کو ان کے نام' صفت اور صورت کے ساتھ پہچان لیں اور انہیں معلوم ہو جائے کہ ان کا اسم گرامی ماحی (مٹانے والا) ہے' ان کے زمانے میں شرک کو مکمل طور پر مٹا دیا جائے گا۔ پھر جلد یہ بادل چھٹ گئے (اور آپ نظر آنے لگے)...... اس حدیث میں بھی کلام کیا گیا ہے۔ (امام زرقانی فرماتے ہیں: مصنف نے اسے اس لیے ذکر کیا کہ میلاد شریف کے ضمن میں یہ روایت معروف و مشہور ہے...... ۱۲ ہزاروی)

Marfat.com

خطیب بغدادی نے بھی اپنی سند سے اسی طرح ذکر کیا ہے جس طرح ''السعادۃ والبشریٰ'' کے مصنف نے ذکر کیا ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے ایک بہت بڑا بادل دیکھا جس میں روشنی تھی' میں اس میں گھوڑوں کی آواز اور پردوں کی حرکت نیز لوگوں کی گفتگو سنتی تھی حتیٰ کہ اس نے نبی اکرم ﷺ کو گھیر لیا اور آپ مجھ سے غائب ہو گئے۔ چنانچہ میں نے ایک منادی سے سنا جو اعلان کر رہا تھا کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو تمام زمین کا چکر لگواؤ اور آپ کو ہر ذی روح پر پیش کرو' وہ جن ہوں یا انسان' فرشتے ہوں یا پرندے یا وحشی جانور اور آپ کو حضرت آدم علیہ السلام کا خلق' حضرت شیث علیہ السلام کی معرفت' حضرت نوح علیہ السلام کی شجاعت' حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خلت' حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زبان' حضرت اسحاق علیہ السلام کی رضا' حضرت صالح علیہ السلام کی فصاحت' حضرت لوط علیہ السلام کی حکمت' حضرت یعقوب علیہ السلام کی خوشخبری' حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شدت' حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر' حضرت یونس علیہ السلام کی اطاعت' حضرت یوشع علیہ السلام کا جہاد' حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز' حضرت دانیال علیہ السلام کی محبت' حضرت الیاس علیہ السلام کا وقار' حضرت یحییٰ علیہ السلام کی عصمت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زہد عطا کرو اور آپ کو اخلاق انبیاء کرام علیہم السلام (کے سمندر) میں غوطہ دو۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: پھر میرے سامنے سے اندھیرا چھٹ گیا تو کیا دیکھتی ہوں کہ ایک سفید اور سبز ریشمی کپڑا جسے خوب لپیٹا گیا ہے' آپ کی مٹھی میں ہے اور اس سے پانی نکل رہا ہے۔ اسی دوران ایک کہنے والا کہتا ہے۔ بس کرو بس کرو' تمام دنیا حضرت محمد ﷺ کے قبضے میں ہے' زمین کی تمام مخلوق خوشی خوشی آپ کے قبضے میں آچکی ہے۔ آپ فرماتی ہیں: پھر میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ چودھویں شب کے چاند کی طرح نظر آ رہے ہیں اور آپ کی خوشبو خالص کستوری کی طرح پھیلتی ہے اور تین شخص ہیں: ان میں سے ایک کے ہاتھ میں چاندی کا لوٹا ہے' دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کا تھال ہے اور تیسرے کے ہاتھ میں سفید ریشم ہے۔ اس نے اُسے کھول کر اس میں سے ایک انگوٹھی نکالی جس سے دیکھنے والوں کو حیرانگی ہوتی تھی۔ اس نے اسے اس لوٹے سے سات مرتبہ دھویا پھر آپ کے دونوں کاندھوں کے درمیان مہر لگائی گئی۔ اس کے بعد آپ کو ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر اٹھایا اور ایک ساعت کے لئے اپنے پروں کے درمیان داخل کر دیا اور اس کے بعد میری طرف لوٹا دیا۔ اس حدیث کو ابو نعیم نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور یہ حدیث منکر ہے۔

......حدیث منکر وہ حدیث ہوتی ہے جس میں زیادہ ضعیف راوی کم ضعیف راوی کی مخالفت کرے۔

میلاد شریف کے بارے میں دیگر روایات

حافظ ابوبکر بن عائذ نے اپنی کتاب ''المولد'' میں روایت کیا ہے جیسا کہ ان سے شیخ بدر الدین زرکشی نے شرح بردۃ المدیح میں نقل کیا' وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ کی ولادت ہوئی تو جنت کے خازن فرشتے رضوان نے آپ کے کان مبارک میں کہا: اے محمد ﷺ! آپ کو مبارک ہو' آپ کو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا علم دیا گیا' پس آپ ان سب سے زیادہ علم والے ہیں اور آپ کا قلب اقدس ان سے زیادہ شجاعت سے بھرپور ہے۔

حضرت محمد بن سعد ایک جماعت سے حدیث نقل کرتے ہیں جن میں حضرت عطا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی ہیں کہ حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب آپ مجھ سے جدا ہوئے تو آپ کے ساتھ ایک ایسا نور برآمد ہوا جس سے آپ کے لئے مشرق و مغرب کے درمیان روشنی ہی روشنی ہو گئی پھر آپ ہاتھوں پر ٹیک لگائے ہوئے زمین پر تشریف لائے پھر آپ نے مٹی کی ایک مٹھی لی اور اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا۔ (طبقات ابن سعد' جلد اول' ص ۱۰۰)

امام طبرانی نے روایت کیا کہ جب آپ زمین پر تشریف لائے تو آپ کی مٹھی بند تھی اور آپ شہادت کی انگلی سے اشارہ کر رہے تھے جس طرح کوئی شخص اس انگلی کے ذریعے تسبیح بیان کر رہا ہو۔

حضرت عثمان بن ابو العاص رضی اللہ عنہ اپنی والدہ حضرت ام عثمان ثقفیہ (فاطمہ بنت عبداللہ) رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتی ہیں جب نبی

Marfat.com

اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو میں نے دیکھا کہ تمام گھر نور سے بھر گیا ہے اور میں نے ستاروں کو دیکھا کہ وہ قریب آ رہے ہیں حتیٰ کہ میں نے خیال کیا کہ عنقریب وہ مجھ پر گر پڑیں گے۔ اس حدیث کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل، بزار، طبرانی، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

میں (اس وقت بھی) اللہ تعالیٰ کا بندہ اور آخری نبی تھا جب حضرت آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں تھے (دلائل النبوۃ، جز اول، ص ۹) اور عنقریب میں تمہیں اس کے بارے میں بتاؤں گا میں اپنے باپ (جدامجد) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی ماں کا خواب ہوں جو انہوں نے دیکھا تھا۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی مائیں اس طرح خوابیں دیکھتی رہیں اور نبی اکرم ﷺ کی والدہ نے آپ کی ولادت کے وقت ایک نور دیکھا جس سے شام کے محلات آپ کے لئے روشن ہو گئے۔

(مسند امام احمد بن حنبل، جلد ۴، ص ۱۲۷، ۱۲۸، شعب الایمان للبیہقی جلد ۲، ص ۱۳۴، کشف الاستر عن زوائد البزار، جلد ۳، ص ۱۱۳)

امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث کو ابن حبان اور حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔

ابو نعیم نے حضرت عطا بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے اور انہوں نے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔ آپ فرماتی ہیں: جس رات نبی اکرم ﷺ کی ولادت ہوئی تو آپ کے لئے شام کے محلات روشن ہو گئے حتیٰ کہ میں نے ان (محلات) کو دیکھا۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم جز اول، ص ۴۶)

ابو نعیم نے ہی حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ بنو سعد کی اس خاتون سے روایت کرتے ہیں جس نے آپ کو دودھ پلایا کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے دیکھا کہ گویا مجھ سے ایک شہاب (ستارہ) برآمد ہوا جس سے زمین روشن ہو گئی اور میں نے شام کے محلات دیکھے۔

حضرت ہمام بن یحییٰ حضرت اسحاق بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی والدہ ماجدہ نے فرمایا کہ جب میں نے ان کو جنا تو مجھ سے ایک نور برآمد ہوا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے تو مجھ سے آپ کی ولادت اس پاکیزگی کے ساتھ ہوئی کہ آپ کے ساتھ کوئی گندگی نہ تھی۔ ابن سعد نے اسے روایت کیا ہے۔ (طبقات ابن سعد جلد اول، ص ۱۰۲)

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اپنے اشعار میں اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں، آپ فرماتے ہیں:

عربی عبارت کا ترجمہ:

"جب آپ کی ولادت ہوئی تو زمین روشن ہو گئی اور آپ کے نور سے افق منور ہو گیا"۔

"پس ہم اس روشنی اور نور اور ہدایت کے راستے میں چل رہے ہیں"۔

لطائف (لطائف المعارف) میں (صاحب کتاب حافظ عبدالرحمٰن بن رجب نے) فرمایا کہ آپ کی ولادت کے وقت نور کے نکلنے میں اس نور کی طرف اشارہ تھا جو آپ لے کر آئے اور اس کے ذریعے تمام اہل زمین کو ہدایت ملی۔ نیز اس کی وجہ سے شرک کا اندھیرا دور ہوا۔ ارشاد خداوندی ہے:

ترجمہ: "بے شک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور (سرکار دو عالم ﷺ) اور روشن کتاب آئی جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو سلامتی کے راستے کی ہدایت دیتا ہے جو اس کی رضا پر چلتے ہیں اور ان کو اپنے حکم سے اندھیروں سے روشنیوں کی طرف نکالتا ہے"۔ (سورۃ مائدہ آیت نمبر ۱۵، ۱۶)

آپ کے ساتھ نکلنے والے نور کے ساتھ بصریٰ کے محلات کا روشن ہونا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ملک شام آپ کے نور نبوت سے خاص کیا گیا کیونکہ وہ آپ کی حکومت میں شامل ہوا جس طرح حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا کہ پہلی کتابوں میں یوں مرقوم ہے:

Marfat.com

حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں' آپ کی جائے ولادت مکہ مکرمہ' آپ کا مقام ہجرت یثرب (مدینہ طیبہ) اور آپ کی حکومت شام میں ہے۔

تو ہمارے نبی اکرم ﷺ کی نبوت کا آغاز مکہ مکرمہ سے ہوا اور آپ کی سلطنت شام پر مکمل ہوئی' اسی لئے شب معراج آپ کو شام یعنی بیت المقدس کی طرف لے جایا گیا جس طرح آپ سے پہلے حضرت ابراہیم نے شام کی طرف ہجرت فرمائی' اسی مقام پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے اور اسی سرزمین پر میدان حشر ہوگا۔

امام احمد' ابوداؤد' ابن حبان اور حاکم نے نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا کہ آپ نے فرمایا:

تم پر شام (میں ٹھہرنا) لازم ہے' یہ اللہ تعالیٰ کی بہترین زمین ہے اور وہ اپنے اچھے بندوں کو اس کی طرف جمع کرتا ہے۔

(مسند امام احمد بن حنبل' جلد ۴' ص ۱۱۰' سنن ابی داؤد ج ۱' ص ۳۳۶' مستدرک حاکم' ج ۴' ص ۵۱)

ابونعیم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے اور انہوں نے اپنی والدہ الشفاء (رضی اللہ عنہا) سے روایت کیا۔ وہ فرماتی ہیں: جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے ہاں نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو آپ ﷺ کو اپنے ہاتھوں میں اُٹھایا اور آپ نے آواز نکالی (یعنی چیخ ماری) تو میں نے کسی کہنے والے سے سنا جو کہہ رہا تھا: "یرحمك الله" (اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے) حضرت شفاء فرماتی ہیں: میرے لئے مشرق و مغرب کے درمیان جگہ روشن ہوگئی حتیٰ کہ میں نے روم کے بعض محلات دیکھے۔ فرماتی ہیں: پھر میں نے آپ کو لباس پہنایا (بعض نسخوں کے مطابق الدیہ یعنی میں نے آپ کو دودھ پلایا بھی آیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو آپ کی والدہ ماجدہ کے قریب کیا تاکہ دودھ نوش فرمائیں) اور آپ کو لٹا دیا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ اندھیرے' رعب اور لرزے نے مجھے گھیر لیا پھر آپ کو مجھ سے غائب کر دیا گیا تو میں نے کسی کہنے والے سے سنا وہ کہہ رہا تھا کہ تم ان کو کہاں لے گئے تھے؟ اس نے کہا: ''مشرق کی طرف'' حضرت شفاء فرماتی ہیں: یہ بات میرے دل میں ہمیشہ اسی طرح رہی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا' پس میں سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں تھی۔

ولادت نبوی کے عجائبات

رسول اکرم ﷺ کی ولادت مبارکہ کے عجائب میں وہ بات بھی ہے جسے امام بیہقی اور ابونعیم نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: میں سات یا آٹھ سال کا بچہ تھا اور جو کچھ دیکھتا یا سنتا تھا اسے سمجھتا تھا کہ ایک صبح ایک یہودی چلانے لگا: اے یہودیوں کے گروہ! اے یہودیوں کی جماعت! چنانچہ وہ سب اس کے پاس جمع ہوگئے۔ میں سن رہا تھا وہ کہنے لگے: تیرے لئے ہلاکت ہو کیا بات ہے؟ اس نے کہا: حضرت احمد ﷺ کا ستارہ طلوع ہو چکا ہے جس کے باعث آج رات آپ کی ولادت ہوئی ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک یہودی مکہ مکرمہ میں رہتا تھا جس رات رسول اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی اس نے کہا: اے جماعت قریش! کیا آج رات تم لوگوں کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا: ہمیں معلوم نہیں۔ اس نے کہا: دیکھو آج اس امت کا نبی پیدا ہوا ہے۔ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان علامت ہے۔ وہ واپس گئے اور معلوم کیا تو کہا گیا کہ حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے۔ وہ یہودی ان قریش کے ہمراہ آپ کی والدہ ماجدہ کے پاس گیا چنانچہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو باہر ان لوگوں کے پاس بھیجا۔ جب یہودی نے علامت دیکھی تو بے ہوش ہو کر گر پڑا اور کہنے لگا: اے قریش! بنی اسرائیل سے نبوت چلی گئی۔ اے گروہ قریش سنو! اللہ کی قسم! اس نبی کو تمہارے ذریعے ایسی شوکت حاصل ہوگی کہ اس کی خبر مشرق و مغرب میں پھیلے گی' اس روایت کو یعقوب بن سفیان نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے جیسا کہ فتح الباری میں ہے۔ (مستدرک حاکم' جلد ۲' ص ۶۰۱ تاریخ دمشق لابن عساکر' جلد ۲' ص ۴۸)

آپ کی ولادت کے عجائب میں سے وہ بات بھی ہے جو ایوان کسریٰ میں زلزلہ برپا ہونے کے سلسلے میں مروی ہے کہ اس کے چودہ کنگرے گر گئے۔ بحیرہ طبریہ کا پانی خشک ہوگیا۔ نیز ایران کے آتش کدے کی آگ بجھ گئی جو ایک ہزار سال سے (جل رہی تھی اور) کبھی نہ بجھی تھی...... جیسا کہ

Marfat.com

امام بیہقی اور ابو نعیم نے نیز خرائطی نے الھواتف میں ذکر کیا اور ابن عساکر سے بھی منقول ہے۔
(دلائل النبوۃ لابی نعیم جز اول' ص ۱۴۱' دلائل النبوۃ للبیہقی جلد اول' ص ۱۲۶)

چودہ کنگرے گرنے میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ ان کنگروں کی تعداد کے مطابق حکمران (مرد وعورتیں) یہاں حکمرانی کریں گے۔ چنانچہ ابن ظفر کے بیان کے مطابق (ایران میں) چار سالوں میں دس حکمرانوں نے حکومت کی۔ ابن سید الناس (ابوالفتح محمد بن محمد الیعمری الاندلسی) نے یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت تک باقی حکمرانوں نے حکومت کی۔ (البدایہ والنہایہ' جلد ۲' ص ۲۶۹)

ولادت نبوی ﷺ کے عجائب میں سے یہ بات بھی ہے کہ شہاب (ستاروں) کے ذریعے آسمان کی مزید حفاظت کی گئی اور وہاں تک شیطان کی رسائی ختم ہوگئی۔ نیز ان (شیاطین) کو وہاں کان لگا کر فرشتوں کی باتیں سننے سے منع کر دیا گیا۔ (ابو محمد عبداللہ بن ابوزکریا یحییٰ بن علی) شقراطیسی نے کیا اچھا کہا ہے' وہ کہتے ہیں:

عربی عبارت کا ترجمہ:

''رسول اکرم ﷺ کی ولادت کے وقت تمام آفاق روشن ہوگئے اور صبح وشام ہمیں غیبی ہاتفوں سے خوشخبری ملنے لگی''۔

''کسریٰ کا محل اپنی بنیادوں سمیت گر گیا اور اس کے کنارے بہت جلدی گرنے لگے اور ایران کا آتش کدہ نہ جل سکا حالانکہ ایک ہزار سال سے یہ آگ کبھی نہ بجھی تھی اور قوم کا دریا (بحیرہ سادہ) جاری نہ ہو سکا نیز آپ کی ولادت کے وقت بت سرنگوں ہوگئے اور شہاب (ستارے) اپنے شعلوں سے شیطانوں کو مارنے لگے''۔

رسول اکرم ﷺ کی ختنہ

رسول اکرم ﷺ ختنہ شدہ اور ناف بریدہ پیدا ہوئے جیسا کہ ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی۔
(لطائف المعارف' ص ۱۸۴)

طبرانی نے اوسط میں اور ابو نعیم' خطیب (بغدادی) اور ابن عساکر نے متعدد طرق سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے جو اعزاز و کرامت عطا کی ہے اس کی ایک صورت یہ ہے کہ میں ختنہ شدہ پیدا ہوا اور میری شرمگاہ کو کسی نے نہیں دیکھا۔ ضیاء (ضیاء الدین ابو عبداللہ) نے المختارہ (المختارہ فی الحدیث) میں اسے صحیح قرار دیا ہے[1]۔
(تاریخ دمشق لابن عساکر جلد ۲' ص ۳۲' المعجم الاوسط للطبرانی جلد ۷' ص ۸۸' مجمع الزوائد' جلد ۸' ص ۲۲۴' کنز العمال جلد ۱۱' ص ۴۱۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ختنہ شدہ پیدا ہوئے' اسے ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔
امام حاکم نے مستدرک میں فرمایا: تواتر کے ساتھ احادیث مروی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ ختنہ شدہ پیدا ہوئے۔
(مستدرک حاکم' جلد ۲' ص ۶۰۲)

حافظ ذہبی نے ان کا تعاقب کرتے ہوئے کہا کہ مجھے اس کی صحت کا علم نہیں تو' تواتر کیسے ہوگا؟ لیکن ان کو یوں جواب دیا گیا کہ احادیث کے تواتر سے اس حدیث کی شہرت اور کتب سیرت میں کثرت سے منقول ہونا مراد ہو سکتا ہے۔ وہ تواتر جو محدثین کی اصطلاح ہے اور اس میں سند کا اعتبار ہوتا ہے' مراد نہیں ہے۔

ختنہ کے بارے میں دوسرا قول بھی ہے' حافظ زین الدین العراقی سے منقول ہے کہ کمال بن عدیم نے نبی اکرم ﷺ کے ختنہ شدہ پیدا ہونے سے متعلق احادیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس سلسلے میں کوئی بات ثابت نہیں ہے' وہ اسی بات پر ڈٹ گئے۔ ابن قیم نے بھی اس بات کی

[1]...... امام زرکشی وغیرہ فرماتے ہیں کہ ان کی تصحیح حاکم کی تصحیح سے زیادہ درجہ رکھتی ہے۔ مغلطائی نے بھی اسے صحیح قرار دیا۔ نیز ابو نعیم نے اسے جید سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔ (زرقانی علی المواہب' جلد اول' ص ۱۴۶)

Marfat.com

تصریح کی ہے اور پھر کہا کہ یہ بات نبی اکرم ﷺ کے خصائص میں سے نہیں ہے، بہت سے لوگ ختنہ شدہ پیدا ہوئے۔

(زاد المعاد لابن قیم، جلد اول، ص ۳۲)

ختنہ کی حکمت

حضرت امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں: ختنہ کی حکمت یہ ہے کہ حشفہ میں قوی رکاوٹ ہوتی ہے پس جب تک وہ قلفہ کے ساتھ چھپا رہتا ہے مباشرت (جماع) کے وقت لذت زیادہ ہوتی ہے اور جب قلفہ کاٹ دیا جاتا ہے تو لذت کمزور ہو جاتی ہے اور یہی بات ہماری شریعت کے زیادہ لائق ہے۔ لذت کو ختم کرنا نہیں جس طرح مانوی کرتی ہیں[1]۔ یہ افراط (حد سے بڑھنا) ہے اور قلفہ کو باقی رکھنا تفریط (کمی کرنا) ہے لہٰذا درمیانی راہ ختنہ کرنا ہے۔

اور جب ہم (شافعی مسلک کے لوگ) ختنہ کو واجب سمجھتے ہیں تو ہمارے مذہب کے مطابق صحیح بات یہ ہے کہ اسکا وقت بلوغت کے بعد ہے جس طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ رسول اکرم ﷺ کے وصال کے وقت آپ کس کی طرح تھے؟ (کتنی عمر کے تھے) فرمایا: میں اس وقت ختنہ شدہ تھا اور وہ لوگ بالغ ہونے سے پہلے ختنہ نہیں کرتے تھے۔ (صحیح بخاری، جلد ۲، ص ۹۳۲، کتاب الاستیذان) اور ہمارے بعض اصحاب شافعی فرماتے ہیں: بچے کے ولی پر واجب ہے کہ بالغ ہونے سے پہلے اس کی ختنہ کرے...... اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ (مواہب اللدنیہ جلد اول صفحہ ۸۶)

[1]...... مانی بن فاتک زندیق کے ماننے والے مانوی کہلاتے ہیں۔ یہ شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد سابور کے زمانے میں منظر عام پر آیا اور اس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اس نے کہا کہ عالم کی دو اصل ہیں: خیر کا خالق نور ہے اور شر کا خالق اندھیرا ہے اور یہ دونوں قدیم ہیں۔

Marfat.com

ولادتِ مبارکہ کا زمانہ اور وقت

(مواہب اللدنیہ جلد اوّل کا صفحہ ۸۷ تا ۹۰ نقل کیا جاتا ہے)

نبی اکرم ﷺ کا سال ولادت

رسول اکرم ﷺ کے سال ولادت میں اختلاف ہے۔ اکثر (مورخین) کے نزدیک عام الفیل سال ولادت ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی قول ہے۔ بعض علماء نے اس قول کو متفق علیہ قرار دیا ہے اور فرمایا: اس کیخلاف جتنے اقوال ہیں وہ وہم ہیں۔

اور مشہور یہ ہے کہ آپ واقعہ فیل (ہاتھی والا واقعہ جو پہلے ذکر ہوا) کے پچاس دن بعد پیدا ہوئے۔ ایک جماعت کے ساتھ امام سہیلی کا بھی یہی موقف ہے۔ (السیرۃ النبوۃ لابن ہشام، جلد اول، ص ۱۰۷)

ایک قول یہ ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت واقعۂ فیل کے پچپن دن بعد ہوئی ہے۔ دوسروں کے علاوہ دمیاطی کا بھی یہی نظریہ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ واقعۂ فیل کے ایک مہینہ یا چالیس دن بعد آپ کی ولادت ہوئی۔ کسی نے کہا کہ اس واقعہ کے دس سال بعد آپ پیدا ہوئے۔ (مغلطائی کہتے ہیں یہ قول صحیح نہیں ہے) یہ بھی کہا گیا کہ ولادت مبارکہ واقعۂ فیل سے پندرہ سال پہلے ہوئی۔ اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں۔

مشہور یہ ہے کہ آپ واقعۂ فیل کے بعد پیدا ہوئے کیونکہ ہاتھی کا واقعہ آپ کی نبوت کا مقدمہ اور آغاز تھا ورنہ اصحاب فیل ابن قیم کے قول کے مطابق اہل کتاب (نصاریٰ) تھے اور اس وقت اہل مکہ کے دین کے مقابلے میں ان کا دین بہتر تھا کیونکہ اہل مکہ بتوں کی پوجا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان (اہل مکہ) کو اہل کتاب پر مدد دی۔ اس میں کسی بندے کا دخل نہ تھا بلکہ یہ اس عظمت والے نبی کی آمد کی خبر تھی جو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے نیز عزت والے شہر (مکہ مکرمہ) کی تعظیم کی وجہ سے ایسا ہوا۔ (زاد المعاد لابن قیم، جلد اول، ص ۳۱)

ولادت نبوی کا مہینہ

اس مہینے میں بھی اختلاف ہے جس میں سرکار دو عالم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ مشہور یہ ہے کہ یہ ربیع الاول شریف کا مہینہ ہے۔ جمہور علماء کا یہی قول ہے اور ابن جوزی نے اس پر اتفاق نقل کیا ہے۔ (الوفا للامام ابن جوزی جلد اول، ص ۹۰)

لیکن یہ (اتفاق) محل نظر ہے کیونکہ ماہ صفر کا قول بھی کیا گیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ ربیع الثانی میں پیدا ہوئے۔ کسی نے کہا کہ آپ کی ولادت رجب میں ہوئی ہے لیکن یہ صحیح نہیں۔ ماہ رمضان المبارک کا قول بھی کیا گیا ہے۔ یہ بات حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایسی سند کے ساتھ مروی ہے جو صحیح نہیں لیکن ان لوگوں کے قول کے موافق ہے جو کہتے ہیں کہ آپ کی والدہ ماجدہ ایام تشریق میں حاملہ ہوئی تھیں۔ سب سے زیادہ تعجب خیز قول یہ ہے کہ آپ کی ولادت عاشوراء (دس محرم) کو ہوئی۔

ولادت کا دن

مہینے کے کس دن آپ کی ولادت باسعادت ہوئی ہے۔ اس سلسلے میں بھی اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ کوئی متعین دن نہیں ہے۔ آپ ربیع الاول شریف کے کسی سوموار کو پیدا ہوئے لیکن جمہور کے نزدیک یہ دن متعین ہے۔

Marfat.com

پس کہا گیا ہے کہ ربیع الاول کی دو راتیں گزرنے پر آپ کی ولادت ہوئی۔ ایک قول کے مطابق آٹھ ربیع الاول کا دن تھا۔ شیخ قطب الدین عسقلانی (شافعی رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ اکثر علماء حدیث نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ حضرت ابن عباس اور حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے بھی یہی بات منقول ہے۔ اس معاملے کی معرفت رکھنے والے اکثر حضرات کا مختار قول یہی ہے۔ حمیدی اور ان کے شیخ ابن حزم نے یہی قول اختیار کیا۔ قضاعی (ابوعبداللہ محمد بن سلامہ فقیہ شافعی) نے ''عیون المعارف'' میں اس پر اہل میقات کا اجماع نقل کیا ہے۔ امام زہری نے یہ بات حضرت محمد بن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے نقل کی اور وہ اہل عرب کے نسب اور تاریخ کو زیادہ جاننے والے تھے انہیں یہ بات اپنے والد حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے معلوم ہوئی۔

کہا گیا کہ آپ کی ولادت دس ربیع الاول شریف کو ہوئی اور کہا گیا کہ ولادت نبوی بارہ ربیع الاول شریف کو ہوئی اور اہل مکہ کا اسی پر عمل ہے۔ وہ اسی دن آپ کے مولد شریف (جائے ولادت) کی زیارت کرتے ہیں[۱]

کسی نے کہا: سترہ ربیع الاول کسی نے اٹھارہ ربیع الاول اور کسی کا قول ہے کہ ابھی ربیع الاول کے آٹھ دن باقی تھے کہ آپ کی ولادت باسعادت ہوئی کہا گیا ہے کہ یہ دونوں قول جن لوگوں سے منسوب ہیں ان سے صحیح ثابت ہی نہیں ہیں۔

مشہور یہ ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت بارہ ربیع الاول شریف کو سوموار کے دن ہوئی۔ ابن اسحاق وغیرہ کا یہی قول ہے۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد اول ص ۱۰۷ حاشیہ)

نیز یہ کہ ولادت باسعادت کا مہینہ ربیع الاول ہی تھا۔ محرم رجب رمضان یا کوئی دوسرا معزز و محترم مہینہ نہیں تھا کیونکہ نبی اکرم ﷺ کے عزو شرف کا تعلق کسی مہینے سے نہیں بلکہ مقامات کی طرح زمانے کو بھی آپ سے نسبت کی وجہ سے شرف حاصل ہوا۔

اگر آپ کی ولادت ان مہینوں میں سے کسی مہینے میں ہوتی تو یہ وہم کیا جاتا کہ آپ کو فلاں مہینے کی وجہ سے شرف اور مرتبہ ملا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کی ولادت ان مہینوں کے علاوہ مہینے میں رکھی تاکہ اس مہینے پر آپ کی عنایت اور آپ کے ذریعے اس کی کرامت کا اظہار ہو۔

جب جمعۃ المبارک کا یہ عالم ہے کہ اس دن حضرت آدم علیہ السلام کی ولادت مبارکہ ہوئی اور اس میں ایک ایسی ساعت ہے جس میں کوئی مسلمان بندہ بھلائی طلب کرے تو اللہ تعالیٰ اسے عطا کرتا ہے تو اس وقت کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جس میں تمام مرسلین کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولات باسعادت ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کے دن یعنی سوموار کو وہ عبادات نہیں رکھیں جو جمعہ کے دن رکھیں جس میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے یعنی جمعہ کی نماز اور خطبہ وغیرہ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کے احترام و اکرام کے طور پر آپ کے وجود مسعود کی وجہ سے سوموار کے دن آپ کی امت پر تخفیف رکھی۔ ارشاد ربانی ہے:

وما ارسلنك الا رحمة للعالمين (الانبیاء ۱۰۷)

اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

اور اس رحمت میں سے ایک بات یہ ہے کہ آپ کی ولادت کے دن کسی خاص عبادت کا مکلف نہیں بنایا۔

وقت ولادت نبوی ﷺ

رسول اکرم ﷺ کی ولادت کے وقت میں بھی اختلاف ہے اور مشہور یہ ہے کہ سوموار کا دن ہے۔ حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے سوموار کے دن کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

[۱]..... معلوم ہوا کہ اہل عرب میلاد النبی ﷺ کو بڑی دھوم دھام سے مناتے تھے حتیٰ کہ آپ کے مولد شریف کی زیارت بھی کرتے تھے اور اسے بدعت نہیں سمجھتے تھے۔ میلاد شریف کے خلاف بدعت کے فتوؤں کا رواج نجدیوں کی اختراع ہے..... ۱۲ ہزاروی

Marfat.com

ذاك يوم ولدت فيه وانزلت على فيه النبوة

یہ وہ دن ہے جس میں میری ولادت ہوئی اور اسی دن میں مبعوث ہوا۔ (صحیح مسلم' جلد اول' ص ۳۶۸' کتاب الصیام)

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آپ دن کے وقت پیدا ہوئے۔

مسند امام احمد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ سوموار کے دن پیدا ہوئے۔ سوموار کے دن آپ کو نبوت دی گئی (اعلان نبوت فرمایا) سوموار ہی کے دن آپ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ مدینہ طیبہ میں سوموار کے دن داخل ہوئے اور حجر اسود کو بھی سوموار کے دن نصب فرمایا۔ (مسند امام احمد بن حنبل' جلد ۲' ص ۲۷۷' تاریخ دمشق لابن عساکر جلد ۲' ص ۳۳) اسی طرح فتح مکہ کا واقعہ اور سورہ المائدہ کا نزول بھی سوموار کے دن ہوا۔

یہ بھی مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی ولادت مبارکہ سوموار کے دن فجر کے وقت ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مرالظہر ان کے مقام پر ایک شامی راہب تھا جس کو عیصی کہا جاتا تھا۔ وہ کہتا تھا: اے اہل مکہ! عنقریب تم میں ایک بچہ پیدا ہوگا۔ اہل عرب اس کے دین کو اختیار کریں گے اور وہ عجم کا بھی مالک ہوگا۔ یہ اس (بچے) کا زمانہ ہے چنانچہ جب بھی مکہ مکرمہ میں کوئی بچہ پیدا ہوتا اس کے بارے میں پوچھا جاتا۔ جب وہ صبح ہوئی جس میں رسول اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ' عیصی راہب کے پاس تشریف لائے۔ آپ نے اسے آواز دی تو وہ متوجہ ہوا اور کہا (اے عبدالمطلب!) اس بچے کے باپ ہو جاؤ۔ تحقیق وہ بچہ جس کے بارے میں' میں تم سے بیان کرتا تھا وہ سوموار کے دن پیدا ہوگا' سوموار کے دن اعلان نبوت کرے گا اور اس کا وصال بھی سوموار کے دن ہوگا۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے کہا: اس رات کی صبح ہمارے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے۔ اس نے پوچھا: آپ نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟ فرمایا: محمد (ﷺ) عیصی راہب نے کہا: اللہ کی قسم! میں چاہتا تھا کہ وہ بچہ آپ کے گھرانے میں ہی پیدا ہو۔ اس بچے میں تین امتیازی خصوصیات ہیں اور وہ پائی گئی ہیں: ایک یہ کہ اس کا ستارہ گزشتہ رات طلوع ہوا' دوسری یہ کہ وہ آج کے دن پیدا ہوا اور تیسری یہ کہ اس بچے کا نام محمد ہے۔

اس روایت کو ابو جعفر بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا اور ابو نعیم نے دلائل (دلائل النبوۃ) میں اسے ضعیف سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

(البدایہ والنہایہ' جلد ۲' ص ۲۷۲)

کہا گیا ہے کہ آپ کی ولادت ''غفر'' کے طلوع ہونے کے وقت ہوئی اور یہ چھوٹے چھوٹے تین ستارے ہیں جن کے پاس چاند اترتا ہے اور یہ انبیاء کرام کی ولادت کا وقت ہے اور شمسی مہینوں میں سے یہ نیسان کے موافق ہے اور یہ برج حمل ہے اور اس مہینے کے بیس دن گزر چکے تھے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت رات کے وقت ہوئی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ مکہ مکرمہ میں ایک یہودی تھا جو تجارت کرتا تھا۔ جس رات نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی' اس نے کہا: اے گروہ قریش! کیا آج رات تم لوگوں کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا: ہمیں معلوم نہیں۔ اس نے کہا: آج رات اس آخری امت کا نبی پیدا ہوا ہے۔ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان ایک علامت ہے جس میں چند بال ہیں جو اکٹھے ہیں گویا وہ گھوڑے کی کلغی ہے۔

چنانچہ وہ یہودی کے ساتھ گئے اور اسے آپ کی والدہ کے ہاں لے گئے اور کہنے لگے: اپنا بچہ لائیے۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا آپ کو باہر لائیں تو انہوں نے پیٹھ مبارک سے کپڑا ہٹا کر وہ علامت دیکھی اور یہودی بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ جب اسے ہوش آیا تو انہوں نے پوچھا: تجھے کیا ہوا؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم! بنی اسرائیل سے نبوت چلی گئی۔ اسے حاکم نے روایت کیا ہے۔ (مستدرک للحاکم' جلد ۲' ص ۶۰۱)

شیخ بدرالدین زرکشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: صحیح بات یہ ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت دن کے وقت ہوئی اور جو کچھ ستاروں کے اترنے کے بارے میں مروی ہے اسے ابن دحیہ نے ضعیف قرار دیا ہے کیونکہ اس سے آپ کی ولادت رات کے وقت ثابت ہو رہی ہے اور فرمایا کہ اس بات کو دلیل نہیں بنایا جا سکتا کیونکہ زمانہ نبوت خلاف عادت باتوں کی صلاحیت رکھتا ہے اور جائز ہے کہ دن کو بھی ستارے اتریں۔ (کتاب مواہب

Marfat.com

اللد نیہ کا بیان ختم ہوا)

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ولادت مصطفیٰ ﷺ کے متعلق ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بروز پیر ۱۲ ربیع الاول عام الفیل کو اس دنیا میں جلوہ افروز ہوئے اور المطلب بن عبداللہ بن قیس بن مخرمہ بھی اسی سال ہی پیدا ہوئے۔ الروض الانف شرح سیرت ہشام جلد اول ص ۳۵۱ مندرجہ ذیل بیان بھی اسی کا ہے۔

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب روض الانف میں بیان کرتے ہیں کہ بقی بن خلد کی تفسیر میں ہے کہ ابلیس (لعنت اللہ علیہ) نے چار مرتبہ چیخ ماری پہلی دفعہ جب ملعون ہوا دوسری دفعہ جب زمین پر آیا تیسری دفعہ ولادت مصطفیٰ ﷺ اور چوتھی دفعہ جب سورۃ فاتحہ کا نزول ہوا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ چیخ اور خراٹوں جیسی آواز شیطانی اعمال میں سے ہے اور امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ اسی جگہ یہ حدیث بھی بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اپنی والدہ محترمہ حضرت ام عثمان فاطمہ بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتی ہیں کہ ولادت مصطفیٰ ﷺ کے وقت میں کاشانۂ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا میں حاضر تھی۔ جب آپ ﷺ کی جلوہ فرمائی ہوئی تو میں نے دیکھا کہ گھر نور سے لبریز تھا۔ میں نے ستاروں کو دیکھا کہ وہ اتنے قریب ہو گئے تھے کہ مجھے یہ گمان ہوا کہ وہ ابھی مجھ پر گر پڑیں گے۔ (ابوعمر کتاب النساء)

علامہ الطبری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ مختون (ختنہ شدہ) پیدا ہوئے اور آپ ﷺ کی ناف بھی کٹی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ کی والدہ محترمہ بیان فرماتی ہیں۔ جب محمد مصطفیٰ ﷺ میرے بطن اطہر میں قرار پذیر ہوئے تو مجھے کوئی بوجھ وغیرہ محسوس نہ ہوا۔ جب آپ ﷺ اس عالم آب وخاک میں تشریف لائے تو آپ ﷺ گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں بند کر رکھی تھیں۔ صرف شہادت کی انگلی سے یوں اشارہ فرما رہے تھے جیسے آپ ﷺ اللہ کی تسبیح بیان فرما رہے ہیں۔ (روض الانف جلد اول)

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا قابل فخر پوتے کا دیدار کرنا اور نام رکھنا

ابن درید نے لکھا ہے کہ نبی محترم ﷺ کو ڈھانپ دیا گیا تھا کہ آپ ﷺ کے جد امجد سے پہلے کوئی اور شخص دیدار نہ کرے۔ آپ ﷺ کے دادا محترم تشریف لائے اور کپڑا ہٹا کر آپ ﷺ کا رخ زیبا دیکھا۔ جب آپ سے پوچھا گیا اپنے بیٹے کا نام کیا رکھا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''محمد'' ﷺ لوگوں نے عرض کی کہ آپ نے یہ کیسا نام رکھا ہے جو نہ تو آپ کے سابقہ آباء میں سے کسی کا نام ہے اور نہ ہی آپ کی قوم میں سے کسی شخص کا نام ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں امید کرتا ہوں کہ تمام اہل زمین میرے اس نور نظر کی تعریف کریں گے'' یہ نام رکھنے کا سبب وہ خواب تھا جو حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے دیکھا تھا۔ علی القیروانی نے اپنی تصنیف ''کتاب البستان'' میں تحریر کیا ہے کہ ''حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا تھا کہ چاندی کی زنجیر مشرق سے مغرب کو محیط تھی پھر وہ زنجیر ایک درخت کی شکل میں تبدیل ہو گئی جس کے ہر پتے پر نور چمک رہا تھا۔ اہل مشرق و مغرب اس درخت کے ساتھ معلق تھے''۔

آپ رضی اللہ عنہ نے وہ خواب ایک دانشمند کے سامنے بیان کیا اس نے اس کی یہ تعبیر کی کہ ان کی پشت سے ایک ایسا مولود مبارک پیدا ہوگا جس کی اہل مشرق و مغرب اتباع کریں گے۔ زمین وآسمان والے اس کی مدح خوانی کریں گے۔ اسی وجہ سے حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے اپنے نور نظر کا نام ''محمد'' (قابل ستائش) ﷺ رکھا۔

علاوہ ازیں پیچھے اس خواب کا بھی تذکرہ ہو چکا ہے جو آپ ﷺ کی والدہ محترمہ نے دیکھا ان سے کہا گیا ''آپ رضی اللہ عنہا کے صدف بطن میں اس امت مرحومہ کے سردار قرار پذیر ہیں۔ جب اس کائنات میں جلوہ گر ہوں تو ان کا نام محمد ﷺ رکھنا''۔ (الروض الانف شرح سیرت ہشام جلد اول ص ۳۵۱ تا ۳۵۳)

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے اشعار

روایت ہے کہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ کو لے کر کعبہ مشرفہ میں داخل ہوئے اور یہ اشعار پڑھ کر آپ ﷺ کے لئے دعا مانگی (اشعار کا اردو ترجمہ)

Marfat.com

''سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھے پاک آستینوں والا یہ بچہ عطا فرمایا ہے۔ یہ اپنے پنگھوڑے میں سارے بچوں کا سردار ہے۔ میں اسے بیت اللہ شریف کی پناہ میں دیتا ہوں۔ یہاں تک کہ میں اس کو طاقتور اور توانا دیکھوں۔ میں اسے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ ہر حاسد آنکھ گھمانے والے کے شر سے اور میں اسے ہر اس ذی ہمت سے پناہ میں دیتا ہوں جو صاحب بصارت نہیں حتیٰ کہ میں اسے بلند و بالا دیکھوں۔ تو ہی وہ ذات ہے جس کا ذکر قرآن میں موجود ہے سابقہ کتب میں بھی آپ کا تذکرہ ہے اور قرآن پاک میں آپ ﷺ کا نام احمد بھی مکتوب ہے''۔ (روض الانف' جلد اول' ص ۳۵۷)

آپ ﷺ کے رضاعی باپ اور ان کا اسلام

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے حضور ﷺ کے رضاعی باپ کا تذکرہ تو کیا ہے لیکن ان کے سلام کا ذکر نہیں کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کتابیں تصنیف کرنے والے اکثر علماء نے بھی ان کا تذکرہ نہیں کیا۔ امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یونس بن بکیر نے اپنی روایت میں ان کا تذکرہ کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم سے ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد اسحاق بن یسار نے بیان کیا ہے وہ بنو سعد بن بکر کے بعض آدمیوں سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے رضاعی باپ حضرت حارث بن عبدالعزی رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت میں آئے۔ اس وقت قرآن پاک کا نزول شروع تھا۔ قریش نے حضرت حارث رضی اللہ عنہ سے کہا: ''اے حارث! کیا سنتے ہو کہ تمہارا یہ بیٹا کیا کہتا ہے؟'' انہوں نے پوچھا: ''میرا بیٹا کیا کہتا ہے'' قریش نے کہا: ''وہ یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ موت کے بعد دوبارہ اٹھائے گا۔ اس کے دودار ہیں۔ وہاں وہ اپنے نافرمانوں کو سزا دے گا اور اپنے فرمانبرداروں پر فضل و کرم کرے گا۔ اس نے ہماری جمعیت کو منتشر کر دیا ہے۔ ہماری شیرازہ بندی کو بکھیر دیا ہے'' حضرت حارث رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت (ﷺ) میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے:

''اے میرے نورِ نظر! آپ ﷺ کو کیا ہو گیا ہے۔ آپ ﷺ کی قوم آپ ﷺ کا شکوہ کر رہی ہے۔ وہ کہتی ہے کہ آپ ﷺ نے کہا ہے کہ لوگوں کو مرنے کے بعد اٹھایا جائے گا۔ پھر وہ جنت میں یا جہنم میں جائیں گے''۔

حضور ﷺ نے فرمایا: ''ہاں میں یہ کہتا ہوں اے میرے باپ! میں روز محشر تمہارا ہاتھ پکڑ لوں گا اور تمہیں آج کے دن کی یہ گفتگو یاد کراؤں گا'' اس کے بعد حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا۔ اپنے اسلام پر عمدگی سے کاربند رہے۔ اسلام قبول کر لینے کے بعد حضرت حارث رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

''اگر میرے نورِ نظر نے روز محشر میرا ہاتھ پکڑ لیا اور مجھے اپنا فرمان یاد کرایا تو وہ میرا ہاتھ نہیں چھوڑیں گے حتیٰ کہ وہ مجھے جنت میں داخل کر دیں گے''۔ (روض الانف' ص ۳۵۸' ۳۵۹)

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا نسب

بنو سعد بن بکر کی ایک خاتون حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا بنت ابی ذویب کو آپ ﷺ کو دودھ پلانے کی سعادت میسر آئی۔ آپ رضی اللہ عنہا کا نسب یہ ہے۔ حلیمہ سعدیہ بنت ابو ذویب عبداللہ بن حارث بن شجنہ بن جابر بن رزام بن ناصرہ بن فصیہ بن نصر بن سعد بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان۔ (سیرت ابن ہشام' ج اول' ص ۳۶۰)

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے خاوند کا نسب

(سیرت ابن ہشام' جلد اول' ص ۳۶۰)

آپ ﷺ کے رضاعی باپ کا نام حارث بن عبدالعزیٰ بن رفاعہ بن ملان بن ناصرہ بن فصیہ بن نصر بن سعد بن بکر بن ہوازن تھا۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ملان بن ناصرہ کو ہلال بن ناصرہ بھی کہتے ہیں۔

Marfat.com

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی اولاد

بیٹا عبداللہ بن حارث اور بیٹیاں انیسہ بنت حارث اور خدامہ بنت حارث تھیں۔ خدامہ کو ہی شیماء کہتے ہیں وہ اپنی قوم میں اس نام سے مشہور تھی۔ سیرت نگار لکھتے ہیں کہ شیماء اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ مل کر حضور ﷺ کی پرورش کیا کرتی تھیں۔ (سیرت ابن ہشام جلد اوّل ص ۳۶۰)

آپ ﷺ کی ولادت سے پہلے محمد نامی اشخاص

علامہ امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(روض الانف شرح سیرت ابن ہشام مترجم اُردو جلد اوّل ص ۳۵۳ تا ص ۳۵۶ میں کہ) ''آپ ﷺ کی جلوہ نمائی سے پہلے پورے عرب میں تین ایسے بچے تھے جن کے والدین نے ان کے نام محمد رکھے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جب انہوں نے علماء سے محمد ﷺ کا ذکر خیر سنا انہوں نے یہ بھی سنا کہ اس کی بعثت کا وقت قریب آ چکا ہے اور وہ سرزمین حجاز میں مبعوث ہوگا تو انہوں نے اپنے بچوں کا نام محمد رکھا کہ شاید یہ سعادت انہیں ارزانی ہو۔ ابن فورک نے کتاب الفصول میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ وہ یہ ہیں: (۱) محمد بن سفیان بن مجاشع' یہ فرزدق (شاعر) کے دادا کا دادا تھا۔ (۲) محمد بن احیحہ بن الجلاح بن الحریش بن جحجی بن کلفۃ بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس (۳) محمد بن حمران بن ربیعہ۔ ان تینوں بچوں کے والد کسی بادشاہ کے دربار میں گئے۔ وہ بادشاہ سابقہ کتب کا عالم تھا۔ اس نے ان کو نبی اکرم ﷺ کے اسم گرامی اور آپ ﷺ کی بعثت کے متعلق بتایا۔ ان تینوں افراد میں سے ہر ایک نے نذر مانی کہ اگر ان کے ہاں بچے کی ولادت ہوئی تو وہ اس کا نام محمد رکھیں گے''۔

اسم ''محمد'' کا مادۂ اشتقاق

علامہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''یہ اسم صفت سے منقول ہے۔ لغت میں محمد اس کو کہتے ہیں جن کی بار بار تعریف کی جائے کیونکہ معفل کے وزن میں اس فعل کا تکرار مقصود ہوتا ہے۔ مضرب اور ممدح کا وزن بھی معفل ہی ہے ان کے معنی میں بھی تکرار ہے''۔

اسم احمد اور اس کا مادۂ اشتقاق

آپ ﷺ کا اسم گرامی احمد بھی ہے۔ یہ وہ بابرکت نام ہے جس کے ذریعہ حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی زبان سے موسوم کیا گیا۔ یہ بھی صفت ہے احمد کا معنی ہے اپنے رب کی حمد' ہر حمد کرنے والے سے زیادہ کرنے والا۔ روز محشر سرور انبیاء ﷺ کی شان نرالی ہوگی۔ مقام محمود میں آپ ﷺ پر حمد وستائش کے ایسے دروازے کھولے جائیں گے جو پہلے کسی کے لئے بھی نہیں کھلے ہوں گے۔ آپ ﷺ ان نور فشاں کلمات کے ساتھ اپنے رب کی حمد کے نغمے آلاپیں گے جبکہ لوائے حمد (حمد کا جھنڈا) بھی آپ ﷺ کے دست کرم میں ہوگا۔

احمد اور محمد ﷺ نام رکھنے کی وجہ

محمد صفت کا صیغہ ہے۔ یہ محمود کے معنی میں ہے لیکن اس میں مبالغہ اور تکرار پایا جاتا ہے۔ محمد وہ ہوتا ہے جس کی یکے بعد دیگرے تعریف کی جائے۔ جس طرح مکرم وہ ہوتا ہے جس کی بار بار تکریم کی جائے۔ ممدح بھی اس طرح ہے۔ حضور ﷺ کا یہ اسم مبارک اللہ تعالیٰ نے خود رکھا تھا۔ یہ نبوت کے اعلام میں سے ایک علم ہے۔ یہ اسم سرور کائنات ﷺ کی ذات والا صفات پر پوری طرح صادق آتا ہے۔ آپ ﷺ دنیا میں قابل صد ستائش اس لئے ہیں کہ آپ ﷺ نے لوگوں کو اللہ کا راستہ دکھایا اور علم وحکمت کے دریا بہائے اور آخرت میں معزز ومحترم اس لئے ہیں کیونکہ آپ ﷺ کی شفاعت کو شرف قبولیت سے نوازا جائے گا۔ جس طرح لفظ کا تقاضا ہے اسی طرح آپ ﷺ بھی دنیا وآخرت میں قابل صد تکریم ہیں۔ پھر آپ ﷺ اس وقت تک ''محمد'' نہیں ہوسکتے جب تک آپ ﷺ اپنے رب کے سب سے زیادہ حمد سرا نہ ہوں۔ آپ ﷺ نے اپنے رب کی سب سے زیادہ تعریف کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مقام نبوت پر فائز فرمایا اور عزت وکرامت سے نوازا۔ اسی وجہ سے اسم احمد کو

Marfat.com

اسم محمد سے مقدم کیا گیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ ﷺ کا ذکر مبارک کرتے ہوئے فرمایا:

اسمہ احمد ''ان کا نام نامی احمد ہوگا''۔

اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: ان اوصاف کی حامل تو امت مصطفیٰ ﷺ ہوگی تو انہوں نے عرض کی:

اللھم اجعلنی من امة احمد

''مولا مجھے امت احمد مجتبیٰ میں سے کردے''۔

آپ ﷺ کا اسم احمد' اسم محمد سے پہلے مذکور ہوا کیونکہ آپ ﷺ نے تمام لوگوں سے پہلے اپنے رب کی حمد وثناء کی۔ جب اس کائنات میں رونق افروز ہوئے اور بعثت ہوئی تو آپ ﷺ بالفعل ''محمد'' ہوگئے۔ اسی طرح قیامت میں امت کے لئے شفاعت کے وقت آپ ﷺ کے لئے محامد وستائش کے دروازے کھولے جائیں گے۔ آپ ﷺ اپنے رب کی تعریف سب سے زیادہ کرنے والے ہوں گے پھر جب آپ ﷺ کی شفاعت شرف قبولیت سے نوازی جائے گی تو آپ ﷺ اس وقت شفاعت کی قبولیت پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کریں گے۔ ذرا غور کریں کہ ان دونوں اسماء کی ترتیب باہم کتنی عمدہ ہے ذکر اور وجود میں' دنیا اور آخرت میں کتنی احسن ترتیب ہے۔ جب آپ ان میں غور وفکر کریں گے تو آپ کے لئے حکمت الٰہیہ عیاں ہوجائے گی پھر ذرا تدبر کریں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام میں سے صرف آپ ﷺ پر ہی سورۃ الحمد نازل فرمائی۔ آپ ﷺ کو ہی لوائے حمد عطا کیا جائیگا۔ مقام محمود آپ ﷺ کے ساتھ ہی مختص ہے۔ پھر قرآن وسنت نے ہمیں کس طرح حکم فرمایا ہے کہ ہم تمام امور کے اختتام اور افعال کے خاتمہ پر الحمد للّٰہ رب العلمین کہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وقضی بینھم بالحق وقیل الحمدللّٰہ رب العلمین . (الزمر)

''اور فیصلہ کردیا گیا ہوگا انکے درمیان حق کے ساتھ اور کہا جائیگا سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو رب العالمین ہے''۔

واخر دعواھم ان الحمد للّٰہ رب العلمین (یونس)

''اور ان کی آخری پکار یہ ہوگی کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو مرتبہ وکمال تک پہچانے والا ہے''۔

اللہ تعالیٰ کے یہ دونوں فرمان اس بات پر تنبیہ ہیں کہ امور کے خاتمہ پر الحمد للہ ہمارے لئے مشروع قرار دی گئی ہے۔ کھانے اور پینے کے بعد بھی الحمد للہ کہنا سنت مصطفیٰ ﷺ ہے۔ آپ ﷺ نے سفر کے اختتام پر فرمایا:

آیبون تائبون عابدون لربنا حامدون

''وہ قصد کرنے والے' توبہ کرنے والے' عبادت کرنے والے اور ہمارے رب کی حمد بیان کرنے والے ہیں''۔

اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو خاتم الانبیاء بنایا۔ آپ ﷺ نے انقضاء رسالت کا اعلان فرمایا۔ وحی کے نازل نہ ہونے کا اعلان فرمایا۔ آپ ﷺ نے قرب قیامت سے لوگوں کو ڈرایا اور دنیا کے اختتام کے متعلق بتایا کیونکہ یہ تمام امور اختتام پذیر ہورہے تھے اس لئے ان کے اختتام پر بھی حمد لازمی تھی۔ ان تمام امور میں حضور ﷺ کی رسالت ونبوت کی بہت بڑی دلیل ہے۔ آپ ﷺ کی صداقت کی بہت بڑی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عزت وکرامت کے ساتھ مختص فرمایا اور آپ ﷺ کے ظہور سے پہلے ہی ان امور کو مقدم فرمایا اور آپ ﷺ کی قدر ومنزلت میں اضافہ فرمایا۔ (روض الانف کا بیان ختم ہوا)

لیلۃ القدر اور شب میلاد (مواہب اللدنیہ جلد اوّل صفحہ ۹۱ تا ۹۳ نقل کیا جاتا ہے)

اگر تم کہو کہ جب ہم کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی ولادت مبارکہ رات کے وقت ہوئی ہے تو لیلۃ القدر افضل ہے یا میلاد شریف کی رات؟ اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت کی رات افضل ہے اور اس کی تین وجوہ ہیں۔

Marfat.com

(۱) میلاد شریف کی رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی رات ہے اور لیلۃ القدر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کی گئی اور جس چیز کو شرف ذات کی وجہ سے شرف حاصل ہوا وہ اس ذات سے زیادہ شرف والی نہیں ہوسکتی کیونکہ وہ اس ذات کو عطا کی گئی اور اس بات میں کوئی اختلاف نہیں' پس اس اعتبار سے میلاد شریف کی رات افضل ہے۔

(۲) لیلۃ القدر کو شرف اس لئے حاصل ہے کہ اس میں فرشتے اترتے ہیں اور میلاد شریف کی رات اس لئے افضل ہے کہ اس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر ہوئے اور جس ذات کی وجہ سے میلاد شریف کی رات مشرف ہوئی وہ ذات ان (فرشتوں) سے افضل ہے جن کے ذریعے لیلۃ القدر کو شرف حاصل ہوا۔ یہی زیادہ صحیح پسندیدہ قول ہے۔

(۳) شب قدر میں صرف امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام پر فضل خداوندی ہوتا ہے جبکہ میلاد شریف کی رات میں تمام موجودات پر فضل فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا' پس اس طرح تمام مخلوق کو نعمت حاصل ہوئی۔ لہٰذا اس رات کا نفع عام ہوا اور یہ رات افضل قرار پائی۔

تو اے مہینے! تو کس قدر شرف کا حامل ہے اور تیری راتیں کس قدر قابل احترام ہیں گویا ہاروں کے موتی ہیں اور اے چہرہ مبارکہ! یہ مولود کس قدر شرف وعزت والا ہے' پس وہ ذات پاک ہے جس نے اس کی ولادت باسعادت کو دلوں کے لئے بہار اور اس کے حسن کو بے مثال بنایا۔

يقول لنا لسان الحال منه — وقول الحق يعذب للتسميع

فوجهي والزمان وشهر وصفي — ربيع في ربيع في ربيع

''اور آپ زبان سے ہمیں فرماتے ہیں اور سچی بات سننے والے کو میٹھی لگتی ہے کہ میرا چہرہ' زمانہ اور ولادت کا مہینہ بہار میں بہار میں بہار ہے''۔

مدت حمل اور جائے ولادت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کتنی مدت والدہ ماجدہ کے بطن اطہر میں رہے۔ اس سلسلے میں بھی اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ نو مہینے' کسی نے کہا آٹھ مہینے' کسی نے کہا سات ماہ اور کسی کا قول ہے کہ چھ مہینے مدت حمل ہے۔

اور آپ کی ولادت اس مکان محترم میں ہوئی جو (بعد میں) حجاج بن یوسف کے بھائی محمد بن یوسف کے پاس رہا اور اسے ''شعب'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ (اس سے پہلے یہ مکان عقیل بن ابی طالب کے پاس تھا۔ ان کے بیٹے نے محمد بن یوسف پر بیچا۔ (آج کل وہاں ایک لائبریری قائم ہے اور اس کے قریب سے سرنگ نکلتی ہے جو منیٰ کی طرف جاتی ہے.....۱۲ ہزاروی)

کہا گیا ہے کہ اس مکان کو ردم کہا جاتا ہے' کسی نے کہا عسفان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

ولادت کے وقت دودھ پلانا

آپ کو ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی ثویبہ نے دودھ پلایا۔ جب اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی خوشخبری دی تو ابولہب نے اسے آزاد کردیا تھا.....

(ابولہب کے مرنے کے بعد) اسے خواب میں دیکھا گیا تو پوچھا گیا: کیا حال ہے؟ اس نے کہا: آگ میں ہوں البتہ ہر سوموار کی رات میرے عذاب میں تخفیف ہوجاتی ہے اور میں ان دو انگلیوں کے درمیان سے پانی چوستا ہوں' اس نے انگلی کی طرف اشارہ کیا اور یہ (سہولت) اس وجہ سے ہے کہ میں نے اپنی لونڈی ثویبہ کو اس وقت آزاد کیا جب اس نے مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خبر دی' نیز اس نے آپ کو دودھ پلایا۔

(صحیح بخاری' جلد ۲' ص ۷۶۴' کتاب النکاح)

Marfat.com

(محدث) ابن جوزی نے کہا کہ جب ابولہب کافر کا یہ حال ہے جس کی مذمت میں قرآن نازل ہوا (قرآن میں فرمایا: تبت یدا ابی لھب وتب۔ ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہوں اور وہ ہلاک ہو) اسے ولادت نبوی کی خوشی میں جہنم کے اندر بھی اچھا بدلہ دیا گیا تو وہ مسلمان جو عقیدہ توحید پر قائم ہے اور نبی اکرم ﷺ کا امتی ہے اور میلاد النبی ﷺ پر خوشی مناتا ہے اور جس قدر ممکن ہو محبت رسول ﷺ میں خرچ کرتا ہے' مجھے اپنی زندگی کی قسم! اللہ کریم کی طرف سے اسے یہ جزا ملے گی کہ وہ اسکو اپنے عام فضل و کرم سے نعمتوں والے باغات میں داخل کرے گا۔

محفل میلاد النبی ﷺ کا انعقاد

مسلمان ہمیشہ سے ولادت نبوی ﷺ کے مہینے میں محافل کا انعقاد کرتے چلے آئے ہیں۔ وہ دعوتوں کا اہتمام کرتے ہیں اور اس مہینے کی راتوں میں طرح طرح کے صدقات کرتے اور خوشی کا اظہار کرتے ہیں' (یوں وہ اپنی) نیکیوں میں اضافہ کرتے ہیں اور مولود شریف پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں (یعنی ولادت مبارکہ کے وقت جو عجائبات ظاہر ہوئے ان کو بیان کرتے اور نبی اکرم ﷺ کے فضائل کے بیان کا اہتمام کرتے ہیں) اور ان مسلمانوں پر ہر قسم کا فضل اور برکات ظاہر ہوتی ہیں۔

میلاد شریف کی محافل کے سلسلے میں اس بات کا تجربہ ہوا ہے کہ اس سال امن قائم رہتا ہے اور مقاصد کے حصول کے لئے فوری خوشخبری ملتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو میلاد شریف کے مہینے کی راتوں کی عیدیں بناتا ہے تاکہ یہ (عید) ان لوگوں کے لئے سخت تکلیف کا باعث بنے جن کے دلوں میں بیماری ہے۔ (اور اس بیماری کا سبب وہ غصہ ہے جو ان کو میلاد شریف سے ہوتا ہے......۱۲ علامہ زرقانی)

میلاد شریف کی محافل کو لغویات سے پاک رکھا جائے

ابن حاج (ابوعبداللہ محمد بن محمد عبدری فارسی رحمۃ اللہ علیہ) نے ''المدخل'' میں ان لوگوں کا سخت رد کیا ہے جو میلاد شریف کی محافل میں خواہشات کی تکمیل کے لئے بدعات[1] لہو ولعب اور مزامیر کے ساتھ گاتے ہیں[2]۔ پس اللہ تعالیٰ اچھے ارادے کا ثواب عطا فرمائے اور ہمیں سنت کے مطابق راستہ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ بے شک وہی ہمیں کافی ہے اور بہترین کارساز ہے[3]۔ (مواہب اللدنیہ کا بیان ختم ہوا)

اس سے قبل مواہب اللدنیہ کے حوالے سے ولادت سرور عالم ﷺ پر بیان ہو چکا ہے۔ اب ''ضیاء النبی'' ﷺ کے حوالے سے مزید بیان کیا جاتا ہے کیونکہ اس میں پیر محمد کرم شاہ صاحب بھیروی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی محققانہ تحریر پیش کی جس میں مواہب اللدنیہ کی نسبت بہت زیادہ معلومات مستند حوالہ جات سے بیان کی گئی ہیں اور نیز میلاد شریف کی محافل منعقد کرنے کے جواز میں ابتداء سے آج تک معتبر اور مستند حوالہ جات کے ذریعے ایک انوکھے انداز سے روشنی ڈالی ہے جو بہت مفید معلومات پر مبنی ہے اور بہت دلچسپ بھی۔ مؤلف نے اس کو بہت زیادہ پسند کرتے ہوئے یہاں تحریر کرنا چاہا ہے۔ مضمون تو کچھ وسیع ہو جائیگا لیکن حضور ﷺ کے میلاد پاک کے متعلق زیادہ دلچسپی اور محبت بڑھے گی۔ اس کے لئے ضیاء النبی ﷺ جلد اوّل کے صفحات ۲۷'۴۰ تا ۵۷ تحریر کیے جاتے ہیں۔

---

[1]......اس میں کوئی شک نہیں کہ میلاد شریف کی پاکیزہ محفل ہر قسم کی خرابیوں سے پاک ہونی چاہئے جیسے ابن حاج رحمۃ اللہ علیہ نے خود وضاحت فرمائی کہ کھیل کود اور گانا بجانے سے اس محفل کو پاک رکھا جائے۔ بزرگان دین کا یہی عقیدہ ہے اور محفل میلاد کو ہی بدعت قرار دینا یہ بزرگوں کا عقیدہ نہیں بلکہ بعض لوگوں کی خواہشات کا نتیجہ ہے......۱۲ ہزاروی

[2]......المدخل لابن الحاج' جلد ۲' ص ۳' فصل المولد

[3]......امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو یہود کو عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے پایا۔ ان سے وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا: اس دن اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی' ہم شکر کے طور پر روزہ رکھتے ہیں۔ (فرماتے ہیں:) اس سے معلوم ہوا کہ جس دن کوئی احسان ہوا ہو اس دن شکر ادا کرنا چاہئے اور حضور علیہ السلام کی ولادت سے بڑی نعمت کون سی ہو سکتی ہے اور شکر کی کئی صورتیں ہیں جیسے سجدہ' روزہ' صدقہ اور تلاوت وغیرہ۔ (فتح الباری' جلد ۴' ص ۲۱۴)

Marfat.com

طلوعِ آفتاب مطلعِ نبوت ورسالت

ربیع الاول کا مہینہ تھا۔ دوشنبہ کا دن تھا اور صبح صادق کی ضیاء بار سہانی گھڑی تھی۔ رات کی بھیانک سیاہی چھٹ رہی تھی اور دن کا اجالا پھیلنے لگا تھا۔ جب مکہ کے سردار حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی جواں سال بیوہ بہو کے حسرت ویاس کی تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے سادہ سے مکان میں ازلی سعادتوں اور ابدی مسرتوں کا نور چمکا۔

ایسا مولود مسعود تولد ہوا جس کے من موہنے مکھڑے نے صرف اپنی غمزدہ ماں کو ہی سچی خوشیوں سے مسرور نہیں کیا بلکہ ہر درد کے مارے کے لبوں پر مسکراہٹیں کھیلنے لگیں۔ اس نورانی پیکر کے جلوہ فرمانے سے صرف حضرت عبداللہ کا کلبۂ احزاں جگمگانے نہیں لگا بلکہ جہاں کہیں بھی مایوسیوں اور حرماں نصیبیوں نے اپنے پنجے گاڑ رکھے تھے وہاں امید کی کرنیں روشنی پھیلانے لگیں اور ٹوٹے دلوں کو بہلانے لگیں۔ صرف جزیرہ عرب کا بخت خفتہ ہی بیدار نہیں ہوا بلکہ انسانیت' جو صدیوں سے ہواو ہوس کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی اور ظلم وستم کے آہنی شکنجوں میں کسی ہوئی کراہ رہی تھی اس کو ہر قسم کی ذہنی' معاشی اور سیاسی غلامی سے رہائی کا مژدہ جان فزا ملا۔ فقط مکہ وحجاز کے خدا فراموش باشندے' خدا شناس اور خود شناس نہیں بنے بلکہ عرب وعجم کے ہر مکین کے لئے میخانہ معرفت کے دروازے کھول دیئے گئے اور سارے نوع انسانی کو دعوت دی گئی کہ جس کا جی چاہے آگے آئے اور اس مئے طہور سے جتنے جام نوش جاں کرنے کی ہمت رکھتا ہے اٹھائے اور اپنے لبوں سے لگالے۔ طیور خوش نواز مزمہ سنج ہوئے کہ خزاں کی چیرہ دستیوں سے تباہ حال گلشن انسانیت کو سرمدی بہاروں سے آشنا کرنے والا آ گیا۔ سر بگریباں غنچے خوشی سے پھولے نہیں سمارہے تھے کہ انہیں جگانے والا آیا اور جگا کر انہیں شگفتہ پھول بنانے والا آیا' افسردہ کلیاں مسکرانے لگی تھیں کہ ان کے دامن کو رنگ ونکہت سے فردوس بداماں کرنے والا آیا' علم وآگہی کے سمندروں میں حکمت کے جو آبدار موتی آغوش صدف میں صدیوں سے بے مصرف پڑے تھے ان میں شوق نمود انگڑائیاں لینے لگا۔

برصغیر ہند کے شیخ الحدیث' شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق کتاب ''مدارج النبوۃ'' میں تاریخ میلاد پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

اردو ترجمہ:

''خوب جان لو کہ جمہور اہل سیر وتواریخ کی یہ رائے ہے کہ آنحضرت ﷺ کی پیدائش عام الفیل میں ہوئی اور واقعہ فیل کے چالیس روز یا پچپن روز بعد اور یہ دوسرا قول سب اقوال سے زیادہ صحیح ہے۔ مشہور یہ ہے کہ ربیع الاول کا مہینہ تھا اور بارہ تاریخ تھی۔ بعض علماء نے اس قول پر اتفاق کا دعویٰ کیا ہے۔ یعنی سب علماء اس پر متفق ہیں''۔ [1]

اس مسرت آگیں اور دل افروز اور روح پرور واقعہ کا ذکر کرنے کے بعد آپ نے چند نعتیہ اشعار موزوں کئے یا خود بخود موزوں ہو گئے۔ آپ بھی انہیں پڑھیے اور ان سے اپنی دیدہ ودل کو روشن کرنے کی کوشش کیجئے۔ آپ فرماتے ہیں:

اردو ترجمہ:

''محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیدائش کی رات کتنی روشن رات تھی کہ مکہ کے دروازوں سے لے کر شام تک کا سارا علاقہ جگمگانے لگا''۔

''مکہ اور شام ہی نہیں بلکہ مشرق سے مغرب تک حضور کا نور ہر جگہ پھیل گیا''۔

''اس جہاں کے سارے کنارے انوار رسالت سے منور ہو گئے اور حضور کے اخلاق سے کائنات کا گوشہ گوشہ مہک اٹھا''۔

''انجام کار اس شخص کو عزت وبلندی کے آسمان پر جگہ ملتی ہے جو شخص صدق ویقین کے ساتھ اس در کی خاک بن جاتا ہے''۔

[1] ...... مدارج النبوۃ' جلد دوم' صفحہ ۱۵

Marfat.com

''کوئی بادِ سموم اس گھاس کو خشک نہیں کرسکتی جس کو اس کے ابرِ کرم نے تر کیا ہو''۔

''اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ دنیا و دین کی ہر نعمت اس بادشاہ کے دولت خانہ سے حقی (آپ کا تخلص) کو نصیب ہوگئی''۔[1]

مولدِ مقدس

فرش زمین کا وہ مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کے محبوب کریم کے پائے ناز کو سب سے پہلے بوسہ دے کر عرش پایہ بنا وہ پہلے حضرت عقیل بن ابی طالب اور ان کی اولاد کی ملکیت میں رہا۔ پھر حجاج کے بھائی محمد بن یوسف ثقفی نے ایک لاکھ دینار قیمت ادا کر کے اسے خرید لیا اور اس جگہ کو اپنے مکان کا حصہ بنا لیا کیونکہ یہ مکان سفید چونے سے تعمیر کیا گیا تھا اور اس پر پلستر بھی سفید چونے کا تھا اس لئے اسے ''البیضاء'' کہا جاتا تھا۔ یہ عرصہ تک دار ابن یوسف کے طور پر مشہور رہا۔ ہارون الرشید کے عہد خلافت میں اس کی نیک بخت اور فیض رساں رفیقہ حیات زبیدہ خاتون فریضہ حج ادا کرنے کے لئے مکہ مکرمہ حاضر ہوئی تو اس نے یہ مکان حاصل کر کے گرا دیا اور اس جگہ مسجد تعمیر کر دی۔ ابن دحیہ کہتے ہیں کہ ہارون الرشید کی والدہ خیزران جب حج کے لئے آئی تو اس نے ابن یوسف کے مکان سے وہ حصہ نکال لیا جو سرور عالم ﷺ کا مولد مبارک تھا اور وہاں مسجد تعمیر کر دی۔ عین ممکن ہے کہ پہلے وہاں مسجد تعمیر کرنے کا شرف خیزران نے حاصل کیا ہو۔ پھر زبیدہ خاتون مکہ مکرمہ آئی ہو تو اس نے اس مسجد کو از سر نو شایانِ شان طریقہ پر تعمیر کیا ہو۔[2]

علامہ ابوالقاسم السہیلی نے الروض الانف میں صرف یہ قول لکھا ہے۔

ثم بنتها زبيدة مسجدا حين حجت

''یعنی جب زبیدہ خاتون حج کے لئے حاضر ہوئیں تو انہوں نے اس جگہ مسجد تعمیر کرا دی''۔[3]

شیخ ابراہیم عرجون لکھتے ہیں:

مکہ مکرمہ میں حضور کا مقام ولادت مشہور و معروف ہے۔ مرور زمانہ سے اس پر کئی تبدیلیاں آئیں ہمارے زمانہ میں اسے دار الحدیث بنا دیا گیا۔ ۱۳۷۰ھ میں جب میں مکہ مکرمہ میں حاضر ہوا تو میں نے وہاں دار الحدیث کی عمارت کی بنیادیں دیکھیں جو تعمیر ہو رہی تھیں۔[4]

آج کل ۱۴۰۸ھ میں وہاں ایک مکتبہ بنا دیا گیا ہے جو مقررہ وقت پر کھلتا ہے اور عام طور پر مقفل رہتا ہے۔

محفل میلادِ مصطفیٰ علیہ اطیب التحیۃ واجمل الثناء

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر یہ حکم دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات اور احسانات پر اس کا شکر ادا کیا کرو۔ ارشاد خداوندی ہے:

فكلوا مما رزقكم الله حللا طيبا واشكروا نعمة الله ان كنتم اياه تعبدون

''پس کھاؤ اس سے جو رزق دیا تمہیں اللہ تعالیٰ نے جو حلال اور طیب ہے اور شکر کرو اللہ تعالیٰ کی نعمت کا۔ اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو''۔ (سورۃ النحل: ۱۱۴)

دوسری جگہ ارشاد ہے: فابتغوا عند الله الرزق واعبدوه واشكروا له واليه ترجعون

''پس طلب کیا کرو اللہ تعالیٰ سے رزق کو اور اس کی عبادت کیا کرو اور اس کا شکر ادا کیا کرو اس کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے''۔ (سورۃ العنکبوت: ۱۷)

[1]...... مدارج النبوۃ، جلد دوم، صفحہ ۱۸

[2]...... السیرۃ الحلبیہ، جلد اول، صفحہ ۶۰-۵۹

[3]...... الروض الانف، جلد اول، صفحہ ۱۸۴

[4]...... محمد رسول اللہ لابراہیم عرجون، جلد اول، صفحہ ۱۰۲

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو بھی مختلف دلنشین اسالیب سے بیان فرمایا ہے کہ اگر تم اس کی نعمتوں پر شکرادا کرو گے تو اللہ تعالیٰ ان میں اور اضافہ کر دے گا اور اگر تم نے ناشکری کی تو اس کے شدید عذاب میں مبتلا کر دیئے جاؤ گے۔

ارشاد خداوندی ہے: واذتاذن ربکم لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید

''اور یاد کرو جب (تمہیں) مطلع فرمایا تمہارے رب نے (اس حقیقت سے) کہ اگر تم پہلے احسانات پر شکرادا کرو گے تو میں مزید اضافہ کر دوں گا اور اگر تم نے ناشکری کی تو (جان لو) یقیناً میرا عذاب شدید ہے''۔ (سورۃ ابراہیم: ۷)

المختصر بے شمار آیات ہیں جن میں انعامات الٰہی پر شکرادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور کثیر التعداد آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بار بار جھنجھوڑ کر یہ بتایا ہے کہ اگر تم ان نعمتوں پر شکرادا کرو گے تو ان میں مزید اضافہ کر دیا جائیگا اور جو کفران نعمت کے مرتکب ہوں گے ان کو ان نعمتوں سے محروم کر دیا جائیگا اور عذاب الیم کی بھٹی میں جھونک دیا جائے گا۔

پانی' ہوا اور روشنی' کان' آنکھیں اور دل' صحت' شباب اور خوشحالی۔ یہ سب خداوند ذوالجلال کی نعمتیں ہیں اور ان پر شکر کرنا واجب ہے۔ جب ان فنا ہونے والی نعمتوں پر شکرادا کرنا لازمی ہے تو خود بتایئے اس رحمت مجسم ہادی اعظم محسن کائنات ﷺ کی تشریف آوری اور بعثت پر شکرادا کرنا ضروری ہے یا نہیں۔ کیا اس احسان سے کوئی اور احسان بڑا ہے اس نعمت سے کوئی اور نعمت عظیم ہے۔ جس ذات والا صفات نے بندے کا ٹوٹا ہوا رشتہ اپنے خالق حقیقی کے ساتھ استوار کر دیا۔ جس نے انسانیت کے بخت خوابیدہ کو بیدار کر دیا جس نے اولاد آدم کے بگڑے ہوئے مقدر کو سنوا جو کسی خاندان' قبیلے قوم' ملک اور زمانہ کے لئے رحمت بن کر نہیں آیا بلکہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق کے لئے ابر رحمت بن کر برسا جس کی فیض زمان و مکان کی قیود سے آشنا نہیں جو ہر تشنہ لب کو معرفت الٰہی کے آب زلال سے سیراب کرنے کے لئے تشریف لایا۔ ہر گم کردہ راہ کو صراط مستقیم پر گامزن کرنے کے لئے آیا۔ ہر کہ و مہ کے لئے جس نے حریم قرب الٰہی کے دروازے کھول دیئے۔ کیا اس نعمت عظمیٰ اور ابدی احسان پر شکر ہم پر فرض نہیں۔ کیا خداوند کریم کے اس لطف بے پایاں پر اس کا شکرادا کر کے اس کے وعدہ کے مطابق ہم اس کی مزید نعمتوں کے مستحق پائیں گے اور جو اس جلیل القدر انعام پر سپاس گزار نہ ہوگا۔ وہ غضب و عتاب الٰہی کی وعید کا ہدف نہیں بنے گا؟

سرور کائنات' فخر موجودات ﷺ کی آمد وہ عظیم المرتبت انعام ہے جس کو منعم حقیقی نے اپنی قدرت کی زبان سے خصوصی طور ہے۔

لقد من اللہ علی المومنین اذبعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم ایتہ ویزکیھم ویعلمھم والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین ۔

''یقیناً بڑا احسان فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جب اس نے بھیجا ان میں ایک رسول انہیں میں سے پڑھتا ہے ا تعالیٰ کی آیتیں اور پاک کرتا ہے انہیں اور سکھاتا ہے انہیں کتاب و حکمت اگرچہ وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی م ۔)

اس انعام کی خصوصی شان یہ ہے کہ دیگر انعامات اپنوں اور بیگانوں' خاص اور عام' مومن اور کافر سب کے لئے ہیں اور صرف اہل ایمان کو سرفراز فرمایا۔

غلامان مصطفیٰ علیہ اجمل التحیۃ واطیب الثنا ہر زمانہ میں اپنے رب کریم کی اس نعمت کبریٰ کا شکرادا کرتے آئے ہیں۔ ز اعتبار سے شکر کے انداز گو مختلف تھے لیکن جذبہ تشکر ہر عمل کا روح رواں رہا اور جو خوش بخت اس نعمت کی قدر و قیمت سے آگا استعداد کے مطابق اپنے رحیم و کریم پروردگار کا شکرادا کرتے رہیں گے۔

یہ ایک بدیہی امر ہے کہ جب کسی کو کسی انعام سے بہرہ ور کیا جاتا ہے تو اس کا دل مسرت و انبساط کے جذبات سے

Marfat.com

نگاہ میں اس نعمت کی جتنی قدر و قیمت اور اہمیت ہوگی۔ اسی نسبت سے اس کی مسرت وانبساط کی کیفیت ہوگی۔ لیکن جس چیز کے ملنے پر خوشی کے جذبات میں تلاطم پیدا نہیں ہوتا تو اس کا واضح مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس چیز کی اس شخص کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں۔ اگر یہ چیز اسے نہ ملتی تب بھی اسے افسوس نہ ہوتا۔ مل گئی ہے تو اسے کوئی خوشی نہیں شمع جمال مصطفوی کے پروانے ایسے قدر ناشناس نہیں۔ نبوت کا ماہ تمام طلوع ہوا تو ان کی زندگی کے آنگن میں مسرتوں اور شادمانیوں کی چاندنی چھٹکنے لگی ان کے دلوں کے غنچے کھل کر شگفتہ پھول بن گئے۔ وہ یہ جانتے ہوئے اور تسلیم کرتے ہوئے کہ وہ اس احسان عظیم پر شکر کا حق ادا نہیں کر سکتے پھر بھی وہ اپنی سمجھ کے مطابق بارگاہ رب العزت میں سجدہ شکر میں گر گئے اس کی حمد وثنا کے گیت گانے لگے اور اس کے محبوب کریم ﷺ کے حسن سرمدی پر اپنے دل وجان کو نثار کرنے لگے۔

محفل میلاد کے بارے میں بعض مدعیانِ علم ودانش کی غلط اندیشیاں

بعض مدعیان علم ودانش فرزندان اسلام کے ان مظاہر تشکر ومسرت کو دیکھ کر غصہ سے بے قابو ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ان شکر گزار بندوں پر طعن وتشنیع کے تیروں کی موسلا دھار بارش شروع کر دیتے ہیں کیا ان حضرات نے کبھی اس فرمان الٰہی کا بدقت نظر مطالعہ فرمایا ہے۔

قل بفضل اللّٰہ وبرحمتہ فبذٰلک فلیفرحوا ھو خیر مما یجمعون

''اے حبیب! آپ فرمایئے اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہے اور بس چاہیے کہ اس پر خوشی منائیں یہ بہتر ہے ان تمام چیزوں سے جن کو وہ جمع کرتے ہیں''۔ (سورۂ یونس ۵۸)

اس آیت کریمہ میں حکم دیا جا رہا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ہو تو منہ بسور کر نہ بیٹھ جایا کرو اپنی ہانڈیوں کو اوندھا نہ کر دیا کرو۔ جو چراغ جل رہا ہے اس کو بھی نہ بجھا دیا کرو کیونکہ یہ اظہار تشکر نہیں بلکہ کفران نعمت ہے۔ ایسا نہ کرو بلکہ ''فلیفرحوا'' خوشی اور مسرت کا مظاہرہ کیا کرو اور یہ بتانے کی قطعاً ضرورت نہیں کہ اظہار مسرت کا کیا طریقہ ہوتا ہے جب دل میں سچی خوشی کے جذبات امڈ کر آتے ہیں تو اپنے ظہور کے لئے وہ خود راستہ پیدا کر لیا کرتے ہیں۔

امت اسلامیہ صدیوں سے اللہ تعالیٰ کی اس نعمت عظمیٰ پر اپنے جذبات تشکر وامتنان کا اظہار کرتی رہی ہے۔ ہر سال ہر اسلامی ملک کے ہر چھوٹے بڑے گاؤں اور شہر میں عید میلاد النبی ﷺ منانے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ان راتوں اور ان دنوں میں ذکر وفکر کی محفلیں منعقد کی جاتی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی شان کبریائی اور اس کے محبوب مکرم شفیع المذنبین کی شان رفعت ودلربائی کے تذکرے کیے جاتے ہیں۔ سامعین کو اس دین قیم کے احکامات سے آگاہ کیا جاتا ہے۔ علماء تقریریں کرتے ہیں' ادباء مقالے پڑھتے ہیں' شعراء اپنے منظوم کلام سے اظہار عقیدت ومحبت کرتے ہیں' صلوٰۃ وسلام کی روح پرور صداؤں سے ساری فضا معطر اور منور ہو جاتی ہے۔ اہل خیر کھانے پکا کر غرباء ومساکین میں تقسیم کرتے ہیں۔ صدقات وخیرات سے ضرورت مندوں کی جھولیاں بھر دیتے ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ گلشن اسلام میں از سر نو بہار آ گئی ہے۔

امام ابوشامہ جو امام نووی شارح صحیح مسلم کے استاذ الحدیث ہیں' فرماتے ہیں:

اردو ترجمہ:

''ہمارے زمانہ میں جو بہترین نیا کام کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ لوگ ہر سال حضور ﷺ کے میلاد کے دن صدقات اور خیرات کرتے ہیں اور اظہار مسرت کے لئے اپنے گھروں اور کوچوں کو آراستہ کرتے ہیں کیونکہ اس میں کئی فائدے ہیں۔ فقراء مساکین کے ساتھ احسان اور مروت کا برتاؤ ہوتا ہے نیز جو شخص یہ کام کرتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے محبوب کی محبت اور عظمت کا چراغ ضیاء بار ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم ﷺ کو پیدا فرما کر اور حضور کو رحمت للعالمین کی خلعت فاخرہ پہنا کر مبعوث فرمایا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر بہت بڑا احسان ہے۔ جس کا شکریہ ادا کرنے کے لئے اس بہجت

ومسرت کا اظہار کیا جارہا ہے"۔

ایک دوسرے محدث امام سخاوی کا ارشاد بھی ملاحظہ فرمائیں۔ آپ فرماتے ہیں:

اردو ترجمہ:

"کہ موجودہ صورت میں محفل میلاد کا انعقاد قرون ثلاثہ کے بعد شروع ہوا پھر اس وقت سے تمام ملکوں میں اور تمام بڑے شہروں میں اہل اسلام میلاد شریف کی محفلوں کا انعقاد کرتے رہے ہیں۔ اس کی راتوں میں صدقات وخیرات سے فقراء ومساکین کی دلداری کرتے ہیں۔ حضور کی ولادت باسعادت کا واقعہ پڑھ کر حاضرین کو بڑے اہتمام سے سنایا جاتا ہے اور اس عمل کی برکتوں سے اللہ تعالیٰ اپنے فضل عمیم کی ان پر بارش کرتا ہے"۔

ایک تیسرے محدث جو ضعیف احادیث پر تنقید کرنے میں بے رحمی کی حد تک بے باک ہیں یعنی علامہ ابن جوزی (علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن ابن جوزی) کی رائے بھی اس سلسلہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ:

"ابن جوزی فرماتے ہیں کہ محفل میلاد کی خصوصی برکتوں سے یہ ہے کہ جو اس کو منعقد کرتا ہے اس کی برکت سے سارا سال اللہ تعالیٰ کے حفظ وامان میں رہتا ہے اور اپنے مقصد اور مطلوب کے جلدی حصول کے لئے یہ ایک بشارت ہے"۔

علماء کرام نے یہ بھی وضاحت کی ہے کہ محافل میلاد کے انعقاد کا آغاز کب ہوا اور کس نے کیا۔

امام ابن جوزی ہی لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے اربل کے بادشاہ الملک المظفر ابوسعید نے اس کا آغاز کیا اور اس زمانہ کے محدث شہیر حافظ ابن دحیہ نے اس مقصد کے لئے ایک کتاب تصنیف کی اور اس کا نام التنویر فی مولد البشیر النذیر تجویز کیا۔ ملک مظفر کے سامنے جب یہ تصنیف پیش کی گئی تو اس نے ابن دحیہ کو ایک ہزار اشرفی بطور انعام پیش کی۔ وہ ربیع الاول شریف میں ہر سال محفل میلاد کے انعقاد کا اہتمام کرتا تھا۔ زیرک' دانا' بہادر اور مرد میدان تھا۔ دانشور اور عدل گستر تھا۔ اس کا عہد حکومت کافی طویل ہوا۔ یہاں تک کہ اس نے ۶۳۰ھ میں اس حالت میں وفات پائی کہ اس نے عکہ کے شہر میں جہاں صلیبیوں نے قبضہ کر رکھا تھا اس کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ اس کا ظاہر اور باطن بہت ہی پسندیدہ تھا۔ ابن جوزی کے الفاظ میں آپ اس مرد مومن کی سیرت کا مطالعہ فرمائیں۔

کان شھما' شجاعا' بطلا' عاقلا' عادلا و طالت مدته فی الملك الی ان مات و ھو محاصر الفرنج بمدينة عكا سنة ثلاثين و ستمائة محمود السيرة و السريرة

سبط ابن الجوزی اپنی تصنیف مراۃ الزمان میں اس ضیافت کا ذکر کرتے ہیں جو ملک مظفر میلاد شریف کے موقع پر کیا کرتا تھا اور جس میں اس زمانہ کے اکابر علماء اور اعاظم صوفیہ شرکت فرمایا کرتے تھے۔ اس ضیافت کا یہ حال اس آدمی کی زبانی بیان کیا گیا ہے جو خود اس دعوت میں شریک تھا۔ وہ کہتا ہے میں نے بھیڑ بکریوں کے پانچ ہزار سر' دس ہزار مرغیاں اور فیرنی کے ایک لاکھ سکورے اور حلوے کے تیس ہزار طشت خود دیکھے جو علماء صوفیاء اس ضیافت میں شرکت کرتے ملک مظفر انہیں خلعتیں پہناتا اور میلاد شریف کی اس تقریب پر تین لاکھ دینار خرچ کرتا۔

علامہ محمد رضا نے اپنی سیرت کی کتاب "محمد رسول اللہ" میں مندرجہ بالا حوالہ جات ذکر کرنے کے بعد ان پر مندرجہ ذیل اضافہ کیا ہے جس کا خلاصہ ترجمہ ہدیہ قارئین ہے۔

جزائر کے سلطان ابوحمو موسیٰ بڑے اہتمام اور اجلال کے ساتھ شب میلاد منایا کرتے تھے۔ جس طرح مغرب کے سلاطین اور اندلس کے

.....السیرۃ الحلبیہ' جلد اول' ص ۸۰

.....تلمسان الجزائر کا ایک شہر ہے جو وہاں کی مشہور غلہ منڈی ہے۔ (المنجد)

Marfat.com

خلفاء اس زمانہ میں یا اس سے پہلے اس تقریب سعید کا اہتمام کیا کرتے تھے۔

سلطان تلمسان کی ایک تقریب میلاد کا آنکھوں دیکھا حال الحافظ سیدی ابو عبداللہ التنسی نے ''راح الارواح'' میں تحریر کیا ہے۔ لکھتے ہیں۔

ابوحمو شب میلاد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے دارالحکومت تلمسان میں بہت بڑی دعوت کا اہتمام کیا کرتے تھے جس میں خاص وعام سب لوگ مدعو ہوتے تھے۔ جلسہ گاہ میں ہر طرف قیمتی قالین بچھے ہوئے۔ ان پر گاؤ تکیے لگے ہوئے اور بڑی بڑی شمعیں جو دور سے ستون کی طرح نظر آتی تھیں اور دسترخوان' انگیٹھیاں جن میں خوشبو سلگ رہی ہوتی تھی یوں محسوس ہوتا تھا کہ خالص پگھلا ہوا سونا انڈیلا جا رہا ہے۔ تمام حاضرین کو رنگ برنگے لذیز کھانے پیش کیئے جاتے تھے۔ معلوم ہوتا کہ موسم بہار کے رنگین پھولوں کے گلدستے ہر مہمان کے سامنے سجا کر رکھ دیئے گئے ہیں۔ ان کی رنگت کو دیکھ کر ان کے کھانے کی خواہش دوبالا ہو جاتی تھی۔ آنکھیں ان کی رنگینی کو دیکھ کر روشن ہوتی تھیں اور بھینی بھینی مہک مشام جان کو معطر کر رہی ہوتی تھی۔ تمام لوگوں کو درجہ بدرجہ بٹھایا جاتا تھا۔ سب حاضرین کے چہروں پر وقار اور احترام کی روشنی چمک رہی ہوتی تھی۔ اسکے بعد بارگاہ رسالت میں ہدیہ عقیدت پیش کرنے کے لئے مدحیہ قصائد پڑھے جاتے تھے اور ایسے مواعظ اور نصائح کا سلسلہ جاری رہتا تھا جو لوگوں کو گناہوں سے برگشتہ کر کے عبادت واطاعت کی طرف راغب کرتے تھے۔ یہ سارے کام اس ترتیب سے ہوتے کہ حاضرین کو قطعاً تھکاوٹ یا اکتاہٹ کا احساس نہ ہوتا اس روح پرور تقریب کے مختلف پروگراموں کو سن کر دلوں کو راحت ہوتی اور نفوس کو مسرت حاصل ہوتی۔

سلطان رضوان اللہ علیہ کے قریب شاہی خزانہ رکھا ہوتا جس کو ایک رنگ برنگی یمنی چادر سے ڈھانپا ہوا ہوتا۔ رات کے گھنٹوں کے برابر اس میں دروازے ہوتے جب ایک گھنٹہ گزرتا تو اس دروازے پر اتنی چوٹیں لگتیں جتنے بجے ہوتے۔ دروازہ کھلتا اور ایک خادمہ نکلتی جس کے ہاتھ میں انعامات لینے والوں کی فہرست ہوتی۔ سلطان اس کے مطابق انعام تقسیم کرتا اور یہ سلسلہ صبح کی اذان تک جاری رہتا۔ ہمارے یہ سیرت نگار اپنے زمانہ کے حالات بھی لکھتے ہیں کہ مصر میں کس اہتمام سے عید میلاد کا جشن منایا جاتا ہے۔

بعض متشدد دین' محفل میلاد کے انعقاد کو بدعت کہتے ہیں اور بدعت بھی وہ جو مذمومہ ہے اور ضلالت ہے۔ بیشک حدیث پاک میں بدعت سے اجتناب اور پرہیز کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ غور طلب امر یہ ہے کہ بدعت کا مفہوم کیا ہے اگر بدعت کا مفہوم یہ ہے کہ وہ عمل جو عہد رسالت میں اور عہد خلافت راشدہ میں نہ تھا اور اس کے بعد ظہور پذیر ہوا وہ بدعت ہے اور بدعت مذمومہ ہے اور اس پر عمل کرنے والا گمراہ ہے اور دوزخ کا ایندھن ہے تو پھر اس کی زد صرف محفل میلاد پر ہی نہ پڑے گی بلکہ امت کا کوئی فرد بھی اس کی زد سے بچ نہیں سکے گا۔ یہ علوم جن کی تدریس کے لئے بڑے بڑے مدارس اور جامعات اور یونیورسٹیاں قائم کی گئی ہیں اور جن پر کروڑہا روپیہ خرچ کیا جا رہا ہے ان علوم میں سے بیشتر وہ علوم ہیں جن کا خیر القرون میں یا تو نام ونشان ہی نہ تھا اور اگر تھا تو اس کی موجودہ صورت کا کہیں وجود نہ تھا۔ صرف' نحو' معانی' بلاغت' اصول الفقہ' اصول حدیث' یہ تمام علوم بعد کی پیداوار ہیں کیا جن علماء وفضلاء نے ان علوم کو مدون کیا اور اپنی گراں قدر زندگیاں' اپنی قیمتی صلاحیتیں اور اوقات ان کو معراج کمال تک پہنچانے کے لئے اور ان کی نوک پلک سنوارنے کے لئے صرف کیئے کیا وہ سب بدعتی تھے اور اس بدعت کے ارتکاب کے باعث وہ سب ان حضرات کے فتویٰ کے مطابق جہنم کا ایندھن بنے پھر گزشتہ چودہ صدیوں میں اسلام کے دامن میں کون رہ جاتا ہے جسے جنت کا مستحق قرار دیا جائے۔ اسی طرح علوم قرآن وسنت اور فقہ کی تدوین تو خیر القرون میں نہیں کی گئی تھی یہ بھی بعد میں آنے والے علماء وفضلاء کی شبانہ روز جگر کاویوں اور کاوشوں کا ثمر ہیں۔ پھر یہ علوم جن کا وجود ہی مجسمۂ بدعت ہے' کی تدریس کے لئے جو جامعات اور یونیورسٹیاں آج تک تعمیر کی گئیں یا اب بھی تعمیر کی جا رہی ہیں اور ان پر کروڑہا روپیہ خرچ کیا جا رہا ہے کیا یہ سب تعلیمات دین کی خلاف ورزی ہے اور غضب الٰہی کو دعوت دینے کا باعث ہے۔ یہ عظیم الشان مسجدیں اور ان کے فلک بوس مینار اور ان کے مزین محراب' عہد رسالت میں کہاں تھے' کیا ان سب کو آپ گرا دینے کا حکم دیں گے۔ کیا آپ قامع بدعت کہلانے کے جنون میں اپنی فوج سے توپیں' ٹینک' بمبار طیارے سب چھین لیں گے اور اس کے بجائے انہیں تیر کمان دے کر میدان جنگ میں جھونک دیں گے۔ جو بدعت کی آپ نے تعریف کی ہے وہ تو ان تمام چیزوں کو اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے ہے کیا اسلام جو دین فطرت ہے اس کی

Marfat.com

ہمہ گیر تعلیمات اور اس کی جہاں پرور روح کو آپ اپنے ذہن کے تنگ زنداں میں بند کرنے کی ناکام کوشش میں اپنا وقت ضائع کرتے رہیں گے۔
ہم ان حضرات کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ علماء اسلام نے بدعت کی جو وضاحت اور تشریح کی ہے اس کو پیش نظر رکھا جائے تو اس قسم کے توہمات سے انسان کو واسطہ ہی نہیں پڑتا۔ وہ فرماتے ہیں کہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں۔ واجب‘ مستحب‘ مکروہ‘ مباح‘ حرام۔

۱- اس نئی چیز میں کوئی مصلحت ہو تو وہ واجب ہے۔ جیسے علوم صرف ونحو وغیرہ کی تعلیم وتدریس اور اہل زیغ وباطل کا رد۔ اگر چہ یہ علوم عہد رسالت میں موجود نہ تھے لیکن قرآن وسنت اور دین کو سمجھنے کے لئے اب ان کی تعلیم اور تدریس واجبات دینیہ میں سے ہے۔ اسی طرح جو باطل فرقے اس زمانہ میں ظاہر نہیں ہوئے تھے بلکہ بعد میں موجود ہوئے ان کی تردید آج کل کے علماء پر فرض ہے۔

۲- وہ چیزیں جن میں لوگوں کی بھلائی‘ بہتری اور فائدہ ہے وہ مستحب ہیں جیسے سراؤں کی تعمیر تا کہ مسافر وہاں آرام سے رات بسر کر سکیں یا میناروں پر چڑھ کر اذان دینا تا کہ موذن کی آواز دور دور تک پہنچ سکے یا عام مدارس کا قیام تا کہ علم کی روشنی ہر سو پھیلے۔ یہ مستحبات اور مندوبات میں سے ہے۔

۳- مباح: جیسے کھانے پینے میں وسعت اور فراخی۔ اچھا لباس پہننا۔ آٹا چھان کر استعمال کرنا یہ مباحات شرعیہ ہیں۔ اگر چہ عہد رسالت میں ان چھنے آٹے کی روٹی استعمال ہوتی تھی سرکار دو عالم ﷺ خود بھی ان چھنے آٹے کی روٹی تناول فرمایا کرتے لیکن اگر کوئی شخص آٹا چھان کر روٹی پکاتا ہے تو یہ اس کے لئے مباح ہے۔ بدعت اور گمراہی نہیں تا کہ اس کو دوزخی ہونے کی یہ حضرات بشارت سنائیں۔

۴- وہ کام جس میں اسراف ہو وہ مکروہ ہیں۔ اس طرح مساجد اور مصاحف کی غیر ضروری زیب وزینت۔

۵- حرام: ایسا فعل جو کسی سنت کے خلاف ہو اور اس میں کوئی شرعی مصلحت نہ ہو۔

امام ابوزکریا محی الدین بن شرف النووی نے شرح مسلم اور تہذیب الاسماء واللغات میں لفظ بدعت پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ جس کے مطالعہ کے بعد اس کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے اور طرح طرح کے شبہات جو اذہان وقلوب کو پریشان کرتے ہیں خود بخود کافور ہو جاتے ہیں۔ تہذیب الاسماء واللغات کی چند سطور ناظرین کے مطالعہ کے لئے یہاں نقل کر رہا ہوں تا کہ وہ اسے غور سے پڑھیں اور اپنی تسلی کر لیں۔

”شریعت میں بدعت اس کو کہتے ہیں کہ ایسی نئی چیز پیدا کرنا جو رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں نہیں تھی اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ بدعت حسنہ‘ بدعت قبیحہ‘ علامہ ابو محمد عبدالعزیز بن عبداللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ و رضی اللہ عنہ جن کی امامت پر اور جلالت شان پر ساری امت متفق ہے اور تمام علوم میں ان کی مہارت اور براعت کو سب تسلیم کرتے ہیں انہوں نے اپنی تصنیف کتاب القواعد کے آخر میں بیان کیا ہے کہ بدعت کی مندرجہ ذیل قسمیں ہیں۔ واجب۔ حرام۔ مستحب۔ مکروہ اور مباح“۔ (القسم الثانی من تہذیب الاسماء‘ ص ۲۲)

امام ابوزکریا محی الدین بن شرف النووی صحیح مسلم کی اپنی شرح میں کل بدعۃ ضلالۃ کی حدیث کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

اردو ترجمہ:

”کل بدعۃ ضلالۃ اگر چہ عام ہے لیکن یہ مخصوص ہے یعنی ہر بدعت ضلالت نہیں بلکہ غالب بدعۃ ضلالت ہوتی ہے۔ لغت میں اس چیز کو بدعت کہتے ہیں جس کی مثال پہلے موجود نہ ہو اور علماء کرام کہتے ہیں کہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں۔ (۱) واجب (۲) مستحب (۳) حرام (۴) مکروہ (۵) مباح

واجب کی مثال یہ دی ہے جیسے متکلمین کا ملحدوں اور اہل بدعت پر رد کرنے کے لئے اپنے دلائل کو منظم کرنا مستحب کی مثال یہ ہے مختلف علوم وفنون پر کتابیں تصنیف کرنا۔ مدرسے تعمیر کرنا اور سرائیں وغیرہ بنانا۔ مباح کی مثال یہ ہے جیسے طرح طرح کے لذیذ کھانے پکانا وغیرہ اور حرام اور مکروہ ظاہر ہیں“۔

......شرح مسلم الامام النووی‘ صفحہ ۲۸۵

Marfat.com

امام موصوف نے تہذیب الاسماء واللغات میں بدعہ محرمہ کی مثال یہ دی ہے قدریہ جبریہ مرجیہ اور مجسمہ کے مذاہب باطلہ بدعہ مکروہ کی مثال مساجد کی بلاضرورت ومقصد تزئین وغیرہ۔

لیکن محفل میلاد کے انعقاد میں نہ کسی سنت ثابتہ کی خلاف ورزی ہے اور نہ کسی فعل حرام کا ارتکاب ہے بلکہ یہ نعمت خداوندی پر اس کا شکر ہے اور شکر کا ادا کرنا کثیر آیات سے ثابت ہے۔ اسی طرح آیت ''فلیفر حوا'' سے اس فضل ونعمت خداوندی پر اظہار مسرت کرنا حکم الٰہی ہے۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے معترضین کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ محفل میلاد کا انعقاد بے اصل نہیں ہے بلکہ اس کے لئے سنت نبوی میں اصل موجود ہے۔ اس ضمن میں انہوں نے یہ حدیث تحریر فرمائی جو صحیحین میں موجود ہے۔

اردو ترجمہ:

''کہ نبی کریم ﷺ جب مدینہ طیبہ میں تشریف فرما ہوئے تو یہودیوں کو پایا کہ وہ عاشوراء کے دن روزہ رکھا کرتے حضور نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا یہ وہ دن ہے جس دن فرعون غرق ہوا اور موسیٰ علیہ السلام نے نجات پائی ہم اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر ادا کرنے کے لئے روزہ رکھتے ہیں۔ رحمت عالم نے فرمایا: تم سے زیادہ ہم اس بات کے حقدار ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کی نجات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں''۔

(چنانچہ حضور نے خود بھی روزہ رکھا اور اپنی امت کو بھی ایک دن کے بجائے دو دن روزہ رکھنے کی ہدایت فرمائی)

صحیح بخاری میں یہ روایت موجود ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کی خبر جب ابولہب کی لونڈی ثویبہ (یا ثوبیہ) نے اسے دی تو اپنے بھتیجے کی ولادت کی خوشخبری سن کر اس نے اپنی لونڈی کو آزاد کر دیا۔ اگرچہ اس کی موت کفر پر ہوئی اور اس کی مذمت میں پوری سورت نازل ہوئی لیکن میلاد مصطفیٰ پر اظہار مسرت کی برکت سے ہر سوموار کو اسے پانی کا گھونٹ پلایا جاتا ہے اور اس کے عذاب میں بھی اس روز تخفیف کی جاتی ہے۔

حافظ الشام شمس الدین محمد بن ناصر نے کیا خوب کہا ہے:

ترجمہ:

''جب ایک کافر جس کی مذمت میں پوری سورت ''تبت یدا'' نازل ہوئی اور جو تا ابد جہنم میں رہے گا۔ اس کے بارے میں ہے کہ حضور کی ولادت پر اظہار مسرت کی برکت سے ہر سوموار کو اس کے عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے تو تمہارا کیا خیال ہے اس بندے کے بارے میں جو زندگی بھر احمد مجتبیٰ کی ولادت باسعادت پر خوشی مناتا رہا اور کلمہ توحید پڑھتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوا''۔

میلاد شریف کے بارے شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کا عقیدہ

عربی عبارت کا اردو ترجمہ:

ابولہب کو اس کے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا گیا تو اسے پوچھا گیا: تیرا کیا حال ہے۔ وہ بولا: میں تو آگ میں ہوں تاہم ہر پیر کو میرے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے اور انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگا کہ میری ان دو انگلیوں کے درمیان سے پانی نکلتا ہے جسے میں پیتا ہوں اور مجھے یہ تخفیف اس وجہ سے ملتی ہے کہ میں نے ثویبہ کو آزاد کیا۔ جب اس نے مجھے ولادت حضور ﷺ کی خبر دی تھی۔

پھر آگے امام جوزی کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔ جب ابولہب جیسے کافر کا یہ حال ہے جس کے بارے میں قرآن پاک میں مذمت نازل ہوئی کہ اس کو حضور ﷺ کی میلاد کی رات خوشی کرنے پر جزا دی جاتی ہے تو اس توحید کو ماننے والے مسلمان کا کیا حال ہوگا جو آپ ﷺ کے میلاد پاک کی خوشی منائے۔ یہ حوالہ مؤلف نے تحریر کیا ہے۔

(البرہان القوی فی میلاد النبی ﷺ ص ۳۲۳، ۳۲۴ بحوالہ سیرت الرسول ﷺ ص ۱۳ مطبوعہ مکتبہ علمیہ لاہور)

......تہذیب الاسماء صفحہ ۲۲

Marfat.com

اس لئے ہم بصد ادب اور از راہ جذبہ خیر اندیشی ان حضرات کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ وہ اس تشدد کو ترک کر دیں۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب کی ولادت باسعادت سب امتیوں کے لئے اللہ تعالیٰ کا عظیم الشان احسان ہے۔ آیئے اس روز مل کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ شکر ادا کیا کریں۔ سب مل کر اس کی تسبیح وتہلیل کے نغمے الاپا کریں۔ اظہار مسرت کے ہر جائز طریقہ کو شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے بروئے کار لائیں۔ ایسی محفلوں کا انعقاد کریں جن میں امت مصطفویہ کے افراد جمع ہوں اور ان کے علماء اور حکماء سیرت محمدیہ سے انہیں آگاہ کریں۔ اس کے محبوب کریم ﷺ کی بارگاہ جمال وکمال میں عقیدت ومحبت سے صلوٰۃ وسلام کے رنگین پھول پیش کیا کریں اور یہ اہتمام بہر حال ملحوظ خاطر رہے کہ کوئی ایسی حرکت نہ ہونے پائے جس میں کسی فرمان الٰہی کی نافرمانی ہو یا سنت نبویہ کی خلاف ورزی ہو۔

اس سلسلہ میں ہم سب متفق ہیں اور ہمارا غیر مشروط تعاون مصلحین امت کو میسر رہے گا جو اس نیک مقصد کے لئے کوشاں ہیں۔

ولادت مصطفیٰ علیہ التحیہ والثناء ابدی مسرتوں اور سچی خوشیوں کی پیغام بر بن کر آئی تھی جس سے کائنات کی ہر چیز شاداں وفرحاں تھی۔ فرشتے شکر ایزدی بجا رہے تھے عرش اور فرش میں بہار کا سماں تھا۔ لیکن ایک ذات تھی جو فریاد کناں تھی جو مصروف آہ وفغاں تھی جو چیخ چلا رہی تھی اور اپنی بدبختی اور حرماں نصیبی پر اشک فشاں تھی اور وہ ملعون ابلیس کی ذات تھی۔

علامہ ابوالقاسم سہیلی لکھتے ہیں:

ترجمہ:

''ابلیس ملعون زندگی میں چار مرتبہ چیخ مار کر رویا۔ پہلی مرتبہ جب اس کو ملعون قرار دیا گیا۔ دوسری مرتبہ جب اسے بلندی سے پستی کی طرف دھکیلا گیا تیسری مرتبہ جب سرکار دوعالم کی ولادت باسعادت ہوئی چوتھی مرتبہ جب سورۃ فاتحہ نازل ہوئی''۔[1]

علامہ ابن کثیر نے بھی علامہ سہیلی کی اس عبارت کو السیرۃ النبویہ ص ۲۱۲ ج ۱ میں جوں کا توں نقل کیا ہے اور ابن سید الناس نے ''عیون الاثر'' ص ۲۷ ج ۱ میں بھی اس روایت کو بعینہ درج کیا ہے۔

علامہ احمد بن زینی دحلان۔ السیرۃ النبویہ میں رقمطراز ہیں:

ترجمہ:

''عکرمہ سے مروی ہے کہ جس روز رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہوئی تو ابلیس نے دیکھا کہ آسمان سے تارے گر رہے ہیں۔ اس نے اپنے لشکریوں کو کہا رات وہ پیدا ہوا ہے جو ہمارے نظام کو درہم برہم کر دے گا۔ اس کے لشکریوں نے اسے کہا کہ تم اس کے نزدیک جاؤ اور اسے چھو کر جنون میں مبتلاء کر دو۔ جب وہ اس نیت سے حضور کے قریب جانے لگا تو حضرت جبریل نے اسے پاؤں سے ٹھوکر لگائی اور اسے دور عدن میں پھینک دیا''۔[2]

(کتاب ضیاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بیان ختم ہوا)

1۔ روض الانف، جلد اول، صفحہ ۱۸۱

2۔ السیرۃ النبویہ زینی دحلان، جلد اول، صفحہ ۴۷۔۴۸

Marfat.com

عید میلاد النبی ﷺ

(رسالہ ''عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان تحریر کیا جاتا ہے۔ صفحہ ۴ تا ۲۹)

ازافادات: حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی مدظلہ

ایم اے عربی' پی ۔ ایچ۔ڈی عربی فاضل جامعہ محمدیہ بھکی شریف فاضل بغداد یونیورسٹی

مطبوعہ اویسی بکسٹال جامع مسجد رضائے مجتبیٰ (ﷺ) پیپلز کالونی گوجرانوالہ

تحریر کر رہا ہوں مضمون تو طویل ہو جائے گا لیکن یہ اتنا زیادہ مجھے پسند آیا ہے کہ اس کا تحریر کرنا بہت ضروری سمجھتا ہوں تا کہ منکرین میلاد شریف کو پتہ چل جائے کہ میلاد شریف کی محافل ہر جگہ منعقد کی جارہی ہیں اور کتنی ضروری اور بابرکت ہیں جن میں شرکت کر کے دنیا اور آخرت کی بھلائی حاصل ہوتی ہے اور مؤلف امید کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اور نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے مندرجہ بالا عبارت پڑھ کر بہت سے لوگوں میں میلاد شریف کے انعقاد میں کافی جوش وخروش آئے گا۔ اگر ایک انسان کے دل میں یہ بات آ گئی تو میرا کام بن جائے گا۔ (مؤلف)

عید میلاد النبی ﷺ قرآن وحدیث کی روشنی میں

عید میلاد النبی ﷺ کا شرعی ثبوت

مسلمانان عالم نبی معظم ہادی عالم احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادت کی خوشی میں ہر سال ۱۲ ربیع الاول شریف کو عید میلاد النبی ﷺ مناتے ہیں۔ محافل میلاد کا انعقاد کرتے ہیں اور خوشی وسرور کا اظہار کرتے ہیں۔ آیئے اس مستحسن امر کی شرعی حیثیت کا مطالعہ کریں۔

ارشاد باری تعالیٰ: قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا (آیت ۵۸ سورۃ یونس/پ ۱۱)

''تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہئے کہ خوشی کریں''۔ (کنز الایمان)

آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت کے حاصل ہونے پر خوشی منانے کا حکم دیا گیا ہے۔ ہمارے آقا ومولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کائنات پر اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا فضل عظیم اور ایسی رحمت ہیں کہ جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں رحمۃ اللعالمین کہہ کر پکارا ہے۔ لہٰذا آپ کی ولادت کے موقع پر خوشی کا اظہار کرنا' اس موقع پر صدقہ وخیرات کرنا' آپ کی ولادت کے واقعات اور معجزات اور آپ کی سیرت وکردار کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرنا' خالق کائنات جل جلالہ کی رضا کے عین مطابق ہے چونکہ آپ ﷺ کی آمد ہی تمام دینی اور دینوی خوشیوں کی جان ٹھہری اس لیے اس دن کو عید میلاد النبی ﷺ سے تعبیر کیا جاتا ہے' ملاحظہ ہو فرمان باری تعالیٰ:

(سورۃ مائدہ' پ ۷' آیت ۱۴۱ کا ترجمہ)

''عیسیٰ بن مریم نے عرض کی: اے اللہ! اے رب ہمارے ہم پر آسمان سے ایک خوان اتار کہ وہ ہمارے لیے عید ہو۔ ہمارے اگلے پچھلوں کی اور تیری طرف سے نشانی اور ہمیں رزق دے اور تو سب سے بہتر روزی دینے والا ہے''۔ (کنز الایمان)

دیکھئے آسمان سے اترا ہوا خوان جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم کے لئے خوشی کا باعث بن کر عید بن سکتا ہے تو سید عالم ﷺ کی تشریف آوری کی وجہ سے ۱۲ ربیع الاول شریف عید کیسے نہیں ہو سکتا' فرمان رسول ﷺ:

(مسلم شریف' ص ۳۶۸) کا ترجمہ

''حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پیر کے دن کا روزہ رکھنے کے بارے میں پوچھا گیا (کہ آپ اس دن کا روزہ کس لیے رکھتے ہیں) آپ نے فرمایا: (میں اس دن کا روزہ اس لیے رکھتا ہوں) کہ یہ میرا یوم میلاد ہے اور اسی دن مجھ پر نزول وحی کا آغاز ہوا''۔

Marfat.com

حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ ہمارے آقا ﷺ خود بھی اپنے یوم میلاد کا دوسرے دنوں کی بنسبت زیادہ اہتمام فرماتے تھے اور اظہار تشکر و سرور کے لئے روزہ رکھتے تھے لہٰذا یہ دن دوسرے دنوں کی نسبت زیادہ عبادت کا مستحق ہے چونکہ نبی اکرم ﷺ کا یوم ولادت مبارک بھی ایک عبادت ہے اس لئے دوسری عبادات کے ساتھ ساتھ آپ کے ذکر کی محافل کا انعقاد کیا جاتا ہے اور اس نعمت عظمیٰ کے حصول پر اظہار تشکر کیا جاتا ہے اور خوشی منائی جاتی ہے۔ لہٰذا اس دن کو بطور عید منانا' اس کا زیادہ اہتمام اور اظہار تشکر و سرور قرآن و حدیث سے ثابت ہوا۔ انفرادی طور پر میلاد شریف منانا تو عہد رسول کریم ﷺ اور عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں ثابت ہے جس پر مذکورہ حدیث کے علاوہ اور بھی دلائل ہیں۔ میلاد شریف کی تقریبات کو ہیئت اجتماعی میں منانا یہ اگرچہ عہد صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد میں شروع ہوا لیکن پھر بھی حضور سرور کائنات ﷺ کے فرمان کے مطابق ایک اچھی سنت اور کار ثواب ہے۔ چنانچہ حدیث شریف ملاحظہ ہو۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(مسلم شریف بحوالہ مشکوٰۃ' ص ۳۳ کا ترجمہ)

''کہ جس شخص نے اسلام میں کوئی نیا اچھا طریقہ شروع کیا اس کے لئے اس اچھائی کا ثواب ہے اور جو اس اچھے طریقے پر اس کے بعد چلیں گے ان کا ثواب بھی''۔

حدیث شریف سے پتہ چلتا ہے کہ دین میں کوئی ایسا نیا طریقہ اپنانا جو اسلامی اصولوں کیخلاف نہ ہو اگرچہ وہ نیا تو ہے ہی' وہ نیا کام صرف جائز ہی نہیں ہوگا بلکہ سرور کائنات ﷺ کے فرمان گرامی کے مطابق اس پر ثواب بھی ہوگا۔ لہٰذا محافل میلاد شریف کا انعقاد کر کے تمام مسلمانوں کو اجتماعی طور پر اس کار خیر میں جمع کیا جاتا ہے اور سید عالم ﷺ کے میلاد اور آپ کے فضائل کا ذکر کر کے ان مسلمانوں کے دلوں کو جان بخشی جاتی ہے جو سید عالم ﷺ کے میلاد اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہ پا سکے لہٰذا میلاد النبی ﷺ کی خوشیاں ہمیں اس مقدس عہد کے قریب کرنے کا ایک وسیلہ ہیں جسے ہم اپنے زمانہ کے لحاظ سے پا نہ سکے۔ بخاری شریف ۲/۷۶۴ میں ہے کہ ثویبہ نے جب ابولہب کو نبی اکرم ﷺ کی ولادت کی خبر دی تو ابو لہب نے نبی اکرم ﷺ کے میلاد کی خوشی میں ثویبہ کو آزاد کر دیا جس کی وجہ سے ابولہب کے عذاب میں تخفیف ہوگئی۔

غور کیجئے مذکورہ حدیث شریف (حضرت جریر والی) کی روشنی میں یہ ثابت ہوا کہ ایسے بھی کارہائے ثواب ہو سکتے ہیں۔ جو آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں نہ تھے اور یہ نکتہ نظر سراسر غلط ہے کہ جو کام بھی آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے دور میں نہ تھے وہ بری بدعت ہیں۔

دیوبندی اور غیر مقلد وہابی جو میلاد شریف کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ کیا یہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے منایا تھا؟ کیا اس بات کا جواب دینے کی طاقت رکھتے ہیں کہ ان کے بعض مدارس میں جو سالانہ ختم بخاری دن معین کر کے بڑی تزک و احتشام سے کیا جاتا ہے کیا سید عالم ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی ختم بخاری کی تقریبات منعقد کی تھیں جب سید عالم ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے دور میں صحیح بخاری نام کی کوئی چیز ہی نہیں تھی تو اس کے ختم کا تصور کیسے کیا جا سکتا ہے۔ اب بتاؤ یہ ختم بخاری جس کا تم بڑا اہتمام کرتے ہو اس میں شرکت کی لوگوں کو دعوت دیتے ہو۔ دور دراز سے جا کر اس میں شریک ہوتے ہو کیا تم یہ اسے باعث عذاب سمجھ کے کرتے ہو؟ ہرگز نہیں تم اسے باعث ثواب سمجھ کر کرتے ہو (نہ جانے تمہاری قسمت میں کیا ہے)

تو ثابت ہوا کہ تم نے دین اسلام میں ایک ایسی زیادتی کی ہے جو آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے عہد میں نہیں تھی اور پھر تم اسے دین کا حصہ اور کار ثواب سمجھ کر کرتے ہو۔ اس بدعت کا تمہارے پاس کیا ثبوت ہے۔ اے منکرین میلاد قرآن مجید کی کون سی آیت یا کون سی حدیث میں ختم بخاری کی تقریبات منانے کا حکم دیا گیا ہے۔ پھر آیئے ذرا آگے بڑھیئے۔ خود صحیح بخاری پر بات کرتے ہیں۔ بتایئے آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی جمع کردہ صحیح بخاری کہاں ہے؟ کیا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جب اس کتاب کو ترتیب دیا تو انہوں نے وہ کام نہیں کیا تھا جو سید عالم ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس انداز میں نہیں کیا تھا؟ تم میلاد شریف کی محافل سے یہ کہہ کر دور

Marfat.com

بھاگتے ہو کہ یہ بقول تمہارے وہ کام ہیں جو آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے نہیں کیا تھا تو پھر صحیح بخاری کے بارے میں یہ فتویٰ کیوں نہیں دیتے کہ یہ کتاب پڑھنے والا' سننے والا' اس محفل میں شریک ہونے والا اس سے استدلال کرنے والا بدعتی ہے۔

نیز امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر بھی تمہیں وہی فتویٰ لگانا پڑے گا۔ جو تم ایک عید میلاد منانے والے مسلمان پر لگاتے ہو کیونکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تمہارے عقیدے کے مطابق اس جرم کا ارتکاب کیا کہ ایک ایسا کام کر ڈالا جو صدر اول میں اس نوعیت سے نہیں تھا اور یہ نیا کام دین کا کام اور ثواب سمجھ کر کیا۔ ثابت ہوا کہ بہت سے ایسے اچھے اعمال ہیں جو آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں نہیں تھے لیکن انہیں کرنے میں اجر و ثواب ملتا ہے اور وہ قرآن و سنت کی روشنی میں جائز کہلاتے ہیں چنانچہ عظیم محدث ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے المورد الروی فی المولد النبوی' ص ۶۲ پر یہ بات واضح لکھی ہے کہ تمام اہل اسلام ہمیشہ تمام ممالک میں محافل میلاد مناتے آ رہے ہیں۔

منکرین میلاد کے اکابر

اس ضمن میں چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

۱- دیوبندیوں وہابیوں کی محترم شخصیت حضرت امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

''میلاد شریف تمام اہل حرمین کرتے ہیں اسی قدر ہمارے لیے حجت کافی ہے''۔

(شمائم امدادیہ' ص ۴۷ امداد المشتاق' ص ۵۰ مصنف اشرف علی تھانوی)

۲- یہی حاجی امداد اللہ فیصلہ ہفت مسئلہ میں لکھتے ہیں:

''مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل میلاد میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں۔

(فیصلہ ہفت مسئلہ' ص ۶)

۳- غیر مقلد وہابیوں کے امام نواب صدیق حسن بھوپالی کا کہنا ہے: ''جس کو حضرت کے میلاد کا حال سن کر خوشی نہ ہو اور شکر خدا کا حصول پر اس نعمت کے نہ کرے وہ مسلمان نہیں''۔ (الشمامۃ العنبریہ' ص ۱۲)

اگر منکرین میلاد قرآن و حدیث کے دلائل نہیں مانتے تو کم از کم اپنے ان اکابر کی بات ہی مان لیں اور رسول اللہ ﷺ جو ہماری لیے سراپا احسان ہیں ان سے عداوت کی بجائے کسی اور سے عداوت کریں۔ الحمدللہ والصلوٰۃ علی رسول اللہ۔ وما علینا الا البلاغ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم

امارات میں عید میلاد النبی ﷺ

از: محمد اشرف آصف جلالی

عید ربیع الاول شریف ایک اسلامی تہوار ہے۔ جس کی خوشیوں کا احساس وادراک نگر نگر' شہر شہر اور دیس دیس میں کیا جاتا ہے۔ یہ جان والوں اور ایمان والوں کی عید ہے۔ اسے جاننے' ماننے اور منانے والوں کے طبقات و درجات اور انواع و اجناس بے شمار اور انجمنیں اور تنظیمیں لامحدود ہیں۔ جن کی محبت بھری سرگرمیاں کائنات میں ہر طرف پھیل جاتی ہیں یہاں تک کہ سمندروں کی گہرائیوں میں بھی جاری رہتی ہیں اور آسمانوں کی رفعتوں میں بھی انعقاد پذیر ہوتی ہیں اور بقول اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ:

کان جدھر لگایئے تیری ہی داستان ہے

گزشتہ سال ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء اسی ماہ رحمت و نور میں ''متحدہ عرب امارات'' کے شیدایان رسول عربی ﷺ کی دعوت اخلاص پر بندہ امارات

Marfat.com

پہنچا۔ دوبئی شارجہ اور ابوظہبی میں ارباب ذوق کے اجتماعات میں شرکت کا موقع ملا۔

دوبئی میں عید میلاد النبی ﷺ سرکاری سطح پہ منائی جاتی ہے۔ میری نظر سے وزارت اوقاف کا خط گزرا جو ۳ صفر ۱۴۲۰ھ/ ۱۸ مئی ۱۹۹۹ء کو مدیر اوقاف کی طرف سے ائمہ وخطبا اور مختلف شعبہ جات میں خدمات دینیہ میں مصروف علماء کرام کی طرف بھیجا گیا۔ اس میں ہجرت' میلاد شریف' معراج شریف' غزوہ بدر اور لیلۃ القدر کی تقاریب کا بطور خاص ذکر تھا اور علماء کرام سے کہا گیا تھا کہ ان مواقع پر وزارت اوقاف جو پروگرام مرتب کرتی ہے ان میں بڑھ چڑھ کر شرکت کی جائے۔

پھر دوبئی اوقاف کی طرف سے مدیر اوقاف شیخ عیسیٰ بن عبداللہ بن مانع الحمیری نے مختلف اداروں' مدارس کالجز اور عامۃ الناس کی طرف ۲ صفر ۱۴۲۰ھ بمطابق ۱۷ مئی ۱۹۹۹ء ایک خط جاری کیا جس کا عنوان تھا "المسابقة الدينية فى ذكرى المولد النبوى" "میلاد النبی ﷺ کی یاد میں دینی مقابلہ"

یہ پروگرام عید میلاد النبی ﷺ کی مناسبت سے بڑی معنویت کا حامل تھا۔ سرکاری ہینڈ بل میں تین قسم کے مقابلوں کی تفصیل تھی۔

پہلا مقابلہ ۱۲ سال کے بچوں کے لئے رکھا گیا کہ وہ نبی اکرم نور مجسم ﷺ کے اخلاق کریمہ' رحمت' حلم اور ہدایت کے بارے میں کم از کم پچاس صحیح احادیث زبانی یاد کریں۔ ساتھ ہی درخواستیں جمع کرانے کی آخری تاریخ' ضروری کوائف اور امتحانات کی تاریخ کا ذکر تھا۔ دوسرا مقابلہ' مقابلہ قصیدہ خوانی تھا کہ نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ یا خلق عظیم اور میدان دعوت میں آپ کے طریق کار سے متعلق فصیح عربی میں ایسا قصیدہ جو تیس اشعار سے کم اور پچاس سے زائد نہ ہو پیش کیا جائے۔ مطبوعہ قصیدے کو ترجیح دی گئی یہ مقابلہ ہر عمر کے حضرات وخواتین کے لئے تھا۔

تیسرا مقابلہ۔ مقالہ نویسی

حضور ختم الرسلین ﷺ کی حیات مبارکہ کے دینی' اجتماعی' سیاسی' اخلاق اور عسکری پہلو کے متعلق ایک جامع مقالہ لکھا جائے جو فل سکیپ تین صفحات سے کم اور پانچ سے زائد نہ ہو۔ سطور میں فاصلہ مناسب ہو اور عبارات نحوی اور املائی غلطیوں سے پاک ہوں۔

وزارت اوقاف اور اس کے مختلف شعبہ جات کے عملے کو اس میں شرکت کی اجازت نہیں تھی۔ ہر مقابلے میں پہلے اور دوسرے نمبر پر آنے والے حضرات کے لئے عمرے کے ٹکٹ اور وہاں رہائش اور طعام کا بندوبست کیا گیا جبکہ دسویں نمبر تک اور مختلف انعامات رکھے گئے تھے۔

اوقاف کی طرف سے مختلف مساجد اور مدارس میں عید میلاد النبی ﷺ کی محافل منعقد کی جاتی ہیں۔ سب سے بڑی محفل میلاد جس کا انعقاد وزارت اوقاف کرتی ہے وہ مسجد الراشدیہ الکبیر میں ۱۱ ربیع الاول شریف کو منعقد ہوتی ہے۔ بڑے خوبصورت اور دلکش پوسٹرز سے اس کی دعوت کو عام کیا جاتا ہے۔ جن پر جلی حروف میں لکھا ہوتا ہے "الاحتفال بالمولد النبوی شریف" اس اجتماع کی کارروائی براہ راست دوبئی ٹیلی ویژن سے ٹیلی کاسٹ کی جاتی ہے۔ شب ولادت جب یہ اجتماع ختم ہوتا ہے تو شیخ عیسیٰ مانع وزیر اوقاف اور دوسرے شیوخ رات کو اسی وقت مدینہ شریف حاضری کے لئے چلے جاتے ہیں۔

شیخ عیسیٰ مانع کے استاذ شیخ عبدالعزیز میں بہت بڑی محفل میلاد کا بندوبست کرتے ہیں۔ جس کے اختتام پر انواع واقسام کے کھانوں سے شرکاء کی تواضع کی جاتی ہے۔ دوبئی میں مقیم مصری باشندگان مسجد ابوعبیدہ میں اپنی طرف سے میلاد کانفرنس کا اہتمام کرتے ہیں جبکہ یہاں مقیم مدراسی مسلمان ۱۲ دن تک مسجد الکویتی میں محافل عید میلاد النبی ﷺ کا انعقاد کرتے ہیں۔ بنگالی عید میلاد کی خوشیوں کے اظہار کے لئے تقاریب کا علیحدہ بندوبست کرتے جبکہ پاکستانیوں کا انداز ہی نرالہ ہے۔

دوبئی اوقاف کے وزیر شیخ عیسیٰ مانع زید مجدہ نے میلاد شریف کے متعلق ایک نہایت عمدہ اور جامع کتاب تصنیف کی ہے۔ جسے وزارت اوقاف کی طرف سے طبع کر کے مفت تقسیم کیا گیا۔ اس کا نام "بلوغ المامول فی الاحتفاء والاحتفال بمولد الرسول ﷺ" ہے۔ اس کتاب کی افادیت واہمیت کے پیش نظر اس کے سات ایڈیشن آ چکے ہیں۔ اس کے دیباچے میں شیخ عیسیٰ مانع نے لکھا ہے:

Marfat.com

عربی عبارت کا اردو ترجمہ:

اس بات میں کوئی سچی محبت رکھنے والا ذی عقل شک نہیں کرسکتا کہ میلاد النبی ﷺ کی محافل کے انعقاد کا مطلب آپ ﷺ کی تکریم ہے اور آپ ﷺ کی تکریم کرنا قطعی طور پر ثابت ہے۔

اس کتاب کی چار فصلیں ہیں۔ پہلی فصل میں انہوں نے قرآن مجید سے دلائل پیش کیے ہیں جبکہ دوسری میں سنت مطہرہ سے دلائل جمع کیے ہیں۔ تیسری فصل دلیل اجماع سے عبارت ہے اور چوتھی فصل میں میلاد شریف کے بارے میں پیش کیے گئے شبہات اور منکرین کے اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔

اس کے آخر میں عارف باللہ سید امین المکی الحنفی کا قصیدہ ہے جس کے چند اشعار یوں ہیں:

ترجمہ:

''اے پیر کی رات تیرے دائیں ہاتھ میں کتنی گراں قدر شرافتیں اور کس قدر سرمایہ ہے۔ دنیا میں جتنی راتوں کے دامن میں بھی نور ہے تمہاری نسبت ہے چنانچہ تم ہر چاندنی کی کلید ہو۔ لیلۃ القدر، عید الفطر، عید الاضحیٰ اور شب معراج کی آنکھوں میں تیرا ہی نور ہے''۔

حضرت شیخ عیسیٰ مانع کا قلم مختلف موضوعات پر عرب ممالک میں گھسے ہوئے ایک مخصوص مکتبہ فکر کے بے لگام لکھاریوں کا محاسبہ کرتا نظر آتا ہے۔ آپ نے کشف الغمہ میں ''بدعت'' کے مفہوم میں تجاوز کرنے والے لوگوں کا شدت سے رد کیا اور مسلم امہ کے جمہور کو بدعتی قرار دینے والوں کی خوب خبر لی۔

جب عرب شریف کے نجدی عالم ابن عثیمین نے حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کے مقبول عام قصیدہ بردہ شریف کے چند اشعار پر اعتراض کیا تو حضرت شیخ عیسیٰ نے اس کے رد میں ''القول المبین فی بیان علو مقام خاتم النبیین'' لکھی اور دندان شکن جواب دیا۔ گزشتہ سال ربیع الاول کے موقع پر متحدہ عرب امارات کے اخبارات کو بھی میں نے عید میلاد النبی ﷺ کی خوشیوں میں شریک پایا۔

امارات کے کثیر الاشاعت اخبار البیان میں ۱۲ ربیع الاول شریف ۱۴۲۰ھ/ ۲۵ جون ۱۹۹۹ء کو ابوظہبی حکومت کے مشیر سید علی ہاشمی کا بڑا محبت بھرا اور جامع مضمون شائع ہوا۔ انہوں نے لکھا:

ترجمہ: ''رسول اعظم حضرت مصطفیٰ ﷺ کا میلاد منانا اصحاب فضیلت اور اہل خیر و فلاح لوگوں کی علامات میں سے ہے۔ وہ اہل علم اللہ تعالیٰ نے جن کے ظاہر سے پہلے ان کے باطن کی اصلاح فرمائی ہے وہ آپ ﷺ کا میلاد شریف منانے کے لئے اپنے جذبات محبت و عقیدت کا اظہار کرنے کے بڑے خواہاں ہوتے ہیں۔ سلف صالح اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے لوگ ہمیشہ سے عید میلاد شریف میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے آئے ہیں کیونکہ نبی اکرم ﷺ کے میلاد شریف ہی نے شرک و جہالت کی رات کا خاتمہ کیا اور آپ کی ولادت ہی سے علم اور ہدایت کی فجر طلوع ہونے کا وقت آن پہنچا''۔

محترم سید علی ہاشمی صاحب نے مزید لکھا:

ترجمہ: ''آج دنیا کے مشرق و مغرب میں مسلمان جو سید عالم ﷺ کا یوم میلاد منا رہے ہیں تو وہ اس سے صرف آپ ہی کا نہیں بلکہ اخلاق عظیمہ کا میلاد بھی منا رہے ہیں''۔

سید ہاشمی صاحب نے اپنے طویل آرٹیکل کے آخر میں لکھا:

ترجمہ: ''عید میلاد النبی ﷺ منانے کا سب سے زیادہ حق متحدہ عرب امارات کا ہے''۔

یہ مضمون بمناسبۃ یوم مولدہ الشریف من معالم الوفا للرسول الکریم ﷺ کے عنوان سے طبع ہوا۔ یہی مضمون ۱۲ ربیع الاول شریف کو روزنامہ الخلیج میں بھی شائع ہوا۔ نیز الخلیج میں ۱۲ ربیع الاول شریف کو اسامہ طٰہ کا مضمون ''من وحی مولد الرسول ﷺ'' شائع ہوا۔ اس اچھوتے مضمون کا

Marfat.com

ابتدائیہ یوں تھا:

ترجمہ: ''جیسے سورج اپنے انوار سے طلوع ہوتا ہے تو روشنی کا ایک چشمہ پھوٹتا ہے جسے دن کہا جاتا ہے نبی اکرم ﷺ پیدا ہوتے ہیں تو انسانیہ میں ایک نور کا سرچشمہ پھوٹتا ہے جسے دین کہا جاتا ہے''۔

بشریت اپنے طویل سفر میں تھکاوٹوں سے چکنا چور ہو چکی تھی۔ تب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ اسے نواز دے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے عظیم رسول ﷺ کے میلاد شریف کا اذن دیا اور آپ کو تمام نبوتوں کا خاتم بنایا۔

دوبئی میں حضرت علامہ قاری غلام رسول صاحب ایک بڑی متحرک مذہبی شخصیت ہیں۔ آپ لاہور کے علاقہ ساہو واڑی سے تعلق رکھتے ہیں۔ جہاں آپ نے جامعہ تعلیمات اسلامیہ قائم کیا ہے۔ آپ نے حافظ الحدیث پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ مرکزی جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف منڈی بہاؤالدین میں آپ سے اکتساب فیض کیا۔

ڈیرہ دوبئی کی جامع مسجد العظیم میں آپ خطابت اور امامت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ اس مسجد کو دینی پروگراموں کے لحاظ سے پورے امارات میں مرکزیت حاصل ہے۔ پاکستان انڈیا اور دیگر ممالک سے اہم علماء و مشائخ یہاں تشریف لاتے رہتے ہیں۔ عید میلاد النبی ﷺ کے موقعہ پر آپ (قاری صاحب) دیگر احباب اہلسنت کے تعاون سے بڑی بڑی محافل کا اہتمام کرتے ہیں۔ گزشتہ سال ان محافل میں خطاب کے لئے مجھے مدعو کیا گیا۔ چنانچہ بندۂ ناچیز ۱۵ جون ۱۹۹۹ء کو دوبئی پہنچا۔ ایئرپورٹ پر محترم قاری غلام رسول صاحب اپنے چند احباب کے ساتھ موجود تھے۔ ایئرپورٹ سے ہم مسجد العظیم پہنچے۔ قاری العصر قاری غلام رسول صاحب مجھ سے قبل دوبئی پہنچ چکے تھے۔ آپ نے بھی انہی محافل میلاد شریف میں شرکت کرنا تھی۔ چنانچہ تمام پروگراموں میں ہم اکٹھے رہے۔ قاری صاحب کے سوز تلاوت اور بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں ہدیہ عقیدت سے وجد و سرور کا سماں چھا جاتا تھا۔ حضرت مولانا محمد ضیاء اللہ قادری (سیالکوٹ) بھی تقاریب میلاد شریف کے سلسلے میں وہاں تشریف لے گئے تھے۔ مولانا قاری غلام رسول صاحب خطیب اعظم دوبئی نے تمام پروگرام مرتب کئے ہوئے تھے۔ چنانچہ ۱۷ جون جمعرات کو ہم نے مرکز اہلسنت ابوظہبی میں پہنچنا تھا۔

الحاج محمد اسماعیل ضیائی انجینئر ٹی وی دوبئی نے ہمیں ساتھ لے کر جانا تھا۔ چنانچہ بندہ اور قاری غلام رسول ضیائی صاحب کی گاڑی میں ساڑھے پانچ بجے شام دوبئی سے ابوظہبی کے لئے روانہ ہوئے۔ وسیع و عریض اور صاف سڑک پر گاڑی دوڑتی جا رہی تھی اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی نعت ''واہ کیا جود و کرم ہے اے شہ بطحا تیرا'' کی کیسٹ چل رہی تھی۔ وقفے وقفے کے بعد حاجی محمد اسماعیل ضیائی صاحب کے فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ ابوظہبی سے احباب کے پوچھنے پر آپ انہیں بتا رہے تھے کہ اب ہم فلاں مقام پر پہنچ آئے ہیں۔ اتنا وقت ہمیں مزید لگ جائے گا۔ ابوظہبی پہنچنے پر مرکز اہلسنت کے ناظم اعلیٰ حاجی عبداللطیف صدر رابطہ کمیٹی الحاج محمد اقبال اور نائب صدر رابطہ محمد شفیق نے ہمارا استقبال کیا اور ہم ان کے ہمراہ مرکز اہلسنت پہنچے۔

مرکز اہلسنت کے ہال کو بڑے سلیقے سے سجایا گیا تھا۔ حضرت مولانا محمد عباس رضوی صاحب آف گوجرانوالہ جو اس وقت مرکز میں خدمت دین پر مامور تھے' نقیب محفل بنے تھے۔ سامعین کے چہرے کھلے ہوئے تھے۔ قاری صاحب کی تلاوت نعت کے بعد بندہ ناچیز نے ''حضرت محمد ﷺ برہان خدا'' کے موضوع پر تفصیلی گفتگو کی۔ بعد میں مرکز کی کیسٹ لائبریری اور دیگر شعبہ جات کا دورہ کیا۔ یہاں محترم عبدالمجید جلالی صاحب سے بھی ملاقات ہوئی جو محبت رسول ﷺ سے سرشار اور پیکر اخلاص ہیں۔ عمرہ شریف کے ویزہ کے متعلق ان سے بات چیت ہوئی۔

ابوظہبی میں بزم حمد و نعت کی طرف سے ۲۱ روزہ محافل میلاد شریف کا اہتمام کیا گیا تھا جو کہ ۱۳ جون سے ۱۱ جولائی تک جاری رہیں۔

پروگرام سے فراغت کے بعد ہم ابوظہبی سے شارجہ پہنچے تو رات کے دو بج چکے تھے۔ حاجی محمد اسماعیل صاحب کی رہائش پہ قیام ہوا۔ ابوظہبی میں رات کو بھی بلا کی گرمی تھی اور لو چل رہی تھی۔ چند لمحات بھی باہر کھڑا ہونا مشکل تھا۔ وہاں ایئر کنڈیشن ہی میں کاروبار زندگی چل رہا ہے۔

Marfat.com

خطبہ جمعہ میں نے سوناپور کی جامع مسجد فیض مدینہ شریف میں دینا تھا۔ شارجہ سے ہم یہاں پہنچے شدت کی گرمی تھی وضو کے لئے جو پانی تھا وہ بھی نہایت گرم تھا۔ بہرحال جمعۃ المبارک کے خطبہ میں ''حسن مصطفیٰ ﷺ'' کے موضوع پر مفصل خطاب ہوا۔ یہاں ہی مولانا محمد اکرم جلالی سیالکوٹی سے ملاقات ہوئی جو شارجہ میں دین متین کی خدمت کر رہے ہیں۔ فیض مدینہ کا مرکز صوفی محمد نذر صاحب کے زیر نگرانی چل رہا ہے۔

رات کو شارجہ میں نبا عبدالرحمٰن کی وسیع چھت پر محفل میلاد منعقد ہوئی تھی۔ فقیر زینت القراء قاری غلام رسول کے ہمراہ مقررہ وقت پر پہنچ گیا۔ اس محفل کا انعقاد پیر محمد سیف اللہ گیلانی نے کیا تھا۔ بندہ نے ''رحمۃ للعالمین'' ﷺ پر گفتگو کی۔

۲۰ جون بروز اتوار وزیر اوقاف حضرت شیخ عیسیٰ مانع سے ملاقات ہوئی اور کئی امور پر تبادلۂ خیال ہوا۔ ۲۱ جون کو بردبی الکرامہ کی جامع الکبیر میں ''درود و سلام'' کے موضوع پر خطاب ہوا۔ ۲۲ جون کو ''دوبئی لیبر سپلائی'' کے وسیع ہال میں محفل میلاد سجائی گئی۔ یہاں بندہ نے ''سرکار مدینہ ﷺ کی امت پر شفقت'' کے موضوع پر خطاب کیا۔

۲۳ جون کو محمد درسہ المعروف محمد بھائی کی کوٹھی پر منطقہ ہمدان میں نہایت شان و شوکت سے محفل میلاد کا اہتمام کیا گیا۔ یہاں ''علم غیب رسول ﷺ'' کے موضوع پر تفصیلی خطاب کیا۔

۲۴ جون کو جامع مسجد العظیم الراس ڈیرہ دوبئی میں ''میلاد شریف کی شرعی حیثیت'' کے موضوع پر خطاب کیا۔

۲۵ جون کو خطبہ جمعہ جامع مسجد العظیم میں دیا۔ جمعہ سے قبل والدین رسول ﷺ اور بعد میں ''ورفعنالك ذكرك'' پر گفتگو کی۔

۲۵ جون رات کو جامع مسجد یوسف امان سوناپور میں ''آمد رسول ﷺ عظیم'' کے موضوع پر خطاب کیا۔ اس مسجد میں قاری اظہر اسلام قادری خدمت دین کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

۲۶ جون کو پاکستان سوشل سنٹر پر دوبئی میں پروقار محفل میلاد شریف منعقد کی گئی بندہ ناچیز نے یہاں ''منصب نبوت'' پر تفصیلی خطاب کیا۔

۲۷ جون کو حاجی عبدالرزاق اے آر وائی ٹریڈرز کی کوٹھی پر محفل میلاد نہایت محبت و عقیدت سے منعقد کی گئی۔ بندہ نے یہاں ''خلق عظیم'' کے موضوع پر خطاب کیا۔

۲۸ جون کو مسجد حاجی ناصر یوسف باقر روڈ پر بہت بڑا جلسہ میلاد شریف تھا۔ بندہ نے یہاں ''محبت رسول ﷺ'' کے موضوع پر خطاب کیا۔ نیز وہاں کے ایک غیر مقلد عالم انس مدنی کے دلائل کا جواب دیا جو اس نے اللہ تعالیٰ کی جہت اور مکان ثابت کرنے کے لئے دیئے تھے۔

محترم صوفی عبدالمجید جلالی صاحب کی مخلص کوششوں سے عمرہ شریف کا ویزہ لگ گیا۔ چنانچہ ناچیز یکم جولائی سے ۱۲ جولائی تک حرمین شریفین کی حاضری سے بہرہ ور ہوا اس کا ذکر علیحدہ کروں گا۔ (انشاء اللہ) عمرہ شریف سے واپس دوبئی پہنچنے پر ۱۴ جولائی کو حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری زید مجدہ کی صدارت میں ''شارع نائف'' پر خطاب کیا۔

۱۵ جولائی کو نماز عصر کے بعد حضرت میاں جمیل احمد صاحب کے زیر صدارت ایک اور اجتماع میں خطاب کیا۔ بعد از نماز عشاء شارجہ میں محمد رفیق نورانی صاحب کے ہاں منعقدہ حلقہ میں ''تقویٰ'' کے موضوع پر گفتگو کی۔

۱۶ جولائی کو مسجد العظیم میں خطبہ جمعہ دیا۔ اسی رات کو بعد از نماز عشاء شارجہ میں غیر مقلد علماء سے مناظرہ کرنا تھا۔ چنانچہ بندہ حاجی عبدالعزیز صاحب، قاری محمد ریاست صاحب اور محترم محمد سعید صاحب کے ہمراہ وقت مقررہ پر شارجہ پہنچا اور افریقہ ہال کے قریب جامع مسجد حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ میں مولوی یوسف بستوی، مولوی عبدالرؤف سلفی اور مولوی گلاب خان کے ساتھ وہابی عقائد و نظریات کے بطلان پر تاریخی گفتگو ہوئی جو تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک جاری رہی اور حدیث شریف سے جو دلائل بندہ نے پیش کئے آخری وقت پر غیر مقلد علماء سے ان کا کوئی جواب نہ بن سکا۔ اس پوری گفتگو کی تفاصیل انشاء اللہ تعالیٰ علیحدہ رقم کی جائیں گی۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ
الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ

میلاد النبی ﷺ کی دھوم

ترجمہ: ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

قارئین: (حکومت دبئی کی وزارت اوقاف و مذہبی امور کی جانب سے تمام مساجد میں ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۴۲۵ھ ۳۰ اپریل ۲۰۰۴ء کو جمعۃ المبارک کو پڑھے جانے والے عربی خطبہ (خطبہ نمبر۱۰) کا ترجمہ آپ کے ہاتھوں میں ہے)

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کی ہیں میں اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد کرتا ہوں جو اس کی نعمتوں کے مساوی اور فضل کے برابر ہو۔ اے اللہ تیرے لئے حمد ہے جس طرح کہ تیری ذات کے جلال اور عظیم سلطنت کے شایان شان ہو۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ وحدہ لاشریک ہے۔ اسی کے لئے تعریف ہے۔ وہ زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے اور رسول ہیں۔ تمام مخلوقات میں سے اس کے مختار ہیں اور اس کے خلیل ہیں۔ آپ نے پیغام پہنچا دیا۔ امانت ادا کر دی امت کی خیر خواہی کی غم دور کئے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیا اور حق ادا کیا یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

اے اللہ! ہمارے سردار ہمارے نبی اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ آپ کی آل آپ کے اصحاب تابعین اور قیامت کے دن تک حالت ایمان میں ان کی پیروی کرنے والوں پر درود و سلام اور برکتیں بھیج۔

اے اللہ جل جلالہ کے بندو! میں تمہیں اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں۔

قرآن مجید میں ہے: (پارہ ۲۸ سورۃ الطلاق آیت ۲، ۳ کا اردو ترجمہ)

''اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو''۔

امابعد: ان ایام میں ہم پر اور پورے عالم اسلام پر میلاد رسول ﷺ کا ذکر سایہ فگن ہے۔ وہ رسول عظیم ﷺ کہ جن کا میلاد ایک نئے جہان کا میلاد تھا اور سطح زمین پر انسانی حیات کے عہد سعید کا افتتاح تھا۔

ہاں! برادران اسلام وہ دن جس میں آج سے چودہ صدیوں سے زائد عرصہ قبل پیدا ہوئے وہی دن مستحق ہے کہ اس میں انسانیت اعتزاز اور بلاغت و اختصار سے یہ نعرہ لگائے:

ولد الهدىٰ فالكائنات ضياء
وفم الزمان تبسم و ثناء

''ہدایت کی ولادت ہوئی پس کائنات روشن ہو گئی اور زمانے کے لب پر تبسم اور تعریف ہے ایسا کیوں نہ ہو۔ آپ ہی وہ ذات ہیں جنہوں نے انسانیت کے تمام بوجھ اتارے''۔

قرآن مجید میں ہے: (پارہ ۹ سورۃ الاعراف الآیہ ۱۵۷ کا اردو ترجمہ)

''وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت اور انجیل میں۔ وہ انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع فرمائے گا اور ستھری چیزیں ان کے لئے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے اتارے گا تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں

Marfat.com

اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اترا وہی بامراد ہوئے''۔

آپ ﷺ کی ولادت پر ہر زمانے کو خوشی کیوں نہ ہو آپ وہ رحمت ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ہدیہ کی ہے۔ آپ نعمت عام ہیں اور آپ سب سے بڑا احسان ہیں جس نے انسانوں کو حرص و ہوا اور شہوتوں کے بندھن سے آزاد کیا۔ قلوب کو صاف کیا اور انہیں خیر، نیکی اور بھلائی کی طرف مائل کیا۔

قرآن مجید میں ہے: (پارہ ۴ سورۃ آل عمران الآیہ ۱۶۴ کا اردو ترجمہ)

''بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے''۔

ہاں! یا سیدی یا رسول اللہ ﷺ آپ کا میلاد امت اسلام کا میلاد تھا۔ آپ کی امت نے آپ ﷺ کی سنت پر چل کر بہت بڑی اسلامی سلطنت قائم کی۔ امت میں یہ استطاعت آئی کہ اس نے اپنا رحمت بھرا سایہ تاریخ پر ڈالا اور اس نے طویل زمانے تک اپنے اثرات کو تمدن پر نقش کیا۔

برادران ایمان! یہ خوشبو والا تہوار لوگوں کو یاد دلا رہا ہے کہ میلاد النبی ﷺ بہت بڑا احسان تھا جس نے زمانے کی بساط جہالت کو سمیٹا اور عزت انسان کو واپس لایا۔

وہ زمانہ کہ جس میں ہر طرف افراتفری اور انتشار تھا۔ اس میں آپ نے اونٹوں کے چرواہوں میں سے دنیا کے لیڈر اور اقوام کے استاد بنائے اور چوتھائی صدی سے کم وقت میں آپ نے بہترین امت تیار کی جسے لوگوں کی رہنمائی کے لئے ظاہر کیا گیا۔

اے مسلمانان عالم! وہ سہانی رات جس کا آسمان بڑا صاف تھا۔ جس کی شام بڑی رقت انگیز تھی اور جس کی ہوا بڑی خوشگوار تھی' اس میں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے انسانیت کی آنکھ کی ٹھنڈک' اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات سے افضل اور اللہ تعالیٰ کے تمام رسولوں کے قائد حضرت محمد ﷺ کو جنم دیا۔

تجلت مولد الهادی وعمت بشائره البوادی والقصابا

''ہادی کا میلاد جلوہ فگن ہوا اور اس میلاد کی خوشخبریاں دیہاتوں اور قصبوں میں جو عام ہوئیں''۔

واسدت للبرية بنت وهب يدابيضاء طوقت الرقابا

''اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے مخلوق کو سفید ہاتھ عطا کیا کہ جس نے غلاموں کو سہارا دیا''۔

لقد ولدته وهاجا منيرا كماتلد السموات الشهابا

''حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو اس حال میں جنم دیا کہ آپ روشنیوں کا منبع تھے جیسا کہ آسمان شہاب ثاقب کو جنم دیتے ہیں''۔

ہاں! رسول اللہ ﷺ کا میلاد غلاموں کی آزادی کا اعلان تھا' جس وقت آپ ﷺ کے چچا ابولہب کی لونڈی ثویبہ نے اسے آپ ﷺ کی ولادت کی خبر دی تو اس نے ثویبہ کو آزاد کر دیا۔

رسول اللہ ﷺ کی ولادت پر اس خوشی کی وجہ سے اس پر ہر پیر کو عذاب ہلکا کیا جاتا ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب ابولہب مر گیا میں نے اسے اس کے مرنے کے ایک سال بعد خواب میں برے حال میں دیکھا۔ اس نے کہا میں نے تمہارے بعد کوئی راحت نہیں پائی مگر یہ ہے کہ مجھ سے ہر پیر کے دن عذاب ہلکا کر دیا جاتا ہے۔

امام سہیلی نے کہا یہ اس وجہ سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ پیر کے دن پیدا ہوئے تھے۔ ثویبہ نے ابولہب کو رسول اللہ ﷺ کی ولادت کی خوشخبری دی تھی اور اس نے آپ کو آزاد کر دیا۔

کتنا اچھا وہ کلام ہے جو حافظ محمد بن ناصر الدین دمشقی نے اس سلسلہ میں پیش کیا۔

Marfat.com

عربی اشعار کا اردو ترجمہ: ''جب یہ کافر تھا کہ جس کی مذمت آئی ہے اور اس کے دونوں ہاتھ ہلاک ہو گئے درآنحالیکہ وہ جہنم میں ہمیشہ تھے''۔

ترجمہ: ''اس کے بارے میں حدیث میں آیا ہے کہ اس سے ہمیشہ پیر کے دن عذاب ہلکا کر دیا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں خوشی کی وجہ سے''۔

ترجمہ: ''پس کیا خیال ہے اس بندے کے بارے میں جس نے ساری زندگی رسول اللہ ﷺ کی خوشی میں گزاری اور حالت ایمان میں دنیا سے چل بسا''۔

برادرانِ اسلام

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جن کا آج ہم میلاد منارہے ہیں وہ سب سے اونچی چوٹی ہیں اور ایسا آسمان ہیں کہ جن سے اوپر کوئی آسمان نہیں ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات میں سے اعلیٰ اور تمام بندوں سے افضل ہیں۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان الالـه اصـطـفـى من ولد ابراهيم اسماعيل واصطفى من ولد اسماعيل بنى كنانة واصطفى من بنى كنانة قريشيا واصطفى من قريش بنى هاشم واصطفانى من بنى هاشم (ترمذى باب فضل النبى ﷺ)

''اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے حضرت اسماعیل کو منتخب کیا' حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے بنی کنانہ کو منتخب فرمایا اور بنی کنانہ میں سے قریش کو منتخب فرمایا قریش میں سے بنی ہاشم سے مجھے منتخب کیا''۔

رحم کرے اللہ تعالیٰ اس شاعر پہ جس نے یہ کہا:

واجمل منك لم ترقط عينى واكرم منك لم تلد النسآء

''آپ ﷺ سے زیادہ خوبصورت میری آنکھ نے کبھی دیکھا ہی نہیں اور آپ سے زیادہ عزت والا کسی ماں نے جنا ہی نہیں''۔

خلقت مبرا من كل عيب كانك قد خلقت كماتشاء

''آپ کو ہر عیب سے پاک پیدا کیا گیا گویا کہ آپ کو یوں پیدا کیا گیا جیسے آپ نے چاہا''۔

برادرانِ اسلام

یہ یاد کتنی بڑی یاد ہے اس سے حاصل ہونے والے سبق کتنے بڑے ہیں اور ہمیں کتنی ضرورت ہے کہ ان اسباق کو عملی جامہ پہنائیں۔

سیدی یارسول اللہ ﷺ

ہمیں کتنی ضرورت ہے کہ ہم نظریے پر ثابت قدمی میں آپ کی ثابت قدمی کی پیروی کریں جب آپ فرمارہے تھے۔

ترجمہ: ''اللہ کی قسم اگر وہ (مشرکین) سورج میرے دائیں ہاتھ پر رکھ دیں اور چاند میرے بائیں ہاتھ پر کہ میں اس اسلام کو چھوڑ دوں' یہاں تک کہ اللہ اس دین کو غالب کرے یا میں اس کے لئے شہید ہو جاؤں گا''۔

(تاریخ طبری ۱/۵۴۵' سیرت ابن ہشام ۲/۱۰۱)

سیدی یارسول اللہ ﷺ

ہمارے لئے کتنا لازم ہے کہ ایذا رسانی کرنے والے لوگوں سے ہم عفو و درگزر کرتے رہیں۔ ہم آپ کے نقش قدم پر چلیں جب آپ فرما رہے تھے:

Marfat.com

اللھم اغفر لقومی فانھم لایعلمون ''اے اللہ میری قوم کو بخش دے کیونکہ یہ نہیں جانتے''۔
سیدی یارسول اللہ ﷺ
ہمارے لئے کتنا ضروری ہے کہ مساوات کی طرف آپ کی دعوت پہ عمل پیرا ہوں جبکہ آپ فرمارہے تھے:
سلمان مناا ھل البیت
ترجمہ: سلمان ہم میں سے ہے یعنی اہل بیت سے ہے۔
سیدی یارسول اللہ ﷺ
ہمیں کمزوروں کے بارے میں آپ کی وصیت پر کس قدر عمل کی ضرورت ہے' جب آپ فرمارہے تھے:
ھل ترزقون وتنصرون الابضعفآئکم (بخاری)
''تمہیں صرف تم میں سے کمزوروں کے صدقے رزق دیا جاتا ہے اور تمہاری مدد کی جاتی ہے''۔
بھائیو! اس سال میلاد شریف کی تقریب اس حال میں آئی ہے کہ مسلمانوں کو سخت حالات اور بہت سے چیلنجز کا سامنا ہے۔ اس وقت مسلمانوں کا خون بہہ رہا ہے۔ مسلمان بے گھر ہو رہے ہیں اور ظلم وستم کی چکی تلے پس رہے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ میلاد شریف کی برکات اور اس میں جو اسباق اور نصیحتیں ہیں' یہ امت کے لئے ان چیلنجز کا مقابلہ کرنے میں معاون ہونگی۔
انشاءاللہ تعالیٰ عنقریب مسلم امہ کے لئے امید وعمل کے دروازے کھلنے والے ہیں جو انہیں ان اہداف اور منزل کی طرف پہنچائیں گے۔
آخر میں ہمارے لئے اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ ہم اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ہمیں اس میلاد سے فائدہ دے اور صاحب میلاد ﷺ کو ہمارے لئے جانوں' اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب بنائے۔ ہمیں اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ ہمارے لئے اپنے فضل اور رحمت کے دروازے کھول دے۔ ہمارے لئے ہر غم سے رہائی کے اسباب پیدا فرمادے' ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ عطا کرے اور ہمارے لئے عزت اور غلبہ لکھ دے۔ آمین (رسالہ میلاد النبی ﷺ کا بیان ختم ہوا)

☆☆☆☆☆☆☆

میں (مؤلف) چاہتا ہوں کہ حضور نبی کریم ﷺ کے میلاد پاک کے متعلق قرآن وحدیث اور بزرگان دین کے فرمان کے مطابق زیادہ سے زیادہ روشنی ڈالی جائے تا کہ ایک تو ہر ایک کو جو اس کو پڑھے اس کے دل میں حضور ﷺ کی محبت کا اضافہ ہو اور وہ بھی میلاد شریف کے انعقاد کی محافل میں زیادہ سے زیادہ حصہ لے اور دوسری بات یہ کہ جن کے دلوں میں کدورت اور بغض ہے اس کو پڑھ کر شاید اپنی عاقبت سنوار سکیں تو لیجئے ایک اور کتاب ''البرہان القوی فی میلاد النبی ﷺ'' مصنفہ جناب حکیم الحاج علامہ نذیر احمد قادری کنجاہی سے ایمان افروز عبارت تحریر کی جاتی ہے امید ہے آپ بھی اسے پڑھ کر مستفید ہوں' ملاحظہ فرمائیں۔ (ص ۸۲ تا ۹۳)

لفظ میلاد

میلاد الرجل ۔ اسم الوقت الذی ولدفیہ (لسان عرب جلد ۳ ۴۶۸) ۔
ترجمہ: ''انسان کی پیدائش۔ اس وقت کا تعین جس وقت میں پیدا ہوا ہو (جمال الدین بن مکرم متوفی ۷۱۱)
میلاد: وقت الولادۃ (المنجد ۱۰۹ مصنفہ لویس معلوف متوفی ۴۳۵) ۔
ترجمہ: ''میلاد: پیدائش کا وقت۔

Marfat.com

الولد: مذکر مونث واحد تثنیہ جمع پر بولا جاتا ہے۔(المنجد ۱۱۰۵)
مولد: ولادت کی جگہ یا وقت (المنجد ۱۱۰۶)
الولد: جو جنا گیا ہو۔(مفردات ۱۳۹ ۱۱امام راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲)
ماجاء میلاد النبی (ترمذی باب فضائل ۶۲۵)
میلاد: وقت الولادۃ اووقائع ترجمہ پیدائش کا وقت یا واقعات

(صحاح جوہری مصنفہ اسماعیل بن حماد جوہری متوفی ۳۳۲)

میلاد: اسم الوقت الذی ولدفیہ وحالۃ ۔
ترجمہ: میلاد پیدائش کے وقت یا اس کے حالات کو کہتے ہیں۔

(قاموس مصنفہ محمد بن یعقوب بن محمد فیروز آبادی متوفی ۸۱۶ھ)

تمام تر ذخیرہ تفاسیر وکتب احادیث وتواریخ یا کتب سیرت یا شمائل پڑھ کر دیکھو تو آپ ہر کتاب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا ذکر موجود گے۔ بلکہ قرآن پاک میں بھی جگہ جگہ ذکر تشریف آوری کا واضح موجود ہے۔ تو اس ذکر کو لفظ بدعت میں اگر کوئی شمار کرے اور خود کو مسلمان بھی کہتا اس کے ایمان کا خدا ہی حافظ ہے۔ خداوند قدوس نے اپنی کلام مقدس میں کافی انبیاء علیہم السلام کے میلاد بیان فرمائے ہیں۔ غور کا مقام ہے کہ ئے کرام کی ولادت باسعادت کا تذکرہ جب قرآن پاک میں پڑھا جاتا ہے تو بدعت کیسے رہا جیسا کہ قرآن پاک میں آتا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کا میلاد اور قرآن

۱- پارہ اوّل سورہ بقرہ آیت ۳۰ تا ۳۸ تک خلقیت آدم علیہ السلام کی بیان ہے۔ اور دوسری جگہ یوں ارشاد فرمایا۔
۲- پارہ چودہ سورہ حجر آیت ۲۸ تا ۴۱ قصہ خلق آدم علیہ السلام ارشاد فرمایا گیا۔
۳- پارہ سولہ سورہ مریم آیت ۵۶ تا ۵۷ ذکر ادریس علیہ السلام کا حکم فرمایا ہے۔
۴- پارہ سولہ انتیس سورہ نوح آیت ۱ تا ۲۸ تک حالات نوح علیہ السلام کا میلاد پڑھا گیا۔
۵- پارہ سولہ سورہ مریم آیت ۴۱ تا ۴۸ تک ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ موجود ہے۔
۶- پارہ سولہ سورہ مریم آیت ۴۹ تا ۵۰ میلاد اسحاق ویعقوب علیہما السلام پڑھا گیا۔
۷- پارہ سولہ سورہ مریم آیت ۵۴ تا ۵۵ ذکر اسمٰعیل علیہ السلام بیان کیا گیا ہے۔
۸- پارہ سولہ سورہ مریم آیت ۵۳ میں میلاد ہارون علیہ السلام ذکر فرمایا گیا ہے۔
۹- پارہ بیس سورہ قصص آیت ۷ تا ۱۴ میلاد موسیٰ علیہ السلام پڑھا گیا۔
۱۰- پارہ بائیس سورہ سبا آیت ۱۰ تا ۱۱ تک فضیلت داؤد علیہ السلام واضح بیان فرمائی۔
۱۱- پارہ انیس سورہ النمل آیت ۱۶ تا ۴۴ سارے کا سارا میلاد سلیمان علیہ السلام پڑھا گیا۔
۱۲- پارہ تیسرا سورہ آل عمران آیت ۳۵ تا ۳۷ میلاد مریم قرآن میں موجود ہے۔
۱۳- پارہ سولہ سورہ مریم آیت ۱ تا ۱۵ تک اللہ تعالیٰ نے میلاد یحییٰ علیہ السلام بیان فرمایا۔
۱۴- پارہ سولہ سورہ مریم آیت ۱۶ تا ۴۰ تک میلاد عیسےٰ روح اللہ علیہ السلام کا بیان ہوا۔
ناظرین کرام! دیکھا آپ نے کہ حق تعالیٰ نے مکرم ومعظم انبیاء علیہم السلام کے حالات ولادت اور فضائل اور خصائل وشمائل معجزات وکرامات

Marfat.com

کس نرالے انداز سے بیان فرما کر یہ بات ثابت کر دی کہ ذکر انبیاء و اولیاء موجب رحمت اور ذریعہ اجر و ثواب حصول خیر و برکت راہ صراط مستقیم اور سامان نجات ہے۔ تو جب حضور ﷺ سید الانبیاء ہیں۔ تو پھر ان کا ذکر سید الاذکار ہوا۔ جب حضور ﷺ اللہ جل شانہٗ کے محبوب ہیں۔ تو حضور ﷺ کا ذکر پاک اللہ تعالیٰ کا کتنا پسندیدہ و محبوب ہوگا اور غور کیا جائے تو ذکر میلاد النبی ﷺ کی عظمت و بزرگی اظہر من الشمس ہو جاتی ہے۔

میلاد مصطفےٰ ﷺ اور قرآن مجید

۱-قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝ (پارہ ۶ سورۃ مائدہ آیت ۱۵)

ترجمہ: ''بے شک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور آیا اور روشن کتاب''

۲-فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ط (پارہ ۶ سورہ مائدہ آیت ۱۹)۔

ترجمہ: ''پس بے شک آیا تمہارے پاس بشارت دینے والا اور ڈر سنانے والا''۔

۳-لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

(پارہ ۱۱ سورہ توبہ آیت ۱۲۸)

ترجمہ: ''بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں گزرتا ہے۔ تمہاری بھلائی کے لیے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان رحمت والے''۔

۴-وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔ (پارہ ۱۷-سورہ انبیاء آیت ۱۷۷)

ترجمہ: ''اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت بنا کر تمام جہانوں کے لیے''۔

۵-يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ۝ وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝

(پارہ ۲۲-سورہ احزاب۔ آیت ۴۵)

ترجمہ: ''اے غیب بتانے والے نبی! بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا۔ اور چمکا دینے والا آفتاب''۔

۶-وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ۝ (پارہ ۲۲-سورہ احزاب۔ آیت ۴۶)

ترجمہ: ''اور ایمان والوں کو خوش خبری دے دو کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے''۔

۷-اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ۝ (پارہ ۲۶-سورہ فتح۔ آیت ۸)

ترجمہ: ''بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی دیتا اور ڈر سناتا''۔

۸-هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ق وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (پارہ ۲۸ سورۃ جمعہ آیۃ ۲)

ترجمہ: ''وہی ذات پاک ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا۔ کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھتے ہیں۔ اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔ اور وہ بے شک اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے''۔

۹-كَمَاۤ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَ يُزَكِّيْكُمْ وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝ (پارہ ۲ سورہ بقرہ آیت ۱۵۱)

ترجمہ: ''جیسا کہ ہم نے بھیجا تم میں ایک رسول تمہیں میں سے کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور کتاب

Marfat.com

وحکمت کا پختہ علم سکھا تا ہے۔اور وہ تمہیں وہ تعلیم فرما تا ہے جس کا تمہیں علم نہیں تھا۔

۱۰- لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (پارہ۴سورہ آل عمران۔آیت۱۶۴)

''ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہوا ایمان والوں پر کہ ان میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کا علم سکھا تا ہے وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے''۔

۱۱- رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ يُزَكِّيْهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (پارہ۱سورۃ البقرہ۔آیہ۱۲۹)

ترجمہ: ''اے رب ہمارے بھیج ان میں ایک رسول ان ہی سے جو ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں پاکیزہ فرمائے بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔(یہ دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہے)۔

۱۲- وَمُبَشِّرًا ۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ۭ (پارہ۲۸سورہ صف آیہ۶)

ترجمہ: ''اور (میں) بشارت دینے والا ہوں اس رسول کی جو آئے گا بعد میرے نام اس کا احمد ہے۔(یہ بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہے)۔

Marfat.com

میلاد خاتم النبیین ﷺ کیوں منایا جاتا ہے؟

میرے عزیزو اور دوستو! یہاں ایک سوال ذہن میں ابھرتا ہے وہ یہ ہے کہ ولادت پیدائش تو سبھی کی ہوتی ہے ہم اور آپ بھی پیدا ہوئے۔ تمام اولیاء تمام انبیاء علیہم السلام کی بھی ولادت ہوئی۔ مگر کیا وجہ ہے کہ ہم مسلمان کسی کی ولادت و پیدائش کا خیال نہیں رکھتے۔ اور حضور خاتم النبیین علیہ السلام کے سوا کسی اور نبی ورسول کا جلسہ میلاد منعقد نہیں کرتے جبکہ ہم تمام انبیاء ورسولوں پر ایمان لاتے ہیں سب کو سچے اور اللہ کی طرف سے نبی مانتے ہیں۔ سب کی تعظیم وتکریم بھی کرتے ہیں۔ لاتفرق بین حد منھم کا خیال بھی اپنے ذہن میں صحیح ہے۔ لیکن کسی نے حضرت آدم علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا میلاد پڑھا ہو یا ان کی پیدائش ولادت کا بیان کرنے کے لیے کوئی محفل سجائی ہو۔ آج تک کبھی آپ نے یہ نہیں سنا ہوگا آخر میلاد مصطفےٰ ﷺ میں وہ کون سی ایسی خصوصیت ہے کہ مسلمان آج تک اپنے اس رسول ﷺ کی ولادت کو نہیں بھول سکا۔ غور تو کیجیے کہ مسلمان اپنے تخت وتاج، اور سلطنت کو بھول گیا۔ اپنے نظم وضبط اور شان وشوکت کو بھول گیا۔ اپنے اختلاف کے کارناموں اور ان کی عزت وعظمت کو بھول گیا۔ اپنا سب کچھ بھول گیا۔ مگر آج تک اپنے رسول کی ولادت باسعادت کو فراموش نہیں کرسکا۔ دیکھ لیجیے شادی ہو تو میلاد شریف غمی ہو تو میلاد شریف کسی کے بچہ پیدا ہو تو میلاد شریف نیا مکان بنایا تو میلاد شریف چودہ سو برس گزر جانے کے باوجود مسلمان اپنے رسول معظم ﷺ کی ولادت باسعادت کو نہیں بھولا تو اس سوال کا جواب چار حصوں میں تقسیم ہوگا یعنی اس سوال کے جواب کے چار وجوہات سامنے آتے ہیں انشاء اللہ پوری تفصیل کے ساتھ بیان کیے جائینگے۔

وجہ اوّل

بے شک تمام انبیاء اور رسولوں کی پیدائش ضرور ہوئی اولیا وغوث وقطب بھی پیدا ہوئے۔ مگر جس طرح حضور محمد ﷺ کی نبوت ورسالت ان کی ہر ہر صفت بے مثل و بے مثال ہے اسی طرح آپ کی ولادت باسعادت بے مثل و بے مثال ہے۔ یہ مولود مسعود وہ ہیں جس نے پیدا ہوتے ہی سر سجدہ معبود میں رکھ کر یہ حق سے عرض کی۔ یا رب ھب لی اُمتی یا رب ھب لی اُمتی۔

وجہ دوم

اللہ اکبر! برادران ملت وناظرین کرام دیکھ لیا آپ نے رحمت عالم ﷺ پیدا ہو کر روئے یا بلبلائے نہیں آہ وزاری نہیں کی۔ بلکہ پیدا ہوتے ہی اپنی ننھی سی پیشانی کو مسجود حقیقی۔ مالک وخالق کی بارگاہ عظمت میں سجدہ ریز کر دیا اور اپنے ننھے ننھے گلابی ہونٹوں سے آپ نے دعا مانگی۔ پھر دعا بھی کس کے لیے! اپنے لیے نہیں اپنی لاڈلی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے نہیں۔ اپنے جنتی پھولوں حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے لیے نہیں اپنے ماں باپ کے لیے نہیں یا عزیز واقارب کے لیے نہیں۔ بلکہ سب سے پہلی دعا جو لب مصطفےٰ ﷺ پر آئی وہ امت کے لیے تھی۔ اللہ اللہ! رسول رحمت کا یہ کرم عظیم ہے کہ مشرق ومغرب اور شمال وجنوب کے تمام لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان لانے والوں کو یاد فرمایا اور ان کے لیے دعا فرمائی۔ اب جبکہ یہ ثابت ہوگیا کہ نبی رحمت ﷺ نے اپنی ولادت کے وقت ہم کو یاد کیا اس لیے ہم اس میلاد کو ہمیشہ یاد کرتے ہیں بھلا ہم اس

Marfat.com

میلاد کو کس طرح فراموش کر سکتے ہیں جس میلاد کے وقت صاحب میلاد نے ہم کو یاد فرمایا ایماندار شخص اس احسان کو فراموش نہیں کر سکتا۔ قیامت تک مسلمان اس میلاد کو نہیں بھلا سکتے۔ایک کتا بھی روٹی کے ایک ٹکڑے کا احسان مانتا ہے بلکہ دم ہلا ہلا کر زبان سے محسن کے قدم چاٹتا ہے پھر انسان صاحب ایمان ہو کر اس رسول رحمت ﷺ کے احسانوں کو کس طرح فراموش کرے گا؟ کہ جس رحمۃ للعلمین نے پیدا ہوتے ہی ہمیں یاد فرمایا غاروں میں رو رو کر ہمارے لئے دعائیں مانگیں اور تمام ظاہری زندگی میں ہمیں یاد کرتے رہے، اب قبر انور میں بھی یاد فرما رہے ہیں اور کل میدان محشر میں بھی امت ہی کی یاد میں بے قرار ہوں گے کبھی پل صراط پر، کبھی میزان عمل پر، کبھی جہنم کے دروازے پر پہنچ کر اپنے گناہ گار امتیوں کو پہچانتے ہوں گے سبحان اللہ! قابل احترام ناظرین! محسن اعظم نبی مکرم نور مجسم ﷺ کے تو ہم پر ایسے عظیم احسانات ہیں کہ ہمارے جسم کے رونگٹے رونگٹے کو لاکھ لاکھ زبانیں مل جائیں پھر بھی سرکار نبوت ﷺ کے عظیم احسانوں کا شکریہ ادا نہیں ہو سکتا۔مگر ہم اتنے احسان فراموش کیوں ہو جائیں کہ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کو بھی بھول جائیں کہ اتنا بھی یاد نہ رکھیں کہ آپ ﷺ کب پیدا ہوئے تھے۔کس شان سے پیدا ہوئے تھے اور کہاں پیدا ہوئے تھے۔آپ کا حسب ونسب کیا ہے آپ کے والدین کریمین کا کیا نام ہے مسلمانو للہ ذرا انصاف کیجئے گا کہ یہ میلاد مقدس منانا اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت عظیم اور اپنے محسن اعظم کے احسان کا شکریہ ادا کرنا چاہیے یا کہ اس پر بدعت کا فتویٰ چپکا کر چھوڑ دینا چاہیے۔

وجہ سوم۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ○ (پارہ ۴۔سورہ آل عمران ۔آیت ۱۶۴)۔

ترجمہ: "بے شک اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہوا ایمان والوں پر کہ ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو اُن پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کا علم سکھاتا ہے وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے"۔

اس ارشاد ربانی سے یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے۔کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو احسن تقویم کا تاج پہنا کر شرف بخشا۔دینی دنیاوی روحانی نفسانی چھوٹی بڑی جسم کے لیے روح کے لیے، ہر طرح کی نعمتیں عطا فرمائیں۔سب کا بیان فرمایا لیکن احسان کسی کا نہیں جتایا۔ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی سب کائنات میں سے پسندیدہ اور اعلیٰ محبوب ترین مخلوق حضور ﷺ ہیں۔جن کو رب کریم نے مبعوث فرما کر ہر ایمان والے پر احسان جتایا۔اس ارشاد ربانی سے کھلم کھلا یہ بات سامنے آتی ہے۔کہ اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں میں سے یہی نعمت اعلیٰ وارفع ہے۔تو ہر ایمان والے کے لیے یہ واجب اور لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس احسان عظیم کا شکریہ ادا کرے۔اور ہر دم اور ہر لحظہ اس احسان کو یاد رکھے اس لیے ضروری ہے کہ اس قدر اعلیٰ اور عظمیٰ نعمت کے ملنے کے وقت کو سالہا سال ضرور اس کی یاد مناتا رہے جس نعمت کو خالق کائنات نے عطا فرما کر احسان جتایا تو اس کی عظمت کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔اس کا کیا شمار کیا جا سکتا ہے۔لہٰذا اس کا یاد منانا لازم ہے۔

وجہ چہارم

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا

ترجمہ: "کیا تم نے نہ دیکھا ان لوگوں کو بدلا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو انکار سے" (پارہ ۱۳۔سورہ ابراہیم۔آیت ۲۸)

الذین بدلوا كفار مكة نعمت الله محمد والقراٰن ۔ (تفسير ابن عباس صفحه ۱۶۲)

ترجمہ: "وہ لوگ بدلا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو انکار میں کفار مکہ ہیں۔اللہ تعالیٰ کی نعمت سے مراد حضرت محمد ﷺ اور قرآن ہے"۔

Marfat.com

بدلوا نعمت اللہ کفرا قال ھم کفار اھل مکة (بخاری باب تفسیر القرآن۔ جلد۲-۶۲۴)۔

ترجمہ: ''بدلا جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو انکار میں وہ کفار مکہ ہیں''۔

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ط (پارہ ۱۴- سورہ نحل۔ آیت ۱۸)

ترجمہ: ''اور اگر تم شمار کرنا چاہو اللہ تعالیٰ کی نعمت کا تو ہرگز نہ کر سکو گے''۔

عن سهل قال نعمت اللہ محمد ۔ (شفا شریف جلد ۱- صفحہ ۱۴)

ترجمہ: ''حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ نعمت اللہ سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں''۔

نعمت اللہ محمد . . . . (دلائل الخیرات۔ اسماء شریفہ ۵۳)۔

ترجمہ: ''اللہ کی نعمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک ہے''۔

یَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ یُنْکِرُوْنَهَا (پارہ ۱۴ -سورہ نحل ۔آیت ۸۳) ۔

ترجمہ: ''پہچانتے ہیں اللہ کی نعمت کو پھر اس کا انکار کرتے ہیں''۔

یعرفون نعمت اللہ عرفان محمد ینکرونها کفار ویهود نصرى (تفسیر ابن عباس) ۔

ترجمہ: ''اللہ کی نعمت کی پہچان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پہچان ہے اور انکار کرنے والے کفار، یہود اور نصاریٰ۔

اخرج ابن ابی شیبة وابن جریز ابن المنذر ابی حاتم عن سدی یعرفون نعمت اللہ قال محمد ۔ (درمنثور جلد ۴، ۱۲۷)

ترجمہ: ''بیان کیا ابن ابی شیبہ نے امام ابن جریز وابن المنذر رابی حاتم نے امام سدی سے (رحمتہ اللہ علیہم) کہ نعمت اللہ کا پہچاننا کیا ہے تو فرمایا کہ نعمت اللہ سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں''۔

اب آیات قرآنیہ اور اقوال مفسرین سے ثابت ہوا۔ کہ نعمت اللہ سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے۔

وَّاشْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ o (پارہ ۱۴ -سورہ نحل آیه ۱۱۴) ۔

ترجمہ: ''شکر ادا کرو اللہ کی نعمت کا اگر ہو تم خاص اُسی (اللہ) کی عبادت کرتے''۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ (پارہ سورہ مائدہ آیت ۱۱) ۔

ترجمہ: ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو ذکر کرو اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا جو تم پر فرمائی گئی ہے''۔

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ o (پارہ ۳۰ -سورہ والضحیٰ آیت ۱۱) ۔

ترجمہ: ''اور اپنے رب کی نعمت کا خوب تر خوب چرچا کرو''۔

رواه بغوى عن النعمان بن بشير قال النبى يقول على المنبر والتحدث بنعمت اللہ شكر وتركه كفر ۔
(تفسیر مظہری۔ جزو۔ ۲۸۷)۔

ترجمہ: ''امام بغوی سے روایت ہے کہ کہا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے تھے اوپر منبر کے جو تحدیث کرے یعنی خوب چرچا کرے اللہ تعالیٰ کی نعمت کا، وہ شکریہ ادا کرتا ہے اور جو ذکر کو ترک کرے وہ نعمت کا انکار کرنے والا ہے''۔

اور رب کریم نے ارشاد فرمایا:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِکْرَكَ ط o (پارہ ۳۰، سورہ الم نشرح آیت ۴)

اس آیت کے تحت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ حدیث قدسی نقل فرماتے ہیں:

یقول املا العالم من اتباعك كلهم يثنون عليك ويصلون عليك ويحفظون سنتك ۔ (تفسیر کبیر جلد ۵)

Marfat.com

ترجمہ: "(حضور فرماتے تھے کہ) اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ میں تیری اتباع کرنے والوں سے تمام عالم کو بھر دوں گا۔ وہ تیری تعریف کریں گے اور تجھ پر درود پڑھیں گے"۔ اور تیری سنت کی حفاظت کریں گے۔ (کتاب برہان القوی کا بیان ختم ہوا)

مخالفین میلاد النبی ﷺ کے اعتراضات کے جواب

مخالفین حضرات کے اعتراض کے جوابات دینے کے لیے مؤلف مختصر طور پر اعتراض اور اسکا جواب بھی مختصر ہی تحریر کرے گا ان آیات مبارکہ اور احادیث کے حوالہ جات سے جو اس سے قبل میں اسی کتاب میں بیان کر چکا ہوں اختصار کی وجہ سے دوبارہ ان کو یہاں تحریر نہیں کرتا۔ مخالفین جو اکثر اعتراض کرتے ہیں اور ان کے جوابات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ مخالفین کہتے ہیں کہ پہلے نبی پاک ﷺ کے زمانہ میں اور ان کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانہ میں میلاد کی محفلیں منعقد نہیں کی جاتی تھیں۔ ان کے بعد میلاد شریف کے انعقاد اور مجالس شروع کیں گئیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے سورہ آل عمران پارہ نمبر ۳ رکوع ۱۶ میں (جو کہ اس سے قبل اس کتاب کی ابتداء میں خلقت محمدی ﷺ کے عنوان میں بیان کی گئی ہے) میں تمام انبیاء علیہم السلام کی ارواح کو عالم ارواح میں جمع فرما کہ جو عہد لیا تھا وہ میلاد النبی ﷺ نہیں تھا تو کیا تھا۔ اور قرآن پاک پارہ نمبر ۱۷ میں وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین۔ فرمایا اس آیت کی تفصیل اور تشریح مفصل طور پر اس سے قبل کئی جگہوں پر بیان ہو چکی ہے۔ وہ بھی میلاد النبی ﷺ کے ہی متعلق ہے۔ اور بے شمار آیات قرآنی میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے میلاد پاک کا ذکر فرمایا ان میں سے کافی کا ذکر اس سے قبل ہو چکا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی احادیث مبارکہ جو کہ خلقت محمدی ﷺ کے عنوان میں بھی اور اس کے علاوہ کئی مقامات پر اس کتاب میں مذکور ہو چکیں ہیں۔ مثلاً جو حدیث مبارکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے جس میں آپ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے یہ سوال عرض کیا کہ جناب فرمائیے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کس چیز کو پیدا فرمایا تو اسکا جواب جو آپ ﷺ نے فرمایا وہ غور سے پڑھیے وہ خود حضور ﷺ نے اپنا میلاد بیان نہیں کیا؟ اور دوسری حدیث کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنے جد امجد حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خوشخبری اور اپنی ماں کا خواب ہوں اور جو حدیث مبارکہ مولوی اشرف علی تھانوی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے (نشر الطیب ۸) تحریر کی جو کہ اسی مضمون کے تحت بیان ہو چکی ہے اسی کو غور سے پڑھ کر فیصلہ کریں۔

اور حضرت آدم علیہ السلام کی کنیت ابو محمد ﷺ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا میں پیدائش میں تمام نبیوں سے پہلا ہوں اور بعثت میں ان سب سے پچھلا ہوں۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت فرمایا میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام اور مٹی کے درمیان تھے۔ ان کے علاوہ بہت سی احادیث مبارکہ اس سے قبل بیان ہو چکی ہیں ان کو جو اسی مضمون یعنی خلقت محمدی اور برکات نور محمدی اور مواہب اللدنیہ کے حوالہ سے آپ ﷺ کے حمل سے لیکر پیدائش تک جو احادیث مبارکہ پڑھیے بار بار پڑھیے اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کیجیے کہ حضور ﷺ نے خود اپنا میلاد منایا یا نہ منایا۔ پھر سوموار کے دن روزہ رکھنے والی حدیث اور مسجد نبوی شریف میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لیے منبر بچھا کر اور اس پر چادر ڈال کر حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو فرمانا کہ منبر شریف پر بیٹھ کر میری ثناء بیان کرو اور پھر ان کو انعام دینا۔ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے اجازت لے کر جو اشعار آپ ﷺ کی شان میں بیان کیے ان کو غور سے پڑھیے کیا یہ بیان حضور ﷺ کی موجودگی میں پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں نہ ہوئے تھے۔

مندرجہ بالا دونوں حدیثوں میں سے حضرت حسان رضی اللہ عنہ والی حدیث کی راوی سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رواہ ترمذی شریف جلد دوئم مترجم 364 اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ والی حدیث راوی خریم بن اوس رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور رواہ کی گئی ہے مستدرک جلد سوئم 327' دلائل النبوۃ بیہقی جلد ۵

Marfat.com

268،5، وانسیم الریاضی جلد سوم 415 بحوالہ کتاب (برہان القوی نے میلاد النبی ﷺ) کہ جب میں ہجرت کر کے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس وقت آپ ﷺ غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تھے پس میں نے اسلام قبول کیا اور سنا میں نے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول ﷺ میرا دل چاہتا ہے کہ حضور ﷺ کی مدح و تعریف میں کچھ بیان کروں تو فرمایا کہو اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کو سلامت رکھے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ یہ اشعار کہے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ ولادت باسعادت سے قبل جنت کے درختوں کی ٹھنڈی چھاؤں میں اپنی قیام گاہ (صاحب آدم علیہ السلام) کے اندر خوش تھے جبکہ حضرت آدم علیہ السلام پردہ کی خاطر اپنے جسم پر پتے لپیٹ رہے تھے پھر آپ ﷺ دنیا میں تشریف لائے اس وقت نہ جامہ بشریت اختیار فرمایا تھا نہ گوشت اور خون کی صورت قبول فرمائی تھی بلکہ بصورت نطفہ مبارک (میں مؤلف یہاں کہوگا نور مبارک) سفینہ نوح علیہ السلام میں سوار ہوئے حالانکہ طوفان ''نسر بت'' اور اس کے پجاریوں کو غوطے دے رہا تھا۔ اس کے بعد صدیوں پر صدیاں گزرتی گئیں اور آپ ﷺ درجہ بدرجہ اصلاب طیبین سے ارحام طاہرات کی طرف منتقل ہوتے رہے حتیٰ کہ آپ ﷺ شرف وعزت نے اس عالی نسب خندف کو احاطہ میں لے لیا جس کے سامنے پہاڑوں کی فلک بوس چوٹیاں بھی سرنگوں ہیں اور جب آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوتی تو زمین جگمگا اٹھی اور آپ ﷺ کے نور سے سارا جہان منور ہو گیا پس ہم (اب بھی) اسی نور سے روشنی میں ہیں اور ہدایت کی راہ پر گامزن ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ اس وقت آپ ﷺ بمع صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ مسجد نبوی شریف میں تشریف فرما تھے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث میں یہ جملہ بھی بیان کیا ہے کہ جب آپ ﷺ کسی سفر سے تشریف لاتے تو بمعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پہلے مسجد میں تشریف لاتے وہاں نوافل ادا فرماتے اور کچھ دیر جلسہ فرما کر اپنے اپنے گھروں کو جاتے اس طرح حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا میلاد شریف پڑھنا مسجد میں اجتماع صحابہ میں اور حضور ﷺ کی موجودگی میں منعقد ہوا جس سے ثابت ہوا کہ میلاد شریف کی محفلیں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضور ﷺ کے سامنے کرتے تھے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے یہ شعر پڑھے۔

ترجمہ: ''یا رسول اللہ ﷺ جب آپ ﷺ کے وسیلے سے حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تو اللہ کریم نے قبول فرمائی۔ اور سفینہ نوح علیہ السلام کو نجات ملنے کا وسیلہ آپ ﷺ کا نور ہے۔ آپ ﷺ کے نور مبارک کی برکت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے آگ ٹھنڈی کی گئی اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو چھری کے نیچے سے صحیح سلامت بچانے والا آپ ﷺ کا نور مبارک ہے۔ (قصیدہ کعب احبار 32)

اعتراض کرتے ہیں کہ مذکورہ احادیث مبارکہ سے ثابت ہو گیا کہ میلاد شریف کی محفل اتفاقاً منعقد ہو جاتی تھیں لیکن یوم ولادت کا تعین تو نظر نہیں آیا تم یوم ولادت کا تعین ضروری سمجھتے ہو اس کی کیا وجہ ہے۔

تو عرض ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے یوم ولادت کا تعین بھی منقول ہے۔

ترجمہ: ''روز مولد حضرت محمد ﷺ کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سو اونٹ ذبح کئے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جو کی تین روٹیاں تصدق کیں۔ (رسالہ علامہ شیخ عابد سندی 17 کتاب الشمائل 154 اور سیف الحق 712)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے تھے۔ اپنے گھر میں واقعات ولادت باسعادت آنحضرت ﷺ کے اپنی قوم میں' پس وہ خوش ہوتے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے اور درود شریف پڑھتے اچانک حضور ﷺ تشریف لائے اور فرمایا۔ تمہارے واسطے میری شفاعت حلال ہو گئی۔ (التنویر فی مولد البشیر ونذیر 21)۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ حضور ﷺ کے ساتھ عامر انصاری کے گھر پر تشریف لے گئے۔ اور وہ (عامر انصاری رضی اللہ عنہ) اپنے گھر میں اپنی قوم میں اور اپنی اولاد کو حضور ﷺ کے واقعات ولادت کی تعلیم فرما رہے تھے اور کہتے تھے آج کا دن آج کا دن یعنی حضور ﷺ

Marfat.com

آج کے دن پیدا ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا۔ اللہ کریم نے تیرے واسطے دروازے رحمت کے کھولیں ہیں۔ اور تمام ملائکہ تیرے واسطے استغفار کرتے ہیں۔ اور جو تجھ سا کام کرے گا وہ تیری طرح نجات پائے گا۔ (التنویر فی مولد البشیر والنذیر 21)

اعتراض کہ میلاد شریف کے لیے فضول خرچی میں بے جا اسراف آتا ہے جس سے شریعت نے منع کیا ہے اس دن اتنے اسراف کا کیا جواز ہے۔

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ سنا میں نے اپنے باپ ابوطالب سے وہ بیان کرتے تھے بے شک جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے حضور ﷺ کی ولادت ہوئی تو حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور آپ ﷺ کو گود میں لیا اور چوما۔ پھر حضرت ابوطالب کو دے دیا اور کہا یہ تیرے پاس میری امانت ہے تاکہ میرے اس بیٹے کی شان ظاہر ہو اور پھر حکم کیا کہ اونٹ ذبح کیے جائیں اور بکریاں ذبح کی جائیں اور تین دن اہل مکہ شریف کو کھانا کھلایا۔ (دلائل النبوۃ اصفہانی 63)۔

فرمان عالیشان خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم

۱۔ فرمان حضرت سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

فرمایا جس نے کچھ مال خرچ کیا اور پڑھانے مولود شریف نبی اکرم ﷺ وہ جنت میں میرا ساتھی ہوگا۔

(نعمت کبریٰ تصنیف حضرت شیخ الاسلام علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ ص 7)

۲۔ فرمان حضرت سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

فرمایا جس نے تعظیم کی میلاد النبی ﷺ کی۔ بے شک اس نے اسلام کو زندہ کر دیا۔ (نعمت کبریٰ ص ۷)

۳۔ فرمان حضرت سیدنا حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ

فرمایا جو بھی اپنا مال خرچ کرے اُوپر پڑھنے میلاد شریف نبی اکرم ﷺ کے گویا وہ غزوہ بدر و حنین میں حاضر ہوا۔ (نعمت کبریٰ ص ۸)

۴۔ فرمان حضرت سیدنا حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ

فرمایا جس نے حضور ﷺ کے میلاد شریف کی تعظیم کی اور میلاد خوانی کا سبب بنا۔ وہ دنیا سے ایمان کی دولت کے ساتھ جائے گا۔ اور جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوگا۔ (نعمت کبریٰ ص ۹)۔

۵۔ فرمان حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ

فرمایا میرا دل چاہتا ہے کہ اگر میرے پاس کوہ احد کے برابر سونا ہو تو میں نبی پاک ﷺ کے میلاد شریف پڑھنے میں خرچ کردوں۔

(نعمت کبریٰ ص ۸)

۶۔ فرمان حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

فرمایا جس نے اپنے دوست احباب کو محفل میلاد کے لیے جمع کیا اور کھانے کا اہتمام کیا۔ مکان کو خالی کیا۔ اور احسان و اکرام کیا۔ خیرات وعطیات تقسیم کیے اور میلاد خوانی کرائی اللہ تعالیٰ اس کو صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ اٹھائے گا اور وہ جنت نعیم میں داخل ہوگا۔

(امام شافعی متوفی 202 ہجری نعمت کبریٰ ص ۸)

۷۔ فرمان خواجہ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ

فرمایا جس نے حضور ﷺ کے میلاد شریف کے موقع پر کھانے کا اہتمام کیا۔ اعزہ و اقربا کو جمع کیا۔ چراغاں کیا۔ نئے کپڑے پہنے۔ خوشبو

Marfat.com

سلگائی اور عطر لگایا۔ یہ سب اہتمام کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن انبیاء کرام علیہم السلام کے پہلے گروہ کے ساتھ اٹھائے گا۔

(خواجہ معروف کرخی متوفی 233 ہجری، نعمت کبریٰ ص ۸)

۸-فرمان خواجہ سری سقطی قدس سرہ

فرمایا جس نے ارادہ کیا اسی جگہ جانے کا جہاں میلاد شریف پڑھا جارہا ہو۔ گویا اس نے جنت کے باغوں میں سے ایک باغ میں جانے کا قصد کیا کیونکہ اس نے حضور ﷺ کی محبت میں ہی اس جگہ کا ارادہ کیا اور حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ (نعمت کبریٰ ۱۰)

۹-فرمان حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

فرمایا جو کوئی محفل میلاد النبی ﷺ میں حاضر ہوا اور تعظیم وتکریم میلاد شریف کی کرے وہ بے شک ایمان کے ساتھ کامیاب ہوا۔

(النعمت الکبریٰ علی العالم فی مولد سید ولد آدم ص ۸)

(مندرجہ بالا حوالہ جات کتاب "البرہان القوی فے میلاد النبی ﷺ کے 148 تا 184 سے اخذ کئے گئے)۔

اعتراض کرنے والے میلاد شریف کے پڑھنے پر۔ اس کی محافل منعقد کرتے پر اس پر خرچ کرنے پر ذرا مندرجہ بالا احادیث اور اقوال صالحین کرام کا پڑھ کر ذرا غور سے دھیان کر ٹھنڈے دل کے ساتھ فیصلہ خود ہی کریں۔

اس کے علاوہ اور کئی اعتراض کئے جاتے ہیں جن کا مختصر طور پر ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

مثلاً یہ کہ میلاد شریف کے موقع پر جھنڈیاں بہت لگائی جاتی ہیں۔ اور چراغاں کیا جاتا ہے یہ سب فضول خرچی میں آتا ہے جناب سے گذارش ہے کہ ذرا ان (احادیث کو پڑھیں جو میں نے اس کتاب میں مختلف کتب سے اخذ کر کے بیان کیں ہیں ان میں یہ بھی ہے کہ روز میلاد مصطفےٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبرائیل علیہ السلام تین بڑے بڑے جھنڈے لگائے ایک مشرق میں ایک مغرب میں ایک خانہ کعبہ شریف پر اور اس رات آسمان کے ستارے زمین کے نزدیک آگئے جس سے سارا جہان روشن ہو گیا اور حضور ﷺ کے نور سے ہر چیز روشن ہو گئی ہم تو بھائی اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق ہی کرتے ہیں۔

پھر اعتراض کیا جاتا ہے کہ جلوس نکالنے کو کوئی ثبوت نہیں اسکا جواب بھی انہیں احادیث میں ہے کہ روز میلاد مصطفےٰ ﷺ کے حضرت جبرائیل علیہ السلام فرشتوں کے جلوس میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے آئے تھے حوران جنت نے نغمے سنائے طرح طرح کے ساز وسامان کئے گئے۔ حضور ﷺ کی ہجرت مدینہ کے دوران جب حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ ستر شاہسواروں کے ہمراہ انعام کے لالچ میں آپ ﷺ کو گرفتار کرنے کے لیے آیا لیکن جب وہ بمع اپنے ساتھیوں کے حضور ﷺ کے سامنے ہوا تو فوراً آپ ﷺ کے دست مبارک پر اسلام قبول کر لیا اور پھر اس نے اپنی پگڑی کو اپنے نیزے کی نوک کے ساتھ باندھ کر جھنڈا بنایا اور اپنے سواروں کے ساتھ جلوس کی شکل میں آپ ﷺ کے ساتھ مدینہ شریف کی طرف روانہ ہوا۔ (سیرت ابن ہشام۔ مواہب الونیا) معزز ہستیاں جلوس کی ہی شکل میں آتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ عزوجل نے تو حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی میں اس سال سب حاملہ عورتوں کو لڑکے ہی عطا کئے اور اللہ تعالیٰ اس روز کی خوشی میں جانوروں، حیوانوں، حشرات کو پانی میں رہنے والے ہر جاندار کو بولنے کی طاقت عطا فرمادی حتیٰ کہ حجر اور شجر کو بھی بولنے کی طاقت مل گئی انہوں نے ایک دوسرے کو میلاد شریف کی مبارکیں دیں۔ درخت اور پتھر حضور ﷺ پر درود وسلام پڑھتے جب ان کے پاس سے آپ ﷺ گزرتے۔

ہم مٹھائی وغیرہ اس لیے بانٹتے ہیں کہ حضور ﷺ میٹھا بہت پسند فرماتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی پاک ﷺ میٹھا اور شہد بہت پسند فرماتے تھے۔ (ترمذی جلد دوئم 23)

Marfat.com

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا مومن کے ایمان کی چاشنی میٹھی ہے اور وہ میٹھے کو پسند کرتا ہے اور مومن کے شکم میں ایک خانہ ہے وہ نہیں بھرتا بغیر میٹھے کے (تفسیر روح البیان جلد دوئم جزء چہارم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کے عقد میں ام المؤمنین حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا آئیں تو ان کے ولیمہ کے دن میری امی ام سلیط رضی اللہ عنہا نے حلوہ بنا کر ایک پیالے میں ڈال کر مجھے دیا کہ حضور ﷺ کی خدمت میں ولیمہ کی خوشی میں حلوے کا تحفہ پیش کرو۔ میں نے حاضر خدمت کیا حضور ﷺ نے دعا فرمائی اور فرمایا پہلے صحابہ صفہ کو حلوہ کھلاؤ میں نے حکم کی تعمیل کی، تمام صحابہ صفہ رضی اللہ عنہ نے پر ہو کر حلوہ کھایا (جو کہ بہت بڑی تعداد میں یعنی سو سے اوپر تھے) لیکن میں یہ نہ جان سکا کہ حلوہ پیالہ میں اتنا ہی ہے جتنا پہلے تھا یا کہ اس سے بھی زیادہ پھر حضور ﷺ کی خدمت میں وہ پیالہ پیش کر دیا۔ (مشکوٰۃ شریف)

جس سال نور محمدی ﷺ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو تفویض ہوا۔ وہ فتح ونصرت، تروتازگی اور خوش حالی کا سال کہلایا۔ اہل قریش اس سے قبل معاشی بدحالی، عسرت اور قحط سالی میں مبتلا تھے ولادت پاک کی برکت سے اس سال اللہ تعالیٰ نے بے آب گیاہ زمین کو شادابی اور ہریالی عطا کی اور درختوں کی پژمردہ شاخوں کو ہرا بھرا کر کے پھلوں سے لاد دیا۔ اہل قریش اس سال ہر طرف سے خیر کثیر پانے سے خوش حال ہو گئے۔

(خصائص کبریٰ جلد اوّل 47) (سیرت حلبیہ اوّل 78) (انوار محمدیہ 22)۔

قارئین حضرات میلاد شریف نبی اکرم ﷺ کے بارے اختصار کرتے کرتے بھی بہت کچھ لکھا گیا اگر اللہ تعالیٰ اسکو پڑھ کر اس پر عمل کرنے کی توفیق بخشے ویسے تو اس موضوع پر کئی کتب لکھی جا سکتی ہیں۔ لیکن اتنے پر اکتفا کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ ہر ایک مسلمان کو میلاد شریف پڑھنے پڑھوانے۔ مجلس منعقد کرنے اور ایسی محافل میں جانے کی توفیق دے اس پر خوشی کے اظہار کے لیے زیادہ سے زیادہ خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کے صدقے سب مسلمانوں کی بخشش فرمائے آمین پھر بھی جس نے نہیں ماننا وہ نہ مانے اور شیطان کی طرح روتا رہے کیونکہ حضور ﷺ کے ولادت کے وقت ابلیس نے زبردست چیخ ماری تھی۔ اور بہت رنجیدہ ہوا کہ اب اس کا پہلے کی طرح کام نہیں بنے گا۔

میلاد شریف کے متعلق مزید حوالہ جات

اعتراض:۔ بہت علماء فرماتے ہیں کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے میلاد شریف سے منع فرمایا ہے اور ان کی مشہور کتاب ''مکتوبات مجددیہ'' پیش کی جاتی ہے۔ جواب کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''مکتوبات مجددیہ'' سے مکمل عبادت پیش کی جاتی ہے۔

جواب:۔ فارسی عبارت کا اردو ترجمہ: میلاد شریف میں اچھی آواز سے قرآن پاک پڑھنا اور نعت ومنقبت کے قصائد پڑھنے میں کیا حرج ہے! منع تو یہ ہے کہ قرآن پاک کے حرف کو تبدیل وتحریف کیا جائے اور الحان (سرتال) کے طریق سے آواز کو پھیرا جائے اور اس کے مناسب تالیاں بجائی جائیں اور یہ شعر میں بھی ناجائز ہے۔ اگر ایسے طریقے سے ذکر میلاد کریں کہ قرآنی کلمات میں تحریف واقع نہ ہو اور قصائد وغیرہ پڑھنے میں شرائط مذکورہ ملحوظ ہیں اور اس کو بھی صحیح غرض سے تجویز کریں تو پھر کوئی مانع نہیں۔ (مکتوبات شریف جلد سوم مکتوب 72)

تشریح:۔ یہ عبادت مخالفین بطور دلیل پیش کرتے ہیں اصل مراد حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ ہے کہ نعت خوانی میں تالیاں بجانا اور قرآن پاک کے حروف کو بگاڑ کر پڑھنا اور ریا کاری اور ڈھول باجے کے ساتھ میلاد پڑھنے سے منع فرمایا۔ اور اگر صحیح طریقہ سے قرآن پاک پڑھا جائے اور نعت ومنقبت اور قصائد پڑھے جائیں اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ ایسے میلاد شریف کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ یہ تھا مخالفین کے پاس بڑا ہتھیار جس کے ذریعے وہ سادہ لوح۔ مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ اور ہمارے بزرگوں کو بدنام کرتے ہیں۔

اعتراض:۔ بہت علماء دیوبند سادہ لوح لوگوں میں یہ چرچا کرتے ہیں۔ کہ اعلیٰ حضرت علامہ شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فتویٰ ہے کہ آپ قدس سرہ محفل میلاد منعقد کرنے کو حرام جانتے تھے۔

جواب:۔ جو فتویٰ اعلیٰ حضرت کا یہ لوگ پیش کرتے ہیں وہ حرف بحرف پیش کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

سوال: مجلس میلاد حضور خیر العباد ﷺ میں جو شخص تارک نماز، شرابی، ڈاڑھی منڈھانے یا کترانے والا بے وضو، موضوع روایات سے تنہا یا دو چار آدمیوں کے ساتھ مل کر مولود شریف پڑھتا ہو۔ ایسے شخص سے مولود پڑھوانا یا اس کو مسند یا ضمیر پر بٹھانا جائز ہے یا ناجائز ہے۔ ایسے شخص سے رب العزت اور نبی اکرم ﷺ کی روح مبارک خوش ہوتی ہے۔ یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسی مجالس پر رحمت نازل کرتا ہے۔ یا نہیں حضور ﷺ ایسی مجالس میں تشریف لاتے ہیں یا نہیں! (بینوا)۔

جواب:۔ افعال مذکورہ سخت کبائر ہیں ان کا مرتکب سخت فاسق فاجر مستحق عذاب وعتاب رحمٰن اور دنیا میں موجب ہزاراں ذلت اور بوجہ خوش آوازی ایسے آدمی سے مجلس پڑھوانا حرام ہے۔ روایات موضوع پڑھنا بھی حرام ہے۔ سننا بھی حرام ہے ایسی مجلس سے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ کمال ناراض ہیں۔ ایسی مجالس اور ان کا پڑھنے والا اس حال سے آگاہی پا کر بھی حاضر ہونے والا سب مستحق سزا عذاب الٰہی ہیں۔ جتنے حاضرین ہیں سب وبال میں جدا جدا گرفتار ہونگے اور ان سب کے وبال برابر ان پڑھنے ولواں پر وبال ہوگا۔ ہزار شخص حاضر ہے تو ہزار گناہ اور اس کذاب قاری پر ایک ہزار گنا اور بانی محفل پر دو ہزار دو گنا۔ ایک ہزار حاضرین کے۔ ایک ہزار ایک گناہ اس کذاب قاری کے اور ایک خود اپنا گنا۔ پھر یہ شمار ایک ہی بار نہ ہوگا۔ بلکہ جس قدر روایات موضوعہ وہ جاہل قاری پڑھے گا۔ ہر روایت ہر کلمہ پر یہ حساب وبال وعذاب ہوگا اور رسول اللہ ﷺ کی ذات عالیہ پاک ومنزہ ہیں۔ اس سے کہ ایسی ناپاک مجلس میں تشریف فرما ہوں۔ البتہ وہاں تو ابلیس وشیاطین کا اجتماع ہوگا۔

(کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا خان بریلوی عفی عنہ مجموعہ فتاویٰ قلمی باب 496 تا 493)

تشریح:۔ یہ ہے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ کا وہ فتویٰ جس کو یہ لوگ دنیا کے سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے بیان کرتے ہیں۔ حالانکہ اس فتویٰ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ کو بغور پڑھا جائے تو میلاد شریف کی عظمت وفضیلت وطہارت کو اجاگر کرتا ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ کا منشا اس فتویٰ میں یہ پایا جاتا ہے کہ رب عظیم کا عظیم محبوب اور اس عظیم محبوب کی عظیم محفل میں شرابی' غیر شرح لوگ وکذاب' تارک نماز بے وضو لوگ بالکل داخل نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ محفل اتنی پاکیزہ ومنزہ ومعطر ومطہر ہے کہ ایسے لوگوں کا وہاں شریک تو کجا گزر تک نہیں ہونا چاہئے۔ اگر میلاد شریف کے نام پر منعقد کی گئی محفل شرابیوں سے تارک الصلوٰۃ سے۔ داڑھی منڈانے یا کترانے والے سے اور کذاب بے وضولوگوں کو بانی محفل جان بوجھ کر اکٹھے کرتا ہے تو واقعی ساری کی ساری محفل مستحق ثواب نہ ہوگی بلکہ مستحق عذاب ہے کیونکہ یہ ظاہراً باطناً مسلمانوں کی نہیں بلکہ دراصل شیطانوں کی محفل ہوگی۔ اس فتویٰ عالیہ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے جیسے میلے کپڑے کو دھوبی مصالحے ڈال کر اس پر ضربیں لگاتا ہے اور اس کپڑے میں سے تمام تر ذرہ ذرہ میل کچیل نکال کر نچوڑ کر باہر کرتا ہے اور اس کے اصل شفاف وصاف رنگ نکھارتا ہے اور اس کپڑے کی زینت کو چار چاند لگا دیتا ہے۔ اس طرح اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے یہ فتویٰ صادر فرما کر میلاد شریف کی محافل کی حقیقی آن بان کو اجاگر فرمایا ہے اس فتویٰ میں میلاد شریف کی محافل کو پاکیزہ ومنزہ رکھنے کی تاکید فرمائی ہے۔ تاکہ تمام کائنات میں اعلیٰ وارفع شان جیسے حضور سرور کائنات ﷺ کی ہے اسی طرح آپ ﷺ کے ذکر پاک کی محفل بھی حضور ﷺ کے شان شایاں ہو۔

مندرجہ بالا فتویٰ اور حضرت مجدد پاک علیہ الرحمتہ کے مکتوبات شریف کو مخالفین میلاد شریف اور غیر شرع لوگوں کو مدعو کرنے والے حضرات اور ان سے نعت' منقبت اور قصائد سننے والے' دف بجا کر نعت خوانی کرنے والوں کی نعت کو سننے والے اور تارک نماز بے وضو لوگوں کو بلا کر ان سے فلمی گانوں کی طرز پر نعت خوانی کرانے والے' سننے والے اور خود نعت خوانی کرنے والے۔ قرآن پاک کے حروف کو خوش الحانی آواز سے تحریف کرنے والے اور موضوعہ روایات بیان کرنے والے اور سننے والے غور سے پڑھیں اور اس سے سبق حاصل کر کے اپنی عاقبت کا سامان پیدا کریں۔

میں (مؤلف) یہاں عرض کروں گا کہ جو لوگ حضور ﷺ کے بوقت ہجرت مدینہ شریف انصار کی لڑکیوں کا دف بجا کر' شعار حضور ﷺ کی شان میں گا کر استقبال کرنے والی حدیث کا حوالہ دے کر دف بجانا جائز سمجھتے ہیں وہ بہت غلط کرتے ہیں کیونکہ وہ زمانہ اسلام کا ابتدائی زمانہ تھا اور لوگ اسلام کے متعلق صحیح معلومات سے محروم تھے۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے دف بجانے سے منع کر دیا تھا۔

Marfat.com

حضور سیدی حضرت علی بن عثمان المعروف داتا گنج بخش ہجویری لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''کشف المحجوب'' اور ترجمہ از حضرت مفتی سید غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ 29 باب صفحہ 569 پر فرماتے ہیں۔

سماع کرنے والے دو قسم کے لوگ ہیں۔ایک فقط معنی کو سننے والا دوسرے جو آواز کو سنتے ہیں معنی سے کوئی مطلب نہیں رکھتے ان دونوں طریقوں میں فوائد بھی ہیں۔اور نقصانات بھی سریلی آوازوں کو سننا غلبہ معنی کی وجہ سے ہوتا ہے۔جو فطرت انسانی میں داخل ہے چنانچہ اگر معانی حق ہیں۔تو سماع بھی حق ہے اور معنی باطل ہے تو سماع بھی باطل ہے اس بناپر جس شخص کی طبیعت میں فساد ہوتا ہے اور وہ جو کچھ سنتا ہے وہ سب فساد بن جاتا ہے۔اور یہ سب معانی حضرت داؤد علیہ السلام کی حکایات میں آتے ہیں۔کہ جب خدا تعالیٰ نے ان کو خلیفہ کائنات بنایا تو خوش الحانی دی آپ علیہ السلام کے گلے کو ساز بنادیا پہاڑوں کو آپ علیہ السلام کی خوش الحانی ذریعہ بنادیا۔حتیٰ کہ وحشی جانور، پرندے، پہاڑوں اور جنگلوں سے آپ علیہ السلام کی خوش الحانی سننے کے لیے جمع ہو جاتے۔بہتے ہوئے پانی رک جاتے،اڑتے ہوئے پرندے گر پڑتے آثار وروایات میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام جس جنگل میں خوش الحانی کرتے وہاں کے جانور ایک ماہ تک کچھ نہ کھاتے پیتے بچے نہ دودھ مانگتے نہ روتے۔اکثر لوگ لحن داؤدی کی لذت میں فوت ہو جاتے حتیٰ کہ ایک روایت کے مطابق سات سو جوان لونڈیاں اور بارہ ہزار بڈھے مر گئے۔حق تعالیٰ نے حقیقت پسند اور خواہش نفس سے سماع کرنے والوں میں امتیاز کر دیا ہے۔جس سے ابلیس کا حربہ شروع ہو گیا اور وسوسہ کے ذریعے بہکانے کا پروگرام بنایا۔اس نے اپنے حربوں کو استعمال کرنے کی اجازت مانگی تو اسے مل گئی اس بناپر اس نے بانسری اور طنبورے بنائے اور حضرت داؤد علیہ السلام کے بالمقابل محفل سماع قائم کی حتیٰ کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے سننے والے دو جماعتوں میں تقسیم ہو گئے اہل سعادت حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ اور اہل شقاوت شیطان کے پیرو بن گئے۔

اہل معنی حضرت داؤد علیہ السلام کی ظاہری اواز پر مائل نہ تھے، بلکہ حقیقت پسند تھے کیونکہ وہ سب حق شناس اور حق بین تھے وہ شیطان کی محفلوں کو آزمائش اور مجلس داؤدی کو ذریعہ ہدایت جانتے حتیٰ کہ انہوں نے دونوں گروہوں کے اصل معاملات کو معلوم کر لیا صحیح کو صحیح اور غلط کو غلط دیکھ کر کنارہ کش ہو گئے اور سب تعلقات سے منہ موڑ کر حق تعالیٰ سے رشتہ جوڑ لیا چنانچہ اس شخص کا حال سماع کے متعلق ایسا ہو وہ جو کچھ سنے حلال ہے۔

قارئین حضرات مندرجہ بالا بیان صرف اس لیے بیان کیا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ بانسری یا طنبورے کس نے ایجاد کئے اور کیوں کئے اور کن لوگوں کو سماع کا سننا حلال ہے۔

میلاد شریف کے بارے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے عربی اشعار کا اردو ترجمہ پیش کیا جاتا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

نمبر۱۔آپ ﷺ وہ ذات پاک ہیں اگر آپ کی ذات اقدس نہ ہوتی تو کوئی شخص پیدا نہ کیا جاتا۔بلکہ آپ نہ ہوتے تو جملہ کائنات ہی پیدا نہ ہوتی۔

نمبر۲۔آپ ﷺ وہ ذات گرامی ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی لغزش کے بارے میں آپ کا وسیلہ ٹھہرایا تو کامیاب ہو گئے حالانکہ وہ آپ کے جد بزرگوار ہیں۔

نمبر۳۔آپ ہی کے ذریعے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تو ان کے لیے آگ ٹھنڈی ہو گئی اور آپ ﷺ کے جمال کے نور سے بجھ گئی۔

نمبر۴۔اور حضرت ایوب علیہ السلام نے اس مصیبت اور سختی میں آپ کو پکارا۔پس جس وقت آپ کو یاد کیا ان کی سب مصیبتیں جاتی رہیں۔

نمبر۵۔اور اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہمیشہ زندگی میں آپ ﷺ ہی کا وسیلہ پکڑا،اور قیامت کے دن بھی آپ ہی کے ظل حمایت میں پناہ لیں گے۔

Marfat.com

نمبر ۶۔ یہ آپ ﷺ کی ذات بابرکات ہے جن کے متعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آکر خوش خبری دی اور آپ کے حسن و جمال کے اوصاف بیان کئے اور آپ کے علو شان اور مرتبہ کی مدح سرائی کی۔

نمبر ۷۔ جملہ انبیاء و رسل اور ساری مخلوق اور فرشتے اور سب سلاطین قیامت کے دن آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

نمبر ۸۔ اے تمام موجودات سے بزرگ ترین! اے خزانہ مخلوقات! مجھے اپنی بخشش سے بخشئے اور اپنی رضامندی سے راضی فرمایئے۔

نمبر ۹۔ میں آپ ﷺ کی بخشش کا حریص ہوں اور بجز آپ کے مجھ ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی یار و مددگار نہیں ہے۔

(قصیدہ النعمان از امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ۔

"اے اللہ! میرا کوئی عمل ایسا نہیں ہے جسے آپ کے دربار میں پیش کرنے کے لائق سمجھوں۔ میرے تمام اعمال میں فساد نیت موجود رہتی ہے۔ البتہ مجھ حقیر فقیر کا ایک عمل صرف تیری ذات پاک کی عنایت کی وجہ سے ہے جو بہت شاندار ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مجلس میلاد شریف کے موقع پر میں کھڑے ہو کر سلام پڑھتا ہوں اور نہایت ہی عاجزی و انکساری محبت و خلوص کے ساتھ تیرے حبیب ﷺ پر درود و سلام بھیجتا رہا ہوں۔ اے اللہ! وہ کونسا مقام ہے جہاں میلاد پاک سے زیادہ تیری خیر و برکت کا نزول ہوتا ہے اس لیے اے ارحم الراحمین! مجھے پکا یقین ہے کہ میرا یہ عمل کبھی بیکار نہ جائے گا بلکہ یقیناً تیری بارگاہ میں قبول ہوگا اور جو کوئی درود و سلام پڑھے اور اس کے ذریعے دعا کرے وہ کبھی مسترد نہیں ہو سکتی۔

(اخبار الاخیار، ۳۴۷ از شیخ عبدالحق دہلوی)

میلاد شریف کے بارے میں شاہ عبدالرحیم دہلوی قدس سرہ العزیز کا عقیدہ۔

ترجمہ: میرے والد بزرگوار نے خبر دی کہ میں میلاد النبی ﷺ کے روز کھانا پکوایا کرتا تھا۔ میلاد پاک کی خوشی میں۔ ایک سال میں اتنا تنگ دست تھا۔ کہ میرے پاس کچھ نہ تھا۔ مگر کچھ چنے بھنے ہوئے تھے۔ میں نے وہی لوگوں کو تقسیم کر دیئے تو خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کے روبرو بھنے ہوئے چنے رکھے ہوئے ہیں اور آپ ﷺ بہت شاد و بشاش ہیں۔

(الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین ﷺ از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ۔

ترجمہ: مکہ معظمہ میں حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے دن میں ایک ایسی محفل میلاد میں شریک ہوا جس میں لوگ آپ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں ہدیہ درود و سلام عرض کر رہے تھے اور وہ واقعات بیان کر رہے تھے۔ جو آپ ﷺ کی ولادت کے موقع پر ظاہر ہوئے اور جن کا مشاہدہ آپ ﷺ کی بعثت مبارکہ سے پہلے ہوا۔ تو اچانک میں نے دیکھا کہ اس محفل پر انوار و تجلیات کی برسات شروع ہوگئی۔ انوار کا یہ عالم تھا کہ مجھے اس بات کی ہوش نہیں کہ میں نے یہ سب کچھ ظاہری آنکھوں سے دیکھا تھا یا فقط باطنی آنکھوں سے بہر حال جو بھی ہوا میں نے غور و خوض کیا تو مجھ پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ یہ انوار ان ملائکہ کی وجہ سے ہیں جو ایسی مجالس میں شرکت پر مامور کئے جاتے ہیں اور میں نے دیکھا کہ انوار ملائکہ کے ساتھ ساتھ رحمت باری تعالیٰ کا نزول بھی ہو رہا ہے۔ (فیوض الحرمین ۸۰ از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ السلام)

میلاد شریف کے بارے میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ۔

سوال:۔ میلاد شریف کی عشرہ محرم کی مجالس منعقد کرنا کیسا ہے؟

جواب:۔ سال میں دو مجلسیں فقیر کے مکان پر منعقد ہوا کرتی ہیں مجلس ذکر میلاد شریف اور مجلس شہادت امام حضرت عالی مقام حسین رضی اللہ عنہ اور یہ مجلس بروز عاشورہ یا اس سے ایک دو دن قبل ہوتی ہے چار پانچ سو آدمی بلکہ ہزار آدمی جمع ہوتے ہیں۔ اور درود شریف پڑھتے ہیں اس کے بعد جب

Marfat.com

فقیر آتا ہے لوگ بیٹھ جاتے ہیں تو فضائل حسین رضی اللہ عنہ کا ذکر جو حدیث شریف میں وارد ہے بیان کیا جاتا ہے اور صحیح صحیح احادیث جوان دونوں اتفاقات کے مطابق ہوں بیان کی جاتی ہیں۔ پھر ختم قرآن پاک کیا جاتا ہے اور پانچ آیت پڑھ کر کھانے کی جو چیز موجود رہتی ہے اس پر فاتحہ کیا جاتا ہے اور اس اثنا میں اگر کوئی شخص خوش الحان سلام پڑھتا ہے یا شرعی طور پر مرثیہ پڑھنے کا اتفاق ہوتا ہے تو اکثر حاضرین مجلس اور اس فقیر کو بھی حالت رقت وگریہ لاحق ہو جاتی ہے۔ اس قدر عمل میں آتا ہے اگر یہ سب کچھ فقیر کے نزدیک اس طریقہ سے جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے جائز نہ ہوتا تو ہرگز فقیر ان چیزوں پر اقدام نہ کرتا اور اس کے علاوہ اور امور دیگر جو خلاف شرع ہیں ان کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

(والسلام 1238ھ فتاوی عزیزیہ اردو ترجمہ سعید کمپنی کراچی 177)

(مندرجہ بالا حوالہ جات حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے لے کر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تک کتاب ''البرہان القوی فی میلاد النبی ﷺ سے اخذ کئے گئے ہیں)

اس فقیر کے پیرومرشد آقا ومولیٰ پیر سید الحاج عظمت علی شاہ صاحب بخاری المعروف چن جی سرکار دامت برکاتہم العالیہ آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف کا میلاد شریف کے بارے عقیدہ اور فرمان مبارک

اس فقیر کے پیرومرشد اپنی رہائش گاہ پر ربیع الاول شریف کی پہلی تاریخ کو ہر سال محفل میلاد النبی ﷺ منعقد کرتے ہیں جس میں دور نزدیک سے ہزاروں مسلمان اس میں شرکت کرتے ہیں اور وسیع پیمانے پر لنگر شریف کا انتظام فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ بیلیوں باشرع لوگوں کو اس میں شرکت کی دعوت ہے بغیر شرع لوگوں کو دعوت نہیں اور یہ اعلان بھی ہر سال کرتے ہیں اور نعت خوان حضرات کی بہت خدمت کرتے ہیں۔

ہمیشہ اس موقع پر بھی اور اس سے قبل دو تین جمعہ کے اجتماع میں بھی شرکت کا اعلان فرما کر دعوت فرماتے ہیں۔ اور سب حاضرین کو بہت تلقین تاکید کے ساتھ فرماتے ہیں کہ بیلیوں سب اپنے اپنے گھروں میں محفل میلاد منعقد کیا کرو اور زیادہ سے زیادہ محافل میں شرکت کیا کرو۔ اس سے بڑھ کر کوئی اور عمل اچھا نہیں ہے۔

اور محافل میلاد شریف ہر کوئی اپنی اپنی طاقت کے مطابق منعقد کرے اور درود وسلام کی کثرت کا خاص طور پر حکم فرماتے ہیں۔ اپنے رہائش گاہ منعقد ہونے والی محفل میلاد پاک میں کبھی بھی داڑھی منڈے یا کترانے والے نعت خوان کو دعوت نہیں دیتے باشرع لوگ پڑھنے والے اور سننے والے بھی باشرع لوگ ہوتے ہیں۔ مجھے اس فقیر کو حکم فرمایا گیا ہے کہ داڑھی منڈے اور داڑھی کترانے والے نعت خوان جس محفل میں ہوں۔ وہاں ان کی نعت خوانی نہیں سننی، یہ میرے پیرومرشد، آقا، مولیٰ کا میلاد شریف کے بارے عقیدہ ہے۔

میلاد شریف کے بارے میں حاجی امداداللہ مہاجر مکی قدس سرہٗ کا عقیدہ

فقیر کا مشرب یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوتا ہوں۔ بلکہ برکات کا ذریعہ سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف ولذت پاتا ہوں۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ از حاجی امداداللہ مہاجر مکی ص ۹ بحوالہ کتاب ''البرہان القوی' ص ۲۰۶)

قارئین حضرت میلاد شریف کے مضمون پر کافی کچھ بیان ہو چکا ہے جو چاہے اس پر عمل کر کے کامیاب ہو جائے اور جو چاہے اسکا انکار کر کے شیطان کا ساتھی بن جائے۔

اس دور میں بعض جگہ یہ خرابی آئی ہے کہ بعض نام نہاد مسلمان میلاد شریف کی محافل کو بھی صرف دنیاوی طرز پر بنانا چاہتے ہیں مثلاً غیر شرع لوگوں کو مدعو کر کے صرف سریلی آواز سننے کے لیے ان کی بے دریغ خدمت کرتے ہیں اور ریاکاری ظاہر کرنے کے لیے بے شمار کرنسی کے نوٹوں کو اچھال کر پھینکتے ہیں تاکہ لوگ دیکھ لیں فلاں شخص بڑا دولتمند ہے اور بعض کو مووی پر فلمیں بنوانے کا شوق ہوتا ہے۔ اور کچھ چند شرپسند ہوتے ہیں جن کا مشن ہی یہی ہوتا ہے کہ ایسی دینی محافل کو اور جلوس میلاد شریف میں گڑبڑ کر کے صرف حسد کی بنا پر ماحول کو خراب کرنا ہوتا ہے اور کئی چھوٹی

Marfat.com

ناجائز حرکتیں کرتے ہیں لیکن اسکا یہ مطلب نہیں میلاد شریف کی محفل ہی منعقد نہ کریں اور جلوس میلاد شریف کا اہتمام ہی نہ کیا جائے۔ بلکہ ایسی قباحتوں کو ختم کرنے کے لیے ہر باشعور آدمی کا فرض بنتا ہے کہ تمام برائیاں ختم کر کے صحیح معنوں میں ایسی محافل کو اور جلوس کو ہر قسم کی گندگی اور قباحت سے پاک رکھا جائے اور آخرت کی کامیابی کا سامان پیدا کیا جائے جیسے بالکل اسی طرح جس طرح مسجد میں کوئی گندگی لگ جائے یا کتا بلا یا حرام جانور داخل ہو جائے تو اس گندگی اور جانور کو باہر نکال کر مسجد کو پاک صاف رکھا جاتا ہے نہ کہ مسجد کو گرا دیا جائے۔ اور جس طرح حضور ﷺ نے فتح مکہ کے وقت خانہ کعبہ شریف کو بتوں سے پاک کیا تھا۔ یعنی جو بت ناپاک یا تصویریں ناپاک تھیں ان کو خانہ کعبہ شریف سے نکال کر خانہ کعبہ شریف کو پاک کیا گیا تھا نہ کہ خانہ کعبہ کو گرایا گیا تھا۔

اسی طرح میلاد شریف کے پروگرام کو بھی ہر قسم کی خرابیوں سے پاک صاف رکھا جائے۔ نہ کہ اس میں شامل ہونا ہی ترک کر دیا جائے اور جو اس کے انعقاد کی مخالفت کرتا ہے وہ مومن نہیں ہو سکتا وہ پکا منافق ہے اور شیطان اس کا ساتھی ہے۔ اس لیے ایسے پروگراموں میں بڑھ چڑھ کر شامل ہونا چاہیے۔ تمہارے چند آدمیوں کے اس میں شامل نہ ہونے کی وجہ سے یا بے جا تنقید یا اعتراض سے میلاد شریف کی شان و شوکت میں کوئی فرق نہیں پڑتا بلکہ تم نے اپنی عاقبت ہی خراب کرنی ہے تو کر لو۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے تو اپنے حبیب ﷺ کا ذکر پاک اپنے وعدہ کے مطابق زیادہ کرنا ہے یعنی ہر آنے والا دن پہلے دن کی نسبت سے زیادہ ذکر کرنے والا ہوگا۔ انشاء اللہ۔

عورتوں کی محافل میلاد شریف

مردوں کی طرح عورتیں بھی بڑے ذوق شوق سے میلاد شریف کی محافل منعقد کرتیں ہیں بہت اچھا کرتیں ہیں کیونکہ وہ بھی حضور ﷺ کی امت سے ہیں ان کا حق بھی ہے کہ حضور ﷺ کی محبت کا اظہار کر کے اپنی آخرت کا کامیابی حاصل کرنے کے لیے میلاد شریف کی محافل اپنے گھروں میں منعقد کریں لیکن ان کی محافل میں مؤلف نے کچھ خرابیاں دیکھیں ہیں۔ جو کہ عام ہیں ان کو ختم کر کے محافل کو پاک صاف رکھ کر کامیابی حاصل کریں۔ ان خرابیوں کا اظہار یہاں کرنا ضروری سمجھ کر یہاں ان کی نشاندہی کرتا ہوں۔

نمبر ۱- سب سے پہلی خرابی تو یہ ہے اور جو بہت زیادہ ہے کہ عورتیں محافل میں شریک ہونے کے لیے بہت تعداد میں بغیر پردہ کے محافل میں جاتی ہیں اور چونکہ عورت کے لیے قرآن پاک وحدیث کی روشنی میں پردہ غیر محرم مردوں سے کرنے کی بہت تاکید آئی ہے۔ اس لیے بغیر پردہ کے اپنے گھر سے باہر نکلنا سخت گناہ ہے بجائے ثواب حاصل کرنے کے وہ گناہ حاصل کرتیں ہیں۔

نمبر ۲- عورت کے بارے شریعت میں یہ حکم آیا ہے کہ اس کی آواز گھر کی چاردیواری سے باہر غیر محرم مردوں کے کانوں تک نہیں پہنچی چاہیے اس کی آواز باہر نہ سنائی دے۔ یہاں تو معاملہ بالکل الٹ ہو گیا ہے۔ محفل میلاد پڑھنے والی معلمات صاحبہ نے لاؤڈ سپیکر کا استعمال شروع کر دیا ہے جس کی وجہ سے معلمہ صاحبہ کی آواز دور دور تک سنائی دیتی ہے اس طرح وہ خود بھی گناہ کی مرتکب ہوئی اور پھر ساری عورتوں کو جو اس محفل میں شریک ہیں ان کو بھی گناہ گار کر دیا اس برائی کو سختی کے ساتھ ختم کرنا چاہیے۔

نمبر ۳- مردوں کی طرح ان میں بھی ان عورتوں کی اکثریت ہوتی ہے جو بے نماز ہوتیں ہیں کبھی نماز پڑھی ہی نہیں اور چلیں ہیں محفل میلاد میں حاضر ہونے کے لیے۔ اور پھر غیبت کرنے پر ریکارڈ قائم کر دیتی ہیں۔ اس لیے یہ فقیر اپنی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں سے پرزور اپیل کرتا ہے کہ خدارا اس کے سچے اور پیارے حبیب ﷺ کی محافل ضرور منعقد کرو اور ان میں شرکت کرو۔ لیکن باپردہ، باوضو ہو کر اور اپنی زبانوں کو اپنے قابو میں رکھ کر ان میں شرکت کرو اور ساتھ ساتھ پانچ وقت کی نماز کی پابندی کرو کیونکہ نماز کسی حالت میں بھی معاف نہیں اور قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا ہی حساب ہونا ہے اللہ تعالیٰ سب کو اس نیک کام کی توفیق فرمائے۔ ایک اور اعتراض ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی پیدائش کا دن ۱۲ ربیع الاوّل ہے اور وفات کا بھی وہی دن ہے۔ صرف پیدائش پر خوشیاں منائی جاتی ہیں۔ وفات پر غم اور افسوس نہیں کیا جاتا۔

تو بھائی مختصر طور پر میں عرض کروں گا ہمارا ایمان اور پختہ عقیدہ ہے کہ ہمارے نبی محترم ﷺ اس عالم دنیا سے اگلے عالم برزخ میں منتقل

Marfat.com

ہوئے ہیں موت کا ذائقہ ہی چکھا جاتا ہے نہ کہ ابدی موت ہوتی ہے اس لیے ہمارے نبی پاک ﷺ ظاہری زندگی کی طرح اب بھی عالم برزخ میں زندہ ہیں ہماری فریادیں سنتے ہیں اور ہماری مدد فرماتے ہیں ہمارا درود پاک سنتے ہیں اور اسکا جواب بھی فرماتے ہیں بلکہ ظاہرہ زندگی کی بجائے زیادہ ہماری فریادوں کے سنتے اور امداد فرماتے ہیں۔ اس لیے ہمیں ان کی موت کا کوئی غم نہیں صرف ان کی ولادت کی خوشی اور اگلے جہان میں منتقل ہونے کی بھی خوشی ہے اس لیے ہم آپ ﷺ کی جشن ولادت پر خوشیاں مناتے ہیں۔ تو قارئین جن کا عقیدہ یہ ہے کہ ان کا نبی مر گیا ہے مٹی میں مل گیا اب کچھ نہیں کرسکتا۔ نعوذ باللہ۔ وہ بے شک جشن ولادت پر خوشی نہ کریں۔ ہمیں ان سے کچھ غرض نہیں ہے وہ بے شک ساری عمر غم اور افسوس کا اظہار کر کے روتے رہیں۔

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سب سے بہتر فیصلہ فرمائیں گے اس مضمون کے آخر میں اللہ تعالیٰ سے التجا کرتا ہوں کہ وہ اپنے حبیب کبریا ﷺ کے طفیل اور صدقہ سے مجھے اور سب مومنوں کو اس کتاب کو پڑھ کر اس پر عمل کرنے والوں کو اپنی اور اپنے حبیب ﷺ کی سچی محبت ہر چیز سے بڑھ کر حتیٰ کہ ہماری جانوں سے بھی زیادہ محبت عطا فرمائے امین۔

جس کو آپ ﷺ کی سچی اور پکی محبت نصیب ہوگئی وہ انشاء اللہ تعالیٰ اس جہان میں اور اگلے جہاں میں بھی کامیاب اور کامران ہوگا۔

(مؤلف)

لیکن موجودہ دور میں جبکہ محافل میلاد محافل نعت زور وشور سے منعقد کی جاتی ہیں اب ہر ایک کی زبان سے درود و سلام اور نعتیہ اشعار کی آواز سنائی دیتی ہے اور گانوں اور فحش طرح کے ماہیے پنجابی یا غلط قسم کے عشقیہ اشعار اب سنائی نہیں دیتے۔ آپ نے یہ تجربہ کیا ہوگا اگر پہلے نہیں کیا تو اب کر کے دیکھ لیں۔ فقیر نے اپنی زندگی میں یہ دیکھا ہے کہ میری جوانی کے وقت جب کہ محفل زیادہ نہ منعقد ہوتیں تھیں۔ ہر چھوٹے بڑے اور عورت ومرد کی زبان پر فحش گانوں کے بول یا پنجابی ماہیئے اور فلمی گانوں کے بول ہی نکلتے تھے۔

Marfat.com

ذکرِ رضاعت

(مواہب اللدنیہ جلد اوّل کا ص ۹۳ تا ۱۰۶ نقل کیا جاتا ہے)

(صوفیاء میں سے اہل اشارہ نے) ذکر کیا کہ جب نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو کہا گیا کہ اس دریتیم کی پرورش کون کرے گا؟ جس کی مثل کسی کا مقام نہیں۔ پرندوں نے کہا ہم اس بچے کی ذمہ داری اٹھاتے ہیں اور اس کی خدمت عظیمہ کو غنیمت جانتے ہیں۔ جنگلی جانوروں نے کہا: ہمیں اس کا زیادہ حق ہے کہ یہ شرف عظمت ہم حاصل کریں۔ چنانچہ زبان قدرت سے اعلان ہوا کہ اے تمام مخلوق! بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنی سابقہ حکمت قدیمہ میں لکھ دیا ہے کہ اس کے نبی کریم کو دودھ پلانے کا شرف حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہوگا۔

(مواہب اللدنیہ مقصد اوّل ص ۹۴-۹۳)

حدیث حلیمہ رضی اللہ عنہا

ابن اسحق، ابن راہویہ، ابویعلیٰ، طبرانی، بیہقی اور ابونعیم رحمہم اللہ کی روایت کے مطابق حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا بنت ابوذویب عبداللہ بن حارث سعدیہ[1] فرماتی ہیں: میں بنوسعد بن بکر کی کچھ خواتین کے ہمراہ مکہ مکرمہ آئی، یہ قحط کا سال تھا اور ہم دودھ پینے والے بچے تلاش کر رہے تھے۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم جلد اوّل ص ۴۶)

میں اپنی ایک دراز گوش پر آئی اور میرے ساتھ ہمارا ایک بچہ (عبداللہ بن حارث) اور بوڑھی اونٹنی تھی اللہ کی قسم وہ ایک قطرہ دودھ نہیں دیتی تھی اور ہم (بھوک کی شدت کی وجہ سے) بچے سمیت رات بھر نہ سوئے۔ میرے پستانوں میں اس قدر دودھ نہ تھا کہ بچے کو کافی ہوتا اور اونٹنی کا دودھ بھی نہ تھا کہ غذا کا کام دیتا۔ (السیرۃ النبوۃ لابن ہشام جلد اوّل ص ۱۰۸، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد اوّل ص ۱۳۳)

ہم مکہ مکرمہ پہنچے اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم میں سے جس عورت کو معلوم ہوا اس رسول اللہ ﷺ کو پیش کیا گیا ہر عورت نے انکار کر دیا۔ قسم بخدا! میری تمام ساتھی عورتوں نے کوئی نہ کوئی بچہ لے لیا اور میرے لیے آپ ﷺ کے سوا کوئی دوسرا بچہ نہ تھا۔ میں نے اپنے خاوند سے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میں ان ساتھی عورتوں کے ساتھ یوں واپس جاؤں کہ میرے پاس کوئی بچہ نہ ہو، میں جا کر اس یتیم بچے کو لے لیتی ہوں۔ میں گئی تو دیکھا کہ آپ ﷺ ایک اونی کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے۔ جو دودھ سے زیادہ سفید تھا اور اس سے کستوری کی خوشبو آ رہی تھی اس کے نیچے ایک سبز ریشمی کپڑا تھا۔ آپ ﷺ پیٹھ کے بل لیٹے ہوئے سانس لے رہے تھے۔ میں نے آپ ﷺ کے حسن و جمال کو دیکھا تو مجھے ڈر ہوا کہ کہیں آپ جاگ نہ جائیں۔ میں کچھ قریب ہوئی اور اپنا ہاتھ آپ ﷺ کے سینہ مبارکہ پر رکھا تو آپ ﷺ نے تبسم فرمایا اور مجھے دیکھنے کے لیے آنکھیں کھولیں۔ آپ ﷺ کی مبارک آنکھوں سے نور نکلا جو آسمان کے اندر چلا گیا اور میں دیکھ رہی تھی میں نے آپ ﷺ کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور اپنا دایاں پستان آپ کے دہن مبارک میں دے دیا۔ آپ نے جس قدر چاہا دودھ نوش فرمایا پھر میں نے آپ کو بائیں جانب پھیرا تو آپ نے دودھ نہ پیا، بعد میں بھی آپ ﷺ کی یہی حالت رہی......

اہل علم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بات سے خبردار کر دیا تھا۔ کہ اس دودھ میں آپ کے ساتھ کوئی اور بھی شریک ہے۔ لہٰذا آپ

[1] حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہے کہ آپ غزوۂ حنین کے دن حاضر ہوئیں تو نبی اکرم ﷺ نے ان کے لیے چادر بچھائی اور آپ ﷺ کھڑے ہوئے۔ ان سے عبداللہ بن جعفر نے احادیث روایت کی ہیں۔ (زرقانی جلد اوّل ص ۱۴۲ بحوالہ الاستیعاب)

Marfat.com

کے دل میں عدل کا الہام فرمایا۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ نے بھی سیر ہو کر دودھ پیا اور آپ کے (رضاعی) بھائی نے بھی سیر ہو کر پیا۔

پھر میں نے آپ کو لے لیا اور سیدھی اپنی منزل پر آ گئی۔ میں نے آپ کو دودھ پلایا تو آپ نے بھی اور آپ کے (رضاعی) بھائی نے بھی سیر ہو کر پیا۔ میرا خاوند اونٹنی کی طرف گیا تو دیکھا کہ اس کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے ہیں اس نے اس کا اس قدر دودھ دوہا کہ میں نے اور میرے خاوند دونوں نے سیر ہو کر پیا اور ہم نے ایک اچھی رات گزاری۔ میرے خاوند نے کہا: اے حلیمہ رضی اللہ عنہا! خدا کی قسم! میرا خیال ہے کہ تم نے مبارک شخصیت کو حاصل کیا ہے' کیا تو نہیں دیکھتی کہ جب سے ہم نے اس بچے کو لیا ہے ہم نے خیر و برکت کے ساتھ رات گزاری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ خیر و برکت عطا فرمائے گا۔

ایک روایت' جسے ابن طغربک نے ''النطق المفھوم'' میں ذکر کیا ہے' کے مطابق حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب میرے خاوند نے یہ بات دیکھی تو کہا کہ خاموش رہنا اور یہ بات چھپائے رکھنا' جس رات یہ بچہ ہوا اس وقت سے یہود کے علماء کو نہ دن کی زندگی اچھی لگتی ہے اور نہ ہی رات کو نیند آتی ہے۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: عورتوں نے ایک دوسرے کو الوداع کہا اور میں نبی اکرم ﷺ کی والدہ ماجدہ سے رخصت ہوئی' پھر میں اپنی دراز گوش پر سوار ہو گئی۔ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کو اپنے سامنے رکھا۔ فرماتی ہیں میں نے دراز گوش کو دیکھا کہ اس نے کعبہ شریف کی طرف تین سجدے کئے اور اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا پھر چل پڑی حتیٰ کہ ان دوسرے لوگوں کے جانوروں سے آگے نکل گئی جو میرے ساتھ تھے۔ وہ سب مجھ پر تعجب کرنے لگے اور عورتیں جو میرے پیچھے تھیں مجھ سے کہنے لگیں: اے ابوذوہب کی بیٹی! تیری یہ دراز گوش وہی ہے جس پر تو آئی تھی حالانکہ اس وقت تو ہمارے ساتھ بھوکی تھی' یہ سواری کبھی تجھے جھکا دیتی تو کبھی بلند کر دیتی تھی؟

تو میں جواب میں کہتی! اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ وہی دراز گوش ہے' چنانچہ انہیں اس بات پر تعجب ہوا اور وہ کہنے لگیں۔ اس کی بڑی شان ہے۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ اس دراز گوش سے سنتی تھی وہ کہہ رہی تھی اللہ کی قسم! میری ایک شان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے موت کے بعد زندگی دی اور کمزوری کے بعد میرا موٹاپا مجھے لوٹا دیا۔ اے بنو سعد کی عورتو! اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے' تم غفلت میں ہو۔ کیا تم جانتی ہو کہ میری پیٹھ پر کون ہے؟ میری پیٹھ پر تمام نبیوں میں سے بہتر انسان' تمام رسولوں کے سردار اور تمام جہانوں کے رب کا محبوب ہے۔

ابن اسحٰق وغیرہ کی روایت کے مطابق حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ پھر ہم بنو سعد کے ٹھکانوں پر آئے اور میرے علم کے مطابق اس زمین سے بڑھ کر کوئی زمین غیر آباد (اور خشک) نہ تھی۔ لیکن جب ہم وہاں پہنچے تو میری بکریاں سیر ہو کر چرتیں اور خوب دودھ والی ہو گئیں۔ ہم ان کا دودھ دوہتے اور پیتے لیکن دوسرے لوگ ایک قطرہ دودھ نہ دوہتے اور نہ ان کی بکریوں کے تھنوں میں دودھ ہوتا۔ حتیٰ کہ ہماری قوم کے وہ لوگ جو وہاں ٹھہرے تھے' اپنے چرواہوں سے کہتے کہ وہاں چرایا کرو جہاں ابوذویب کی بیٹی کے چرواہے چراتے ہیں۔ پس ان کی بکریاں شام کو بھوکی واپس آتیں اور دودھ کا ایک قطرہ تک نہ دیتیں جبکہ میری بکریاں سیر ہو کر اور دودھ سے بھرپور واپس آتیں۔ (السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد اوّل میں ص ۱۰۹)

تو اللہ تعالیٰ نے ان کو کس قدر برکت عطا فرمائی جس کے باعث حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے جانور زیادہ ہو گئے' ان کی قدر و منزلت بڑھ گئی اور موٹے تازے ہو گئے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا ہمیشہ اس خیر اور سعادت کو پہچانتیں اور اس سے بھلائی اور اضافہ کے ساتھ کامیابی حاصل کرتیں۔

''ہاشمی (در یتیم) کے ذریعے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا عزت و بزرگی کی بلند چوٹی تک پہنچ گئیں۔

ان کے جانور زیادہ اور ان کے مکان میں (یا قوم میں) تر و تازگی آ گئی اور یہ سعادت تمام بنو سعد کو حاصل ہوئی''۔

ابن طراح کہتے ہیں: میں نے ابوعبداللہ محمد بن معلیٰ ازدی کی کتاب الترقیص میں دیکھا کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا جن اشعار کے ساتھ نبی کریم ﷺ کو بہلاتی تھیں۔ (ان میں یہ شعر بھی ہے: لاڈ پیار کرتیں)۔

''اے میرے رب! تو نے ہمیں یہ بچہ دیا ہے تو اسے باقی رکھنا اور ان کو بلند مقام تک پہنچانا۔ آپ کے بارے میں دشمن جو باطل خیال

Marfat.com

کریں اسے دور کر دے"۔

- دوسرے حضرات کے نزدیک نبی اکرم ﷺ کی رضاعی بہن حضرت شیماء آپ کی پرورش کرتیں اور بہلاتیں اور یوں کہتیں:

"یہ میرے بھائی ہیں (لیکن) ان کو میری ماں نے نہیں جنا اور نہ ہی یہ میرے باپ اور چچا کی نسل سے ہیں۔ میں اس پر اچھے ننھیال اور اچھے دوھیال کو فدا کر دوں۔ یا اللہ! جن کو تو بڑھاتا ہے ان میں ان کو بھی بڑھا"۔

امام بیہقی نے نیز امام صابونی (شیخ الاسلام ابوعثمان اسماعیل بن عبدالرحمٰن الصابونی) علیہ الرحمۃ نے "المائتین" میں اور خطیب بغدادی اور ابن عساکر (دونوں) نے اپنی اپنی تاریخ میں اور ابن طغریک سیاف نے "النطق المفہوم" میں حضرت عباس عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے آپ کے دین میں داخل ہونے کی دعوت آپ کی اس علامت نے دی ہے کہ میں نے آپ کو دیکھا آپ پنگھوڑے میں چاند سے باتیں کر رہے ہیں۔ اور اپنی انگلی سے اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ آپ جس طرف اشارہ کرتے وہ ادھر جھک جاتا[1]

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اس سے گفتگو کرتا تھا اور وہ مجھ سے باتیں کرتا تھا اور وہ مجھے رونے سے روکتا تھا نیز جب وہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا تو میں اس کے گرنے کی آواز سنتا تھا......

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ روایت صرف احمد بن ابراہیم جیلی نے روایت کی ہے اور وہ مجہول ہے اور امام صابونی فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند اور متن غریب ہے لیکن معجزات کے سلسلے میں اس کا ذکر اچھا ہے[2]۔

(الصابونی فی المائتین والخطیب وابن عساکر بحوالہ کنز العمال جلد ۱۱ ص ۳۸۳' البدایہ والنہایہ جلد ۲ ص ۲۶۶)

پنگھوڑے میں گفتگو اور بعض دیگر خصوصیات

(شرح بخاری) فتح الباری میں سیرت واقدی سے نقل کیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ولادت کے وقت کلام کیا اور ابن سبع نے خصائص میں لکھا ہے کہ آپ کا پنگھوڑا مبارک فرشتوں کے حرکت دینے سے حرکت کرتا تھا۔ (فتح الباری شرح بخاری جلد ۴ ص ۳۴۴)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن عساکر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی تھیں کہ میں نے آپ کا دودھ چھڑایا اور آپ نے پہلا کلام کرتے ہوئے فرمایا: "اللہ اکبر کبیرا والحمدللہ کثیرا وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا" "اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے بے شمار حمد ہے اور صبح وشام اللہ تعالیٰ کے لیے پاکیزگی بیان کرتا ہوں۔ جب آپ باہر جانے کی عمر کو پہنچے تو آپ باہر تشریف لے جاتے اور بچوں کو کھیلتا ہوا دیکھتے لیکن الگ رہتے[3]۔ (الخصائص الکبری جلد اول ص ۱۴۴'۱۴۷)

ابن سعد' ابونعیم اور ابن عساکر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں' آپ فرماتے ہیں حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا آپ کو دور نہیں جانے دیتی تھیں۔ ان کے بے خبری میں آپ اپنی بہن شیماء کے ساتھ دوپہر کے وقت بکریوں کی طرف تشریف لے گئے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا آپ کی تلاش

[1] فقیہ اعظم قافلہ سالار عشق رسالت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی فرماتے ہیں۔

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

[2] محدثین کی عادت ہے کہ وہ عقائد اور احکام کے علاوہ احادیث کی قبول میں نرمی سے کام لیتے ہیں بشرطیکہ موضوع (من گھڑت) حدیث نہ ہو نیز حضرت عباس رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی ولادت کے وقت تین سال کے تھے۔ (شرح زرقانی جلد اول ص ۱۷۲'۱۷۳) ۱۲ ہزاروی۔

[3] ایک روایت میں کہ آپ ﷺ اپنے رضاعی بھائی کے ہمراہ باہر تشریف لے جاتے۔ آپ کا بھائی بچوں کے ساتھ کھیلتا تو آپ الگ رہتے' پھر اس کا ہاتھ پکڑتے اور فرماتے: ہم اس مقصد کے لیے پیدا نہیں ہوئے۔ (شرح زرقانی جلد اول ص ۱۷۳) ۱۲ ہزاروی۔

Marfat.com

میں نکلیں حتیٰ کہ آپ کو آپ کی بہن (حضرت شیماء) کے ساتھ پایا تو پوچھا: اس گرمی میں (باہر کیوں آئے؟) آپ کی ہمشیرہ نے جواب دیا: اماں جان! میرے بھائی کو گرمی نہیں لگتی میں نے دیکھا کہ بادل آپ پر سایہ کئے ہوئے ہیں آپ کھڑے ہوتے تو بادل بھی ٹھہر جاتا اور جب آپ چلنے لگتے تو بادل بھی چل پڑتا حتیٰ کہ اس جگہ تشریف لائے۔ (طبقات ابن سعد جلد اول ص ۱۵۲)

اور نبی اکرم ﷺ جتنی جلدی پروان چڑھتے اتنی جلدی دوسرے بچوں کی نشوونما نہیں ہوتی تھی۔

شق صدر کا واقعہ

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب میں نے آپ کو دودھ پلانا بند کیا تو ہم آپ کو آپ کی والدہ ماجدہ کے پاس لے آئے حالانکہ ہم شدید خواہش رکھتے تھے کہ آپ ہمارے پاس مزید ٹھہریں کیونکہ ہم نے آپ کے وجود مسعود کے ذریعے برکات حاصل کیں چنانچہ ہم نے آپ کی والدہ ماجدہ سے گفتگو کرتے ہوئے عرض کیا کہ اگر آپ مناسب سمجھیں تو ان کو (مزید وقت) ہمارے پاس چھوڑیں حتیٰ کہ آپ کو مزید قوت و طاقت حاصل ہو جائے۔ ہمیں ان پر مکہ مکرمہ کی وبا کا خوف ہے ہم مسلسل مطالبہ کرتے رہے حتیٰ کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے رسول اکرم ﷺ کو ہمارے ساتھ بھیج دیا اور ہم آپ ﷺ کو لے کر واپس لوٹ آئے۔

اللہ کی قسم! ہماری واپسی کے دو یا تین مہینے بعد آپ اپنے رضاعی بھائی کے ہمراہ ہمارے گھروں کے پیچھے بکریوں کے ساتھ تھے کہ آپ کا بھائی دوڑتا ہوا آیا اور اس نے کہا کہ میرے اس قریشی بھائی کے پاس دو آدمی آئے جنہوں نے سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ انہوں نے آپ کو لٹایا اور آپ کا پیٹ مبارک چاک کیا۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ میں اور آپ کے (رضاعی) باپ باہر نکل کر آپ کی طرف دوڑ پڑے۔ ہم نے دیکھا کہ آپ کھڑے ہیں اور آپ کا رنگ بدل چکا ہے۔ آپ کے (رضاعی) باپ نے آپ کو گلے لگایا اور پوچھا: بیٹا! کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا: میرے پاس دو شخص آئے جن کا لباس سفید تھا' انہوں نے مجھے لٹایا اور میرا پیٹ چاک کیا' پھر اس سے کوئی چیز نکال کر پھینک دی' پھر پہلی حالت پر لوٹا دیا۔ پھر ہم آپ کو اپنے ساتھ لے آئے۔ آپ کے (رضاعی) باپ نے کہا: اے حلیمہ! مجھے ڈر ہے کہ ہمارے اس بیٹے کو کوئی گزند نہ پہنچے' ہمارے ساتھ چلو' ہم اسے اس کے گھر والوں کو لوٹا دیں اس سے پہلے کہ وہ بات آ پہنچے جس کا ہمیں خوف ہے۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ ہم نے آپ کو لیا حتیٰ کہ مکہ مکرمہ میں آپ کی والدہ کے پاس پہنچا دیا۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: بچے کو واپس کیوں لے آئے؟ تم دونوں اس کی بہت زیادہ حرص رکھتے تھے۔ ہم نے کہا: ہمیں ان کے ضائع ہونے اور تکلیف پہنچنے کا ڈر تھا۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تمہیں کیا ہوا سچ سچ بتاؤ؟ انہوں نے ہمیں نہ چھوڑا حتیٰ کہ ہم نے ان کو پورا واقعہ بتا دیا۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تمہیں اس بچے پر شیطان کا خوف ہوا۔ قسم بخدا! ہرگز نہیں' شیطان اس بچے تک نہیں پہنچ سکتا۔ میرے اس بچے کی بہت بڑی شان ہے تم اسے چھوڑ جاؤ۔

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔ وہ بنو عامر کے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں۔ اس حدیث کو ابویعلیٰ' ابونعیم اور ابن عساکر نے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں بنو سعد بن بکر قبیلے میں دودھ پیتا تھا کہ ایک دن میں وادی کے وسط میں اپنے کچھ ہم عمر بچوں کے ساتھ تھا۔ کہ تین اشخاص پر مشتمل ایک جماعت آئی۔ ان کے پاس سونے کا ایک تھال تھا جو برف سے بھرا ہوا تھا۔ انہوں نے میرے ساتھیوں کے درمیان سے مجھے پکڑا اور دوسرے بچے خوف زدہ ہو کر قبیلے کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان (آنے والوں) میں سے ایک نے میرا قصد کیا اور نہایت آرام سے مجھے زمین پر لٹا دیا اور سینے کی ہڈی کے مقام سے ناف کے نیچے تک چاک کیا۔ میں دیکھ رہا تھا اور مجھے اس کا کوئی اثر محسوس نہ ہوا پھر انہوں نے میرے پیٹ سے آنتیں نکال کر ان کو برف سے نہایت اچھی طرح دھو کر ان کو واپس اپنی جگہ رکھ دیا۔ پھر دوسرا اٹھا اور اس نے اپنے ساتھی سے کہا کہ تم ہٹ جاؤ اور اس نے اپنا ہاتھ میرے پیٹ کے اندر ڈالا اور میرا دل نکالا۔ میں دیکھ رہا تھا' اس نے اسے چاک کیا اور اس سے گوشت کا سیاہ لوتھڑا نکال کر پھینک دیا' پھر اپنے ہاتھ سے دائیں اور بائیں جانب اشارہ کیا جیسے کسی چیز کو پکڑ رہا ہو۔ میں نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ

Marfat.com

میں ایک نورانی انگوٹھی ہے جو آنکھوں کو حیرت میں ڈال رہی ہے' اس نے اس کے ساتھ میرے دل پر مہر لگائی تو وہ بھر گیا اور یہ نبوت اور حکمت کا نور تھا' پھر اس کو بھی اپنی جگہ پر رکھ دیا' میں اس انگوٹھی کی ٹھنڈک ہمیشہ اپنے دل میں محسوس کرتا ہوں۔

پھر تیسرے نے کہا: تم ہٹو اور اس نے سینے سے ناف تک اپنا ہاتھ پھیرا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ تمام جگہ مل گئی جو چیری گئی تھی' پھر میرا ہاتھ پکڑ کر نہایت آرام سے مجھے اٹھایا اور پہلے (فرشتے) سے کہا: ان کی امت کے دس آدمیوں کے ساتھ ان کا وزن کرو۔ انہوں نے میرا وزن کیا تو میں ان سے بھاری نکلا' پھر کہا کہ ایک سو امتیوں کے ساتھ ان کا وزن کرو۔ پھر بھی میرا وزن زیادہ نکلا' پھر کہا کہ ایک ہزار کے ساتھ تولو۔ چنانچہ میں ان سے بھی زیادہ وزنی تھا۔ اس نے کہا: ان کو چھوڑ دو' اگر تم تمام امت کے ساتھ ان کا وزن کرو گے تو یہ سب پر بھاری ہوں گے۔ پھر انہوں نے مجھے اپنے سینوں سے لگایا اور میرے سر پر اور آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا پھر کہنے لگے۔ اے محبوب! مت گھبرائیں' اگر آپ کو معلوم ہو جائے کہ آپ کے ساتھ بھلائی کا کیا ارادہ کیا گیا ہے تو آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں۔ (تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر جلد اوّل ص ۳۷۳)۔

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کی ہے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اپنے بیٹے ضمرہ (عبداللہ) کے ہمراہ تھی جو خوفزدہ حالت میں دوڑتا ہوا آیا' اس کی پیشانی پر پسینہ تھا اور وہ روتے ہوئے آواز دے رہا تھا۔ اے باپ! اے ماں! حضرت محمد ﷺ کے پاس جائیں' تم ان کو زندہ حالت میں نہیں پاؤ گے۔ ان کے پاس ایک شخص آیا اور وہ آپ کو ہمارے درمیان سے اچک کر پہاڑ کی چوٹی پر لے گیا۔ حتیٰ کہ ناف کے نیچے تک ان کی چھاتی کو چاک کیا۔ اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے پاس تین شخص (فرشتے) آئے' ایک کے ہاتھ میں چاندی کا لوٹا تھا' دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کا تھال تھا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد اوّل ص ۱۴۰) (آگے مکمل حدیث ہے)۔

سوال: کیا قلب اقدس کو (خاص) تھال میں دھونا سرکار دو عالم ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔ یا کسی دوسرے نبی کے ساتھ بھی یہ معاملہ ہوا؟

جواب: تابوت سکینہ[1] سے متعلق خبر میں آیا ہے کہ اس میں ایک تھال تھا جس میں انبیاء کرام علیہم السلام کے دلوں کو دھویا گیا تھا۔ یہ بات طبری نے ذکر کی ہے' عماد بن کثیر نے اپنی تفسیر میں اسے سدی کی روایت سے منسوب کیا جو بواسطہ ابو مالک' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

سوال: قلب مقدس کو مہر لگانے کا کیا مقصد تھا؟

جواب: اس میں آپ ﷺ پر رسالت کے اختتام کی طرف اشارہ تھا۔ یہ تب مسلم بات ہے اگر یہ مہر آپ کے ساتھ مخصوص ہو' لیکن جب یہ بات ثابت ہو کہ یہ (مہر آپ) کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر نبی کے ساتھ اسی طرح ہوا تو اب حکمت یہ ہوگی کہ یہ ایک علامت ہے' جس سے نبی کو دوسرے لوگوں سے ممتاز کیا جاتا ہے۔ مہر نبوت سے متعلق تفصیل عنقریب بیان ہوگی اور وزن کرنے سے مراد (حقیقی وزن نہیں) بلکہ محض اعتبار ہے پس اس سے مراد فضیلت میں ترجیح دینا ہے اور فرشتوں کا اس کام کا انجام دینا اس مقصد کے تحت تھا کہ رسول اکرم ﷺ کو اس بات کا علم ہو جائے تاکہ آپ دوسروں کو خبر دیں اور وہ اس بات کا اعتقاد رکھیں کیونکہ یہ امور اعتقادیہ میں سے ہے۔

شق صدر متعدد بار ہوا۔

دوسری مرتبہ آپ کا سینہ مبارک اس وقت چاک ہوا اور قلب مبارک نکالا گیا جب حضرت جبریل علیہ السلام غار حرا میں آپ ﷺ کے پاس وحی لے کر آئے۔

پھر جب آپ ﷺ کو سیر کرائی گئی تو شق صدر ہوا۔ اپنے اپنے مقام پر اس کا بیان ہوگا' ان شاء اللہ تعالیٰ......

[1] تابوت وہ صندوق تھا جس میں انبیاء کرام علیہم السلام کی صورتیں تھیں۔ یہ صندوق حضرت آدم علیہ السلام پر اترا۔ امام بیضاوی فرماتے ہیں۔ اس میں تورات تھی اور اس صندوق سے (جس میں انبیاء کرام کے تبرکات بھی تھے) جو سکون حاصل ہوتا تھا اسے سکینہ کہا گیا۔ (زرقانی جلد اوّل ص ۱۵۲)۔

Marfat.com

ابونعیم نے ''الدلائل'' میں روایت کیا ہے کہ جب آپ ﷺ دس برس کے یا اس کے لگ بھگ تھے تو اس وقت بھی یہ واقعہ پیش آیا۔ حضرت عبدالمطلب کے ہمراہ واقعہ میں ایسا ہوا۔[1]

پانچویں مرتبہ شق صدر کا واقعہ بھی مروی ہے لیکن یہ ثابت نہیں ہے۔ بچپن میں آپ ﷺ کے شق صدر اور اس سے لوتھڑا نکالنے میں حکمت یہ تھی کہ آپ ﷺ کو بچپن کے خیالات سے پاک کر دیا جائے حتیٰ کہ آپ ﷺ بچپن میں ہی مردانگی کے اوصاف سے موصوف ہو جائیں۔ یہی وجہ کہ آپ ﷺ کی پرورش نہایت کامل احوال عصمت وغیرہ پر ہوئی۔

مہر نبوت شریف

مروی ہے کہ آپ ﷺ کے دونوں مبارک کاندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۱ ص ۵۱۳) اور اس سے کستوری کی خوشبو آتی تھی اور وہ دُلہن کے لیے تیار کی گئی مسہری کی گھنڈی کی طرح تھی۔ اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ (صحیح بخاری جلد اوّل ص ۳۱' کتاب الوضوء)

صحیح مسلم میں ہے کہ آپ کے بائیں کاندھے کی چپنی ہڈی کے پاس مسوں کے تل کی طرح تھی۔ (صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۶۰' باب اثبات خاتم النبوۃ) یہ بھی مروی ہے کہ بائیں کاندھے کی پچھلی جانب تھی۔ (مسند امام احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۸۲)

ابونعیم کی کتاب میں دائیں کاندھے کا ذکر ہے۔ مسلم شریف میں یہ بھی ہے کہ مہر نبوت کبوتری کے انڈے کی طرح تھی۔

(صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۶۱' باب اثبات خاتم النبوۃ' مسند امام احمد جلد ۵ ص ۹۰)

صحیح حاکم میں ہے کہ یہ بالوں کا مجموعہ تھی۔ (مستدرک حاکم جلد ۲ ص ۶۰۶) بیہقی کی دلائل میں ہے کہ وہ جسم میں ایک زخم کی طرح تھی۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد اوّل ص ۲۶۵' مسند امام احمد جلد ۵ ص ۳۵' طبقات ابن سعد جلد اوّل ص ۴۲۵) شمائل ترمذی میں ہے کہ یہ ایک اُبھرا ہوا گوشت تھا۔ (شمائل ترمذی ص ۳' ما جاء فی خاتم النبوۃ) عمرو بن اخطب کی حدیث میں ہے کہ مہر نبوت ایسی چیز کی طرح تھی جس سے مہر لگائی جاتی ہے۔ ابن عساکر کی تاریخ میں ہے کہ مہر نبوت بندقہ (گولی) کی طرح تھی۔

ترمذی شریف اور امام بیہقی کی دلائل النبوۃ میں ہے کہ مہر نبوت سیب کی طرح تھی۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد اوّل ص ۲۶۵) روض الانف میں ہے: مہر نبوت پچھنے کے اس نشان کی مثل تھی جو گوشت لیے ہوئے ہو۔ (الروض الانف مع السیرۃ النبویۃ لابن ہشام جلد اوّل ص ۱۱۹) ابن ابی خیثمہ کی تاریخ میں ہے کہ یہ ایک ایسا سبز تل تھا جو گوشت میں گڑا تھا اور اس کے اوپر چڑا تھا اور اس میں یہ بھی ہے کہ وہ زردی مائل سیاہ تل تھا جس کے گرد کچھ بال جمع تھے جو ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے تھے جس طرح گھوڑے کی گردن پر بال ہوتے ہیں۔ تاریخ قضاعی میں ہے کہ تین بال تھے جو اکٹھے تھے......

امام محمد بن علی حکیم ترمذی کی کتاب (نوادر الوصول) میں ہے کہ مہر نبوت کبوتری کے انڈے کی طرح تھی جس کے اندر ''اللہ وحدہ لاشریک لہ'' لکھا ہوا تھا اور اس کے ظاہر پر تحریر تھا: ''توجہ حیث کنت فانك المنصور'' جس طرف چاہیں متوجہ ہوں آپ کی مدد کی جائے گی۔

ابن عائذ کی ''کتاب المولد'' میں ہے کہ وہ نور تھا جو چمکتا تھا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد اوّل ص ۲۶۰)

ابن ابی عاصم کی روایت میں ہے کہ یہ کبوتری کے بالوں کے گچھے کی طرح بالوں کا ایک گچھا تھا۔ ابوایوب فرماتے ہیں۔ کہ یہ کبوتری کی چونچ پر موجود نشان کی طرح تھی۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد اوّل ص ۲۶۰)

(ابوعبداللہ حاکم) نیشاپوری کی تاریخ میں ہے کہ یہ گوشت کی گولی کی مثل تھا جس میں گوشت سے ''محمد رسول اللہ'' لکھا ہوا تھا۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی جلد اوّل ص ۲۶۰)

---

[1] یہ واقعہ اس وقت ہوا جب نبی اکرم ﷺ کی عمر دس سال تھی۔ دو فرشتے آئے اور آپ ﷺ کا سینہ مبارک چاک کیا۔ یہ روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ (زرقانی جلد اوّل ص ۱۵۲)

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مہر نبوت چھوٹے انجیر کی طرح سیاہی مائل تھی اور پیٹھ کی ہڈیاں سے ملی ہوئی تھی۔ آپ فرماتی ہیں۔ آپ ﷺ کے وصال کے وقت میں نے اسے ہاتھ لگایا تو مہر نبوت اُٹھالی گئی تھی۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد اوّل ص ۲۶۰) یہ تمام اقوال حافظ مغلطائی نے (الزہر الباسم میں) نقل کیے ہیں۔

بعض روایات پر جرح

(شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ) نے فتح الباری میں فرمایا: یہ جو کہا گیا ہے کہ مہر نبوت پچھنہ لگانے کے اثر (نشان) کی طرح تھی یا وہ سیاہ تل یا سبز تل کی طرح تھی جس پر "محمد رسول اللہ" لکھا ہوا تھا یا یہ کہ (یہ لکھا ہوا تھا کہ) "آپ جہاں چاہیں جائیں آپ کی مدد کی جائی گی" ان باتوں میں سے کوئی بھی ثابت نہیں ہے۔ صحیح ابن حبان میں جو کچھ آیا ہے کہ اسے صحیح قرار دیا تو یہ غفلت کا نتیجہ ہے۔ (فتح الباری شرح بخاری جلد ۶ ص ۴۱)

(نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان) ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ موارد الظمان میں حدیث نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ لفظ کہ وہ گوشت کی گولی کی طرح تھی جس پر "محمد رسول اللہ" لکھا ہوا تھا تو اس میں بعض راویوں نے مہر نبوت اور وہ مہر جس سے آپ مہر لگاتے تھے' میں خلط ملط کر دیا۔ (موارد الظمان لابن حبان ص ۵۱۴) حاشیہ پر (ان کے شاگرد) حافظ ابن حجر کی تحریر ہے کہ جس بعض کا ذکر ہے وہ اسحٰق بن ابراہیم سمرقند کے قاضی ہیں اور وہ ضعیف ہیں۔

روایات میں مطابقت۔

بعض علماء نے فرمایا کہ مہر نبوت کے بارے میں راویوں کے اقوال میں اختلاف ہے لیکن (حقیقت میں) یہ اختلاف نہیں بلکہ جسے جو بات سمجھ آئی بیان کر دی۔ تمام الفاظ کا مقصود ایک ہے اور وہ گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جس نے اسے بالوں سے تعبیر کیا تو اس لیے کہ اس کے ارد گرد بال تھے جو اس کے اوپر چڑھے ہوئے تھے جس طرح دوسری روایات میں ہے۔

امام قرطبی (ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم انصاری قرطبی مالکی فقیہ محدث رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: جو احادیث ثابت ہیں وہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مہر نبوت آپ کے بائیں کاندھے کے پاس سُرخ ابھری ہوئی چیز تھی۔ جب وہ چھوٹی ہوتی تو کبوتری کے انڈے جتنی ہوتی اور جب بڑی ہوتی تو ہاتھ کی مٹھی جتنی ہوتی۔ (المفہم للقرطبی جلد ۶ ص ۱۳۶)

حضرت قاضی عیاض (ابو الفضل عیاض بن موسیٰ السبتی الاندلسی رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ ان روایات کا مفہوم تقریباً ایک جیسا ہے کیونکہ ان میں اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ کے جسم مبارک میں کبوتری کے انڈے اور حجلہ (عروسی) کی گھنڈی کے برابر ابھرا ہو گوشت تھا۔ مٹھی کے برابر ہونے سے متعلق قول ظاہر میں اس کے خلاف ہے لیکن زیادہ روایات کے مطابق اس کی تاویل یوں ہوگی۔ کہ بند مٹھی کی طرح تھی لیکن حجم میں چھوٹی تھی یعنی کبوتری کے انڈے جتنی تھی۔ وہ فرماتے ہیں کہ مہر اس چیز کا نشان تھا جو دو فرشتوں نے آپ کے کاندھوں کے درمیان لگایا تھا۔
(شرح صحیح مسلم للقاضی عیاض جلد ۷ ص ۳۱۳)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ قول ضعیف بلکہ باطل ہے کیونکہ فرشتوں نے آپ کے سینہ مبارکہ اور پیٹ مبارک کو چاک کیا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا قول جو صحیح مسلم میں ہے اس بات پر گواہ ہے اور وہ آپ کے قلب اقدس کے ذکر میں مقصد ثالث میں بیان ہوگا کہ انہوں نے فرمایا: میں نے آپ کے سینہ اقدس میں سلائی کا نشان دیکھا ہے۔ (صحیح مسلم جلد اوّل ص ۹۲، مسند امام احمد جلد ۳ ص ۱۲۱)

لیکن اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ حضرت عتبہ بن عبد السلمی کی حدیث جو امام احمد اور امام طبرانی نے نقل کی ہے اس میں ہے کہ جب دو فرشتوں نے آپ کا سینہ مبارکہ چاک کیا تو ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ اس کی سلائی کرو پس اس نے سلائی کی اور اس پر مہر نبوت ثبت کی۔ (مسند امام احمد جلد ۴ ص ۱۸۴) پس جب یہ بات ثابت ہے کہ مہر نبوت آپ کے دونوں کاندھوں کے درمیان تھی تو حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے

Marfat.com

اسے اس بات پر محمول کیا کہ جب سینہ مبارکہ چاک کیا گیا پھر سلائی کی گئی حتیٰ کہ پہلے کی طرح جڑ گیا اور مہر نبوت دونوں کاندھوں کے درمیان واقع ہوئی تو یہ اس مہر کا نشان تھا۔ جب کہ امام نووی وغیرہ علیہ الرحمۃ یہ سمجھے کہ دونوں کاندھوں کے درمیان ہونے کا قول چیر پھاڑ سے متعلق ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ وہ مہر کے نشان سے متعلق ہے۔ اس صورت میں حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا قول باطل نہیں ہوتا۔

امام سہیلی فرماتے ہیں: صحیح یہ ہے کہ مہر نبوت بائیں کاندھے کے اوپر والے حصے میں تھی۔

کیا مہر نبوت ولادت کے وقت تھی؟

اس سلسلے میں اختلاف ہے کہ سرور عالم ﷺ مہر نبوت کے ساتھ پیدا ہوئے یا وہ ولادت کے بعد رکھی گئی۔ اس میں دو قول ہیں: امام بزار وغیرہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے جس میں واضح طور پر مہر نبوت کا وقت اور اس کی کیفیت ذکر کی گئی ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ کو اپنی نبوت کا علم کیسے اور کس چیز سے ہوا؟ حتیٰ کہ آپ نے یقین کر لیا؟ آپ نے فرمایا! میرے پاس دو آنے والے آئے اور ایک روایت میں ہے کہ دو فرشتے آئے' اس وقت میں مکہ مکرمہ کی وادی بطحاء میں تھا ایک زمین پر آیا اور دوسرا آسمان اور زمین کے درمیان تھا۔ ان میں سے ایک نے دوسرے ساتھی سے کہا۔ کیا وہ شخص یہی ہے؟ اس نے کہا: ہاں یہی ہے اس نے کہا۔ ایک آدمی کے ساتھ ان کا وزن کریں۔ (آخر تک حدیث گزر چکی ہے) سنن داری جلد اول ص ۱۷)

اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ پھر ان میں سے ایک نے دوسرے ساتھی سے کہا کہ ان کا پیٹ چاک کریں پس اس نے میرا پیٹ چاک کیا اور میرا دل نکالا' پھر اس نے وہ حصہ نکالا جو شیطان کے طمع کی جگہ ہے اور جما ہوا خون بھی نکالا اور دونوں کو پھینک دیا۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ ان کے پیٹ کو اس طرح دھو دو جس طرح برتن کو دھوتے ہیں اور دل کو کپڑے کی طرح دھو دو' اس کے بعد ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ ان کے پیٹ مبارک کو سی دو' چنانچہ اس نے میرے پیٹ کو سی دیا اور مہر نبوت میرے دونوں کاندھوں کے درمیان رکھی جس طرح اب ہے' پھر دونوں مجھ سے ہٹ گئے۔ گویا میں سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ (کشف الاستار عن زوائد البزار)۔

ابونعیم نے ''الدلائل'' میں نقل کیا کہ جب نبی اکرم ﷺ کی ولادت ہوئی تو آپ ﷺ کی والدہ فرماتی ہیں کہ فرشتے نے آپ کو اس پانی میں تین بار غوطہ دیا جو وہ (چاندی کے لوٹے میں) لایا تھا' پھر سفید ریشم کا ایک ٹکڑا نکالا تو اس میں ایک انگوٹھی تھی جس سے آپ کے کاندھے پر لگائی جو چھپائے گئے انڈے کی طرح تھی اور وہ زہرہ ستارے کی طرح چمکتی تھی۔ بعض نے کہا کہ ولادت کے وقت مہر نبوت موجود تھی۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

نبوت انبیاء کی علامات۔

امام حاکم نے مستدرک میں حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے آپ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جتنے انبیاء کرام علیہم السلام مبعوث فرمائے ان کے دائیں ہاتھ میں نبوت کی علامات تھیں لیکن ہمارے نبی حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی علامت نبوت آپ کے کاندھوں کے درمیان تھی۔

مستدرحاکم جلد ۲ص ۵۷۷)

پس اس بنیاد پر مہر نبوت کے دونوں کاندھوں کے درمیان دل کے مقابل رکھنے کی وجہ سے آپ کو دوسرے انبیاء کرام سے خاص کیا گیا۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا وصال

جب سرکار دو عالم ﷺ چار سال کے ہوئے کسی نے کہا: پانچ سال' کسی کا قول ہے کہ چھ سال کسی نے سات سال کا قول کیا اور نو سال بھی کہا گیا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب آپ کی عمر بارہ سال اور دس دن ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا مقام ابواء میں انتقال ہو گیا۔

ایک قول یہ ہے کہ مقام حجون میں شعب ابی ذئب کے پاس آپ کا وصال ہوا۔ قاموس میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت

Marfat.com

آمنہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ کے دار رائعہ میں مدفون ہیں۔ (القاموس الحیط جلد ۳ ص ۲۱۳)

ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور امام زہری رضی اللہ عنہ سے نیز عاصم بن عمرو بن قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا اور ان تمام روایات کا مفہوم ایک ہے۔

انہوں نے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ چھ سال کی عمر کو پہنچے تو آپ کی والدہ آپ کو لے کر مدینہ طیبہ میں بنوعدی بن نجار قبیلے میں آپ کے (آپ کے جدامجد حضرت عبدالمطلب کے) ماموں سے ملنے تشریف لے گئیں۔ آپ کے ساتھ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو دار التابعہ میں اتارا اور وہاں ایک مہینہ قیام فرمایا۔ نبی اکرم ﷺ (بعد میں) ان باتوں کو یاد کیا کرتے تھے جو اس وقت پیش آئیں۔ آپ نے اس مقام کو دیکھ کر فرمایا کہ میری والدہ مجھے یہاں لائی تھیں اور میں بنوعدی بن نجار کے کنوئیں (تالاب) میں بہت اچھی طرح تیرتا تھا اور یہودیوں کی ایک جماعت مجھے دیکھا کرتی تھی۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ میں نے ان (یہودیوں) میں سے ایک سے سنا' وہ کہہ رہا تھا کہ یہ اس امت کا نبی ہے اور یہ (مدینہ طیبہ) ان کی ہجرت کا مقام ہے میں نے ان کی یہ تمام باتیں یاد رکھیں پھر آپ کی والدہ آپ کو لے کر مکہ مکرمہ واپس تشریف لائیں۔ جب مقام ابواء میں پہنچے تو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا۔ (طبقات ابن سعد جلد اوّل ص ۱۱۶)

ابونعیم نے امام زہری کے طریقے سے نقل کیا وہ حضرت اسماء بنت رہم سے اور وہ اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتی ہیں نبی اکرم ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے جس بیماری میں انتقال فرمایا میں اس میں موجود تھی۔ نبی اکرم ﷺ پانچ سال کی عمر کے تھے اور پروان چڑھ رہے تھے اس وقت آپ اپنی والدہ کے سرہانے تشریف فرما تھے۔ آپ کی والدہ نے آپ کے چہرۂ انور کی طرف دیکھ کر یہ اشعار کہے۔

ترجمہ: ''اے بچے اللہ تعالیٰ تجھے بابرکت فرمائے اے اس شخصیت کے بیٹے!

جو شدت موت سے انعام کرنے والے بادشاہ کی مدد سے محفوظ رہا' جب قرعہ اندازی میں اس کا نام نکلا۔

تو ایک سو قیمتی اونٹ اس کے فدیہ کے طور پر دیئے گئے اگر وہ بات سچی ہے جو میں نے خواب میں دیکھی ہے۔

تو تو جلال و اکرام والی ذات (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے مخلوق کی طرف مبعوث ہوگا۔

تو حلال و حرام کے بیان کے لیے (یا حرم شریف اور اس سے باہر والوں کی طرف) نیز احقاقِ حق اور اسلام کے بیان کے لیے مبعوث ہوگا۔

جو تیرے مطیع و محسن باپ (جدامجد) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے تجھے دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر بتوں کی تعظیم کرنے سے منع کیا ہے''......

پھر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہر زندہ شخص نے مرنا ہے' ہر جدید چیز پُرانی ہو جاتی ہے اور بڑی عمر کو پہنچنے والے کے لیے فنا ہے۔ میں فوت ہونے والی ہوں اور میرا ذکر باقی رہے گا میں نے بھلائی (یعنی رسول اکرم ﷺ کی ذات مبارکہ) چھوڑی' میں نے ایک پاک بچے کو جنم دیا۔ اس کے بعد آپ کا وصال ہو گیا' پس ہم آپ پر جنوں کا نوحہ سنتے تھے اور اس سے ہمیں یہ اشعار یاد ہیں۔

ترجمہ: ''ہم اس نوجوان خاتون پر روتے ہیں جو نیکوکار اور امانت دار تھیں' حسن و جمال' پاک دامنی اور وقار والی تھیں''۔

''حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی زوجہ مبارکہ اور ساتھی نیز باوقار نبی (حضرت محمد ﷺ) کی والدہ ماجدہ تھیں''۔

''وہ نبی جو مدینہ طیبہ میں صاحب منبر ہوں گے' آپ (حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا) اپنی قبر مبارک میں بطور رہن جاگزیں ہو گئیں۔

Marfat.com

باب نمبر۵

حیاتِ مبارکہ (بعثت سے پہلے)

(مواہب اللدنیہ جلد اوّل صفحہ ۱۱۸ تا ۱۲۴ نقل کیا جاتا ہے)

چچا اور دادا کی کفالت میں

نبی اکرم ﷺ کی والدہ ماجدہ کے انتقال کے بعد ام ایمن رضی اللہ عنہا نے آپ کی پرورش کی (اسی لیے) نبی اکرم ﷺ ان سے فرماتے تھے:

انت اُمی بعد اُمی ۔

ترجمہ: ''میری (سگی) ماں کے بعد تم میری ماں ہو''۔

جب آپ آٹھ سال کی عمر کو پہنچے تو آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب جو آپ کی کفالت کرتے تھے۔ انتقال فرما گئے۔ (اس سلسلے میں مختلف اقوال ہیں) بعض نے کہا کہ اس وقت آپ کی عمر آٹھ سال ایک مہینہ اور دس دن تھی' کسی نے نو سال' کسی نے دس سال' کسی نے چھ سال اور کسی نے تین سال کہا ہے اور یہ بات محل نظر ہے۔ اور اس وقت حضرت عبدالمطلب کی عمر ایک سو دس سال تھی۔ ایک قول کے مطابق ایک سو چالیس سال تھی۔

پھر (ان کے بعد) حضرت ابوطالب نے آپ کی کفالت کی اور ان کا نام عبد مناف تھا۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے ان کو اس بات کی وصیت کی تھی کیونکہ وہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے سگے بھائی تھے۔

آپ کے توسل سے بارش کا برسنا۔

ابن عساکر نے جلہمہ بن عرفطہ نے نقل کیا وہ کہتے ہیں: میں مکہ مکرمہ میں آیا تو وہ لوگ قحط میں مبتلا تھے۔ قریش نے کہا: اے ابوطالب! وادی میں قحط پڑ گیا اور اہل وعیال بھوک کا شکار ہیں' آیئے بارش کی دعا مانگیں۔ چنانچہ ابوطالب چلے اور ان کے ساتھ ایک بچہ تھا گویا وہ بادلوں والے دن کا سورج ہے۔ اور اس سے سخت کالے بادل روشن ہو رہے ہیں اس کے گرد اور چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔

حضرت ابوطالب نے اس بچے کا ہاتھ پکڑ کر اس کی پیٹھ کو کعبہ شریف سے لگا دیا اور بچے نے اپنی انگلی سے اشارہ کیا۔ آسمان میں بادل کا ایک ٹکڑا بھی نہ تھا پس ادھر ادھر سے بادل امڈنے لگے اور اتنی زیادہ بارش ہوئی کہ وادی سے پانی بہنے لگا اور دیہات اور شہر والے سیراب ہو گئے۔ اسی سلسلے میں ابوطالب نے کہا۔

ترجمہ: ''وہ روشن چہرہ کہ اس کے وسیلہ سے بارش طلب کی جاتی ہے آپ یتیموں کے فریاد رس اور مساکین (مردوں اور عورتوں کے محافظ ہیں)''۔

''آل ہاشم میں ہلاکت کے قریب پہنچنے والے آپ سے التجا کرتے ہیں تو وہ آپ کے ہاں نعمتیں اور فضل پاتے ہیں''۔

الثمال ثاء پر کسرہ کے ساتھ پناہ گاہ اور مددگار کہا گیا ہے۔ کہ سختی کے وقت کھانا کھلانے والا ''عصمۃ للارامل'' ان کو ضائع ہونے اور حاجت سے بچانے والا' مساکین مراد ہیں مرد ہوں یا عورتیں' مرد وعورت دونوں کے لیے الگ الگ بولا جاتا ہے لیکن عورتوں کے ساتھ خاص ہے اور ان کے لیے ہی زیادہ مستعمل ہے۔ اس کا واحد 'ارمل'' اور 'ارملۃ' ہے۔

یہ بیت' حضرت ابوطالب کے قصیدہ سے ہیں ابن اسحٰق نے اسے مکمل ذکر کیا ہے اور اس میں اَسی (۸۰) سے زیادہ اشعار ہیں۔ جب قریش

Marfat.com

نے نبی اکرم ﷺ کو ایذاء پہنچانے کا ارادہ کیا اور جو لوگ اسلام لانے کا ارادہ کرتے تھے ان کو آپ سے بھگانا چاہا تو ابو طالب نے یہ اشعار کہے۔ قصیدے کے آغاز میں یوں ہے۔

اردو ترجمہ۔ ''جب میں نے قوم (قریش) کو دیکھا کہ ان کے ہاں (ہماری) محبت نہیں ہے اور انہوں نے تمام تعلق اور وسائل منقطع کر دیئے ہیں''۔

''انہوں نے کھلم کھلا ہم سے دشمنی اور اذیت پہنچائی اور انہوں نے جدائی ڈالنے والے دشمن کی اطاعت کی''

''اے عبد مناف! تم قوم کے بہترین لوگ ہو' اپنے معاملے میں ہر کمینے حقیر کو شریک نہ کرو''

''اگر اللہ تعالیٰ تمہارے معاملے کو بہتر نہ کرے تو مجھے ڈر ہے کہ تم دائل کی باتوں کی طرح ہو جاؤ گے''

''میں ہر اس شخص سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں جو برائی کے ساتھ ہم پر طعنہ کرتا ہے' ہمیشہ باطل پر رہتا ہے''

''مجھے کوہ ثور کی قسم! کوہ ثور کو اپنی جگہ ثابت رکھنے والے کی قسم! اور اس شخص کی قسم جو نیکی کے ساتھ کوہ حرا پر چڑھے اور اُترے''

''اور سچے گھر کی قسم جو مکہ مکرمہ کی وادی میں ہے اور اللہ کی قسم! وہ اللہ بے خبر نہیں ہے''

بیت اللہ کی قسم! تم نے جھوٹ کہا کہ تم حضرت محمد ﷺ پر غالب آ گئے ہو حالانکہ ہم ان کی طرف سے نیزوں اور تیروں سے لڑیں گے''

''ہم حضرت محمد ﷺ کو تمہارے سپرد نہیں کریں گے یہاں تک کہ ہم آپ کے گرد قتل ہو جائیں اور ہم اپنے بیٹوں اور بیویوں سے غافل ہو جائیں'' (فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۲ ص ۴۱۲)

ابن التین نے کہا کہ ابو طالب کے ان اشعار میں اس بات پر دلیل پائی جاتی ہے کہ وہ آپ کی بعثت سے پہلے آپ کی نبوت کی معرفت رکھتے تھے کیونکہ بحیریٰ (راہب) وغیرہ نے اس بات کی خبر دی تھی۔

حافظ ابوالفضل ابن حجر نے ابن تین کا تعاقب کرتے ہوئے فرمایا کہ ابن اسحٰق نے کہا ہے کہ ابو طالب نے یہ اشعار بعثت نبوی کے بعد کہے ہیں اور ابو طالب کا رسول اکرم ﷺ کی بعثت سے واقف ہونا کئی روایات میں آیا ہے شیعہ حضرات نے اس سے ابو طالب کے مسلمان ہونے پر استدلال کیا ہے ابن حجر فرماتے ہیں: میں نے علی بن حمزہ بصری کی ایک جزء (کتاب) دیکھی ہے جس میں اس نے ابو طالب کے اشعار جمع کئے ہیں اور گمان کیا کہ وہ مسلمان تھے اور اسلام پر دنیا سے رخصت ہوئے اور حشویہ گروہ کا خیال ہے کہ وہ کفر کی حالت پر مرے اور اپنے موقف پر ایسا استدلال کیا جس میں کوئی دلالت نہیں۔ حافظ ابن حجر کا کلام (جو کتاب الاستقاء میں ہے) مکمل ہوا۔ (فتح الباری شرح صحیح بخاری ج ۲ ص ۴۱۳)

شام کی طرف سفر اور بحیریٰ کا واقعہ

جب رسول اکرم ﷺ کی عمر مبارک بارہ سال ہو گئی تو آپ اپنے چچا ابو طالب کے ہمراہ شام کی طرف تشریف لے گئے۔ جب بصریٰ پہنچے تو بحیریٰ راہب نے آپ کو دیکھا۔ اس راہب کا نام جرجیس تھا' اس نے آپ کو آپ کے وصف سے پہچان لیا اور آپ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا کہ یہ (بچہ) تمام جہانوں کا سردار ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو تمام جہانوں کے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اس سے پوچھا کہ تمہیں اس بات کا علم کیسے ہوا؟ اس نے کہا: جب تم لوگ گھاٹی سے اُترے تو تمام درخت اور پتھر ان کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے اور یہ نبی کے علاوہ کسی کو سجدہ نہیں کرتے' نیز میں ان کو مہر نبوت کے ذریعے پہچانتا ہوں جو آپ کے کاندھے مبارک کی تختی کے نیچے سیب کی طرح ہے اور ہم نے اپنی کتب میں ان کا تذکرہ پایا ہے۔ بحیریٰ نے ابو طالب سے کہا کہ آپ اس بچے کو واپس لے جائیں کیونکہ یہودیوں کی طرف سے اس کو خطرہ ہے۔

(مستدرک حاکم جلد ۲ ص ۶۱۵ جامع ترمذی جلد ۲ ص ۲۰۲)

اس حدیث کو ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا اور اس میں یہ بھی ہے کہ جب آپ تشریف لا رہے تھے بادل آپ پر سایہ کر رہا تھا۔

بحیریٰ (باء پر فتحہ (زبر) حاء کے نیچے کسرہ (زیر) یاء ساکن اور راء پر کھڑی زبر کے ساتھ ہے۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ''تجرید الصحابہ'' میں فرماتے

Marfat.com

ہیں کہ بحیریٰ نے نبی اکرم ﷺ کو بعثت سے پہلے دیکھا اور آپ پر ایمان لایا۔ ابن مندہ اور ابو نعیم نے اسے صحابہ کرام میں شمار کیا۔ (معرفۃ الصحابہ جلد ۳ ص ۱۸۷) اور یہ قول اس بات پر مبنی ہے جب صحابی کی تعریف یوں کی جائے کہ جس نے آپ کو دیکھا ہو لیکن کیا نبوت کی حالت میں دیکھا ہو یا عام دیکھنا مراد ہے حتیٰ کہ وہ بھی (صحابی قرار پائے) جس نے نبوت سے پہلے آپ کو دیکھا اور اس (اعلان نبوت) سے پہلے ہی دین ابراہیمی پر انتقال کر گیا۔ یہ بات محل نظر ہے۔

امام ترمذی نے یہ حدیث نقل کی اور اسے حسن قرار دیا۔ امام حاکم نے بھی اسے نقل کر کے صحیح قرار دیا......

(امام حاکم نے کہا:) اس سفر میں سات رومی آپ کو قتل کرنے کے ارادے سے آئے تو بحیریٰ ان کے سامنے آیا اور ان سے پوچھا کہ تم کیوں آئے ہو؟ انہوں نے کہا: اس مہینے میں اس نبی نے نکلنا تھا' ہر راستے پر لوگ بھیجے گئے ہیں بحیریٰ نے کہا: تمہارا کیا خیال ہے جس کام کو اللہ تعالیٰ کرنا چاہے اسے کوئی روک سکتا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ راوی کہتے ہیں پھر انہوں نے بحیریٰ کے ہاتھ پر بیعت کی اور وہاں ہی ٹھہر گئے، نیز ابو طالب نے آپ کو واپس کر دیا۔ (مستدرک حاکم جلد ۲ ص ۶۱۶)

امام بیہقی اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ بحیرٰی اپنی عبادت گاہ میں تھا کہ اس نے آپ کو سواروں کے درمیان آتے ہوئے یوں دیکھا کہ بادل صرف آپ کے سایہ کیے ہوئے ہیں، پھر وہ لوگ آئے حتیٰ کہ اس کے قریب ایک درخت کے سائے میں اُترے۔ اس نے بادل کی طرف دیکھا کہ اس نے درخت پر سایہ کیا اور درخت کی شاخیں رسول ﷺ کی طرف جھک گئیں حتیٰ کہ درخت آپ پر سایہ فگن ہو گیا۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۲ ص ۲۶)

اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ بحیریٰ اٹھا اور اس نے آپ کو بغل میں لیا اور آپ کے احوال معلوم کرنے لگا جو آپ کی نیند' ہیئت اور دیگر امور کے بارے میں تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے اسے بتایا تو جو کچھ آپ کی صفت سے متعلق بحیرٰی کو معلوم تھا آپ کا بیان اس کے موافق تھا پھر اس نے آپ کے دونوں کاندھوں کے درمیان مہر نبوت کو اسی طریقے پر دیکھا جو اس کے پاس محفوظ و معلوم تھا۔

اس سے پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ آپ کی (رضاعی) بہن شیماء بنت حلیمہ نے دوپہر کے وقت دیکھا کہ بادل آپ پر سایہ فگن ہے جب آپ رکتے ہیں تو وہ بھی رُک جاتا ہے اور جب آپ چلتے ہیں تو وہ بھی چل پڑتا ہے......اسے ابو نعیم اور ابن عساکر نے نقل کیا ہے اور کسی شاعر نے کیا خوب کہا۔

ان قال یوما ظلته غمامة
هی فی الحقیقة تحت ظل القائل

ترجمہ: ''اگر آپ کسی دن دوپہر کے وقت چل رہے ہوتے تو بادل آپ پر سایہ کرتا لیکن حقیقت میں بادل بھی آپ کے زیر سایہ ہے''۔

ابن مندہ نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تشریف لے گئے تو اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر اٹھارہ سال اور نبی اکرم ﷺ کی عمر مبارک بیس سال تھی۔ آپ دونوں تجارت کی غرض سے شام کی طرف تشریف لے گئے حتیٰ کہ ایک جگہ اُترے جہاں بیری کے درخت تھے۔ آپ وہاں سائے میں تشریف فرما ہوئے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ راہب کی طرف تشریف لے گئے جس کا نام بحیرٰی تھا۔ آپ اس سے کچھ پوچھ رہے تھے۔ اس نے کہا: درخت کے سائے میں کون شخص ہے؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ حضرت محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ﷺ ہیں۔ اس نے کہا: اللہ کی قسم! یہ نبی ہیں' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد یہ درخت صرف حضرت محمد ﷺ پر سایہ کرے گا۔ یہ بات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دل میں بیٹھ گئی' چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا تو انہوں نے آپ کی اتباع کی۔

حافظ ابو الفضل بن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الاصابہ'' میں فرمایا: اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو یہ ابو طالب کے سفر کے علاوہ کوئی دوسرا سفر ہے۔

(روض الانف ۱۴۳ جلد اول میں ہے کہ اس راہب کا نام نسطورا تھا۔ وہ درخت اللہ تعالیٰ کی مخصوص نشانیوں میں سے تھا)

Marfat.com

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تجارت کے لیے آپ ﷺ کا سفر

پھر نبی اکرم ﷺ حضرت خدیجہ بنت خویلد بن اسد رضی اللہ عنہا کے لیے تجارت کی خاطر ان کے غلام میسرہ کو ساتھ لے کر بصریٰ کے بازار میں تشریف لے گئے۔ کہا گیا ہے کہ یہ تہامہ میں سوق حباشہ تھا۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک پچیس سال تھی اور ذوالحجہ کی چودہ راتیں باقی تھیں۔ آپ درخت کے سائے میں اُترے تو نسطورا راہب نے کہا: اس درخت کے نیچے نبی کے علاوہ کوئی نہیں اُترا اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی نہیں اُترا۔

میسرہ نے دوپہر کے وقت مشاہدہ کیا کہ دو فرشتے نبی اکرم ﷺ پر سایہ کر رہے ہیں۔ جب یہ قافلہ دوپہر کے وقت مکہ مکرمہ پہنچا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بالا خانے میں تھیں تو انہوں نے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ اونٹ پر ہیں اور دو فرشتے آپ کو سجدہ کر رہے ہیں۔ یہ بات ابونعیم نے روایت کی ہے۔ (دلائل النبوۃ لابی نعیم اوّل ص ۵۴ طبقات ابن سعد جلد اوّل ص ۱۳۰)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

اس واقعہ کے دو مہینے اور پچیس دن بعد نبی اکرم ﷺ نے حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا۔ کہا گیا ہے کہ اس وقت نبی اکرم ﷺ کی عمر اکیس سال تھی اور ایک قول یہ ہے کہ تیس سال تھی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو دور جاہلیت میں طاہرہ کے نام سے پکارا جاتا تھا اور آپ ابوہالہ بن زرارہ تمیمی کے نکاح میں تھیں۔ ابوہالہ سے آپ کے ہاں (دو بیٹے) ہند اور ہالہ (رضی اللہ عنہما) پیدا ہوئے پھر عتیق بن عابد مخزومی سے نکاح ہوا تو ہند پیدا ہوئیں۔

نبی اکرم ﷺ سے نکاح کے وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک چالیس سال اور چند ماہ تھی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے خود نبی اکرم ﷺ کو نکاح کا پیغام دیا (السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد اوّل ص ۱۲۲) تو آپ نے اپنے چچوں سے اس بات کا ذکر کیا۔ ان میں سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ گئے حتیٰ کہ آپ خویلد کے پاس گئے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ طلب کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے ام المومنین رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور بیس جوان اونٹ مہر مقرر ہوا۔ (السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد اوّل ص ۱۲۲) اس نکاح میں ابوطالب اور مضر قبیلہ کے سردار بھی موجود تھے تو ابوطالب نے (درج ذیل) خطبہ دیا:

ترجمہ: ''تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہمیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے، اسمٰعیل علیہ السلام کی کھیتی سے، معد کی اصل سے اور مضر کے عنصر سے پیدا کیا۔ ہمیں اپنے گھر (بیت اللہ شریف) کا نگران اور حرم کا متولی بنایا۔ ہمارے لیے ایسا گھر بنایا جس کا حج کیا جاتا ہے اور وہ عزت اور امن والا گھر ہے نیز ہمیں لوگوں کا حاکم بنایا، پھر میرا یہ بھتیجا محمد بن عبداللہ (ﷺ) ہے جس سے بھی اس کا وزن (مقابلہ) کیا جائے۔ اسے ترجیح حاصل ہوتی ہے اگرچہ اس کے پاس مال کم ہے لیکن مال تو زائل ہونے والی چیز ہے اور فانی ہے اور یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کی قرابت تم لوگ جانتے ہو۔ انہوں نے (میرے اس بھتیجے نے) خدیجہ بن خویلد رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام دیا اور میرے مال سے ایک مقدار بطور مہر دیا جس میں نقد بھی ہے اور ادھار بھی۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اس کے بعد میرے اس بھتیجے کے لیے بہت بڑی خبر اور عظیم معاملہ ہے''۔

چنانچہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ ﷺ سے کر دیا گیا۔

ابن اسحٰق کے قول کے مطابق خویلد نے آپ کا نکاح کیا اور دولابی وغیرہ نے ذکر کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بارہ اوقیہ اور نش سونا دیا اور اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ ایک اوقیہ چالیس درہم کا اور نش نصف اوقیہ ہوتا ہے (یہ کل پانچ سو درہم ہوئے)۔

کعبۃ اللہ کی تعمیر

جب نبی اکرم ﷺ کی عمر مبارک پینتیس سال ہو گئی (السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد اوّل ص ۱۲۷) تو (اس وقت) قریش کے کعبہ شریف

Marfat.com

کے سیلاب کی وجہ سے گرنے کا خوف ہوا تو انہوں نے باقوم جو قبطی بڑھئی تھا اور سعید بن عاصی کا (آزاد کردہ) غلام تھا (اس نے منبر شریف بھی بنایا تھا) کو کعبہ شریف کی تعمیر کے لیے بلایا۔

نبی اکرم ﷺ بھی اس میں شریک ہوئے اور پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے تھے وہ لوگ اپنے کاندھوں پر تہبند رکھتے تھے جب آپ ﷺ نے ایسا کرنا چاہا تو کھڑے کھڑے گر پڑے اور آواز دی گئی کہ اپنے ستر کا خیال رکھیں اور یہ پہلی آواز تھی جو آپ ﷺ کو دی گئی۔ ابو طالب یا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: بھتیجے! اپنا تہبند سر پر رکھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے جو کچھ پہنچا (گرنا مراد ہے) وہ اسی برہنگی کی وجہ سے پہنچا[1]۔

ابو وہب بیت اللہ کا ایک پتھر اکھیڑتے ہیں

حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جب قریش مکہ نے بیت اللہ کو منہدم کرنے اور اسے نئے سرے سے تعمیر کرنے پر اتفاق کر لیا تو اس وقت ابو وہب بن عمرو بن عائذ بن عبد بن عمران بن مخزوم اٹھے ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا نسب یہ بیان کیا ہے عائذ بن عمرا بن بن مخزوم۔ انہوں نے کعبہ مشرفہ سے ایک پتھر اٹھایا۔ وہ پتھر جھپٹ کر اسی جگہ چلا گیا۔ جہاں سے اسے اٹھایا گیا تھا انہوں نے کہا "اے گروہ قریش! تعمیر کعبہ پر صرف اپنی حلال کمائی ہی صرف کرنا آدمی سے ظلم سے حاصل کی ہوئی دولت خرچ نہ کرنا" لوگ اس گفتگو کو ولید بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ (روض الانف شرح سیرت ابن ہشام جلد اوّل ص ۴۳۷)

حضور ﷺ سے ابو وہب کی قرابت۔

حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بن ابی نجیح المکی نے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے سے عبداللہ بن صفوان بن امیہ بن خلف بن وہب بن خذافہ بن جمح بن عمرو بن ھصیص بن کعب بن لوی سے روایت کیا کہ انہوں نے جعدہ بن ہیرہ بن ابی وہب بن عمرو کو دیکھا جو محو طواف تھے۔ ان کے متعلق دریافت کیا گیا تو بتا تا گیا کہ جورہ بن ہیرہ کے فرزند ابو وہب وہ شخص تھے جنہوں نے کعبہ مقدسہ سے اس وقت پتھر اکھیڑا۔ جب قریش نے اس کے انہدام پر اتفاق کر لیا تھا۔ پھر ان کے ہاتھ سے اچھل کر اپنی جگہ پر جالگا۔ اس وقت انہوں نے کہا تھا کہ اے قریش تعمیر کعبہ میں صرف حلال کمائی خرچ کرنا اور بدکار طریقہ سے حاصل کی ہوئی کمائی کا خرچ نہ کرنا۔

حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابو وہب حضور ﷺ کے ماموں تھے وہ ایک شریف انسان تھے عرب کا ایک شاعر ان کے متعلق کہتا ہے۔

ترجمہ:۔

نمبر ۱- اگر میں ابو وہب کے پاس اپنی سواری بٹھاؤں تو اگلے دن میں ان کی محفل سے اس حالت میں سفر کروں گا کہ سواری کا کجاوہ خالی نہ ہوگا۔

نمبر ۲- جب نسب کی شرافت کی جستجو کی جائے تو لوی بن غالب کی دونوں شاخوں سے وہ سب سے زیادہ شریف ثابت ہوں۔

نمبر ۳- وہ انتقام لینے سے انکار کرنے والے، سخاوت سے راحت حاصل کرنے والے اور ان کا نانا محاسن کی رفعتوں پر فائز ہیں۔

نمبر ۴- اس کی دیگ کے نیچے بہت زیادہ راکھ ہوتی ہے۔ وہ اس حالت میں روٹی سے پیالہ بھرتا ہے کہ روٹی کے اوپر سفید چربی کا غلبہ ہوتا ہے۔

(روض الانف ہے شرح سیرت ابن ہشام جلد اوّل ۴۳۷ تا ۴۳۹)

---

[1] تعمیر کعبہ کے موقع پر جب حجر اسود کو دیوار میں نصب کرنے کا وقت آیا تو اختلاف پیدا ہو گیا' چنانچہ فیصلہ ہوا کہ کل صبح جو شخص سب سے پہلے باب بنوشیبہ سے داخل ہوگا وہ فیصلہ کرے گا۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ سب سے پہلے تشریف لائے اور آپ ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ ایک چادر بچھا کر اس پر حجر اسود رکھا جائے اور پھر ہر قبیلے کا ایک ایک آدمی چادر کے کنارے کو پکڑے جب چادر کو سب نے مل کر اٹھایا تو آپ ﷺ نے حجر اسود کو اس کے مقام پر رکھ دیا اور یوں لڑائی کا امکان ختم ہو گیا..... ۱۲ ہزاروی۔

Marfat.com

بعثتِ نبوی

(مواہب اللدنیہ جلد اوّل کا صفحہ ۱۲۵ تا ۱۵۳ نقل کیا جاتا ہے)

بعثت کا وقت

جب رسول اکرم ﷺ کی عمر مبارک چالیس سال ہوگئی، بعض نے کہا چالیس سال چار مہینے، کسی نے دس دن زائد اور کسی نے دو مہینے زائد کا قول کیا ہے، رمضان شریف کے سترہ دن گزر چکے تھے، بعض نے کہا سات دن اور ایک قول کے مطابق چوبیس راتیں گزر چکی تھیں اور سوموار کا دن تھا۔ ابن عبدالبر نے کہا کہ عام الفیل کے اکتالیس سال بعد سوموار کے دن جب کہ ربیع الاول کے آٹھ دن گزر چکے تھے اور یہ بھی کہا گیا کہ ربیع الاول شریف کا آغاز تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت اور دونوں جہانوں کے لیے کفالت کرنے والا رسول بنا کر مبعوث فرمایا۔

سوموار کے دن بعثت پر حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت گواہ ہے جو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے (صحیح مسلم میں) نقل کی ہے وہ یہ کہ نبی اکرم ﷺ سے سوموار کے دن کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: اس دن میری ولادت ہوئی اور اسی دن مجھ پر وحی نازل ہوئی۔

(صحیح مسلم جلد اوّل ص ۳۶۸، لطائف المعارف جلد اوّل ص ۱۸۹، السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۴ ص ۲۹۳)

ابن قیم نے ''الہدی النبوی'' میں کہا کہ ماہ رمضان المبارک میں بعثت کا قول کرنے والوں کی دلیل یہ ارشاد خداوندی ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ (البقرہ ۔ ۱۸۵)

ترجمہ: ''رمضان المبارک کا وہ مہینہ ہے جس میں قرآن پاک نازل ہوا''۔

ان حضرات نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو نبوت کا سب سے پہلا اعزاز نزولِ قرآن کی صورت میں دیا۔

(زاد المعاد لابن۔ قیم جلد اوّل ص ۳۱)

دوسرے حضرات نے کہا: بے شک مکمل قرآن پاک لیلۃ القدر میں بیت العزۃ کی طرف نازل کیا گیا پھر تیئیس سال کے عرصہ میں حسب واقعات تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا...... یہ بھی کہا گیا ہے کہ بعثت کی ابتداء ماہ رجب میں ہوئی۔

ابتدائے وحی کی حدیث

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تعبیر کے بیان میں (اور تفسیر کے بیان میں بھی) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا، وہ فرماتی ہیں:

نبی اکرم ﷺ پر وحی کا آغاز نیند کی حالت میں سچے خوابوں کے ذریعے ہوا۔ آپ جو خواب دیکھتے وہ صبح کے نور کی طرح ظہور پذیر ہوتا اور آپ غار حرا تشریف لے جاتے اور کئی کئی راتیں وہاں عبادت کرتے اور اس کے لیے کھانے پینے کا سامان ساتھ لے جاتے پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے اور مزید سامان لے جاتے، حتیٰ کہ اچانک ایک دن حق آیا اور آپ غار حرا میں تھے۔

ایک فرشتہ وہاں آپ کے پاس آیا اور اس نے کہا ''اقرأ'' (پڑھیے) (آپ فرماتے ہیں) میں نے کہا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ اس نے مجھے پکڑ کر بھینچا حتیٰ کہ مجھ تکلیف ہوئی، پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا: پڑھیے۔ میں نے کہا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ اس نے پھر مجھے پکڑ کر دوسری بار بھینچا جس سے مجھے تکلیف محسوس ہوئی۔ پھر چھوڑا اور کہا: پڑھیے۔ میں نے کہا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ اس نے مجھے پکڑا اور تیسری بار بھینچا حتیٰ کہ مجھے تکلیف محسوس ہوئی، پھر چھوڑا اور کہا:

Marfat.com

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ ۝ (العلق:۵-۱)

ترجمہ: ''پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا' پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم ہے جس نے قلم سے لکھنا سکھایا' آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا''۔

رسول اکرم ﷺ اس وحی کے ساتھ واپس تشریف لائے تو آپ کا قلب اقدس دھڑک رہا تھا گھر والوں نے چادر اوڑھائی حتیٰ کہ آپ کا خوف زائل ہو گیا تو فرمایا: اے خدیجہ رضی اللہ عنہا! مجھے کیا ہو گیا تھا؟ پھر فرمایا: مجھے اپنی جان کا خوف پیدا ہو گیا تھا[1]۔ (صحیح بخاری جلد ۲ ص ۱۰۳۳)

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ہرگز نہیں! آپ کو خوشخبری ہو اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی بھی رسوا نہیں کرے گا کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، سچی بات کہتے ہیں' ناداروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں' مہمان نوازی کرتے ہیں اور امور حق پر ان کی مدد کرتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی کے پاس لے گئیں جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے باپ کے بھائی یعنی آپ کے چچا کے بیٹے تھے۔ یہ وہ شخص تھے جو دورِ جاہلیت میں عیسائی رہے اور وہ کتاب کو عبرانی زبان میں لکھتے تھے اس لیے انجیل میں سے جس قدر اللہ تعالیٰ چاہتا وہ اسے عبرانی زبان میں لکھتے۔ وہ بہت بوڑھے ہو چکے تھے اور بینائی بھی زائل ہو گئی تھی۔

حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان سے فرمایا: اے میرے چچازاد بھائی! اپنے بھتیجے سے سنو! ورقہ بن نوفل نے پوچھا! آپ نے کیا دیکھا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے جو کچھ دیکھا تھا بتا دیا۔ ورقہ نے کہا: یہ وہی فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اُترا' کاش! میں اس وقت جوان ہوتا' کاش! میں اس وقت زندہ ہوتا جب آپ کی قوم آپ کو (شہر سے) نکال دے گی۔ نبی اکرم ﷺ نے پوچھا: کیا وہ مجھے نکالیں گے؟ ورقہ نے کہا: ہاں! جو شخص بھی یہ چیز (نبوت) لے کر آیا جو تم لے کر آئے ہو اس سے لوگوں نے دشمنی کی' اگر مجھے وہ دن حاصل ہوا تو میں آپ کی نہایت مضبوط مدد کروں گا۔

لیکن زیادہ وقت نہ گزرا کہ ورقہ بن نوفل کا انتقال ہو گیا اور وحی (بھی) رُک گئی' حتیٰ کہ نبی اکرم ﷺ غمگین ہو گئے۔ (امام زہری فرماتے ہیں) جیسا کہ ہمیں خبر پہنچی ہے کہ اس غم کی وجہ سے کئی بار آپ بلند پہاڑوں کی چوٹیوں سے چھلانگ لگانے کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ جب بھی کسی پہاڑی کی چوٹی پر جاتے کہ اپنے آپ کو گرا دیں تو حضرت جبرئیل علیہ السلام سامنے آ جاتے اور عرض کرتے: اے محمد! (ﷺ) بے شک آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ اس سے آپ کے دل کو سکون مل جاتا اور اس کا اضطراب ختم ہو جاتا اور آپ واپس لوٹ آتے۔ پھر جب وحی نہ آتی تو آپ دوبارہ اسی ارادے سے چل پڑتے۔ جب پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام ظاہر ہوتے اور وہی بات کہتے۔

(صحیح بخاری جلد ۲ ص ۱۰۳۴' کتاب التفسیر)

اس حدیث کے معانی کا بیان۔

نبی اکرم ﷺ نے جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ مجھے اپنے نفس کا ڈر ہے تو اس سلسلے میں علماء کرام نے گفتگو کی ہے (حافظ ابوبکر احمد بن ابراہیم بن اسمٰعیل بن عباس) اسماعیلی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کی طرف گئے ہیں کہ یہ خوف اس بات کا ضروری علم حاصل ہونے سے پہلے تھا کہ آپ کے پاس جو آیا وہ فرشتہ تھا۔ آپ پر یہ بات گراں تھی کہ کہیں آپ کو مجنون نہ کہا جائے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کو قوم کا ڈر تھا کہ وہ آپ کو قتل نہ کر دیں اور اس میں کوئی تعجب نہیں کیونکہ آپ بشر تھے۔ اگرچہ بے مثل بشر تھے اس لئے دوسرے انسانوں کی طرح آپ کو بھی قتل اور اذیت کا خوف تھا (کیونکہ یہ بشری تقاضا ہے)

---

[1] خوف کی وجہ آگے حدیث شریف کی تشریح کے ضمن میں بیان ہو رہی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں......۱۲ ہزاروی۔

Marfat.com

آپ کا یہ فرمانا کہ میں ''پڑھنے والا نہیں ہوں'' (ما انا بقاری) اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے کسی سے نہیں پڑھا' پس میں کتاب نہیں پڑھتا۔
حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (وحی کی) ابتدا خواب سے اس لیے کی گئی کہ اچانک فرشتے کے آنے اور واضح طور پر اچانک نبوت کے آنے سے بشری قوت کے لیے برداشت ممکن نہ ہوتی لہٰذا نبوت کے خصائل اور کرامت کی خوشخبریوں سے آغاز کیا گیا۔
(شرح صحیح مسلم للقاضی عیاض جلد اوّل ص ۴۷۹)

سوال: تین بار ما انا بقاریٔ کیوں فرمایا؟
جواب: ابوشامہ (ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن اسماعیل بن ابراہیم مقدسی دمشقی شافعی رحمۃ اللہ علیہ) نے اس کا جواب دیا ہے جو فتح الباری میں اس طرح ہے کہ پہلی بار ''ما انا بقاری'' کہنا رک جانے پر محمول کیا جائے' دوسری بار محض نفی پر اور تیسری بار استفہام پر محمول کیا جائے۔
(فتح الباری جلد اوّل ص ۲۴)
تین بار آپ کو دبانے میں حکمت یہ تھی کہ آپ کی توجہ کسی دوسری طرف نہ رہے اور اس بات کو ظاہر کیا گیا کہ یہ معاملہ بہت سخت ہے اس میں آپ کو خبردار کیا گیا کہ عنقریب آپ کو بھاری قول سے واسطہ پڑے گا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا مقصد خیال اور وسوسے کا دور کرنا تھا کیونکہ یہ جسم کی صفات سے نہیں پس جب یہ بات جسم پر واقع ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے۔
سوال: نبی اکرم ﷺ کو کیسے معلوم ہوا کہ حضرت جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں۔ جنوں میں سے نہیں ہیں؟
جواب: اس کا جواب دو طریقوں پر ہے: ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کے ہاتھ پر معجزات ظاہر کئے جن کے ذریعے نبی اکرم ﷺ کو ان کی پہچان حاصل ہوئی' جس طرح اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو معجزات عطا فرمائے جن کے ذریعے ہم نے آپ ﷺ کو پہچانا۔
دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ (کی ذات والاصفات) میں ایک علم ضروری پیدا فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے (بھیجے ہوئے) فرشتہ ہیں جن اور شیطان نہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو اس بات کا علم عطا کیا کہ ان سے کلام کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے کوئی دوسرا نہیں اور ان کو بھیجنے والا بھی ان کا رب ہے کوئی دوسرا نہیں۔
اور ورقہ بن نوفل کا یہ کہنا کہ کاش میں اس وقت جوان ہوتا تو اس سے مراد اعلان نبوت ہے یعنی کاش میں ظہور نبوت کے وقت جوان ہوتا حتیٰ کہ آپ کی مدد کرتا (لفظ جذع' جوانی استعمال کیا) لفظ جزع جانوروں کے دانتوں کے لیے استعمال ہوتا ہے اور اس سے مراد وہ جانور ہیں جو جوان ہوں۔

درختوں اور پتھروں کا آپ ﷺ کو سلام کرنا

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے علاء بن جاریہ ثقفی کے طریقے سے بعض اہل علم سے نقل کیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی عزت افزائی فرمانے کا ارادہ کیا اور اس کی ابتدا نبوت سے فرمائی تو آپ جس پتھر اور درخت کے پاس سے گزرتے وہ آپ کو سلام کہتا اور آپ ﷺ اسے سنتے۔ نبی اکرم ﷺ پیچھے مڑ کر اور دائیں بائیں دیکھتے تو درخت اور اس کے گرد پتھروں کے سوا کچھ نظر نہ آتا اور وہ سلام' نبوت کے اعتبار سے یوں ہوتا۔
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔
ترجمہ: ''اے اللہ کے رسول! آپ پر سلام ہو''۔ (السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد اوّل ص ۵۲' دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۳ ص ۱۴۶)

ابتداءِ وحی کے بارے میں دوسری حدیث

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں ایک مہینے تک غارِ حرا میں رہا' جب وہاں ٹھہرنے کا وقت پورا ہوا تو میں اترا

Marfat.com

پس مجھے آواز دی گئی۔ میں نے اپنی دائیں جانب دیکھا تو کچھ بھی نظر نہ آیا' بائیں طرف دیکھا تو کچھ بھی دکھائی نہ دیا' پیچھے دیکھا تو بھی کچھ نظر نہ آیا' میں نے سر اٹھا کر اوپر کی طرف دیکھا تو میں نے کچھ دیکھا (حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا) تو میں اپنی حالت پر قائم نہ رہ سکا چنانچہ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آ گیا اور میں نے کہا:

دثرونی دثرونی۔

ترجمہ: "مجھے کمبل اوڑھاؤ' مجھے کمبل اوڑھاؤ"۔

اور مجھ پر ٹھنڈا پانی ڈالو پھر یہ آیات نازل ہوئیں۔

یٰاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ o قُمْ فَاَنْذِرْ o وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ o (المدثر: ۳-۱)

ترجمہ: "اے کمبل اوڑھنے والے! اٹھیے پس لوگوں کو ڈرائیے اور اپنے رب کی بڑائی بیان کیجئے"۔

اور یہ نماز فرض ہونے سے پہلے کی بات ہے۔

(صحیح بخاری جلد۲ ص ۷۳۲' صحیح مسلم جلد اوّل میں ۹۰' کتاب الایمان' مسند امام احمد جلد۳ ص ۳۰۶)

نبوت کسبی چیز نہیں۔

نبی اکرم ﷺ کا غار حرا میں ٹھہرنا طلب نبوت کے لیے نہ تھا کیونکہ نبوت کا مقام طلب یا اکتساب سے بلند ہے بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عطیہ ہے اور ایک خصوصیت ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اس کے ساتھ خاص کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ وہ منصب رسالت کو کہاں رکھے[1]۔

آپ کا قلبی اضطراب خوشی کی وجہ سے تھا۔

جس قلبی اضطراب کا ذکر کیا گیا وہ حضرت جبریل علیہ السلام سے خوف کی وجہ سے نہ تھا کیونکہ نبی اکرم ﷺ کی شان اس بات سے بلند و بالا ہے اور آپ نہایت مضبوط دل والے تھے بلکہ آپ اپنے حال پر خوش ہوئے اور یہ اضطراب اللہ تعالیٰ کی طرف سے متوجہ ہونے کی وجہ سے تھا آپ کو ڈر ہوا کہ کہیں اللہ تعالیٰ سے ہٹ کر کسی اور کی طرف متوجہ نہ ہو جاؤں یہ بھی کہا گیا ہے کہ نبوت کے بوجھ کی وجہ سے آپ کو خوف ہوا۔

نزول قرآن کا آغاز۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل النبوۃ میں نقل کیا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ اے عتیق ان کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے جائیں چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کو ورقہ کے پاس لے گئے اور آپ کے تمام واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا: جب میں تنہا ہوتا ہوں تو آواز آتی ہے اے محمد! اے محمد! (ﷺ) تو میں بھاگ جاتا ہوں۔ ورقہ بن نوفل نے کہا: جب یہ ندا آئے تو نہ بھاگیں بلکہ ٹھہرے رہیں اور جو کچھ سنیں وہ مجھے بتائیں۔ جب آپ تنہا ہوئے تو آواز آئی اے محمد! (ﷺ) آپ ٹھہرے رہے تو آواز دینے والے نے کہا: پڑھیں "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" (پوری سورۃ فاتحہ) پھر کہا: پڑھیے" لا الٰہ الا اللہ ...... الحدیث ...... (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد۲ ص ۱۵۸)

جن لوگوں نے کہا ہے کہ سب سے پہلے سورہ فاتحہ نازل ہوئی انہوں نے اس واقعہ سے استدلال کیا ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ قرآن پاک میں سب سے پہلے "اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ" (سورہ العلق) نازل ہوئی جیسا کہ صحیح حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے۔ (الدر المنثور جلد۶ ص ۳۶۸) اور یہی بات حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور عبید بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ (تابعی) سے بھی مروی ہے۔

---

[1] نبوت کا منصب عظیم الشان شخصیات کو عطا ہوا اور وہ بشر ہونے کے باوجود دوسرے لوگوں سے ممتاز تھے اس لیے وہ بے مثل بشر تھے ...... ۱۲ ہزاروی۔

Marfat.com

حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی صحیح بات ہے اور سلف وخلف جمہور کا یہی مسلک ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور دیگر حضرات سے جو مروی ہے کہ سب سے پہلے "یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ" نازل ہوئی تو امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ ضعیف بلکہ باطل ہے یہ بات وحی کے رُک جانے کے بعد نازل ہوئی ہیں۔ (صحیح مسلم جلد اوّل ص ۹۰ کتاب الایمان حاشیہ)

حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ والی روایت جس میں سورہ فاتحہ کو پہلی قرار دیا گیا جیسا کہ بعض مفسرین کا قول ہے تو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ حدیث منقطع ہے۔[1] اور اگر یہ حدیث محفوظ ہو تو اس بات کا احتمال ہے کہ "اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ" اور "یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ" کے نزول کے بعد اس کے اُترنے کی خبر دی گئی ہو۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۲ ص ۱۵۹)

حضرت امام نووی رحمہ اللہ اس قول کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: اس کا بطلان ذکر کا محتاج نہیں اس سے بھی زیادہ ظاہر ہے۔

مروی ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام جب پہلی مرتبہ قرآن پاک (کی آیات) لے کر آئے تو نبی اکرم ﷺ کو پناہ مانگنے کے بارے میں کہا جیسا کہ امام ابو جعفر بن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں: حضرت جبریل علیہ السلام جب پہلی بار نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو عرض کیا: اے محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) پناہ مانگیے۔ آپ نے فرمایا:

"استعیذ بالسمیع العلیم من الشیطان الرجیم" میں شیطان مردود سے سننے جاننے والے (اللہ تعالیٰ) کی پناہ چاہتا ہوں۔

پھر کہا: "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" پڑھیں اس کے بعد کہا: پڑھیے "اقرء باسم ربک الذی خلق" حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حضرت محمد ﷺ پر نازل ہونے والی سب سے پہلی سورت یہی ہے۔

حافظ عماد الدین بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ اثر (حدیث) غریب[2] ہے ہم نے اس لیے اس ذکر کیا تا کہ اس کا علم ہو جائے کیونکہ اس کی سند میں ضعف اور انقطاع ہے۔

غارِ حرا کیوں اختیار فرمایا؟

ابن ابی جمرہ نے ایک سوال کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے غارِ حرا کا انتخاب کیوں فرمایا کہ آپ وہاں جا کر علیحدگی میں عبادت فرماتے تھے دوسرے مقامات کو کیوں اختیار نہیں فرمایا؟

اس کا جواب یوں دیا کہ اس غار کو دوسرے غاروں پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ اس میں لوگوں سے دُوری دلجمعی کے ساتھ عبادت اور بیت اللہ کی زیارت کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ گویا اس میں آپ کے لیے تین عبادتیں جمع ہوئیں۔ (۱) تنہائی (۲) عبادت اور (۳) بیت اللہ شریف کی زیارت۔ جبکہ دوسرے غاروں میں یہ تین باتیں جمع نہیں ہو سکتیں۔ (غارِ حراء سے کعبہ شریف بالکل سامنے ہے)

(امام مفسر عبداللہ بن محمد قرشی) مرجانی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے انہوں نے غارِ حراء کے فضائل اور اس کی خصوصیات کے بارے میں کہا۔

ترجمہ: "حراء کے چہرے میں غور کرو کتنے ہی لوگ ہیں جو اس کے حسن کے زیور سے سرگشتہ ہیں"۔

"یہ اپنی فضیلت کے باعث آنے والے کے غم کو دُور کر دیتا ہے جب وہ اس پر چڑھتا ہے"۔

"یہ ہادی دو جہاں شفیع امم ﷺ کی گوشہ نشینی کا مقام ہے اور اس میں ایک غار ہے جس پر آپ ﷺ تشریف لے جاتے تھے"۔

"آپ ﷺ کا قبلہ بیت المقدس سے غار میں تھا اور شروع میں وہیں آپ کے پاس وحی آتی تھی"۔

---

[1] حدیث منقطع وہ حدیث ہے جس کا کوئی راوی ساقط ہو۔ (مذکور نہ ہو)

[2] حدیث غریب وہ حدیث صحیح جس کا راوی ایک ہو وہ غریب کہلاتی ہے۔

Marfat.com

''اور حرا میں جبرئیل علیہ السلام امین نے اس موقف میں تجلی کی جس کے سبب اللہ تعالیٰ نے ابتدا میں اسے درست وہموار کیا''۔
''اس کی اصل ساتوں زمینوں کے نیچے ہے اور پھر اس اصل کے سبب اوپر والے حصے نے جنبش کی''۔
''اور جب پاک ذکر والے اللہ تعالیٰ نے طور پر تجلی فرمائی تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا اور ان ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا حرا ہے''۔
''اور ان ہی ٹکڑوں میں سے کوہ شیر اور پھر کوہ ثور ہے جو مکہ مکرمہ میں ہے۔ نقل تاریخ میں حرا کی ابتدا اسی طرح ہوئی''۔
''اور مدینہ طیبہ میں تین ہیں' تم ان کی گنتی کرو: جبل عیر' جبل ورقان اور جبل احد' یہ تینوں بھی کوہ طور کے ٹکڑے ہیں''۔
''اور اس میں ظہر کے وقت دُعا کرنے والے کی دعا قبول ہوتی ہے اور آواز دی جاتی ہے کہ جو شخص ہم سے دُعا کرتا ہے ہم اس کی دُعا قبول کرتے ہیں''۔
''ایک قول یہ بھی ہے کہ حرا کی پچھلی جانب قابیل آیا اور اس نے ہابیل کو قتل کیا''۔
''غار حرا میں جو سونے اور چاندی کے ٹکڑے ہیں وہ اس کی چٹانوں میں بھی ہیں' وہ اکسیر ہیں۔ یہی بات ہم نے سنی ہے''۔
''میں نے کئی بار وہاں تسبیح سنی اور دوسروں کو بھی سنائی تو انہوں نے کہا: ہم نے بھی سنی ہے''۔
''حرا میں نور الٰہی کا مرکز قائم ہے اور اللہ تعالیٰ کی قسم اس کے اوپر ٹھہرنا کتنا میٹھا (پسندیدہ) ہے''۔

...ی کے آغاز پر شق صدر۔

ابونعیم نے روایت کیا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام نے آپ کے سینہ مبارکہ کو چاک کر کے اسے دھویا پھر فرمایا: ''اقرء ...سم ربك'' (آخر تک)

اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ ورقہ بن نوفل نے کہا: آپ کو خوشخبری ہو اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ وہی ہیں جن کی خوشخبری حضرت عیسیٰ ...ہ السلام نے دی ہے اور آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صفت پر ہیں (کہ ان کی طرح آپ پر بھی وحی نازل ہوئی) اور آپ نبی مرسل ہیں۔
...ئل النبوۃ لابی نعیم جزاول ص ۶۹) (ابوداؤد سلیمان بن جارود بصری) طیالسی اور حارث (بن محمد بن ابی اسامہ) رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی اپنی ...ندوں میں اس موقع پر شق صدر کے بارے میں روایت کیا ہے۔ اور اس میں حکمت یہ تھی کہ نبی اکرم ﷺ کی طرف جو وحی ہو۔ آپ ...ے مضبوط دل کے ساتھ طہارت کے نہایت کامل احوال میں حاصل کریں۔

...تب وحی۔

ابن قیم وغیرہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کے لیے وحی کو متعدد مراتب پر مکمل کیا۔ (جو درج ذیل ہیں)
(۱) سچا خواب: نبی اکرم ﷺ جو خواب دیکھتے اس کی تعبیر روشن صبح کی طرح سامنے آتی۔
(۲) جو کچھ فرشتہ آپ کے دل اور نفس میں ڈالتا تھا اس حال میں کہ وہ نظر نہیں آتا تھا جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔
ان روح القدس نفث فی روعی لن تموت نفس حتی تستکمل رزقها فاتقوا الله واجملوا الطلب ۔
''بیشک روح القدس (حضرت جبرئیل علیہ السلام) نے میرے دل (نفس) میں یہ بات ڈالی کہ کوئی نفس ہرگز دُنیا سے نہیں جائے گا یہاں تک کہ وہ اپنا رزق حاصل کرلے پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اچھی طلب رکھو''۔

(زاد المعاد لابن قیم جلد اول ص ۳۲' مستدرک حاکم جلد ۲ ص ۴' التمہید جلد اول ص ۲۸۴)

اس حدیث کو ابن ابی الدنیا (عبداللہ بن محمد بن عبید اموی) نے ''کتاب القناعۃ'' میں نقل کیا اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا۔
(۳) فرشتہ انسانی صورت میں آتا اور آپ سے مخاطب ہوتا حتیٰ کہ آپ اس سے سن کر یاد کر لیتے۔ فرشتہ آپ کے پاس حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ

Marfat.com

کی صورت میں آتا تھا۔ یہ بات امام نسائی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے نقل کی ہے۔

(مصنف فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ خوبصورت اور جمیل تھے جب آپ تجارت کے لیے تشریف لے جاتے تو کجاووں سے (پردہ نشین) عورتیں آپ کے دیکھنے کے لیے باہر نکل آتی تھی۔

سوال: جب حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کی صورت میں ملتے تو ان کی روح کہاں ہوتی تھی اگر وہ جسم میں ہوتی جس کے چھ سو پر تھے تو جو آپ کے پاس آتا وہ نہ تو جبرئیل علیہ السلام کی روح ہوتی اور نہ ان کا جسم اور اگر اس جسم میں ہوتی جو حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کی صورت میں تھا تو وہ بہت بڑا جسم مرجاتا تھا یا روح سے خالی ہو جاتا تھا اور وہ روح اس جسم سے منتقل ہو کر اس جسم میں آجاتی تھی جو حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کے جسم کے مشابہ تھا۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد اوّل ص ۴۶)

جواب: اس کا جواب اس طرح دیا گیا جیسے (علامہ بدرالدین محمود بن احمد بن موسیٰ حنفی) عینی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ بات بعید نہیں ہے کہ روح کا انتقال موت کا باعث نہ ہو پس جسم زندہ ہے اس کے معارف سے کچھ بھی کم نہ ہو اور اس کی روح کا دوسرے جسم کی طرف منتقل ہونا اسی طرح ہو جس طرح شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے پیٹوں میں چلی جاتی ہیں اور ارواح کے جدا ہونے سے جسموں کا مرجانا عقلاً واجب نہیں ہے بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں ایک طریقہ جاری فرمایا جو ان کے علاوہ مخلوق میں ضروری نہیں۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد اوّل ص ۴۶)

(۴) بعض اوقات وحی گھنٹی کی آواز کی طرح آتی تھی اور یہ آپ پر بہت سخت ہوتی تھی حتیٰ کہ سخت سردی کے دن آپ کی پیشانی سے پسینہ بہتا تھا اور بوجھ کی وجہ سے آپ کا اونٹ زمین پر بیٹھ جاتا ہے ایک مرتبہ اسی حالت میں وحی آئی اور آپ کی ران حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی ران پر تھی تو اس پر بوجھ پڑا حتیٰ کہ قریب تھا کہ وہ ٹوٹ جاتی۔ (زاد المعاد لابن قیم جلد اول ص ۳۲)

(مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں امام طبرانی نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں: رسول اکرم ﷺ کے لیے وحی لکھا کرتا تھا اور جب آپ پر وحی نازل ہوتی تو آپ سخت بخار میں مبتلا ہو جاتے اور چھوٹے چھوٹے موتیوں کی طرح کا بہت زیادہ پسینہ آتا تھا پھر وحی موقوف ہو جاتی اور آپ مجھ پر بولتے جاتے اور میں لکھتا تھا۔ ابھی میں فارغ نہیں ہوتا تھا کہ وحی کے بوجھ کی وجہ سے میرا پاؤں ٹوٹنے کے قریب ہو جاتا تھا۔ حتیٰ کہ میں کہتا: میں اپنے پاؤں سے کبھی چل نہیں سکوں گا۔

جب نبی اکرم ﷺ پر سورہ المائدہ نازل ہوئی تو قریب تھا کہ سورت کے بوجھ سے آپ کی اونٹنی کا بازو (اگلی ٹانگ) ٹوٹ جائے اسے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے (اپنی مسند میں) (مسند امام احمد بن حنبل جلد ۶ ص ۴۵۵) اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے شعب الایمان میں ذکر کیا۔

(۵) آپ فرشتے کو اصلی صورت میں دیکھتے تھے اور اس کے (حضرت جبرئیل علیہ السلام کے) چھ سو پر تھے وہ جو چاہتے آپ کی طرف وحی کرتے اور دو مرتبہ ایسا ہوا کہ جیسا کہ سورہ النجم میں ہے۔[1]

السلام سے کلام فرمایا۔

(۶) ابن قیم نے کہا کہ بعض علماء نے وحی کا اٹھواں مرتبہ بھی ذکر کیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا آپ سے کسی حجاب کے بغیر کلام کرنا۔ جب آپ آسمانوں سے اوپر تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے جو کچھ چاہا آپ کی طرف وحی فرمائی جیسے نمازوں کی فرضیت وغیرہ۔

(۷) اللہ تعالیٰ کا نبی اکرم ﷺ سے فرشتے کے واسطے کے بغیر کلام کرنا۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا۔

ابن قیم نے کہا بعض علماء نے وحی کا آٹھواں مرتبہ بھی ذکر کیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا آپ سے کسی حجاب کے بغیر کلام کرنا۔

(زاد المعاد لابن قیم جلد اوّل ص ۳۲)

---

[1] ابتدائے بعثت کے وقت جب نبی اکرم ﷺ غار حراء میں تھے تو آپ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو افق میں دیکھا اور دوسری بارہ سدرۃ المنتہیٰ پر دیکھا۔ سورہ نجم میں ہے اور آپ نے ان کو دوسری مرتبہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا۔

Marfat.com

کلام ابن قیم کے بارے میں عراقی کی رائے

شیخ الاسلام الولی ابن عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ابن قیم نے یہ بیان امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ کی ''الروض'' سے بیان کیا لیکن انہوں نے یہ بات ذکر نہیں کی کہ جبرئیل علیہ السلام سے پہلے حضرت اسرافیل علیہ السلام وحی کے کچھ کلمات لے کر اترتے تھے۔ (کتب) صحاح کے طریقے سے ثابت ہے حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ پر حضرت اسرافیل علیہ السلام مقرر ہوئے۔ تین سال تک وہ آپ کے سامنے ظاہر ہوتے اور وحی کے کلمات اور دیگر آداب لاتے رہے، پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام متعین ہوئے تو وہ قرآن پاک لے کر آئے۔

اور جہاں تک ابن القیم کی چھٹی بات کا تعلق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں سے اوپر یعنی معراج کی رات نبی اکرم ﷺ پر وحی فرمائی اور ساتویں صورت جو بلا واسطہ کلام ہے اگر اس سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام کی وحی ہی ہے تو وہ پہلی صورتوں میں داخل ہے کیونکہ اس حالت میں حضرت جبرئیل علیہ السلام اپنی اصل صورت پر تھے یا انسانی شکل میں اور دونوں صورتیں پہلے بیان ہو چکی ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ کا بلا واسطہ وحی بھیجنا مراد ہے اور یہی ظاہر ہے تو یہ بعد والی صورت ہے۔

اور ان کا یہ کہنا کہ بعض نے وحی کا آٹھواں مرتبہ بھی بیان کیا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا حجاب کے بغیر گفتگو کرنا ہے تو یہ ان لوگوں کے مذہب پر (صحیح) ہے جو رویت باری تعالیٰ کے قائل ہیں اور یہ اختلافی مسئلہ ہے۔

اور یہ بھی احتمال ہے کہ چھٹے مرتبے سے ابن قیم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی وحی مراد لی ہو اور اس میں اور اس سے پہلے والی صورت میں مقام وحی کے اعتبار سے مغائرت ہے یعنی جو آسمانوں کے اوپر ہوئی بخلاف پہلی صورتوں کے کیونکہ وہ زمین پر واقع ہوئی ہیں۔

اور یہ نہ کہا جائے کہ اقسام وحی کا متعدد ہونا اس زمینی ٹکڑے کے اعتبار سے ہے جس میں حضرت جبرئیل علیہ السلام آتے تھے اور یہ ناممکن بات ہے کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ وہ وحی جو آسمان میں ہوئی اور وہ مشاہدہ غیب کے مراتب سے ہے وہ وحی زمین پر ہونے والی وحی کا غیر ہے کیونکہ مقامات مختلف ہیں۔

مراتب وحی کا تتمہ

(مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں اس سے بھی زائد مراتب ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا آپ کے خواب میں گفتگو کرنا جس طرح امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرا رب میرے پاس نہایت اچھی صورت میں آیا (جیسے اس کے شایان شان ہے) اور فرمایا: اے محمد! ملاء اعلیٰ (بلند مرتبہ فرشتے) کس بات میں اختلاف کرتے ہیں۔ (مسند امام احمد بن حنبل جلد اوّل ص ۳۶۸، المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۸ ص ۳۴۹، العال امتناہیہ لابن جوزی جلد ۲ ص ۲۰)۔

ایک اور مرتبہ ہے اور وہ علم ہے جو اللہ تعالیٰ آپ کے دل میں اور زبان پر اس وقت جاری فرماتا جب آپ احکام کے سلسلے میں اجتہاد فرماتے کیونکہ یہ بات متفق علیہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب بھی اجتہاد فرماتے آپ کا اجتہاد صحیح ہوتا اور آپ خطا سے معصوم تھے اور یہ بات آپ کے حق میں عادت کی خلاف ہے امت کے کسی فرد کو یہ بات حاصل نہیں اور دل میں جو بات ڈالی جاتی تھی یہ اس سے الگ بات ہے کیونکہ یہ اجتہاد سے حاصل ہے اور دل میں ڈالنا دوسری بات ہے۔

ایک اور مرتبہ ہے یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام کا حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی دوسرے آدمی کی صورت میں آنا کیونکہ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ ان لوگوں کے ہاں معروف تھے اس بات کو ابن منیر نے ذکر کیا ہے اگرچہ یہ تیسرے مرتبہ میں داخل ہے جو ابن قیم نے ذکر کیا ہے۔

(زاد المعاد لابن قیم جلد اوّل ص ۳۲)

(قاضی ابو عبداللہ الحسین بن حسین بن حلیم شافعی فقیہ) حلیمی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا کہ وحی چھیالیس اقسام پر ہیں اور ان کا مجموعہ ماقبل مذکورہ اقسام

Marfat.com

میں داخل ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ (فتح الباری شرح بخاری جلد اوّل ص ۱۸)

ابن منیر نے ذکر کیا ہے کہ وحی کے تقاضوں کے مطابق وحی کی حالت مختلف ہوتی تھی اگر کسی وعدے یا خوشخبری سے متعلق وحی ہوتی فرشتہ آدمی کی صورت میں اترتا اور کسی مشقت کے بغیر نبی اکرم ﷺ سے مخاطب ہوتا اور اگر عذاب کے وعدہ (یعنی وعید) اور ڈرسنانے سے متعلق وحی ہوتی تو وہ گھنٹی کی آواز کی طرح ہوتی۔

حضرت جبریل علیہ السلام کتنی بار اترے۔

ابن عادل نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نبی اکرم ﷺ پر چوبیس ہزار مرتبہ' حضرت آدم علیہ السلام پر بارہ مرتبہ' حضرت ادریس علیہ السلام پر چار مرتبہ' حضرت نوح علیہ السلام پر پچاس مرتبہ' حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بیالیس مرتبہ' حضرت موسیٰ علیہ السلام پر چار سو مرتبہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر دس مرتبہ اترے' یہ ابن عادل کا قول ہے۔

نماز کا پہلی بار حکم۔

مروی ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام' نبی اکرم ﷺ کے سامنے نہایت اچھی صورت اور بہترین خوشبو کے ساتھ حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے محمد ﷺ! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے آپ میری طرف سے جنوں اور انسانوں کے لیے رسول ہیں۔ پس ان کو "لا الہ الا اللہ" کی طرف بلاؤ۔ پھر انہوں نے اپنا پاؤں زمین پر مارا تو پانی کا ایک چشمہ پھوٹ نکلا' اس سے حضرت جبریل علیہ السلام نے وضو کیا پھر آپ سے عرض کیا کہ وضو فرمائیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام نماز پڑھنے کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ سے بھی کہا کہ آپ ﷺ ان کے ساتھ نماز پڑھیں تو اس طرح حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو وضو اور نماز کا طریقہ بتایا۔ اس کے بعد وہ آسمان پر تشریف لے گئے اور نبی اکرم ﷺ واپس تشریف لائے تو آپ جس پتھر' ڈھیلے اور درخت سے گزرتے وہ کہتا "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ" حتیٰ کہ آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور ان کو اس واقعہ کی خبر دی تو وہ خوشی سے بے ہوش ہو گئیں۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا تو انہوں نے وضو کر کے آپ کے ہمراہ اس طرح نماز پڑھی جس طرح جبریل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو پڑھائی تھی۔ شروع میں نماز دو رکعتیں فرض تھی' اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے سفر میں اسی کو برقرار رکھا اور سفر کے علاوہ کی نماز کو مکمل کیا۔

حضرت مقاتل (بن سلیمان بلخی مفسر رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: شروع شروع میں دو رکعتیں صبح اور دو رکعتیں شام کے وقت فرض تھیں' ارشاد خداوندی ہے۔

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ۝ (غافر:۵۵)

ترجمہ: "اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح شام اور صبح کے وقت بیان کیجئے"۔

فتح الباری میں ہے نبی اکرم ﷺ واقعہ معراج سے پہلے یقیناً نماز پڑھتے تھے' اسی طرح صحابہ کرام بھی نماز ادا کرتے تھے لیکن اس میں اختلاف ہے کہ کیا پانچ نمازوں سے پہلے کوئی نماز فرض تھی یا نہیں' کہا گیا ہے کہ طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے نماز فرض تھی' اس کی دلیل یہ ہے' ارشاد خداوندی ہے:

وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ (طٰہٰ:۱۳۰)

ترجمہ: "اور سورج کے طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کریں"۔

حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سب سے پہلے ڈرانا اور توحید کی طرف بلانا واجب ہوا' پھر اللہ تعالیٰ نے رات کا قیام فرض کیا جس طرح سورہ مزمل کے شروع میں مذکور ہے' پھر اس کو منسوخ کر دیا گیا جس طرح اس سورت کے آخر میں ہے اس کے بعد مکہ مکرمہ سے آپ کو معراج کرایا اور

Marfat.com

اس رات پانچ نمازیں فرض کر کے اسے منسوخ کیا۔ اور جو کچھ اس روایت میں ذکر کیا گیا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو وضو سکھایا اور اس کا حکم دیا' یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وضو کی فرضیت معراج سے پہلے ہوئی[۱]۔ (شرح مسلم للقاضی عیاض جلد۲ ص۱۱)

وحی کا رک جانا۔

پھر کچھ عرصہ وحی رک گئی جس سے آپ بہت پریشان اور غمگین ہوئے۔ کچھ عرصہ وحی کا رک جانا فترت کہلاتا ہے اور اس کا مقصد یہ تھا کہ نبی اکرم ﷺ کو جو خوف لاحق ہوا وہ چلا جائے اور وحی کے دوبارہ آنے کا شوق پیدا ہو۔ اور وحی کے رکنے کا زمانہ تین سال تھا جیسا کہ ابن اسحٰق نے یقین کے ساتھ یہ بات کہی۔ (لیکن اس مدت میں اختلاف ہے)۔ (فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد اوّل ص ۲۶)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ میں ہے نیز یعقوب بن سفیان نے حضرت شعبی سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ پر اس وقت نبوت (وحی) نازل ہوئی جب آپ چالیس سال کے تھے۔ تین سال تک حضرت اسرافیل علیہ السلام یہ ذمہ داری نبھاتے رہے' وہ آپ کو کچھ سکھاتے تھے لیکن قرآن پاک ان کی زبان پر نازل نہیں ہوا۔ جب تین سال مکمل ہوئے تو یہ ذمہ داری حضرت جبریل علیہ السلام کے سپرد ہوئی اور بیس سال تک ان کی زبان کے واسطہ سے قرآن پاک نازل ہوا۔ ابن سعد اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی جلد۲ ص ۱۳۲' طبقات ابن سعد جلد اوّل ص ۱۹۱' فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد اوّل ص ۲۶)

نبوت و رسالت۔

یہ بات واضح ہوگئی کہ آپ کی نبوت' رسالت سے مقدم ہے' جس طرح ابو عمر وغیرہ نے کہا ہے۔ ابو امامہ بن نقاش نے اسی طرح نقل کیا ہے سورۃ ''اقرء'' کے نزول میں نبوت ہے اور سورہ ''المدثر'' کے نزول کے ذریعے آپ کی رسالت کا اعلان ہے کیونکہ اس سورت میں آپ کو ڈر سنانے' خوشخبری دینے اور شرعی احکام کی تبلیغ کا حکم دیا گیا۔

اور یہ بات پہلی بات کے بعد ہے کیونکہ جب سورہ اقرء انسانی طور طریقوں یعنی پیدائش' تعلیم اور افہام (سمجھانا) پر مشتمل ہے تو مناسب تھا کہ سب سے پہلے یہی سورت نازل ہو' یہ طبعی اور فطری ترتیب ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے علم' فہم' حکمت اور نبوت وغیرہ جو کچھ اپنے نبی ﷺ تک پہنچایا اس کا ذکر کیا جائے اور بندوں کی تعریف کے مقام پر اس بات کے ذریعے احسان فرمائے جو ان کو فہمی' نطقی اور خطی بیان کے ذریعے نعمت عطا فرمائی پھر اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دے کہ آپ اٹھ کھڑے ہوں اور اس کے بندوں کو ڈرائیں۔

[۱] حضرت جبریل علیہ السلام کے سکھانے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ حضور علیہ السلام کے استاد اور معلم قرار پائے کیونکہ وہ تو ایک واسطہ تھے' سکھانے والا اور احکام بھیجنے والا تو اللہ تعالیٰ ہے۔

Marfat.com

سب سے پہلے کون ایمان لایا؟

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا ایمان لانا

آپ پر سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جو عورتوں میں سے نہایت سچی تھیں ایمان لائیں اور صدیقیت کے حقوق اور مشقتیں برداشت کرنے کے لیے کمربستہ ہوگئیں' نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ مجھے اپنے بارے میں ڈر لگتا ہے تو انہوں نے عرض کیا: آپ کو خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی بھی رسوا نہیں فرمائے گا۔ (صحیح بخاری جلد۲ ص ۱۰۳۴) پھر انہوں نے آپ کی صفات' اخلاق اور اچھی خصلتوں سے استدلال کیا کہ جو شخص ان صفات کا مالک ہوتا ہے وہ کبھی رسوا نہیں ہوتا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد امت کے صدیق اور اسلام میں سبقت کرنے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہوں نے راہ خداوندی میں آپ کو قوت فراہم کی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں میں سے سب سے پہلے ایمان لائے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے یہ اشعار اس بات کی گواہی دیتے ہیں' وہ فرماتے ہیں۔

اذا تذکرت شجوی من اخی ثقة — فاذکر اخاك ابابکر بما فعلا

خیر البریة اتقاها واعدلها — بعد النبی واوفاها بما حملا

والثانی التالی المحمود مشهده — واول الناس قدما صدق الرسلا

(الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد۲ ص ۲۴۴' السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد اوّل ص۱۶۵' دیوان حسان ص ۸۳)

''جب تم کسی شخص کو یاد کرو کہ وہ اپنے بھائی کے لیے مشقتیں برداشت کرتا ہے تو تم اپنے بھائی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان کے اچھے کاموں کے ذریعے یاد کرو''

''نبی اکرم ﷺ کے بعد آپ مخلوق میں سے سب سے بہتر' سب سے بڑے متقی اور زیادہ عدل کرنے والے اور اپنی ذمہ داری کو زیادہ پورا کرنے والے ہیں''

''آپ نبی اکرم ﷺ کے ثانی اور تابع ہیں۔ آپ کی قبر تعریف کے قابل ہے' آپ سب سے پہلے انسان ہیں جنہوں نے رسولوں کی تصدیق کی''۔

ابو عمر (بن عبدالبر) نے اسے روایت کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے پہلے ایمان لائے۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق' امام نخعی (ابراہیم بن یزید بن قیس نخعی) ابن ماجشون' محمد بن منکدر اور اخنس نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا۔

کہا گیا ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور آپ نبی اکرم ﷺ کی پرورش میں تھے تو اس بنیاد

Marfat.com

پر یوں کہا جائے گا کہ مردوں میں حضرت ابوبکر صدیق اور بچوں میں سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا کیونکہ اس وقت آپ بچے تھے بالغ نہیں ہوئے تھے۔ اسی لیے آپ نے فرمایا۔

سبقتکم الی الاسلام طرا صغیرا ما بلغت اوان حلمی

(السیرہ النبوۃ لابن ہشام جلد اول ص ۱۶۳)

ترجمہ: "میں تم سب سے اسلام میں سبقت لے گیا کیونکہ میں بچہ تھا بلوغت کی عمر کی نہیں پہنچا تھا"۔

اس وقت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی عمر دس سال تھی۔ طبری نے اسی طرح بیان کیا۔

ابن عبدالبر نے کہا کہ حضرت سلمان، حضرت ابوذر، حضرت مقداد، حضرت خباب، حضرت جابر، حضرت ابوسعید خدری اور حضرت زید بن ارقم (رضی اللہ عنہم) ان لوگوں میں شامل ہیں جو کہتے ہیں کہ حضرت المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سب سے پہلے ایمان لائے۔ ابن شہاب اور قتادہ وغیرہ کا یہی قول ہے۔

(الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد ۲ ص ۲۷)

پہلے اسلام لانے والے کے بارے میں اقوال۔

ابن عبدالبر نے کہا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا مطلقاً سب سے پہلے ایمان لائیں۔ (الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد ۳ ص ۲۹) یہ بھی کہا گیا ہے کہ سب سے پہلے ورقہ بن نوفل نے اسلام قبول کیا اور جو لوگ اس بات کو تسلیم نہیں کرتے ان کا دعویٰ یہ ہے کہ ورقہ بن نوفل نے نبی اکرم ﷺ کی نبوت کو پایا، رسالت کو نہیں پایا لیکن سیرت کی کتابوں میں آیا اور ابونعیم کی گزشتہ روایت میں بھی اسی طرح ہے کہ انہوں نے کہا: آپ کو خوشخبری ہو میں بھی اسی بات کی گواہی دیتا ہوں۔ جس کی خوشخبری حضرت (عیسیٰ) ابن مریم علیہ السلام نے دی اور آپ ﷺ موسیٰ علیہ السلام کے دین کی مثل پر ہیں اور آپ نبی مرسل ہیں۔ عنقریب آپ کو جہاد کا حکم دیا جائے گا، اگر میں نے آپ کا زمانہ پایا تو آپ کے ساتھ مل کر جہاد کروں گا۔

تو یہ قول اس بات میں واضح ہے کہ ورقہ بن نوفل نے نبی اکرم ﷺ کی رسالت کی تصدیق کی ہے۔

(سراج الدین ابوحفص عمر بن رسلان) بلقینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس اعتبار سے مردوں میں سے سب سے پہلے ورقہ بن نوفل ایمان لائے۔ عراقی نے (علوم حدیث کے سلسلے میں) ابن صلاح (کی کتاب) پر اپنے نکات میں یہی بات کہی ہے اور ابن مندہ نے ان کو صحابہ کرام میں شمار کیا ہے۔

عراقی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سب سے پہلے اسلام لانے پر اکثر علماء سے نقل کیا اور ابن عبدالبر نے اس بات پر اتفاق ذکر کیا ہے۔

(الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد ۲ ص ۲۷)

ثعلبی (احمد بن محمد بن ابراہیم نیشاپوری) رحمہ اللہ نے اس بات پر علماء کا اتفاق نقل کیا کہ سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا، اختلاف اس میں ہے کہ ان کے بعد سب سے پہلے کون اسلام لایا۔

زیادہ مناسب قول۔

(شیخ الاسلام تقی الدین ابوعمرو عثمان) ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: سب سے زیادہ مناسب بات یہ ہے کہ آزاد مردوں میں سے سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا، بچوں یا نوعمر حضرات میں سے سب سے پہلے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اسلام لائے، عورتوں میں سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، آزاد کردہ غلاموں میں سے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور غلاموں میں سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لائے۔

طبری نے کہا کہ تمام روایات میں تطبیق دی جائے اور ان کو صحیح سمجھتے ہوئے یوں کہا جائے کہ مطلق طور پر (عورت مرد وغیرہ کا لحاظ کئے بغیر) سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی شروع میں اسلام لائے لیکن آپ بچے تھے ابھی بالغ نہیں ہوئے

Marfat.com

تھے اور آپ اپنے اسلام کو چھپاتے تھے' جبکہ پہلے عربی بالغ مرد جنہوں نے اسلام قبول کیا اور ظاہر بھی کیا وہ ابوبکر بن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ تھے۔ نیز آزاد کردہ غلاموں میں سے سب سے پہلے حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔

طبری نے کہا کہ یہ متفق علیہ بات ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں اور جن لوگوں نے کہا کہ مردوں میں سے سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لائے ان لوگوں کے قول کو بھی اسی بات پر محمول کیا جائے گا یعنی بالغ آزاد مردوں میں سے سب سے پہلے آپ نے اسلام قبول کیا۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بھی اس بات کی تصدیق کرتی ہے انہوں نے فرمایا: حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مجھ سے چار باتوں میں سبقت لے گئے جو مجھے نہیں دی گئیں۔ اسلام کے پھیلانے میں انہوں نے مجھ سے سبقت کی' انہوں نے ہجرت مجھ سے پہلے کی' رسول اکرم ﷺ کے ساتھ غار میں رہے اور اس وقت نماز قائم کی جب میں شعب بنی ہاشم میں تھا' وہ اپنا اسلام ظاہر کرتے تھے اور میں چھپاتا تھا۔

''فضائل ابوبکر'' کے مصنف نے اس روایت کو ذکر کیا اور حضرت خیثمہ نے اس کو معنوی طور پر ذکر کیا۔ جہاں تک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نبی اکرم ﷺ کی صحبت میں رہنے کا تعلق ہے۔ تو آپ جب اٹھارہ سال کے تھے (اور) اس وقت اہل مکہ شام کی طرف تجارت کا ارادہ کرتے تھے (اور) بحیریٰ نے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں دریافت کیا تھا تو اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دل میں یقین پیدا ہو گیا تھا۔ میمون بن مہران کا قول ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی قسم! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بحیریٰ کے زمانے میں نبی اکرم ﷺ پر ایمان لائے' اس ایمان سے مراد آپ کی صداقت پر یقین ہے یعنی وہ یقین جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دل میں ثابت ہوا اور وہ نبی اکرم ﷺ کے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے اور شام کی طرف سفر بعثت سے پہلے ہوا۔

پہلا گروہ جو اسلام لایا

حضرت زید بن حارثہ کے بعد حضرت عثمان بن عفان' زبیر بن عوام' عبدالرحمٰن بن عوف' سعد بن ابی وقاص' طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعوت پر اسلام لائے' آپ ان حضرات کو لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے آپ کی دعوت کو قبول کیا' اسلام لائے اور نماز پڑھی۔

پھر ان نو شخصیات (حضرت ابوبکر صدیق' حضرت علی المرتضیٰ' حضرت خدیجۃ الکبریٰ حضرت زید بن حارثہ (رضی اللہ عنہم) اور وہ پانچ صحابی جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعوت پر اسلام لائے) کے بعد حضرت ابوعبیدہ عامر عبداللہ بن جراح' ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ اسلام لائے' اسی طرح حضرت ارقم بن ابی ارقم مناف' سعید بن زید بن عمرو بن نفیل اور ان کی زوجہ فاطمہ بنت خطاب نے اسلام قبول کیا۔

(السیرۃ النبوۃ لابن ہشام جلد اوّل ص ۱۶۵)

ابن سعد نے کہا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والی خاتون حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ ام الفضل' اسماء بنت ابی بکر اور ان کی بہن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

ابن اسحٰق وغیرہ نے اسی طرح کہا ہے لیکن یہ وہم ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس وقت تک پیدا ہی نہیں ہوئی تھیں اسلام کیسے لائیں۔ آپ کی ولادت نبوت کے چوتھے سال ہوئی۔ مغلطائی وغیرہ نے اسی طرح کہا ہے' پھر مرد اور عورتیں گروہ در گروہ اسلام میں داخل ہوئے۔ (السیرۃ النبوۃ لابن ہشام جلد اوّل ص ۲۸۰) پیر محمد کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ ضیاء النبی جلد ۲ ص ۲۳۷ پر بحوالہ کتاب ''محمد رسول اللہ محمد رضا'' جلد اوّل ص ۷۹ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اسلام لانے میں نمبر ۱۷، ۱۸ پر ہیں۔ (مؤلف نے سیدہ صدیقہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر بوقت نبوت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک تحقیقی بیان تحریر کیا ہے

Marfat.com

(جو آگے انشاء اللہ تعالیٰ آئے گا) جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کی عمر بوقت نبوت بارہ تیرہ سال تھی۔ واللہ اعلم''۔)

دعوت اسلام کے لیے جدوجہد

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ جو کچھ آپ لائے ہیں اسے (مشرکین کے سامنے) ظاہر کریں۔

اس سلسلے میں ارشاد خداوندی ہے: فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ (الحجر:۹۴) آپ کو جس بات کا حکم دیا جاتا ہے اس کو ظاہر کریں۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد نماز میں بلند آواز سے قرآت کرنا ہے۔

حضرت ابوعبیدہ بن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ آہستہ قرآت فرماتے تھے حتیٰ کہ آیت کریمہ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ نازل ہوئی تو آپ نے اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بلند آواز سے قرات فرمائی۔

امام بیضاوی اس آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں: اس کا معنی بلند آواز سے دلیل دینا یا حق و باطل کے درمیان فرق کرنا ہے۔ اس لفظ کا اصل معنی ظاہر کرنا اور ممتاز کرنا ہے۔ ''ما'' مصدریہ یا موصولہ ہے اور راجع محذوف ہے یعنی جن شرعی احکام کا آپ کو حکم دیا جاتا ہے (ان کو بیان کریں' فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ'' یہاں یہ محذوف ہے) (تفسیر بیضاوی جلد۲ص ۳۰۸)

پوشیدہ دعوت کی مدت

سیرت نگار لکھتے ہیں کہ یہ آیت نبوت کے تین سال بعد نازل ہوئی اور اس مدت میں نبی اکرم ﷺ نے اپنے معاملے کو پوشیدہ رکھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ظاہر کرنے کا حکم دیا۔

قریش کا موقف

چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی قوم کے سامنے اسلام کا کھلم کھلا اظہار فرمایا جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا تھا (اس دوران) آپ کی قوم نہ تو آپ سے دور ہوئی اور نہ آپ کا رد کیا یہاں تک کہ آپ نے ان کے معبودوں کا ذکر کیا اور ان کی برائی بیان فرمائی اور یہ چوتھے سال کی بات ہے جیسا کہ عتقی نے بیان کیا۔

اب وہ لوگ آپ کے خلاف اور آپ کی عداوت میں اکٹھے ہوئے البتہ جن کو اللہ تعالیٰ نے اسلام لانے کی وجہ سے اس جرم سے بچایا (وہ بچ گئے) آپ کے چچا ابوطالب نے آپ پر شفقت کے باعث آپ کا دفاع کیا اور ان لوگوں کے راستے میں حائل ہو گئے۔

معاملہ بہت سخت ہو گیا اور لوگ ایک دوسرے کو مارنے لگے اور ایک دوسرے کے خلاف دشمنی ظاہر کی۔ ان میں سے جو مسلمان ہو گئے تھے ان پر قریش کو بڑا غصہ آیا۔ چنانچہ وہ ان کو عذاب دینے لگے اور وہ دین کے معاملے میں ازمائش میں پڑ گئے۔ رسول اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے چچا ابوطالب اور بنو ہاشم کے سبب محفوظ رکھا البتہ ابولہب اور بنو مطلب آپ کی مدد میں شریک نہ ہوئے۔

حضرت مقاتل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ابوطالب کے پاس تھے اور ان کو سلام کی دعوت دے رہے تھے اتنے میں قریش نبی اکرم ﷺ کو اذیت پہنچانے ابوطالب کے پاس جا پہنچے۔ ابوطالب نے کہا: جب اونٹ چراگاہ سے واپس آتے ہیں اگر کوئی اونٹنی اپنے بچے کو چھوڑ کر کسی دوسرے بچے پر مہربان ہوئی تو میں ان کو تمہارے حوالے کر دوں گا[1]۔ ابوطالب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا:

ترجمہ:

''اللہ تعالیٰ کی قسم! وہ سب کے سب بھی آپ تک نہیں پہنچ سکتے جب تک میں مٹی میں دفن نہ ہو جاؤں''۔

---

[1] ابوطالب نے یہ بات اس لیے کہی کہ وہ لوگ ان کے پاس عمارہ بن ولید کو لے کر آئے اور کہا کہ اسے اپنا بیٹا بنالیں اور حضرت محمد ﷺ کو ہمیں دے دیں تاکہ ہم ان کو قتل کر دیں۔

Marfat.com

''آپ کو جو حکم دیا گیا اسے ظاہر کیجئے آپ کو کوئی نہیں روک سکتا۔ آپ کو خوشخبری ہو اور اس سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کیجئے''۔

''آپ نے مجھے دعوت دی بے شک آپ خیر خواہ ہیں' آپ نے سچ کہا اور آپ امانت دار ہیں''

''آپ نے میرے سامنے جو دین پیش کیا وہ لامحالہ تمام دینوں سے بہتر ہے''

''اگر ملامت و عار کا ڈر نہ ہوتا تو آپ ضرور مجھے اس دین کو ظاہر کرنے والے اور فیاض پاتے''

مذاق اڑانے والے

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم ﷺ کو مذاق اڑانے والوں سے محفوظ رکھا جیسے ارشاد فرمایا:

وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ○ (الحجر:۹۴) ترجمہ: ''اور مشرکین سے منہ پھیر لیں''۔

وہ جو کچھ کہتے ہیں اس کی طرف توجہ نہ کریں۔

اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ○ (الحجر:۹۵)

ترجمہ: ''بے شک ہم مذاق اڑانے والوں کے مقابلے میں آپ کو کفایت کرنے والے ہیں''۔

یعنی ان کو ہلاک کرنے اور ان کا قلع قمع کرنے کے لیے ہم کافی ہیں۔ کہا گیا ہے کہ یہ قریش کے معزز افراد میں سے پانچ شخص تھے۔ ولید بن مغیرہ' عاصی بن وائل' حارث بن قیس' اسود بن عبد یغوث اور اسود بن مطلب۔

یہ لوگ نبی اکرم ﷺ کو اذیت پہنچاتے اور مذاق اڑانے میں مبالغہ کرتے تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا مجھے حکم دیا گیا میں آپ ﷺ کو ان سے کفایت کروں' پھر ولید کی پنڈلی کی طرف اشارہ کیا' وہ تیر بنانے والے کی طرف گزرا' اس کے کپڑے سے ایک تیر لٹک گیا۔ وہ تیر کی تعظیم کی وجہ سے اسے لینے کے لیے نہ مڑا اور وہ اس کی ایڑی کی ایک رگ میں پیوست ہو گیا اور پھر وہ مر گیا۔ اور عاصی کے تلوے کی طرف اشارہ کیا تو اس میں کانٹا چبھا جس سے پاؤں پھول کر چکی کی طرح ہو گیا پس وہ بھی مر گیا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حارث کی ناک کی طرف اشارہ کیا تو اس سے پیپ بہنے لگی اور وہ مر گیا۔ اسود بن یغوث درخت میں جڑ میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی طرف اشارہ کیا تو وہ اپنا سر درخت سے ٹکرانے لگا اور اپنا چہرہ کانٹوں پر مارتا حتیٰ کہ وہ بھی مر گیا۔ اور اسود بن عبد المطلب کی آنکھوں کی طرف دیکھا تو وہ اندھا ہو گیا۔

آپ ﷺ نے قوم کی طرف سے جو اذیت برداشت کی

نبی اکرم ﷺ لوگوں کے گھروں میں تشریف لے جاتے اور فرماتے: اے لوگو! اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ اسی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ' اور ابولہب پیچھے پیچھے جاتا اور کہتا: اے لوگو! یہ شخص تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ دو۔ (مسند امام احمد بن حنبل جلد۳ ص۴۹۲) ولید بن مغیرہ نے آپ کو جادوگر کہا اور اس کی قوم نے اس کی پیروی کی[1]۔ قریش نے بھی آپ کو اذیت پہنچائی اور آپ ﷺ

[1] ابن اسحٰق حاکم اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے جید سند کے ساتھ ذکر کیا کہ قریش کے کچھ لوگ ولید کے پاس جمع ہوئے اور وہ ان میں عمر رسیدہ تھا۔ اس نے ان سے کہا: اے قریش کی جماعت! حج کا موسم آ رہا ہے اور عرب کے مختلف وفود تمہارے ہاں آئیں گے۔ انہوں نے تمہارے اس ساتھی کا معاملہ سن رکھا ہے لہٰذا ایک رائے اختیار کرو' اختلاف نہ کرنا کہ ایک دوسرے کو جھٹلانا شروع کر دو۔ انہوں نے کہا: تم کوئی رائے بتاؤ۔ اس نے کہا: تم بتاؤ میں سنتا ہوں انہوں نے کہا ہم کہیں گے یہ کاہن ہے اس نے کہا: اللہ کی قسم! یہ کاہن نہیں ہم نے کاہن دیکھے ہیں نہ یہ کاہنوں کی آواز ہے اور نہ سجع۔ انہوں نے کہا: ہم کہیں گے یہ پاگل ہے۔ اس نے کہا: اللہ کی قسم! یہ پاگل بھی نہیں ہے ہم نے پاگل دیکھے ہیں۔ انہوں نے کہا: شاعر ہیں۔ اس نے کہا: شاعر بھی نہیں: ہمیں شعر کی تمام اصناف کا علم ہے انہوں نے کہا: جادوگر ہیں: اس نے کہا: جادوگر بھی نہیں' ہم نے جادوگر دیکھے ہیں۔ اس میں ایسی کوئی بات نہیں۔ انہوں نے کہا: تم کیا کہتے ہو؟ چنانچہ ان کا اتفاق اسی پر ہوا کہ یہ جادوگر ہیں کیونکہ یہ آدمی کو اس کے رشتہ داروں سے جدا کرتا ہے وہ بکھر گئے اور حج کے موسم میں مختلف راستوں پر بیٹھ گئے۔ جب کوئی آتا تو اسے حضور علیہ السلام سے دور رہنے کی تلقین کرتے لیکن اس طرح حضور علیہ السلام کا ذکر مزید پھیل گیا۔ (شرح زُرقانی علی الواہب جلد اوّل ص ۲۹۱) ۱۲ ہزاروی۔

Marfat.com

کوشاعر، کاہن اور مجنون کہا۔ ان میں سے بعض آپ کے سرانور پر مٹی ڈالتے اور آپ کے دروازے پر خون پھینکتے۔

آپ ﷺ کعبہ شریف کے پاس بارگاہ خداوندی میں سجدہ ریز تھے کہ عقبہ بن ابی معیط (بدبخت) نے آپ کی مبارک گردن پر پاؤں رکھا۔ قریب تھا کہ آپ کی مبارک آنکھیں باہر نکل پڑیں اور اس نے آپ کا گلا بہت زور سے دبایا حتیٰ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کی راہ میں حائل ہوئے انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے سرانور اور ڈاڑھی مبارک کو اس طرح کھینچا کہ اکثر بال گر گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے سامنے کھڑے ہوئے اور فرمایا: تم اس شخص کو شہید کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے میرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔

ابن عمرو نے کہا صحیح بخاری شریف میں ہے: نبی اکرم ﷺ کعبہ شریف کے صحن میں تشریف فرما تھے کہ عقبہ بن ابی معیط آیا اور اس نے نبی اکرم ﷺ کو شانہ مبارک سے پکڑا اور اپنا کپڑا آپ کی گردن میں ڈال کر سخت گھونٹا اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اسے کاندھے سے پکڑ کر نبی اکرم ﷺ سے دور ہٹایا۔ (صحیح بخاری جلد اول ص ۵۴۴، کتاب مناقب الانصار)۔

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰهُ (غافر:۲۸)

ترجمہ: ''کیا تم ایک شخص کو اس لیے شہید کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ تعالیٰ ہے''۔

علماء کرام نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آل فرعون کے مومن سے افضل ہیں (کیونکہ جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنا چاہا تو) اس نے صرف زبانی مدد کی جبکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے زبان کے ساتھ ساتھ ہاتھ سے بھی مدد فرمائی، یوں آپ نے نبی اکرم ﷺ کی مدد اپنے قول اور فعل (دونوں) سے کی۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کیا فرماتے ہیں: ابوجہل نے کہا: کیا محمد ﷺ تمہارے سامنے اپنا چہرہ مبارک آلود کرتے ہیں (سجدہ کرتے ہیں) انہوں نے کہا: ہاں! ابوجہل نے کہا: لات وعزیٰ کی قسم! اگر میں اسے اس طرح کرتے ہوئے دیکھوں تو اس کی گردن کچل ڈالوں گا اور اس کا چہرہ خاک آلودہ کردوں گا' پھر وہ آیا اور نبی اکرم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اس کا مقصد آپ کی گردن مبارک کو کچلنا تھا' قریش نے اچانک دیکھا کہ وہ پیچھے کی طرف ہٹ رہا ہے اور اپنے ہاتھوں کے ذریعے بچنا چاہتا ہے پوچھا گیا تمہیں کیا ہوا؟ اس نے کہا: میرے اور اس کے درمیان آگ کی خندق ہے پرندوں کے بازو ہیں اور خوفناک منظر ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر وہ میرے قریب آتا تو فرشتے اس کا ایک ایک عضوا چک لیتے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں نازل فرمایا: (صحیح مسلم جلد۲ ص ۳۷۲)

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰٓی ۝ (العلق:٦)

ترجمہ: ''ہاں ہاں بے شک انسان سرکشی کرتا ہے''۔

اور جب سورۃ ''تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝'' نازل ہوئی تو ابولہب کی بیوی آئی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ اس عورت سے دور رہیں تو بہتر ہے کیونکہ یہ بری عورت ہے آپ ﷺ نے فرمایا: میرے اور اس کے درمیان آڑ واقع ہو جائے گی۔ اس عورت نے کہا: اے ابوبکر! تمہارے ساتھی نے ہماری برائی کی' آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! آپ نہ شعر کہتے ہیں اور نہ ہی پڑھتے ہیں تو وہ واپس چلی گئی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اس نے آپ کو نہیں دیکھا' فرمایا میرے اور اس کے درمیان ایک فرشتہ تھا جس نے اپنے پروں سے مجھے ڈھانپ لیا تھا حتیٰ کہ وہ چلی گئی...... اس حدیث کو ابن ابی شیبہ اور ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا اور امام بیہقی کی روایت میں ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس سے پوچھو کہ کیا تم میرے پاس کسی کو دیکھتی ہو؟ وہ ہرگز نہیں دیکھے گی۔ (مسند امام احمد بن حنبل جلد۲ ص ۳۷۰)

سرداران کفار کے خلاف بددعا

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کعبہ شریف کے پاس نماز پڑھ رہے تھے اور قریش کی ایک جماعت اپنی مجالس میں تھی کہ اس دوران ان میں سے ایک نے کہا: اس ریاکار کو نہیں دیکھتے تم میں سے کون آل فلاں کے ذبح شدہ اونٹوں کے پاس جاتا ہے کہ وہاں ان کا گوبر' خون

Marfat.com

اور وہ جھلی جس میں بچہ ہوتا ہے لائے اور انتظار کرے جب وہ سجدہ ریز ہوں تو یہ چیزیں ان کے دونوں کاندھوں کے درمیان رکھ دے۔ چنانچہ ان میں سے سب سے بڑا بدبخت اٹھا جب آپ نے سجدہ کیا تو اس نے وہ گندگی آپ ﷺ کے دونوں کاندھوں کے درمیان رکھ دی اور نبی اکرم ﷺ سجدہ میں قائم رہے وہ لوگ ہنس پڑے حتیٰ کہ ہنستے ہنستے ایک دوسرے کی طرف جھک گئے۔ ایک شخص حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور آپ اس وقت چھوٹی بچی تھیں۔ آپ دوڑتی ہوئی آئی۔ نبی اکرم ﷺ سجدے میں ہی تھے۔ حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا نے اس نجاست کو آپ ﷺ سے دور پھینکا اور ان لوگوں کو برا بھلا کہنے لگیں......

نبی اکرم ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو بارگاہ خداوندی میں عرض کیا: یا اللہ! قریش کو ہلاک کر پھر نام لے کر فرمایا: یا اللہ! عمرو بن ہشام عتبہ بن ربیعہ شیبہ بن ربیعہ ولید بن عتبہ امیہ بن خلف عقبہ بن ابی معیط اور عمارہ بن ولید کو ہلاک کر۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم! میں نے بدر کے دن دیکھا کہ وہ لوگ میدان میں پچھاڑے گئے تھے پھر ان کو قلیب بدر (بدر کے کنوئیں) میں ڈالا گیا پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: قلیب بدر والوں پر لعنت بھیجی گئی۔ (صحیح بخاری جلد اوّل ص ۷۴ کتاب الصلوٰۃ)

عمارہ بن ولید کا مسئلہ

اس پر بعض حضرات نے اعتراض کیا ہے کہ عمارہ بن ولید کو بھی مذکورین میں شمار کیا گیا حالانکہ وہ بدر میں قتل نہیں ہوا بلکہ ارباب سیر نے ذکر کیا وہ حبشہ کی زمین میں مرا اور اس کے لیے نجاشی کے ساتھ واقعہ پیش آیا؟ وہ یوں کہ عمارہ نجاشی کی بیوی سے ملاقات کے درپے تھا نجاشی نے جادوگر عورتوں کو حکم دیا تو انہوں نے اس کے عضو مخصوص کے سوراخ میں پھونک ماری اس سے وہ وحشی بن گیا اور جانوروں سے جا ملا حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں مر گیا۔ اس اعتراض کا یہ جواب دیا گیا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا کلام کہ انہوں نے ان کو قلیب بدر میں پڑا ہوا دیکھا اس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں سے اکثر کو دیکھا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ عقبہ بن ابی معیط قلیب بدر میں نہیں ڈالا گیا وہ قید میں قتل ہوا جب وہ لوگ بدر سے ایک مرحلہ آگے چلے گئے اور امیہ بن خلف قلیب بدر میں نہیں ڈالا گیا جیسا کہ آگے آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

حدیث کے آخری حصے کی وضاحت

راوی کا یہ کہنا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: قلیب بدر والوں پر لعنت بھیجی گئی اس میں احتمال ہے کہ یہ گزشتہ دعا کی تکمیل ہو تو اس میں نبوت کی خبروں میں سے ایک عظیم علم ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ نبی ﷺ نے ان کو کنوئیں میں ڈالنے کے بعد یہ بات فرمائی ہو۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا

پھر حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور آپ قریش کے معزز نوجوان اور عزت نفس میں بہت سخت تھے۔ عتقی کے قول کی مطابق آپ چھٹے سال اسلام لائے جس سے رسول اکرم ﷺ کو غلبہ حاصل ہوا اور قریش آپ سے کچھ دور ہو گئے[1] حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ لائے تو آپ نے یہ اشعار کہے۔

ترجمہ: ''میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہوں کہ اس نے اسلام اور دین حنیف کی طرف میرے دل کی رہنمائی کی''

''وہ دین جو عزت والے رب کی طرف سے آیا جو رب اپنے بندوں کی خبر رکھنے والا مہربان ہے''

جب اس کے پیغامات ہمارے سامنے پڑھے جاتے ہیں تو عقلمند کے آنسو بہہ پڑتے ہیں''

''وہ پیغامات جو حضرت احمد ﷺ لائے ہیں وہ ہدایت پر مبنی ہیں اور وہ ایسی آیات ہیں جن کے حروف واضح ہیں''

[1] حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سید الشہداء اسد اللہ اور اسد الرسول ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کے چچا اور رضاعی بھائی ہیں ثویبہ نے دونوں کو دودھ پلایا۔ آپ بہادر تھے اور آپ کے اسلام قبول کرنے سے نبی اکرم ﷺ کو بہت مدد حاصل ہوئی اور قریش کی طرف سے پہنچنے والے مصائب میں کمی واقع ہوئی۔ (زرقانی جلد اوّل ص ۲۵۶)

Marfat.com

''ہمارے درمیان حضرت احمد مصطفیٰ ﷺ ہیں جن کی اطاعت کی جاتی ہے لہٰذا باطل قول کے ساتھ ان کو نہ ڈھانپو''۔
''پس اللہ کی قسم! ہم ان کو قوم کے حوالے نہیں کریں گے اور ہم تلواروں کے ساتھ ان کا استیصال کریں گے''۔
مغلطائی کے مطابق ان لوگوں نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا کہ اگر آپ ہمارے درمیان عزت وشرف چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا سردار تسلیم کرتے ہیں اگر بادشاہی مانگتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ مانتے ہیں اور اگر یہ جو آپ کے پاس آتا ہے کوئی جن ہے تو ہم اپنا مال خرچ کر کے آپ کا علاج کرواتے ہیں حتیٰ کہ آپ ٹھیک ہو جائیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو کچھ تم کہتے ہو وہ بات مجھ میں نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے اس نے مجھ پر کتاب نازل کی اور مجھے حکم دیا کہ میں تمہارے لیے (جنت کی) خوشخبری دینے اور (جہنم سے) ڈرانے والا ہو جاؤں۔ پس میں نے تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچایا اور تمہاری خیر خواہی کی اگر تم اس چیز کو قبول کر لو جو میں تمہارے پاس لایا ہوں تو یہ دنیا اور آخرت میں تمہارا حصہ ہے اور اگر تم میری طرف لوٹا دو تو میں حکم خداوندی کی وجہ سے صبر کروں گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرما دے۔

ظلم وستم اور آزمائش

جب مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہوگئی اور ایمان ظاہر ہو گیا تو کفار قریش اہل ایمان کو عذاب دینے اور اذیت پہنچانے لگے تاکہ ان کو ان کے (دین اسلام) سے پھیر دیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ابو جہل حضرت عمار بن یاسر کی والدہ حضرت سمیہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس سے گزرا اور ان کو اذیت پہنچائی جا رہی تھی اس نے ایک نیزہ ان کی شرم گاہ میں مارا جس سے وہ شہید ہو گئیں[1]۔
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب بھی کسی ایسے غلام کے پاس سے گزرتے جسے سزا میں مبتلا کیا جاتا ہے تو آپ اسے خرید کر آزاد کر دیتے ان میں حضرت بلال اور عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔

اظہار اسلام میں پہل کرنے والے

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں سب سے پہلے سات آدمیوں نے اسلام ظاہر کیا: نبی اکرم ﷺ، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ، ان کی والدہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہ۔
اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کا دفاع آپ کے چچا ابو طالب کے ذریعے کیا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دفاع ان کی قوم نے کیا اور باقی حضرات کو مشرکین نے پکڑ کر لوہے کا لباس پہنایا اور سخت دھوپ میں ڈال دیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے راہ خداوندی میں اپنے آپ کو معمولی سمجھا اور قوم نے بھی ان کو معمولی قرار دیتے ہوئے پکڑ کر بچوں کے حوالے کر دیا' وہ ان کو مکہ مکرمہ کی گلیوں میں پھراتے اور حضرت بلال احد احد (اللہ ایک ہے اللہ ایک ہے) کی صدا بلند کرتے۔ اس واقعہ کو حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں ذکر کیا ہے۔ (مسند امام احمد جلد اوّل ص ۴۰۴)
حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اسی طرح مروی ہے اور انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں یہ اضافہ کیا کہ وہ لوگ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی گردن میں رسی ڈال کر آپ کو بچوں کے حوالے کرتے جو آپ سے کھیلتے حتیٰ کہ آپ کی گردن میں رسی کا نشان پڑ گیا۔ (مواہب اللدنیہ کا بیان ختم ہوا)۔

مندرجہ ذیل بیان ''روض الانف شرح سیرت ابن ہشام'' کی جلد دوئم ص ۱۳۶ تا ۱۴۹ اور ص ۲۱۰ تا ۲۳۳ سے اخذ کیا گیا۔

کفار کا حسد

جب رؤف رحیم نبی اکرم ﷺ وہ دلنشین پیغام لے کر آئے جسے قریش مکہ نے پہچان لیا اور آپ ﷺ کے کلام سے آپ ﷺ کی صداقت کا

[1] حضرت عمار ان کے بھائی عبداللہ ان کے والد یاسر بن عمار اور والدہ سمیہ رضی اللہ عنہا کو سخت اذیت دی گئی۔ حضور علیہ السلام وہاں سے گزرے تو فرمایا: اے آل یاسر! صبر کرو تمہارا وعدہ جنت ہے حضرت عمار کے علاوہ تینوں اس سختی میں شہید ہوئے۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ حضرت سمیہ اسلام میں سب سے پہلے شہادت کا مرتبہ پانے والی خاتون ہیں۔

Marfat.com

عرفان کرلیا اور جب حضور ﷺ نے انہیں علم غیب کے سرچشمہ سے ان تمام سوالات کے جوابات دے دیئے جوانہوں نے کیے تھے تو ان کے اور حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے جانثاروں کے مابین حسد حائل ہو گیا۔ اسی وجہ سے وہ آپ ﷺ کی تصدیق کرنے سے محروم رہے۔ انہوں نے اللہ رب العزت سے سرکشی کی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کو جان بوجھ کر چھوڑ دیا اور اپنے کفر پر ڈٹے رہے۔ ایک کہنے والے نے کہا۔

لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ○ (حم سجدہ:۲۶)

ترجمہ: ''مت سنا کرو اس قرآن پاک کو اور شور وغل مچادیا کرو اس کی تلاوت کے درمیان شاید تم (اس طرح) غالب آجاؤ''۔

اس کتاب مقدس کو لغو اور باطل بنادو۔ اسے ہنسی و مذاق میں اڑاؤ۔ شائد تم اس طرح غالب آسکو۔ اگر کسی دن تم نے آپ ﷺ سے مناظرہ کرلیا یا جھگڑا کیا تو آپ ﷺ تم سب پر غالب آجائیں گے۔

ابوجہل کی گستاخی

ایک دن ابوجہل نے حضور ﷺ کے حیات آفرین پیغام سے مذاق کرتے ہوئے کہا ''اے گروہ قریش! محمد (عربی فداہ روحی ﷺ) گمان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس لشکر جو تمہیں آگ میں عذاب دے گا اور تمہیں وہاں قید کرے گا کی تعداد ۱۹ ہے جبکہ تمہاری تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے کیا تم میں سے سو آدمی بھی ان میں سے ایک شخص کو عاجز نہیں کر سکے گا۔ اس وقت اس آیہ مبارکہ کا نزول ہوا۔

وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۙ وَّ مَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ (المدثر:۳۱)

ترجمہ: ''اور ہم نے نہیں مقرر کئے آگ کے داروغے مگر فرشتے اور نہیں بنایا ہم نے ان کی تعداد مگر آزمائش ان لوگوں کے لیے جنہوں نے کفر کیا''۔

قریش مکہ کے اس تیرہ بخت شخص نے قرآن پاک نہ سننے کی تجویز دی، جب حضور ﷺ اپنی نماز میں بلند آواز سے تلاوت قرآن پاک فرماتے تو وہ آپ ﷺ سے دور بھاگ جاتے اور کلام الٰہی کو سننے سے انکار کر دیتے۔ جب کوئی شخص نبی محترم ﷺ کی حق گو زبان سے تلاوت قرآن سننا چاہتا تو وہ دیگر لوگوں سے ڈر کر چھپ کر قرآن سنتا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اگر انہیں علم ہو گیا کہ اس نے قرآن سنا ہے تو وہ اسے اذیت دیں گے۔ اگر نبی اکرم ﷺ اپنی آواز کو پست رکھتے اور اسے گمان ہو جاتا کہ اب دیگر افراد آپ ﷺ کی قرأت کو نہ سن سکیں گے تو وہ اپنی تمام تر توجہ ادھر لگا دیتا تاکہ آپ ﷺ سے کچھ نہ کچھ سن لے جبکہ دوسرے اس سے محروم رہیں۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ مبارک آیت وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا○ (الاسراء:۱۱۰)

''اور نہ تو بلند آواز سے نماز پڑھو اور نہ بالکل آہستہ پڑھو اسے اور تلاش کر وان کے درمیان (معتدل) راستہ'' اسی قسم کے لوگوں کے لیے نازل ہوئی۔ یعنی آپ ﷺ نہ تو اپنی آواز مبارک اتنی بلند کریں کہ وہ آپ ﷺ سے دور بھاگ جائیں اور نہ اتنی پست رکھیں کہ وہ شخص نہ سن سکے جو سننا چاہتا ہو ممکن ہے سننے والے کو اس کلام سے فائدہ ملے اور اسلام کے اجالے سے منور ہو جائے۔

جہنم کے داروغے اور ابوالاشدین

ابن اسحاق نے ابوجہل کی گستاخی کا ذکر کیا ہے۔ مفسرین کرام اس گستاخی کو ابوالاشدین الجمحی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اس کا نام کلدہ بن اسید بن خلف تھا۔ ابودھبل اس کا بھتیجا تھا۔ اس کا نام وہب بن زمعہ بن اسید بن خلف بن وھب بن حذافہ بن جمح تھا۔ ابودھبل کی بیوی کا نام التوامۃ تھا۔ ''صالح مولی التوامۃ'' اسی کی نسبت سے معروف تھا۔ یہ عبداللہ بن صفوان بن امیہ کی بہن تھی، اسی کے ہاں عبدالرحمٰن پیدا ہوا جو جنگ جمل میں مارا گیا، یہ کہا کرتا تھا ''تم ان ۱۹ میں سے دو کو روک لینا۔ باقی ۱۷ کو میں کافی ہو جاؤں گا''۔ اسے اپنے آپ پر بڑا گھمنڈ تھا، اس کی قوت شدت کا عالم یہ تھا کہ وہ گائے کی جلد پر کھڑا ہو جاتا۔ دس آدمی اسے کھینچتے تاکہ اسے نیچے اتاریں گائے کی جلد پھٹ جاتی لیکن یہ اپنی جگہ سے حرکت

Marfat.com

نہ کرتا۔ حضور ﷺ نے اسے کشتی لڑنے کی دعوت دی اس نے کہا اگر آپ ﷺ نے مجھے پچھاڑ دیا تو میں آپ ﷺ پر ایمان لے آؤں گا حضور ﷺ نے اسے کئی مرتبہ زمین پر پٹخ دیا لیکن اسے ایمان لانے کی سعادت نصیب نہ ہو سکی۔ ابن اسحاق نے یہ کشتی والا واقعہ ''رکانہ بن عبد یزید بن ہاشم بن مطلب کی طرف منسوب کیا۔ جہنم کے داروغوں کے متعلق حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایسا ستون ہوگا جس کی دوشاخیں ہوں گی۔ وہ ایک شاخ سے نوے ہزار لوگوں کو آگ کی طرف دھکیل کر لے جائے گا۔

قریش کا موہومہ رحمٰن

قریش نے کہا نبی اکرم ﷺ کو قرآن یمامہ کا رحمٰن نامی شخص سکھاتا ہے اور ہم رحمٰن پر کبھی ایمان نہیں لائیں گے۔ اس رحمٰن سے ان کی مراد مسیلمہ بن حبیب حنفی تھا۔ جاہلیت میں بنودول میں بھی ایک رحمٰن نامی شخص تھا۔ وہ عمر رسیدہ لوگوں میں سے تھا۔ وثیمہ بن موسیٰ نے ذکر کیا ہے کہ مسیلمہ کو حضرت عبداللہ یا حضور ﷺ کی ولادت سے قبل ''رحمٰن'' کہا جاتا تھا۔

سب سے پہلے بلند آواز سے قرآن پڑھنے والے صحابی رضی اللہ عنہ

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے سے یحییٰ بن عروہ بن زبیر نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ کے بعد مکہ معظمہ میں سب سے پہلے بلند آواز سے قرآن پاک پڑھنے کی سعادت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حاصل کیا۔ وہ فرماتے ہیں ''ایک دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک جگہ جمع تھے انہوں نے کہا قریش مکہ نے بھی قرآن پاک بلند آواز سے نہیں سنا۔ کون ہے جو انہیں بلند آواز سے قرآن پاک پڑھ کر سنائے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمانے لگے''۔ یہ سعادت میں حاصل کروں گا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے فرمایا: ہم آپ کے متعلق خوفزدہ ہیں ہم چاہتے ہیں کہ یہ سعادت وہ شخص حاصل کرے کہ اگر قریش مکہ اسے کوئی اذیت دینے لگیں تو اس کا قبیلہ اس کا دفاع کر سکے'' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے چھوڑ دو اللہ میرا تحفظ فرمائے گا۔ دوسرے روز حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ مقام ابراہیم پر تشریف لے گئے۔ قریش اپنی محافل میں بیٹھے تھے۔ مقام ابراہیم پر کھڑے ہو کر انہوں نے پرسوز صدا میں یوں تلاوت شروع کی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ الرحمٰن علم القران..... حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ لگاتار پڑھتے رہے۔ قریش نے غور کیا۔ وہ کہنے لگے ابن ام عبد کیا کہہ رہا ہے کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد کہنے لگے یہ تو اس کلام کی تلاوت کر رہا ہے جسے محمد (فداہ روحی وامی وابی ﷺ) لے کر آئے ہیں۔ وہ جلدی جلدی ان کی طرف آئے اور ان کے مبارک چہرے پر مارنے لگے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنی تلاوت جاری رکھی حتیٰ کہ انہوں نے اتنا قرآن پاک پڑھا جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پھر صحابہ کرام کی طرف لوٹ آئے۔ ان کے چہرے پر قریش مکہ کی ضربوں کے نشانات تھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا ہمیں آپ کے متعلق یہی خدشہ تھا انہوں نے فرمایا ''اللہ کے دشمن میری نگاہوں میں اتنے رسوا پہلے کبھی نہ تھے جتنے آج ہیں اگر تم پسند کرو تو میں کل دوبارہ یہ سعادت حاصل کروں گا'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا: نہیں! یہ کافی ہے۔ آپ نے انہیں وہ کلام سنا دیا جسے وہ ناپسند کرتے تھے''۔

قریش مکہ چھپ چھپ کر قرآن سنتے تھے

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے محمد بن مسلم بن شہاب الزہری نے بیان کیا ہے کہ ابوسفیان بن حرب، ابوجہل بن ہشام، اخنس بن شریق بن عمرو بن وھب الثقفی نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے قرآن پاک سننے کے لیے نکلے۔ آپ ﷺ رات کے وقت اپنے کاشانہ اقدس میں مصروف نماز تھے ان میں سے ہر شخص ایک مخصوص جگہ پر بیٹھ کر قرآن پاک سننے لگا۔ ہر ایک دوسرے سے ناآشنا تھا وہ اسی کیفیت میں پوری رات قرآن پاک سنتے رہے۔ طلوع فجر کے وقت وہاں سے نکلے راستہ میں وہ سب ایک جگہ جمع ہو گئے انہوں نے ایک دوسرے کو ملامت کی اور کہا پھر یہ حرکت کبھی نہ کرنا اگر کسی احمق نے تمہارا یہ فعل دیکھ لیا تو ان کے دلوں میں تمہارے متعلق شبہ پیدا ہو جائے گا۔ وہ جدا ہو گئے۔ جب دوسری رات آئی تو ان میں

Marfat.com

سے ہر شخص اپنی سابقہ جگہ پر بیٹھ گیا اور ساری شب قرآن پاک سنتے ہوئے گزار دی۔ طلوع فجر کے وقت وہ وہاں سے نکلے اتفاقاً راستہ میں پھر جمع ہو گئے انہوں نے وہی مشاورت کی جو وہ پہلی رات کر چکے تھے پھر وہ وہاں سے چلے گئے۔ تیسری رات وہ سہ بارہ اپنی اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گئے اور قرآن پاک کی سماعت کرتے ہوئے رات گزار دی۔ صبح کے وقت چلتے رہے۔ راستہ میں پھر جمع ہو گئے۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا۔ ''اب ہم جدا نہ ہوں گے حتیٰ کہ ہم عہد نہ کر لیں کہ ہم پھر کبھی یہ حرکت نہیں کریں گے''۔ انہوں نے اس پر پختہ عہد کیا اور چلے گئے۔

صبح کے وقت اخنس بن شریق نے اپنے ڈنڈا پکڑا اور ابوسفیان کے گھر گیا اور کہنے لگا ''اے ابوحنظلہ! مجھے اس کلام کے بارے میں اپنی رائے دو جو تو نے محمد (ﷺ) سے سنا ہے'' اس نے کہا ''اے ابوثعلبہ! قسم بخدا! میں نے بعض وہ کلام سنا جس کو میں نے پہچان لیا اور اس کی مراد سمجھ لیا اور کچھ کلام ایسا بھی سنا ہے جس کے نہ تو معنی کو میں سمجھ سکا اور نہ ہی مراد سے آگاہ ہو سکا'' اخنس نے کہا۔ ''اللہ کی قسم! میری کیفیت بھی یہی ہے''۔ پھر اخنس وہاں سے نکل کر ابوجہل کے پاس گیا اور کہنے لگا۔ ''اے ابوالحکم! تو نے جو کلام محمد (ﷺ) سے سنا اس کے متعلق تیری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا ''میں نے کیا سنا ہے ہم نے اور بنو عبد مناف نے شرف و قدر میں جھگڑا کیا۔ ہم نے کھانا کھلایا انہوں نے بھی کھانا کھلایا۔ ہم نے لوگوں کو سواریاں دیں انہوں نے بھی لوگوں کو سواریاں دیں۔ ہم نے سخاوت کے دریا بہائے انہوں نے بھی سخاوت میں کوئی کمی نہ چھوڑی،۔ ہماری کیفیت ان دو گھوڑوں کی مانند تھی جو کسی شرط میں شرکت کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ ہم مقابلہ میں گھٹنے کے بل بیٹھ گے۔ انہوں نے یہ دعویٰ کر دیا۔ ہم میں ایک نبی ہے جس پر آسمان سے وحی آتی ہے تو پھر یہ مرتبہ کیسے حاصل کیا جا سکتا تھا اللہ کی قسم! ہم اس پر کبھی ایمان نہیں لائیں گے نہ ہی اس کی تصدیق کریں گے''۔ یہ سن کر اخنس وہاں سے چلا گیا اور ابوجہل کو چھوڑ دیا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں جب تاجدار عرب و عجم ﷺ کفار پر قرآن پاک پڑھتے اور انہیں اللہ کی طرف دعوت دیتے تو وہ مذاق کرتے ہوئے کہتے۔ قُلُوْبُنَا فِیْٓ اَکِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَیْهِ ۔ ''ہمارے دل غلافوں میں (لپٹے ہوئے) ہیں اس بات سے جس کی طرف آپ ہمیں بلاتے ہیں''۔ جو کچھ آپ کہتے ہیں ہم اسے سمجھ نہیں پاتے۔ وَفِیْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ ''ہمارے کانوں میں گرانی ہے'' ہم وہ نہیں سن سکتے جو آپ ﷺ فرماتے ہیں۔ وَمِنْۢ بَیْنِنَا وَبَیْنِكَ حِجَابٌ ۔ ''اور ہمارے درمیان اور تمہارے ایک حجاب ہے''۔ ایسا پردہ ہے جو حائل ہو چکا ہے۔ فَاعْمَلْ ''تم اپنا کام کرو'' اس مذہب کے مطابق جو آپ ﷺ نے اختیار کر رکھا ہے۔ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ۔ ''ہم اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں''۔ اس دین کے مطابق جس پر ہم عمل پیرا ہیں۔ ہم آپ ﷺ کے پیغام میں سے کسی چیز کو بھی نہیں سمجھ سکتے۔ اللہ رب العزت نے یہ آیت اتاری۔

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَیْنَكَ وَ بَیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ۝ وَّجَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ یَّفْقَهُوْهُ وَفِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِی الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ۝ (الاسراء)

ترجمہ: ''اور (اے محبوب) جب آپ پڑھتے ہیں قرآن پاک کو ہم (حائل) کر دیتے ہیں کہ آپ کے درمیان اور ان کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ایک پوشیدہ پردہ...... جو جب آپ ذکر کرتے ہیں صرف اپنے رب کا قرآن میں تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے ہیں۔ نفرت کرتے ہوئے''۔

اگر میں نے ان کے دلوں پر پردہ اور ان کے کانوں میں گرانی پیدا کر دی ہے۔ تو وہ پھر آپ ﷺ کے رب کے کلام کو کیسے سمجھ سکتے ہیں پھر ان کے گمان کے مطابق آپ ﷺ اور ان کے مابین حجاب بھی ہے۔ یہ ان کا گمان ہے میں نے ایسا نہیں کیا۔ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ اِذْ یَسْتَمِعُوْنَ اِلَیْكَ وَ اِذْ هُمْ نَجْوٰٓی ۔ ہم خوب جانتے ہیں جس غرض کے لیے یہ سنتے ہیں اسے جب یہ کان لگاتے ہیں۔

اِذْ یَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝ (الاسراء)

ترجمہ: ''اس وقت یہ ظالم کہتے ہیں کہ تم نہیں پیروی کر رہے مگر ایسے آدمی کی جس پر جادو کر دیا گیا ہو''۔

وہ اسی طرح ایک دوسرے کو وصیت کرتے ہیں تا کہ وہ اس پیغام کو چھوڑ دیں جس کے ساتھ آپ ﷺ مبعوث ہوئے ہیں۔

Marfat.com

اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ○ (الاسراء)

ترجمہ: ''دیکھیے (یہ گستاخ) کس طرح آپ کے لیے مثالیں بیان کرتے ہیں۔ پس (اس گستاخی کے باعث وہ گمراہ ہو گئے اب وہ سیدھا راستہ پر چل نہیں سکتے''۔

وہ آپ ﷺ کے لیے ضرب الامثال بیان کر کے غلطی کرتے ہیں وہ نہ تو اس طرح ہدایت پا سکتے ہیں اور نہ ہی اس سے راہ اعتدال پر گامزن ہو سکتے ہیں۔

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ○ (الاسراء)

ترجمہ: ''اور انہوں نے (ازراہ انکار) کہا جب ہم (مر کر) ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ہمیں اٹھایا جائے گا از سر نو پیدا کیا جائے گا''۔

آپ ہمیں اس سے آگاہ کرنے کے لیے آئے ہیں کہ عنقریب ہمیں موت کے بعد اٹھایا جائے گا جبکہ ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو چکے ہوں گے۔ یہ ناممکن ہے۔ آپ ﷺ فرمائیں۔

قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ○ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ؕ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ (الاسراء)

ترجمہ: ''فرمایئے (یقیناً ایسا ہی ہوگا) خواہ تم پتھر بن جاؤ یا لوہا بن جاؤ یا ایسی مخلوق بن جاؤ جس کا از سر نو پیدا کرنا تمہارے خیال میں بہت مشکل ہے وہ کہیں گے ہمیں دوبارہ کون (زندہ کر کے) لوٹائے گا۔ فرمایئے وہی جس نے پیدا فرمایا تمہیں پہلی مرتبہ'' جس نے تمہیں اس سے چیز تخلیق کیا جسے تم جانتے ہو پھر مٹی سے تمہیں پیدا کرنا اس پر ہرگز مشکل نہیں۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ مجاہد فرماتے ہیں۔ ''میں نے ان سے پوچھا۔ ''اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ '' سے اللہ تعالیٰ کی کیا مراد ہے۔ انہوں نے فرمایا ''اس سے مراد موت ہے''۔

جانثاران مصطفیٰ ﷺ پر ظلم وستم کی انتہا

ابن اسحاق فرماتے ہیں کفار مکہ نے ہر مسلمان پر ظلم کی انتہا کر دی۔ جس نے آپ ﷺ کی اتباع کی اسے ظلم وتعدی کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک مرد مومن کا جس قبیلے سے تعلق ہوتا وہ قبیلہ اس پر جھپٹ پڑتا۔ کفار نے مسلمانوں کو قید کیا وہ انہیں مار کر' بھوک سے اور پیاسا رکھ کر تکلیف دیتے۔ جب گرمی شدید ہو جاتی تو انہیں تپتی ریت پر لٹایا جاتا۔ بعض اس فتنے کی شدت کو برداشت نہ کر سکے اور وہ اس فتنے کا شکار ہو گئے اور بعض نے انتہائی استقامت کا مظاہرہ کیا۔ اللہ رب العزت نے انہیں بچا لیا۔

مجسمۂ استقامت، عاشق رسول حضرت بلال رضی اللہ عنہ

پیکر استقامت، سراپا عشق حضرت بلال رضی اللہ عنہ بنو جمح کے کسی آدمی کے غلام تھے۔ انہی کے پاس آپ رضی اللہ عنہ پروان چڑھے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی بلال بن رباح تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ کا نام 'حمامہ' تھا آپ رضی اللہ عنہ اسلام کے شیدائی اور پاکیزہ دل تھے۔ جب دوپہر خوب گرم ہو جاتی تو امیہ بن خلف بن وہب بن حذافہ بن جمح آپ رضی اللہ عنہ کو باہر لے آتا۔ وادی بطحا کی چٹانوں پر آپ رضی اللہ عنہ کو لٹا لیتا پھر بہت بھاری پتھر منگوا کر آپ رضی اللہ عنہ کے سینہ اقدس پر رکھ دیتا پھر کہتا۔ ''تمہارے ساتھ یہی سنگدلانہ سلوک ہوتا رہے گا یا پھر محمد عربی ﷺ سے انکار کر کے لات وعزیٰ کی عبدیت کا اقرار کر لو گے' حضرت بلال رضی اللہ عنہ آزمائش کی اس کٹھن ساعت میں بھی احد احد کے ترانے الاپتے رہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے ہشام بن عروہ نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اسی طرح اذیت دی جا رہی تھی ان کی

Marfat.com

مبارک زبان پر احد احد تھا۔ ان کے پاس سے ورقہ بن نوفل گزرتے وہ بھی احد احد کہتے پھر امیہ بن خلف اور بنو جمح کے دیگر افراد کو مخاطب کر کے کہتے۔ ''اے بنو جمح! قسم بخدا!! اگر تم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا تو میں ان کی مرقد انور کو رحمت الٰہیہ کی آماجگاہ بناؤں گا۔ ایک دن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ یہی غیر انسانی سلوک جاری تھا۔ وہاں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا ان کا گھر بنو جمح کے گھروں کے قریب ہی تھا انہوں نے امیہ بن خلف سے کہا کیا تو اس مسکین کے بارے اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا۔ تو انہیں کب تک یہ تکالیف دیتا رہے گا؟ امیہ نے کہا ''اے ابوبکر! اسے تم نے ہی بگاڑا ہے اس عذاب سے اسے تم ہی نجات دلا سکتے ہو'' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میرے پاس ایک سیاہ فام غلام ہے جو بلال سے زیادہ توانا وطاقتور ہے۔ وہ تیرے دین پر بھی ہے۔ میں تمہیں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے بدلے وہ دیتا ہوں' امیہ نے یہ سودا قبول کر لیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وہ سیاہ فام غلام امیہ کو دے کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خرید لیا پھر انہیں آزاد کر دیا۔

تو دیکھئے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کفر پر رکھنے کے لیے کس طرح مجبور کیا گیا اور زبردستی کی گئی لیکن وہ توحید خداوندی کا اقرار کرتے تو عذاب کی کڑواہٹ ایمان کی مٹھاس سے مل جاتی اور ان کے وصال کے وقت بھی اسی طرح ہوا۔ آپ کی زوجہ کہتیں: ہائے غم! اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: واہ خوشی! بالکل میں اپنے محبوبوں حضرت محمد ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جاملوں گا تو موت کی کڑواہٹ کو ملاقات کی مٹھاس سے ملا دیا۔

حضرت ابو محمد شقراطی کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے' وہ فرماتے ہیں۔

ترجمہ: ''حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے امیہ کی جانب سے مصیبت اٹھائی تو صبر نے ان کو بہترین عزت والے مقام میں اتارا''۔

''جب ان کو سخت تنگی میں مبتلا کیا تو آپ قید کی سختیوں کے باوجود ثابت قدم رہے''

''انہوں نے آپ کو سخت گرم ریت پر اوندھا لٹایا اور آپ کی پیٹھ پر بھاری پتھر رکھے''

''لیکن آپ اخلاص کے ساتھ توحید کا ذکر کرتے رہے اور آپ کی پیٹھ پر ایسے نشانات پڑ گئے جیسے ہلکے قطروں سے گڑھے بن جاتے ہیں''

''اگر دشمن نے اللہ تعالیٰ کے دوست کو پیٹھ کے پیچھے سے شگاف دیا' تو اس دشمن کے سینے کو سامنے سے چیرا گیا''۔

اگر اللہ تعالیٰ کے دوست حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی پیٹھ میں اذیت پہنچائی گئی تو اللہ تعالیٰ کے دشمن امیہ کو یوں بدلہ دیا گیا کہ بدر کے دن اسے سزا دی گئی۔ اس دن حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اس کو قیدی بنایا اور چونکہ ان دونوں کے درمیان زمانہ جاہلیت میں بھائی چارہ تھا اس لیے انہوں نے اسے زندہ چھوڑنے کا ارادہ کیا لیکن جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اسے حضرت عبدالرحمٰن کے ہمراہ دیکھا تو آپ نے با آواز بلند فرمایا: اے اللہ کے مددگار! کفار کا سردار امیہ بن خلف وہ ہے' اگر اس نے نجات پائی تو مجھے نجات نہیں ملے گی، چنانچہ انہوں نے تلواروں سے زخمی کر کے قتل کر دیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ ہجرت کرنے سے قبل چھ غلام آزاد کئے تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ساتویں تھے۔ ۱۔ عامرہ بن فہیرہ۔ انہوں نے غزوۂ بدر اور اُحد میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ بئر معونہ کے دن شہادت پائی۔ ۲۔ ام عُمیس۔ ۳۔ زنیرہ۔ جب انہی آزادی نصیب ہوئی تو ان کی نظر ختم ہو چکی تھی قریش مکہ کہنے لگے ''لات وعزیٰ نے ہی اسے بصارت سے محروم کیا ہے'' اس وقت اس خاتون محترمہ نے کہا۔ ''بیت اللہ کی قسم! لات وعزیٰ نہ تو کوئی نقصان دے سکتے ہیں اور نہ ہی فائدہ''۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بصارت کی نعمت دوبارہ عطا کر دی۔ ۴، ۵۔ حضرت النھدیہ اور ان کی نور نظر۔ یہ دونوں بنو عبدالدار کی ایک عورت کی غلام تھیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ان کے پاس سے اس وقت گذر ہوا جب وہ

Marfat.com

عورت انہیں آٹا پسوانے کے لیے بھیج رہی تھی وہ کہہ رہی تھی۔ قسم بخدا! میں تمہیں ہرگز آزاد نہیں کروں گی' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے کہا ''اے فلاں کی ماں! اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دے'' اس عورت نے کہا ''تم نے ہی انہیں بگاڑا ہے''۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''ان کی قیمت کیا لوگی؟ اس عورت نے کہا ''اتنی''۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا ہے''۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت نھایۃ (النھدیہ) اور ان کی لخت جگر رضی اللہ عنہا سے فرمایا ''اس عورت کا آٹا واپس کر دو'' انہوں نے کہا ''ابھی واپس کر دیں یا پسوا کر'' انہوں نے فرمایا ''جیسے تمہاری مرضی''۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بنومؤمل کی ایک لونڈی کے پاس سے گزرے۔ وہ لونڈی دولت اسلام سے مالا مال تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے اذیت دے رہے تھے تاکہ وہ اسلام چھوڑ دے۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ شرک پر تھے۔ آپ اسے لگاتار مارتے رہتے جب آپ تھک جاتے تو کہتے ''میں نے تجھے صرف اس لیے چھوڑ دیا ہے کہ میں تھک گیا ہوں'' وہ لونڈی کہتی۔ ''اللہ تعالیٰ تم سے بھی اس طرح سلوک کرے گا''۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے بھی خرید کر آزاد کر دیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور رضائے الٰہی

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن عبداللہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوقحافہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا ''اے میرے فرزند دلبند! میں دیکھتا ہوں کہ تم کمزور غلاموں کو آزاد کر رہے ہو۔ اگر تم یہ احسان طاقت ور غلاموں پر کرو تو وہ مصیبت کے وقت تمہارا دفاع کریں گے اور تمہارے کام بھی آئیں گے''۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ''اے والد محترم! میں یہ سب کچھ رضائے الٰہی کے حصول کے لیے کر رہا ہوں''۔ اس وقت قرآن پاک کی ان آیات کا نزول ہوا۔

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَ اتَّقٰیo وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰیo.........اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰیo وَلَسَوْفَ يَرْضٰیo (الیل)

پھر جس نے (راہ خدا میں اپنا) مال دیا اور (اس سے) ڈرتا رہا اور (جس نے) اچھی بات کی تصدیق کی......اور اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں جس کا بدلہ اسے دینا ہو، بجز اس کے کہ وہ اپنے پروردگار کی خوشنودی کا طلب گار ہے اور وہ ضرور (اس سے) خوش ہوگا۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی تکالیف

ابن اسحاق کہتے ہیں بنومخزوم حضرت عمار اور ان کے والدین رضی اللہ عنہم کو لے کر باہر آ جاتے وہ اسلام کے گھرانے کے باشندے تھے۔ جب دوپہر خوب تپ جاتی تو وہ انہیں مکہ معظمہ کے پہاڑوں پر لے جاتے۔ حضور ﷺ کا ان کے پاس گزر ہوتا تو فرماتے۔ ''اے آل یاسر صبر کا دامن تھامے رکھنا تمہارا ٹھکانہ جنت ہے''۔ ان کی والدہ ماجدہ کو شہید کر دیا گیا۔

آل یاسر رضی اللہ عنہم

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابن اسحاق نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ کیا ہے۔ ہم نے ذکر کر دیا ہے کہ انہیں ابوجہل نے شہید کیا تھا۔ یہ پہلی خاتون تھیں جن کے سر پر سب سے پہلے شہادت کا تاج سجایا گیا۔ روایت ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت ﷺ میں عرض کی ''یا رسول ﷺ! ہماری تکالیف تو اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہیں''۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''ابو یقظان! صبر کرو'' پھر آپ ﷺ نے دعا مانگی مولا! آپ عمار میں سے کسی کو بھی آگ کے عذاب میں مبتلا نہ کرنا۔ لیکن انہوں نے اسلام کو ترک نہ کیا۔ ابوجہل وہ بدبخت اور بدکردار شخص تھا جو قریش کے مردوں کو ابھارتا تھا۔ اگر وہ ایسے شخص کے متعلق سنتا کہ اس نے اسلام قبول کر لیا ہے جو صاحب شرف اور ذی قدر ہوتا تو وہ اسے ذلیل و رسوا کرتا وہ اس سے کہتا ''تو نے اپنے آباء کا دین ترک کر دیا ہے۔ حالانکہ وہ مذہب تیرے اس دین سے بہتر تھا۔ ہم تجھے احمق کہیں گے، تیری رائے کمزور کر دیں گے، تیرا شرف ختم کر دیں گے''۔ اگر اسلام لانے والا شخص تاجر ہوتا تو وہ کہتا ''قسم بخدا! ہم تیری تجارت ختم کر دیں، ہم

Marfat.com

تیرا مال برباد کر دیں گے"۔ اگر دولت اسلام سے مالا مال ہونے والا شخص غریب ہوتا تو وہ اسے مارتا اور دوسروں کو بھی اسے مارنے کی ترغیب دیتا۔
ابن اسحاق نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں "میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کیا مشرکین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اتنی اذیت دیتے تھے، جس سے وہ اپنے دین کو ترک کرنے میں معذور سمجھے جاتے تھے؟ انہوں نے فرمایا" ہاں قسم بخدا! وہ انہیں اتنا شدید مارتے، انہیں بھوکا رکھتے اور انہیں پیاسا رکھتے حتیٰ کہ وہ اذیتوں کی وجہ سے صحیح طور پر بیٹھ بھی نہ سکتے تھے۔ حتیٰ کہ وہ اپنی زبانوں سے مجبوراً کلمۂ کفر کہہ دیتے تھے۔ اگر مشرکین کسی سے کہتے کیا لات وعزیٰ تیری معبود ہیں وہ کہتا ہاں۔ اگر گندا کیڑا ادھر سے گزرتا مشرکین کسی جانثار سے پوچھتے کیا خدا کو چھوڑ کر اسے معبود مانتے ہو وہ کہتا ہاں۔ یہ سب کچھ ان تکالیف اور مصائب کی وجہ سے تھا جو حد سے تجاوز کر گئے تھے"۔

ہشام بن ولید کا واقعہ

ابن اسحاق کہتے ہیں زبیر بن عکاشہ نے مجھے بیان کیا ہے کہ جب ولید بن ولید نے اسلام قبول کیا تو بنومخزوم کے کچھ لوگ ہشام بن ولید کے پاس گئے۔ انہوں نے یہ طے کیا کہ وہ اپنے ان جوانوں کو گرفتار کر لیں جنہوں نے اسلام لانے کی سعادت حاصل کی تھی۔ ان سعادتمند افراد میں سے سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ بھی تھے۔ وہ لوگ ہشام سے کہنے لگے ہماری خواہش ہے کہ ہم ان جوانوں کو سرزنش کریں جنہوں نے ایک نیا دین ایجاد کر لیا ہے ہشام نے کہا تم ولید کو سرزنش کر لو لیکن اس کی جان لینے سے بچنا پھر اس نے یہ شعر پڑھے۔

الا لا یقتلن اخی عییش فیبقی بیننا ابدا تلاحی

خبردار! میرے بھائی عییش کا قتل نہ کرنا ورنہ ہمارے مابین دائمی عداوت رہے گی۔
اس کی جان کے پیچھے نہ پڑنا قسم بخدا! اگر تم نے اسے قتل کر دیا تو میں تم میں سے سب سے معزز شخص کو قتل کر دوں گا۔ یہ سن کر بنومخزوم کے لوگ کہنے لگے "اللہ تعالیٰ اس خبیث پر لعنت کرے، اس کا مقابلہ کون کر سکتا ہے اللہ کی قسم! اگر اس کے بھائی کو ہمارے ہاتھوں اذیت پہنچی تو وہ ضرور ہم میں سے معزز ترین شخص کو قتل کر دے گا"۔ اس طرح انہوں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔

حضور ﷺ کی ذات والا صفات پر جور و ستم

جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ہر طرح کی حفاظت فرمائی۔ آپ ﷺ کے چچا، بنوہاشم اور بنومطلب آپ ﷺ کی ہر قسم کی اعانت کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے تو قریش نے آپ ﷺ پر گرفت سخت کرنے کا ارادہ کیا۔ وہ آپ ﷺ پر طعن و تشنیع کے تیر برساتے، مذاق کرتے اور آپ ﷺ کا تمسخر اڑاتے۔ قرآن پاک قریش کے متعلق اترنے لگا۔ بعض دشمنان مصطفیٰ ﷺ کے نام قرآن پاک میں مذکور ہیں جبکہ بعض آیات میں اللہ تعالیٰ نے عام کافرین کا ذکر کیا ہے۔

ابولہب اور اس کی بیوی

وہ کفار جن کے نام قرآن پاک میں مذکور ہوئے ان میں ابولہب بن عبدالمطلب اور اس کی بیوی ام جمیل بنت حرب بن امیہ ہے۔ ام جمیل کو قرآن پاک نے حمالۃ الحطب کے لقب سے پکارا ہے کیونکہ وہ کانٹے اٹھا کر لاتی تھی اور راہ مصطفیٰ ﷺ میں بچھا دیتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے متعلق یہ آیات نازل فرمائیں۔

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ○ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ○ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ○ وَّامْرَاَتُهٗ ط حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ○ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ○ (الھب)

ابن ہشام کہتے ہیں الجید سے مراد گردن ہے۔ اعشیٰ بن قیس بن ثعلبہ کہتا ہے۔

یوم تبدی لنا قتیلة عن جید اسیل تزینہ الاطواق

Marfat.com

ترجمہ:''جس دن فتیلہ ہمارے لیے وہ نرم و نازک گردن ظاہر کرے گی جسے زنجیر مزین کر رہی ہوں گی''۔
جید کی جمع اجیاد آتی ہے۔''مسد''ایک درخت ہے جس سے رسیاں اسی طرح بنائی جاتی ہے جس طرح سبز کائی سے رسیاں بنائی جاتی ہیں۔
نابغہ ذبیانی، زیاد بن عمرو بن معاویہ کہتا ہے۔

مقذوفة بدخيس النحض بازلها لـه صريف صريف القعو بالمسد

''وہ بیلوں میں سے سب سے جوان بیل ہے۔اس کا جسم گوشت سے بھرپور ہے اس کی آواز اس طرح آتی ہے جس طرح کاہی کی رسی بٹتے وقت پھرکیوں کی آواز آتی ہے''۔

ام جمیل اندھی ہوگئی

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے بتایا گیا ہے کہ جب ام جمیل کو معلوم ہوا کہ اس کے اور اس کے خاوند کے متعلق کیا نازل ہوا ہے تو وہ حضور ﷺ کے پاس آئی اس وقت حضور ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے۔آپ ﷺ کے پاس سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ام جمیل کے ہاتھ میں پتھر تھا۔جب وہ نبی اکرم ﷺ کے پاس پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بصارت کو چھین لیا۔اسے صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی نظر آئے۔اس نے پوچھا''اے ابوبکر! تمہارا ساتھی کہاں ہے، مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس نے میری ہجو کی ہے۔بخدا اگر وہ مجھے مل جائے تو میں اس کے چہرے پر یہ پتھر ماروں۔بخدا! میں بھی شاعرہ ہوں''پھر اس نے یہ شعر کہا۔

مذمما عصينا وامره ابينا ودينه قلينا

ہم نے مذمم کی نافرمانی کی۔ہم نے اس کے حکم کا انکار کیا اور ہم نے اس کے دین سے ناراضگی کا اظہار کیا۔
پھر ام جمیل وہاں سے چلی گئی' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا ام جمیل نے آپ ﷺ کو نہیں دیکھا۔
آپ ﷺ نے فرمایا اس نے مجھے نہیں دیکھا۔اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی چھین لی تھی۔
ابن ہشام کہتے ہیں۔دينه قلينا۔ابن اسحاق سے روایت نہیں ہے۔
ابن اسحاق کہتے ہیں قریش نبی محترم ﷺ کو''مذمم'' کہتے تھے یہ لفظ استعمال کر کے وہ آپ ﷺ کو برے الفاظ سے یاد کرتے تھے۔
حضور ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرماتے۔''کیا تمہیں تعجب نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے قریش کی اذیت کو مجھ سے کس طرح دور کیا ہے۔وہ مذمم کی ہجو کرتے اور اسے گالیاں دیتے ہیں۔میں تو محمد (سراپا ستائش) ﷺ ہوں''۔

امیہ بن خلف

امیہ بن خلف بن وھب بن حذافہ بن جمح جب حضور ﷺ کو دیکھتا تو زبان سے بکواس اور آنکھ سے اشارے کرتا۔اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق یہ سورت نازل فرمائی۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِۨ ۝ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ۝ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ۝ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝ (همزه)

ترجمہ:''ہلاکت ہے ہر اس شخص کے لیے جو (روبرو) طعنے دیتا ہے (پیٹھ پیچھے) عیب جوئی کرتا ہے جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھتا ہے وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس کے مال نے اس لافانی بنا دیا ہے ہرگز نہیں وہ یقیناً حطمہ میں پھینک دیا جائے گا اور تم کیا جانو کہ حطمہ کیا ہے وہ اللہ کی آگ ہے خوب بھڑکائی ہوئی جو دلوں تک جا پہنچے گی بے شک وہ (آگ) ان پر بند کر دی جائے گی''۔
ابن ہشام کہتے ہیں الھمزۃ اس شخص کو کہا جاتا ہے جو علانیہ گالیاں دیتا ہو اور آنکھوں سے اشارے کرتا ہو۔حضرت حسان بن ثابت کہتے

Marfat.com

ہیں۔

ترجمہ: ''میں نے تیرے عیب ایسے قافیہ سے بیان کیے جو شعلے کی طرح شرر فشاں تھے مگر تو نے نفس کی ذلت کے لیے عاجزی کی''۔

ہمزہ کی جمع ہمزات ہوتی ہے۔ لمزہ اس شخص کو کہتے ہیں جو چھپ کر لوگوں کے عیب بیان کرے اور انہیں اذیت دے۔ روبۃ بن عجاج کہتا ہے۔

ترجمہ: ''میرے باطل اور میری عیب جوئیوں نے میرے زمانہ کے سایہ میں پرورش پائی''۔

عاص بن وائل

حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے صحابی تھے وہ کاریگر تھے اور مکہ معظمہ میں تلواریں بناتے تھے۔ عاص بن وائل نے ان سے کچھ تلواریں بنوائیں جس کی وجہ سے عاص حضرت خباب رضی اللہ عنہ کا مقروض ہو گیا۔ ایک دن حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے اس سے قرض کا تقاضا کیا۔ عاص نے کہا۔ ''اے خباب! کیا وہ محمد ﷺ جن کا دین تو نے اختیار کر رکھا ہے گمان نہیں کرتے کہ جنت میں سونا، چاندی، کپڑے، خدام اور ہر وہ چیز ہو گی جس کا اہل جنت مطالبہ کریں گے''۔ حضرت خباب نے فرمایا ''ہاں وہ فرماتے ہیں'' عاص نے کہا۔ ''اے خباب! پھر مجھے روز حشر تک مہلت دو۔ حتیٰ کہ میں دار آخرت میں جاؤں۔ میں وہاں تمہارا قرض ادا کروں گا۔ اے جناب! قسم بخدا! نہ تم اور نہ ہی تمہارا صاحب بارگاہ ربوبیت میں مجھ سے زیادہ معزز ہوں گے اور نہ ہی تمہیں وہاں مجھ سے زیادہ حصہ ملے گا''۔ اس وقت ان آیات کا نزول ہوا۔

ترجمہ: ''کیا آپ نے دیکھا اس کو جس نے انکار کیا ہماری آیتوں کا اور کہنے لگا کہ مجھے ضرور بضرور دیا جائے گا مال اور اولاد (اس لاف زنی کی وجہ کیا ہے) کیا وہ آگاہ ہو گیا ہے غیب پر یا لے لیا ہے۔ اس نے (خداوند) رحمٰن سے کوئی وعدہ؟ ہرگز ایسا نہیں ہم لکھ لیں گے جو یہ کہہ رہا ہے اور لمبا کر دیں گے اس کے لیے عذاب کو خوب لمبا کرنا اور ہم ہی وارث ہوں گے''۔ (سورۃ مریم)

ابوجہل

ابن اسحاق کہتے ہیں: مجھے معلوم ہوا ہے کہ ابوجہل بن ہشام نے حضور ﷺ سے ملاقات کی اس نے کہا ''اے محمد (فداہ ابی وامی وروحی) ﷺ! ہمارے معبودوں کو برا بھلا نہ کہا کرو ورنہ ہم بھی اس خدا کو برا بھلا کہیں گے جس کی تم عبادت کرتے ہو''۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔

ترجمہ: ''اور انہیں گالی نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی شان میں بے ادبی کریں گے زیادتی اور جہالت سے''۔

(سورۃ انعام آیت نمبر 108)

مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد حضور ﷺ نے بتوں کو برا بھلا کہنا چھوڑ دیا اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے لگے۔

نضر بن حارث

جب حضور ﷺ کسی جگہ پر تشریف فرما ہوتے تو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے، قرآن پاک کی تلاوت فرماتے۔ قریش مکہ کو اس عذاب سے ڈراتے جو سابقہ امتوں کو مل چکا تھا۔ جب حضور ﷺ اس محفل سے تشریف لے جاتے تو نضر بن حارث بن علقمہ بن کلدۃ بن عبد مناف بن عبد الدار بن قصی وہاں بیٹھ جاتا۔ وہ لوگوں سے رستم، اسفندیار اور شہنشاہان فارس کی داستانیں بیان کرتا پھر کہتا۔ ''بخدا! محمد ﷺ کا کلام میرے کلام سے عمدہ نہیں ہے ان کا کلام تو سابقہ لوگوں کے افسانے ہیں۔ وہ ان افسانوں کو اسی طرح لکھ لیتے ہیں جس طرح میں انہیں رقم کرتا ہوں''۔ اس

Marfat.com

وقت ان آیات کا نزول ہوا۔

ترجمہ: ''اور کفار نے کہا یہ افسانے ہیں پہلے لوگوں کے اس شخص نے لکھوالیا ہے انہیں پھر یہ پڑھ کر سنائے جاتے ہیں اس ہر صبح وشام (تاکہ ازبر ہو جائیں) آپ فرمایئے اتارا ہے اس کو اس (خدا) نے جو جانتا ہے آسمانوں اور زمین کے سارے رازوں کو واقعی وہ بہت بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے''۔ (الفرقان)

جب پڑھی جاتی ہیں اس کے سامنے ہماری آیتیں تو کہتا ہے پہلے لوگوں کے افسانے ہیں۔

ترجمہ: ''ہلاکت ہے ہر جھوٹے بدکار کے لیے جو سنتا ہے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جو پڑھی جاتی ہیں اس کے سامنے پھر بھی وہ (کفر پر) اڑا رہتا ہے غرور کرتے ہوئے گویا اس نے انہیں سنا ہی نہیں جیسے اس کے دونوں کان بہرے ہیں سو آپ اسے دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیں''۔ (الجاثیہ)

ابن ہشام کہتے ہیں افاک کا معنی کذاب ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

ترجمہ: ''غور سے سنو! وہ جھوٹی تہمت لگاتے ہیں جب وہ کہتے ہیں اللہ نے بچے جنے وہ بلاشبہ جھوٹ بکتے ہیں''۔ (الصافات آیت نمبر ۱۵۲)

روبہ کہتا ہے لامریء افک قولا افکا۔ اس شخص کو جو جھوٹ گھڑتا ہے کیا ملتا ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں ایک دن حضور ﷺ ولید بن مغیرہ کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما تھے نضر بن حارث آیا وہ بھی اسی محفل میں بیٹھ گیا۔ اس محفل میں اور بھی بہت سے قریشی تھے۔ حضور ﷺ ان سے محو کلام تھے نضر بن حارث آپ ﷺ سے بحث کرنے لگا، آپ ﷺ نے اسے خاموش کرا دیا پھر انہیں یہ آیت سنائی۔

ترجمہ: ''بے شک تم اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے سوا تم پوجتے ہو سب جہنم کے ایندھن ہو تمہیں اس میں جانا ہے اگر یہ خدا ہوتے تو جہنم میں نہ جاتے اور ان سب کو ہمیشہ اس میں رہنا ہے۔ وہ اس میں رینگیں گے اور وہ اس میں کچھ نہیں سنیں گے''۔

(الانبیاء آیت نمبر 98 تا 100)

ابن ہشام کہتے ہیں حصب جھنم سے مراد ہر وہ چیز ہے جس سے جہنم کو شعلہ فشاں کیا گیا ہے۔ ابوذ ویب خویلد بن خالد الھذ لی کا شعر ہے۔

تو آگ کو بجھا۔ اسے جلا مت۔ عداوت کی آگ کا ایندھن نہ بن ممکن ہے اس کی چنگاریاں اڑنے لگیں۔

ایک اور شاعر کہتا ہے۔

میں نے اس کے لیے آگ جلائی اس نے اس کی روشنی کی دیکھا، اگر آگ کی روشنی نہ ہوتی تو وہ راہ راست پر گامزن نہ ہو سکتا۔

ابن زبعری اور اخنس

ابن اسحاق کہتے ہیں پھر حضور ﷺ مسجد حرام سے تشریف لے گئے۔ عبداللہ بن زبعری وہاں آ بیٹھا۔ ولید بن مغیرہ نے عبداللہ سے کہا۔ ''اللہ تعالیٰ کی قسم! ابھی ابھی نضر بن حارث نہ تو ابن عبدالمطلب (حضور ﷺ) کے لے اٹھا اور نہ بیٹھا۔ محمد (ﷺ) یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم اور وہ معبودان جن کی ہم عبادت کرتے ہیں وہ جہنم کا ایندھن ہیں۔ عبداللہ بن زبعری نے کہا اگر میں محمد (فداہ روحی) ﷺ کو پالیتا تو ان سے مناظرہ کر کے انہیں خاموش کر دیتا۔ محمد ﷺ سے پوچھو کیا ہر وہ جو غیر خدا کو پوجتا ہے وہ اپنے معبود کے ہمراہ جہنم کا ایندھن ہوگا۔ ہم ملائکہ کی عبادت کرتے ہیں۔ یہود عزیز علیہ السلام کی عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پوجا کرتے ہیں عبداللہ کے اس قول سے ولید اور تمام اہل محفل ششدر رہ گئے۔ انہوں نے کہا کہ عبداللہ کی بات میں واقعی قوت ہے۔ عبداللہ کی یہ بات حضور ﷺ تک پہنچ گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''ہر وہ شخص جو یہ پسند کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اس کی پوجا کی جائے وہ اپنے تمام عبادت گزاروں کے ساتھ جہنم کا ایندھن ہوگا۔ یہ لوگ شیطانوں کی اور ان اشیاء کی پوجا کرتے ہیں شیطان جن کی پوجا کا انہیں حکم دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

Marfat.com

ترجمہ: ''بلاشبہ وہ لوگ جن کے لیے مقدر ہو چکی ہے ہماری طرف سے بھلائی تو وہی اس جہنم سے دور رکھے جائیں گے اور وہ اس کی آہٹ بھی نہ سنیں گے اور وہ ان (نعمتوں) میں جن کی انہوں نے خواہش کی تھی ہمیشہ رہیں گے''۔ (الانبیاء آیت نمبر 101 تا 102)

یعنی حضرت عیسیٰ بن مریم، حضرت عزیز اور وہ علماء اور راہب جن کی پوجا کی جاتی رہی حالانکہ ان کی زندگیاں اطاعت الٰہی میں بسر ہوئیں۔ گمراہ لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر انہیں اپنا رب بنالیا۔

قریش ملائکہ کی عبادت بھی کرتے تھے، انہیں اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے تھے ان کے متعلق ان آیات کا نزول ہوا۔

ترجمہ: ''اور وہ کہتے ہیں بنالیا ہے رحمٰن نے (اپنے لیے) بیٹا سبحان اللہ! (یہ کیونکر ہو سکتا ہے) بلکہ وہ تو (اس کے) معزز بندے ہیں نہیں سبقت کرتے اس سے بات کرنے میں اور وہ اس کے حکم پر کاربند ہیں۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے جو کچھ ان کے پیچھے گزر چکا ہے اور وہ شفاعت نہیں کریں گے مگر اس کے لیے جسے وہ پسند فرمائے اور وہ (اس کی بے نیازی کے باعث) اس کے خوف سے ڈر رہے ہیں۔ اور جو ان سے یہ کہے کہ میں خدا ہوں اللہ تعالیٰ کے سوا تو اسے ہم سزا دینے لگے۔ جہنم کی یونہی ہم سزا دیا کرتے ہیں ظالموں کو''۔ (الانبیاء آیت نمبر 27,26 اور 29)

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان کی بھی پوجا ہوتی رہی۔ ولید اور دیگر اہل محفل نے عبداللہ کی اس دلیل کو بڑی عجیب سمجھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

ترجمہ: ''اور جب ابن مریم کی مثال بیان کی جائے جبھی تمہاری قوم اسے ہنسنے لگتے ہیں''۔ (الزخرف آیت نمبر 57)

پھر حضرت عیسیٰ کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

ترجمہ: ''وہ تو نہیں مگر ایک بندہ جس پر ہم نے احسان فرمایا اور اسے ہم نے بنی اسرائیل کے لیے عجیب نمونہ بنایا اور اگر ہم چاہتے تو زمین میں تمہارے بدلے فرشتے بساتے اور بے شک عیسیٰ قیامت کی خبر ہے تو ہرگز قیامت میں شک نہ کرنا اور میرے پیرو ہونا یہ سیدھی راہ ہے''۔ (الزخرف آیت نمبر 61,60,59)

یعنی میں نے ان کے دست اقدس سے جن معجزات مثلاً مردوں کو زندہ کرنا اور بیماروں کو شفایاب کرنا وغیرہ کا ظہور کیا ہے۔ وہ اس امر کے شاہد عادل ہیں کہ قیامت قائم ہوگی۔

اخنس بن شریق بن عمرو بن وہب الثقفی بنو زہرہ کا حلیف قوم کا سردار تھا یہ ان لوگوں میں سے تھا جن کی باتوں پر عمل کیا جاتا تھا یہ بھی حضور ﷺ سے بے بحث و مباحثہ کرتا اور آپ ﷺ کی باتوں کا رد کرتا تھا۔ اس کے متعلق قرآن پاک کی یہ آیت نازل ہوئی۔

ترجمہ: ''اور ہر ایسے کی بات نہ سننا جو بڑا قسمیں کھانے والا ذلیل، بہت طعنے دینے والا بہت ادھر ادھر لگاتا پھرنے والا بھلائی سے روکنے والا حد سے بڑھنے والا گنہگار ہے۔ درشت خو اس پر طرہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا''۔ (القلم آیت نمبر 11,10)

اللہ تعالیٰ نے زنیم کہہ کر اس کے نسب میں عیب نہیں نکالا کیونکہ کسی کے نسب میں عیب نکالنا اللہ تعالیٰ کی عادت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اس صفت کا ذکر اس لیے کیا ہے تاکہ اس کی پہچان ہو جائے۔ زنیم اس شخص کو کہا جاتا ہے۔ جو کسی دوسری قوم میں شامل ہو جائے۔ خطیم تمیمی کہتا ہے۔

وہ کسی دوسری قوم میں ملا ہوا ہے۔ لوگوں نے اسے اپنی قوم میں شامل کرلیا ہے۔ جس طرح جوتے کے عرض میں چمڑا داخل کیا جاتا ہے۔

ولید بن مغیرہ، ابی بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط

ولید بن مغیرہ نے کہا' کیا محمد (فداہ روحی) پر قرآن پاک نازل ہوتا ہے۔ اور مجھے چھوڑ دیا جاتا ہے جبکہ میں قریش میں سے بڑا اور ان کا سردار ہوں۔ اسی طرح بنو ثقیف کے سردار ابو مسعود عمرو بن عمیر پر بھی وحی نہیں آتی۔ ہم دونوں شہروں کے دو عظیم سردار ہیں''۔

Marfat.com

ابی بن خلف بن وھب بن حذافہ بن جمح اور عقبہ بن ابی معیط گہرے دوست تھے ان کے مابین عمدہ تعلقات تھے۔ عقبہ کبھی کبھی حضور ﷺ کے پاس بیٹھا کرتا تھا اور آپ ﷺ سے کلام سنا کرتا تھا یہ بات اُبی تک پہنچ گئی وہ عقبہ کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ ''مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو محمد ﷺ کے پاس بیٹھتا ہے اور ان سے کلام سنتا ہے اب اگر تو ان کی محفل میں بیٹھے یا ان کی باتیں سنے تو مجھ پر تیرا چہرہ دیکھنا حرام ہے۔ مجھ پر تجھ سے ہمکلامی حرام ہے وہ اسی طرح قسمیں اٹھاتا رہا۔ اب اگر تو ان کے پاس نہ جائے اور ان کے چہرے پر نہ تھوکے تو میری تیری ملاقات حرام ہے۔ عقبہ (لعنہ اللہ) نے ایسا ہی کیا ان دونوں کے متعلق ان آیات کا نزول ہوا۔

ترجمہ: ''اور جس دن ظالم اپنے ہاتھ چبالے گا کہ ہائے کسی طرح میں نے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ راہ لی ہوتی۔ وائے خرابی میری ہائے کسی طرح میں نے فلانے کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ بے شک اس نے مجھے بہکا دیا میرے پاس آئی ہوئی نصیحت سے اور شیطان آدمی کو بے مدد چھوڑ دیتا ہے''۔ (الفرقان آیت نمبر 29,27)

ابی بن خلف حضور ﷺ کے پاس ایک بوسیدہ ہڈی لے کر گیا۔ اور کہنے لگا اے محمد ﷺ آپ کا کیا خیال ہے کہ ختم ہونے کے بعد اسے دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ پھر اس نے اس ہڈی کو ریزہ ریزہ کر کے ہوا میں بکھیر دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں! میں یہ کہتا ہوں۔ اس کے بعد کہ تو اور یہ ہڈی اس طرح ہو جاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں اٹھائے گا، پھر اللہ تعالیٰ تمہیں آگ میں داخل کرے گا''۔ اس وقت ان آیات کا نزول ہو۔

ترجمہ: ''اور ہمارے لیے کہاوت کہتا ہے اور اپنی پیدائش بھول گیا۔ بولا ایسا کون ہے کہ ہڈیوں کو زندہ کرے جب وہ بالکل گل گئی۔ آپ فرمادیں انہیں وہ زندہ کرے گا جس نے پہلی بار انہیں بنایا اور اسے ہر پیدائش کا علم ہے۔ جس نے تمہارے لیے ہرے پیڑ میں سے آگ پیدا کی جبھی تم اس سے سلگاتے ہو''۔ (یٰسین آیت نمبر 81,79)

ایک دن سرور کائنات ﷺ مصروف طواف تھے اسود بن عبدالمطلب بن اسود بن عبدالعزیٰ، ولید بن مغیرہ، امیہ بن خلف اور عاص بن وائل اپنی قوم سے عمر رسیدہ تھے انہوں نے کہا، ''اے محمد ﷺ! ہم اس اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں جس کی آپ ﷺ عبادت کرتے ہیں اور آپ ﷺ ان معبودان (باطلہ) کی عبادت کرلو جن کی ہم پوجا کرتے ہیں۔ ہم اور آپ اس امر میں اشتراک کر لیتے ہیں۔ اگر وہ معبود جس کی آپ عبادت کرتے ہیں، ہمارے معبودان سے بہتر ہوا تو ہمیں اس سے حصہ مل جائے گا اور اگر ہمارے معبودان (باطلہ) آپکے خدا سے بہتر ہوئے تو آپ ﷺ کو اس سے حصہ مل جائے گا''۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں۔

ترجمہ: ''آپ ﷺ فرمادیجئے کہ اے کافرو! میں پرستش نہیں کیا کرتا (ان بتوں کی) جن کی تم پرستش کرتے ہو اور نہ ہی تم عبادت کرنے والے ہو اس خدا کی جس کی میں عبادت کیا کرتا ہوں۔ اور نہ میں کبھی عبادت کرنے والا ہوں۔ ان کی جن کی تم پوجا کرتے ہو اور نہ ہی تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین ہے''۔

(الکافرون)

یعنی اگر تم صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت اس شرط پر کرتے ہو کہ میں ان معبودان باطلہ کی پوجا کروں تو پھر مجھے تمہارے اس دین کی کوئی ضرورت نہیں تمہیں اپنا دین مبارک مجھے اپنا دین مبارک۔

ابو جہل

جب اللہ تعالیٰ رب العزت نے قریش کو ڈرانے کے لئے ''شجرۃ الزقوم'' کا تذکرہ کیا تو ابو جہل کہنے لگا ''اے گروہ قریش! کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ شجرۃ الزقوم کیا ہے جس سے محمد ﷺ کا رب تمہیں ڈراتا ہے''۔ قریش نے کہا نہیں۔ ابو جہل نے کہا ''اس سے مراد ہے یثرب کی عجوہ کھجور، مکھن کے ساتھ قسم بخدا! اگر ہمیں یہ مل گیا تو ہم اسے جلد جلد نگل لیں گے''۔

Marfat.com

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ○ طَعَامُ الْاَثِيْمِ○ كَالْمُهْلِ ج يَغْلِىْ فِى الْبُطُوْنِ○ كَغَلْىِ الْحَمِيْمِ○ (الدخان)

ترجمہ: ''بے شک تھوہڑ کا پیڑ گنہگاروں کی خوراک ہے گلے ہوئے تانبے کی طرح پیٹوں میں جوش مارتا ہے جیسے کھولتا پانی جوش مارتا ہے''۔

یعنی ابوجہل کا قول درست نہیں ہے ابن ہشام کہتے ہیں تانبے، سیسے وغیرہ میں سے ہر پگھلی ہوئی چیز کو مہل کہتے ہیں یہ مجھے ابوعبیدہ نے بتایا ہے حسن بن ابی الحسن سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوفہ کے بیت المال پر مقرر تھے۔ ایک دن انہوں نے چاندی کو پگھلانے کا حکم دیا۔ پگھلانے سے اس کے کئی رنگ نکل آئے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''کیا دروازے پر لوگ ہیں؟'' انہیں بتایا گیا ہاں۔ انہوں نے فرمایا ''انہیں اندر لے آؤ'' جب لوگ اندر آ گئے تو انہوں نے پگھلی ہوئی چاندی کی طرف اشارہ کر کے کہا ''مہل'' اسی کے مشابہ ہے''۔ شاعر کہتا ہے۔

میرا پروردگار اسے پگھلی ہوئی دھات پلائے گا۔ وہ اسے گھونٹ گھونٹ کر کے پیئے گا۔ یہ دھات چہروں کو جلا کر رکھ دے گی اور یہ اس بدبخت کے بطن میں جوش مارے گی۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا۔

ان میں سے جو بھی زندہ رہے گا وہ غلام رہے گا اور مرنے کے بعد اسے آگ میں جہنم کی دھات اور اس کی پیپ پلائی جائے گی۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ جسم کی پیپ کو مہل کہا جاتا ہے کہا جاتا ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے دو پرانی دھلی ہوئی چادریں لانے کا حکم دیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی۔ ''اے والد محترم! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے مستغنی کر دیا ہے آپ کفن خرید لیں''۔ انہوں نے فرمایا ''ایک گھڑی کی ہی بات ہے پھر یہ پیپ میں لت پت ہو جائے گا''۔

شاعر کہتا ہے۔

اس نے اس کے پانی کے ساتھ گندی پیپ ملا دی پھر اموات نے پہلی مرتبہ پیاس بجھانے کے بعد دوسری مرتبہ پیاس بجھائی۔

ابن اسحاق کہتے ہیں پھر اس کے متعلق اللہ تعالیٰ یہ آیت نازل فرمائی:

ترجمہ: ''اس درخت کو جس پر لعنت بھیجی گئی ہے قرآن پاک میں اور ہم انہیں (نافرمانی کے انجام سے) ڈراتے رہتے ہیں پس نہ بڑھایا اس ڈرانے والے نے انہیں مگر یہ کہ وہ زیادہ سرکشی کرنے لگے''۔ (سورہ الاسراء آیت ۶۰)

حضرت ابن ام مکتوم

ولید بن مغیرہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ ﷺ اس کے ساتھ مصروف گفتگو تھے۔ حضور ﷺ کو اس کے اسلام لانے کی امید تھی۔ اسی اثناء میں آپ ﷺ کے پاس سے ابن ام مکتوم گزرے، انہوں نے حضور ﷺ سے گفتگو کرنے کی کوشش کی اور قرآن پاک پڑھنے کی التجاء کی۔ حضور ﷺ کو ان کی یہ مداخلت ناگوار گزری۔ آپ ﷺ ان سے روگرداں ہوئے کیونکہ انہوں نے ولید بن مغیرہ کے معاملہ میں دخل اندازی کی۔ آپ ﷺ کو اس کے ایمان لانے کی امید تھی۔ جب انہوں نے بار بار مداخلت کی تو آپ ﷺ ان سے ترش رو ہوئے، اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں۔

ترجمہ: ''چیں بہ جبیں ہوئے اور منہ پھیر لیا (اس وجہ سے کہ) ان کے پاس ایک نابینا آیا اور آپ کیا جانیں شاید وہ پاکیزہ تر ہو جاتا وہ غور و فکر کرتا تو نفع پہنچاتی اسے یہ نصیحت۔ لیکن وہ جو پرواہ نہیں کرتا۔ آپ اس کی طرف تو توجہ کرتے ہیں اور آپ ﷺ پر کوئی ضرر نہیں اگر نہ وہ سدھرے۔ اور جو آپ ﷺ کے پاس آیا ہے دوڑتا ہوا وہ ڈر بھی رہا ہے تو آپ اس سے بے رخی برتتے ہیں ایسا نہ چاہیے یہ تو

Marfat.com

نصیحت ہے۔ سو جس کا جی چاہے اسے قبول کرے۔ ایسے صحیفوں میں (ثبت) ہے جو معزز ہیں جو بلند مرتبہ و پاکیزہ ہیں'۔

(سورہ عبس آیت نمبر ۱ تا ۱۴)

یعنی میں نے آپ ﷺ کو بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے میں نے آپ کو کسی ایک شخص کے ساتھ مختص نہیں کیا۔ آپ ﷺ اسے نہ روکیں جو اللہ کا خواہاں ہو اور اس کی طرف توجہ نہ فرمائیں جو اللہ تعالیٰ کا ارادہ نہیں کرتا۔ ابن ہشام کہتے ہیں، ابن ام مکتوم کا تعلق بنو عامر بن لوی سے تھا، ان کا نام عبداللہ یا عمرو تھا۔ (روض الانف شرح تاریخ ابن ہشام کا بیان ختم ہوا)

(مندرجہ ذیل بیان مواہب اللدنیہ مقصد اوّل ص ۱۵۴ تا ۱۵۷ اور ۱۶۴ سے اخذ کیا گیا۔)

حبشہ کی طرف پہلی ہجرت

پھر نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حبشہ کی طرف ہجرت کی اجازت مرحمت فرمائی اور یہ نبوت کے پانچویں سال ماہ رجب کا واقعہ ہے[1]۔ حبشہ کی طرف کئی افراد نے ہجرت کی ان میں سے بعض کے ہمراہ ان کے گھر والے بھی تھے اور بعض نے صرف تنہا ہجرت کی یہ لوگ گیارہ یا بارہ مردوں اور چار خواتین پر مشتمل تھے، یہ بھی کہا گیا کہ پانچ خواتین تھیں اور دو عورتوں کا قول بھی کیا گیا ہے[2]۔

ان کے امیر حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ تھے لیکن امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کا انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کا امیر کوئی بھی نہ تھا۔ یہ لوگ پیدل سمندر کی طرف نکلے اور نصف دینار کے بدلے کشتی کرائے پر حاصل کی۔ سب سے پہلے حضرت عثمان غنی اپنی زوجہ حضرت رقیہ (رضی اللہ عنہا) کے ساتھ باہر تشریف لائے۔ (حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا حضور علیہ السلام کی صاحبزادی ہیں)

یعقوب بن سفیان نے ایسی سند کے ساتھ ذکر کیا جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے جا ملتی ہے وہ فرماتے ہیں: نبی اکرم کو دیر تک ان دونوں کی خبر نہ ملی تو ایک عورت حاضر ہوئی اور اس نے کہا میں نے ان دونوں کو دیکھا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ کو دراز گوش پر سوار کیا ہوا تھا، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: حضرت لوط علیہ السلام کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنے اہل خانہ کے ہمراہ ہجرت کی۔

جب قریش نے دیکھا کہ یہ لوگ حبشہ میں ٹھہر گئے اور ان کو امن مل گیا تو انہوں نے عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ کو تحائف دے کر (حبشہ کے بادشاہ) نجاشی کی طرف بھیجا اور اس کا نام اصحمہ تھا۔ ان دونوں کے ساتھ عمارہ بن ولید بھی تھا۔ انہوں نے صحابہ کرام کی واپسی کا مطالبہ کیا تو بادشاہ نے انکار کرتے ہوئے ان کے تحائف سمیت ان کو نامراد واپس لوٹا دیا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا

ابو نعیم کے مطابق حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے تین دن بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا اور یہ نبی اکرم ﷺ کی دعا کا نتیجہ تھا۔ آپ نے یوں دعا فرمائی۔

---

[1] جب نبی اکرم ﷺ نے دیکھا کہ مشرکین آپ کے صحابہ کرام کو اذیت پہنچا رہے ہیں اور ان کا دفاع کرنا مشکل ہے تو آپ نے فرمایا: اگر حبشہ چلے جاؤ تو اچھا ہے وہاں کے حکمران کے پاس کسی پر ظلم نہیں ہوتا اور وہ سچائی کی زمین ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس حالت سے کشادگی میں بدل دے، چنانچہ فتنہ کے خوف اور اپنے دین کی حفاظت کے لیے کچھ صحابہ کرام اور صحابیات نے ہجرت کی اور یہ اسلام میں پہلی ہجرت تھی۔ (از زرقانی جلد اوّل ص ۳۱۴)......۱۲ ہزاروی

[2] حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے مرد صحابہ کرام کے اسمائے گرامی یہ ہیں: حضرت عثمان عفان، حضرت عبدالرحمٰن، حضرت بن ربیعہ، حضرت سہیل بن بیضاء، حضرت ابو سبرہ بن ابی رہم، اور حضرت حاطب بن عمرو رضی اللہ عنہم اور خواتین میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا زوجہ حضرت عثمان، حضرت سلمہ بنت سہیل زوجہ ابو حذیفہ، حضرت ام سلمہ زوجہ ابو سلمہ اور لیلیٰ عدویہ زوجہ عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہن ان کے خاوند بھی ہمراہ تھے......۱۲ ہزاروی

Marfat.com

اللھم اعز الاسلام بابی جھل اوبعمربن الخطاب[۱]۔

ترجمہ: "اے اللہ! اسلام کو ابوجہل یا عمر بن خطاب کے ذریعے غلبہ عطا فرما"۔

اس وقت چالیس سے کچھ اوپر مرد اور گیارہ عورتیں مسلمان ہوئی تھیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کے اسلام کا سبب:

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے اپنے والد (زید بن اسلم) سے انہوں نے ان کے دادا (اسامہ کے دادا اسلم) سے انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ آپ نے فرمایا: مجھے اپنی بہن کے اسلام لانے کی اطلاع ہوئی تو میں اس کے پاس گیا۔ میں نے کہا: اے اپنی جان کی دشمن! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم بے دین ہوگئی؟ پھر ان کو مارا تو خون جاری ہوگیا۔ خون دیکھ کر وہ رو پڑیں اور کہنے لگیں: اے ابن خطاب! تم جو چاہو کرو میں اسلام قبول کر چکی ہوں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ غصے کی حالت میں داخل ہوا تو دیکھا کہ گھر کے کونے میں ایک کتاب (رکھی ہوئی) ہے جس میں "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" لکھا ہوا ہے جب میں "الرحمٰن الرحیم" پر پہنچا تو میں ڈر گیا اور میں نے اس صحیفے کو اپنے ہاتھ سے پھینک دیا۔ فرماتے ہیں پھر میں نے اس کی طرف رجوع کیا تو اس میں (لکھا ہوا) تھا:

سبح للہ مافی السموات والا رض ۔(الحدید:۱)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کی ہر اس چیز نے جو آسمانوں اور زمین میں ہے"۔

حتیٰ کہ جب میں امنوا باللہ ورسولہ (الحدید) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ) پر پہنچا میں نے پڑھا۔

اشھدان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ ۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد۲ص ۲۱۷)

ترجمہ: "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں"۔

اب لوگ باہر نکلے اور نعرہ تکبیرہ بلند کرنے میں جلدی کرنے لگے کیونکہ انہوں نے مجھ سے جو کچھ سنا اس پر وہ خوش ہوئے میں رسول اکرم ﷺ کے پاس صفا کے دامن میں ایک مکان میں آیا۔ میں (اندر) داخل ہوا تو دو آدمیوں نے مجھے بازوؤں سے پکڑ لیا حتیٰ کہ میں نبی اکرم ﷺ کے قریب ہوگیا۔ آپ نے فرمایا: ان کو چھوڑ دو انہوں نے مجھے چھوڑا تو میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے مجھے کپڑوں سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور فرمایا: اے ابن خطاب! اسلام لاؤ' یا اللہ! اس کے دل کو ہدایت دے۔ میں نے کہا: اشھدان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمد عبدہ ورسولہ" (یہ سن کر) مسلمانوں نے (اس قدر بلند آواز سے) تکبیر کہی کہ مکہ مکرمہ کے راستوں میں سنی گئی۔

اس وقت جو شخص بھی اسلام قبول کرتا اسے چھپاتا تھا پھر میں ایک شخص کے پاس گیا جو کسی راز کو چھپاتا نہیں تھا۔ میں نے کہا: میں نے اپنا دین چھوڑ دیا۔ فرماتے ہیں اس نے بلند آواز سے پکارا: سنو! ابن خطاب نے اپنا آبائی دین چھوڑ دیا چنانچہ لوگ مجھے مارنے لگے اور میں ان کو مارتا۔ میرے ماموں نے کہا: یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: یہ ابن خطاب ہیں۔ وہ پتھر پر کھڑا ہوا اور اپنی آستین سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ سنو! میں نے اپنے بھانجے کو پناہ دے دی ہے' چنانچہ لوگ مجھ سے ہٹ گئے۔ فرماتے ہیں: مسلسل یہ عمل جاری رہا' لوگ مجھے مارتے اور میں ان کو مارتا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کر دیا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد۲ص ۲۱۶' دلائل النبوۃ لابی نعیم جز اوّل ص ۷۹' کشف الاستار عن زوائد البزار جلد۳ ص ۱۶۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: اے محمد! صلی اللہ علیک وسلم آسمان والے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے پر خوش ہوئے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۱ باب فضائل صحابہ)

[۱]۔ جامع ترمذی جلد۲ص ۲۰۹' دلائل النبوۃ للبیہقی جلد۲ص ۲۱۶۔ اسی مضمون کی حدیث طبقات ابن سعد جلد۳ ص ۲۶۷' صحیح ابن حبان جلد۱۰ص ۱۷' البدایہ والنہایہ جلد۳ ص ۸۰ بھی ملاحظہ کی جاسکتی ہے.....۱۲ ہزاروی۔

Marfat.com

وہ جمیل بن معمر بن حبیب ہیں جو فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے۔غزوۂ حنین میں شریک ہوئے اور انہوں نے مصر کی فتح میں حصہ لیا۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ان کا انتقال ہوا۔

ابوجہل یا اس کا بھائی حارث بن ہشام مراد ہے۔یہ دونوں آپ کی والدہ کے چچازاد تھے۔آپ کے نانا ہاشم اور ابوجہل کا باپ ہشام بھائی تھے۔اس لئے ابوجہل آپ کا ماموں ہوا۔

نوٹ: آسمان والوں کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے پر خوش ہونا اس وجہ سے تھا کہ آپ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اسلام کی مدد کی اور کمزور مسلمانوں کو سہارا ملا۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا عزت کا باعث تھا۔آپ کی ہجرت مدد اور آپ کی حکومت رحمت تھی۔اللہ کی قسم! ہم خانہ کعبہ کے پاس ظاہر اور کھلم کھلا نماز نہ پڑھ سکتے تھے حتیٰ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔(زرقانی جلد اوّل ص ۲۷۷)

شعب بنی ہاشم میں داخلہ اور صحیفہ کی خبر

جب قریش نے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے غلبہ حاصل ہو گیا اور حبشہ میں آپ کے صحابہ کرام کی عزت افزائی ہوئی نیز قبائل میں اسلام پھیل گیا تو انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو شہید کرنے پر اتفاق کیا۔خبر حضرت ابوطالب کو پہنچی تو انہوں نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کو جمع کیا، چنانچہ وہ لوگ نبی اکرم ﷺ کو اپنی گھاٹی میں لے گئے اور قتل کا ارادہ کرنے والوں سے آپ کو بچایا، چنانچہ جاہلیت کے طریقے کے مطابق قبائلی غیرت کے تحت اس میں کفار بھی شریک ہوئے۔

جب قریش نے یہ بات دیکھی تو وہ اکٹھے ہوئے اور انہوں نے باہم مشورہ کیا۔وہ ایک تحریر کے ذریعے بنو ہاشم اور بنو مطلب کا بائیکاٹ کریں گے نہ تو ہم ان کے ہاں شادی کریں اور نہ ہی ان کو رشتہ دیں گے اور اسی طرح ان سے خرید وفروخت بھی نہیں کریں گے اور جب تک وہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کے لیے ہمارے حوالے نہ کریں ہم ان سے صلح نہیں کریں گے۔(السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد اوّل ص ۳۱۹)

یہ معاہدہ منصور بن عکرمہ کے خط سے تحریر ہوا اور یہ بھی کہا گیا کہ بغیض بن عامر نے لکھا تو اس کا ہاتھ شل ہو گیا، انہوں نے یہ تحریر کعبہ شریف کے اندر لٹکا دی اور یہ نبوت کے ساتویں سال محرم الحرام کا واقعہ ہے۔

بنو ہاشم اور بنو مطلب، ابوطالب کے ہاں چلے گئے اور ان کے ساتھ شعب ابی طالب میں داخل ہو گئے۔البتہ ابولہب داخل نہ ہوا۔دو یا تین سال یہی صورت حال رہی۔ابن سعد کہتے ہیں: دو سال ٹھہرے حتیٰ کہ سخت مشقت اٹھائی اور ان تک ہر چیز پوشیدہ طور پر پہنچتی تھی۔

(طبقات ابن سعد جلد اوّل ص ۲۰۸)

Marfat.com

باب نمبر ۶

حبشہ کی طرف دوسری ہجرت

پھر مسلمانوں نے حبشہ کی طرف دوسری ہجرت کی اور ان حضرات کی تعداد تراسی (۸۳) تھی اگر حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ان میں شامل ہوں اور خواتین اٹھارہ (۱۸) تھیں۔

ان کے ہمراہ عبداللہ بن جحش اور اس کی زوجہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا بھی تھی۔ عبیداللہ بن جحش وہاں نصرانی ہوگیا اور اسی دن (عیسائیت) پر مرگیا اور نبی اکرم ﷺ نے ہجرت کے ساتویں سال حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے اس حالت میں نکاح کیا کہ وہ حبشہ میں تھیں۔ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے ضمن میں یہ بات بیان ہوگی۔

(مواہب اللدنیہ کا بیان ختم ہوا)

(مندرجہ ذیل بیان روض الانف شرح سیرت ابن ہشام (مترجم) جلد دوئم بمع سیرت ابن ہشام ص ۱۵۱ تا ص ۱۶۱، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳ سے اخذ کیا گیا ہے) اور یہ بیان صرف سیرت ابنِ ہشام کا ہے)

حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے صحابہ کرام

بنوامیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر میں سے حضرت عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ نے اپنی زوجہ محترمہ لختِ جگر مصطفیٰ ﷺ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی بنوعبد شمس میں سے ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس نے ہجرت کی سعادت حاصل کی۔ ان کے ہمراہ ان کی زوجہ محترمہ حضرت سہلہ بنت سہیل بن عمرو بھی تھیں۔ ان کا تعلق بنوعامر بن لوی سے تھا۔ انہوں نے سرزمین حبشہ میں محمد بن ابی حذیفہ کو جنم دیا۔ بنواسد بن عبدالعزی بن قصی میں سے حضرت زبیر بن عوام بن خویلد بن اسد نے ہجرت کی۔ بنوعبدالدار بن قصی میں سے حضرت مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار نے یہ سعادت عظمیٰ حاصل کی۔ بنوزہرہ بن کلاب میں سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف بن عبدعوف بن حارث بن زہرہ ہجرت فرما ہوئے۔ بنومخزوم بن یقظہ بن مرہ میں سے حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم نے ہجرت فرمائی۔ ان کے ہمراہ ان کی زوجہ محترمہ ام سلمہ بنت ابی امیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بھی تھیں۔ بنوجمح بن عمرو بن ھصیص بن کعب میں سے حضرت عثمان بن مظعون بن حبیب بن وھب بن حذافہ بن جمح رضی اللہ عنہ اس سعادت میں شامل تھے۔ بنوعدی بن کعب میں سے عامر بن ربیعہ، آل خطاب کے حلیف نے ہجرت کی۔ ان کے ہمراہ ان کی شریک حیات حضرت لیلیٰ بنت ابی حشمہ بن حذیفہ بن غانم بن عامر بن عبداللہ بن عوف بن عبید بن عویج بن عدی بن کعب بھی تھیں۔ بنوعامر بن لوئی میں سے ابوسبرہ بن ابی رہم بن عبدالعزی بن ابی قیس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر نے یہ سعادت حاصل کی۔ ایک قول کے مطابق ابوحاطب بن عمرو بن عبدشمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر نے یہ سعادت حاصل کی۔ ایک قول کے مطابق سب سے پہلے حبشہ پہنچنے والی شخصیت یہی تھے۔ بنو حارث بن فہر سے سہیل بن بیضاء یعنی سہیل بن وھب بن ربیعہ بن ہلال بن اہیب بن ضبہ بن حارث تھے۔ یہ وہ دس فرخندہ فال افراد تھے۔ جو مسلمانوں میں سب سے پہلے سرزمین حبشہ پہنچے۔

Marfat.com

ابن ہشام کہتے ہیں قیادت کی باگ ڈور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی۔ ابن اسحاق کہتے ہیں پھر حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی۔ پھر مسلمان ہجرت کر کے حبشہ جاتے رہے حتیٰ کہ وہ وہاں کافی تعداد میں جمع ہو گئے۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ان کے اہل خانہ بھی تھے جبکہ بعض نے تنہا ہجرت کی۔

بنوہاشم اور بنوامیہ کے مہاجرین

بنوہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر میں سے حضرت جعفر بن ابی طالب بن عبدالمطلب نے یہ سعادت حاصل کی۔ ان کے ساتھ ان کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس بن نعمان بن کعب بن مالک بن قحافہ بن خثعم تھیں۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کی ولادت حبشہ میں ہی ہوئی۔ بنوامیہ بن عبدشمس بن عبدمناف میں سے حضرت عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبدشمس نے اپنی شریک حیات کے ہمراہ، حضرت عمرو بن سعید بن العاص بن امیہ نے اپنی زوجہ محترمہ حضرت فاطمۃ بنت صفوان بن امیہ بن محرث بن حمل بن شق بن رقبہ بن مخدج کنانی کے ساتھ ان کے بھائی خالد بن سعید بن عاص بن امیہ نے اپنی بیوی امینہ بنت خلف بن سعد بن عامر بن بیاضہ بن سبیع بن جعثمہ بن سعد ملیح بن عمرو خزاعی نے ہجرت کی۔ ابن ہشام کہتے ہیں امینہ کو ھمینہ بنت خلف بھی کہا جاتا ہے ابن اسحاق کہتے ہیں حبشہ میں ان کے ہاں سعید بن خالد اور امتہ بنت خالد پیدا ہوئے بعد میں حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے حضرت امتہ کے ساتھ شادی کر لی۔ اور ان سے عمرو بن زبیر اور خالد بن زبیر پیدا ہوئے۔

بنواسد اور بنوعبدشمس کے مہاجرین

بنواسد بن خزیمہ میں سے عبداللہ بن جحش بن رباب بن یعمر بن صبرہ بن مرہ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد، ان کے بھائی عبیداللہ بن جحش ان کے ہمراہ ان کی زوجہ محترمہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت ابی سفیان بن حرب بن امیہ بھی تھیں۔ قیس بن عبداللہ، بنواسد بن خزاعہ کا ایک اور شخص اپنی بیوی برکہ بنت یسار، ابوسفیان بن حرب بن امیہ کی لونڈی ور معیقیب بن ابی فاطمہ نے ہجرت کی۔ ان تمام کا تعلق سعید بن العاص کی اولاد سے تھا۔ ابن ہشام نے معیقیب بن دوس لکھا ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں بنوعبدشمس بن عبدمناف میں سے ابوحذیفہ بن ربیعہ بن عبدشمس اور ابوموسیٰ الاشعری نے حبشہ کی طرف ہجرت کی حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ بن قیس تھا وہ عتبہ بن ربیعہ کی اولاد کے حلیف تھے۔

بنونوفل اور بنواسد کے مہاجرین

بنونوفل بن عبدمناف میں سے حضرت غزوان بن جابر بن وھب بن نسیب بن مالک بن حارث بن مازن بن منصور بن عکرمہ بن حفصہ بن قیس بن عیلان نے ہجرت حبشہ کی سعادت حاصل کی۔ بنواسد بن عبدالعزی بن قصی میں سے حضرت زبیر بن عوام بن خویلد بن اسعد حضرت اسود بن نوفل بن خویلد بن اسد حضرت یزید بن زمعہ بن اسود بن مطلب بن اسد اور حضرت عمرو بن امیہ بن حارث بن اسد۔

بنوعبد بن قصی اور عبدالدار بن قصی کے مہاجر

بنوعبد بن قصی میں سے حضرت طلیب بن عمیر بن وہب بن ابی کثیر بن عبد نے یہ سعادت پائی۔ بنوعبدالدار بن قصی میں سے حضرت مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبدمناف بن عبدالدار حضرت سویط بن سعد بن حرملہ بن مالک بن عمیلہ بن سباق بن عبدالدار حضرت جہم بن قیس بن عبد شرجیل بن ہاشم بن عبدمناف بن عبدالدار ان کے ہمراہ ان کی زوجہ ام حرملہ بنت عبدالاسود بن جذیمہ بن اقیش بن عامر بن بیاضہ بن سبیع بن جعثمہ بن سعد ملیح بن عمرو بھی تھیں۔ حضرت جہم کے دو فرزند عمرو اور خزیمہ حضرت ابوالروم بن عمیر بن ہاشم بن عبدمناف بن عبدالدار اور حضرت فراس بن نضر بن حارث بن کلدہ بن علقمہ بن عبدمناف بن عبدالدار نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔

Marfat.com

بنو زہرہ، بنو ہذیل اور بہراء کے مہاجرین

بنو زہرہ بن کلاب میں سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف بن عبد عوف بن عبد بن حارث بن زہرہ، حضرت عامر بن ابی وقاص، ابو قاص سے مراد مالک بن اہیب بن عبد مناف بن زہرہ ہے اور حضرت مطلب بن از ہر بن عبد عوف بن عبد بن حارث بن زہرنے اپنی زوجہ محترمہ رملہ بنت ابی عوف بن ضبیرہ بن سعید بن سعد بن سہم نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ان کے بطن مبارک سے سرزمین حبشہ میں عبداللہ بن مطلب پیدا ہوئے۔

بنو ہذیل میں سے ان کے حلیف حضرت عبداللہ بن مسعود بن حارث بن شمخ بن مخزوم بن صاہلہ بن کاہل بن حارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل اور ان کے بھائی عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی، بہراء میں سے مقداد بن عمرو بن ثعلبہ بن مالک بن ربیعہ بن ثمامہ بن مطرود بن عمرو بن سعد بن زہیر بن لوی بن ثعلبہ بن مالک بن الشرید بن ابی اھوز بن ابی فائش بن دریم بن القین بن اھود بن بہراء بن عمرو بن الحاف بن قضاعہ نے ہجرت حبشہ میں شرکت کی۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہا جاتا ہے ہزل بن فاس بن ذرا اور دھیر بن ثور بھی تھے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں۔ انہیں مقداد بن اسود بن عبد یغوث بن وہب بن عبد مناف بن زہر بھی کہا جاتا تھا۔ کیونکہ اسود نے انہیں جاہلیت میں اپنا بیٹا بنالیا تھا اور ان سے معاہدہ بھی کیا تھا۔

بنو تمیم اور بنو مخزوم میں سے مہاجرین

بنو تمیم بن مرہ میں سے حارث بن خالد بن صخر بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم نے یہ سعادت حاصل کی۔ ان کے ساتھ ان کی شریک حیات ریطہ بنت حارث بن جبلہ بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم بھی تھیں۔ انہوں نے سرزمین حبشہ میں موسیٰ بن حارث، عائشہ بنت حارث، زنیب بنت حارث فاطمہ بنت حارث کو جنم دیا۔ حضرت عمرو بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم کا تعلق بھی اسی قبیلے سے تھا۔ بنو مخزوم میں سے ابو سلمہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم نے اپنی زوجہ محترمہ ام سلمہ بنت ابی امیہ بن المغیرہ بن عبداللہ بن مخزوم کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ان کے ہاں وہاں زینب بنت ابی سلمہ کی ولادت ہوئی۔ ابو سلمہ کا نام عبداللہ اور ام سلمہ کا نام ''ہند'' تھا۔ اسی قبیلے سے حضرت شماس بن عثمان بن الشرید بن سوید بن ہرمی بن عامر بن مخزوم نے بھی حبشہ کی طرف ہجرت کرنے میں شرکت کی۔

شماس کی وجہ تسمیہ

ابن ہشام کہتے ہیں حضرت شماس کا نام عثمان تھا کیونکہ شماسہ میں سے ایک شماس زمانہ جاہلیت میں مکہ مکرمہ آیا وہ حسن و جمال کا پیکر تھا لوگوں نے اس کے جمال پر تعجب کیا۔ عتبہ بن ربیعہ جو شماس کا ماموں تھا کہنے لگا۔ ''میں تمہارے پاس وہ شماس لے کر آتا ہوں جو حسن و جمال میں اس شماس سے کہیں بڑھ کر ہے پھر وہ اپنے بھتیجے عثمان بن عثمان کو لے آیا اس طرح عثمان کا نام بھی شماس پڑ گیا۔ (ابن شہاب)

ابن اسحاق کہتے ہیں اسی قبیلہ سے حضرت ہبار بن سفیان بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بھی ہجرت حبشہ میں شامل تھے ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن سفیان، ہشام بن ابی حذیفہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن مخزوم، سلمہ بن ہشام بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم اور عیاش بن ابی ربیعہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بھی اس سعادت میں شامل تھے۔

بنو مخزوم کے حلیفوں میں سے اور بنو جمح کے مہاجرین

بنو مخزوم کے حلیفوں میں سے معتب بن عوف بن عامر بن فضل بن عفیف بن کلیب بن حبشیہ ابن سلول بن کعب بن عمرو خزاعی نے بھی حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ان کو عیھامہ بھی کہا جاتا ہے۔ ابن ہشام کہتے ہیں حبیشہ بن سلول بھی کہا جاتا ہے انہیں معتب بن حمرا بھی کہا جاتا ہے۔ بنو جمح بن عمرو بن ھصیص بن کعب میں سے حضرت عثمان بن مظعون بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح، ان کے لخت جگر حضرت سائب بن عثمان ان کے بھائی قدامہ بن مظعون اور عبداللہ بن مظعون، حضرت حاطب بن حارث بن معمر بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح اور ان کی زوجہ محترمہ

Marfat.com

فاطمہ بنت مجلل بن عبداللہ بن ابی قیس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر ان کے فرزندان ارجمند محمد بن حاطب حارث بن حاطب ان کے بھائی حطاب بن حارث ان کی زوجہ محترمہ حضرت مکیھہ بنت یسار، حضرت سفیان بن معمر بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح ان کے فرزندان جابر بن سفیان اور جنادہ بن سفیان، ان کی والدہ ماجدہ حضرت حسنہ اور ان کی والدہ کی طرف سے بھائی حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے بھی یہ سعادت حاصل کی۔ ابن ہشام کہتے ہیں شرحبیل کے والد کا نام عبداللہ تھا یہ بنوغوث بن مر میں سے تھے۔ غوث تمیم بن مر کے بھائی تھے۔ عثمان بن ربیعہ بن اھبان بن وھب بن حذافہ بن جمح بھی اس سعادت میں شریک تھے۔

بنو سہم، بنو عدی اور بنو عامر کے مہاجرین

ابن اسحاق کہتے ہیں بنو سہم بن عمرو بن ھصیص بن کعب میں سے حضرت خنیس بن حذافہ بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم عبداللہ بن حارث بن قیس بن عدی بن سعد بن سہل اور ہشام بن عاص بن وائل بن سعد بن سہم رضی اللہ عنہ نے بھی یہ سعادت کی۔ ابن ہشام کہتے ہیں عاص بن وائل بن ہاشم بن سعد بن سہم۔

ابن اسحاق کہتے ہیں۔ قیس بن خدافہ بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم، ابوقیس بن حارث بن قیس بن خذافہ بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم، عبداللہ بن حذافہ بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم، حارث بن حارث بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم، معمر بن حارث بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم، بشر بن حارث بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم، والدہ کی طرف سے بھائی سعید بن عمر، سعید بن حارث بن قیس بن عدی بن سہم، سائب بن حارث بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم، عمیر بن رئاب بن خذیفہ بن مھشم بن سعد بن سہم اور محمیہ بن جزاء نے ہجرت حبشہ کی سعادت حاصل کی۔ حضرت محمیہ کا تعلق بنو زبید سے تھا۔ یہ بنو سہم کے حلیف تھے۔

بنو عدی بن کعب میں سے معمر بن عبداللہ بن نضلہ بن عبدالعزیٰ بن حرثان بن عوف بن عبید بن عویج بن عدی، عروہ بن عبدالعزی بن حرثان بن عوف بن عبید بن عویج بن عدی، عدی بن نضلہ بن عبدالعزی بن حرثان بن عوف بن عبید بن عویج بن عدی، ان کے بیٹے نعمان بن عدی اور آل حطاب کے حلیف عامر بن ربیعہ نے اپنی زوجہ محترمہ کے ہمراہ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ بنو عامر بن لوی میں سے ابوسبرہ بن ابی رھم بن عبدالعزیٰ بن ابی قیس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر نے اپنی شریک حیات ام کلثوم بنت سہیل بن عمرو بن عبدشمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر کے ساتھ، عبداللہ بن مخرمہ بن عبدالعزیٰ بن ابی قیس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر، عبداللہ بن سہیل بن عمرو بن عبدشمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر، سلیط بن عمرو بن عبدشمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر، ان کے بھائی سکران بن عمرو، ان کی زوجہ محترمہ سودہ بنت زمعہ بن قیس بن عبدشمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر، مالک بن زمعہ بن قیس بن عبدشمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن عامر، ان کی زوجہ محترمہ عمرہ بنت سعدی بن واقدان بن عبدشمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر، حاطب بن عمرو بن عبدشمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر اور سعد بن خولہ جو بنو عامر کے حلیف تھے، نے بھی یہ سعادت کبریٰ حاصل کی۔ ابن ہشام کہتے ہیں۔ سعد بن خولہ کا تعلق یمن سے تھا۔

بنو حارث کے مہاجرین

ابن اسحاق کہتے ہیں۔ بنو حارث بن فہر سے ابوعبید بن جراح یعنی عامر بن عبداللہ بن جراح بن ھلال بن اھیب بن ضبہ بن حارث بن فہر، سہیل بن بیضا یعنی سہیل بن وھب بن ربیعہ بن ھلال بن اھیب بن ضبہ بن حارث، لیکن یہ اپنی والدہ کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ ان کی والدہ کا نام دعد بنت جحدم بن امیہ بن ظرب بن حارث بن فہر تھا۔ اسے بیضاء کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا عمرو بن ابی سرح بن ربیعہ بن ھلال بن اھیب بن ضبہ بن حارث عیاض بن زھیر بن ابی شداد بن ربیعہ بن ھلال بن اھیب ان کا دوسرا نسب اس طرح بیان کیا جاتا ہے۔ ربیعہ بن ھلال بن مالک بن ضبہ بن حارث عمرو بن حارث بن زھیر بن ابی شداد بن ربیعہ بن ھلال بن مالک بن ضبہ بن حارث عثمان بن عبدغنم بن زھیر بن ابی

Marfat.com

شداد بن ربیعہ بن ھلال بن مالک بن ضبہ بن حارث' سعد بن قیس بن لقیط بن عامر بن امیہ بن ظرب بن حارث بن فہر اور حارث بن عبد قیس بن لقیط بن عامر بن امیہ بن ظرب بن حارث بن فہر بھی اس سعادت کبریٰ میں شامل ہوئے۔

مہاجرین حبشہ کی تعداد

ان بچوں کو چھوڑ کر جو اس وقت کم عمر تھے اور ان بچوں کو چھوڑ کر جو حبشہ میں جا کر پیدا ہوئے۔ مہاجرین حبشہ کی تعداد تراسی تھی۔ یہ تعداد اس وقت ہوگی جب حضرات عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو ان میں شامل کیا جائے لیکن ان کی ہجرت حبشہ کے متعلق سیرت نگار متردد ہیں۔

اہل مکہ کی سفارت

ابن اسحاق کہتے ہیں جب قریش مکہ نے دیکھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دولت ایمان سے مالا مال ہو گئے ہیں وہ سرزمین حبشہ میں پرسکون اور مطمئن بھی ہیں اور انہیں وہاں چین اور قرار بھی نصیب ہو گیا ہے تو انہوں نے باہمی مشاورت کی کہ وہ دو زیرک انسان نجاشی کے دربار میں بھیجیں وہ نجاشی سے گفتگو کریں تا کہ وہ انہیں ان کے دین کے متعلق آزمائش میں ڈالیں اور انہیں اس دیس سے نکلوا دیں جہاں وہ امن وسکون سے مقیم ہیں اس عظیم مقصد کے لیے انہوں نے عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو بن عاص بن وائل کا انتخاب کیا۔ انہوں نے نجاشی اور اس کے پادریوں کے لیے تحائف جمع کیے پھر انہیں حبشہ کی طرف روانہ کر دیا۔

جب ابو طالب نے قریش کی یہ رائے سنی اور ان کے وہ تحائف ملاحظہ کیے جو انہوں نے نجاشی کے دربار میں بھیجے تھے تو انہوں نے نجاشی کی ستائش میں اشعار کہے جس میں انہوں نے اس کے حسن سلوک اور مسلمانوں کا دفاع کرنے پر اس کی تعریف کی۔

''کاش میں جان سکتا کہ جعفر اور عمرو دوری میں کیسے ہیں؟ سب سے سخت دشمن وہ ہوتا ہے جو قریبی رشتہ دار ہوتا ہے''۔

''کیا جعفر اور ان کے ساتھیوں نے نجاشی کے عمدہ افعال کو پالیا ہے یا کسی فتنہ خیز نے اس میں رکاوٹ ڈال دی ہے''۔

''اے نجاشی! اللہ تعالیٰ تمہیں لعنت سے بچائے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تم کریم اور بزرگ ہو اور تمہارے سایہ میں پناہ لینے والے بدبخت نہیں ہو سکتے''۔

''تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں قوت دی ہے اور تمہیں بھلائی کے تمام اسباب میسر ہیں''۔

''تم وہ دریا ہو جس کے دونوں کنارے پانی سے لبریز ہیں جس سے دشمن اور دوست تمام پانی حاصل کر رہے ہیں''۔

ابن اسحاق نے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے وہ فرماتی ہیں۔ ''جب ہم سرزمین حبشہ میں گئے تو ہم بہترین ہمسایہ نجاشی کے پڑوس میں فروکش ہوئے۔ ہمارا دین محفوظ ہو گیا۔ ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے ہمیں کسی قسم کی اذیت نہیں دی جاتی تھی ہم کسی سے کوئی ناپسندیدہ بات نہیں سنتے تھے جب قریش کو ہماری اس حالت کا علم ہوا تو انہوں نے باہم مشاورت کی انہوں نے طے پایا کہ وہ دو دانا آدمی نجاشی کے دربار میں بھیجیں۔ انہوں نے نجاشی کے لیے وہ تحائف اور ہدایا بھیجے جو مکہ مکرمہ میں نایاب تصور کیے جاتے تھے۔ ان تحائف میں سے سب سے زیادہ تعجب خیز تحفہ ''چمڑے'' تھے۔ قریش مکہ نے بہت سے چمڑے جمع کیے۔ انہوں نے ہر پادری کے لیے کوئی نہ کوئی تحفہ ضرور رکھا پھر یہ تمام اشیاء عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو بن عاص کے حوالے کیں اور انہیں سمجھاتے ہوئے کہا۔ ''نجاشی سے مسلمانوں کے متعلق گفتگو کرنے سے پہلے ہر پادری کو تحفہ پیش کر دینا۔ پھر نجاشی کو اس کے تحائف پیش کرنا پھر اس سے التجاء کرنا کہ وہ مسلمانوں سے گفتگو کیے بغیر انہیں تمہارے سپرد کر دے''۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ ''وہ دونوں مکہ مکرمہ سے عازم سفر ہوئے۔ نجاشی کے دربار میں پہنچے۔ ہم نجاشی کے سایہ میں عمدہ زندگی بسر کر رہے تھے۔ عمرو اور عبداللہ نے نجاشی سے گفتگو کرنے سے پہلے ہر پادری کو تحفہ دیا اور اس سے کہا۔ ''ہم میں سے چند احمق جوان بھاگ کر بادشاہ کے ملک میں آ گئے ہیں انہوں نے اپنی قوم کے دین کو ترک کر دیا ہے۔ انہوں نے تمہارا دین بھی اختیار نہیں کیا، انہوں نے ایک نیا دین ایجاد کیا ہے

Marfat.com

جس سے نہ ہم آشنا ہیں نہ تم آگاہ ہو۔ان کی قوم کے سرداروں نے ہمیں بادشاہ کے پاس بھیجا ہے تا کہ وہ انہیں واپس کر دے۔ جب ہم ان کے متعلق بادشاہ سے گفتگو کریں تو تم اسے یہ مشورہ دینا کہ وہ ان سے گفتگو کیے بغیر ہی انہیں ہمارے حوالے کر دے۔ان کی قوم نسب کے اعتبار سے ان سے بلند تر ہے وہ ان پر جو عیب جوئی کرتے ہیں وہ بھی جانتے ہیں تمام پادریوں نے ان کی حمایت کرنے کی حامی بھری، پھر انہوں نے نجاشی کو تحائف پیش کیے۔نجاشی نے ان سے تحائف قبول کر لیے پھر انہوں نے اس سے یوں گفتگو کی۔''اے شاہ ذی شان! ہمارے چند احمق جوان آپ کے ملک میں گھس آئے ہیں انہوں نے اپنی قوم کے دین کو ترک کر دیا ہے۔انہوں نے آپ کے دین کو بھی نہیں اپنایا۔انہوں نے ایک نیا دین ایجاد کرلیا ہے ان کے دین سے ہم آشنا ہیں نہ آپ۔ان کی قوم کے سرداروں، اقارب اور قبائل نے ہمیں آپ کے پاس بھیجا ہے تا کہ آپ انہیں واپس لوٹا دیں۔وہ حسب ونسب میں ان سے برتر ہیں وہ جوان پر عیب لگاتے ہیں وہ ان سے بھی آگاہ ہیں''۔عبداللہ اور عمرو کے نزدیک اس سے بری اور کوئی چیز نہ تھی۔کہ بادشاہ ان کا کلام سنے۔بادشاہ کے حاشیہ نشین پادریوں نے کہا۔''اے شاہ ذی مرتبت! یہ سچ کہہ رہے ہیں ان کی قوم ان سے خوب آشنا ہے آپ ان کو ان کے سپرد کر دیں''۔ان کی یہ گفتگو سن کر نجاشی غصہ میں ہو گیا اور کہنے لگا پھر تو میں مسلمانوں کو ان کے سپرد ہرگز نہیں کروں گا۔اس قوم کو دوسروں کے حوالے کیسے کیا جا سکتا ہے جو میرے پڑوس میں خیمہ زن ہوئے ہوں جو میرے شہروں میں فروکش ہوئے ہوں اور جنہوں نے دیگر شہنشاہوں کو چھوڑ کر مجھے اختیار کیا ہو؟ میں انہیں اپنے دربار میں بلاؤں گا اور جو یہ دونوں ان کے متعلق کہہ رہے ہیں اس کے بارے ان سے سوال کروں گا اگر وہ اسی طرح ہوئے جس طرح ان دونوں نے کہا ہے تو میں انہیں ان کے سپرد کر دوں گا۔انہیں ان کی قوم میں لوٹا دوں گا لیکن اگر وہ ایسے نہ ہوئے تو میں ان کا تحفظ کروں گا اور جب تک وہ میرے پڑوس میں رہیں گے میں ان پر احسان کرتا رہوں گا''۔

مہاجرین اور نجاشی کے مابین مکالمہ

پھر نجاشی نے مسلمانوں کو بلا بھیجا۔ جب مسلمانوں کے پاس اس کا قاصد آیا تو مسلمان باہمی مشاورت کے لیے ایک جگہ جمع ہوئے۔انہوں نے کہا''جب تم نجاشی کے پاس جاؤ تو تمہیں کیا کہنا چاہیے؟''صحابہ کرام نے کہا''اللہ کی قسم! ہم وہی کچھ کہیں گے جو ہمارے علم میں ہے اور جس کا ہمیں نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا ہے۔نتیجہ خواہ کچھ بھی ہو''۔جب مسلمان نجاشی کے دربار میں پہنچے تو نجاشی نے اپنے پادریوں کو بلا لیا۔انہوں نے اپنی اپنی کتابوں کو کھول لیا۔بادشاہ نے مسلمانوں سے سوال کیا۔''وہ کون سا دین ہے جس سے تم نے اپنی قوم کی جمعیت کو بکھیر کر رکھ دیا ہے تم نہ تو میرے دین میں داخل ہوئے اور نہ ہی دیگر ادیان میں سے کسی دین کو اختیار کیا ہے؟''حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے بادشاہ سے کہا۔''اے بادشاہ! ہم جاہل قوم تھے ہم بت پرستی کرتے تھے ہم مردار کھاتے تھے ہم برائیوں میں مبتلا تھے، ہم صلہ رحمی کو منقطع کرتے تھے، ہم پڑوسیوں کے حقوق سے ناآشنا تھے، ہم میں سے قوی، ضعیف کو ہڑپ کر جاتا تھا، ہم ان ہی برائیوں پر تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ہماری طرف ایک رسول بھیجا۔ہم ان کا نسب، صدق، امانت اور عفت جانتے ہیں انہوں نے ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا تا کہ ہم اس کی توحید کو تسلیم کریں، اس کی پوجا کریں اور ان بتوں اور پتھروں کو چھوڑ دیں جن کی ہم اور ہمارے آباء پوجا کرتے تھے، انہوں نے ہمیں سچ بولنے، امانت ادا کرنے، صلہ رحمی کرنے، پڑوسیوں کے ساتھ عمدہ سلوک کرنے، حرام چیزوں سے رکنے خون ریزی سے بچنے اور برائیوں سے رکنے کا حکم دیا۔انہوں نے ہمیں حکم دیا کہ ہم جھوٹ نہ بولیں یتیم کا مال نہ کھائیں، پاکباز خواتین پر تہمت نہ لگائیں۔انہوں نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کریں۔اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔انہوں نے ہمیں نماز ادا کرنے، زکوٰۃ دینے اور روزے رکھنے کا حکم دیا''۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:''حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اسلام کے تمام احکامات کو بیان کیا پھر کہا۔''ہم نے ان کی تصدیق کی، ان پر ایمان لائے، بارگاہِ ربوبیت سے وہ جو کچھ لے کر آئے ہم نے اس کی اتباع کی، ہم نے خدائے یکتا کی عبادت کی، ہم نے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا، جو کچھ نبی اکرم ﷺ نے ہم پر حرام کیا ہم نے اسے حرام سمجھا جو کچھ انہوں نے حلال کیا ہم نے اسے حلال سمجھا۔ہماری قوم ہمارے مخالف

Marfat.com

ہوگئی۔ انہوں نے ہمیں مصائب میں ڈالا۔ ہمارے دین کے متعلق ہمیں آزمائش میں ڈالا تا کہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی عبادت سے بتوں کی پوجا کی طرف دوبارہ لوٹا دیں۔ ہم ان خبائث کو دوبارہ حلال سمجھنے لگیں جنہیں ہم پہلے حلال سمجھتے تھے۔ جب انہوں نے ہم پر ظلم کیا، ستم ڈھایا ہمارے لیے زمین کی وسعتوں کو تنگ کر دیا۔ ہمارے اور ہمارے دین کے درمیان حائل ہوئے۔ تمہارے وطن کی طرف آنے پر مجبور کیا ہم نے دیگر ممالک کو چھوڑ کر تمہارے وطن کو اختیار کیا تمہارے پڑوس کو پسند کیا اور اے بادشاہ والا تبار! ہم امید کرتے ہیں کہ تمہارے ملک میں ہم پر ظلم نہیں ہوگا''۔

حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ ''نجاشی نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا تمہارے پاس اس پیغام میں سے کچھ ہے جو نبی محترم ﷺ پر ان کے رب کی طرف سے آیا؟'' حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''ہاں! نجاشی نے کہا مجھے اس میں سے کچھ سناؤ''۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورۂ مریم کی ابتدائی آیات تلاوت فرمائیں جنہیں سن کر نجاشی رونے لگا حتیٰ کہ اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی، اس کے پادری بھی گریہ بار ہوگئے۔ ان کے مصاحف آنسوؤں سے بھیگ گئے پھر نجاشی نے کہا۔ ''اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ کلام اور وہ کلام جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام لے کر آئے ہیں وہ ایک ہی چراغ سے نکلے ہیں'' پھر اس نے سفیران قریش کو مخاطب کر کے کہا۔ ''تم چلے جاؤ میں انہیں تمہارے سپرد ہرگز نہیں کروں گا''۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ ''جب قریش کے دونوں سفیر نجاشی کے دربار سے نکلے تو عمرو بن عاص نے کہا۔ ''قسم بخدا کل میں ایسی چال چلوں گا جس سے میں مسلمانوں کو جڑ سے اکھیڑ کر رکھ دوں گا'' عبداللہ بن ابی ربیعہ نے اس سے کہا۔ وہ قدرے رحمدل شخص تھا۔ ''اگرچہ وہ ہمارے مخالف ہیں مگر پھر بھی ہمارے رشتہ دار ہیں اس لئے کوئی ایسی چال نہ چلنا جس سے انہیں نقصان ہو''۔ عمرو نے کہا ''اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نجاشی کو بتاؤں گا کہ مسلمان گمان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اللہ کے بندے ہیں''۔ دوسرے دن سفیر نجاشی کے دربار میں پہنچے اور اس سے کہنے لگے۔ ''اے بادشاہ! مسلمان حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے متعلق ایک بہت بڑی بات کرتے ہیں۔ آپ ان کی طرف پیام بھیجیں اور ان سے اس عقیدہ کے متعلق سوال کریں''۔ بادشاہ نے مہاجرین کی طرف پیام بھیجا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ ''اس دن جتنی پریشانی اور اضطراب ہم نے کبھی نہیں دیکھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مشاورت کے لیے جمع ہوئے وہ کہنے لگے''۔ اگر نجاشی نے ہم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق سوال کیا تو ہمیں کیا جواب دینا چاہیے؟ انہوں نے یہ طے کیا قسم بخدا ہم ان کے متعلق وہی کہیں گے جو اللہ رب العزت نے ان کے متعلق فرمایا ہے اور جو کچھ نبی محترم ﷺ نے ہمیں فرمایا ہے اس کا نتیجہ خواہ کچھ بھی ہو''۔ جب مسلمان دربار نجاشی میں داخل ہوئے تو نجاشی نے ان سے پوچھا ''حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے متعلق تمہارا عقیدہ کیا ہے؟'' حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق وہی عقیدہ رکھتے ہیں جو ہمیں نبی اکرم ﷺ نے بتایا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، وہ اس کی روح اور اس کا وہ کلمہ ہیں جو اس نے کنواری اور پاکباز مریم کی طرف پھینکا تھا''۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ ''بادشاہ نے اپنا ہاتھ زمین کی سمت بڑھایا اور وہاں سے ایک تنکا اٹھایا اور کہنے لگا۔ ''اللہ کی قسم! جو کچھ تم نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے اس تنکا کی مقدار بھی زیادہ نہیں ہیں''۔ نجاشی کی یہ بات سن کر اس کے حاشیہ نشین پادری ناک سے آوازیں نکالنے لگے، بادشاہ نے پادریوں سے مخاطب کر کے کہا ''تم خواہ مخواہ آوازیں نکال رہے ہو، اللہ تعالیٰ کی قسم اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمْ شُيُوْمٌ بِاَرْضِى۔ مہاجرین! تم میری مملکت میں امن میں ہو جو تمہیں گالی دے گا اس پر جرمانہ ہوگا۔ یہ بات تین بار کہی۔ مجھے یہ پسند نہیں کہ مجھے سونے کا ایک پہاڑ دیا جائے اور میں تم میں سے کسی ایک شخص کو اذیت دوں''۔ بادشاہ نے غلاموں سے کہا ''ان کے تحائف اور ہدیے واپس کر دو۔ مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں۔ اللہ کی قسم! جب اللہ تعالیٰ نے مجھے میرا وطن لوٹایا تھا اس نے مجھ سے کوئی رشوت نہ لی تھی کہ اب میں اس میں رشوت لینا شروع کر دوں۔ اس وقت اس نے میرے متعلق لوگوں کی بات نہ مانی تھی، اب میں اس کے معاملہ میں لوگوں کی اطاعت کیوں کروں''۔ سفیران قریش ملول و رسوا ہو کر نجاشی کے دربار سے نکل گئے۔ ان کے تحائف انہیں واپس کر دیئے گئے اور ہم نجاشی کے پڑوس میں امن و عافیت سے رہنے لگے''۔

Marfat.com

مہاجرین حبشہ اور نجاشی کی مدد

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔''ہم اسی طرح امن وآشتی سے رہ رہے تھے کہ اچانک حبشہ کا ایک شخص اٹھا وہ نجاشی کی سلطنت کے متعلق اس سے لڑنے لگا، اس وقت ہم جتنے غمگین وحزین تھے اتنے غمگین پہلے کبھی نہ ہوئے تھے۔ ہمیں یہ خوف دامن گیر تھا کہ اگر وہ شخص نجاشی پر غالب آ گیا تو ممکن ہے اقتدار اس شخص کو مل جائے جو ہمارے حقوق سے نا آشنا ہو جس طرح کہ نجاشی ان کی پاسداری کرتا تھا۔ نجاشی اس باغی کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوا ان کے مابین دریائے نیل کا پاٹ تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا۔ ایسا شخص کون ہے جو دریا کی دوسری طرف جائے اور آج کا معرکہ ملاحظہ کرے پھر ہمیں وہاں کے حالات بتائے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں یہ خدمت سرانجام دوں گا۔ لوگوں نے تعجب سے پوچھا تم.....؟ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اس وقت پوری قوم سے کم عمر تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مشکیزہ کو ہوا سے بھرا اسے ان کے سینے کے نیچے رکھا وہ اس پر تیرتے ہوئے دوسرے کنارے پہنچ گئے جہاں نجاشی اور باغی نے معرکہ آزما ہونا تھا'' حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔''ہم اللہ تعالیٰ سے برابر دعا مانگ رہے تھے کہ نجاشی دشمن پر غالب آ جائے اور اسے اس کے ملک میں تسلط مل جائے۔ ہم منتظر تھے کہ نتیجہ کیا نکلتا ہے اتنے میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھاگتے ہوئے آئے۔ انہوں نے اپنے کپڑے سنبھالتے ہوئے کہا۔ ارے! خوشیاں مناؤ نجاشی کو فتح ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دشمن کو برباد کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے نجاشی کو غلبہ عطا فرمایا ہے''۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:''قسم بخدا! اتنی مسرت ہمیں کبھی پہلے نہیں ہوئی تھی۔ نجاشی میدانِ جنگ سے واپس آ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دشمن کو برباد کر دیا اس کو اس کے شہروں پر تسلط نصیب ہوا۔ حبشہ کے معاملات کو استحکام نصیب ہوا۔ ہم وہاں فرحان وشاداں رہنے لگے حتیٰ کہ ہم بارگاہ رسالت میں اس وقت حاضر ہو گئے جب آپ ﷺ مکہ معظمہ میں تشریف فرما تھے''۔

نجاشی کے حبشہ پر تسلط کی داستان

ابن اسحاق نے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ نجاشی کے اس قول کا مفہوم کیا ہے؟۔''اللہ تعالیٰ نے اس وقت مجھ سے کوئی رشوت نہ لی تھی۔ جب اس نے مجھے میرا ملک لوٹایا تھا کہ میں آج اس میں رشوت لینا شروع کر دوں۔ اس نے میرے بارے میں لوگوں کی بات نہ مانی تھی کہ میں آج اس کے متعلق لوگوں کی باتیں مانوں''۔ حضرت عروہ نے فرمایا:''ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مجھے بیان کیا ہے کہ نجاشی کا باپ اپنی قوم کا بادشاہ تھا۔ نجاشی کے علاوہ اس کا کوئی بیٹا نہ تھا۔ نجاشی کا ایک چچا تھا جس کے بارہ لڑکے تھے وہ حبشہ کی مملکت کے آفیسر تھے اہل حبشہ نے مشاورت کی۔''اگر ہم نجاشی کے باپ کو قتل کر دیں اور اس کے بھائی کو اقتدار دے دیں۔ نجاشی کے علاوہ اس کا کوئی بیٹا نہیں ہے۔ جبکہ اس کے بھائی کے بارہ بیٹے ہیں تو ملک نسل در نسل ان کے پاس رہے گا۔ اہل حبشہ نے نجاشی کے باپ کو قتل کر دیا۔ اس کے بھائی کو شہنشاہ بنالیا۔ اسی طرح کافی عرصہ گزر گیا۔ نجاشی اپنے چچا کی نگہداشت میں پروان چڑھتا رہا۔ نجاشی ایک زیرک اور دانا انسان تھا۔ وہ اپنے چچا کے نزدیک اہم مقام حاصل کر گیا اور اس کے کام کاج میں ہاتھ بٹانے لگا۔ جب اہل حبشہ نے نجاشی کا یہ مقام دیکھا تو انہوں نے مشاورت کی انہوں نے کہا۔''یہ نوجوان اپنے چچا کے معاملات میں غالب آ رہا ہے۔ ہمیں خوف ہے کہ اگر یہ ہمارا بادشاہ بن گیا تو یہ ہم سب کو قتل کر دے گا۔ وہ جانتا ہے کہ اس کے باپ کو ہم نے ہی قتل کیا ہے''۔ وہ اس کے چچا کے پاس گئے اور کہنے لگے۔''یا تو اس جوان کا کام تمام کر دو یا اسے جلاوطن کر دو۔ ہمیں اس سے خطرہ ہے''۔ بادشاہ نے کہا''تمہارے لیے ہلاکت ہو، کل میں نے اس کے باپ کو ہلاک کیا اور آج اسے قتل کر دوں۔ میں اسے جلاوطن کر دیتا ہوں''۔ اہل حبشہ نجاشی کو لے کر بازار گئے اور اسے ایک تاجر کے ہاتھوں چھ سو درہم میں فروخت کر دیا۔ تاجر نے اسے کشتی پر سوار کیا اور اپنے ہمراہ لے گیا اسی رات آسمان پر بادل چھا گئے۔ نجاشی کا چچا بارش میں نہانے کے لیے نکلا، اچانک آسمانی بجلی گری جس نے اس کا کام تمام کر دیا۔

Marfat.com

اہل حبشہ نے اس کے لڑکے کو اپنا والی بنا لیا لیکن وہ انتہائی بے وقوف اور احمق تھا۔ اس کی اولاد میں سے کوئی بھی اس قابل نہ تھا کہ اقتدار کا تاج اس کے سر پر رکھا جائے۔ حبشہ میں فساد پھیلتا گیا جب فساد خونریزی کی آگ وسعت اختیار کرتی گئی تو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا۔ ''اللہ کی قسم! ہم سب جانتے ہیں کہ ہمارے ملک کی بگڑی اس کے بغیر نہیں سنور سکتی جسے ہم نے بیچ دیا ہے حبشہ کے معاملات کو سدھارنے کے لیے ہمیں اس کی ضرورت ہے۔ اب اسے ڈھونڈو''۔ تمام اس کی جستجو میں اٹھ کھڑے ہوئے حتیٰ کہ انہیں وہ تاجر مل گیا جس کے ہاتھوں انہوں نے نجاشی کو فروخت کیا تھا۔ اس سے نجاشی لیا۔ اسے حبشہ لے آئے۔ اس کے سر پر تاج سجایا اور اسے حبشہ کا بادشاہ بنا دیا۔

ان کے پاس وہی تاجر آیا جس کے ہاتھوں انہوں نے نجاشی فروخت کیا تھا اس نے اہل حبشہ سے کہا ''یا تو مجھے میرا مال دے دو یا میں اس کے بارے بادشاہ سے گفتگو کرنے لگا ہوں''۔ انہوں نے کہا ''ہم تجھے کچھ بھی نہیں دیں گے'' تاجر نے کہا ''قسم بخدا! اب تو مجھے تمہارے بادشاہ سے بات چیت کرنا ہی پڑے گی''۔ انہوں نے کہا ''ضرور!'' وہ تاجر نجاشی کے پاس آیا اس کے سامنے بیٹھ گیا اور کہنے لگا ''اے بادشاہ! میں نے آپ کی قوم سے بازار میں چھ سو درہم کا ایک غلام خریدا انہوں نے غلام میرے سپرد کیا اور مجھ سے رقم لی۔ جب میں اپنے غلام کو لے کر جا رہا تھا تو انہوں نے میرا تعاقب کر کے مجھے پکڑ لیا۔ مجھ سے غلام لے لیا لیکن رقم واپس کرنے سے انکار کر دیا''۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ ''نجاشی نے کہا اے اہل حبشہ! یا تو اس تاجر کی رقم واپس کر دو یا پھر میں اس غلام کا ہاتھ اس تاجر کے ہاتھ میں دینے لگا ہوں۔ اس تاجر کو اختیار ہوگا کہ وہ جہاں چاہے اس غلام کو لے جائے۔ اہل حبشہ نے کہا ہم اس تاجر کی رقم دے دیتے ہیں''۔ اسی واقعہ کی طرف نجاشی نے یہ کہہ کر اشارہ کیا تھا۔ ''اللہ تعالیٰ نے اس وقت مجھ سے کوئی رشوت نہیں لی تھی جب اس نے میرا وطن مجھے واپس دلایا تھا کہ میں آج رشوت لوں۔ اس نے میرے متعلق لوگوں کی بات نہ مانی تھی کہ میں آج اس کے بارے لوگوں کی باتیں مانوں''۔ یہ وہ پہلی بات تھی جس سے نجاشی کے دینی استحکام اور فیصلہ میں عدل کا علم ہوتا ہے ابن اسحاق کہتے ہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب نجاشی کا انتقال ہوا تو اس کی قبر پر ایک نور ضوفشاں نظر آتا تھا۔

نجاشی کا اسلام اور اس کی میت پر نمازِ جنازہ

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھ سے حضرت جعفر بن محمد نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ اہل حبشہ جمع ہوئے انہوں نے نجاشی سے کہا۔ تم نے ہمارا مذہب چھوڑ دیا ہے۔ انہوں نے اس کے خلاف بغاوت کر دی۔ نجاشی نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی طرف پیام بھیجا۔ اس نے ان کے لیے کشتیاں تیار کیں اور کہا ان پر سوار ہو جاؤ، اگر مجھے شکست ہو جائے تو تم جہاں چاہو چلے جانا اور اگر مجھے کامیابی نصیب ہو جائے تو یہیں اقامت گزیں رہنا پھر ایک کاغذ منگوایا اور اس میں لکھا۔ ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، اس کے رسول اور اس کے روح ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کا وہ کلمہ ہیں جو اس نے حضرت مریم کی طرف القاء کیا تھا''۔ پھر اس نے وہ کاغذ اپنے دائیں کندھے پر باندھ لیا۔ اہل حبشہ نے اس سے لڑنے کے لیے صف بند کر لی۔ نجاشی نے کہا ''اے اہل حبشہ! کیا میں لوگوں میں سے تمہارا سب سے زیادہ حقدار نہیں ہوں''۔ انہوں نے کہا ''ہاں''۔ نجاشی نے پوچھا ''تم نے اپنے ہاں میری سیرت کو کیسے پایا ہے؟'' اہل حبشہ نے جواب دیا ''تمہاری سیرت بھی عمدہ ہے''۔ نجاشی نے پوچھا ''پھر تم نے میرے خلاف بغاوت کیوں کر دی ہے؟'' اہل حبشہ نے کہا ''تم نے ہمارا مذہب چھوڑ دیا ہے اور یہ گمان کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بندے ہیں''۔ نجاشی نے پوچھا ''تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کیا کہتے ہو''۔ انہوں نے کہا ''ہم کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں نجاشی نے اپنا ہاتھ قباء کے اوپر سے اپنے سینے پر رکھا اور کہنے لگا کہ وہ بھی گواہی دیتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے زائد نہیں ہیں نجاشی کی مراد وہ کچھ تھا جو اس کاغذ پر مرقوم تھا۔ یہ خبر نبی محترم ﷺ تک پہنچ گئی۔ جب نجاشی کا انتقال ہوا تو آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ ادا کی اور اس کے لیے مغفرت کی دعا کی۔

Marfat.com

حبشہ سے واپس آنے والے مہاجرین

ابن اسحاق کہتے ہیں جب سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں کو یہ خبر ملی کہ اہل مکہ نے اسلام قبول کرلیا ہے تو وہ واپس آنے لگے۔ وہ مکہ معظمہ کے قریب پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ اہل مکہ کے اسلام کی خبر جھوٹی تھی پھر مہاجرین حبشہ میں سے ہر شخص یا تو چھپ کر مکہ معظمہ میں داخل ہوا یا کسی کی پناہ لے کر۔ ان مہاجرین میں سے کچھ تو مکہ مکرمہ میں ہی مقیم رہے۔ انہوں نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی اور حضور ﷺ کی معیت میں غزوہ بدر میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ کچھ مہاجرین کو محبوس کر دیا گیا۔ وہ غزوہ بدر وغیرہ میں شرکت نہ کر سکے اور کچھ مہاجرین مکہ مکرمہ مشرفہ میں ہی وصال کر گئے۔

ان مہاجرین میں بنو عبدشمس بن عبدمناف بن قصی میں سے حضرت عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبدشمس ان کے ہمراہ ان کی زوجہ محترمہ لخت جگر رسول ﷺ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبدشمس اور ان کی شریک حیات سھلہ بنت سہیل بھی واپس آگئے۔ ان کے حلیفوں میں سے عبداللہ بن جحش بن رعاب بھی مکہ لوٹ آئے۔ بنونوفل میں سے عتبہ بن غزوان جو قیس عیلان میں سے ان کے حلیف تھے واپس آئے۔ بنو اسد بن اعبدالعزی بن قصی میں سے حضرت زبیر بن عوام بن خویلد بن اسد، بنو عبدالدار بن قصی میں سے حضرت مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبدمناف اور سویبط بن سعد بن حرملہ واپس آگئے۔

بنو عبد بن قصی میں سے طلیب بن عمیر بن وھب بن ابی کبیر بن عبد، بنو زہرہ بن کلاب میں سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف بن عبدعوف بن عبد بن حارث بن زھرہ۔ ان کے حلیف حضرت مقداد بن عمرو اور حضرت عبداللہ بن مسعود واپس آگئے۔ بنو مخزوم میں سے ابوسلمہ بن عبدالاسد بن ھلال بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم اپنی محترمہ حضرت ام سلمہ بنت ابی امیہ بن مغیرہ شماس بن عثمان بن شرید بن سوید بن ہرمی بن عامر بن مخزوم اور سلمہ بن ہشام بن مغیرہ واپس آگئے۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کو ان کے چچا نے پابند جولاں کر دیا تھا وہ غزوہ بدر، غزوہ احد اور غزوہ خندق کے بعد مدینہ طیبہ پہنچے۔ حضرت عیاش بن ابی ربیعہ نے بھی ان کے ہمراہ مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی لیکن ان کی ماں کی طرف سے بھائیوں، ابوجہل بن ہشام اور حارث بن ہشام نے انہیں راستہ میں جا پکڑا اور انہیں قید کر دیا حتیٰ کہ غزوہ بدر، غزوہ احد اور غزوہ خندق گزر گئے۔ ان کے حلیفوں میں سے حضرت عمار بن یاسر واپس لوٹ آئے۔ ان کے متعلق ہی شک ہے کہ کیا وہ ہجرت حبشہ میں شریک تھے یا نہ۔ معتب بن عوف بن عامر خزاعی بھی واپس آگئے۔ بنو جمح بن عمرو بن حصیص بن کعب میں سے حضرت عثمان بن مظعون اور عبداللہ بن مظعون بھی واپس لوٹ آئے۔ سائب بن عثمان اور قدامہ بن مظعون بھی واپس لوٹ آئے۔ بنو سہم بن عمرو بن ھصیص بن کعب میں سے حضرت خنیس بن حذافہ بن قیس بن عدی اور ہشام بن عاص بن وائل، انہیں مکہ مکرمہ میں محبوس کر دیا گیا تھا انہوں نے غزوہ بدر، غزوہ احد اور غزوہ خندق کے بعد ہجرت کی۔ بنو عدی بن کعب میں سے عامر بن ربیعہ اور ان کی زوجہ محترمہ حضرت لیلیٰ بنت ابی حثمہ بن حذافہ بن غانم بھی مکہ معظمہ واپس آگئے۔ بنو عامر بن لوئی میں سے حضرت عبداللہ بن مخرمہ بن عبدالعزی بن ابی قیس، حضرت عبداللہ بن سہیل بن عمرو، جب حضور ﷺ نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی تو انہیں پابند سلاسل کر دیا گیا تھا۔ انہوں نے غزوہ بدر سے پہلے ہجرت کی اور اس مبارک غزوہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی، ابوسبرہ بن ابی رھم بن عبدالعزی ان کے ہمراہ ان کی شریک حیات ام کلثوم بنت سہیل بن عمرو، سکران بن عمرو بن عبدشمس اپنی شریک حیات سودۃ بنت زمعہ بن قیس کے ہمراہ مکہ معظمہ واپس آگئے۔ حضرت سکران ہجرت مدینہ سے قبل ہی وصال کر گئے۔ ان کے بعد حضور ﷺ نے حضرت سودۃ بنت زمعہ سے عقد نکاح کر لیا۔ ان کے حلیفوں میں سے سعد بن خولہ بھی واپس آگئے۔ (رضی اللہ عنہم)

بنو حارث بن فہر میں سے حضرت ابوعبیدہ بن جراح یعنی عامر بن عبداللہ بن جراح عمرو بن حارث بن زھیر بن ابی شداد، سہیل بن بیضا، یعنی سہیل بن وھب بن ربیعہ بن ھلال اور عمرو بن ابی سرح بن ربیعہ بن ھلال رضی اللہ عنہما بھی مکہ معظمہ واپس آگئے۔

Marfat.com

حبشہ سے واپس آنے والوں کی تعداد تینتیس تھی۔ان میں سے کچھ کسی نہ کسی شخص کی پناہ لے کر مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ بن حبیب جمحی ولید بن مغیرہ کی پناہ میں داخل ہوئے۔حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم حضرت ابوطالب بن عبدالمطلب کی پناہ لے کر داخل ہوئے۔خواجہ ابوطالب ان کے ماموں تھے ابوسلمہ کی والدہ کا نام برہ بنت عبدالمطلب تھا۔

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی حیرت افزاء داستان

ابن اسحاق کہتے ہیں جب حضرت عثمان بن مظعون نے وہ جوروستم دیکھا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر توڑا جارہا تھا لیکن وہ تو ولید بن مغیرہ کی پناہ میں بڑے لطف سے زندگی بسر کررہے تھے۔انہوں نے کہا ''اللہ کی قسم! میں ایک مشرک شخص کی امان میں زندگی کے شب وروز بڑے چین سے بسر کررہا ہوں۔جبکہ میرے دینی بھائی اور صحابہ راہ خدا میں ان مصائب اور مشکلات کو جھیل رہے ہیں۔جن سے میں دور ہوں۔یہ تو مجھ میں بہت بڑا عیب ہے''۔وہ ولید بن مغیرہ کے پاس گئے۔اس سے کہنے لگے ''اے ابوعبدشمس! تمہاری ذمہ داری پوری ہوچکی ہے۔میں تمہاری پناہ واپس کرتا ہوں''۔ ولید نے کہا ''اے میرے بھتیجے! تو پناہ واپس کیوں کررہا ہے شاید میری قوم میں سے کسی شخص نے تجھے تکلیف دی ہے؟'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا ''نہیں''۔مجھے کسی نے تکلیف نہیں دی لیکن میں صرف اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل کرنا چاہتا ہوں۔اس کی پناہ کے علاوہ میں کسی اور کی پناہ کا خواہاں نہیں ہوں''۔ولید نے کہا ''پھر آؤ مسجد چلیں۔میری پناہ اسی طرح علانیہ لوٹاؤ جس طرح میں نے تجھے علانیہ پناہ دی تھی''۔وہ دونوں مسجد میں آئے۔ولید نے کہا ''یہ عثمان ہیں جو میری پناہ واپس کررہے ہیں''۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''تو نے سچ کہا ہے۔میں نے ولید کو باوفا اور عمدہ پناہ دینے والا پایا ہے لیکن میں پسند کرتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی پناہ میں نہ رہوں۔میں نے اس کی پناہ واپس کردی ہے''۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ واپس آگئے۔ اس وقت لبید بن ربیعہ بن مالک بن جعفر بن کلاب قریش کی محفل میں شعر پڑھ رہا تھا۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی ان کے پاس بیٹھ گئے۔لبید نے کہا۔

اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز فنا ہونے والی ہے

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا تو نے سچ کہا ہے۔پھر ــ کہا

ہر نعمت یقیناً مٹنے والی ہے

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا تو نے جھوٹ بولا ہے جنت کی نعمتیں زائل نہیں ہوں گی۔لبید بن ربیعہ نے کہا ''اے گروہ قریش! قسم بخدا! تمہارے ہم نشین کو اس طرح اذیت نہیں دی جاتی تھی۔تم نے یہ طریقہ کب سے اپنایا ہے؟'' قریش کے ایک شخص نے کہا ''یہ ہمارے احمقوں میں سے ایک احمق ہے انہوں نے ہمارے دین کو ترک کردیا ہے تم اس کی بات کا برانہ مناؤ''۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے جواب دیا جس سے ان کو مابین جھگڑا شروع ہوگیا۔وہ شخص اٹھا اس نے آپ کی آنکھ پر تھپڑ مارا جس سے آپ کی آنکھ نیلی ہوگئی۔ولید بن مغیرہ قریب کھڑا یہ دلخراش منظر دیکھ رہا تھا۔اس نے کہا ''اے میرے بھتیجے! تیری آنکھ ایسے زخموں سے محفوظ تھی تو ایک عظیم پناہ میں تھا''۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ کی قسم! میری دوسری آنکھ بھی منتظر ہے کہ اسے اس طرح کا زخم کب ہوتا ہے جیسا زخم اس آنکھ کو آیا ہے۔میں اس ہستی کی پناہ میں ہوں جو تجھ سے زیادہ معزز ومحترم ہے''۔ولید نے کہا ''آ میرے بھتیجے! اگر تو چاہتا ہے تو میں تجھے اب بھی اپنی پناہ میں لینے کے لیے تیار ہوں''۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''مجھے تمہاری پناہ کی ضرورت نہیں ہے''۔

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ، ابوطالب کی پناہ میں

ابن اسحاق کہتے ہیں عمر بن ابی سلمہ سے روایت ہے کہ جب ابوسلمہ نے ابوطالب سے پناہ طلب کی تو بنو مخزوم میں سے چند افراد حضرت ابوطالب کے پاس گئے اور کہنے لگے ''اے ابوطالب! پہلے تم نے اپنے بھتیجے کو پناہ دے کر ہم سے محفوظ کرلیا اب ہمارے ساتھی کو پناہ دے کر ہمیں روک رہے ہو''۔حضرت ابوطالب نے فرمایا ''وہ میرا بھانجا ہے اس نے مجھ سے پناہ مانگی ہے اگر میں اپنے بھتیجے کا تحفظ کرسکتا ہوں تو پھر میں اپنے

Marfat.com

بھانجے کی حفاظت کیوں نہیں کر سکتا؟'' اس وقت ابوجہل کھڑا ہو گیا۔ اس نے کہا ''اے گروہ قریش! اللہ کی قسم! تم نے اس بوڑھے پر بڑی زیادتیاں کی ہیں۔ تم ہر اس شخص پر ظلم کرتے رہے جو ان کی پناہ میں رہا قسم بخدا! اب تم نے ان سے رکنا ہو گا ورنہ ہم ہر اس شخص کو ان کی حمایت کے لیے کھڑا کریں گے جسے ہم کھڑا کر سکے'' ابوجہل کفار قریش کا حضور ﷺ کے خلاف سب سے بڑا مددگار اور حامی تھا۔ انہوں نے اسے اسی حمایت ونصرت پر برقرار رکھنا چاہا۔ جب ابوطالب نے یہ بات سنی تو انہوں نے یہ اشعار اس امید پر کہے کہ شاید ابوجہل بھی حضور ﷺ کی تائید ونصرت کے لیے کھڑا ہو جائے۔

وہ شخص جس کا چچا ابوعتبہ ہو ایسے چمن میں ہوتا ہے کہ اس پر ظلم نہیں کیا جا سکتا۔

میں اس سے کہتا ہوں لیکن اس پر میری نصیحت کا اثر کب ہوتا ہے۔ اے ابومعتب! اپنی قوم کے اتحاد کو مضبوط بنا۔

جب تک تو زندہ ہے تو ایسی چیز کو قبول نہ کر جس کی وجہ سے ہر اس مجمع میں تجھ پر عیب لگایا جائے جس میں تو جائے۔

ان میں سے اپنے علاوہ دوسروں کے لیے عجز کا راستہ چھوڑ دے تجھے راہ عجز پر برقرار رہنے کے لیے پیدا نہیں کیا گیا۔

جنگ کا راستہ اختیار کر۔ بلاشبہ جنگ انصاف حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے تو دیکھے گا کہ جنگ جو کبھی رسوا نہیں ہوتا حتیٰ کہ اس سے صلح کر لی جاتی ہے۔

تو اپنی قوم سے علیحدہ کیوں ہوتا ہے حالانکہ انہوں نے تجھ پر کوئی بارِ گراں نہیں ڈالا اور نہ ہی تجھے اس حالت میں رسوا کیا جبکہ تو مال غنیمت حاصل کرنے والا یا تاوان ادا کرنے والا تھا۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بنوعبد شمس، بنونوفل، بنوتیم اور بنومخزوم کو خطاؤں اور گناہوں کی سزا دے۔

انہوں نے محبت والفت کے بعد ہماری جمعیت کو منتشر کر دیا تاکہ وہ حرام چیزوں کو حاصل کر سکیں۔

تم نے جھوٹ بولا ہے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کو ہم سے چھین لیا جائے گا۔ حالانکہ ابھی تک تم نے وہ دن دیکھا ہی نہیں جس دن شعب کے پاس شمشیر زنی ہو گی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ابن دغنہ کی پناہ

ابن اسحاق کہتے ہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے جب مکہ معظمہ کی سرزمین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے تنگ ہو گئی۔ انہیں وہاں تکالیف ومصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ جب انہوں نے حضور ﷺ کے خلاف قریش کی کوششیں ملاحظہ کیں۔ صحابہ کرام پر ظلم وستم دیکھا تو انہوں نے حضور ﷺ سے ہجرت کی اجازت طلب کی۔ حضور ﷺ نے انہیں اجازت مرحمت فرما دی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہجرت کی نیت سے مکہ مکرمہ سے عازم سفر ہوئے۔ جب آپ نے ایک دن یا دو دن کی مسافت طے کی تو آپ کو ابن دغنہ ملا۔ ابن دغنہ کا تعلق بنوحارث بن عبد مناۃ بن کنانہ سے تھا وہ احابیش کا سردار تھا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں بنوحارث، بنوھون اور بنومصطلق کو احابیش کہا جاتا ہے ابن ہشام کہتے ہیں ان تمام نے ایک معاہدہ کر رکھا تھا جس کی وجہ سے انہیں احابیش کہا جاتا تھا۔ ابن دغنہ کو ابن دغینہ بھی کہا جاتا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ ''ابن دغنہ نے پوچھا اے ابوبکر! کہاں کا ارادہ ہے''۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ''میری قوم نے مجھے شہر سے نکال دیا ہے۔ شہر کی فضاء مجھ پر تنگ کر دی ہے انہوں نے مجھ پر جور وستم کیا ہے''۔ ابن دغنہ نے پوچھا اس کی وجہ کیا ہے؟'' قسم بخدا! آپ تو اپنی قوم کی زینت وزیبائش ہو۔ مشکلات میں آپ مدد کرتے ہیں نیکی کے کام بجا لاتے ہیں۔ بے روزگار کو روزگار فراہم کرتے ہیں۔ آپ لوٹ جائیں آپ میری پناہ میں ہیں'' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ابن دغنہ کے ہمراہ واپس آ گئے۔ مکہ معظمہ پہنچ کر ابن دغنہ نے کہا ''اے گروہ قریش! میں نے ابن ابی قحافہ کو پناہ دی ہے اب ان کے ساتھ صرف بھلائی کا سلوک کرنا۔ قریش آپ کو تکالیف دینے سے رک گئے''۔

Marfat.com

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے گھر کے دروازہ کے پاس اپنی مسجد بنا رکھی تھی۔ آپ اس میں نماز ادا کرتے تھے۔ آپ ایک نرم دل انسان تھے۔ قرآن پاک پڑھتے ہوئے آپ کی آنکھیں رم جھم برسنے لگتی تھی۔ بچے، مرد اور عورتیں وہاں کھڑے ہو جاتے اور آپ کی اس حالت کو دیکھتے۔ قریش کے چند آدمی ابن دغنہ کے پاس گئے اور کہنے لگے۔ اے ابن دغنہ! تو نے صدیق اکبر کو پناہ اس لیے دی تھی کہ وہ ہمیں تکلیف دیں۔ وہ جب نماز ادا کرتے ہیں اور قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں تو زار زار روتے ہیں ان کی اس حیثیت کی وجہ سے ہمیں خوف ہے کہ ہمارے بچے، عورتیں اور کمزور لوگ کسی فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ تم انہیں حکم کرو کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو کر نماز ادا کیا کریں۔ اب دغنہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا ''اے ابن ابی قحافہ! میں نے تجھے پناہ اس لیے نہیں دی تھی کہ تم اپنی قوم کو اذیت دو۔ وہ اس جگہ کو ناپسند کرتے ہیں جہاں تم نماز ادا کرتے ہو۔ انہیں اس سے اذیت ہوتی ہے۔ تم اپنے گھر میں داخل ہو کر جو کچھ چاہو کیا کرو''۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں تیری پناہ واپس کرتا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کی پناہ پر راضی ہوں''۔ ابن دغنہ نے کہا ''میری پناہ واپس کردو''۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کی پناہ لوٹا دی۔ ابن دغنہ نے کھڑے ہو کر کہا ''اے گروہ قریش! ابن ابی قحافہ نے میری پناہ لوٹا دی ہے اب تم اس سے حسب منشا سلوک کر سکتے ہو''۔

ابن اسحاق قاسم بن محمد سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ قریش کے کسی احمق نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اذیت دی اس وقت آپ کعبہ کی طرف جا رہے تھے اس نے آپ کے سر پر مٹی پھینکی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس سے ولید بن مغیرہ یا عاص بن وائل گزرا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''تم نے دیکھا نہیں کہ اس بے وقوف نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا ہے''۔ اس نے کہا ''تم نے اپنی ذات کے ساتھ یہ سلوک خود کیا ہے''۔ اس وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہنے لگے۔ ''مولا! تو کتنا حلیم ہے۔ مولا! تو کتنا حلیم ہے۔ مولا! تو کتنا حلیم ہے۔

صحیفہ کا پارہ پارہ ہونا

بنو ہاشم اور بنو مطلب اسی اذیت ناک جگہ میں اقامت گزیں تھے۔ قریش نے ان کے خلاف ایک عہد نامہ لکھا تھا۔ پھر قریش میں سے چند افراد نے اس عہد نامے کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ اس انسانیت سوز معاہدہ کو ختم کرنے مین جو کردار ہشام بن عمرو بن ربیعہ بن حارث بن حبیب بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی نے ادا کیا کسی اور سے ادا نہ ہو سکا وہ نضلہ بن ہشام بن عبد مناف کا والدہ کی طرف سے بھائی تھا۔ ہشام بنو ہاشم سے اچھے تعلقات رکھتا تھا وہ اپنی قوم میں صاحب شرف انسان تھا۔ جب بنو ہاشم اور بنو مطلب شعب ابی طالب میں محصور تھے تو یہ رات کے وقت کھانے سے بھرا ہوا اونٹ لے کر آتا۔ جب گھاٹی کے دروازے تک پہنچتا تو اس کی نکیل چھوڑ دیتا اور اس کے پہلو پر ضرب لگاتا وہ اونٹ گھاٹی میں داخل ہو جاتا۔ پھر ایک اونٹ پر کپڑے وغیرہ لے کر آتا اور اسے بھی اسی طرح اندر داخل کر دیتا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں ہشام زہیر بن ابی امیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم کے پاس گیا۔ زہیر کی والدہ کا نام عاتکہ بنت عبدالمطلب تھا۔ ہشام نے کہا ''اے زہیر! کیا یہ تجھے پسند ہے کہ تو خود کھانا کھائے، عمدہ لباس زیب تن کرے، عورتوں سے نکاح کرے اور تیرے ماموں اس روح فرسا کیفیت میں ہوں جسے تو جانتا ہے وہ نہ کوئی چیز فروخت کر سکتے ہیں اور نہ ہی کوئی ان سے کوئی چیز خرید سکتا ہے وہ کسی کو نہ اپنا رشتہ دے سکتے ہیں اور نہ ہی کوئی ان کی بچی سے شادی و بیاہ کر سکتا ہے۔ میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ اگر ابو حکم بن ہشام کے ماموں وہاں محبوس ہوتے پھر اگر تو اسے اس طرح کے ظالم معاہدہ کی طرف دعوت دیتا تو وہ کبھی بھی لبیک نہ کہتا''۔ زہیر نے کہا ''اے ہشام! میں فرد واحد ہوں میں کیا کر سکتا ہوں؟ قسم بخدا! اگر میرے ساتھ ایک اور شخص ہوتا تو میں اس کو ختم کرا کے ہی دم لیتا''۔ ہشام نے کہا ''ایک شخص تو تجھے مل گیا ہے''۔ زہیر نے پوچھا وہ کون ہے ہشام نے کہا ''میں خود''۔ زہیر نے کہا ''ہمت کرو ایک تیسرا شخص بھی تلاش کرو''۔ ہشام، مطعم بن عدی کے پاس گیا اور اسے جا کر کہا''۔ اے مطعم! کیا یہ بات تمہیں پسند ہے کہ بنی عبد مناف کے دو خاندان بنو ہاشم اور بنو مطلب بھوک سے ایڑیاں رگڑتے ہلاک ہو جائیں اور تم یہ دیکھ بھی رہے ہو۔ پھر بھی تم ان کی امداد نہ کرو؟ اگر تم قریش کو اس طرح ہلاک کرنے کے درپے ہوتے تو وہ تمہارا منہ نہ تکتے رہتے بلکہ وہ سب مل کر تم پر ہلہ بول دیتے''۔ مطعم نے کہا ''تم سچ کہتے ہو میں تنہا ساری قوم کا مقابلہ کیسے کر سکتا ہوں''۔ ہشام نے ''کیا تم اکیلے نہیں ہو۔ ایک دوسرا آدمی بھی تمہارے ساتھ ہوگا''۔ اس نے پوچھا ''کون''۔ ہشام نے کہا ''میں خود

Marfat.com

حاضر ہوں"۔ مطعم نے کہا" تیسرا ساتھی بھی تلاش کرو"۔ ہشام نے کہا" میں نے وہ تیسرا ساتھی بھی ڈھونڈ لیا ہے"۔ مطعم نے پوچھا ہے" وہ کون ہے؟" ہشام نے کہا" وہ زھیر ہے"۔ مطعم نے کہا" چوتھا آدمی بھی تلاش کرو اس طرح ہم پوری قوت سے اس مقصد کو حاصل کر سکیں گے"۔ ہشام وہاں سے اٹھ کر ابوالبختری ہشام کے پاس گیا اور اس کے ساتھ بھی ہی گفتگو کی جو مطعم کے ساتھ کی تھی۔ اس نے پوچھا اس معاملہ میں کوئی اور شخص بھی ہماری مدد کرے گا۔ ہشام نے کہا ہاں! ابوالبختری نے پوچھا وہ کون ہے؟ ہشام نے کہا" زبیر مطعم میں خود تمہارے ساتھ ہوں۔ ہم چار آدمی اس مہم کو سر کرنے کے لیے متفق ہیں"۔ ابالبختری نے کہا" ایک اور ساتھی بھی ہونا چاہیے۔ ہشام وہاں سے سیدھا زمعہ بن اسود کے پاس گیا اور اس کے ساتھ اس موضوع پر گفتگو کی اور اسے بھی قریبی رشتہ داری کا واسطہ دیا جو اس کی بنو ہاشم کے ساتھ تھی اس نے بھی پوچھا کہ اس سلسلہ میں کوئی اور شخص بھی ہمارا ساتھ دے گا۔ ہشام نے اسے ان اشخاص کے نام بتا دیئے۔

زھیر نے کہا اس کام کی ابتداء میں کروں گا۔ صبح ہوئی تو روساء قریش اپنی اپنی مجالس میں جا کر بیٹھ گئے لیکن زھیر کی آج شان ہی نرالی تھی وہ بڑی آن بان سے حرم میں داخل ہوا اس نے آج تک قیمتی پوشاک پہن رکھی تھی۔ اس نے بیت اللہ کا طواف کیا پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوا اور بلند آواز سے کہا" اے مکہ کے باشندو! ہم تو لذیذ کھانے کھائیں زرق برق لباس پہنیں اور بنو ہاشم ہلاک ہو رہے ہوں۔ وہ خرید بھی نہ سکیں، بیچ بھی نہ سکیں۔ بخدا میں اس وقت تک نہ بیٹھوں گا۔ جب تک اس قطع رحمی کرنے والی ظالمانہ دستاویز کو پرزے پرزے نہ کر دیا جائے"۔ مسجد کے ایک کونے میں ابوجہل بیٹھا ہوا تھا وہ گرج کر بولا" زھیر! تم جھوٹ کہہ رہے ہو بخدا اس صحیفہ کو ہرگز نہیں پھاڑا جائے گا"۔ زمعہ بن اسود کھڑا ہو گیا اس نے کہا" ابوجہل! سب سے بڑے جھوٹے تو تم ہو اس تحریر پر ہم راضی نہ تھے"۔ ابوالبختری نے کہا" زمعہ نے سچ کہا ہے جو کچھ اس دستاریز میں لکھا گیا ہے ہم نہ اس کو پسند کرتے ہیں اور نہ ہی برقرار رہنے دیں گے"۔ مطعم نے کہا" اے زمعہ! اے ابوالبختری! تم نے سچ کہا ہے جو اس کے علاوہ کہتا ہے وہ جھوٹا ہے جو کچھ اس صحیفہ میں لکھا گیا ہے ہم اللہ تعالیٰ کی جناب میں اس سے برأت کا اظہار کرتے ہیں"۔ ہشام بن عمرو نے بھی اس کی تائید کی ابوجہل نے کہا" یہ سوچی سمجھی سازش ہے اور اس کے بارے میں رات کو فیصلہ کیا گیا ہے اس جگہ کے علاوہ کسی دوسرے مقام پر یہ فیصلہ ہوا ہے"۔ یہ ساری باتیں ہو رہی تھیں۔ حضرت ابوطالب مسجد کے گوشہ میں بیٹھے سن رہے تھے، مطعم اٹھا تا کہ اس صحیفہ کو ریزہ ریزہ کرے، دیکھا تو دیمک نے اللہ عزاسمہ کے نام کے علاوہ جو کچھ اس میں لکھا گیا تھا اس کا صفایا کر دیا ہے۔ اس صحیفہ کا کاتب منصور بن عکرمہ تھا۔ اس کے ہاتھ شل ہو گئے۔ ابن ہشام کہتے ہیں بعض اہل علم لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطالب سے کہا" اے عم محترم! میرے پروردگار نے صحیفہ قریش پر دیمک کو مسلط فرما دیا ہے۔ اس نے وہاں صرف اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک ہی چھوڑا ہے۔ اس نے وہاں سے ظلم، قطع رحمی اور بہتان کی شقوں کو چاٹ کر دیا ہے"۔ حضرت ابوطالب نے کہا" کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا ہے؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" ہاں" حضرت ابوطالب نے فرمایا قسم بخدا! پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا"۔ حضرت ابوطالب قریش کے پاس گئے اور فرمایا" اے گروہ قریش! میرے بھتیجے نے تمہارے صحیفہ کے متعلق یہ خبر دی ہے۔ اپنے صحیفہ کو دیکھو۔ اگر میرے بھتیجے کی بات سچ نکلی تو پھر ہماری قطع رحمی سے رک جانا اور اس صحیفہ میں مرقوم ظالم شرائط کو ترک کر دینا۔ اگر میرے بھتیجے کی بات سچ ثابت نہ ہوئی تو میں اپنا بھتیجا تمہارے سپرد کر دوں گا"۔ قوم قریش نے کہا" ہم آپ کی اس بات سے راضی ہیں"۔ پھر انہوں نے صحیفہ دیکھا۔ وہ بالکل اسی طرح تھا جس طرح سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا لیکن قریش کی عداوت و شرارت میں اضافہ ہی ہوا۔ اس کے بعد قریش کے چند افراد نے اس ظالمانہ دستاویز کو ختم کرنے کی سعی کی۔

حضرت ابوطالب کا قصیدہ

ابن اسحاق کہتے ہیں جب دیمک صحیفہ کو چاٹ کر گئی اور ظالم معاہدہ ختم ہو گیا تو حضرت ابوطالب نے ایک قصیدہ لکھا جس میں ان افراد کی ستائش کی جنہوں نے اس معاہدہ کو ختم کرنے کی تگ و دو کی۔ وہ مشہور قصیدہ یہ ہے۔

Marfat.com

کیا ہمارے سمندر کا سفر طے کرنے والے مہاجروں کو اس دوری کے باوجود ہمارے رب نے جو کیا ہے انہیں معلوم ہو گیا ہے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ حلم و بردباری کے ساتھ معاملہ کرتا ہے۔ اوران کو یہ اطلاع ملی ہے کہ اس صحیفہ کو پارہ پارہ کر دیا گیا ہے اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا وہ فناء ہو جاتی ہے۔ یہ قصیدہ کافی تفصیل کے ساتھ ہے لیکن اسی پر اختصار کی وجہ سے اکتفا کیا جاتا ہے۔ (سیرت ابن ہشام کا بیان ختم ہوا)

(اب سیرت ابن ہشام کی شرح روض الانف سے سیرت ابن ہشام کے بعض بیانات کی شرح بیاں کی جاتی ہے)

حسن و جمال میں غلو میں حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں خالد قسری نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے کہا۔ ''خلافت تو لوگوں کے لیے زینت ہوتی ہے لیکن آپ اس کے لیے زینت ہیں۔ خلافت لوگوں کو صاحب شرف بناتی ہے۔ لیکن آپ سے خلافت کو شرف ملا۔ جس طرح مالک بن اسماء نے کہا ہے۔

اے میری محبوبہ! اگر تو سب سے عمدہ خوشبو والے کو چھو لے تو اس کی خوشبو میں اضافہ ہو جاتا ہے تیری نظر کہاں ہے بلاشبہ موتی چہروں کے جمال میں اضافہ کرتے ہیں لیکن تیرے چہرے کی وجہ سے موتی کا حسن فزوں تر ہو گیا۔

حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''تمہارے اس صاحب نے صرف ایک قول پیش کیا ہے کوئی معقول چیز پیش نہیں کی''۔ امام سہیلی فرماتے ہیں کیونکہ خالد کا مقصد خوشامد کرنا تھا اس لیے حضرت عمر نے اس کی بات کو اچھا نہ سمجھا۔ حالانکہ اسی قسم کا قول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے۔ تحقیق و جستجو نے ان کے قول کو سچ کر دکھایا اور ان کا یہ قول خوشامد اور افتراء سے بھی بعید ہے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سپرد کی۔ انہوں نے خلافت کے عہد کو سربمہر کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ جانتے نہ تھے کہ اس میں کیا ہے جب انہیں معلوم ہوا تو وہ حزین و غمگین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا آپ نے مجھ پر وہ بوجھ ڈالا ہے جسے میں اٹھانے کی سکت نہیں رکھتا۔ آپ نے مجھے اس گھاٹ پر اتارا ہے جس سے واپسی کی راہ مجھے معلوم نہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ''میں نے خلافت سے آپ کو مشرف نہیں کیا بلکہ آپ سے خلافت کو معزز کیا ہے، میرا مقصد آپ کی برائی نہیں بلکہ میں آپ کی وجہ سے لوگوں کو کیف و سرور عطا کرنا چاہتا ہوں، حطیہ نے اس مفہوم کو اس طرح ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ جب لوگوں نے آپ کو خلافت پیش کی تو انہوں نے خلافت کی وجہ سے آپ کو شرف نہیں بخشا بلکہ اس کی وجہ سے وہ خود ہی محترم و معزز ہو گئے۔

حبشہ کی طرف ہجرت

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہم نے کتاب کی پہلی جلد میں حبشہ کا تذکرہ کیا تھا۔ ہر وہ بادشاہ جو حبشہ کا اقتدار سنبھالتا اسے نجاشی کے نام سے موسوم کیا جاتا جس طرح ہر وہ بادشاہ جو ایران کا حاکم بنتا اسے کسریٰ، جو ترک کی زمام اقتدار سنبھالتا اسے قانون اور جو یونان کا شہنشاہ بنتا اسے بطلیموس کہا جاتا۔ اس وقت حبشہ کے والی کا نام اصحمہ بن الجبر تھا۔ اصحمہ کا معنی عطیہ ہے۔

ابن اسحاق نے ان بلند قسمت صحابہ کرام کا تذکرہ کیا ہے جنہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ان میں حضرت عثمان بن عفان اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا ذکر جمیل کیا۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا عقد نکاح میں منسلک ہوئے تو اس وقت عورتوں نے یہ شعر گنگنایا۔

احسن شخصين رای انسان رقية و بعلها عثمان

وہ سب سے حسین جوڑی جو کسی انسان نے دیکھی ہے وہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور ان کے خاوند محترم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ہے۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ اسی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی کنیت ابوعبداللہ رکھی۔ چھ سال کی عمر میں یہ عبداللہ عالم بالا کو سدھار گئے۔ ایک مرغ نے ان کی آنکھوں میں چونچیں ماریں جس سے ان کا چہرہ سوجھ گیا اور انتقال فرما گئے۔ ان کا وصال جمادی الاول ۴ھ کو ہوا۔ ان کے انتقال کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی کنیت ابوعمرو رکھ لی۔ آپ کے اس نور نظر کو عبداللہ الاصغر کے نام سے یاد

Marfat.com

کیا جاتا ہے آپ رضی اللہ عنہ کا ایک لخت جگر فاختہ بنت غزوان سے ایک اور بھی تھا اس کو عبداللہ الاصغر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے آپ رضی اللہ عنہ کا ایک لخت فاختہ بنت غزوان سے بھی تھا۔ اس کا نام عبداللہ الاکبر تھا۔ ان کے بعد عمرو کی ولادت ہوئی آپ رضی اللہ عنہ کے دیگر فرزندوں کے نام یہ ہیں ۱-عمر۔ ۲-خالد۔ ۳-سعید۔ ۴-ولید۔ ۵-مغیرہ۔ ۶-عبدالملک۔ ۷-ابان (رضی اللہ عنہم) کتب سیرت میں ہے بنت رسول ﷺ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا تمام انسانوں سے حسین ترین تھیں۔ جب آپ ﷺ سرزمین حبشہ میں تشریف لے گئیں تو وہاں کے لوگ آپ رضی اللہ عنہا کے حسن کو دیکھ کر رقص کرنے لگتے۔ ان کی یہ حرکت دیکھ کر آپ رضی اللہ عنہا کو اذیت ہوتی لیکن مسلمان پردیس میں ہونے کی وجہ سے انہیں کچھ نہ کہتے۔ یہ فتنہ پسند گروہ نجاشی کے ہمراہ دشمن کے ساتھ لڑنے کے لیے گئے وہاں تمام قتل ہو گئے۔ اسی طرح حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نے ان سے نجات حاصل کی۔ نجاشی نے اس معرکہ میں اپنے دشمن کو شکست دی۔ علامہ زبیر نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ایک شخص کو کچھ تحائف دے کر حضرت عثمان اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا۔ وہ قاصد کافی عرصہ وہیں ٹھہرا رہا۔ جب وہ واپس آیا تو آپ ﷺ نے اسے فرمایا۔ ''اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتا دیتا ہوں کہ کس چیز نے تمہیں وہیں روکے رکھا؟'' اس نے عرض کیا کی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا ''حضرت عثمان اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے حسن و جمال نے تجھے وہاں روکے رکھا''۔ اس نے عرض کی۔ '' آپ ﷺ نے سچ فرمایا ہے۔ میں ان کے حسن و جمال کی دلکشی میں کھویا رہا''۔ ابن اسحاق نے ان افراد کا تذکرہ کیا ہے جنہوں نے حبشہ کی زمین کی طرف ہجرت کی۔ ان میں سے بعض کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے، ہم نے وہاں حضرت عمرو بن سعید بن العاص کے ایمان لانے کا سبب بھی لکھا تھا۔ انہوں نے چاہ زمزم سے ایک نور دیکھا جس سے مدینہ طیبہ کے نخلستان جگمگا اٹھے انہوں نے وہاں کھجوریں دیکھیں جب انہوں نے اپنا خواب بیان کیا تو انہیں بتایا گیا کہ یہ بنو عبدالمطلب کا کنواں ہے۔ یہ نور انہی میں سے ہوگا۔ یہی خواب ان کے جلد اسلام قبول کرنے کا سبب بنا۔

سعد اور خالد فرزندان عاص کا خواب

حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پہلے گزر چکا ہے کہ یہ خواب عمرو کے بھائی نے دیکھا تھا تو عمرو نے اس کی تعبیر بیان کی تھی، صحیح یہی ہے۔ اس کے بھائی خالد بن سعید نے قبول اسلام سے قبل دیکھا کہ وہ شعلہ زن آگ کے اوپر کھڑا ہے۔ حضور ﷺ اس کے دامن سے پکڑ کر اسے گرنے سے روک رہے ہیں جب وہ بیدار ہوا تو اسے یقین ہو گیا کہ آگ سے اس کی نجات دست مصطفیٰ ﷺ میں ہے، جب انہوں نے اپنے ایمان کا اظہار کیا تو ان کے باپ نے ان کو ڈنڈے سے اتنا مارا کہ ڈنڈا ان کے سر پر لگ کر ٹوٹ گیا۔ اس نے قسم اٹھائی کہ وہ ان کے علاج پر کوئی خرچہ نہیں کرے گا۔ ان کے بھائیوں کو بھی اکسایا گیا، انہوں نے بھی انہیں ظلم و تعدی کا نشانہ بنایا۔ یہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ان کے باپ سعید بن عاصی کی کنیت ابواحیحہ تھی۔ اس کے متعلق شاعر کہتا ہے۔

ترجمہ: ''ابواحیحہ کی شان یہ ہے کہ جو شخص اس کا عمامہ پہنتا ہے اسے مارا جاتا ہے اگرچہ وہ شخص صاحب دولت اور کثیر قبیلے والا بھی ہو''۔

جب ابواحیحہ عمامہ پہنتا تو پھر اس کے احترام کے لیے کوئی قرشی عمامہ نہیں پہنتا تھا، عمرو بن بحر الجاحظ اس کے متعلق کہتا ہے۔

تم ابواحیحہ کو خوب جانتے ہو وہ مکہ مکرمہ میں مقیم تھا جس پر نہ ظلم کیا جا سکتا تھا اور نہ ہی وہ قابل مذمت تھا۔

جب کسی دن وہ عمامہ پہنتا اور محفلوں اور جھگڑوں کا فیصلہ کرنے کے لیے جاتا۔

تو مکہ معظمہ میں چلنے والے ہر شخص کے لیے عمامہ پہننا حرام ہو جاتا۔ عمامہ نہ پہننے کی وجہ سے نہ اسے حقیر سمجھا جاتا اور نہ ہی اس کی ملامت کیا جاتی۔

احیحہ حرب الفجار میں ہلاک ہو گیا۔ ابواحیحہ کے چار بیٹوں کو اسلام قبول کرنے کی سعادت ملی۔ ۱-حضرت ابان۔ ۲-حضرت خالد۔ ۳-حضرت عمرو۔ ۴-حضرت حکم۔ ان کا نام حضور ﷺ نے عبداللہ رکھا تھا۔ احیحہ بن سعید اور عاصی بن سعید وغیرہ حالت کفر میں مرے۔ عاصی غزوہ بدر کے دن قتل ہوا۔

Marfat.com

امۃ بنت خالد اوران کے والد ماجد

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابن اسحاق نے امۃ بن خالد بن سعید کا ذکر کیا ہے یہ حبشہ کی سرزمین میں پیدا ہوئیں۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے ان سے شادی کر لی۔ حضرت امۃ رضی اللہ عنہا وہ خوش قسمت خاتون ہیں جنہیں بچپن میں نبی معظم ﷺ نے چادر زیب تن کرائی تھی۔ یہ کہنے لگیں سناہ، سناہ یا ام خالد! لغت حبشہ میں اس کا معنی ہے واہ! بہت خوب! انہیں اہل حبشہ کی زبان آتی تھی کیونکہ ان کی ولادت وہیں ہوئی تھی۔ ان کے ہاں عمر اور خالد کی ولادت ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ خالد بن سعید نے ہی سب سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی۔ یہ مقام اجنادین پر شہادت سے سرخرو ہوئے۔ حضور ﷺ نے انہیں صفاء اور یمن کا والی مقرر کیا جبکہ نبی اکرم ﷺ کا وصال ہوا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں گورنر مقرر کرنا چاہا لیکن انہوں نے کہا میں نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد کسی کے لیے کام نہیں کرنا چاہتا۔ روایت ہے کہ سعید بن عاصی بیمار ہو گیا اس نے کہا اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس مرض سے شفاء دے دی تو میں ابن ابی کبشہ (ﷺ) کے معبود کی عبادت نہیں کروں گا۔ اس کے بیٹے حضرت خالد نے دعا کی مولا! اسے شفاء نہ دینا۔ وہ اس مرض سے جانبر نہ ہو سکا اور مر گیا۔ یہ بنو سعید بن عاصی بن امیہ ہیں۔

عبد شمس

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں عبد شمس میں کوئی اختلاف نہیں کہ یہ دال سے ہے۔ جہاں تک عب شمس بن سعید بن زید مناۃ بن تمیم کا تعلق ہے تو اس کے متعلق ابو عبید اور قتبی کہتے ہیں کہ یہ بھی عبد شمس ہے لیکن اکثر علمائے لغت اُسے عب شمس کہتے ہیں اس کے معنی میں بھی علماء کا اختلاف ہے ایک گروہ کہتا ہے اس کا معنی عبد شمس ہے لیکن دال کو مدغم کر دیا گیا ہے۔ ایک طائفہ کہتا ہے یہ عب شمس ہی ہے۔ عب شمس کا معنی سورج کی روشنی ہے۔ ضرب المثل ہے ھوابرد من عبقر۔ وہ عبقر سے زیادہ ٹھنڈا ہے مبرد کہتے ہیں یہ عب قر ائی سے مشتق ہے اس سے مراد دھار کی چمک ہے اس کے متعلق تیسرا قول حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ کہتے ہیں اس کا معنی عب الشمس ہے پھر سہولت کے لیے ہمزہ کو حذف کر دیا گیا۔ اس کا معنی سورج کی مانند ہوتا ہے۔

حضرت عمار مہاجرین حبشہ میں شامل نہ تھے

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابن اسحاق کو حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی ہجرت حبشہ میں شک ہوا ہے۔ کیا انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی یا نہیں؟ لیکن دیگر سیرت نگار مثلاً واقدی اور ابن عقبہ کے نزدیک درست یہ ہے کہ انہوں نے یہ ہجرت نہیں کی تھی۔

بنو حارث بن قیس

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابن اسحاق نے بنو حارث کے مہاجرین کا ذکر کیا ہے۔ لیکن انہوں نے تمیم بن حارث کا ذکر نہیں کیا۔ علامہ واقدی نے اس کا ذکر کیا ہے۔ ان کا باپ ان بدبختوں میں سے تھا جن کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ۝ (الحجر)

ترجمہ: ''ہم کافی ہیں آپ کو مذاق اڑانے والوں کے شر سے بچانے کے لیے''۔

بنو زہرہ اور طلیب بن عبد عوف

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابن اسحاق نے بنو زہرہ کے چھ مہاجرین کا ذکر کیا ہے لیکن ساتویں کا ذکر نہیں کیا۔ وہ حضرت عبداللہ بن شہاب محمد بن مسلم بن عبداللہ بن شہاب زہری کے جد امجد ہیں۔ ان کا نام عبدالجان تھا۔ حضور ﷺ نے ان کا نام عبداللہ رکھا۔ انہوں نے فتح مکہ کے بعد مکہ میں انتقال فرمایا۔ ان کے بھائی عبداللہ الاصغر غزوہ احد میں مشرکین کی طرف سے شرکت کی پھر دامن اسلام سے وابستہ ہو گئے۔

Marfat.com

ابن اسحاق نے مطلب بن عبدعوف کا تذکرہ کیا ہے لیکن ان کے بھائی طلیب کا ذکر نہیں کیا۔ان دونوں بھائیوں نے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی اور وہیں وصال کیا یہ دونوں ازھر بن عبدعوف کے بھائی تھے۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابن اسحاق نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے خاوند حضرت ابوسلمہ کا ذکر کیا ہے۔ان کے خاوند مدینہ طیبہ میں وفات پاگئے۔ پھر حضور ﷺ نے انہیں اپنی زوجیت میں لے لیا۔ان کا نام ''رملہ'' تھا ان کے والد کا نام ابوامیہ حذیفہ تھا جو زادالراکب کے نام سے مشہور تھا۔حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں سرزمین حبشہ میں زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نام برہ تھا۔ حضور ﷺ نے ان کا نام زینب رکھا۔انہیں حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ کی زوجہ بننے کا شرف ملا۔یہ بچپن میں ایک مرتبہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئیں اس وقت نبی محترم ﷺ غسل فرمارہے تھے حضور ﷺ نے ان کے چہرے پر پانی پھینکا۔اس پانی کی برکت سے ان کے چہرے پر ہمیشہ شادابی رہی حالانکہ ان کی عمر مبارک ایک سوسال کے قریب تھی یہ اپنے عہد کی سب سے زیادہ فقیہہ خاتون تھیں۔انہوں نے مدینہ طیبہ میں ''واقعۃ الحرۃ'' کو پایا۔اس دن ان کے دو بیٹے شہید ہوئے۔ایک کا نام یزید اور دوسرے کا نام کبیر تھا۔وہ اپنے ایک بیٹے پر روتی تھیں جبکہ دوسرے پر گریہ بار نہ تھیں۔جب ان سے ان کا سبب پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا میں جس فرزند پر آہ وفغاں کررہی ہوں اس نے شمشیر کو بے نیام کیا اور مقاتلہ کیا جس بیٹے پر میں روئی نہیں وہ گھر میں ہی ٹھہرا رہا اور جنگ میں حصہ نہ لیا حتیٰ کہ وہ بھی مارا گیا۔

نجاشی کی قبر پر نور

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں ''ہم گفتگو کیا کرتے تھے کہ نجاشی کی قبر پر ہمیشہ ایک نور نظر آتا ہے'' ابوداؤد نے اس حدیث کو سلمہ بن فضل کی سند سے روایت کیا ہے انہوں نے اسے ''النوری عند الشھید'' کے باب میں ذکر کیا ہے لیکن اس حدیث وغیرہ میں اس بات کی کوئی دلیل نہیں کہ نجاشی کو شہادت نصیب ہوئی تھی۔میرا گمان ہے کہ وہ اس حدیث سے اس واقعہ کو تقویت دینا چاہتے ہیں جو کتب تاریخ میں ہے سلمان بن ربیعہ کے بھائی عبدالرحمٰن بن ربیعہ حضرت عمر کے دور میں ایک دروازے پر نگران تھے ترکوں نے انہیں شہید کردیا۔اس کے بعد ان کی قبر پر ہمیشہ ایک نور نظر آتا تھا۔نجاشی کے واقعہ سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ نجاشی جو شہید نہیں اس کی قبر پر نور نظر آتا ہے تو شہید تو اس کے زیادہ مناسب ہے کہ اس کی قبر نور فشاں ہو۔ارشاد ربانی ہے۔

وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ؕ (الحدید:۱۹)

ترجمہ:''اور شہید ہیں ان کے لیے (خصوصی) اجر اور ان کا (مخصوص) نور ہے اللہ تعالیٰ کی جناب میں''۔

قریش کا نجاشی کے دربار میں اپنے سفیر بھیجنا

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ قریش مکہ نے عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ بن مغیرہ کو بطور سفیر بھیجا ان کے ہمراہ نجاشی کے لیے ہدایا بھی بھیجے۔عبداللہ کا نام بحیر تھا جب انہیں اسلام قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی تو نبی محترم ﷺ نے ان کا نام عبداللہ رکھا۔ان کے باپ کا نام ابو ربیعہ ذوالرمحین تھا ابن الزبعری ان کے متعلق کہتا ہے۔

''بحیر بن ذوالرمحین میری محفل کے قریب ہوا اس نے ہم پر اپنا فضل جاری کیا حالانکہ وہ خود شام کو دیر سے آتا تھا''۔ابو ربیعہ کا نام عمرو تھا۔ ایک قول میں حذیفہ کا بھی ذکر ہے۔حضرت عبداللہ کی والدہ کا نام اسماء بنت مخربہ تمیمیہ تھا ابوجہل بن ہشام کی ماں بھی یہی تھی۔یہی عبداللہ، عمر بن عبداللہ شاعر کے والد ہیں۔یہی بصرہ کے امیر حارث کے بھی والد ہیں۔یہ حارث حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ''الجند'' کے والی تھے۔جب انہیں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نظر بندی کی اطلاع پہنچی تو وہ آپ رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے آئے لیکن راستہ میں ہی سواری سے گر کر

Marfat.com

عالم بالا کوسدھار گئے۔

عمارہ بن ولید بن مغیرہ

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ عبداللہ اور عمرو کے ساتھ عمارۃ بھی تھا یہ وہی عمارہ ہے جس کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے۔ حضرت ابوطالب کو اسے ہی پیش کر کے کہا گیا تھا۔ ''محمد (فداہ روحی) کے بدلے عمارہ لے لو اور محمد ﷺ کو ہمارے سپرد کر دو تا کہ ہم انہیں قتل کر دیں''۔ عمارۃ ایک حسین وجمیل جوان تھا مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ قریش نے اسے بھی عمرو کے ساتھ نجاشی کے پاس بھیجا تھا لیکن ابن اسحاق نے یہ نہیں لکھا انہوں نے یونس کی روایت میں اس کا ذکر کیا ہے لیکن وہ تذکرہ ایک دوسرے واقعہ میں تفصیل سے ذکر کیا ہے انہوں نے ذکر کیا ہے کہ عمرو نے اپنی بیوی کے ساتھ یہ سفر کیا جب وہ کشتی پر سوار ہوئے تو عمارۃ اور عمرو کی بیوی ایک دوسرے سے محبت کرنے لگے۔ انہوں نے عمرو سے جان چھڑانے کے لیے سوچا۔ عمرو کو دھکا دے کر سمندر میں پھینک دیا۔ اس نے تیرنا شروع کیا۔ اہل سفینہ کو صدا دی جنہوں نے اسے پکڑ لیا اور اپنی کشتی میں سوار کر لیا۔ عمرو نے اس واقعہ کو چھپائے رکھا اور عمارہ کے سامنے اس کا اظہار نہ کیا بلکہ اس نے اپنی بیوی سے کہا اپنے چچازاد کا بوسہ لو تا کہ وہ اپنے دل میں مسرت محسوس کرے۔ جب وہ سرزمین حبشہ میں آئے تو عمرو نے ان کے ساتھ دھوکہ کیا۔ اس نے عمارہ سے کہا: ''میں نے بنوسہم کو لکھا ہے کہ وہ تجھے میرے خون سے بری کر دیں تو بھی بنومخزوم کو لکھ دے کہ وہ مجھے تیرے خون سے بری کر دیں حتیٰ کہ قریش کو معلوم ہو جائے۔ ہم موسم گرم یہیں گزار لیں''۔ جب عمارہ نے بنومخزوم کی طرف لکھا تو انہوں نے بنوسہم کے لیے اس کا خون معاف کر دیا۔ قریش کے ایک بزرگ نے کہا قسم بخدا! عمارہ قتل ہو گیا۔ اسے معلوم ہو گیا کہ یہ عمرو کی سازش ہے پھر عمرو، عمارہ کو نجاشی کی عورت پر اکساتا رہا۔ اس نے عمارہ سے کہا۔ ''تو ایک حسین نوجوان ہے یہ عورتیں خوبصورت مردوں کو پسند کرتی ہیں۔ شاید وہ عورت ہماری حاجت کو پورا کرنے کے لیے بادشاہ سے سفارش کرے''۔ عمارہ اس کے دام میں پھنس گیا۔ جب عمرو نے عمارہ کا بادشاہ کی بیوی کے پاس بار بار جانا دیکھا اور اس عورت کا جھکاؤ بھی عمارہ کی طرف دیکھا تو وہ ناصح بن کر بادشاہ کے پاس آیا۔ ان نے بادشاہ کو ایسی علامات بتائیں جس سے اسے یقین ہو گیا۔ عمارۃ پہلے وہ نشانیاں عمرو کو بتاتا تھا سب کچھ سن کر بادشاہ کو بہت زیادہ غیرت آئی اس نے کہا اگر عمارۃ میرا پڑوسی نہ ہوتا تو میں اسے قتل کر دیتا لیکن میں اس سے وہ سلوک کروں گا جو قتل سے بھی عبرتناک ہوگا۔ نجاشی نے جادوگروں کو بلایا انہیں حکم دیا کہ وہ عمارۃ پر جادو کر دیں۔ جادوگروں نے اس کی شرمگاہ پر ایسی پھونک ماری جس سے وہ چہرے بل اڑنے لگا۔ جس سے وہ چہرے بل اڑتے اڑتے پہاڑوں پر وحشی جانوروں سے جا ملا جو شخص بھی اسے دیکھتا وہ راہ فرار اختیار کرتا۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد زریں کا آخری دور تھا اس کے چچازاد بھائی عبداللہ بن ربیعہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی تا کہ وہ عمارہ کو تلاش کر سکے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت دی۔ عبداللہ سرزمین حبشہ میں گیا، عمارہ کو بہت زیادہ ڈھونڈا ہر جگہ اسے تلاش کیا ہر شخص سے اس کے متعلق پوچھا۔ اسے بتایا گیا کہ وہ ''احیل'' کے مقام پر ہے۔ وہ وحشی جانوروں کے ہمراہ وہاں آتا ہے اور ان کے ساتھ ہی چلا جاتا ہے۔ عبداللہ ''احیل'' کی طرف گیا، اس کا راستہ پانی سے بھرپور تھا اس نے اچانک عمارۃ کو دیکھ لیا اس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ اس کے ناخن بڑھے ہوئے تھے۔ اس کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے وہ شیطان کی مانند دکھائی دیتا تھا عبداللہ نے اسے پکڑ لیا، اس سے رحم کی التجاء کی مہربانی کی درخواست کی لیکن عمارۃ پر برابر لرزہ طاری رہا وہ کہنے لگا ''اے بجیر! مجھے چھوڑ دے اے بجیر! مجھے چھوڑ دے'' لیکن عبداللہ نے اسے چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ عمارہ اس کے سامنے ہی مر گیا۔ یہ ایک طویل واقعہ ہے لیکن مؤرخین نے اس کا تذکرہ اختصار سے کیا ہے۔ علامہ ابوالفرج نے اس کا تذکرہ تفصیل سے کیا ہے۔

اصحاب ہجرت کی نجاشی سے گفتگو

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی گفتگو کو ابن اسحاق نے تفصیل سے لکھا ہے ان کی گفتگو میں کوئی اشکال نہیں ہے اس میں ایک فقہی مسئلہ ''وطن سے خروج'' ہے یعنی وطن چھوڑنا جائز ہے اگرچہ وطن مکہ معظمہ ہی کیوں نہ ہو۔ جب کہ یہ خروج دین کو بچانے کے لیے ہوا اور اگرچہ خروج اسلام کی

Marfat.com

طرف نہ بھی ہو۔ اہل حبشہ عیسائی تھے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پوجا کرتے تھے وہ انہیں اللہ کا بندہ نہیں کہتے تھے لیکن اس نے باوجود ان مسلمانوں کو مہاجرین کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہی وہ دو ہجرتوں والے لوگ ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی ہے۔ ارشاد فرمایا اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ ۔سب سے آگے آگے سب سے پہلے پہلے۔'' اس آیت کی تفسیر میں ہے۔'' وہ بلند بخت لوگ ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی، جنہوں نے دو ہجرتیں کیں۔ ایک قول کے مطابق ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو بیعت رضوان میں شامل ہوئے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے اس ہجرت کی وجہ سے ان کی کس طرح تعریف کی حالانکہ وہ بیت اللہ سے نکل کر دار کفر کی طرف گئے تھے کیونکہ ان کا یہ فعل ان کے مذہب کے تحفظ کے لیے تھا، انہیں امید تھی کہ وہ وہاں یکسوئی سے اپنے رب کی عبادت کرسکیں گے۔ امن واطمینان کے ساتھ اس کی یاد کی شمع جلاسکیں گے۔ جب شہر میں برائی کا غلبہ ہوتو یہی حکم ہوگا۔ جب حق کے لیے مؤمن کو اذیت دی جائے۔ وہ دیکھے کہ باطل حق کو ختم کرنے کے درپے ہے۔ اسے یہ امید ہو کہ وہ کسی دوسرے شہر میں اپنے دین کو محفوظ رکھ سکے گا۔ وہ اپنے رب کی عبادت آسانی سے کرسکے گا تو پھر مؤمن کے لیے خروج لازمی ہو جاتا ہے۔ یہ وہ ہجرت ہے جس کا انقطاع قیامت تک نہ ہوگا۔

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ط (البقرہ:۱۱۵)

ترجمہ:''اور مشرق اللہ تعالیٰ کا ہے اور مغرب بھی سو جدھر بھی تم رخ کرو وہیں ذات خداوندی ہے''۔

النجاشی اصحمہ

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ابن اسحاق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کا ملک واپس لوٹا دیا تھا اس کی قوم نے اسے فروخت کر دیا تھا۔ جب حبشہ کے معاملات بگڑ گئے تو انہوں نے نجاشی کو اس کے مالک سے واپس لے لیا۔ حدیث کا ظاہر تو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اہل حبشہ نے تاجر سے اس کے وطن پہنچنے سے پہلے ہی نجاشی لے لیا تھا۔ وہ اس کی جستجو میں نکلے اور انہیں تاجر مل گیا لیکن اسی حدیث کے آخر میں ہے کہ اس کا مالک ایک عرب تاجر تھا۔ اس نے نجاشی کو طویل عرصہ تک غلامی کی زنجیروں میں جکڑے رکھا۔ اہل حبشہ کا دنگا فساد بھی اسی امر کا متقاضی ہے کہ نجاشی مدت دراز تک حبشہ سے غائب رہا۔ روایت ہے کہ جب غزوہ بدر رونما ہوا تو اس کی خبر نجاشی تک مہاجرین حبشہ سے پہلے پہنچی۔ نجاشی نے مسلمانوں کو بلا بھیجا۔ جب مسلمان اس کے دربار میں پہنچے تو اس نے اون کا لباس پہن رکھا تھا وہ مٹی اور راکھ پر بیٹھا تھا مسلمانوں نے بادشاہ سے پوچھا اے شہنشاہ والانژاد! آپ نے یہ حالت کیوں بنا رکھی ہے؟ بادشاہ نے کہا انجیل میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے پر انعام فرمائے تو بندے پر واجب ہے کہ وہ اپنے اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع کرے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر اور تم پر بہت بڑا انعام فرمایا ہے۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ نبی اکرم ﷺ وادی بدر میں اپنے دشمن سے نبرد آزما ہوئے ہیں۔ اس وادی میں پیلو کے درخت بہت زیادہ تھے میں وہاں اپنے مالک کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ میرے مالک کا تعلق بنوضمرہ سے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے دشمنوں کو ہزیمت سے دوچار کیا ہے۔ ان کے دین کی اعانت کی ہے''۔ یہ واقعہ اس بات کی غمازی کر رہا ہے کہ نجاشی بلاد عرب کافی عرصہ ٹھہرا رہا۔ یہیں سے اس نے عربی زبان سیکھی۔ جب اسے سورۂ مریم سنائی گئی تو اس نے اسے سمجھ لیا۔ وہ رونے لگا حتیٰ کہ اس کی داڑھی آنسو سے تر ہوگئی۔ روایت ہے کہ نجاشی نے کہا۔'' ہم انجیل میں پاتے ہیں جب بچوں کو اقتدار مملکت کا والی بنا دیا جائے تو زمین پر لعنت برستی رہتی ہے''۔

ہجرت حبشہ سے ایک فقہی مسئلہ

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہم کشتی میں کیسے نماز پڑھیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا،'' اگر غرق ہونے کا خطرہ نہ ہوتو کھڑے ہوکر نماز ادا کرو۔ (دار قطنی) لیکن اس حدیث کی سند مضطرب ہے۔ مسند ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کشتی میں بیٹھ کر نماز ادا کی۔ امام بخاری نے حضرت حسن سے روایت کی ہے کہ وہ کشتی میں کھڑے

Marfat.com

ہو کر نماز ادا کرتے تھے مگر جبکہ اس سے گھر والوں کو حرج ہوتا۔

نجاشی کا خط اور اس پر نماز جنازہ

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ابن اسحاق نے نجاشی کے اس خط کا ذکر کیا ہے جو اس نے اپنے سینے اور اپنی قباء کے درمیان رکھا تھا۔ اس نے اپنی قوم سے کہا ''میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے زائد نہیں ہیں''۔ اس سے یہ فقہی مسئلہ ہوتا ہے کہ مؤمن کو صریح جھوٹ نہیں بولنا چاہئے اور نہ ہی اسے اپنی زبان پر کلمۂ کفر لانا چاہیے جب تک کسی حیلہ سے کام نکل سکتا ہو۔ تعریض میں جھوٹ سے بچنے کی گنجائش ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان میں علماء نے یہی فرمایا ہے۔

''جس شخص نے دو آدمیوں کے مابین صلح کرائی اور بھلائی کی بات کہی وہ جھوٹا نہیں ہے''۔ اس حدیث کو حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت عقبہ نے روایت کیا ہے۔ علماء فرماتے ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ انسان تعریض کر رہا ہے اور واضح جھوٹ نہیں بول رہا، مثلاً وہ یہ کہے۔ ''میں نے سنا ہے کہ وہ تیرے لیے استغفار کر رہا تھا اور تیرے لیے دعا کر رہا تھا''۔ جبکہ اس کی مراد یہ ہو کہ اس نے اسے تمام مسلمانوں کے لیے استغفار اور دعا کرتے ہوئے سنا ہے کیونکہ وہ بھی تمام مسلمانوں میں سے ایک ہے اس طرح وہ ممکنہ حد تک تعریض میں حیلہ سے کام لے اور واضح جھوٹ نہ گھڑے۔ جنگ کے دھوکہ میں بھی یہی مراد ہے کہ انسان راز سے کام لے کنایہ کہے اور صراحتہ جھوٹ نہ کہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی نماز جنازہ ادا کی اور اس کے لیے دعائے مغفرت کی ۹ھ رجب میں نجاشی کا انتقال ہوا۔ جس روز اس کی موت واقع ہوئی اسی روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آگاہ فرمادیا تھا۔ بقیع میں نماز جنازہ ادا کی گئی اس کی چارپائی سرزمین حبشہ سے اٹھا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں اس پر نماز جنازہ ادا فرمائی۔ یہ دیکھ کر منافقین باتیں بنانے لگے انہوں نے کہا کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کافر کی نماز جنازہ ادا فرمادی ہے اس وقت اس آیت کا نزول ہوا۔

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ (آل عمران: ۱۹۹)

ترجمہ: ''اور بے شک بعض اہل کتاب ایسے ہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور اس پر جو اتارا گیا تمہاری طرف اور جو اتارا ان کی طرف''۔

ابن اسحاق نے یونس سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غلام ابونیزر نجاشی کے بیٹے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اس وقت دیکھا جب وہ مکہ کے ایک تاجر کی ملکیت میں تھے۔ انہوں نے انہیں اس سے خرید کر آزاد کر دیا۔ یہ اس احسان کا بدلہ تھا جو ان کے باپ نے مسلمانوں کے ساتھ کیا تھا بیان کیا جاتا ہے کہ جب نجاشی کے وصال کے بعد حبشہ اور اہل حبشہ کے معاملات بگڑ گئے تو انہوں نے اپنا وفد حضرت ابونیزر کے پاس بھیجا، (اس وقت وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھے) تاکہ وہ ان کے سر پر تاج سجا کر انہیں اپنا بادشاہ بنالیں۔ ان کی بادشاہت میں کسی حبشی کو بھی اختلاف نہ تھا لیکن حضرت ابونیزر نے انکار کر دیا انہوں نے فرمایا۔ ''رب اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام کی نعمت عطا فرمادی ہے۔ اب مجھے کسی بادشاہت کی ضرورت نہیں'' کہا جاتا ہے کہ حضرت ابونیزر تمام لوگوں سے طویل اور خوبصورت تھے ان کی رنگت حبشیوں کی طرح نہ تھی جب انسان انہیں دیکھتا وہ انہیں عرب کا باشندہ ہی سمجھتا۔

غرانیق کا قصہ اور اہل مکہ کا اسلام

ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ اہل مکہ کے اسلام کی خبر باطل تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ النجم تلاوت فرمائی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں پہنچے افرایتم اللات و العزیٰ ومنوۃ الثالثة الاخریٰ۔ تو شیطان نے العیاذ باللہ زبان پر یہ الفاظ جاری کر دیئے۔ تلك الغرانیق العلی وان شفاعتهن لترتجی۔ ''یہ بہت مرغان بلند پرواز ہیں ان کی شفاعت کی امید کی جاسکتی ہے''۔ یہ سن کر مشرکین کی خوشی کی حد نہ رہی وہ

Marfat.com

حضور پرنور ﷺ کا اسم گرامی لے کر کہنے لگے"۔ وہ اپنے پرانے دین پولوٹ آیا ہے آج اس کی اور ہماری عداوت ختم ہوگئی"۔ جب حضور ﷺ نے سورہ نجم کی سجدہ والی آیات پڑھیں تو آپ ﷺ نے سجدہ کیا اور مشرکین نے بھی سجدہ کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔

فینسخ اللہ ما ینبقی الشیطان .

"پس مٹا دیتا ہے اللہ تعالیٰ جو خلل اندازی شیطان کرتا ہے"۔

مہاجرین کو حبشہ میں یہ خبر ملی کہ قریش نے اسلام قبول کرلیا ہے اس واقعہ کو موسیٰ بن عقبہ اور ابن اسحاق نے بکائی کی روایت کے علاوہ ذکر کیا ہے لیکن علمائے حدیث اس کو رد کر دیتے ہیں جو اسے درست قرار دیتے ہیں وہ کئی اقوال سے اس کی تاویل کرتے ہیں جن میں سے کچھ یہ ہیں۔ ا۔ یہ شیطان نے ہی کہا تھا اور اسی نے ہی اسے پھیلایا تھا۔ یہ عمدہ تاویل ہے اگر حدیث میں یہ الفاظ نہ ہوں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور ﷺ سے کہا میں آپ ﷺ کی خدمت میں یہ کلام تو نہیں لے کر آیا تھا۔ ۲۔ یہ کلام حضور ﷺ نے ہی کیا تھا اور آپ کی مراد ملائکہ تھے کہ ان کی شفاعت کی امید کی جاسکتی ہے۔ ۳۔ حضور ﷺ نے یہ کلام کفار کی حکایت بیان کرتے ہوئے کیا تھا کہ کفار یہ کہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ان کے کفر سے متعجب ہوتے ہوئے یہ کہا تھا لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ حدیث ہی موضوع ہے۔ ابن اسحاق نے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تذکرہ کیا ہے جو یہ جھوٹی خبر سن کر واپس مکہ معظمہ میں آگئے۔ انہوں نے ان میں طلیب کا ذکر کیا ہے انہوں نے ان کے نسب میں ابی کبیر بن عبد بن قصی کا ذکر کیا ہے اس نسب میں ابی کبیر کی زیادتی ہے جو اس سے موافقت نہیں رکھتا۔ میں نے شیخ کی کتاب کے حاشیہ میں اس کی تنبیہ دیکھی ہے لیکن ابو عمر نے ابن اسحاق کی طرح ابی کبیر کا ذکر کیا ہے ابن اسحاق کی ایک روایت کے مطابق یہ بدری صحابی تھے۔ واقدی اور ابن عقبہ کا قول بھی یہی ہے یہ اجنادین میں شہادت سے سرخرو ہوئے۔ ان کی اولاد نہ تھی۔

الا کل شیءٍ ما خلا اللہ باطل

یہاں ایک سوال ابھرتا ہے کہ حضور نبی محترم ﷺ نے فرمایا شعراء کے کلام میں سے سب سے سچی بات لبید کا یہ قول ہے۔ الا کل شیءٍ ما خلا اللہ باطل۔ آپ ﷺ نے اس کی تصدیق کی۔ آپ ﷺ اپنی مناجات میں عرض کرتے تھے۔ انت الحق' وقولك' ووعدك الحق' والجنة حق' والنار حق' ولقاء ك حق' مولا! حق ہے، تیرا فرمان حق ہے تیرا وعدہ حق ہے جنت حق ہے، آگ حق ہے اور تیری ملاقات حق ہے۔ حضور ﷺ کے اس فرمان کو لبید کے اس مصرعہ کے ساتھ کیسے جمع کیا جاسکتا ہے اس کے دو جواب ہیں۔ ا۔ ما خلا اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات، اس کی وہ رحمت جس کا اس نے اپنے بندوں سے وعدہ کیا ہے اور وہ آگ جس سے وہ سزا دے گا، ہے اس کے بغیر تمام اشیاء باطل یعنی زوال پذیر ہیں۔ ۲۔ اگرچہ جنت اور دوزخ حق ہے لیکن ان کی ذاتوں کے اعتبار سے ان پر زوال ممکن ہے۔ وہ اس لیے باقی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بقاء بخشی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اہل کو دوام بخشا ہے۔ یہ اس شخص کا قول ہے جس نے دوام اور بقاء کو زائد علی الذات کے معنی میں کیا ہے۔ یہ الاشعری کا قول ہے۔ حقیقت میں حق وہ ہوتا ہے۔ جسے زوال نہ ہو، وہ قدیم ذات ہے۔ جس کا معدوم محال ہے۔ اسی وجہ سے حضور ﷺ نے فرمایا۔ انت الحق حق کے ساتھ الف لام استعمال فرمایا یعنی اللہ تعالیٰ ہی درحقیقت اس اسم کا مستحق ہے وقولك الحق . کیونکہ اس کا قول قدیم ہے۔ وہ مخلوق نہیں کہ وہ ہلاک ہو جائے۔ ووعدك الحق کیونکہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کا کلام ہوتا ہے۔ یہی الف ولام کا تقاضا ہے پھر فرمایا الجنة حق والنار حق۔ اب "حق" کو الف لام کے بغیر ذکر کیا اسی طرح فرمایا بقاءک حق ذکر فرمایا کیونکہ یہ تمام امور محدث یعنی زوال پذیر ہیں اور محدث کے لیے اس کی ذات کے اعتبار سے بقاء لازم نہیں ہوتی۔ ہمیں اس کی بقاء کی خبر اس صادق ﷺ نے دی جن کی زبان پر کبھی جھوٹ نہیں آیا۔ اس چیز کی بقاء اس اعتبار سے نہیں کہ بقاء اس پر لازم ہے جس طرح قدیم ذات کے لیے قدیم ہونا لازم ہے اور وہ ذات حق تعالیٰ کی ہستی ہے اس کے علاوہ سب کچھ باطل ہے۔ خواہ وہ جوہر ہو یا عرض۔ اعراض اور جواہر کو فناء اور زوال لازم ہے اگر وہ باقی رہیں اور زوال پذیر نہ ہوں پھر بھی ان کا زوال ممکن ہے حق تعالیٰ کی ذات بے ہمتا نہ جوہر ہے نہ عرض اس لیے جو امر عرض اور جوہر کے لیے جائز ہے وہ اس کے لیے محال ہے۔

Marfat.com

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ابن دغنہ

ابن دغنہ کا نام مالک تھا۔ یہ احابیش کا سردار تھا۔ ابن اسحاق نے انہیں مذکورہ بالا قبائل بتایا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ایک پہاڑی پر عہد کیا تھا جسے حبشی کہا جاتا تھا اسی سے ان کا نام ''احابیش'' پڑ گیا۔

ابن دغنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا: **انك لتكسب المعدوم** ۔ کہا جاتا ہے: **كسبت الرجل مالا** ۔ یہ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے (اصمعی)۔

انك لتكسب المعدوم کا معنی ہے یعنی آپ دوسرے کو وہ مال کما کر دیتے ہیں جن سے وہ محروم ہوتا ہے۔ دغنہ۔ ایک عورت کا نام تھا جس نے نام پر ایک پہاڑ تھا دغن اس بادل کو کہتے ہیں جو بارش کے بعد آسمان پر رہتا ہے۔

صحیفۂ قریش کا ریزہ ریزہ ہونا

ہشام کے نسب میں ابن اسحاق نے ہشام بن حارث بن حبیب لکھا ہے۔ حاشیہ میں ابوولید سے روایت ہے کہ یہ ہشام بن عمرو بن ربیعہ بن حارث تھا۔ یونس نے ابن اسحاق سے اسی طرح روایت کیا ہے اس کا باپ عمرو، نضلہ بن ہاشم کا ماں کی جانب سے بھائی تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ منصور بن عکرمہ معاہدہ کو لکھنے والا تھا۔ جس کے ہاتھ شل ہو گئے تھے۔ لیکن ماہر نسب اسی صحیفہ کے کاتب کے متعلق دو قول لکھتے ہیں۔ ا۔ بغیض بن عامر ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار نے یہ معاہدہ لکھا۔ ۲۔ منصور بن عبد شرجیل بن ہاشم اس کا کاتب تھا۔ یہ دو اقوال ابن اسحاق کے قول کے مخالف ہیں۔ علامہ زبیر نے بھی انہی دونوں کا تذکرہ کیا ہے۔ زبیر اپنی قوم کے نسب کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔

شعب ابی طالب میں شرمناک مظالم

صحیح روایت میں ہے کہ شعب ابی طالب کے محصورین درختوں کے پتے کھانے پر مجبور ہو گئے تھے۔ پھر وہ بکری کی طرح مینگنیاں کرتے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی ان میں شامل تھے آپ فرماتے ہیں ایک دفعہ مجھے سخت بھوک لگی۔ اس رات کو میرا پاؤں کسی تر شئی پر آ گیا میں اسے اٹھا کر نگل گیا۔ میں آج تک نہیں جان سکا کہ وہ کیا چیز تھی۔ یونس کی روایت میں ہے کہ حضرت سعد فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں پیشاب کرنے کے لیے گیا میں نے پیشاب کرنے کی جگہ کسی چیز کی آواز سنی۔ میں نے اٹھا کر دیکھا تو وہ اونٹ کی جلد کا خشک ٹکڑا تھا میں نے اسے اٹھایا، دھویا جلا کر راکھ کر لیا۔ اس میں پانی ملایا اور تین دن تک اسے کھاتا رہا۔ اگر بیرون ملک سے کوئی تجارتی کارواں وہاں آتا اور مسلمان ان سے کوئی چیز خریدنے کے لیے وہاں پہنچ جاتے تو ابولہب ان قافلہ والوں کو کہتا ''تم ان کو اتنے مہنگے دام بتاؤ کہ وہ کوئی چیز نہ خرید سکیں اور ساتھ ہی انہیں یہ تسلی بھی دیتا کہ تم یہ فکر مت کرنا کہ اگر تم نے بہت زیادہ قیمت مانگی تو اسے کوئی خریدے گا ہی نہیں اور تمہیں خسارہ ہوگا میں اس خسارے کو پورا کروں گا''۔ شعب ابی طالب کے مکین بھوک سے بلکتے ہوئے اپنے بچوں کو چھوڑ کر سامان خریدنے کے لیے جاتے تو قافلہ والے پانچ دس گنا زیادہ قیمت طلب کرتے جس کے ادا کرنے کی ان میں سکت نہ ہوتی تھی۔ بے چارے خالی ہاتھ واپس آ جاتے ان کے پاس کوئی ایسی چیز نہ ہوتی جس سے وہ اپنے روتے ہوئے بچوں کو بہلا سکیں۔ وہ تجار ابولہب کے پاس جاتے اور ان کے طعام اور لباس وغیرہ میں انہیں بہت زیادہ نفع دلاتا۔ مؤمنین اور ان کے ساتھی بھوک اور عریانی سے تنگ آ گئے۔ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کے کہا اقرا پڑھیں تو آپ ﷺ نے فرمایا انا بقارى۔ میں پڑھنے والا نہیں۔ اس وقت انہوں نے آپ ﷺ کو تین دفعہ بھینچا۔ تین دفعہ بھینچنے کو تین شدائد سے تعبیر کیا گیا۔ جن میں سے ایک سختی شعب ابی طالب کی محصوری تھی۔ اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔ (روض الانف کا بیان ختم ہوا)

Marfat.com

باب نمبر ۷

غم کا سال

(مواہب اللدنیہ مقصد اوّل ص ۱۶۶ تا ۱۶۹ نقل کیا جاتا ہے)

ابوطالب کی وفات

جب نبی اکرم ﷺ کی عمر مبارک انچاس برس آٹھ مہینے اور گیارہ دن ہوگئی تو آپ ﷺ کے چچا ابوطالب کا ستاسی سال کی عمر میں انتقال ہوگیا۔ کہا گیا کہ یہ واقعہ نبوت کے دسویں سال شوال کے مہینے میں پیش آیا، ابن جزار نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ کی ہجرت سے تین سال پہلے ابوطالب کی وفات ہوئی۔

ابوطالب کو دعوت اسلام

مروی ہے کہ ابوطالب کی وفات کے وقت نبی اکرم ﷺ مسلسل فرماتے رہے: اے چچا ''لا الٰہ الا اللہ'' پڑھو، اس کلمے کے باعث قیامت کے دن تمہارے لیے شفاعت جائز ہوجائے گی۔

جب ابوطالب نے نبی اکرم ﷺ کی اس حرص کو دیکھا تو کہا: اے بھتیجے اللہ کی قسم! اگر قریش کی اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ وہ کہیں گے میں نے موت کے خوف سے کلمہ پڑھا ہے تو میں ضرور کلمہ پڑھتا میں تو آپ کو خوش کرنے کے لیے کلمہ پڑھوں گا۔ جب ابوطالب کی موت قریب آگئی تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کے ہونٹوں کو حرکت کرتے ہوئے دیکھا جب کان لگا کر سنا تو کہا! اے بھتیجے اللہ کی قسم! میرے بھائی نے وہ کلمہ کہا ہے جس کا آپ ﷺ نے اسے حکم دیا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے نہیں سنا۔ ابن اسحٰق کی روایت اسی طرح ہے کہ ابوطالب نے مرتے وقت اسلام قبول کیا تھا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۲ ص ۳۴۶ السیرہ النبویہ لابن ہشام جلد ۲ ص ۵۹)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل النبوۃ میں یونس بن بکیر کے طریق سے روایت کیا' وہ ابن اسحٰق سے اس حدیث کو اس طرح روایت کرتے ہیں کہ اسحٰق نے کہا! ہم سے عباس نے، انہوں نے عبداللہ بن معبد بن عباس سے انہوں نے اپنے گھر والوں میں سے کسی کے واسطے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرکے یہی بات ذکر کی۔ امام بیہقی فرماتے ہیں: یہ حدیث منقطع ہے۔

اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ ابوطالب کے لیے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی شہادت اگر ان (حضرت عباس) کے ایمان لانے کے بعد ہوتی تو مقبول ہوتی اور نبی اکرم ﷺ کے اس قول سے کہ میں نے نہیں سنا' رد نہ کی جاتی کیونکہ جب عادل شاہد کہتا ہے کہ میں نے سنا اور جو اس سے زیادہ عدل والا ہے وہ کہتا ہے میں نے نہیں سنا تو جو سننے کو ثابت کرتا ہے اس کا قول اختیار کیا جاتا ہے لیکن حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی شہادت ان کے ایمان لانے سے پہلے کی ہے۔

ابوطالب کی کفر پر موت

علاوہ ازیں صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ ابوطالب کی وفات کفر و شرک پر ہوئی ہے۔ جس طرح ہم نے صحیح بخاری کے حوالے سے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت نقل کی ہے۔

حتیٰ کہ ابوطالب نے ان لوگوں (ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ وغیرہ) سے آخری بات یہ کہی تھی کہ وہ عبدالمطلب کی ملت پر ہیں ''لا الٰہ الا اللہ'' پڑھنے سے انکار کردیا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں تمہارے لیے بخشش کی دعا مانگتا رہوں گا جب تک مجھے اس سے روکا نہ جائے۔

Marfat.com

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔

ترجمہ: ''نبی (ﷺ) اور ایمان والوں کے لیے جائز نہیں کہ وہ مشرکین کے لیے طلب مغفرت کریں اگر چہ وہ ان کے قریبی رشتہ دار ہوں''۔(التوبہ:۱۱۳)

اور ابو طالب کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے یوں فرمایا:

ترجمہ: ''بے شک آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت دیتا ہے''۔(القصص:۵۶)

(صحیح بخاری جلد ۲ ص ۷۰۳ کتاب التفسیر)

(نوٹ: ہدایت کی دو صورتیں ہیں: ایک راستہ دکھانا' دوسرا منزل تک پہنچانا۔ یہاں دوسری صورت یعنی منزل تک پہنچانے کی نفی ہے۔۱۲ ہزاروی) اور یہ جواب بھی دیا گیا کہ اگر ابو طالب کلمہ توحید کہتے تو اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے لئے طلب مغفرت سے منع نہ کرتا۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ ابو طالب آپ کی حفاظت کرتے' مدد کرتے اور آپ کے لیے غصہ کھاتے تھے تو کیا یہ امور ان کو فائدہ دیں گے؟ آپ نے فرمایا: ہاں (نفع دیں گے) میں نے ان کو دوزخ کی سختیوں میں پایا تو ان کو خفیف آگ کی طرف نکال دیا۔

(صحیح مسلم جلد اول ص ۱۱۵، باب شفاعۃ النبی ﷺ لابی طالب، صحیح بخاری جلد اول ص ۵۴۸ کتاب مناقب الانصار)

صحیحین میں بھی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: شاید قیامت کے دن ان کو میری شفاعت نفع دے اور ان کو ہلکی آگ میں رکھا جائے جو ان کے ٹخنوں تک پہنچے جس سے دماغ کھولے گا۔

(صحیح مسلم جلد اول ص ۱۱۵' باب شفاعۃ النبی ﷺ لابی طالب، صحیح بخاری جلد اول ص ۵۴۸ کتاب مناقب الانصار)

یونس کی ابن اسحٰق سے روایت میں یہ اضافہ ہے کہ اس سے ان کا دماغ کھولے گا حتیٰ کہ قدموں سے بہنے لگے گا۔

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی حکمت اور عمل کی جزاء کی مشابہت میں غور وفکر سے یہ بات ہے کہ ابو طالب مکمل طور پر نبی اکرم ﷺ کی حمایت کرتے تھے لیکن وہ عبد المطلب کی ملت پر ثابت قدم تھے۔حتیٰ کہ انہوں نے فوت ہوتے وقت کہا کہ میں عبد المطلب کی ملت پر ہوں' پس ان کے قدموں پر خاص طور پر عذاب مسلط کیا گیا کیونکہ وہ ان قدموں کے ذریعے اپنے آباء واجداد کی ملت پر تھے...... اللہ تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم پر ثابت قدم رکھے۔(السیرۃ النبوۃ لابن ہشام جلد اول ص ۲۵۸)

(علامہ شہاب الدین ابو العباس احمد بن ادریس الضہاجی) قرافی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح تنقیح فی الاصول میں لکھا ہے کہ کفار کی چار قسمیں ہیں[۱]۔ان میں سے ایک یہ کہ آدمی ظاہر وباطن سے ایمان لائے لیکن فروع پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے کافر ہو جس طرح ابو طالب کے بارے میں منقول ہے کہ وہ کہتے تھے: مجھے معلوم ہے کہ جو کچھ میرا بھتیجا کہتا ہے وہ سچ ہے اگر مجھے قریش کی عورتوں کی طرف سے عار دلانے کا خوف نہ ہوتا تو میں ان کی اتباع کرتا۔وہ اپنے شعر میں کہتے ہیں

[۱]......ابن اثیر نے النہایہ میں اور اسی طرح امام بغوی نے بھی ان چار اقسام کا ذکر کیا ہے جو اس طرح ہیں:

(الف) کفر انکار......اللہ تعالیٰ کو دل سے بھی نہ ماننا اور زبان سے بھی اعتراف نہ کرنا۔

(ب) کفر جحود......دل سے مانتا ہو لیکن زبان سے اقرار نہ کرے، جس طرح شیطان اور یہودی۔

(ج) کفر نفاق......زبان سے اقرار ہو دل سے نہ ہو۔

(د) کفر عناد......دل سے پہچان اور زبان سے اعتراف ہو لیکن دین اسلام کو اختیار نہ کرے۔

امام بغوی فرماتے ہیں: اس بارے میں چاروں صورتیں برابر ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو نہیں بخشے گا جب اس حالت پر مر جائیں۔

Marfat.com

لقد علموا ان ابننا لا مکذب یقینا ولا یغری لقول الاباطیل

''قریش کو یقین کے ساتھ علم ہے کہ ہمارا فرزند جھوٹ نہیں کہتا اور نہ جھوٹی باتوں کی طرف اس کی نسبت ہوتی ہے''۔

تو یہ بات زبان اور دل سے ایمان پر صریح ہے لیکن انہوں نے اذعان (اقرار) نہیں کیا۔

ابوطالب کی قریش کو وصیت

ہشام بن سائب کلبی یا ان کے باپ سے حکایت کی گئی ہے وہ فرماتے ہیں: حضرت ابوطالب کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے قریش کے معزز لوگوں کو جمع کر کے وصیت کی اور کہا:

اے گروہ قریش! تم اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے منتخب لوگ ہو مزید باتیں کہنے کے بعد کہا: میں تمہیں حضرت محمد ﷺ کے ساتھ خیر خواہی کی وصیت کرتا ہوں۔ آپ قریش میں امین اور عرب میں صدیق ہیں۔ میں تمہیں جن باتوں کی وصیت کرتا ہوں آپ ان سب کے جامع ہیں۔ آپ ایسا پیغام لائے ہیں جسے جنوں نے بھی قبول کیا اور تمہارے بغض کی وجہ سے زبانیں منکر ہوئیں۔ اللہ کی قسم! گویا میں عرب کے فقراء جنگلوں اور اطراف میں رہنے والوں اور ایسے لوگوں کو دیکھتا ہوں جن کو کمزور سمجھا جاتا ہے۔ انہوں نے آپ کی دعوت کو قبول کیا آپ کے کلمہ کی تصدیق کی اور آپ کی نبوت کو عظیم سمجھا' اور آپ نے ان لوگوں کو موت کی سختیوں میں مبتلا کر دیا جس سے قریش کے سردار اور بڑے بڑے لوگ ادنی درجہ میں چلے گئے۔ ان کے مکانات ویران ہوئے اور ان کے کمزور لوگ بادشاہ بن گئے اور جو ان پر بڑائی کا دعویٰ کرنے والے تھے وہ آپ کے زیادہ حاجت مند ہو گئے اور جو ان میں سے زیادہ دور رہتے تھے وہ زیادہ نصیب والے ہو گئے۔ عربوں نے آپ کے لیے اپنی دوستی کو خالص کیا اور آپ کی محبت میں اپنے دلوں کا جھکا دیا اور آپ کو اپنا قائد تسلیم کیا۔

اے قریش! تم ان کے مددگار بن جاؤ اور آپ کی جماعت کی حمایت کرو اللہ کی قسم! آپ کے راستے پر جو بھی چلتا ہے ہدایت پاتا ہے اور جو بھی آپ کی سیرت طیبہ کو اپناتا ہے سعادت مندی سے مشرف ہوتا ہے اگر مجھے مہلت ملتی اور میری موت میں تاخیر ہوتی تو میں سختیوں میں ضرور ان کی مدد کرتا اور آپ سے آفات کو دور کرتا...... پھر ابوطالب کا انتقال ہو گیا۔ (السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد اول ص ۲۵۹)

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا وصال

پھر ابوطالب کے وصال کے تین یا پانچ دن بعد ماہ رمضان المبارک میں بعثت کے دس سال بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہو گیا۔ یہ صحیح قول ہے۔

اس سال کو عام الحزن (غم کا سال) کہا جاتا ہے۔ ابومحمد صاعد بن عبدالبجلی[1] نے اسی طرح ذکر کیا ہے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کے ساتھ پچیس سال رہیں اور ان کے وصال کے چند دن بعد آپ نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔

طائف کی طرف تشریف لے جانا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے تین مہینے بعد جبکہ شوال کی چند راتیں باقی تھیں اور یہ نبوت کا دسواں سال تھا کہ نبی اکرم ﷺ طائف کی طرف اس لیے تشریف لے گئے کہ ابوطالب کی وفات کے بعد قریش نے آپ کو اذیت پہنچائی۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ (طبقات ابن سعد جلد اول ص ۲۱۱)

(مواہب اللدنیہ کا بیان ختم ہوا)

مندرجہ بالا میں بیان کیا گیا ہے کہ ابوطالب کے وصال کے تین یا پانچ دن بعد رمضان المبارک میں بعثت کے دس سال بعد سیدہ حضرت

---

[1] صاعد بن عبدالبجلی ابومحمد حرانی اس طبقہ میں مقبول شخصیت ہیں۔ جنہوں نے تبع تابعین سے احادیث کی ہیں۔

Marfat.com

خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا وصال ہو گیا۔ یہ صحیح قول ہے۔ اور اس سے نیچے سفر طائف میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے وصال کے تین مہینے بعد جبکہ شوال کی چند راتیں باقی تھیں نبوت کا دسواں سال تھا۔ طائف کا سفر فرمایا اور اس سے قبل ابو طالب کی وفات نبوت کے دسویں سال شوال میں بیان کی گئی ہے۔ رمضان کا مہینہ شوال سے پہلے آتا ہے اور ابو طالب کے وصال کے بعد تین یا چار دن کا تعین ہونا بھی دلالت کرتا ہے کہ سیّدہ کا وصال بھی شوال کے مہینہ ہی میں ہوا۔ یا ابو طالب کا وصال بھی رمضان المبارک میں ہوا۔ اگر دونوں کا وصال رمضان المبارک میں ہو تو پھر سفر طائف تین ماہ بعد ذوالحج کا مہینہ بنتا ہے اگر دونوں کا وصال شوال میں ہو تو پھر سفر طائف فرمانا محرم کے مہینے میں بنتا ہے۔ ''واللہ اعلم''۔ (مؤلف)

حضور ﷺ کا سفر طائف

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ حضرت ابو طالب کی وفات کے بعد حضور ﷺ کو کفار قریش سے ان کے مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا۔ جن کی ابو طالب کی زندگی میں وہ جرات نہ کر سکے۔ اس وقت حضور ﷺ طائف تشریف لے گئے تاکہ بنو ثقیف سے کچھ نصرت طلب کی جا سکے اور ان کے ساتھ مل کر اپنی قوم سے دفاع کر سکیں۔ آپ ﷺ کو امید تھی کہ شاید اہل طائف ہی اللہ تعالیٰ جل شانہ کا پیغام قبول کر لیں گے۔ اس لئے آپ ﷺ تنہا ہی تشریف لے گئے۔ مواہب اللدنیہ' جلد اول' ص ۱۶۹ میں یہ ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے تین ماہ بعد طائف کا سفر کیا۔ نبوت کے دسویں سال' بحوالہ طبقات ابن سعد' ج ۱' ص ۲۱۱ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ ''محمد بن کعب القرظی'' سے روایت کرتے ہیں کہ ہادیٔ حق ﷺ طائف پہنچ کر سب سے پہلے بنو ثقیف کے سرداروں کے پاس گئے۔ اس وقت ان کے چیدہ سرداروں میں تین بھائی تھے (۱) عبد یالیل بن عمرو بن عمیر (۲) مسعود بن عمرو بن عمیر (۳) حبیب بن عمرو بن عمیر بن عوف بن عقدہ بن غیرہ بن عوف بن ثقیف۔ ان میں سے ایک کی زوجیت میں قریش کی شاخ بنو جمیح کی ایک عورت تھی۔

جب مبلغ اعظم اسلام ﷺ نے ان کو دعوت اسلام دی تو وہ بہت سخت غصے میں آ گئے اور بہت برے الفاظ کے ساتھ آپ ﷺ کی بے ادبی کرتے ہوئے بکواس کیا اور مخالفت میں کافی کچھ بیان کیا۔ حضور ﷺ بنو ثقیف کی بھلائی سے مایوس ہو کر فرمایا: ''تم نے میرے ساتھ جو سلوک کرنا تھا کر لیا اور اب اسے پوشیدہ رکھنا'' آپ ﷺ نے یہ ناپسند کیا کہ اس برے سلوک کی خبر آپ ﷺ کی قوم تک پہنچ جائے اور اس سے ان کی بغاوت و سرکشی میں اضافہ ہو لیکن انہوں نے اپنے اس برے رویئے کو پوشیدہ نہ رکھا۔ انہوں نے اپنے بے وقوف لوگوں اور غلاموں کو ترغیب دی اور وہ آپ ﷺ کے ارد گرد کافی تعداد میں جمع ہو کر طرح طرح کی بکواس کر کے بے ادبی کرنے لگے۔ آپ ﷺ عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ کے باغ میں پہنچ گئے اور انگور کی بیل کے سائے میں تشریف فرما ہوئے۔

ربیعہ کے دونوں بیٹے آپ ﷺ کو بھی دیکھ رہے تھے اور اس برے سلوک کو بھی دیکھ رہے تھے جو اہل طائف کے احمق کر رہے تھے۔ حضور ﷺ بنو جمیح کی اس خاتون سے ملے جس کی شادی بنو ثقیف میں ہوئی تھی اور فرمایا: ''ہمیں تیرے سسرال سے کیسے برے رویہ کا سامنا کرنا پڑا''

(الروض الانف' شرح سیرت ابن ہشام' جلد دوئم' ص ۳۳۸ تا ص ۳۴۱)

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ موسیٰ بن عقبہ نے حضور ﷺ پر ڈھائے جانے والے ستم کے بیان میں یہ اضافہ کیا ہے کہ جہاں سے حضرت مصطفیٰ ﷺ گزرنا تھا۔ اہل طائف وہاں دو رویہ صفیں بنا لیں۔ جب آپ ﷺ قدم مبارک اٹھاتے تو ظالم اہل طائف آپ ﷺ کے ٹخنوں پر پتھروں کی بارش کر دیتے حتیٰ کہ آپ ﷺ کے نعلین مبارک خون سے رنگین ہو گئے۔ علامہ التیمی نے یہ ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے جب آپ ﷺ کو پتھر لگتا۔ آپ ﷺ زمین پر بیٹھ جاتے۔ ظالم آپ ﷺ کے بازوؤں سے پکڑ کر آپ ﷺ کو اٹھاتے۔ جب آپ ﷺ قدم

Marfat.com

بڑھاتے تو وہ پتھر برسانے لگتے اور مذاق اڑاتے۔حتیٰ کہ آپ ﷺ عتبہ و شیبہ کے باغ میں پہنچ گئے۔(الروض الانف' جلد دوئم' ص ۳۳۹)

جب حضور ﷺ کو قدرے اطمینان ملا تو آپ ﷺ بارگاہ ربوبیت میں یوں دعا گو ہوئے (عربی عبارت کا اردو ترجمہ) مولا میں اپنی طاقت کی کمزوری اور عمل کی قوت کی کمی اور لوگوں کی نگاہوں میں اپنی بے بسی کا شکوہ تیری بارگاہ میں کرتا ہوں۔

اے ارحم الراحمین! تو کمزوروں کا رب ہے اور تو میرا بھی رب ہے تو مجھے کس کس کے حوالے کرتا ہے؟ ایسے کے حوالے کرتا ہے جو ترش روئی سے میرے ساتھ سلوک کرتا ہے؟ تو نے میری قسمت کا مالک کسی دشمن کو بنا دیا ہے؟ اگر تو مجھ پر ناراض نہ ہو تو پھر مجھے ان تکلیفوں کی کوئی پرواہ نہیں۔ پھر بھی تیری طرف سے عافیت اور سلامتی میرے لئے زیادہ دل کشا ہے۔میں پناہ مانگتا ہوں تیری ذات کے نور کے ساتھ جس سے تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں۔دنیا و آخرت کے کام سنور جاتے ہیں کہ تو مجھ پر اپنا غضب نازل کرے اور مجھ پر اپنی ناراضگی اتارے۔ میں تیری رضا طلب کرتا رہوں گا۔حتیٰ کہ تو مجھ سے راضی ہو جائے۔تیری ذات کے علاوہ میرے پاس کوئی طاقت نہیں ہے۔

جب عتبہ اور شیبہ نے اہل طائف کا یہ وحشیانہ سلوک دیکھا تو انہیں ترس آیا۔انہوں نے اپنے نصرانی غلام کو بلایا۔اس غلام کا نام عداس تھا۔ انہوں نے اس سے کہا انگوروں کا ایک گچھا لو۔اسے طشت میں رکھو۔پھر اسے اس شخص کے پاس لے جاؤ اور اسے کھانے کے لئے عرض کرو۔عداس نے انگور توڑ کر ٹرے میں رکھ کر نبی محترم ﷺ کے حضور لے گیا۔حضور ﷺ نے کھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا اور زبان اقدس سے فرمایا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پھر تناول فرمانا شروع کیا۔عداس نے آپ ﷺ کی طرف دیکھا پھر کہا: ''قسم بخدا ان شہروں کے لوگ کھانا کھاتے وقت یہ کلام نہیں پڑھتے'' حضور ﷺ نے اس سے پوچھا: ''اے عداس! تیرا تعلق کس علاقے سے ہے اور تیرا دین کیا ہے؟'' اس نے عرض کی: ''میں نصرانی ہوں اور میرا تعلق اہل نینویٰ سے ہے'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تیرا تعلق پاکباز مرد حضرت یونس بن متی علیہ السلام کی بستی سے ہے؟'' عداس نے عرض کی: ''حضرت یونس بن متی علیہ السلام کو آپ ﷺ کیسے جانتے ہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ میرے بھائی ہیں' وہ نبی تھے میں بھی نبی ہوں' یہ سن کر عداس جھکا اور حضور ﷺ کا سر مبارک' دست اقدس اور قدم مبارک چومنے لگا۔ربیعہ کے بیٹوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا اس شخص نے تو تیرے غلام کو بھی خراب کر دیا ہے۔

جب عداس ان کے پاس آیا تو انہوں نے کہا ''عداس! تیرے لئے ہلاکت ہو تو اس شخص کے ہاتھ پاؤں اور سر کو کیوں چومنے لگا تھا؟''۔عداس نے کہا: ''میرے سردار! اس وقت روئے زمین پر ان سے افضل ہستی اور کوئی نہیں ہے۔انہوں نے مجھے اس چیز کی خبر دی ہے جسے صرف نبی ہی جان سکتا ہے' انہوں نے کہا: ''عداس! وہ تجھے تیرے دین سے منحرف نہ کر دے۔تیرا دین اس کے دین سے بہتر ہے''۔(سیرت ابن ہشام جلد دوئم' ص ۳۴۳ تا ۳۴۵)

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے ایک اشارہ بھی ملتا ہے کہ مشرک کا ہدیہ قبول کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔اس ہدیہ سے لے کر اسے کھا لینا چاہئے۔علامہ تیمی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ عداس نے جب حضرت یونس بن متا علیہ السلام کا تذکرہ سنا تو اس نے کہا بخدا! جب میں نینویٰ سے نکلا تو وہاں کے دس افراد بھی متی کو نہیں جانتے تھے۔آپ ﷺ نے حضرت یونس علیہ السلام کو کیسے جان لیا۔حالانکہ آپ ﷺ امی ہیں اور آپ ﷺ کی قوم بھی ان پڑھ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ میرے بھائی ہیں۔وہ بھی نبی تھے میں بھی نبی ہوں'' بیان کیا جاتا ہے کہ جب عداس کے سرداروں نے غزوۂ بدر کے لئے جانا چاہا تو انہوں نے عداس کو بھی ساتھ جانے کے لئے کہا۔اس نے کہا: ''کیا تم اس شخص سے جنگ کرنے کے لئے جا رہے ہو جس کی زیارت میں نے تمہارے باغ میں کی تھی۔قسم بخدا! اس کے سامنے تو پہاڑ بھی نہیں ٹھہر سکتے؟'' کہا جاتا ہے کہ عتبہ اور شیبہ نے کہا ''عداس! انہوں نے اپنی زبان سے تجھے مسحور کر دیا ہے''۔(الروض الانف شرح سیرت ابن ہشام' جلد دوئم' ص ۳۴۴)

Marfat.com

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جب نبی اکرم ﷺ کو اہل طائف سے اس وحشیانہ سلوک کا سامنا کرنا پڑا اور آپ ﷺ نے وہ رقت آمیز دعا فرمائی جو پہلے تحریر ہو چکی ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے ان کے ساتھ پہاڑوں کا فرشتہ بھی تھا۔ اس کا ثبوت اس حدیث مبارکہ سے ملتا ہے جسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کی ''کیا آپ ﷺ پر غزوہ احد کے دن سے بھی مشکل دن گزرا ہے'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب میں طائف گیا۔ وہ دن مجھ پر اس دن سے کہیں شدید تھا۔ میں نے ابن عبد یالیل بن عبد کلال کو اسلام کی دعوت دی لیکن اس نے میرے دعوت قبول نہ کی۔ میں غم اور پریشان حال واپس آنے لگا۔ جب میں ''قرن ثعالب'' کے مقام پر پہنچا تو میں نے اوپر سر اٹھایا۔ مجھے اپنے اوپر ایک بادل سایہ فگن نظر آیا۔ میں نے دیکھا اس میں حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے۔ انہوں نے کہا ''اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کی قوم کی گستاخانہ باتیں سن لی ہیں۔ اس نے ان کے بے ادبانہ جوابات بھی سن لئے ہیں۔ اس نے آپ ﷺ کے پاس پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے۔ یہ آپ ﷺ کا ہر حکم بجالائے گا'' پھر مجھے پہاڑوں کے فرشتے نے صدا دی۔ مجھے سلام عرض کیا اور کہا ''یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کو اختیار ہے۔ اگر آپ ﷺ پسند فرمائیں تو میں یہ دو پہاڑ ان پر گرا دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسی اولاد پیدا کرے گا جو خدائے یکتا کی عبادت کرے گی اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گے'' واہ سبحان اللہ قربان جائیں آپ ﷺ کے صبر جمیل پر۔ (الروض الانف شرح سیرت ابن ہشام جلد دوئم ص ۳۴۵)

نصیبین کے جنات

حضور ﷺ بنو ثقیف سے مایوس ہو کر مکہ معظمہ واپس آ رہے تھے۔ آپ ﷺ مقام نخلہ پر پہنچے تو نصف شب کو آپ ﷺ کھڑے ہو کر نماز ادا فرمانے لگے۔ اسی اثناء میں جنات کا ایک گروہ آپ ﷺ کے پاس سے گزرا وہ نصیبین کے جن تھے۔ ان کی تعداد سات تھی (روض الانف جلد دوئم ص ۳۴۶) پر ان کے یہ نام بیان کئے گئے۔ (۱) منشی (۲) ماشی (۳) شامر (۴) ماصر (۵) احقب ابن درید نے صرف یہی نام لکھے ہیں) انہوں نے قرآن پاک کی تلاوت سنی جب آپ ﷺ کی تلاوت سے فارغ ہوئے تو وہ اپنی قوم کو ڈرانے والے بن کر چلے گئے۔ وہ ایمان لے آئے تھے اور آپ ﷺ کی دعوت پر لبیک کہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس قصہ کو ان آیات میں بیان کیا ہے۔

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ (احقاف: ۲۹)

''اور جس وقت ہم نے متوجہ کیا آپ ﷺ کی طرف جنات کی ایک جماعت کو۔ آپ ﷺ فرمایئے میری طرف وحی کی گئی ہے کہ بڑے غور سے سنا ہے (قرآن کو) جنوں کی ایک جماعت نے کہ وہ قرآن سنیں تو جب آپ کی خدمت میں پہنچے تو بولے خاموش ہو کر سنو پھر جب تلاوت ہو چکی تو لوٹے اپنی قوم کی طرف ڈر سناتے ہوئے۔ انہوں نے جا کر کہا۔ اے ہماری قوم ہم نے آج ایک کتاب سنی جو اتاری گئی ہے (موسیٰ علیہ السلام) کے بعد تصدیق کرنے والی ہے۔ پہلی کتابوں کی رہنمائی کرتی ہے۔ حق کی طرف اور راہ راست کی طرف اے ہماری قوم! قبول کر لو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی دعوت کو۔ اس پر ایمان لے آؤ''۔ (سیرت ابن ہشام جلد ۲ ص ۳۴۶)

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے مسلم شریف کی حدیث بیان کی ہے ''ہر وہ ہڈی جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو لیکن ابوداؤد کی روایت اس طرح ہے۔ ہر وہ ہڈی جس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو۔ اکثر احادیث ابوداؤد کی روایت کردہ حدیث کے موافق ہیں۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ مسلم کی روایت مومن جنات اور دوسری روایت کافر جنات کے لئے ہے۔ یہ قول درست ہے۔ صحیح حدیث اسی کی تائید کرتی ہے اس حدیث میں اس شخص کا بھی رد ہے جو کہتا ہے جنات کھاتے پیتے نہیں اور صحیح روایت میں ہے کہ جنات نے ''لیلۃ الجن'' کو حضور

Marfat.com

ﷺ سے ایک (اپنی خوراک کے لئے) درخت کے متعلق اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے انہیں فرمایا: ''ہر وہ ہڈی جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا وہ ان کے ہاتھ آ جائے۔ وہ ان کی خوراک ہوگی اس ہڈی پر گوشت چڑھ جائے گا اور ہر قسم کی مینگنیاں ان کے جانوروں کا چارہ ہوں گی' ابن سلام اپنی تفسیر میں اضافہ کیا ہے کہ مینگنیاں ان کے جانوروں کے لئے سرسبز و شاداب ہو جاتی ہیں۔ اسی لئے حضور ﷺ نے ہڈی اور لید وغیرہ سے نجا کرنے سے منع فرمایا ہے اسی طرح ایک اور حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سفر میں ایک سانپ نے حضور ﷺ کے سامنے آ کان میں سرگوشی کی۔ عرض کرنے پر حضور ﷺ نے فرمایا: ''اس نے مجھے بتایا ہے کہ اس کا تعلق جنات سے ہے۔ اس نے عرض کی کہ میں اپنی ت کو حکم دوں کہ وہ لید اور ہڈی سے استنجا نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ اشیاء ہمارے لئے رزق بنا دی ہیں''۔ (الروض الانف' جلد دوئم' ص ۳۴۶' ۳۴۷)

مندرجہ بالا احادیث کی بعض نے مختلف تاویلیں کی ہیں کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے۔ جنات کی تین قسمیں ہیں (۱) بعض جنات سانپوں شکلوں میں ہیں (۲) بعض جنات کالے کتوں کی شکل میں ہیں (۳) بعض ہوا نما ہیں جو محو پرواز رہتے ہیں۔ بعض راویوں نے یہ اضافہ کیا ہے۔ ایک قسم عازم رہے اور اقامت گزیں کم ہوتی ہے۔ یہی بھوت ہیں شاید یہی قسم اڑنے والی ہو جو نہ کھاتی ہے نہ پیتی ہے۔ (روض الانف' جلد دوئم' ص ۳۴۶' ۳۴۷) ''واللہ اعلم''

Marfat.com

خصوصیتِ معراج

(کتاب ''رحمۃ للعالمین'' جلد سوم کا ص ۱۲۱ تا ۱۲۳ اور جلد اوّل کا ص ۶۴ تا ۶۷ نقل کیا جاتا ہے)

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ۝ (پ۱۵)

ناظرین یاد رکھیں کہ معراج نبی ﷺ ان خصوصیات میں سے ہے جس میں اور کوئی نبی ورسول حضور ﷺ کا سہیم نہیں۔

لفظ ''معراج'' کا مادہ ''عروج'' ہے چونکہ احادیث میں الفاظ عُرِجَ لِیۡ استعمال فرمائے گئے تھے۔ لہٰذا اس واقعہ مبارکہ کے لیے لفظ ''معراج'' خاص ہو گیا۔

لفظ ''معراج'' کے معنی زینہ بھی ہیں چونکہ عروج وارتقاء منزل بہ منزل ہوا تھا۔ لہٰذا واقعہ باطنی کے لیے یہ تشبیہہ ظاہری بھی خوب ہے۔

تعدد معراج

علماء میں سے بعض تعدد معراج کے قائل ہوئے ہیں اور لفظ ''اسریٰ'' ولفظ ''معراج'' کے معانی کا فرق بتلایا ہے اور اسی لیے انہوں نے ان واقعات کے لیے مختلف سالوں اور مہینوں کا ذکر کیا ہے مگر حافظ ابن کثیرؒ نے' جو بڑے محقق ہیں' اپنی تفسیر میں لکھ دیا ہے کہ تعدد معراج کا قول مطلقاً بے سند ہے اور احادیث صحیحہ کے مفہوم کے بھی مخالف ہے۔

تعین زمانہ

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت صحیح بخاری میں ہے کہ اُم المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات تین سال قبل از ہجرت تھی۔ دوسری روایت ہے طاہرہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات فرضیت نماز پنجگانہ سے پیشتر تھی (بخاری عن عائشہ) نتیجہ یہ ہوا کہ واقعہ معراج بعد از وفات سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا تھا اور اس واقعہ کو ہجرت سے تین سال زیادہ کا تاخر نہیں دے سکتے۔

ذکر ہجرت کا آغاز عقبہ کی اس اوّلین ملاقات سے جس میں انصار کے صرف چھ اشخاص حضور ﷺ سے ملے تھے' شروع ہو جاتا ہے۔ لہٰذا واقعہ معراج کو ہجرت سے قریب ترین تعلق ہے۔ امام ابن عبدالبر نے واقعہ معراج کو دیباچہ الاستیعاب میں ۵۲ ولادت نبوی کا بتلایا ہے۔ نیز انہوں نے لکھا ہے کہ اس کی تفصیلی بحث انہوں نے کتاب ''التمہید'' میں کی ہے۔ زرقانی کہتے ہیں کہ امام ابن عبدالبرؒ اور امام ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری اور امام نووی (تبعاً للرافعی) نے معراج کے لیے ماہِ رجب کا تعین کیا ہے۔

Marfat.com

حافظ عبدالغنی بن عبدالواحد بن علی بن سرور المقدسی وفات ۱۳ ربیع الآخر ۶۰۰ھ نے ستائیسویں رجب کو جملہ اقوال پر ترجیح دی ہے اور ھا ہے کہ ہمیشہ سے عملاً اسی تاریخ پر اتفاق کیا گیا ہے۔

مندرجہ بالا اقوال کا نتیجہ یہ ہوا کہ معراج ستائیسویں رجب ۵۲ ولادت نبوی کو ہوا تھا۔

میں نے نبی ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کے متعلق ۲۳ سالہ جنتری خود تیار کی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ماہِ رجب ۵۲ کا پہلا دن جمعہ ا۔ لہٰذا ستائیسویں رجب کی شب کے بعد طالع ہونے والا دن چہار شنبہ تھا اور اسلامی طریق سے شبِ معراج بھی شب چہار شنبہ ھا۔

راویانِ احادیثِ معراج مع حوالہ کتب احادیث

ذیل میں دکھلایا جاتا ہے کہ احادیث معراج کن کن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کن کن دواوین حدیث میں مروی ہے۔

۱-حدیث انس بن مالک رضی اللہ عنہ

- الف: صحیح بخاری وابن جریر — بطریق شریک بن عبداللہ عن انس رضی اللہ عنہ
- ب: صحیح مسلم — بطریق ثابت عن انس رضی اللہ عنہ
- ج: نسائی وابن ماجہ — بطریق یزید بن مالک عن انس رضی اللہ عنہ
- د: ابن ابی حاتم — بطریق دیگر از یزید بن مالک
- ہ: ابن جریر وابن مردویہ — بطریق عبدالرحمٰن بن ہاشم عن انس رضی اللہ عنہ۔
- و: احمد وترمذی، بیہقی وعبد بن حمید وابن جریر وابن مردویہ وابونعیم — بطریق قتادہ عن انس رضی اللہ عنہ
- ز: ابوداؤد واحمد — بطریق عبدالرحمٰن بن جبیر عن انس رضی اللہ عنہ
- ح: ابن مردویہ — بطریق قتادہ سلیمان التیمی وعلی بن زید عن انس رضی اللہ عنہ
- ط: ابن سعد، سعید بن منصور بزار، بیہقی، ابن عساکر — عن ابی عمران الجونی عن انس رضی اللہ عنہ

۲-حدیث جابر بن عبداللہ۔ صحابی بن صحابی

- الف: صحیح بخاری وصحیح مسلم — عن جابر

۳-حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما

- الف: صحیحین — من طریق قتادہ عن ابی العالیہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما

Marfat.com

ب: صحیح مسلم	ایضاً عن ابن عباس رضی اللہ عنہ
ج: احمد، ابونعیم، ابن مردویہ بسند صحیح	من طریق قابوس عن ابیہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ
د: احمد، ابویعلیٰ، ابونعیم، ابن مردویہ	من طریق عکرمہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ
ہ: احمد، نسائی، بزار، طبرانی بیہقی، ابن مردویہ	من طریق سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنہ
و: ابن مردویہ	من طریق شہر بن حوشب عن ابن عباس رضی اللہ عنہ

۴- حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ

الف: صحیح بخاری	من طریق علقمہ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ
ب: صحیح مسلم	من طریق مرۃ الہمدانی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ
ج: صحیح مسلم وبیہقی وابونعیم	من طریق زر عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ
د: احمد، ابن ماجہ، سعید بن منصور وحاکم صححہ	من طریق موثر بن غفار عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ
ہ: ترمذی وحسنہ وابن مردویہ	من طریق عبدالرحمٰن عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ
و: بزار، ابویعلیٰ حارث بن ابی اسامہ، طبرانی، ابونعیم، ابن عساکر	من طریق عاصمہ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ

۵- حدیث مالک بن صعصعہ[1] رضی اللہ عنہ

الف: صحیح بخاری ومسلم واحمد مالک حدثہ	من طریق قتادہ عن انس رضی اللہ عنہ

۶- حدیث ابی ذر رضی اللہ عنہ

الف: صحیحین مسلم	من طریق الزہری عن انس قال کان ابوذر یحدث بسندہ عن ابی ذر

۷- حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ

الف: صحیح مسلم واحمد وابن مردویہ	من طریق ابی سلمہ
ب: احمد، ابن ماجہ، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ	من طریق ابی الصلت
ج: ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، بزار، ابویعلیٰ، بیہقی	من طریق ابی العالیۃ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ
د: ابن مردویہ	من طریق سلیمان التیمی
ہ: سعید بن منصور، ابن سعد طبرانی (اوسط) ابن مردویہ	عن ابی وہب مولیٰ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ

۸- حدیث حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ

الف: احمد بن شیبہ، ترمذی حاکم وصححاہ ونسائی وابن جریر وابن مردویہ، بیہقی	عن حذیفہ

۹- حدیث سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ

الف: ابن مردویہ	عن سمرہ رضی اللہ عنہ

۱۰- حدیث سہل بن سعد رضی اللہ عنہ

الف: ابن عساکر	عن سہل بن سعد رضی اللہ عنہ

۱۱- حدیث شداد بن اوس رضی اللہ عنہ

الف: ابن ابی حاتم بیہقی وصححہ بزار، طبرانی، ابن مردویہ	عن شداد رضی اللہ عنہ

۱۲- حدیث صہیب رضی اللہ عنہ

الف: طبرانی، ابن مردویہ	عن صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ

۱۳- حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ

الف: ابوداؤد، طبرانی (اوسط) بیہقی	عن ابن عمر رضی اللہ عنہ

۱۴- حدیث ابن عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ

الف: ابن مردویہ	عن عمرو بن شعیب عن ابی عن جدہ۔

[1] نہایت قلیل الروایت ہیں۔ یہی ایک حدیث ان سے بطریق صحیح محفوظ ہے جو نہایت اتفاق سے مروی ہے۔ ۱۲ منہ۔

Marfat.com

۱۵- حدیث عبداللہ بن اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ (صحابی بن صحابی)

الف: بزار، ابن قانع، ابن عدی بغوی، ابن عساکر | عن عبداللہ بن اسعد رضی اللہ عنہ

۱۶- حدیث ابوایوب رضی اللہ عنہ

الف: ابن ابی حاتم، ابن مردویہ | عن ابی ایوب رضی اللہ عنہ

۱۷- حدیث ابی حیہ رضی اللہ عنہ

الف: طبرانی، ابن قانع ابن مردویہ | عن ابی حیہ

۱۸- حدیث ابی العمراء رضی اللہ عنہ

الف: طبرانی ابن قانع، ابن مردویہ | عن ابی العمراء

۱۹- حدیث ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ

الف: ابن جریر، ابن المنذر ابن ابی حاتم، ابن مردویہ بیہقی، ابن عساکر | من طریق ابی ہارون العبدی

ب: ابن مردویہ | من طریق ابی نضرۃ عن ابی سعید رضی اللہ عنہ

ج: ابن مردویہ من وجہ آخر | عن ابی نضرۃ

د: ابن مردویہ من وجہ آخر | من طریق قمہ عن ابی سعید

۲۰- حدیث ابی یعلیٰ رضی اللہ عنہ

الف: طبرانی (اوسط) ابن مردویہ | من طریق محمد بن عبدالرحمٰن

۲۱- حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

الف: ابن مردویہ، حاکم وصححہ بیہقی | من طریق زہری عن عروہ

۲۲- حدیث اسماء بنت الصدیق رضی اللہ عنہا

۲۳- حدیث ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا

الف: ابن اسحٰق، ابن جریر | عن الکلبی عن ابی صالح عن ام ہانی رضی اللہ عنہا

۲۴- حدیث عمر فاروق رضی اللہ عنہ

الف: احمد | عن عبید بن آدم عن امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ

ب: ابن مردویہ | من طریق مغیرہ بن عبدالرحمٰن

۲۵- حدیث ابی سفیان اموی رضی اللہ عنہ

الف: ابونعیم عن محمد بن کعب القرظی | عن ابی سفیان، بطریق ایمیا (موقوف)

۲۶- حدیث امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ

الف: طبرانی | من طریق الحسین عن ابیہ

ب: ابونعیم | من طریق محمد بن الحنفیہ رضی اللہ عنہ

ج: ابن مردویہ | من طریق زید بن علی بن آبائہ عن علی رضی اللہ عنہ

۲۷- حدیث عبدالرحمٰن بن قرط الشمالی رضی اللہ عنہ

الف: سعید بن منصور، طبرانی ابن مردویہ، ابونعیم (فی المعرفہ) | عن عبدالرحمٰن بن قرط

۲۸- حدیث بریدہ رضی اللہ عنہ

الف: ترمذی، حاکم صححہ وابونعیم، ابن مردویہ، بزار | عن بریدہ رضی اللہ عنہ

صحابہ رضوان اللہ علیہم جس قدر راویانِ حدیث ہیں' ان میں کی مہاجر بھی ہیں اور مدنی انصار بھی۔ واقعہ معراج مکہ معظمہ میں ہوا لیکن یہ خیال غلط ہے کہ انصار اصحاب نے بعد میں جو کچھ بیان کیا وہ مہاجرین سے سنا ہوا تھا۔

اوّل تو راوی صحابہ کی خود صراحت کہ انہوں نے حدیث کو نبی ﷺ تک پہنچایا' اس بارے میں کافی دلیل ہے۔

Marfat.com

دوم یہ قدرتی امر ہے کہ جب انصار کبار نے معراج کے متعلق اپنے مہاجر بھائیوں سے کچھ سنا تو ان کے شوق وذوق کا تقاضا یہی ہونا چاہیے تھا کہ وہ خود سرورِ عالم ﷺ کی زبان سے سننے کی درخواست کرتے۔ جیسا کہ محدثین میں ہمیشہ علو اسناد کے حاصل کرنے کا شوق پایا گیا ہے۔ یہ صرف قیاس ہی نہیں بلکہ بعض روایات میں صراحتاً اس کی بابت الفاظ موجود ہیں۔ حدیث شداد بن اوس رضی اللہ عنہ میں ہے:

قُلْنَا یَارَسُوْلَ اللهِ كَيْفَ اُسْرِیَ بِكَ لفظ قُلْنَا پر غور کرنا چاہیے کہ یہ درخواست ایک مجمع صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف سے تھی۔

صحیحین کی روایت مالک بن صعصعہ میں ہے۔ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُمْ (خود نبی کریم ﷺ نے ان سے حدیث بیان فرمائی)

لہٰذا معراج کی احادیث مرفوعہ خواہ ان کے راوی مہاجرین ہیں یا انصار سب کی سب نبی ﷺ سے سنی ہوئی ہیں۔

بعض صحابہ مثلاً ابن عباس اور انس رضی اللہ عنہم ایسے بھی ہیں، جنہوں نے نبی ﷺ سے روایت براہِ راست بھی کی ہے اور بالواسطہ کسی دوسرے صحابی سے بھی۔ ان کی طرف سے ہر دو گونہ روایات ہیں۔ اس تمیز کا قائم رکھنا بھی ثابت کرتا ہے کہ انہوں نے مرسل کو مرفوع کہنے کی جرأت کبھی نہیں کی۔

یہ امر اور بھی موجب اطمینان ہے کہ صحیحین کی احادیث واقعہ معراج کے متعلق زیادہ مکمل اور زیادہ مفصل ہیں۔

اب واقعاتِ معراج کو بیان کیا جاتا ہے

۱۔ صحیح مسلم کی حدیث میں طریق ثابت عن انس میں ہے۔ ''میں سواری پر سوار ہوا اور بیت المقدس پہنچا۔ سواری کو اسی حلقہ سے باندھ دیا جس سے انبیاء اپنی سواریاں باندھا کرتے تھے۔ مسجد میں جا کر میں نے دو رکعت نماز ادا کی اور وہاں سے آسمان کی طرف عروج ہوا۔''

۲۔ ابن ابی حاتم کی ایک روایت عن یزید بن ابی مالک عن انس میں نماز بیت المقدس کے متعلق یہ صراحت ہے کہ:۔

''میرے پہنچ جانے کے بعد وہاں بہت سے لوگ جمع ہو گئے، اذان دی گئی اور اقامت کہی گئی۔ صفیں درست ہوئیں، میں انتظار میں تھا کہ نماز کون پڑھائے گا۔ جبرئیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے آگے کھڑا کر دیا۔ بعد از نماز جبرئیل علیہ السلام نے پوچھا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے پیچھے کن لوگوں نے نماز پڑھی ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ سب وہ انبیاء ہیں جو منجانب اللہ مبعوث ہو چکے۔''

۳۔ امام احمد کی روایت عن عبید بن آدم میں بیت المقدس کے متعلق یہ صراحت ہے کہ:

''جب امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس پہنچے تب کعب سے پوچھا کہ مجھے نماز کہاں پڑھنی چاہیے؟ اس نے کہا صخرہ کے پیچھے۔ امیر المومنین نے کہا نہیں، میں وہاں پڑھوں گا جہاں نبی ﷺ نے پڑھی تھی۔''

مالک بن صعصعہ کی حدیث میں طریق انس رضی اللہ عنہ بھی صحیحین میں موجود ہے۔

مالک بن صعصعہ نہایت قلیل الروایت ہیں۔ حتیٰ کہ اکثر محدثین کا خیال ہے کہ اس ایک حدیث کے سوا ان سے اور کوئی حدیث مروی ہی نہیں۔ ایسے بزرگوار نے حدیث کو نہایت ہی اتقان کے ساتھ یاد رکھا اور روایت کیا ہو گا کیونکہ ان کی ساری عمر کی کمائی یہی ہے اور غالباً یہی پختہ ہے کہ انس نے خود مرفوعاً روایت کرنے کے بعد بھی بزرگوار ابن صعصعہ سے روایت کرنا اپنے لیے موجب فخر و مسرت سمجھا۔ اب مالک بن صعصعہ والی حدیث ہی کا ترجمہ پیش کرتا ہوں۔

''نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا (قتادہ نے لفظ ''حطیم'' کی جگہ کہیں لفظ ''حجر'' بھی استعمال کیا ہے۔ دونوں نام ایک ہی مقام کے ہیں یعنی خانہ کعبہ کے اندر کی وہ زمین جسے قریش نے باہر چھوڑ دیا تھا) جب آنے والا (جبرئیل) میرے پاس آیا، اس نے اپنے ساتھی (میکائیل) سے کہا کہ ان تین میں سے درمیان والے نبی ﷺ ہیں پھر وہ میرے پاس آیا، سینہ سے لے کر زیر ناف تک میرا جسم شق کیا پھر سونے کا

Marfat.com

طشت لایا گیا جو ایمان وحکمت سے پُر تھا۔ میرے قلب کو دھویا اور ایمان وحکمت سے بھر دیا پھر زخم درست کر دیا پھر میرے لیے سواری لائی گئی جس کا قد خچر سے کم اور حمار سے اونچا تھا۔ اس کا قدم اس کی حد بصر تک پڑتا تھا۔ مجھے سوار کیا گیا' جبرئیل علیہ السلام میرے ساتھ ساتھ چلا' آسمان دنیا تک مجھے لے کر پہنچ گیا' دروازہ کھلوایا' اندر سے پوچھا' کون ہے؟ کہا جبرئیل۔ کہا تمہارے ساتھ کون ہیں؟ کہا محمد ﷺ۔ انہوں نے کہا کیا آپ کو بلوایا گیا؟ جبرئیل نے کہا ہاں۔ فرشتوں نے مرحبا کہا اور کہا خوب تشریف لائے' دروازہ کھلا' میں اندر گیا تو وہاں آدم تھے۔ جبرئیل نے کہا یہ تمہارے ابا آدم علیہ السلام ہیں' سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا اور ابن صالح ونبی صالح فرما کر مرحبا بھی کہا۔

پھر جبرئیل دوسرے آسمان تک پہنچا' دروازہ کھلوایا (وہی گفتگو پہلے آسمان والی ہوئی) میں اندر گیا تو وہاں یحییٰ وعیسیٰ علیہما السلام تھے۔ یہ دونوں خالہ زاد ہیں۔ جبرئیل نے بتایا کہ یہ یحییٰ وعیسیٰ علیہما السلام ہیں' سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا اور اخ صالح ونبی صالح کہہ کر مرحبا بھی کہا۔

پھر تیسرے آسمان پر گئے۔ وہی گفتگو ہوئی' دروازہ کھلا۔ وہاں یوسف علیہ السلام تھے۔ سلام وجواب کے بعد انہوں نے بھی اخ صالح ونبی صالح کے الفاظ میں مرحبا کہا۔

پھر جبرائیل چوتھے آسمان تک بلند ہوا۔ دروازہ کھولنے کو کہا۔ پوچھا کون؟ کہا جبرئیل۔ پوچھا تمہارے ساتھ کون ہیں؟ کہا محمد ﷺ۔ پوچھا کیا بلوائے گئے ہیں؟ کہا ہاں۔ فرشتوں نے مرحبا کہا اور میرے جانے پر اظہار خوشی کیا۔ اندر گئے تو وہاں ادریس علیہ السلام تھے۔ میں نے سلام کیا' انہوں نے جواب دیا اور اخ صالح ونبی صالح کہہ کر مرحبا کہا۔

اسی طرح پانچویں آسمان والے فرشتوں کی بات جبرئیل علیہ السلام سے ہوئی۔ میں اندر گیا وہاں ہارون علیہ السلام ملے۔ سلام کا جواب دے کر مجھے اخ صالح ونبی صالح کے ساتھ مرحبا کہا۔

اسی طرح چھٹے آسمان پر جبرئیل علیہ السلام اور فرشتوں کی گفتگو ہوئی۔ میں اندر گیا تو وہاں موسیٰ علیہ السلام ملے۔ میں نے سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا اور اخ صالح ونبی صالح کہہ کر مرحبا کہا۔

میں ان سے آگے کو چلا تو موسیٰ رو پڑے۔ پوچھا گیا کہ تم کیوں روئے؟ کہا یہ نوجوان میرے بعد نبی ہوا اور اس کی اُمت کے لوگ میری اُمت سے بہت زیادہ تعداد میں داخلِ جنت ہوں گے۔

پھر ساتویں آسمان پر جبرئیل پہنچا' فرشتوں سے گفتگو ہوئی اور وہاں میں نے دیکھا کہ ابراہیم علیہ السلام موجود ہیں۔ میں نے سلام کیا' انہوں نے جواب دیا اور ابن صالح ونبی صالح کہہ کر مرحبا کہا۔

پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک اُٹھایا گیا۔ اس کا پھل بڑی چاٹیوں جیسا اور اس کے پتے ہاتھی کے کان جیسے بڑے ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ سدرۃ المنتہیٰ یہی ہے۔ وہاں چار نہریں دیکھیں' دو اندر بہتی تھیں' دو کھلم کھلی۔ جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ اندر اندر چلنے والے دریا تو بہشت کے دریا ہیں اور کھلے چلنے والے نیل وفرات۔

پھر سامنے بیت المعمور نمودار ہوا۔ (قتادہ جو راوی حدیث ہیں' انہوں نے کہا کہ حسن رضی اللہ عنہ نے ہم کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے نبی ﷺ سے یہ بیان کیا تھا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ بیت المعمور میں ستر ہزار فرشتے روزانہ داخل ہوتے ہیں اور پھر لوٹ کر نہیں آتے۔ اس قدرت ایزدی کے بعد قتادہ نے پھر حدیث انس کی طرف رجوع کیا۔'' نبی ﷺ نے فرمایا پھر میرے سامنے شراب اور دودھ اور شہد کے برتن پیش کیے گئے۔ میں نے دودھ لے لیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہی وہ فطرت ہے جس پر آپ کی اُمت ہے پھر پچاس نمازیں فرض کی گئیں' روزانہ پچاس نمازیں پھر میں نیچے آیا اور موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا تو انہوں نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اُمت پر کیا فرض کیا؟ میں نے کہا پچاس نمازیں روزانہ۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ آپ کی اُمت میں اس کی استطاعت نہ ہوگی اور میں قبل ازیں لوگوں کا امتحان کر چکا ہوں اور بنی اسرائیل کی تدبیر کرتا رہا ہوں۔

Marfat.com

آپ اپنے رب کی طرف واپس جائیں اور اُمت کے لیے تخفیف کا سوال کیجئے۔ میں واپس گیا دس نمازیں کم کر دی گئیں۔ میں نے لوٹ کر یہی موسیٰ علیہ السلام کو بتایا۔ وہ بولے کہ پھر واپس جائیے اور تخفیف کا سوال کیجئے۔ میں واپس گیا اور دس نمازوں کی تخفیف کر دی گئی۔ میں نے پھر موسیٰ علیہ السلام کو یہی آ کر بتلایا۔ انہوں نے کہا کہ پھر واپس جائیے اور تخفیف کا سوال کیجئے۔ میں واپس گیا تب دس نمازوں کی اور تخفیف کر دی گئی۔ انہوں نے پھر کہا واپس جائیے اور تخفیف کا سوال کیجئے۔ میں اسی طرح جاتا رہا حتیٰ کہ پانچ نمازوں کا حکم ہو گیا اور میں نے موسیٰ علیہ السلام کو یہ بتلایا۔ انہوں نے کہا کہ آپ کی اُمت میں اس کی استطاعت بھی نہ ہوگی۔ مجھے لوگوں کا خوب تجربہ ہے اور میں نے بنی اسرائیل کے لیے بڑی بڑی تدبیریں کی ہیں۔ لہٰذا واپس جائیے اور تخفیف کا سوال کیجئے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تو اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا کرتا شرمسار بھی ہو گیا ہوں۔ اب تو میں اسی کو خوشی سے مانوں گا اور تسلیم کروں گا۔ اس وقت پکارنے والے کی ایک آواز آئی کہ میں نے اپنے فریضہ کو جاری کر دیا اور اپنے بندوں سے تخفیف بھی کر دی۔ مواہب اللدنیہ جلد دوم اردو مترجم پانچویں معقد کے مشمولات ص ۵۲۹ پر مسلم شریف کے حوالہ سے کہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، بیان کیا گیا ہے جس میں یہ ہے کہ ہر بار پانچ نمازوں کی تخفیف ہوتی رہی اور آخر میں پانچ رہ گئی۔

۵۔ شیخین کی حدیث عن انس میں مزید یہ ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے یوں روایت کیا کرتے تھے کہ:

آدم علیہ السلام جب دائیں جانب دیکھتے تب ہنستے اور جب بائیں جانب دیکھتے تب روتے۔ جبرئیل نے نبی ﷺ کے پوچھنے پر بتلایا کہ دائیں بائیں اولادِ آدم کی ارواح ہیں۔ دائیں جانب اہلِ جنت ہیں بائیں اہلِ نار۔ دائیں جانب دیکھتے ہیں تو ہنس پڑتے ہیں اور بائیں کو دیکھتے ہیں تو رو پڑتے ہیں۔

۶۔ زہری کہتے ہیں کہ ابن حزم نے مجھے بتلایا کہ ابن عباس اور اباحبۃ الانصاری یہ بھی کہا کرتے تھے کہ:

''نبی ﷺ فرماتے تھے کہ مجھے بلندی پر لے جایا گیا اور میرے سامنے مستوی آ گیا۔ میں صریف الاقلام سنتا تھا۔''

پانچ نمازوں کی تعین کے بعد موسیٰ (علیہ السلام) بھی میرے ساتھ چلے۔ میں سدرۃ المنتہیٰ پر واپس آیا' اس پر ایسے رنگارنگ ایوان پڑ رہے تھے کہ جن کی صفت بیان سے باہر تھی پھر مجھے جنت میں لے جایا گیا جس کی کنکریاں آبدار موتی ہیں اور جس کی زمین مشک خالص کی ہے۔

ساتوں آسمانوں پر آٹھوں انبیاء کی ملاقات کا راز

مختلف آسمانوں پر الگ الگ انبیاء علیہم السلام کی ملاقات بہت سی نصائح دینی پر مشتمل ہے۔

(۱) پہلی بات تو یہ ہے کہ جس طرح شاہانِ عالم معزز مہمان کے اکرام کے لیے اپنی سرحد خاص سے لے کر دربار خاص تک درجہ بدرجہ امرائے عظام کو مقرر کیا کرتے ہیں' اسی طرح ان انبیائے کرام کا تعین بھی آسمان اوّل سے آسمان ہفتم تک کیا گیا۔

(۲) آدم علیہ السلام ابوالبشر ہیں۔ اوّل الانبیاء ہیں اس لیے ان کا تعلق آسمان اوّل سے ایک خصوصیت رکھتا ہے۔ آدم علیہ السلام ہیں جن کو ترکِ جنت کا اَلم اُٹھانا پڑا مگر جب زمین پر آئے اور خلافت الارض کا تاج ان کے سر پر رکھا گیا اور ان کی اولاد و رفقاء سے زمین آباد ہو گئی تب ان کا وہ اَلم مبدل بہ سرور ہو گیا۔

نبی ﷺ بھی اَحَبُّ الْبِلَادِ عِنْدَ اللّٰہِ کو ترک کرنے والے تھے لیکن اقامت مدینہ طیبہ اشاعت اسلام اور نشر علوم کا سبب تھی۔ یہیں سے نصرت و فتح کے اعلام بلند ہوئے اور یہی بلدہ طیبہ حضور ﷺ کے خلفاء کا بھی مستقر ثابت ہوا۔

(۳) یحییٰ و عیسیٰ علیہما السلام میں قرابت بھی ہے۔ مسیح علیہ السلام نے اصطباغ بھی یحییٰ سے پایا تھا۔ احوال زہد و محنت میں بھی دونوں متحد الاحوال ہیں۔ اس لیے وہ دونوں ایک ہی مقام پر جمع تھے اور دونوں کو نبی ﷺ کے زہد و توکل اور اعراض عن الخلق و مستقبل کا دکھلانا بھی مقصود

Marfat.com

تھا۔ یحییٰ نے اپنا کام عیسیٰ مسیح پر چھوڑا تھا اور عیسیٰ مسیح علیہ السلام نے اکمال صداقت اور اتمام حقانیت کا حضور ﷺ کے ہاتھوں سے پورا ہوتا بتلایا تھا۔ لہٰذا ضروری تھا کہ دونوں بزرگوار اپنی بہترین تمناؤں کو مکمل شدہ حالت میں دیکھ لیتے۔

(۴) یوسف علیہ السلام کے احوال مبارکہ کو نبی ﷺ سے مماثلت کلی ہے۔ دونوں صاحب الجمال والکمال ہیں' دونوں کو امتحانات ساتھ دینے پڑے' دونوں میں عفو وکرم کا وفور ہے' دونوں نے اخوان جفا پیشہ کو لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ کے مژدہ سے جاں بخشی فرمائی ہے' دونوں صاحب امر وحکومت ہیں اور دنیا سے پوری کامرانی وحکمرانی اور جاہ وجلال کے ساتھ رخصت ہوئے ہیں۔

(۵) چوتھے فلک پر ادریس علیہ السلام کی ملاقات ہوئی' کثرت درس اور توغل تعلیم اور شغف تدریس میں ادریس علیہ السلام کا خاص درجہ ہے اور یہی کیفیت نبی ﷺ کی تھی۔ یُزَکِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ حضور ﷺ ہی کے القاب گرامی میں داخل ہے۔

(۶) پانچویں پر ہارون علیہ السلام ملے۔ ہارون علیہ السلام اپنی قوم وامت میں ہر دل عزیز اور محبوب قلوب تھے۔ ہارون علیہ السلام مسجد کے امام تھے۔ ہارون علیہ السلام تفرقہ وفرقہ بازی کو سب سے برا سمجھتے تھے اور یہ وہ صفات عالیہ ہیں جن کے انوار حضور ﷺ کی سیرت میں واضح وآشکار ہیں۔

(۷) چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات ہوئی۔ یہ صاحب شریعت بھی ہیں' صاحب کتاب بھی ہیں' غازی ومجاہد ہیں' مہاجر ومناظر بھی۔ نبی ﷺ کے ساتھ ان محاسن میں مشابہ تر ہیں' ان کا رتبہ ان مجموعی محاسن کی وجہ سے پانچوں آسمانوں والے انبیاء سے بڑھ کر خاص امتیاز رکھتا ہے۔

(۸) ساتویں آسمان پر سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نظر آئے۔ یہی بانی کعبہ مقدسہ ہیں اور کعبۂ آسمانی (بیت المعمور) کے مہتمم ہیں' یہی امام خلق ہیں' خلیل الرحمٰن ہیں۔ نبی ﷺ نے کعبہ کو ارجاس اوثان سے پاک کیا۔ نبی ﷺ کی مرضی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کے لئے کعبہ کو قبلۂ نماز بنایا۔ نبی ﷺ ہی نے ملت حنیفہ کو زندہ کیا۔ نبی ﷺ ہی نے مناسک حج کو سنت ابراہیمیہ کے مطابق محکم فرمایا۔ نبی ﷺ ہی نے درود پاک میں اپنے نام کے ساتھ ابراہیم اور ان کی آل پاک کے نام کو شامل فرمایا۔ نبی ﷺ حلیہ کے لحاظ سے بھی سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے نہایت مماثل تھے۔

جو رفعت حضور ﷺ کو مقامِ ابراہیم (بیت المعمور) سے اوپر حاصل ہوئی۔ اسی سے ظاہر ہوگیا کہ حضور ﷺ ہی مقامِ محمود والے ہیں اور حضور ﷺ ہی اٰدَمُ وَمَنْ دُوْنَهٗ' تَحْتَ لِوَائِیْ فرمانے کا استحقاق رکھتے ہیں۔

قرآن کریم اور معراج شریف

قرآن کریم نے واقعہ معراج کو دو سورتوں میں ذکر فرمایا ہے۔

اوّل سورۂ بنی اسرائیل جس کے آغاز ہی میں یہ آیات ہیں۔

سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۔

کلمہ ''سُبْحَانَ'' تنزیہہ کے لیے آتا ہے اور شروع کلام میں اس لیے لایا گیا ہے کہ جن واقعات بعد کا ذکر آئندہ کیا جائے گا' اللہ کی قدرت اور طاقت اس کو ظہور میں لانے سے عاجز ودرماندہ نہیں لَیْلًا کی تنوین رات کی مقدار قلیل کو ظاہر کرتی ہے۔

بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ' اسی مقام کے قرب وجوار میں اشجار مثمرہ اور انہار جاریہ اور شجرہ مبارکہ زیتون کی کثرت ہے۔ اسی کا حوالی انبیائے کثیر کا مہبط وحی اور معجزات باہرات کا مصدر رہا ہے۔

مِنْ اٰیٰتِنَا سے مراد وہ نشانات ارضی بھی ہیں جو بنی اسرائیل کے اقبال وادبار اور شرف وذلت کی زندہ زبان ہیں۔

اور وہ نشانات عظمیٰ بھی اسی لفظ میں شامل ہیں جو حضور ﷺ نے مسجد اقصیٰ سے عروج کے بعد ملکوت السموت والارض میں ملاحظہ فرمائے۔

Marfat.com

دوم- سورۃ النجم میں ذکر ہے۔ مندرجہ ذیل آیات پر تدبر کرو۔

الف- لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی اس نے اپنے رب کی ان آیات کو دیکھا جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ''کبریٰ بزرگ ترین ہونے کی صفت سے موصوف ہیں۔

اس کے تحت میں جبرئیل کا بصورت اصلی یا سدرۃ المنتہیٰ اور اس پر چھا جانے والے انوار قدسیہ کا بصورت تجلی یا جنت و نار کا بہیت موجودہ یا عجائبات ملکوت کا تفصیلی معائنہ کچھ بھی لکھ دیا جائے لیکن یہ سب کے سب اپنی مجموعی شان میں بھی لفظ ''کبریٰ'' کے سامنے کم ہی ہوں گے اس لیے ان کا حصر و تعقل دشوار ہے۔

ب- مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی اس آیت میں نبی ﷺ کے شوقِ دید کا بھی بیان ہے اور مراعات حسن ادب کا بھی ذکر ہے اور نبی ﷺ کے ثبات و وقار اور تحمل واستعداد رویت کا بھی تذکرہ ہے۔

موسیٰ کے حال میں فرمایا گیا ہے۔ فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا (جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی ڈالی تب پہاڑ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے)

سیدنا حضرت محمد ﷺ خوب آنکھیں بھر کر ان انوار کو دیکھ رہے ہیں۔ مشتاق آنکھ نہ جھپکتی ہے' نہ ادھر ادھر تاکتی ہے' قوت ربانیہ متوجہ نمائش ہے اور بصارت محمد یہ ﷺ کمال قوت نظارہ کے ساتھ وقف دید۔ ﷺ

ج- مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی (جو کچھ آنکھوں نے دیکھا' دل نے اسے نہیں جھٹلایا)

بسا اوقات ہم دیکھتے ہیں کہ روشن صاف آنکھیں ایک شے کو دیکھتی ہیں اور دل آنکھ کی دیکھی ہوئی حالت کو جھٹلاتا ہے۔ مثلاً ہم ہر صبح کو دیکھتے ہیں کہ سورج ایک زرین طشت کی صورت میں مشرق سے نمودار ہوتا ہے' اس کا قد و قامت اس وقت اتنا چھوٹا نظر آتا ہے کہ کرہ ارض سے کروڑوں حصے کم ہو گیا لیکن دل کہہ دیتا ہے کہ ایسا سمجھنا آنکھ کی غلطی ہے۔ یہ تو زمین سے کروڑوں حصے بڑا ہے اور یقیناً بڑا ہے۔

ہم پانی کے اندر گری ہوئی چیزوں کو دیکھتے ہیں تو وہ اُبھری ہوئی نظر آتی ہیں حالانکہ آنکھ کا اسے ایسا دیکھنا غلط ہوتا ہے۔

ہم سورج کی روشنی کو دیکھ کر اسے صرف ایک صاف' سفید روشنی سمجھتے ہیں حالانکہ دل بتلاتا ہے کہ اس روشنی میں سات رنگوں کا اجتماع ہے۔

جب دیدہ و دل میں ایسا اختلاف پایا جاتا ہے تب یہ سمجھنا کہ آنکھ حقیقت اصلیہ کو دیکھ رہی ہے' غلط ہوتا ہے لیکن حقائق کی اصلیت اور انکشافات کی حقیقت پر دل و دیدہ کا یقین اور وثوق اور اعتبار مجتمع ہو جائے تو شک نہیں کہ یہ نظارہ بصیرت افروز اور بصارت افزا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہی مقصود ہے کہ نبی ﷺ کے نظارہ پاک کو جملہ ظنون و شکوک سے برتر اور جملہ صداقتوں اور حقیقتوں پر حاوی یقین کرنا چاہیے۔

د- فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰی (پھر اپنے بندہ پر وحی بھی بھیجنی تھی وہ بھیجی)

آیات بالا میں دیدہ و دل کی کیفیات کا ذکر تھا' اس آیت میں گوش و دل کے حقائق کا ذکر ہے۔ مَا اَوْحٰی کا لفظ اجمال کے لیے نہیں بلکہ تفخیم کے لیے ہے' اس سے تفخیم وحی بھی مقصود ہے اور یُوْحٰی اِلَیْهِ کی تعظیم بھی اور ان کی عظمت اصلیہ تو لفظ ''عبد'' میں پنہاں ہے' پنہاں بھی ہے اور عیاں بھی۔

کچھ شک نہیں کہ واقعہ معراج نبی ﷺ کے مقامات اعلیٰ سے ایک برترین مقام ہے اور اس واقعہ کے ذکر میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ بنی اسرائیل میں بھی اور سورۃ النجم میں بھی لفظ ''عبد'' ہی کا استعمال فرمایا ہے تاکہ مخلوقِ الٰہی خوب سمجھ لیں اور اچھی طرح سے ذہن نشین کر لیں کہ اس مقدس ہستی کے لیے بھی جس کی شان 'بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر'' سے آشکار ہے' سب سے بلند ترین مقام عبودیت ہی کا ہے اور ہم سب کو اسی مقام عبودیت میں ارتقا (بقدر قابلیت واستعداد) کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔ فَاعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ بے شک اَلصَّلٰوةُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ کے معانی بھی اس نکتہ سے حل ہوتے ہیں کیونکہ اظہار عبودیت و بیان عجز و انکسار اور تشکل بندگی وابتہال کے لیے نماز سے بڑھ کر اور کوئی صورت متحقق نہیں۔

Marfat.com

بیداری وخواب کی بحث

بعض علماء کو آیت وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ سے یہ خیال ہوا ہے کہ اس آیت کا اشارہ معراج کی طرف ہے اور چونکہ اسے رؤیا سے تعبیر کیا گیا ہے لہٰذا معراج کے واقعات خواب میں نظر آئے تھے۔

اس اشکال کو امام لغت ابن وجیہہ نے حل کر دیا ہے کہ رویت و رؤیا کا استعمال بمعنی واحد ہوتا ہے۔ اہلِ لغت کا قول ہے۔ رَاَيْتُ رُؤْيَةً وَرُؤْيَا قُرْبَةً وَ قُرْبٰى ہے۔ اب یہ وہم اُٹھ گیا کہ رؤیا صرف خواب ہی کے لیے مستعمل ہے۔

زمخشری نے جو ائمہ لغت و معانی و بیان میں سے ہیں' اپنی تفسیر کشاف جلد دوم ۱۹۱ پر آیت بالا کے تحت میں لکھا ہے کہ اس رؤیا کا تعلق واقعہ بدر سے ہے جبکہ حضور ﷺ نے ہر ایک کافر کے گرنے کا نشان و مقام بھی بتلا دیا تھا اور کفار حضور ﷺ کے اس ارشاد کو استہزاء ہی بتاتے رہے۔ بعد ازاں لفظ قیل کے ساتھ اس نے یہ بیان کیا ہے۔

"اِنَّمَا سَمَّاهَا رُؤْيَا عَلٰى قَوْلِ الْمُكَذِّبِيْنَ حَيْثُ قَالُوْا لَهٗ لَعَلَّهَا رُؤْيَاءٌ رَاَيْتَهَا وَ خِيَالٌ خِيْلَ اِلَيْكَ ."

لفظ "رؤیا" کا استعمال مکذبین کے استعمال کے موافق ہے۔ وہ معراج کا حال سن سن کر کہتے تھے کہ شاید خواب دیکھا ہوگا' شاید خیال ہوگا۔"

اس کی مثال ان آیات میں ہے:

فَرَاغَ اِلٰى اٰلِهَتِهِمْ . اَيْنَ شُرَكَائِیْ . ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ .

اب محدثین کی سنیے:۔

امام بخاری رحمہ اللہ علیہ نے اپنی صحیح کی کتاب "التفسیر" میں آیت وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَةَ الَّتِيْ اَرَيْنَاكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ [1] کے تحت میں بروایت عکرمہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ الفاظ تحریر کیے ہیں:

"هِىَ رُؤْيَا عَيْنٍ اُرِيَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ لَيْلَةَ اُسْرِىَ بِه"

یہ آنکھ کا نظارہ تھا جو نبی ﷺ کو شب اسریٰ دکھلایا گیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما بہتر اُمت محمدیہ ﷺ اور بہ دعائے رسول پاک ﷺ بہترین مفسر قرآن ہیں اور اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ وہ لغت و ادب کے بھی آئمہ عظام میں سے ہیں۔ ان کا قول ہے:

"میرا ایمان ہے کہ نبی ﷺ کا معراج بیداری اور جسم کے ساتھ تھا۔" یہی اعتقاد اکثر ائمہ اہلِ سنت محدثین و فقہائے تابعین و صحابہ کا ہے جو لوگ واضح ثبوت کے بعد بھی معراج کو خواب ہی سمجھا کریں وہ حدیث ذیل پر ذرا غور کریں۔

صحیح بخاری و مسلم میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب کفار نے میرے بیت المقدس تک جانے کو جھٹلایا (اور نشانات پوچھنے لگے) تب میں حطیم میں کھڑا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے سامنے کر دیا۔ میں عمارت کو دیکھتا جاتا تھا اور جو جو نشان وہ پوچھتے تھے' میں ان کو بتاتا جاتا تھا۔

یہ ظاہر ہے کہ اگر حضور ﷺ نے واقعات معراج کو خواب کے رنگ میں بیان کیا ہوتا تو کفار بیت المقدس کے نشان پتے دریافت کرنے کا حق رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کو بھی کیا ضرورت تھی کہ بیت المقدس کو حضور ﷺ کے سامنے ظاہر و جلوہ گر کر دے اور حضور ﷺ اسے دیکھ دیکھ کر سب نشانات کے جوابات بھی دیتے ہیں۔

خواب کے لیے تو اتنا ہی جواب کافی تھا کہ میں تو اپنا خواب بیان کر رہا ہوں۔

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ کو اپنی آیات کبریٰ دکھلائیں اور وراء الوراء کی سیر کرائی۔

Marfat.com

طے کنم ایں نامہ را گر نکنم چہ کنم !
حوصلۂ خامہ نیست تاب رقم داشتن

معراج شریف

۲۷ رجب ۱۰ھ نبوت کو معراج ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو سیر کرائی۔

اول مسجد الحرام سے بیت المقدس تک تشریف لے گئے۔ وہاں امام بن کر جماعت انبیاء کو نماز پڑھائی۔ پھر آسمانوں کی سیر کرائی اور انبیاء سے ان کے مقامات پر ملتے ہوئے سدرۃ المنتہیٰ اور بیتِ معمور تک پہنچے اور وہاں سے قرب حضوری خاص حاصل ہوا اور گوناگوں وحی سے مشرف ہوئے۔ ؎

شاہ ولی اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

نبی ﷺ کو مسجد اقصیٰ تک پھر سدرۃ المنتہیٰ تک اور جہاں تک کہ اللہ نے چاہا، سیر کرائی گئی۔ یہ سب کچھ جسم کے ساتھ بیداری میں تھا لیکن یہ ایک مقام ہے جو مثال اور شہادت کے درمیان برزخ ہے اور ہر دو عالم مذکور کے احکام کا جامع ہوتا ہے۔

پس جسم پر روح کے احکام ظاہر ہوئے اور روح اور معانی نے جسم قبول کر کے تمثل اختیار کیا۔ اسی لیے ان واقعات میں سے ہر واقعہ کی ایک حقیقت ہے۔

(۱) صدر کا چاک کرنا ''اسے ایمان سے بھر دیا جانا'' اس کی حقیقت ہے، انوار ملکیہ کا غلبہ ہو جانا اور شعلہ طبیعت کا بجھ جانا اور جو کچھ خطیرۃ القدس سے طبیعت کو فیضان ہوتا ہے۔ اس کے لئے مطیع بن جانا۔

(۲) براق پر سوار ہونے کی حقیقت یہ ہے کہ نفس ناطقہ نسیمہ پر جو کمال حیوانی ہے، غالب آ جائے۔ پس آنحضرت ﷺ براق پر ایسی خوبی سے سوار ہوئے جیسا کہ حضور ﷺ کے نفس انسانی کے احکام قوت بہیمیہ پر غالب اور مسلط تھے۔

(۳) مسجد اقصیٰ تک سیر اس لئے ہے کہ وہ شعار الٰہیہ کے ظہور کا محل ہے۔ ملاء اعلیٰ کی ہمتیں اس سے متعلق ہیں اور وہ انبیا علیہم السلام کی نگاہوں کی نظر گاہ ہے۔ گویا وہ ملکوت کی جانب ایک روزن ہے۔

(۴) انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ملاقات اور مفاخرت کی حقیقت یہ ہے کہ خطیرۃ القدس سے ان کو اجتماعی ربط وضبط حاصل ہے اور پھر ان اجتماعی امور کی خصوصیات کا نہایت کاملیت اور خصوصیت کے ساتھ نبی ﷺ سے ظہور ہوا ہے۔

(۵) آسمانوں پر یکے بعد دیگرے چڑھنے کی حقیقت درجہ بدرجہ تعلقات طبعی سے نکل کر مستویٔ رحمٰن کی طرف جانا ہے نیز احوال ملائکہ کی معرفت جو اس مقام سے خصوصیت رکھتے ہیں۔ نیز ملائکہ اور نسل انسانی کے ان بزرگوں کے احوال کی شناخت جو ملائکہ سے ملے ہوئے ہیں نیز اس تدبیر کلیہ کی معرفت جو مقام مذکور میں وحی ربانی سے بتائی گئی نیز ان امور کی شناخت جن پر ملائکہ مسابقت کیا کرتے ہیں۔

(۶) واضح ہو کہ گریہ موسیٰ سے حسد کا اظہار مراد نہیں، بلکہ اظہار اس امر کا ہے کہ انکی رسالت تمام دنیا کیلئے عام نہ تھی اور اس طرح ایک کمال باقی تھا جو حضرت موسیٰ کو حاصل نہ تھا۔

(۷) سدرۃ المنتہیٰ درخت عالم ہے کہ ایک وجود دوسرے وجود پر مترتب اور پھر سب کے سب تدبیر واحد کے اندر جمع ہیں جیسا کہ درخت کا بھی غذا ونمو میں یہی حال ہے۔ واضح رہے کہ کسی حیوان سے اس کی تمثیل نہیں دی گئی۔ کیونکہ وہ تدبیر کلیہ اجمالیہ جو سیاست کلیہ سے مشابہت رکھتی ہے۔ وہ بھی مفرد ہے اور اسی لیے بہترین مشابہت اس کی درخت میں پائی جاتی ہے (کہ ایک ہی تنا پر مختلف شاخیں، ڈالیاں، ٹہنیاں اور پتے ہوتے ہیں اور غذا و نمو میں برابر سب مستفیض ہیں) اور حیوان میں یہ مشابہت پائی نہیں جاتی کیونکہ حیوان میں قوائے تفصیلیہ بھی ہیں اور قوت ارادہ بھی ہے اور یہ سنن طبعیہ

Marfat.com

سے زیادہ صریح ہیں۔

(۸) دریاؤں کی اصل وہ رحمت فائضہ ہے جو عالم شہادت کے محاذی عالم ملکوت میں موجود ہے نیز حیات اور نمو بھی اسی اصل میں شامل ہیں، اسی لئے ظاہراً چند اسباب نافعہ مثل نیل وفرات وغیرہ کا تعین کیا گیا ہے۔

(۹) رہے وہ انوار جنہوں نے اسے ڈھانپ لیا تھا، یا وہ تدلیات رحمانی اور تدبیرات الٰہیہ ہیں جو عالم ظہور میں جلوہ گستر اور نور بیز ہیں، جہاں تک اس عالم میں ان کی استعداد پائی جاتی ہے۔

(۱۰) بیت المعمور کی حقیقت وہ الٰہی تجلی ہے جس کی طرف بندگان خدا کی دعاؤں اور سجدوں کا رخ ہوتا ہے اور وہ خانہ کعبہ و بیت المقدس کے محاذی ہیں، جیسا کہ لوگوں کا ان ہر دو کی بابت اعتقاد ہے۔ ایک گھر کا تمثل لئے ہوئے ہے۔

(۱۱) شب معراج نبی ﷺ کے سامنے ایک برتن دودھ کا، ایک برتن شراب کا پیش کیا گیا اور آنحضرت ﷺ نے دودھ کو پسند فرمایا اور جبرائیل علیہ السلام نے بتادیا کہ آپ نے فطرت اصلیہ کو پسند فرمایا۔ اگر شراب کا برتن آپ لے لیتے تو آپ کی امت بھٹک جاتی۔ دیکھو نبی ﷺ اپنی امت کو فطرت پر جمع کرنے والے تھے اور دودھ سے مراد یہی ہے کہ امت فطرت کو پسند کرے اور خمر سے یہ مراد تھی کہ لذات دنیا کو پسند کرے۔ [۱]

(۱۲) پانچ نمازوں کا تقرر بھی زبان تجویزی سے ہوا۔ یہ پانچ ثواب میں پچاس کے برابر ہیں۔ گویا رب کریم نے آہستہ آہستہ یہ سمجھایا ہے کہ ثواب تو (۵۰ کے برابر کا) کامل ہے ہرج اور مرج اٹھا دیا گیا ہے۔ یہ مطلب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سند سے متمثل کیا گیا ہے کیونکہ جناب ممدوح امت کی اصلاح و درستی اور اصول سیاست امت کی شناخت میں اکثر انبیاء سے بڑھے ہوئے ہیں۔

☆☆☆

[۱] اکثر مصنفین نے معراج کا ذکر بعد از واپسی طائف کیا ہے۔ مگر امام طبری نے اپنی کتاب "تاریخ الملل والامم" میں ابتدائے نبوت سے دوسرے دن ہی معراج کا ہونا تحریر کیا ہے۔ ان کی تائید اس دلیل سے بخوبی ہوتی ہے کہ جب فرضیت نماز کا حکم شب معراج میں ہوا اور نبی ﷺ اور دوسرے مسلمان اسی وقت سے برابر نماز پڑھتے تھے تو نماز کی فرضیت کا حکم گیارہ سال تک کیوں کر متاخر رہ سکتا ہے لیکن حسب بیان شاہ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۱ھ (مندرجہ شرح سفر سعادت ص ۳۶) کہ پہلے صرف دو نمازیں فجر و عصر کی فرض ہوئی تھیں، اب شب معراج کو پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ کوئی اشکال نہیں رہ جاتا۔"

Marfat.com

اسراء اور معراج مصطفیٰ ﷺ

(اب اسراء اور معراج شریف کے متعلق سیرت ابن ہشام جو اس کی شرح روض الانف کے ساتھ ہے میں سے جلد دوئم ص ۲۸۲ تا ۳۱۹ سے اخذ کر کے بیان کیا جاتا ہے۔)

اسراء اور معراج:

ابن ہشام کہتے ہیں مجھے زیادہ بن عبداللہ البکائی نے محمد بن اسحاق المطلبی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ''پھر حضور ﷺ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی گئی۔ مسجد اقصیٰ سے مراد بیت المقدس ہے جو ایلیاء میں ہے اس وقت قریش اور دیگر قبائل میں اسلام پھیل چکا تھا'' ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے درج ذیل اہل علم سے حضور ﷺ کی معراج کے متعلق روایات ملی ہیں۔

۱- حضرت عبداللہ بن مسعود۔ ۲- حضرت ابوسعید الخدری۔ ۳- ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔ ۴- حضرت معاویہ بن ابی سفیان۔ ۵- حضرت حسن بن ابی الحسن بصری۔ ۶- ابن شہاب زہری۔ ۷- قتادہ۔ ۸- حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا۔ ان تمام راویوں میں سے ہر راوی معراج مصطفیٰ ﷺ کا کچھ حصہ ہی روایت کرتا ہے بلاشبہ اس عظیم سفر میں آزمائش تھی۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت و سلطنت میں اس کے امر کا اظہار تھا۔ ارباب دانش کے لئے عبرت تھی اہل ایمان و تصدیق کے لئے اس میں ہدایت و رحمت تھی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم پر یقین رکھنے والے کے لئے استحکام تھا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے چاہا اس طرح آپ ﷺ کو سیر کرائی گئی تا کہ وہ اپنی آیات میں سے کچھ آپ کو دکھائے۔ سیاح لامکان ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے امر اور اس کی عظیم سلطنت کا معائنہ فرمایا اور اس کی اس قدرت کا مشاہدہ کیا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ نبی دو جہاں ﷺ کے پاس ایک براق لایا گیا۔ یہ وہ جانور تھا جس پر پہلے انبیاء کرام علیہم السلام سواری فرماتے تھے۔ وہ جہاں نگاہ پڑتی تھی وہاں تک قدم اٹھاتا تھا۔ حضور ﷺ کو اس پر سوار کرایا گیا۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ کو لے کر عازم سفر ہوئے۔ وہ آپ ﷺ کو زمین اور آسمان کے درمیان نشانیاں دکھاتے رہے۔ حتیٰ کہ بیت المقدس آ گیا انہوں نے وہاں حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام دیکھے۔ تمام انبیاء حضور ﷺ کے لئے ہی جمع ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں امامت کروائی پھر آپ ﷺ کو تین برتن پیش کئے گئے۔ ایک برتن میں دودھ، دوسرے میں شراب اور تیسرے میں پانی تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''اس وقت میں نے ایک کہنے والے کو سنا وہ کہہ رہا تھا۔ اگر انہوں نے پانی پکڑا تو یہ بھی غرق اور ان کی امت بھی غرق ہو جائے گی۔ اگر انہوں نے شراب والا برتن پکڑا تو یہ خود بھی گمراہ اور ان کی امت بھی گمراہ ہو جائے گی اور اگر انہوں نے دودھ والا برتن پکڑ لیا تو خود بھی ہدایت پا گئے اور ان کی امت بھی ہدایت یافتہ ہو گئی''۔ میں نے دودھ والا برتن لیا اور اس سے نوش کر لیا۔ مجھ سے جبرائیل علیہ السلام نے کہا ''آپ ﷺ بھی ہدایت پا گئے اور آپ ﷺ کی امت بھی ہدایت پا گئی''۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی روایت:

مجھے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بیان کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''اسی اثناء میں کہ میں ''حجر'' میں سویا ہوا تھا کہ میرے پاس جبرائیل علیہ

Marfat.com

السلام آئے انہوں نے مجھے میرے قدم کو مس کیا میں بیٹھ گیا لیکن مجھے چیز نظر نہ آئی۔ پھر میں لیٹ گیا حضرت جبرائیل دوبارہ آئے اور میرے پاؤں کو مس کیا میں پھر بستر سے اٹھ بیٹھا لیکن مجھے کوئی شئی دکھائی نہ دی، میں دوبارہ بستر پر لیٹ گیا انہوں نے سہ بار مجھے چھوا میں پھر اٹھ بیٹھا انہوں نے میرا بازو پکڑا میں ان کے ساتھ کھڑا ہو گیا وہ مجھے مسجد کے دروازے کی طرف لے گئے۔ اچانک وہاں ایک سفید جانور نظر آیا جس کا قد خچر اور گدھے کے مابین تھا۔ اس کی رانوں کی جگہ دو پر تھے جن سے وہ اپنے پاؤں کو کرید رہا تھا۔ وہ اپنا اگلا قدم تا حد نگاہ رکھتا تھا۔ انہوں نے مجھے اس پر سوار کرایا۔ پھر نہ تو حضرت جبرائیل مجھ سے جدا ہوئے اور نہ ہی میں ان سے جدا ہوا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث:

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''جب میں براق کے قریب ہوا تا کہ اس پر سوار ہوں تو وہ مچلنے لگا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس کے ایال پر اپنا ہاتھ رکھا پھر فرمایا اے براق! تجھے یہ حرکت کرتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ اللہ کی قسم! تجھ پر پہلے ایسا کوئی شخص سوار نہیں ہوا جو محمد عربی ﷺ سے افضل ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''یہ سن کر وہ براق پسینے سے شرابور ہو گیا، وہ پرسکون ہو گیا، میں اس پر سوار ہو گیا''۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی روایت:

پھر حضور ﷺ عازم سفر ہوئے حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ حتیٰ کہ وہ بیت المقدس پہنچ گئے۔ وہاں حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام جمع تھے۔ حضور ﷺ نے انہیں امامت کروائی پھر آپ کے پاس دو برتن لائے گئے۔ ایک برتن میں شراب جب کہ دوسرے برتن میں دودھ تھا آپ ﷺ نے دودھ والا برتن پکڑا اور اسے نوش فرمایا شراب والے برتن کو چھوڑ دیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی ''آپ ﷺ کی راہنمائی فطرت کی طرف کی گئی ہے۔ اے محمد ﷺ آپ کی امت راہ ہدایت پر گامزن ہو گی۔ آپ ﷺ پر شراب حرام کر دی جائے گی'' پھر حضور ﷺ مکہ معظمہ واپس لوٹ آئے۔ صبح ہوئی تو آپ ﷺ قریش کے پاس گئے اور انہیں اس واقعہ کے متعلق بتایا۔ اکثر لوگوں نے کہا بخدا! یہ ناممکن ہے کارواں ایک ماہ چلتا رہتا ہے تب جا کر ملک شام آتا ہے اسی طرح واپسی پر بھی ایک ماہ کی مدت درکار ہوتی ہے اور محمد مصطفیٰ ﷺ نے وہ طویل فاصلہ شب بھر میں طے کر لیا پھر واپس مکہ معظمہ بھی آ گئے۔ بہت سے لوگوں کے ایمان ڈگمگا گئے۔ پھر لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہنے لگے ''ابوبکر! اپنے ساتھی ﷺ کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ اس رات بیت المقدس گئے۔ وہاں نماز ادا کی پھر مکہ مکرمہ آ گئے''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''تم لوگ آپ ﷺ کی طرف جھوٹ منسوب کر رہے ہو''۔ لوگوں نے کہا ''نہیں وہ مسجد میں تشریف فرما ہیں اور لوگوں سے محو گفتگو ہیں''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''قسم بخدا! اگر انہوں نے یہ فرمایا ہے تو انہوں نے سچ فرمایا ہے۔ اس میں تعجب خیز بات کون سی ہے؟ اللہ کی قسم! وہ مجھے فرماتے ہیں کہ شب و روز کی کسی ساعت میں آسمان سے ان کے پاس خبر آتی ہے۔ میں ان کی تصدیق کرتا ہوں۔ یہ واقعہ اس واقعہ سے زیادہ حیرت انگیز ہے جس پر تم تعجب کر رہے ہو'' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ نے بیان فرمایا ہے کہ آپ ﷺ اس رات بیت المقدس تشریف لے گئے تھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''ہاں'' ''میں نے بیت المقدس کی زیارت کی ہے، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: آپ ﷺ مجھے اس کی اوصاف بیان کریں''۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''تمام حجابات اٹھا دیئے گئے، میں بیت المقدس کو دیکھنے لگا۔ آپ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے اس کی خوبیاں بیان فرمانے لگے''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی صدقت یا رسول اللہ۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ نے سچ فرمایا ہے، آپ ﷺ جب بھی بیت المقدس کا کوئی وصف بیان فرماتے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اسی طرح عرض کرتے حتیٰ کہ اس کہ اس سیاحت کا تذکرہ ختم ہو گیا۔ حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے ابوبکر! تم ''الصدیق'' ہو اسی روز سے وہ صدیق کے نام سے معروف ہو گئے۔

Marfat.com

اسلام سے مرتد ہونے والوں کے لئے اس آیت کا نزول ہوا۔

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِىْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِى الْقُرْاٰنِ ؕ وَنُخَوِّفُهُمْ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ۝ (الاسراء)

اور ہم نے نہ کیا وہ دکھاوا جو تمہیں دکھایا تھا مگر لوگوں کی آزمائش کو اور وہ پیڑ جس پر قرآن میں لعنت ہے اور ہم انہیں ڈراتے ہیں تو انہیں نہیں بڑھتی مگر بڑی سرکشی"۔

کیا معراج خواب میں ہوئی:

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ایک شخص نے بیان کیا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں۔ شب معراج حضور ﷺ کا جسد اطہر غائب نہیں ہوا تھا۔ اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کی روح مبارک کو سیر کرائی۔

ابن اسحاق کہتے ہیں جب حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کی معراج کے متعلق سوال کیا گیا۔ تو انہوں نے فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک سچی خواب تھی۔ ان دو حضرات نے اس قول کا انکار کیا حضرت حسن کے اس قول کی وجہ سے نہیں کیا جا سکتا وہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت اسی واقعہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِىْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ ان کی دلیل وہ آیت بھی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق خبر دی ہے کہ انہوں نے فرزند دلبند سے کہا۔ يٰبُنَىَّ اِنِّىْٓ اَرٰى فِى الْمَنَامِ اَنِّىْٓ اَذْبَحُكَ (الصافات:۱۰۲)

"اے میرے بیٹے! بے شک میں نے خواب دیکھا میں تجھے ذبح کرتا ہوں"۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اس خواب پر عمل پیرا ہونے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء پر وحی عالم نیند اور اور عالم بیداری دونوں حالتوں میں آسکتی ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں حضور ﷺ فرماتے تھے تنام عيني وقلبي يقظان ۔ میری دونوں آنکھیں تو سو جاتی ہیں لیکن میرا دل بیدار رہتا ہے، اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ معراج کس عالم میں ہوئی تھی، عالم نیند میں عالم بیدار میں؟ اور حضور ﷺ نے کیا کیا مشاہدات فرمائے تھے، معراج جس طرح بھی ہوئی وہ حق اور سچ ہے۔

وہ علماء جن کا نقطہ نظر یہ ہے کہ معراج عالم بیداری میں ہوئی وہ کہتے ہیں کبھی "رویا" عالم بیداری میں دیکھنے کو بھی کہتے ہیں۔ وہ شاعر کے اس شعر سے دلیل پکڑتے ہیں جس میں وہ شکاری کی تعریف میں کہتا ہے۔

زبان مصطفیٰ ﷺ سے بیان کردہ بعض انبیاء علیہم السلام کی صفات:

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ امام زہری نے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے شب معراج حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ان کے اوصاف بیان کئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، حضرت ابراہیم علیہ السلام تمہارے صاحب ﷺ کے مشابہ اور تمہارے صاحب ﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بہت زیادہ مشابہت رکھتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام گندم گوں، طویل، دبلے پتلے اور گھنگریالے بالوں والے تھے وہ بنوشنوءۃ میں سے ایک شخص محسوس ہوتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رنگت سرخ وسفید، درمیانہ قد، سیدھے بالوں والے اور چہرے پر بہت سے خال دکھائی دیتے تھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ ابھی حمام سے نکلے ہیں ان کے سر سے پانی ٹپک رہا ہو حالانکہ وہاں پانی نہ تھا۔ تم میں سے حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان سے بہت مشابہ ہیں۔

ابن ہشام فرماتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ جب حضور ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کرتے تو یوں فرماتے:

آپ ﷺ نہ طویل القامت تھے اور نہ ہی کوتاہ قد تھے بلکہ آپ ﷺ کا قد میانہ تھا، آپ ﷺ کی زلف عنبریں نہ سیدھی تھیں نہ گھنگھریالی بلکہ دونوں صفات سے متصف تھیں۔ آپ ﷺ نہ موٹے تھے اور نہ ہی دبلے پتلے تھے۔ رنگت کی سفیدی میں سرخی تھی

Marfat.com

آنکھیں سرگیں تھیں، ابرو طویل تھے جوڑ بڑے بڑے تھے، شانوں کا درمیانہ حصہ بڑا تھا سینہ مبارک سے لے کر ناف تک بالوں کی ایک لکیر تھی باقی جسم پر بال نہ تھے، ہتھیلیاں اور قدم مبارک گوشت سے بھرپور تھے، قدم مبارک زمین پر پورے نہ لگتے تھے، ایسے لگتا تھا کہ آپ نشیب کی طرف چل رہے ہوں۔ کسی کی طرف توجہ فرماتے تو پوری طرح متوجہ ہو جاتے۔ دونوں شانوں کے مابین مہر نبوت تھی۔ آپ ﷺ خاتم النبیین تھے، آپ سخیوں میں سے سب سے سخی، بہادروں میں سے سب سے زیادہ قوی اور اخلاق میں سب سے زیادہ کریم تھے، پہلی دفعہ زیارت کرنے والا مرعوب ہو جاتا تھا اور اکثر ملنے والا محبت کا دم بھرنے لگتا تھا، آپ ﷺ کی تعریف کرنے والا یہی کہتا ہے کہ میں نے نہ پہلے آپ جیسا حسین دیکھا نہ بعد میں۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کی روایت:

محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ حضرت امام ہانی رضی اللہ عنہا کا نام ''ہند'' تھا، مجھے ان سے معراج مصطفی ﷺ کے متعلق یہ روایت پہنچی ہے۔ وہ فرماتی ہیں ''جب حضور ﷺ کو معراج ہوئی تو آپ ﷺ میرے گھر میں تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ نے تاخیر سے نماز عشاء ادا فرمائی پھر محو استراحت ہو گئے ہم بھی سو گئے۔ نماز فجر سے کچھ دیر پہلے آپ ﷺ نے ہمیں بیدار کیا، آپ ﷺ نے نماز صبح ادا فرمائی ہم نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی پھر آپ ﷺ نے فرمایا ''اے ام ہانی! تو جانتی ہے کہ میں نے اس وادی میں تمہارے ساتھ عشاء کی نماز ادا کی پھر میں بیت المقدس گیا میں نے وہاں نماز ادا کی پھر میں نے صبح کی نماز تمہارے ساتھ ادا کی جس طرح تو نے ابھی دیکھا''۔ پھر آپ باہر تشریف لے گئے تا کہ لوگوں کو اس واقعہ کے متعلق بتائیں میں نے آپ ﷺ کی چادر مبارک کے دامن کو پکڑ لیا آپ ﷺ کے بطن اطہر سے کپڑا اٹھ گیا وہ لپٹے ہوئے قبطی کپڑے کی مانند دکھائی دیا' یعنی انتہائی سفید میں نے عرض کی ''اے اللہ کے نبی ﷺ لوگوں کو اس واقعہ کے متعلق نہ بتائیں وہ آپ کی تکذیب کریں گے۔ وہ آپ ﷺ کو اذیت دیں گے''۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''اللہ کی قسم! میں انہیں یہ حیرت انگیز واقعہ ضرور بتاؤں گا''۔ میں نے اپنی حبشی خادمہ سے کہا تو حضور ﷺ کے پیچھے پیچھے جا اور غور سے سن کہ آپ ﷺ لوگوں سے کیا فرماتے ہیں: اور لوگ آپ ﷺ سے کیا سلوک کرتے ہیں؟ حضور ﷺ لوگوں کے پاس آئے اور اس تعجب خیز واقعہ کے متعلق اطلاع دی۔ لوگوں نے تعجب کیا اور کہنے لگے اس حیرت انگیز سیر کی دلیل کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں فلاں وادی میں فلاں کارواں کے پاس سے گزرا براق کی آہٹ نے انہیں ڈرا دیا ان کا ایک اونٹ بدک گیا، میں نے ان کی اس کی طرف راہ نمائی کی میں شام کی طرف عازم سفر تھا۔ واپسی میں وادی ''ضجنان'' سے گزرا وہاں فلاں قافلہ ''خیمہ زن'' تھا اہل کارواں سوئے ہوئے تھے۔ ان کے ایک برتن میں پانی تھا وہ کسی چیز سے ڈھکا ہوا تھا میں نے وہ چیز ہٹا کر پانی پیا اور پھر اسے اسی طرح ڈھانپ دیا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ کارواں مقام بیضاء تنعیم کی گھاٹی پر پہنچ چکا ہے اس کے آگے آگے ایک خاکستری اونٹ ہے جس پر دو بورے ہیں۔ ان میں سے ایک کالا اور دوسرا دھاری دار ہے۔ قوم اس گھاٹی کی طرف دوڑ کر گئی لیکن وہ پہلے اونٹ کو اس طرح نہ پا سکے وہ تیز رفتاری سے آگے نکل چکا تھا۔ انہوں نے اہل کارواں سے پانی کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے بتایا کہ انہوں نے برتن بھر کر رکھا تھا اسے ڈھانپا بھی تھا جب بیدار ہوئے تو دیکھا کہ وہ اسی طرح ڈھکا تھا لیکن اس میں پانی نہ تھا جب دوسرا کارواں مکہ معظمہ پہنچا تو انہوں نے اس سے بھی پوچھا انہوں نے کہا بخدا! حضور ﷺ نے سچ فرمایا ہے ہم اس وادی میں خوفزدہ ہوئے تھے ہمارا اونٹ بھی بدک گیا تھا، ہم نے ایک شخص کی آواز سنی وہ ہمیں بلا رہا تھا حتیٰ کہ ہم نے اونٹ پکڑ لیا''۔

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے اس شخص نے روایت کیا ہے جسے میں جھوٹا نہیں سمجھتا۔ وہ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو سنا آپ ﷺ فرما رہے تھے۔ ''جب میں بیت المقدس میں ظہور پذیر ہونے والے واقعات سے فارغ ہوا تو ایک سیڑھی لائی گئی میں نے کوئی چیز نہ دیکھی جو اس سے زیبا تر ہو۔ وقت نزع تمہارے مردے اس کی طرف نظر گاڑھ دیتے ہیں۔ میرے رفیق راہ نے مجھے اس پر چڑھا دیا۔ حتیٰ کہ وہ مجھے آسمان کے دروازوں میں سے ایک دروازے کے پاس لے گیا۔ اسے باب الحفظ کہا جاتا تھا۔ اس پر ایک فرشتہ تھا جس کا نام اسماعیل تھا اس کے

Marfat.com

ماتحت بارہ ہزار فرشتے تھے اور ان میں سے ہر ایک کے ماتحت بارہ، بارہ ہزار فرشتے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا۔ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۔ ''اور تمہارے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا''۔ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام مجھے لے کر آسمان میں داخل ہوئے تو اس فرشتے نے پوچھا اے جبرائیل! یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا محمد! (فداہ روحی) ﷺ۔ اس نے پوچھا کیا ان کی طرف پیغام بھیجا گیا تھا۔ حضرت جبرائیل نے کہا ہاں۔ اس فرشتے نے میرے لئے بھلائی کی دعا کی۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ نبی محترم ﷺ نے فرمایا جب میں آسمان دنیا میں داخل ہوا تو مجھ سے مختلف ملائکہ نے ملاقات کی۔ ہر فرشتہ مجھ سے شاداں و فرحاں ملتا تھا۔ وہ عمدہ بات کرتا اور دعا دیتا مگر مجھ سے ایک ایسا فرشتہ ملا جس نے گفتگو تو دوسرے ملائکہ کی طرح کی اور دعا بھی اسی طرح دی لیکن اس کے چہرے پر وہ مسکراہٹ نہ تھی جو مجھے دوسرے ملائکہ کے چہروں پر نظر آئی۔ میں نے پوچھا اے جبرائیل! یہ فرشتہ کون ہے؟ جس کا چہرہ مجھ سے ملاقات کرتے وقت بھی مسرت و شادمانی سے خالی تھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی اگر اس نے آپ ﷺ سے قبل کسی سے مسکرا کر بات کی ہوتی تو وہ آج آپ ﷺ سے ضرور ہنس کر بات کرتا لیکن وہ ہنس کر بات کرتا ہی نہیں۔ وہ دوزخ کا داروغہ ''مالک'' ہے۔ میں نے کہا اسے اللہ تعالیٰ نے جہنم کا نگران مقرر کیا ہے۔ اسی نے ہی تمہارا یہ وصف بیان کیا۔ مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ۔ ''اس کی اطاعت کی جاتی ہے اور وہ وہاں امین ہے''۔ کیا تم اس مالک کو حکم نہیں دو گے کہ وہ مجھے جہنم دکھائے۔ حضرت جبرائیل نے عرض کی کیوں انشاء اللہ! اے مالک! انہیں جہنم کے عجائبات دکھاؤ اس نے جہنم سے پردہ ہٹایا۔ جہنم شعلہ زن اور شرر فشاں ہوگئی حتیٰ کہ مجھے گمان ہوا کہ مجھے نظر آنے والی تمام اشیاء کو یہ ہڑپ کر جائے گی''۔ میں نے حضرت جبرائیل سے کہا ''اسے حکم دو کہ یہ جہنم کو پُرسکون ہونے کا حکم دے'' ان کا حکم سن کر مالک نے جہنم کو پرسکون ہو جانے کا حکم دیا وہ جہنم اپنی سابقہ جگہ پر چلی گئی۔ اس کا لوٹنا سایہ کے لوٹنے کی مانند تھا۔ جب اس کے شعلے جہاں سے نکلے تھے وہاں چلے گئے تو اس نے اس پر پردہ ڈال دیا۔ حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ اپنی حدیث کو جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نبی دو جہاں ﷺ نے فرمایا۔'' جب میں آسمان دنیا میں داخل ہوا تو میں نے وہاں ایک شخص دیکھا جو وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ بنو آدم کی ارواح اس پر پیش کی جا رہی تھیں۔ جب ان پر کچھ ارواح پیش کی جاتیں تو وہ ان سے خوش ہوتے اور انہیں بھلائی سے یاد کرتے۔ وہ کہتے۔ ''یہ عمدہ روح ہے جو عمدہ جسم سے نکلی ہے'' لیکن جب کچھ اور ارواح پیش کی جاتیں تو وہ انہیں ''اف'' فرماتے۔ وہ اپنے چہرے کو بھسورتے اور فرماتے۔ ''یہ خبیث روح ہے جو خبیث جسم سے نکلی ہے''۔ میں نے حضرت جبرائیل سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا یہ آپ ﷺ کے باپ حضرت آدم علیہ السلام ہیں جب ان کے پاس کسی مومن کی روح پیش ہوتی ہے تو وہ اس سے خوش ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں یہ پاکیزہ روح پاکیزہ جسم سے نکلی ہے۔ جب کسی کافر کی روح ان پر پیش کی جاتی ہے تو وہ اسے اف کہتے ہیں اور اسے ناپسند کرتے ہیں انہیں اس سے تکلیف ہوتی ہے وہ فرماتے ہیں یہ خبیث روح ہے جو خبیث جسم سے نکلی ہے''۔ پھر میں نے ایسے آدمی دیکھے جن کے ہونٹ اونٹوں کے ہونٹوں کی طرح تھے ان کے ہاتھوں میں پتھروں کی طرح آگ کے انگارے تھے۔ وہ انہیں اپنے منہ میں ڈال رہے تھے پھر وہ ان کی پشتوں سے نکل رہے تھے۔ میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا ''یہ ظلم کرتے ہوئے یتیموں کا مال کھانے والے ہیں''۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''پھر میں نے ایسے آدمی دیکھے جن کے پیٹ اتنے بڑے تھے کہ میں نے اس سے پہلے اتنے بڑے پیٹ نہیں دیکھے تھے۔ وہ آل فرعون کی راہ پر تھے۔ جب وہ آگ پر پیش کئے جاتے تو وہ پیاسے اونٹوں کی طرح وہاں سے گزر جاتے وہ آگ کو روندتے جاتے وہ ادھر ادھر ہٹنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ میں نے پوچھا اے جبرائیل! یہ کون ہیں؟ انہوں نے یہ کہا یہ سود خور ہیں''۔

''پھر میں نے ایسے آدمی دیکھے جن کے سامنے عمدہ اور مہنگا گوشت پڑا تھا ان کی ایک طرف بدبودار گندا گوشت پڑا تھا۔ وہ بدبودار گندا گوشت کھا رہے تھے اور عمدہ، قیمتی گوشت کو ترک کر رہے تھے۔ میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی ان بیویوں کو چھوڑ دیتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے حلال کیا ہے اور ان عورتوں کے پاس جاتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے

Marfat.com

حرام کیا ہے''۔

آپ ﷺ نے فرمایا ''پھر میں نے ایسی عورتیں دیکھیں جو پستانوں کے بل لٹکی ہوئی تھیں میں نے پوچھا، اے جبرائیل! یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا ''یہ وہ عورتیں ہیں جو اپنے مردوں میں ایسے بچے کو شامل کرتی ہیں جو ان کی اولاد میں سے نہیں ہوتا''۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''اس عورت پر اللہ تعالیٰ کا غصہ انتہائی شدید ہوتا ہے جس نے اپنے مردوں میں اس بچے کو شامل کیا جو ان میں سے نہ تھا اس نے ان کے مال و دولت کو کھایا اور ان کے خفیہ رازوں سے آگاہ ہو گیا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''پھر وہ مجھے دوسرے آسمان پر لے گئے وہاں دو خالہ زاد بھائی، حضرت عیسیٰ بن مریم اور حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام موجود تھے پھر حضرت جبرائیل مجھے تیسرے آسمان پر لے گئے۔ میں نے وہاں ایک حسین و جمیل شخص دیکھا اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح تھا میں نے حضرت جبرائیل سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا آپ ﷺ کے بھائی حضرت یوسف بن یعقوب علیہما السلام ہیں پھر وہ مجھے چوتھے آسمان پر لے گئے۔ میں نے وہاں ایک شخص دیکھا میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا یہ حضرت ادریس علیہ السلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا''۔ ''اور ہم نے اسے بلند مکان پر اٹھالیا''۔ پھر حضرت جبرائیل مجھے پانچویں آسمان پر لے گئے۔ وہاں ایک بزرگ تشریف فرما تھے ان کے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے۔ ان کے جسم پر بہت زیادہ بال تھے۔ میں نے کسی بوڑھے کو ان سے زیادہ حسین نہیں دیکھا۔ میں نے پوچھا اے جبرائیل! یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا یہ اپنی قوم کے محبوب حضرت ہارون علیہ السلام پھر وہ مجھے چھٹے آسمان پر لے گئے وہاں ایک گندم گوں۔ طویل اور چھریرے بدن والے آدمی تشریف فرما تھے۔ وہ بنوشنوءۃ کا ایک فرد لگتے تھے۔ میں نے پوچھا اے جبرائیل یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا یہ آپ ﷺ کے بھائی حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام ہیں۔ پھر وہ مجھے ساتویں آسمان پر لے گئے۔ وہاں میں نے ایک بزرگ دیکھے جو بیت المعمور کے دروازے کے پاس کرسی پر بیٹھے تھے۔ بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار ملائکہ داخل ہوتے ہیں۔ جو ایک بار داخل ہونے کی سعادت حاصل کر لیتے ہیں پھر قیامت تک ان کی باری نہیں آتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا حضرت ابراہیم کے علاوہ ایسا کوئی شخص میں نے نہیں دیکھا جو تمہارے صاحب ﷺ کے مشابہ ہو یا تمہارے صاحب ﷺ اس کے مشابہ ہوں۔ میں نے پوچھا۔ اے جبرائیل! یہ کون ہیں؟ انہوں نے عرض کی یہ آپ ﷺ کے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام پھر وہ مجھے جنت میں لے گئے۔ میں نے وہاں حسین و جمیل حور دیکھی میں نے پوچھا تو کس کے لئے ہے۔ اس کے حسن و جمال نے مجھے تعجب میں ڈالا۔ اس نے کہا ''میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے لئے ہوں''۔ حضور ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اس کی بشارت دی۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے روایت کیا ہے کہ حضرت جبرائیل آپ ﷺ کو جس آسمان پر بھی لے جاتے، جب اجازت طلب کرتے تو سوال کیا جاتا اے جبرائیل! یہ کون ہیں؟ وہ کہتے ''یہ محمد ﷺ ہیں'' وہ پوچھتے ''کیا انہیں دعوت دے کر بلایا گیا ہے''۔ حضرت جبرائیل فرماتے ''ہاں''۔ وہ کہتے ''اللہ تعالیٰ اس عظیم بھائی اور مخلص دوست کی عمر دراز فرمائے''۔ حتیٰ کہ وہ ساتویں آسمان تک پہنچ گئے۔ پھر آپ ﷺ حریم ناز میں تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر ہر روز پچاس نمازیں فرض کیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''میں بارگاہ ناز سے واپس آ گیا جب میں حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کے پاس سے گزرا وہ تمہارے لئے ایک مخلص دوست ثابت ہوئے۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا آپ ﷺ پر کتنی نمازیں فرض ہوئیں، میں نے کہا اس ذات والا تبار نے ہر روز پچاس نمازیں فرض کی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی ''بلاشبہ نماز ایک بوجھ ہے۔ آپ ﷺ کی امت ناتواں ہے۔ آپ ﷺ اپنے پروردگار کے پاس جائیں اور تخفیف کی التجاء کریں''۔ میں حریم و ناز میں گیا اور اپنے رب سے التجاء کی کہ وہ مجھ سے اور میری امت سے تخفیف کرے۔ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں کم کر دیں میں لوٹ آیا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے مجھے پہلے کی طرح کہا، میں پھر بارگاہ لم یزل میں گیا اور اپنے رب سے التجاء کی اس نے مجھ سے پانچ نمازوں کی تخفیف کر دی پھر میں واپس آ گیا۔ حضرت موسیٰ کے پاس سے گزرنے لگا تو انہوں نے مجھے پہلے کی طرح کہا، اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازوں کی تخفیف کر دی۔ اسی طرح میں جب بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے

Marfat.com

پاس آتا وہ مجھے واپس جانے کے لئے کہتے، حتیٰ کہ شب و روز میں پانچ نمازیں فرض رہ گئیں۔ پھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا انہوں نے پھر بارگاہ قدس میں جانے کے لئے کہا، میں نے کہا میں اتنی مرتبہ اپنے رب کی بارگاہ میں گیا ہوں اور التجاء کی ہے کہ اب مجھے اس سے حیاء آتی ہے، اب میں ایسا نہیں کروں گا''۔ اس روایت کو امام بیہقی نے دلائل النبوت میں، ابن جریر اور ابن خاتم نے روایت کیا ہے۔ تم میں سے جس نے ان نمازوں کو ایمان لاتے ہوئے اور محاسبہ نفس کرتے ہوئے ادا کیا اسے پچاس نمازوں کا ثواب ملے گا۔ (سیرت ابن ہشام کا بیان ختم ہوا۔)

(اب حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب شرح سیرت ابن ہشام میں جو بیان فرماتے ہیں: وہ روض الانف کے ص ۲۸۲ تا ۳۱۹ سے نقل کیا جاتا ہے)

حدیث معراج کے مشکل الفاظ کی تشریح:

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تمام راویوں کا اتفاق ہے کہ انہوں نے ''اسراء'' ہی روایت کیا ہے کسی نے بھی 'سری'' کا لفظ روایت نہیں کیا۔ اگر چہ اہل لغت کہتے ہیں کہ سری اور اسریٰ ایک ہی معنی میں ہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اہل لغت نے اس کی تحقیق نہیں کی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قراء کرام نے اس آیت کی تلاوت میں اختلاف نہیں کیا۔ اسریٰ کی جگہ کسی نے سریٰ نہیں پڑھا۔ اسی طرح ارشاد فرمایا واللیل اذا یسر۔ اس آیت میں یسریٰ نہیں فرمایا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ السریٰ سریت سے مشتق ہے اس کا معنی رات کو چلنا ہے یہ مونث ہے کہا جاتا ہے طالت سراك الليلة ۔ آج رات تیری سیر لمبی ہوگئی۔ السراء معنی میں متعدی ہوتا ہے لیکن اس کے مفعول کو اکثر حذف کر دیا جاتا ہے حتیٰ کہ اہل لغت یہ سمجھنے لگے کہ ان دونوں کا معنی ایک ہی ہے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ وہ لفظاً کسی مفعول کی طرف متعدی نہیں ہوتے۔ اسریٰ بعبدہ کا معنی ہے جعل البراق یسری ۔ براق کو یہ توفیق دی کہ وہ آپ ﷺ کو سیر کرائے۔ جس طرح کہا جاتا ہے امضیته کا معنی ہے جعلته یمضی (میں نے اسے انجام تک پہنچا دیا ہے) لیکن اس کے مفعول کو اکثر حذف کر دیتے ہیں۔ اس کی وجہ یا تو اس پر اس کی قوی دلالت ہے یا اس کے ذکر سے استغناء ہے کیونکہ اس خبر سے حضور ﷺ کا ذکر مقصود ہے نہ کہ اس جانور کا تذکرہ مقصود ہے جس نے آپ ﷺ کو سیر کرائی تھی۔ حضرت لوط علیہ السلام کے قصہ میں فَاَسرِ بِاَهلِكَ میں اس طرح کہنا بھی جائز ہے فَاَسرِ بِاَهلِكَ بِقِطعٍ ۔ یعنی انہیں اس سواری کے ساتھ لے کر راتوں رات چلو جس پر بھی وہ سوار ہوں لیکن حضور ﷺ کی معراج مبارک میں یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ نہیں کہا جاتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ خاص کو کئی وجوہات میں سے ایک وجہ کے سبب سیر کرائی۔ اسی وجہ سے اس آیت کی تلاوت میں بھی اتفاق ہے۔

اسی طرح علمائے نحو سے باء اور همزہ میں تسامح ہوا ہے وہ انہیں متعدی ہونے کے حکم میں ایک معنی میں کرتے ہیں۔ اگر ان کا قول درست ہوتا تو پھر یہ کہنا درست ہوتا امرضة. مرضت به. اسقهت به. سقمتبه. اعبيت به. عبيت به. جس طرح اذهبته اور اذهبت به کہنا درست ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے کلام میں تدبر کرنے سے ان میں اختلاف نظر آتا ہے اسی طرح علماء بھی ان میں فرق کرتے ہیں۔ باء تعدیہ کا معنی فعل کے ساتھ مشارکت کے اعتبار سے دیتی ہے لیکن ہمزہ یہ معنی نہیں دیتا۔ اقعدتہ کا معنی ہے میں نے اسے بٹھایا (جعلتی ، یقعد) لیکن جب قعدت بہ کہا جائے تو اس کا معنی ہے کہ میں نے اس کے ساتھ بیٹھنے میں شرکت کی۔ دخلت به و ذهبت بہ بھی اسی طرح ہے لیکن ادخلتہ اور اذھبتہ میں یہ معنی نہیں ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ارشاد ربانی ہے: ذهب الله بنورهم و ذهب بسمعهم وابصارهم. اللہ تعالیٰ ان کے نور، ان کی قوت سماعت اور قوت بصارت لے گیا۔ اب اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اس کی صفت میں ذھاب ''چلا گیا'' کہا جائے یا اس کی طرف اس کا کچھ حصہ بھی منسوب کیا جائے۔ اس آیت کا معنی یہی ہے اذهب نورهم وسمعهم ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے نور اور قوت سماعت کو ختم کر دیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ نور، سمع اور بصر اللہ کے دست قدرت میں ہیں جس طرح اس نے خود فرمایا ہے۔ بیدہ الخیر بھلائی اس کے دست قدرت

Marfat.com

میں ہے نور، سمع اور بصر کا تعلق بھی اسی بھلائی سے ہے جو اس کے قدرت کے ہاتھ میں ہے جب سب کچھ اس کے ہاتھ میں ہے تو پھر ذهب به کہنا درست ہے اس کا معنیٰ وہی ہوگا جس کا تقاضا اس کا یہ فرمان بیده الخیر کرتا ہے۔ خواہ اس کا معنی جو بھی ہو۔ ذهب الله بنو رهم کے دوسرے معنی کی بنیاد بھی اسی پر ہوگی خوہ وہ حقیقتا ہو یا مجازاً۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب اس نے رجس ''ناپاکی'' کا ذکر کیا تو کس طرح فرمایا لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ (الاحزاب ۳۳) اس میں یذهب به نہیں فرمایا اسی طرح فرمایا۔ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ۔

ان آیات کا مقصد اپنے بندوں کو حسن ادب کی تعلیم مقصود ہے کیونکہ ''ارجاس'' کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہ حقیقتا ہوسکتی ہے نہ ہی معناً۔ اگرچہ تخلیق اور ملکیت اسی کی ہے یہ کہنا بھی درست نہیں کہ هی بیدہ. کہ یہ اس کے ہاتھ میں ہے تا کہ عبارت میں حسن رہے اور اس ذات پاک کی تنزیہ بھی ثابت رہے۔ نور، سمع اور بصر کے متعلق بہتر ہے کہ یوں کہا جائے هی بیده. یہ اس کے دست تصرف میں ہیں اس لئے اس کے ساتھ ذهب به کہنا درست ہے لیکن اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ میں ''باء'' کا تعلق اس گروہ سے نہیں۔ یہ ایک ایسا فعل ہے جو مفعول کی طرح متعدی ہے اور وہ مسری سیر کروانے والا ہے جس نے عبد کو سیر کروائی وہ بھی اس سیر میں شریک ہے۔ جس طرح ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ باء فعل میں مشارکت کا فائدہ دیتی ہے یا اس کے ساتھ کسی قدر شمولیت کا فائدہ دیتی ہے۔

معراج نیند میں تھی یا عالم بیداری میں۔

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس باب میں قابل تفصیل بات یہ ہے کہ کیا حضور ﷺ کو معراج عالم بیداری میں جسم مقدس کے ساتھ ہوئی یا عالم نیند میں صرف روح کو معراج ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ''اللہ عزوجل جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت اور جو نہ مریں انہیں ان کے سوتے میں'' ابن اسحاق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا قول ذکر کیا ہے کہ یہ ایک سچی خواب تھی، اور اس شب حضور ﷺ کا جسم مبارک مفقود نہیں ہوا تھا صرف آپ ﷺ کی روح مبارک کو سیر کرائی گئی تھی۔ مخالفین اللہ رب العزت کے اس فرمان سے بھی دلیل حاصل کرتے ہیں۔ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ۔ انہوں نے کہا یہ رویا صرف اسی خواب کو کہتے ہیں جو نیند میں نظر آئے۔ انہوں نے بخاری شریف کی اس حدیث سے بھی دلیل لی ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس رات نبی اکرم ﷺ کو مسجد حرام سے سیر کرائی گئی یہ نزول وحی سے پہلے کا واقعہ ہے آپ ﷺ کے پاس تین افراد آئے۔ آپ ﷺ مسجد حرام میں استراحت فرما تھے ان میں سے پہلے نے کہا ان میں سے وہ ﷺ کون سے ہیں۔ درمیان والے نے کہا وہ بھی ہیں یہ ان سب سے بہترین ہیں۔ تیسرا نے کہا ان میں سے بہترین کو پکڑ لو۔ اس رات وہ چلے گئے وہ دوسری شب آئے انہوں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی چشمان مقدس محو استراحت تھیں جبکہ قلب انور بدستور بیدار تھا۔ انبیاء علیہم السلام کی کیفیت اسی طرح ہوتی ہے ان کی آنکھیں سوتی ہیں لیکن ان کے دل بیدار رہتے ہیں۔ انہوں نے حضور ﷺ سے کوئی بات نہ کی انہوں نے آپ ﷺ کو اٹھایا اور چاہ زمزم کے پاس رکھ دیا...... اس حدیث شریف کے آخر میں ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ بیدار ہوئے تو مسجد حرام میں تھے۔ اس حدیث میں کوئی شک نہیں کہ ایک سچی خواب تھی۔

وہ علماء جن کا نقطہ نظر یہ ہے کہ معراج عالم بیداری میں ہوئی وہ کہتے ہیں کبھی کبھی ''رویا'' عالم بیداری میں دیکھنے کو بھی کہتے ہیں۔ وہ شاعر کے اس شعر سے دلیل پکڑتے ہیں جس میں وہ شکاری کی تعریف میں کہتا ہے۔

و کبر للرویا و هش فواده و بشر قلبا کان جما بلا بله

اس نے اس منظر کو دیکھ کر تکبیر کہی۔ اس کا دل خوش ہو گیا اس نے اپنے دل کو بشارت دی وہ پہلے مختلف وساوس کی آماجگاہ تھا۔

وہ علماء فرماتے ہیں کہ اس آیت میں بھی اس امر کی دلیل ہے کہ یہ سیر عالم بیداری میں تھی ارشاد ہے: وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْ اَرَيْنٰكَ اِلَّا

Marfat.com

فِتْنَةً لِّلنَّاسِ ۔ اگر یہ نیند میں خواب ہوتا تو لوگ فتنے میں مبتلا نہ ہوتے بہت سے لوگوں کے پاؤں ڈگمگا نہ جاتے۔ کفار مکہ نے کہا: "محمد ﷺ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ بیت المقدس گئے اور پھر اسی رات مکہ مکرمہ واپس بھی آ گئے جب کہ کارواں ایک ماہ میں وہاں پہنچتے ہیں اور ایک ماہ میں واپس آ جاتے ہیں" اگر یہ خواب کا واقعہ ہوتا تو ان میں سے ایک بھی اسے ناممکن نہ سمجھتا کیونکہ سونے والا کبھی کبھی اپنے آپ کو آسمان پر دیکھتا ہے کبھی وہ مشرق و مغرب میں جاتا ہے اسے کوئی بھی ناممکن نہیں کہتا۔ ان علماء نے ایک دلیل یہ بھی دی کہ حضور ﷺ نے اس برتن سے پانی پیا جسے اہل کارواں نے ڈھانپ رکھا تھا صبح کے وقت انہوں نے دیکھا کہ برتن خالی تھا۔ اس کارواں کا ایک اونٹ براق کی آواز سن کر بدک گیا۔ آپ ﷺ نے ان کی راہنمائی کی۔ حضور ﷺ نے اہل مکہ کو یہ علامت بھی بتائی حتیٰ کہ آپ ﷺ نے ان دو بوروں کی بھی خبر دی جن میں سے ایک کالا اور دوسرا دھاری دار تھا۔ علامہ یونس کی روایت میں ہے کہ جس قافلہ سے حضور ﷺ نے پانی نوش فرمایا تھا اور گمشدہ اونٹ کی طرف ان کی راہنمائی کی تھی اس کے متعلق فرمایا کہ وہ عنقریب پہنچ جائے گا اور اہل کارواں مذکورہ بالا واقعات کے متعلق بتائیں گے۔ قریش مکہ نے پوچھا وہ قافلہ کب پہنچے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا "وہ قافلہ بدھ کے روز پہنچ جائے گا"۔ بدھ کے روز سورج غروب ہونے کے قریب تر ہو گیا لیکن ابھی تک قافلہ نہ پہنچا۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔ اللہ تعالیٰ نے سورج کو روک دیا حتیٰ کہ وہ کاروان پہنچ گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آپ ﷺ کی امت تک سورج صرف یا تو آپ ﷺ کے لئے روکا گیا یا حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے لئے روکا گیا یہ تمام واقعات عالم بیداری میں ہی رونما ہو سکتے ہیں۔

علماء کا ایک تیسرا طائفہ بھی ہے جس نے سرخیل حضرت ابوبکر ابن عربی ہیں وہ اوپر بیان کردہ دونوں اقوال کی تصدیق کرتے ہیں وہ دونوں احادیث کو مانتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ معراج دو مرتبہ ہوئی تھی۔ آپ ﷺ کو پہلے عالم نیند میں معراج کرائی گئی تاکہ آپ ﷺ کے لئے سہولت اور آسانی رہے۔ جس طرح وحی کا آغاز سچی خوابوں سے ہوا تھا تاکہ نبوت کا امر آپ ﷺ کے لئے آسان ہو جائے کیونکہ یہ ایک عظیم امر تھا جس سے قوائے بشریہ کمزور تھے اسی طرح معراج پر جانے سے قبل آپ ﷺ کو نیند میں معراج کرائی گئی۔ پھر اسی طرح عالم بیداری میں معراج ہوئی یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا آپ ﷺ پر کرم تھا۔ میں نے بخاری کی شرح "مہلب" میں پڑھا ہے کہ بہت سے علماء کا یہی نقطہ نظر ہے وہ فرماتے ہیں کہ معراج دو مرتبہ ہوئی۔ ۱۔ عالم نیند میں۔ ۲۔ عالم بیداری میں۔

امام سہیلی علیہ السلام فرماتے ہیں یہی قول درست ہے احادیث کے معانی اس پر متفق ہوتے ہیں۔ حضرت انس کی حدیث جو پہلے گذر چکی ہے اس میں ہے نزول وحی سے قبل آپ ﷺ کے پاس تین آدمی آئے حالانکہ مشہور یہی ہے کہ معراج بعثت کے بعد ہوئی۔ نماز اسی وقت فرض ہوئی۔ ایک قول کے مطابق ہجرت سے ایک سال پہلے معراج ہوئی۔ اسی وجہ سے حدیث مبارک میں ہے کہ بہت سے مسلمان ڈگمگا گئے۔ ان دونوں احادیث کے راوی حافظ ہیں۔ ان دونوں میں انطباق کی صورت صرف یہی ہے کہ یہ کہا جائے کہ معراج دو مرتبہ ہوئی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چھٹے آسمان پر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ساتویں آسمان پر ملے جب صحیح روایات میں ہے کہ آپ ﷺ نے ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا وہ بیت المعمور کے ساتھ ٹیک لگائے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے چھٹے آسمان پر ملاقات کی۔ ابن اسحاق روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کے پاس تین برتن لائے گئے جن میں سے ایک برتن میں پانی تھا۔

کہنے والے نے کہا اگر انہوں نے پانی والا برتن پکڑ لیا تو یہ خود بھی اور ان کی امت بھی غرق ہو جائے گی۔

صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کو صرف ایک برتن پیش کیا گیا جس میں شہد تھا۔ اس روایت میں پانی کا ذکر نہیں۔ دونوں احادیث کے راوی ثقہ ہیں ان کو جھٹلا کر ان کی توہین نہیں کی جا سکتی لہٰذا ثابت ہوتا ہے کہ معراج دو مرتبہ ہوئی تھی۔ اختلاف کے وقت یہی کہا جائے گا کہ یہ دو واقعات اور دو حالتوں کے متعلق روایات ہیں۔ قرآن کا ظاہر بھی اس کی گواہی دیتا ہے۔ ارشاد باری ہے۔

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی ۝ فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ۝ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝

Marfat.com

''پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اتر آیا تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔''

یہ آیات حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کی تائید کرتی ہیں کہ آپ ﷺ کے دل مبارک نے دیکھا تھا آنکھ سوتی رہی۔ الفواد، دل کو کہتے ہیں پھر فرمایا اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ۝ ''تو کیا تم ان سے ان کے دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو۔'' اس آیت میں ماقدرای نہ فرمایا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے دیدار کے بعد ایک اور دیدار ہوا تھا پھر فرمایا وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝ ''اور انہوں نے تو وہ جلوہ دو بار دیکھا''۔ واپسی پر حضرت جبرائیل سے پھر ملاقات ہوئی اور آپ ﷺ نے انہیں اصلی شکل میں دیکھا۔ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۝ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۝ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جب سدرۃ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔ سونے کے بستروں نے سدرۃ کو ڈھانپ لیا تھا۔ روایت میں ہے کہ اس سے یاقوت بکھر رہے تھے، اسکے پھل ہجر کے مٹکوں کی طرح تے۔ پھر فرمایا مازاغ البصر۔ آنکھ نہ کسی طرف پھری۔ اب بصر کا ذکر کیا فواد کا ذکر نہ کیا۔ جس طرح پہلے فواد کا ذکر کیا اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ دوسری مرتبہ آنکھ اور بصارت کا دیکھنا تھا پھر فرمایا لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ۝ بے شک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔ کیونکہ اب دیکھنا آنکھ سے تھا اسے آیات کبریٰ سے تعبیر فرمایا کیونکہ یہ بڑے بڑے دلائل اور عظیم براہین سے تھا اس طرح دوسرے بار دیکھنا پہلی بار دیکھنے سے عظیم تر ہو گیا کیونکہ انسان کا خواب میں دیکھنا آنکھ سے دیکھنے سے کم تر ہوتا ہے۔ اسی لئے اکثر احادیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے سدرۃ المنتہیٰ پر دو ظاہری نہریں اور دو باطنی نہریں دیکھیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو بتایا کہ ظاہری دو نہریں دریائے نیل اور دریائے فرات ہیں۔ حضرت انس کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے دو ظاہری نہریں آسمان دنیا میں دیکھیں۔ فرشتے نے عرض کی یہ دریائے نیل اور دریائے فرات ہیں۔ یہ ان کا اصل اور عنصر ہیں۔ ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے عالم بیداری میں ان کے منبع کو دیکھا ہو۔ اور پہلی مرتبہ صرف دو نہریں ہی دیکھی ہوں ان کی اصل نہ دیکھی ہو۔ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِى الْاَرْضِ (مومنون:۱۸) ''اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا ایک اندازہ پر پھر اسے زمین میں ٹھہرایا''۔ کی تفسیر میں ہے کہ اس سے مراد دریائے نیل اور دریائے فرات ہے۔ انہیں حضرت جبرائیل کے پروں پر رکھ کر جنت سے اتارا گیا اور انہیں پہاڑیوں کی وادیوں میں رکھ دیا گیا عنقریب اللہ تعالیٰ انہیں اٹھا لے گا۔ جب قرآن اور ایمان اٹھ جائیں گے، انہیں بھی اٹھا لیا جائے گا۔ اس وقت زمین پر کوئی بھلائی باقی نہ رہے گی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ۔ اور بے شک ہم اس کے لئے جانے پر قادر ہیں''۔ نحاس نے اسے معانی میں ذکر کیا ہے۔ میں نے اس کا خلاصہ پیش کیا ہے۔ علامہ مازری نے ''کتاب المعلم'' میں ایک چوتھا قول بھی نقل کیا ہے کہ بیت المقدس تک معراج جسم اطہر کے ساتھ تھی۔ مشاہدہ آنکھ کے ساتھ تھا پھر ساتویں آسمان سے اوپر تک معراج آپ ﷺ کی روح کے ساتھ تھی، اسی لئے کفار نے بیت المقدس تک کے سفر کو عجیب سمجھا لیکن باقی سفر کو عجیب نہ سمجھا۔

براق کا مچلنا:

حضرت امام سہیلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب لامکان کے سیاح ﷺ براق پر سوار ہونے لگے تو وہ مچلنے لگا، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس سے کہا ''اے براق! تمہیں شرم نہیں آتی۔ آج تک تجھ پر کوئی ایسی ہستی سوار نہیں ہوئی جو محمد مصطفیٰ ﷺ سے افضل ہو''۔ ابن بطال۔ ''جامع صحیح'' کی شرح میں اس کی وجہ لکھتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

''اس کی وجہ یہ تھی کیونکہ عرصہ طویل گزر چکا تھا کہ براق پر کوئی نبی سوار نہ ہوئے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کے مابین ایک طویل زمانہ تھا جس کی وجہ سے وہ اچھلنے لگا''۔

اس کا ایک اور سبب بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جب براق اچھلنے لگا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! شاید آپ ﷺ نے آج ''صفراء'' کو مس کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: آپ ﷺ نے اسے چھوا تو نہیں البتہ اس کے قریب سے گزرے ہیں۔ آپ ﷺ

Marfat.com

نے اسے مخاطب کر کے فرمایا ''ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو اللہ کو چھوڑ کر تیری عبادت کرے''۔ اس روایت کو ابوسعید نیشا پوری نے ''شرف المصطفیٰ'' میں تحریر کیا ہے مسند البزار میں ہے کہ صفراء ایک بت تھا جس کا کچھ حصہ سونے کا تھا، حضور ﷺ نے فتح مکہ کے دن اسے توڑ دیا تھا۔ امام ترمذی نے حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب مرکب ہمایوں بیت المقدس پہنچا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنی انگلی سے چٹان کی طرف اشارہ کیا چٹان پھٹ گئی انہوں نے وہاں براق باندھ دی، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس روایت کو عجیب سمجھا ہے لیکن اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے عالم غیب وشہادت کو مسخر فرما دیا تھا۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں سے ایک یہ فقہی مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ احتیاط کرنا توکل کے صحیح ہونے کے خلاف نہیں۔ اس سے ایمان بالقدر پر بھی کوئی زد نہیں پڑتی۔ حضرت وھب بن منبہ سے روایت ہے کہ ہلاکتوں سے بچنے کے لئے احتیاط کرنے والا توکل کے خلاف نہیں اس سے ایمان بالقدر پر بھی کوئی زد نہیں پڑتی۔ حضرت وھب فرماتے ہیں میں نے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتب میں سے ستر کتابوں میں پڑھا ہے اور حضور ﷺ کا بھی فرمان ہے: ''قیدھا وتوکل'' پہلے اپنی سواری کو باندھ پھر توکل کرو آپ ﷺ کو یقین تھا آپ ﷺ کے لئے کائنات مسخر کردی گئی ہے۔ آپ ﷺ کو تقدیر الٰہی پر بھی ایمان تھا پھر بھی آپ ﷺ نے اپنے سفروں میں زاد راہ لیا۔ جنگوں میں ہتھیار سجائے، حتیٰ کہ غزوہ احد کے دن دو زرہیں زیب تن فرمائیں براق کو اس حلقہ سے باندھنے کا تعلق اسی باب سے ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر راویوں نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ حارث بن ابی اسامہ اور ابوسعید رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے براق کو اسی حلقہ میں باندھا جہاں انبیاء علیہم السلام اسے باندھا کرتے تھے۔ لیکن اس حدیث کی سند میں داؤد بن محبر ہے جو ضعیف ہے۔

ملائکہ کا ''مَنْ مَعَكَ'' کہنا:

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب حضرت جبرائیل علیہ السلام ہر آسمان پر پہنچتے، دستک دیتے تو آگے سے ملائکہ پوچھتے ''من معك'' آپ کے ساتھ کون ہیں۔ وہ کہتے میرے ساتھ محمد عربی ﷺ ہیں۔ وہ پوچھے او قد بعث الیہ۔ کیا انہیں پیغام بھیج کر بلایا گیا ہے حضرت جبرائیل کہتے ہاں! صحیح احادیث میں اسی طرح کے الفاظ ہیں۔ ان کے اس سوال ''اوقد بعث الیہ'' کے متعلق بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ کیا آپ ﷺ کو آسمان پر تشریف لانے کی دعوت دی گئی ہے؟ کیونکہ انہیں علم تھا کہ عنقریب حضور ﷺ معراج فرمائیں گے۔ اگر ان ملائکہ کا ارادہ یہ ہوتا کہ کیا آپ ﷺ کو مخلوق کی طرف مبعوث کیا گیا ہے تو وہ اس طرح سوال کرتے اوقد بعث الیہ کہنے کی ضرورت نہ تھی۔ ملائکہ پر یہ مخفی نہیں ہوسکتا کہ آپ ﷺ مخلوق کی طرف مبعوث ہو چکے ہیں اور پھر معراج کی رات تک یہ معلوم نہ ہوسکا۔ اس کتاب میں پہلے گزر چکا ہے جب حضور ﷺ نے ساتویں آسمان کے ملائکہ کی تسبیح کا ذکر فرمایا پھر ہر آسمان کے ملائکہ کی تسبیح کا ذکر کیا پھر وہ ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں کہ تم یہ تسبیح کیوں بیان کر رہے ہو حتیٰ کہ یہی سوال ساتویں آسمان کے ملائکہ تک پہنچتا ہے وہ جواب میں کہتے ہیں کہ ہمارے رب نے اپنی مخلوق میں فلاں فیصلہ فرمایا ہے۔ پھر یہ خبر آسمان دنیا تک پہنچ جاتی ہے...... یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ملائکہ کو نبوت محمد یہ کا علم تھا کہ آنحضرت ﷺ کو کب نبوت سے سرفراز فرمایا گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کیا حضور ﷺ کی طرف براق بھیج کر آپ ﷺ کو قدم رنجہ فرمانے کے لئے کہا گیا ہے؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آسمان دنیا کے ملائکہ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے کہا او قد بعث. اس حدیث میں الیہ کا ذکر نہیں کیونکہ یہ حدیث اس سیر کے متعلق ہے جس کا تعلق دل سے ہے اور یہ واقعہ نزول وحی سے پہلے کا ہے جس طرح تفصیل پہلے گزر چکی ہے یہ حدیث اس امر کو تقویت دیتی ہے کہ پہلے معراج خواب میں پھر عالم بیداری میں ہوئی۔ اس لئے ہم تمام روایات میں سے صرف اسی روایت میں یہ الفاظ پاتے ہیں۔ او قد بعث الیہ۔

باب الحفظہ:

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابن اسحاق نے باب الحفظہ کا ذکر کیا ہے کہ اس پر ایک فرشتہ مقرر ہے جس کا نام اسماعیل ہے اس کا تذکرہ

Marfat.com

مسند حارث میں آیا ہے اس میں ہے کہ اس فرشتے کے ماتحت ستر ہزار ملائکہ ہیں ان میں سے ہر ایک فرشتے کے ماتحت ستر ستر ہزار ملائکہ ہیں۔ ابن اسحاق کی روایت میں بارہ ہزار ملائکہ کا ذکر ہے۔

سدرۃ المنتہیٰ:

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کی صفت میں ہے کہ اگر اس کے ایک پتے سے اس امت کو ڈھانپ دیا جائے تو تمام امت اس کے نیچے آجائے گی۔ تمام روایات میں ہے کہ اس کے پھل ''ہجر'' کے مٹکوں کی طرح تھے ''کتاب الطہارۃ'' کی حدث القلتین میں ہے۔ اذا کان الماء قلتین من قلال هجر لم یحمل الخبث۔ جب پانی ہجر کے مٹکوں میں سے دو مٹکوں کی مقدار ہو جائے تو وہ ناپاک نہیں ہوتا۔ علماء فرماتے ہیں وہاں کے دو مٹکوں کی مقدار پانچ سو نوے رطل بنتی ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں یہ مقدار تقریباً پانچ قرب بنتی ہے ابن سلام کی تفسیر میں اسلاف سے منقول ہے کہ اس مقام کو سدرۃ المنتہیٰ اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ مومن کی روح وہاں پہنچ کر رک جاتی ہے وہاں مقرب ملائکہ نماز میں مشغول ہوتے ہیں انہوں نے یہ ''علیین'' کی تفسیر میں لکھا ہے۔

آسمان دنیا پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات:

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں آپ ﷺ نے آسمان دنیا پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات کی۔ ان کے دائیں جانب بھی کچھ لوگ تھے اور کچھ بائیں جانب تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو بتایا کہ وہ لوگ جو آپ کے دائیں جانب ہیں وہ اصحاب یمین ہیں۔ ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ آپ علیہ السلام پر اولاد کی ارواح پیش کی جاتی ہیں جب آپ ان ارواح کو دیکھتے ہیں جو آپ کے دائیں جانب ہیں تو آپ مسکراتے ہیں۔

اس پر ایک اعتراض کیا گیا ہے آپ علیہ السلام نے اپنے دائیں طرف اصحاب یمین کی ارواح کو کیسے ملاحظہ فرمالیا اس وقت تو اصحاب یمین تعداد میں بہت کم تھے۔ شاید اس رات ان میں سے کسی ایک نے بھی وفات نہ پائی ہو جب کہ حدیث کے ظاہر کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ایک پوری جماعت ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اسراء سے مراد دل کا دیکھنا ہو تو اس کی تاویل یہ ہے کہ عنقریب ایسا ہو گا اور اگر یہ دیکھنا آنکھ کا مشاہدہ ہو جس طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا نقطہ نظر ہے تو اس کا معنی یہ ہو گا کہ انہوں نے وہاں مومنین کی ارواح ملاحظہ کی تھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ مخلوق پر اس کی نیند میں موت طاری کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا (الزمر:۴۲) ''اللہ جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت''۔

یہ ارواح وہاں پہنچ جاتی ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام ان کا مشاہدہ فرمالیتے ہیں پھر یہ ارواح اپنے جسموں میں لوٹا دی جاتی ہیں۔

اس اعتراض کا دوسرا جواب یہ ہے کہ ان ''اصحاب یمین'' سے مراد وہ فرخندہ فال لوگ ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۃ مدثر میں کیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ۝ فِيْ جَنّٰتٍ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝

''مگر داہنی طرف والے باغوں میں پوچھتے ہیں مجرموں سے''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اس سے مراد وہ بچے ہیں جو بچپن میں مرجاتے ہیں اسی لئے وہ مجرموں سے پوچھیں گے مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ۝ ''تمہیں کیا بات دوزخ میں لے گئی''۔ کیونکہ وہ کفار کے کفر کی پہچان سے پہلے ہی مرگئے تھے۔ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ مومنین اور کفار کے بچے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کفالت میں ہیں جب نبی اکرم ﷺ نے انہیں ایک باغ میں دیکھا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے عرض کی کفار کے بچے بھی ان میں شامل ہیں۔ امام بخاری نے

Marfat.com

اس حدیث کو کتاب الجنائز میں لکھا ہے ایک اور جگہ بھی تحریر کیا ہے وہاں "اولاد الناس" کا ذکر ہے یہ پہلی حدیث میں نص ہے اور دوسری حدیث میں عموم ہے۔ کفار کے بچوں کے متعلق ایک روایت یہ بھی ہے کہ وہ اہل جنت کے خادم ہیں۔ ممکن ہے حضرت آدم علیہ السلام کی دائیں سمت ان بچوں کی ہی ارواح ہوں جو حضور ﷺ نے ملاحظہ کی ہوں۔

پانی کا حکم:

حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اس روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے اس برتن سے پانی نوش کیا جسے ڈھانپا گیا تھا۔ پانی اگرچہ کسی کی ملکیت نہیں ہوتا لوگ اس میں برابر کے شریک ہوتے ہیں آگ اور گھاس کا بھی یہی حکم ہے لیکن اگر پینے والا اسے اپنے برتن میں محفوظ کر لے تو یہ اس کی ملکیت بن جاتا ہے۔ حضور ﷺ کے لئے اس پانی کا پینا کیسے جائز ہوا جبکہ وہ دوسرے کی ملکیت میں تھا۔ اس وقت تک نہ کفار کی املاک اور نہ ہی ان کے خون مباح تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں اہل عرب مسافروں کے لئے دودھ بھی جائز قرار دیتے تھے چہ جائیکہ پانی! وہ اپنے چرواہوں کو حکم دیتے تھے اور اس شرط پر انہیں اپنے جانور چرانے کی اجازت دیتے تھے کہ وہ کسی مسافر کو دودھ سے منع نہیں کریں گے۔ عرف میں حکم شریعت میں اصول ہوتا ہے امام بخاری نے کتاب البیوع میں ذکر کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ہند بنت عتبہ سے کہا تھا۔ "اس کے مال سے اتنا لے لیا کر جو تیرے لئے اور تیرے بیٹے کے لئے کافی ہو"۔

بیت المقدس میں تشریف آوری اور انبیاء علیہم السلام کے اوصاف:

حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ آپ ﷺ بیت المقدس میں تشریف لے گئے وہاں انبیائے کرام علیہم السلام موجود تھے۔ آپ ﷺ نے وہاں امامت کروائی۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے انکار کیا ہے کہ آپ ﷺ نے انبیاء کو امامت کرائی۔ وہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ براق کی پشت پر سوار رہے حتیٰ کہ آپ نے جنت و دوزخ کا مشاہدہ کیا اور وہ نشانیاں دیکھیں جن کا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے وعدہ کیا تھا۔ پھر آپ ﷺ زمین پر تشریف لے آئے لیکن حدیث عادل کی زیادتی مقبول ہوتی ہے اور ثابت کرنے والی کی روایت نفی کرنے والے سے مقدم ہے۔

مذکورہ بالا روایت میں انبیاء علیہم السلام کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توصیف میں فرمایا کان راسہ یقطر ماء ولیس بہ ما۔ گویا کہ آپ ﷺ کے سر مبارک سے پانی کے قطرات گر رہے تھے۔ حالانکہ وہاں پانی نہ تھا۔ کانہ خرج من دیماس۔ گویا کہ آپ ابھی حمام سے نکلے تھے۔ دیماس حمام کو کہتے ہیں۔ اس کی اصل دماس ہے اور اس کی جمع دمامیس آتی ہے۔ بعض علماء اس کی جمع دیامیس بتاتے ہیں یہ قیراط، دینار اور دیباج کی طرح ہے یہ تمام مضاعف ہیں پھر حرف مدغم کو یاء میں تبدیل کر دیا گیا۔ جمع یا تصغیر بناتے وقت انہیں اصل پر لوٹا دیا جاتا ہے مثلاً قراریط اور دنانیر اور قریریط اور دنیریر وغیرہ لیکن اہل عرب دینانیر، قیاریط نہیں کہتے جس طرح وہ دیامیس کہتے ہیں وہ اسی طرح دبابیج اور دیابیج کہتے ہیں دمس کا معنیٰ "ڈھانپنا" ہے اس سے لیل دامس ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس صفت سے اس شادابی اور خوشحالی کی طرف اشارہ ہے جو اس وقت ہوئی تھی جب وہ زمین پر تشریف لائے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصف میں ہے انہ ادم طوال۔ وہ گندم گوں، طویل تھے۔ ان کے گندم گوں ہونے کا وصف قرآن پاک میں موجود ہے۔ طبری اللہ تعالیٰ کے فرمان تخرج بیضاء من غیر سوء (طہٰ:۲۲) "وہ نکلے گا سفید چمکتا ہوا بغیر کسی تکلیف کے" کی تفسیر میں لکھتے ہیں ید بیضاء کے خروج میں یہ دلیل ہے کہ وہ اس دست اقدس کو نکالیں جس کا رنگ دوسرے سارے جسم کے رنگ سے مختلف ہوں یہی آپ علیہ السلام کے گندم گوں ہونے کی دلیل ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وصف میں فرمایا لم ار رجلا اشبہ بصاحبکم ولا صاحبکم اشبہ منہ۔ اشبہ دونوں مقامات پر منصوب کیوں ہے یہ ایک اشکال ہے لیکن اس کا معنیٰ سمجھنے سے اس کے اعراب کی سمجھ خود بخود آ جاتی ہے۔ اس کا معنیٰ ہے میں نے تمہارے صاحب

Marfat.com

سے زیادہ ان کے مشابہ کسی کو نہیں دیکھا اور نہ ان کے علاوہ کسی کو تمہارے صاحب کے زیادہ مشبہ دیکھا ہے۔ اشبہ کو دوسری مرتبہ تاکید کے لئے بیان کیا گیا ہے۔ اس طرح یہ لغو ہے "صاحبکم" کا عطف اس ضمیر پر ہے جو پہلے اشبہ میں مضمر ہے۔ وہ لرجل کی صفت ہے۔ اگر "ھو" سے تاکید نہ لگائی گئی ہوتی تو پھر یہ عطف کرنا بہت عمدہ ہوتا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں عطف ہے "ما اشر کنا ولا اباء نا" کیونکہ اس کے مابین "لا نافیہ" کے ساتھ فاصلہ ہے۔ اگر کلام سے دوسرا اشبہ ساقط کر دیا جائے تو بہت عمدہ ہوتا اور اگر "صاحبکم" کو موخر کر کے اس طرح کہا جاتا۔" ولا اشبہ بہ صاحبکم منہ" تو یہ بھی جائز ہوتا ہے۔ یہ "صاحبکم" دوسرے اشبہ کا فاعل ہوتا۔ یہ اہل عرب کے اس قول کے مشابہ ہوتا ما رائیت رجلا احسن فی عینہ الکحل من زید ۔ میں نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جس کی آنکھوں میں سرمہ اتنا خوبصورت لگتا ہو جتنا کہ زید کی آنکھوں میں لگتا ہے لیکن یہ مسئلہ ایک ایسی مشکل گرہ ہے جسے علماء نحو کے ہاتھ نہیں کھول سکے۔ نہ علمائے متقدمین اس کا شافی جواب دے سکے ہیں اور نہ ہی متاخرین علماء اس مسئلہ کو حل کر سکتے ہیں۔ ہم نے اپنی دوسری کتاب میں اس مسئلہ پر تحقیق کی ہے۔

حضور ﷺ کا حلیہ مبارک:

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے الطویل الممغط۔ ممغط، غین کے ساتھ ہے لیکن یہ عین کے ساتھ بھی روایت ہے۔ مذکورہ بالا الفاظ کی شرح ابوعبیدہ نے لکھی ہے انہوں نے اصمعی، کسائی اور ابوعمرو وغیرہ سے روایت کیا ہے کہ الطویل الممغط سے مراد دراز قد ہے القصیر المتر دد۔ ایسا شخص جس کی تخلیق متردد نہ ہو۔ ایسا شخص جس کا قد اتنا کوتاہ نہ ہو کہ برا لگے۔ آپ ﷺ میانہ قد تھے۔ حدیث کے آخر میں ضرب اللحم بین الرجلین سے مراد یہی ہے۔

لَيْسَ بِالْمُطَهَّمِ:

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس سے مراد وہ کامل شخص ہے جس کی ہر چیز جدا جدا ہو۔ ایسا حسن دلکش ہوتا ہے۔ اصمعی کے علاوہ دوسرے علماء نحو فرماتے ہیں مکلثم سے مراد چہرے کا گول ہونا ہے لیکن آپ ﷺ کا رخ انور بالکل گول نہ تھا بلکہ قدرے لمبا تھا۔ مشرب سے آنکھوں کی سرخی مراد ہے۔ ادعج سے مراد آنکھ کی سیاہی ہے۔ اصمعی کہتے ہیں الدعجۃ سے مراد سیاہی ہے الجلیل المشاش سے مراد بڑے بڑے جوڑ مثلاً گھٹنے، کہنیاں اور کندھے ہیں۔ الکتد سے مراد گردن کا پٹھا اور اس سے متصل جسم ہے "ششن الکفین والقد مین" یہ دونوں اعضاء گوشت سے بھر پور تھے۔ لیس بالسبط ولا الجعد القطط۔ نہ بال سیدھے تھے نہ گھنگھریالے۔ قطط سے مراد اہل حبشہ کے بالوں کی مانند بالکل گھنگھریالے بال ہیں۔

اللہ رب العزت کا دیدار:

کیا شب معراج حضور ﷺ نے اپنے رب کا دیدار کیا تھا؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ مسروق نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اس کا انکار کیا ہے کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا ہو۔ وہ فرماتی ہیں جس نے یہ زعم کیا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا ہے۔ اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھا۔ انہوں نے بطور دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پیش کیا ہے۔

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ز وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ (انعام:۱۰۳)

"آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کرتیں اور سب آنکھیں اس کے احاطہ میں ہیں"

امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا تھا۔ حضرت کعب فرماتے تھے ان اللہ قسم رویتہ وکلامہ بین موسیٰ ومحمد۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا دیدار اور کلام محمد ﷺ اور موسیٰ علیہ السلام کے مابین تقسیم کیا ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوذر سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اھل رائیت ربک۔ کیا آپ ﷺ نے اپنے رب کا

Marfat.com

دیدار کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا رائیت نورا۔ میں نے نور دیکھا ہے مسلم شریف کی دوسری حدیث ہے آپ ﷺ نے فرمایا نورانی راہ۔ وہ نور ہے میں نے اس کی زیارت کی ہے۔ اس حدیث میں کوئی شافی وضاحت نہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے رب کا دیدار کیا ہو۔ حضرت ابوالحسن الاشعری سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے اپنے سر کی آنکھوں سے اللہ کا دیدار کیا۔ تفسیر نقاش میں حضرت ابن حنبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ان سے سوال کیا جاتا۔ ھل رای محمد ربه فقال راہ راہ حتّٰی انقطع صوته ۔کیا محمد ﷺ نے اپنے رب کا دیدار کیا ہے وہ فرماتے ہیں ہاں انہوں نے اسے دیکھا ہے انہوں نے اسے دیکھا ہے، انہوں نے اسے دیکھا ہے حتیٰ کہ ان کا سانس ختم ہو جاتا۔ تفسیر عبدالرزاق میں امام زہری سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا انکار مرقوم ہے اس کے بعد امام زہری فرماتے ہیں۔ ہمارے نزدیک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ عالمہ نہیں ہیں۔ تفسیر ابن اسلام میں حضرت عروہ سے روایت ہے کہ جب انہیں حضرت عائشہ کا یہ انکار سنایا جاتا تو وہ سخت ناراض ہوتے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا نقطہ نظر بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نقطہ نظر کی طرح ہے۔ داؤد بن حصین سے روایت ہے سروان نے حضرت ابوھریرہ سے سوال کیا کہ کیا حضور ﷺ نے اپنے رب کا دیدار کیا انہوں نے فرمایا ہاں! حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف یہ سوال بھیجا کہ کیا لامکان کے سیاح مکان کے سیاح اعظم ﷺ نے اپنے رب کا دیدار کیا؟ انہوں نے فرمایا ہاں۔ انہوں نے پوچھا دیدار کیسے کیا؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ میں اس کی وضاحت ایسے الفاظ سے نہیں کرنا چاہتا جس سے کسی تشبیہ کا وہم ہو۔ اس کی وضاحت کسی تاویل کے بغیر ممکن نہیں۔

ان تمام اقوال کا لب لباب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے رب کا دیدار کیا لیکن یہ دیدار اس طرح اکمل نہیں تھا جس طرح آپ ﷺ کرامت عظمیٰ اور نعمت کبریٰ کے وقت بر گاہ قدس میں اس کا دیدار کریں گے، آپ ﷺ کا یہ فرمان اسی طرح اشارہ کرتا ہے رائیت نوزا و نورا انی راہ ۔ جہاں تک "الدنو اور التدلی" کا تعلق ہے تو بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت جبرائیل ہیں جو حضور ﷺ کے قریب ہوئے "جامع صحیح" کی ایک روایت ہے فتدلی جبار۔ ذات باری تعالیٰ قریب ہوئی۔ اس روایت کے راوی اگرچہ ثقہ ہیں لیکن اس کا ذکر کسی مفسر نے نہیں کیا، شاید اس کے ظاہری معنی کے محال ہونے کی وجہ سے ہو لیکن اس میں کوئی استحالہ نہیں کیونکہ اگر "اسراء" خواب میں ہوئی ہو اور آپ ﷺ کے قلب انور نے دیدار کیا ہو اور آنکھیں بدستور محو استراحت رہی ہوں تو اس میں کوئی اشکال نہیں کیونکہ آپ ﷺ سے ایک اور روایت ہے کہ آپ ﷺ نے خواب میں اپنے رب کو احسن صورت میں دیکھا اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت آپ ﷺ کے مبارک شانوں کے مابین رکھا اس کی ٹھنڈک آپ ﷺ نے اپنے سینے کے وسط میں محسوس کی...... (ترمذی)

یہ خواب ہے اس کا انکار اہل علم میں سے کسی نے نہیں کیا اور نہ ہی اس کو بے مزہ سمجھا ہے لیکن اگر یہ فرمان "فتدلیٰ الجبار" اس معراج کے متعلق ہے جس میں آپ ﷺ کے جسم اقدس نے بھی سیر کی تو پھر اس میں وہی تاویل کرنا پڑے گی جو آپ ﷺ کے اس فرمان میں کرنا پڑی۔ "ینزل ربنا کل لیلة الی سماء الدنیا" ہمارا رب ہر رات آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے۔ اس میں تاویل کرنا مشکل نہیں اور اس میں کوئی انکار بھی نہیں، معراج عالم نیند میں ہو یا عالم بیداری میں، ہم نے "قاب قوسین" کی شرح میں اس کی پوری تفصیل بیان کی ہے۔ ہم نے وہاں سبحان اللہ وبحمدہ۔ کی بھی تشریح کی ہے اور تقدیس و تسبیح کے معنی کے لطائف بیان کئے ہیں۔ ہم نے وہاں نیند میں ذات باری تعالیٰ کے دیدار کے متعلق بھی لکھا ہے جو رویۃ اور رویا کا معنیٰ دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ وہاں سے مطالعہ کر لے۔ اس سے بخاری شریف کی اس حدیث کی بھی وضاحت ہوتی ہے جس میں تدلی کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے۔ امام بخاری نے ابن سنجر سے روایت کیا ہے کہ جب حضور ﷺ معراج پر تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر وحی کی جو کی جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا قرب محسوس کیا تو وہ فوراً سجدہ ریز ہو گئے۔ وہ یوں تسبیح خواں تھے، سبحان رب الجبروت والملکوت والکبریاء والعظمة ۔حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے وہ انعامات اور نوازشات اور اپنے محبوب مکرم ﷺ کو دے دیں جو انہیں عنایت فرمائی تھیں۔ آپ ﷺ فرمایا۔ "پھر حضرت جبرائیل نے اپنا سر اٹھالیا۔ میں نے انہیں اس صورت

Marfat.com

میں دیکھا جس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں تخلیق فرمایا ہے میں نے دیکھا کہ ان کے پر زبر جد، موتی اور یاقوت سے آراستہ تھے، مجھے محسوس ہوا کہ انہوں نے میرے سامنے دونوں افقوں کو گھیر لیا۔ اس سے قبل میں نے انہیں مختلف صورتوں میں دیکھا تھا۔ میں نے انہیں اکثر حضرت دحیہ بن خلیفہ الکلبی کی صورت میں دیکھا تھا'' آپ نے اس سے قبل حضرت جبرائیل کو اسی طرح دیکھا تھا جس طرح آدمی غربال (چھننی) کے پیچھے سے اپنے ساتھی کو دیکھتا ہے۔

مختلف انبیاء کرام سے ملاقات:

حضرت سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ایک سوال تو یہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت آدم علیہ السلام سے آسمان دنیا پر ملاقات کی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ساتویں آسمان پر ملاقات کی اور دیگر انبیاء سے مختلف آسمانوں پر ملاقات کی۔ ہر نبی کو اس آسمان کے ساتھ مختص کرنے کی کیا وجہ ہے جس میں آپ نے اس سے ملاقات کی؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ آسمانوں پر صرف ان انبیاء سے ہی کیوں ملاقات ہوئی اور اگر آپ ﷺ نے تمام انبیاء کرام سے ملاقات کی تو پھر صرف ان انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیوں کیا؟ ابوالحسن نے بخاری کی شرح میں اس مسئلہ پر گفتگو کی ہے لیکن انہوں نے اس کا حق ادا نہیں کیا۔ ان کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ جب انبیاء علیہم السلام کو حضور ﷺ کی تشریف آوری کے متعلق علم ہوتو انہوں نے اس طرح جلدی کی جس طرح ایک شخص دوسرے آنے والے شخص کی ملاقات کے لئے جلدی کرتا ہے۔ بعض انبیاء نے جلدی کی لیکن بعض نے جلدی نہ کی۔ ابوالحسن نے اسی طرف اشارہ کیا ہے اور اس سے زائد کچھ نہیں لکھا۔ میں کہتا ہوں کہ ان کے فہم کا ماخذ علم تعبیر ہے علم تعبیر کا تعلق علم نبوت سے ہے۔ علماء تعبیر کہتے ہیں۔ ''جس نے خواب میں کسی نبی کو دیکھا تو شدت یا نرمی یا دیگر امور میں اس کی کیفیت بالکل اسی طرح ہوگی جس طرح قرآن پاک اور حدیث مبارک میں اس کا تذکرہ موجود ہے''۔ معراج کا واقعہ مکہ معظمہ میں ظہور پذیر ہوا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حرم اور اس کی امن گاہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے پڑوسیوں کا مسکن ہے کیونکہ یہاں اس کا گھر ہے۔ حضور نبی محترم ﷺ نے سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات کی۔ وہ اللہ تعالیٰ کے امن اور اس کے پڑوس میں تھے لیکن اللہ کے دشمن ابلیس نے انہیں وہاں سے نکال دیا۔ یہ داستان حضور ﷺ کے احوال میں سے پہلی حالت کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے۔ آپ ﷺ کے دشمنوں نے آپ ﷺ کو اللہ کے حرم اور اس کے پڑوس سے نکال دیا۔ آپ ﷺ کو اس سے بہت زیادہ دکھ اور غم ہوا۔ آپ ﷺ کا یہ قصہ حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ سے بہت مشابہت رکھتا ہے علاوہ ازیں حضرت آدم علیہ السلام کے پاس ان کی اولاد کی روحیں پیش کی جاتی ہیں۔ آپ ﷺ نے وہاں فاسق و فاجر اور پاکباز و صالحین کی ارواح کو دیکھا حالانکہ بدبختوں کی ارواح آسمان پر نہیں جاسکتیں اور نہ ہی آسمان کے دروازے ان کے لئے کھولے جاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے دوسرے آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام سے ملاقات کی۔ ان دونوں کو یہودیوں نے ستایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودی نے جھٹلایا اور اذیت دی۔ ان کے قتل کا ارادہ کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں اٹھالیا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے شہید کر دیا۔ حضور ﷺ بھی مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کے بعد ایک اور امتحان سے دوچار ہوئے۔ وہاں آپ ﷺ کو یہودیوں سے واسطہ پڑا۔ انہوں نے آپ ﷺ کو اذیت دی۔ آپ ﷺ کے خلاف دشمنوں کی مدد کی۔ آپ ﷺ پر بڑا سا پتھر پھینکنے کا ارادہ کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اسی طرح نجات دی جس طرح اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں کے شر سے بچالیا تھا۔ انہوں نے آپ ﷺ کو زہر آلود گوشت کھلایا تا دم واپسیں آپ ﷺ اس زہر کا اثر محسوس کرتے رہے۔ آپ ﷺ نے وقت وصال فرمایا۔ دو خالہ زاد بھائیوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام سے بھی اسی طرح کیا گیا کیونکہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ اشیاع بنت عمران حضرت مریم علیہ السلام کی بہن تھیں ان کی والدہ کا نام حنہ تھا۔ (حضرت ایشاع سلام اللہ علیہا زوجہ حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت حنہ سلام اللہ علیہا زوجہ حضرت عمران دونوں بہنیں تھیں۔ اور سیدہ مریم سلام اللہ علیہا حضرت عمران کی بیٹی تھیں۔ اس کی پوری تفصیل مؤلف اس سے قبل حضرت مریم سلام اللہ علیہا اور حضرت عیسیٰ و حضرت زکریا علیہما السلام کے واقعات میں بیان کر چکا ہے۔) آپ ﷺ

Marfat.com

نے تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات کی۔ آپ ﷺ کی تیسری کیفیت حضرت یوسف علیہ السلام کی حالت سے بہت مشابہت رکھتی ہے۔ جب حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں پر غلبہ پایا تو انہیں معاف فرما دیا حالانکہ انہوں نے ان کو گھر سے نکالا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: ''لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ''۔ اسی طرح حضور ﷺ نے غزوہ بدر کے روز اپنے عزیز و اقارب کو گرفتار کر لیا۔ انہوں نے آپ ﷺ کو مکہ معظمہ سے نکالا تھا۔ ان قیدیوں میں آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور چچا زاد بھائی حضرت عقیل رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ان میں سے بعض کو آپ ﷺ نے ویسے ہی آزاد فرما دیا اور بعض سے فدیہ لیا پھر فتح مکہ کے دن آپ ﷺ نے ان پر غلبہ پالیا۔ آپ ﷺ نے انہیں جمع کیا اور فرمایا آج میں تمہیں وہی کہتا ہوں جو میرے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا ''لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ''۔ پھر آپ نے چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات کی ان کے مقام کو اللہ تعالیٰ نے ''مَکَانًا عَلِیًّا'' سے تعبیر فرمایا ہے۔ حضرت ادریس کو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم سے لکھنے کی توفیق عطا کی۔ یہ حالت آپ ﷺ کی چوتھی حالت کے مشابہ ہے یہ حالت علوشان ہے حتیٰ کہ آپ ﷺ نے بادشاہوں کو خوفزدہ کیا۔ انہیں خط لکھے اور انہیں اپنی اطاعت کی طرف بلایا۔ جب حضور ﷺ کا مکتوب گرامی روم کے بادشاہ تک پہنچا تو اس وقت ابوسفیان وہیں تھے جب انہوں نے ہرقل کا خوف ملاحظہ کیا تو انہوں نے کہا ابن ابی کبشہ (ﷺ) کی عظمت اتنی زیادہ ہوگئی ہے کہ بنو اصفر کا بادشاہ ان سے ڈرنے لگا ہے آپ ﷺ نے قلم کے ذریعہ سے روئے زمین کے تمام بادشاہوں کے نام مکتوب گرامی لکھے۔ ان میں سے کچھ نے آپ ﷺ کے دین کی اتباع کر لی مثلاً ہرقل اور مقوقس۔ بعض نے آپ ﷺ کی نافرمانی کی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان پر غلبہ عطا فرمایا یہی مقام علو ہے۔ آپ ﷺ نے قلم سے بھی لکھا جس طرح حضرت ادریس نے لکھا۔ پانچویں آسمان پر آپ ﷺ نے حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات کی وہ اپنی قوم میں بڑے محبوب تھے۔ اس میں اشارہ ہے کہ قریش اور تمام دیگر لوگ بغض کے بعد آپ ﷺ کی محبت کے اسیر ہو جائیں گے۔ چھٹے آسمان پر آپ ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی۔ آپ ﷺ حضرت موسیٰ کی اس حالت کے مشابہ ہے جس میں آپ کو شام پر حملہ کرنے کا حکم دیا گیا آپ وہاں کے جابر حکمرانوں پر غالب آگئے۔ بنو اسرائیل کے دشمنوں کو ہلاک کرنے کے بعد انہیں اس شہر سے نکالا گیا تھا۔ اسی طرح حضور ﷺ نے سرزمین شام میں مقام تبوک کی طرف لشکر کشی کی اور دومہ کے بادشاہ پر غلبہ پالیا۔ پابند سلاسل ہونے کے بعد اس نے جزیہ دینے پر صلح کر لی۔ آپ ﷺ نے مکہ معظمہ فتح کیا اپنے ان صحابہ کرام کو وہاں داخل کیا جو اس پاکیزہ شہر سے نکالے گئے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کی۔ اس میں دو حکمتیں ہیں۔ آپ ﷺ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا وہ بیت المعمور سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ بیت المعمور مکہ معظمہ کے بالکل اوپر ہے ملائکہ اسی کی طرف ادائیگی حج کے لئے جاتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ مقدسہ کو تعمیر فرمایا اور لوگوں میں اعلان کیا کہ وہ اس کی طرف حج کے لئے آئیں۔ ۲۔ آپ ﷺ کے آخری احوال میں سے آپ ﷺ کا بیت اللہ کا حج ہے اس وقت آپ ﷺ کے ہمراہ ستر ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات اسی حج کی طرف اشارہ ہے کیونکہ بیت اللہ کی طرف سب سے پہلے داعی آپ علیہ السلام ہی ہیں اور کعبہ معظمہ کی بنیادوں کو آپ علیہ السلام نے ہی اٹھایا تھا۔

یہ تمام تفصیل ان دو سوالوں کے جوابات پر مشتمل ہے کہ صرف انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہی کیوں کیا اور ان کی ملاقات کے لئے آسمان دنیا سے لے کر ساتویں آسمان تک مختلف آسمانوں کو منتخب کیوں کیا؟ احتیاط کا تقاضا تو یہ تھا کہ سلف نے جس میں کوئی تاویل نہیں کی اسے ترک کر دیا جائے لیکن حکمت الٰہیہ میں تفکر اور اللہ کی نشانیوں میں تدبر نے مجھے یہ ترغیب دی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ۔ اس میں تفکر کرنے والی قوم کے لئے نشانیاں ہیں۔ روایت ہے کہ ''ان تفکر ساعہ خیر من عبادۃ سنۃ''۔ ایک لمحہ کا تفکر ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ اس سے مراد وہ غور و فکر ہے جو کتاب و سنت کے دائرہ سے باہر نہ ہو اور اہل عرب کے کلام کے مقتضی کے مطابق ہو۔ ورنہ کتاب و سنت میں گفتگو علم کے بغیر ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے تفکر و تدبر سے بچائے اور ان لوگوں میں سے کرے جو اس کا حکم بجالاتے ہیں جس طرح اس نے فرمایا

Marfat.com

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَلْبَابُ ۔''اے دانشمند! عبرت حاصل کرو''۔ولیدبروا ایاتہ ۔''چاہیے کہ وہ اس کی نشانیوں میں تدبر کریں''۔ولیتذکرو اولو الالباب ۔''اہل عقل کو غور کرنا چاہیے''۔اگر جہالت کی وجہ سے لوگوں کے انکار کا خدشہ نہ ہوتا کہ اکثر لوگ اسے نہ سمجھ سکیں گے تو ہم اس سوال کے جواب کو ذرا تفصیل سے لکھتے اور ان انبیاء کرام کے مراتب کے متعلق ذرا کھل کر بات کرتے۔

البیت المعمور:

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: البیت المعمور، اللہ تعالیٰ کا گھر ہے جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں۔ ابن سنجر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بیت المعمور ساتویں آسمان پر اللہ کا گھر ہے جسے ''ضراح'' کہا جاتا ہے، ساتویں آسمان کا نام ''عریبا'' ہے علامہ ابوبکر خطیب نے صحیح اسناد کے ساتھ حضرت وھب بن منبہ سے روایت کیا ہے ''جس شخص نے جمعہ کے روز سورہ البقرہ اور سورۃ آل عمران کی تلاوت کی تو اس کے لئے ایسا نور ہوگا جو عریبا اور جربیا کے مابین ساری جگہ کو بھر دے گا''۔ جربیا ساتویں زمین کا نام ہے۔ حضرت عبداللہ بن ابی ہذیل سے روایت ہے کہ ہر روز بیت المعمور میں ستر ہزار سردار فرشتے داخل ہوتے ہیں۔ ان میں سے ہر فرشتے کے ماتحت ستر ہزار فرشتے ہوتے ہیں۔ اس روایت کو ابن نیاح نے روایت کیا ہے۔ ابوسلمہ کہتے ہیں میں نے پوچھا اَلتَّحِیَّۃِ سے کیا مراد ہے انہوں نے کہا اس سے مراد ''رئیس'' ہے ابن سنجر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے حضور ﷺ سے روایت کیا ہے کہ ساتویں آسمان پر ایک گھر ہے جسے معمور کہا جاتا ہے۔ یہ گھر مکہ معظمہ کے بالکل اوپر ہے ساتویں آسمان پر ایک نہر ہے جس کا نام الحیوان ہے۔ حضرت جبرائیل ہر روز اس میں داخل ہو کر ایک غوطہ لگاتے ہیں پھر باہر نکل کر پر جھاڑتے ہیں جس سے ستر ہزار قطرات گرتے ہیں ہر قطرہ سے اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے۔ پھر انہیں حکم دیا جاتا ہے کہ وہ بیت المعمور میں جائیں اور وہاں نماز ادا کریں وہ وہاں جا کر نماز ادا کرتے ہیں پھر وہاں سے نکل جاتے ہیں پھر تا قیامت ان کی دوبارہ باری نہیں آئے گی۔

نماز کی فرضیت:

حضرت امام سہیلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ آپ ﷺ پر حریم قدس میں نمازوں کے فرض ہونے میں نمازوں کی فضیلت کو عیاں کرنا مقصود ہے کیونکہ یہ بارگاہ قدس میں فرض ہوئیں اس لئے ان کی ادائیگی کے لئے طہارت ہونا بہت ضروری ہے اور ان کے لئے شرط ہے۔ بندہ اللہ تعالیٰ سے مناجات کرتا ہے۔ رب تعالیٰ بھی بندے سے ہم کلام ہو جاتا ہے وہ فرماتا ہے: حمدنی عبدی۔ ''میرے بندے نے میری ستائش کی ہے''۔ اثنیٰ علی عبدی۔ ''میرے بندے نے میری ثناء خوانی کی ہے''۔ حریم ناز میں ان کی فرضیت میں یہی مشابہت ہے کیونکہ وہاں حضور ﷺ نے اپنے رب کا کلام سنا۔ اس سے مناجات کیں پھر آپ ﷺ کے ظاہر و باطن کو آب زمزم سے پاک کر کے آپ ﷺ کو معراج کرائی گئی۔ اسی طرح نمازی بھی پاکیزگی حاصل کرتا ہے۔ حضور ﷺ اپنے جسم سمیت ان خاکدان اراضی سے نکل گئے اسی طرح نمازی بھی اپنے دل کے ساتھ اس دنیا سے نکل جاتا ہے۔ اس وقت نمازی پر اللہ تعالیٰ سے مناجات کرنے اور قبلہ رو ہونے کے علاوہ ہر شیء حرام ہو جاتی ہے۔ حضور ﷺ کو آسمانی طرف لے جایا گیا اسی طرح نمازی بھی اپنے ہاتھ آسمانوں کی طرف اٹھاتا ہے اور اس میں بیت المعمور کی طرف اشارہ ہے اور اس معبود برحق کی طرف اشارہ ہے جس سے وہ مناجات کر رہا ہوتا ہے اور جس کے لئے وہ نماز ادا کر رہا ہوتا ہے۔

پچاس نمازوں کی فرضیت:

حضرت امام سہیلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے پہلے پچاس نمازیں فرض کی پھر دس، دس کی ان میں کمی کر کے پانچ کو باقی رکھا، ایک اور روایت کے مطابق کمی پانچ پانچ نمازوں کی ہوئی، اور حضور نو دفعہ رب العزت کی بارگاہ میں حاضر ہوئے ہر بار پانچ پانچ نمازوں کی کمی ہوتی رہی۔ اس طرح پینتالیس نمازیں معاف ہوگئیں اور پانچ باقی رہ گئیں۔ مؤلف کے نزدیک یہی صحیح ہے کیونکہ اگر دس دس نمازوں کی کمی ہوتی تو پھر اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم چار دفعہ رب العزت کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو چالیس نمازوں کی کمی ہوتی اور دس باقی رہتیں اگر پانچ دفعہ حاضر ہوئے تو

Marfat.com

پچاس کی کمی ہوتی۔ اور باقی کچھ نہ رہتی۔ چونکہ پانچ باقی نمازیں رہ گئیں۔ اس لئے نو دفعہ پانچ پانچ کی کمی والی روایت ہی درست معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔ اس سے قبل مواہب اللدنیہ جلد دوم ص ۵۲۹ کا بیان بحوالہ مسلم شریف بیان ہو چکا ہے۔ جس میں پانچ پانچ نمازوں کی تخفیف کا ذکر ہے۔ ان دونوں روایت کو جمع کرنا ممکن ہے کیونکہ پانچ بھی دس میں شامل ہیں۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ کیا اسے نسخ کہیں گے یا نہیں؟ ایک طبقہ علماء کہتا ہے اس کا تعلق عمل سے قبل عبادت کے نسخ سے ہے لیکن ابوجعفر النحاس نے اس کا رد کیا ہے۔ انہوں نے اپنے رد کی بنیاد دو ستونوں پر رکھی ہے۔ ان کا اصول اور نقطہ نظر یہ ہے کہ عبادات ان پر عمل پیرا ہونے سے قبل منسوخ نہیں ہوتیں کیونکہ ان کے نزدیک یہ "البداء" ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر محال ہے۔ ۲۔ اگر بعض کے نزدیک عبادت کا اس پر عمل پیرا ہونے سے قبل نسخ جائز بھی ہو پھر کسی کے نزدیک اس کا نسخ زمین تک پہنچنے سے قبل اور مخاطبین تک پہنچنے سے پہلے جائز نہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ نسخ کا یہ دعویٰ علامہ قاشانی اور ان کے ہم نوا علماء نے کیا ہے تا کہ ان کا یہ نقطہ نظر درست ثابت ہو جائے کہ بیان موخر نہیں ہوتا لیکن یہ تو ایک شفاعت تھی جو حضور ﷺ نے اپنی امت کے لئے فرمائی تھی اور اپنے پروردگار سے ایک التجا تھی تا کہ وہ اس امت مرحومہ سے تخفیف فرمائے اس لئے اسے نسخ نہیں کہا جا سکتا۔ حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں علامہ ابوجعفر النحاس کا یہ نقطہ نظر درست نہیں کہ عبادت کا نسخ اس پر عمل ہونے سے قبل نہیں ہو سکتا۔ ان کا اسے بداء کہنا درست نہیں کیونکہ بداء کی حقیقت یہ ہے کہ کسی امر کے لئے ایک رائے ظاہر ہو جو اسے درست معلوم ہو حالانکہ پہلے اس میں اسے کوئی صحت نظر نہ آئی تھی یہ اس ہستی والا پر محال ہے جو اشیاء کو علم قدیمی اور ازلی سے جانتی ہے۔

اس میں نسخ نامی کوئی چیز نہیں نسخ تو ایک حکم کو دوسرے حکم سے تبدیل کرنا ہوتا ہے یہ سب کچھ ذات باری تعالیٰ کے علم میں ہوتا ہے اور اس کی حکمت کے مطابق ہوتا ہے جس طرح مرض کو صحت اور صحت کو مرض میں تبدیل کرنا وغیرہ۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ عبد مامور پر جب کوئی حکم لاگو ہوتا ہے تو اس کے لئے تین امور کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ ۱۔ اس کام کا جس کا اسے حکم دیا گیا ہے۔ ۲۔ حکم کو سنتے وقت اس پر عمل پیرا ہونے کا عزم۔ ۳۔ اور اگر وہ حکم واجب ہو تو اس کے وجوب کا عقیدہ رکھنا۔ اگر فعل سے قبل ہی حکم منسوخ کر دیا جائے تو اس طرح صرف دو فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ عزم اور وجوب کا اعتقاد۔ اللہ تعالیٰ اس سے آشنا ہے بندہ اپنی آزمائش اور امتحان میں پورا اترتا ہے اور اس کی نیت کے مطابق اسے اجر و ثواب عطا کیا جاتا ہے۔ بلا شبہ امر کا نسخ اس کے نزول سے پہلے جائز نہیں اور نہ ہی مخاطب کے علم سے پہلے جائز ہے۔ جس نسخ کا تذکرہ علامہ نحاس نے کیا ہے وہ نسخ کی حقیقت نہیں ہے کیونکہ وہ عبادت جس کا اسے حکم دیا گیا تھا وہ ختم ہو چکی ہے۔ ہمارے نزدیک حضور ﷺ اور آپ ﷺ کی امت مرحومہ سے ان پینتالیس نمازوں کا ختم ہونا دو اعتبار میں سے ایک کے لحاظ سے ہے۔ ۱۔ یا تو حضور ﷺ سے ان کی ادائیگی منسوخ ہوگی۔ اس طرح آپ ﷺ سے عزم اور وجوب کا اعتقاد رکھنا بھی ختم ہو جائے گا۔ یہی حقیقت میں نسخ ہے۔ اس سے اس کی تبلیغ بھی آپ ﷺ پر منسوخ ہو جائے گی کیونکہ آپ ﷺ ہر اس چیز کی تبلیغ پر حریص تھے جس کا آپ ﷺ کو حکم دیا جاتا۔ ابوجعفر نحاس کا یہ قول کہ یہ ایک سفارش اور شفاعت تھی۔ اس سے نسخ کی نفی ہو جاتی ہے درست نہیں ہے کیونکہ کبھی کبھی نسخ ایک مشہور سبب کی وجہ سے ہوتا ہے۔ حضور ﷺ کی شفاعت ہی آپ ﷺ کے لئے نسخ کا سبب بنی اور یہ حقیقت میں نسخ کو باطل کرنے والی نہیں۔ صرف اس تبلیغ کا حکم آپ ﷺ سے منسوخ ہوا ہے جو نسخ سے قبل آپ ﷺ پر واجب تھی۔ پانچ نمازوں کا حکم دینا آپ ﷺ کے خواص میں سے ہے۔ جہاں تک آپ ﷺ کی امت کا تعلق ہے تو اس سے کوئی حکم منسوخ ہوا ہی نہیں۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ اس سے صرف خبر دینا مقصود ہو عبادت مقصود نہ ہو اگر یہ صرف خبر ہو تو اس میں نسخ کا کوئی عمل دخل نہیں ہے خبر کا مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ کے رب نے آپ ﷺ کو خبر دی کہ آپ ﷺ کی امت پر پچاس نمازیں فرض ہیں یعنی وہ لوح محفوظ پچاس نمازیں ہیں جس طرح کہ اللہ تعالیٰ آخر میں فرمایا یہ پانچ نمازیں ہیں لیکن ان کا ثواب پچاس جتنا ہے ایک نیکی کا اجر دس گنا زائد ہے۔ حضور ﷺ نے یہ تاویل کی کہ بالفعل پچاس نمازیں ہیں پھر آپ ﷺ بارگاہ صمدیت میں جاتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیا کہ یہ پچاس نمازیں ثواب کے اعتبار سے ہیں عمل کے اعتبار سے نہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ دس کے بعد دس نمازیں کم کرنے کا مقصد کیا تھا؟

Marfat.com

اس کا جواب یہ ہے کہ ہر ایک کا دل از اوّل تا آخر نماز میں مشغول نہیں رہتا۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ انسان کے لئے اتنا اجر ہی لکھا جاتا ہے جتنے میں اسے حضور قلب حاصل ہوتا ہے۔ بندہ جب نماز ادا کرتا ہے تو اس کے لئے اس کا ربع یا نصف لکھا جاتا ہے حتیٰ کہ دسویں حصہ تک پہنچ کر اختتام ہو جاتا ہے یہ نمازیں پانچ اس شخص کے لئے ہیں جس کے لئے نماز کا دسواں حصہ لکھا جاتا ہے اور دس اس کے لئے ہیں جس کے حق میں اس سے زیادہ اجر لکھا جاتا ہے اور پچاس نمازیں اس کے لئے ہیں جو اپنی نماز کو صحیح طریقے سے ادا کرتا ہے۔ خشوع خضوع کے ساتھ قیام وسجود کرتا ہے۔

ملائکہ کے اوصاف:

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے جس فرشتے سے بھی ملاقات کی وہ تبسم کناں تھا لیکن خازن جہنم ''مالک'' کا چہرہ تبسم سے خالی تھا...... اللہ رب العزت کا یہ فرمان بھی اسی امر پر دلالت کرتا ہے۔ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ (التحریم:۶) ''اس پر ایسے فرشتے مقرر ہیں جو بڑے تندخو اور سخت مزاج ہیں''۔ وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا مظہر ہیں اس لئے اس غضب کا ان سے ہمیشہ اظہار ہوتا رہے گا۔ یہ حدیث اس حدیث کے معارض ہے جس میں حضرت میکائیل علیہ السلام کے وصف میں کہا گیا ہے کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے جہنم کو تخلیق کیا ہے وہ اس وقت سے نہیں ہنسے اسی طرح دار قطنی کی روایت کردہ حدیث بھی اس کے معارض ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے نماز میں تبسم فرمایا جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ سے اس کا سبب پوچھا گیا، آپ ﷺ نے فرمایا ''میں نے حضرت میکائیل کو دیکھا وہ مشرک قوم کی جستجو کے بعد واپس آ رہے تھے ان کے پروں پر گرد وغبار تھا وہ مجھے دیکھ کر مسکرائے اور میں نے انہیں دیکھ کر تبسم کیا'' اگر یہ دونوں احادیث صحیح ہیں تو ان کے مابین تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ حضرت میکائیل، جب سے اللہ تعالیٰ نے جہنم کو تخلیق کیا اس وقت سے لے کر اس وقت تک نہیں ہنسے جس میں انہوں نے حضور ﷺ کے لئے مسکراہٹ بکھیری۔ یہ حدیث عام ہو گی جس سے خصوص مراد ہو گا یا پہلے حضور ﷺ نے پہلی حدیث بیان کی ہو گی پھر جب وہ مسکرا دیئے تو دوسری حدیث بیان فرمائی ہو گی۔ آپ ﷺ نے کسی فرشتہ کو اس صورت میں نہیں دیکھا جس میں وہ آخرت میں گناہگاروں کو عذاب دیں گے۔ اگر آپ ﷺ انہیں اس شکل میں دیکھ لیتے تو شاید آپ ﷺ ان کی طرف نہ دیکھ سکتے۔

سفر معراج میں سود خوروں کی حالت:

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے سود خوروں کا تذکرہ فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ آل فرعون کے راستہ میں پڑے ہیں وہ ان پر سے پیاسے اونٹوں کی طرح گزر جاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''کالا بل المھیومة'' شدید پیاس کو الھیام کہتے ہیں اس وصف کا قیاس یہ تھا کہ اس میں مھیومہ نہ کہا جاتا جیسا کہ معطوشہ نہیں کہا جاتا اس میں ھائم یا ھیمان کہا جاتا۔ کبھی کبھی ھیوم بھی کہا جاتا ہے جو ھیم کی جمع ہے جو فعل کے وزن پر ہے لیکن یاء کی وجہ سے اسے کسرہ دیا جاتا ہے جس طرح کہ ارشاد ربانی ہے۔ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ. اس طرح پیو گے جس طرح پیاس کا مارا اونٹ پیتا ہے۔ لیکن حدیث شریف میں مھیوم اس اونٹ کو کہا جاتا ہے جو سیراب نہ ہو۔ یاء کا قیس تھا کہ اس میں تعلیل کی جاتی اور ''مھیمة'' کہا جاتا۔ جس طرح مبیوعة میں منبیعة کہا جاتا ہے لیکن یاء کو برقرار رکھا کیونکہ یہ ھیومة کے معنی میں جس طرح عور میں کہا جاتا ہے کیونکہ وہ اعور کے معنی میں ہوتا ہے اسی طرح اجتوروا ہے کیونکہ تجاوروا کے معنی میں ہے۔ حضور ﷺ نے انہیں اس حالت میں دیکھا کہ ان کے پیٹ پھولے ہوئے تھے کیونکہ ان کی سزا ان کے گناہ کے مشابہ تھی، سود کھانے والے کا پیٹ بڑھ جاتا ہے۔ جس طرح وہ چاہتا ہے کہ حرام کھانے سے اس کے مال میں اضافہ ہو جائے۔ اس کے مال سے برکت اٹھ جاتی ہے اور اس کا پیٹ پھولتا ہے حتیٰ کہ وہ اس طرح کھڑا ہوتا ہے گویا کہ اسے شیطان نے چھو کر مخبوط کر دیا ہے۔ سود خور آل فرعون کی راہ میں پڑے ہیں وہ صبح وشام ان پر سے گزرتے ہیں کیونکہ روز حشر آل فرعون شدید ترین عذاب میں ہوں گے لیکن سود خوران کی راہ میں پڑے ہیں تا کہ معلوم ہو جائے کہ شدید عذاب والے انہیں روند رہے ہیں لیکن وہ اٹھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

Marfat.com

سودخور راہ جہنم میں پڑے ہیں کفار ان پر سے گزرتے ہیں اس کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا کہ یا تو وہ سودخوری سے رک جائیں اور یہ ان کے لئے بہتر ہے یا پھر وہ سود خوری کریں اور اس پر اصرار کریں اور اللہ تعالیٰ انہیں آتش جہنم کے حوالے کرے۔ راہ جہنم میں پڑنے والے کی یہی کیفیت ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ط وَاَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ط (بقرہ:۲۷۵) "پس جس کے پاس آئی نصیحت اپنے رب کی طرف سے تو وہ (سود سے) رک گیا۔ تو جائز ہے اس کے لئے جو گزر چکا ہے اور اس کا مطالبہ اللہ کے سپرد ہے"۔

بعض احادیث میں روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ملاحظہ کیا کہ ان کے پیٹ گھڑوں کی مانند تھے ان میں سانپ تھے جو باہر سے نظر آتے تھے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ سودخوروں کی یہ حالت اگر آخرت میں ہو تو آل فرعون تو آخرت میں شدید ترین عذاب میں ہوں گے۔ برزخ میں صبح وشام انہیں آگ پر پیش کیا جاتا ہے۔ اگر ان کی یہ حالت عالم برزخ میں ہو تو پھر ان کے پیٹوں کی کیفیت کیا ہوگی حالانکہ وہ ہڈیوں اور چورہ میں تبدیل ہو چکے ہیں؟

جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں عالم برزخ میں دیکھا یہ حالت ان کی ارواح کی حالت ہے جو مرنے کے بعد ہوئی۔ اس میں اس شخص کے نقطہ نظر کی دلیل موجود ہے جو کہتا ہے۔ ارواح لطیف اجسام ہیں جو نعمتوں یا عذاب کو قبول کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان ارواح میں ہی وہ آرام اور تکالیف پیدا فرماتا ہے جنہیں وہ شخص محسوس کرتا ہے جس کا پیٹ پھول جائے اور قدموں سے روندھا جائے لیکن وہ اٹھنے کی استطاعت نہ رکھے۔ اس حدیث شریف میں یہ دلیل نہیں کہ وہ آل فرعون سے بھی شدید عذاب میں ہیں لیکن اس میں دلیل ہے کہ انہیں آل فرعون اور وہ کفار قیامت تک اسی طرح روندھتے رہیں گے جنہوں نے سود کھایا۔ جس طرح کہ وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس کر دیا ہو۔ پھر ندا دینے والا ندا دے گا۔ ادخلوا آل فرعون اشد العذاب۔ "داخل کر دو فرعونیوں کو سخت تر عذاب میں"۔ اسی طرح وہ عورتیں جنہیں آپ ﷺ نے دیکھا کہ پستانوں کے بل لٹکی ہوئی ہیں ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے ان کی ارواح کو دیکھا ہو کہ ان کی ارواح میں یہ درد و آلام پیدا کر دیا گیا ہو یا ان کے آخرت کے حالات کی تمثیل حضور ﷺ کو دکھائی گئی ہو۔

حضور ﷺ نے ان مردوں کا ذکر کیا جو ان عورتوں کو چھوڑ دیتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے حلال کیا ہے اور ان عورتوں سے بدکاری کرتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے حرام کیا ہے۔ یہ اس بات پر بھی نص ہے کہ عورتوں کی سرین میں جماع کرنا حرام ہے اس کی تحریم کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت ہے۔ ہم نے ان مقامات کا ذکر کیا ہے جہاں سے قرآن وحدیث سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسے کفر کہا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے لواطت کہا ہے۔ تمام امت کا اجماع ہے کہ اگر عورت کی شرمگاہ پر کوئی مرض ہو تو اسے چھوڑ دیا جائے، اگر اس جگہ کے علاوہ کہیں اور جماع کرنا جائز ہوتا تو پھر امت عورت کو اس طرح چھوڑنے پر اجماع نہ کرتی۔

ولد الحرام:

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا۔ فاکل حرائبھم حریبة مال کو کہتے ہیں۔ یہ حرب سے مشتق ہے۔ جس کا معنی چھیننا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اگر بچہ حرامی ہوگا اور اس شخص کی طرف منسوب ہوگا جس کے بستر پر پیدا ہوا تو وہ بچپن میں اس شخص کا مال کھائے گا۔ وہ اس کی بیٹیوں کی طرف دیکھے گا جو اس کی بہنیں نہیں۔ وہ اس کی بہنوں کی طرف دیکھے گا جو اس کی پھوپھیاں نہیں ہیں، وہ اس کی ماں کی طرف دیکھے گا جو اس کی دادی نہیں ہے۔ یہ بہت بڑا فساد ہے۔ اگرچہ غیر محرموں کو دیکھنا زیادہ برا فعل ہے لیکن آپ ﷺ نے اس کے مال کو اس لئے پہلے مقدم کیا کیونکہ وہ حالت صغر میں پہلے اس شخص کا نان ونفقہ کھائے گا، پھر ممکن ہے کہ وہ بلوغت کی عمر کو پہنچے یا نہ پہنچے۔ اسی طرح اگر اس کی ماں اسے اپنا دودھ پلائے اور اسے دایا کے سپرد نہ کرے تو پھر وہ اس شخص کا رضائی بیٹا ہو جائے گا، یہ بھی قباحت ہے۔ اگر وہ بچہ بالغ ہو گیا اور اس کی ماں نے اس کا انکار کر دیا اور اسے بتا دیا کہ وہ حرامی ہے تا کہ وہ جائیداد سے حصہ نہ لے سکے اور ان کی عورتوں کو نہ دیکھ سکے یا وہ خود کسی وجہ یا قرینہ سے جان گیا۔ پھر

Marfat.com

اس کے لئے ان اشیاء سے رکنا واجب ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ یہ تینوں میں سے زیادہ برا ہے۔ اس حدیث شریف کی مختلف تاویلیں کی گئی ہیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اکمل حرا نبھم کی وجہ سے مذکورہ بالا تاویل سب سے زیادہ درست ہے۔ جس نے جان بوجھ کر یہ فعل کیا۔ وہ تمام لوگوں سے برا ہے۔ اگر اس کو یہ علم نہ ہو تو پھر بھی اس کا کھانا اور پینا برا عمل ہے جب اس کے والدین نے زنا کیا تو پھر وہ اسی لمحہ اس فعل شنیع سے علیحدہ ہو گئے لیکن ان کا یہ بیٹا قیامت تک برے فعل میں رہے گا، اس لئے اس کا عمل سب سے برا ہے۔

قاضی کا فیصلہ حلال کو حرام نہیں کرتا:

اسی سے یہ فقہی مسئلہ ثابت ہوتا ہے کہ قاضی کا فیصلہ حرام کو حلال نہیں کرتا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ بچہ شریعت کے فیصلہ کے مطابق صاحب فراش کا ہوتا ہے۔ مگر جب لعان سے اس کی نفی کر دی جائے۔ جب قاضی یہ فیصلہ کر دے اور وہ بچہ بالغ ہو کر قاضی کے فیصلہ کے خلاف جان لے تو قاضی کا یہ فیصلہ اس بچے کے لئے مال کو کھانا اور ان کی عورتوں کو دیکھنا حلال نہیں کرتا۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نقطہ نظر کا رد ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی قاضی کا فیصلہ اسے حلال کر دیتا ہے جو بعد میں حرام معلوم ہو۔ مثلاً اگر دو گواہ کسی شخص پر یہ گواہی دیں کہ اس نے طلاق دے دی ہے حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ اس نے طلاق نہیں دی۔ قاضی ان کی گواہی کو قبول کر لے اور اس کی بیوی کو اس سے جدا کر دے۔ جب وہ عورت جدا ہو جائے تو پھر ان دو گواہوں میں سے ایک اس سے نکاح کر سکتا ہے اگرچہ اس کو معلوم بھی ہو کہ اس نے جھوٹی گواہی دی تھی۔ حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا نقطہ نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے مستنبط ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "میں بشر ہوں تم میرے پاس اپنے جھگڑوں کے فیصلہ کروانے آتے ہو ممکن ہے کہ تم میں سے ایک شخص دلیل دینے میں اپنے ساتھی سے زیادہ ہوشیار ہو اور میں اس کی بات سن کر اس کے حق میں فیصلہ کر دوں اگر میں کسی کے لئے اس کے بھائی کے حق میں فیصلہ کر دوں تو وہ اس کا حق نہ لے یہ اسے آگ کے عذاب کا مستحق بنا دے گا۔ اس حدیث مبارک میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے لئے کوئی دلیل نہیں کہ وہ کہیں کہ یہ دو اسباب کے ساتھ مختص ہے۔ ا۔ قیاس ان کے اصولوں میں سے ایک اصل ہے اور دونوں مسئلوں کا قیاس ایک ہے۔ ۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے من حق اخیہ فرمایا۔ من مال اخیہ نہیں فرمایا۔ یہ لفظ تمام حقوق کو شامل ہے۔

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ "میرے نزدیک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کی بنیاد طلاق مکرہ پر رکھی ہے۔ جب کسی شخص کو طلاق دینے پر مجبور کیا جائے تو ان کے نزدیک طلاق ہو جاتی ہے۔ ہم بھی کہتے ہیں اس کی طلاق ہو جاتی ہے۔ اب اس پر وہ عورت حرام ہو جاتی ہے۔ جب اس پر وہ حرام ہو گئی تو اس سے جو چاہے نکاح کر سکتا ہے۔ اس مسئلہ میں گناہ نکاح کے متعلق نہیں بلکہ شہادت کے متعلق ہے۔ فقہاء حجاز نے طلاق مکرہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت کی ہے۔ ان کے قول کو اثر اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو غور و فکر تقویت دیتا ہے"۔

حضرت ادریس علیہ السلام کا مقام رفیع:

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ادریس علیہ السلام سے چوتھے آسمان پر ملاقات کی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ۔ (مریم) "اور ہم نے بلند کیا تھا انہیں بڑے اونچے مقام تک" حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات حضرت ادریس علیہ السلام کے مقام سے بلند تر مقام پر ہوئی تھی۔ اس کی وجہ حضرت کعب روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت ادریس علیہ السلام کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں وفات سے پہلے ہی چوتھے آسمان پر اٹھالیا تھا۔ انہیں ان کے ایک دوست فرشتے نے اٹھایا تھا۔ اس فرشتے کی ڈیوٹی سورج پر تھی۔ حضرت ادریس علیہ السلام نے اسے جنت دکھانے کے لئے کہا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اجازت دے دی، جب وہ چوتھے آسمان پر پہنچے تو وہاں انہیں ملک الموت نے دیکھا اسے تعجب ہوا۔ اس نے کہا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اسی لمحہ حضرت ادریس علیہ السلام کی روح کو چوتھے آسمان پر قبض کروں۔ ملک الموت نے وہاں ہی ان کی روح کو قبض کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خصوصیت عطا کی کہ آپ کو زندہ ہی اس بلند مقام تک اٹھایا گیا۔

Marfat.com

ہر آسمان پر ہر نبی حضور ﷺ کا اس طرح استقبال کرتا تھا مرحبا بالاخ الصالح "یا کباز بھائی! خوش آمدید! لیکن حضرت آدم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے "بالابن الصالح" سے استقبال کیا۔ ہم نے اس کتاب کے آغاز میں تحریر کر دیا تھا کہ اس میں اس شخص کے لئے حجت ہے جو کہتا ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام کا تعلق نہ تو حضرت نوح علیہ السلام کے اجداد سے تھا اور نہ ہی حضور ﷺ کے آباء واجداد سے تھا کیونکہ انہوں نے حضور ﷺ کا استقبال "الاخ الصالح" سے کیا تھا۔ "الابن صالح" سے نہیں کیا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت محمدیہ میں سے ہونے کی خواہش:

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس امت مرحومہ پر خصوصی توجہ کی تھی۔ انہوں نے نبی مکرم ﷺ سے انتہائی اصرار کیا تھا کہ وہ اس امت کے لئے شفاعت فرمائیں اور تخفیف کا سوال کریں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب انہیں وادی سیناء کے مغربی کنارے پر الواح عطا ہوئیں تو انہوں نے ان الواح میں امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی صفات پڑھیں۔ حضرت موسیٰ کہنے لگے۔ میں نے الواح میں ایسی امت کا تذکرہ پڑھا ہے جو ان صفات کی حامل ہے۔ مولا! اسے میری امت بنا دے۔ آپ علیہ السلام سے کہا گیا وہ احمد مجتبیٰ ﷺ کی امت ہے...... اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی مولا! پھر مجھے اس امت سے بنا دے۔ آپ علیہ السلام کی امت مرحومہ پر شفقت و رحمت ان کی اسی وجہ سے تھی۔

کچھ دیگر واقعات:

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بعض وہ واقعات جن کا ذکر ابن اسحاق نے نہیں کیا ان میں سے ایک واقعہ وہ ہے جسے حارث بن ابی اسامہ نے مسند میں ذکر کیا ہے کہ حضور ﷺ کو ایک آواز دینے والے نے یوں آواز دی۔ یا محمد ﷺ "آپ ﷺ براق پر سوار تھے، آپ ﷺ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی، پھر ایک اور ندا دینے والے نے ندا دی یا محمد! یا محمد! یا محمد ﷺ! لیکن آپ ﷺ نے اس کی طرف بھی کوئی توجہ نہ دی۔ پھر آپ ﷺ سے ایک آراستہ پیراستہ عورت ملی۔ وہ دونوں بازو کھول کر یا محمد! یا محمد! یا محمد! ﷺ پکار رہی تھی لیکن آپ ﷺ نے اسے بھی جواب نہ دیا پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ان کے متعلق پوچھا، انہوں نے عرض کی" پہلا ندا کرنے والا یہودیوں کا داعی تھا، اگر آپ ﷺ اسے جواب مرحمت فرما دیتے تو آپ ﷺ کی امت یہودیت اختیار کر لیتی۔ دوسرا پکارنے والا انصاریٰ کا داعی تھا۔ اگر آپ ﷺ اسے جواب دے دیتے تو آپ کی امت عیسائی ہو جاتی۔ وہ آراستہ و پیراستہ عورت دنیا تھی اگر آپ اسے جواب ارشاد فرما دیتے تو آپ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے۔ (روض الانف کا بیان ختم ہوا)

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا وصال پر ملال

حضرت علامہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب 'روض الانف' جلد ۲' ص ۳۳۶۔ ۳۳۷ پر علامہ زبیر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا پر نزع کا عالم تھا تو حضور ﷺ آپ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اے خدیجہ! کیا تم اپنی اس حالت کو ناپسند کرتی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اسی ناپسندیدگی میں بہت خیر و برکت رکھ دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ جنت میں تمہارے ساتھ ساتھ مریم بنت عمران' کلثوم اخت موسیٰ اور آسیہ امراۃ فرعون رضی اللہ عنہا بھی میری زوجیت میں ہوگی"۔ آپ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: "یا رسول اللہ ﷺ! کیا یہ خبر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو دی ہے"۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں" آپ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: "مکمل اتفاق اور رضامندی ہے"۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو جنت کا انگور کھلایا۔ مؤلف کے نزدیک تمام ازواج المطہرات حضور ﷺ بھی آپ ﷺ کی (جنت میں) زوجیت میں ہونگی کیونکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے وقت اور کوئی عورت آپ ﷺ کی زوجیت میں نہ تھی۔ اس کے بعد ہی آپ ﷺ نے باقی ازواج سے یکے بعد دیگرے نکاح فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے آیت تطہیرہ میں تمام ازواج رضی اللہ عنہن کی پاکیزگی

Marfat.com

بیان فرمائی ہے۔ اس لئے وہ سب رضی اللہ عنہن یقیناً جنتی ہیں اور حضور ﷺ کی ازواج تمام مومنوں کی مائیں ہیں اور کسی مومن کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ ان رضی اللہ عنہن میں سے کسی ایک کے ساتھ نکاح کرے۔ اس لئے تمام ازواج النبی ﷺ جنت میں بھی آپ ﷺ کی زوجیت میں انشاء اللہ ہونگی اس سلسلے میں بعض احادیث میں بھی اسی طرح آیا ہے۔ (مؤلف)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے چند دن بعد حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی زوجیت میں آئیں اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے ساتھ ۲۵ سال رہیں۔ (مواہب اللدنیہ' جلد اول' ص ۱۶۹)

مختلف قبائل کو تبلیغ: (اب روض الانف شرح سیرت ابن ہشام کے صفحات ۳۴۸ تا ۳۵۱ تحریر کیے جاتے ہیں)

ابن اسحاق کہتے ہیں، اس کے بعد حضور ﷺ مکہ معظمہ واپس تشریف لے آئے۔ آپ ﷺ کی قوم کا بغض وعناد پہلے سے زیادہ ہو گیا۔ صرف کچھ کمزور اور ناتواں افراد ہی آپ ﷺ پر ایمان لائے تھے۔ جب ایام حج آتے تو حضور ﷺ تبلیغ کے لئے مختلف قبائل میں تشریف لے جاتے، انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے۔ انہیں بتاتے کہ وہ نبی مرسل ہیں، آپ ﷺ انہیں اپنی تصدیق کرنے کے لئے کہتے حتیٰ کہ اللہ اس دین متین کو غالب کردے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت ربیع بن عباد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں۔ ''میں نوجوان تھا، میں اپنے والد کے ساتھ منیٰ میں تھا، حضور ﷺ مختلف قبائل کی اقامت گاہوں پر تشریف لے جاتے تھے۔ آپ ﷺ فرماتے ''اے بنوفلاں! میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول بن کر مبعوث ہوا ہوں وہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ صرف اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دیگر معبود باطلہ کو چھوڑ دو۔ تم مجھ پر ایمان لاؤ، میری تصدیق کرو۔ میرا تحفظ کرو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس دین کو غالب کردے جس کے ساتھ اس نے مجھے مبعوث کیا ہے۔ اس وقت آپ ﷺ کے پیچھے ایک بھینگا، چمکدار چہرے والا شخص تھا اس کے بالوں کی دو مینڈھیاں تھیں اس نے عدن کا حلہ پہن رکھا تھا۔ جب حضور ﷺ اپنی تبلیغ سے فارغ ہوتے تو وہ شخص کہتا ''اے بنوفلاں! یہ شخص تمہیں یہ دعوت دے رہا ہے کہ تم لات و عزیٰ کی غلامی کا طوق اپنے گلے سے اتار پھینکو، بنومالک بن اقیس کے حلیف جنات کو چھوڑ دو اور اس کی اس بدعت اور گمراہی کو قبول کرلو جو وہ لے کر آیا ہے، اس کی اطاعت ہرگز نہ کرنا اور نہ ہی اس کی بات سننا۔ میں نے اپنے والد محترم سے کہا۔ ''یہ شخص کون ہے جو حضور ﷺ کے پیچھے پیچھے ہے اور آپ ﷺ کے ہر فرمان کا رد کر رہا ہے''۔ انہوں نے کہا ''یہ ان کا چچا عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب ہے اس کی کنیت ابولہب ہے''۔

(اس کے بعد روض الانف کے صفحات ۳۴۸ تا ۳۵۱ تحریر کیے جاتے ہیں)

بنوشیبان بن ثعلبہ کو دعوت اسلام

اس روایت کو ابن اسحاق نے ذکر نہیں کیا۔ یہ روایت گویا کہ اس باب کا تتمہ ہے۔ قاسم بن ثابت اور علامہ خطابی نے ذکر کیا ہے۔ ''پھر حضور ﷺ بنوذہل بن ثعلبہ کے پاس تشریف لے گئے۔ پھر بنوشیبان بن ثعلبہ کی اقامت گاہ پر تشریف لے گئے۔ علامہ خطابی اور علامہ قاسم دونوں نے اس گفتگو کا تذکرہ کیا ہے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دغفل بن حنظلہ ذہلی سے کی تھی۔ علامہ قاسم نے کچھ اضافہ کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس اضافہ کو اس کتاب میں شامل کروں کیونکہ اس کا اس باب سے گہرا تعلق ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ''پھر ہم اس مجلس میں گئے جہاں وقار اور سکون تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور اہل محفل کو سلام کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہر بھلائی میں آگے آگے ہوتے تھے'' انہوں نے ان سے پوچھا تمہارا تعلق کس قبیلہ سے ہے؟ انہوں نے بتایا ہمارا رشتہ بنوشیبان بن ثعلبہ سے ہے پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے عرض کی ''میرے والدین آپ ﷺ پر فدا یہ اپنی قوم کے سردار ہیں، ان میں مفروق بن عمرو، ھانی بن قبیصہ، مثنیٰ بن حارثہ اور نعمان بن شریک جیسے سردار ہیں'' مفروق بن عمرو حسن و جمال اور فصاحت و بلاغت میں سب سے فائق تھا۔ اس کے بالوں کی دو مینڈھیاں تھیں جو اس کے سینے پر لٹک رہی تھیں۔ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قریب تھا۔

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا ''تمہاری تعداد کیا ہے؟'' انہوں نے کہا ہماری تعداد ایک ہزار سے زیادہ ہے۔ ایک ہزار کبھی قلت تعداد کی وجہ سے مغلوب نہیں ہو سکتے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا ''تمہارے تحفظ کرنے کا انداز کیا ہے؟'' انہوں نے کہا ''کوشش کرنا ہمارا کام ہے پھر ہر ایک کی قسمت اس کے ساتھ ہوتی ہے۔'' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سوال کیا تمہارے اور تمہارے دشمنوں کے مابین جنگ کیسے ہوتی ہے؟'' مفروق نے کہا'' حالت جنگ میں اگر ہم ناراض ہوں تو ہم شدید ہوتے ہیں۔ ہم عمدہ گھوڑوں کو اولاد پر ترجیح دیتے ہیں، ہتھیاروں کو اونٹوں پر ترجیح دیتے ہیں۔ نصرت اللہ کے پاس ہے۔ کبھی ہمیں غلبہ ہوتا ہے کبھی ہم مغلوب ہو جاتے ہیں۔ شاید آپ کا تعلق قریش سے ہے۔'' حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا کیا تمہیں خبر ملی ہے کہ اللہ کے رسول معظم مبعوث ہو چکے ہیں؟'' وہ رسول محترم یہ ہستی والا ہیں۔ مفروق نے کہا'' ہم نے ان کے متعلق سنا ہے۔ اے قریشی بھائی! آپ کس چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں؟'' حضور ﷺ آگے بڑھے اور فرمانے لگے میں اس بات کی شہادت کی طرف دعوت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ وحدہٗ لاشریک ہے اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں، تم مجھے پناہ دو۔ میری مدد کرو قریش نے اللہ کے امر کے خلاف مدد کی ہے۔ انہوں نے اس کے رسول کو جھٹلایا ہے۔ وہ باطل کی وجہ سے حق سے مستغنی ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ غنی وحمید ہے۔'' مفروق نے پھر پوچھا'' اے قریشی بھائی! آپ کس کی دعوت دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے ان آیات کی تلاوت فرمائی۔

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ○ (الانعام)

آپ فرمایئے آؤ میں پڑھ کر سناؤں جو کچھ حرام کیا ہے تمہارے رب نے تم پر (وہ یہ) کہ نہ بناؤ شریک اس کے ساتھ کسی چیز کو اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اور نہ قتل کرو اپنی اولاد کو مفلسی (کے خوف) سے۔ ہم رزق دیتے ہیں تمہیں بھی اور انہیں بھی اور مت قریب جاؤ بے حیائی کی باتوں کے جو ظاہر ہوں ان سے اور جو چھپی ہوں اور نہ قتل کرو اس جان کو جسے حرام کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سوائے حق کے۔ یہ ہیں وہ باتیں حکم دیا ہے تمہیں اللہ نے جن کا تاکہ تم حقیقت کو سمجھو۔

مفروق نے اثر آفریں کلام سن کر کہا'' اے قریشی بھائی! آپ عمدہ اوصاف اور اچھے خصائص کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ بخدا! آپ ﷺ کو جھٹلانے والی قوم بڑی احمق ہے۔ آپ ﷺ کے خلاف مدد کرنے والے بے وقوف ہیں'' مفروق اپنی گفتگو میں ہانی بن قبیصہ کو بھی شریک کرنا چاہتے تھے۔

مفروق نے کہا'' یہ ھانی بن شریک ہیں جو ہمارے بزرگ ہیں۔ ہ ہمارے دین کے علمبردار ہیں۔'' ہانی نے کہا'' اے قریشی بھائی! میں نے آپ ﷺ کی گفتگو سنی ہے میرے خیال کے مطابق ایک ہی ملاقات میں ہمارا اپنے دین کو ترک کرنا اور آپ کے دین کو اختیار کرنا ایک لغزش ہو گی۔ ہم نے ابھی تک انجام میں غور وفکر نہیں کیا۔ جلد بازی میں ہمیشہ خطا ہوتی ہے۔ ہم اپنے پیچھے ایک قوم چھوڑ آئے ہیں ہم ان کے بغیر کوئی معاہدہ نہیں کرنا چاہتے بلکہ آپ بھی ابھی چلے جائیں ہم بھی واپس جاتے ہیں۔ آپ بھی غور وفکر کر لیں ہم بھی تدبر و تفکر کر لیتے ہیں۔'' ہانی کی خواہش تھی کہ مثنیٰ بھی ان کی گفتگو میں شرکت کریں۔ انہوں نے کہا'' یہ مثنیٰ بن حارثہ ہمارے بزرگ ہیں۔ یہ ہمارے سپہ سالار ہیں۔'' مثنیٰ نے کہا'' اے قریشی بھائی! ہم نے آپ کی گفتگو سن لی ہے۔ ہانی کا جواب بالکل درست ہے ایک محفل میں اپنے دین کو ترک کر دینا دانشمندی نہیں۔ ہم دو پانیوں یمامہ اور سماوہ کے مابین ہیں۔'' حضور ﷺ نے پوچھا'' وہ دو پانی کون سے ہیں؟'' انہوں نے کہا'' ایک طرف کسریٰ کی نہریں جبکہ دوسری طرف عرب کے پانی ہیں۔'' جہاں تک انہار کسریٰ کے صاحب کا تعلق ہے تو اس کا گناہ قابل معافی اور ان کے عذر مقبول ہیں۔ ہم ایک معاہدہ کے پابند ہیں جو ہم سے کسریٰ نے لیا تھا کہ ہم کسی نئے واقعہ کا ظہور نہ کریں گے اور نہ ہی کسی نئے واقعہ کو ظاہر کرنے والے کو پناہ دیں گے۔ میری رائے کے مطابق وہ

Marfat.com

امر جس کی طرف آپ ہمیں دعوت دے رہے ہیں وہ بادشاہوں کو ناپسند ہے۔ اگر آپ ﷺ پسند فرمائیں تو ہم پناہ دیں اور صرف اہل عرب کے پانی سے آپ ﷺ کا تحفظ کریں تو ہم حاضر ہیں۔'' حضور ﷺ نے فرمایا ''تم نے غلط جواب نہیں دیا تم نے سچ بولا ہے بے شک اللہ تعالیٰ کے دین کی وہی نصرت کر سکتا ہے جو اس کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کر لے۔ تمہارا کیا خیال ہے۔ کہ اگر کچھ ہی مدت بعد اللہ تعالیٰ تمہیں ان کی زمین اور ان کے اموال کا مالک بنا دے اور ان کی خواتین تمہارے قبضہ میں ہو جائیں تو کیا تم اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کرو گے'' نعمان بن شریک نے کہا ''ہم ضرور آپ ﷺ پر ایمان لائیں گے۔'' پھر مبلغ اعظم ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝ (الاحزاب)

''بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم بلانے والا اور چمکا دینے والا چراغ بنا کر بھیجا۔''

پھر نبی محترم ﷺ کھڑے ہو گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا ''اے ابوبکر! اے ابوالحسن ان لوگوں نے جاہلیت میں کس قدر عمدہ اخلاق کا مظاہرہ کیا ہے۔ اسی کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ بعض کی سختی کو بعض سے روکتا ہے اور اسی کے ساتھ ہی وہ باہم متفق ہیں۔'' اس کے بعد ہم اوس اور خزرج کی محفل میں گئے۔ انہوں نے ہمارے اٹھنے سے پہلے حضور ﷺ کی بیعت کرنے کی سعادت حاصل کر لی۔ وہ نہایت سچے اور انتہائی صابر تھے۔

مسند کی حدیث میں ایک روایت طارق سے منسوب ہے وہ کہتے ہیں ''میں نے حضور ﷺ کی دو مرتبہ زیارت کی۔ ایک دفعہ میں نے ذوالمجاز میں آپ ﷺ کا دیدار کیا۔ آپ ﷺ مختلف قبائل کو تبلیغ فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ فرما رہے تھے اے لوگو! لا الہ الا اللہ کہو کامیابی تمہارے قدم چوم لے گی۔ آپ ﷺ کے تعاقب میں ایک شخص تھا جس کی دو مینڈھیاں تھیں، وہ آپ ﷺ پر پتھر برسا رہا تھا۔ آپ ﷺ کے ٹخنوں سے خون بہنے لگا۔ وہ یہ بھی کہتا جا رہا تھا ''ارے لوگو! اس کی بات نہ سننا یہ جھوٹا ہے (نعوذ باللہ منہ)'' میں نے آپ کے متعلق پوچھا، مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ ﷺ عبدالمطلب کے نور نظر ہیں، میں نے پوچھا، پتھر مارنے والا کون ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ وہ آپ کا چچا ابولہب عبدالعزیٰ ہے۔

بنو کندہ کو دعوت اسلام:

ابن اسحاق کہتے ہیں۔ ابن شہاب زہری نے بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ بنو کندہ کی خیمہ گاہوں کی طرف تشریف لے گئے۔ ان میں ان کا سردار بھی موجود تھا اس کا نام ملیح تھا۔ آپ ﷺ نے انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی اور اپنی ذات ان پر پیش کی لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔

بنو کندہ کی دعوت:

اس سے مراد بنو ثور بن مرہ بن اُدد بن زید بن مسیع بن عمرو بن عریب بن زید بن کھلان بن سباء ہیں۔ یہ علمائے نسب کا ایک قول ہے۔ کندہ کو اس لئے کندہ کہا جاتا تھا کیونکہ اس نے اپنے باپ کی نافرمانی کی تھی اس کے بیٹے کو مرتع کہا جاتا ہے کیونکہ اس نے ہی اپنی قوم کے لئے چراگاہ بنائی تھی۔ اس کی اولاد کو بنو مرتع بن ثور کہا جاتا ہے۔ ایک قول کے مطابق ثور، مرتع ہے اور کندہ اس کا باپ ہے۔

بنو کلب کو دعوت اسلام:

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے محمد بن عبدالرحمن بن عبداللہ بن حصین نے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ بنو کلب کی ایک شاخ بنو عبداللہ کے پاس تشریف لے گئے۔ انہیں اسلام کی دعوت دی اپنی ذات کے لئے نصرت و اعانت مانگی۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا۔ اے بنو عبداللہ! اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ کا نام کتنا عمدہ رکھا ہے لیکن انہوں نے آپ ﷺ کی دعوت کو قبول نہ کیا۔

بنو حنیفہ کو اسلام کی دعوت:

ابن اسحاق فرماتے ہیں عبداللہ بن کعب بن مالک سے روایت ہے کہ حضور ﷺ بنو حنیفہ کے خیموں کے پاس تشریف لائے انہیں دین حق کی

Marfat.com

دعوت دی اور دین متین کی مدد کرنے کے لئے کہا تو انہوں نے آپ ﷺ کو سب سے قبیح جواب دیا۔

بنو حنیفہ:

حنیفہ کا نام اثال لک بن لجیم تھا۔ لجیم اللجم کی تصغیر ہے۔ علامہ قطرب کہتے ہیں کہ اس کا معنی چھوٹا جانور ہے۔ انہوں نے بطور دلیل یہ شعر پڑھا ہے۔ دلہن کے دامن کی مانند اس کی پیٹھ کی طرف اس کی دم ہے جو چھوٹے جانوروں کے گڑھے کی مانند ہے۔ لجیم بن صعب بن علی بن بکر بن وائل ہے کیونکہ اس کے پاؤں میں ٹیڑھا پن تھا اس لئے اسے حنیفہ کہا جاتا ہے۔ بعض اہل نسب کے نزدیک اس کی ماں کا نام حنیفہ تھا۔ یہ کامل بن اسد کی بیٹی تھی یہ یمامہ کے باشندے تھے۔ مسیلمہ کذاب انہی سے پیدا ہوا۔

بنو عامر کو دعوت اسلام:

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے امام زہری نے بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ بن عامر بن صعصعہ کے پاس تشریف لائے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی، ایک شخص جس کا نام بحیرہ بن فراس تھا۔ ابن ہشام نے اس کا نام فراس بن عبداللہ بن سلمہ بن قشیر بن کعب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ لکھا ہے۔ نے کہا ''قسم بخدا! اگر میں اس جوان کو قابو کرلوں تو میں اس کی وجہ سے پورے عرب پر حکومت کرسکتا ہوں''۔ پھر اس نے آپ ﷺ سے کہا ''اگر ہم آپ کی اتباع کریں پھر آپ کو اپنے مخالفین پر غلبہ نصیب ہوجائے کہ آپ کے بعد ہمیں امارت ملے گی''۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''یہ معاملہ تو اللہ کے سپرد ہے وہ جسے چاہے گا عطا فرمائے گا''، اس نے آپ ﷺ سے کہا۔ ہم آپ ﷺ کی حفاظت کے لئے پوری عرب قوم کو اپنے گلے کاٹنے کے لئے پیش کریں اور جب اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو غالب کردے تو امارت کسی اور کو ملے۔ ہمیں آپ ﷺ کی ضرورت نہیں''۔ اس طرح انہوں نے بھی انکار کردیا۔

جب لوگ حج سے فارغ ہوئے تو بنو عامر بھی واپس لوٹ گئے ان کے پاس ایک عمر رسیدہ بزرگ تھا وہ ان کے ساتھ حج میں شرکت نہیں کرسکتا تھا جب وہ واپس آتے تو وہ ان سے کسی نئے واقعہ کے متعلق دریافت کرتا۔ اس سال وہ واپس گئے تو اس سن رسیدہ شخص نے ان سے حج کے متعلق پوچھا انہوں نے جواب دیا ''ہمارے پاس بنو قریش میں سے بنو عبدالمطلب کا ایک جوان آیا وہ گمان کرتا تھا کہ وہ نبی ہے اس نے ہمیں دعوت دی کہ ہم اس کی حفاظت کریں۔ اس کے لئے دشمن کے سامنے ڈٹ جائیں اور اسے اپنے شہروں میں لے جائیں''۔ یہ سن کر اس بزرگ نے اپنے سر پر ہاتھ رکھ لئے اور کہا اے بنو عامر! ھل لھا من تلاف ھل لدنا با ھا من مطلب کیا اس نقصان کی تلافی ممکن ہے کیا اس خسارے کو پورا کیا جاسکتا ہے مجھے اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں فلاں کی جان ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کسی نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ نہیں کیا یہ حق ہے۔ اس وقت تمہاری عقل کہاں چرنے چلی گئی تھی''۔

ایام حج میں اہل عرب میں تبلیغ:

ابن اسحاق کہتے ہیں ''حضور ﷺ کا انداز تبلیغ یہی تھا جب بھی لوگ حج کے موقع پر جمع ہوتے تو آپ ﷺ مختلف قبائل کے پاس جا کر انہیں اللہ تعالیٰ اور اسلام کی طرف دعوت دیتے انہیں پیام ہدایت پہنچاتے، جب بھی آپ ﷺ کو معلوم ہوتا کہ کوئی صاحب حیثیت اور صاحب شرف سردار مکہ معظمہ آیا ہے۔ آپ ﷺ اس کے پاس جاتے اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے اور اللہ تعالیٰ کا پیام سناتے''۔

سوید بن صامت:

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے عاصم بن عمر بن قتادہ انصاری نے اپنی قوم کے چند بزرگوں سے بیان کیا ہے کہ سوید بن صامت کا تعلق بنو عمرو بن عوف سے تھا۔ وہ مکہ معظمہ میں حج یا عمرہ ادا کرنے کے لئے آیا۔ اس کے حسن و جمال، شعر و شاعری، حسب و نسب اور قدر و شرف کی وجہ سے اس کی قوم اسے ''کامل'' کہتی تھی یہ کہتا ہے۔

Marfat.com

ارے! کتنے ہی ایسے آدمی ہیں جنہیں تو دوست سمجھتا ہے کاش کہ تو اس کی پوشیدہ گفتگو سن لیتا تو اس کا جھوٹ گھڑنا تجھے برا دکھائی دیتا۔ روبرو اس کی باتیں شہد کی طرح میٹھی ہوتی ہیں اور پیٹھ پیچھے وہ گدی کے گڑھے کے لئے تلوار کی دھار کی طرح ہے۔ اس کا ظاہر تجھے مسرور کردے گا لیکن اس کی جلد کے نیچے دھوکے کی سرگوشی ہے جو پیٹھ کے پٹھے کاٹ دیتی ہے۔ جو بغض اور کینہ وہ چھپا رہا ہوتا ہے اس کی ترچھی نگاہوں والی آنکھیں تجھ کو عیاں کردیں گی۔ تو نے طویل عرصہ میری مخالفت میں گزارا ہے۔ اب میری مدد کر کیونکہ بہترین دوست وہ ہوتا ہے جو مدد کرتا ہے کمزور کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔

سوید بن صامت کا بنوسلیم (بنوزعب بن مالک) کے ایک آدمی کے ساتھ سو اونٹنیوں کے متعلق جھگڑا ہو گیا۔ وہ اپنے جھگڑے کا فیصلہ کرانے کے لئے ایک کاہنہ کے پاس گئے۔ کاہنہ نے سوید کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ سوید اور وہ سلیمی شخص دونوں اکیلے تھے۔ ان کے ہمراہ تیسرا شخص نہ تھا جب ان کی راہیں جدا ہونے لگیں تو سوید نے کہا۔ ''اے بنوسلیم کے بھائی! میرے مال کا کیا بنے گا''۔ اس شخص نے کہا میں تمہارا مال بھیج دوں گا۔ سوید نے کہا ''تیرے جانے کے بعد ضامن کون ہوگا؟'' اس نے کہا ''میں خود''۔ سوید نے کہا ''ہرگز نہیں''، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں سوید کی جان ہے جب تک تو میرا مال ادا نہ کردے تو مجھ سے جدا نہیں ہوسکتا''۔ اس نے اسے پکڑ کر زمین پر پٹخ دیا۔ پھر اسے رسی سے باندھ کر بنوعمرو بن عوف کی حویلی میں لے گیا۔ وہ سلیمی شخص اس کی قید میں رہا حتیٰ کہ بنوسلیم نے اسے اس کا مال دے دیا۔

سوید بن صامت بن حوط بن حبیب بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس تھا اس کی ماں کا نام لیلیٰ بنت عمرو نجاریہ تھا جو سلمیٰ بنت عمر بن زید بن لبید خداش بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار یعنی تیم اللہ بن عمرو بن خزرج تھی۔ یہ حضرت عبدالمطلب بن ہاشم کی والدہ تھی۔ سوید حضرت عبدالمطلب کا خالہ زاد تھا۔ سوید کی بیٹی ام عاتکہ تھی جو حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کی بہن اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بیوی تھی۔ یہ اس کے دادا تھے اس کا نام زینب تھا۔ بعض نے اس کا نام جلیسہ بنت سوید بتایا ہے۔ زبیر بن ابی بکر نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔

اے ابن زعب بن مالک مجھے ان لوگوں کی طرح نہ سمجھنا جنہیں تو چھپ کر ہلاک کرتا رہا ہے اور دھوکا دیتا رہا۔ میں نے اپنے مقابل کو پچھاڑ کر اٹھا لیا۔ ایک محتاط اٹھانے والا یوں ہی کرتا ہے۔ میں نے اس کی بائیں بغل پر چوٹ ماری پھر ہر حالت میں اس کا رخسار نیچے ہی رہا۔

جب حضور ﷺ نے اس کی آمد کے متعلق سنا تو آپ ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے۔ اسے اللہ تعالیٰ اور مذہب حق کی دعوت دی۔ سوید نے آپ ﷺ سے کہا آپ ﷺ کے کلام کی مانند کلام میرے پاس بھی ہے ''حضور ﷺ نے فرمایا'' تیرے پاس کیسا کلام ہے؟'' اس نے کہا میرے پاس مجلہ لقمان یعنی ''حکمت لقمان'' ہے۔ حضرت لقمان کا تعلق اہل ایلۃ سے تھا۔ وہ لقمان بن عنقاء بن سرور تھے۔ ان کے ان فرزند کا نام جس کا قرآن پاک ذکر ہے ثاران تھا۔ بعض علماء نے اس کے اور نام بھی ذکر کیے ہیں۔ اس سے مراد لقمان بن عاد الحمیری نہیں ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا ''مجھے دکھاؤ'' اس نے وہ صحیفہ حضور ﷺ کو پیش کیا''۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ ''یہ عمدہ کلام ہے''۔ لیکن جو میرے پاس پیغام ہے وہ اس سے کہیں افضل ہے وہ قرآن ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نازل کیا ہے۔ وہ سرچشمہ ہدایت اور منبع نور ہے''۔ حضور ﷺ نے سوید کو قرآن پڑھ کر سنایا، اسے اسلام کی دعوت دی سوید اسلام سے دور نہ رہا اس نے کہا یہ عمدہ کلام ہے۔ وہ حضور ﷺ سے جدا ہو کر مدینہ طیبہ اپنی قوم کے پاس چلا گیا اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد بنوخزرج نے اسے قتل کردیا اس کی قوم کے افراد کہتے تھے ہمارا خیال ہے کہ وہ وقت قتل مسلمان تھا۔ اس کا قتل جنگ بعاث سے پہلے ہوا تھا۔

ایاس بن معاذ کا اسلام اور ابوالحسیسر کا قصہ:

ابن اسحاق کہتے ہیں محمود بن لبید سے روایت ہے کہ جب ابوالحسیسر انس بن مالک مکہ معظمہ آیا تو اس کے ساتھ بنو عبدالاشہل میں سے چند جوان بھی تھے ان میں ایاس بن معاذ بھی تھے۔ وہ اپنی قوم خزرج کے خلاف قریش سے معاہدہ کرنے آئے تھے۔ جب حضور ﷺ کو ان کی آمد کا علم

Marfat.com

ہوا تو ان کے پاس تشریف لائے۔آپ ﷺ نے فرمایا ''جس مقصد کے لئے تم آئے ہو کیا اس سے بہتر چیز تمہیں چاہئے؟'' انہوں نے پوچھا ''وہ کون سی چیز ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا ''میں اللہ کا رسول ﷺ ہوں۔ اس نے مجھے اپنے بندوں کی طرف مبعوث کیا ہے تا کہ میں انہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی دعوت دوں اور ان سے کہوں کہ وہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں۔ اس نے مجھ پر کتاب نازل کی ہے''۔ پھر آپ ﷺ نے ان کو اسلام کی دعوت دی۔ انہیں قرآن پڑھ کر سنایا اس وقت ایاس بن معاذ کم عمر تھے۔ انہوں نے کہا ''قسم بخدا! ہم جس مقصد کے لئے آئے ہیں اس سے یہ بہتر ہے''۔ ابوالحسیر نے مٹھی بھر مٹی اٹھائی اور اسے ایاس کے چہرے پر دے مارا اور کہا ''اسے چھوڑ ﷺ۔ ہم اس کے علاوہ ایک اور مقصد کے لئے آئے ہیں''۔ یہ سن کر ایاس خاموش ہو گئے۔ حضور ﷺ وہاں سے تشریف لے گئے۔ پھر اوس اور خزرج کے مابین جنگ بعاث ہوئی۔ اس واقعہ کے جلد ہی بعد ایاس بن معاذ کا انتقال ہو گیا۔

محمود بن لبید کہتے ہیں۔ وہ شخص جو ان کی وفات کے وقت وہاں موجود تھا اس نے مجھے بتایا کہ وہ مسلسل اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرتے رہے۔ وہ اس کی تسبیح و تقدیس میں مشغول رہے پھر فوت ہو گئے ان کی قوم کا خیال ہے کہ وہ مسلمان ہو کر مرے۔ اسلام اسی وقت ان کے دل میں جا گزیں ہو گیا جب انہوں نے حضور ﷺ سے حیات بخش پیغام سنا۔

ابوالحسیر کی مکہ معظمہ آمد:

ابن اسحاق نے ابوالحسیر کی مکہ معظمہ آمد کا ذکر کیا ہے اس کی آمد کا سبب وہ جنگ تھی جو اوس اور خزرج کے مابین ہوئی تھی یہ جنگ، جنگ بعاث کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس کے اس میں مشہور دن ہیں اس میں ان کے بہت سے سردار اور عظیم لوگ کام آئے۔ بعاث اس جگہ کا نام تھا جہاں یہ جنگ ہوئی۔

بنوخزرج کو اسلام کی دعوت اور عقبہ اولیٰ:

ابن اسحاق کہتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو غالب کرنے کا ارادہ کیا، نبی محترم ﷺ کے سر پر عزتوں کا تاج سجانا چاہا اور اپنے وعدہ کو پورا کرنا چاہا تو نبی اکرم ﷺ ایام حج میں تبلیغ کے لئے باہر تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے انصار کے چند لوگوں سے ملاقات کی آپ ﷺ نے حسب معمول قبائل عرب کو اپنی تائید و اعانت کے لئے کہا۔ آپ ﷺ عقبہ کے پاس تھے کہ آپ ﷺ کو بنوخزرج کا ایک گروہ ملا۔ ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا ارادہ کیا ہوا تھا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے عاصم بن عمر بن قتادہ نے اپنی قوم کے بزرگوں سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب انہیں حضور ﷺ سے ملاقات کا شرف نصیب ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا ''من انتم. تم کون ہو''۔ انہوں نے عرض کی ''ہمارا تعلق بنوخزرج سے ہے'' آپ ﷺ نے فرمایا۔ امن موالیٰ یھود ۔ کیا تم یہودیوں کے حلیف ہو۔ انہوں نے عرض کی ''ہاں''۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''کیا تم بیٹھ نہیں جاتے میں تم سے چند باتیں کرنا چاہتا ہوں'' انہوں نے عرض کی ضرور۔ وہ حضور ﷺ کے ساتھ بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی۔ ان پر اسلام پیش کیا۔ انہیں قرآن پاک سنایا۔ ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ایک بہتری یہ بھی کی کہ ان کے شہروں میں یہودی رہتے تھے۔ وہ اہل کتاب اور صاحب علم تھے جب کہ یہ مشرک اور صنم پرست تھے۔ ان کے مابین جنگیں ہوتی تھیں۔ جب بھی جنگ ہوتی تو یہود ان سے کہتے۔ ''ایک عظیم الشان نبی (ﷺ) مبعوث ہونے ہی والے ہیں۔ ان کے ظہور کا وقت قریب ہے ہم ان کی اتباع کریں گے اور ان کی معیت میں تمہیں عاد و ارم کی طرح قتل کریں گے''۔ جب حضور ﷺ نے اس فرخندہ فال گروہ سے گفتگو فرمائی۔ انہیں اللہ رب العزت کی طرف دعوت دی تو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا ''اے قوم! جان لو قسم بخدا! یہ وہی نبی محترم ہیں جن سے یہود تمہیں ڈراتے ہیں وہ ان کے پیغام کو قبول کرنے میں تم سے سبقت نہ لے جائیں، ان کی دعوت پر لبیک کہو''۔ انہوں نے آپ ﷺ کی دعوت پر لبیک کہا۔ آپ ﷺ کی تصدیق کی پھر عرض کی ''یارسول اللہ ﷺ ہم

Marfat.com

اپنے پیچھے ایک قوم چھوڑ آئے ہیں۔ان کے مابین عداوت و شرارت انتہائی عروج پر ہے ممکن ہے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی برکت سے انہیں متفق فرمائے۔ہم ان کے پاس جا کر آپ ﷺ کا معاملہ ان کو پیش کریں گے۔اپنے اس دین کے متعلق انہیں بھی بتائیں گے جس کو ہم نے قبول کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں متفق کر دیا پھر ہمیں آپ ﷺ سے پیارا اور معزز کوئی نہ ہوگا"۔پھر وہ اپنے شہر لوٹ آئے،وہ دولت ایمان سے مالا مال ہو چکے تھے اور آپ ﷺ کی تصدیق کر کے کونین کی لازوال نعمت حاصل کر چکے تھے۔

انصار میں اسلام کا آغاز:

بنوخزرج اور بنواوس کا نام جاہلیت میں انصار نہ تھا۔اللہ تعالیٰ نے اسلام میں ان کا یہ نام رکھا تھا۔الخزرج ٹھنڈی ہوا کو کہتے ہیں۔بعض علماء لغت اسے جنوب کی ہوا کے ساتھ مختص کرتے ہیں۔الاوس پر الف لام اسی طرح داخل کیا گیا ہے جس طرح "التیم" پر ہے اس کی جمع تیمی ہے رومی اور روم کی طرح ہے اوس کا معنی عطیہ کا عوض ہے اس طرح کے اسماء جب علم ہو جائیں تو ان پر الف لام نہیں آتا اس کے علاوہ عربی میں تمام اوس الف،لام کے بغیر ہیں جس طرح اوس بن حارثہ الطائی وغیرہ اوس اور اویس بھی اسی طرح ہیں،زاجر کہتا ہے۔

کاش مجھے اس کے متعلق علم ہوتا،معاملہ وسعت اختیار کر گیا کہ آج بھیڑیے نے بھیڑوں کے ساتھ کیا کیا ہے؟"ان کے والد کا نام حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو مزیقیاء بن عامر ماء السماء بن حارثہ الغطریف بن امری القیس بن ثعلبہ بن مازن بن ازدی۔ایک روایت کے مطابق بنوخزاعہ کا بھی یہی باپ تھا۔ان کی ماں کا نام قیلہ بنت کاہل بن عذرہ قضاعیر تھا۔ایک قول کے مطابق وہ بنت جفنہ تھی۔اس کا نام غلبہ بن عمرو بن عامر تھا۔ایک اور قول کے مطابق بنت سیع ابن الہون بن حریمہ بن مدرکۃ تھا۔اس قول کو زبیر بن ابی بکر نے اخبار مدینہ میں ذکر کیا ہے۔

انصار،ناصر کی جمع ہے۔یہ "فاعل" کی خلاف قیاس جمع ہے۔اس میں "ناصر" کے الف کو حذف کر دیا گیا ہے کیونکہ وہ زائدہ ہے۔اس کے حذف سے اسم ثلاثی بن جاتا ہے اور ثلاثی اسم کی جمع افعال کے وزن پر آتی ہے مثلاً صاحب کی جمع اصحاب،شاہد کی جمع اشہاد آتی ہے۔

امن موالی یهود انتم:

موالی سے مراد حلیف ہے۔مولیٰ کا لفظ،حلیف،چچازاد،آزاد کردہ اور آزاد کرنے والا سب کے لئے بولا جاتا ہے کیونکہ یہ ولایۃ سے مفعل کے وزن پر ہے،یہ تمام ولی کے لئے ملجاء اور پناہ گاہ ہیں۔

عورتوں سے بیعت لینے کا طریقہ:

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں عورتوں سے بیعت لینے کا تذکرہ اس طرح کیا ہے۔

يُبَايِعْنَكَ عَلَى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا (الممتحنہ:۱۲)

تاکہ آپ سے اس بات پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گی۔

عورتوں سے بیعت لیتے وقت آپ ﷺ ان سے صرف عہد و میثاق لیتے تھے۔جب وہ خواتین اپنی زبانوں سے اقرار کر لیتیں تو آپ ﷺ فرماتے قد بایعتکن میں نے تمہیں بیعت کر لیا ہے"

عقبہ کے پاس حضور ﷺ سے ملاقات کرنے والے بنوخزرج کے نام:

ابن اسحاق کہتے ہیں وہ بنوخزرج میں سے چھ افراد تھے۔ان میں سے کچھ بنونجار (تیم اللہ) میں سے تھے ان کا تعلق بنو مالک بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج بن حارثہ بن عمرو بن عامر سے تھا۔وہ حضرت اسعد بن زرارہ بن عدس بن عبید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن نجار تھے یہ ابوامامہ سے مشہور تھے۔دوسرے حضرت عوف بن حارث بن رفاعہ بن سواد بن مالک بن غنم بن مالک بن نجار تھے۔یہ ابن عفراء سے مشہور تھے۔ابن ہشام کہتے ہیں،عفراء بنت عبید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن نجار تھی۔ابن اسحاق کہتے ہیں،بنوزریق بن عامر بن زریق بن عبد حارثہ بن مالک بن

Marfat.com

غضب بن جشم بن خزرج میں سے حضرت رافع بن مالک بن عجلان بن عمرو بن عامر بن زریق تھے۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ ان کو عامر بن ازراق بھی کہا جاتا ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں، بنوسلمہ بن سعد بن علی بن ساردة بن تزید بن جشم بن خزرج میں سے حضرت قطبہ بن عامر بن حدیدہ بن عمر بن غنم بن سواد نے یہ سعادت پائی۔ ان کا تعلق بنوسواد بن غنم بن کعب بن سلمہ سے تھا۔ ابن ہشام نے عمرو بن سواد کہا ہے۔ سواد کا کوئی بیٹا غنم نام کا نہ تھا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں بنوحرام بن کعب بن غنم بن کعب بن سلمہ میں سے حضرت عقبہ بن عامر بن نابی بن زید بن حرام تھے۔ بنوعبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ میں سے حضرت جابر بن عبداللہ بن رئاب بن نعمان بن سنان بن عبیدہ کو یہ توفیق ارزانی ہوئی۔ جب یہ حضرات مدینہ طیبہ آئے تو انہوں نے حضور ﷺ کا تذکرہ کیا۔ اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی۔ اسلام ان میں پھیل گیا۔ کوئی گھر ایسا نہ رہا جس میں حضور ﷺ کا ذکر نہ ہو رہا ہو۔

بیعت عقبہ اولیٰ:

آئندہ سال حج کے زمانہ میں بارہ آدمی مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ آئے اور حضور ﷺ سے عقبہ میں ملاقات کی۔ یہ بیعت عقبہ اولیٰ کے نام سے مشہور ہوئی۔ حضور ﷺ نے ان سے اس طرح بیعت لی جس طرح آپ ﷺ عورتوں سے بیعت لیتے تھے۔ یہ بیعت ان پر جہاد کے فرض ہونے سے پہلے تھی۔ ان بلند اقبال ہستیوں میں سے بنونجار (بنو مالک بن نجار) میں سے اسعد بن زرارہ بن عدس بن عبید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن نجار نے بیعت کی سعادت حاصل کی۔ حضرت عوف اور حضرت معاذ حارث بن رفاعہ بن سواد بن مالک بن غنم بن مالک بن نجار کے فرزندان۔ ان کی والدہ کا نام عفراء تھا۔ بنوزریق بن عامر میں سے رافع بن مالک بن عجلان بن عمرو بن عامر بن زریق اور ذکوان بن عبدقیس بن خلدہ بن مخلد بن عامر بن زریق نے یہ دولت حاصل کی۔ ابن ہشام کہتے ہیں ذکوان مہاجری اور انصاری ہے۔ بنوعوف بن خزرج (بنوغنم بن عوف بن عمرو بن عوف بن خزرج، انہیں ''القواقل'' کہا جاتا ہے) میں سے عبادۃ بن صامت بن قیس بن اصرم بن فہر بن ثعلبہ بن غنم اور ابوعبدالرحمٰن یزید بن ثعلبہ بن حزمہ بن اصرم بن عمرو بن عمارہ نے بھی بیعت کرنے کی سعادت حاصل کی یہ بنوعصینہ کے حلیف تھے۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ انہیں ''القواقل'' اس لئے کہا جاتا تھا کہ جب کوئی شخص ان سے پناہ لیتا تو یہ انہیں ایک تیر دیتے اور کہتے قوقل بہ بیثرب حیث شئت ۔ جہاں چاہو یثرب میں چلتے پھرو، ابن ہشام کہتے ہیں ''القوقلہ'' چال کی ایک قسم ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں، بن سالم بن عوف بن عمرو بن خزرج (بنوعجلان بن زید بن غنم بن سالم) میں سے حضرت عباس بن عبادہ بن نضلہ بن مالک بن علجان کو یہ توفیق ارزانی ہوئی۔ بنوسلمہ بن سعد بن علی بن اسد بن سارده بن تزید بن جشم میں بن خزرج (بنوحرام بن کعب بن غنم بن سلمہ) میں سے حضرت عقبہ بن عامر بن نابی بن زید بن حرام بھی اس بیعت میں شامل تھے۔ بنوسواد بن غنم بن کعب بن سلمہ میں سے حضرت قطبہ بن عامر بن حدیدہ بن عمرو بن غنم بن سواد بھی اس میں شریک تھے۔ اوس بن حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر (بنوعبدالاشہل بن جشم بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس) میں سے ابوالہیثم بن التیہان رضی اللہ عنہ تھے حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ روض الانف میں فرماتے ہیں کہ ان کا نام مالک بن تیہان اور تیہان کا نام مالک بن عتیک بن عمرو بن عبدالاعلم بن عامر بن زعوراء بن جشم بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس تھا۔ ان کا نام مالک تھا۔ ابن ہشام کہتے ہیں التیہان میں میت، میت کی طرح تخفیف اور ثقل دونوں جائز ہیں۔ بنوعمرو بن عوف بن مالک بن اوس میں سے حضرت عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ نے یہ سعادت حاصل کی۔

بیعت عقبہ:

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں میں بھی ان خوش قسمت افراد میں شامل تھا جو عقبہ اولیٰ کی بیعت میں تھے۔ ہم بارہ افراد تھے۔ حضور ﷺ نے ہم سے عورتوں کی بیعت کی طرح کی بیعت لی۔ یہ بیعت فرض جہاد سے قبل تھی کہ ہم اللہ

Marfat.com

کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ ہم چوری نہیں کریں گے۔ ہم بدکاری نہیں کریں گے۔ ہم اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گے۔ نہ ہی کسی پر وہ بہتان لگائیں گے جسے ہم نے اپنے سامنے گھڑا ہوگا اور کسی نیک کام میں آپ ﷺ کی مخالفت نہیں کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم نے اس بیعت کو پورا کیا تو تمہارے لئے جنت ہے اور اگر کسی سے کوئی لغزش ہوگئی تو اس کا معاملہ اللہ رب العزت کے سپرد ہے اگر وہ چاہے گا تو اسے عذاب دے گا اور اگر چاہے گا تو معاف فرمادے گا''۔

ابن اسحاق نے امام زہری کی سند سے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں، ''ہم نے عقبہ کی شب حضور ﷺ کے دست اقدس پر بیعت کی کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے، ہم چوری نہیں کریں گے، ہم بدکاری نہیں کریں گے ہم اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گے نہ ہی ہم کسی پر وہ بہتان لگائیں گے جو ہم نے خود گھڑا ہوگا اور کسی بھلائی کے کام میں آپ ﷺ کی مخالفت نہیں کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم نے اس عہد کو پورا کیا تو تمہارے لئے جنت ہے اگر کسی نے گناہ کیا اور اسے خمیازہ دنیا میں بھگتنا پڑا تو وہ اس کا کفارہ ہے اور اگر اللہ تعالیٰ نے تمہاری پردہ پوشی فرمادی تو پھر معاملہ اس کے سپرد ہے اگر چاہے تو عذاب دے اور اگر چاہے تو معاف فرمادے''۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور وفد عقبہ:

ابن اسحاق کہتے ہیں، جب یہ خوش قسمت لوگ واپس جانے لگے تو حضور ﷺ نے ان کے ساتھ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر بن ہاشم بن عبدمناف بن عبدالدار بن قصی کو بھیجا۔ آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ انہیں قرآن پڑھائیں۔ انہیں اسلام کی تعلیم دیں۔ دینی مسائل سے آگاہ کریں۔ انہیں مدینہ طیبہ میں ''المقری'' کہا جاتا تھا۔ ان کی رہائش ابوامامہ اسعد بن زرارہ بن عدس رضی اللہ عنہ کے پاس تھی۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے عاصم بن عمر بن قتادہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ اہل مدینہ کو نماز پڑھایا کرتے تھے کیونکہ اوس اور خزرج ناپسند کرتے تھے کہ ان میں سے کوئی دوسرے کو امامت کرائے۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی ہجرت:

ان کو المقری کے نام سے موسوم کیا گیا۔ ان کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ اسلام سے قبل قریش میں سے سب سے زیادہ عیش پسند تھے۔ سب سے زیادہ عطر استعمال کرتے تھے۔ ان کی والدہ ان سے شدید محبت کرتی تھیں۔ جب یہ سوتے تھے تو حیس (کھجور اور ستو سے بنایا گیا ایک کھانا) ان کے سر کے پاس موجود رہتا تھا۔ جب بیدار ہوتے تو اسے کھا لیتے۔ جب اسلام قبول کیا تو شدت تکالیف کی وجہ سے ان کا رنگ متغیر ہوگیا۔ ان کے جسم پر گوشت ختم ہوگیا اور وہ انتہائی کمزور ہوگئے۔ جب حضور ﷺ انہیں دیکھتے تو رونے لگتے کیونکہ آپ ﷺ ان نعمتوں اور آسائشوں کو جانتے تھے جو اسلام سے پہلے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو میسر تھیں۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ نے قسم اٹھائی کہ وہ نہ کھائے گی نہ ہی پئے گی اور نہ ہی سایہ میں بیٹھے گی، حتیٰ کہ اس کا فرزند دلبند اپنے پہلے دین کی طرف لوٹ آئے۔ وہ دھوپ میں اس قدر کھڑی ہوتی کہ بے ہوش ہو کر گر پڑتی۔ اس کے بیٹے اس کا منہ سایہ میں کر دیتے اور اس پر پانی انڈیلتے تاکہ وہ مرنے نہ پائے۔ حضور ﷺ ان کا تذکرہ یوں کرتے تھے۔ ''میں نے مکہ معظمہ میں کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو بالوں کی زیبائش، لباس کی خوبصورتی اور نعمتوں کی آسائش میں حضرت مصعب رضی اللہ عنہ سے زیادہ باذوق ہو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مکہ معظمہ کے خوبصورت اور حسین جوان تھے ان کے والدین ان سے بہت زیادہ پیار کرتے تھے۔ ان کی والدہ انہیں حسین ترین لباس پہناتی تھی۔ یہ مکہ معظمہ کے لوگوں میں سے سب سے زیادہ عطر استعمال کرتے تھے۔ یہ حضرمی جوتے پہنا کرتے تھے''۔

قیس بنت محصن:

ان کا نام حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا تھا۔ یہ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں، یہ اپنے چھوٹے بچے کو بارگاہ رسالت میں لے کر آئیں۔

Marfat.com

مدینہ طیبہ میں جمعہ کی پہلی نماز:

ابن اسحاق نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد محترم حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو مسجد لے جانے کی سعادت حاصل کرتا تھا۔ میں جب بھی انہیں نماز جمعہ کے لئے لے کر نکلتا وہ اذان سنتے تو حضرت ابوامامہ حضرت اسعد بن زرارۃ رضی اللہ عنہ کے لئے دعا کرتے۔ اسی طرح کافی عرصہ گزر گیا۔ وہ جب بھی اذان جمعہ سنتے حضرت ابوامامہ کے لئے دعا اور استغفار ضرور کرتے۔ میں نے دل میں کہا قسم بخدا اگر میں ان سے اس دعا اور استغفار کے متعلق سوال نہ کروں تو یہ میری بہت بڑی کمزوری ہے۔ میں ایک روز حسب معمول انہیں مسجد کی طرف لے کر نکلا۔ جب انہوں نے اذان سنی تو حضرت ابوامامہ کے لئے دعا اور استغفار کیا۔ میں نے ان سے کہا ''اے والد محترم! آپ جب بھی اذان سنتے ہیں تو حضرت ابوامامہ کے لئے دعا اور استغفار کرتے ہیں''۔ انہوں نے فرمایا اے میرے نور نظر! سب سے پہلے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے جمعہ کی نماز پڑھائی تھی۔ اس جگہ کو نقیع الخضمات کہا جاتا تھا۔ میں نے عرض کی اس وقت آپ کی تعداد کتنی تھی؟ انہوں نے فرمایا ہم تعداد میں چالیس تھے۔

جمعۃ المبارک کی پہلی نماز:

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے مدینہ طیبہ میں نماز جمعہ پڑھائی دیگر سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے اہل مدینہ کو سب سے پہلے نماز جمعہ پڑھائی کیونکہ مہاجرین میں سے سب سے پہلے وہی مدینہ طیبہ میں ہجرت کر گئے تھے۔ ان کے بعد حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ ہم نے اس کتاب کے آغاز میں ذکر کیا تھا کہ کعب بن لوی سب سے پہلے زمانہ جاہلیت میں لوگوں کو جمعہ کے دن اکٹھا کیا کرتے تھے۔ وہ اس روز خطبہ دیتے، وعظ ونصیحت کرتے، حضور ﷺ کی آمد کی بشارت دیتے اور آپ ﷺ کی اتباع کرنے پر ابھارتے۔ انہوں نے سب سے پہلے عروبہ کو ''جمعہ'' کہا تھا۔ ''عروبۃ'' کا معنی رحمت ہے۔ حضرت زبیر بن بکار فرماتے ہیں، قریش مکہ اس روز ان کے پاس جمع ہوتے اور وہ انہیں خطبہ دیتے ہوئے کہتے ''اما بعد! خوب جان لو زمین اللہ رب العزت کا بچھونا ہے، پہاڑ میخیں ہیں، آسمان عمارت ہے، ستارے نور وروشنی کا سبب ہیں'' پھر وہ صلہ رحمی کا حکم فرماتے اور حضور ﷺ کے متعلق بشارت دیتے ہوئے کہتے ''اے میری قوم! وہ تمہارا حرم ہے اس کی تعظیم کرو۔ عنقریب اس سے ایک عظیم خبر کا ظہور ہوگا۔ اس سے نبی کریم ﷺ رونق افروز ہوں گے''۔ پھر وہ یہ شعر پڑھتے۔

جب قوم غافل ہو جائے گی تو نبی محترم محمد ﷺ تشریف لائیں گے، وہ ایسی خبروں کے متعلق بتائیں گے جن سے آگاہ کرنے والا انتہائی سچا ہوگا۔ ہم نے دیکھا کہ حوادثات زمانہ نے لوگوں کو تبدیل کر دیا ہے لیکن ان کی گرہیں ایسی ہوں گی جنہیں کوئی نہیں کھول سکے گا۔

پھر فرماتے۔

کاش میں ان کی عظیم دعوت کو دیکھ سکوں جب قریش حق کو ناجائز جھٹلائیں گے۔

حضرت سعد بن معاذ اور حضرت اسید بن حضیر کا اسلام قبول کرنا:

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ، مجھے عبیداللہ بن مغیرہ اور عبداللہ بن ابی بکر بن محمد نے بیان کیا ہے کہ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو لے کر باہر آئے، وہ بنو عبدالاشہل اور بنو ظفر کے پاس جانا چاہتے تھے۔ حضرت سعد بن معاذ بن نعمان بن امری القیس بن زید بن عبدالاشہل حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد تھے۔ حضرت اسعد، حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو بنو ظفر کے ایک باغ میں لے گئے۔ ابن ہشام فرماتے ہیں ظفر کا نام کعب بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس تھا۔ حضرت اسعد اور حضرت مصعب رضی اللہ عنہ بئر مرق پر تشریف لائے۔ مسلمان ان کے پاس جمع ہونے لگے۔ حضرت سعد بن معاذ اور حضرت اسید بن حضیر، بنو عبدالاشہل کے سرداروں میں سے تھے، انہوں نے ابھی

Marfat.com

تک اسلام قبول نہیں کیا تھا، جب انہوں نے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کے متعلق سنا تو حضرت سعد نے حضرت اسید سے کہا تیرا باپ تجھے روئے، ان دونوں کے پاس جاؤ جو ہماری حویلی میں آئے ہیں تا کہ ہمارے کمزور لوگوں کو گمراہ نہ کریں۔ انہیں خوب ڈانٹو اور انہیں منع کرو کہ وہ دوبارہ اس طرف آنے کی جرات نہ کریں اگر اسعد بن زرارہ میرے رشتہ دار نہ ہوتے تو میں انہیں کافی ہو جاتا۔ وہ میرے خالہ زاد ہیں میں ان کے سامنے نہیں جانا چاہتا۔ حضرت اسید نے اپنا نیزہ لیا اور حضرت اسعد اور حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کی طرف چل پڑے۔ جب حضرت اسعد نے انہیں آتے دیکھا تو حضرت مصعب سے کہنے لگے، آپ کے پاس قوم کا سردار آ رہا ہے۔ اس سے ذات باری تعالیٰ کے متعلق سچ کہنا حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اگر وہ بیٹھ گیا تو میں اس سے بات چیت کروں گا''۔ حضرت اسید ان کے پاس آ کر انہیں سب وشتم کرنے لگے اور کہنے لگے۔ ''کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہمارے کمزوروں کو بے وقوف بناؤ۔ اگر تمہیں اپنی جانوں کی ضرورت ہے تو فوراً یہاں سے چلے جاؤ''۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ''ذرا بیٹھیں اور چند باتیں تو سنیں۔ اگر کچھ پسند آئے تو قبول کر لینا اور اگر پسند نہ آئے تو اسے رد کر دینا''۔ حضرت اسید نے کہا آپ نے انصاف کی بات کی ہے پھر اپنا برچھا زمین میں گاڑھا اور ان دونوں کے پاس بیٹھ گئے۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے انہیں اسلام کی تعلیم دی۔ قرآن پاک سنایا۔ حضرت اسعد اور حضرت مصعب سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت اسید کی گفتگو سے پہلے ہی ہم نے ان کے چہرے پر اسلام کا اجالا دیکھ لیا تھا پھر انہوں نے فرمایا ''یہ کلام کتنے حسن و جمال والا ہے۔ جب تم اس دین میں داخل ہونا چاہو تو تم کیا کرتے ہو؟'' انہوں نے کہا ''غسل کرو، پاکیزگی حاصل کرو، اپنے کپڑوں کو صاف کرو، حق کی گواہی دو، پھر نماز ادا کرو''۔ حضرت اسید اٹھے غسل کیا اور پاکیزہ کپڑے زیب تن کئے، دو رکعت نماز ادا کی پھر حضرت اسعد رضی اللہ عنہ اور حضرت مصعب رضی اللہ عنہ سے کہا ''میرے پیچھے ایک ایسا شخص ہے اگر اس نے تمہاری اتباع کر لی تو پھر اس کی قوم میں سے کوئی بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ میں عنقریب اسے تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔ اس کا نام سعد بن معاذ ہے'' پھر وہ حضرت سعد اور ان کی قوم کے پاس آئے وہ اپنی محفل میں بیٹھے تھے جب سعد بن معاذ نے حضرت اسید کو آتے دیکھا تو کہا ''اللہ کی قسم! اسید کا چہرہ وہ نہیں ہے جو یہاں سے لے کر گیا تھا''۔ جب حضرت اسید رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے تو حضرت سعد نے ان سے کہا ''تم نے کیا بنایا ہے''۔ انہوں نے کہا ''میں نے ان دونوں سے گفتگو کی ہے۔ مجھے کوئی خطرہ نظر نہیں آیا۔ میں نے ان دونوں کو منع کر دیا ہے، انہوں نے وعدہ کیا ہے۔ ''ہم وہی کریں گے جو تم پسند کرو گے''۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بنو حارثہ حضرت اسعد بن زرارہ کو قتل کرنے کے لئے چلے گئے ہیں انہیں معلوم ہو گیا ہے کہ وہ آپ کا خالہ زاد ہے وہ انہیں قتل کر کے آپ کو اذیت دینا چاہتے ہیں''۔ یہ سن کر حضرت سعد جلدی جلدی کھڑے ہو گئے۔ وہ حضرت اسید کی بات سن کر انتہائی غصے میں تھے۔ انہوں نے اپنے ہاتھ میں برچھا لیا اور کہا ''قسم بخدا! تم نے مجھے کوئی فائدہ نہیں دیا''۔ پھر وہ حضرت مصعب اور حضرت اسعد کی طرف گئے۔ انہوں نے انہیں دیکھا وہ انتہائی مطمئن اور پرسکون تھے، حضرت سعد فوراً سمجھ گئے کہ حضرت اسید کا ارادہ ہے کہ میں بھی ان دونوں کی گفتگو سنوں۔ وہ انہیں سب وشتم کرتے ہوئے ان کے سامنے کھڑے ہو گئے پھر حضرت اسعد کو مخاطب کر کے کہنے لگے ''اے ابو امامہ! اگر میرے اور تمہارے مابین قربت نہ ہوتی تو پھر تم اس کا ارادہ کبھی نہ کرتے۔ کیا تم ہمارے گھر میں ہی ہم پر وہ چیز مسلط کرنا چاہتے ہو جسے ہم پسند نہیں کرتے؟'' حضرت اسعد رضی اللہ عنہ نے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ سے پہلے ہی فرما دیا تھا ''اے مصعب! آپ کے پاس وہ سردار آ رہا ہے جسے اس کی قوم کا پورا پورا تعاون حاصل ہے۔ اگر اس نے تمہاری بات مان لی تو پھر اس کی قوم کے دو افراد بھی پیچھے نہ رہیں گے''۔ حضرت مصعب نے حضرت سعد سے کہا ''کیا بیٹھ کر ہماری بات نہیں سنیں گے۔ اگر وہ بات تمہیں بات پسند آئے اور تمہارے میلان اس جانب ہو تو اسے قبول کر لینا اور اگر تمہیں پسند نہ آئے تو اسے ترک کر دینا''۔ حضرت سعد نے فرمایا ''تم نے سچ کہا ہے'' اپنا برچھا ایک سمت گاڑھا اور بیٹھ گئے۔ حضرت مصعب نے ان پر اسلام پیش کیا۔ قرآن پاک کی تلاوت کی۔ یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ ہم نے پہلے ہی ان کے رونق افزاء چہرے سے ان کے ایمان کا اندازہ لگا لیا تھا۔ حضرت سعد نے کہا ''جب تم اسلام قبول کرتے ہو اور اس دین میں داخل ہوتے ہو تو تم کیا کرتے ہو؟'' انہوں نے کہا ''آپ غسل کریں، پاکیزگی حاصل کریں، صاف لباس پہنیں، حق کی گواہی دیں پھر دو رکعت نماز ادا کریں''۔ حضرت سعد اٹھے، غسل کیا اپنے کپڑے صاف کئے۔ حق کی گواہی دی پھر دو

Marfat.com

رکعت نماز ادا کی پھر اپنا بر چھالیا اور اپنی قوم کی مجلس کی طرف آنے لگے۔ان کے ہمراہ حضرت اسید بن حضیر بھی تھے۔
جب آپ کی قوم نے آپ کو آتے دیکھا تو کہنے لگے ''اللہ کی قسم! سعد تمہارے پاس وہ چہرہ لے کر نہیں آرہے جس چہرے کے ساتھ وہ یہاں سے گئے تھے''۔حضرت سعد اپنی قوم کے سامنے کھڑے ہو گئے اور فرمایا ''اے بنو عبد الاشہل! تم میں میری حیثیت کیا ہے؟ انہوں نے کہا ''تم ہمارے سردار، رائے کے اعتبار سے افضل اور عقل کے اعتبار سے دانا ہو''۔حضرت سعد نے فرمایا ''تمہارے مردوں اور عورتوں سے، میرے لئے گفتگو کرنا اس وقت حرام ہے حتیٰ کہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ''۔حضرت مصعب اور حضرت اسعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔قسم بخدا! شام تک بنو عبد الاشہل کے تمام مرد و خواتین اسلام قبول کر چکے تھے۔حضرت اسعد اور حضرت مصعب رضی اللہ عنہ حضرت اسعد بن زرارہ کے گھر آ گئے اور لوگوں کو دین حق کی دعوت دینے لگے۔انصار کے تمام گھروں کے مرد و خواتین حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے مگر بنو امیہ بن زید، خطمہ، وائل او رواقف اسلام کی سعادت سے محروم رہے۔یہ اوس اللہ کہلاتے تھے یہ بنو اوس بن حارثہ میں سے تھے۔ان کا شاعر اور قائد ابو قیس بن الاسلت تھا وہ اس کی بات غور سے سنتے تھے اور اس کی پیروی کرتے تھے۔اس نے انہیں اسلام سے روکے رکھا۔حتیٰ کہ حضور ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لے آئے اور غزوہ بدر، غزوہ اُحد اور غزوہ خندق بھی گزر گئے۔جب ابن الاسلت کو اسلام میں صداقت نظر آئی اور لوگوں نے اس سے اختلاف کیا تو اس نے کہا۔

اے لوگوں کے پروردگار! چند اشیاء باہم مل گئی ہیں ان سے مشکلات آسانیوں سے مل گئی ہیں۔اے لوگوں کے پروردگار! اگر ہم گمراہی کے رستے پر ہیں تو تو ہمارے لئے نیکی کی راہ کو آسان بنا۔اگر ہمارا رب ہماری دستگیری نہ کرتا تو ہم یہودی ہوتے۔حالانکہ یہودیوں کے دین کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔اگر ہمارا مولا ہماری راہ نمائی نہ کرتا تو ہم عیسائی ہوتے اور کوہ جلیل میں راہبوں کے ساتھ خلوت گزیں ہو جاتے لیکن جب ہمیں پیدا کیا گیا تو ہمیں ایک الگ دین والے ہی پیدا کیا گیا۔ہمارا دین تمام لوگوں سے جدا ہے۔ہم قربانی کے جانور لے کر چلتے ہیں۔وہ ان جانوروں کی مانند آہستہ آہستہ چلتے ہیں جن کے پاؤں بندھے ہوئے جھولوں میں ان کے بازو منکشف ہوتے ہیں۔

بیعت عقبہ ثانیہ:

ابن اسحاق کہتے ہیں، پھر حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ واپس لوٹ آئے۔انصار بھی دیگر مشرکین کے ہمراہ ایام حج میں مکہ معظمہ کی طرف عازم سفر ہوئے۔وہ مکہ مقدسہ میں پہنچ گئے اور ایام تشریق کے وسط میں ''عقبہ'' کے مقام پر حضور ﷺ سے عہد کیا یہ اس وقت کی بات ہے جب اللہ تعالیٰ نے ان انصار کے سروں پر عزت و کرامت کا تاج سجانا چاہا۔اپنے نبی محترم ﷺ کی تائید اور اسلام کو غلبہ عطا فرمانا چاہا۔اہل شرک کو رسوا کرنے کا ارادہ کیا۔

حضرت براء بن معرور اور ان کی نماز:

ابن اسحاق کہتے ہیں معبد بن کعب بن ابی بن کعب بن قیس نے مجھے بیان کیا ہے کہ ان کے بھائی عبد اللہ بن کعب رضی اللہ عنہ انصار کے بہت بڑے عالم تھے۔وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد محترم نے انہیں بیان کیا ہے۔ان کے والد محترم حضرت کعب رضی اللہ عنہ ان خوش نصیبوں میں سے تھے جو عقبہ میں حضور ﷺ سے ملے تھے اور آپ ﷺ کے دست اقدس پر بیعت کی تھی۔حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ہم اپنی قوم کے ان مشرکوں کے ساتھ عازم سفر ہوئے۔ہم نماز بھی پڑھتے رہے اور دین کے مسائل بھی سیکھتے رہے۔ہمارے درمیان حضرت براء بن معرور بھی تھے وہ ہمارے سردار اور ہم میں سے بڑے تھے۔جب ہم مدینہ طیبہ سے باہر نکلے اور اپنے سفر پر عازم ہوئے تو حضرت براء رضی اللہ عنہ نے ہم سے کہا۔''اے میرے ہم سفرو! میرا ایک مشورہ ہے میں نہیں جانتا کہ تم میری مخالفت کرو گے یا موافقت۔ہم نے کہا وہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا ''میں پسند نہیں کرتا کہ میں اس عظیم عمارت خانہ کعبہ کی طرف پشت کروں، میں اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا چاہتا ہوں''۔ہم نے کہا ''ہمیں تو حضور ﷺ سے یہی روایت

Marfat.com

پہنچی ہے کہ آپ ﷺ شام کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں، ہم آپ ﷺ کی مخالفت نہیں کرنا چاہتے''۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں تو کعبہ معظمہ کی طرف ہی منہ کر کے نماز پڑھوں گا لیکن ہم نے انکار کر دیا جب نماز کا وقت ہوتا تو ہم شام کی طرف منہ کر لیتے اور حضرت براء رضی اللہ عنہ قبلہ رو ہو جاتے حتیٰ کہ ہم مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ ہمیں حضرت براء رضی اللہ عنہ کا یہ فعل بڑا معیوب لگتا تھا لیکن وہ اسی پر ہی مصر تھے۔ مکہ معظمہ پہنچ کر انہوں نے مجھ سے کہا ''اے بھتیجے! آؤ ہم حضور ﷺ سے ملاقات کرنے جاتے ہیں اور ہم آپ ﷺ سے اس فعل کے متعلق بھی پوچھیں گے جو میں نے راستہ میں کیا ہے جب میں نے تمہیں اپنا مخالف دیکھا ہے تو میرے دل میں شکوک وشبہات پیدا ہوئے ہیں''۔ ہم حضور ﷺ کی جستجو میں نکلے، ہم نے آپ ﷺ کی پہلے زیارت نہ کی تھی۔ ہم مکہ معظمہ کے ایک باشندے سے ملے اس سے حضور ﷺ کے متعلق پوچھا۔ اس نے کہا کیا تم آپ ﷺ کو جانتے ہو، ہم نے کہا نہیں، اس نے پوچھا کیا ''تم حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو جانتے ہو''۔ ہم نے کہا ہاں۔ حضرت عباس کو جانتے ہیں وہ بحیثیت تاجر ہمارے پاس آتے جاتے رہتے ہیں۔ اس شخص نے کہا جب تم مسجد میں جاؤ گے تو جو ذات حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھی ہوگی وہ حضور ﷺ ہی ہوں گے۔ جب ہم مسجد میں داخل ہوئے تو مسجد میں حضرت عباس بیٹھے ہوئے تھے ان کے پاس حضور ﷺ بھی موجود تھے۔ ہم آپ ﷺ کو سلام عرض کرنے کے بعد بیٹھ گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے عباس! ''کیا تم ان دو افراد کو جانتے ہو'' انہوں نے کہا ''ہاں! یہ براء بن معرور ہیں جو اپنی قوم کے سردار ہیں اور یہ کعب بن مالک ہیں۔ حضرت کعب فرماتے تھے قسم بخدا! مجھے آپ ﷺ کا یہ فرمانا کبھی نہیں بھولے گا۔'' وہ کعب بن مالک جو شاعر ہیں'' انہوں نے عرض کیا ''ہاں''! حضرت براء رضی اللہ عنہ نے عرض کی ''یارسول اللہ ﷺ جب میں اس سفر پر روانہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام قبول کرنے کی توفیق دے دی۔ میں نے اس مبارک عمارت ''بیت اللہ'' کی طرف پشت کرنا مناسب نہ سمجھا۔ میں اسی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا رہا میرے ساتھی میری مخالفت کرتے رہے حتیٰ کہ میرے دل میں شکوک وشبہات پیدا ہو گئے۔ حضور ﷺ! اس ضمن میں آپ ﷺ کی رائے کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ قد كنت على قبلة لو صبرت عليها تم ایک قبلہ پر تھے تم اسی پر صبر کر لیتے۔ یہ سن کر حضرت براء رضی اللہ عنہ بھی حضور ﷺ کے قبلہ کی طرف لوٹ آئے اور ہمارے ساتھ شام کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ ان کے اہل وعیال کا یہ وہم تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ تا دم وصال کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے لیکن ان کا یہ قول درست نہیں۔ ہم انہیں ان سے زیادہ جانتے تھے'' ابن ہشام کہتے ہیں عون بن ایوب بن انصاری کہتے تھے۔

ومنا المصلي اوّل الناس مقبلا على كعبة الرحمن بين المشاء

اللہ تعالیٰ کے مشاعر کے مابین کعبہ مقدسہ کی طرف منہ کرنے والا شخص ہم میں سے ہی تھا۔ اس سے شاعر کی مراد حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام کا اسلام لانا:

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے معبد بن کعب نے بیان کیا ہے وہ اپنے بھائی عبداللہ بن کعب سے اور وہ حضرت کعب بن مالک سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا۔ ''پھر ہم ادائیگی حج کے لئے چلے گئے۔ ہم نے ایام تشریق کے وسط میں حضور ﷺ سے ملاقات کرنے کا وعدہ کیا۔ جب ہم حج سے فارغ ہوئے تو وہ رات بھی آگئی جس کا وعدہ حضور ﷺ نے ہم سے کیا تھا۔ ہمارے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمرو بھی تھے وہ ہمارے سرداروں اور راہ نماؤں میں سے تھے۔ ہم نے انہیں بھی اپنے ساتھ لے لیا۔ ہم اپنے اس معاملہ کو اپنی مشرک قوم سے چھپا رہے تھے۔ ہم نے حضرت عبداللہ سے کہا، اے ابو جابر! آپ ہمارے سرداروں اور راہ نماؤں میں سے ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ آپ کل آتش جہنم کا ایندھن بنیں''۔ پھر ہم نے انہیں اسلام کی طرف دعوت دی اور حضور ﷺ سے ملاقات کرنے کے متعلق بتایا۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور ہمارے ہمراہ عقبہ میں تشریف لے گئے۔ وہ بارہ نقیبوں میں سے ایک تھے۔

Marfat.com

بیعت کرنے والی دو خوش نصیب خواتین:

ہم اس رات اپنے کجاووں میں سو گئے۔ جب رات کا تیسرا حصہ گزر گیا تو ہم حضور ﷺ سے ملاقات کا شرف حاصل کرنے کے لئے نکل آئے۔ ہم چھپتے چھپاتے قطا کی طرح کھسک آئے۔ عقبہ کے پاس ایک گھاٹی میں جمع ہو گئے۔ ہم تہتر مرد تھے ہمارے ساتھ دو خواتین بھی تھیں۔ ۱۔ حضرت نسیبہ بن کعب رضی اللہ عنہا۔ حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا۔ ان کا تعلق بنو مازن بن نجار سے تھے۔ ۲۔ حضرت اسماء بنت عمرو بن عدی بن نابی رضی اللہ عنہا۔ یہ ام منیع تھیں اور ان کا تعلق بنو سلمہ سے تھا۔

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام منیع رضی اللہ عنہا:

حضرت ام عمارۃ رضی اللہ عنہا سے مراد نسیبہ بنت کعب ہیں وہ حضرت زید بن عاصم رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ یہ بیعت عقبہ، بیعت رضوان اور یمامہ کے دن حاضر ہوئیں۔ انہوں نے بذات خود جہاد کیا۔ انہوں نے مسیلمہ کذاب کے ساتھ جنگ میں اپنے بیٹے عبداللہ کو شریک کیا۔ اس جنگ میں ان کے ہاتھ کٹ گئے۔ انہیں بارہ زخم آئے، اس کے بعد وہ تادیر بحیات رہیں۔ لوگ اپنے مریض لے کر ان کے پاس حاضر ہوتے۔ وہ اپنا خشک ہاتھ مریضوں پر پھیرتیں اور ان کے لئے دعا کرتیں۔ اللہ تعالیٰ مریضوں کا شفا عطا فرما دیتا۔

دوسری صحابیہ کا نام حضرت اسماء بنت عمر رضی اللہ عنہا ام منیع تھا۔ ابن اسحاق نے ان کا نسب لکھا ہے روایت کیا جاتا ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کی "یا رسول اللہ! ﷺ تمام سعادتیں تو مرد لے گئے ہیں۔ عورتوں کے لئے کیا بچا۔ اس وقت سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۳۵ ان المسلمین والمسلمٰت نازل ہوئی۔

حضرت عباس اور انصار:

حضرت کعب فرماتے ہیں "ہم اس گھاٹی میں بیٹھ کر حضور ﷺ کا انتظار کرنے لگے۔ حضور ﷺ وہاں تشریف لے آئے، آپ ﷺ کے ساتھ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے اس وقت وہ اپنی قوم کے دین پر تھے مگر انہوں نے پسند کیا کہ وہ اپنے بھتیجے کے ساتھ اس معاملہ میں شریک ہوں اور آپ ﷺ کے لئے معاہدہ کی توثیق کریں۔ جب حضور ﷺ تشریف فرما ہو گئے تو سب سے پہلے گفتگو کا آغاز حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کیا انہوں نے کہا "اے گروہ خزرج! محمد ﷺ ہم میں کس حیثیت کے مالک ہیں تم خوب جانتے ہو۔ ہم نے بھرپور ان کا تحفظ کیا ہے۔ ہمارے اس تحفظ میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو آپ کے متعلق رائے میں ہم سے متفق نہ تھے۔ یہ اپنی قوم میں معزز اور اپنے شہر میں محفوظ ہیں۔ یہ تمہارے پاس ہی جانا چاہتے ہیں۔ وہ تم سے ملنا چاہتے ہیں۔ اگر تم محسوس کرتے ہو کہ تم ان سے کئے گئے عہد کو نبھا سکو گے۔ مخالفین سے آپ ﷺ کا تحفظ کر سکو گے۔ تو پھر یہ بار گراں تمہیں مبارک ہو، اور اگر تم سمجھتے ہو کہ تم انہیں ہجرت کے بعد دشمن کے سپرد کر دو گے، اور انہیں رسوا کرو گے تو پھر ابھی سے ہی انہیں چھوڑ دو۔ یہ اپنی قوم اور اپنے شہر میں مکرم و محفوظ ہیں"۔ ہم نے حضرت عباس سے کہا "ہم نے آپ کی بات سن لی ہے۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ فرمائیں کہ آپ ﷺ اپنے لئے اور اپنے رب کے لئے کیا پسند فرمائیں گے"۔

حضور ﷺ کا انصار سے معاہدہ:

پھر حضور ﷺ محو کلام ہوئے۔ آپ ﷺ نے قرآن پاک کی تلاوت کی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی۔ اسلام کی ترغیب دی پھر فرمایا: میں تمہیں اس شرط پر بیعت کرتا ہوں کہ تم میری حفاظت ہر اس چیز سے کرو جس سے تم اپنی خواتین اور بچوں کی حفاظت کرتے ہو۔

"حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے دست اقدس کو پکڑا اور عرض کی بالکل یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ ﷺ کا تحفظ ہر اس چیز سے کریں گے جس سے ہم اپنی بیویوں اور اولاد کا تحفظ کرتے ہیں۔ آپ ﷺ ہمیں بیعت فرمائیے۔ ہم جنگی چالوں کے ماہر ہیں، ہمارے دوست واحباب کا حلقہ وسیع ہے، ہم نسل در نسل اس کے وارث ہیں"۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو البشر تھی۔ یہ کنیت ان کے بیٹے بشر بن براء کی وجہ سے

Marfat.com

تھی انہوں نے ہی حضور ﷺ کے ساتھ زہر آلود بکری کا گوشت کھایا تھا اور اسی سے انتقال فرمایا تھا ان کے والد کا نام معرور تھا۔ اس کا معنی مقصود ہے کہا جاتا ہے عرو اعتر۔ اس نے قصد کیا۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ ان خوش نصیبوں میں سے تھے جن کی قبروں پر حضور ﷺ نے نماز جنازہ پڑھی اور چار تکبیریں کہیں۔ یہی حدیث قبر پر نماز جنازہ کی دلیل ہے۔ یہ حدیث چھ اسناد سے مروی ہے۔ ابوعمر نے تمہید میں ان سب کا تذکرہ کیا ہے اور تین اسناد کا اضافہ کیا ہے اس لئے نو اصحابہ کرام نے اسے روایت کیا ہے۔ ان میں حضرت عباس، حضرت انس بن مالک، حضرت بریدہ، حضرت ابوہریرہ، حضرت زید بن ثابت، حضرت عامر بن فہیرہ، حضرت ابوقتادہ انصاری، حضرت سہل بن حنیف، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

اسی دوران حضرت ابوالہیثم بن تیہان نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہمارے اور یہودیوں کے درمیان معاہدے ہیں ہم انہیں ختم کر دیں گے کہیں ایسا تو نہ ہوگا کہ جب اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو غلبہ عطا فرمائے تو آپ ﷺ اپنی قوم کی طرف لوٹ آئیں اور ہمیں چھوڑ دیں'' حضور ﷺ نے یہ سن کر تبسم فرمایا۔ پھر فرمایا۔ تمہاری پناہ میری پناہ اور تمہاری حرمت میری حرمت ہوگی میں تم سے اور تم مجھ سے ہو میں اس سے جنگ کروں گا جس سے تم جنگ کرو گے اور میں اس سے صلح کروں گا جس سے تم صلح کرو گے۔

انصار میں سے بارہ نقیب:

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا'' مجھے بارہ ایسے افراد کا انتخاب کرنا ہے جو اپنی قوم میں اس وقت فیصلہ کریں جب ان میں اختلاف رونما ہو۔ اس طرح بارہ نقیب بنائے گئے جن میں سے نو کا تعلق خزرج اور تین کا تعلق اوس سے تھا۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ زیاد بن عبداللہ البکائی نے محمد بن اسحاق المطلبی سے روایت کیا ہے کہ ان نقیبوں میں درج ذیل افراد شامل تھے۔ ۱۔ ابوامامہ اسعد بن زرارہ بن عدس بن عبید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن نجار (تیم اللہ) بن ثعلبہ، بن عمرو بن خزرج، ۲۔ سعد بن ربیع بن عمرو بن ابی زہیر بن مالک بن امری القیس بن مالک بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث، ۳۔ عبداللہ بن رواحہ بن ثعلبہ امری القیس بن عمرو بن امری القیس بن مالک بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج، ۴۔ رافع بن مالک بن عجلان بن عمرو بن عامر بن زریق بن عبد حارثہ بن مالک بن غضب بن جشم بن خزرج، ۵۔ براء بن معرور بن صخر بن خنساء بن سنان بن عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ بن سعد بن علی بن اسد بن ساردہ بن تزید بن جشم بن خزرج، ۶۔ عبداللہ بن عمرو بن حرام بن ثعلبہ بن حرام بن کعب بن غنم بن کعب بن سلمہ بن سعد بن علی بن اسد بن ساردہ بن تزید بن جشم بن خزرج، ۷۔ عبادہ بن صامت بن قیس بن اصرم بن فہر بن ثعلبہ بن غنم بن سالم بن عوف بن عمرو بن عوف بن خزرج۔ ابن ہشام کہتے ہیں غنم بن عوف، سالم بن عوف بن عمرو بن عوف بن خزرج کا بھائی تھا، ۸۔ سعد بن عبادہ بن ولیم بن حارثہ بن ابی خزیمہ بن ثعلبہ بن طریف بن خزرج بن ساعدہ بن کعب بن خزرج، ۹۔ منذر بن عمرو بن خنیس بن حارثہ بن لوذان بن عبدو بن زید بن ثعلبہ بن خزرج بن ساعدہ بن کعب بن خزرج۔ ابن ہشام کہتے ہیں ابن خنیس کو ابن حنیش بھی کہا جاتا ہے۔

اوس میں سے ۱۰۔ اسید بن حضیر بن سماک بن عتیک بن رافع بن امری القیس بن زید بن عبدالاشہل بن جشم بن حارث بن خزرج بن عمرو بن، مالک بن اوس بن حارثہ، ۱۱۔ سعد بن خیثمہ بن حارث بن مالک بن کعب بن نحاط بن کعب بن حارثہ بن غنم بن سلم بن امری القیس بن ثعلبہ بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس بن حارث، ۱۲۔ رفاعہ بن عبدالمنذر بن زبیر بن زید بن امیہ بن زید بن امیہ بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ بعض اہل علم کہتے ہیں ان نقباء میں حضرت ابوالہیثم بن التیہان بھی تھے وہ حضرت رفاعہ کو ان میں شمار نہیں کرتے۔ حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوالہیثم بن تیہان کو بارہ نقیبوں میں شامل کرتے ہیں۔ (روض الانف جلد ۲ ص ۳۶۱)

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے ابوالہیثم کا ذکر کیا ہے انہوں نے حضرت رفاعہ کا ذکر نہیں کیا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ان نقباء سے کہا'' تم اپنی قوم کے اسی طرح کفیل ہو، جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف حواریوں نے کفالت کی تھی۔ میں اپنی قوم کا کفیل ہوں تمام نقیبوں۔۔ نے اقرار کیا۔

Marfat.com

حضرت عباس بن عبادۃ کی بنوخزرج کو تنبیہ:

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے عاصم بن عمرو بن قتادہ نے بیان کیا ہے کہ جب یہ لوگ حضور ﷺ کی بیعت کے لئے جمع ہوئے تو حضرت عباس بن عبادہ بن نضلہ انصاری نے کہا ''اے گروہ خزرج! کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم حضور ﷺ کی بیعت کس چیز پر کر رہے ہو''۔ انہوں نے کہا ''ہاں'' حضرت عباس نے کہا ''تمہاری بیعت اس بات پر ہے کہ تم ہر کالے اور سرخ سے برسر پیکار ہوں گے۔ ذرا سوچو کہ جب تمہارے مال برباد ہونے لگیں اور تمہارے سرداروں کے سر کٹنے لگیں اگر تم نے انہیں چھوڑ دیا تو یہ دنیا و آخرت کی رسوائی ہوگی۔ اگر تمہیں یقین ہے کہ تم اپنے اموال کی ہلاکت اور سرداروں کے قتل کے باوجود ان سے وفا کرو گے تو پھر ان کا دامن پکڑ لو۔ اللہ کی قسم! دنیا و آخرت کی بھلائی اسی میں ہے''۔ بنوخزرج نے کہا ''ہم اپنے اموال کی بربادی اور اپنے سرداروں کی ہلاکت کے باوجود آپ ﷺ کو ہی ترجیح دیں گے''۔ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اگر ہم نے وفا کی تو ہمیں کیا ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا'' جنت ملے گی۔ انہوں نے عرض کی ''اپنا ہاتھ آگے بڑھائیں، آپ ﷺ نے اپنا دست اقدس آگے بڑھایا اور ان فرخندہ فال لوگوں نے آپ ﷺ کی بیعت کی''۔

حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ فرماتے ہیں ''قسم بخدا! حضرت عباس نے یہ بات اس لئے کہی تھی تا کہ حضور ﷺ کی بیعت کا قلادہ ان کی گردنوں میں سختی سے پڑے''۔ حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ''حضرت عباس نے یہ بات اس لئے کی تھی تا کہ وہ لوگ اس رات بیعت کو موخر کر دیں انہیں امید تھی کہ شاید عبداللہ بن ابی سلول بھی آجائیں اور ان لوگوں کو تقویت مل جائے''۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان کی نیت کیا تھی۔ ابن ہشام فرماتے ہیں سلول، بنوخزاعہ کی ایک عورت کا نام تھا۔ یہ ابی بن مالک بن حارث کی ماں تھی۔

دست مصطفیٰ ﷺ پر بیعت کرنے والی سب سے پہلی شخصیت:

ابن اسحاق فرماتے ہیں، بنونجار کا گمان تھا کہ ابوامامہ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے حضور ﷺ کی بیعت کی تھی۔ بنو عبدالاشہل کہتے تھے سب سے پہلے یہ سعادت حضرت ابوالہیثم بن التیہان رضی اللہ عنہ نے حاصل کی تھی۔ ابن اسحاق کہتے ہیں امام زہری فرماتے تھے کہ مجھے معبد بن کعب بن مالک نے بیان کیا ہے وہ اپنے باپ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی بیعت کی پھر دوسری قوم نے بیعت کی۔

شیطان اور بیعت عقبہ:

انصار کہتے ہیں کہ جب ہم نے حضور ﷺ کی بیعت کرلی۔ صرخ الشیطان من راس العقبة بانفذ صوت سمعته قط یا اهل الجباجب هل لكم في مذمم والصباة معه قد اجتمعو علي حربكم ۔ تو عقبہ کی چوٹی سے بلند آواز سے شیطان چلایا یہ آواز ان آوازوں سے کہیں بلند تھی جو میں نے سنیں تھیں۔ اس نے کہا اے اہل حباجب! کیا تمہیں مذمم اور صابیوں کے متعلق علم ہے وہ تمہارے خلاف جنگ لڑنے کے لئے جمع ہو چکے ہیں۔ فقال رسول الله ﷺ هذا ازب العقبة ۔ هذا ابن ازيب ۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ عقبہ کا شیطان ہے یہ ازب کا بیٹا ہے۔ ابن ہشام کہتے ہیں اسے ازیب کہا ہے۔ اے اللہ تعالیٰ کے دشمن سن لے قسم بخدا میں تیرے لئے ضرور فارغ ہوں گا۔

حضور ﷺ انصار کو جنگ کی اجازت نہیں دیتے:

پھر حضور ﷺ نے فرمایا اپنی اپنی اقامت گاہوں میں چلے جاؤ۔ حضرت عباس بن عبادۃ بن نضلہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی ''یارسول اللہ ﷺ اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق پر مبعوث کیا ہے۔ اگر آپ ﷺ پسند فرمائیں تو ہم صبح ہی اہل منیٰ پر اپنی تلواروں سے حملہ کر دیں''۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''ہمیں اس کا حکم نہیں دیا گیا تم اپنے اپنے خیموں میں چلے جاؤ''۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''پھر ہم اپنے اپنے خیموں میں لوٹ آئے اور وہاں صبح تک سوئے رہے''۔

Marfat.com

بیعت عقبہ کے متعلق قریش کا رویہ:

جب صبح ہوئی تو قریش مکہ کا ایک گروہ ہمارے پاس آیا اس نے کہا'' اے گروہ خزرج! ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم ہمارے صاحب ﷺ کے پاس اسلئے آئے ہو تا کہ انہیں یہاں سے نکال کر لے جاؤ۔ تم نے ہمارے خلاف جنگ لڑنے کے لئے ان سے بیعت بھی کر لی ہے۔ قسم بخدا! ہمیں اس سے ناپسندیدہ امر اور کوئی نہیں کہ ہمارے اور تمہارے مابین جنگ ہو''۔ اس وقت ہم میں سے مشرک اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے'' ایسا کوئی واقعہ ظہور پذیر نہیں ہوا اور نہ ہی ہمیں اس کا کچھ علم ہے''۔ انہوں نے سچ ہی کہا تھا کیونکہ انہیں اس بیعت کے متعلق کوئی علم نہ تھا۔ ہم ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے پھر قوم قریش کے وہ لوگ اٹھ کر جانے لگے۔ ان میں حارث بن ہشام بن مغیرہ المخزومی بھی تھا۔ علیہ نعلان جدیدان۔ اس نے نئے جوتے پہن رکھے تھے۔ میں نے اس کے متعلق ایک بات کہی گویا کہ میں بھی ان کی گفتگو میں شرکت کرنے کا خواہاں تھا، میں نے کہا'' اے جابر! تم سردار ہو کیا تم مجھے اس قسم کا جوتا خرید کر نہیں دے سکتے جس طرح کا جوتا اس قریشی جوان نے پہن رکھا ہے''۔ میری گفتگو حارث نے بھی سن لی۔ اس نے اپنے جوتے اتارے اور میری طرف پھینک دیئے۔ اس نے کہا'' بخدا! اب انہیں تم ہی پہنو گے''۔ ابو جابر نے مجھے کہا'' رکو! بخدا! تم نے اس جوان کو ناراض کر دیا ہے۔ اسکے جوتے اسے واپس لوٹا دو''۔ میں نے کہا'' نہیں، میں اسے یہ جوتے ہرگز نہیں لوٹاؤں گا۔ یہ ایک عمدہ فال ہے۔ اگر یہ فال سچی ہوئی تو میں اس سے سب کچھ چھین لوں گا''۔

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ پھر قریش مکہ عبداللہ بن ابی ابن سلول کے پاس آئے۔ انہوں نے اس سے بھی وہی سوال کیا جو پہلے ہم سے کر چکے تھے۔ عبداللہ بن ابی ابن سلول نے کہا'' یہ معاملہ بڑا اہم ہے اس جیسے معاملہ سے میری قوم مجھے کیسے دور کر سکتی تھی۔ مجھے اس کا کوئی علم نہیں'' پھر قریش چلے گئے۔

قریش انصار کو تلاش کرتے رہے اور حضرت سعد بن عبادہ کی اسیری:

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، پھر لوگ منیٰ سے واپس آ گئے۔ قوم قریش اسی خبر کی تلاش میں شروع ہو گئی۔ انہیں معلوم ہوا کہ کوئی واقعہ ضرور رونما ہوا ہے۔ وہ انصار کی جستجو میں نکلے انہوں نے حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ کو مقام اذاخر میں پالیا۔ یہ دونوں نقیب تھے، حضرت منذر کو قریش پکڑ نہ سکے حضرت سعد کو انہوں نے پکڑ لیا۔ انہوں نے ان کے تسمے سے ان کے ہاتھ ان کی گردن سے باندھ دیئے پھر انہیں مکہ معظمہ میں لے آئے۔ وہ انہیں زدوکوب کرنے لگے اور انہیں بالوں سے کھینچنے لگے ان کے بال بہت زیادہ تھے۔

حضرت سعد کی نجات:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: '' میں قریش کے ہاتھوں میں اسیر تھا اچانک قریش مکہ کی ایک جماعت میرے پاس آئی۔ ان میں سے ایک روشن جبیں، سفید، درخشاں اور دل موہ لینے والا شخص بھی تھا۔ ابن ہشام نے اس کی جگہ'' الطویل الحسن'' لکھا ہے کہا جاتا ہے روبۃ نے کہا اونٹ کی گردن چھوٹی نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے وہ چھوٹے ہاتھوں والا ہے۔ حضرت سعد فرماتے ہیں'' میں نے دل میں کہا اگر ان میں سے کسی سے بھلائی کی توقع کی جا سکتی ہے تو وہ یہ ہے مگر جب وہ میرے قریب ہوا تو اس نے مجھے زور سے مکا مارا۔ میں نے دل میں سوچا قسم بخدا! اس کے بعد ان میں سے کسی قسم کی کوئی بھلائی نہیں ہے۔ میں ان کی قید میں تھا اسی اثناء میں ایک شخص آیا اس کا تعلق ان کے ساتھ ہی تھا۔ اس نے مجھے کہا'' کیا قریش کے کسی شخص کے ساتھ تیرا عہد یا پناہ نہیں''۔ میں نے کہا'' کیوں نہیں۔ میں وقت تجارت جبیر بن مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف کو پناہ دیا کرتا تھا اور اپنے اہل شہر کے ظلم و تعدی سے اسے بچایا کرتا تھا۔ اسی طرح میں حارث بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف کو بھی پناہ دیتا تھا۔ اس نے کہا'' ان دونوں کا نام لے کر آواز دو۔ اور ان کے اور تمہارے مابین جو تعلق ہے وہ یاد دلاؤ''۔ میں نے اسی طرح کیا وہ شخص ان دونوں کے پاس گیا اس نے انہیں مسجد حرام میں پایا۔ اس نے ان سے کہا'' بنو خزرج کے ایک شخص کی وادی بطحاء میں پٹائی ہو رہی تھی وہ تمہارے نام لے کر

Marfat.com

آوازیں لگا رہا تھا اور بتا رہا تھا کہ اس کے اور تمہارے مابین پناہ ہے"۔ انہوں نے پوچھا "وہ کون ہے" اس شخص نے کہا وہ حضرت سعد بن عبادہ ہیں۔ انہوں نے کہا "اللہ کی قسم! انہوں نے سچ کہا ہے۔ وہ ہمارے تجارتی کارواں کو پناہ دیتے تھے وہ اپنے اہل شہر کے ظلم وستم سے بچایا کرتے تھے"۔ وہ وادی بطحاء میں آئے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ان کے ہاتھوں سے نجات دلائی۔ وہ شخص جس نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو طمانچہ مارا تھا۔ وہ سہیل بن عمرو تھا اس کا تعلق بنو عامر بن لوی سے تھا۔

حضرت عمرو بن جموع اور ان کا بت:

جب انصار مدینہ طیبہ پہنچے تو وہاں اسلام کی تبلیغ کرنے لگے، ان کی قوم کے بہت سے بزرگ ابھی اپنے مذہب "شرک" پر ہی تھے۔ ان میں عمرو بن جموح بن زید حرام بن کعب بن سلمہ شامل تھے ان کے نور نظر حضرت معاذ بن عمرو عقبہ میں حاضر ہوئے تھے اور حضور ﷺ کے دست اقدس پر بیعت کی تھی عمرو بن جموع اپنی قوم کے سردار تھے۔ انہوں نے اپنے گھر میں لکڑی کا بت بنا رکھا تھا جسے "مناۃ" کہا جاتا تھا اس وقت وہاں کے سردار اسی طرح اپنے اپنے گھروں میں بت رکھتے تھے جب بنو سلمہ کے جوانوں مثلاً حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ وغیرہ نے اسلام قبول کیا تو وہ رات کی ظلمت میں عمرو کے بت کے پاس جاتے، اسے اٹھاتے اور بنو سلمی کے ایک کنویں میں منہ کے بل پھینک دیتے۔ لوگ اس کنویں میں گندگی پھینکتے تھے۔ جب صبح ہوئی تو عمرو نے کہا "تمہارے لئے ہلاکت ہو اس رات ہمارے معبود پر ظلم کس نے کیا ہے؟ پھر وہ اپنے بت کو تلاش کرنے کے لئے چلے گئے انہیں وہ ایک کنویں میں نظر آیا، اسے باہر نکالا، دھویا، صاف کیا اور خوشبو لگائی۔ انہوں نے کہا کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ تیرے ساتھ یہ رسوا کن سلوک کون کرتا ہے؟ میں اسے ذلیل کر دیتا۔ دوسری رات جب عمرو سو گئے وہ جوان پھر آئے اور اس کے بت کے ساتھ یہی سلوک کیا۔ عمرو نے پھر اپنا بت اسی کنویں سے نکالا اسے صاف کیا اور اس پر خوشبو لگائی۔ پھر رات کے وقت ان صحابہ کرام نے اس بت سے یہی سلوک کیا۔ جب لگاتار یہی ذلیل سلوک ہوتا رہا تو ایک دن عمرو نے اسے کنویں سے باہر نکالا اسے صاف کیا، غسل دیا اور خوشبو لگائی پھر ایک تلوار لائے اور اس کے گلے میں لٹکا دی اور کہا "اے بت! میں نہیں جانتا کہ تجھ سے یہ سلوک کون کرتا ہے؟ اگر تجھ میں کچھ بھلائی ہے تو پھر اس شخص کو روک دینا یہ تلوار تیرے پاس موجود ہے۔ رات ہوئی، عمرو سو گئے تو وہ جوان اس بت کے پاس گئے اس کے گلے سے تلوار اتاری، ایک مردہ کتا لیا اور ایک رسی سے ان دونوں کو باندھ کر بنو سلمہ کے کنویں میں لٹکا دیا۔ اس کنویں میں لوگ گندگی پھینکتے تھے۔ صبح عمرو اپنے بت خانے میں گئے لیکن انہیں وہاں اپنا خدا نظر نہ آیا۔

حضرت عمرو بن جموع کا اسلام:

وہ اپنے بت کی جستجو میں نکلے انہوں نے اسے اسی کنویں میں دیکھا وہ منہ کے بل لٹکا ہوا تھا ایک کتے کی لاش اس کے ساتھ بندھی ہوئی تھی جب انہوں نے یہ دیکھا تو نگاہوں سے پردے اٹھ گئے۔ اپنی قوم کے مسلمانوں سے گفتگو کی اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ اپنے اسلام کو انتہائی عمدہ کیا جب انہوں نے اسلام قبول کیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں حق کی پہچان کی توفیق دی تو اپنے بت کی رسوا کن حالت دیکھ کر اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

> بخدا! اگر تو معبود ہوتا تو تیری لاش کتے کے ساتھ بندھی ہوئی کنویں میں نہ ملتی۔ اس ذلت آمیز حالت میں تمہارے ملاقات پر صد افسوس! اب ہمیں معلوم ہوا ہے کہ ہم تمہارے بارے میں دھوکا میں مبتلا تھے۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو بلند ہے بڑے احسانات والا ہے وہ عطا بھی کرتا ہے رزاق بھی ہے اور تمام اہل دین کو جزاء دینے والا ہے اس کی ذات وہ ہے جس نے مجھے کفر سے نجات دی اس سے پیشتر کہ میں قبر کے اندھیروں میں رہن رکھ دیا جاتا۔ اس نے مجھے ہدایت یافتہ نبی مکرم ﷺ پر ایمان لانے کی توفیق دی۔

Marfat.com

عقبہ اخری کی بیعت کی شرائط:

ابن اسحاق کہتے ہیں اس بیعت میں جہاد کی شرط بھی شامل تھی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب مکرم ﷺ کو جہاد کا اذن عطا فرما دیا تھا۔ یہ شرط عقبہ اولیٰ میں شامل نہ تھی کیونکہ اس وقت جہاد کا اذن نہیں ملا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جہاد کا حکم دیا تو عقبہ اخری میں حضور ﷺ نے ان سے سرخ و کالے کے خلاف جہاد کرنے پر بھی بیعت لی۔ اس میں آپ ﷺ نے اپنی ذات کے لئے اور اپنے پروردگار کے لئے بھی بیعت لی اور وفا کرنے پر انصار کو جنت کا مژدہ سنایا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے عبادۃ بن ولید بن عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے اپنے دادا حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں ہم نے جہاد کی شرط کے ساتھ حضور ﷺ کی بیعت کی۔ حضرت عبادۃ رضی اللہ عنہ ان بارہ افراد میں شامل تھے جنہوں نے عقبہ اولیٰ میں حضور ﷺ کے دست اقدس پر بیعت کی تھی۔ یہ بیعت ان شرائط پر مشتمل تھی جن پر عورتوں سے بیعت لی جاتی ہے یعنی وہ اپنے تنگی اور کشادگی، خوشی اور مجبوری میں سر تسلیم خم اور مطیع رہیں گے۔ حکام کے ساتھ کسی قسم کا جھگڑا نہیں کریں گے۔ جہاں بھی ہوں گے حق کہیں گے اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوفزدہ نہ ہوں گے۔

عقبہ میں حاضر ہونے والے خوش نصیبوں کے اسماء:

ابن اسحاق کہتے ہیں، یہ ان خوش نصیب افراد کے نام ہیں جو عقبہ اخیرہ میں حاضر ہوئے اور حضور ﷺ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ یہ قافلہ تہتر مرد اور دو عورتوں پر مشتمل تھا۔

اوس بن حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر (بنو اشہل بن جشم بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس) میں سے حضرت اسید بن حضیر بن سماک بن عتیک بن رافع بن امری القیس بن زید بن عبد الاشہل نے یہ سعادت حاصل کی۔ یہ نقیب تھے لیکن غزوہ بدر میں شرکت نہ کر سکے۔

حضرت ابوالہیثم بن التیہان۔ ان کا نام مالک تھا یہ غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔ حضرت سلمہ بن سلامہ بن وقش بن زغبہ بن زعوراء بن عبد الاشہل بھی اسی سعادت میں شامل تھے۔ یہ بھی غزوہ بدر میں معرکہ آزما ہوئے تھے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں، بنو حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس میں سے حضرت ظہیر بن رافع بن عدی بن زید بن جشم بن حارثہ اور حضرت ابو بردہ بن نیار، ھانی بن نیار بن عمرو بن عبید بن کلاب بن دھمان بن غنم بن ذبیان بن ھیم بن کاھل بن ذھل بن ھنی بن بلی بن عمرو بن الحاف بن قضاعہ نے بھی یہ سعادت حاصل کی۔ یہ بنو حارثہ کے حلیف تھے۔ یہ بھی غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔ حضرت نہیر بن الہیثم جن کا تعلق بنو نابی بن مجدعہ بن حارثہ سے تھا۔ اس سعادت سے بہرہ اندوز ہوئے۔ بنو عمرو بن عوف بن مالک بن اوس میں سے حضرت سعد بن خیثمہ بن حارث بن مالک بن کعب بن نحاط بن کعب بن حارثہ بن غنم بن سلم بن امری القیس بن مالک بن اوس کو بھی یہ توفیق ارزانی ہوئی۔ یہ بھی نقیب تھے غزوہ بدر میں شامل ہوئے اور جام شہادت نوش کیا۔ ابن ہشام کہتے ہیں ابن اسحاق نے حضرت سعد کا نسب بنو عمرو بن عوف میں بیان کیا ہے جبکہ ان کا تعلق بنو غنم بن سلم سے تھا کیونکہ بعض اوقات کوئی شخص کسی قوم میں پرورش پاتا ہے پھر ان کی طرف منسوب ہونے لگتا ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں حضرت رفاعہ بن عبد المنذر بن زنبر بن زید بن امیہ بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بھی اس سعادت سے بہرہ مند ہوئے۔ انہوں نے بھی غزوہ بدر میں شرکت کی۔ حضرت عبداللہ بن جبیر بن نعمان بن امیہ بن برک (امری القیس) بن ثعلبہ بن عمرو نے بھی یہ سعادت حاصل کی۔ انہوں نے بھی غزوہ بدر میں شرکت کی غزوہ اُحد میں شہید ہوئے یہ تیراندازوں کے امیر تھے۔ ابن ہشام نے امیہ بن البرک کہا ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں حضرت معن بن عدی بن جد بن عجلان بن حارثہ بن ضبیعۃ بن حرام نے بھی یہ سعادت حاصل کی۔ یہ بنو حارثہ کے حلیف تھے ان کا تعلق بنو بلی سے تھا، یہ غزوہ بدر، غزوہ احد، غزوہ خندق میں شریک ہوئے اور جنگ یمامہ میں شہادت سے سرخرو ہوئے اور حضرت

Marfat.com

عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ نے بھی یہ سعادت حاصل کی یہ بھی غزوہ بدر، غزوہ اُحد اور غزوہ خندق میں شریک ہوئے۔ یہ گیارہ حضرات وہ تھے جن کا تعلق اوس سے تھا۔ بنوخزرج بن حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر، بنونجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج میں سے حضرت ابوایوب خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبہ بن عبد بن عوف بن غنم بن مالک بن نجار نے یہ سعادت حاصل کی۔ انہوں نے غزوہ بدر، غزوہ اُحد اور غزوہ خندق میں شرکت کی حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ''روح'' کے مقام پر ایک غازی کی حیثیت سے وصال فرمایا۔ حضرت معاذ بن حارث بن رفاعہ بن سواد بن مالک بن غنم بن مالک بن نجار بھی اس سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔ یہ غزوہ اُحد اور غزوہ خندق میں شریک ہوئے۔ یہی ابن عفراء ہیں ان کے بھائی حضرت عوف بن حارث غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور شہادت سے سرخرو ہوئے۔ انہوں نے ابوجہل بن ہشام بن مغیرہ کو قتل کیا تھا۔ ابن ہشام کہتے ہیں رفاعہ بن حارث بن سواد۔ حضرت عمارۃ بن حزم بن زید بن لوذان بن عمرو بن عبدعوف بن غنم بن مالک بن نجار بھی اس سعادت میں شامل تھے۔ وہ غزوہ بدر، غزوہ اُحد اور غزوہ خندق میں شریک ہوئے۔ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ حضرت اسعد بن زرارہ بن عدس بن عبید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن نجار نے بھی یہ سعادت حاصل کی۔ یہ بھی نقیب تھے۔ یہ غزوہ بدر سے پہلے ہی انتقال کر گئے۔ اس وقت مسجد نبوی کی تعمیر ہو رہی تھی۔ ان کی کنیت ابوامامہ تھی۔ بنوعمرو بن مبذول (عامر بن مالک بن نجار) میں سے حضرت سہل بن عتیک بن نعمان بن عمرو بن عتیک بن عمرو۔ انہوں نے غزوہ بدر میں شرکت کی۔ بنوعمرو بن مالک بن نجار (یہ بنوحدیلہ تھے ابن ہشام کہتے ہیں حدیلہ بنت مالک بن زید مناۃ بن حبیب بن حارثہ بن مالک بن غضب بن جشم بن خزرج) میں سے حضرت اوس بن ثابت بن منذر بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بھی اس سعادت سے بہرہ مند ہوئے، انہوں نے غزوہ بدر میں شرکت کی۔ ابوطلحہ زید بن سہل بن اسود بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن مالک بھی اس سعادت میں شامل تھے۔ یہ بھی غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔

بنومازن بن نجار میں سے حضرت قیس بن ابی صعصعہ عمرو بن زید بن عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن نے بھی یہ سعادت حاصل کی۔ یہ بھی غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔ حضرت عمرو بن غزیہ بن عمرو بن ثعلبہ بن خنساء بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن بھی اس مبارک موقع پر حاضر تھے۔ بنونجار میں سے گیارہ حضرات نے یہ بیعت کی۔ ابن ہشام کہتے ہیں عمرو بن غزیہ بن عمرو بن ثعلبہ بن خنساء ہے جس کا ذکر ابن اسحاق نے کیا ہے وہ غزیہ بن عطیہ بن خنساء ہے۔

بلحارث بن خزرج کے بلند اقبال لوگ:

ابن اسحاق کہتے ہیں، بنوبلحارث بن خزرج میں سے حضرت سعد بن ربیع بن عمرو بن ابی زہیر بن مالک بن امری القیس بن مالک بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث نے بھی یہ سعادت حاصل کی۔ یہ بھی نقیب تھے انہوں نے غزوہ بدر میں شرکت کی غزوہ اُحد میں جام شہادت نوش کیا۔ حضرت خارجہ بن زید بن ابی زہیر بن مالک بن امری القیس بن مالک بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بھی اس سعادت سے لطف اندوز ہوئے۔ انہوں نے غزوہ بدر میں شرکت کی اور غزوہ اُحد میں شہادت کے مرتبہ پر فائز ہوئے، حضرت عبداللہ بن رواحہ بن ثعلبہ القیس بن عمرو بن امری القیس بن مالک بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بھی اس سعادت میں شامل تھے۔ یہ بھی نقیب تھے۔ یہ غزوہ بدر، غزوہ اُحد اور غزوہ خندق میں شامل ہوئے۔ جنگ موتہ میں حضور ﷺ کی طرف سے امیر لشکر مقرر ہوئے اور شہادت کی رنگین قبا پہنی۔ حضرت بشیر بن سعد بن ثعلبہ بن جلاس بن زید بن مالک بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بھی وہاں تھے۔ حضرت ابونعمان بن بشیر بھی غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن زید بن ثعلبہ بن عبدربہ بن حارث بن زید مناۃ بن حارث بن خزرج بن حارثہ بھی اس سعادت میں شامل تھے۔ انہوں نے غزوہ بدر میں شمولیت کی۔ انہیں ہی خواب میں اذان سکھائی گئی تھی اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا اور حضور ﷺ نے اسی کا حکم دیا۔ حضرت خلاد بن سوید بن ثعلبہ بن عمرو بن حارثہ بن امری القیس بن مالک بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بھی اس سعادت کبریٰ میں شامل تھے۔ انہوں نے غزوہ بدر، غزوہ اُحد اور غزوہ خندق میں شرکت کی اور بنوقریظہ کے دن شہیدوں کا اجر پایا۔ ان پر ایک ٹیلے پر سے چکی پھینکی گئی تھی۔ حضور ﷺ نے

Marfat.com

فرمایا ان کے لئے دوشہیدوں کا اجر ہے۔ حضرت عقبہ بن عمرو بن ثعلبہ بن اسیرہ بن عسیرہ بن جدارہ بن عوف بن حارث نے بھی اس سعادت میں شرکت کی۔ یہ عقبہ میں شرکت کرنے والوں میں سے سب سے کم عمر تھے۔ یہ غزوہ بدر میں شریک نہ تھے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں انتقال کیا۔

بنو بیاضہ بن عامر بن زریق بن عبد حارثہ بن مالک بن غضب بن جشم بن خزرج میں سے حضرت زیاد بن لبید بن ثعلبہ بن سنان بن عامر بن عدی بن امیہ بن بیاضہ بھی اس سعادت میں شامل تھے۔ یہ غزوہ بدر میں بھی شامل تھے۔ حضرت فروہ بن عمرو بن وذفۃ بن عبید بن عامر بن بیاضہ بھی اس عظیم سعادت سے بہرہ مند ہوئے۔ ابن ہشام نے وذفۃ کو ودفۃ کہا ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں، حضرت خالد بن قیس بن مالک بن عجلان بن عامر بن بیاضہ نے بھی یہ سعادت حاصل کی۔ بنو زریق بن عامر بن عبد حارثہ بن مالک بن غضب بن جشم بن خزرج میں سے حضرت رافع بن مالک بن عجلان بن عمرو بن عامر بن زریق نے بھی یہ سعادت حاصل کی۔ یہ بھی نقیب تھے۔ حضرت ذاکوان بن عبد قیس بن خلدہ بن مخلد بن عامر بن زریق بن عامر بن زریق بن عبد حارثہ بھی سعادت اندوز ہوئے۔ یہ حضور ﷺ کی محبت میں مدینہ طیبہ چھوڑ کر مکہ معظمہ چلے گئے اور وہیں حضور ﷺ کے پاس رہے۔ انہوں نے حضور ﷺ کے عشق میں مدینہ طیبہ سے ہجرت کی انہیں مہاجری اور انصاری کہا جاتا تھا۔ یہ غزوہ اُحد میں شہادت کے مرتبہ پر فائز ہوئے۔ حضرت عبادہ بن قیس بن عامر بن خلدہ بن مخلد بن عامر بن زریق بھی اس سعادت عظمیٰ سے بہرہ ور ہوئے۔ انہوں نے غزوہ بدر میں شرکت کی۔ حضرت حارث بن قیس بن خالد بن مخلد بن عامر بن زریق نے بھی یہ سعادت حاصل کی۔ یہ ابو خالد کے نام سے مشہور تھے، بنو سلمہ بن سعد بن علی بن اسد بن ساردہ بن تزید بن جشم بن خزرج (بنو عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ) میں سے حضرت براء بن معرور بن صخر بن خنساء بن سنان بن عبید بن عدی بن غنم نے یہ سعادت کبریٰ حاصل کی۔ یہ بھی نقیب تھے انہی کے متعلق بنو سلمہ گمان کرتے تھے کہ انہوں نے ہی سب سے پہلے حضور ﷺ کے دست اقدس پر بیعت کی اور حضور ﷺ کی شرائط کو تسلیم کیا۔ وہ حضور ﷺ کی مدینہ تشریف آوری سے پہلے ہی وصال فرما گئے ان کے فرزند دلبند حضرت بشر بن براء بن معرور رضی اللہ عنہ نے غزوہ بدر، غزوہ اُحد اور غزوہ خندق میں شرکت کی۔ انہوں نے حضور ﷺ کے ساتھ اس بکری کا گوشت کھایا تھا جس میں زہر کی ملاوٹ تھی اور خیبر میں ہی وصال فرما گئے۔ حضور ﷺ کی مراد یہی تھے جب آپ ﷺ نے بنو سلمہ سے استفسار فرمایا: اے بنو سلمہ! تمہارا سردار کون ہے انہوں نے عرض کیا ہمارا سردار جد بن قیس ہے اگرچہ وہ بخیل ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''بخل سے بڑی بیماری اور کیا ہو سکتی ہے؟ بنو سلمہ کا سردار سفید اور گھنگھریالے بالوں والا بشر بن براء بن معرور ہے''۔ حضرت سنان بن صیفی بن صخر بن خنساء بن سنان بن عبید بھی اس سعادت میں شریک تھے۔ انہوں نے بھی غزوہ بدر میں شرکت کی۔ حضرت طفیل بن نعمان خنساء بن سنان بن عبید بھی وہاں حاضر تھے۔ یہ غزوہ خندق میں شہادت کے مرتبہ پر فائز ہوئے۔ حضرت معقل بن منذر بن سرح بن خناس بن سنان بن عبید رضی اللہ عنہ نے بھی یہ سعادت حاصل کی یہ بھی غزوہ بدر میں شامل ہوئے۔ حضرت مسعود بن یزید بن سبیع بن خنساء بن سنان بن عبید حضرت ضحاک بن حارثہ بن زید بن ثعلبہ بن عبید اور حضرت یزید بن خدم بن سبیع بن خنساء بن سنان بن عبید اور حضرت جبار بن صخر بن امیہ بن خنساء بن سنان بن عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ رضی اللہ عنہ بھی اس سعادت سے بہرہ ور ہوئے اور غزوہ بدر میں شرکت کی۔ ابن ہشام کہتے ہیں جبار بن صخر بن امیہ بن خناس بھی کہا جاتا ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں: حضرت طفیل بن مالک بن خنساء بن سنان بن عبید نے بھی یہ سعادت حاصل کی اور غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔ حضرت طفیل بن نعمان بن خنساء بن سنان کے چچازاد تھے۔ بنو سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ میں سے حضرت کعب بن مالک بن ابی کعب بن القین بن کعب نے یہ سعادت حاصل کی۔ بنو سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ میں سے حضرت سلیم بن عمرو بن حدیدہ بن عمرو بن غنم، حضرت قطبہ بن عامر بن حدیدہ بن عمرو بن غنم اور حضرت یزید بن عامر بن حدیدۃ بن عمرو بن غنم رضی اللہ عنہ بھی ان پر کیف لمحات میں حاضر تھے۔ انہوں نے غزوہ بدر میں بھی شرکت کی سعادت حاصل کی۔ حضرت ابو الیسر کعب بن عمرو بن عباد بن عمرو بن غنم بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ بھی عقبہ میں حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضرت صیفی بن سواد بن عباد بن عمرو بن

Marfat.com

غنم رضی اللہ عنہ نے بھی ان بابرکت لمحات میں شرکت کی۔ ابن ہشام کہتے ہیں صیفی بن اسود بن عباد بن عمرو بن غنم بن سواد ہیں، سواد کا غنم نامی کوئی بیٹا نہ تھا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں، بنوحرام بن کعب بن غنم بن کعب بن سلمہ میں سے حضرت ثعلبہ بن غنمہ بن عدی بن نابی نے یہ عظیم سعادت حاصل کی، غزوہ بدر میں بھی شرکت کی اور غزوہ خندق میں شہادت سے سرخرو ہوئے۔ حضرت عمرو بن غنمہ بن عدی ابن نابی اور حضرت عبس بن عامر بن عدی بن نابی رضی اللہ عنہ بھی ان عظیم لمحات میں شریک تھے، موخر الذکر نے غزوہ بدر میں بھی شرکت کی۔ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے بھی حضور ﷺ کے دست شفا بخش پر بیعت کرنے کی سعادت حاصل کی۔ یہ بنوقضاعہ میں سے ان کے حلیف تھے۔ اسی طرح حضرت خالد بن عمرو بن عدی بن نابی رضی اللہ عنہ بھی اس سعادت میں شریک تھے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: بنوحرام بن کعب بن غنم بن کعب بن سلمہ میں سے حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام بن ثعلبہ بن حرام رضی اللہ عنہ بھی اس سعادت عظمیٰ سے بہرہ مند ہوئے۔ یہ نقیب تھے غزوہ بدر میں شریک ہوئے غزوہ اُحد میں شہادت سے سرخرو ہوئے۔ ان کے نور نظر کا نام حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما تھا۔ حضرت معاذ بن عمرو بن جموع بن زید بن حرام رضی اللہ عنہ نے یہ سعادت پائی۔ انہوں نے غزوہ بدر میں بھی شرکت کی۔ حضرت ثابت بن الجذع (ثعلبہ) زید بن حارث بن حرام رضی اللہ عنہ بھی اس وقت حاضر تھے انہوں نے بھی غزوہ بدر میں معرکہ آزما ہونے کی سعادت حاصل کی اور طائف میں شہادت کا جام نوش کیا۔ حضرت عمیر بن حارث بن ثعلبہ بن زید بن حارث بن حرام رضی اللہ عنہ بھی ان پر لطف لمحات میں حاضر خدمت ہوئے۔ انہوں نے غزوہ بدر میں بھی شرکت کی۔ ابن ہشام کہتے ہیں عمیر بن حارث بن لبدہ بن ثعلبہ۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: حضرت خدیج بن سلامہ بن اوس بن عمرو بن الفرافر نے بھی یہ سعادت حاصل کی۔ یہ بنو بلی سے ان کے حلیف تھے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بن عمرو بن اوس بن عائذ بن عدی بن کعب بن عمرو بن ادی بن سعد بن علی بن اسد بھی اس شرف میں شامل ہوئے۔ انہیں اسد بن ساردۃ بن تزید بن جشم بن خزرج کہا جاتا ہے۔ یہ بنوسلمہ میں سے تھے، یہ غزوہ بدر میں بھی شریک ہوئے بلکہ تمام غزوات میں شرکت کی۔ انہوں نے ''عمواس'' کے مقام پر طاعون سے انتقال کیا۔ بنوسلمہ کا دعویٰ یہ تھا کہ یہ سہل بن محمد بن جد بن قیس بن صخر بن خنساء بن سنان بن عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ کے ماں کے جانب سے بھائی تھے۔ ابن ہشام کہتے ہیں اوس سے مراد ابن عباد بن عدی بن کعب بن عمرو بن ادی بن سعد ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں بنوعوف بن خزرج (بنوسالم بن عوف بن عمرو بن عوف بن خزرج) میں سے حضرت عبادۃ بن صامت بن قیس بن اصرم بن فہر بن ثعلبہ بن غنم بن سالم بن عوف رضی اللہ عنہ بھی ان سعادت افزا لحات میں موجود تھے۔ انہوں نے غزوہ بدر اور دیگر غزوات میں شرکت کی۔ ابن ہشام کہتے ہیں غنم بن عوف، سالم بن عوف بن عمرو بن عوف بن خزرج کے بھائی تھے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں حضرت عباس بن عبادہ بن نضلہ بن مالک بن العجلان بن زید بن غنم بن سالم بن عوف رضی اللہ عنہ نے بھی اس شرف میں شرکت کی۔ انہوں نے بھی محبت رسول اللہ ﷺ میں مکہ معظمہ کی طرف ہجرت کی اور وہیں مقیم رہے۔ انہیں مہاجری انصاری کہتے تھے۔ یہ غزوہ اُحد میں شہید ہوئے۔ حضرت ابوعبدالرحمٰن یزید بن ثعلبہ بن خزمہ بن اصرم بن عمرو بن عمارہ رضی اللہ عنہ بھی اس سعادت میں شامل ہوئے۔ یہ بنوغصینہ سے ان کے حلیف تھے۔ حضرت عمرو بن حارث بن لبدہ بن عمرو بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ بھی اس سعادت بھرے وقت میں شریک تھے۔ انہیں قواقل کہا جاتا تھا۔

بنوسالم بن غنم بن عوف بن خزرج بن جبلی (سالم بن غنم بن عوف کو پیٹ کے بڑے ہونے کی وجہ سے جبلی کہا جاتا تھا) میں سے حضرت رفاعہ بن عمرو بن زید بن عمرو بن ثعلبہ بن مالک بن سالم بن غنم رضی اللہ عنہ نے بھی یہ سعادت حاصل کی۔

ابن ہشام کہتے ہیں حضرت رفاعہ کو بن مالک اور مالک سے مراد ابن الولید بن عبداللہ بن مالک بن جشم بن مالک بن سالم ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں حضرت عقبہ بن وھب بن کلدہ بن جعد بن ہلال بن حارث بن عمرو بن عدی بن جشم بن عوف بن جھشہ بن عبداللہ بن غطفان بن سعد بن

Marfat.com

قیس بن عیلان رضی اللہ عنہ بھی اس سعادت میں شریک ہوئے۔ یہ بنو سالم کے حلیف تھے، غزوہ بدر میں شرکت کی انہوں نے بھی حضور ﷺ کی محبت میں مکہ معظمہ کو اپنا مسکن بنالیا انہیں مہاجری انصاری کہا جاتا تھا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں بنو ساعدہ بن کعب بن خزرج میں سے حضرت سعد بن عبادہ بن ولیم بن حارثہ بن ابی خزیمہ بن ثعلبہ بن طریف بن خزرج بن ساعدہ نے بھی اس موقع پر حاضری دی۔ یہ بھی نقیب تھے۔ حضرت منذر بن عمرو بن خنیس بن حارثہ بن لوذان بن عبدود بن زید بن ثعبہ بن جشم بن خزرج بن ساعدہ نے بھی دست مصطفیٰ ﷺ پر بیعت عقبہ کرنے کی سعادت حاصل کی۔ یہ بھی نقیب تھے یہ غزوہ بدر اور اُحد میں شریک ہوئے۔ بئر معونہ کے واقعہ میں شہادت سے سرخرو ہوئے۔ انہیں "اعنق لیموت" کہا جاتا تھا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں بنو اوس اور بنو خزرج میں سے تہتر مردوں اور دو عورتوں نے عقبہ میں حضور ﷺ کی بیعت کی۔ حضور ﷺ بیعت کرتے وقت عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتے تھے بلکہ آپ ﷺ صرف ان سے عہد لیتے تھے اگر وہ اقرار کرلیتیں تو فرماتے جاؤ"۔ میں نے تمہیں بیعت کرلیا ہے"۔

بنو مازن بن نجار میں سے حضرت نسیبہ بنت کعب بن عمرو بن عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن بن نجار اس سعادت سے بہرہ مند ہوئیں۔ ان کی کنیت ام عمارہ رضی اللہ عنہا تھی۔ یہ غزوات میں حضور ﷺ کے ساتھ ہوتی تھیں ان کے ہمراہ ان کی ہمشیرہ ہوتی تھیں ان کے خاوند کا نام حضرت زید بن عاصم بن کعب رضی اللہ عنہ تھا۔ حضرت حبیب بن زید اور حضرت عبداللہ بن زید ان کے نور نظر تھے۔ ان کے فرزند دلبند حضرت حبیب رضی اللہ عنہ وہی خوش نصیب شخص ہیں جنہیں مسیلمہ کذاب نے پکڑلیا۔ وہ ان سے پوچھنے لگا۔ "کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں؟" انہوں نے فرمایا "ہاں"! پھر مسیلمہ نے پوچھا "کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟" انہوں نے فرمایا "میں نے نہیں سنا"۔ اس ستم زر نے ان کا ایک ایک عضو کاٹا، وہ جام شہادت نوش کر گئے لیکن اپنی زبان سے اس سے زیادہ کچھ نہ نکالا جب ان کے سامنے حضور تاجدار مدینہ ﷺ کا ذکر خیر کیا جاتا وہ آپ ﷺ پر ایمان لاتے اور آپ ﷺ پر درود وسلام پیش کرتے جب مسیلمہ الکذاب کا ذکر کیا جاتا تو وہ کہتے لا اسمع میں نے نہیں سنا۔ حضرت نسیبہ رضی اللہ عنہا مسلمانوں کے ہمراہ یمامہ کی طرف گئیں۔ بنفس نفیس جنگ میں شرکت کی حتیٰ کہ مسیلمہ کذاب جہنم واصل ہو گیا۔ جب یہ واپس تشریف لائیں تو ان کے جسم اطہر پر تیر و تلوار کے بارہ زخم تھے۔

بنو سلمہ میں سے حضرت ام منیع اسماء بنت عمرو بن عدی بن نابی بن عمرو بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس سعادت میں شرکت کی۔

حضور ﷺ کو جہاد کی اجازت:

محمد بن اسحاق مطلبی روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کو بیعت عقبہ سے پہلے جہاد کا اذن نہیں ملا تھا۔ خون ریزی حلال نہ ہوئی تھی اس وقت صرف بارگاہ ربوبیت میں التجاء کرنے، اذیتوں اور مصائب پر صبر کرنے، جاہل سے درگزر کرنے کی اجازت تھی۔ قریش آپ ﷺ کے صحابہ کو جور وستم کا نشانہ بناتے تھے۔ وہ انہیں دین متین سے برگشتہ کرنے کی کوشش کرتے تھے، ان میں کچھ ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے، کچھ قریش کے ہاتھوں مشق ستم بنتے رہے، کچھ حبشہ چلے گئے اور بعض مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ جب قریش مکہ نے اللہ تعالیٰ کے خلاف بغاوت وسرکشی کا مظاہرہ کیا اور اس عزت وکرامت کو ٹھکرادیا جس کا اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ ارادہ کیا تھا۔ نبی محترم ﷺ کو جھٹلایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اذیتیں دیں، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرنے والوں، اس کی عبادت کرنے والوں اور اس کے نبی معظم ﷺ کی تصدیق کرنے والوں کو مکہ معظمہ چھوڑنے پر مجبور کردیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ﷺ کو جنگ کی اجازت دے دی، ظلم کرنے والوں اور علم بغاوت بلند کرنے والوں سے بدلہ لینے کا حکم دے دیا۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سب سے پہلی وہ آیت جس میں جہاد کا اذن تھا، خونریزی کو حلال کیا گیا تھا اور اس کے رسول کے باغیوں کی سرکوبی کا حکم ہے وہ یہ تھی۔

"اذن دے دیا گیا ہے (جہاد کا) ان (مظلوموں) کو جن سے جنگ کی جاتی ہے اس بناء پر کہ ان پر ظلم کیا گیا اور بے شک اللہ تعالیٰ

Marfat.com

ان کی نصرت پر پوری طرح قادر ہے۔وہ (مظلوم) جن کو نکال دیا گیا تھا ان کے گھروں سے ناحق صرف اتنی بات پر کہ انہوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے اور اگر اللہ تعالیٰ بچاؤ نہ کرتا لوگوں کا انہیں ایک دوسرے سے ٹکرا کر تو (طاقتور کی غارت گری سے) منہدم ہو جاتیں خانقاہیں اور گرجے اور کلیسے اور مسجدیں جن میں اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر کثرت سے کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ضرور مدد فرمائے گا اس کی جو اس (کے دین) کی مدد کرے گا۔یقیناً اللہ تعالیٰ قوت والا (اور) سب پر غالب ہے۔وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں اقتدار بخشیں زمین میں تو وہ صحیح صحیح ادا کرتے ہیں نماز کو اور دیتے زکوٰۃ اور حکم کرتے ہیں نیکی کا اور روکتے ہیں برائی سے اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہے سارے کاموں کا انجام''۔(سورہ الحج)

یعنی میں نے ان کے لئے جہاد اس لئے جائز قرار دیا کیونکہ ان پر ستم ڈھایا گیا حالانکہ لوگوں کے درمیان ان کا کوئی گناہ نہ تھا۔سوائے اس کے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔یہ لوگ جب غالب آجائیں گے تو نماز قائم کریں گے۔زکوٰۃ ادا کریں گے نیکی کا حکم دیں گے برائی سے منع کریں گے۔جنہیں اذن جہاد دیا گیا تھا ان سے مراد نبی محترم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔پھر اس آیت کا نزول ہوا۔ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ؕ (بقرہ:۱۹۳) اور اے مسلمانوں لڑتے رہو ان سے یہاں تک کہ باقی نہ رہے کوئی فساد اور ہو جائے دین پورے کا پورا اللہ کے لئے''۔

مسلمانوں کو مکہ معظمہ سے ہجرت کرنے کی اجازت

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔جب اللہ تعالیٰ نے نبی محترم ﷺ کو اجازت جہاد فرمائی۔خوش قسمت انصار نے اسلام اور نصرت پر بیعت کر لی۔مظلوم صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی انصار کے ہاں پناہ لینی چاہی تو حضور ﷺ نے مکہ معظمہ سے مدینہ شریف ہجرت کرنے کی اجازت فرمائی۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یکے بعد دیگرے مدینہ شریف ہجرت کرنی شروع کر دی لیکن حضور ﷺ ہجرت میں اذن الٰہی کے انتظار میں مکہ معظمہ میں ہی قیام پذیر رہے۔(الروض الانف' جلد دوئم' ص۲۱۴)

Marfat.com

باب نمبر ۹

سب سے پہلے ہجرت کس نے کی؟

سب سے پہلے حضرت ابوسلمہ اور آپ کی زوجہ رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی۔ بیعت عقبہ سے ایک سال پہلے اسلام قبول کیا۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ بن عبدالاسد بن ہلال ابن عبداللہ بن عمر بن مخزوم تھا۔ ہجرت کے بعد ابوسلمہ کے نام سے مشہور ہوئے۔

جب دونوں ہجرت کے لئے روانہ ہوئے تو بنومغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم نے ان کا راستہ روک لیا اور اپنے قبیلے کی ام سلمۃ زوجہ ابوسلمہ رضی اللہ عنہا کو اس کے خاوند سے زبردستی چھین لیا اور کہا کہ ہم ہرگز اس کو تمہارے ساتھ جانے کی اجازت نہیں دیں گے۔ اس پر بنوعبدالاسد بھی غصہ میں آ گئے اور انہوں نے ام سلمۃ سے ان کا چھوٹا بچہ چھین لیا اور کہا ہم بھی اپنے بھائی کے بچے کو تمہارے ساتھ نہیں رہنے دیں گے۔ بنومغیرہ نے حضرت ام سلمۃ رضی اللہ عنہا کو قید کر دیا اور آپ رضی اللہ عنہا کے خاوند ابوسلمہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ چلے گئے۔ ایک سال تک ام سلمۃ رضی اللہ عنہا اپنے خاوند اور بچے کی یاد میں روتی رہی۔ ایک دن آپ رضی اللہ عنہا کے ایک چچازاد کو بگڑی ہوئی حالت رونے کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہا پر ترس آیا۔ اس نے بنومغیرہ سے اسے آزاد کرایا اور اسے مدینہ منورہ جانے کی اجازت دلائی۔ اس وقت بنوالاسد نے بھی آپ کا بیٹا آپ رضی اللہ عنہا کو لوٹا دیا۔ اپنے بیٹے کو لے کر اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کوئی بھی ساتھ نہ تھا یہ سوچ کر کہ جو بھی ملے گا اس پر کفایت کرلوں گی حتیٰ کہ اپنے خاوند کے پاس پہنچ جاؤں۔ جب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا مقام تنعیم پر پہنچی تو عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ (جو بعد میں فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے اور خانہ کعبہ کی چابی بردار تھے) ملے اور آپ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہاں جا رہی ہو اور کوئی ساتھ ہے یا نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے کہا میرے ساتھ کوئی نہیں ہے اور مدینہ شریف اپنے خاوند کے پاس جا رہی ہوں۔ اس نے کہا قسم بخدا! آپ رضی اللہ عنہا کو اکیلے نہیں جانے دوں گا اور آگے بڑھ کر اونٹ کی نکیل پکڑ کر آگے آگے مدینہ شریف کی طرف چل پڑا۔ حتیٰ کہ مدینہ شریف ان کو لے آیا وہاں ان کو چھوڑ کر واپس مکہ شریف چلا گیا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اس سے زیادہ شریف رفیق رہ اہل عرب میں سے کسی کو نہیں دیکھا اور کسی ایسے گھرانہ کو نہیں جانتی جسے اتنی تکلیف کا سامنا کرنا پڑا ہو' جتنی تکالیف حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا کے گھرانے کو سہنا پڑیں۔ (روض الانف' جلد دوئم' ص ۳۱۴ تا ۳۱۶)

حضرت عامر رضی اللہ عنہ' ان کی اہلیہ محترمہ اور بنوجحش کی ہجرت

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی ہجرت کے بعد حضرت عامر بن ربیعہ ''بنوعدی بن کعب کے حلیف'' اور ان کی زوجہ محترمہ حضرت لیلیٰ بنت خثمہ بن غانم بن عبداللہ بن عوف بن عبید بن عدی بن کعب رضی اللہ عنہ پھر حضرت عبداللہ بن جحش بن رباب بن یعمر بن صبرہ بن مرۃ بن کثیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی۔ یہ بنوامیہ بن عبدشمس کے حلیف تھے۔ ان کے ہمراہ ان کے بھائی ابواحمد عبد بن جحش رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ نابینا تھے۔ بیت اللہ کا طواف کرتے تھے اور بغیر کسی راہنما کے مکہ معظمہ کے بالائی نشیبی علاقے میں آیا جایا کرتے تھے اور یہ شاعر تھے۔ الفرعہ بنت ابی سفیان بن حرب ان کی زوجیت میں تھی۔ ان کی والدہ کا نام امیمہ بنت عبدالمطلب بن ہاشم رضی اللہ عنہا تھا۔ یہ سب حضرات قباء شریف میں بشیر بن عبدالمنذر بن نبر رضی اللہ عنہ کے پاس مقیم تھے (اسی جحش کی بیٹی حضرت ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا تھیں۔ ان کا نام برۃ تھا۔

حضور ﷺ نے ان کا نام زینب رکھا اور آپ رضی اللہ عنہا کی بہن ام حبیب بنت جحش رضی اللہ عنہا' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں ان کا نام بھی زینب تھا۔ کنیت سے ان میں فرق ہوتا تھا۔ (روض الانف' ج ۲' ص ۳۱۶۔۳۱۷)

Marfat.com

پھر دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جوق در جوق ادھر کا رخ کرنے لگے۔ بنوغنم بن دودان جو دولت اسلام سے مالا مال ہو چکے تھے وہ بھی مدینہ شریف ہجرت کرنے لگے۔ مندرجہ بالا مذکور کے بعد مندرجہ ذیل نے سب سے پہلے ہجرت کی:

حضرت عکاشہ بن محصن' حضرت شجاع' حضرت عقبہ' حضرت اربد بن جمیرہ (ابن ہشام نے حمیرہ کہا ہے) حضرت منقد بن نباتہ' حضرت سعید بن رقیش' حضرت محرز بن نضلہ بن عبداللہ بن مرہ بن غنم بن دودان بن اسد روض الانف' ص ۴۲۳' جلد ۲) حضرت یزید بن رقیش' حضرت قیس بن جابر' حضرت عمر بن محصن' حضرت مالک بن عمرو' حضرت صفوان بن عمرو' حضرت ثقف بن عمرو' حضرت ربیعہ بن اکثم' حضرت زبیر بن عبید' حضرت تمام بن عبیدہ' حضرت سخبرہ بن عبیدۃ اور حضرت محمد بن عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہم۔

فرخندہ فال خواتین میں سے یہ سعادت حضرت ام المومنین زینب بنت جحش' حضرت ام حبیب (زینب) بنت جحش' حضرت جذامہ بنت جندل' حضرت ام قیس بنت محصن' حضرت ام حبیب بنت ثمامہ' حضرت آمنہ بنت رقیش' حضرت سخبرہ بنت تمیم اور حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہن نے حاصل کی۔ (روض الانف' جلد دوئم' ص ۴۱۶ تا ۴۱۸)

حضرت عمر اور حضرت عیاش رضی اللہ عنہ کی ہجرت

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پھر حضرت عمر اور حضرت عیاش بن ابی ربیعہ مخزومی رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچ گئے اور قباء میں بنوعمرو بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس مقیم ہوئے۔ روایت ہے کہ ابوجہل بن ہشام اور حارث بن ہشام حضرت عیاش کے پاس پہنچے یہ ان کا چچازاد اور ماں کی طرف سے بھائی تھا۔ انہوں نے اس کو کہا کہ تمہارے ماں نے منت مانی جب تک تم اس کو واپس نہیں ملو گے وہ نہ سر میں کنگھی کرے گی اور نہ دھوپ سے سایہ میں بیٹھے گی۔ حضرت عیاش رضی اللہ عنہ ان کی باتوں میں آ گیا اور کہا کہ میں اپنی ماں کی قسم پوری کروں گا۔ وہاں میرا مال بھی ہے وہ بھی لے آؤں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو فرمایا یہ سب دھوکہ ہے واپس نہ جاؤ لیکن حضرت عیاش نے آپ رضی اللہ عنہ کی بات نہ مانی اور ابوجہل اور حارث کے ساتھ واپس مکہ شریف روانہ ہو گیا۔ اس وقت حضور ﷺ ابھی مکہ معظمہ میں ہی جلوہ افروز تھے۔ راستے میں ابوجہل اور حارث نے حضرت عیاش کو پکڑ کر رسی کے ساتھ باندھ لیا اور مکہ معظمہ لے آئے۔ انہیں وہاں مختلف آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا۔

پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ہشام بن عاص رضی اللہ عنہ کی طرف مکتوب لکھا جس میں یہ تحریر لکھی کہ جو حضور ﷺ کے مدینہ شریف تشریف لانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیت نازل ہوئی

> (ترجمہ اردو) "آپ فرمایئے اے میرے بندو! جنہوں نے زیادتیاں کی ہیں اپنے نفسوں پر' مایوس نہ ہو جاؤ اللہ کی رحمت سے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے سارے گناہوں کو۔ بلاشبہ وہی بہت بخشنے والا ہے ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے اور سچے دل سے) لوٹ آؤ۔ اپنے رب کی طرف اور سر خم کر دو اس کے سامنے اس سے پہلے کہ آ جائے تم پر عذاب پھر تمہاری مدد نہ کی جائے گی اور پیروی کرو عمدہ کلام کی جو اتارا گیا ہے تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اس سے بیشتر کہ تم پر اچانک عذاب آ جائے اور تمہیں خبر تک نہ ہونے پائے"۔ (سورہ زمر)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے ہاتھ سے اس آیت کو لکھا پھر اسے حضرت ہشام بن عاصی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا (یہاں یہ یاد رہے کہ جب حضرت عمر اور حضرت عیاش رضی اللہ عنہ نے مدینہ شریف ہجرت کی تھی اس وقت حضرت ہشام بن عاصی رضی اللہ عنہ نے بھی ان کے ساتھ ہجرت کرنا تھی لیکن ان کا کافروں کو معلوم ہو گیا تھا اور انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو روک لیا اور قید کر دیا تھا۔ اس لئے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت نہ کر سکے تھے) جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط حضرت ہشام رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ حضرت ہشام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں یہ خط مکہ معظمہ کے نشیب و فراز میں پڑھنے لگا۔ میں مقام "ذی طویٰ" میں دہرا رہا تھا۔ لیکن مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی میں نے دعا مانگی مولا! مجھے یہ آیت سمجھا دے۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ بات ڈال دی کہ یہ آیت ہمارے متعلق ہی نازل ہوئی ہے۔ اس میں اس چیز کا بیان ہے جو ہم اپنے نفسوں کے متعلق کہا کرتے

Marfat.com

تھے" حضرت ہشام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "میں اپنے اونٹ کے پاس آیا اور اس پر بیٹھ کر مدینہ طیبہ میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہو گیا۔ (روض الانف' جلد دوئم' ص ۴۲۴ تا ۴۲۸) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اولاد ہندوستان بکثرت پائی جاتی ہے۔ قطب الاقطاب خواجہ فرید شکر گنج (اوکاڑہ پاکستان) حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی (سرہند شریف) امام ربانی' حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا خاندان شیخ عبدالعزیز اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی' شاہ ابوالخیر عبداللہ دہلوی المسکین مجددی' حضرت خواجہ ضیاء معصوم صاحب ترین چار باغ (کابل) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سب فاروقی ہیں۔ (رحمۃ اللعالمین' جلد دوئم' ص ۱۵۹)

حضرت ولید بن ولید رضی اللہ عنہ کا کارنامہ

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں ایک دن سرور کائنات ﷺ نے فرمایا: "کون ہے جو حضرت عیاش بن ربیعہ اور حضرت ہشام بن عاص رضی اللہ عنہ کو ہمارے پاس لائے"۔ حضرت ولید بن ولید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "یا رسول اللہ ﷺ یہ سعادت میں حاصل کروں گا"۔ پھر وہ اونٹ پر سوار ہو کر مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ ایک عورت جوان دونوں قیدیوں کا کھانا لے جا رہی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے پوچھا کہ وہ کہاں جا رہی ہے۔ جب اس عورت نے ان قیدیوں کے پاس جانے کا بتایا تو آپ رضی اللہ عنہ بھی اس کے پیچھے پیچھے چلے حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ کو اس مکان کا پتہ چل گیا اس مکان کے اوپر چھت نہ تھا۔ رات کے وقت دیوار پھلانگ کر اندر گئے اور دیکھا کہ وہ دونوں صحابی رسول ﷺ پابند سلاسل ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے زنجیروں کے نیچے ایک پتھر عروۃ رکھ کر اپنی تلوار سے زنجیریں کاٹ دیں۔ اسی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کی تلوار کو "ذو مروۃ" کہا جاتا ہے۔ پھر حضرت ولید رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے اونٹ پر سوار کیا اور اونٹ ہانک کر چلنے لگے۔ راستہ میں ٹھوکر لگی جس سے حضرت ولید رضی اللہ عنہ کی ایک انگلی زخمی ہو گئی۔ انہوں نے کہا "تو صرف ایک انگلی ہے جو خون ریز ہے۔ راہ خدا میں یہ تکلیف کچھ بھی نہیں جو تجھے پہنچی"۔ (روض الانف' جلد ۲' ص ۴۲۸)

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ہجرت اور کفار مکہ شریف کی دارندوہ میں مشاورت

تقریباً تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہجرت کر کے مدینہ طیبہ چلے گئے۔ لیکن حضور ﷺ مکہ معظمہ میں ہی تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کی اجازت کے منتظر تھے۔ مکہ معظمہ میں صرف وہی صحابہ رضی اللہ عنہم موجود تھے جو یا تو قید میں تھے یا کسی فتنہ میں مبتلا تھے۔ ان کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ابھی تک مکہ معظمہ میں ہی مقیم تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کئی مرتبہ آپ ﷺ سے ہجرت کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ ارشاد فرماتے: جلدی نہ کریں۔ شاید اللہ تعالیٰ کسی کو تمہارا رفیق راہ بنا دے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یقین ہو گیا کہ وہ ہستی جس کی رفاقت کی انہیں ابدی سعادت ملنے والی تھی۔ وہ نبی اکرم ﷺ کی تھی۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ جب قریش مکہ نے دیکھا کہ حضور ﷺ کی انتھک کوششوں سے ایک گروہ پیدا ہو چکا ہے اور ان کے علاوہ دوسرے شہروں میں بھی کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مقیم ہیں اور یہ بھی ان کو معلوم ہو گیا کہ مدینہ طیبہ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنا مسکن بنا چکے ہیں جو ان کے لئے امن و سلامتی کی جگہ ہے اور انہیں یہ خطرہ پیدا ہو گیا کہ حضور ﷺ بھی ہجرت کر کے وہاں چلے گئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے ان پر حملہ آور نہ ہو جائیں تو وہ سب "دارندو" میں جمع ہوئے تا کہ اس خطرے سے نپٹنے کے لئے صلاح و مشورہ کیا جائے۔ شیطان ابلیس بھی شیخ نجدی کے روپ میں ان کے پاس چلا گیا۔

بعض سرداران کفار نے کئی مشورے دیئے کہ حضور ﷺ کو کس طرح اس مقصد سے روکا جا سکتا ہے کسی نے کہا کہ قید کر دیا جائے کسی نے جلاوطن کر دیا جائے لیکن شیخ نجدی نے یہ سب مشاورت رد کر دی پھر انہوں نے شیخ نجدی کو اپنی رائے دینے کے لئے کہا اس نے رائے دی کہ ہر قبیلے سے ایک نوعمر' مضبوط اور حسب و نسب والا جوان لیں ہم ان کے ہاتھ میں تلواریں دیں گے پھر وہ اس شخص پر اچانک حملہ کر کے اسے قتل (شہید)

Marfat.com

کر دیں گے۔ اس طرح ہم اس سے نجات پا لیں گے۔ اس کا خون مختلف قبیلوں میں تقسیم ہو جائے گا اور بنو عبد مناف ساری قوم سے نہیں لڑسکیں گے وہ ہم سے خون بہا لینے پر راضی ہو جائیں گے اور خون بہا ہم آسانی سے ادا کر دیں گے۔ ابو جہل اور سب سردارانِ کفار نے یہ رائے منظور کر لی۔

شب ہجرت

حضرت جبرائیل علیہ السلام بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: ''یا رسول اللہ ﷺ آج رات اپنے بستر پر نہ گزاریں جہاں پہلے محو استراحت ہوتے ہیں'' جب تہائی رات گزر گئی تو قریشی جوان کاشانہ اقدس کے دروازے پر جمع ہو گئے اور اس انتظار میں رہے کہ حضور ﷺ اپنے بستر پر آرام فرمائیں اور وہ سب مل کر اچانک حملہ کر کے شہید کر دیں۔ جب حضور ﷺ نے اپنے مکان کا محاصرہ دیکھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ میرے بستر پر سو جاؤ اور میری یہ سبز حضرمی چادر اوڑھ لو اور اسی میں سو جاؤ۔ تمہیں کسی ناپسندیدہ بات کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔

حضور ﷺ کاشانہ اقدس سے باہر تشریف لائے۔ دست اقدس سے مٹھی بھر مٹی اٹھائی اور فرمایا: ''ہاں میں یہ کہتا ہوں اے ابو جہل! تم ان بدبختوں میں سے ایک ہو'' (ابو جہل وہاں کھڑا اپنے قریشی نوجوانوں کو یہ کہہ رہا تھا کہ محمد ﷺ گمان کرتے ہیں کہ جب تم ان کا حکم مانو گے تو تم عرب و عجم کے بادشاہ بن جاؤ گے اور جب مرنے کے بعد تمہیں دوبارہ اٹھایا جائیگا تو تمہیں جنت میں باغ ملیں گے۔ اگر ایسا نہ کیا تو پھر تمہیں ذبح کر دیا جائے گا۔ پھر موت کے بعد اٹھایا جائے گا تو تمہیں دوزخ کے حوالے کر دیا جائے گا) اللہ تعالیٰ نے ان کی بصارت کو چھین لیا اور وہ نبی ﷺ محترم کو نہ دیکھ سکے۔ حضور ﷺ ان کے سروں پر خاک پھینکنے لگے اور ساتھ ساتھ سورہ یٰسین کی ابتدائی نو آیات کی تلاوت بھی فرما رہے تھے۔

جب حضور ﷺ اس تلاوت سے فارغ ہوئے تو ان نوجوانوں میں سے سب کے سروں پر خاک پڑ چکی تھی اور آپ ﷺ جہاں جانا چاہتے تھے چلے گئے۔ نوجوانانِ قریش کے پاس ایک شخص آیا اور وہ ان میں سے نہ تھا اس نے پوچھا تم یہاں کس کا انتظار کر رہے ہو۔ انہوں نے جواب دیا ''محمد (فداہ روحی والی وامی) ﷺ کا''۔ اس آدمی نے کہا ''اللہ تم سب کو رسواء کرے بخدا وہ تو یہاں سے تشریف لے گئے ہیں اور آپ ﷺ نے تم سب کے سروں پر خاک پھینک دی تھی ذرا اپنے سروں کو دیکھو۔ ہر شخص نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر پھیرا تو وہاں مٹی ہی مٹی تھی وہ جھانک کر دیکھنے لگے۔ انہیں وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ نظر آئے جو حضور ﷺ کی چادر اوڑھ کر سوئے ہوئے تھے۔ قریش نے کہا بخدا محمد مصطفیٰ ﷺ تو یہ سوئے ہیں ان پر ان کی چادر بھی ہے۔ پھر وہ صبح تک اسی طرح دروازے پر کھڑے رہے۔ صبح بستر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھے پھر انہیں ہوش آئی کہ اس شخص نے سچ کہا تھا۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس دن قریش مکہ نے جو اتفاق کیا تھا اس کے متعلق قرآن پاک کی یہ آیات نازل ہوئیں۔

(ترجمہ اردو) ''اور یاد کرو۔ جب خفیہ تدبیریں کر رہے تھے آپ کے بارے میں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا تھا تا کہ وہ آپ کو قید کر دیں یا آپ کو شہید کر دیں یا آپ کو جلا وطن کر دیں وہ بھی خفیہ تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ بھی خفیہ تدبیر فرما رہا تھا اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر تدبیر فرمانے والا ہے'' (سورہ انفال) دوسری جگہ (سورہ طور) میں ارشاد فرمایا کہ ''یہ کہتے ہیں کہ آپ شاعر ہیں اور ہم انتظار کر رہے ہیں ان کے متعلق گردش زمانہ کا فرمایئے انتظار کرو۔ پس میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں''۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محترم کو ہجرت کی اجازت فرمائی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک ثروت مند شخص تھے جب انہوں نے آپ ﷺ سے ہجرت کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے فرمایا: جلدی نہ کرو۔ شاید اللہ تعالیٰ کوئی رفیق راہ بنا دے۔ انہوں نے سمجھ لیا تھا کہ اس سے مراد حضور ﷺ کی ذات ہے۔ انہوں نے اس مقصد کے لئے دو اونٹنیاں خرید لی تھیں اور انہیں اپنے گھر میں خود چارہ ڈالا کرتے تھے۔ (سیرت ابن ہشام جلد دوئم ص ۳۲۸ تا ۴۴۰ سے اخذ کیا گیا)

Marfat.com

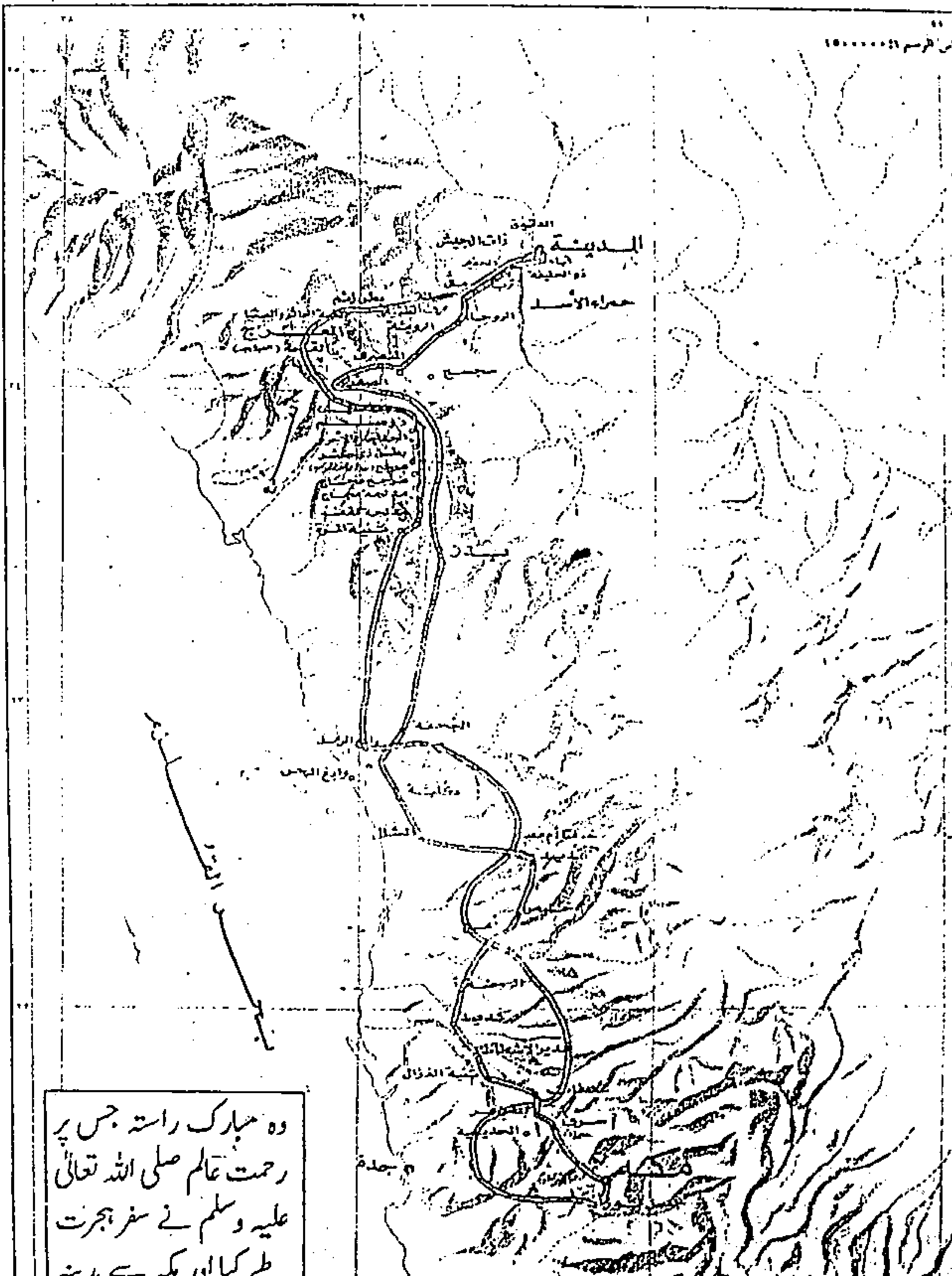

وہ مبارک راستہ جس پر
رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے سفر ہجرت
طے کیا اور مکہ سے مدینہ
طیبہ پہنچے

Marfat.com

ہجرتِ مدینہ طیبہ

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ سیّدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور ﷺ اکثر صبح یا شام کے وقت ہمارے گھر میں تشریف لاتے تھے لیکن ہجرت کی اجازت ملنے پر دوپہر کو تشریف لائے اور فرمایا کہ اے ابوبکر صدیق! اللہ تعالیٰ نے مجھے ہجرت اور خروج کا حکم دے دیا ہے۔ (مؤلف کے نزدیک دوپہر کی بجائے آدھی رات کا وقت تھا۔ یہاں دوپہر کسی غلطی کی بنا پر لکھا گیا ہے کیونکہ آپ ﷺ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ اپنے بستر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سلا کر کفار کے محاصرہ میں سے نکلے) اور رفاقت کی سعادت تمہاری قسمت میں لکھی جا چکی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسرت وخوشی سے روئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ دو اونٹنیاں اسی مقصد کے لئے خریدی تھیں۔ پھر میں نے اجرت پر عبداللہ بن ارقط کو دی ہیں (اور عبداللہ کا تعلق بنوالدیل بن بکر سے تھا وہ ایک ماہر راہ نما تھا یہ آل عاص بن وائل سہمی کا حلیف تھا۔ اس کی ماں کا تعلق بنو سہم بن عمرو سے تھا اور مشرک تھا) تا کہ وہ مقررہ مدت تک ان کی حفاظت کرے۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ جب حضور ﷺ ہجرت فرما ہوئے تو ہجرت کا علم حضرت علی، حضرت ابوبکر صدیق اور ان کے اہل وعیال رضی اللہ عنہم کے علاوہ کسی کو نہ تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مکہ معظمہ میں ہی ٹھہرنے کا حکم فرمایا تا کہ وہ لوگوں کی امانتیں واپس کر دیں۔ مکہ معظمہ کے لوگ آپ ﷺ کی صداقت وامانت سے اتنے متاثر تھے کہ آپ ﷺ کے پاس اپنی امانتیں رکھتے تھے۔

غارِ ثور میں قیام کرنے کے دوران واقعات

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ نے ہجرت کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ پھر دونوں گھر کی پچھلی جانب والی کھڑکی سے باہر نکلے۔ غار ثور کا قصد فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو سنیں کہ دن کے وقت ان کے متعلق کیا کہتے ہیں رات کو وہ خبریں غار میں آ کر بتا دیں اور اپنے غلام حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ وہ دن کے وقت بکریاں چراتے رہیں اور وقت شام بکریاں غار کے پاس لے جائیں۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اپنی بیٹی کو شام کے وقت کھانا لانے کا حکم فرمایا اور ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے بعض اہل علم نے بتایا ہے کہ حضرت حسن بن ابی الحسن البصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رات کے وقت تک غار تک پہنچے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے غار کے اندر گئے تا کہ دیکھیں کہ اس میں کوئی درندہ یا سانپ تو نہیں ہے۔ گویا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے نفس سے حضور ﷺ کا تحفظ کیا۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار ثور میں تین دن تک قیام پذیر رہے۔ قریش نے اعلان کیا۔ جو شخص حضور ﷺ کو پکڑ کر ان کے حوالے کرے گا اسے سو اونٹ انعام دیا جائے گا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو جو باتیں قریش کے مشوروں کی معلوم ہوتیں۔ شام کے وقت تمام باتیں غار ثور میں جا کر عرض کر دیتے۔ حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ حکم کے مطابق بکریاں چراتے چراتے شام کو غار ثور پر لے جاتے۔ ان کا دودھ دوہتے اور حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کرتے۔ جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ واپس مکہ معظمہ کی طرف چلے جاتے تو حضرت عامر رضی اللہ عنہ ان کے پیچھے پیچھے اپنا ریوڑ لے کر چل پڑتے تا کہ ان کے قدموں کے نشان مٹ جائیں۔

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قاسم بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل میں ذکر کیا ہے کہ جب غار ثور میں حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ داخل ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے غار کے دہانے پر ''راءۃ'' کا پودا اگا دیا۔ یہ ایک معروف درخت ہے اس نے غار کو کفار کی آنکھوں سے محجوب بنا دیا۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ ایک سخت درخت ہے اس کا قد وقامت انسان جتنا ہوتا ہے یہ کانٹے دار ہوتا ہے اس کے پھول سفید قسم کے ہوتے ہیں اور البزار میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مکڑی کو حکم دیا۔ اس نے غار کے دہانے پر جالا تن دیا۔ جنگلی کبوتروں نے غار کے دہانے انڈے دے دیئے یہ تمام وہ اشیاء تھیں جنہوں نے مشرکین کو آپ ﷺ تک نہ جانے دیا۔

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار میں پہلے داخل ہوئے تاکہ اپنی ذات قربان کر کے نبی محترم ﷺ کا تحفظ کریں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے غار کے اندر جتنے بل تھے ان کو اپنے کپڑے پھاڑ کر بند کیا۔ ایک بل کو بند کرنے کے لئے کوئی چیز نہ ملی تو اس پر اپنے پاؤں کی ایڑی رکھی تاکہ ان بلوں سے کوئی موذی جانور نکل کر حضور ﷺ کو کوئی نقصان نہ پہنچائے۔

''صحیح'' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار ثور میں تھے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے عرض کیا ''اگر ان میں (یعنی کفار و مشرکین) سے کوئی ایک اپنے قدموں کی طرف دیکھتا تو وہ ہمیں دیکھ لیتا۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: ماظنك باثنين الله ثالثهما۔ ان دو کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہو۔

روایت ہے کہ جب قریش مکہ حضور ﷺ کے نقش پا کو نہ دیکھ سکے تو انہوں نے قیافہ شناسوں کو بلایا وہ نقش پا کی تلاش کرتے کرتے غار کے دہانے پہنچ گئے۔ لیکن دہانے پر درخت کے اگنے اور مکڑی کے جالا بننے اور کبوتروں کو اس میں انڈے دینے کی وجہ سے انہوں نے خیال کیا کہ حضور ﷺ اس غار میں نہیں ہیں اور وہ واپس چلے گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قیافہ شناس دیکھا تو حضور ﷺ کی وجہ سے انہیں بہت غم ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اگر میں قتل ہو جاؤں تو میں صرف ایک شخص ہوں اور اگر آپ ﷺ شہید ہو گئے تو ایک امت ہلاک ہو جائے گی'' اس وقت حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ''غم نہ کرو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے''۔ الروض الانف' ص ۴۴۵ تا ۴۴۹ میں ان واقعات کا مفصل بیان ہے لیکن یہاں اختصار کی وجہ سے اتنے پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔ اسی واقعہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کا قرآن پاک سورہ توبہ آیت ۴۰ میں ارشاد ہے: اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ ترجمہ: جب کہا انہوں نے اپنے رفیق کو فرمایا کہ مت غمگین ہو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ختم ہوا) اور اسی وجہ سے حضور ﷺ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی غار ثور والی ایک رات کی نیکیاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ساری زندگی کی نیکیوں سے زیادہ ہیں۔ اس حدیث کی راوی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ کی غار ثور سے مدینہ طیبہ کی طرف روانگی

جب غار ثور میں تین راتیں گزر گئیں اور لوگ کچھ پر سکون ہو گئے وہ شخص جس کو راستہ بتانے کے لئے لیا گیا تھا۔ اونٹنیاں لے کر آ گیا۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بھی توشہ دان لے آئیں۔ وہ توشہ دان کو باندھنے کے لئے رسی لانا بھول گئیں۔ انہوں نے اپنا کمر بند کھولا اس کے دو حصے کئے۔ ایک کے ساتھ توشہ دان کو باندھا اور دوسرا حصہ اپنی کمر پر باندھا اسی لئے ان کا نام ''ذات النطاقین'' پڑ گیا۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دو اونٹنیاں قریب کیں ان میں سے عمدہ حضور ﷺ کو پیش کی اور عرض کی: ''میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں۔ اسی پر سوار ہو جائیں'' آپ ﷺ نے فرمایا: میں اس اونٹنی پر سوار نہیں ہونگا جو میری نہیں ہے''۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ آپ ﷺ کی ہے''۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں اس وقت تک نہیں جب تک تم وہ قیمت نہ بتاؤ جس میں تم نے فروخت کرنا ہے''۔ انہوں نے عرض کی: ''اتنی رقم'' حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے اتنی قیمت میں یہ اونٹنی خرید لی ہے'' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''آپ ﷺ کی ہو گئی''۔

حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی اپنی سواری پر سوار ہو کر مدینہ طیبہ کی طرف سفر کے ارادے سے چل پڑے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے پیچھے حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو بٹھا لیا تاکہ راستے میں وہ حضور ﷺ کی خدمت کی سعادت حاصل کر سکیں اور راستہ بتانے کے لئے عبداللہ بن اریقط جو راستہ بتانے کا ماہر تھا اور مشرک تھا (جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے) بھی سفر کے ساتھ روانہ ہوا۔

ابوجہل کی گھناؤنی حرکت

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے بیان کیا گیا ہے۔ وہ فرماتی ہیں: ''جب حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

Marfat.com

سفر ہجرت پر روانہ ہو گئے تو ہمارے پاس قریش کے چند لوگ آئے ان میں ابو جہل بھی تھا۔ وہ ہمارے دروازے میں کھڑے ہو گئے۔ میں باہر نکلی تو انہوں نے مجھے کہا: اے بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ! تیرا باپ کہاں ہے؟ میں نے کہا بخدا! میں نہیں جانتی کہ میرے والد محترم کہاں ہیں۔ ابو جہل بڑا فحش گو اور خبیث انسان تھا (لعنۃ اللہ علیہ) اس نے ہاتھ اٹھا کر میرے منہ پر ایک طمانچہ مارا جس سے میری بالی نیچے گر پڑی"۔

جن کا ہدیہ عقیدت

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، تین راتیں گزر گئیں، ہمیں معلوم نہ تھا کہ حضور ﷺ کس سمت تشریف لے گئے ہیں۔ حتیٰ کہ ایک دن جن مکہ مکرمہ کے نشیبی علاقہ میں آیا۔ مدارج النبوۃ' جلد ا' ص ۹۱ اس جن کا نام "ہاتف" بیان کیا گیا ہے)۔ اس نے کچھ اشعار اہل عرب کے لہجے میں گنگنائے۔ لوگ اس کے پیچھے چل دیئے۔ وہ اس کی آواز سن رہے تھے لیکن اسے دیکھ نہیں سکتے تھے۔ وہ مکہ معظمہ کے بلند علاقے میں پہنچ گیا۔ وہ یوں گنگنا رہا تھا (عربی عبارت میں شعروں کا اردو ترجمہ)

"اللہ تعالیٰ جو لوگوں کا پروردگار ہے۔ وہ ان دو ساتھیوں کو بہترین جزاء دے۔ جنہوں نے ام معبد کے خیمے میں نزول اجلال فرمایا ہے۔ انہوں نے وہاں ہدایت کے ساتھ قیام فرمایا ہے۔ پھر وہ روانہ ہو گئے۔ جو بھی حضرت محمد ﷺ کا ساتھی بن گیا۔ وہ کامیاب ہو گا۔ بنو کعب کو مبارک ہو کہ ان کی خواتین کی نشست و برخاست کے مومنین پناہ گاہ ہیں"۔

حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا کا نسب

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ام معبد بنت کعب ہے۔ یہ بنو کعب سے تھیں جو بنو خزاعہ کی ایک شاخ ہے۔ مذکورہ بالا اشعار "جنہوں نے ام معبد کے خیمے میں نزول اجلال فرمایا ہے" اور "انہوں نے وہاں ہدایت کے ساتھ قیام فرمایا ہے" ابن اسحاق سے روایت نہیں ہیں۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب ہم نے اس جن کے اشعار سنے تو ہمیں معلوم ہو گیا کہ حضور ﷺ مدینہ طیبہ کی طرف عازم سفر ہیں۔

سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کا واقعہ

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن مالک بن حارث بن جعشم اپنے چچا سراقہ بن مالک بن جعشم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ قریش مکہ نے حضور ﷺ کو پکڑنے والے کے لئے ایک سو اونٹ انعام مقرر کیا۔ اسی اثناء میں کہ میں اپنی قوم میں بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک ایک شخص نے ہمارے پاس آ کر کہا بخدا! میں نے تین افراد کا قافلہ دیکھا ہے جو کہ محمد ﷺ اور ان کے ساتھی تھے۔ میں نے اسے اشارہ سے خاموش رہنے کو کہا اور کہا: "نہیں وہ تو بنو فلاں تھے" وہ شاید خاموش ہو گیا۔ میں تھوڑی دیر بعد وہاں سے اٹھ کر گھر گیا۔ میں نے زرہ پہن لی اور ہتھیار اور تیر لئے جن سے فال پکڑتا تھا۔ میں نے فال نکالی تو وہ تیر نکلا جسے میں ناپسند کرتا تھا۔ اس پر "لا یضر" لکھا ہوا تھا۔ لیکن میں نے اس کی پرواہ نہ کی اور سو اونٹ انعام حاصل کرنے کی خواہش کے لئے گھوڑے پر سوار ہو کر حضور ﷺ کو پکڑنے کے لئے روانہ ہو گیا (کتاب رحمۃ اللعالمین' ص ۸۱ جلد اول میں بیان کیا گیا ہے کہ جب حضور ﷺ رابغ کے موجودہ قلعہ اور ساحل بحر کے درمیانی میدان سے گزر رہے تھے۔ تب سراقہ بن مالک بن جعشم نے تعاقب کیا) گھوڑے نے ٹھوکر کھائی۔ میں نیچے گر پڑا۔ میں نے کہا یہ کیا؟ میں نے دوبارہ فال لی تو پھر وہی تیر نکلا۔ لیکن میں نے حضور ﷺ کا تعاقب ہی کیا۔ گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ گھوڑے کو پھر شدید ٹھوکر لگی۔ میں نیچے گر پڑا۔ میں نے کہا یہ کیا؟ میں نے پھر تیر نکال کر فال نکالی تو تیسری دفعہ بھی وہی تیر نکلا لیکن میں نے واپس نہ آنا چاہا۔ میں آگے بڑھتا گیا حتیٰ کہ مجھے وہ مختصر قافلہ نظر آیا تو میرے گھوڑے کو پھر ٹھوکر لگی۔ اس کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ میں نیچے گر پڑا۔ گھوڑے نے پاؤں زمین سے نکال لئے۔ اس کے ساتھ ہی زمین سے بگولے کی طرح دھواں بھی نکلا۔ اس وقت مجھے یقین ہو گیا کہ میں حضور ﷺ کو نہیں پکڑ سکتا۔ میں نے اہل قافلہ کو بلند آواز دی "میں سراقہ بن مالک ہوں' مجھے مہلت دو میں کچھ کہنا

Marfat.com

چاہتا ہوں، قسم بخدا! میں تمہیں کوئی تکلیف نہ دوں گا''۔ حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فرمایا: اس سے پوچھو کہ وہ ہم سے کیا چاہتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے یہی بات پوچھی۔ میں نے کہا: ''مجھے ایک تحریر لکھ کر دیں جو میرے اور آپ ﷺ کے درمیان نشانی ہو''۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے حکم کے مطابق کسی ہڈی یا کاغذ یا کسی ٹھیکری پر تحریر لکھ کر میری طرف پھینکی۔ میں نے اس کو لے کر واپسی کی راہ لی۔ (کتاب ''رحمۃ اللعالمین'' جلد ا' ص ۸۱' حاشیہ پر یہ بیان ہے کہ (الاستیعاب کے حوالے) جب سراقہ واپس ہونے لگا تو نبی ﷺ نے فرمایا: سراقہ اس وقت تیری کیا شان ہوگی۔ جب تیرے ہاتھوں میں کسریٰ کے شاہی کنگن پہنائے جائیں گے۔ موہب اللدنیہ کی شرح زرقانی جلد ا' ص ۱۹۶ میں بھی صحیح بخاری کی حدیث نمبر ۳۹۰۶ اور احمد بن حنبل جلد ۴' ص ۱۷۶ کے حوالے سے یہ واقع بیان ہوا ہے۔ (مدارج النبوۃ' جلد نمبر ا' ص ۹۲)

میں نے کسی کے ساتھ اس واقعہ کا ذکر نہ کیا۔ جب مکہ معظمہ بھی فتح ہوگیا اور حضور ﷺ غزوۂ حنین اور غزوۂ طائف سے فارغ ہوئے تو میں آپ ﷺ سے ملاقات کرنے کے لئے سفر پر نکلا۔ میں ''جعرانہ'' کے مقام پر آپ ﷺ کو جاملا۔ آپ ﷺ انصار کے لشکر میں تشریف فرما تھے۔ مجھے اپنے نیزوں سے پیچھے ہٹانے لگے۔ انہوں نے پوچھا: سراقہ! کس ارادے سے آئے ہو؟ لیکن میں حضور ﷺ کے قریب تر ہوگیا۔ آپ ﷺ اپنی اونٹنی پر سوار تھے۔ اللہ کی قسم! گویا کہ میں اب بھی آپ ﷺ کی مبارک پنڈلی کو دیکھ رہا ہوں۔ وہ رکاب میں تھی اور درخت خرما کی گوند کی طرح سفید تھی۔ میں نے اپنا وہ ہاتھ بلند کیا جس میں تحریر تھی۔ میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ ﷺ یہ آپ ﷺ کا تحریر نامہ ہے اور میں سراقہ بن جعشم ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''آج وفا اور نیکی کا دن ہے۔ میرے قریب ہو جاؤ''۔ میں حضور ﷺ کے قریب ہوگیا اور اسلام کی لازوال دولت سمیٹ لی۔ میں نے وہ سوال یاد کرنے کی کوشش کی جو میں حضور ﷺ سے عرض کرنا چاہتا تھا۔ لیکن وہ سوال مجھے یاد نہ آیا۔ میں صرف یہی عرض کرسکا ''یارسول اللہ ﷺ لوگوں کے گم شدہ اونٹ میرے حوض پر آتے ہیں۔ میں نے وہ حوض پانی سے بھرا ہوتا ہے۔ اپنے اونٹوں کے لئے اگر میں ان اونٹوں کو پانی پلادوں تو مجھے کیا اجر ملے گا''۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہر جگر والی چیز کو پانی پلانے سے اجر ملتا ہے۔ پھر میں اپنی قوم کے پاس گیا اور بارگاہ رسالت ﷺ میں زکوٰۃ کے اونٹ بھیجے'' (مواہب اللدنیہ کی شرح زرقانی جلد ا' ص ۱۹۶ اور مدارج النبوۃ جلد ا' ص ۹۲ پر بیان کیا گیا ہے کہ اس سے قبل جب سراقہ آپ ﷺ کو پکڑنے میں ناکام ہوا تو آپ ﷺ سے امان طلب کی اور ایک تحریر بطور نشانی لکھ کر واپس جانے لگا تو اس نے آپ ﷺ کو سفر کے لئے کچھ سامان دینے کی عرض کی لیکن آپ ﷺ نے انکار کر دیا تھا۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ راوی کا نام عبدالرحمٰن بن حارث بن مالک بن جعشم تھا۔

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''روض الانف'' میں فرماتے ہیں: یہ مدلجی تھے۔ ان کا تعلق بنومدلج بن مرہ بن تمیم بن عبد مناۃ بن کنانہ سے تھا۔ جب ایران فتح ہوا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کسریٰ کے کنگن' تاج اور چادر پہنائی حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کو۔ ان کے بازو طویل تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ تمام زیورات حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کو پہنائے۔ پھر فرمایا: اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ اور یوں کہو۔

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کی جس نے اس کسریٰ سے یہ سب کچھ چھینا جو یہ گمان کرتا تھا کہ وہ لوگوں کا رب ہے اور اسے بنومدلج کے ایک اعرابی کو پہنا دیا۔ حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ نے یہ کلمات کہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سب کچھ حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کو اس لئے پہنایا تھا کیونکہ حضور ﷺ نے انہیں اس وقت بشارت دی تھی۔ جب انہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا: ایران کے شہر فتح ہو جائیں گے اور کسریٰ کا ملک مسلمانوں کے زیر نگیں ہوگا'' لیکن حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ نے دل میں اسے ناممکن سمجھا اور کہا کیا وہ کسریٰ جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے؟ حضور ﷺ نے اس وقت فرمایا: ''عنقریب اس کے زیورات اسے پہنائے جائیں گے'' آپ ﷺ نے یہ اس لئے فرمایا تھا کہ آپ ﷺ کی خبر کی تحقیق ہو جائے۔ حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ اگرچہ بدو تھے لیکن اللہ تعالیٰ اسلام کے ساتھ مسلمانوں کو اعزاز بخشتا ہے اور حضور ﷺ پر اور آپ ﷺ کی امت مرحومہ پر فضل وکرم کا ابر رحمت برساتا ہے۔

(روض الانف' جلد دوئم' ص ۴۵۴)

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہجرت کے بعد آپ کے اہل خانہ:

ابن اسحاق نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے وہ فرماتی ہیں جب حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنا تمام مال ساتھ لے گئے۔ ان کے پاس چھ یا سات ہزار درہم تھے۔ وہ رقم اپنے ہمراہ لے گئے۔ میرے پاس میرے دادا حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ آئے وہ اس وقت نابینا ہو چکے تھے۔ انہوں نے کہا ''اللہ کی قسم! میرا خیال ہے کہ تمہارے باپ نے اپنی ذات کے ساتھ اپنا مال لے جا کر بھی تمہیں تکلیف دی ہے۔ میں نے کہا ''نہیں دادا جان! ہرگز نہیں، انہوں نے ہمارے لئے بہت سا مال چھوڑا ہے'' میں نے چھوٹے چھوٹے سنگریزے لئے انہیں اس روشن دان میں رکھ دیا جہاں والد محترم اپنا مال رکھتے تھے پھر ان سنگریزوں پر کپڑا ڈال دیا۔ اپنے دادا جان کا ہاتھ پکڑ کر کہا ''دادا جان! ذرا اپنا ہاتھ تو اس مال و زر پر رکھیں'' انہوں نے وہاں اپنا ہاتھ رکھا اور کہا ''کوئی حرج نہیں۔ انہوں نے تمہارے لئے یہ مال چھوڑ کر اچھا کیا ہے یہ رقم تمہارے لئے کافی ہے''۔ قسم بخدا! انہوں نے ہمارے لئے کوئی مال نہ چھوڑا تھا لیکن میں نے دادا جان کو اس طرح خاموش کرا دیا۔ (سیرت ابن ہشام جلد دوم ص ۴۵۸ مع اس کی شرح روض الانف)

ام معبد کی داستان:

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمیں اس وقت تک معلوم نہ ہو سکا کہ حضور ﷺ کس سمت عازم سفر ہیں جب تک ایک جن نے یہ اشعار نہ کہے ان میں سے تین اشعار متن میں ذکر ہو چکے ہیں باقی چار اشعار درج ذیل ہیں:

۱- بنو کعب کو مبارک ہو کہ ان کی خواتین کی نشست و برخاست کے مومنین پناہ گاہ ہیں۔
۲- اپنی بہن سے اس کے برتن اور بکری کے متعلق سوال کرو اگر اس کی بکری سے بھی سوال کرو گے تو وہ بھی گواہی دے گی۔
۳- آپ ﷺ نے اس کی بکری بلائی پھر آپ ﷺ کے لئے اس کی کھیری سے مکھن آمیز دودھ نکالا گیا۔
۴- آپ ﷺ نے اس بکری کو اس مالک کے لئے باقی رکھا وہ شخص بکریوں کو کبھی چراگاہ پر اور کبھی گھر سے لے کر جاتا تھا۔

(روض الانف جلد دوم ص ۴۸۵)

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قصیدہ:

روایت کیا جاتا ہے کہ جب حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو جن کے یہ اشعار معلوم ہوئے تو انہوں نے اس کے جواب میں یہ قصیدہ لکھا۔

وہ قوم خسارے میں ہو گئی جس کے شہر سے نبی مکرم ﷺ تشریف لے گئے اور جس قوم کی طرف آپ ﷺ تشریف فرما ہوئے وہ تمام سعادتوں کی امین بن گئی۔ آپ ﷺ ایسی قوم سے سفر فرما ہوئے جن کی عقلیں گمراہ ہو چکی تھیں اور ایک تاباں نور کے ساتھ دوسری قوم میں جلوہ نما ہو گئے۔ آپ ﷺ کے طفیل اللہ تعالیٰ نے انہیں رشد و ہدایت دکھلائی جو حق کی اتباع کرتا ہے وہ کامران ہو جاتا ہے۔ کیا اس قوم کے گمراہ برابر ہو سکتے ہیں جو جان بوجھ کر بے وقوف بنے رہتے اور اپنے ہادی الحق ﷺ پر ہر قسم کی تہمت لگاتے رہے۔

آپ ﷺ کے طفیل اہل یثرب کو ہدایت نصیب ہوئی اور تمام سعادتیں ان کا مقدر ہو گئیں۔ وہ ایسے نبی محترم ﷺ ہیں جو ان چیزوں کا مشاہدہ فرماتے جنہیں لوگ نہیں دیکھ سکتے وہ ہر مقام پر اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اگر آج وہ کوئی غیب کی بات کہہ دیتے ہیں تو وہ یا تو آج ہی یا کل وقت چاشت ضرور رونما ہو جاتی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی رفاقت کی سعادت مبارک ہو۔ درحقیقت جسے اللہ تعالیٰ سعادت مند کرتا ہے وہی سعید ہوتا ہے۔

علامہ یونس نے اضافہ کیا ہے کہ جب قریش نے جن کی آواز سنی تو انہوں نے ام معبد کی طرف پیغام بھیجا۔ وہ اپنی خیمہ میں ہی تھیں کہ

Marfat.com

قریش کے قاصدوں نے پوچھا "کیا تمہارے پاس سے محمد ﷺ گزرے ہیں۔ یہ ان کا حلیہ ہے؟" ام معبد نے کہا "میں نہیں جانتی کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ میرے مہمان تو وہ عظیم شخصیت تھی جس نے میری اس بکری کا دودھ بھی دوھ دیا جو حاملہ نہ ہوئی تھی"۔ وہ مختصر قافلہ چار افراد پر مشتمل تھا۔ ۱۔ حضور ﷺ، ۲۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، ۳۔ عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ، ۴۔ عبداللہ بن اریقط یہ اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے، صحیح سند سے یہ ثابت نہیں کہ انہوں نے بعد میں اسلام قبول کیا تھا۔ یہ ایک ماہر راہ نما تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں اجرت دے کر یہ خدمت حاصل کی تھی۔ "خریت" اس راہبر کو کہتے ہیں جو سوئی کے سوراخ کی طرح صحیح راہ نمائی کرتا ہے۔ اسے خوتع بھی کہا جاتا ہے۔ زاجر کہتا ہے یضل فیھا الخوتع المشھر۔ (روض الانف جلد دوئم ص ۴۵۵، ۴۵۹)

ام معبد اور ان کے خاوند کا نسب:

ام معبد کا نام عاتکہ بنت خالد تھا۔ ان کا تعلق بنو خزاعہ کی شاخ بنو کعب سے تھا۔ یہ حضرت حبیش بن خالد کی ہمشیرہ تھیں، انہیں صحابی ہونے کا اور روایت کرنے کا شرف نصیب ہوا ہے۔ ان کا کچھ تذکرہ بعد میں آئے گا انہیں خالد الاشعر بھی کہا جاتا ہے۔ ان کا نسب یہ ہے خالد بن حنیف بن منقذ بن ربیعہ بن اصرم بن ضبیس بن حرام بن حبیشیۃ بن کعب بن عمرو، یہ ابوخزاعہ تھا۔ ام معبد کے خاوند ابو معبد تھے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے بھی حضور ﷺ سے روایت کی ہے انہوں نے حضور کی حیات مطہرہ میں وصال کیا۔ ان کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ ام معبد کا خیمہ مقام قدید میں تھا۔ ان کی داستان مختلف الفاظ سے روایت ہے لیکن وہ تقریباً قریب المعنیٰ ہی ہیں۔ ابن قتیبہ نے اسے غریب الحدیث میں بیان کیا ہے۔ اور مشکل الفاظ کی شرح لکھی ہے۔ اس روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت ام معبد سے کہا (ام معبد کی قوم کا سامان نوش وخورد ختم ہو چکا تھا، قحط سالی کا شکار تھی۔ حضور ﷺ اور دیگر اہل کارواں نے ان سے دودھ یا گوشت کے متعلق پوچھا تا کہ خرید لیں لیکن وہاں کوئی چیز نہ تھی۔ حضور ﷺ نے خیمہ کے ایک کونے میں ایک بکری دیکھی کمزوری کی وجہ سے وہ ریوڑ کے ساتھ باہر بھی نہ جا سکی تھی) کیا یہ بکری دودھ دیتی ہے؟ انہوں نے عرض کی "یہ ضعیف و نزار ہے"۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا "تم مجھے اسے دوہنے کی اجازت دیتی ہو؟" انہوں نے عرض کی "میرے والدین آپ ﷺ پر فدا! اگر آپ ﷺ اس میں کچھ دودھ دیکھتے ہیں تو اس سے بصد مسرت نکال لیجئے"۔ آپ ﷺ نے بکری کو پاس بلوایا، اسے باندھا، اس کی کھیری کو مس کیا تو اس نے اپنی ٹانگوں کو کشادہ کر لیا۔ کھیری دودھ سے بھر گئی اور دودھ تھنوں سے رواں ہو گیا۔ آپ ﷺ نے ایک برتن لیا اور بھر بھر کر اہل قافلہ کو پلانے لگے جب وہ سب خوب سیراب ہو گئے تو سب سے آخر میں خود دودھ نوش فرمایا پھر اور دودھ نکال کر تمام برتن بھر دیئے۔ بکری کو ام معبد کے پاس چھوڑ کر اہل کارواں آگے سفر پر روانہ ہو گئے۔ ابو معبد گھر آئے جب انہوں نے ہر طرف دودھ دیکھا تو پوچھنے لگے۔ "اے ام معبد! یہ کیا ہے یہ بکری تو کمزوری کی وجہ سے چراگاہ تک بھی نہ جا سکتی تھی اور پھر اسے حمل بھی نہ ہوا تھا۔ گھر میں اور کوئی دودھ دینے والی بکری بھی نہ تھی"۔ ام معبد نے کہا "نہیں! اللہ کی قسم! ہمارے پاس سے ایک مبارک آدمی گزرے ہیں"۔ ابو معبد نے کہا "ذرا ان کا حلیہ تو بیان کرو"، پھر ام معبد نے آپ ﷺ کا وہ حلیہ بیان کیا جسے امام قطبی وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ امام قبی نے ذکر کیا ہے فبشر بو احتی اراضوا۔ اراض کو انہوں نے استراض الوادی سے کہا ہے اس کا معنی ہے۔ "وادی کا کشادہ ہونا" الروضہ سے بھی مشتق ہے۔ الروضیہ حوض میں بقیہ پانی کو کہتے ہیں۔ کسی شاعر نے کہا ہے "وروضۃ سقیت فیہ نضوی"۔ وہ حوض کا بقیہ پانی تھا جس سے میں نے اپنے دبلے جانور کو پانی پلایا۔ (مدارج النبوۃ ج ا ص ۹۱ پر بیان کیا گیا ہے کہ ام معبد اور اس کے خاوند نے ہجرت کی اور اسلام لائے)

علامہ ہروی نے اسے اراضو لکھا ہے۔ یہ آمنوا کے وزن پر ہے یعنی وہ زیادہ دودھ پینے کی وجہ سے زمین پر لگنے لگی۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آل ابی معبد اس دن (جب حضور ﷺ نے وہاں قدم رنجہ فرمایا تھا) کو ایک تاریخی دن شمار کرتے تھے۔ وہ اسے یوم الرجل المبارک کہتے تھے۔ وہ کہتے ہیں نے یہ کام مبارک شخص کے یہاں تشریف لانے کے دن سے پہلے یا اس کے بعد کیا ہے۔ ایک دفعہ حضرت ام معبد مدینہ طیبہ آئیں ان کے ساتھ ایک چھوٹا سا بچہ بھی تھا۔ وہ بچہ دوڑ بھاگ سکتا تھا، وہ مسجد نبوی کے پاس سے گزرا اس وقت حضور ﷺ منبر پر جلوہ نما ہو کر لوگوں سے محو

Marfat.com

گفتگو تھے۔ بچے نے آپ ﷺ کی زیارت کی اور دوڑتا دوڑتا اپنی والدہ کے پاس گیا اور کہنے لگا ''امی امی! میں نے آج اسی مبارک شخص کی زیارت کی ہے'' حضرت اُم معبد رضی اللہ عنہا نے فرمایا: بیٹا ''وہی رسول اللہ ﷺ ہیں'' ۔ کیا حضرت معبد رضی اللہ عنہا کی بکری میں یہ برکت ہمیشہ رہی یا پھر وہ اپنی حالت پر دوبارہ آ گئی؟

حضرت ہشام بن حبیش الکعبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے وہ بابرکت بکری دیکھی ہے اس کا دودھ اُم معبد اور اس کے پورے خاندان کے لئے کافی ہو جاتا تھا۔ غریب حدیث میں ہے قَالَ مَا كَانَ فِيهَا بُصْرَة ''اس بکری کے دودھ میں موٹائی نہ تھی۔ (روض الانف جلد دوئم صفحہ نمبر ۴۵۹ تا ۴۶۱) (مدارج النبوۃ جلد اوّل ص ۹۱ پر بیان کیا گیا۔ بحوالہ روضۃ الاحباب کہ ام معبد رضی اللہ عنہا کے اس واقعہ کی مانند ایک اور راعی کا قصہ بھی درج ہے۔ جس کے پاس ایک اونٹنی تھی اور وہ دودھ نہ دیتی تھی۔ آپ ﷺ نے اس کا دودھ دوہا۔ دودھ بہت پیدا ہوا) اور مدارج النبوۃ جلد اوّل ص ۹۱ پر یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ وہ اُم معبد رضی اللہ عنہا کی بکری اسی ۸۰ سال زندہ رہی۔ یہاں تک کہ عام اِمادہ میں جبکہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت قحط کا سال تھا اور بڑی مخلوق اس میں ہلاک ہوگئی تھی۔ اس بکری کو اس وقت بھی دوہا جاتا تھا۔ صبح وشام دونوں وقت جبکہ علاقہ میں اور کوئی بکری نہ تھی اور نہ دودھ تھا۔ اس بکری کا دودھ پہلے جتنا ہی تھا نہ اس سے کم نہ زیادہ۔

چرواہے غلام کا واقعہ

مواہب اللدنیہ کی شرح زرقانی جلد نمبر ا ص ۱۹۶ پر یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ اس غلام کا واقعہ زرقانی نے امام بیہقی کے طریق سے ان کی سند سے قیس بن نعمان سے روایت کیا۔ وہ یوں ہے کہ جب آپ ﷺ چرواہے کے پاس سے گزرے تو اس سے دودھ طلب فرمایا۔ اس نے کہا کہ اس وقت میرے پاس دودھ دینے والی کوئی بکری نہیں ہے۔ ہاں ایک بکری ہے جو سال کے شروع میں حاملہ ہوئی اور کچھ نہ کچھ دودھ دیتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو میرے پاس لاؤ۔ غلام نے بکری حاضر کردی۔ آپ ﷺ نے اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا اور دعا مانگی اس کے تھنوں میں دودھ اتر آیا۔ اس کو دوہا گیا۔ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور چرواہے غلام کو دیا۔ انہوں نے پیا پھر اور دودھ دوہا۔ وہ خود حضور ﷺ نے نوش فرمایا۔ غلام نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ اللہ کی قسم! آپ جیسا شخص کبھی نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وعدہ کرو کسی کو نہ بتاؤ گے۔ اس نے وعدہ کیا۔ پھر اس کو فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں۔ اس نے کہا کہ آپ نبی ہیں اور سچے ہیں۔

شاہراہ ہجرت:

(اس کے لئے ضیاء النبی جلد اوّل کا ص ۸۲ تا ۸۹ نقل کیا جاتا ہے)

مکہ اور یثرب کے مکینوں کی ایک دوسرے کے ہاں آمدرفت عام تھی باہمی رشتہ داریاں بھی تھیں تجارتی تعلق بھی تھے اہل مکہ یثرب کی بہترین کھجوریں خریدنے کے لئے عام طور پر وہاں جایا کرتے اور اہل یثرب مراسم حج ادا کرنے کے لئے مکہ آیا کرتے۔ اس لئے ایسے راستے معروف تھے جو دونوں شہروں کو ملاتے تھے لیکن اس مبارک کارواں کے لئے ان راستوں میں سے کسی کو اختیار کرنا خطرہ سے خالی نہ تھا۔ کیونکہ قوی اندیشہ تھا کہ مشرکین ان کا تعاقب میں ضرور نکلیں گے اس لئے ماہر راہبر عبداللہ بن اریقط نے اس پرخطر سفر کے لئے ایک غیر معروف راستہ اختیار کیا جس راستہ سے رحمت عالم ﷺ کو وہ لے گیا اس کی تفصیل علامہ ابن ہشام نے علامہ ابن اسحاق سے اپنی کتاب سیرت میں نقل کی ہے انہیں کی عبارت کا ترجمہ ہدیہ ناظرین ہے۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ علامہ ابن اسحاق نے بتایا ہے کہ۔

حضور ﷺ اور حضور ﷺ کے یار غار کا راہبر عبداللہ انہیں لے کر جب غار سے چلا تو پہلے مکہ کے نشیبی علاقہ سے گزر کر ساحل سمندر کا رخ کیا۔ اور عسفان کے نیچے سے گزرتے ہوئے عمومی راستہ پر آ گیا۔ وہاں سے امج گاؤں کے نیچے سے گزرا پھر قدید سے گزرتا ہوا عام راستہ پر آ گیا۔ وہاں سے چلتے چلتے خرار وہاں سے المرۃ کے موڑ پر پہنچا وہاں سے لفت آیا۔ وہاں سے چل کر مدلجہ لقف (ابن

Marfat.com

ہشام نے لفت کہا ہے) پہنچا بیچ سے گزرتا ہوا مدلجہ مجاج، پھر وہاں سے مرجح مجاج پھر وہاں سے مرجحہ ذی العضوین پہنچا ابن ہشام نے اسے ''غضوین'' کہا ہے۔ وہاں سے ذی کشر وہاں سے جداجد سے گزرتا ہوا اجرد اور ذا اسلم (ذو سلم) سے گزرا ہر ''اعداء'' کی وادی سے گزرتا ہوا مدلجہ تعہن اور وہاں سے عبابید پہنچا۔ اسے عیثانیہ بھی کہا جاتا ہے۔ اسے عبابیب بھی کہا گیا ہے۔ وہاں سے فاجہ پہنچا وہاں سے نیچے اتر کر عرج آیا یہاں پہنچ کر رسول اللہ ﷺ نے بنی اسلم کے ایک آدمی جس کا نام اوس بن حجر تھا کو ایک اونٹ پر سوار کیا اور مدینہ کی طرف بھیجا اور اس کے ساتھ ایک غلام جس کا نام مسعود بن ہنیدہ تھا روانہ کیا تاکہ یہ لوگ اہل یثرب کو سرور عالم کی آمد کی اطلاع دیں۔ ابن اسحاق کہتے ہیں وہاں ایک سواری سست پڑ گئی۔ بنو اسلم کے ایک شخص نے سواری پیش کی اس شخص کا نام اوس بن حجر تھا اسے ابن الرداء بھی کہا جاتا تھا۔ اس نے ایک غلام جس کا نام مسعود بن ہنیدہ تھا خدمت کے لئے ساتھی بھیجا۔ (سیرت ابن ہشام جلد دوئم ۴۶۳)

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ روض الانف ص ۴۶۳ پر اوس بن حجر کا نام اوس بن عبداللہ بن حجر اسلمی بیان کرتے ہیں: علامہ خطابی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ اوس بن حجر نے اپنے غلام سے کہا: انہیں پوشیدہ راستوں سے لے کر جاؤ اور ''السنوی'' میں ہے کہ یہی مسعود کہتے ہیں ''انہیں پوشیدہ راہوں پر لے کر چلا''۔

عرج سے وہ ثنیۃ عائر کے موڑ تک پہنچا اور رکوبہ (اسے ثنیۃ الغائر بھی کہتے ہیں) کے موڑ کی دائیں طرف سے گزرتا ہو رئم کی وادی میں اترا۔ اور یہاں سے حضور ﷺ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو لے کر قبا پہنچا جہاں حضور کے غلام حضور کے لئے چشم براہ تھے۔

یہ سفر بارہ دن میں طے ہوا۔ ربیع الاول کی بارہ تاریخ تھی اور سوموار کا دن تھا۔ حضور اس وقت پہنچے جب سورج ڈھلنے کے بالکل قریب تھا اور دھوپ بڑی شدت سے چمک رہی تھی۔

تشریحات

اس مبارک سفر میں جن جن مقامات سے گزر ہوا ان کے نام سیرت ابن ہشام سے نقل کر کے پیش کر دیئے گئے ہیں یہ گاؤں، یہ پڑاؤ، یہ موڑ بہت غیر معروف ہیں۔ اگر اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے عرب جغرافیہ دانوں نے ان کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس کو ذکر کر دیا جائے تو قارئین کے لئے خالی از فائدہ نہ ہوگا۔

عسفان:

یہ مکہ شریف سے دو منزل کے فاصلے پر ہے اور جحفہ اور مکہ کے درمیان بارشی پانی کی گزرگاہ کے کنارے پر یہ بستی آباد ہے۔ یاقوت حموی نے کہا ہے کہ جحفہ مکہ سے تین منزل کے فاصلے پر۔ حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں عسفان اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ وہاں سے سیلاب ہٹ کر گزرتا ہے۔ مقام ابواء جہاں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی مرقد انور ہے کے متعلق پوچھا گیا اس کی وجہ تسمیہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا اس کی وجہ یہ ہے کیونکہ سیلاب وہاں بکثرت آتے ہیں۔ (روض الانف جلد دوئم ۴۶۱)

امج:

ابو منذر کہتے ہیں کہ امج اور ہران دو وادیاں ہیں جو بنی سلیم کے حرہ سے نکلتی ہیں اور سمندر میں آکر گرتی ہیں۔ قالہ الیاقوت۔

قدید:

مکہ شریف اور مدینہ شریف کے درمیان یہ ایک موضع ہے جہاں پانی کا ایک چشمہ ہے یاقوت کہتے ہیں کہ یہ موضع مکہ سے قریب ہے۔ ابن الکلبی کا قول ہے کہ جب تبع بادشاہ اہل مدینہ کے ساتھ لڑائی کرنے کے بعد یہاں پہنچا تو یہاں آکر خیمہ زن ہوا یہاں سخت آندھی چلی جس نے اس

Marfat.com

کے ہمراہیوں کے خیموں کو الٹ دیا۔ اسی وجہ سے یہ موضع قدید کے نام سے مشہور ہے۔

خرار:

یہ جگہ حجاز میں جحفہ کے قریب ہے اور مدینہ کی وادیوں میں سے ایک وادی ہے۔

ثنیۃ المراء:

سہیل کہتے ہیں کہ اس کی راء پر شد نہیں۔

لقف:

ابن اسحاق نے اسے لقفا کہا ہے اور ابن ہشام نے اسے لفت کہا ہے۔ مکہ شریف اور مدینہ شریف کے درمیان یہ بھی ایک موڑ کا نام ہے۔ اور لجمی کہتے ہیں کہ قدید کے پہاڑ میں ایک موڑ کا نام ہے۔

مدلجہ مجاج:

ایک گاؤں کا نام ہے۔ اسے ''مجاج'' بھی کہا جاتا ہے (ابن ہشام)

ذی کشر:

ایک گاؤں کا نام ہے جو مکہ شریف اور مدینہ شریف کے درمیان ہے۔

جداجد:

یہ جمع ہے اس کا واحد جدجد ہے پرانے کنوئیں کو کہتے ہیں یاقوت کہتے ہیں کہ یہاں پرانے زمانے کے بہت سے کنوئیں تھے اور انہیں جداجد کہا جاتا تھا۔

اجرد:

یہ ایک پہاڑ کا نام ہے جہاں بنوجہینہ قبیلہ آباد تھا۔ یہ مدینہ شریف اور شام کے درمیان واقع ہے۔

مدلجہ تعہن:

یہ ایک چشمہ ایک نام ہے۔ یہاں جو شہر آباد ہوا وہ بھی اس نام سے معروف ہوا یہ السقیہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے اور مکہ شریف اور مدینہ شریف کے درمیان ہے۔

العبابید:

اسے العبابیت بھی پڑھا گیا ہے۔ اسے ''عیشانیہ بھی کہا گیا ہے۔

القاحہ:

ابن ہشام نے القاحہ کہا اور (ابن اسحاق) نے الفاجہ کہا: یہ مدینہ طیبہ سے سقیہ کی سمت میں تین منزل پر واقع ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ ایک پہاڑ کا نام ہے۔ جس میں دو کنویں ہیں جن کا پانی بہت میٹھا اور بکثرت ہے۔

العرج:

یہ مکہ شریف اور مدینہ شریف کے درمیان ایک گھاٹی اور حاجیوں کے راستہ پر واقع ہے۔

Marfat.com

ثنیۃ العائر:

یہ بھی ایک پہاڑی موڑ کا نام ہے۔

رکوبہ:

مکہ شریف اور مدینہ شریف کے درمیان العرج کے قریب ایک پہاڑی گھاٹی کا نام ہے۔

رئم:

مدینہ طیبہ سے چار منزل کی مسافت پر ایک موضع کا نام ہے۔

قبا:

ایک مشہور بستی ہے جس کے بارے میں کسی مزید وضاحت کی ضرورت نہیں۔ (طریق الہجرۃ کا نقشہ اطلس تاریخ اسلام کے صفحہ ۶۳ کے نقشہ سے لیا گیا ہے۔ اس کی نقل یہاں بھی لگائی گئی ہے)

نوٹ:

یہ تمام تفصیلات سیرت ابن ہشام جلد دوم کے حاشیہ سے منقول ہے جو صفحہ ۱۰۵ تا ۱۰۸ پر درج ہیں۔ (مولف نے سیرت ابن ہشام اور سیرت ضیاء النبی ﷺ کی تحریر کا مقابلہ کیا اور جو فرق معلوم ہوا وہ یہاں درست کر کے تحریر کر دیا ہے)۔

اثنائے سفر واقعات:

یہ بابرکت قافلہ لق ودق ریگستانوں، کٹھن پہاڑی راستوں، دشوار گزار وادیوں کو عبور کرتا ہوا اپنی منزل کی طرف بڑھتا چلا جارہا تھا۔ بغیر آرام کئے وہ پورا دن آنے والی پوری رات اور دوسرے دن دوپہر تک یہ ناقہ سوار کہیں نہ رکے۔ مسلسل سفر کی تھکاوٹ، رات کی بے خوابی، سنگلاخ وادیاں اور ریگستان طے کرنے کے باوجود سرکار دو عالم ﷺ نے نہ تھکاوٹ اور درماندگی کا اظہار کیا نہ رات بھر جاگتے رہنے کا شکوہ کیا بڑی ہمت و عزیمت کے ساتھ حضور نے یہ پرخطر سفر جاری رکھا۔ دوسرے دن جب دوپہر ہوگئی تیز دھوپ، گرم لو اور تپتی ہوئی زمین کے باعث حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ طے کیا کہ اپنے آقا ﷺ کے لئے آرام فرمانے کی کوئی جگہ تلاش کریں۔ آپ نے چاروں طرف نظر دوڑائی تا کہ کہیں کوئی سایہ دار درخت نظر آجائے۔ تا کہ اس کے نیچے رحمت عالم ﷺ کچھ دیر استراحت فرمالیں۔ دور دور تک درخت تو کوئی نظر نہ آیا البتہ ایک چٹان دکھائی دی جس کا کچھ سایہ عین دوپہر کے وقت بھی موجود تھا۔ آپ وہاں گئے جھاڑ دیا پتھریلی چٹانوں کے نوک دار کونوں کو ہموار کیا۔ ان پر چادر بچھادی۔ پھر عرض کی میرے آقا! تشریف لایئے اور تھوڑی دیر آرام فرمایئے۔ حضور ﷺ تشریف لائے اور آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے۔

حضرت ابوبکر اپنے آقا کو سلا کر پہرے کا فریضہ ادا کرنے کے لئے چٹان پر چڑھ گئے اور دور دور تک نگاہ دوڑانے لگے یہ دیکھنے کے لئے کوئی تعاقب کرنے والا ہمارے پیچھے تو نہیں آرہا۔ آپ نے دیکھا کہ ایک چرواہا اپنے ریوڑ کو لے کر اس چٹان کی طرف آرہا ہے۔ اس چرواہے کا بیان اس کے قبل بیان ہو چکا ہے۔ راستہ میں کوئی آدمی ملتا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھتا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ آپ جواب میں فرماتے: یہ مجھے راستہ بتانے والے ہیں۔ (ضیاء النبی کا بیان ختم ہوا۔)

ام معبد کے خیمہ پر پہنچنے کے بعد

حضور ﷺ نے اُم معبد سے دریافت فرمایا: اس کے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ وہ بولی نہیں، اگر کوئی شے موجود ہوتی تو دریافت کرنے سے پہلے میں خود حاضر کر دیتی۔ اس کے بعد ام معبد کی بکری کا واقعہ ہے جو اس سے قبل بیان ہو چکا ہے۔

Marfat.com

کچھ دیر کے بعد ام معبد کا شوہر آیا۔ خیمہ میں دودھ کا بھرا برتن دیکھ کر حیران ہو گیا کہ یہ کہاں سے آیا؟ ام معبد نے کہا کہ ایک بابرکت شخص یہاں آیا تھا اور یہ دودھ اس کے قدوم کا نتیجہ ہے۔ وہ بولا کہ یہ تو وہی صاحب قریش معلوم ہوتا ہے جس کی مجھے تلاش تھی۔ اچھا ذرا تم اس کی توصیف تو کرو۔ (کتاب رحمۃ للعالمین جلد نمبر ا ص ۸۲)

ام معبد بولی۔

حلیہ مبارک آنحضرت ﷺ

پاکیزہ رو، کشادہ چہرہ، پسندیدہ خو، نہ توند نکلی ہوئی، نہ چندیہ کے بال گرے ہوئے۔ زیبا، صاحب جمال، آنکھیں سیاہ و فراخ، بال لمبے اور گھنے۔

آواز میں بھاری پن، بلند گردن، روشن مردمک، سرگیں چشم، باریک و پیوستہ ابرو، سیاہ گھنگھریالے بال، خاموش وقار کے ساتھ۔

گویا دل بستگی لئے ہوئے، دور سے دیکھنے میں زیبندہ و دل فریب، قریب سے نہایت شیریں و کمال حسین، شیریں کلام واضح الفاظ۔ کلام کمی و بیشی الفاظ سے معرا، تمام گفتگو موتیوں کی لڑی جیسی پروئی۔ میانہ قد کہ کوتاہی سے حقیر نظر نہیں آتے نہ طویل کہ آنکھ اس سے نفرت کرتی۔ زیبندہ نہال کی تازہ شاخ زیبندہ منظر والا قدر، رفیق ایسے کہ ہر وقت اس کے گردو پیش رہتے ہیں۔ جب وہ کچھ کہتا ہے تو چپ چاپ سنتے ہیں۔ حکم دیتا ہے تو تعمیل کے لئے جھپٹتے ہیں۔ مخدوم مطاع نہ کوتاہ سخن، نہ فضول گو۔

یہ صفت سن کر وہ بولا کہ یہ ضرور صاحب قریش ہے اور میں اسے ضرور جا کر ملوں گا۔[1] (کتاب رحمۃ للعالمین ج ا ص ۸۲، ۸۳)

نبوت کے تیرہ (۱۳) سال مکہ شریف میں

(کتاب رحمۃ للعالمین جلد اوّل ص ۸۲ تا ۸۹ نقل کیا جاتا ہے)

سابقین واوّلین کی شان: جس طرح گزرے، ان کا مختصر حال یہ تھا جو لکھا گیا۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس عرصہ میں اگرچہ مسلمانوں کی تعداد چند سینکڑوں سے زیادہ نہیں بڑھی تھی لیکن یہ بھی عجیب کامیابی تھی کہ ان ایمان لانے والوں میں:۔

(۱) یا علی، ابوبکر، عثمان، عمر (رضی اللہ عنہم) ایسی شان کے بزرگوار تھے جن کی علمی فضیلت، عملی کشش و طاقت، روشن ضمیری اور برترین قابلیت کے اوصاف نے چاردانگ عالم کی رہنمائی کی۔

(۲) یا مصعب بن عمیر، جعفر طیار اور ابوعبیدہ بن الجراح (رضی اللہ عنہم) کی سی اعلیٰ استعداد کے تھے جنہوں نے یثرب و حبش و نجران کو وعظ کے ذریعے سے مسلمان کر لیا۔

(۳) یا عبداللہ بن مسعود عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ عنہم) کے منصب کے تھے جن کی علمی روایات سینکڑوں علمی نکات کی مخزن ہیں۔

(۴) یا زبیر و طلحہ و عمار یاسر (رضی اللہ عنہم) کے درجے کے، جن کی جاں نثاری و حق پسندی کی نظیر پیش کرنے سے تاریخ قاصر ہے۔

(۵) یا بلال، سمیہ، یاسر اور کعب، خباب (رضی اللہ عنہم) کے نمونے کے جنہوں نے اپنے استقلال و استقامت سے فرعون طبیعت ظالموں کو ظلم کرتے ہوئے تھکا دیا تھا۔

(۶) یا سکران، شموس، ام حبیبہ و خنیس (رضی اللہ عنہم) کے حوصلے کے جنہوں نے دین حقہ کے لئے خویش و اقارب وطن و مولد کو چھوڑ کر حبش میں جا اقامت کی تھی۔

[1] زادالمعاد ص ۳۰۷ جلد ا۔ مکہ شریف سے باہر بدوی غیر مسلم قبائل میں آنحضرت ﷺ کو لوگ صاحب قریش کہتے تھے۔

Marfat.com

(۷) یالبید اور سوید بن صامت الملقب کاتل وانیس برادر ابوذر (رضی اللہ عنہم) جیسے فصیح و بلیغ جو ایک ایک تقریر یا ایک ایک قصیدے سے کئی کئی قبیلوں پر قابو پالیتے تھے اور جو دنیا میں اپنے سے بڑھ کر کسی کو حقائق داں، معانی رس اور انسانی طبیعت کا رمز شناس نہ جانتے تھے۔

انہی ایام میں اسلام مکہ شریف سے باہر بھی پھیل گیا جس کی چند مثالیں درج کی جاتی ہیں:-

(۱) طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ جو ملک یمن کے ایک حصہ کا فرماں روا تھا۔ مکہ شریف میں مسلمان ہوا تھا اور اس طفیل رضی اللہ عنہ کے طفیل اس کے ملک میں بھی اسلام پھیل گیا تھا۔

(۲) ابوذر غفاری، ان کا بھائی انیس (رضی اللہ عنہم)، ان کی ماں اور نصف قبیلہ غفار۔

(۳) عیسائیاں نجران میں سے ۲۰ کس۔

(۴) ضماد الازدی یمن کا مشہور کاہن۔

(۵) قبیلہ بنی الاشہل۔

(۶) تمیم ونعیم اور کچھ باشندگانِ ملکِ شام۔

(۷) حبش کے بہت لوگ وغیرہ۔

اثناء راہ میں بریدہ رضی اللہ عنہ اور ۷۰ شخصوں کا مسلمان ہونا:

نبی ﷺ یثرب کو جارہے تھے کہ اثنائے راہ میں بریدہ اسلمی ملا۔ یہ اپنی قوم کا سردار تھا۔ قریش نے آنحضرت ﷺ کی گرفتاری پر ایک سواونٹ کا انعام مشتہر کیا تھا اور بریدہ اسی انعام کے لالچ سے آنحضرت ﷺ کی تلاش میں نکلا تھا جب نبی ﷺ کے سامنے ہوا اور حضور ﷺ سے ہم کلام ہونے کا موقع بھی ملا تو بریدہ رضی اللہ عنہ ستر آدمیوں سمیت مسلمان ہو گیا۔ اپنی پگڑی اتار کر نیزہ پر باندھ لی جس کا سفید پھریرا ہوا میں لہراتا اور بشارت سناتا تھا کہ امن کا بادشاہ، صلح کا حامی، دنیا کو عدالت وانصاف سے بھرپور کرنے والا تشریف لا رہا ہے۔

راستہ میں نبی ﷺ کو زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ ملے، یہ شام سے آرہے تھے اور مسلمانوں کا تجارت پیشہ گروہ بھی ان کے ساتھ تھا۔ انہوں نے نبی ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کیلئے سفید پارچہ جات پیش کیے۔[۱]

قبا میں پہنچنا: ۸/ ربیع الاول ۱۳ھ[۲] (جبکہ دوسری روایات میں بارہ ربیع الاوّل کی تاریخ بیان کی گئی ہے جس پر اکثریت علماء کرام کا اتفاق ہوے اور یہی زیادہ درست ہے۔ مؤلف) نبوت روز دوشنبہ[۳] (۲۳ ستمبر ۶۲۲ء) مطابق ۱۰ تشری ۴۳۸۳ یہودتھی کہ خدا کے نبی ﷺ قبا میں پہنچ گئے۔ اہل یثرب نے جب سے سنا تھا کہ آنحضرت ﷺ نے مکہ چھوڑ دیا ہے۔ روز صبح سے سر راہ ہمہ چشم بن کر بیٹھ جاتے اور جب تک ٹھیک دوپہر نہ ہو جاتی، بیٹھے رہتے۔ یہ بزرگوار ابھی واپس ہی گئے تھے کہ حضور ﷺ پہنچ گئے اور ایک شخص کے پکارنے سے سب جمع ہو گئے اور خیر مقدم اللہ اکبر کے ترانے گاتے ہوئے آفتاب رسالت کے گرداگرد نور خیز شعاؤں کی طرح جمع ہو گئے۔ اکثر مسلمان ایسے تھے جنہوں نے ہنوز دیدار پرانوار سے چشم ظاہر بین کو روشن نہ کیا تھا۔ انہیں نبی اللہ اور حضور ﷺ کے رفیق ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شناخت میں اشتباہ ہو جاتا تھا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اس ضرورت کو تاڑ گئے اور سر مبارک پر سایہ کر کے کھڑے ہو گئے۔

اللہ کا رسول ﷺ پنجشنبہ تک یہاں ٹھہرا اور اس سہ روزہ قیام ہی میں سب سے پہلا کام یہاں[۴] یہ کیا کہ خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت کے لئے ایک مسجد کی بنیاد رکھی۔

---

[۱] بخاری عن عروہ ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

[۲] سرور المحزون شاہ ولی اللہ محدث دہلوی المتوفی ۱۱۷۶ھ۔ [۴] صحیح۔

[۳] تفسیر علامہ ابی السعود ص ۱۵۲ جلد ۸۔ مگر صحیح بخاری میں بضع عشر لیلۃ لکھا ہے۔

Marfat.com

۴؎ مطابق ۲۷/ دسمبر ۶۲۲ء زادالمعاد ص ۲۵ میں ۱۲ ربیع کو دوشنبہ لکھا ہے۔ یہ غلط ہے۔

اسی جگہ شیر خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی مکہ سے پاپیادہ سفر کرتے ہوئے نبی ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ چند روز تک مکہ شریف میں حسب ارشاد نبوی ﷺ اس لئے ٹھہر گئے تھے کہ جن لوگوں کی امانتیں آنحضرت ﷺ کے گھر میں موجود تھیں۔ وہ مالکوں کو واپس کر دی جائیں۔

۱۲/۵ ربیع الاول ۱ھ ہجرت کو جمعہ کا دن تھا۔ نبی ﷺ قبا سے سوار ہو کر بنی سالم کے گھروں تک پہنچے تھے کہ جمعہ کا وقت ہو گیا۔ یہاں سو آدمیوں کے ساتھ جمعہ پڑھا۔ یہ اسلام میں پہلا جمعہ تھا۔

خطبہ

رسول اللہ ﷺ کا سب سے پہلے جمعہ کا خطبہ، جو مدینہ پہنچ کر بنی سالم بن عوف میں حضور ﷺ نے پڑھا تھا۔

حمد و ستائش خدا کے لئے ہے۔ میں اس کی حمد کرتا ہوں۔ مدد و بخشش اور ہدایت اسی سے چاہتا ہوں۔ میرے خدا کے سوا عبادت کے لائق کوئی بھی نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ محمد اس کا بندہ اور رسول ہیں۔

اسی نے محمد ﷺ کو ہدایت، نور اور نصیحت کے ساتھ ایسے زمانے میں بھیجا ہے جبکہ مدتوں سے کوئی رسول دنیا پر نہ آیا۔ علم گھٹ گیا اور گمراہی بڑھ گئی تھی اسے آخری زمانے میں قیامت کے قرب اور موت کی نزدیکی کے وقت بھیجا گیا جو کوئی اللہ اور رسول کی اطاعت کرتا ہے وہی راہ یاب ہے اور جس نے ان کا حکم نہ مانا۔ وہ بھٹک گیا۔ درجہ سے گر گیا اور سخت گمراہی میں پھنس گیا ہے۔ مسلمانو! میں تمہیں اللہ سے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں۔ بہترین وصیت جو مسلمان مسلمان کو کر سکتا ہے۔ یہ ہے کہ اسے آخرت کیلئے آمادہ کرے، اور اللہ سے تقویٰ کیلئے کہے۔[1] لوگو! جن باتوں سے اللہ نے تمہیں پرہیز کرنے کو کہا ہے۔ ان سے بچتے رہو۔ اس سے بڑھ کر نہ کوئی نصیحت ہے اور نہ اس سے بڑھ کر کوئی ذکر ہے یاد رکھو! کہ امور آخرت کے بارے میں اس شخص کے لئے جو اللہ سے ڈر کر کام کر رہا ہے۔ تقویٰ بہترین مدد ثابت ہوگا اور جب کوئی شخص اپنے اور اللہ کے درمیان کا معاملہ خفیہ و ظاہر میں درست کرے گا اور ایسا کرنے میں اس کی نیت خالص ہوگی تو ایسا کرنا اس کیلئے دنیا میں ذکر اور موت کے بعد (جب انسان کو اعمال کی ضرورت و قدر معلوم ہوگی) ذخیرہ بن جائیگا۔

لیکن اگر کوئی ایسا نہیں کرتا (تو اس کا ذکر اس آیت میں ہے) ''انسان پسند کرے گا کہ اس کے اعمال اس سے دور ہی رکھے جائیں۔ اللہ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور جس شخص نے اللہ کے حکم کو سچ جانا اور اس کے وعدوں کو پورا کیا تو اس کی بابت یہ ارشاد الٰہی موجود ہے۔

''ہمارے ہاں بات نہیں بدلتی اور ہم اپنے ناچیز بندوں پر ظلم نہیں کرتے۔''

مسلمانو! اپنے موجودہ اور آئندہ ظاہر اور خفیہ کاموں میں اللہ سے تقویٰ کو پیش نظر رکھو! کیونکہ تقویٰ والوں کی بدیاں چھوڑ دی جاتی ہیں اور اجر بڑھا دیا جاتا ہے۔ تقویٰ والے وہ ہیں جو بہت بڑی مراد کو پہنچ جائیں گے۔ یہ تقویٰ ہی ہے جو اللہ کی بیزاری، عذاب اور غصہ کو دور کر دیتا ہے۔ یہ تقویٰ ہی ہے جو چہرہ کو درخشاں، پروردگار کو خوشنود اور درجہ کو بلند کرتا ہے۔

مسلمانو! حظ اٹھاؤ۔ مگر حقوق الٰہی میں فرو گزاشت نہ کرو۔ خدا نے اسی لئے تم کو اپنی کتاب سکھائی اور اپنا رستہ دکھایا ہے کہ راست بازوں اور کاذبوں کو الگ کر دیا جائے۔ لوگو! خدا نے تمہارے ساتھ عمدہ برتاؤ کیا ہے تم بھی لوگوں کے ساتھ ایسا ہی کرو اور جو اللہ کے دشمن ہیں، انہیں دشمن سمجھو اور اللہ کے رستے میں پوری ہمت اور توجہ سے کوشش کرو۔ اسی نے تم کو برگزیدہ بنایا اور تمہارا نام مسلمان رکھا ہے تاکہ ہلاک ہونے والا بھی روشن دلائل پر ہلاک ہو اور زندگی پانے والا بھی روشن دلائل پر زندگی پائے اور سب نیکیاں اللہ کی مدد سے ہیں۔ لوگو! اللہ کا ذکر کرو اور آئندہ زندگی کیلئے عمل کرو کیونکہ جو شخص اپنے اور اللہ کے درمیان معاملہ کو درست کر لیتا ہے ہاں! خدا بندوں پر حکم چلاتا ہے اور اس پر کسی کا حکم نہیں چلتا۔ خدا بندوں کا مالک ہے اور بندوں کو اس پر کچھ اختیار نہیں۔ خدا سب سے بڑا ہے اور ہم کو (نیکی کرنے کی) طاقت اسی عظمت والے سے ملتی ہے۔[1]

---

[1] تاریخ الملل والامم طبری رحمۃ اللہ علیہ

مدینہ شریف میں داخلہ:

نماز جمعہ سے فارغ ہو کر نبی ﷺ یثرب کی جنوبی جانب سے شہر میں داخل ہوئے اور اسی دن سے شہر کا نام مدینۃ النبی ﷺ ہو گیا۔ جسے مختصراً مدینہ کہا جاتا ہے۔

داخلہ عجب شاندار تھا۔ گلی کوچے تحمید و تقدیس کے کلمات سے گونج رہے تھے۔ مرد، عورت، بچے بوڑھے، نور خدا کا جلوہ دیکھنے کے لئے سراپا چشم بن گئے تھے، تشریف آوری کے اس شکوہ و احتشام کو دیکھ کر اہل کتاب کے عالم سمجھ گئے کہ حبقوق بنی کی کتاب باب ۳ درس ۳ کا مطلب آج کھلا۔

اللہ جنوب سے اور وہ جو قدوس ہے، کوہ فاران[1] سے آیا۔ اس کی شوکت سے آسمان چھپ گیا اور زمین اس کی حمد سے معمور ہوئی۔

انصار کی معصوم لڑکیاں پیارے لہجہ اور پاک زبانوں سے اس وقت یہ چند اشعار گا رہی تھیں۔[2]

اشرق البدر علینا	ان پہاڑوں سے جو ہیں سوئے جنوب
من ثنیات[3] الوداع	چودھویں کا چاند ہے، ہم پر چڑھا
وجب الشکر علینا	کیسا عمدہ دین اور تعلیم ہے
ما دعا للہ داع	شکر واجب ہے ہمیں اللہ کا
ایھا المبعوث فینا	ہے اطاعت فرض تیرے حکم کی
جئت[4] بالامر المطاع	بھیجنے والا ہے تیرا کبریا!

یہ انصار جن کی لڑکیوں نے یہ ترانہ سنجی کی ہے۔ وہی ہیں جنہوں نے ال۱۲،۱۳ انبوت میں مکہ معظمہ پہنچ کر نبی ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یا وہ ہیں جو مصعب بن عمیر یا ابن مکتوم رضی اللہ عنہما کی ہدایت سے اور تعلیم سے مدینہ ہی میں مسلمان ہو گئے تھے۔

بزرگ[1] انصار کچھ بڑے مالدار یا صاحب ثروت یا کسی بڑی جاگیر و املاک کے مالک نہ تھے۔ مگر دل کے ایسے غنی، اسلام کے ایسے

یسعیاہ کی کتاب ۲۱ باب میں ہجرت کا ذکر ہے، اول ہم اس کتاب کے درس نقل کرتے ہیں۔ پھر اس کے بعض الفاظ کی صراحت کریں گے۔

[1] مجموعہ بائبل میں جس قدر کتابیں پہلے انبیاء کی ہیں، ان میں مکہ کا نام فاران ہے کیونکہ اس جگہ فاران بن عوف بن حمیر نے اپنا قبضہ کیا تھا۔ توراۃ کی کتاب پیدائش ۲۱ باب ۲۱ میں ہے۔ ''اسمٰعیل علیہ السلام فاران، کے بیابان میں رہے۔'' قرآن مجید سے ثابت ہے کہ ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام نے اس بیابان میں یہ مسجد تعمیر کی جو اب کعبہ شریف کے نام سے مشہور ہے۔ پس توراۃ و قرآن ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہوئے ثابت کرتے ہیں کہ فاران مکہ کا نام ہے'' فاران کا ذکر توراۃ کی کتاب اعداد، ۱ باب ۱۲ درس اور کتاب استثنائے۔ ۳۳ باب ۳ درس میں بھی آیا ہے اور ان سب حوالہ جات سے بصراحت ثابت کہ فاران مکہ شریف کا نام ہے۔

[2] کتاب یسعیاہ ۴۲ باب، ا درس میں ہے کہ سلع کے باشندے ایک گیت گائیں گے۔ مدینہ کا نام سابق انبیاء کی کتابوں میں سلع ہے۔ مؤرخ طبری کے بیان سے ثابت ہے کہ جنگ خندق میں مسلمانوں نے جس جگہ خندق کھودی تھی۔ وہاں ایک ٹیلہ کوہ کا ہے جس کا نام اہل مدینہ کی زبان پر سلع ہے۔

[3] ثنیات جمع ہے ثنیہ کی، ثنیہ ٹیلے کو کہتے ہیں۔ سفر ہجرت میں نبی ﷺ نے ثنیۃ البول، ثنیۃ الجابر۔ ثنیہ مردان سے عبور فرمایا تھا۔ ثنیہ وداع مدینہ کے قریب ایک ٹیلہ ہے۔ اہل مدینہ دوست کو یہاں تک چھوڑنے آیا کرتے تھے اس لئے اس نام سے مشہور ہوا۔ ان ثنیات کا ذکر یسعیاہ ۴۲-۱۱ میں ہے۔ ''سلع کے باشندے ایک گیت گائیں گے پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں گے۔

[4] انصار کے معنی مددگار ہی۔ اسلام میں یہ لقب اہل مدینہ کا ہے۔ مہاجر کے معنی ہجرت کرنے والے کے ہیں۔ اسلام میں یہ لقب اہل مکہ کا ہے جو نبی ﷺ کے ساتھ مکہ سے مدینہ شریف گئے تھے۔

Marfat.com

فدائی، مسلمان بھائیوں پر اتنے قربان تھے کہ جب کوئی مہاجر ننگی تلواروں[1]، کھچی ہوئی کمانوں سے جان بچا کر بھوکا پیاسا مدینہ میں جا پہنچتا تھا تو ہر انصاری یہ چاہتا تھا کہ وہ مہاجر اسی کے پاس ٹھہرے۔ آخر قرعہ اندازی ہوتی تھی اور جس کے نام پر قرعہ نکل آتا۔ وہ مہاجر بھائی کو اپنے گھر لے جاتا۔ مکان، اسباب، روپیہ زمین مویشی، غرض جو کچھ اس کی ملک میں ہوتا، اس کا آدھا حصہ اسی دن تقسیم کر کے دے دیتا اور پھر رات دن اس کی خدمت کے لئے مستعد رہتا۔ اپنی خوش قسمتی پر شکر کرتا کہ اللہ نے دین کے ایک بھائی کو اس کا حصہ دار بنایا۔

سعیاہ کی کتاب ۲۱ باب میں ہجرت کا ذکر ہے اوّل ہم اس کتاب کے درس نقل کرتے ہیں پھر اس کے بعض الفاظ کی صراحت کریں گے۔

۱۳- عرب کی بابت الہامی کتاب- عرب کے صحرا میں تم رات کاٹو گے۔ اے دوانیوں کے قافلو۔"

۱۴- پانی لے کے پیاسے کا استقبال کرنے آؤ۔ اے تیما کی سرزمین کے باشندو۔ روٹی لے کے بھاگنے والے کے ملنے کو نکلو۔"

۱۵- کیونکہ وہ تلواروں کے سامنے سے ننگی تلوار سے اور کھچی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں۔"

۱۶- کیونکہ خداوند نے مجھ کو فرمایا، ہنوز ایک برس، ہاں مزدور کے سے ایک ٹھیک برس میں قیدار کی ساری حشمت جاتی رہے گی۔"

۱۷- اور تیر اندوزوں کی جو باقی رہے۔ قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائیں گے کہ خداوند اسرائیل کے خداوند نے یوں فرمایا۔"

مندرجہ بالا آیات میں آیت ۱۵ میں مہاجرین کا ذکر ہے جو ظالم قریش کے سامنے سے جان و ایمان بچا کر بھاگے تھے اور مدینہ گئے تھے۔ آیت ۱۳ میں دوانیوں اور ۱۴ میں تیما والوں کو حکم ہے کہ ان کا استقبال کریں اور روٹی پانی سے ان کی تواضع کریں۔ واضح ہو کہ دوان نام ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے لیقسان کے بیٹے سبا کے بھائی کا۔ سبا اور دوان کی اولاد ملک یمن میں آباد ہوئی تھی۔ سیل عرم کے آنے سے یہ قبائل متفرق ہوئے، اوس و خزرج کے قبائل جو انصار کہلاتے ہیں، انہیں میں سے ہیں۔ مؤرخ ابن خلدون نے اسے صراحت سے بیان کیا ہے، اس آیت میں جیسا کہ یہ پیشگوئی ہے کہ مہاجرین کی ہجرت قریش کی تلواروں اور کمانوں کی وجہ سے ہوگی، ایسے ہی یہ پیش گوئی ہے کہ ان کے انصار نسل دوان سے ہوں گے جیسا کہ ہوا۔ تیما نام ہے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے آٹھویں فرزند کا جن کی اولاد مدینہ کی عقب آباد ہوئی۔ اہل مدینہ و حوالی مدینہ کو نصرت و تائید کا حکم دینے کے بعد آیت ۱۶، ۱۷ میں ان ظالموں کا انجام بتایا ہے، یعنی قریش کا انجام اس جگہ قریش کو قیدار کے بہادر کمان انداز گھٹ جائیں گے اور ان کی شوکت کم ہو جائے گی۔ چنانچہ ہجرت کے ایک ہی سال کے بعد جنگ بدر کا وقوع ہوا جس میں قریش کے نامی سردار مشہور بہادر مارے گئے اور ان کے رعب داب حشمت عزت کو بہت نقصان پہنچا تھا۔ جملہ آیات میں صاف صاف نام لے کر پیشگوئی کی گئی ہے۔

(رحمۃ للعالمین کا بیان ختم ہوا)

قباء شریف میں تشریف آوری

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عویمر بن ساعدۃ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے میری قوم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بتایا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: "جب ہم نے سنا کہ حضور ﷺ مکہ معظمہ سے عازم سفر ہو چکے ہیں تو ہم آپ ﷺ کی تشریف آوری کے منتظر رہنے لگے۔ ہم صبح کی نماز پڑھتے اور ٹیلوں پر حضور ﷺ کا انتظار کرنے کے لئے چلے جاتے۔ اللہ کی قسم! ہم وہیں ٹھہرے منتظر رہتے حتیٰ کہ ٹیلوں پر دھوپ آ جاتی اور ہم کو سایہ نہ ملتا۔ وہ شدید گرمی کے دن تھے۔ جب وہ دن آیا۔ جس دن حضور ﷺ نے خاک مدینہ کو قابل رشک بنانا تھا تو ہم حسب معمول ان ٹیلوں پر بیٹھ گئے جب سایہ نہ رہا تو ہم گھر واپس آ گئے۔ جب ہم گھر واپس آئے تو ادھر سے حضور ﷺ بھی تشریف لے آئے۔ سب سے قبل ایک یہودی نے آپ ﷺ کی زیارت کی۔ وہ ہمارے اس معمول سے بھی آگاہ تھا کہ ہم کس قدر مشتاق نگاہوں سے حضور ﷺ کی آمد کا انتظار کرتے تھے۔ وہ بلند آواز سے چلایا۔ اے بنو قیلہ! وہ عظیم و برتر ہستی تشریف لے آئی ہے جس کے تم منتظر تھے۔ ہم حضور ﷺ کی جانب دوڑ کر گئے۔ آپ ﷺ کھجور کے سایہ میں تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ کے پاس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ آپ ﷺ کے ہم عمر ہی تھے۔

Marfat.com

ہم میں سے اکثر نے اس سے پہلے حضور ﷺ کی زیارت نہ کی تھی۔آپ ﷺ کے پاس لوگوں کا اژدہام ہو گیا۔اکثر لوگ آپ ﷺ کو نہ پہچانتے تھے۔جب کھجور کا سایہ آپ ﷺ کے سر اقدس پر نہ رہا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اٹھ کر اپنی چادر سے حضور ﷺ پر سایہ کرنے لگے۔پھر لوگوں نے آپ ﷺ کو پہچان لیا''۔(روض الانف' جلد ا' ص ۴۶۵)

حضور ﷺ کی مدینہ طیبہ تشریف آوری کی تاریخ

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ ۱۲ ربیع الاول بروز سوموار مدینہ طیبہ جلوہ افروز ہوئے۔عجمی مہینہ ستمبر تھا۔ابن اسحاق کے علاوہ دیگر مؤرخین کہتے ہیں کہ آپ ﷺ ۸ ربیع الاول کو مدینہ طیبہ میں تشریف لائے۔ابن الکلبی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ یکم ربیع الاول بروز سوموار غار ثور سے باہر تشریف لائے اور ۱۸ ربیع الاول بروز جمعۃ المبارک مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔بیعت عقبہ ایام تشریق کے وسط میں ہوئی۔

(روض الانف' جلد ا' ص ۴۶۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں اس وقت آٹھ یا نو سال کا لڑکا تھا۔مجھے ابھی تک یاد ہے کہ جس روز آنحضرت ﷺ مدینہ شریف تشریف لائے تو آپ ﷺ کے ظہور کے نور سے مدینہ کے در و دیوار روشن ہو گئے تھے۔جیسے کہ آفتاب طلوع ہوتا ہے اور اس دن جبکہ آپ ﷺ اس جہان سے پوشیدہ ہو گئے تو تمام جگہیں تیرہ و تار ہو گئیں یعنی ہر جگہ اندھیرا چھا گیا بعینہ جیسے کہ سورج غروب ہو جاتا ہے اور مدینہ منورہ میں آپ کا تشریف لانا بروز دوشنبہ (سوموار) اور ماہ ربیع الاول کی بارہویں یا تیرھویں تاریخ کو ہوا اور یہ اختلاف رویت ہلال کے باعث ہے اور حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بارہ تاریخ پر جزم فرمایا ہے اور روضۃ الاحباب اور دوسرے اقوال کے مطابق بھی یہی ہے۔یہی صحیح اور درست ہے اور آپ ﷺ ۲۷ ماہ صفر کو مکہ شریف سے نکلے تھے۔آپ ﷺ کا مکہ شریف سے خروج ماہ ربیع الاول کے شروع میں ہوا اور علماء سیر کا اتفاق اس پر ہے کہ جس دن آپ ﷺ مدینہ شریف میں داخل ہوئے۔وہ دوشنبہ (سوموار) کا دن تھا اور ماہ ربیع الاول تھا لیکن اس میں اختلاف ہے کہ ماہ کی کون سی تاریخ تھی اور دوشنبہ (سوموار) کے دن کے فضائل میں سے یہ ہے کہ سرور انبیاء ﷺ کی ولادت شریفہ اور آپ ﷺ کی ابتدائے بعثت اور ہجرت اور مدینہ طیبہ میں قدم مبارک آنا اور وصال مبارک یہ سب امور دوشنبہ (سوموار) کے دن ہی واقع ہوئے (کذا قالوا) (مدارج النبوۃ' جلد ا' ص ۹۳' ۹۴) اور اسی صفحہ پر یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ پہلے عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ کے گھروں میں تشریف فرما ہوئے۔جہاں کہ مسجد قبا ہے اور وہاں پر ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پیادہ سفر طے کیا اور پیدل چل چل کر ان کے قدموں میں آبلے پڑ گئے تھے۔روضۃ الاحباب میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے ان پر لعاب دہن لگایا اور انہیں صحت مل گئی اور آپ ﷺ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آنے کی بہت خوشی ہوئی اور یہ بھی اسی طرح کہ آپ ﷺ نے غزوۂ خیبر کے موقع پر ان کی آنکھوں سے کیا۔اپنا لعاب دہن مبارک ان کی آنکھوں پر لگایا تو اسی وقت آنکھوں کو شفا مل گئی اور درد چشم ختم ہو گیا۔(مدارج النبوۃ)

مسجد نبوی کی بنیاد

ابن ہشام کہتے ہیں حضرت سفیان بن عیینہ نے امام شعبی سے روایت کیا۔سب سے پہلے مسجد نبوی کی بنیاد حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے رکھی۔

(سیرت ابن ہشام' جلد دوم' ص ۴۷۶)

قبا میں پہنچنے کی تاریخ:

(اب مواہب اللدنیہ جلد اول ص ۱۹۷ تا ۱۹۹ نقل کیا جاتا ہے)

حضرت موسیٰ بن عقبہ، حضرت ابن شہاب سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری ربیع الاول کے چاند میں یعنی ربیع الاول کی پہلی تاریخ ہوئی۔جویر بن حازم کی روایت میں ہے وہ ابن اسحاق سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں اس ربیع الاول کی دو راتیں گزر چکیں تھیں۔ابو معشر کے نزدیک بھی اسی طرح ہے لیکن وہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ سوموار کی رات تشریف لائے۔

Marfat.com

ابن سعد کے نزدیک تشریف آوری کے وقت ربیع الاول کی بارہ راتیں گزر چکیں تھیں (ابوسعد نیشاپوری کی تصنیف) ''شرف المصطفیٰ'' میں ابوبکر بن حزم کے طریق سے ہے کہ آپ ﷺ ربیع الاول شریف کی تیرہ تاریخ کو تشریف لائے۔ اس روایت اور پہلی روایت (بارہ تاریخ والی روایت تک) کو یوں جمع کیا جاسکتا ہے کہ چاند کے دیکھنے میں اختلاف ہوا ہوگا۔ اور کہا گیا ہے کہ ربیع الاول کی بارہ راتیں گزر چکی تھیں اور سوموار کا دن تھا اور جب گرمی انتہا کو پہنچ چکی تھی تو آپ تشریف لائے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الروضۃ'' کی کتاب السیر میں اس کو قطعی قرار دیا۔

ابن کلبی نے کہا کہ آپ ربیع الاول کی پہلی تاریخ سوموار کے دن غار سے نکلے اور بارہ ربیع الاول جمعۃ المبارک کے دن مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ یہ بھی کہا گیا کہ ربیع الاول کی دو راتیں گزر چکی تھیں۔

امام بیہقی کے نزدیک بائیس راتیں گزر چکی تھیں۔ ابن حزم کہتے ہیں کہ آپ مکہ مکرمہ سے نکلے تو اس وقت صفر المظفر کی تین راتیں باقی تھیں۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۷ ص ۱۹۱)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قبا پہنچنا:

نبی اکرم ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں تین دن ٹھہرے، پھر سترہ یا اٹھارہ ربیع الاول کو قبا میں آپ سے جا ملے اور قبا میں ایک یا دو راتیں حضور ﷺ کے ساتھ رہے۔

ہجری تاریخ:

نبی اکرم ﷺ نے تاریخ لکھنے کا حکم فرمایا تو ہجرت کے وقت لکھی گئی اور کہا گیا کہ سب سے پہلے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تاریخ مقرر کی اور اس کو محرم سے جاری کیا۔[1]

قبا میں اقامت:

نبی اکرم ﷺ قبا میں بنو عمرو بن عوف کے ہاں بائیس راتیں ٹھہرے اور صحیح مسلم میں ہے کہ آپ ان میں چودہ راتیں ٹھہرے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ سوموار، منگل، بدھ اور جمعرات کے دن ٹھہرے۔ (السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد ۲ ص ۱۱) اور آپ ﷺ نے مسجد قبا بنائی جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی صحیح قول یہی ہے۔ یہ اسلام میں بنائی جانے والی پہلی مسجد ہے اور سب سے پہلے جس مسجد میں نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو کھلم کھلا نماز پڑھائی وہ یہی مسجد ہے، عامۃ المسلمین کی جماعت کے لئے سب سے پہلے بنائی جانے والی مسجد بھی یہی ہے۔ اگرچہ اس سے پہلے بھی مساجد بنائی گئیں (جس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر میں مسجد بنائی) لیکن وہ خصوصی مساجد تھیں۔

(مواہب اللدنیہ جلد اوّل ص ۱۹۷ تا ۱۹۹)

مدینہ طیبہ میں مہاجرین کی اقامت گاہیں:

ابن اسحاق کہتے ہیں۔ ''حضرت عمر بن خطاب، ان کے بھائی حضرت زید بن خطاب، حضرت عمرو بن سراقہ، حضرت عبداللہ بن سراقہ، حضرت خنیس بن حذافہ سہمی (یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے داماد تھے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ان کی زوجیت میں تھیں ان کی وفات کے بعد حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے حبالہ عقد میں آگئیں) حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل، حضرت واقد بن عبداللہ التمیمی (حلیف) حضرت خولی بن ابی خولی، حضرت مالک بن ابی خولی (حلیف ابن ہشام کہتے ہیں، ابوخولی کا تعلق بنو عجل بن لجیم بن صعب بن علی بن بکر بن وائل سے تھا) حضرت یاس بن

[1] ابونعیم نے نقل کیا کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ ہمارے پاس آپ کے خطوط آتے ہیں۔ ان پر تاریخ نہیں ہوتی تو آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کیا، بعض نے مشورہ دیا کہ بعثت سے تاریخ لکھیں، بعض نے کہا ہجرت سے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہجرت نے حق و باطل میں فرق کیا، لہٰذا اسی سے تاریخ جاری کرو اور محرم سے شروع کرو کیونکہ اس وقت لوگ حج سے واپس آتے ہیں اور یہ سترہ ہجری کی بات ہے۔ (طبقات ابن سعد جلد اوّل ص)

Marfat.com

بکیر، حضرت عاقل بن بکیر، حضرت عامر بن بکیر، حضرت خالد بن بکیر، بنوسعد بن لیث میں سے ان کے حلیف رضی اللہ عنہم حضرت رفاعہ بن عبدالمنذر بن زنبر کے پاس مقام قباء میں ٹھہرے۔ حضرت عیاش بن ربیع رضی اللہ عنہ بھی یہیں مقیم ہوئے۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم لگاتار مدینہ طیبہ کا رخ کرنے لگے۔ حضرت طلحہ بن عبیداللہ بن عثمان اور حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہم حضرت خبیب بن اساف کے پاس مقام ''سخ'' میں اقامت گزیں ہو گئے۔ ابن ہشام کہتے ہیں انہیں یساف بھی کہا جاتا تھا ایک قول کے مطابق حضرت طلحہ بن عبیداللہ، حضرت اسعد بن زرارہ کے ہاں فروکش ہوئے۔ ابن ہشام کہتے ہیں مجھے بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو کفار قریش نے ان سے کہا ''اے صہیب! جب تم ہمارے پاس آئے تھے تم مفلس و کنگال تھے، تمہارے مال کی فراوانی ہمارے پاس ہی ہوئی۔ یہ کمائی ہمارے ہاں ہی ہوئی ہے، پھر تم اپنے نفس اور مال سمیت یہاں سے جانا چاہتے ہو، قسم بخدا! یہ تو نہیں ہو سکتا۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا'' کیا جب میں تمہیں اپنا مال دے دوں تو تم میرا راستہ چھوڑ دو گے؟ انہوں نے کہا ''ہاں''۔ انہوں نے کہا'' میں اپنا تمام مال تمہارے سپرد کرتا ہوں'' جب یہ خبر حضور ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ربح صھیب ربح صھیب۔ حضرت صہیب نفع میں رہے۔ حضرت صہیب نفع میں رہے۔

حضرت حمزہ، زید، ابومرثد، ابن مرثد، انسہ اور ابوالبشہ رضی اللہ عنہم کی اقامت گاہ:

ابن اسحاق کہتے ہیں، حضرت حمزہ بن عبدالمطلب، حضرت زید بن حارثہ، حضرت ابومرثد کناز بن حصن (ابن ہشام کہتے ہیں انہیں ابن حصین کہا جاتا تھا) ان کے نورنظر حضرت مرثد الغنویان (حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے حلیف) حضرت انسہ، حضرت ابوکبشہ (حضور ﷺ کے خادم) رضی اللہ عنہم نے حضرت کلثوم بن ھدم رضی اللہ عنہ کے گھر کو اپنا مسکن بنایا۔ ان کا تعلق بنوعمرو بن عوف سے تھا اور ان کا گھر قباء میں تھا۔ ایک روایت کے مطابق یہ تمام حضرات سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ کے ہاں ٹھہرے۔ ایک اور روایت کے مطابق حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے حضرت اسعد بن زرارۃ رضی اللہ عنہ کے ہاں قیام کیا۔

حضرت عبیدہ بن حارث بن مطلب، حضرت سویط بن سعد بن حریملہ، حضرت طلیب بن عمیر اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم اور کچھ مہاجرین نے حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے گھر کو اپنا مسکن بنایا ان کا تعلق بلحارث بن خزرج سے تھا۔

حضرت زبیر بن عوام اور حضرت ابوسبرۃ بن ابی رھم بن عبدالعزیٰ، حضرت منذر بن محمد بن عقبہ بن احیحہ بن جلاح رضی اللہ عنہم کے گھر بطور مہمان ٹھہرے ان کا گھر عصبہ میں تھا۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بن ہاشم جن کا تعلق بنوعبدالدار سے تھا، حضرت سعد بن معاذ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے ہاں ٹھہرے۔ حضرت سعد کا تعلق بن عبدالاشہل سے تھا اور ان کا قیام دار بنوعبدالاشہل میں تھا۔ حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ اور آپ کے غلام حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے بھی یہیں قیام کیا (ابن ہشام کہتے ہیں کہ حضرت سالم، ثبیتہ بنت یعار بن زید بن عبید بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس کے آزاد کردہ غلام تھے، آزادی کے بعد یہ حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ کے پاس چلے گئے۔ انہوں نے ان کو اپنا بیٹا بنا لیا اور یہ سالم مولیٰ ابی حذیفہ کے نام سے مشہور ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ ثبیتہ بنت یعار رضی اللہ عنہا، حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں۔ انہوں نے حضرت سالم رضی اللہ عنہ کو آزاد کر دیا پھر وہ سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مشہور ہو گئے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں حضرت عتبہ بن غزوان بن جابر رضی اللہ عنہ حضرت عباد بن وقش رضی اللہ عنہ کے گھر اقامت گزیں ہوئے۔ ان کا تعلق بھی بنوعبدالاشہل سے تھا۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ حضرت اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ کے گھر مقیم ہوئے۔ حضرت اوس رضی اللہ عنہ، حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے اسی وجہ سے حضرت حسان رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ پیار کرتے تھے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا تو انہوں نے بہت گریہ زاری کی کہا جاتا ہے کہ کنوارے مہاجرین، حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ کے گھر ٹھہرے کیونکہ وہ بھی کنوارے تھے۔ (سیرت ابن ہشام مع روض الانف ص ۴۲۹ تا ۴۳۳)

(مقصد اوّل ص ۱۹۹ تا ۲۰۹ نقل کیا جاتا ہے)

نوٹ: نبی اکرم ﷺ قباء شریف تشریف لے جاتے۔ کبھی سواری پر اور کبھی پیدل اور آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص اس مسجد میں نماز پڑھے تو یہ

Marfat.com

ایک عمرہ کے برابر ہے، (صحیح مسلم جلد اوّل ص ۴۴۸) اور یہ بھی فرمایا کہ جو شخص گھر میں وضو کرے، مسجد قبا میں آئے اور وہاں نماز پڑھے تو اس کا ثواب عمرے کے برابر ہے۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۰۲ باب ماجاء فی الصلوٰۃ فی مسجد قباء)

قبا سے مدینہ طیبہ کی طرف روانگی:

پھر نبی اکرم ﷺ جمعۃ المبارک کے دن جب سورج بلند ہوا تو قبا سے روانہ ہوئے۔ جمعہ کا وقت بنو سالم بن عوف کے ہاں ہوا تو آپ نے وہاں مسلمانوں کو جمعہ کی نماز پڑھائی اور یہ ایک سو کی تعداد میں تھے۔ یہ وادی رانوناء کا بطن ہے (لفظ رانوناء عاشوراء کی طرح ہے۔) مسجد کا نام الغبیب تھا۔ اسم تصغیر ہے جیسے ''المغانم المطابہ'' کے مصنف نے لکھا ہے اور یہ وادی ذی صلب تھی اس مسجد کو اسی لئے مسجد جمعہ کہا گیا کہ یہ چھوٹی سے مسجد تھی جو پتھروں سے انسان کے نصف قد کے برابر بنائی گئی تھی اور یہ مسجد قبا کی طرف جاتے ہوئے جانے والے کی دائیں جانب آتی ہے۔ (آج کل وہاں نہایت خوبصورت مسجد تعمیر کی گئی......۱۲ہزاروی)

نبی اکرم ﷺ جمعۃ المبارک کے بعد اپنی سواری پر سوار ہو کر مدینہ طیبہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب آپ مدینہ طیبہ کی طرف متوجہ ہوئے تو آپ کے پیچھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سوار تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بوڑھے معلوم ہونے کی وجہ سے پہچانے جاتے تھے اور حضور ﷺ جوان تھے (جلدی بڑھاپا نہ آیا) پہچانے نہ جاتے تھے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کوئی شخص ملتا تو پوچھتا اے ابوبکر! تمہارے آگے یہ کون شخص ہیں؟ وہ فرماتے یہ ایک شخص ہے جو مجھے راستہ دکھاتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سوال کرنے والا سمجھتا کہ اس سے راستہ دکھانا مراد ہے اور آپ کا مقصد تھا کہ بھلائی کی راہ دکھانے والے ہیں۔ (صحیح بخاری جلد اوّل ۵۵۲ کتاب مناقب الانصار)

ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا لوگوں کو مجھ سے مشغول رکھو، چنانچہ جب پوچھا جاتا کہ آپ کون ہیں تو فرماتے ضرورت مند ہوں۔ جب کہا جاتا کہ آپ کے ساتھ یہ کون ہے؟ تو فرماتے یہ مجھے رستہ دکھانے والے ہیں۔

(طبقات ابن سعد جلد اوّل ص ۲۳۴)

طبرانی کی حدیث میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں میں معروف تھے جب آپ سے کوئی شخص ملتا تو آپ سے کہتا یہ آپ کے ساتھ کون ہے تو آپ فرماتے یہ شخص مجھے راستہ دکھاتا ہے۔ آپ کی مراد دین میں ہدایت تھی اور پوچھنے والا سمجھتا کہ ظاہری راستہ دکھانے والا مراد ہے۔ (المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۴ ص ۱۰۷)

حضرت ابوبکر صدیق مدینہ طیبہ والوں میں معروف تھے کیونکہ آپ تجارتی سفر میں ان کے پاس سے گزرتے تھے اور نبی اکرم ﷺ پر بڑھاپا نہیں آیا تھا، حالانکہ آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے عمر میں بڑے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ہجرت کرنے والوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کے سیاہ بالوں میں سفیدی نہ تھی۔ (صحیح بخاری جلد اوّل ص ۵۵۲ کتاب مناقب الانصار)

نوٹ:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ آپ مجھے راستہ دکھانے والے ہیں، غالباً یہ مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ جاتے ہوئے راستے میں ایسا ہوا...... ۱۲ہزاروی)۔ مؤلف بھی اس کے ساتھ اتفاق کرتا ہے۔ کتاب سیرت ضیاء النبی ﷺ جلد اوّل ص ۸۳ پر بھی اسی طرح بیان کیا گیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی اونٹنی:

نبی اکرم ﷺ جب بھی انصار کی کسی دار (حویلی) سے گزرتے تو وہ آپ کو اپنے ہاں ٹھہرنے کی دعوت دیتے ہوئے کہتے، یا رسول اللہ! طاقت اور دفاع کرنے والوں کی طرف آیئے۔ آپ فرماتے میری اونٹنی کا راستہ چھوڑ دو، کیونکہ اسے حکم دیا گیا ہے۔ آپ نے بھی اس کی لگام کو ڈھیلا چھوڑا اور اسے حرکت نہ دی۔ وہ دائیں بائیں دیکھتی تھی حتیٰ کہ جب مالک ابن نجار کے مکان کے پاس آئی تو مسجد کے دروازے پر بیٹھ گئی اور وہ جگہ

Marfat.com

ان دونوں رافع بن عمرو کے بیٹوں اور سہل اور سہیل کے اونٹوں کو بٹھانے کی جگہ تھی اور یہ دونوں معاذ بن عفراء کی پرورش میں تھے اور یتیم تھے اور کہا جاتا ہے کہ اسعد بن زرارہ کی پرورش میں تھے۔ پھر اونٹنی وہاں سے اٹھی اور نبی اکرم ﷺ اس پر سوار تھے، حتیٰ کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے دروازے پر بیٹھ گئی پھر وہاں سے اٹھ کر پہلی جگہ جا بیٹھی اور گردن کا نچلا حصہ زمین پر ڈال دیا یا ذبح والی جگہ زمین پر ڈالی اور منہ کھولے بغیر آواز نکالی۔ نبی اکرم ﷺ اس سے اترے اور فرمایا ان شاء اللہ یہی منزل ہے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر میں:

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے آپ کا سامان اُٹھایا اور اپنے گھر لے گئے اور آپ کے ساتھ حضرت زید بن حارثہ تھے اور بنونجار کا مکان انصار کے مکانات میں سے اچھا اور افضل تھا اور وہ لوگ نبی اکرم ﷺ کے جد امجد حضرت عبدالمطلب کے ماموں لگتے تھے۔ (ان کا ننھیال تھا)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ والی حدیث میں امام یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ''کتاب الذکر والدعاء'' میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو میرے ہاں اترے۔ میں اوپر والی منزل میں تھا۔ میں نے علیحدگی میں ام ایوب رضی اللہ عنہا سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ اوپر والی منزل میں ٹھہرنے کا ہم سے زیادہ حق رکھتے ہیں۔

آپ پر فرشتے اُترتے ہیں اور وحی نازل ہوتی ہے۔ چنانچہ اس رات میں اور ام ایوب رضی اللہ عنہا دونوں نہ سوئے۔ جب صبح ہوئی میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آج رات میں نے اور ام ایوب رضی اللہ عنہا نے آرام سے نہیں گزاری۔ آپ نے پوچھا ابوایوب کیوں؟ میں نے کہا آپ اوپر والی منزل میں ٹھہرنے کا حق ہم سے زیادہ رکھتے ہیں۔ آپ پر فرشتے اترتے ہیں اور وحی نازل ہوتی ہے جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اس کی قسم میں اس چھت کے اوپر کبھی نہیں رہوں گا جس کے نیچے آپ ہوں [1]

یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ یہ گھر جو حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے پاس تھا اسے تبع اول (تبع حمیری) نے اس وقت بنایا جب وہ مدینہ طیبہ سے گزرا [2]۔ اور اس میں چار سو علماء کو چھوڑا اور ایک خط نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں لکھا جو ان میں سے سب سے بڑے عالم کو دے دیا اور اس سے کہا کہ نبی اکرم ﷺ کو دے دیں۔ یہ مکان مختلف مالکوں کے پاس منتقل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو ملا اور آپ اس عالم کی اولاد سے تھے اور اہل مدینہ جنہوں نے آپ کی مدد کی ان علماء کی اولاد سے تھے۔ اس بنیاد پر آپ اپنے ہی مکان میں اترے، کسی دوسرے مکان میں نہیں۔ تحقیق النصرہ فی تاریخ دار الہجرۃ (شیخ زین الدین بن حسین مراغی کی تصنیف) میں اسی طرح نقل کیا گیا ہے۔

---

[1] ابن اسحاق کے نزدیک اس طرح ہے کہ آپ نے فرمایا اے ابوایوب ہمارے اور ہمارے ملنے والوں کے لئے نیچے رہنا مناسب ہے۔ (السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد ۲ ص ۱۴)

[2] تبع بن حسان حمیری بادشاہ تھا۔ وہ مکہ مکرمہ گیا۔ خانہ کعبہ پر غلاف چڑھایا اور واپسی پر مدینہ طیبہ آیا۔ اس کے ساتھ بہت بڑا لشکر تھا۔ اس نے چار سو علماء اور حکماء کو جمع کر کے بیعت لی کہ یہاں سے نہ جائیں اور ان کو بتایا کہ بیت اللہ شریف اور اس شہر کا شرف ایک ایسے شخص کی وجہ سے ہے جو تشریف لائیں گے اور ان کا اسم گرامی محمد ﷺ ہوگا۔ اس نے چار سو مکانات بنائے ان علماء اور حکماء کو وہاں ٹھہرایا۔ (شرح زُرقانی جلد اول ص ۳۱۵)

Marfat.com

نقشہ

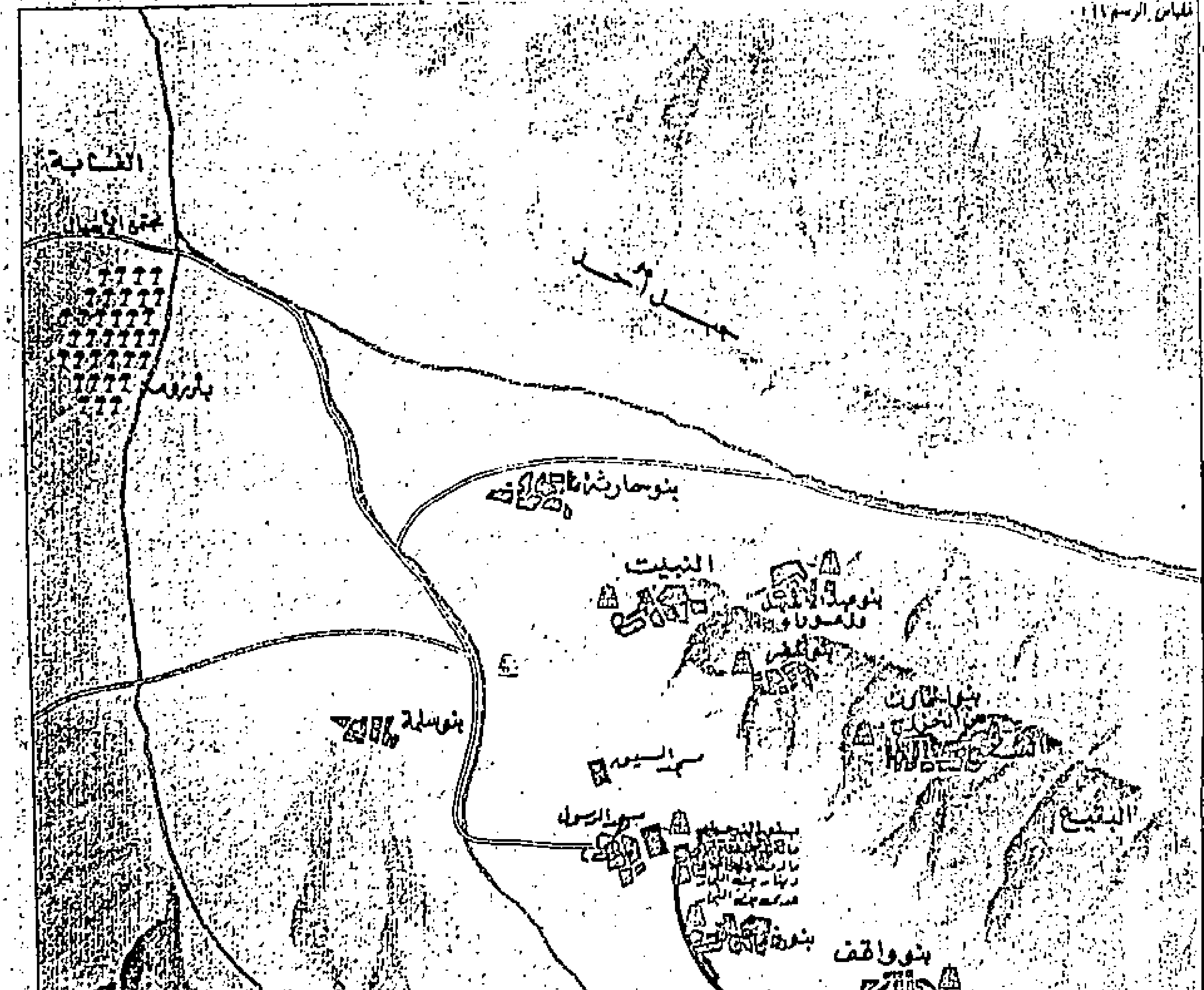

Marfat.com

تمام اہل مدینہ خوش تھے:

اہل مدینہ نبی اکرم ﷺ کی تشریف آوری پر بہت خوش ہوئے اور آپ کے آنے سے مدینہ طیبہ کی ہر چیز روشن ہوگئی اور دل مسرور ہو گئے۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس دن رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے اس دن ہر چیز روشن ہوگئی اور آپ کے آنے پر پردہ نشین عورتیں اپنے مکانوں کی چھتوں پر چڑھ کر یوں کہنے لگیں۔

طلع البدر علینا
من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا
ما دعا للہ داع

ہم پر چودھویں کا چاند
ثنیات الوداع سے طلوع ہوا
ہم پر شکر واجب ہے جب تک
اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والا بلائے

یہ اشعار کب کہے گئے؟

میں (امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ یہ شعر اس وقت کہے گئے جب حضور ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ اسے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل النبوت میں اور ابوالحسن بن مقری نے کتاب الشمائل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے نقل کیا اور طبری سے ''الریاض'' میں ابوالفضل بن جمحی سے نقل کیا۔ وہ فرماتے ہیں، میں نے ابن عائشہ سے سنا فرماتے ہیں میرا خیال ہے انہوں نے اپنے باپ سے نقل کیا۔ پھر آگے ذکر کیا اور کہا کہ حلوانی نے اسے شیخین کی (امام بخاری ومسلم رحمۃ اللہ علیہ) شرط پر ذکر کیا۔

ثنیۃ الوداع کو اس لئے ثنیۃ الوداع کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے بعض سفروں میں مدینہ طیبہ کے بعض مقیم افراد کو یہاں سے رخصت کیا ہے (سفر تبوک مراد ہے) یہ بھی کہا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے بعض لشکروں کو وہاں سے رخصت کیا اور وہاں تک آپ ان کے ساتھ تشریف لے گئے۔ یہ قول بھی ہے کہ پہلے دور میں جو لوگ مدینہ طیبہ سے سفر کرتے تھے ان کو رخصت کرنے کے لئے وہاں تک لوگ آتے تھے اور الوداع کہتے۔

حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اس آخری قول کو صحیح قرار دیا ہے اور اس پر انصار کی خواتین کے قول سے استدلال کیا کہ جب نبی اکرم ﷺ تشریف لائے تو انہوں نے کہا:

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع

ابن بطال کا قول ہے کہ: اسے ثنیۃ الوداع اس لئے کہا گیا کہ وہ اس جگہ تک حاجیوں اور غازیوں کے پیچھے آتے تھے، یہاں سے ان کو رخصت کرتے اور کسی آنے والے کے استقبال کے لئے یہاں تک آتے تھے۔

شیخ الاسلام اولی العراقی نے کہا کہ یہ تمام تاویلات مردود ہیں۔ کیونکہ صحیح بخاری، سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی میں حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ تبوک سے واپس تشریف لائے تو صحابہ کرام کے استقبال کے لئے ثنیۃ الوداع پر گئے۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۵ ص ۲۶۵، سنن ابی داؤد جلد ۲ ص ۳۸، صحیح بخاری جلد ۲ ص ۲۲۷، صحیح مسلم جلد اول ص ۲۰۵)

Marfat.com

وہ فرماتے ہیں اس سے واضح ہوتا ہے کہ ثنیۃ الوداع شام کی جہت میں ہیں، اس لئے جب میرے والد (عراق کے والد رحمۃ اللہ علیہ) نے شرح ترمذی میں ابن بطال کا قول نقل کیا تو فرمایا یہ وہم ہے اور فرمایا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا کلام معفل ہے، اگر حدیث کی سند میں دو راویوں کا اکٹھے ذکر نہ ہو تو وہ حدیث معفل ہے) اس لئے اس کو دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔

ابن قیم نے الھدی النبوی میں اس بات کی سبقت کرتے ہوئے کہا یہ بعض راویوں کی طرف سے وہم ہے، کیونکہ ثنیۃ الوداع شام کی جانب ہے۔ مکہ مکرمہ سے آنے والے کو نہ تو وہ نظر آتی ہے اور نہ ہی وہ وہاں سے گزرتا ہے مگر یہ کہ شام کی طرف جا رہا ہو اور یہ اشعار اس وقت پڑھے گئے، جب آپ تبوک سے واپس تشریف لائے۔ (زاد المعاد فی ھدی خیر العباد جلد ۳ ص ۱۳)

لیکن ابن عراقی نے یہ بھی کہا کہ یہ ہو سکتا ہے کہ ہر طرف ایک ثنیہ گھاٹی ہو جہاں رخصت ہونے والے جاتے ہوں تو ان سب کے مجموعہ کو ثنیات الوداع کہا گیا۔

بچیوں اور بچوں کی خوشی:

کتاب ''شرف المصطفیٰ'' میں ہے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ وہ فرماتے ہیں جب اونٹنی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے دروازے پر بیٹھ گئی تو بنونجار کی بچیاں دف لے کر باہر نکلیں، وہ کہہ رہی تھیں۔

نحن جوار بنی النجار
یا حبذا محمد من جار

''ہم بنونجار کی بیٹیاں ہیں۔ کیا ہی اچھے پڑوسی ہیں حضرت محمد ﷺ''۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کیا تم مجھ سے محبت کرتی ہو؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ! امام طبرانی نے الصغیر میں روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میرا دل بھی تم سے محبت کرتا ہے۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۲ ص ۵۰۸)

طبری کہتے ہیں کہ بچے اور بچیاں راستوں میں پھیل گئے۔ وہ کہتے تھے محمد ﷺ آ گئے، رسول اللہ ﷺ آ گئے۔

مدینہ طیبہ کی وبا:

حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کو بخار ہو گیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب بخار آتا تو آپ یہ شعر پڑھتے تھے۔

کل امرء مصبح فی اھلہ
والموت ادنی من شراك نعلہ

''ہر شخص اپنے گھر والوں میں صبح کرنے والا ہے اور موت اس کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہوتی ہے''۔

اور جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا بخار ختم ہوتا تو وہ اپنی آواز بلند کر کے کہتے۔

الا لیت شعری ھل ابیتن لیلۃ
بواد وحولی اذخر و جلیل
وھل اردن یوما میاہ مجنۃ
وھل یبدون لی شامۃ و طفیل

''کاش مجھے معلوم ہوتا کہ میں کسی رات وادی مکہ میں یوں رہا ہوں کہ میرے اردگرد اذخر اور جلیل خوشبودار گھاس اور نازک پودے ہوں''۔

Marfat.com

''کیا میں کسی دن مجنہ کے پانیوں پر جاؤں گا اور کیا میرے لئے شامہ اور طفیل ظاہر ہوں گے (شامہ اور طفیل مکہ مکرمہ کے قریب دو کنوئیں ہیں)''۔

اے اللہ! شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف پر لعنت بھیج جیسا کہ انہوں نے ہماری زمین سے وبا والی زمین کی طرف نکلنے پر مجبور کیا۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے یہ دعا مانگی:

یا اللہ ہمیں مدینہ طیبہ کی محبت عطا فرما۔ مکہ مکرمہ کی محبت کی طرح یا اس سے بھی زیادہ۔ یا اللہ! ہمارے صاع اور مد (دو پیمانے) میں برکت عطا فرما اور ان کو ہمارے لئے درست کر دے اور یہاں کے بخار کو جحفہ (مقام) کی طرف منتقل کر دے۔

(صحیح بخاری جلد ۲ ص ۸۴۴ کتاب المرضیٰ، صحیح مسلم جلد ۲، ص ۲۱۶؍ کتاب الحج)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، ہم مدینہ طیبہ میں آئے تو وہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں سے سب سے زیادہ وبا والی زمین تھی اور وادی بطحان سے ایسا پانی جاری رہتا جس کا رنگ بدلا ہوا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دعا مانگی:

اللهم ازرقني شهادة في سبيلك واجعل موتي في بلد رسولك .

یا اللہ مجھے اپنے راستے میں شہادت عطا فرما اور میری وفات اپنے رسول اللہ ﷺ کے شہر میں کرنا۔

رسول اکرم ﷺ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں سات ماہ ٹھہرے اور کہا گیا ہے کہ دوسرے سال کے ماہ صفر المظفر تک ٹھہرے۔ دو لابی کہتے ہیں کہ ایک مہینہ ٹھہرے۔ (طبقات ابن سعد جلد اول ص ۲۳۷)

مسجد نبوی کی تعمیر:

جب نماز کا وقت ہوتا تو نبی اکرم ﷺ نماز ادا فرماتے اور جب آپ نے مسجد شریف بنانے کا ارادہ فرمایا تو فرمایا! اے بنونجار! اپنے باغ کی قیمت مجھے بتاؤ۔ انہوں نے عرض کیا ہم اس کی قیمت صرف اللہ تعالیٰ سے وصول کریں گے (ثواب مقصود ہے) آپ نے انکار فرمایا اور مسجد کی زمین دس دینار کے بدلے خریدی جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مال سے ادا کی گئی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ سے اپنا تمام مال ساتھ لائے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ مسجد کی جگہ پر کھجور کے درخت، بنجر زمین اور مشرکین کی قبریں تھیں۔ آپ کے حکم سے قبروں کو اکھاڑا گیا، ویران جگہ کو برابر کیا گیا اور درخت کاٹ دیئے گئے، پھر آپ نے اینٹیں بنانے کا حکم دیا تو وہ بنائی گئیں اور مسجد تعمیر کر کے کھجور کی شاخوں سے چھت ڈالی گئی، جب کہ ستون کھجور کی لکڑی سے بنائے گئے، اس مسجد میں مسلمانوں نے کام کیا، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ دو اینٹیں اٹھا کر لاتے تھے، ایک اینٹ اپنی طرف سے اور دوسری اینٹ حضور ﷺ کی طرف سے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا لوگوں کے لئے ایک اجر ہے، تمہارے لئے دو اجر ہیں اور تمہاری آخری خوراک دودھ کا ایک گھونٹ ہے اور تمہیں ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔[1] (صحیح مسلم جلد اول ص ۲۰۰ کتاب المساجد، صحیح بخاری جلد اول ص ۵۶۰ کتاب مناقب الانصار)

---

[1] نوٹ: حضرت عمار بن یاسر جنگ صفین میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور شامیوں نے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھی تھے، آپ کو شہید کیا چونکہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ امام حق تھے اس لئے ان کی مخالفت کی وجہ سے دوسروں کو باغی قرار دیا گیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطا اجتہادی تھی۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو مستقبل کی خبروں سے آگاہ فرمایا......۱۲ ہزاروی۔ لیکن کتاب ''حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اہل نظر کے حق میں'' میں قاری علامہ شیخ الحدیث مناظر اسلام قاری محمد عرفان مشہدی موسوی دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے راویوں میں چار نام منکر ضعیف ہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث کا دوسرا حصہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نہیں لکھا بعد میں کسی نے لکھا ہے۔ جس کی تصدیق مؤلف نے بھی کی ہے۔ صحیح بخاری شریف کو دیکھا اس میں حدیث کا پہلا حصہ موجود ہے لیکن دوسرا حصہ اس میں موجود نہیں ہے۔ (مؤلف)

Marfat.com

اور ہم تک یہ روایت پہنچی ہے کہ نبی اکرم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ اینٹیں اٹھاتے تھے اور اس دوران آپ یوں فرماتے۔

هذا الحمال لا حمال خيبر هذا ابر ربنا واطهر

اللهم ان الاجر اجر الاخرة فارحم الانصار والمهاجرة

''یہ بوجھ خیبر کا بوجھ نہیں (کھجوروں کا بوجھ نہیں) اے ہمارے رب! یہ بوجھ زیادہ عمدہ اور زیادہ پاکیزہ ہے''۔

''یا اللہ! بے شک اصل اجر تو آخرت کا اجر ہے۔ پس تو انصار اور مہاجرین پر رحم فرما''۔

ابن شہاب کہتے ہیں ہمیں یہ بات نہیں پہنچی کہ نبی اکرم ﷺ نے ان دو شعروں کے علاوہ کوئی شعر مکمل طور پر فرمایا ہو۔

(صحیح بخاری اول ص ۵۵۵، کتاب مناقب الانصار)

یہ بھی کہا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ پر شعر کہنا منع تھا۔ پڑھنا منع نہیں تھا اور آپ کے لئے اشعار پڑھنے کی ممانعت پر کوئی دلیل نہیں۔ هذا الحمال میں الحمال حاء کے کسرہ اور میم کی تخفیف کے ساتھ ہے (شد نہیں ہے) جو اینٹیں اٹھائی جارہی ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں خیبر کے بوجھوں سے بہتر ہیں یعنی جو بوجھ خیبر سے لایا جاتا ہے اور وہ کھجور اور انگور ہوتے تھے۔ مستملی کی روایت میں (حاء کی بجائے) جیم کے ساتھ ہے۔ کتاب تحقیق النصرۃ میں ہے۔ کہا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی چادر رکھ دی تو صحابہ کرام نے بھی اپنی چادریں رکھ دیں اور وہ کہہ رہے تھے۔

لئن قعدنا والنبی یعمل ذاك اذا للعمل المضلل

اگر ہم بیٹھ جائیں اور نبی اکرم ﷺ کام کر رہے ہوں تو اس وقت ہمارا بیٹھ جانا گمراہ کرنے والا عمل ہے''۔

اور دوسرے کہتے

لا يستوى من يعمر المساجد يداب فيها قائما و قاعدا ومن يرى عن التراب حائدا .

جو شخص مسجدوں کی تعمیر کرتا ہے، اس طرح کہ وہ کھڑا ہوتا ہے یا بیٹھتا اور وہ جو مٹی سے بچتا ہے، دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

مسجد نبوی کی بنیاد:

ابن ہشام فرماتے ہیں کہ حضرت سفیان بن عیینہ نے امام شعبی سے روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے مسجد نبوی کی بنیاد حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے رکھی۔ (سیرت ابن ہشام جلد ۲، ۶۷۴)

مسجد کی کیفیت:

مسجد نبوی کا قبلہ بیت المقدس کی طرف رکھا گیا اور اس کے تین دروازے بنائے گئے۔ ایک دروازہ مسجد کے آخر میں بنایا گیا، ایک دروازے کو باب رحمت کہا گیا اور ایک دروازہ جس سے داخل ہوتے تھے۔

مسجد کی لمبائی قبلہ سے آخر تک ایک سو ہاتھ اور دونوں طرف اس کی مثل یا اس سے کم تھی اور مسجد کی بنیاد تین تین ہاتھ رکھی گئی اور اس کے پہلو میں اینٹوں سے دو مکان بنائے گئے اور ان کی چھت کھجور کی شاخوں اور تنے سے بنائی گئی۔ جب مسجد کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک میں جو مسجد سے ملا ہوتھا، مسجد کی طرف ایک راستہ بنایا گیا اور حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا دوسرے مکان میں تھیں جو اس دروازے سے ملا ہوا تھا جو آل عثمان کے دروازے سے متصل تھا۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان سے اپنے ان مکانات میں منتقل ہو گئے جو آپ نے بنائے تھے اور آپ حضرت زید بن حارثہ اور ابو رافع جو آپ کے غلام تھے رضی اللہ عنہما کو مکہ مکرمہ بھیج چکے تھے۔ پس وہ دونوں حضرت خاتون جنت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا، حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا، حضور سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما اور ام ایمن رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے آئے اور حضرت عبد اللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ

Marfat.com

بھی ان کے ساتھ اپنے گھر کے دیگر افراد کو لے کر مدینہ طیبہ تشریف لائے۔

صفہ مبارک:

مسجد شریف میں ایک سایہ دار جگہ تھی، جہاں مساکین پناہ لیتے تھے۔ اسے صفہ کہا جاتا تھا اور وہاں رہنے والے اہل صفہ (اصحاب صفہ) کہلاتے تھے۔ نبی کریم ﷺ ان کو رات کے وقت بلاتے اور صحابہ کرام پر تقسیم کر دیتے اور ایک جماعت نبی کریم ﷺ کے ساتھ عشاء کا کھانا کھاتی تھی۔

صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے ستر اصحاب صفہ کو دیکھا جن کے پاس بڑی چادر نہ ہوتی تھی تہبند ہوتا یا کمبل جسے انہوں نے اپنی گردنوں سے باندھا ہوتا تھا۔ ان میں بعض کی نصف پنڈلی تک ہوتا اور بعض کے ٹخنوں تک پہنچتا تو وہ جسم کے ننگا ہونے کے خوف سے اس کو ہاتھ سے پکڑے رکھتے تھے۔ (صحیح بخاری جلد اوّل ص ۶۳، کتاب الصلوٰۃ)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تعداد ستر سے زیادہ تھی اور یہ حضرات وہ ہیں جن کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا اور جن کو غزوہ بئر معونہ کی طرف بھیجا گیا تھا، وہ ان کے علاوہ تھے۔ وہ بھی اصحاب صفہ میں سے تھے لیکن یہ لوگ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے پہلے شہید کر دیئے گئے۔

ابن الاعرابی (ابوسعد احمد بن محمد بن زیاد بصری) سلمی (ابو عبدالرحمٰن بن موسیٰ نیشاپوری) امام حاکم اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اصحاب صفہ (کے اسماء گرامی) کو جمع کرنے کا اہتمام کیا لیکن ان میں سے ہر ایک کے پاس وہ چیز ہے، جو دوسرے کے پاس نہیں اور جو کچھ انہوں نے ذکر کیا، اس پر اعتراض اور مناقشہ ہے۔ (فتح الباری جلد اول ص ۴۴۷)

نوٹ: ابو نعیم کی کتاب حلیۃ الاولیاء میں سو سے زائد تعداد بیان کی گئی ہے جو انشاء اللہ تیسری یا چوتھی جلد میں بیان کی جائے گی۔ (مؤلف)

منبر شریف:

نبی کریم ﷺ جمعہ کے دن مسجد میں موجود کھجور کے ایک تنے کے ساتھ کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرماتے، پھر آپ نے فرمایا، کہ میرے لئے کھڑا ہونا مشکل ہو گیا ہے تو آپ کے لئے منبر بنایا گیا، (طبقات ابن سعد جلد اوّل ص ۲۵۰) منبر کا بنانا اور تنے کا رونا ہجرت کے آٹھویں سال واقع ہوا۔ ابن النجار (ابو عبداللہ محمد بن محمود بن حسن بغدادی) نے اس بات کو قطعی قرار دیا لیکن اس پر حدیث افک کے ذریعے اعتراض کیا گیا۔ یہ حدیث صحیحین کی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ دونوں قبیلوں (اوس اور خزرج) کے لوگ ایک دوسرے کے خلاف اٹھے، حتیٰ کہ قریب تھا کہ وہ ایک دوسرے کو قتل کر دیں اور نبی اکرم ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے، چنانچہ آپ اترے اور ان کو ٹھنڈا کیا حتیٰ کہ وہ خاموش ہو گئے۔

ابن سعد نے قطعی طور پر کہا ہے کہ منبر بنانے کا کام ہجرت کے ساتویں سال ہوا لیکن اس قول پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور تمیم داری رضی اللہ عنہ کے ذکر کے ساتھ معارضہ کیا گیا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ، فتح مکہ کے بعد ہجرت کے آٹھویں سال کے آخر میں تشریف لائے اور حضرت تمیم داری نویں سال تشریف لائے۔

بعض سیرت نگاروں سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ مٹی سے بنے ہوئے منبر پر خطبہ دیتے تھے اور لکڑی کا منبر بعد میں بنا لیکن اس پر اعتراض کیا گیا کہ صحیح احادیث کے مطابق نبی اکرم ﷺ خطبہ دیتے وقت کھجور کے تنے کا سہارا لیتے تھے۔

تنے کے رونے کا واقعہ انشاء اللہ معجزات کے بیان میں آئے گا۔

مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات:

مدینہ طیبہ پہنچنے کے پانچ ماہ بعد نبی اکرم ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات قائم فرمائی (دو دو کو ایک دوسرے کا بھائی قرار

Marfat.com

دیا گیا۔[1]

اور یہ نوے (۹۰) افراد تھے۔ دونوں جماعتوں سے پینتالیس پینتالیس افراد تھے، ان کی مواخات حق بات، غم خواری اور ایک دوسرے کا ایک وارث بننے پر تھی۔[2]

یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا حتیٰ کہ غزوہ بدر کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ (الانفال: ۷۵)

اور رشتہ داروں میں سے بعض دوسرے بعض کے زیادہ قریب ہیں۔

(اب اسلامی محبت باقی رہ گئی، لیکن وراثت کا سلسلہ رشتہ داروں میں جاری ہوا۔)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی:

ہجرت کے نویں مہینے کے شروع میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی۔ کسی نے کہا آٹھویں مہینے میں اور بعض نے کہا ہجرت کے اٹھارہ مہینے بعد شوال میں ہوئی۔

نوٹ: امام زُرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ صحیح مسلم میں اس طرح ہے اسی لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے خاندان اور دوسرے اہل محبت کے لئے اس بات کو پسند فرماتی تھی کہ ان کے ہاں بچیوں کی رخصتی شوال کے مہینے میں ہو۔ (شرح زُرقانی جلد اوّل ص ۴۳۴)

اذان کی ابتدا اور نماز کی رکعتوں میں اضافہ:

کتب سیرت وغیرہ میں ہے کہ جب نماز کا وقت ہوتا تو صحابہ کرام خود بخود جمع ہو جاتے اور ان کو بلایا نہ جاتا۔

ابن سعد طبقات میں سعید بن مسیتب رضی اللہ عنہ کی مراسیل سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نماز کے لئے یوں بلاتے تھے۔ الصلوٰۃ جامعۃ نماز کھڑی ہونے والی ہے۔[3]

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا کہ لوگوں کو نماز کے لئے کیسے جمع کیا جائے اور جیسا کہ کہا گیا، یہ دوسرے سال کی بات ہے

---

[1]۔۔۔۔۔اس مواخات کا مقصد یہ تھا کہ مہاجرین سے اجنبیت اور گھر والوں سے جدائی کی پریشانی دور کی جائے اور ایک دوسرے کی مدد بھی ہو۔ اس سے پہلے مکہ مکرمہ میں آپ نے مہاجرین کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا تھا تاکہ ایک دوسرے کی خیر خواہی کریں اور حق پر ایک دوسرے کی مدد کریں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھائی بھائی بنایا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے درمیان، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے درمیان مواخات قائم فرمائی، حتیٰ کہ حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تنہا رہ گئے تو انہوں نے عرض کیا آپ نے سب کے درمیان مواخات قائم فرمائی، میرا بھائی کون ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: تمہارا بھائی میں ہوں۔

[2]۔۔۔۔۔اس کی ایک مثال وہ ہے جو صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ہمارے ہاں تشریف لائے اور نبی اکرم ﷺ نے ان کے اور حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے درمیان مواخات قائم فرمائی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بہت مالدار تھے انہوں نے فرمایا: انصار کو معلوم ہے کہ میں ان میں سے زیادہ مالدار ہوں، میں اپنے مال کو اپنے اور آپ کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کر دیتا ہوں اور میری دو بیویاں ہیں۔ آپ کو جو پسند آئے، میں اسے طلاق دے دیتا ہوں، آپ ان سے نکاح کر لیں، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے گھر والوں میں برکت عطا فرمائے۔ (صحیح بخاری جلد اوّل، ص ۵۳۳)

[3]۔۔۔۔۔صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مسلمان جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو وہ خود بخود نماز کے وقت جمع ہوتے، ان کو بلایا نہ جاتا، ایک دن انہوں نے اس سلسلے میں مشورہ کیا تو بعض نے کہا عیسائیوں کے بگل کی طرح بگل لے لیں۔ کسی نے کہا یہودیوں نے جس طرح سینگ اختیار کیا ہوا ہے، ہم بھی اسی طرح کریں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا تم کسی شخص کو نہیں بھیجتے جو نماز کے لئے آواز دے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے بلال! اٹھو اور نماز کے لئے آواز دو۔ (صحیح مسلم جلد اول ص ۱۶۴، کتاب الصلوٰۃ صحیح بخاری جلد اوّل ص ۸۵، کتاب الاذان)

Marfat.com

(کہا گیا ہے کہ راجح قول کے مطابق ہجرت کے پہلے سال کی بات ہے) کسی نے کہا ناقوس اختیار کریں جیسا کہ عیسائیوں نے اختیار کر رکھا ہے۔ دوسرے حضرات نے کہا یہودیوں کی طرح سینگ استعمال کریں۔ بعض کہنے لگے۔ نہیں بلکہ آگ جلائی جائے اور اسے بلند کیا جائے تا کہ لوگ دیکھ کر نماز کے لئے آئیں۔

حضرت عبداللہ بن زید کا خواب:

پس حضرت عبداللہ بن زید بن ثعلبہ۔ رضی اللہ عنہ نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا جس نے ان کو اذان اور اقامت سکھائی۔ صبح ہوئی تو بارگاہ نبوت ﷺ میں حاضر ہوئے اور اپنا خواب بتایا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت جسے امام حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا، میں ہے کہ انہوں نے (حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے) عرض کیا یارسول اللہ! میں نے وہ کچھ دیکھا جو سونے والا دیکھتا ہے اور اگر میں کہوں کہ میں سویا ہوا نہیں تھا، تو میں سچ کہنے والا ہوں گا۔ میں نے ایک شخص کو دیکھا جس پر دو سبز کپڑے تھے۔ وہ قبلہ رخ ہوا اور اس نے کہا "اللہ اکبر، اللہ اکبر" دو بار حتیٰ کہ وہ اذان سے فارغ ہو گیا۔ (انہوں نے مکمل حدیث ذکر کی) نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ سچا خواب ہے انشاء اللہ۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ اٹھو اور جو کچھ تم نے دیکھا ہے، حضرت بلال پر بولتے جاؤ اور وہ ان کلمات کے ساتھ اذان کہیں کیونکہ تمہاری نسبت ان کی آواز بلند ہے۔

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پس میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ اٹھا۔ میں کلمات بولتا جاتا تھا اور وہ اذان کہتے جاتے تھے۔ فرماتے ہیں جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اذان سنی اور آپ اپنے گھر میں تھے تو آپ اپنی چادر کو گھسیٹتے ہوئے آئے اور فرمانے لگے۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے بھی اسی طرح دیکھا جیسے انہوں نے دیکھا ہے۔

(مواہب اللدنیہ جلد اول ۲۰۹)

(یہودیوں کے ساتھ معاہدہ سے لے کر حضور ﷺ کی وفات تک کے لئے تاریخ ابن خلدون جلد دوئم کا صفحہ ۳۷۹ تا ۴۴۲ مترجم نقل کیا جاتا ہے)

یہودیوں کے ساتھ معاہدہ:

بعد میں آپ ﷺ نے یہود سے معاہدہ کیا اور ایک عہد نامہ لکھ کر دیدیا جس میں انصار مہاجرین اور یہود کے حقوق کے قواعد وضوابط تحریر کئے گئے تھے۔

بنو النجار کے نقیب اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کا انہی معاملات کے دوران انتقال ہو گیا تو بنو النجار آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بجائے اسعد رضی اللہ عنہ کے کسی دوسرے نقیب کے مقرر کئے جانے کی درخواست کی۔ آنحضرت ﷺ نے ان میں سے کسی کو منتخب نہ فرمایا اور یہ ارشاد کیا۔ أنا نقیبکم (میں تمہارا نقیب ہوں) یہ امر بنو النجار کے فضائل میں ہے اور اکثر یہ لوگ اس پر فخر کیا کرتے تھے۔

عبداللہ بن اریقط نے (جو آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ بغرض رہبری گئے تھے) مدینہ سے واپس ہو کر مکہ واپس آ کر ان دونوں بزرگوں کے خیریت سے مدینہ پہنچ جانے کی عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی۔ اس خبر کے بعد عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اپنی بہن عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کی ماں ام رومان رضی اللہ عنہا اور طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچے۔ آنحضرت ﷺ نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ عقد کیا اور جنابہ موصوف سے سخ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مکان پر خلوت فرمائی۔ بعد ازاں آپ ﷺ کے حکم سے ابو رافع رضی اللہ عنہ مکہ چلے گئے اور آپ ﷺ کی بی بی ام المومنین سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا اور آپ کی لڑکیوں کو مدینہ لے آئے۔ انہیں دنوں رؤساء اہل قریش اور ابواحیحہ اور ولید بن المغیرہ اور عاص بن وائل کا انتقال ہو گیا۔ ان کے مرنے کی خبر آنحضرت ﷺ کو بھی ہو گئی۔

Marfat.com

رشتہ مواخات کی استواری:

پھر آپ ﷺ نے بہ الہام الٰہی مہاجرین وانصار میں بھائی بندی کرائی اس طرح کہ حضرت جعفر بن ابی طالب (حبشہ میں تھے) اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ میں اور حضرت ابوبکر صدیق و خارجہ بن زید میں اور عمر بن خطاب و عتبان بن مالک (بنو سالم) میں۔ اور ابوعبیدہ بن الجراح و حضرت سعد بن معاذ میں اور عبدالرحمٰن بن عوف و سعد بن الربیع میں اور زبیر بن العوام و سلمہ بن سلامہ بن وقش میں اور طلحہ بن عبیداللہ و کعب بن مالک میں اور عثمان بن عفان و اوس بن ثابت (برادر حسان) میں اور سعید بن زید و ابی بن کعب میں اور مصعب بن عمیر و ابوایوب میں اور ابوحذیفہ بن عتبہ و عباد بن بشر بن وقش بن عبدالاشہلی میں اور عمار بن یاسر و حذیفہ بن الیمان عنسی حلیف عبدالاشہل میں (بعض کے مطابق ثابت بن قیس اور بن اشماس میں) اور ابوذر غفاری و منذر بن عمرو ساعدی میں اور حاطب بن ابی بلتعہ (حلیف بنو اسد بن عبدالعزیٰ) وعویم بن ساعدہ (بنو عمرو بن عوف) میں اور سلمان فارسی، ابودرداء عمیر بن بلعۃ (بنو الحرث بن الخزرج) میں اور بلال ابن عمامہ (موذن رسول اللہ ﷺ) و ابورویحہ خثعمی (رضی اللہ عنہم) میں رشتہ داریاں قائم کرائیں اور جیسا کہ اوپر تحریر کیا گیا ہے یہ سب بزرگ دوسرے کے قرابت دار بنا دیئے گئے۔

زکوٰۃ کی فرضیت:

آنحضرت ﷺ کو مدینہ میں اطمینان حاصل ہو گیا، آپ کے پاس مہاجرین وانصار (رضی اللہ عنہم) جمع ہوئے اور اسلام کو قدرے استحکام حاصل ہو گیا تو اس وقت زکوٰۃ فرض کی گئی۔ مقیم کی نماز میں دو رکعتیں بڑھائی گئیں جس سے چار رکعتیں پوری ہوئیں ورنہ اس سے پہلے دو ہی رکعتیں نماز مسافر و مقیم کے لئے تھیں۔

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اسلام سے فیضاب ہوئے تو یہودیوں نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا اور اوس و خزرج کے چند لوگوں کو بہکا کر منافق بنا لیا جن کا یہ ہی کام تھا کہ وہ مسلمانوں سے برسر پیکار تھے اور کفریات پر اصرار کئے رہتے تھے۔ ان منافقین کے سردار بنو الخزرج سے عبداللہ بن ابی ابن سلول و جد بن قیس اور قبیلہ اوس سے حرث بن سہیل بن الصامت و عباد بن حنیف و مربع ابن قیظی اور اس کا بھائی اوس (از اہل مسجد ضرار) تھے اور یہودیوں میں سے جو ظاہری طور پر اسلام لے آئے تھے مگر خفیہ طور سے کفریات میں ڈوبے ہوئے تھے سعد بن حنیس و زید بن اللصیت و رافع بن خزیمہ و رفاعہ ابن زید بن التابوت و کنانہ بن خیر را وغیرہ تھے۔

Marfat.com

باب نمبر ۱۰

غزوہ ابواء:

آنحضرت ﷺ کی مدینہ آمد کے بعد صفر کے مہینہ میں آپ بحکم الہٰی جہاد پر کمربستہ ہو گئے تو دوسو اصحاب کو اپنے ہمراہ لے کر قریش و بنوضمرہ پر حملہ کرنے کی غرض سے نکلے۔ مدینہ میں سعد بن عبادہ کو اپنا نائب مقرر فرما گئے۔ جب آپ ودان وابواء میں پہنچے اہل قریش تو نہ ملے البتہ مخشی بن عمرو سردار بنوضمرہ بن عبد مناف بن کنانہ سے آمنا سامنا ہو گیا۔ آپ نے اس سے اس کی قوم کی طرف سے عہد کرنے کے لئے فرمایا۔ اس نے بمو جب ارشاد آپ ﷺ سے عہد واقرار کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ مدینہ واپس تشریف لائے۔ لڑائی نہیں ہوئی۔ یہ پہلا غزوہ تھا جس میں حضور بہ نفس نفیس شریک ہوئے تھے۔ یہ لڑائی غزوہ ودان وابواء کے نام سے یاد کی جاتی ہے ودان وابواء مقام کا نام ہے جہاں تک آپ اس مرتبہ پہنچے تھے۔ یہ دونوں مقامات ایک دوسرے سے ملے ہوئے چھ میل کے فاصلہ پر واقع ہیں۔ اس غزوہ میں اسلامی پرچم حمزۃ ابن عبدالمطلب کے ہاتھ میں تھا۔

غزوہ بواط:

ایک بار پھر آپ ﷺ کو الہام ہوا کہ تقریباً ڈھائی ہزار قریشیوں کا قافلہ جس میں امیہ بن خلف اور سو آدمی اہل قریش کے ہیں مکہ کی طرف جا رہا ہے آنحضور ﷺ اس قافلے کو روکنے اور اس سے مقابلے کے لئے ماہ ربیع الثانی میں مدینہ سے نکلے۔ اس مرتبہ مدینہ میں سائب بن عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو قائم مقام حکمران بنایا۔ اگرچہ طبری کے مطابق سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے اس غزوہ میں مدینہ کا قائم مقام حاکم مقرر فرمایا تھا۔ بہر حال آپ مقام بواط تک پہنچ گئے مگر آپ ﷺ کے پہنچنے سے پہلے اہل قریش کا قافلہ نکل گیا تھا چنانچہ آپ جنگ کے بغیر مدینہ واپس آ گئے۔

غزوہ عشیرہ:

ماہ جمادی الاول میں پھر آپ ﷺ اہل قریش سے جہاد کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ مدینہ میں ابوسلمہ بن عبدالاسید رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام ناظم مقرر کیا۔ آپ ﷺ مدینہ سے نکل کر عام راستہ کو ایک طرف چھوڑ کر روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ اس راستہ کو بطن ینبع سے گزر کر ضحیرات یمام میں عشیرہ پر پایا اور وہاں پر بقیہ جمادی الاول اور چند راتیں جمادی الثانی کی مقیم رہے۔ اس مرتبہ آپ نے بنومدلج سے عہد واقرار لیا اور جنگ کئے بغیر مدینہ کی طرف مراجعت فرمائی۔

غزوہ عشیرہ کے بعد مدینہ میں آنحضرت ﷺ نے لگ بھگ دس راتیں ہی قیام فرمایا ہوگا کہ کرز بن جابر فہری نے مضافات مدینہ پر شب خون مارا۔ اس خبر کے سنتے ہی آپ ﷺ مدینہ سے اس کے تعاقب کے لئے نکلے۔ یہاں تک کہ اطراف بدر (یعنی مقام سفوان) میں جا پہنچے چونکہ اس مقام پر آپ کے پہنچنے سے پہلے کرز بن جابر یہاں سے کوچ کر گیا تھا اس وجہ سے مدینہ کی طرف مراجعت فرمائی۔

(مترجم) اس مرتبہ بروایت ابن ہشام مدینہ میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو قائم مقام فرمایا تھا واپسی کے بعد بقیہ ماہ جمادی الاخرو رجب اور شعبان تک آپ ﷺ مدینہ ہی مقیم رہے۔ انتہیٰ۔

دفاعی حکمت عملی کا بیان:

مذکورہ بالا غزوات میں آپ ﷺ بہ نفس نفیس شریک رہے اس دوران آپ ﷺ نے جو دفاعی تدابیر اختیار فرمائیں۔ اب ہم ان کو بیان کرتے

Marfat.com

ہیں۔غزوہ ابوا کے بعد آنحضرت ﷺ نے مہاجرین کے تیس سواروں کی جماعت کے ساتھ حمزہ ابن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما کو سیف البحر کی طرف روانہ فرمایا۔تین سو سواران مکہ کے ساتھ ابوجہل عمر ابن ہشام سے سامنا ہوا۔لڑائی شروع نہ ہونے پائی تھی کہ مجدی بن عمرو الجہنی درمیان میں آ گئے۔

عبیدہ ابن الحرث بن المطلب رضی اللہ عنہ کو ساٹھ یا اسی سواران مہاجرین (رضی اللہ عنہم) کے ساتھ روانہ فرمایا یہاں تک کہ مہاجر مجاہدین کا یہ گروہ ثنیۃ المرار میں پہنچا اور قریش کی ایک بہت بڑی جماعت سے سامنا ہو گیا۔عکرمہ بن ابی جہل اسکا افسر تھا اور بعض مؤرخ لکھتے ہیں کہ کرز بن حفص ابن الاخیف تھا۔اس دفعہ میں بھی کچھ ایسا اتفاق ہوا کہ لڑائی کی نوبت نہ آئی مگر یہ بات ضرور ہوئی کہ مقداد بن عمرو اور عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہما کفار کے لشکر سے نکل کر مسلمانوں کی جماعت میں آ ملے جو کہ اسی لئے مکہ سے کفار کے ساتھ آئے تھے۔چونکہ حمزہ ابن ابی عبدالمطلب اور عبیدۃ ابن الحرث کی روانگی نہایت قریب قریب واقع ہوئی تھی اس وجہ سے علماء نے اس بابت اختلاف کیا ہے۔کچھ حمزہ ابن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما کی روانگی کو مقدم بتلاتے ہیں اور کچھ اس کے برعکس۔لیکن اصلیت یہ ہے کہ یہ اولین لشکر تھا جو کہ آنحضور ﷺ نے اسلام کے لئے قائم فرمایا تھا۔طبری نے لکھا ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی روانگی غزوہ ودان سے پہلے اور ہجرت کے ساتھ مہینہ بعد ماہ شوال میں ہوئی تھی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو آٹھ مہاجروں کے ساتھ کرز بن جابر کے تعاقب میں روانہ فرمایا جس وقت اس نے اطراف مدینہ پر شب خون مارا تھا۔حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے خرار تک اس کا پیچھا کیا تھا مگر اس کے نہ ملنے پر واپس آ گئے۔

شب خون مارنے والے گروہ کے تعاقب سے واپسی کے بعد ماہ رجب میں عبداللہ بن جحش بن رباب اسدی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں آٹھ مہاجرین ابوحذیفہ بن عتبہ۔عکاشہ بن محصن بن اسدی بن خزیمہ۔عتبہ بن غزوان بن منصور۔سعد بن ابی وقاص۔عامر بن ربیعی عنزی (حلیف بنی عدی) واقد بن عبداللہ بن زید بن منات بن تمیم۔خالد بن البکیر از سعد بن لیث۔سہیل بن بیضا فہری (رضی اللہ عنہم) کو روانہ فرمایا اور ایک خط لکھ کر دینے کے علاوہ یہ ہدایت فرمائی کہ جب تک دو دن کا راستہ طے نہ کر لو اس تحریر کو ہر گز نہ دیکھنا۔دو دن کے راستہ طے کرنے کے بعد اس تحریر کو دیکھ کر جو کچھ اس میں لکھا ہو، اس پر عمل کرنا اور کسی اپنے ہمراہی کو زبردستی اپنے ہمراہ نہ لے جانا۔پس جب حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ دو دن کا راستہ طے کر چکے اور حسب ارشاد رسول اللہ ﷺ اس تحریر کو دیکھا تو اس میں یہ مضمون پایا۔

تم کو چاہئے کہ تم برابر بڑھتے جاؤ۔یہاں تک کہ مکہ و طائف کے بیچ نخلہ میں پہنچ کر قیام پذیر رہو اور قریش کے منتظر رہو اور ہم کو صورت حالات سے مطلع کرتے رہو۔

عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے مضمون کو غور سے پڑھ کر بسر و چشم قبول کیا اور اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔اے بھائیو مجھ کو آنحضرت ﷺ نے حکم دیا تھا کہ دو روز کا سفر طے کر کے اس تحریر کو دیکھنا اور کسی اپنے ساتھی کو زبردستی اپنے ساتھ نہ لے جانا۔یہاں تک کہ مکہ و طائف کے بیچ نخلہ میں پہنچ جاؤ۔پس جس کو شہادت عزیز ہو، وہ میرے ساتھ آئے میں کسی کو جبراً اپنے ہمراہ نہیں لے جانا چاہتا۔" حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے کسی نے جانے سے انکار نہیں کیا بلکہ بہ طیب خاطر ان کے ہمراہ چلے جا رہے تھے۔اتفاق سے اثناء راہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص و عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہما کا اونٹ راستے سے بھٹک کر کسی طرف چلا گیا جس کی بازیابی میں یہ دونوں بزرگ اپنے رفقاء سے بچھڑ گئے اور بقیہ اصحاب نخلہ میں جا کر ٹھہر گئے۔

قریش کا ایک چھوٹا سا قافلہ ادھر سے گزرا جس میں تجارتی سامان تھا اور اس میں عمرو بن الحضرمی و عثمان بن عبداللہ بن المغیرہ اور اس کا بھائی نوفل اور حکم بن کیسان تھا۔یہ واقعہ رجب کے آخری دن کا ہے۔مسلمانوں نے باہمی مشورہ کرنا شروع کیا۔بعض کہنے لگے کہ شہر الحرام میں جنگ کی ممانعت ہے۔کچھ نے کہا یہ موقع مناسب ہے حملہ کر دو۔بحث و تکرار کے بعد آخری رائے پر ہی سب نے اتفاق کیا۔حضرت واقد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عمرو بن الحضرمی کو ایک تیر مارا جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔اس کے مرتے ہی قافلے والے پریشان ہو گئے۔مسلمانوں نے پہنچ کر عثمان بن عبداللہ و حکم بن کیسان کو حراست میں لے لیا اور اس کے مال و اسباب پر قبضہ کر لیا۔نوفل اور چند لوگ فرار ہو گئے۔اس کے بعد حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ

Marfat.com

اوران کے ساتھیوں نے پانچواں حصہ آنحضرت ﷺ کے لئے الگ کر کے بقیہ جو کچھ تھا آپس میں بانٹ لیا۔

اس واقعہ سے واپسی کے بعد آنحضرت ﷺ کو معلوم ہوا کہ شہر الحرام میں قتال کیا گیا۔ یہ سن کر آپ آزردہ خاطر ہوئے۔ قیدیوں اور خمس (پانچواں حصہ) کو وحی آنے تک روکے رکھا۔ اس واقعہ سے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اوران کے ساتھیوں کے اوسان خطا ہو گئے۔ اس وقت ان لوگوں کی تسکین خاطر کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ۖ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا تک۔

"جو آپ سے حرمت والے مہینوں میں لڑائی کی بابت پوچھتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ ان میں لڑنا بڑا گناہ ہے۔ اللہ کو نہ ماننا اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے اور مسجد حرام سے روکنا اور اس کے باشندوں کو جلا وطن کرنا اور شرک، قتل سے بھی بڑا گناہ ہے۔ مشرک تم سے لڑتے رہیں گے جب تک کہ تمہیں تمہارے دین سے نہ لوٹا دیں بشرطیکہ (ایسا کرنا) ان کے بس میں ہو"۔

عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اوران کے ہمراہی اس آیت کو سن کر مسرور ہو گئے اور آنحضرت ﷺ نے خمس قبول کر لیا اور باقی مال غنیمت کو تقسیم کر دیا۔ دونوں قیدیوں کو زرفدیہ وصول کر کے چھوڑ دیا۔ عثمان بن عبداللہ تو راہو تے ہی مکہ چلا گیا مگر حکم بن کیسان مسلمان ہو گئے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ و عتبہ رضی اللہ عنہ خیریت سے مدینہ واپس آ گئے۔ یہ اولین مال غنیمت تھا جو مسلمانوں کے ہاتھ آیا اور یہ پہلا خمس بھی تھا جو مال غنیمت سے نکالا گیا۔ عمرو بن حضرمی مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا جانے والا پہلا مقتول ہے۔ اسی سے جنگ بدری کبریٰ کی بنیاد پڑی۔

تحویل قبلہ:

ہجرت مدینہ کے بعد سترہویں مہینہ کے آغاز میں بیت المقدس کے بجائے کعبہ کی طرف قبلہ تبدیل ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے منبر پر چڑھ کر اس بارے میں خطبہ ارشاد فرمایا اور دو رکعت نماز کعبہ کی طرف رخ کر کے ادا فرمائی۔ یہ روایت ابن حزم کی ہے مگر بعض تحویل قبلہ ہجرت کے بعد اٹھارہویں مہینہ کے شروع میں بتلاتے ہیں۔

(مترجم) قبلہ کی تبدیلی شعبان کے نصف مہینہ میں ہوئی۔ اس سے قبل آنحضور ﷺ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ آیہ تحویل (یعنی قبلہ کی تبدیلی) نماز کی حالت میں نازل ہوئی تھی جب کہ آپ دو رکعت پڑھ چکے، تیسری رکعت میں یہ آیت نازل ہوئی تو آپ کعبہ کی طرف پھر گئے۔ صحابہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ ہی پھر گئے تھے۔ وہ آیت جس سے تحویل قبلہ کا واقعہ ہوا۔

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۖ (البقرہ)

ہم آسمان کی جانب سے آپ کے چہرے کا بار بار پھرنا مشاہدہ کر رہے ہیں اس لئے آپ کو آپ کے پسندیدہ قبلہ کی طرف پھیر دیں گے۔ آپ مسجد حرام کی طرف منہ پھیر لیں۔ مسلمانو! تم جہاں بھی ہو اسی کی طرف اپنا رخ پھیر لو۔

روزوں کی فرضیت:

جب شعبان گزرنے لگا تو روزہ فرض کیا گیا اور یہ آیت نازل ہوئی۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۖ (البقرہ)

رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو لوگوں کے لئے راہبر ہے اور جس میں ہدایت کے قوی دلائل ہیں اور صحیح و غلط میں فرق نمایاں کرنے والا ہے۔ پس جو یہ مہینہ پائے اسے روزے رکھنے چاہئیں۔

Marfat.com

غزوۂ بدر کے اسباب، واقعات اور نتائج

بنیادی محرکات جنگ:

رمضان کے آغاز میں آنحضرت ﷺ کو یہ اطلاع پہنچی کہ اہل قریش کا تجارتی مال و اسباب سے بھرپور قافلہ شام سے مکہ شریف آ رہا ہے۔ اس کے ساتھ تیس یا چالیس افراد خاص اہل قریش کے ہیں جن کا سردار ابوسفیان رضی اللہ عنہ ہے اور اس کے ساتھیوں میں عمرو بن العاص و مخرمہ بن نوفل ہیں۔ آپ نے مسلمانان مہاجرین و انصار کو جمع کر کے اس قافلہ کی طرف پیش قدمی کرنے کا حکم صادر فرمایا چونکہ آپ کو لڑائی کا خیال غالب نہ تھا لہٰذا روانگی کے وقت کچھ زیادہ اہتمام نہ کیا مگر اتفاقاً یہ خبر رفتہ رفتہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو پہنچ گئی۔ اس نے مسلمانوں سے ڈر کر ضمضم بن عمرو غفاری کو معاوضہ دے کر مکہ شریف کی طرف روانہ کیا اور یہ کہلا بھیجا کہ تمہارا قافلہ محمد ﷺ اور ان کے تابعین کی وجہ سے معرض زوال میں ہے، دوڑو اور اپنے قافلہ کو بچاؤ۔ چنانچہ اہل مکہ یہ سنتے ہی نکل کھڑے ہوئے، شاذ و نادر ہی کسی وجہ سے نہ گئے۔ اوروں کے ساتھ ابولہب بھی تھا۔ آٹھ رمضان کے بعد رسول اللہ ﷺ مدینہ شریف سے روانہ ہوئے۔ حضرت عمرو ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنے بجائے نماز پڑھانے کو چھوڑ گئے پھر مقام روحاء میں پہنچ کر ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا قائمقام حاکم مقرر کر کے واپس کیا۔ اس لشکر میں تین علم تھے ایک حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ، دوسرا حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور تیسرا کسی انصار کے ہاتھ میں تھا۔ آخری دو پرچموں کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ سیاہ رنگ کے تھے۔

لشکر کی حرکت:

صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ اس معرکہ میں صرف ستر اونٹ تھے جس پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ ساقہ پر قیس بن ابی صعصہ بخاری رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ ان کے ہمراہ انصار کا نشان تھا جو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ پکڑے ہوئے تھے۔ آنحضرت ﷺ مدینہ شریف کے عقب سے نکل کر ذی الحلیفہ کی جانب گئے۔ صغیرات یمام تک پہنچ کر بیر روحاء کی طرف بڑھے۔ پھر عام راستہ کو دائیں ہاتھ چھوڑ کر صفراء پہنچے۔ اس مقام پر پہنچنے سے قبل آنحضرت ﷺ نے بسبس بن عمرو الجہنی حلیف بنوساعدہ اور عدی بن ابی الزعباء الجہنی رضی اللہ عنہما حلیف بنونجار کو بدر کی طرف ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا حال جاننے کے لئے روانہ کر دیا اور خود اپنے ساتھیوں کے ہمراہ صفراء کے دائیں طرف سے وادی ذفران پہنچے۔ اس جگہ پر ہی آپ کو مکہ شریف سے قریش کے نکلنے کی اطلاع ہوئی۔

آپ ﷺ نے مہاجرین و انصار کو جمع کر کے مشاورت کی۔ پہلے مہاجرین رضی اللہ عنہم نے نہایت خوبصورتی سے بسر و چشم ہر حکم کو بجالانے کا عہد کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے انصار رضی اللہ عنہم کی طرف رخ کیا۔ ان میں سے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے نکل کر عرض کیا۔ ''اے رسول اللہ ﷺ ہم نے آپ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی ہے اگر آپ ہمیں دریا میں جانے کو فرمائیں گے تو ہم اس میں بھی کود جائیں گے۔ آپ ﷺ اللہ کے نام پر ہمارے ساتھ چلئے۔ ہم ساتھ چھوڑنے والوں میں سے نہیں ہیں۔'' آنحضرت ﷺ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور یہ ارشاد فرمایا ''تم لوگوں کو بشارت ہو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فتح و نصرت کا وعدہ فرمایا ہے''۔

پھر وادی ذفران سے روانہ ہوئے بدر کے قریب پہنچ کر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ و حضرت زبیر و حضرت سعد رضی اللہ عنہما کو کچھ آدمیوں کے ہمراہ تجسس احوال کے لئے روانہ کیا۔ اتفاق سے اہل قریش کے دو کم سن لڑکے ان کے ہاتھ لگ گئے۔ یہ لوگ ان کو گرفتار کر کے لائے۔ آنحضرت

Marfat.com

ﷺ اس وقت نماز میں مجو تھے۔ پوچھ گچھ پر ان لڑکوں نے ظاہر کیا کہ ہم اہل قریش کے پانی بھرنے والے ہیں۔ان لوگوں نے ان کے کہنے کو سچ نہ جان کر انہیں مارنا شروع کیا۔ اس امید سے کہ شاید مار پیٹ کے خوف سے ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے حالات بتادیں۔ دو چار ہاتھ مار کھانے کے بعد دونوں نے کہنا شروع کیا کہ ہم اہل قریش کے قافلہ والوں میں سے ہیں۔اس اثناء میں آنحضرت ﷺ نے سلام پھیرا اور نماز سے فارغ ہو کر ان لوگوں کو مارنے سے منع فرمایا اور لڑکوں سے دریافت فرمایا تم مجھ سے سچ بتلا دو کہ اہل قریش کہاں ہیں؟ لڑکوں نے جواب دیا کہ اس ٹیلہ کے دوسری طرف ہیں۔ایک دن دس اونٹ اور دوسرے روز نو اونٹ ذبح کر کے کھاتے ہیں۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مشرکین کی تعداد ہزار اور نو سو کے درمیان ہے۔

بسیس وعدی رضی اللہ عنہما کا جو جاسوسی کی غرض سے پہلے ہی روانہ کئے گئے تھے اس وقت کچھ پتہ نہ تھا اور نہ یہ معلوم تھا کہ وہ کہاں اور کس طرف جا رہے ہیں لیکن کچھ دیر کے بعد بدر کے قریب ایک ٹیلہ کے نیچے پانی کے چشمہ کی طرف دو شخص اونٹ پر سوار آتے ہوئے نظر آئے۔رفتہ رفتہ وہ پانی کے قریب آ گئے اور اپنے اونٹوں کو پانی پلانے لگے۔مجدی بن عمرو (جہنہ سے) ان دونوں کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔اسی اثناء میں دو عورتیں آپس میں باتیں کرتی ہوئی دکھائی دیں۔ان میں سے ایک عورت نے دوسری سے مخاطب ہو کر کہا کل یا پرسوں اہل قریش کا قافلہ شام سے واپس . وگا۔ان کے لئے کچھ کھانا وغیرہ تیار کر رکھنا چاہئے۔دوسری نے جواب دیا: ضرور میں تیرا حق تجھ کو دوں گی۔اس کے بعد وہ مجدی کے قریب آئیں اور اس سے اس خبر کی تصدیق چاہی۔ان دونوں عورتوں کی گفتگو دونوں شتر سوار بھی سنتے ہی اپنے اپنے اونٹوں پر سوار ہو کر مسکراتے ہوئے چلے گئے اس گفتگو سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں شتر سوار وہی بسیس رضی اللہ عنہ اور عدی رضی اللہ عنہ ہیں جو جاسوسی کے لئے روانہ کئے گئے تھے۔

مشرکین کا ورود:

بعد میں ابوسفیان رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی نقل و حرکت کی جستجو میں آیا اور مجدی سے کہا ھل احسست احد (یعنی کیا تو نے کسی کو آتے جاتے دیکھا) مجدی بولا راکبین الا خایمبلان لھذا التل فاستقیا الماء و مھضا (دو سوار اس ٹیلہ کی طرف سے آئے اور اونٹوں کو پانی پلایا اور چلے گئے) ابوسفیان رضی اللہ عنہ یہ سنتے ہی اس مقام پر آیا جہاں پر انہوں نے اونٹوں کو بٹھایا تھا اور کہنے لگا واللہ یہ یثرب والے تھے اس کے بعد اس نے اونٹوں کے قدموں کے نشان سے ان کے جانے کا سراغ لیا اور بہت ہی تیزی سے لوٹ کر قافلہ کو براہ ساحل لے چلا۔اتنے میں اہل مکہ بھی آ گئے۔ان سے اس نے خوش ہو کر کہا۔چلو واپس چلو ہمارا قافلہ صحیح و سالم بچ آیا۔ابوجہل نے کہا واللہ جب تک ہم اب بدر تک نہ پہنچ جائیں گے اور تین روز تک وہاں قیام کر کے کھا پی کر مزے نہ اڑا لیں گے کبھی واپس نہ ہوں گے۔اخنس بن شریق نے کہا تم اپنے قافلہ کو بچانے کے لئے آئے تھے چنانچہ وہ محفوظ رہا۔اب واپس چلنا ہی عقلمندی ہے میں یہاں اب ایک لمحہ بھی نہ ٹھہروں گا۔

ابوجہل کی ہٹ دھرمی:

ابوجہل نے اس کا جواب ترشی سے دیا جس سے اخنس مع کل بنو زہرہ اور ان کے حلیف کے چل دیا۔بنو عدی پہلے ہی سے اہل مکہ کے ساتھ نہیں گئے تھے لہٰذا واقعہ بدر میں نہ کوئی زہری قریش تھا اور نہ کوئی عدوی قریش۔قریش سے پہلے آنحضرت ﷺ نے بدر پہنچ کر ایک چھوٹے سے کنویں پر قیام فرمایا۔حباب بن المنذر بن عمرو بن الجموع رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اللہ نے ایسی منزل پر پہنچا دیا ہے کہ اگر لڑائی کا قصد ہے تو ہرگز اس مقام کو نہ چھوڑیئے۔ہم آپ ﷺ کے لئے کھجور کے پتوں اور لکڑیوں سے ایک مکان بنائے دیتے ہیں اور ایک حوض کھود کر پانی جمع کر لیتے ہیں تاکہ دوران جنگ پانی کی طرف سے بے فکر رہیں آپ نے تجویز پسند فرمائی۔اصحاب نے تھوڑی دیر میں ایک حوض کھود کر پانی سے بھر لیا اور مشکیزوں کو بھی پر کر کے پورے کنوئیں پر قبضہ کر لیا۔جب قریش کا گروہ آ کر بدر کے قریب ٹھہرا تو انہوں نے عمیر بن وہب جمحی کو مسلمانوں کو دیکھنے اور ان کو شمار کرنے کی غرض سے بھیجا۔عمیر بن وہب لشکر اسلام کے اردگرد پھر کر واپس گیا اور مشرکین مکہ سے بیان کیا کہ اصحاب محمد ﷺ تین سو دس یا کچھ کم و بیش ہیں ان

Marfat.com

کے منجملہ دو شخص (زبیر و مقداد رضی اللہ عنہ) سواروں میں ہیں۔ حکیم بن حزام وعتبہ بن ربیعہ نے مسلمانوں کو بہت تھوڑے اور حقیر سمجھ کر مع قریش کے بلا جنگ لوٹنے کا ارادہ کیا لیکن ابوجہل نے اس رائے سے اختلاف کیا۔ مشرکین مکہ نے ابوجہل کی حمایت کی اور دونوں گروہ آمادہ جنگ ہو گئے۔

مسلمانوں کی فتح:

آنحضرت ﷺ لشکر اسلام کی صفیں درست کر کے اپنی قیام گاہ پر صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ لے کر واپس ہوئے اور اللہ جل شانہ سے دعا کرنے لگے'' **اللھم ان تھلك ھذا العصابة من اھل الایمان الیوم فلا تعبد فی الارض ابدا فی الارض اللھم انجزلی ما وعدتنی** ''(اے اللہ اگر تو مسلمانوں کی یہ چھوٹی سی جماعت ختم کر دے گا تو دنیا میں کوئی تیری عبادت کرنے والا نہ رہے گا۔ اے اللہ اپنا وعدہ پورا فرما) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آمین ثم آمین کہتے جاتے اور کسی وقت انہیں کلمات کو خود بھی دہرا دیتے تھے اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ مکان کے دروازے پر انصار کے چند نوجوانوں کو لئے ہوئے حفاظت کر رہے تھے۔ آنحضرت ﷺ دعا مانگتے مانگتے تھوڑی دیر کے لئے چپ ہو گئے پھر دفعۃً چونک کر فرمایا ابشر یا ابا بکر فقد اتی نصر اللہ یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ خوش ہو جاؤ اللہ کی مدد آ گئی۔ اس کے بعد آپ ﷺ باہر آئے اور لوگوں کو جنگ کی ترغیب دی۔ پھر ایک مٹھی کنکر اٹھا کر شاہت الوجوہ پڑھ کر مشرکین کے منہ پر دے ماری۔ مشرکوں کی جماعت سے عتبہ وشیبہ پسران ربیعہ اور ولید ابن عتبہ نکلے میدان میں آئے انہوں نے للکار کر اپنے مقابل لڑنے والوں کو طلب کیا۔ اس طرف سے عبیدۃ بن الحرث وحمزہ بن عبدالمطلب و علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہم) نکلے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اپنے مقابل شیبہ کو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ولید کو ایک ہی ایک وار سے ہلاک کر دیا لیکن عتبہ نے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ پر وار کیا جس سے ان کے پاؤں کٹ گئے۔ اتنے میں حضرت حمزہ وعلی رضی اللہ عنہما عتبہ پر ٹوٹ پڑے اور اس کو بھی ہلاک کر ڈالا۔ میدان جنگ میں ان بزرگوں کے نکلنے سے پہلے نوجوانان انصار عوف ومعاذ پسران عفراء اور عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ عنہم) لڑنے کے لئے آئے تھے لیکن غیر قوم ہونے کی وجہ سے عتبہ وشیبہ وولید نے ان لوگوں کے ساتھ لڑنے سے انکار کیا۔ تب حضرت عبیدہ حضرت حمزہ حضرت علی (رضی اللہ عنہم) آئے تھے بعد میں قوم نے مجموعی حملہ کیا جس میں مشرکین کو شکست ہو گئی۔

اس لڑائی میں مشرکوں کے ستر آدمی مارے گئے۔ ان کے مشاہیر مکہ عقبہ وشیبہ پسران ربیعہ۔ ولید بن عتبہ۔ حنظلہ بن ابی سفیان بن حرب۔ عبیدہ وعاص پسران سعید بن العاص۔ حرث بن عامر بن نوفل اور اس کا چچازاد نعیمہ بن عدی۔ زمعۃ بن الاسود اور اس کا بیٹا حرث اور اس کا بھائی عقیل بن الاسود اور اس کا چچازاد ابوالبختری بن ہشام نوفل بن خویلد بن اسد۔ ابوجہل بن ہشام (اسے معاذ ومعوذ پسران عفراء رضی اللہ عنہما نے مل کر ہلاک کیا تھا۔ لیکن اس میں تھوڑا سا دم باقی دکھائی دیتا تھا تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کا سر قطع کر لیا) اور اس کا بھائی عاص بن ہشام اور ان دونوں کا ابن العم مسعود ابن امیہ۔ ابوقیس بن الولید بن المغیرہ اور اس کا ابن عم۔ ابوقیس بن الفاکہ۔ نبیہ ومنبہ پسران حجاج عاصی بن منبہ۔ امیہ بن خلف اور اس کا بیٹا علی۔ عمیر بن عثمان (طلحہ رضی اللہ عنہ کا چچا) وغیرہ اس لڑائی میں کام آئے۔ ان کے علاوہ عباس بن عبدالمطلب وعقیل بن ابی طالب ونوفل بن الحرث بن عبدالمطلب وسائب بن عبد یزید (بنو مطلب سے) وعمرو بن ابی سفیان بن حرب وابوالعاص بن الربیع وخالد بن اسد بن ابی العیص وعدی بن الکیار بنونوفل سے وعثمان بن عبدشمس (برادر عم زاد عتبہ بن غزوان) وابوعزیز برادر مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ وخالد بن ہشام بن المغیرہ اور اس کا ابن العم رفاعہ بن ابی رفاعہ وامیہ بن ابی حذیفہ بن المغیرہ ولید بن ولید (برادر خالد رضی اللہ عنہ) وعبداللہ وعمر پسران ابی بن حلف وسہیل بن عمرو وغیرہ قیدی بنا لئے گئے۔

بدر کے شہید:

مسلمانوں کی جانب سے اس جنگ میں مہاجرین میں سے چھ صحابی حضرت عبیدہ بن الحارث بن المطلب۔ حضرت عمیر بن ابی وقاص و ذوالشمالین بن عبد عمرو بن نضلہ خزاعی (حلیف بنوزہرہ) وصفوان بن بیضاء (بنو حرث ابن فہر سے) ونجع خادم حضرت عمر بن الخطاب وعاقل بن الکبیر

Marfat.com

لیثی (حلیف بنوعدی) اور انصار میں سے آٹھ صحابی قبیلہ اوس کے سعد بن خثیمہ ومبشر بن عبدالمنذر اور قبیلہ خزرج کے یزید بن الحارث بن الخزرج و عمیر بن الحمام (بنوسلمہ سے) ورافع بن معلیٰ (بنوحبیب بن عبد حارثہ سے) وحارثہ بن سراقہ بخاری وعوف ومعوذ، پسران عفراء رضی اللہ عنہم یعنی کل چودہ صحابی شہادت کے رتبہ پر فائز ہوئے۔

جنگ کے بعد آنحضرت ﷺ نے مشرکین مکہ کو ایک کنوئیں میں ڈال کر مٹی ڈلوادی۔ اور شہید صحابہ رضی اللہ عنہم کو الگ دفن کرادیا۔ مال غنیمت ک عبد بن کعب بن مبذول بن عمرو ابن غنم بن مازن بن نجار رضی اللہ عنہ کے حوالے کردیا۔ پھر بوقت مراجعت جب صفراء میں پہنچے تو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا، اسی طرح مال غنیمت کو تقسیم فرمایا اور نضر بن الحارث بن کلدہ (از بنوعبدالدار) کی گردن اڑانے کا حکم دیا۔ پھر یہاں سے روانہ ہو کر عرق الظبیہ میں پہنچے اور اس مقام پر عتبہ بن ابی معیط بن ابی عمرو بن امیہ کی گردن اڑادی گئی۔ یہ دونوں بھی اسیران بدر کے ساتھ گرفتار ہو کر آئے اور آنحضرت ﷺ سے نہایت عداوت رکھتے تھے۔ الغرض! آنحضرت ﷺ اور صحابی قیدیوں اور مال غنیمت کے ساتھ منزل بمنزل سفر کرتے ہوئے مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ رمضان کے ختم ہونے میں آٹھ دن باقی تھے۔

واقعہ بدر سے واپسی کے بعد آنحضرت ﷺ تک یہ اطلاع پہنچی کہ غطفان اسلام کی مخالفت میں کدر پر جمع ہو رہے ہیں۔ لہٰذا اس باعث واپسی کی سات راتوں کے بعد مدینہ سے جنگ کے ارادے سے بنوسلیم کی جانب روانہ ہوئے۔ مدینہ میں اپنے قائمقام کے طور پر سباغ بن عرفط غفاری یا ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مقرر فرما گئے لیکن اس سے پہلے کہ آپ ﷺ کدر تک پہنچیں دشمنان اسلام آپ کی تشریف آوری کی خبر پا کر بکھر گئے تھے۔ تین دن تک آپ ﷺ وہیں مقیم رہ کر بغیر جنگ کیے واپس آ گئے۔ بعض کے مطابق آپ ﷺ نے یہاں سے ایک سریہ روانہ کیا تھا جس میں غالب بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ کو سالار بنایا تھا چنانچہ یہ بنوغطفان وسلیم کے مقابل ہوئے اور مال غنیمت لے کر ہی لوٹے۔ ماہ ذی الحجہ تک آپ ﷺ مدینہ میں رہے۔ اسی دوران بدر کے اسیروں سے بدیہ لے کر ان کو رہا کردیا۔

جب مشرکین مکہ کچھ لوگوں کو بدر میں پیوند خاک کر کے اور کچھ مسلمانوں کی قید میں چھوڑ کر واپس جا رہے تھے تو اس وقت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے نذر کی تھی یا قسم کھائی تھی کہ میں مدینہ پر لازماً چڑھائی کروں گا اس وجہ سے ماہ ذی الحجہ میں دوسو سواروں کی جمعیت سے مدینہ کی طرف عازم سفر ہوا رفتہ رفتہ رات کے وقت بنونضیر میں پہنچا اور چھپ کر حیی ابن اخطب کے پاس گیا۔ سلام بن مشکم سے ملا اور ان سے آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کے حالات دریافت کر کے واپس ہوا۔ اتفاق سے نواح مدینہ میں ایک کھجور کے باغ میں افراد جو اپنی کاشت کاری کے کاموں میں مصروف تھے قتل کر کے لوٹا۔ آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کے حالات دریافت کر کے واپس ہوا۔ آنحضرت ﷺ نیز مسلمانان مدینہ کو ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا یہ فعل بہت برا لگا۔ آپ ﷺ نے مدینہ میں ابولبابہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ مقرر کر کے کدر تک ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا پیچھا کیا چونکہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور مشرکین مکہ لشکر اسلام کے پہنچنے سے قبل ہی اس مقام سے چلے گئے تھے اور روانگی کے وقت اپنے زادراہ میں سے سویق (ستو) چھوڑ گئے تھے لہٰذا مسلمانوں نے اس کو غنیمت جان کر لے لیا۔ اسی سے اس غزوہ کا نام غزوہ سویق رکھا گیا۔

غزوہ سویق سے لوٹ کر ذی الحجہ کے باقی دن آپ ﷺ نے مدینہ میں قیام کیا۔ ماہ محرم (سنہ ۳ھ) میں پھر غطفان پر چڑھائی کی۔ اس بار مدینہ میں حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر کیا۔ بحران (معدان حجاز) تک بڑھ گئے۔ جمادی الثانی تک وہیں ٹھہرے رہے مگر کفار قریش میں سے کوئی مقابلہ پر نہ آیا۔ لہٰذا اس بار بھی بلا جنگ وجدال واپس تشریف لائے۔

کعب ابن اشرف، طے کا ایک یہودی تھا اس کی ماں یہود بنونضیر سے تھی۔ جب آپ مدینہ میں تشریف لائے تھے اسی وقت سے اس کو آ ذاتی خصومت تھی مگر واقعہ بدر کے بعد آنحضرت ﷺ کے تصور ذکر سے یہ اور زیادہ جلنے لگا۔ چنانچہ زید بن حارثہ اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما جب مدینہ میں فتح بدر کی نوید لے کر آئے اور اس نے بھی سنا تو بے ساختہ پکار اٹھا "ویلکم احق هذا اوهو لاء اشراف العرب و ملوك الناس وان كان محمد اصاب هوء لاء فبطن الارض من ظهرها" (تف ہو تم پر کیا یہ سچ ہے قریش تو عرب کے شرفاء اور رعایا کے بادشاہ تھے اگر

Marfat.com

انہیں محمد ﷺ نے ختم کر دیا ہے تو پھر زندگی سے موت اچھی ہے) جب اس کو اس واقعہ کا یقین ہو گیا تو وہ مکہ چلا آیا اور مطلب بن ابی وداعہ سہمی کے ہاں جا کر اترا (اس کی زوجیت میں عاتکہ بنت اسید بن ابی العیص بن امیہ تھی) یہاں یہ لوگوں کو آنحضرت ﷺ کی مخالفت پر کمربستہ کرنے لگا۔ اشعار پڑھتا اور مقتول مشرکین بدر پر آنسو بہاتا تھا۔ چند دنوں کے بعد مدینہ لوٹ آیا پہلے عاتکہ بنت اسید کی نسبت عشقیہ مضامین لکھے۔ بعد ازاں مسلمانوں کی عورتوں کا اپنی غزلیات وقصائد میں ذکر کرنے لگا۔

آنحضرت ﷺ کو اس کا یہ رجحان ناگوار گزرا آپ ﷺ نے فرمایا ''من یقتل کعب ابن اشرف'' (کون شخص ہے جو کعب ابن اشرف کو ہلاک کرے گا) محمد بن مسلمہ و ملکان بن سلامہ بن وقش یعنی ابونائلہ (کعبہ کے رضاعی بھائی عبدالاشہل سے) وعباد بن بشر وقش وحرث بن بشر بن معاذ وابوعبس بن جبر (حارثی) رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہم اس کو ماریں گے۔ آپ ﷺ نے ان کو اجازت دی اور ان کے حق میں دعائے خیر بھی کی۔ ان میں سے ملکان بن سلامہ رضی اللہ عنہ پہلے اس کے پاس گئے اور بہ اجازت آنحضرت ﷺ آپ سے انحراف اور بیزاری کا اظہار کر کے اپنی تنگی کی شکایت کی اور یہ کہا کہ تم ہم کو اور ہمارے ساتھیوں کو کھلاؤ اور ان کے ہاتھ غلہ اور کھانا فروخت کرو۔ تمہارے اطمینان کے لئے بعوض اس کے تا ادائے قیمت ہم اپنے ہتھیار وغیرہ تمہارے پاس رہن کئے دیتے ہیں۔ کعب ابن اشراف اس پر مان گیا۔ ملکان بن سلامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کی اچھا ہوتا کہ چاندنی رات ہے تم ہمارے ساتھ باتیں کرتے ہوئے چلتے اور تمہارے مکان سے باہر اس ٹیلہ پر ہمارے اور ساتھی ہیں ان سے بھی باتیں کر لیتے۔ کعب بن اشرف یہ سنتے ہی اٹھ کھڑا ہوا اور ان کے ہمراہ چلنے لگا۔ اپنے مکان سے کچھ زیادہ دور نہ گیا ہوگا کہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ وغیرہ بھی آملے۔ باہم ادھر ادھر کی باتیں کرتے جارہے تھے اور کعب بن اشرف مسلمانوں کی ہجو اور ان کے عشق وحسن کے تذکرے کرتا جا رہا تھا۔ اس دوران محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے موقع دیکھ کر ایک وار کر دیا۔ ان کے ہاتھ کے چھوڑتے ہی دیگر لوگوں نے بھی تلواریں چلائیں۔ کعب ابن اشرف ایک چیخ مار کر مر گیا۔ اس کے اردگرد کے اہل حصون نے یہ خبر سنتے ہی آگ روشن کر دی مگر یہ لوگ دوسرے راستہ سے بچ کر نکل آئے۔

تھوڑی دور جا کر حرث عریض رضی اللہ عنہ کے انتظار میں ٹھہرے۔ جب یہ آ گئے تو پچھلی شب میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت آپ ﷺ نماز میں مصروف تھے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو ان لوگوں نے کعب بن اشرف کے مارے جانے کی اطلاع دی۔ کعب کو مارتے وقت حرث رضی اللہ عنہ اپنی ہی تلوار سے زخمی ہو گئے لہٰذا وہ تیزی سے چل نہ سکتے تھے اور ان کے احباب ان کا انتظار کرتے ہوئے چل رہے تھے آنحضرت ﷺ نے ان کے زخم پر اپنا لب لگا دیا جس سے بحکم الٰہی زخم اچھا ہو گیا۔ یہودیوں پر اس واقعہ سے خوف وہراس طاری ہو گیا ہر یہودی مسلمان سے خوف کھانے لگا آپ نے بھی بالہام الٰہی یہودیوں کو قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ اسی زمانہ میں حویصہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے اور ان سے قبل ان کے بھائی محیصہ رضی اللہ عنہ اسلام لا چکے تھے۔

یہودیوں کی وعدہ خلافی

بدر میں فتح کے بعد وہاں سے واپسی پر ایک دن آنحضرت ﷺ بنو قینقاع کے بازار میں تشریف لے گئے اور ان کو انہیں کی کتب سے سمجھانے لگے اثناء وعظ میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم لوگ اپنی بے دینی اور تمرد سے باز نہ آؤ گے تو اللہ تعالیٰ کا تم پر اسی طرح غضب نازل ہوگا جیسا کہ قریش پر بدر میں نازل ہوا اور ٹھیک اسی طرح تم لوگ بھی ذلیل وخوار ہو گے جیسا کہ وہ لوگ ہوئے۔ یہود قینقاع یہ سن کر برہم ہو گئے اور کہنے لگے: واللہ اگر تم ہم کو آزماؤ گے تم اس بھول میں نہ رہنا، تمہارا ایسی قوم سے مقابلہ ہوا تھا جو لڑائی سے واقف ہی نہ تھی، اس وجہ سے تم کو جو ملنا تھا وہ مل گیا۔ واللہ اگر تم ہم کو آزماؤ گے تو جان جاؤ گے کہ ہم مرد لوگ ہیں بنو قینقاع کے یہودیوں کو اس جواب پر بھی تسکین نہیں ہوئی بلکہ بوجہ شامت اعمال نہایت درشتی سے انہوں نے آپ ﷺ کو واپس کیا اور اس صلح نامہ سے منحرف ہو گئے جو آنحضرت ﷺ نے ہجرت مکہ کے بعد مدینہ میں آ کر تحریر فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ''وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ۝ وَلَا

Marfat.com

نقشہ

غزوہ بدر الکبریٰ

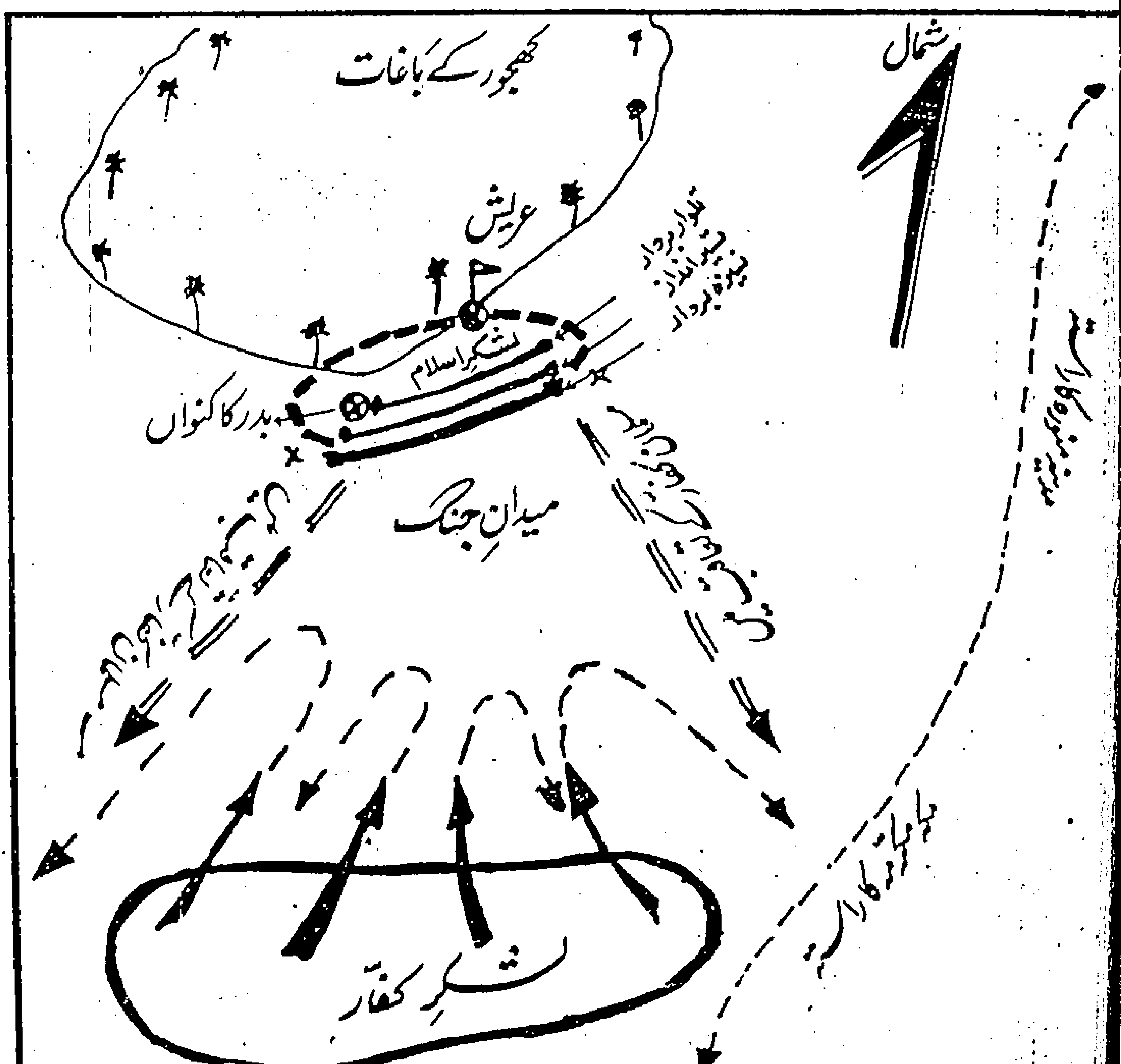

نقشہ

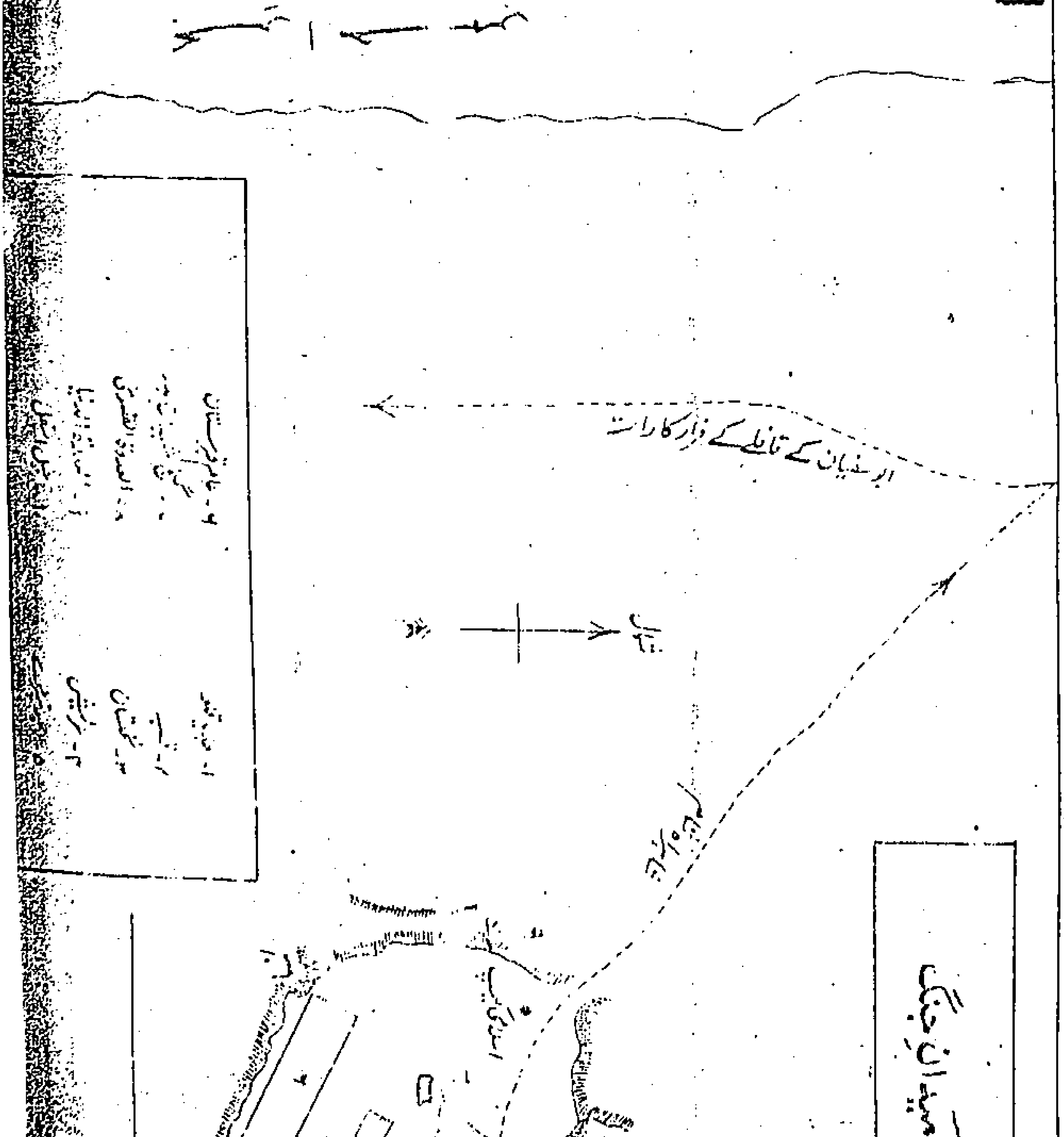

Marfat.com

يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ط اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ ○ وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ج لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ط اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ط وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ○"۔ (اور اگر ڈرے تو کسی قوم کی خیانت سے لہٰذا پھینک دے ان کی طرف ان کے وعدے کو اس طرح پر کہ برابر ہو جائیں (یعنی عہد شکنی کا الزام تم پر عائد نہ ہوگا) بلاشبہ اللہ خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا اور نہ گمان کریں وہ لوگ جو کافر ہوئے ہیں کہ انہوں نے پیش دستی کی ہے۔ بے شک وہ لوگ عاجز نہ کرسکیں گے اور اے مسلمانو! فراہم کرو جو کچھ کر سکو طاقت سے اور گھوڑوں کے آمادہ رکھنے سے۔ اس سے خوفزدہ کرو دشمنان خدا اور اپنے دشمنوں کو اور ان کے سوا دوسروں کو تم نہیں جانتے ہو اللہ ان کو جانتا ہے اور جو کچھ جو چیز خرچ کرو گے اللہ کے راستے میں پورا کیا جائے گا تمہاری طرف (یعنی اجر دیا جائے گا) اور تم پر ظلم نہ ہوگا۔)

غزوہ بنوقینقاع کا سبب:

بعض غزوہ بنوقینقاع کا باعث یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ایک مسلمان نے کسی یہودی کو کسی مظلمہ کی وجہ سے ان کے بازار میں قتل کیا چونکہ یہود از راہ حسد واقعہ بدر سے بھرائے ہوئے تھے لہٰذا اس غریب مسلمان پر ٹوٹ پڑے اور عہد شکنی کی۔ الغرض جب آیہ مرقومہ بالا نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے ان پر حملہ کرنے کی تیاری کی۔ مدینہ میں بشیر بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ اور بروایت بعض ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو بجائے اپنے مقرر کر کے بنوقینقاع کی طرف پیش قدمی کی۔ بنوقینقاع مضافات مدینہ میں آباد تھے، ان کے نہ تو باغات تھے اور نہ کاشتکاری بلکہ یہ لوگ عموماً تجارت پیشہ تھے۔ ان میں سات سو آدمی لڑنے والے تھے جن میں سے تین سو آدمی زرہ پوش تھے۔ یہ تمام عبداللہ بن سلام کی قوم کے تھے پندرہ روز تک آپ ﷺ نے ان کو بلا جنگ محصور کیے رکھا سولہویں دن آپ ﷺ کے حکم سے اصحاب رضی اللہ عنہم بنوقینقاع میں داخل ہوئے اور ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر انہیں ہلاک کرنے کو لائے۔

عبداللہ بن ابی سلول نے ان کی پرزور سفارش کی اور آنحضرت ﷺ کی انتہائی منت سماجت کر کے ان کی جان بخشی کرائی۔ آپ ﷺ نے عبداللہ بن ابی سلول کے کہنے پر قتل تو نہ کیا لیکن اسباب و ہتھیار لے کر جلاوطنی کا حکم جاری فرما دیا۔ چنانچہ عبادۃ ابن الصامت رضی اللہ عنہ نے ان کو خیبر تک نکال دیا اور آنحضرت ﷺ مال غنیمت لے کر مدینہ لوٹ آئے۔ یہ پہلا خمس ہے جس کو آنحضرت ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے لیا۔ اس کے بعد عیدالضحیٰ کا دن آیا تو آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کو ساتھ لے کر صحراء میں جا کر نماز ادا کی اور دست مبارک سے دو بکریاں قربان کیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ پہلی قربانی کی تھی۔

واقعہ بدر کے بعد سے قریش پر مسلمانوں کا خوف کچھ یوں غالب ہوگیا کہ وہ ان کی چھیڑ چھاڑ کے خوف سے عام راستہ پر چلنا گوارا نہ کرتے تھے۔ اگرچہ تجارت کے باعث سفر کرنا ان کے لئے ناگزیر تھا۔ مگر مجبوراً ان لوگوں نے شام کا راستہ چھوڑ کر عراق کا راستہ اپنا لیا۔ راستہ نہ جاننے کی وجہ سے فرات بن حیان کو (قبیلہ بکر بن وائل سے) رہنمائی کے لئے اجرت پر مقرر کیا۔ پھر تاجروں کا ایک قافلہ مکہ سے براستہ عراق ہوتا ہوا موسم گرما میں رخصت ہوا جس میں ابوسفیان بن حرب وصفوان بن امیہ بھی تھے۔ جب آنحضرت ﷺ کو اس قافلہ کی روانگی اور اس کے مال و اسباب کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو چند صحابیوں کے ہمراہ روانہ کیا۔ زید بن حارثہ نے نہایت تیزی و عجلت سے دن رات سفر کر کے قافلہ، قریش سے مقابلہ کیا اور فاتح رہے۔ ابوسفیان وصفوان اور اس کے ساتھی فرار ہوگئے۔ صرف فرات بن حسان عجلی زیر حراست آئے وہ بھی مدینہ پہنچ کر داخل اسلام ہوگئے۔ اس واقعہ میں مال غنیمت کا اندازہ اس سے ہی اچھی طرح ہو سکتا ہے کہ اس مال غنیمت سے جو خمس نکالا گیا تھا اس کی تعداد بیس ہزار تھی۔

کعب بن اشرف یہودی کی ہلاکت کے بعد اسلام بن ابی حقیق یہودی نے سر اٹھایا۔ یہ خیبر کا مکین تھا اس کی کنیت ابورافع تھی۔ یہ ہمیشہ

Marfat.com

آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کو طرح طرح کے ناملائم کلمات سے ایذائیں دیتا اور سخت وست کہتا پھرتا تھا۔ نیز آپ ﷺ کے مقابلہ پر لوگوں کو ابھارتا اور گروہ بندی میں مصروف رہتا تھا۔ چونکہ اوس وخزرج مدینہ کے سربراہ آوردہ قبیلے تھے جو ایک دوسرے پر آنحضرت ﷺ کی اطاعت وامداد میں فوقیت کے طلب گار رہتے یہ بالکل محال تھا کیونکہ کوئی ایک کام بھی ایسا نہ تھا جو اسلام اور آنحضرت ﷺ سے متعلق ہو، اور اس کو ایک قبیلہ کرے اور دوسرا نہ کرے۔ بنواوس کعب بن اشرف یہودی کو ہلاک کر چکے تھے لیکن بن خزرج آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے اس کے قتل کی اجازت چاہی۔ کیونکہ ابن حقیق بھی کعب ابن اشرف کی طرح اسلام اور مسلمانوں کا مخالف اور آنحضرت ﷺ کا جانی دشمن تھا آپ ﷺ نے ان کو اجازت دے دی۔

چنانچہ قبیلہ خزرج خاندان بنوسلمہ سے آٹھ آدمی چلے ان ہی میں عبداللہ بن عتیک و مسعود بن سنان وابوقتادہ وحرث بن ربعی رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ اس گروہ کے سردار عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ مقرر ہوئے۔ روانگی کے وقت آنحضرت ﷺ نے یہودیوں کے لڑکوں اور عورتوں کے ہلاک کرنے کو منع فرمادیا۔ نصف جمادی الثانی سنہ ۳ ہجری میں یہ لوگ مدینہ سے چل کر خیبر پہنچے اور ابن حقیق کے مکان کے قریب قیام کیا۔ رات کو جب وہ اپنے مکان کے دروازے بند کر کے سورہا تھا اس کو آواز دی۔ اس نے جیسے ہی دروازہ کھولا، یہ لوگ اندر گھس پڑے اور اس کو مار کر مکان سے باہر آکر ایک مقام پر مقیم ہو گئے۔ جب خبر دہندہ موت نے قصر کی فصیل پر کھڑے ہو کر ابن ابی حقیق کے مارے جانے کا اعلان کر دیا تو یہ لوگ اس کے مارے جانے کا یقین کر کے واپس ہوئے تو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں اس کے قتل کی اطلاع پہنچائی۔ ابن ابی حقیق کے مکان سے نکلتے وقت ان لوگوں میں سے ایک شخص کی پنڈلی میں ضرب آگئی تھی، آپ سے اس کا ذکر کیا گیا آپ نے اس پر دست مبارک پھیر دیا تو وہ شخص بھلا چنگا ہو گیا۔

Marfat.com

غزوۂ احد

معرکۂ بدر کے بعد اہل قریش کو آنحضرت ﷺ کی مخالفت کا تو گویا جنون ہی ہو گیا قافلہ والوں سے مالی امداد کے خواستگار ہوئے اور جب قابل اطمینان و بقدر کفایت مال جمع ہو گیا تب اہل قریش اپنے حلیفوں اور دوستوں کے ہمراہ شوال سنہ ۳ ھ میں آنحضرت ﷺ سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ وسط میں پیادوں کا دستہ تھا اردگرد نیزہ بردار اور تیر انداز سواروں کا گروہ تھا۔ میدان جنگ سے فرار نہ ہونے اور سینہ سپر ہو کر لڑنے کا حلف اٹھایا گیا۔ چوتھی شوال کو مدینہ کے مقابل ایک وادی کے کنارے اُحد کے نزدیک مقام ذوالحلیفہ (بطن سنجہ) میں آ کر پڑاؤ ڈالا۔ تین ہزار کی اس جمعیت میں زرہ پوش جنگ آزمودہ لوگ سات سو تھے علاوہ ازیں دو سو گھوڑے تھے۔ اس لشکر کا سپہ سالار ابوسفیان تھا ان کے ساتھ پندرہ عورتیں بھی دف لئے ہوئے تھیں جو مقتولین بدر پر روتی اور ان کو لڑائی پر ابھارتی اور غیرت دلاتی تھیں۔

قریش کے ارادوں کی اطلاع جب آنحضرت ﷺ کو ملی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مدینہ کی قلعہ بندی کر لو اور کوئی باہر نہ نکلے۔ اس صورت میں اگر مشرکین مکہ ہم پر حملہ آور ہوں گے تو ہم ان سے لڑیں گے ورنہ خیر۔ اس رائے کی عبداللہ بن ابی بن سلول نے بھی بھرپور تائید کی مگر ان چند صحابیوں رضی اللہ عنہم نے اس رائے سے اختلاف کیا اور جنگ کے لئے پیش قدمی پر بمنت وزاری آنحضرت ﷺ کو آمادہ کیا جو اس واقعہ میں شہید ہوئے۔ علاوہ ان کے اس میں وہ لوگ بھی شامل تھے جو غزوہ بدر میں شامل نہیں ہو سکے تھے آنحضرت ﷺ ان لوگوں کے اصرار پر اندر گئے اور مسلح ہو کر بکراہت باہر آئے۔ اس وقت ان لوگوں نے اپنے اصرار کو حضور ﷺ کی مرضی کے خلاف سمجھ کر عرض کیا "یا رسول اللہ ان شئت فاقعد" اے رسول اللہ ﷺ اگر آپ کی رائے ہو تو بیٹھ جایئے یعنی باہر نکل کر لڑائی نہ کیجئے) آپ ﷺ نے جواب دیا کہ کسی نبی ﷺ کے لئے جائز نہیں ہے جب کہ وہ مسلح ہو جائے یہ کہ جنگ سے پہلے وہ اپنے ہتھیار ڈالے یا جنگ کئے بغیر واپس آئے۔

اسلامی لشکر کی روانگی:

ایک ہزار صحابیوں رضی اللہ عنہم کے ہمراہ آپ ﷺ مدینہ سے نکلے اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو بقیہ مسلمانان مدینہ کے نماز پڑھانے کے لئے چھوڑ گئے۔ جس وقت آپ ﷺ مدینہ و احد کے درمیان میں پہنچے تو عبداللہ بن ابی ایک ثلث آدمیوں کو اپنے ساتھ لے کر آپ ﷺ سے اس وجہ سے الگ ہو گیا کیونکہ یہ جنگ اس کی رائے کے خلاف تھی اور مدینہ سے نکل کر مقابلہ کی تیاری کی گئی تھی۔ آنحضرت ﷺ حرہ بنو حارثہ ہوتے ہوئے اُحد کی ایک گھاٹی میں جا مقیم ہوئے۔ آپ ﷺ کے ہمراہ سات سو آدمیوں کا گروہ تھا جس میں پچاس سوار اور پچاس ہی تیر انداز شامل تھے۔ آپ ﷺ نے بنو عمرو بن عوف سے عبداللہ بن جبیر برادر خوات بن جبیر رضی اللہ عنہ کو تیر اندازوں کا سالار مقرر کر کے لشکر کے پیچھے جبل اُحد پر تعینات کر دیا تا کہ مشرکین مسلمانوں پر عقب سے حملہ نہ کر سکیں اور لواء مظفر کو مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ (بنو عبدالدار) کے حوالے فرمایا۔

سمرہ بن جندب الفزاری رضی اللہ عنہ و رافع بن خدیج حارثی رضی اللہ عنہ اس وقت پندرہ پندرہ سال کی عمر کے تھے۔ پہلے آپ نے ان کو واپس کیا مگر جب اصحاب نے عرض کیا کہ یہ تیر اندازی میں طاق ہیں تو آپ نے ان کو تیر اندازوں کے دستے میں شامل فرما دیا لیکن حضرت اسامہ بن زید و حضرت عبداللہ بن حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ و حضرت زید بن ثابت بخاری رضی اللہ عنہ و حضرت عمرو بن حرام و براء بن عازب حارثیؓ و اسید بن ظہیر وعرابتہ بن اوس و زید بن ارقم و ابوسعید خدری کو احد کے میدان جنگ سے اس سبب سے لوٹا دیا کیونکہ اس وقت ان لوگوں کی عمریں محض چودہ چودہ سال کی ہوں گی۔

Marfat.com

نقشہ

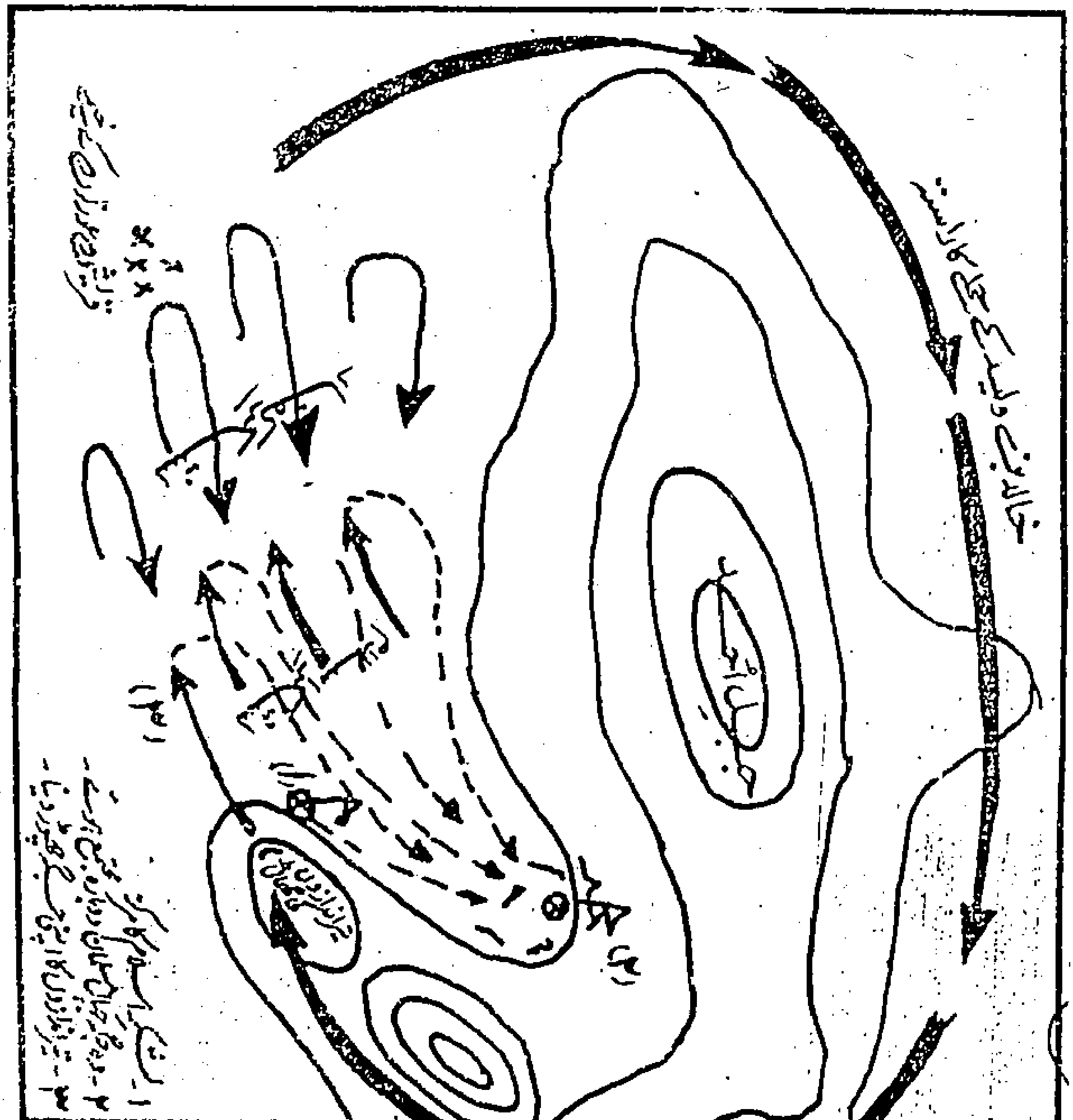

Marfat.com

نقشہ

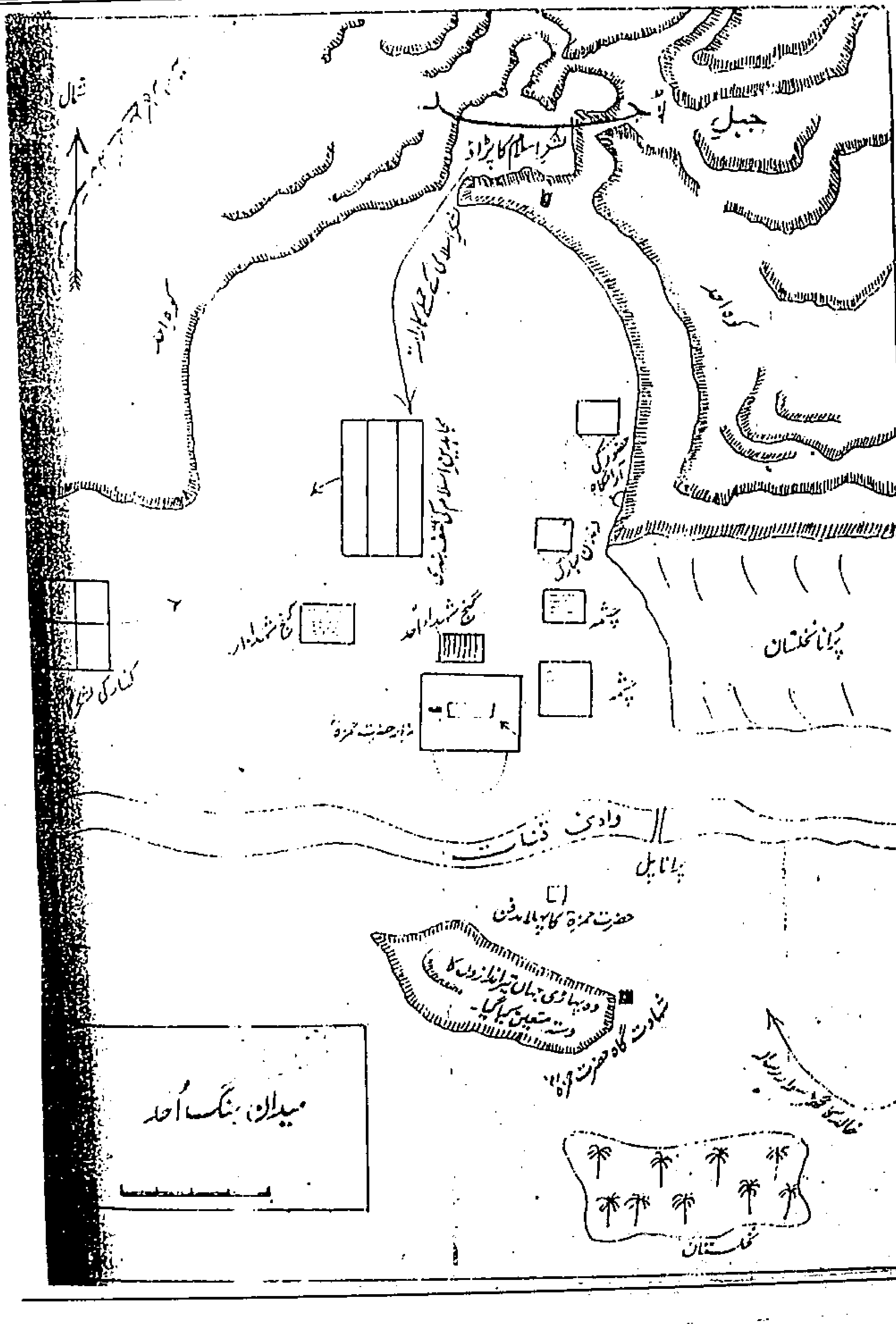
جبلِ اُحد
لشکرِ اسلام کا پڑاؤ
شمال
چشمہ
چشمہ
پرانا نخلستان
گنج شہداءِ اُحد
وادیٔ قناۃ
پرانا پل
حضرت حمزہؓ کا پہلا مدفن
وہ پہاڑی جہاں تیر اندازوں کا دستہ متعین کیا گیا۔
شہادت گاہ حضرت حمزہؓ
میدانِ جنگِ اُحد
نخلستان

جنگ کا آغاز

قریش کے سواران میمنہ پر خالد بن ولید اور میسرہ پر عکرمہ بن ابو جہل مامور تھے۔ آپ ﷺ نے اپنی تلوار ابو دجانہ سماک بن خرشہ ساعدی رضی اللہ عنہ کو مرحمت فرمائی۔ یہ بڑے شجاع اور فنون جنگ میں بخوبی ماہر تھے۔ قریش کے ہمراہ اس لڑائی میں ابو عامر عبد عمرو بن صیفی بن مالک بن نعمان (حنظلہ غسیل ملائکہ) کا باپ طلیعہ بھی تھا۔ یہ دور جاہلیت میں راہب ہو گیا تھا لیکن اسلام کی روشنی پھیلی تو اس پر بدبختی کا بھوت سوار ہو گیا۔ مسلمانوں کی ترقی نہ دیکھ سکا لہٰذا مکہ چلا گیا۔ کفار مکہ معرکہ احد میں اس کو اس خیال سے لائے تھے کہ بنواوس جس کا یہ سردار تھا اس کو دیکھ کر آنحضرت ﷺ کی رفاقت چھوڑ دیں گے لیکن ان کا یہ خیال بالکل باطل نکلا۔ چنانچہ ابو عامر اسی وجہ سے سب سے پہلے میدان جنگ میں لڑنے کو آیا اور اس نے بنواوس کو للکارا ان لوگوں نے اس کی آواز پہچان کر کہا ''لا انعم اللہ بك عتيا يا فاسق'' (اے فاسق تیری آنکھ کو نعمت نصیب نہ ہو)

لڑائی شروع ہوئی تو مسلمانوں نے دل کھول کر مقابلہ کیا۔ اس میں حضرت حمزہ و حضرت طلحہ و حضرت شیبہ حضرت ابو دجانہ و حضرت نضر بن انس (رضی اللہ عنہم) بڑی بڑی مشکلات میں مبتلا ہوئے۔ علاوہ ازیں انصار رضی اللہ عنہ کی ایک جماعت سینہ سپر ہو کر شہید ہوئی۔ لڑائی کا آغاز نہایت دشوار اور سخت ہوا۔ ابتداء میں تو قریش کے پاؤں میدان جنگ سے اکھڑ گئے اور وہ مسلمانوں کے حملہ سے منہ چھپا کر فرار ہونے پر مجبور ہو گئے مگر اس کے بعد جونہی تیر اندازان اسلام اپنا مرکز چھوڑ کر آگے بڑھے مشرکین نے پلٹ کر عقب سے تیر اندازوں کو مارنا شروع کر دیا اور مسلمانوں کی صفیں درہم برہم ہو گئیں۔

دشمنانِ خدا رسول اللہ ﷺ تک پہنچ گئے مگر حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ علم بردار نے جو آپ کے پاس ہی تھے کفار کا بے جگری سے مقابلہ کیا حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ کے چہرہ مبارک پر ضرب آئی۔ دائیں جانب کے نیچے کا دانت شہید ہو گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ سب تکلیفیں عتبہ بن ابی وقاص و عمرو بن قمر لیثی نے پہنچائی تھیں۔

ایک موقع پر حنظلہ نے دوڑ کر ابو سفیان پر وار کرنا چاہا شداد بن اسود لیثی نے ایک گڑھے سے نکل کر روک کر وار کر دیا جس سے حضرت حنظلہ شہید ہو گئے۔ یہ اس وقت جنبی تھے صحابہ کے استفسار پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ان کو فرشتوں نے غسل دیا ہے۔

مشرکین نے موقع پا کر آپ پر پتھراؤ شروع کیا تو آپ ایک گڑھے میں گرنے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پہنچ کر فوراً ہاتھ پکڑ لیا اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے کمر میں ہاتھ ڈال کر سنبھال لیا۔ چہرہ مبارک کے زخم کو مالک بن سنان خدری (والد ابو سعید خدری) نے خون سے صاف کیا۔ آہنی خود کے دو حلقے چہرے تک اتر آئے تھے جنہیں حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے نکالا۔ مشرکین لڑتے ہوئے آپ تک پہنچ گئے۔ کئی صحابی اس مقام پر شہید ہو گئے۔ آخری صحابی عمار بن یزید بن السکن تھے جو آنحضرت ﷺ کو بچانے کی غرض سے مشرکین کے مقابلے پر اترے اور شہید ہوئے۔ ان کے بعد حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے مشرکین کا ڈٹ کر مقابلہ کیا یہاں تک کہ مشرکین آپ کے پاس سے ہٹتے گئے۔ ابو دجانہ آپ کو چھپائے ہوئے کھڑے تھے تیر ان کی پشت پر لگتے جاتے مگر حرکت تک نہ کرتے تھے حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ قتادہ بن النعمان کی آنکھ میں ایک تیر آ کر لگا جس سے ان کی آنکھ نکل کر رخسار پر آ گئی تھی۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے آنکھ کو اس کی جگہ پر رکھ دیا جو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اچھی ہو گئی۔

نضر بن انس لڑتے ہوئے صحابہ کی اس جماعت تک جا پہنچے جو حیران کھڑے ہوئے تھے۔ نضر بن انس نے ان سے کہا تم لوگ کیا دیکھتے ہو۔ ان لوگوں نے کہا کہ ''آنحضرت ﷺ تو شہید ہو گئے اب کیا کریں'' نضر بن انس نے کہا چلو لڑو جو کام آنحضرت ﷺ کی حیات میں کرتے وہی اب کرو اور اسی حال میں جان دو جس حالت میں آنحضرت ﷺ شہید ہوئے ہیں۔ یہ کہہ کر آگے بڑھے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ بتایا جاتا ہے کہ ان کے جسم پر ستر زخم لگ چکے تھے اکہترویں زخم سے شہید ہوئے۔ عبد الرحمٰن بن عوف کے بیس زخم لگے تھے۔ زیادہ چوٹ پاؤں میں آئی تھی۔ اس وجہ سے وہ لنگڑا کر چلتے تھے۔ اسی لڑائی میں حضرت حمزہ ابن عبد المطلب آنحضرت ﷺ کے چچا شہید ہوئے۔ ان کو وحشی غلام بن مطعم بن عدی نے شہید کیا۔ عمرو بن قمیہ نے اسی دوران میں مصعب بن عمیر علم بردار لشکر اسلام کو آنحضرت ﷺ کے پاس شہید کیا اور اس خیال سے کہ آنحضرت

Marfat.com

ﷺ شہید ہو گئے ہیں۔ کم بخت نے ایک بلند مقام پر چڑھ کر چلا کر کہہ دیا ''الا ان محمد اقد قتل'' (کان کھول کر سن لو محمد قتل کر دیئے گئے) اس آواز کے سنتے ہی اصحاب کے ہوش اڑ گئے۔ وہ حیرت کے عالم میں کھڑے ہو گئے۔ کسی سے کچھ بن نہ پڑتا تھا۔ حیرت زدہ ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے کہ کعب بن مالک شاعر (از بنو سلمہ) نے آنحضرت ﷺ کو پہچان کر بآواز بلند کہا ''خوش ہو جاؤ رسول اللہ ﷺ یہ ہیں'' آپ نے اسے دوبارہ کہنے سے منع کر دیا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم اس آواز کو سنتے ہی آپ کے قریب آ کر اکٹھے ہو گئے اور آپ کے ہمراہ پہاڑ کی گھاٹی کی طرف چلے گئے جن میں حضرت ابوبکر و عمر و علی و زبیر و حرث ابن الصمۃ انصاری رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ اسی اثناء میں ابی ابن خلف آ پہنچا۔ آنحضرت ﷺ نے حرث بن الصمۃ کے ہاتھ سے نیزہ لے کر اس کے گلے پر مارا جس کی چوٹ سے وہ منہ پھیر کر بھاگا۔ مشرکین نے آواز دے کر کہا کہ ایک ہی چوٹ کھا کر بھاگ نکلا، دوڑ اور محمد ﷺ کو پکڑ۔ ابی نے کہا: واللہ اس زخم سے میں جانبر نہ ہوں گا کیونکہ یہ نیزہ محمد ﷺ نے مارا ہے، اگر کسی اور نے مارا ہوتا تو مجھ کو مطلق خیال نہ ہوتا۔ چنانچہ واپسی کے وقت راہ ہی میں مر گیا۔

جنگ ختم ہونے پر علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ پانی لے کر آئے۔ آپ نے منہ دھو کر وضو کیا اور پہاڑ کی چٹان پر چندے توقف کر کے بیٹھ کر اپنے اصحاب کے ساتھ نماز ظہر ادا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ سے شکست خوردہ مسلمانوں کے لئے دعائے مغفرت کی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ''ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعن ۔ انما استزلھم الشیطن ببعض ما کسبوا و لقد عفا اللہ عنھم ان اللہ غفور حلیم'' (بے شک تمہارے جو آدمی اس دن جس دن دو گروہوں کا مقابلہ ہوا تھا بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ انہیں کے گناہوں کے باعث شیطان نے ڈگمگا دیا تھا۔ اللہ نے ان کی غلطی معاف فرما دی۔ واقعی اللہ انتہائی بخشش والا اور نہایت بردبار ہے)

احد کے شہید

اس لڑائی میں مسلمانوں کی جانب سے حضرت حمزہ ابن عبد المطلب رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ و حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور پینسٹھ سرداران انصار شہید ہوئے۔ آنحضرت ﷺ کے حکم سے انہیں خون آلود کپڑوں میں جو وہ پہنے ہوئے تھے بلا غسل نماز دفن کر دیا گیا اور مشرکین کی جانب کے بائیس نفر مارے گئے۔ ان میں ولید بن العاص ہشام و ابو امیہ بن ابی حذیفہ بن المغیرہ و ہشام بن ابی حذیفہ بن المغیرہ و ابو عزہ عمرو بن عبد اللہ بن جمح شامل تھا۔ آخر الذکر شخص جنگ بدر میں اسیر ہو کر آیا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کے مفلس اور کثیر العیال ہونے کی وجہ سے اسے بلا فدیہ اس شرط سے چھوڑ دیا تھا کہ آئندہ وہ مسلمانوں کے مقابلہ پر نہ آئے گا لیکن جب اس لڑائی میں دوبارہ گرفتار ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی گردن اڑانے کا حکم دیا۔ البتہ ابی بن خلف کو آنحضرت ﷺ نے اپنے دست مبارک سے قتل کیا۔

ابوسفیان نے پہاڑ پر چڑھ کر بآواز بلند کہا ''الحرب سجال یوم احد بیوم بدر احل ھبل'' (لڑائی ختم ہو گئی یوم احد یوم بدر کے مساوی ہو گیا۔ ہبل اپنا دین ظاہر کر) اور ''موعدکم العامل القابل'' (آئندہ برس پھر تمہاری جنگ کا عہد ہے) کہتا ہوا لوٹا۔ آنحضرت ﷺ کے حکم سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے جواب دیا ''ھو بیننا و بینکم'' (ہماری اور تمہاری یہی میعاد ہے) یہ سن کر مشرکین مکہ واپس پلٹ گئے۔

لڑائی کے بعد آنحضرت ﷺ حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے لاشہ پر کھڑے ہو کر افسوس کرتے رہے۔ ہندہ اور اس کی ساتھی عورتوں نے ان کا جگر نکال کر چبایا تھا۔ کان، ناک اور اعضائے تناسل کاٹ ڈالے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے یہ امور ملاحظہ کر کے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو قریش پر فتح یاب کرے گا تو میں ان میں تیس آدمیوں کو مثلہ کروں گا۔ اس کے بعد آپ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ مدینہ واپس تشریف لے آئے۔

جنگ اُحد سے واپسی پر دوسرے روز ۱۶ شوال سنہ ۳ ہجری بروز اتوار آنحضرت ﷺ دشمنان خدا کے مقابلے کے ارادے سے پھر تیار ہوئے اور حکم دیا کہ اس غزوہ میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے سوا صرف وہی لوگ شامل ہوں گے جو جنگ اُحد میں شریک تھے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ اور وہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو جنگ اُحد میں شریک تھے زخمیوں کے ہمراہ روانہ ہوئے اور مدینہ سے آٹھ میل پر مقام حمراء اسد میں پہنچ کر قیام کیا۔

Marfat.com

تین دن آپ ﷺ اس مقام پر ٹھہرے رہے۔ اس دوران معبد بن ابی معبد خزاعی اس طرف سے ہو کر مکہ جا رہا تھا کہ راستے میں ابوسفیان سے ملا۔ اس وقت یہ لوگ (نعوذ باللہ) اسلام کے استیصال کے خیال سے مدینہ کو لوٹنے پر تیار ہو رہے تھے۔ معبد خزاعی نے انہیں آنحضرت ﷺ کی پیش قدمی سے مطلع کیا۔ ابوسفیان اس خبر کے سنتے ہی اس خیال سے کہ مبادا انجام دگرگوں نہ ہو جائے فوراً مکہ کی طرف لوٹ گیا۔

ماہ صفر سنہ ۴ھ میں چند اشخاص بطون عضل وقارہ (بنو ہون قبیلہ خزیمیہ برادر بنو اسد) حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور ظاہر یہ کیا کہ ہماری قوم مشرف بہ اسلام ہو چکی ہے۔ ہم اور ہماری قوم قرآن پڑھنے اور شریعت کے احکامات کی تربیت لینے کے تمنائی ہیں۔ پس آپ ﷺ ایسے چند لوگ ہمارے ہمراہ کر دیجئے جو ہمیں مذہبی باتیں سکھائیں۔ آپ ﷺ نے ان کے کہنے سے اپنے اصحاب میں سے حسب ذیل چھ افراد روانہ فرمائے۔

۱- مرثد بن ابی مرثد غنوی ۲- خالد بن البکیر لیثی ۳- بنو عمرو بن عوف کے عاصم بن ثابت بن ابی الافلح ۴- بنو جحب بن کلفہ کے خبیب بن عدی ۵- زید بن الدثنہ بن بیاضہ بن عامر ۶- عبداللہ بن طارق حلیف بنو ظفر رضی اللہ عنہم اور مرثد بن ابی مرثد رضی اللہ عنہ کو افسر تعینات فرمایا۔ جب یہ اشخاص رجیع پر پہنچے تو عضل وقارہ والوں نے ان سے غداری کی۔ بنو ہذیل نے آ کر محصور کر لیا۔ مرثد اپنے ساتھیوں کو لے کر پہاڑ پر چڑھ گئے اور وہیں سے لڑائی پر تل گئے۔ مشرکین ہذیل وعضل وقارہ نے کہا کہ آؤ تم کو پناہ دیتے ہیں ہمارا مقصد نہ تھا کہ تم سے لڑیں بلکہ ہم تم کو آزماتے تھے اور ہم یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ اگر اہل مکہ کا مقابلہ ہو جائے تو تم کیا ان کے مقابلہ میں ٹھہر سکو گے؟ لیکن مرثد وخالد وعاصم رضی اللہ عنہم نے مشرکین کے عہد وپیمان پر اطمینان نہ کیا بلکہ لڑے اور لڑ کر شہید ہو گئے۔

ان لوگوں کے شہادت پانے کے بعد ہذیل کو یہ لالچ دامن گیر ہوئی کہ عاصم رضی اللہ عنہ کا سر قطع کر کے سلافہ بنت سعد بن شہید کے پاس لے جانا چاہئے اس سے خاطر خواہ قیمت وصول ہو جائے گی۔ یاد رہے کہ سلافہ نے جنگ اُحد میں یہ نذر کی تھی کہ عاصم رضی اللہ عنہ کے سر میں شراب پیوں گی کیونکہ انہوں نے اس کے دو بیٹوں کو معرکہ اُحد میں قتل کیا تھا مگر ہذیل کا مقصد حاصل نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی لاش کے ارد گرد بھڑوں کو بھیج دیا لہٰذا کفار بذل عاصم کا سر نہ لے جا سکے۔ رات کو پانی کا ریلہ آیا اور ان کی لاش کو بہا لے گیا۔ ان کے باقی تین ہمراہیوں کو گرفتار کر کے مکہ کو لے چلے جس وقت مرالظہر ان میں پہنچے تو عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ نے تلوار کھینچ لی اکیلا آدمی کیا کر سکتا تھا۔ کافروں نے دور سے ان پر تیر برسانے شروع کر دیئے حتیٰ کہ یہ غریب بھی شہید ہو گئے۔ خبیب وزید رضی اللہ عنہما باقی رہے۔ وہ مکہ میں لائے گئے۔ قریش نے ان کو خرید کر کے بے جرم وقصور شہید کیا۔

ماہ صفر سنہ ۴ھ ہی میں ملاعب الاسنہ ابو براء عامر نہ تو اسلام ہی لایا اور نہ ہی اس نے اسلام کو نفرت کی نگاہوں سے دیکھا۔ کچھ دیر بعد اس نے عرض کیا اے محمد ﷺ اگر تم اپنے کچھ اصحاب کو اہل نجد کی طرف دعوت اسلام کی غرض سے روانہ کرو تو مجھے امید ہے کہ وہ لوگ اسے قبول کر لیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "مجھے ان لوگوں سے اطمینان نہیں ہے"۔ ابو براء نے کہا "میں تمہارے اصحاب کا معین وہمدرد ہوں"۔ آنحضرت ﷺ نے اطمینان کر لینے کے بعد منذر بن عمرو ساعدی رضی اللہ عنہ کو چالیس اور بعض کے بقول ستر صحابیوں کے ہمراہ روانہ کیا۔ ان میں حرث بن الصمۃ وحرام بن ملحان (انس کے ماموں) وعامر بن خبیرہ ونافع بن بذیل بن ورقاء رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے۔ جب یہ لوگ بئر معونہ پر (جو کہ ارض بنو عامر وحرہ بنو سلیم کے درمیان واقع ہے) پہنچے تو انہوں نے آنحضرت ﷺ کا نامہ حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کی معرفت عامر بن الطفیل کے پاس بھیجا۔

عامر بن الطفیل نے اس نامہ پاک کو دیکھا تک نہیں اور نامہ بر کو شہید کر کے بنو عامر کو بقیہ اصحاب کے قتل پر ابھارا۔ جب انہوں نے اس کی مدد سے انکار کیا تو اس نے بنو سلیم سے کہا۔ چنانچہ ان میں سے عصیہ ورعل وذکوان اٹھ کھڑے ہوئے اور ان چالیسوں آدمیوں کو بلا قصور شہید کر ڈالا انہیں لوگوں کے پیچھے پیچھے منذر بن احیہ جلاحی اور عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہما آ رہے تھے۔ دور سے لشکر اسلام پر پرندوں کو اڑتے ہوئے دیکھ کر گھبرا گئے۔ جب نزدیک آئے تو ان کو بستر شہادت پر محو خواب پایا۔ منذر بن احیہ رضی اللہ عنہ تو لڑ کر اسی جگہ شہید ہو گئے اور عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو دشمنان خدا پکڑ کر لے گئے۔ عامر بن الطفیل نے ان کو بنو مضر کا سمجھ کر ڈاڑھی تراش کر چھوڑ دیا۔ یہ واقعہ رجیع کے قریب ۲۰- صفر کو ہوا۔

Marfat.com

عمرو بن امیہ ضمیری جب بیر معونہ سے مدینہ کو لوٹ رہے تھے تو راستے میں ان کو دو شخص ملے جو کلاب یا بنو سلیم کے تھے۔ یہ دونوں آدمی عمرو بن امیہ کے ساتھ ایک باغ میں ٹھہرے۔ جب یہ سو گئے تو عمرو بن امیہ ضمیری نے ان کو بنو عامر یا بنو سلیم کا سمجھ کر ہلاک کر ڈالا۔ حالانکہ ان کے ساتھ آنحضرت ﷺ کا عہد و پیمان تھا مگر عمرو بن امیہ ضمیر کو اس کی خبر نہ تھی۔ عمرو بن امیہ نے مدینہ میں پہنچ کر آنحضرت ﷺ کو کل واقعات اور نیز ان کے قتل سے باخبر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے ایسے دو شخصوں کو قتل کیا ہے جن کا خون بہا ضروری ہے۔"

آنحضرت ﷺ بنو نضیر کے مقتولوں کا خون بہا ادا کرنے کے لئے ان کے پاس گئے آپ ﷺ کے ہمراہ حضرت ابو بکر، عمر اور علی رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ بنو نضیر نے بظاہر تو خون بہا خوشی سے قبول کر لیا۔ آپ ایک دیوار کے سایہ میں بیٹھ گئے لیکن درحقیقت مشرکین نے آپ ﷺ کی اور آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے قتل کی پوری پوری تدبیر کر لی تھی۔ انہوں نے ایک شخص عمرو بن مھاس بن کعب نامی کو دیوار پر اس ہدایت کے ساتھ چڑھا دیا کہ وہ اوپر سے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم پر پتھر گرا دے۔ جس سے یہ لوگ دب کر جان سے گزر جائیں۔ اللہ نے بذریعہ وحی اپنے نبی ﷺ کو اس سازش سے باخبر کر دیا۔ آپ ﷺ اس مقام سے اٹھ کر مدینہ چلے آئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم وہیں بیٹھے رہے۔ جب کچھ تاخیر ہوئی تو آپ ﷺ کو تلاش کرتے ہوئے آپ ﷺ کے پاس تک پہنچ گئے۔ آپ نے اللہ کی وحی اور ان کی مشاورت سے ان کو مطلع فرمایا اور بنو نضیر پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔

غزوہ بنو نضیر اور دیگر واقعات:

چنانچہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں بطور قائم مقام مقرر فرما کر ماہ ربیع الاول میں بنو نضیر کا محاصرہ کر لیا۔ ان لوگوں نے بھی چاروں طرف سے قلعہ بندی کر لی۔ چھ روز تک آپ ﷺ ان کا محاصرہ کئے رہے۔ ان کے کھجوروں کے باغات کاٹ ڈالے اور درختوں کو جلا دینے کا حکم دے دیا۔ عبداللہ بن ابی اور چند منافقوں نے بنو نضیر سے یہ کہلا بھیجا کہ ہم تمہارے ساتھی ہیں البتہ نکل کر لڑو تو ہم بھی لڑیں گے اور اگر جلاوطن ہوئے تب بھی ہم سب ساتھ ہوں گے۔ اس پر بنو نضیر کچھ مغرور ہو گئے۔ لیکن آخر کار ذلیل اور محروم ہو کر امن کے طلب گار ہوئے۔ عبداللہ بن ابی بن سلول بنو نضیر کی طرف سے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں یہ پیام لے کر آیا کہ بنو نضیر اپنی جانوں کی امان اور اس قدر مال و اسباب کی حفاظت کی تمنائی ہیں جس قدر کہ ایک اونٹ اٹھا کر لے جا سکے۔

بنو نضیر کی جلاوطنی:

آنحضرت ﷺ نے اسلحہ اور ہتھیاروں کو مستثنیٰ کر کے اس کی اجازت عطا فرما دی تو ان میں سے کچھ مثلاً حیی بن اخطب اور ابن ابی حقیق کے خاندان والے خیبر میں جا ٹھہرے اور بعض شام کی طرف چلے گئے۔ آپ ﷺ نے ان کا تمام مال و اسباب مہاجرین اولین میں بالتخصیص تقسیم کر دیا اور اسی مال غنیمت سے بوجہ فقراء ابودجانہ و سہل بن حنیف کو بھی مرحمت فرمایا۔ گو یہ مہاجرین اولین میں سے نہ تھے۔ اسی غزوہ میں بنو نضیر کے یہودیوں میں سے یامین بن عمیر بن حجاش رضی اللہ عنہ اور سعد رضی اللہ عنہ بن وہب اسلام لے آئے۔ ان کے مال، جائیداد اور ہتھیاروں میں سے کچھ بھی طلب نہیں کیا گیا۔ علماء لکھتے ہیں کہ سورہ حشر اسی غزوہ میں نازل ہوئی تھی۔

غزوہ بنو نضیر کے بعد آنحضرت ﷺ شروع جمادی الاول سنہ ۴ھ تک مدینہ میں ہی ٹھہرے رہے۔ اس کے بعد نجد کی طرف بنو محارب و بنو ثعلبہ (غطفان) میں اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے روانہ ہوئے۔ مدینہ میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور بعض کے مطابق حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔ نجد میں پہنچ کر غطفان کی ایک جماعت سے مڈبھیڑ ہوئی مگر لڑائی کی نوبت نہ آئی۔ فریقین ایک دوسرے سے ڈر گئے۔ آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کے ہمراہ صلوٰۃ الخوف پڑھی اس غزوہ کا نام ذات الرقاع ہے۔ اس وجہ سے کہ پہاڑی راستوں میں چلتے چلتے غازیان اسلام کے پاؤں پھٹ گئے تھے اور انہوں نے رفع تکلف کے خیال سے پاؤں میں کپڑے لپیٹ لئے تھے۔ واقدی نے تحریر کیا ہے کہ اس

Marfat.com

غزوہ میں آنحضرت ﷺ جس پہاڑ پر اترے تھے، اس کا نام ذات الرقاع ہے کیونکہ اس میں سیاہی، سفیدی اور سرخی کے نشانات پائے جاتے ہیں۔ اسی اعتبار سے اس غزوہ کا نام بھی ذات الرقاع رکھا گیا۔ اس مؤرخ کے مطابق یہ غزوہ محرم میں ہوا تھا۔

شعبان سنہ ۴ھ میں آنحضرت ﷺ مدینہ میں اپنی جگہ عبداللہ بن ابی ابن سلول کو مقرر فرما کر خود بدر کی طرف اس وعدہ کے ایفا کی غرض سے روانہ ہوئے جو کہ جنگ اُحد میں فریقین کے درمیان ہوا تھا جس کا ذکر اس سے پہلے کیا جا چکا ہے کہ جنگ اُحد میں ابوسفیان نے کہا تھا کہ آئندہ برس لڑائی بدر میں ہوگی۔ مسلمانوں کی طرف سے بحکم رسول اللہ ﷺ جواب دیا گیا۔ اور اس کا اقرار کیا گیا تھا۔ ابوسفیان بھی اہل مکہ کو لے کر حسب وعدہ آیا اور تلہران یا عسفان میں اترا۔ لیکن گرانی اور قحط کا عذر کر کے جنگ کیے بغیر واپس گیا اور آنحضرت ﷺ آٹھ روز کے بعد بدر سے واپس ہو گئے۔ سنہ ۴ھ کے یہی واقعات تھے اس کے بعد سنہ ۵ھ شروع ہوتا ہے۔

چند ماہ کے بعد آخر ۳ سنہ ماہی اوّل سنہ ۵ھ (مطابق سنہ ۶۳۶ء) میں استیصال و منتشر کرنے کی غرض سے آپ کو جو کہ مسلمانوں کے خلاف دومۃ الجندل میں اکٹھے ہونے والے گروہ کے مدینہ سے نقل و حرکت کی ضرورت ہوئی۔ اس بار آپ ﷺ نے سباع بن عرفطہ غفاری رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر کر کے ماہ ربیع الاول سنہ ۵ھ کو مدینہ سے پیش قدمی فرمائی۔ آپ ﷺ کے پہنچنے سے پہلے مخالفین کا گروہ بھاگ گیا تھا۔ لہٰذا بلا جنگ ہی آپ ﷺ واپس تشریف لے آئے۔ اسی غزوہ میں عینیہ بن حصن کو اراضی مدینہ میں مویشیوں کے چرانے کی اجازت دی گئی۔ کیونکہ اس کے ملک میں خشک سالی کی وجہ سے سبزے کا وجود برائے نام تھا اور مدینہ میں بارش ہونے کے باعث باغات اور کھیت سرسبز تھے۔

Marfat.com

غزوۂ خندق

اس کو غزوہ الاحزاب بھی کہتے ہیں۔ یہ شوال سنہ ۵ ھ میں ہوا تھا مگر درست یہ ہے کہ یہ غزوہ سنہ ۴ ھ میں ہوا ہے۔ اس بیان کی تائید عبداللہ ابن عمر کا یہ قول کرتا ہے۔ '' ردنی رسول اللہ ﷺ یوم اُحد وانا ابن اربع عشرۃ سنۃ ثم اجازنی یوم الخندق وانا ابن خمس عشرۃ سنۃ '' (مجھے رسول اللہ ﷺ نے اُحد کے دن واپس بھیج دیا جب میں ۱۴ سال کا تھا لیکن پھر خندق کی لڑائی میں اجازت دے دی جب کہ میں ۱۵ سال کا تھا) لہٰذا اس قول سے معلوم ہوا کہ جنگ اُحد اور جنگ خندق میں صرف ایک سال کا وقفہ ہے اور یہی درست ہے کیونکہ یہ غزوہ دومۃ الجندل سے بے شک پہلے ہوا ہے۔

جنگ خندق کے اسباب:

اس غزوہ کا سبب یہ ہوا کہ جب بنونضیر جلا وطن ہو کر خیبر کی طرف چلے گئے تو ان میں سے چند لوگ (منجملہ ان کے سلام بن ابی الحقیق و کنانہ بن الربیع بن ابی الحقیق و سلام بن مشکم وحی ابن اخطب، بنونضیر سے اور ہود بن قیس وابوعمارہ بنو وائل سے تھے) مکہ چلے گئے۔ وہاں انہوں نے مکہ والوں کو آنحضرت ﷺ کی مخالفت اور لڑائی پر ابھارا۔ جو افراد قابل جنگ نہیں تھے ان سے مالی اعانت حاصل کی۔ بعد ازاں بنوغطفان پہنچے اور ان کو بھی لڑائی پر آمادہ کیا۔ چنانچہ ابوسفیان بن حرب سردار قریش اور عتبہ بن حصن نے دس ہزار کی مجموعی فوج کے ساتھ مدینہ کا رخ کیا۔

آنحضرت ﷺ نے ان کی روانگی کی خبر سن کر مدینہ کے اطراف میں خندق کھودنے کا حکم دیا اور خود بھی خندق کھودنے میں مصروف ہو گئے۔ بعض کے مطابق سلمان فارسی نے خندق کھودنے کی رائے دی تھی۔ خندق کی تیاری کے بعد کفار کا لشکر پہنچا اور مدینہ کے باہر اُحد کی جانب مقیم ہوا۔ آنحضرت ﷺ مدینہ میں ابن ام مکتوم کو اپنا قائم مقام ناظم مقرر فرما کر تین ہزار مسلمانوں کے ہمراہ کفار کے مقابلہ پر اترے اور سلع کے میدان میں قیام کیا۔ مسلمانوں اور کفار کے درمیان میں خندق تھی۔

مشرکین مکہ و بنوغطفان کی دیکھا دیکھی مسلمانوں سے باہمی تعاون کے عہد نامے کے باوجود بنوقریظہ بھی مسلمانوں کی مخالفت پر آمادہ ہو کر اس گروہ سے جا ملے۔ اس خبر کے سنتے ہی رسول اللہ ﷺ نے سعد بن معاذ و سعد بن عبادہ وخوات بن جبیر و عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کو بنوقریظہ کا معاملہ جاننے کے لئے روانہ کیا۔ انہوں نے صورت حال کو جیسا کہ سنا تھا ویسا ہی پایا۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے چونکہ وہ ان کے حلیف تھے بہت کچھ سمجھایا اور نصیحت کی۔ مگر ان لوگوں کے دماغ سے یہ متعفن ہوا نہ نکلی، مجبور ہو کر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ واپس آ گئے اور آنحضرت ﷺ سے سارا واقعہ عرض کیا۔

مدینہ کا محاصرہ:

آپ ﷺ کو بنوقریظہ کی غداری اور بدعہدی سے صدمہ ہوا۔ مسلمانوں کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا۔ بنوحارثہ و بنوسلمہ نے لڑائی سے اس باعث جی چرایا کہ ہمارے مکانات مدینہ کے باہر اور کھلے ہوئے ہیں۔ تقریباً ایک ماہ تک بلا کسی لڑائی کے محاصرہ قائم رہا۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ کا ارادہ ہوا کہ عیینہ بن حصن و حرث بن عوف سے ثلث اثمار مدینہ (مدینہ کے باغوں کے تہائی پھل) دے کر مصالحت کر لی جائے اور اس طویل محاصرہ سے نجات حاصل کی جائے۔ اس بارے میں آپ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما سے مشاورت فرمائی۔

Marfat.com

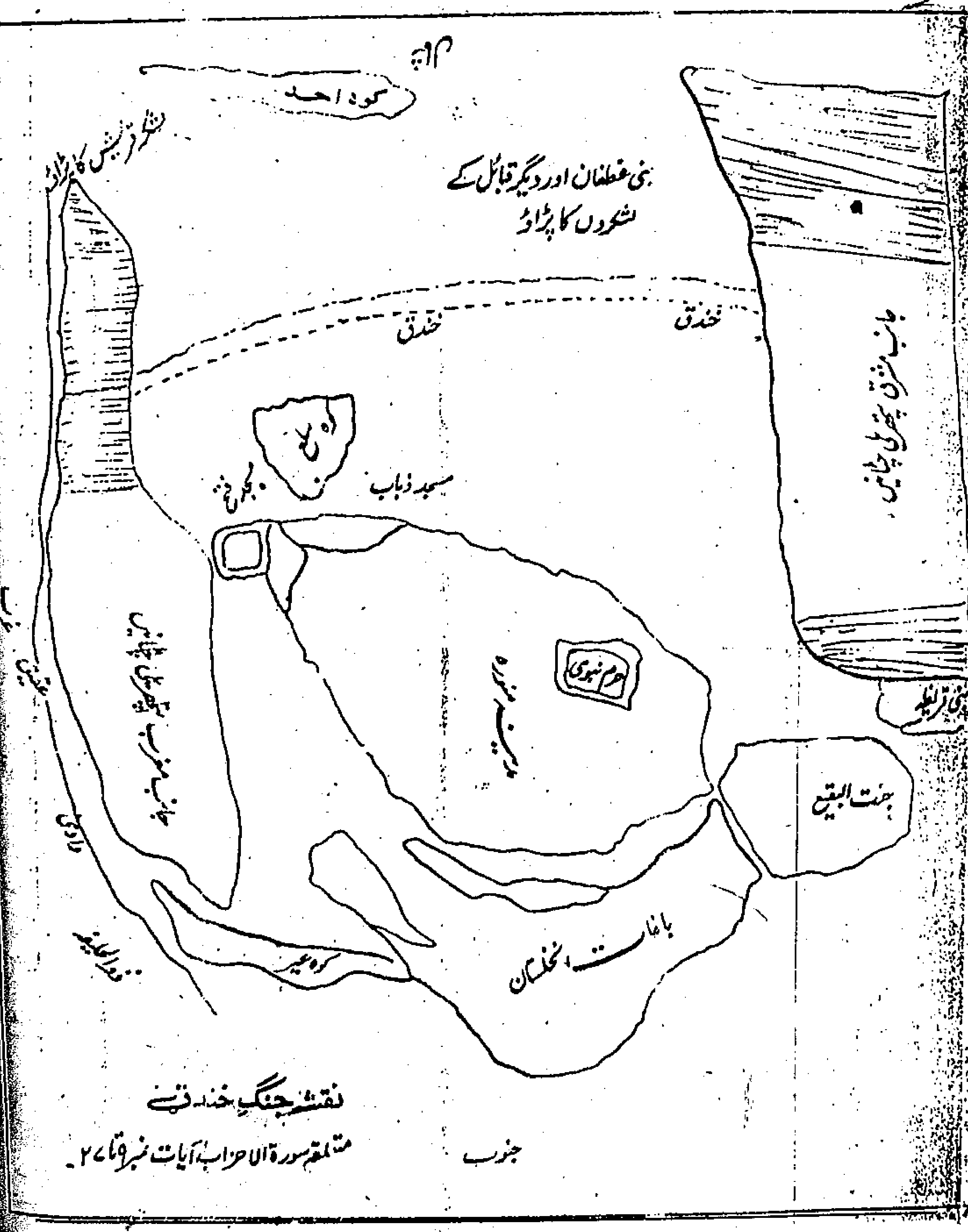

نقشہ جنگِ خندق

متعلقہ سورۃ الاحزاب آیات نمبر ۹ تا ۲۷

Marfat.com

نقشہ

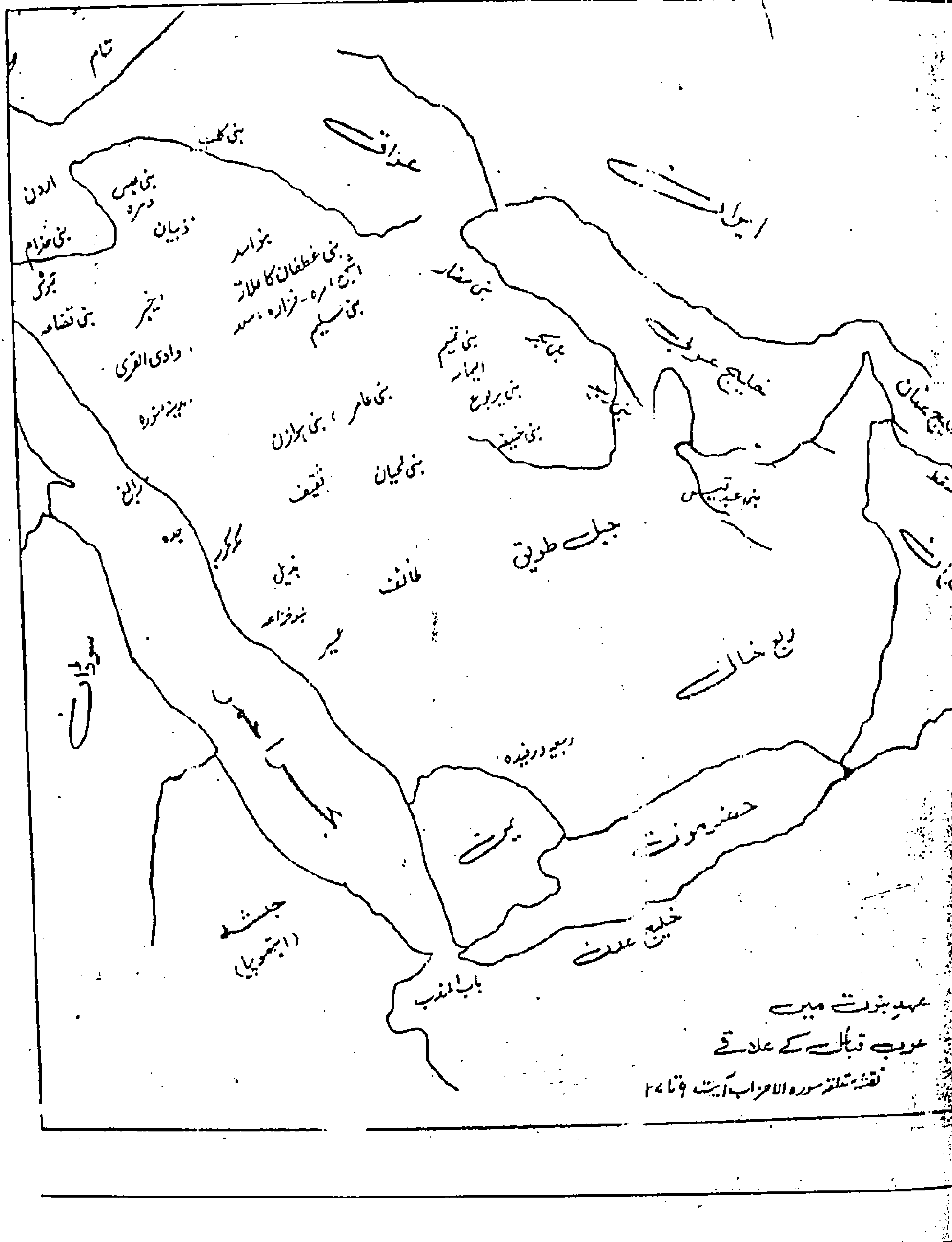

عہد نبوت میں
عرب قبائل کے علاقے
نقشہ متعلقہ سورہ الاحزاب آیت ۹ تا ۲۷

Marfat.com

ان دونوں بزرگوں نے اس رائے سے اختلاف کیا اور عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس طرح صلح کرنے کا حکم دیا ہے؟ اگر ایسا ہے تو آپ ضرور ایسا کر لیجئے یا اگر آپ کو خود یہ صلح کا طریقہ مرغوب اور محبوب ہے تو بھی آپ ﷺ کر سکتے ہیں یا یہ کہ آپ ﷺ نے اس میں ہماری اچھائی تصور کی ہے اور ہمارے مفاد کے لئے یہ صلح فرما رہے ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بلاشبہ میں تمہارے لئے ہی یہ صلح کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے اس مرتبہ یہ خیال کیا ہے کہ عرب نے متفق ہو کر تم پر ایک مشترکہ کمان سے تیراندازی کی ہے۔ حضرت سعد بن معاذ ؓ نے عرض کیا کہ جب ہم شرک والحاد اور بتوں کی نجاست میں مبتلا تھے۔ اس وقت تو وہ ہم سے بجز خریداری کے ایک خرما بھی نہیں پا سکتے تھے۔ مگر اب جب کہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے نور اسلام سے منور کیا اور آپ ﷺ کی وجہ سے ہماری عزت افزائی کی تو ہم ان کو اپنا مال و پیداوار کیوں دے دیں؟ واللہ ہم ان کو ایک خرما بھی سوائے تلوار کے نہ دیں گے۔ آپ ﷺ مطمئن رہیں جب تک ہم میں سے ایک کی بھی جان باقی ہے۔ کفار کی یہ بزدل جماعت مدینہ کے قریب بھی نہ آسکے گی۔ آنحضرت ﷺ یہ سن کر چپ ہو گئے اور مصالحت کی بابت سکوت اختیار کیا۔

دونوں افواج میں جھڑپیں:

بعد ازاں قریش کے چند سوار (جن میں عکرمہ بن ابی جہل و عمرو بن عبدود بنو عامر بن لوی سے اور بنو محارب سے ضرار بن الخطاب شامل تھے) اپنے لشکر سے نکل کر مسلمانوں کی طرف بڑھے مگر خندق دیکھ کر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے کیونکہ اس سے قبل عربوں میں یہ مکر وفریب نہ تھا۔ بہر حال ان لوگوں نے کسی تنگ مقام سے خندق پار کرنے کا ارادہ کیا۔ یہ سوچ کر سواران کفار اپنے گھوڑوں کو دوڑا کر خندق پھاند گئے اور مسلمانوں کے مقابلہ میں آکر لڑنے والوں کو طلب کیا۔ علی ابن ابی طالب ؓ چند صحابیوں کو ساتھ لے کر ان کے سامنے آئے اور عمرو بن عبدود کو ہلاک کر ڈالا۔ باقی اس کے ہمراہی اپنے گروہ میں سے جس طرح آئے تھے اسی طرح واپس ہو گئے انہیں ایام میں حضرت سعد بن معاذ ؓ کے ایک تیر رگ اکحل پر آلگا۔ کچھ کہتے ہیں کہ حبان بن قیس بن العرقہ نے یہ تیر چلایا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ ابو اسامہ جشمی حلیف بنو مخزوم نے علماء سیر لکھتے ہیں کہ جس وقت حضرت سعد بن معاذ ؓ کے تیر لگا تھا اس وقت وہ یہ دعا کر رہے تھے جس کا ترجمہ یہ ہے۔

> اے اللہ اگر تو نے قریش کی لڑائی باقی رکھی ہو تو مجھ کو بھی اس کے لئے باقی رکھ۔ مجھے اس سے کوئی چیز زیادہ پیاری نہیں کہ میں اس قوم سے لڑوں اور ان سے جہاد کروں جس نے تیرے رسول کو تکلیفیں دیں اور ان کو حرم سے نکال دیا ہے اور اگر تو نے ہماری اور ان کی جنگ ختم کر دی ہے تو اسی زخم کو میری شہادت کا ذریعہ کر دے۔ اب سوائے اس کے اور کوئی خواہش نہیں ہے کہ مرتے وقت میری آنکھیں بنو قریظہ کی ذلت دیکھ کر ٹھنڈی ہوں۔

محاصرے کے دوران نعیم بن مسعود بن عامر بن انیف بن ثعلبہ بن منذر بن ملال بن خلاوہ بن اشجع بن ریث بن غطفان ؓ خدمت اقدس میں پیش ہوئے اور عرض کیا کہ "یا رسول اللہ ﷺ میں آپ ﷺ پر ایمان لایا، میری قوم ابھی میری اس حالت سے آگاہ نہیں ہوئی آپ ﷺ جو کچھ فرمائیں میں اس کی بجا آوری کو موجود ہوں"۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "تم ایک تجربہ کار آدمی ہو ان مشرکین کے دفعیہ کی جو تدبیر مناسب سمجھو کرو۔" "فـان الـحـرب خـدعـة" (اس واسطے کہ جنگ فریب ہے)۔ نعیم ابن مسعود ؓ یہ سنتے ہی بنو قریظہ کے پاس گئے (یہ لوگ زمانہ جاہلیت میں ان کے رفیق تھے اور ان سے مراسم رکھتے تھے) اور یہ سمجھایا کہ تم کو قریش اور بنو غطفان نے بیوقوف بنا رکھا ہے اگر تم کو کامیابی ہوگی تو وہ مال غنیمت میں تمہارے ساتھ شریک ہوں گے۔ نصف بلاد تم سے لے لیں گے اور اگر کہیں شکست ہوگئی تو یاد رکھنا کہ وہ اپنے ہی وطن و شہر میں پہنچ کر دم لیں گے تم اکیلے یہاں رہ جاؤ گے۔ پھر تم تن تنہا محمد ﷺ اور ان کے سرفروش ساتھیوں کا مقابلہ نہ کر سکو گے لہذا مناسب یہ ہوگا کہ تم لوگ اس تسلی کے لئے کہ تمہارے ساتھ وہ ہر حال میں رہیں گے تم ان کے لڑکوں کو اپنے یہاں رکھ لو' بنو قریظہ کے دل میں یہ بات ترازو ہو گئی اور وہ اس امر پر راضی ہو گئے۔

Marfat.com

بعد میں نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ ابوسفیان کے پاس پہنچے اور اس کو یہ جڑ کا دیا کہ ''یہود بنوقریظہ تمہاری ہمراہی سے بد دل ہو کر محمد ﷺ سے مل گئے ہیں اور ان سے عہد کرلیا ہے کہ قریش کے لڑکوں کو ہم بطور ضمانت اپنے قبضہ میں لے کر تمہارے سپرد کر دیں گے''۔ جب یہ باتیں ابوسفیان کے بھی ذہن نشین ہوگئیں تو نعیم ابن مسعود رضی اللہ عنہ یہاں سے اٹھ کر غطفان کے پاس گئے اور ان سے بھی یہی باتیں کہیں۔

ابوسفیان وغطفان نے نعیم ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اطلاعات کی تصدیق کے لئے اتفاق سے پیر کی رات کو بنوقریظہ سے کہلا بھیجا کہ تم لوگ محمد ﷺ کی ہمسائیگی میں رہتے ہو ان کی نقل وحرکت سے بخوبی واقف ہو گے۔ لہٰذا تم پہلے حملہ کرو۔ بنوقریظہ نے یوم السبت کا بہانہ کیا اور اس کے ساتھ ہی یہ پیام بھیجا کہ ''جب تک تم اپنے لڑکوں کو ہمارے اطمینان کی خاطر ہمارے حوالے نہ کر دو گے ہم ہرگز نہ لڑیں گے''۔ اس پیام کے پہنچتے ہی نعیم ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی خبر کی تصدیق ہوگئی پس ان کو بنوقریظہ کی طرف سے کھٹکا پیدا ہوگیا۔ جواب میں قریش نے لڑکوں کے حوالے کرنے سے یکسر انکار کر دیا مگر لڑنے پر ان کو مجبور کرنا چاہا جس سے بنوقریظہ کا وہ خیال جس کو نعیم ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کے دماغ میں پیدا کر دیا تھا۔ یقین کے درجہ کو پہنچ گیا اور نعیم ابن مسعود کی باتوں کی تصدیق ہوگئی لہٰذا اس سبب سے قریش و بنوقریظہ میں نفاق پیدا ہو گیا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قریش وغطفان پر ایک سخت ہوا بھیجی جس سے ان کے خیمے اکھڑ گئے، ہانڈیاں الٹ گئیں اور ضروری اسباب اڑ گئے۔ آنحضرت ﷺ نے کفار کی نااتفاقی سے مطلع ہو کر حذیفہ بن الیمان کو قریش کی نقل وحرکت کا پتہ چلانے کے لئے بھیجا انہوں نے صبح کو واپس آ کر مشرکین مکہ کی واپسی کی اطلاع دی۔ آنحضرت ﷺ بھی مع اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے صبح کو مدینہ واپس آئے۔

بنوقریظہ کی گوشمالی:

غزوہ خندق سے واپسی کے بعد بہ نظر گوشمالی اس دن بعد نماز ظہر بنوقریظہ پر جہاد کرنے کا الہام ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے اصحاب کو یہ حکم دیا اور فرمایا کہ کوئی شخص سوائے بنوقریظہ کے اور کہیں نماز عصر نہ پڑھے چنانچہ آپ ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ مدینہ سے نکلے۔ اسلامی جھنڈا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو سونپا اور مدینہ میں اپنے بجائے ابن ام مکتوم کو چھوڑا۔ پچیس دن تک ان کا محاصرہ کیے رہے۔

اسی دوران کعب بن اسد سردار بنوقریظہ نے اپنی قوم کو جمع کر کے کہا ''اے گروہ یہود اگر تم لوگ اپنی جان و مال، عورتوں اور بچوں کو مسلمانوں کی دست برد سے بچانا چاہتے ہو تو اسلام قبول کرلو یا کہ ہفتہ کی رات محمد ﷺ پر شب خون مار کر خود کو ان کے ہاتھوں سے بچاؤ۔ وہ ہفتہ کی رات کو اس خیال سے کہ یہود یوم السبت (ہفتہ کے روز) کو نہیں لڑتے تم سے غافل رہیں گے اور اگر ان دونوں امور کو ناپسند کرتے ہو تو بہتر یہ ہے کہ پہلے اپنی عورتوں اور بچوں کو ہلاک کرو۔ مال واسباب کو جلا دو۔ شمشیر بکف ہو کر محمد (ﷺ) سے جنگ کرو۔ اگر اس صورت میں ہم ناکام ہوئے تو اپنی عورتوں اور بچوں کی گرفتاری کا رنج ہم کو نہ ہوگا۔ اور اگر کہیں فتح یاب ہو گئے تو عورتیں بہت سی مل جائیں گی اور لڑکے بھی پیدا ہو جائیں گے۔ بنوقریظہ نے ان میں سے ایک بات بھی تسلیم نہ کی۔

ان لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے ابولبابہ بن عبدالمنذر بن عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ کو مشاورت کی غرض سے اس وجہ سے طلب کیا کہ بنوقریظہ ان کے خلفاء میں تھے۔ ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ کو دیکھتے ہی کل بنوقریظہ جن میں ان کے لڑکے اور عورتیں بھی شامل تھیں جمع ہو گئے اور آہ و زاری کرتے ہوئے کہنے لگے کہ کیا تمہاری بھی یہی تجویز ہے کہ ہم محمد ﷺ کے حکم سے قلعہ بندی چھوڑ دیں اور حصار سے نکل آئیں۔ ابولبابہ۔ ہاں کہہ کر آنحضرت ﷺ کے پاس واپس نہ گئے بلکہ مدینہ کی طرف لوٹ آئے اور اسی واپسی پر شرمندہ ہو کر اس انتظار میں مسجد کے ستون سے خود کو بندھوا دیا کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس غلطی کو معاف فرمائے۔ ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے دل میں یہ بھی عہد کرلیا تھا کہ اس سرزمین پر میں داخل نہ ہوں گا جہاں پر میں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ بددیانتی کی ہے۔

آنحضرت ﷺ نے یہ واقعہ سن کر ارشاد فرمایا کہ اگر ابولبابہ رضی اللہ عنہ میرے پاس آتا تو میں اللہ تعالیٰ سے اس کا قصور معاف کراتا لیکن اب جب تک کہ اللہ تعالیٰ اس کی خطا سے درگزر نہ کرے۔ میں اس کو کھول نہیں سکتا۔ چھ روز تک ابولبابہ رضی اللہ عنہ مسجد کے ستون سے بندھے رہے، صرف نماز

Marfat.com

کے اوقات میں کھلتے تھے۔ساتویں روز اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔آنحضرت ﷺ نے خود اپنے دست مبارک سے ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو ستون سے آزاد کیا۔اس کے بعد بنو قریظہ مجبور ہو کر بحکم رسول اللہ ﷺ حصار سے نکل آئے۔اسی شب بنو قریظہ میں سے ہذیل کے چار بھائی مسلمان ہو گئے۔عمرو بن سعد قرظی فرار ہو گیا۔یہ بنو قریظہ کے ساتھ عہد شکنی میں شریک نہیں ہوا تھا۔الغرض بنو قریظہ کے حصار سے نکلنے کے بعد بنو اوس نے آنحضرت ﷺ سے استدعا کی کہ جیسا کہ بنو خزرج کی التماس پر نضیر کے ساتھ معاملہ کیا گیا ہے،اسی طرح ہمارے کہنے سے بنو قریظہ کے ساتھ بھی برتاؤ کیا جائے۔

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم اس بات سے خوش ہو گے کہ اس امر کا فیصلہ وہ شخص کرے جو تم میں سے ہو؟ بنو اوس نے کہا ہاں یا رسول اللہ ﷺ۔تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ہیں وہی اس امر کا فیصلہ کریں گے (سعد بن معاذ غزوہ خندق میں زخمی ہوئے تھے عیادت و بیمار پرسی کے خیال سے مسجد نبوی کے قریب ایک خیمے میں ٹھہرائے گئے تھے) سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سوار کرا کے لائے گئے جس وقت یہ مجلس کے نزدیک آئے تو آنحضرت ﷺ نے بنو اوس سے فرمایا"قوموا الی سید کم"(اپنے سردار کی تعظیم کے لئے اٹھو) بنو اوس نے ان کو احترام سے لا کر بٹھایا اور کہا"آنحضرت ﷺ نے تمہارے موالی اور ساتھیوں کی قسمت کا فیصلہ تمہارے سپرد کیا ہے۔حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا"تم کو اللہ تعالیٰ کے عہد میثاق پر عمل کرنا چاہئے"بنو اوس نے کہا ضرور بسرو چشم۔اس پر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ان کی بابت حکم دیتا ہوں کہ بنو قریظہ کے کل مرد قتل کئے جائیں،لڑکے اور عورتیں لونڈی غلام بنائے جائیں اور مال و اسباب مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے۔آنحضرت ﷺ نے یہ سن کر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا لقد حکمت فیھم بحکم اللہ (بے شک تم نے اللہ کے حکم کے مطابق حکم دیا)۔

بنو قریظہ کا انجام:

اس کے بعد آپ ﷺ کے حکم سے بنو قریظہ مدینہ کے بازار کی طرف لائے گئے اور خندقیں کھود کر ان کی گردنیں اڑا دی گئیں۔ان کی تعداد چھ اور سات سو کے درمیان تھی عورتوں میں سے صرف ہنانہ زوجہ حکم قرظی کو قتل کیا گیا۔اس کے قتل کا بھی باعث یہ تھا کہ اس نے خلاد بن سوید بن الصامت رضی اللہ عنہ پر دیوار پر سے ایک چکی گرا دی تھی جس کی چوٹ سے وہ شہید ہو گئے تھے۔ثابت بن قیس بن الشماس رضی اللہ عنہ کی سفارش سے زبیر بن باطا قرظی کی اس کے بیوی بچوں سمیت جاں بخشی کر دی گئی۔اس کا مال و اسباب بھی واپس کر دیا گیا اور ام منذر بنت قیس بخاریہ کو رفاعہ بن سموال قرظی کو مرحمت فرمایا۔اس واقعہ کے بعد رفاعۃ اسلام لے آئے اور ان کو آنحضرت ﷺ کی صحبت بھی نصیب ہوئی۔ان معاملات سے فراغت پا کر آپ ﷺ نے بنو قریظہ کے مال و اسباب میں سے سواروں کو تین تین حصے اور پیادوں کو ایک ایک حصہ عطا فرمایا۔قیدیان بنو قریظہ میں سے ریحانہ بنت عمرو بن خنافہ ان کے حصے میں آئیں اور تاحیات آپ ہی کی ملک میں رہیں۔

ان واقعات کے بعد سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وہ دعا جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے مستجاب ہو گئی۔ان کی رگ اکحل سے دوبارہ خون جاری ہو گیا یہاں تک کہ یہ شہید ہو گئے۔پس انہوں نے شہداء جنگ خندق کے ساتویں عدد کو پورا کیا۔مشرکین کے گروہ میں سے اس لڑائی میں چار آدمی مارے گئے اور یہ چاروں قریش کے تھے۔مشرکین کے مقتولوں کے منجملہ عمرو بن عبدود اور اس کا لڑکا حسل و نوفل بن عبداللہ بن المغیرہ شامل تھے۔اس جنگ کے بعد کفار قریش نے مسلمانوں سے کوئی لڑائی نہیں چھیڑی حتیٰ کہ مکہ فتح ہو گیا۔

بنو قریظہ کی فتح کے چھ ماہ بعد جمادی الاولیٰ سنہ ۵ ھ میں اہل رجیع کے عاصم بن ثابتؓ وخبیب بن عدی کی موت کا بدلہ لینے کی غرض سے آپ نے دو سو سواروں کی جمعیت کے ساتھ بنو لحیان کا قصد کیا۔مدینہ سے نکل کر سیدھے شام کے راستہ پر چلے۔کچھ دور چل کر تخیرات یمام سے بائیں جانب مڑ کر مکہ کے راستہ پر آ گئے۔رفتہ رفتہ امج و عسفان کے درمیان جا اترے۔مگر مشرکین کا گروہ آپ کی آمد سے پہلے ہی منتشر ہو کر پہاڑوں میں چھپ گیا اور لڑائی کی نوبت نہ آئی۔

Marfat.com

عینیہ بن حصن فزاری نے آنحضرت ﷺ کے لوٹ جانے کے بعد بنو عبداللہ غطفانی کو لے کر اطراف مدینہ پر شب خون مارا اور ان کی اونٹنیاں پکڑ کر لے گیا۔ اس واقعہ میں یہ بنو غفار کے ایک شخص کو جو وہاں موجود تھا قتل کر کے اس کی بیوی کو ساتھ لے گیا۔ سلمہ بن عمرو بن الاکوع اسلمی رضی اللہ عنہ یہ واقعہ دیکھ کر مسلمانان مدینہ کو اس سے باخبر کر کے اس کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ آنحضرت ﷺ کی اطلاع پر عینیہ کی گرفتاری کے لئے مقداد بن الاسود و عباد بن بشر و سعد بن زید الشہلی و عکاشہ بن محصن و محرز بن نضلہ اسدی وابوقتادہ (بنو سلمہ) کے مہاجرین والانصار رضی اللہ عنہم کو لے کر سلمہ سے جا ملے۔ ان میں سعد بن زید رضی اللہ عنہ کو سالار تعینات فرمایا۔ یہ سواران اسلام نہایت سرعت سے مسافت طے کر کے دشمنان خدا تک پہنچ گئے۔ دونوں جماعتوں میں لڑائی ہوئی محرز بن نضلہ کو عبدالرحمٰن بن عینیہ نے شہید کیا۔ مشرکوں کو ہزیمت ہوئی۔ ایک دن اور رات آپ ﷺ چشمہ ذوقرد پر مقیم رہے اور منجملہ ان ناقوں کے جو مشرکین سے واپس لئے گئے تھے۔ ایک ناقہ ذبح کیا گیا۔ اس کے بعد مدینہ واپس لوٹ آئے۔

غزوہ بنی مصطلق

اس غزوہ کے بعد رسول اللہ ﷺ سنہ ٦ ھ تک خاموشی کی حالت میں مدینہ میں ٹھہرے رہے۔ کیا تعجب تھا کہ کچھ دنوں سکون کی یہی کیفیت قائم رہتی مگر مشرکین کو سکون کہاں مل سکتا تھا۔ نہ وہ خود آرام سے رہتے تھے اور نہ ہی آپ کو آرام سے بیٹھنے دیتے تھے۔ انہوں نے غزوہ لغابہ کے بعد بنوالمصطلق میں جمع ہو کر مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاری کی۔ ان کا سربراہ حرث بن ابی ضرار پدر جویریہ ام المومنین رضی اللہ عنہا تھا۔ آنحضرت ﷺ کفار کی پیش قدمی سے باخبر ہو کر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور کچھ کے مطابق نمیلہ بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنا کر روانہ ہوئے۔ چشمہ (باچاہ) مریسیع پر قدید و ساحل کے وسط میں مشرکین بنوالمصطلق سے آمنا سامنا ہوا۔ فریقین نے ایک دوسرے پر حملہ کیا۔ مشرکین کو ہزیمت ہوئی جن کی قسمت میں مارا جانا لکھا تھا، وہ میدان جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھوں ہلاک ہو گئے، مال و اسباب پر قبضہ کر لیا گیا اور عورتیں و بچے حراست میں لے لئے۔

منجملہ ان کے جویریہ بنت الحرث رضی اللہ عنہا سردار بنوالمصطلق بھی تھیں۔ یہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی تھیں۔ ثابت بن قیس نے ان کو معاوضہ لے کر آزاد کر دیا جس کی واجب الادا رقم کو آنحضرت ﷺ نے ادا فرما دیا اور جویریہ رضی اللہ عنہا کو لے کر آزاد کر کے اپنی زوجیت میں لے لیا۔ جب صحابہ کو یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے جویریہ رضی اللہ عنہا سے عقد کر لیا تو انہوں نے آپ ﷺ کی دامادی کے باعث بنوالمصطلق کے اپنے ہاں قید سبھی قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ ان آزاد کئے جانے والوں کی تعداد سو کے قریب یا اس سے کچھ زائد تھی۔ اس لڑائی میں بنولیث بن بکر کے بجائے ہشام بن صابہ لیثی کو دشمن کے دھوکے میں عبادۃ ابن الصامت کے خاندان کے ایک شخص نے قتل کیا۔ نیز اس معرکے میں واپسی کے وقت جب کہ ہجاہ بن مسعود غفاری اجیر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ و سنان ابی واقد جہنی حلیف بن عوف بن الخزرج میں نااتفاقی ہو گئی تھی۔ عبداللہ بن ابی سلول نے کہا تھا کہ اگر ہم بخیر و عافیت مدینہ جا پہنچے تو ضرور ہم وہاں سے ان رذیلوں کو نکال دیں گے۔ علاوہ اس کے اسی طرح کے اور گستاخانہ کلمات بھی آنحضرت ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں کہے تھے۔ جن کو زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ نے اپنے کانوں سے سن کر آنحضرت ﷺ سے عرض کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت سورہ منافقین نازل فرمائی۔ عبداللہ بن ابی کے لڑکے عبداللہ نے اپنے باپ سے بیزاری ظاہر کی اور یہ گزارش کی کہ "واللہ اللہ اور اس کا رسول مجھے عزیز تر ہے اور بے شک وہی (میرا والد) ذلیل و خوار ہے۔ اگر آپ فرمائیں تو میں خود اس کو نکال دوں"۔ پھر جب مدینہ میں پہنچے تو عبداللہ بن عبداللہ نے اپنے باپ عبداللہ بن ابی ابن سلول سے باز پرس کی۔ گھر میں داخل تک نہ ہونے دیا اور علانیہ یہ کہہ دیا کہ تم کو میں اس وقت تک مکان میں قدم نہ رکھنے دوں گا جب تک آنحضرت ﷺ اجازت عطا نہ فرمائیں گے۔

Marfat.com

نقشہ

نقشہ: غزوہ بنی مصطلق

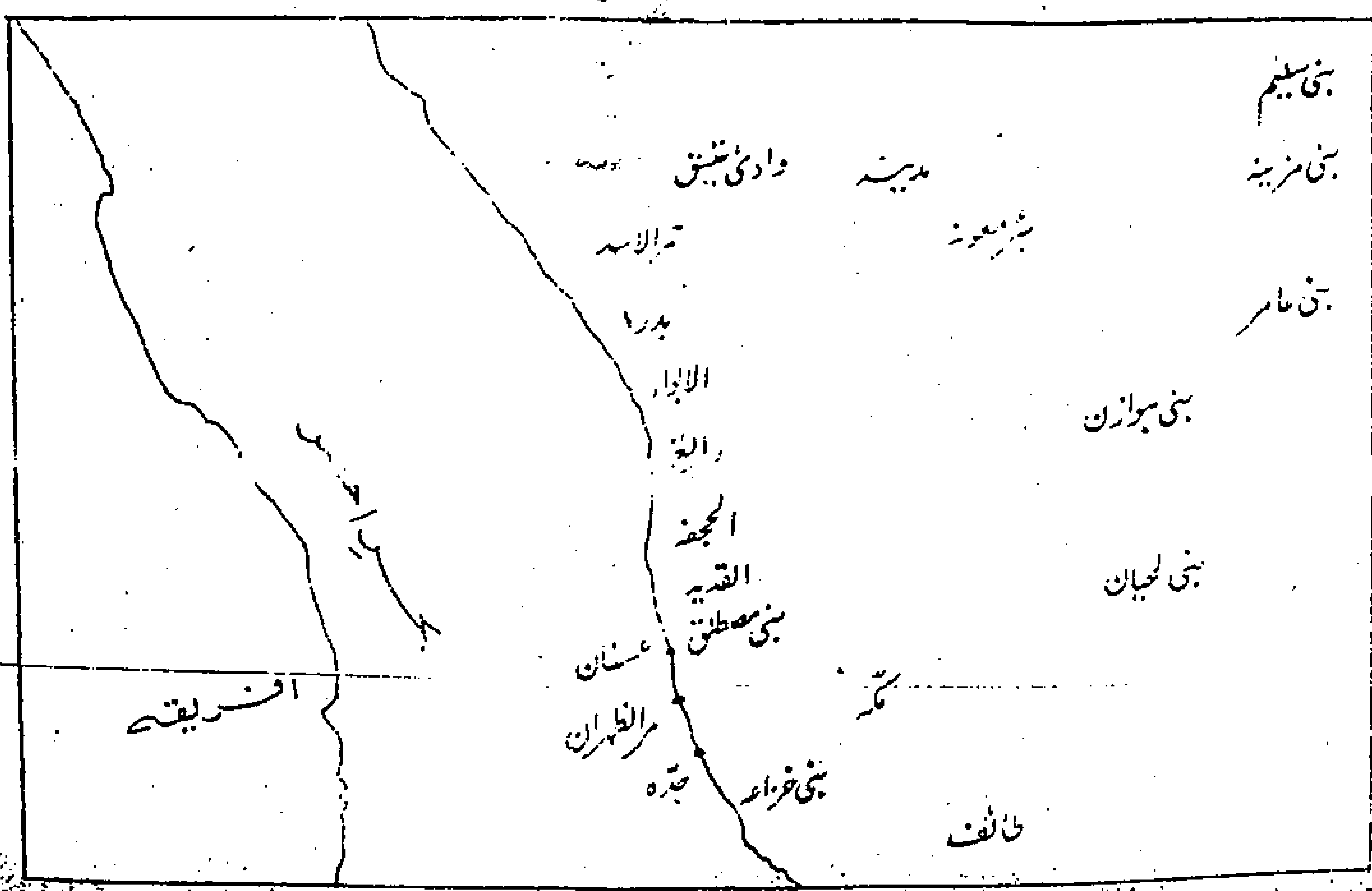

Marfat.com

لہٰذا یہ آنحضرت ﷺ کی اجازت سے مکان میں داخل ہوا۔ اس کے بعد عبداللہ بن عبداللہ بن ابی نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا ''یا رسول اللہ مجھے یہ اطلاع پہنچی ہے کہ آپ میرے باپ کے قتل کی فکر میں ہیں۔ مجھ کو اس کا ڈر ہے کہ آپ ﷺ کہیں میرے سوا کسی دوسرے کو اس کام پر مامور نہ فرمائیں۔ میرا نفس اس امر کو قبول نہ کرے گا کہ میں اپنے باپ کے قاتل کو چھوڑ دوں اور اگر میں نے اس کو قتل کر ڈالا تو حقیقۃً میں نے ایک مسلمان ایک کافر کے بدلے مارا۔ اس وجہ سے میں یہ استدعا کرتا ہوں کہ آپ ﷺ مجھ کو میرے باپ کے مارنے کا حکم دیجئے۔ میں ابھی اس کا سر کاٹ کر حاضر کرتا ہوں'' آنحضرت ﷺ نے یہ سن کر ان کو دعا دی اور ان کی تسکین کر دی کہ ان کے باپ کے ساتھ سختی نہیں بلکہ نرمی کی جائے گی۔

واقعہ افک:

اسی غزوہ میں واقعہ افک پیش آیا۔ اہل افک نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں بدگوئی کی جس کا ذکر کرنے کی ہم کو ضرورت نہیں ہے کتب سیر میں یہ واقعہ صریحاً مذکور ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی برأت، بزرگی اور عفت مابی کی بابت آیات بھی نازل فرمائی ہیں۔

صحیح میں یہ ذکر آ گیا ہے کہ واپسی کے وقت حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ و سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ میں کچھ تلخ کلامی ہو گئی تھی۔ یہ غلط فہمی ہے کیونکہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بعد فتح بنو قریظہ سنہ ۴ھ میں انتقال کر چکے تھے اور غزوہ بنو المصطلق سنہ ۶ھ میں ان کے انتقال کے بیس مہینے بعد ہوا لہٰذا دو افراد کا جھگڑا غزوہ بنو مصطلق کے بعد پیدا ہوا۔ لہٰذا ابن اسحاق نے جو زہری سے اور زہری نے عبیداللہ بن عبداللہ وغیرہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ سے اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے بات چیت ہوئی تھی وہ اسید بن الحضیر رضی اللہ عنہ کی باتیں تھیں۔

دو سال بعد آنحضرت ﷺ نے بنو مصطلق سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں سے صدقات کی وصولی کے لئے ولید بن عقبہ بن معیط رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا۔ جس وقت ولید، بنو المصطلق کے نزدیک پہنچے۔ بنو المصطلق ان کے خیر مقدم کو نکلے۔ ولید نے یہ خیال کر کے یہ لوگ میری ہلاکت کی غرض سے آئے ہیں لوٹ آئے اور آنحضرت ﷺ کو یہ اطلاع دی کہ وہ میرے قتل پر آمادہ ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کی بدعہدی کی بابت مسلمانوں سے مشاورت کی۔ اسی دوران بنو المصطلق کا وفد آیا اور ملاقات سے پہلے ولید کی واپسی پر افسوس ظاہر کرنے کے بعد اظہار کیا کہ بنو المصطلق ان کے خیر مقدم کو آئے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کے اس کو بیان کو مان لیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوٓا اَنْ تُصِيبُوا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِينَ ۝'' ۔ (اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی اطلاع لے آئے تو تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں کسی پر حملہ کر بیٹھو اور پھر اپنے کئے پر شرمندہ ہونا پڑ جائے)۔

Marfat.com

صلح حدیبیہ اور دیگر واقعات

غزوہ بنو المصطلق کے دو ماہ بعد ماہ ذی قعدہ سنہ ۶ ھ میں آنحضرت ﷺ بقصد عمرہ ادائے حج مدینہ سے مکہ روانہ ہوئے۔ مہاجرین اور انصار رضی اللہ عنہ کی ایک جماعت آپ ﷺ کے ہمراہ تھی۔ آپ ﷺ کے ہمراہیوں کی تعداد تیرہ سو اور پندرہ سو کے درمیان تھی۔ اگرچہ اس امر کے اظہار کے لئے کہ آپ ﷺ جنگ کے قصد سے مکہ روانہ نہیں ہوئے آپ ﷺ نے اپنی روانگی سے قبل قربانی کے جانوروں کو آگے روانہ کر دیا تھا اور مدینہ ہی سے احرام باندھ لیا تھا مگر اہل قریش اس کے باوجود خبر پاتے ہی آپ ﷺ سے لڑنے اور بیت اللہ کی زیارت سے روکنے پر تل گئے۔ خالد بن الولید کو ایک دستہ سواروں کے ساتھ کراع الغمیم کی طرف بڑھایا۔ یہ اطلاع آپ ﷺ کو اس وقت پہنچی جب کہ آپ ﷺ عسفان پہنچ چکے تھے۔ آپ ﷺ نے اسی مقام سے عام راستہ چھوڑ کر ثنیۃ المراء کا راستہ اختیار کیا۔ رفتہ رفتہ مقام حدیبیہ (اسفل مکہ) میں پہنچے۔ خالد بن الولید اس اطلاع کو سنتے ہی مع اپنے ہمراہیوں کے مکہ بغرض اطلاع لوٹ آئے رسول اللہ ﷺ نے جب اس مقام سے مکہ کی طرف اپنے ناقہ کو موڑنا چاہا تو وہ بیٹھ گیا۔ لوگوں نے کہا کہ ناقہ بیٹھ گیا۔ مکہ کی طرف جانے سے روکتا ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ ”نہیں مکہ کی جانب جانے سے ناقہ نہیں رک سکتا۔ مگر اس کو اس نے روک دیا ہے جس نے اصحاب فیل کے فیل کو روک دیا تھا“۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اس کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر قریش آج کے دن مجھے نہ روکتے تو میں صلہ ورحم میں جو وہ مانگتے ہیں وہی دیتا۔ اس کے بعد آپ ﷺ اتر پڑے اور لوگوں کو قیام کرنے کے لئے فرمایا۔ صحابہ نے اس مقام پر پانی کی عدم دستیابی کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے ایک تیر اپنے ترکش سے نکال کر دیا جس کو انہوں نے آپ ﷺ کے حسب ہدایت وادی کے ایک پتھر میں گڑ دیا اللہ کی قدرت سے اس قدر پانی نکلا کہ تمام لشکر کے لئے کافی ہو گیا مؤرخین لکھتے ہیں کہ یہ عمل براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔

آنحضرت ﷺ اور کفار قریش میں نامہ و پیام شروع ہوا۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ دونوں گروہوں میں نامہ بری یا سفارت کا کام انجام دے رہے تھے اتفاقاً مکہ سے واپسی میں ان کو کچھ تاخیر ہوئی اور یہاں یہ اطلاع مشہور ہو گئی کہ مشرکین نے ان کو شہید کر ڈالا۔ آنحضرت ﷺ یہ سن کر بہت برہم ہوئے۔ اسی وقت مسلمانوں کو بلا کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر مرنے اور لڑائی سے نہ بھاگنے کی بیعت لی اور اپنا بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ پر مارا اور فرمایا کہ یہ بیعت عثمان کی طرف سے ہے۔

نامہ و پیام کے بعد سب سے آخر میں سہیل بن عمرو قریش کی جانب سے آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور یہ بات قرار پائی کہ اس برس قربانی کر کے واپس چلے جائیں۔ آئندہ سال مکہ میں آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم بلا ہتھیار سوائے تلوار کے داخل ہوں۔ تین دن سے زیادہ قیام نہ کریں۔ یہ صلح دس برس تک برابر قائم رہے۔ ایک دوسرے کو کسی قسم کی ایذا نہ پہنچائیں۔ نیز یہ کہ جو شخص کفار میں سے مسلمانوں سے جا ملے وہ اپنی قوم کو واپس کر دیا جائے گا اور جو شخص مسلمانوں میں سے ان میں مل جائے تو وہ مسلمانوں کو واپس نہ کیا جائے گا۔ یہ شرط مسلمانوں کو بری لگی بعض نے اس میں بحث بھی کی مگر آنحضرت ﷺ بالہام الٰہی سمجھتے تھے کہ یہ صلح لوگوں کے امن اور ظہور اسلام کا باعث ہو گی اور اللہ تعالیٰ اس میں مسلمانوں کے لئے بہبود اور بہتری کی صورت پیدا کرے گا۔

Marfat.com

صلح نامہ حدیبیہ:

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے عہد نامہ لکھا اور اس کے عنوان میں یہ عبارت تحریر کی ''هذا ما قاضی علیه محمد رسول الله ﷺ'' (یہ وہ ہے جس پر محمد رسول اللہ نے صلح تسلیم فرمائی ہے) سہیل نے یہ تحریر دیکھ کر کہا ''اگر ہم محمد ﷺ کو رسول اللہ سمجھتے ہوتے تو ان سے کیوں لڑائی کرتے''؟ آنحضرت ﷺ نے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اس کے بدل دینے کا حکم دیا۔ علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے انکار کیا تو آپ ﷺ نے خود اس عہد نامے کو لے کر لفظ رسول اللہ ﷺ کو محو کر کے محمد ﷺ بن عبد اللہ تحریر کر دیا۔

قارئین کے ذہنوں میں آنحضرت ﷺ کی اس کتابت سے یہ شک نہ پیدا ہوا کہ اس محو اثبات سے آپ کی امیت میں کچھ فرق آ گیا۔ اس وجہ سے کہ یہ کتاب بلا علم اشکال وحروف اور الفاظ ہوئی تھی لہذا یہ کتابت بھی آپ ﷺ کے معجزات میں سے ہے۔

عہد نامہ تحریر کیے جانے کے دوران ابو جندل بن سہیل آ گئے۔ یہ اس واقعہ سے پہلے ایمان لا چکے تھے سہیل اپنے لڑکے کو دیکھتے ہی چلا اٹھا هذا اوّل ما تقاضی علیه (یہ پہلا وہ آدمی ہے جس پر اور ہمارے تمہارے مابین فیصلہ ہوتا ہے)۔ آنحضرت ﷺ نے یہ سنتے ہی ابو جندل کو سہیل کے سپرد کر دیا اور یہ تسکین دے دی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کوئی نجات کی صورت نکالے گا لیکن عام مسلمانوں کو یہ امر ناگوار گزرا۔ اس کے بعد قریش کے تیس چالیس آدمی کو سواران اسلام حراست میں لے کر لائے جو مسلمانوں پر شبخون مارنے کے لئے آئے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو بھی آزاد کر دیا ان واپس ہونے والوں میں عتقی بھی شامل تھے۔ الغرض جب صلح نامہ لکھا گیا اور دستخط ہو کر مکمل ہو گیا تب آپ ﷺ نے قربانی کرنے اور سر منڈانے کا حکم دیا۔ صحابہ کو چونکہ شرائط صلح شاق گزریں تھیں اس لئے انہوں نے اس حکم کی تعمیل میں توقف کیا۔ آپ ﷺ کو اس سے رنج ہوا۔ آپ ﷺ نے اپنی بی بی ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے اس کی شکایت کی۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ رائے دی کہ آپ ﷺ باہر تشریف لے جائیے، قربانی کیجئے اور بال منڈائیے۔ پھر صحابہ بھی آپ ﷺ کی تقلید کریں گے۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ مسلمانوں نے آپ ﷺ کی اتباع کی۔ اس دن آنحضرت ﷺ کا سر مبارک خراش بن امیہ خزاعی رضی اللہ عنہ نے مونڈا تھا۔

صلح حدیبیہ کے اثرات:

زہری روایت کرتے ہیں کہ جب تک مسلمانوں اور کفار قریش میں نزاعی کشمکش جاری تھی اس وقت تک کوئی کسی سے مل جل نہ سکتا تھا اور پھر جب صلح ہو کر لڑائی ختم ہوگئی اور لوگوں کو امن مل گیا تو سب ایک دوسرے سے ملنے لگے، نہ کوئی کسی کے مذہب پر معترض ہوتا تھا اور نہ ہی اسلام کی کوئی برائی کرتا تھا۔

مدینہ واپس آنے کے بعد ابو بصیر عتبہ بن اسید بن جاریہ ثقفی رضی اللہ عنہ حلیف بنو زہرہ مکہ سے بھاگ کر مدینہ چلے آئے۔ یہ پہلے ہی سے مسلمان تھے مگر ان کی قوم نے ان کو اسیر کر رکھا تھا۔ ازہر بن عبد عوف عمر عبد الرحمٰن بن عوف و اخنس بن شریق سردار بنو زہرہ نے بنو عامر بن لوئی کے ایک آدمی کو اپنے خادم کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے پاس بھیجا۔ آپ ﷺ نے بموجب عہد نامہ ابو بصیر عتبہ بن اسید کو ان دونوں آدمیوں کے حوالے کر دیا۔

جب یہ لوگ ذوالحلیفہ میں پہنچے تو ابو بصیر نے ان میں سے ایک کی تلوار اٹھا لی اور عامری پر اس زور سے وار کیا کہ اس نے دم تک نہ لیا اور فوراً مر گیا۔ دوسرا یہ واقعہ دیکھ کر اپنی جان بچا کر فرار ہو گیا۔ ابو بصیر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش ہوئے اور عرض کیا ''اے رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے اپنا عہد پورا کیا اور اللہ نے مجھ کو چھڑا دیا''۔

آنحضرت ﷺ نے اس کا جواب ان کو ایسے الفاظ میں دیا جس سے ابو بصیر جان گئے کہ یہ پھر کفار قریش کے حوالے کر دیئے جائیں گے۔ اس وجہ سے اسی وقت وہ مدینہ سے نکل کر ساحل کی طرف چلے آئے جس راستے سے قریش شام کو جاتے تھے۔ رفتہ رفتہ ان سے قریش کا ایک گروہ جو اسلام دوست اور مسلمان تھا آ ملا۔ ان لوگوں نے قریش کے قافلوں کو تنگ کرنا اور لوٹنا شروع کر دیا۔ قریش نے مجبور ہو کر آنحضرت ﷺ سے یہ

Marfat.com

استدعا کی کہ ان لوگوں کو آپ مدینہ بلالیں۔ اس کے بعد ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط ہجرت کر آئیں۔ ان کے لینے کے لئے ان کے بھائی عمارہ ولید آئے۔ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے واپس کرنے سے روک دیا۔ چنانچہ وہ شرط جو عہد نامہ میں لکھی گئی تھی ٹوٹ گئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر مشرکہ عورتیں حرام کر دیں جس سے ان کا نکاح ٹوٹ گیا۔

سلاطین عالم کو دعوت اسلام:

عمرۃ الحدیبیہ اور اپنی وفات کے درمیانی عرصے میں آنحضرت ﷺ نے اپنے بعض اصحاب رضی اللہ عنہم کو عرب و عجم کے ممالک کی جانب دعوت اسلام کے خطوط دے کر بھیجا۔ سلیط بن عمرو بن عبد شمس بن عبدو برادر بنو عامر بن لوئی رضی اللہ عنہ کو ہوذہ بن علی والی یمامہ کی جانب اور علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کو منذر ابن ساوی برادر بنو عبدالقیس والی بحرین کے پاس اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو جیفر بن جلندی ابن عامر بن جلندی والی عمان کی جانب اور حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو مقوقس والی اسکندریہ کی جانب اور دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کو قیصر روم کی جانب اور شجاع بن وہب اسدی رضی اللہ عنہ برادر بنو اسد بن خزیمہ کو حرث بن شمر غسانی والی دمشق کی جانب اور عمرو بن امیۃ الضمری رضی اللہ عنہ کو نجاشی کی جانب روانہ فرمایا۔

اسکندریہ کے والی مقوقس نے حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی بہت توقیر کی اور آنحضرت ﷺ کے نامہ مبارک کو احترام کی نگاہوں سے دیکھ کر قبول کیا۔ واپسی کے وقت چار لونڈیاں بطور ہدیہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں روانہ کیں ان میں حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا مادر ابراہیم ابن رسول اللہ ﷺ بھی تھیں۔

دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ جو آنحضرت ﷺ کے سفیر بن کر قیصر روم کی طرف روانہ ہوئے تھے، پہلے وہ بصرے گئے وہاں سے والی بصرہ کے ذریعہ قیصر روم ہرقل کے دربار میں پہنچے۔ اس خط میں یہ عبارت تھی۔

> ترجمہ: یہ مکتوب اللہ کے رسول محمد ﷺ کی طرف سے ہرقل شاہ روم کے نام ہے۔ ہدایت کی تقلید کرنے والوں پر سلامتی ہو، میں آپ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں آپ اسلام لے آئیں سلامتی سے رہیں گے اور اللہ آپ کو دہرا اجر دے گا اور اگر آپ اسلام سے پھر جائیں گے تو آپ پر رعایا کے گناہوں کا وبال ہوگا۔ اے کتاب والو ایسے دین کی جانب آ جاؤ جس پر ہمارا اور تمہارا اتفاق ہے کہ ہم اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود نہ مانیں اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور اللہ کو چھوڑ کر ہم میں سے کوئی کسی کو رب نہ بنائے، پھر اگر وہ پھر جائیں تو تم کہہ دو اے اہل کتاب ہمارے اسلام پر گواہ رہو۔

ہرقل نے نامہ مبارک پڑھ کر اپنے سر اور آنکھ پر رکھا اور استفسار حال کے لئے فی الفور ان لوگوں کو طلب کیا جو آپ کی قوم سے اس کے ملک میں تجارت کے لئے گئے ہوئے تھے۔ چنانچہ غزہ سے ابوسفیان وغیرہ بلوائے گئے۔ ہرقل نے ابوسفیان وغیرہ سے آنحضرت ﷺ کے حالات پوچھے۔ ابوسفیان سے حالات سن کر ہرقل کی پوری طرح تسلی ہوگئی اس کے بعد ہرقل نے آپ ﷺ کی نبوت کی تصدیق کی اور ایک جلسہ میں نصرانیوں کو اکٹھا کر کے اس امر کو پیش کیا لیکن سب نے انکار کیا۔ جلسہ درہم برہم ہو چکا تھا قیصر نے مجلس کا رنگ بدلا ہوا دیکھا تو لوگوں کو نرمی سے بلایا اور ان کی تالیف قلوب کرنے لگا۔ ابن اسحاق سے روایت کی جاتی ہے کہ اس مجمع کے تتر بتر ہونے کے بعد قیصر نے اراکین دولت کو طلب کر کے آنحضرت ﷺ کو جزیہ دینے کی بابت تجویز پیش کی مگر سب نے اس سے بھی انکار کیا۔ پھر اس نے کہا بہتر ہوگا کہ ارض سوریہ (یعنی فلسطین واردن و دمشق و حمص وغیرہ بلاد شام) دے کر صلح کر لی جائے مگر اراکین دولت نے اس سے بھی اختلاف کیا۔

ابن اسحاق لکھتا ہے کہ جو خط شجاع بن وہب اسدی رضی اللہ عنہ لے کر حرث بن شمر غسانی والی دمشق کے پاس گئے تھے اس میں تحریر تھا "السلام علی من اتبع الھدی وامن بہ ادعوك الی ان تؤمن باللہ وحدہ لا شریك لہ یبقی لك ملك" (ہدایت کی پیروی کرنے والوں اور اس پر ایمان لانے والوں پر سلام پہنچے۔ میں تمہیں اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں۔ جو ایک ہے اور جس کا کوئی شریک نہیں۔ اس سے تمہارا

Marfat.com

ملک باقی رہے گا) شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حرث بن شمر غسانی اس مضمون کو دیکھ کر بہت برہم ہوا اور کمال طیش سے کہنے لگا ''کون شخص میرا ملک مجھ سے لے گا۔ میں خود اس کی طرف جاتا ہوں''۔ آنحضرت ﷺ نے یہ پیام سن کر فرمایا تھا کہ اس کا ملک جانے والا ہے۔

نجاشی بادشاہ کی حبشہ کی طرف جو نامہ نامی عمرو بن امیہ الضمری جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے ہاتھ روانہ کیا گیا تھا اس کی عبارت یہ تھی۔

ترجمہ: یہ خط اللہ کے رسول محمد ﷺ کی جانب سے نجاشی اصحم شاہ حبشہ کے نام ہے۔ آپ پر سلامتی ہو۔ میں آپ کے آگے اس اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں جو بادشاہ ہے، پاک ہے ہر عیب سے کلیتاً سلامتی ہے امن عطا کرنے والا ہے اور سب کی۔ خبر لینے والا ہے، اور اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ روح اللہ ہیں اور اس کا وہ کلمہ ہیں جو اس نے مریم صدیقہ سلام اللہ علیہا کی طرف ڈالا جو پاک دامن تھیں۔ چنانچہ آپ حاملہ ہوگئیں پھر اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اسی طرح اپنی روح اور اپنی پھونک سے پیدا کیا جس طرح آدم علیہ السلام کو اپنی روح اور پھونک سے پیدا کیا تھا۔ میں آپ کو اللہ کی دعوت دیتا ہوں جو واحد ہے اور شرکت سے بری ہے۔ اور اس کی اطاعت کے کاموں میں تعاون کی بھی، آپ میری تقلید کریں اور قرآن حکیم پر ایمان لے آئیں جو میرے پاس آیا ہے، بلاشبہ میں اللہ کا رسول ہوں میں آپ کے پاس اپنے چچازاد جعفر کو بھیج رہا ہوں ان کے ہمراہ مسلمانوں کی بھی ایک جماعت ہے جب یہ آپ کے پاس پہنچیں تو آپ سرکشی ترک کر کے ان کے سامنے مسلمان ہو جائیں۔ میں آپ کو مع آپ کے لشکر کے اسلام کی دعوت دے رہا ہوں۔ میں نے ہمدردانہ تبلیغ کردی ہے لہٰذا میری خیر خواہی قبول کرو۔ ہدایت کی پیروی کرنے والوں پر سلامتی ہو۔

نجاشی کا قبول اسلام:

نجاشی نے اس خط کا جواب تحریر کیا:

ترجمہ: اللہ کے رسول محمد ﷺ کے نام نجاشی اصحم بن الحر کی طرف سے۔ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ پر اللہ کی جانب سے سلامتی ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ اللہ کا شکر ہے جس کے سوا کوئی عبادت کا حقدار نہیں کہ اس نے ہمیں اسلام کی ہدایت فرمائی۔ اے اللہ کے رسول آپ ﷺ کا خط مجھے مل گیا۔ آپ نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے۔ اللہ کی قسم ہم اس پر اپنی رائے سے کچھ اضافہ نہ کریں گے۔ بے شک عیسیٰ علیہ السلام آپ کے بیان کے مطابق ہیں۔ آپ ﷺ جس شریعت کو لے کر مبعوث ہوئے ہیں، اسے ہم نے پہچان لیا ہے۔ میں نے آپ ﷺ کے چچازاد اور ان کے ساتھیوں کے سامنے کلمہ شہادت پڑھ لیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ آپ اللہ کے سچے رسول ﷺ ہیں اور پہلی کتابوں میں آپ ﷺ کی تصدیق بھی موجود ہے، میں نے آپ ﷺ کے چچازاد بھائی کے واسطے سے آپ ﷺ سے بیعت کر لی ہے اور اللہ کی خوشنودی کی خاطر مسلمان ہو گیا ہوں۔ اب میں آپ کی خدمت میں اپنے بیٹے ارخا اصحم کو بھیج رہا ہوں مجھے بجز اپنے کسی اور پر اختیار نہیں۔ اے اللہ کے رسول ﷺ اگر آپ ﷺ مجھے بلائیں تو میں بھی حاضر خدمت ہو جاؤں گا کیونکہ مجھے آپ ﷺ کی صداقت کا یقین ہے۔

مؤرخین تحریر کرتے ہیں کہ نجاشی نے اپنے لڑکے کے ساتھ ساٹھ حبشیوں کو ایک کشتی پر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا تھا۔ اتفاق سے یہ کشتی ڈوب گئی۔ یہ بھی لکھا ہے کہ آپ نے نجاشی کو ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے اپنا عقد کرنے کو لکھا تھا۔ چنانچہ نجاشی نے اپنی ایک لونڈی کے ذریعہ سے ان کے پاس پیام بھیجا۔ انہوں نے خالد بن سعید بن العاص کو اپنا وکیل کر دیا۔ خالد بن سعید نے چار سو دینار مہر پر بوکالت نجاشی، ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا عقد آنحضرت ﷺ کے ساتھ کیا اور نجاشی نے چار سو دینار مہر کے آنحضرت ﷺ کی طرف سے خالد بن سعید کو ادا کر دیئے۔ جس وقت یہ چار سو دینار مہر کے نجاشی کی لونڈی، ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس لے کر آئی تو ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے خوش ہو کر اس میں سے پچاس مثقال لونڈی کو عطا کئے لیکن لونڈی نے نجاشی کے کہنے سے واپس کر دیئے۔ نجاشی کی عورتیں اس دن عود عنبر اور خوشبو کی چیزیں لے کر ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں اور ان کو بنا سنوار کر دیگر

Marfat.com

مہاجرین کے ہمراہ دو کشتیوں پر سوار کر کے مدینہ کی طرف روانہ کیا۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے خیبر سے شرف نیاز حاصل کیا۔

(یہ خط اللہ کے رسول محمد ﷺ کی طرف سے کسریٰ شاہ فارس کے نام ہے۔ ہدایت کی پیروی کرنے والوں پر اور اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لانے والوں پر سلامتی ہو۔ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ﷺ ہوں اور تمام دنیا کی ہدایت کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں تا کہ ہر زندہ شخص کو ہوشیار کر دوں۔ آپ اسلام لے آئیں سلامتی سے رہیں گے، اگر آپ اسلام قبول نہ کریں گے تو آپ پر مجوسیوں کا گناہ ہوگا۔)

کسریٰ نے اس خط کو پرزے پرزے کر ڈالا۔ آنحضرت ﷺ نے یہ جان کر فرمایا۔ ''مزق اللہ ملکہ'' (اللہ اس کا ملک پارہ پارہ کر دے) ابن اسحاق کی روایت میں ہے۔ (اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ یکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ﷺ ہیں۔ میں آپ کو اللہ کی دعوت کے ساتھ اسلام کی دعوت دیتا ہوں اور میں تمام لوگوں کی طرف سے رسول ﷺ بن کر مبعوث ہوا ہوں تا کہ انہیں ہوشیار کر دوں جن کے دلوں میں زندگی ہے اور کافروں پر اللہ کا عذاب ثابت ہو جائے اور اگر آپ نے انکار کیا تو اپنی رعایا کے انکار کے آپ ذمہ دار ہوں گے۔)

ابن اسحاق کے مطابق کسریٰ نے اس مکتوب کو پڑھ کر چاک کر ڈالا اور غصہ سے کہنے لگا کہ ''مجھ کو جس نے خط لکھا ہے اور میرے نام سے پہلے اپنے نام کو لکھا ہے۔ باذان گورنر یمن کو حکم دیا جائے کہ فوراً دو آدمی بھیج کر اس حجازی شخص کو حراست میں لے کر میرے پاس بھیج دے۔

چنانچہ باذان گورنر یمن نے بانو یہ اور خرخسرہ کو سرزمین حجاز کی طرف روانہ کیا۔ رفتہ رفتہ یہ لوگ طائف پہنچے اور آنحضرت ﷺ کے بارے میں پوچھا۔ لوگوں نے کہا وہ مدینہ میں ہیں۔ قریش نے یہ واقعہ سن کر بہت خوشی منائی۔ بانو یہ وخرخسرہ چند روز بعد آنحضرت ﷺ کے پاس مدینہ پہنچ گئے اور کہا کہ ''ہمارے شہنشاہ نے ملک باذان کو تمہاری گرفتاری کا حکم دیا ہے اور اس نے ہم کو اس کام پر مقرر کیا ہے۔ لہٰذا مناسب ہے کہ ہمارے ساتھ چلے چلو۔ اس میں تمہاری اور تمہاری قوم کی بہتری ہے اور اگر تم انکار کرو گے تو ایسا کرنا تمہارے حق میں بہت برا ہوگا۔ تم خود ہلاک کر دیئے جاؤ گے تمہاری قوم بھی تباہ کر دی جائے گی اور تمہارا ملک لوٹ لیا جائے گا۔'' آنحضرت ﷺ نے اس کلام پر کچھ توجہ نہ کی اور ان کو داڑھی منڈانے اور لب بڑھانے سے منع فرمایا۔ بانو یہ اور خرخسرہ نے کہا کہ ہمارے خداوند نے ہمیں ایسا ہی حکم دیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے کہا مگر ہمارے خدا نے داڑھی بڑھانے اور مونچھیں ترشوانے کا حکم دیا ہے۔ یہ کہہ کر آپ ﷺ نے ان کو ٹھہرایا اور جواب کے لئے اگلا روز مقرر کیا۔

اتنے میں الہام ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کسریٰ پر اس کے لڑکے شیرو یہ کو مسلط کر دیا اور شیرو یہ نے کسریٰ کو رات کے وقت فلاں روز اور فلاں مہینہ میں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ آنحضرت ﷺ نے بانو یہ وخرخسرہ کو اس واقعہ سے باخبر کیا۔ بانو یہ وخرخسرہ کو اس خبر پر سخت تعجب ہوا۔ تھوڑی دیر تک خاموشی کی حالت میں بیٹھے رہے۔ پھر کچھ سوچ سمجھ کر آنحضرت ﷺ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ تم اس کہنے کا نتیجہ سمجھتے ہو، کیا ہوگا۔ ہمارا شہنشاہ تم کو اور تمہاری قوم کو برباد کر دے گا۔ اس سرزمین کی خاک تک کا پتہ نہ ملے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم اس خیال وفکر میں نہ پڑو، جاؤ اور ملک باذان کو اس واقعہ کی اطلاع دو اور میری طرف سے یہ کہہ دو کہ میری حکومت اور میرا مذہب تمام دنیا میں پھیلنے والا ہے۔ میرا غلبہ وہاں تک پہنچ جائے گا جہاں تک کسریٰ کا سکہ جاری رہا ہے۔ ملک باذان اگر اسلام قبول کرے گا تو اس کو جس پر وہ متصرف ہے۔ بحال رکھوں گا اور ملک باذان کو اس کی قوم کی سرداری عطا کر دوں گا۔'' خرخسرہ وبانو یہ یہ پیام لے کر باذان کے پاس پہنچے اور اس سے تمام قصہ لفظ بہ لفظ بیان کیا۔ باذان نے کہا: یہ کلام معمولی آدمیوں کا سا نہیں ہے۔ یہ باتیں نبیوں کی سی ہیں لہٰذا میں اس پیش گوئی کا نتیجہ دیکھتا ہوں کہ کیا ہوگا۔

باذان اسی فکر و خیال میں تھا کہ شیرو یہ کا خط آ پہنچا جس میں تحریر تھا کہ میں نے کسریٰ کو قتل کر دیا اور قتل کرنے کا باعث یہ ہے کہ وہ اہل فارس پر ظلم کرتا تھا، شرفاء اور روسا کو بلاوجہ قتل کراتا اور ان کے مال واسباب ضبط کر لیتا تھا۔ جس وقت میرا یہ فرمان تجھ کو ملے فوراً میری اطاعت قبول کر لے جیسا کہ اس سے پہلے تو شاہان فارس کا مطیع تھا اور اس شخص کی بابت جس کی گرفتاری کا کسریٰ نے تجھ کو حکم دیا تھا۔ یہ ہدایت کی جاتی ہے کہ اس سے تا صدور حکم ثانی کچھ چھیڑ چھاڑ نہ کرنا۔ باذان کو جس وقت شیرو یہ کا یہ فرمان ملا۔ اس نے اسی وقت آنحضرت ﷺ کی رسالت کی تصدیق کی اور آپ ﷺ پر

Marfat.com

ان لے آیا۔ اس کے مسلمان ہوتے ہی ابناء والے بھی مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ بانو یہ نے باذان سے یہ بھی کہا تھا کہ میں نے بڑے بڑے امراء و
لاطین سے باتیں کیں اور ان کے ساتھ میں نے کھانا کھایا مگر اس شخص سے زیادہ بارعب میں نے کسی کو نہ پایا۔ باذان نے پوچھا کہ کیا ان کے ساتھ
فظوں کا فوجی دستہ بھی رہتا ہے۔ بانو یہ نے کہا نہیں۔ واقدی لکھتا ہے کہ مقوقس بادشاہ قبط کو اسلام کی دعوت دی گئی تھی مگر وہ اسلام نہ لایا۔

غزوۂ خیبر اور جنگ موتہ

آنحضرت ﷺ حدیبیہ سے لوٹ کر پورے ذی الحجہ اور اوائل محرم یعنی آخر سنہ 6 ھ تک مدینہ میں ٹھہرے رہے۔ محرم کے اواخر میں ایک ہزار
رسو پیادے اور دو سو سواروں کی جمعیت کے ساتھ خیبر کی طرف پیش قدمی فرمائی۔ مدینہ میں نمیلہ بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنایا اور
یت اسلام علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا۔ مدینہ سے نکل کر براہ الصہبا اس کی وادیوں کو طے کرتے ہوئے رجیع میں جا پہنچے۔ بنو غط
ن اس نقل و حرکت کے بارے میں سن کر یہودیان خیبر کی خبر گیری و امداد کو روانہ ہوئے مگر اس وجہ سے کہ لشکر اسلام بنو غطفان و خیبر کے درمیان
جود تھا۔ نیز مسلمانوں کا دبدبہ ان کو اپنی ڈراؤنی صورت دکھا رہا تھا۔ لیکن ناکام بے نیل و مرام واپس چلے آئے۔ آنحضرت ﷺ نے خیبر کے قلعہ
ت پر حملے شروع کر دیئے اور ان کو یکے بعد دیگرے فتح کرنے لگے۔ سب سے پہلے قلعہ ناعم مفتوح ہوا۔ محمود بن سلمہ رضی اللہ عنہ پر اوپر سے ایک
ری چکی ڈال دی گئی جس کے نتیجہ میں وہ جاں بحق تسلیم ہوئے۔ اس کے بعد قلعہ قموص کو فتح کیا گیا۔ یہ قلعہ ابن ابی حقیق یہودی کے قبضہ میں تھا۔
قلعہ میں سے مال غنیمت کے علاوہ بہت سے قیدی بھی ہاتھ آئے۔ منجملہ ان کے صفیہ بنت حیی ابن اخطب تھیں، یہ کنانہ بن الربیع بن ابی الحقیق کی
ی تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے گرفتاری کے بعد ان کو دحیہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ کیا پھر ان سے خرید کر آزاد کر دیا اور بعد ازاں اپنی زوجیت میں لے
۔ قموص کے بعد صعب بن معاذ کے قلعہ پر قبضہ کیا۔ یہ خیبر کے عمدہ ترین قلعوں میں سے تھا۔ اس کے نواحات میں پیداوار خوب ہوتی تھی۔ اس
عہ سے خیبر کے دوسرے قلعوں کو بہت بڑی مدد پہنچتی تھی۔ سب سے آخر میں وطیح اور سلالم کے قلعے فتح کئے گئے۔ یہ دونوں [illegible] دن کے
صرے کے بعد قبضہ میں ہوئے۔

<u>یبر کے یہودیوں سے عہد نامہ</u>

خیبر کے کچھ قلعے تو بزور تیغ مفتوح ہوئے اور بعض بذریعہ مذاکرات، جو قلعے صلح و امن سے فتح ہوئے ان کے رہنے والے یہودیوں سے یہ
طے پایا کہ نصف پیداوار زراعت و کھجور وغیرہ مسلمانوں کو خراج میں دیا کریں اور نصف خود رکھا کریں۔ چنانچہ اسی اقرار عہد کی رو سے خیبر کے
یہودی حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخر زمانے تک رہے مگر جب جناب موصوف کو یہ پتہ چلا کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے
رض الموت میں ارشاد فرمایا تھا کہ ''لا یبقی دینان بارض العرب'' (سرزمین عرب میں دو دین نہ رہیں گے) تو انہوں نے خیبر کے یہودیوں کو جلا
طن کر دیا۔ مسلمانوں نے ان کے مال و اسباب کو لے لیا۔ خیبر کا مال غنیمت (یہ قلعہ آنحضرت ﷺ کی موجودگی میں فتح ہوا تھا) آخر زمانہ خلافت
لیفہ ثانی میں تقسیم ہوا۔ مال غنیمت کے تقسیم کرنے والے جابر بن صخر (بنو سلمہ سے) اور زید بن حارث بخاری رضی اللہ عنہما تھے۔

غزوۂ خیبر میں لگ بھگ بیس مسلمان جن میں مہاجرین اور انصار بھی تھے شہید ہوئے۔ زینب بنت الحرث زوجہ سلام بن مشکم یہودیہ نے
زہر ملا کر بھنی ہوئی ایک مسلم بکری آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کی۔ آپ ﷺ نے اس کا گوشت چکھتے ہی تھوک دیا اور ارشاد فرمایا
''مجھے اس بکری کی ہڈیاں یہ خبر دیتی ہیں کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے۔'' آپ ﷺ کے ہمراہ کھانے میں بشر بن البراء بن معرور شریک تھے وہ
کھاتے ہی شہید ہو گئے۔ اس واقعہ کے بعد زینب یہودیہ طلب کی گئی، اس نے زہر ملانے کا اعتراف کر لیا۔ لیکن اسلام لانے کی وجہ سے قتل نہ کی
گئی۔ کچھ کہتے ہیں کہ زینب وارثان بشر کے حوالہ کر دی گئی اور انہوں نے اس کو بہ عوض خون بشر بن البراء رضی اللہ عنہ قتل کیا۔

تاریخ دان لکھتے ہیں کہ اثناء حصار خیبر کے بعض قلعوں میں رایت جنگ علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو دیا گیا اور انہوں نے اس کو فتح کیا تھا

Marfat.com

اس دوران ان کی آنکھیں بھی دکھ رہی تھیں لیکن آنحضرت ﷺ کے دم کر دینے سے اچھی ہوگئیں۔

ان مہاجرین میں سے جو کہ نجاشی کے ملک میں چلے گئے تھے کچھ لوگ تو قبل از ہجرت مکہ واپس آ گئے تھے۔ یہ سن کر کہ قریش نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ پھر انہوں نے مدینہ ہجرت کی اور کچھ لوگ ان میں سے غزوہ خیبر سے دو برس قبل حبشہ سے مدینہ شریف چلے آئے تھے۔ معدودے چند جو باقی رہ گئے تھے وہ فتح خیبر کے بعد آئے۔ آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کی واپسی کی بابت عمرو بن امیۃ الضمری رضی اللہ عنہ کو نجاشی کے دربار میں بھیجا تھا۔ چنانچہ اس نے ان کی ترغیب سے جعفر بن ابی طالب اور ان کی زوجہ اسماء بنت عمیس اور ان کے لڑکے عبداللہ و محمد و عون و خالد بن سعید بن العاص بن امیہ اور ان کی زوجہ امینہ بنت خلفاء اور ان کے لڑکے سعید اور ام خالد اور عمرو بن سعید بن العاص، و معیقب بن ابی فاطمہ حلیف ابی سعید بن العاص و ابوموسیٰ اشعری حلیف آل عقبہ بن ربیعہ اور اسود بن نوفل بن خویلد برادرزادہ ام المومنین خدیجہ و جہم بن قیس بن شرجیل ابن عبدالدار اور ان کے بیٹے عمرو خزیمہ اور حرث بن خالد بن صخر بن تمیم، عثمان بن ربیعہ بن رہبان جمحی و محمیہ بن خدار زبیدی حلیف بنوسہم و معمر بن عبداللہ بن نضلہ عدوی و ابو حاطب بن عمرو بن عبد شمس بن عامر بن لوئی، و ابوعمرو مالک بن ربیعہ بن قیس بن عبد شمس (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو حبشہ سے سرزمین عرب کی طرف روانہ کر دیا۔ یہی لوگ ان مہاجروں میں سے باقی تھے جو حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔ جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ اسی روز آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جس روز خیبر کا قلعہ فتح ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور گلے سے لگا کر ارشاد فرمایا'' ما ادری بایهما انا اسر بفتح خیبر ام بقدوم جعفر '' (خبر نہیں میں کس سے خوش ہوں، فتح خیبر سے یا جعفر کی آمد سے)

جب اہل فدک کو اہل خیبر کے شکست کھا جانے کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں یہ پیام بھیجا کہ ''ہمیں محض جانوں کی امان چاہئے۔ مال و اسباب سے ہمیں چنداں سروکار نہیں ہے۔'' آنحضرت ﷺ نے ان کی یہ درخواست قبول فرمالی چونکہ فدک پر حملہ نہیں کیا گیا تھا اور نہ اس پر کسی سوار اور پیادہ کو نیزہ یا تلوار چلانے کا موقع ملا تھا۔ اس وجہ سے بلا تقسیم آپ ﷺ کے قبضہ میں رہا۔ خیبر سے مراجعت کے وقت آپ نے وادی القریٰ کی جانب رخ کیا اور بزور تیغ فتح کر کے اس کے مال غنیمت کو اسلامی لشکر میں تقسیم فرمادیا۔ آپ ﷺ کا غلام مدعم یہیں شہید ہوا۔

فتح خیبر کے بعد تا انقضاء شوال سنہ 7ھ آپ ﷺ مدینہ میں ٹھہرے رہے۔ جب ذیقعدہ کا چاند دکھائی دیا۔ اس منقلی عمرے کو ادا کرنے کے لئے مدینہ سے روانہ ہوئے جو یوم حدیبیہ میں قریش کے روکنے کے سبب سے ادا نہ ہوسکا تھا۔ اور طے پایا تھا کہ اگلے سال از روئے معاہدہ عمرہ ادا کرنے آئیں۔ قریش کے چند اوباش طبیعت نوجوانوں نے دارالندوہ میں آپ کے خلاف مشورہ کیا مگر گزشتہ سال کے معاہدہ کے سبب سے ان کو روک نہ سکے اور مجبور ہو کر خود مکہ سے نکل گئے۔ اس خیالی کراہت سے کہ آنحضرت ﷺ سے سامنا ہو۔

رسول اللہ ﷺ ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ جو سال گزشتہ میں بلا ادائے حج مقام حدیبیہ سے واپس گئے تھے مکہ میں داخل ہوئے، طواف کیا، تین دن تک مقیم رہے اور بعد احلال، بنو حلال بن عامر میں اُم المؤمنین میمونہ بنت الحرث (ابن عباس و خالد بن الولید کی خالہ) رضی اللہ عنہا سے عقد کیا اور یہ ارادہ کیا کہ مکہ ہی میں شب عروسی کی رسم ادا کریں مگر ایام مقررہ کے تمام ہو جانے سے قریش نے ان کو مکہ میں ٹھہرنے نہ دیا لہٰذا نہایت عجلت کے ساتھ آپ مع اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم مکہ سے روانہ ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ام المومنین میمونہ بنت الحرث سے مقام سرف میں رسم عروسی ادا کی۔

جنگ موتہ کا بیان

عمرۃ القضا سے واپس آنے کے بعد آنحضرت ﷺ جمادی الاول سنہ 8ھ (مطابق سنہ 629ء) تک مدینہ منورہ میں ٹھہرے رہے۔ ان کے بعد امراء اسلام کو شام کی طرف روانہ کیا مگر اس واقعہ سے پیشتر عمرو بن العاص و خالد بن الولید و عثمان بن ابی طلحہ سرداران قریش رضی اللہ عنہم ایمان لا چکے تھے۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا واقعہ یہ ہے کہ یہ قریش کی طرف سے نجاشی والی حبشہ کے پاس ان مہاجرین کو لینے

Marfat.com

لیے جو مکہ سے قریش کے مظالم سے عاجز آ کر حبشہ چلے گئے تھے۔ اتفاقاً نجاشی کے دربار میں عمرو بن امیہ الضمری (جو آنحضرت ﷺ کے سفیر بن کر گئے تھے) اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم سے ملاقات ہوگئی۔ دوران گفتگو میں نجاشی پر اسلام کی سچائی ظاہر ہوگئی۔ اس وجہ سے اس نے مہاجرین کو دینے سے انکار کر دیا اور عمرو بن العاص سے نہایت درشتی کے ساتھ پیش آیا۔ عمرو بن العاص بظاہر نجاشی کے دربار سے ناکام نکلے مگر اس ناکامی نے انہیں کامیاب کر دیا اور ان کے دل کو جو کفر والحاد کی تاریکی میں پڑا ہوا تھا، آفتاب اسلام نے اپنی روحانی روشنی سے منور کر کے اپنی تابندہ و تیز شعاعوں سے اپنی طرف کھینچ لیا۔ قریش میں پہنچ کر خالد بن الولید رضی اللہ عنہ سے ملے اور ان کو اپنے خیال سے مطلع کیا۔ خالد بن الولید رضی اللہ عنہ نے ان کی رائے مان لی اور ان کے ساتھ مدینہ ہجرت کر آئے۔

ان بزرگوں کے اسلام لانے اور ہجرت کر آنے کے بعد آنحضرت ﷺ نے شام کی طرف لشکر اسلام کو روانہ کیا۔ اس لشکر میں خالد بن الولید رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ لشکر کا سردار زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا اور ہدایت فرمائی کہ "اگر اتفاق سے زید رضی اللہ عنہ کو کوئی حادثہ پیش آئے تو جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو لشکر کا سالار مقرر کرنا اور اگر یہ بھی کسی حادثہ میں مبتلا ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ امیر لشکر ہوں اور اگر یہ بھی کسی اچانک حادثے کا شکار ہو جائیں تو مسلمانوں کو اختیار ہے جس کو چاہیں اپنا امیر بنالیں۔" آنحضرت ﷺ نے یہ چند ضروری باتیں سمجھا کر لشکر اسلام کو روانہ کیا۔ لشکریوں کی تعداد تقریباً تین ہزار تھی۔ جب یہ لوگ رفتہ رفتہ مقام معان سرزمین شام میں پہنچے تو یہ پتہ چلا کہ ہرقل بادشاہ روم مسلمانوں کی نقل وحرکت سے باخبر ہو کر مقام مواب سرزمین بلقاء میں ٹھہرا ہوا ہے اور اس کے ہمراہ ایک لاکھ رومی سپاہی اور ایک لاکھ عرب نصرانی ہیں۔ یہ نصرانی لخم، جذام، قضاعہ، بہرو بلی اور قیس قبائل سے تعلق رکھتے ہیں اور بنو راشہ کا مالک بن راخفہ فوجی سردار ہے۔ اسلامی لشکر دو شب معان میں ٹھہرا رہا اور باہم یہ مشورہ ہوتا رہا کہ رسول اللہ ﷺ کو خط لکھ کر ان کے حکم اور امداد کا انتظار کیا جائے۔

عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اسلامی لشکر کی یہ ہچکچاہٹ دیکھ کر بلند آواز سے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر کے کہا۔ (تم شہادت کے جذبے سے نکلے ہو، ہم اکثریت اور طاقت کی بنیاد پر نہیں لڑتے ہم تو اس دین کے لئے لڑتے ہیں جسے عطا فرما کر اللہ نے ہمیں سعادت بخشی۔ لہٰذا ہرقل کے لشکر کی طرف اور موتہ کی طرف پیش قدمی کرو اور اپنا لشکر میمنہ اور میسرہ سے ترتیب دے کر لڑو۔ تمہیں دو نیکیوں (فتح یا شہادت) میں سے ایک نیکی ضرور ملے گی۔)

اس کلام کے ختم ہوتے ہی مسلمانوں میں ایک تازہ ولولہ دوڑ گیا۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ایک ہاتھ میں نیزہ اور دوسرے میں رایت اسلام لے کر کھڑے ہوگئے اور ہرقل کے مقابلے میں مقام موتہ میں صف آرائی کی۔ زید بن حارثہ رایت اسلام تھامے ہوئے لشکر کے آگے تھے۔ میمنہ میں قطبہ بن قتادہ عذری رضی اللہ عنہ اور میسرہ میں عبایہ بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ لڑتے لڑتے آگے بڑھ گئے اور دشمنان اسلام میں پھنس گئے۔ چاروں طرف سے تلوار اور نیزوں میں گھر کر لڑتے ہوئے شہادت پاگئے۔

ان کے بعد جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے دوڑ کر رایت اسلام اٹھالیا اور لڑنے لگے۔ یہاں تک کہ ان کا گھوڑا زخمی ہو کر گر پڑا اور یہ پیادہ ہو کر مقابلہ کرنے لگے۔ دشمنان اسلام نے چاروں طرف سے ان پر وار شروع کر دیئے۔ جب ان کا دایاں ہاتھ کٹ کر گرا تو انہوں نے رایت اسلام کو بائیں ہاتھ سے سنبھالا۔ جب یہ بھی کٹ کر گرا تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے پہنچ کر رایت اسلام کو لے لیا اور لڑنے لگے۔ کچھ دیر تک لڑ کر یہ بھی شہادت کا مرتبہ پاگئے۔ لڑائی کا رنگ شروع ہی سے بظاہر بگڑتا ہوا نظر آ رہا تھا لیکن ان کی شہادت سے اور زیادہ خطرناک ہوگیا۔

مخالفین نے خیال کیا کہ اب مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے ہیں۔ رایت اسلام کو گرتا دیکھ کر اس کی طرف جھپٹے مگر ان کے پہنچنے سے پہلے ثابت بن اقرم رضی اللہ عنہ نے اسلامی فوج کا پرچم اٹھالیا اور لشکر اسلام سے مخاطب ہو کر بولے "یا معشر المسلمین اصطلحوا علی رجل منکم" (مسلمانو! کسی ایک شخص کے امیر بنانے پر اتفاق کرلو) لشکریان اسلام نے جواب دیا "رضینا بک" (ہم تمہاری امارت پر راضی ہوگئے) ثابت بن اقرم رضی اللہ عنہ نے امارت کو اہم عہدہ سمجھ کر کہا "ما انا بفاعل فاصطلحوا علی خالد بن الولید" (میں اس کام کا کرنے والا نہیں ہوں

Marfat.com

تم لوگ خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کی امارت پر متفق ہو جاؤ) مسلمانوں نے اس رائے سے فی الفور اتفاق کرلیا۔ چنانچہ خالد بن الولید رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر ثابت بن اقرم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے اسلامی پرچم لیا اور نہایت مردانگی سے لڑ کر رومیوں کو پیچھے دھکیل دیا۔

اس لڑائی میں مذکورہ بالا صحابہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ دس صحابی شہید ہوئے مگر رسمی طور پر اس خبر کے آنے سے پہلے آنحضرت ﷺ نے ان امرائے لشکر اسلام کے شہید ہونے کی اطلاع اسی دن دے دی تھی جس دن یہ لوگ شہید ہوئے تھے۔ جب یہ لوگ موتہ سے واپس ہوئے آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کا مدینہ سے باہر آکر استقبال کیا۔ جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شہادت سے آپ کو سخت صدمہ ہوا۔ عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر اپنی سواری پر سوار کرلیا اور جوش محبت و فرط غم سے آنسو نکل آئے۔ ان کی مغفرت کی دعا کی اور فرمایا "اللہ تعالیٰ نے ان کو دو بازو (دو پَر) مرحمت فرمائے ہیں جس سے وہ جنت میں اڑتے ہیں۔" اسی روز سے جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ذوالجناحین کے لقب سے سرفراز ہوئے۔ اسی اعتبار سے بعض ان کو طیار بھی کہتے ہیں۔

Marfat.com

عظیم فتح مکہ کی تفصیلات

اس سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ جس وقت مقام حدیبیہ میں آنحضرت ﷺ وقریش میں صلح ہوئی اور معاہدہ لکھا گیا تھا اس وقت خزاعہ خواہ مومن ہوں یا کافر آنحضرت ﷺ کے گروہ میں شامل ہو گئے تھے اور قریش کے گروہ میں بنوبکر بن عبد مناۃ بن کنانہ شامل تھے زمانہ جاہلیت سے ان دونوں قبیلوں خزاعہ وبکر میں عداوت چلی آرہی تھی۔ اس وجہ سے کہ مالک بن عباد بنوحضری حلیف اسود بن زرن الدیلی البکری تجارت کا مال لے کر خزاعہ کے ملک میں گیا تھا اور خزاعہ نے اس کو قتل کر کے اس کا مال واسباب لوٹ لیا تھا بنوبکر نے اس کے معاوضہ میں موقع پا کر خزاعہ کے ایک آدمی کو مار ڈالا اور خزاعہ نے اس واقعہ سے برہم ہو کر سلمٰی وکلثوم وزویب شرفاء بنوبکر قبل اسلام کو مقام عرفہ میں موت کے گھاٹ اتارا۔ خزاعہ بنوبکر میں باہم یہ چوٹیں چل ہی رہی تھیں کہ اسلام کا زمانہ آ گیا اور ان دونوں قبائل نے اسلام کے معاملات میں پڑ کر اپنی قدیمی مدات کو فراموش کر دیا تھا۔

صلح حدیبیہ کی منسوخی

مقام حدیبیہ میں ایک میعادی صلح ہو گئی اور مومنین وکافرین ایک دوسرے سے بے خوف ہو گئے۔ اس وقت بنوبکر سے نوفل بن معاویہ نے خزاعہ سے بدلہ لینے کا موقع مناسب سمجھ کر خزاعہ پر حملہ کر دیا۔

نوفل بن معاویہ کے ساتھ اس واقعہ میں کل بنوبکر شامل نہ تھے بلکہ ستر فیصد ان کے ساتھ نکلے اور باقی نے روانگی سے انکار کر دیا۔ قریش میں سے صفوان بن امیہ وعکرمہ بن ابی جہل وسہل بن عمرو وغیرہ نے خفیہ طور سے ان کی امداد کی۔ نوفل بن معاویہ مع اپنے ہمراہیوں کے خزاعہ پر چڑھ گیا۔ خزاعہ مقابلہ سے مجبور ہو کر حرم میں آ چھپے۔ مگر نوفل کے جوش انتقام نے ان کو حرم میں بھی پناہ نہ لینے دی۔ چنانچہ خزاعہ سے چند آدمی حرم میں قتل ہو گئے۔ بدیل بن ورقاء خزاعی کے گھر میں جا گھسے اور اس کو لوٹ کر واپس چلے آئے۔ اس واقعہ نے صلح حدیبیہ کے عہد نامہ کا خاتمہ کر دیا اور یہی امر فتح مکہ کا بنیادی محرک ہوا۔

اس واقعہ کے بعد بدیل بن ورقاء اور عمرو بن سالم اپنی قوم کے کچھ آدمیوں کو لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بنوبکر اور قریش کی عہد شکنی وظلم کی شکایت کر کے امداد کے طلب گار ہوئے۔ آپ ﷺ نے ان سے امداد کا وعدہ فرمایا۔ جس وقت یہ لوگ واپس ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابوسفیان مکہ سے مدت صلح بڑھانے اور عہد نامے کو مضبوط کرنے آرہا ہے مگر ناکام واپس جائے گا اور یہی واقعہ فتح مکہ کا باعث ہوگا۔ قریش اپنے کیے پر پشیمان ہوں گے۔ چنانچہ ابوسفیان اور بدیل بن ورقا سے مقام عسفان میں ملاقات ہوئی۔ ابوسفیان نے کہا بدیل تو کہاں سے آرہا ہے؟ بدیل نے جواب دیا اسی وادی سے بدیل یہ کہہ کر آگے بڑھ گیا اور ابوسفیان رفتہ رفتہ مدینہ میں پہنچ کر اپنی بیٹی ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا۔ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فرش کو لپیٹ لیا اور یہ کہا یہ آنحضرت ﷺ کا بچھونا ہے لہٰذا اس پر مشرک نہیں بیٹھ سکتا۔ ابوسفیان نے جھلا کر کہا اے لڑکی تو میرے بعد شر میں مبتلا ہو گئی۔ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا نہیں بلکہ میں نور اسلام سے منور ہو گئی ہوں۔ اس کے بعد ابوسفیان اٹھ کر مسجد میں آیا اور آنحضرت ﷺ سے کچھ باتیں کیں۔ لیکن آپ ﷺ نے جب کچھ جواب نہ دیا۔ تو وہاں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے سفارش کرنے کو کہا۔ انہوں نے انکار کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس کی صورت دیکھتے ہی فرمایا: واللہ اگر مجھ کو یہ معلوم ہو گیا ہوتا کہ آنحضرت ﷺ کا کیا ارادہ ہے تو میں آج تم سے نپٹ لیتا۔

Marfat.com

ابوسفیان اس بات کو سن کر خاموشی سے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس چلا آیا۔ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت ان کی زوجہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اور حسن رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ابوسفیان نے اپنی وہی التجا حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بھی پیش کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں اس بابت میں آنحضرت سے کچھ گفتگو نہیں کرسکتا جس میں انہوں نے کچھ قصد کرلیا ہے''۔ ابوسفیان یہ سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف متوجہ ہوا اور ان سے کہا: ''اے بنت محمد (ﷺ) کیا تم اپنے اس بیٹے (حسن رضی اللہ عنہ) کو یہ حکم نہیں دے سکتی ہو کہ یہ محمد (ﷺ) سے جا کر میری کچھ سفارش کرے؟'' حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ ''کوئی شخص آنحضرت ﷺ سے کچھ نہیں کہہ سکتا اور نہ ہی کسی کی سفارش کرسکتا ہے''۔

ابوسفیان کی ناکامی۔

ابوسفیان اس جواب سے مایوسی کی حالت میں خاموش ہو کر بیٹھ گیا اور دل میں یہ سوچنے لگا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ اتنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے ابوسفیان میں تم کو ایک بہت عمدہ تدبیر بتلاتا ہوں''۔ ابوسفیان یہ سن کر خوش ہو گیا اور ان کی طرف دیکھنے لگا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم بنوکنانہ کے سردار ہو تم کو کسی کے تعارف کرانے کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ اٹھو اور سیدھے مسجد میں چلے جاؤ اور بہ آواز بلند یہ کہہ کر کہ ''میں مدت صلح بڑھانے اور عہدنامہ کے اقرار کو مضبوط کرنے آیا ہوں'' اپنے شہر واپس لوٹ جاؤ۔ ابوسفیان نے کہا کہ کیا یہ بات میرے فائدے کی کہتے ہو؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا گمان یہی ہے لیکن وقت تو یہ ہے کہ اس کے سوا اور کوئی تدبیر بھی نہیں ہے۔ تم خود سوچ لو کہ اس میں تمہارا کہاں تک نفع اور کس حد تک نقصان ہے۔ ابوسفیان اس بات کے ختم ہوتے ہی اٹھ کر مسجد میں آیا اور بلند آواز سے یہ کہہ کر کہ ''میں مدت صلح بڑھائے جاتا ہوں اور ازسرنو عہدہ اقرار کو مضبوط کیے جاتا ہوں'' مکہ کو چل کھڑا ہوا۔ اہل مکہ نے یہ واقعہ سن کر ابوسفیان سے کہا کہ تو نے کچھ نہ کہا بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمہارے ساتھ مذاق کیا۔

ابوسفیان کی رخصتی کے بعد آنحضرت ﷺ نے مکہ کی طرف چلنے کا حکم دیا صحابہ (رضوان اللہ علیہم) سامان سفر اور آلات حرب درست کرنے لگے۔ اس اثناء میں حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے ایک خط میں ان حالات کو لکھ کر ایک عورت مزینہ کنود نامی کے ہاتھ اہل مکہ کی طرف روانہ کیا آنحضرت ﷺ کو بذریعہ وحی اس کی اطلاع ہوگئی۔ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، زبیر اور مقداد (رضی اللہ عنہم) کو اس عورت کے پکڑنے کے لیے روانہ کیا۔ ان لوگوں نے اس کو روضہ خاخ میں پہنچ کر حراست میں لے لیا۔ سارا اسباب اس کا ڈھونڈا خط کا پتہ نہ لگا۔ تب آپس میں کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ نہایت سچے ہیں تعجب ہے کہ خط نہیں ملتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے کہا کہ بہتر ہوگا کہ اس خط کو دیدے۔ ورنہ ہم بہت تنگ کریں گے عورت اس دھمکی میں آگئی اور اس نے اپنے جوڑے سے نکال کر خط دیدیا۔ یہ لوگ اس عورت کو خفیہ خط سمیت آنحضرت ﷺ کے پاس پکڑ لائے۔ آپ ﷺ نے حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ یہ کیا معاملہ ہے حاطب نے عرض کیا اے رسول اللہ ﷺ! میں مسلمان ہوں مجھے اسلام میں کچھ شک وشبہ نہیں ہے مگر میرے متعلقین قریش میں ہیں۔ میں نے یہ چاہا تھا کہ وہ میری عدم موجودگی میں میرے اہل وعیال کی حفاظت کریں۔ حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیجیے تا کہ میں اس منافق کی گردن ماردوں'' آنحضرت ﷺ نے فرمایا کیا عمر رضی اللہ عنہ تمہیں معلوم نہیں ہے کہ اہل بدر کی شان میں اللہ تعالیٰ جل شانہ نے ارشاد فرمایا ''اِعْمَلُوْا مَاشِئْتُمْ فَاِنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ'' یعنی جو چاہو کرو میں نے تمہارے گناہ معاف کردیئے۔

دس رمضان سنہ 8ھ کو دس ہزار کی عسکری قوت سے رسول اللہ ﷺ مدینہ سے بقصد فتح مکہ روانہ ہوئے ایک گروہ میں ایک ہزار مرد بنوسلیم کے اور ایک ہزار مزینہ کے اور غفار کے چار سو اور اسلم کے چار سو اور باقی قریش واسد وتمیم اور مہاجرین وانصار کے ممالیک رضی اللہ عنہم تھے۔ مدینہ میں کلثوم بن حصین بن عتبہ غفاری رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے قائم مقام مقرر ہوئے۔ جس وقت آپ ﷺ ذی الحلیفہ اور بعض کے مطابق جحفہ میں پہنچے تو حضرت

Marfat.com

عباس رضی اللہ عنہ ابن عبدالمطلب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آتے ہوئے ملے۔ آنحضرت ﷺ کے حکم پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنا اسباب مدینہ بھیج دیا۔ اور خود آپ ﷺ کے ساتھ بقصد جہاد لشکر اسلام کے ساتھ مکہ واپس ہوئے۔ منیق العقاب میں ابوسفیان بن الحرث عبداللہ بن ابی امیہ سے ملاقات ہوئی۔ یہ سب بھی ہجرت کیے ہوئے آرہے تھے مگر اس وقت تک یہ لوگ مسلمان نہ ہوئے تھے انہوں نے حاضری کی اجازت طلب کی جو نہ ملی۔ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان کے بارے میں آنحضرت ﷺ سے کچھ گفتگو فرمائی۔ تب ان کو حاضری کی اجازت ہوئی۔ ان لوگوں نے حاضر ہوتے ہی اسلام قبول کر لیا اور مسلمانوں کے ہمراہ مکہ روانہ ہوئے۔ عشاء کے وقت مرالظہر ان میں لشکر اسلام اترا۔ آپ نے ایک ہزار کی ایک جماعت الگ کر کے ہر ایک سے آگ روشن کرنے کے لیے فرمایا اور حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کو گشت پر مامور فرمایا۔

حضرت عباس ابن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے دل میں یکا یک یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر قریش نے اس بار آنحضرت ﷺ سے مخالفت کی اور آپ ﷺ مکہ میں جبراً داخل ہوئے تو قریش کی خیریت نہیں ہے یہ خیال رفتہ رفتہ اس قدر ترقی پذیر ہوا کہ حضرت عباس ابن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے خچر پر سوار ہو کر اس ارادہ سے لشکر سے باہر چلے کہ مکہ کے کسی جانے والے کے ذریعے اہل مکہ کو سمجھا دیں۔ اتفاقاً ابوسفیان بن حرب و بدیل بن ورقاء و حکیم بن حزام مخبری کے لیے مکہ سے نکل کر وادی میں پھر رہے تھے۔ بدیل بن ورقاء کہہ رہے تھے کہ یہ آگ بنوخزاعہ کی ہے ابوسفیان نے اس کا جواب دیا ”خزاعہ میں یہ قوت کہاں سے آئی، وہ نہایت کمزور اور ذلیل ہیں ان کے پاس اتنا لشکر ہرگز جمع نہیں ہوسکتا“۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ باتیں سن کر بلند آواز سے کہا: یہ لشکر رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ واللہ ہم اگر تم پر فتح یاب ہوگئے تو تم کو مار ڈالیں گے۔ افسوس قریش کی حالت پر۔ بہتر ہوگا کہ امن کے خواستگار ہو جاؤ اور اطاعت قبول کر لو“۔ ابوسفیان اس آواز کو سن کر ڈھونڈھتا ہوا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اسے اپنے ہمراہ لے کر لشکر اسلام کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ ابوسفیان کو لاتا دیکھ کر اس کی طرف جھپٹے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے اس کو اپنی پناہ میں لے لیا ہے۔ حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ دشمن خدا اور رسول ﷺ ہے یہ بغیر کسی عہد و اقرار کے ہاتھ آگیا ہے۔ میں اسے زندہ نہ چھوڑوں گا۔ چونکہ حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ پیادہ تھے اور عباس رضی اللہ عنہ و ابوسفیان سوار تھے لہٰذا حضرت عباس رضی اللہ عنہ ابوسفیان کو اپنے ساتھ لیے ہوئے نہایت تیزی سے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ اور ان کے جاتے ہی تلوار کھینچے ہوئے حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ آپہنچے۔ اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ یہ دشمن خدا ابوسفیان بغیر کسی عہد و اقرار کے ہاتھ آگیا ہے۔ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی ابھی گردن اڑا دوں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ ﷺ میں نے اس کو اپنے امن میں لے لیا ہے۔ حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ اس پر ملتفت نہ ہوئے اور اس کے قتل پر اصرار کرتے رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ تلوار کھینچے ہوئے اشارہ کے منتظر تھے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جھلا کر کہا کہ اگر یہ بنوعدی سے ہوتا تو عمر تم اس کے قتل پر اتنا اصرار نہ کرتے مگر چونکہ تم جانتے ہو کہ یہ بنوعبد مناف سے ہے لہٰذا اس کے قتل پر تم زیادہ مچل رہے ہو۔ حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: واللہ تمہارا اسلام میرے نزدیک خطاب کے اسلام سے زیادہ محبوب تھا۔ اس وجہ سے کہ میں جانتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا بھی مبارک خیال یہی تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: عباس! افسوس ہے کہ تمہارا میری نسبت ایسا خیال ہے تم جو چاہو سمجھو مگر میں اس کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ اس کلام کا جواب بھی نہ دینے پائے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابوسفیان کی طرف جھپٹے آنحضرت ﷺ نے ارشاد کیا۔ میں نے اس کو شب بھر کے لیے مہلت دی۔ حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ یہ سن کر دم بخود ہوگئے اور تلوار کو نیام میں کر لیا۔ اس کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ابوسفیان کو اپنے خیمہ میں لے جاؤ صبح کو میرے پاس لانا۔ دوسرے دن صبح ہوتے ہی عباس رضی اللہ عنہ ابن عبدالمطلب ابوسفیان کو ہمراہ لیے ہوئے خدمت اقدس ﷺ میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے ابوسفیان سے فرمایا: ”ابوسفیان کیا ابھی تیرے نزدیک اس کا وقت نہیں آیا ہے کہ تو لا الٰہ الا اللہ پر ایمان لائے۔ ابوسفیان نے عرض کیا: میرے مادر پدر آپ پر قربان ہوں۔ آپ ﷺ نہایت حلیم و کریم ہیں۔ بخدا کل سے مجھے یقین ہوگیا ہے کہ اگر سوائے اللہ کے اور کوئی اللہ ہوتا تو مجھ کو ضرور آپ ﷺ کی امداد سے بے نیاز کر دیتا۔

Marfat.com

ابوسفیان کا قبول اسلام۔

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''شرم کی بات ہے کیا ابھی اس کا وقت نہیں آیا ہے کہ تو مجھے اللہ کا رسول ﷺ جانے'' ابوسفیان نے کہا: میرے مادر و پدر آپ ﷺ پر فدا ہوں اس امر میں مجھے پس و پیش ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: تجھ پر تف ہو تو اپنی گردن اڑنے سے پہلے اسلام لا۔ ابوسفیان یہ سن کر عباس رضی اللہ عنہ کی طرف تعجب سے دیکھنے لگا۔ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: دیکھ وہ عمر رضی اللہ عنہ آ رہے ہیں۔ پس محمد رسول اللہ ﷺ کہہ دے ورنہ آتے ہی وہ تیری گردن اڑا دیں گے۔ ابوسفیان نے یہ سنتے ہی گھبرا کر محمد رسول اللہ کہہ دیا اور مسلمانوں میں داخل ہو گیا۔

ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت عباس ابن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے استدعا کی کہ ابوسفیان مکہ کے سرداروں میں ہے اور فخر کو زیادہ پسند کرتا ہے لہٰذا آپ ﷺ اس کے لیے کوئی ایسا امتیاز کر دیجئے جس سے یہ دوسروں سے ممتاز سمجھا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے مکان میں داخل ہو جائے وہ مامون ہے اور جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے وہ مامون ہے اور جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے وہ مامون ہے۔ اس کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو لے کر وادی کے کنارے پر کھڑے ہو جاؤ تاکہ یہ اللہ کے لشکریوں کو دیکھے۔ چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ خود ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو لے کر ایک ٹیلہ پر کھڑے ہو گئے۔ ہر قبیلہ کا گروہ جوق در جوق گزرنے لگا۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ ہر ایک کو حیرت کی نگاہ سے دیکھتا جاتا اور پوچھتا جاتا تھا، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ مہاجرین و انصار (رضی اللہ عنہم) کے گروہ میں مسلح زرہیں اور سفید خود پہنے ہوئے گزرے۔ ابوسفیان نے گھبرا کر دریافت کیا: من ھولآء۔ (یہ کون لوگ ہیں) حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ''ھذا رسول اللہ فی المھاجرین و الانصار'' (یہ مہاجرین و انصار میں اللہ کے رسول ﷺ ہیں) ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے حیرت سے کہا تمہارے بھائی کے بیٹے کا ملک بہت بڑھ گیا اور اس کا لشکر بے حد زیادہ ہو گیا۔ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابوسفیان! یہ بادشاہی نہیں بلکہ نبوت ہے پھر ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یہ سب کہاں جا رہے ہیں اور کیا کریں گے؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: تیری قوم پر جاتے ہیں۔

ابوسفیان رضی اللہ عنہ یہ سن کر چپ ہو گیا اور ان سے رخصت ہو کر مکہ آیا اور اہل مکہ کو اس امر سے مطلع کیا جس نے ان کو گھیر لیا تھا اور یہ بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص مسجد میں یا ابوسفیان کے مکان میں داخل ہو یا دروازہ بند کر لے وہ مامون ہے۔ لشکر اسلام کا پرچم سعد بن عبادہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں تھا جب یہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے پاس سے ہو کر گزرے۔ اس وقت جوش میں آ کر کہہ اٹھے۔

اليوم يوم الملحمه   اليوم تحل الحرمة

ترجمہ: ''آج لڑائی کا دن ہے اور آج حرمت کعبہ حلال ہے''۔

آنحضرت ﷺ نے یہ سن کر رایت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے لے کر حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو دیدیا۔ لیکن بعض روایات میں ہے کہ رایت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے لے کر اس کے بیٹے قیس کو دیا۔ (سیرت رسول عربی مصنفہ علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۴۸) میمنہ میں خالد بن الولید رضی اللہ عنہ۔ اسلم و غفار و مزینہ و جہینہ کو لیے ہوئے اور میسرہ میں زبیر رحمۃ اللہ علیہ اور مقدمۃ الجیش میں عبیدۃ ابن الجراح رضی اللہ عنہ اور قلب لشکر میں آنحضرت ﷺ، حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم رونق افروز ہوئے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو اعلیٰ مکہ سے اور خالد رضی اللہ عنہ کو اس کے اسفل سے داخل ہونے کو فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص مداخلت کرے اس سے لڑنا۔ خود بہ نفس نفیس ذی طویٰ کی طرف سے مکہ میں داخل ہوئے۔ عکرمہ بن ابی جہل و صفوان بن امیہ و سہیل بن عمرو وغیرہ نے مقابلہ کے ارادے سے کچھ لوگوں کو جمع کیا تھا چنانچہ ان کا سامنا خالد بن الولید رضی اللہ عنہ سے ہو گیا۔ مسلمانوں میں سے کرز بن جابر (بنو محارب سے) خنیس بن خالد (خزاعہ سے) سلمہ بن جہنیہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے اور مشرکین کی طرف کے تیرہ آدمی مارے گئے جبکہ دیگر آدمیوں کو آپ ﷺ نے امان دے دی۔ یہ عظیم فتح 20۔ رمضان سنہ 8ھ کو ہوئی۔

فتح مکہ کے دن چند آدمیوں کا خون آپ ﷺ نے مباح کر دیا تھا منجملہ ان کے ایک عبدالعزیٰ بن خطل تھا یہ پہلے مسلمان ہو گیا تھا اور اس کو

Marfat.com

آپ ﷺ نے صدقات کی وصولی کی غرض سے بھیجا تھا۔ اس کے ساتھ ایک انصاری اور ایک غلام رومی تھا۔ غلام رومی کو اس نے قتل کر ڈالا اور مرتد ہو کر مکہ بھاگ گیا۔ راستے میں فتح مکہ کے دن اس نے کعبہ کا پردہ اس خیال سے پکڑ لیا کہ شاید اس کی حرمت اس کی زندگی کو امن دے سکے اس کو وہاں بھی پناہ نہ ملی۔ سعد بن حریث مخزومی رضی اللہ عنہ اور ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کیا۔

دوسرا عبداللہ بن سعد بن ابی سرح آنحضرت ﷺ کا کاتب تھا۔ یہ بھی مرتد ہو کر مکہ چلا گیا تھا یوم فتح کو جان کے ڈر سے چھپ گیا۔ فتح کے بعد حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ یہ ان کے رضاعی بھائی تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لے کر آئے۔ اور عرض کیا کہ میں نے اس کو امن دیا۔ تھوڑی دیر تک آپ ﷺ سکوت میں رہے۔ ایک ساعت بعد آپ ﷺ نے بھی امن دے دیا۔ پھر جب یہ باہر نکلا تو آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: جب میں سکوت میں تھا تو تم نے اس کی گردن کیوں نہ ماردی۔ انصار کے کسی نوجوان نے عرض کیا: کاش آپ نے ہم کو اشارہ کر دیا ہوتا، آنحضرت ﷺ نے کہا: نبی اشارہ بازی نہیں کرتا۔ اس مرتبہ اسلام لانے کے بعد عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نہایت سچائی اور صفائی سے رہے کوئی برائی ان سے ظاہر نہیں ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے زمانہ خلافت میں مختلف علاقوں کا حکمران مقرر کیا تھا۔

تیسرا قابل گردن زدنی حویرث بن نفیل بنو عبد قصی سے تھا یہ شخص ہجرت سے پہلے مکہ میں آنحضرت ﷺ کو بہت صدمے دیتا تھا اسے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ مقیس بن صبابہ بھی انہیں قابل قتل لوگوں میں سے تھا۔ یہ غزوہ خندق میں آیا تھا اور ایک انصاری کو (جس نے اس سے قبل کسی کے دھوکہ میں اس کے بھائی کو مار ڈالا تھا) قتل کرنے کے بعد مرتد ہو کر مکہ بھاگ آیا تھا۔ اس کو غیلہ بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ (اس کے چچا کے لڑکے) نے مارا۔ منجملہ ان کے ابن اخطل کی دو لونڈیاں تھیں جن کا شب و روز یہ کام تھا کہ وہ دونوں آنحضرت ﷺ کی ہجو گایا کرتی تھیں ایک تو ان میں سے ماری گئی اور دوسری نے امن کی استدعا کی۔ آپ نے اس کو امن دے دیا۔ ان کے علاوہ بنو عبدالمطلب کی ایک خادمہ سارہ نامی بھی اس گروہ میں تھی مگر امن کی درخواست نے اس کی بھی جان بخشی کرادی نیز بنو مخزوم کے دو افراد حرث بن ہشام و زہیر بن ابی امیہ برادر ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ام ہانی رضی اللہ عنہا بنت ابی طالب رضی اللہ عنہ سے پناہ مانگی۔ ام ہانی رضی اللہ عنہا نے ان کو پناہ دے دی اور آنحضرت ﷺ نے بھی اسے قائم رکھا۔

فاتح پیغمبر ﷺ خانہ کعبہ میں

فتح کے بعد آنحضرت ﷺ مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ کعبہ کا طواف کیا۔ حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے کلید کعبہ لے کر کعبہ میں داخل ہوئے۔ آپ ﷺ کے ساتھ اس وقت حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما و بلال رضی اللہ عنہ و عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ تھے۔ مجاورت بیت اللہ انہیں کے قبضہ میں رکھی۔ لہٰذا اس وقت سے آج تک اولاد شیبہ بیت اللہ کے مجاور ہوتے چلے آتے ہیں کعبہ کے اندر باہر اور اطراف میں جس قدر بت تھے۔ انہیں توڑ کر گرا دینے کا حکم دے دیا۔ خود بہ نفس نفیس دست مبارک میں ایک چھڑی لیے ہوئے بتوں کی طرف اشارہ کر کے فرما رہے تھے "جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا "...... (آ گیا حق اور بھاگ گیا باطل، بے شک باطل بھاگنے والا تھا) آپ ﷺ کے ان کلمات فرمانے اور اشارہ کرنے سے کوئی بت ایسا نہ تھا جو منہ کے بل نہ گر پڑا ہو۔ جب نماز کا وقت ہوا تو بلال رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے حکم سے کعبہ کی پشت پر اذان دی، صحابہ اکٹھے ہوئے اور جماعت کے ساتھ بلا خوف و خطر نماز ادا کی۔

مکہ والوں سے خطاب

اس کامیابی اور فتح کے دوسرے روز آنحضرت ﷺ باب کعبہ پر کھڑے ہوئے اور مجاورت بیت اللہ و سقایۃ الحجاج کو برقرار رکھا اور یہ فرمایا کہ "اس کے قبل اور نہ اس کے بعد مکہ کسی کے لیے حلال ہوا اور بے شک آج کے روز ایک ساعت کے لیے میرے واسطے حلال ہو گیا تھا مگر اب پھر اس کی حرمت حسب سابق بحال ہو گئی ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے خطبہ پڑھا:

Marfat.com

"لاالہ الا اللہ و۔ ہ لا شریك لہ صدق وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ الا ان کل ماثورة اولم اومال یدعی فی الجاھلیة فھو تحت قدمی ھاتین الاسداتہ الکعبتہ وسقایة الحاج الاوان قتل الخطا مثل الغمد بالسوط والعصا فیہ الدیة مغلظة من الابل منھا اربعون فی بطونھا اولا دھایا محشر قریش ان اللہ قداذھب عنکم نخوۃاب ھلیة وتعظمھا بالاباء النا س من ادم وادم خلق من تراب قال اللہ تعالیٰ یا ایھا الناس انا خلقنا کم من ذکر انثی وجعلنا کم شعوبًا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم ان اللہ علیم خبیر ۔یا معشر قریش! ماترون الی فاعل بکم قالواخیراًاخ کریم وابن اخ کریم قال فانی اقول ما قال یوسف لا خوتہ لا تثریب علیکم الیوم اذھبوافنتم الطلقاء" ۔

"عبادت کے لائق اللہ تعالیٰ ہی ہے جو یکتا ہے اور شریک سے بری ہے اللہ تعالیٰ نے اپنا عہد پورا کیا اپنے بندے کی امداد کی اور تنہا ہر لشکر کو شکست دی۔ کان کھول کر سن لو ہر رسم یا خون یا مال جس کا جاہلیت کے دور میں دعویٰ کیا جاتا تھا میرے پاؤں کے نیچے ہے (میں نے ان سب کو مسل دیا) ہاں کعبہ کی مجاورت اور زمزم پلانے کا عہدہ حسب دستور باقی ہے۔ یاد رکھو قتل خطا قتل عمد کی طرح ہے خواہ کوڑوں سے ہو یا لاٹھیوں سے دونوں کی دیت سنگین ہے یعنی سو اونٹ جس میں چالیس حاملہ اونٹنیاں ہوں۔ اے اہل قریش! اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کا فخر اور باپ دادا پر غرور کرنا ختم کر دیا۔ تمام لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے تھے"۔

اللہ نے فرمایا:

"لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہارے خاندان اور قبائل بنا دیئے تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر لو پھر جو سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے وہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ شریف ہے اور اللہ تعالیٰ بہت ہی علیم اور خبیر ہے"۔

اے اہل قریش! تمہارا میرے بارے میں کیا خیال ہے؟ میں تمہارے ساتھ کیا کروں گا؟ بولے: اچھائی کا خیال ہے کیونکہ آپ بہترین بھائی ہیں اور بہترین بھائی کے بیٹے ہیں۔ فرمایا: اچھا تو میں وہی کہتا ہوں جو یوسف علیہ السلام نے اپنے برادران سے کہا تھا کہ آج تم پر کوئی ملامت نہیں۔ جاؤ۔ تم سب آزاد ہو۔

خطبہ سے فارغ ہو کر آپ ﷺ کوہ صفا پر جا بیٹھے اور لوگوں سے خدا اور رسول کی اطاعت کی بیعت لینے لگے۔ مردوں کی بیعت سے فراغت پا کر آپ ﷺ نے حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کو عورتوں سے بیعت لینے پر مامور فرمایا اور خود بنفس نفیس ان کے لیے استغفار کرتے رہے۔

صفوان بن امیہ فتح کے بعد جان کے خوف سے یمن کی طرف فرار ہوا۔ عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ (اس کی قوم سے تھا) نے آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر صفوان کی امان کی استدعا کی۔ آپ ﷺ نے اس کو امان دی اور اس امر کے اظہار کے لیے اپنا وہ عمامہ عطا فرمایا جو کہ مکہ میں داخلے کے وقت آپ ﷺ کے سر مبارک پر تھا۔ عمیر بن وہب صفوان رضی اللہ عنہ کو یمن کے قریب سے واپس لائے۔ اس نے آنحضرت ﷺ سے دو مہینہ کی مہلت طلب کی۔ آپ ﷺ نے چار مہینہ کی مہلت مرحمت فرمائی۔ ابن الزبیر شاعر بھی نجران کی طرف فرار ہو گیا تھا مگر پھر کچھ سوچ سمجھ کر واپس آیا اور ہبیرہ بن ابی وہب مخزومی شوہر ام ہانی رضی اللہ عنہا مکہ کی فتح کے وقت یمن چلا گیا تھا اور وہیں بحالت کفر دم توڑ گیا۔

بت خانہ کا خاتمہ

ان واقعات کے بعد آنحضرت ﷺ نے مکہ کے چاروں طرف سرایا بھیجے۔ مگر ان کو قتال سے منع فرما دیا منجملہ ان کے خالد بن الولید رضی اللہ عنہ بنو جذیمہ بن عامر بن عبد مناۃ، بنی کنانہ کی جانب روانہ کئے گئے انہوں نے بنو جذیمہ سے لڑائی کی اور مال و اسباب پر قبضہ کر لیا۔ جب حضرت

Marfat.com

خالد رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے اس مال واسباب کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی معرفت بنوجذیمہ کو واپس کر دیا اور ان کے مقتولوں کا خون بہا ادا کیا۔ بعدازاں پھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو عزیٰ کی جانب روانہ کیا۔ مضر وکنانہ اس کی جاہلیت میں بے حد تعظیم کرتے تھے اور اس کی مجاورت بنوشیبان قبیلہ بنوسلیم حلفاء بنوہاشم کے قبضہ میں تھی۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس کو منہدم کر دیا۔

انصار رضی اللہ عنہم کی تالیف قلوب

انصار رضی اللہ عنہ کو فتح مکہ کے بعد آنحضرت ﷺ کے مکہ میں بلاتعین قیام سے یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید آپ ﷺ اب مکہ ہی میں قیام فرمائیں گے اور مدینہ تشریف نہ لے جائیں گے۔ اس وجہ سے ان کو دلی صدمہ ہوا۔ آپس میں اس سلسلے میں کچھ کہنے سننے لگے۔ آنحضرت ﷺ کو جب اس امر کی اطلاع ملی تو باہر تشریف لائے، انصار کو جمع کر کے خطبہ پڑھا اور فرمایا: ''ہماری زندگی اور موت تمہاری زندگی اور موت سے متعلق ہے''۔

یوں تو مکہ فتح سے قبل عربوں کو آنحضرت ﷺ کی لگاتار فتوحات سے آپ ﷺ کی نسبت ایک خاص خیال پیدا ہو گیا تھا اور ان کی رگوں میں انتقام یا حسد ورشک کا خون دوڑ رہا تھا پرانی عداوتوں کا خیال اپنے دل سے نکال کر ایک دوسرے سے راہ ورسم پیدا کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ چنانچہ ہوازن وثقیف اسی وقت سے جب کہ آنحضرت ﷺ مدینہ سے بقصد مکہ چلے تھے۔ چوکنے ہو گئے تھے مگر فتح مکہ کے بعد یہ سمجھ کر کہ آنحضرت ﷺ شاید ہم پر حملہ کر دیں گے۔ بنونضیر میں مالک ابن عوف کے پاس مسلمانوں کے خلاف اکٹھے ہوئے۔ اس اجتماعی مشاورت میں بنونضر بن معاویہ بن بکر بن ہوازن وبنوجشم بن معاویہ وبنوسعد بن بکر اور چند آدمی بنوہلال بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ کے اور ان کے احلاف وبنومالک بن ثقیف بن بکر شامل تھے۔ بنوہوازن میں سے کعب وکلاب شامل نہیں ہوئے۔ بنوجشم کے ساتھ ان کا سردار درید بن الصمہ بن بکر بن علقمہ بن خزاعہ بن جشم بھی تھا۔ گو اس کو بڑھاپے نے کسی کام کا نہ رکھا تھا۔ بہ مشکل تمام اپنے مقام سے حرکت کر سکتا تھا مگر اس کو جہاں دیدہ وجنگ آزمودہ ہونے کی وجہ سے صلاح ومشورہ کی غرض سے ساتھ لے لیا تھا ثقیف میں قارب بن الاسود ابن مسعود بن معتب اور بنومالک بن ذوالخمار سبیع بن الحرث بن مالک اور اس کا بھائی احمس سردار تھا اور ان سب کا سردار مالک بن عوف بنونضیر کا سردار قرار دیا گیا۔

جس وقت عرب کا یہ گروہ اوطاس میں پہنچا تو درید بن الصمہ نے مالک ابن عوف سے کہا ''مالی اسمع رغاء البعیر ونهاق الحمیر ویعار الشاء وبکاء الصغیر''۔ میں اونٹوں کا بلبلانا، گدھوں کا چیخنا، بکریوں کا بولنا اور لڑکوں کا رونا سن رہا ہوں) مالک نے جواب دیا کہ میں نے لوگوں کو مع ان کی اولاد اور اموال کے لڑائی پر نکالا ہے تاکہ ان ہی کے خیال سے سینہ سپر ہو کر لڑیں درید بن الصمہ نے کہا: واللہ تو نے غلطی کی۔ کیا منہزم کوئی چیز جو اس کے ساتھ ہوتی ہے واپس لے کر جاتا ہے؟ اگر تیری فتح ہوئی تو تجھ کو ہتھیاروں کے سوا اور کوئی چیز نفع نہ پہنچائے گی اور اگر شکست ہوئی تو تو نے اہل وعیال کو بدنام اور رسوا کیا۔ یہ کہہ کر اس نے کعب وکلاب کا حال پوچھا اور ان کے شریک نہ ہونے کا افسوس کیا اور مالک کی طرف پھر مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ مالک تجھے یہ کیا ہو گیا ہے ہوازن کو تو کیوں اژدہے کہ منہ میں لیے جاتا ہے۔ یہ اس کا ایک لقمہ بھی نہ ہو گا۔ تو نے مفت میں ان کو غیر بلاد میں لا کر برباد کیا خیر جو کچھ کیا اچھا کیا، بہتر ہو گا کہ بچوں اور عورتوں کو ساقہ میں یعنی سواران لشکر کے عقب میں رکھ۔ اگر تیری فتح ہوئی تو یہ تجھ سے آملیں گے اور اگر تو کسی آفت میں مبتلا ہو گیا تو یہ مدمقابل کی دست برد سے محفوظ رہیں گے''۔ مالک نے یہ باتیں نہایت حقارت سے سنیں اور ان پر کچھ توجہ نہ کی۔

غزوۂ حنین

آنحضرت ﷺ نے ان کی آمد کی خبر سن کر عبداللہ بن ابی حدود الاسلمی کو استفسار احوال پر مامور کیا اور صفوان بن امیہ سے سو زرہیں اور بعض کے مطابق چار سو زرہیں مستعار لے کر بارہ ہزار مسلمانان کے ساتھ مقابلہ کے قصد سے پیش قدمی فرمائی۔ دس ہزار صحابی تو وہ تھے جو مدینہ سے آپ ﷺ کے ساتھ آئے تھے اور دو ہزار مسلمانانِ فتح مکہ سے تھے مکہ میں بجائے اپنے عتاب بن اسید بن ابی العیص بن امیہ رضی اللہ عنہ کو متعین فرمایا منجملہ ان لوگوں کے جو اس واقعہ میں آپ کے ساتھ گئے تھے عباس بن مرداس وضحاک بن سفیان کلابی اور کچھ لوگ عبس وزبیان ومزینہ وبنواسد کے

Marfat.com

تھے راستے میں ایک درخت سدر کی طرف ہو کر گزرے جس کو عرب ایام جاہلیت میں ذات انواط کے نام سے موسوم کرتے اور اس کی تعظیم وطواف کرتے تھے۔لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ ہمارے لئے بھی ایک ذات انواط مقرر فرمائیے جیسا کہ ان کے لیے ہے۔آنحضرت ﷺ نے اس مطالبے سے ناراض ہو کرارشاد فرمایا" تم نے مجھ سے ویسا ہی مطالبہ کیا ہے جیسا کہ قوم موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ ہمارے لیے بھی ایک الہ ان کے الہ کی طرح بنادو۔قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے مجھ کو اس بات کا اندیشہ ہے کہ تم لوگ ان لوگوں کا راستہ اختیار کرو گے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔خبردار ایسے خیالات کو اپنے دل میں ہرگز جگہ نہ دو"۔

یکم شوال سنہ 8ھ کو آنحضرت ﷺ تہامہ میں سے وادی حنین میں پہنچے۔رات ہی کے وقت سے ہوازن وادی حنین کے دونوں جانب کمین گاہ میں روپوش ہو کر بیٹھ رہے۔جب لشکر اسلام اس وادی سے ہو کر گزرا تو کفار نے کمین گاہ سے نکل کر اچانک حملہ کر دیا۔مسلمانوں کا لشکر اس اچانک حملہ سے منتشر وغیرہ مرتب ہو گیا۔آنحضرت ﷺ نے ہر چندان کو واپس آنے کے لیے آواز دی مگر وہ واپس نہ ہو سکے۔آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ وعلی رضی اللہ عنہ وعباس رضی اللہ عنہ وابوسفیان بن الحرب رضی اللہ عنہ اور ان کے لڑکے جعفر وفضل وقثم پسران عباس اور ان کے علاوہ ایک جماعت صحابہ (رضی اللہ عنہم) کی بھی تھی۔آنحضرت ﷺ اپنے سفید خچر دلدل نامی پر سوار تھے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کے کہنے سے صحابہ کرام کو پکارا۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے لوٹنے کا ارادہ کیا مگر کفار کے اژدھام نے روک دیا۔لہٰذا مجبوراً وہیں رک گئے اور لڑنے لگے۔جنگ کی حالت بظاہر اسلامی لشکر کے خلاف دکھائی دے رہی تھی۔بنو ہوازن لڑتے لڑتے آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچ گئے مسلمانوں کو اس پہلے حملہ میں شکست ہوئی۔

جب آنحضرت ﷺ نے اللہ اکبر کہہ کہ دلدل کو آگے بڑھایا تو اس آواز کے سنتے ہی اردگرد موجود سو کے قریب صحابہ رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے پاس اکٹھے ہو گئے اور تمام نے ایک مجموعی قوت کے ساتھ حملہ کر دیا بنو ہوازن پسپا ہو کر پیچھے ہٹے۔مسلمانوں نے ان کو گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ان کے لڑکوں،عورتوں کو قید کر لیا۔مال واسباب پر قبضہ کر لیا۔بنو مالک سے تعلق رکھنے والے ستر آدمی اس لڑائی میں کام آئے منجملہ ان کے ذوالخمار اور اس کا بھائی عثمان پسران عبداللہ بن ربیعہ بن الحرث بن حبیب تھا۔قارب بن الاسعد سردار احلاف ثقیف شروع جنگ سے اپنا جھنڈا چھوڑ کر بھاگ گیا۔اس وجہ سے ان میں سے کوئی موت کے گھاٹ اتارا نہیں گیا۔مالک بن عوف نصری نے اپنی قوم کی ایک جماعت کو لے کر طائف میں جا کر دم لیا۔ہوازن کے چند لوگ اوطاس کی طرف بھاگے۔سواران اسلام نے ان کا پیچھا کیا درید بن الصمہ اسی کشاکش میں ربیعہ بن رفیع بن اہبان بن ثعلبہ بن یربوع بن سماک بن عوف بن امراء القیس رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مارا گیا۔

آنحضرت ﷺ نے بنو ہوازن کے ان لوگوں کے مقابلے کے لیے ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ عم ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو بھیجا جو اوطاس کے ایک کھجور کے باغ میں روپوش تھے جب ابو عامر' سلمہ بن درید بن الصمۃ کے تیر سے شہید ہو گئے تو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے روایت اسلام لے کر نہایت شدت سے حملہ کیا اور اپنے چچا کے قاتل کو ہلاک کر ڈالا۔مشرکین باغ سے نکل کر فرار ہونے لگے۔بنو نضر بن معاویہ سے رباب میں قتل کا بازار گرم ہو گیا۔ہوازن کے جتنے لوگ اس لڑائی میں آئے تھے تمام مارے گئے مسلمانوں میں سے چار آدمی (1) ایمن ابن ام ایمن (برادر اخیافی اسامہ) (2) یزید بن زمعہ بن الاسود (3) سراقہ بن الحرث عجلانی (4) ابو عامر اشعری (رضی اللہ عنہم) شہید ہوئے۔

واقعہ حنین سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے قیدیوں اور اموال غنیمت کو جعرانہ میں جمع کرنے کے لیے فرمایا اور ان کی حفاظت کی خاطر مسعود بن عمرو غفاری رضی اللہ عنہ کو مقرر کر کے طائف کا رخ کیا مگر آپ ﷺ کے پہنچنے سے پہلے ثقیف نے طائف میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا تھا اور اہل طائف کو اپنا بنا لیا تھا۔حنین سے طائف آتے ہوئے حصن مالک بن عوف نصری ملا آنحضرت ﷺ نے والی قلعہ سے اسلام لانے کے لیے فرمایا۔جب اس نے انکار کیا تو قلعہ آپ ﷺ کے حکم سے منہدم کر دیا گیا۔یہی واقعہ اطم کے ساتھ بھی پیش آیا جو بنو ثقیف میں سے کسی شخص کا تھا۔

طائف کے سرداروں میں سے عروہ بن مسعود وغلان بن سلمہ چونکہ اس واقعہ سے پہلے فنون جنگ کی تعلیم کی غرض سے جرش گیا ہوا تھا لہٰذا نہ تو وہ حنین میں شامل ہوا تھا اور نہ طائف کے حصار کے وقت اس کو کچھ مدد پہنچا سکا۔اگرچہ اس کو اس محاصرہ کی اطلاع پہنچی۔لیکن اس نے اپنی غیر حاضری کو

Marfat.com

ایسے نازک وخطرناک وقت میں حاضری سے زیادہ بہتر سمجھا۔
آنحضرت ﷺ نے تقریباً بیس روز تک طائف کا محاصرہ جاری رکھا۔ محاصرے کے دوران میں اہل قلعہ تیر و پتھر برساتے تھے اور اسلامی لشکر آپ ﷺ کے حکم سے منجنیق کے ذریعہ سے ان کے مضبوط قلعہ پر پتھر مارتا تھا ایک مرتبہ چند صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک خندق کھود کر طائف کے شہر پناہ تک جانے کا ارادہ کیا اہل طائف نے ان پر تیر و پتھر برسانا شروع کر دیئے جس سے وہ ناکام ہو کر نقصان کے ساتھ واپس آئے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کے باغ کٹوا ڈالے۔ اس پر بھی جب حصار نہ ٹوٹا اور اہل طائف نے باغات کی بربادی پر کچھ خیال نہ کیا تو آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشاورت کر کے محاصرہ ختم کرنے کے بعد جعرانہ کی طرف پیش قدمی کی جہاں پر ہوازن کے قیدی اور مال غنیمت جمع تھا۔
ان دونوں جبکہ آپ ﷺ طائف کا محاصرہ کیے ہوئے تھے، گرد و نواح کے رہنے والے اکثر خود اور بعض وفود کے ذریعے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ محاصرہ کے دوران مسلمانوں میں سے سعید بن سعید بن العاص وعبداللہ ابن ابی امیہ بن المغیرہ برادر ام سلمہ وعبد اللہ بن عامر بن ربیعہ عنز حلیف بنوعدی اور ان کے علاوہ بارہ صحابی رضی اللہ عنہم جس میں چار انصار تھے شہید ہوئے۔
جس وقت آپ ﷺ جعرانہ میں پہنچے قیدیان و مال غنیمت کی تقسیم کی نوبت نہیں آئی تھی کہ ہوازن کا وفد آیا اور اس نے اسلام لانے اور امن کی خواہش ظاہر کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے اہل وعیال کو واپس لینا چاہتے ہو یا مال واسباب کو۔ ہوازن کے وفد نے عرض کیا کہ ہم لوگ اپنے اہل وعیال کی واپسی چاہتے ہیں۔ تب آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو کچھ میرا اور بنو مطلب کا حصہ تھا وہ سب تمہارا ہے مگر وہ حصہ جو مہاجرین و انصار کا ہے۔ اس کی بابت تم لوگ بعد نماز ظہر کھڑے ہو کر یہ کہنا کہ ہم لوگ مسلمانوں سے بذریعہ رسول اللہ ﷺ اور رسول اللہ ﷺ سے مسلمانوں کے ذریعے اپنے اہل وعیال کی سفارش کرتے ہیں۔ میں اس وقت وہ حصہ بھی تمہیں دے دوں گا۔ غالباً مہاجرین اور انصار اس پر راضی ہو جائیں گے۔

لہٰذا جب آنحضرت ﷺ ظہر کی نماز ادا کر چکے تو ہوازن کے وفد نے کھڑے ہو کر کہا " انا نستشفع برسول اللہ ﷺ الی المسلمین و بالمسلمین الی رسول اله فی ابناء نا و نسائنا " (ہم رسول اللہ ﷺ سے اپنی اولاد اور عورتوں کی سفارش کرتے ہیں) آنحضرت ﷺ نے فرمایا " اما کان بی و لبنی عبد المطلب فھو لکم " (جو میرا اور بنی عبد المطلب کا حصہ ہے وہ سب تمہارا ہے) مہاجرین وانصار نے یہ سن کر جواب دیا۔ ما کان لنا فھو لرسول اللہ (جو ہمارا حصہ ہے وہ رسول اللہ کا ہے) مگر اقرع بن حابس عیینہ بن حصن اور ان دونوں کی برادریوں نے اس سے انکار کیا اور اسی طرح عباس بن مرداس نے بھی کیا مگر بنو سلیم نے کہا کہ جو ہمارا حصہ ہے اس کے مالک رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے بنو ہوازن کی عورتوں اور اولاد کو واپس کر دیا اور جس نے اس امر کو ناپسند کیا اسے اس کا معاوضہ ادا کر دیا۔

ہوازن کے اسیروں میں آنحضرت ﷺ کی رضاعی ہمشیرہ شیما بھی تھیں جو قبیلہ بنو ہوازن میں بنو سعد بن بکر سے حرث بن عبدالعزیٰ کی بیٹی تھیں، جس وقت یہ آنحضرت ﷺ کے سامنے پیش کی گئی تو انہوں نے کہا کہ میں تمہاری رضاعی بہن ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کس دلیل سے اشیما نے کہا۔ یہ داغ تمہارے دانت کے ہیں تم نے لڑکپن میں کاٹ لیا تھا آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم میرے پاس رہنا پسند کرتی ہو تو میں تم کو انتہائی عزت اور احترام سے رکھوں گا اور اگر اپنی قوم میں جانا چاہو تو تمہیں اختیار ہے۔ شیما نے آخری بات کو پسند کیا لہٰذا آپ ﷺ نے ان کو ان کی قوم میں بھیج دیا۔

اب باقی رہا مال واسباب اس میں سے آپ ﷺ نے مسلمانوں میں اس طرح تقسیم کیا کہ زیادہ حصہ ان مسلمانان قریش کو عطا فرمایا جن کی تالیف قلوب مقصود تھی اور جو وقت فتح یا بعد از فتح مکہ ایمان لائے تھے۔ بعض کو ان میں سے سو سو حصے اور بعض کو پچاس پچاس اور بعض کو ان دونوں کے درمیان میں دیا۔ ان لوگوں کو مؤلفۃ القلوب کہتے ہیں۔ ان کا ذکر کتب سیر میں بالتفصیل مذکور ہے۔ یہ قریب قریب چالیس افراد منجملہ ان کے ابو

Marfat.com

سفیان اوران کالڑکا معاویہ وحکم بن حزام وصفوان بن امیہ مالک بن عوف اورعینیہ بن حصن بن حذیفہ بن بدروا قرع بن حابس وغیرہ ہیں۔ان لوگوں کوسوسو حصے دیئے گئے تھے اور عباس بن مرداس کو پہلے تو پچاس حصے دیئے گئے مگر جب اس نے اپنے دوایک اشعار پڑھے جن سے اس کی ناراضگی ظاہر ہوئی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا ''اقطعو اعنی لسانه فاتمو الیه المائة'' (مجھ سے اس کی زبان کو روک لہٰذا سواس کے بھی پورے کر دو)۔

مسلمانان مولفۃ القلوب کو اس قدر کثیر حصہ دینے سے انصار کے دل میں ایک خیال پیدا ہونا کچھ عجیب نہ تھا وہ لوگ دل ہی دل میں کشیدہ ہو گئے بڑے بوڑھے تو یہ بات زبان تک نہ لائے مگر نوجوانوں کے دماغ میں اس کے علاوہ یہ ایک بات سما گئی کہ اب رسول اللہ ﷺ اپنی قوم کے ہوتے ہوئے اپنا آبائی گھر چھوڑ کر مدینہ کیوں جائیں گے؟ آنحضرت ﷺ نے اس احساس کو اپنی فہم وفراست سے پہچان لیا اور انصار کو جمع کر کے فرمایا میں نے ان لوگوں کو زیادہ حصہ اس وجہ سے دیا ہے کہ یہ لوگ ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں۔میں ان کی تالیف قلوب کرنا چاہتا ہوں۔کیا تم لوگ اس سے خوش نہ ہوگے کہ دیگر لوگ تو بکری اور اونٹ لے کر اپنے مکانوں کو جائیں اور تم لوگ رسول اللہ ﷺ کو لے کر اپنی فرودگاہ پر جاؤ۔اگر ہجرت ایک تقدیری حکم نہ ہوتا تو میں بھی انصار ہی میں سے ہوتا۔اگر انصار ایک راستہ پر چلیں اور دیگر لوگ دوسرا راستہ اختیار کریں تو میں بلاشبہ انصار کا راستہ اختیار کروں گا۔اے خدا انصار اور انصار کی اولاد اور اولاد کی اولاد پر رحم کر۔انصار یہ سن کر خوش ہو گئے۔ان کے دل میں جو بھی خیالات تھے وہ سب دور رفع ہو گئے۔بعد ازاں جرانہ سے مکہ شریف کا عمرہ کیا اور وہاں پہنچ کر عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ ایک نوجوان شخص کو جس کی عمر بیس برس سے کچھ متجاوز تھی مکہ کا ناظم مقرر فرمایا اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو قرآن واحکام دینی کی تعلیم کی غرض سے ان کے پاس چھوڑ کر مدینہ کو روانہ ہوئے۔ڈھائی مہینہ بعد جب کہ چھ روز ذیقعدہ سنہ ۸ھ کے باقی تھے آپ ﷺ صحابہ کے ہمراہ مدینہ میں داخل ہوئے۔

عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ نہایت زاہد، باشرع اور صالح جوان تھے انہوں ہی نے سب سے پہلے اسلام میں امیر ہو کر مسلمانوں کے ساتھ فریضہ حج ادا کیا۔اس برس تمام مسلمانوں نے حج اسی صورت سے ادا کیا جس طرح اس سے پیشتر عرب جاہلیت میں کیا کرتے تھے۔

اسی برس آنحضرت ﷺ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو جیفر وعبد پسران جلندی کے پاس عمان کی جانب صدقات وصول کرنے کی غرض سے روانہ کیا۔جیفر وعبد نے بہ خوشی خاطر اس حکم کی اطاعت کی۔علاوہ ازیں اسی سال آپ ﷺ نے مالک بن عوف رضی اللہ عنہ کو ان کی مسلمان قوم اور ثقیف کا جو اطراف طائف میں مقیم تھے سردار مقرر کیا اور یہ حکم دیا کہ جو لوگ مسلمان نہیں ہوئے، ان پر زیادہ سختی نہ کی جائے بلکہ تالیف قلوب کا خیال رکھنا۔یہاں تک کہ وہ اسلام میں داخل ہو جائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔جو لوگ فتح مکہ کے وقت یا بعد از فتح مکہ اسلام میں داخل ہوئے اور مولفۃ القلوب کے نام سے موسوم ہوئے۔وہ اگر چہ اور صحابہ سابقین اولین مہاجرین وانصار سے درجہ میں متفاوت ہیں۔مگر ان کا بھی اسلام نہایت اچھا ہوا اور وہ اس زمانہ کے اعلیٰ درجہ کے دین دار مسلمان سے خواہ وہ کسی درجہ کا بھی ہو افضل ہیں۔کیونکہ یہ نعمت کہ انہوں نے بحالت ایمان رسول اللہ ﷺ کو دیکھا دوسروں کو ہرگز نصیب نہیں ہو سکتی۔

اسی سنہ میں بطن ام المومنین ماریہ رضی اللہ عنہا سے ابراہیم رضی اللہ عنہ ابن رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے۔علاوہ ازیں آنحضرت ﷺ نے کعب ابن عمیر رضی اللہ عنہ کو ذات اطلاع (سرزمین شام) کی طرف قضاعہ کے ایک گروہ کے پاس دعوت اسلام دینے کے لئے بھیجا۔ان کے ساتھ پندرہ افراد تھے۔قضاعہ اور اس کے سردار سدوس نے کعب ابن عمیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو مار ڈالا۔ان میں سے صرف ایک مسلمان نہیں معلوم کیسے اپنی جان بچا کر مدینہ واپس آئے۔

سنہ ۹ھ مطابق سنہ ۶۳۱ء کے آغاز میں طائف سے واپسی کے بعد کعب ابن زبیر رضی اللہ عنہ شاعر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا اس سے قبل اسکا خون آپ ﷺ نے مباح کر دیا تھا مگر جس وقت اس نے خدمت اقدس میں باریاب ہو کر اسلام قبول کیا اور اپنا قصیدہ معروفہ، جس کا یہ مطلع ہے۔

Marfat.com

بانت سعد فقلبی الیوم متبول متیم الرھما لم نھذ مکبول

سعد کے جانے کے بعد مریا دل پارا پارا ہے اس کے نشانات کا غلام ہے اور اس سے الگ نہیں ہے بلکہ اس کی محبت میں مقید ہے پڑھا تو آپ ﷺ نے اس کے صلہ میں اپنی چادر عطا فرمائی جس کو اس کی وفات کے بعد ورثا کعب ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خرید لیا تھا اور اس کو ایک زمانہ تک خلفاء تبرکا حفاظت سے اپنے پاس رکھتے چلے آرہے تھے۔

اس واقعہ کے بعد بنو اسد کے وفود آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں آئے اور ایمان لائے۔ منجملہ ان کے ضرار بن الازور تھے۔ ان لوگوں نے بعد اسلام بہ نظر فخر یہ کہا تھا کہ یا رسول اللہ ﷺ! قبل اس کے کہ ہمارے پاس کسی کو تبلیغ کے لئے بھیجیں ہم لوگ خود حاضر ہو گئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "یَمُنُّوْنَ عَلَیْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَكُمْ بَلِ اللّٰهُ یَمُنُّ عَلَیْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِیْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ "(لوگ اپنے اسلام کا آپ ﷺ پر احسان جتاتے ہیں۔ آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ مجھ پر اپنے اسلام کا احسان مت جتاؤ بلکہ اللہ کا احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایمان عطا فرمایا اگر تم سچے ہو)۔ اس وفد کے بعد دو وفد ماہ ربیع الاول میں اور آئے اور دیفع بن ثابت البلوی کے ہاں مقیم ہوئے۔

رومیوں کے خلاف جہاد:

اس غزوہ کا بنیادی محرک خود ہرقل بادشاہ قسطنطنیہ ہوا کیونکہ وہ آپ ﷺ کی پیہم کامیابیوں کا ذکر سن کر بقصد حملہ تیاری کرنے میں لگا ہوا تھا۔ رفتہ رفتہ اس کی اطلاع آپ کو بھی ہوگئی تو آپ ﷺ نے ماہ رجب سنہ ۹ ھ میں رومیوں کے خلاف جہاد کرنے کی تیاری کا حکم دے دیا۔ مگر ساتھ ہی ساتھ بعد مسافت دشمنان دین کی گرفت، فصل اور میوہ جات نیز سایہ کی کمی، موسم گرم ہونے کی صعوبتوں اور دشواریوں کو بھی بیان فرمادیا۔ ورنہ اس سے پہلے اکثر اس امر کے اظہار کئے بغیر کہ کسی راہ پر اور کس طرح جانا ہوگا مدینہ سے پیش قدمی فرمایا کرتے تھے۔ اور صحابہ آپ ﷺ کے ساتھ ہوتے تھے حتیٰ کہ منافقین میں سے بھی کوئی سرتابی کی جرات نہ کرتا تھا۔

منافقوں کی سازشیں:

اس بار چونکہ آپ ﷺ نے پہلے ہی اپنے ارادے کو ظاہر فرمادیا۔ لہٰذا منافقین لوگوں کو بہکانے لگے اور اس فکر میں ہو گئے کہ جہاں تک ممکن ہو لوگوں کو غزوہ میں نہ جانے دیں۔ چنانچہ اس گروہ کے کچھ لوگ ایک یہودی کے مکان میں اکٹھے ہو کر صلاح و مشورہ کرتے اور لوگوں کو بہکانے کی تدبیریں کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو اس مکان کے جلا دینے اور ویران کر دینے کا حکم دے دیا۔ بنو سلمہ سے ابن قیس اور چند اعراب نے منت سماجت کر کے مکان میں مقیم رہنے کی اجازت چاہی۔ آپ نے ان کو اجازت دے دی اور ان سے بہت ناراض ہوئے۔ یہ حال تو منافقین کا تھا۔

اہل ایمان کی قربانیاں:

اب مومنین کے احوال سنئے، رسول اللہ ﷺ نے جب لوگوں کو جہاد کی ترغیب دی اور مال و اسباب کے فراہم کرنے کو فرمایا تو جو چیز جس کے پاس تھی اس نے لاکر حاضر کردی۔ اس غزوہ میں سب سے زیادہ مال و اسباب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے ایک ہزار دینار سرخ اور نو سو اونٹ مع اسباب کے اور سو گھوڑے دیئے تھے۔ بعض وہ غریب صحابی جن کے پاس کچھ نہ تھا وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئے اور سواری کے لئے عرض کیا۔ آپ کے پاس اس وقت کوئی سواری موجود نہ تھی۔ آپ ﷺ نے انکار کر دیا۔ وہ بیچارے روتے ہوئے لوٹے۔ مگر راستے میں یامین بن عمیر نضری رضی اللہ عنہ مل گئے۔ انہوں نے ان سے رونے کی وجہ دریافت کی۔ ان لوگوں نے کہا کہ نہ تو ہمارے پاس کوئی سواری ہے اور نہ ہم میں اس قدر استطاعت ہے کہ خرید کر کے آنحضرت ﷺ کے ہمراہ جہاد میں چلیں۔ ہم لوگ سواری کی فکر میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں گئے۔ تھے مگر آپ ﷺ نے انکار کر دیا۔ یامین بن عمیر کا دل یہ سن کر بھر آیا اور انہوں نے اسی وقت ان کو اونٹ خرید کر دیئے۔

Marfat.com

اسلامی لشکر:

جب صحابہ پوری طرح تیار ہو گئے تو مدینہ میں محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اور بعض کہتے ہیں کہ سباع بن عرفطہ رضی اللہ عنہ اور بعض کے مطابق حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام بنا کر کے پیش قدمی فرمائی تو منافقین کا سرغنہ عبداللہ بن ابی ابن سلول بھی ایک گروہ لے کر آپ کے ساتھ ہو گیا مگر تھوڑی دور جا کر مع اپنے ساتھیوں کے واپس چلا گیا۔ حجر میں پہنچ کر آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ یہ شہر ثمود کا ہے یہاں پانی تم میں سے کوئی استعمال نہ کرے اور اس پانی سے گندھے ہوئے آٹے کو اونٹوں کو کھلا دے اور سر جھکا کر روتے ہوئے اس طرف سے چلیں کوئی شخص اکیلا قافلہ سے نہ نکلے۔ اتفاقاً دو شخص بنو ساعدہ سے الگ الگ نکلے۔ ایک کا دم گھٹ گیا جو آپ ﷺ کے مس کرنے سے اچھا ہو گیا اور دوسرے کو ہوا نے طے کے پہاڑوں میں پھینک دیا۔ جس کو ایک مدت کے بعد اہل طے نے آپ ﷺ کی خدمت میں واپس پیش کیا۔

منافقوں کی ہرزہ سرائی:

آگے بڑھے تو راستے میں آپ ﷺ کا ناقہ گم ہو گیا۔ منافقین کی بن آئی لہٰذا آپس میں کہنے لگے کہ محمد (ﷺ) تو یہ دعویٰ کیا کرتے ہیں کہ مجھے آسمان سے خبریں ملا کرتی ہیں مگر تعجب ہے کہ اپنے ناقہ کا حال نہیں جانتے کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے یہ سن کر فرمایا بخدا میں کچھ نہیں جانتا سوائے اس کے میرے اللہ نے جو کچھ مجھے سکھا دیا ہے اور اب میں بہ الہام الٰہی کہتا ہوں کہ ناقہ فلاں مقام پر ہے۔ مہار اس کی ایک درخت سے اٹک گئی ہے جس سے وہ رکی ہے یہ کہہ کر آپ ﷺ نے ایک صحابی کو بھیج کر ناقہ کو منگوایا۔ مندرجہ بالا باتیں کہنے والا منافقین میں سے زید بن الطصیت قبیلہ قیقاع سے تھا کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد اس نے توبہ کر لی تھی نیز مخشی بن جہیر بھی تائب ہو گیا تھا اور یہ دعا کی تھی کہ اس گناہ کے کفارہ میں کسی ایسے مقام پر شہید کیا جاؤں جہاں میرا نام و نشان نہ ملے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی اور یہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

بہر حال جب آنحضرت ﷺ تبوک پہنچے تو آپ کی آمد کی اطلاع پا کر یحسینہ بن رویہ صاحب ایلہ اور اہل حربا ذرح آپ ﷺ کی خدمت میں آئے اور جزیہ دے کر صلح کر لی۔ آپ ﷺ نے ہر ایک کے لئے صلح نامہ لکھ کر اسی مقام سے خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو اکیدر ابن عبدالملک والی دومۃ الجندل کی جانب روانہ کیا۔ اکیدر بن عبدالملک کندہ کا بادشاہ نصرانی مذہب رکھتا تھا اور دومۃ الجندل کا حاکم تھا۔ آپ ﷺ نے روانگی کے وقت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو اس بات سے باخبر فرما دیا تھا کہ اکیدر تم کو شکار کھیلتا ہوا ملے گا۔ اتفاقاً اکیدر ایک روز پیشتر شکار کھیلنے کو اپنے قلعہ سے نکل آیا تھا۔ شکار کے شوق نے اس کو رات بھر قلعہ کے باہر رکھا۔ صبح ہونے تک خالد بن الولید رضی اللہ عنہ پہنچ گئے اور اس کو حراست میں کر کے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لائے آپ ﷺ نے اس سے جزیہ لے کر صلح کر کے اس کو واپس کر دیا۔

مجاہدین کی واپسی:

مسلمان بیس روز تک تبوک میں مقیم رہے مگر نہ تو کوئی عرب منتصرہ میں سے مقابلہ پر آیا اور نہ رومیوں نے ہی سامنا کیا۔ اکیسویں روز وہاں سے کوچ کر کے مدینہ کو روانہ ہوئے۔ راہ میں اتنا تھوڑا سا پانی ملا جو ایک دو آدمیوں کے سوا کسی اور کو سیراب نہ کر سکتا تھا مگر آپ ﷺ کی ممانعت کے باوجود منافقین میں سے دو شخصوں نے اس پانی کو صرف کیا۔ آپ ﷺ ان سے نہایت ناراض ہوئے اور باقی پانی میں اپنا دست مبارک رکھ کر دعا فرمائی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی دعا سے وہ پانی اتنا وافر کر دیا کہ تمام لشکر کو کافی ہو گیا۔

مسجد ضرار کا انہدام:

آپ ﷺ مدینہ کے قریب پہنچے تو تقریباً ایک ساعت کا فاصلہ رہ گیا ہو گا کہ آپ ﷺ نے مالک بن دخشم سالمی و معن بن عدی عجلی رضی اللہ عنہما کو مسجد ضرار کو منہدم کرنے کے لئے بھیجا۔ اس مسجد کو منافقوں نے تعمیر کیا۔ جب آپ ﷺ غزوۂ تبوک کی غرض سے جا رہے تھے تو منافقین نے آ کر

Marfat.com

التجا کی کہ آپ ﷺ اس مسجد میں نماز پڑھتے جائیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس وقت سفر میں ہوں اور ایک اہم کام کے انجام دینے کے لیے جا رہا ہوں۔ واپسی کے بعد دیکھا جائے گا لہٰذا واپسی کے وقت آپ ﷺ کے حکم سے مالک و معن نے اس کو گرا کر اس کے ملبہ کو جلا دیا۔

سورہ برات کا نزول:

اس غزوہ میں بنوسلمہ سے کعب بن مالک اور بنوعمرو بن عوف سے مرارۃ بن الربیع اور ہلال بن امیہ بن واقف رضی اللہ عنہم اگرچہ صالحین صحابہ میں سے تھے مگر شریک نہیں ہوئے۔ اسی وجہ سے بحکم رسول اللہ ﷺ پچاس دن تک ان افراد سے نہ کوئی بولتا تھا اور نہ ان سے کوئی معاملہ کیا جاتا تھا کہ ان کی توبہ مقبول ہوئی۔ وہ لوگ جو بلا کسی عذر کے اس غزوہ میں نہیں گئے تھے تقریباً تیس آدمی تھے۔ سورہ برات میں بکثرت آیات ان منافقین کے ذکر میں نازل ہوئی ہیں۔ یہ آخری غزوہ تھا جس میں آنحضرت ﷺ خود شریک ہوئے تھے۔

جس وقت آنحضرت ﷺ طائف کا محاصرہ چھوڑ کر جعرانہ سے مکہ تشریف لے آئے اور وہاں سے مدینہ تشریف لا رہے تھے تو راستے میں عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (طائف کے سرداروں میں سے) آ کر ملے اور نہایت سچائی سے ایمان لا کر آپ ﷺ کی اجازت سے طائف والوں کو دعوت اسلام دینے کے لئے لوٹ گئے۔ واپسی کے بعد ایک دن جب کہ وہ اپنے مکان کی چھت پر کھڑے ہوئے اذان دے رہے تھے کسی شخص نے تیر مارا جس کے زخم سے وہ شہید ہو گئے۔ عروہ رضی اللہ عنہ نے اپنے انتقال کے وقت اپنے خون کا قصاص لینے سے روک دیا تھا اور یہ وصیت کی تھی کہ شہدائے مسلمین کی قبور میں دفن کیا جائے۔ ان کی شہادت کے بعد ان کے لڑکے ابوملیح اور قارب بن الاسود بن مسعود رضی اللہ عنہما مدینہ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔

بنوثقیف کی اطاعت:

اگرچہ مالک بن عوف پہلے سے ثقیف پر سختی کر رہے تھے ان کی تجارت اور آمد و رفت بند کر رکھی تھی۔ ان کے مویشیوں کو چھین لیتے تھے بوقت ضرورت ان کے آدمیوں سے بیگار کراتے تھے مگر اس کے باوجود ثقیف کے قلوب اسلام کی طرف مائل نہیں ہوتے تھے حتیٰ کہ ان لوگوں کو غزوہ تبوک سے آنحضرت ﷺ کی واپسی کی اطلاع پہنچی۔ اس وقت ان کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اب عربوں میں آنحضرت ﷺ سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے اور نہ ہم ان کے مقابلہ پر جا سکتے ہیں، پس انہوں نے عبد یالیل کو منت و سماجت سے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں امان طلب کرنے، اظہار اسلام اور بیعت کے لئے بھیجنا چاہا مگر عبد یالیل کو عروہ کے خلاف توقع شہادت نے مدینہ کی جانب نہ جانے دیا۔ جب تک اس نے ان کے احلاف میں سے دو افراد کو اور تین آدمیوں کو بنو مالک سے اپنے ساتھ نہ لے لیا۔

رمضان سنہ ۹ھ کو عبد یالیل اپنے رفقاء کے ساتھ بیعت و اظہار اسلام کی غرض سے مدینہ پہنچے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو مسجد کے ایک قبہ میں ٹھہرایا۔ خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ ان کی طرف سے وکیل تھے۔ جب تک خالد نہ کھاتے عبد یالیل اور ان کے ہمراہی بھی نہ کھاتے انہوں نے آپ ﷺ کے سامنے بذریعہ خالد بن سعید یہ تین امور رکھے ۱۔ یہ کہ تین سال تک لات نامی بت کو نہ توڑا جائے اس خیال سے کہ ان کی عورتیں اور ان کی اولاد اس کے زیادہ معتقد اور اس کی طرف زیادہ راغب ہیں یہاں تک کہ ان کو اسلام سے رغبت پیدا ہو جائے۔ ۲۔ یہ کہ نماز معاف کر دی جائے۔ ۳۔ یہ کہ ان کے اصنام خود ان کے ہاتھوں منہدم نہ کرائے جائیں۔ آنحضرت ﷺ نے ان استدعاؤں کو سن کر پہلی استدعا سے قطعاً انکار فرمایا بلکہ اس سے ناراضگی ظاہر کی۔ دوسری استدعا کی نسبت ارشاد فرمایا کہ '' لا خیر فی دین لا صلوٰۃ فیه '' (اس دین میں کوئی اچھائی نہیں ہے جس میں نماز نہیں) اور تیسری استدعا کی بابت فرمایا کہ یہ ممکن ہے عبد یالیل اور ان کے ساتھیوں نے اسلام قبول کیا اور اپنی قوم کی طرف سے آنحضرت ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ آپ ﷺ نے ان پر سب سے کم سن عثمان بن ابی العاص کو حاکم مقرر فرمایا کیوں کہ یہ دوسروں کی نسبت مذہبی امور سیکھنے اور قرآن پڑھنے کا شوق زیادہ رکھتے تھے۔

Marfat.com

لات کی تباہی:

انہیں لوگوں کے ساتھ ابوسفیان بن حرب و مغیرہ بن شعبہ لات کو منہدم کرنے کے لئے روانہ کئے گئے تھے۔ لیکن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کسی وجہ سے پیچھے رہ گئے اور مغیرہ رضی اللہ عنہ نے پہنچ کر اپنے ہاتھ سے لات کو توڑ کر گرا دیا۔ بنو معتب دور سے حیرت و خوف بھری آنکھوں سے اس منظر کو دیکھتے رہے۔ اس اثناء میں ابوسفیان رضی اللہ عنہ پہنچ گئے۔ بت خانہ میں جو مال و اسباب و زیورات تھے سب کو اکٹھا کر کے پہلے اس سے عروہ و اسود رضی اللہ عنہما پسران مسعود کا قرض ادا کیا گیا جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا اور بعد ازاں باقی مال کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

Marfat.com

باب نمبر ۱۱

فتح مکہ کے نتائج اور سنۃ الوفود

جب آنحضرت ﷺ غزوہ تبوک سے فارغ ہوئے اور ثقیف مسلمان ہو گئے۔ تو عرب کے طول وعرض سے بے شمار وفود آنے لگے، یہاں تک کہ مؤرخین نے اس سنۃ کو سنۃ الوفود کے نام سے موسوم کر دیا۔ ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ عرب دراصل عرب کے سب سے بڑے قبیلہ قریش کی اسلام سے مخالفت وموافقت کا انتظار کر رہا تھے اور یہ دیکھ رہے تھے کہ آنحضرت ﷺ اور قریش میں کیا فیصلہ ہوتا ہے کیونکہ قریش تمام عرب کے سردار، ان کے ہادی، ان کے بیت اللہ اور معبد کے مجاور، شہر حرام کے حلال کرنے والے اور حلال کے حرام کرنے والے اور قومی وملکی روایت کے اعتبار سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد تھے۔ عرب کا کوئی قبیلہ ان کی برتری اور ہادی ہونے اور حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے ہونے کا انکار نہیں کر سکتا تھا۔ چونکہ قریش آنحضرت ﷺ کی مخالفت پر کمربستہ، آپ ﷺ سے لڑنے پر مستعد اور آپ ﷺ کے دین کے کھلے دشمن ہو گئے تھے، اس وجہ سے تمام عرب میں ایک شور مچا ہوا تھا مگر جب اللہ کی عنایت سے مکہ فتح ہوا اور قریش نے اسلام قبول کر لیا تو اس وقت عربوں کو معلوم ہو گیا کہ اب کسی میں آنحضرت ﷺ سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں اور نہ کوئی ان کی مخالفت میں کامیاب ہو سکتا ہے اس لحاظ سے عربوں کے گروہ کے گروہ فتح مکہ کے بعد آ کر مشرف بہ اسلام ہونے لگے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ وَ رَاَيۡتَ النَّاسَ يَدۡخُلُوۡنَ فِىۡ دِيۡنِ اللّٰهِ اَفۡوَاجًا فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَاسۡتَغۡفِرۡهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا'' (جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت آ جائے گی اور سب لوگوں کو اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوتا ہوا دیکھیں گے تو آپ اپنے رب کی حمد وثناء کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرنے لگیں اور استغفار کرنے لگیں۔ بے شک اللہ خوب توبہ قبول کرنے والا ہے)۔

بنو تمیم کی آمد:

غزوہ تبوک کے بعد سب سے پہلے آنے والا وفد بنو تمیم کا تھا۔ اس میں ان کے حسب ذیل رئیس شامل تھے۔

عطارد بن حاجب بن زرارہ بن عدس (بنو دارم بن مالک سے) وحتات بن زید واقرع بن حابس وزبرقان بن بدر (بنو سعد سے) قیس بن عاصم وعمرو بن الاہتم (یہ دونوں بنو منقر سے تھے) ونعیم بن زید اور عینیہ بن حصن فزاری۔

اگرچہ اقرع وعینیہ فتح مکہ ومحاصرہ طائف میں موجود تھے مگر اس وقت بنو تمیم کے وفود کے ساتھ شامل ہو کر آئے تھے، بہر حال جیسے ہی یہ لوگ مسجد میں داخل ہوئے تو انہوں نے کہا اخرج یا محمد (اے محمد ﷺ نکلیے) آنحضرت ﷺ یہ آواز سن کر باہر تشریف لائے مگر ان کی اس بے ادبی سے آزردہ خاطر ہوئے، بنو تمیم کے وفد نے کہا جئنا نفاخرك بخطيب نا و شاعر نا'' (ہم اپنے خطیب وشاعر کے ساتھ فخر کرنے کے لئے آئے ہیں) آپ ﷺ نے ان کے خطیب کو اجازت دی۔ جب ان کا خطیب عطارد خطبہ پڑھ چکا اور اس میں اپنے مفاخر کا تذکرہ کر چکا تو ان کا شاعر برقان بن بدر اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے اپنی قوم کے حوالے سے اپنے فخریہ اشعار پڑھے۔

بعد ازاں آں حضرت ﷺ نے بنو الحرث بن الخزرج سے ثابت بن قیس بن الشماس اور حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو طلب کیا۔ ان دونوں

Marfat.com

بزرگوں نے خطبہ واشعار پڑھے جس کو سن کر بنوتمیم کے وفو د حیرت زدہ رہ گئے اور بے ساختہ یہ کہہ اٹھے ھذا الرجل ھو موید من اللہ خطیبہ اخطب من خطیبنا و شاعرہ اشعر من شاعرنا و امواتھم اعلی من اصواتنا ۔(ان کی اللہ تائید فرماتا ہے اور ان کا مقرر ہمارے مقرر سے اور شاعر ہمارے شاعر سے بڑھ کر ہے اور ان کی آوازیں ہماری آوازوں سے بلند ہیں ۔)

بعد ازاں ان لوگوں نے سر اطاعت سے جھکا دیئے اور بطیب خاطر اسلام قبول کر لیا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو معقول صلہ مرحمت فرمایا۔ یہ آپ ﷺ کی عادات حسنہ سے تھا کہ جب کوئی وفد خدمت عالیہ میں آتا تھا تو اس کی آپ ﷺ عزت کرتے اور جب وہ رخصت ہونے لگتا تو اس کو صلہ ضرورت مرحمت فرماتے تھے۔

حمیر کے بادشاہ کا خط:

تبوک سے واپسی کے بعد رمضان میں حمیر کے بادشاہ کا خط حرث بن عبد کلال ، نعیم بن عبد کلال اور نعمان کی معرفت آنحضرت ﷺ کے پاس لائے ۔ بعض کہتے ہیں کہ ذی رعین و ہمدان و معاذ لے کر آئے تھے اور زرعہ ابن ذی یزن کی جانب سے مالک بن مرۃ الرہادی نے خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر بت پرستی سے نفرت اور اسلام کا اظہار کیا تھا۔ آپ ﷺ نے اس کے نام ایک خط لکھا یا اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو اس کے قاصد مالک بن مرہ کے ساتھ صدقات جمع کرنے اور ارکان دین سکھانے بھیجا۔ اس کے بعد عبد اللہ بن ابی سلول جو منافقین کا سردار تھا ذی قعدہ میں مرگیا اور آنحضرت ﷺ نے نجاشی کے انتقال کی اطلاع صحابہ کو دی کہ وہ ماہ رجب میں غزوہ تبوک سے قبل انتقال کر گیا۔

چند اور وفود:

انہیں دنوں تیرہ افراد پر مشتمل بہرا کا وفد آیا اور مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ کے یہاں مقیم ہوا۔ دوسرے دن مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ ان کو اپنے ہمراہ لئے ہوئے مسجد میں حاضر ہوئے۔ ان لوگوں نے اسلام کا اظہار کیا۔ آپ ﷺ نے ان کو صلہ مرحمت فرمایا۔ وہ لوگ خوش ہو کر لوٹے۔ پھر بنو البکاء کا تین رکنی وفد اور بنو فزارہ کا دس رکنی وفد (جس میں خارجہ بن حصن اور ان کے برادر زادہ جر بن قیس بھی تھے) اور طے سے عدی بن حاتم کا وفد یکے بعد دیگرے آئے اور اسلام لائے ۔

بنت حاتم کی گرفتاری اور رہائی:

عدی بن حاتم کے وفد کے آنے سے پہلے آنحضرت ﷺ نے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو طے کی طرف ایک سریہ کا سربراہ مقرر کر کے بھیجا تھا۔ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے طے کے نزدیک پنج کران پر شب خون مارا، حاتم کی لڑکی کو قید کر لیا اور اس کے بت خانہ میں سے دو تلواروں پر قبضہ کر لیا جن کو حرث بن ابی شمر نے چڑھایا تھا۔ عدی اس شب خون سے پہلے لشکر اسلام کی روانگی کی اطلاع پا کر شام میں بلاد قضاعہ کی طرف فرار ہو گیا تھا۔ وہاں اس کے ہم خیال اور ہم مذہب نصاری بکثرت تھے ۔ لہٰذا حاتم کی لڑکی گرفتار ہو کر آئی ، اور حسب معمول خطیرہ (دروازہ مسجد کے سامنے جہاں کا فرعورتیں اور بچے اسیر رکھے جاتے تھے) میں قید کی گئی۔

آنحضرت ﷺ خطیرہ کی طرف سے گزرے تو اس وقت حاتم کی لڑکی نے روتے ہوئے کہا ''میرا باپ مرگیا جو سرپرست تھا وہ فرار ہو گیا مجھ پر احسان کیجئے اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ احسان کرے گا۔ آنحضرت ﷺ نے پوچھا تیرا سرپرست کون تھا؟ لڑکی بولی عدی ابن حاتم۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا وہی اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بھاگا ہے۔ لڑکی نے کہا ہاں۔ اسی قسم کے سوال و جواب دو دن متواتر ہوئے۔ تیسرے دن جب کہ وہ اپنی التجا کے پورا ہونے سے ناامید ہو گئی تھی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھ پر احسان کرتا ہوں۔ اور تجھے بلا فدیہ رہا کرتا ہوں لیکن تو جانے میں جلدی نہ کر۔ تیری قوم کا کوئی آدمی آجائے تو میں اس کے ساتھ تجھ کو بھیجوں گا، تا کہ تو آسانی کے ساتھ بھائی کے پاس پہنچ جائے۔ اتفاقاً اس واقعہ کے دوسرے دن چند لوگ اس کی قوم کے بنو قضاعہ کے قافلہ کے ساتھ شام جارہے تھے آپ ﷺ نے اس کو ان کے ہمراہ روانہ کر دیا۔

Marfat.com

عدی بن حاتم کی اطاعت:

جس وقت اس کی اپنے بھائی عدی سے ملاقات ہوئی تھوڑی دیر تک صدمۂ مفارقت سے دونوں خاموش رہے۔اس کے بعد عدی نے اپنی بہن سے اپنی بابت پوچھا کہ تیری کیا رائے ہے۔اس شخص (یعنی رسول اللہ ﷺ) سے ملوں یا اپنی بقیہ عمر خانہ بدوشی میں بسر کر دوں۔اس کی بہن نے کہا کہ وہ شخص ملنے کے قابل ہے، نہایت خلیق اور اعلیٰ درجہ کا محسن ہے۔عدی اس کلام کے سنتے ہی اٹھ کھڑا ہوا اور اپنی قوم کی طرف سے وفد کی صورت میں مسجد نبوی میں حاضر ہوا۔آپ نے اس کی بے حد عزت کی اور اپنے ساتھ اپنے دولت خانہ پر لے آئے۔خود زمین پر بیٹھے اور مہمان کو گدے پر بٹھایا۔راستے میں ایک ضعیف عورت مل گئی۔جب تک وہ بات کرتی رہی آپ کھڑے رہے۔عدی بن حاتم کو اس خلق نے تسخیر کر لیا اس کو اس بات کا پورا پورا یقین ہو گیا کہ آں حضرت ﷺ برحق نبی ہیں ظاہری بادشاہ نہیں ہیں پھر باتوں باتوں میں آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ تو اپنی قوم کے ہمراہ لڑائی پر جاتا ہے اور ان سے مال غنیمت میں سے چوتھائی لیتا ہے۔عدی بن حاتم نے کہا ہاں آپ نے فرمایا یہ تیرے دین میں ناجائز ہے، عدی بن حاتم یہ سن کر متعجب ہو گیا اور اس کو آپ ﷺ کی نبوت کا اور زیادہ وثوق ہو گیا۔

بعد ازاں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شاید تم کو اس دین میں داخل ہونے سے اہل ایمان کی محتاجی مانع ہو گی کیونکہ تم مشاہدہ کرتے ہو کہ ان کی حاجتیں بہت ہیں، اگرچہ اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ ان کو اس قدر مال دے گا کہ یہ کسی کو مال دینا چاہیں گے تو کوئی لینے والا تعالیٰ نہ دے گا اور پھر تم کو اس دین میں یہ امر بھی داخل ہونے سے روکے گا کہ یہ لوگ تعداد میں تھوڑے ہیں اور ان کے دشمن بہت ہیں، بخدا اس میں تم ذرہ بھر بھی شک نہ کرو کہ تم جلد ہی یہ سنو گے کہ ایک عورت قادسیہ سے اپنے اونٹ پر سوار بے خوف و خطر اس مکان کی زیارت کو آئے گی اور شاید تمہیں اس دین کے قبول کرنے میں یہ خیال بھی مانع ہو گا کہ حکومت و سلطنت دیگر اقوام کے پاس ہے مگر تم یقین رکھو کہ جلد ہی یہ لوگ بابل کا شاہی محل تسخیر کر لیں گے اور مشرق سے مغرب تک ان کی حکومت ہو گی۔عدی بن حاتم خاموش بیٹھا ہوا یہ سب باتیں سنتا رہا۔جب آنحضرت ﷺ کا سلسلہ کلام منقطع ہوا تو اس نے ہاتھ بڑھا کر آپ کے دست مبارک پر بیعت کی اور اسلام قبول کر کے اپنی قوم میں لوٹ آیا۔

حج اور برأت کا اعلان:

بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی برحق ﷺ پر سورہ برات کی ابتدائی چالیس آیات نازل فرمائیں جن میں اس معاہدے میں ترمیم کرنے کا بیان تھا جو آپ ﷺ کے ساتھ مشرکین کے درمیان بیت اللہ کی زیارت سے نہ روکنے کے سلسلے میں ہوا تھا جس میں یہ احکام تھے کہ اس سال کے بعد مشرکین مسجد حرام کے قریب نہ جائیں گے اور بیت اللہ کا طواف بے لباس ہو کر نہ کریں اور جس سے آنحضرت ﷺ نے کوئی عہد کیا ہے وہ اس کی مدت تک پورا کر دیا جائے اور ان لوگوں کے لئے جن کے ساتھ عہد نہیں کیا گیا یوم النحر یعنی بقر عید سے چار روز بعد، سے چار ماہ تک کی مدت مقرر ہے۔رسول اللہ ﷺ نے ایام حج میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر کر کے ان آیات کے ساتھ روانہ کیا، جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے، جب یہ ذوالحلیفہ میں پہنچے تو آپ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے ان آیات کو لے لیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس خیال اور خوف سے کہ شاید کوئی آیت ان کی نسبت سے نازل ہوئی ہو گی لوٹ آئے اور آنحضرت ﷺ سے بات کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی آیت تمہارے حق میں نازل نہیں ہوئی مگر ان آیات کا کوئی غیر شخص مشرکین تک نہیں پہنچا سکتا سوائے میرے یا میرے خاندان والوں کے۔لہٰذا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حج کرانے پر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سورہ برات کی آیات سنانے پر مامور ہوئے۔ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا اور حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قریب عقبہ یوم النحر کھڑے ہو کر سورہ برات کی آیات پڑھ کر لوگوں کو سنا دیں۔

طبری نے تحریر کیا ہے کہ اسی سنہ میں آیہ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ (لے ان کے مال سے صدقہ طاہر کر ان کو اور پاک کر ان کو) نازل ہوئی۔جس سے مسلمانوں پر صدقات فرض ہوئے اور ثعلبہ بن سعد اور قضاعہ سے سعد ندیم کے وفود آئے اور بنو سعد بن بکر نے ضم

Marfat.com

بن ثعلبہ کو وفد بنا کر بھیجا۔ آنحضرت ﷺ نے ان سے اسلام کی بیعت لی اور توحید، صلوٰۃ، زکوٰۃ، حج اور صدقہ کی علیحدہ علیحدہ تعلیم فرمائی۔ ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے کہا بے شک میں ان فرائض کو ادا کروں گا اور جس سے آپ نے مجھے منع فرمایا ہے اس سے دور رہوں گا اور بخدا اس سے زیادہ نہ کروں گا اور نہ اس سے کم کروں گا۔ جب یہ خدمت اقدس سے لوٹے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اگر اس شخص نے جیسا کہ عہد کیا ہے عمل کیا تو سیدھا جنت میں جائے گا" مؤرخین نے لکھا کہ ضمام بن ثعلبہ جس وقت اپنی قوم میں پہنچے، اسی وقت ان کی قوم نے بالاتفاق اسلام قبول کر لیا اور جمہور کا یہ خیال ہے کہ ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ سنہ ۵ھ میں آئے تھے۔ یہ واقعات سنہ ۹ھ کو مکمل کر دیتے ہیں اور بعد ازاں سنہ ۱۰ھ کا آغاز ہوتا ہے۔

نجرانیوں کی اطاعت:

سنہ ۱۰ھ کے ماہ ربیع الثانی یا جمادی الاول میں آنحضرت ﷺ نے خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو ایک سریے کا سردار مقرر کر کے نجران اور اس کے نواحات کی جانب روانہ فرمایا اس سریے میں چار سو صحابی تھے۔ آپ ﷺ نے خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو سمجھا دیا تھا کہ پہلے بنوحرث بن کعب کو تین بار دعوت اسلام دینا اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو ان کو دین و مذہب کی تعلیم کرنا ورنہ ان سے لڑنا۔ جس وقت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ نجران پہنچے اور دعوت اسلام دی لوگوں نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔ خالد بن الولید رضی اللہ عنہ نے ایک اطلاعی خط میں اس واقعہ کو آنحضرت ﷺ سے عرض کیا۔ چنانچہ آپ ﷺ کی تحریر کے موافق بنوحرث بن کعب :فد کے ساتھ مدینہ آ گئے۔ بنوحرث بن کعب کے وفد میں قیس بن الحصین ذوالقصہ ویزید بن عبدالمدان ویزید بن المحجل وعبداللہ بن قراد لزیادی وشداد بن عبداللہ الضبابی وعمرو ابن عبداللہ الضبابی رضی اللہ عنہم تھے۔

آنحضرت ﷺ نے ان کی نہایت عزت وتکریم کی اور ان سے پوچھا کہ تم لوگ جاہلیت میں اپنے اعداء میں کس وجہ سے غالب ہوتے تھے۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم لوگ آپس میں جو کام کرتے تھے باہم متفق ہو کر کرتے تھے۔ نفاق کو پاس بھی نہ آنے دیتے تھے اور جب فاتح ہوتے تھے تو کسی پر ظلم نہ کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ تم سچ کہتے ہو ہمیشہ اتفاق سے کام لینا اور نفاق سے محترز رہنا۔ شروع ماہ ذی قعدہ سنہ ۱۰ھ میں جس وقت یہ لوگ مدینہ سے نجران واپس ہوئے آپ ﷺ نے قیس بن الحصین رضی اللہ عنہ کو ان کا سربراہ مقرر فرمایا اور ان کے پیچھے عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ بخاری کو فرائض وسنن کی تعلیم کے لئے نجران کا عامل بنا کر روانہ کیا اور ایک فرمان تحریر کر کے انہیں عنایت فرمایا جس کا اہل سیر نے ذکر کیا ہے اور فقہاء نے اپنے استدلال میں اس پر اعتماد کیا ہے۔

فرمان نبوی ﷺ:

> بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ اللہ اور اس کے رسول کا فرمان ہے۔ اے ایمان والو! اپنے وعدے پورے کرو رحمت عالم ﷺ نے عمرو بن حزم کو جب کہ انہیں آپ ﷺ نے یمن کا حکمران مقرر کر کے بھیجا تھا یہ عہد نامہ دیا تھا اس میں آپ ﷺ نے انہیں ان کے تمام کاموں میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم دیا تھا اور فرمایا تھا کہ اللہ ان کے ہمراہ ہے جو اللہ سے ڈرتے ہیں اور ان کے ساتھ بھی جو احسان کرنے والے ہیں۔

ابن حزم رضی اللہ عنہ کے لئے مزید ارشادات نبوی ﷺ:

اس فرمان کے علاوہ آنحضرت ﷺ نے عمرو بن حزم بخاری رضی اللہ عنہ کو رخصت ہونے کے وقت یہ نصیحتیں فرمائی تھیں کہ ہمیشہ حق پر چلنا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور لوگوں کو نیکی کرنے کا حکم دینا اور قرآن حکیم کی تعلیم دینا اور اس کے معانی کے سمجھنے کا طریقہ بتلانا اور لوگوں کو منع کرنا کہ کوئی شخص قرآن کو اس وقت تک ہاتھ نہ لگائے جب تک کہ وہ پاک نہ ہو جائے اور عام طور سے ان کو ان کے نفع ونقصان سے باخبر کرتے رہنا، راہ راست پر چلنے کی صورت میں لوگوں سے نرمی کرنا اور کج روی کی صورت میں ان پر سختی کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ظلم کو حرام کر دیا ہے اور ظلم کرنے سے منع کیا ہے (جیسا کہ اپنے کلام میں اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ (کان کھول کر سن لو ظالموں پر اللہ کی پھٹکار ہے) اور لوگوں کو جنت کی بشارت دینا

Marfat.com

اوراس کے ملنے کے اعمال بتلانا اور دوزخ سے خوف دلانا۔ نیز اس سے بچنے کی تدبیر سکھانا، لوگوں کو متحد رکھنا تا کہ اشاعت دین ہو اور لوگ بہ رضاو رغبت دین اسلام قبول کریں۔ حج وعمرہ کے فرائض وسنن اور جس کا اللہ تعالیٰ نے حج وعمرہ میں حکم دیا ہے ان کو بتلانا، نماز کی تعلیم کرنا اس طرح کہ کوئی شخص ایک کپڑا چھوٹا پشت پر ڈال کر نماز نہ پڑھے مگر یہ کہ وہ اس قدر بڑا ہو کہ اس کے کنارے دونوں کندھوں کو ڈھانپ لیں اور کوئی شخص آسمان کے نیچے اپنی شرمگاہ کو نہ کھولے رکھے اور اپنے سر کے بالوں کو جب کہ وہ بڑھائے جائیں نہ کٹائے اور صرف اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے اور اسی سے امداد طلب کی جائے۔ کوئی شخص اپنے ہم جنس اور دیگر مخلوقات سے دعا نہ مانگے اور جو شخص اس سے باز نہ آئے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہ کرے تو اس پر سختی کرنی چاہئے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے اور لوگوں کو وضو پورا کرنے اور وقت پر نماز پڑھنے، رکوع وسجود کو پورے اطمینان سے کرنے کی تعلیم دینا اور ہمیشہ نماز صبح غلش (آخر شب کے اندھیرے) میں اور ظہر بعد زوال آفتاب اور نماز عصر جس وقت سایہ اصلی سے سایہ بڑھ جائے اور مغرب رات کے آتے ہی (اس میں اس قدر دیر نہ کی جائے کہ ستارے نکل آئیں) اور عشاء اول ثلث شب میں ادا کرنا اور تعلیم دینا اور جمعہ میں بعد اذان تمام کاروبار چھوڑ کر مسجد جانے اور غسل کرنے کا حکم دینا۔ مومنین سے خمس، صدقہ اور زکوٰۃ لینا۔ جو یہودی یا عیسائی سچے دل سے مسلمان ہو جائے اور دین اسلام قبول کرلے، اس کے حقوق وہی ہوں گے جو دیگر مسلمانوں کے ہیں اور جو یہودی یا نصرانی یا کسی مذہب کا پابند ہو، وہ مرد ہو یا عورت ہو۔ حر ہو یا غلام اس سے جزیہ ایک دینار یا اس کے عوض کپڑا وغیرہ وصول کرنا، پس جو شخص اس کی ادائیگی سے انکار کرے وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور کل مومنین کا دشمن ہے۔ انتھی صلوت اللہ علی محمدٍ و آلہ و اصحاب اجمعین .

غسان کی تین رکنی جماعت:

سنہ ۱۰ھ کے ماہ رمضان میں غصان کا تین رکنی وفد آیا۔ ان لوگوں نے بھی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا اور اپنی قوم میں واپس چلے گئے چونکہ ان کی قوم نے اسلام قبول نہ کیا لہٰذا ان لوگوں نے اپنے اسلام کو چھپایا حتیٰ کہ ان میں سے دو بحالت اسلام مر گئے اور ایک ابوعبیدہ عامر رضی اللہ عنہ یرموک میں ملے تھے۔ انہوں نے اپنے اسلام سے ان کو باخبر کیا تھا اسی مہینہ میں بنو عامر کا بھی دس آدمیوں کا وفد آیا اور اسلام قبول کیا، یہ وفد ضروریات دین سیکھ کر اپنی قوم میں لوٹا۔

شوال میں سلامان کا سات رکنی وفد آیا جس میں ان کے سردار حبیب ابن عمرو بھی تھے یہ بھی اسلام لائے اور فرائض سنن کی تعلیم پا کر واپس آ گئے۔ انہیں دنوں ازد کا دس آدمیوں کا وفد آیا جس میں صرو بن عبداللہ ازدی بھی تھے۔ یہ لوگ فروہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے ہاں مقیم ہوئے۔ اگلے دن آں حضرت ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر مشرف بالاسلام ہوئے۔ آپ نے صرو بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ازد کے مسلمانوں کا امیر بنایا اور گردونواح کے مشرکین پر جہاد کرنے کا حکم دیا۔

جرش کے مشرکین کے محاصرہ:

چنانچہ واپسی کے بعد صرد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جرش کا محاصرہ کیا۔ اس وقت جرش میں کچھ لوگ خثعم اور یمن کے چند قبیلے بستے تھے شہر بھی محفوظ تھا علاوہ اس کے اہل یمن بھی مسلمانوں کے حملے کی خبر سن کر اس کی مدد کو آ گئے۔ ایک ماہ تک صرد رضی اللہ عنہ نے جرش کو محاصرہ میں رکھا۔ جب فتح ہوتا نہ دکھائی دیا تو صرد رضی اللہ عنہ محاصرہ چھوڑ کر پیچھے ہٹے۔ اہل جرش نے صرف کے پیچھے ہٹنے کو پسپائی خیال کر کے ان کا پیچھا شروع کیا۔ جبل شکر میں پہنچ کر صرد نے قدم جما دیئے اور صف آرائی کر کے جنگ پر تیار ہو گئے۔ اہل جرش کو اس واقعہ میں شکست ہوئی۔ اس سے پیشتر اہل جرش نے دو افراد کو آں حضرت ﷺ کی خدمت میں آ کر آپ ﷺ کے حالات دریافت کرنے اور دیکھنے کی غرض سے روانہ کیا تھا۔ آپ ﷺ نے ان لوگوں کو واقعہ جبل شکر اسی روز بتلایا جس روز وہ واقعہ رونما ہوا تھا پھر جب وہ لوگ اپنی قوم میں لوٹے اور آپ ﷺ کے حالات ان سے سنے تو وہ لوگ بھی مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

Marfat.com

اطراف یمن سے وفود کی آمد:

اسی سنہ میں ہمدان ایمان لائے، ان کے وفود حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاضر خدمت اقدس ہوئے۔ واقعہ اس کا یوں ہے کہ پہلے رسول اللہ ﷺ نے خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو یمن کی جانب بغرض دعوت اسلام روانہ کیا تھا۔ یہ چھ ماہ تک وہاں ٹھہرے ہوئے لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے رہے مگر کسی نے قبول نہ کیا، تب آنحضرت ﷺ نے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا اور فرمایا کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو واپس کر دینا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مقامات یمن میں پہنچ کر لوگوں کو جمع کیا۔ پہلے ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب وعتاب سے ڈرایا اس کے بعد آنحضرت ﷺ کا فرمان والا شان پڑھ کر سنایا۔ بفضل الٰہی کل ہمدان نے اسی روز اسلام قبول کر لیا۔ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بذریعہ تحریر اس واقعہ سے آنحضرت ﷺ کو باخبر کیا۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالی میں سجدہ شکر ادا کیا اور تین بار السلام علی ہمدان فرمایا۔ اس کے بعد اہل یمن جوق درجوق مسلمان ہونے لگے اور ان کے قبائل کے وفود بھی بکثرت آنے لگے۔

ملوک کندہ کا وفد:

اسی برس فردہ بن مسیک مرادی کے ہمراہ مراد کا وفد ملوک کندہ سے الگ ہو کر آیا اور اسلام قبول کر کے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاں بغرض تعلیم قرآن وفرائض اسلام مقیم رہا۔ واپسی کے وقت آپ ﷺ نے فردہ بن مسیک مرادی کو مراد وزبیدہ ومزحج کا عامل مقرر فرمایا اور حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ صدقات کی وصولی کو بھیجا، چنانچہ خالد رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت تک اسی کام پر مامور رہے۔ اس کے بعد عمرو بن معد بن یکرب زبیدی نے قیس بن مکشوح مرادی سے آنحضرت ﷺ کے پاس چلنے کے لئے کہا جب قیس نے انکار کیا تو عمرو بن معد یکرب زبید کا وفد ہو کر حاضر ہوا اور اسلام لا کر اپنی قوم میں لوٹا مگر آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد مرتد ہو گیا۔

عیسائی قبیلے کا وفد:

اسی سال میں عبدقیس کا وفد آیا جس میں جارود بن عمرو سربراہ تھا۔ اس قبیلہ کے تمام چھوٹے بڑے عیسائی مذہب رکھتے تھے مگر واپسی کے بعد قبیلہ جارود بن عمرو رضی اللہ عنہ کے سب لوگ مسلمان ہو گئے تھے اور وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ کے منذر بن نعمان بن المنذر معروف بہ غرور کے ہمراہ مرتد ہو گئے مگر جارود بن عمرو بدستور اپنے اسلام پر ثابت قدم رہے اور نہایت استقلال سے باوجود اپنی قوم کی عداوت کے احکام کی پابندی اور ممنوعات سے محترز رہے حتیٰ کہ ان کا انتقال عبدقیس کی واپسی سے قبل ہی ہو گیا۔

امارت بحرین کا منصب:

فتح مکہ سے قبل آنحضرت ﷺ نے علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کو منذر بن ساوی العبدلی کی طرف سفیر بنا کر بھیجا تھا۔ منذر انہیں کے ہاتھ پر اسلام لائے تھے۔ انہوں نے نہایت خوبی سے اپنی اسلامی زندگی گزاری یہاں تک کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد قبل روت اہل بحرین ان کا انتقال ہوا۔ علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی طرف سے بحرین کے امیر مقرر کیے گئے تھے۔

بنوحنیفہ کے وفد کی آمد:

اسی سنہ میں بنوحنیفہ کا وفد آیا جس میں مسیلمہ کذاب اور رجال بن عنفوہ اور طلق بن علی بن قیس شامل تھے اور سلمان بن حنظلہ ان کا سربراہ تھا ان لوگوں نے مدینہ میں پہنچ کر اسلام قبول کیا۔ چند روز ٹھہرے اور ابی بن کعب سے قرآن پڑھتے رہے۔ رجال وطلق وغیرہ اکثر خدمت اقدس میں آتے تھے جب کہ مسیلمہ اپنی جائے قیام پر باجازت آنحضرت ﷺ بغرض حفاظت اسباب رہتا۔ جب یہ سب یمامہ واپس آئے تو مسیلمہ نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ طلق نے امر کی گواہی دی کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو اپنا شریک ٹھہرالیا ہے۔ بہت سے آدمی اس فتنہ میں پھنس گئے۔ جو کہ آئندہ صفحات میں تحریر کیا جائے گا۔

Marfat.com

اہل کندہ کی آمد:

اسی سنہ میں تقریباً دس آدمیوں پر مشتمل کندہ کا وفد جس کا سردار شعث بن قیس تھا آیا۔ بعض کہتے ہیں کہ کندہ کے وفود میں ساٹھ اور بعض کہتے ہیں، اسی آدمی تھے۔ یہ لوگ ریشمی کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اسلام لانے کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان کو ریشمی کپڑے پہننے کی ممانعت فرما دی۔ اشعث نے آپ ﷺ سے عرض کیا نحن بنو آکل المرار وانت ابن آکل المرار (ہم لوگ آکل المرار کی اولاد ہیں اور تم بھی آکل المرار کے لڑکے ہو) یعنی ہم اور تم ایک خاندان کے ہیں مگر آنحضرت ﷺ نے یہ کلام سن کر ہنس کر فرمایا ہم نضر ابن کنانہ کی اولاد ہیں نہ تو ہم اپنی ماں پر تہمت لگاتے ہیں اور نہ ہی اپنے باپ سے انکار کرتے ہیں۔ عباس بن عبدالمطلب اور ربیعہ بن الحرث رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو اس سے منسوب کیا ہے۔ یہ دونوں آدمی تجارت پیشہ تھے۔ جب اطراف وجوانب عرب میں جاتے تھے تو اپنے آپ کو بنو آکل المرار بتاتے تھے اس وجہ سے کہ ان کے جد کلاب بن مرہ کی ماں کندہ میں سے تھی چونکہ بنو آکل المرار کندہ کا حکمران خاندان تھا اس لحاظ سے بہ نظر تفاخر عباس و ربیعہ اپنے مادری سلسلہ کے خیال سے خود کو آکل المرار کی طرف منسوب کرتے تھے۔

وائل بن حجر اور حضرموت کے وفد کی آمد

اسی دور میں کنانہ کے وفد کے ساتھ حضرموت کا بھی وفد آیا۔ یہ لوگ دلیعہ کی نسل سے ہیں۔ ان کے سردار جمد و مخوس ومشرح بھی آئے ہوئے تھے۔ سب نے بخوشی اسلام قبول کیا اور وائل بن حجر بھی انہیں ایام میں حاضر خدمت ہو کر مسلمان ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کے سر پر شفقت محبت سے ہاتھ پھیر کر ان کے لئے دعا فرمائی۔ اور ان کے آنے کی خوشی میں الصلوۃ جامعۃ کی ندا دلوا کر نماز شکرانہ بھی پڑھی۔ معاویہ کو حکم دیا کہ وائل ابن حجر کو قبا میں لے جا کر ٹھہرائیں۔ وائل بن حجر سوار تھے اور معاویہ رضی اللہ عنہ پیادہ۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے اثناء راہ میں کہا کہ تم مجھ کو اپنی جوتیاں دیدو تا کہ زمین کے گرمی سے میرے پاؤں محفوظ رہیں۔ وائل نے کہا میں تمہیں نہیں پہنانا چاہتا کیونکہ میں انہیں پہن چکا ہوں۔ اس پر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا اچھا اپنے پیچھے پیچھے بٹھالو۔ وائل نے جواب دیا کہ تم ملوک کے پیچھے بیٹھنے والوں میں سے نہیں ہو۔ پھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ زمین کی تپش نے میرے پاؤں جلا دیئے۔ وائل یہ سن کر بول اٹھے "امش فی ظل ناقتی کفاك به شرفاء" (تو میرے ناقہ کے سایہ میں چل تیرے لئے یہی شرف کافی ہے) بیان کیا جاتا ہے کہ زمانہ خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ میں وائل رضی اللہ عنہ ان کے پاس بھی وفد کی صورت میں گئے تھے انہوں نے بھی ان کی عزت کی تھی۔

اس سنہ میں محارب کے دس آدمیوں کا اور مذحج سے الرہا کے پندرہ آدمیوں کا وفد آیا اور مسلمان ہو کر انہوں نے قرآن پڑھا اور اسلامی فرائض کی تعلیم لے کر اپنی قوم میں واپس گئے، پھر اسی قوم کے کچھ لوگ خدمت اقدس میں آئے اور آپ ﷺ کے ہمراہ انہوں نے حج ادا کیا۔

نجرانیوں کی آمد:

بعد ازاں نجران کے نصاریٰ کا وفد حضرت موت سے آیا جس میں ستر افراد تھے اور ان کا سردار عاقب عبدالمسیح (کندہ سے) اور ان کا سقف ابوحارثہ (بکر بن وائل) اور سید ایہم تھا ان لوگوں نے مسجد نبوی میں داخل ہو کر دینی امور میں بحث ومباحثہ شروع کیا۔ اسی اثناء میں سورہ آل عمران کے شروع کی آیات اور آیہ مباہلہ نازل ہوئی۔ نصرانیاں نجران نے مباہلہ کرنے سے گریز کیا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کی استعداد کے مطابق ان سے صلح کر لی۔ اور ہزار حلہ صفر اور ہزار رجب میں اور چند زرہیں اور نیزے اور گھوڑے بطور جزیہ ان پر مقرر فرمایا۔ ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو ان کا عامل مقرر کر کے ان کے ساتھ روانہ کیا۔ بعد ازاں عاقب وسید آئے اور مسلمان ہو گئے۔

صدف کا وفد حضرت موت سے آیا جس میں کم وبیش دس افراد شامل تھے۔ ان سب نے بخوشی اسلام قبول کیا۔ فرائض اسلام اور اوقات نماز سیکھ کر واپس گئے۔ یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے۔

Marfat.com

عبس اور خولان کے وفود:

بعد میں عبس کا وفد آیا۔ ابن کلبی کہتے ہیں کہ ان میں صرف ایک فرد وفد لے کر آیا تھا اور مسلمان ہو کر جب واپس جا رہا تھا تو راستے میں انتقال ہو گیا۔ طبری کہتے ہیں کہ عدی بن حاتم بھی ماہ شعبان میں وفد لے کر آیا تھا۔

انہی ایام میں خولان کا دس آدمیوں کا وفد آیا۔ سب نے اسلام قبول کیا اور اپنے بت کو توڑ ڈالا۔ اس سے قبل زمانہ صلح حدیبیہ میں قبل خیبر رفاعہ بن زید ضبیبی قبیلہ جذام سے وفد لے کر آئے اور ایک غلام بطور ہدیہ پیش کیا۔ جب یہ مسلمان ہو کر واپس ہونے لگے تو آپ ﷺ نے ان کو ایک خط متعلق دعوت اسلام دیا جس سے ان کی قوم بھی مسلمان ہو گئی۔

بنوضلیع کی شر پسندی اور انجام:

اس عرصہ میں وحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے سفیر ہو کر گئے تھے، ہرقل کے یہاں سے واپس آ رہے تھے اور ان کے ساتھ کچھ تجارتی مال بھی تھا۔ بطون جذام سے ہنید بن عوض اور اس کی قوم بنوضلیع نے غفلت کی حالت میں وحیہ پر شبخون مارا اور جو کچھ مال و اسباب ان کے ساتھ تھا، سب لوٹ کر گئے۔ اسی واقعہ نے آئندہ جہاد کا دروازہ کھول دیا اور آنحضرت ﷺ کو بنوجذام پر حملہ کرنے کو ابھارا۔ اتفاق سے اس واقعہ کی اطلاع بنوضبیب کے مسلمانوں کو بھی ہو گئی۔ انہوں نے یک جا ہو کر ہنید اور اس کی قوم سے وہ کل مال و اسباب جو انہوں نے لوٹ لیا تھا چھین کر وحیہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا۔

جب وحیہ رضی اللہ عنہ مدینہ پہنچے اور آنحضرت ﷺ سے بنوضلیع کی بدعنوانیوں کا ذکر کیا تو آپ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کے ایک لشکر کا سربراہ مقرر کر کے روانہ فرمایا۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے بنوضلیع پر مقام قصقاض میں حرہ رل کی جانب سے حملہ کیا۔ ہنید اور اس کا لڑکا ایک جماعت کے ساتھ مارا گیا۔ اس واقعہ میں بنوضلیع کے ساتھ کچھ لوگ بنوضبیب کے بھی تھے جو بنوضلیع کے ہمراہ شرکت کی وجہ سے مارے اور قید کر لئے گئے۔ رفاعہ بن زید مع ابوزید بن عمرو اور چند لوگ اپنی قوم کو لے کر خدمت اقدس میں آئے اور اس واقعہ سے آپ ﷺ کو مطلع فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں مقتولین کی بابت کیا کر سکتا ہوں؟ رفاعہ اور ان کے ساتھیوں نے کہا کہ آپ ہمارے زندوں کو چھوڑ دیجئے۔ آپ ﷺ نے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اونٹ پر سوار کر کے ان کے ساتھ روانہ کیا اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے اپنی تلوار عطا فرمائی حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ میں فیفاء تحلتین میں ملاقات ہوئی اور وہیں بنوضبیب کے اسیران اور ان کا مال و اسباب ان کو لوٹا دیا گیا۔

ایک گستاخ کا عبرتناک انجام

اسی سنہ میں عامر بن صعصعہ کا وفد آیا جس میں عامر بن الطفیل بن مالک اور اربد بن ربیعہ مالک تھے۔ عامر نے آنحضرت ﷺ سے کہا ''یا محمد ﷺ اپنے بعد مجھے حکومت دے جانا''۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ نہ تیرے لئے ہے نہ تیری قوم کے لئے۔ اللہ جس کو چاہے گا دے گا پھر عامر نے کہا اچھا تم مجھے جنگ و میدان دیدو اور اپنے لئے آبادی و شہر مخصوص کر لو۔ آپ ﷺ نے جواب دیا یہ بھی نہیں ہو سکتا مگر میں تجھے گھوڑوں کی گردنیں دیتا ہوں کیونکہ تو ایک شہسوار مرد ہے۔ عامر نے ترش روئی سے جواب دیا میں تمہارے اس میدان کو سواروں اور پیادوں سے بھر دوں گا۔ یہ کہہ کر عامر مع اپنی قوم کے پلٹ کر چلا گیا آپ ﷺ نے فرمایا ''اللھم اکفیھم اللھم اھد عامر او اعن الاسلام عن عامر ''۔ (اے خدا ان کے لئے کافی ہو جا اے خدا عامر کو ہدایت دے یا اسلام کو عامر سے بے نیاز کر دے)۔

ابن اسحاق اور طبری نے تحریر کیا ہے کہ عامر اور اربد باہم آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنا کر آئے تھے (نعوذ باللہ) لیکن یہ دونوں اس امر پر قادر نہ ہو سکے۔ اہل صحیح نے اس کا ذکر کیا ہے۔ لکھتے ہیں جس وقت بنو عامر اپنے شہر سے واپس جا رہا تھا تو راہ میں بنوسلول کے قبیلہ میں پہنچ کر عامر بعارضہ طاعون مر گیا۔ بعد میں اس کے بھائی اربد پر بجلی گری جس سے وہ بھی جل کر بھسم ہوا۔ اس واقعہ کے بعد علقمہ بن علاثہ بن عوف اور

Marfat.com

عوف بن خالد بن ربیعہ اپنے لڑکے ساتھ آئے اور مسلمان ہوئے۔

طے کا وفد:

اسی سنہ میں طے کا وفد آیا جس میں پندرہ آدمی اور ان کے سردار زید الخیل وقبیصہ بن لاسود (بنونہاں سے) تھے سب نے بخوشی اسلام قبول کیا۔ آپ ﷺ نے اسلام لانے کے بعد زید الخیل کا نام زید الخیر رکھا اور ان کو کنواں اور زمین بطور جاگیر مرحمت فرمایا، لیکن واپسی پر نجد میں پہنچ کر ان کا انتقال ہو گیا۔

مسیلمہ کذاب کا ذکر:

اسی برس میں یمامہ میں مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعوی کیا اور یہ ظاہر کیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے کاموں میں شریک ہوں، طلق نے اس کی گواہی دی۔ مسیلمہ نے صرف دعوائے نبوت پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ایک مضمون خط بھی بھیجا ''**من مسیلمة رسول اللّٰه الی محمد رسول اللّٰه سلام علیك فانی قد اشرکت فی الامر معك وان لنا نصف الارض ولقریش نصف الارض ولکن قریش قوم یعتدون**'' (یہ خط مسیلمہ اللہ کے رسول کی طرف سے محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب۔ آپ پر سلام ہو، دیکھئے میں رسالت میں آپ ﷺ کے ساتھ آدھی زمین ہمارے لئے اور آدھی قریش والوں کے لئے مگر قریش زیادتی کرتے ہیں۔

حضور ﷺ نے اس کا یہ جواب دیا: ''یہ خط اللہ کے رسول محمد ﷺ کی جانب سے مسیلمہ کذاب کے نام ہے۔ ہدایت کی اتباع کرنے والوں پر سلام اور زمین اللہ کی ہے، اللہ اپنے بندگان میں سے جسے چاہے اس کا مالک بنادے اور پرہیزگاروں کا ہی اچھا انجام ہے) طبری نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ آنحضرت ﷺ کی حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد کا ہے۔

Marfat.com

نقشہ

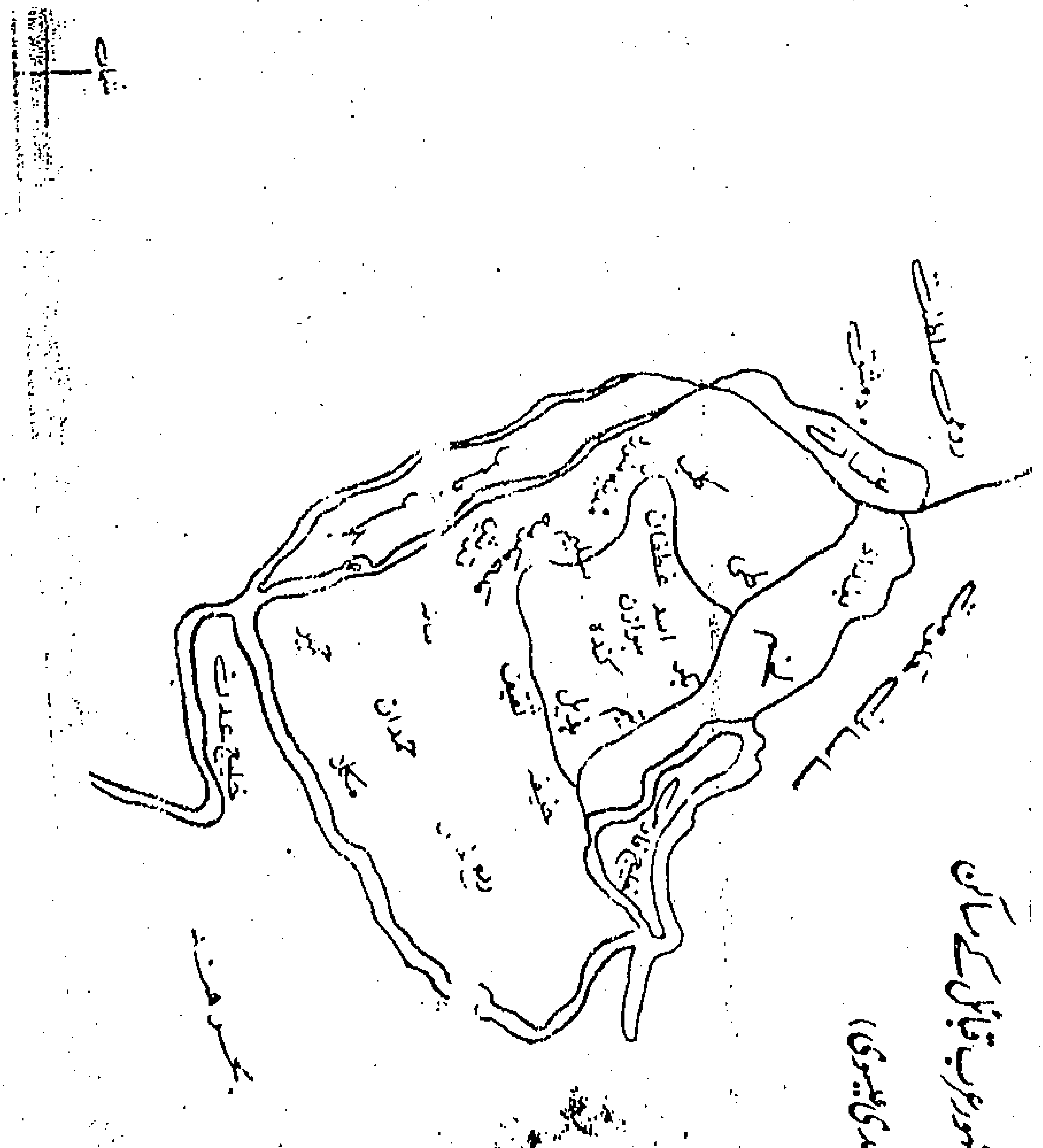

عہد رسالت میں مشرقی عرب قبائل کے مساکن
(ماخوذ از صدیقی)

Marfat.com

حجۃ الوداع اور وصالِ نبوی ﷺ

گزشتہ صفحات میں مذکورہ واقعات کے بعد ذیقعدہ کا مہینہ آگیا اور جب اس کی پانچ راتیں باقی رہ گئیں تو آپ ﷺ حج کے ارادے سے مدینہ شریف روانہ ہوئے۔ آپ ﷺ کے ساتھ مہاجرین اور انصار اور روساء عرب کا ایک گروہ اور سو اونٹ تھے، آپ ﷺ مکہ میں اتوار کے دن چار روز ذی الحجہ کے گزر چکے تھے داخل ہوئے۔ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی جو نجران میں صدقات کی وصولی کو گئے ہوئے تھے، مکہ میں آپ ﷺ کے ساتھ گئے اور آپ ﷺ کے ہمراہ ہی حج کیا۔ آپ ﷺ نے اس بار لوگوں کو مناسک حج کی تعلیم دی۔ اس کے سنن بتلائے ان کے لئے رحمت کی دعا فرمائی۔ نیز عرفات میں ایک طویل خطبہ دیا۔ جس میں حمد وثناء کے بعد یہ ارشاد فرمایا:

ترجمہ: اے لوگو! میری باتیں سن لو، مجھے کچھ خبر نہیں، ممکن ہے میں تم سے اس قیام گاہ میں اس برس کے بعد کبھی ملاقات نہ کرسکوں، لوگو! دیکھو تمہارے خون اور تمہارے مال تم پر مرتے دم تک اسی طرح حرام ہیں جس طرح تمہارا یہ دن اور یہ مہینہ حرمت والا ہے۔ تم بہت جلد اپنے رب سے جاملو گے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا۔ میں نے تمہیں اللہ کا پیغام پہنچادیا ہے۔ اگر کسی کے پاس کسی کی امانت ہو تو وہ اسے اس کے اصل مالک کو ادا کردے اور اگر سود ہو تو وہ موقوف کر دیا گیا ہے۔ ہاں تمہیں تمہارا سرمایہ مل جائے گا۔ نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے۔ اللہ نے فیصلہ فرمادیا ہے کہ سود ختم کر دیا گیا۔ عباس رضی اللہ عنہ کا تمام سود موقوف کر دیا گیا اور جاہلیت کے تمام خون باطل کر دیئے گئے، دیکھو سب سے پہلا خون جو باطل کیا جاتا ہے وہ ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کا ہے۔ ربیعہ بنولیث میں شیر خوار تھے اور نہیں بنوہذیل نے ہلاک کردیا تھا اس لئے میں ان کا خون باطل کر کے جاہلیت کے خونوں کے باطل کرنے کی شروعات کرتا ہوں۔ لوگو! تمہارے اس سرزمین میں ابلیس اپنی پرستش سے ناامید ہوگیا ہے مگر اور معمولی گناہوں میں اپنی اطاعت کئے جانے پر خوش ہے لہٰذا اپنے دین اس سے محفوظ رکھو، لوگو لیذ ماننا کفر میں زیادتی ہے اس سے کافر گمراہ ہو جاتے ہیں کہ ایک ہی مہینہ کو ایک سال حلال کر دیتے ہیں اور ایک سال حرام، تاکہ حرمت والے مہینوں کی تعداد روند ڈالیں اور اللہ کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دیں، دیکھو زمانہ گھوم پھر کر اپنی حقیقی صورت پر آگیا ہے۔ جس صورت پر اس روز تھا جب خدا نے زمین وآسمان کی تخلیق کی تھی اور اللہ کی کتاب میں مہینوں کی تعداد اسی دن سے بارہ ہے، جس دن اللہ نے زمین واآسمان تخلیق کئے ان میں سے چار حرمت والے ہیں۔ تین (ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم) تو لگاتار ہیں اور تنہا رجب ہے جو جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان آتا ہے۔ (آپ ﷺ نے حمد وصلوۃ کے بعد فرمایا) لوگو! عورتوں پر تمہارے بھی حقوق ہیں اور ان کے تم پر بھی حقوق ہیں۔ ان کا فرض ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی ایسے شخص کو نہ سلائیں جسے تم ناپسند کرتے ہو اور کھلم کھلا بے حیائی کی مرتکب نہ ہوں، اگر وہ ایسا کریں تو اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے کہ انہیں ان کے بستروں میں چھوڑ دو اور ان پر یوں تشدد کرو کہ جسم پر نشان پڑے۔ پھر اگر وہ باز آجائیں تو انہیں غیر معروف نان ونفقہ دو اور عورتوں سے بھلائی کا سلوک کرو کیونکہ وہ تمہارے حصہ میں شرکت دار ہیں اور ذاتی طور پر کسی چیز کی مالک نہیں۔ تم نے انہیں اللہ کی امانت سے حاصل کیا ہے اور انہیں اپنے لئے اللہ کی آیتوں سے حلال کرلیا ہے۔ لوگو! میری باتیں سنو اور سمجھو میں نے تمہیں شرعی احکام سمجھا دیئے ہیں اور تم میں ایک ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم اسے مضبوطی سے

Marfat.com

پکڑے رہے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے یعنی اللہ کی کتاب (قرآن) کو اور اس کے نبی ﷺ کی سنت کو، لوگو میری باتیں سنو۔ یقین مانو ہر مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے اور مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اس لئے کسی شخص کے لئے اپنے بھائی کے مال سے وہی حلال ہے جسے وہ بخوشی دے دے۔ خبردار اپنے اوپر ظلم نہ کرو (پھر پوچھا) کیا میں نے تبلیغ کر دی؟ صحابہ رضوان اللہ علیہم نے جواب دیا بے شک آپ ﷺ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا فرمایا اے اللہ گواہ رہ۔

یمن کی حکومت:

چونکہ کسریٰ کے گورنر باذان کے ایمان لانے سے ترغیب پا کر باشندگان یمن بھی مشرف بہ اسلام ہوئے تھے لہٰذا آنحضرت ﷺ نے حسب سابق اسے یمن کی حکومت پر قائم رکھا تھا اور اس کے ساتھ کسی کو اس کا شریک نہیں بنایا تھا۔ یہاں تک کہ اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کی خبر آپ ﷺ کو حجۃ الوداع سے واپسی کے وقت ہوئی۔ آپ ﷺ نے اس کے ملک کو اپنے اصحاب میں اس طرح تقسیم فرمایا کہ صنعاء پر اس کے لڑکے شہر بن باذان کو اور مارب پر ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو اور جند پر یعلی بن امیہ کو اور ہمدان پر عامر بن شہر ہمدانی اور عک واشعر بن پر طاہر بن ابی ہالہ کو اور مابین نجران وامع وزبید پر خالد بن سعد بن العاص کو اور خاص نجران پر عمرو بن حزم کو اور بلاد، حضر موت پر زیاد بن لبید بیاضی کو اور سکاسک وسکون پر عکاشہ بن ثور بن اصغر غوثی کو اور معاویہ بن کندہ پر عبداللہ المہاجرین ابی امیہ (رضی اللہ عنہم) کو تعینات فرمایا۔ مگر عبداللہ المہاجر نے اپنے نہ جانے کا ایک معقول جواز پیش کیا جس سے ان کے اعمال کا انتظام بھی زیاد بن لبید کرتے رہے اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اہل یمن وبلاد حضرت موت کی تعلیم وتربیت کی غرض سے روانہ کئے گئے۔

اس واقعہ سے قبل عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بنو طے کے صدقات وصول کرنے کو اور اسد دو مالک بن نویرہ صدقات بنوحظلہ پر اور علاء بن حضرمی بحرین کی طرف اور حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نجران کی طرف صدقات اور جزیہ وصول کرنے کے لئے بھیجے گئے تھے۔ بنوسعد کا صدقہ انہیں میں سے دو شخص پر تقسیم کر دیا گیا تھا۔ ان میں سے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نجران سے صدقات وصول کر کے حجۃ الوداع میں آ کر شریک ہو گئے تھے جیسا کہ کتب تواریخ میں تحریر ہے۔

اسود عنسی کی بغاوت:

اس کا نام عبہلہ بن کعب اور لقب ذوالحمار تھا۔ شیریں کلامی، شعبدہ بازی اور فال نکالنے میں بے مثال تھا۔ اس کی شیریں کلامی اور تالیف قلوب سے لوگ بہت جلد اس سے مانوس ہو جاتے تھے۔ مقام کہف حنار میں پیدا ہوا اور وہیں نشو ونما پا کر بڑا ہوا۔ ہوش سنبھالا، آنکھیں کھولیں تو نبوت کا دعویٰ کر بیٹھا۔ مذحج ونجران والوں نے اس کی تحریر کو بخوشی قبول کر لیا۔ چنانچہ اہل نجران نے جمع ہو کر عمرو بن حزم وخالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو نکال دیا اور قیس بن عبدیغوث نے اچانک حملہ کر کے فردہ بن مسیل رضی اللہ عنہ کو جلاوطن کر دیا۔ فردہ رضی اللہ عنہ اس وقت آنحضرت ﷺ کی طرف سے مراد پر حاکم تھے۔ اس کے بعد اسود عنسی سات سو سواروں کو لے کر صنعاء کی طرف بڑھا۔ شہر ابن باذان نے اس کا مقابلہ کیا۔ اسود عنسی نے شہر ابن باذان کو شکست دے کر ہلاک کر ڈالا اور اس کی زوجہ سے نکاح کر لیا۔ اس نے صنعاء وحضر موت کے وسط میں اعمال طائف تک اور عدن کی طرف سے بحرین تک اپنے قبضہ میں لے لیا۔

یمنی مرتدین

اب اکثر اہل یمن مرتد ہو گئے۔ عمرو بن معدیکرب، خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ اس نے اسود عنسی کی طرف میلان ظاہر کیا۔ خالد بن سعید رضی اللہ عنہ سے برداشت نہ ہوا لہٰذا تلوار کھینچ کر آگے بڑھے۔ دونوں آدمیوں میں دو دو ہاتھ چل گئے۔ خالد رضی اللہ عنہ نے اس کی تلوار توڑ کر اس کے ہاتھ سے چھین لی، تب عمرو بن معدیکرب گھوڑے سے اتر کر اسود عنسی کی طرف فرار ہو گیا اسود نے اس کو مذحج کا سردار بنا دیا۔ اس کے لشکر کا

Marfat.com

سردار قیس بن عبد یغوث مرادی تھا اور ابناپر اس کی طرف سے فیروز وداد و یہ حکمرانی کر رہے تھے۔ اہل یمن کے یہ تیور ہی دیکھ کر معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نکل کر بھاگے اور مارب میں ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف سے گزرے۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بھی ان کے ہمراہ روانہ ہو گئے، معاذ رضی اللہ عنہ نے سکون میں قیام کیا لیکن ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے سکاسک میں جا کر ہی دم لیا اور طاہر بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ بلاد عک (جبال صنعاء) میں روپوش ہو گئے۔ لیکن عمرو بن حزم و خالد بن سعید رضی اللہ عنہما نے مدینہ پہنچ کر ان تمام واقعات سے آنحضرت ﷺ کو آگاہ فرمایا۔

اسود عنسی کا عبرتناک انجام

اس اثناء میں جب کہ اسود عنسی کو یمن پر ایک قدرے مستحکم حکومت حاصل ہوگئی اور اس نے شہر ابن باذان کے قتل کے بعد اس کی بیوی آزاد کو اپنے گھر میں ڈال لیا۔ یہ فیروز کی چچازاد بہن تھی، فیروز کو اسود کی یہ حرکات پسند نہ آئیں، لہٰذا فیروز اسود سے کبیدہ خاطر ہوگیا۔ فیروز کے علاوہ قیس بن عبد یغوث بھی اسود کے غرور سے دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا رہا تھا، مگر کوئی مناسب موقع ہاتھ نہ آنے کی وجہ سے خاموشی کی حالت میں اسود کے تمام احکام کی پابندی کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ نے اسود کی گوشمالی اور سرکوبی کے لئے وبر بن یحنس کی معرفت جس طرح ممکن ہو ایک خط لکھ کر ابوموسیٰ و معاذ و طاہر (رضی اللہ عنہم) کی طرف روانہ کیا۔ ادھر ان لوگوں کو جب یہ معلوم ہوا کہ قیس بن عبد یغوث اسود سے کبیدہ خاطر ہے تو انہوں نے اس کو بھی اپنا شریک اور راز دار بنالیا۔ پھر فیروز اپنی چچازاد بہن آزاد زوجہ اسود کے پاس گیا۔ اس نے اسود کے قتل کرا دینے کا وعدہ کیا، ہنوز کوئی تدبیر مکمل نہ ہونے پائی تھی کہ اسود کو قیس و فیروز وغیرہ کی بددلی کی اطلاع مل گئی۔ اب یہ لوگ بھاگ کر مضافات میں روپوش ہو گئے مگر اس کی بیوی مسماۃ آزاد سے پوشیدہ خط و کتابت جاری رہی۔

مرتدین کے فتنے کا خاتمہ

ایک روز موقع پا کر فیروز اور قیس، اسود کے گھر کے ذریعہ سے داخل ہو گئے اس کو گرفتار کر کے ذبح کر ڈالا یہاں تک کہ فجر کی نماز کا وقت آ گیا اذان ہوئی۔ وبر بن یحنس نے نماز پڑھائی۔ فجر کی نماز کے بعد اسود کے قتل کی خبر مشہور ہوئی تو اس کے مقلدین نکل پڑے۔ شہر میں ایک ہلچل مچ گئی۔ مسلمانوں اور اسود کے مقلدین میں تھوڑی دیر تک لڑائی ہوتی رہی۔ آخر کار جو کچھ ان کے ہاتھ میں تھا اس کو بھی وہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ صنعاء و نجران مرتدین سے خالی ہوگیا۔ آنحضرت ﷺ کے عمال حسب سابق اپنے اپنے مضافات کی طرف چلے گئے۔ البتہ صنعاء کی امارت کے سلسلے میں تھوڑا بہت مناقشہ شروع ہوا مگر بہت جلد سب لوگوں نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے امیر ہونے پر اتفاق کر لیا اور ان کے پیچھے نماز ادا کی۔

اس واقعہ سے فراغت پا کر ان لوگوں نے ایک قاصد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا مگر اس کے پہنچنے سے پہلے ہی آپ کو بذریعہ الہام اس کی اطلاع ہوگئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ گزشتہ رات کو عنسی مارا گیا۔ اس کو ایک مرد مبارک فیروز نامی نے ہلاک کیا ہے۔ لیکن جب قاصد پہنچا تو آنحضرت ﷺ کا وصال ہو چکا تھا۔

جیش اسامہ کی تشکیل و تیاری:

ذی الحجہ کے اواخر میں آنحضرت ﷺ حجۃ الوداع سے مدینہ کی طرف واپس ہوئے۔ ماہ مذکورہ ختم کر کے محرم کے مہینہ میں آپ ﷺ نے بلاد شام پر جہاد کی تیاری کا حکم جاری فرمایا اور ان مجاہدین پر اسامہ بن زید بن حارث رضی اللہ عنہما کو امیر مقرر فرما کر یہ ارشاد فرمایا کہ بلقاء و داروں کی طرف سے اردن تک ارض فلسطین میں شام کے بلاد میں کفار و مشرکین پر جہاد کرنا حتیٰ کہ وہ اسلام لائیں یا مطیع ہوں۔ اس لشکر کے ساتھ مہاجرین اولین اور بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کو روانگی کا حکم دیا گیا تھا۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما روانگی کی تیاری میں تھے کہ آنحضرت ﷺ علالت میں مبتلا ہو گئے۔ یہ وہی علالت تھی جس میں آپ ﷺ رحمت الٰہی سے جا ملے۔ انہی دنوں میں اسود و مسیلمہ کے ارتداد کی خبر آئی۔ آپ ﷺ دردسر کی تکلیف سے سر پر پٹی باندھے ہوئے باہر تشریف لائے اور یہ ارشاد فرمایا کہ میں نے گزشتہ رات کو خواب میں دیکھا ہے کہ میری کلائی میں دو طلائی کنگن ہیں۔ میں نے ان

Marfat.com

کو ناپسندیدہ سمجھ کر پھینک دیا۔ اس خواب کی میں نے یہ تعبیر لی ہے کہ یہ دونوں کنگن یہی دونوں کذاب یعنی صاحب یمامہ اور صاحب یمن ہیں۔ مجھے یہ بھی خبر ہوئی ہے کہ لوگوں نے اسامہ رضی اللہ عنہ کی امارت میں کچھ بحث وکلام کیا ہے اور اس سے پہلے اس کے باپ (زید رضی اللہ عنہ) کی امارت میں بھی لوگوں نے کچھ کہا تھا، لیکن اگر اس کا باپ لائق امارت تھا تو یہ بھی امیر ہونے کے قابل ہے لہٰذا اب بڑھے چلے جاؤ۔ اسامہ نے یہ سنتے ہیں کوچ کا حکم دے دیا اس کے بعد آپ ﷺ کی علالت بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی سے قبل آپ ﷺ کا وصال ہو گیا۔

نبوت کے دو جھوٹے دعویدار

اسود عنسی کے زمانہ میں حجۃ الوداع کے بعد مسیلمہ یمامہ میں اور طلیحہ بن خویلد بنو اسد میں ظاہر ہوا۔ انہوں نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا۔ آنحضرت ﷺ نے نامہ وپیام سے ان کا مقابلہ کیا اور اپنے ان اعمال کو جو اسلام پر ثابت قدم رہے، مسیلمہ وطلیحہ کے خلاف جہاد کرنے کا حکم دیا۔ اسود کے ساتھ جو کچھ واقعات پیش آئے۔ وہ اس سے قبل تحریر کئے جا چکے ہیں۔ باقی رہے مسیلمہ اور طلیحہ تو ان کی سرکوبی کو ہر طرف سے عرب کا اسلامی لشکر نکل پڑا۔ مسیلمہ کا خط آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا جس کا جواب بھی دیا گیا جیسا کہ اس سے پہلے تحریر کیا جا چکا ہے۔ اس کے بعد طلیحہ نے بھی صلح کا پیام بھیجا۔

سید الانبیاء ﷺ کے ایام علالت:

اگر چہ آں حضرت ﷺ پر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قول ''اذا جاء نصر الله والفتح'' والی پوری سورۃ میں اپنے وصال کی خبر ظاہر ہو گئی تھی اس کے بعد صفر سنہ ۱۱ھ (مطابق سنہ ۶۳۲) کی دو راتیں باقی تھیں کہ آپ ﷺ کو درد ہوا۔ آپ ﷺ اسی درد کی حالت میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے گھروں میں باری باری جاتے رہے حتیٰ کہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں ٹھہرے۔ کل ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے زمانہ علالت حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں گزارنے کی اجازت دی۔ آپ رضی اللہ عنہ وہاں سے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں آ گئے، باہر نکل کر لوگوں کو سمجھایا۔ شہداء اُحد پر نماز پڑھی اور ان کے لئے دعاء مغفرت کی۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ''بے شک ایک بندہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے اور اس چیز کا جو اس کے پاس ہے (آخرت کا) اختیار دیا، پس بندہ نے اس کو اختیار کیا جو اس کے پاس ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس جلسہ میں جو تھے وہ اس فقرہ کو سمجھ کر رو اٹھے اور عرض کیا یا حضرت ﷺ ہم آپ ﷺ کا اپنی جانوں اور بچوں سے فدیہ دیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا خاموش رہو۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو اکٹھا کیا۔ ان کے حق میں دعاء خیر فرماتے جاتے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

اسی سلسلہ کلام میں آپ نے یہ بھی فرمایا:

ترجمہ: میں تمہیں تقویٰ کا حکم دیتا ہوں اور اللہ نے بھی تمہیں یہی حکم دیا ہے میں تم پر اللہ کا خلیفہ بناتا ہوں اور تمہیں اس کے حوالے کرتا ہوں، بلاشبہ میں تمہیں دوزخ سے ڈرانے والا اور جنت کی بشارت دینے والا ہوں۔ اللہ کے شہروں میں اور اللہ کے بندوں پر برتری حاصل نہ کرو۔ کیونکہ اللہ نے مجھ سے اور تم سے فرمایا ہے کہ ہم نے آخرت کا گھر ان کے لئے تیار کیا ہے جو دنیا میں برتری کا اور فساد کا قصد نہیں کرتے اور ایک انجام پرہیزگاروں کے لئے ہے اور فرمایا کہ جہنم میں غرور کرنے والوں کا ٹھکانا۔

اس کے بعد لوگوں نے غسل کی بابت دریافت کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میرے انہیں کپڑوں میں کفنا دینا یا مصری کپڑا ہو یا حلہ یمانیہ ہو۔ پھر نماز کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو میرے (تخت) پر میری قبر کے کنارے رکھ کر ایک ساعت کے لئے باہر چلے جانا تا کہ ملائکہ نماز پڑھ لیں اس کے بعد گروہ گروہ نماز پڑھنا، پہلے میرے خاندان کے مرد نماز پڑھیں اور ان کے بعد ان کی عورتیں۔ قبر میں اتارنے کی بابت فرمایا کہ میرے خاندان والے مجھے قبر میں رکھیں۔

Marfat.com

واقعہ قرطاس:

یہ کہہ کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس دوات اور کاغذ لاؤ میں تم کو کچھ لکھ دوں تا کہ اس کے بعد گمراہ نہ ہو۔لوگ اس بابت بحث ومباحثہ کرنے لگے۔کچھ دیر کے بعد جب پھر اس کلام کا اعادہ کرنا چاہا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم مجھے میری حالت پر چھوڑ دو۔میں جس حالت میں ہوں،اس سے اچھا ہوں،جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو۔پھر آپ ﷺ نے تین امور کی وصیت کی۔ایک یہ ہے کہ مشرکین جزیرہ عرب سے نکال دیئے جائیں دوسرے یہ کہ وفود کو جائزہ دیا جائے جیسا کہ ان کو جائزہ دیا جاتا تھا اور تیسری پر آپ نے خود سکوت کیا یا یہ کہ راوی خود بھول گیا۔پھر آپ ﷺ نے انصار کے حق میں وصیت فرمائی کہ یہ لوگ میرے معاون اور مددگار ہیں۔میں اپنی قوم سے بھاگ کر ان میں آملا۔لہٰذا تم لوگ اپنے کریم ومحسن کے ساتھ نیک سلوک کرو اور ان کی غلطی سے درگزر کرو۔اے گروہ مہاجرین تم لوگ بڑھتے چلے گئے مگر انصار بڑھے ہیں۔

آپ ﷺ نے مسجد کی طرف کے جتنے دروازے تھے سب کو بند کرنے کا حکم دے دیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر ارشاد فرمایا کہ میں کسی کو اپنی صحبت میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے افضل نہیں جانتا اور اگر میں کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیل بناتا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی امامت:

بعدازاں درد کی شدت میں اس قدر زیادتی ہوئی کہ آپ ﷺ غافل ہو گئے۔امہات المومنین اور فاطمہ وعباس وعلی (رضی اللہ عنہم) سب کے سب آپ ﷺ کے گرد آ کر جمع ہو گئے،اس عرصہ میں نماز کا وقت آ گیا درد میں کچھ کمی معلوم ہوئی،غفلت جاتی رہی مگر ضعف کی وجہ سے اٹھ نہ سکتے تھے، مگر آپ ﷺ نے حاضرین سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نماز پڑھوانے کے لئے کہو۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ وہ (ابوبکر رضی اللہ عنہ) ایک ضعیف رقیق القلب اور ضعیف الصوت آدمی ہیں آپ کی جگہ پر کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھا سکیں گے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مامور فرمایئے۔آپ ﷺ نے اس سے انکار کر کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہی امامت پر مامور فرمایا۔

رسول اکرم ﷺ کا آخری خطبہ مبارک:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے حضرت محمد ﷺ درد کے خفیف ہو جانے پر باہر تشریف لائے۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا۔آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا کندھا پکڑ کر دبا دیا اور ان کو جگہ سے ہٹنے نہ دیا۔اور خود ان کے پہلو میں بیٹھ کر نماز پڑھنے لگے،یہاں تک کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز تمام کی۔اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی علالت کی حالت میں تیرہ نمازیں پڑھائیں۔حالت نزع میں آپ ﷺ کے پاس ایک پیالہ پانی کا بھرا ہوا رکھا تھا۔بار بار آپ ﷺ دست مبارک اس سے تر فرما کر چہرہ انور پر پھیرتے اور فرماتے'' اللھم اعنی علی سکرات الموت '' (اے خداوند! میری مدد کر سکرات موت پر) جب پیر یعنی وفات کا دن آیا تو صبح کی نماز کے وقت آپ ﷺ سر مبارک پر پٹی باندھے ہوئے باہر تشریف لائے۔اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس مرتبہ بھی، نماز سے پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا مگر آپ ﷺ نے ان کو پھر اپنے ہاتھ سے لوٹا دیا اور دائیں طرف بیٹھ کر نماز ادا کی۔اس کے بعد لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا''ایھا الناس معرت النار و قبلت الفتن کقطع اللیل المظلم وانی اللّٰہ ماتمسکون علی بشئی انی لم احل الا ما احل القرآن و لم احرم الا ما حرم القرآن '' (لوگو! آگ بھڑک اٹھی اور سیاہ رات کے ٹکڑے کی مانند فتنہ آ گیا۔لہٰذا خبردار دین کے خلاف کوئی بات پیدا نہ کرنا۔میں نے وہی چیز حلال وحرام کی ہے جو قرآن میں ہے) جب آپ ﷺ نے اپنا سلسلہ کلام ختم کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے نہایت خوشی سے صبح کی،جیسا کہ ہم چاہتے تھے۔

وصال نبوی ﷺ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ کہہ کر سخ چلے گئے اور آنحضرت ﷺ اپنے مکان میں تشریف لے آئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں سر رکھ کر لیٹ

Marfat.com

گئے۔ اسی اثناء میں عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما ایک تر مسواک ہاتھ میں لئے ہوئے حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے اس کی طرف غور سے دیکھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سمجھ گئیں کہ آپ ﷺ مسواک چاہتے ہیں لہٰذا انہوں نے اپنے بھائی کے ہاتھ سے مسواک لے کر اپنے دانتوں سے خوب چبا کر کچلی اور جب وہ نرم ہوگئی تو آنحضرت ﷺ کو دی۔ آپ ﷺ نے مسواک لے کر کی۔ پھر اس کو چھوڑ کر اپنا سر مبارک عائشہ رضی اللہ عنہا کے سینہ پر رکھ کر پاؤں پھیلا دیئے۔ رہ رہ کر آپ ﷺ کا چہرۂ مبارک متغیر ہوتا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ دوپہر کے قریب اس دارفانی سے آپ ﷺ نے انتقال فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا انتقال میرے سینہ وحلق کے درمیان میں ہوا، پیر کے دن دوپہر کے وقت جب کہ گیارہ راتیں ربیع الاول کی گزر چکی تھیں۔ اور اگلے دن منگل کو بعد از دوپہر دفن کیے گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جذبات:

آنحضرت ﷺ کا وصال ہوتے ہی صحابہ میں انتہائی پریشانی پھیل گئی۔ جو بھی اس واقعہ کو سنتا حیران وششدر رہ جاتا تھا نہ تو ان کے ہوش وحواس باقی تھے جو اس وقت حجرہ شریف اور مسجد اقدس میں موجود تھے اور نہ وہ حیرت وپریشانی سے بری تھے جو یہ خبر سن کر جوق در جوق چلے آرہے تھے ابو بکر رضی اللہ عنہ اس وقت اپنے اہل خانہ کے پاس سخ گئے ہوئے تھے۔ حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ اور اکثر جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس حادثہ ناگہانی سے سخت حیران ہوگئے۔ کچھ ہوش وحواس نہ رہے اور تلوار کھینچ کر کھڑے ہوگئے بلند آواز سے کہنے لگے۔

"ان رجالا من المنافقين زعموا ان رسول الله ﷺ مات وانه لم يمت وانه ذهب الى ربه كم ذهب موسىٰ وليرجعن فيقطعن ايدى رجال و ارجلهم"

(کچھ منافقوں کا کہنا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ وفات پا گئے حالانکہ آپ ﷺ فوت نہیں ہوئے بلکہ موسیٰ علیہ السلام کی طرح اپنے رب کے پاس تشریف لے گئے ہیں اور لوٹ کر ان لوگوں کے ہاتھ پاؤں قطع کر دیں گے۔)

عمر رضی اللہ عنہ جوش اور غضب میں یہ کہے جا رہے تھے مگر کسی کی مجال نہ تھی کہ ان سے یہ کہتا تھا کہ تلوار نیام میں رکھ لو آنحضرت ﷺ کا وصال ہوگیا۔

استقامت صدیق رضی اللہ عنہ:

اس عرصہ میں یہ واقعہ جاں گداز سن کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آپہنچے اور سیدھے حجرہ مبارک میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود سے سر مبارک لے کر بغور دیکھا اور کہا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں۔ بلاشبہ آپ ﷺ نے اس موت کا ذائقہ چکھا۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے لکھا تھا اور اب ہرگز اس کے بعد آپ ﷺ کو موت نہیں آئے گی۔ پھر انا للہ وانا الیہ راجعون' کہتے ہوئے باہر آئے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ لوگوں سے ہی باتیں کہہ رہے تھے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا چپ رہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کچھ بھی خیال نہ کیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ دوبارہ کہنا مناسب سمجھ کر الگ کھڑے ہو کر لوگوں سے مخاطب ہوئے تو جس قدر آدمی عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جمع تھے وہ تمام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آگئے۔

اس وقت انہوں نے حمد وثناء کے بعد خطبہ پڑھا۔

ترجمہ: جو محمد ﷺ کا پجاری تھا تو محمد ﷺ تو فوت ہوگئے اور جو اللہ کا پجاری تھا تو اللہ زندہ وقائم ہے اور اسے فنا نہیں۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی (محمد ﷺ ایک رسول ﷺ ہی تو ہیں آپ ﷺ سے پہلے بھی رسول گزر گئے پھر اگر آپ ﷺ وفات پا جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے اور جو اپنی ایڑیوں پر پیچھے ہٹ جائے گا وہ اللہ کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے گا اور اللہ شکر گزاروں کو جزا دینے والا ہے)۔

Marfat.com

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زبان سے ان آیات کا نکلنا تھا کہ اچانک مجمع کے خیالات بدل گئے اور حیرت کا عالم یوں دور ہو گیا کہ گویا اس سے پہلے وہ تھا ہی نہیں اس اچانک تغیر وتبدل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اس آیت کے نزول کا حال ہی نہ جانتے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پہلے میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کہنے پر بالکل خیال نہیں کیا مگر جس وقت انہوں نے یہ آیت پڑھی تو مجھے یوں معلوم ہوا کہ یہ آیت ابھی نازل ہوئی۔ مارے خوف کے میرے پاؤں تھرا گئے اور میں اس قدر کانپا کہ زمین پر گر پڑا اور میں نے یہ سمجھ لیا کہ آپ ﷺ کا وصال ہو گیا۔

سقیفہ بنی ساعدہ کی سرگرمیاں:

یہی باتیں جاری تھیں کہ ایک شخص نے آکر اطلاع دی کہ انصار سقیفہ بنو ساعدہ میں جمع ہیں اور وہ سب سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنا چاہتے ہیں اور ان میں سے اکثر یہ بھی کہتے ہیں کہ ''منا امیر و من قریش امیر'' (ایک ہمارا امیر ہو اور ایک اہل قریش کا) حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما مہاجرین وصحابہ رضی اللہ عنہم کے ایک گروہ کے ساتھ اس شور وغل کی روک تھام کے لئے سقیفہ بنو ساعدہ کی طرف چلے گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وعباس رضی اللہ عنہ اور ان کے دونوں لڑکے فضل واسامہ بن زید رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی تجہیز وتکفین پر متعین ہوئے۔

تجہیز وتکفین:

حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی پشت مبارک کو ٹیک لگائے ہوئے غسل دینے میں مصروف تھے اور عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے دونوں لڑکے کروٹ دلاتے جاتے تھے، اسامہ وشقران پانی ڈالتے تھے۔ ان لوگوں نے غسل دینے سے پہلے اس امر میں اختلاف کیا تھا کہ آپ ﷺ کو برہنہ کر کے نہلائیں یا مع کپڑوں کے۔ ناگاہ مکان کے باہر سے یہ آواز آئی۔ کپڑے نہ اتارے جائیں آپ ﷺ کو کپڑوں سمیت نہلاؤ'' لہٰذا ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ غسل دینے کے بعد تین کپڑوں میں کفنایا۔ دو تو سفید تھے اور ایک برو یمانیہ تھی۔ پھر قبر کھودنے والوں کو طلب کیا گیا۔ ایک ان میں سے لحد بناتا تھا اور دوسرا بغلی کھودتا تھا۔ صحابہ کا اس میں بھی اختلاف ہوا کوئی کہتا تھا کہ لحد یعنی صندوقی قبر کھودی جائے اور کسی کی رائے بغلی قبر بنانے کی تھی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دو افراد کو ان دونوں آدمیوں کے بلانے کو بھیجا اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ جو قبر اپنی نبی ﷺ کے لئے پسند کرتا ہو اس کو بھیج۔ پس وہی شخص پہلے آیا جو صندوقی قبر بناتا تھا یعنی ابو طلحہ زید بن سہیل۔ یہی اہل مدینہ کی قبر کھودا کرتے تھے لہٰذا انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے لئے صندوقی قبر بنائی۔

منگل کو آپ ﷺ کی تجہیز سے فراغت ہوئی اور آپ رضی اللہ عنہ کو آپ کے مکان کے (تخت) پر رکھا تو پھر صحابہ نے آپ ﷺ کے مقام دفن میں اختلاف کیا۔ بعض کہتے تھے کہ مسجد مبارک میں دفن کئے جائیں اور بعض کہتے تھے کہ اپنے ہی مکان میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ کسی نبی کی روح نہیں قبض کی گئی مگر وہ وہیں دفن کیا گیا جہاں پر اس کی روح قبض کی گئی۔ لوگوں نے یہ سنتے ہی آپ ﷺ کے فرش کو (جس پر آپ کا انتقال ہوا تھا) اٹھا دیا اور اسی جگہ پر قبر تیار کی گئی۔ اسکے بعد گروہ در گروہ پہلے مردوں نے، ان کے بعد عورتوں نے، ان کے بعد لڑکوں نے اور پھر غلاموں نے نماز ادا کرنی شروع کر دی۔ کوئی کسی کی امامت نہ کرتا پھر آپ ﷺ نصف شب بدھ کے دن دفن کئے گئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ واقعہ ربیع الاول کی بارہویں شب کا تھا۔ اس حساب سے ہجرت کے بھی دس برس مکمل ہو گئے۔ تریسٹھ برس کی عمر میں آپ ﷺ کا وصال ہوا مگر بعض پینسٹھ بعض ساٹھ بھی بیان کرتے ہیں۔

سقیفہ بنی ساعدہ کا واقعہ:

آنحضرت ﷺ کے انتقال سے آپ کے سرفروش صحابہ پر جو کیفیت طاری ہوئی وہ فطری تھی اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ کچھ صحابہ کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ آپ ﷺ کا انتقال ہی نہیں ہوا ان کا یہ کہنا فرط محبت کے سبب سے تھا، نہ کہ لاعلمی کی وجہ سے۔ اسی دوران میں انصار، سقیفہ بنی ساعدہ میں سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے اکٹھے ہوئے۔ ان کا دعویٰ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد خلافت کا حق انصار کو

Marfat.com

حاصل ہوگا۔ کیونکہ انہوں نے دین کی مدد کی اور رسول اللہ ﷺ کو اپنے پاس ٹھہرایا۔ ان کے ہمراہ دین کے دشمنوں سے لڑے۔ مگر وہ مہاجرین جو سقیفہ میں اس وقت پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے اس کی مخالفت کی لہٰذا دونوں فریقوں میں بحث وتکرار ہونے لگی۔ رفتہ رفتہ اس امر کی اطلاع حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کو ہوئی۔ یہ دونوں بزرگ مع ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سقیفہ روانہ ہوئے۔ راستے میں حضرت عاصم وحضرت عویم بن سامدہ سے ملے۔ عاصم وعویم نے ان کو روکنے کا ارادہ کیا لیکن وہ لوگ ان کے روکنے سے نہ رکے اور جس قدر جلد ممکن ہوسکا، سقیفہ میں جہاں پر انصار جمع تھے جا پہنچے اور باہم مباحثہ ہونے لگا۔

مسئلہ خلافت پر تکرار:

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہم لوگ سابقین اولین میں شمار ہوتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ میں مقیم رہے۔ کفار کے ہاتھوں سے اذیتیں سہیں۔ پھر انہیں کے ساتھ ہجرت کی۔ تم اس بارے میں ہم سے بحث نہ کرو۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تمہیں حق نصرت نیز سابق الاسلام ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ بایں لحاظ ہم لوگ امراء ہیں اور تم وزراء ہو۔

حضرت حباب بن المنذر بن الجموع رضی اللہ عنہ مناسب یہ ہے کہ ایک امیر ہم میں سے منتخب ہو اور ایک تم میں سے یہ کہہ کر انصار کی طرف مخاطب ہو کر کہا اے گروہ انصار اگر مہاجرین اس سے انکار کریں تو ان کو تم اپنی تلواروں سے اپنے شہروں سے نکال کر باہر کرو۔ دین کی اشاعت ہمارے ذریعے سے ہوئی ہے ہم لوگ خلافت رسول ﷺ کے حقدار ہیں مگر بخیال رفع نزاع ہم کہتے ہیں کہ ایک ان میں سے امیر ہوا اور ایک ہم میں سے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تمہیں اچھی طرح یاد ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو تمہارے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کی تھی لیکن اگر تم کو استحقاق امارت ہوتا تو آنحضرت ﷺ تم کو وصیت ضرور کرتے۔

حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ حباب ابن المنذر رضی اللہ عنہ اٹھ کر پھر بحث کرنے لگے اور دونوں میں زور زور سے باتیں ہونے لگیں۔ حضرت عبیدۃ رضی اللہ عنہ ان دونوں بزرگوں کو روک رہے تھے اور یہ کہتے جاتے تھے کہ اے گروہ انصار، اللہ سے خوف کھاؤ، تم لوگ وہ ہو جنہوں نے سب سے پہلے آنحضرت ﷺ کی مدد کی لہٰذا اب تم سب سے پہلے ان لوگوں میں سے نہ بنو، جنہوں نے اپنے طبائع کو متبدل ومتغیر کر دیا ہو۔

بشیر بن سعد بن نعمان بن کعب بن الخزرج رضی اللہ عنہ: بے شک رسول اللہ ﷺ قبیلہ قریش میں سے تھے اور ان کی قوم امارت وخلافت کی زیادہ مستحق ہے اور ہم لوگ اگرچہ انصار رضی اللہ عنہم دین اور سابق الاسلام ہیں مگر اس اسلام سے ہمارا مقصود اللہ تعالیٰ کو راضی رکھنا اور اس کی اطاعت مدنظر تھی۔ اس کا معاوضہ ہم دنیا میں نہیں چاہتے اور نہ اس بارے میں ہم مہاجرین سے جھگڑا کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت حباب بن المنذر (رضی اللہ عنہ) اے بشیر (رضی اللہ عنہ)! تو نے واللہ بڑی بزدلی ظاہر کی تو نے تو سارا کارخانہ ہی بگاڑ کر رکھ دیا۔

بشیر نہیں نہیں۔ میں نے بزدلی سے اپنا خیال ظاہر نہیں کیا بلکہ مجھے یہ بات ناپسندیدہ معلوم ہوئی کہ میں امارت وخلافت کے لئے ایک ایسی قوم سے نزاع کروں جو اس کی مستحق ہے۔ کیا تو نے نہیں سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: الائمۃ من قریش (کل امام قریش سے ہوں گے)

اس کلام کے تمام ہوتے ہی دو چار انصار ومہاجرین نے اس حدیث کی تصدیق کر دی جس سے حباب بن المنذر رضی اللہ عنہ کا خیال بدل گیا اور دفعتہً وہ شور وغل جو اس مجمع میں امارت کے سلسلے میں برپا تھا، بالکل ختم ہو گیا۔ سب کے سب ایک خاموشی کی حالت میں ہو گئے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہما کی طرف بیعت کا اشارہ کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں کبھی بھی بیعت نہ لوں گا جب تک حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ موجود ہیں۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے بھی اس رائے سے اتفاق کیا۔

بیعت خلافت صدیقی:

تب بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر سب سے پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پھر حضرت عمر وابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے۔ پھر اوس نے،

Marfat.com

کیونکہ یہ خزرج کی امارت سے کبیدہ خاطر تھے۔ انہوں لوگوں میں اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ ان کے بعد بیعت کرنے والے چاروں طرف سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت پر امنڈے چلے آتے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایسی کثرت ہوئی کہ تل دھرنے کو جگہ نہ ملتی تھی، سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ایک کونے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کسی نے ان کے ساتھیوں میں سے کہا، دیکھو کہیں سعد اس کشمکش میں دب کر نہ مر جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اس کو اللہ تعالیٰ ہی نے مارا ہے۔ سعد رضی اللہ عنہ یہ سنتے ہی اٹھ کر ان سے دست بگریباں ہو گئے عمر رضی اللہ عنہ کو بھی غصہ آ گیا مگر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے روکنے سے رک گئے۔ جب سب لوگ بیعت کر چکے تو سعد رضی اللہ عنہ سے بیعت کرنے کے لئے کہا گیا سعد رضی اللہ عنہ نے بیعت سے انکار کیا۔ حضرت بشیر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ تن تنہا آدمی ہیں۔ ان سے درگزر کرو۔ ان کو ان کے حالت پر رہنے دو لہٰذا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اس واقعہ کے بعد نہ تو ان کے ساتھ نماز میں شامل ہوا کرتے تھے اور نہ ہی ان سے ملاقات رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا۔ علامہ طبری نے لکھا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بھی کچھ دیر کے بعد اسی دن ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔ جب کہ کچھ نے کہا ہے کہ اس واقعہ کے بعد حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ شام کی طرف چلے گئے تھے اور وہیں مقیم رہے، یہاں تک کہ انتقال ہو گیا مشہور ہے کہ ان کو جن نے مارا۔ اس روایت کی تائید میں یہ اشعار پڑھے جاتے ہیں۔

نحن قتلنا سید الخزرج سعد بن عبادہ

فرمیناہ بسھمین فلم نخط فوادہ

(ہم نے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سردار خزرج کو موت کے حوالے کر دیا۔ ہم نے انہیں وہ تیر مارے اور ان کے دل سے خطا نہیں کی)۔ (تاریخ ابنِ خلدون کا بیان ختم ہوا)

Marfat.com

باب نمبر۱۲

رسول ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن اور آپ کی پاکیزہ لونڈیاں

مومنوں کی مائیں

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

نمبرا:اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ۔(الاحزاب:۶)

ترجمہ:''نبی (ﷺ) مومنوں کے ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں اور آپ (ﷺ) کی ازواج ان (مومنوں) کی مائیں ہیں''۔

نبی اکرم ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن مومنوں کی مائیں ہیں چاہے نبی اکرم ﷺ ان میں سے کسی کو چھوڑ کر انتقال فرما گئے ہوں یا کسی زوجہ مطہرہ کا اس حال میں انتقال ہوا ہو کہ وہ آپ ﷺ کی زوجیت میں ہوں اور یہ بات (کہ مومنوں کی مائیں ہونا) اس اعتبار سے کہ ان سے نکاح کرنا حرام ہے اور ان کا احترام واجب ہے، اس اعتبار سے نہیں کہ ان کو دیکھنا یا ان کے ساتھ تنہائی اختیار کرنا جائز ہو۔

اور یہ بھی نہیں کہا جائے گا کہ ان (ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن) کی بیٹیاں مومنوں کی بہنیں ہیں۔اس طرح ان کے باپ دادا اور مائیں مومنوں کے نانا اور نانیاں بھی نہیں ہیں اور نہ ہی ان کے بھائی اور بہنیں مسلمانوں کے ماموں اور خالائیں ہیں۔

امام بغوی[۱] فرماتے ہیں کہ وہ مومن مردوں کی مائیں ہیں مومنہ عورتوں کی نہیں۔ یہ بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اور آپ رضی اللہ عنہا کے الفاظ جیسا کہ بیضاوی میں مذکور ہے اسی طرح ہیں کہ ام المومنین نے فرمایا: ہم مومن عورتوں کی مائیں نہیں ہیں۔[۲]

(تفسیر بیضاوی جلد۲ ص۵۷، بحوالہ مواہب اللدنیہ جلد اوّل مقصد ثانی تیسری فصل ص۵۵۲)

ہمارے اصحاب اور دیگر اہل اصول کے نزدیک صحیح یہی ہے کہ مردوں کے خطاب میں عورتیں داخل نہیں ہیں۔

انہوں نے (امام بغوی نے) فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ مردوں اور عورتوں سب کے باپ ہیں اور آپ ﷺ کو حرمت وعزت کے اعتبار سے ابوالمومنین (مومنوں کے باپ) کہنا جائز ہے۔

رسول اکرم ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو دوسری عورتوں پر فضیلت حاصل ہے اور ان کا ثواب اور عذاب دوگنا ہے اور ان سے پردے کے پیچھے سے سوال کرنا جائز ہے (اس کے علاوہ نہیں)۔(مواہب اللدنیہ جلد اوّل ص۵۵۳)

امہات المومنین رضی اللہ عنہن میں سے سب سے افضل حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں۔اور ان دونوں میں سے کون افضل ہے اس سلسلے میں اختلاف ہے۔انشاءاللہ تعالیٰ اس کی تحقیق عنقریب آئے گی۔

۱.....محمد بن حسین بن مسعود الحافظ الفقیہ امام محی صاحب تصانیف کثیرہ اور علماء ربانیین میں سے تھے۔عبادت گزار اور تھوڑے رزق پر قناعت کرنے والے شوال ۵۱۶ھ میں اسی (۸۰) سال کی عمر میں وفات پائی۔

۲.....مطلب یہ ہے کہ مسلمان مردوں کی مائیں اس اعتبار سے ہیں کہ وہ امہات المومنین سے نکاح نہیں کر سکتے، یہ ان کا احترام ہے اور چونکہ عورتوں کے لیے یہ (نکاح) نہیں لہٰذا انہوں نے فرمایا کہ مسلمانوں عورتوں کی مائیں نہیں ہیں۔

Marfat.com

ازواج النبی ﷺ پاک ہیں

نمبر۲: ارشادِ باری تعالیٰ ہے:(سورۃ احزاب آیت ۳۳'۳۴ کا) ترجمہ: اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور اگلی جاہلیت کی سی بے پردگی (اور بناؤسنگار) کر کے بے پردہ نہ پھرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرتی رہو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتی رہو۔ اپنے نبی (ﷺ) کے گھر والو! بے شک اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی (گناہوں کی نجاست) دور رکھے اور تم کو اچھی طرح پاک اور ستھرا رکھے ○ اور جو تمہارے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی آیتیں اور حکمت (احادیث) پڑھی جاتی ہیں۔ انہیں یاد کرو بے شک اللہ تعالیٰ ہر باریک بات جانتا ہے (اور ہر چیز سے) خبردار ہے ○ (کنزالایمان) ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس آیت تطہیر میں لفظ "اہل بیت" سے مراد ازواج مطہرات ہیں ("وقرن" قرار سے بھی ہوسکتا ہے اور وقار سے بھی) اور جاہلیت کے اگلے زمانے کی سی زینت بناؤ سنگار کر کے باہر نہ نکلو۔ جاہل کافر عورتیں رنگین نہایت خوش نمالباس باریک کپڑے پہنتیں اور لوگوں کو دکھاتی تھیں۔ صلوٰۃ خمسہ قائم کرو۔ مالوں کی زکوٰۃ دو' خدا اور رسول کی اطاعت کرو۔ اے اہل بیت نبوت' اے نبی کی بیبیوں! خدا کا ان باتوں سے یہ ارادہ ہے کہ تم سے گناہ دور رکھے اور تم کو بالکل پاک اور نہایت طاہر کر کے رکھے اور جو تمہارے گھروں میں اللہ کی آیات اور اوامرونہی اور قرآن اور حکمت رسول پر اترے اور پڑھا جائے۔ اس کو تم یاد کیا کرو۔ پڑھا کرو۔ خدا تم پر بڑا مہربان ہے۔ تمہارے سب حالوں سے اور دلوں کے ارادے سے باخبر ہے یا یہ کہ خدا کو جبکہ اس نے اپنے رسول کو تمہارے چھوڑنے کا اشارہ کیا تھا۔ تمہاری صلاح وتقویٰ اور پاکدامنی کی خبر تھی کہ اس نے یہ حکم موقوف رکھا۔ یعنی تمہارے چھوڑنے کا ف: اس آیت تطہیر میں لفظ "اہل بیت" سے مراد ازواج مطہرات ہیں۔ بنص سیاق آیت مگر بنظر احادیث اس میں اہل کساء یعنی کمبل والے بھی داخل ہیں یعنی حضرات حسنین وحضرت فاطمہ و حضرت علی رضی اللہ عنہم۔ بعض لوگ جو ازواج یعنی حضور ﷺ کی بیبیوں کو اس آیت سے خارج کہتے ہیں وہ در پردہ قرآن کے مفہوم سے ناواقف ہیں یا ہٹ دھری کرتے ہیں (تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما اور اس پر حاشیہ)

علماء کرام فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے کمبل یا چادر لے کر اس کے نیچے حضرت فاطمہ الزہرا' حضرت علی اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو چھپا کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اور فرمایا: یا اللہ یہ بھی میرے اہل بیت ہیں۔ اس لئے آیت کے مطابق ازواج مطہرات اور اس حدیث کے مطابق حضرت فاطمہ الزہرا' حضرت علی' حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم پاک اور نہایت طاہر ہیں (مؤلف)

سورہ احزاب کی آیت ۶ جو اوپر مذکور کی گئی ہے اس کی ابن عباس رضی اللہ عنہما یوں تفسیر فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ مسلمانوں کے لئے ان کی جان سے زائد اولیٰ ہیں (یعنی ان کو مسلمانوں کے جان ومال میں تصرف کا وہ منصب حاصل ہے جو خود ان کو نہیں اور مسلمانوں کو ان کے ساتھ وہ محبت وعلاقہ ہونا چاہئے جو اپنی جانوں کے ساتھ نہیں اور وہ ان کے والی ہیں۔ ان کے مرنے کے بعد ان کی اولاد کی حفاظت کے کفیل ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ فرماتے ہیں کہ جو کوئی مرجائے اور اولاد مفلس چھوڑے تو اس کا کل بار (بوجھ) میرے اوپر ہے اور اگر قرض رہے تو اس کا ادا کرنا میرے ذمہ ہے اور اگر مال اسباب باقی رہے تو اس کے وارثوں کو ملے گا اور رسول کی ازواج مطہرات مسلمانوں کے لئے تعظیم ووقار وحرمت میں مثل حقیقی ماؤں کے ہیں اور ذی الارحام نسبی قرابت والے آپس میں ایک دوسرے کے مال کے قانون وراثت کے مطابق مستحق مرقوم ہے یا مراد توریت ہے یا قرآن ہے۔ مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں کو خدا کی راہ میں کچھ دو۔ ان کے ساتھ احسان کرو تو کوئی مضائقہ نہیں یعنی مرض الموت میں تہائی مال تک کی وصیت جائز ہے جس کو چاہے کرسکتا ہے۔ اس سے زائد نہیں کرسکتا وہ مرنے کے بعد جاری کی جائے گی اور اگر نسبی وارث کوئی نہ ہو تو کل مال کی وصیت جائز ہے یہ حکم یعنی وراثت وقرابت ووصیت احباب کتاب یعنی لوح محفوظ میں ہے یا توریت وقرآن میں مسطور ہے۔ بنی اسرائیل پر بھی یہی حکم تھا (تفسیر ابن عباس)

Marfat.com

ازواج مطہرات النبی ﷺ سے پردہ کے باہر سے کوئی چیز مانگنی ہو تو مانگو اور آپ ﷺ کے بعد ان سے نکاح کرنا مومنوں پر حرام ہے

نمبر۳: ارشاد باری تعالیٰ (ترجمہ)

اور (اے مسلمانو!) جب تم ان سے (نبی کی بیبیوں سے) کوئی برتنے کی چیز مانگو تو پردہ کے باہر سے مانگو۔ اسی میں تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے لئے بہت پاکیزگی ہے اور تم کو زیبا نہیں دیتا کہ تم اللہ کے رسول کو ایذا دو اور نہ یہ لائق ہے کہ کبھی ان کی بیبیوں سے ان کے بعد نکاح کرو۔ بے شک یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے (کنز الایمان)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کی تفسیر یوں فرماتے ہیں کہ جب تم اے مسلمانو! پیغمبر ﷺ کی ازواج سے کوئی بات کرنا چاہو اور ضرورت کے وقت کوئی چیز مانگنا چاہو تو پردہ کی آڑ میں سے کلام کر سکتے ہو۔ یہ بات تمہارے اور ان کے دونوں کے دلوں کے لئے طہارت و نظافت ہے اور وسوسے سے پرہیزگاری ہے۔ اے مسلمانو! تم کو یہ بات ہرگز جائز نہیں کہ تم رسول خدا کو ایذا دو۔ ان کے دل کو رنج (تکلیف) پہنچاؤ کہ ان کے گھر میں بے پردہ پکارو۔ بے اجازت بے حکم جاؤ اور نہ یہ سزاوار ہے کہ ان کی ازواج کی نسبت یہ خیال کرو کہ جب حضرت ﷺ کا عالم جاودانی کو سفر ہو جائے گا تو ہم ان کے ساتھ نکاح کر لیں گے۔ حضور ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے۔ حرام کے خیال پکانے کا تم کو منصب حاصل نہیں (کہتے ہیں کہ حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا تھا کہ آپ ﷺ کے بعد سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے کا اور بعضوں نے ایسا دل میں خیال پکایا تھا) تمہاری یہ باتیں اور ایسے ایسے خیالات اور بے ہودہ آرزوئیں خدا تعالیٰ کے نزدیک نہایت سخت گراں باتیں ہیں اور باتوں کی سزا نہایت سخت مقرر ہے اگر نہ بچو گے تو نہایت جرائم کبیرہ اور عذاب عظیم کے مستحق ہو گے

(سورہ احزاب' آیت ۵۳)

ف: حضرت نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات مسلمانوں کی مائیں ہیں۔ اس سبب سے نکاح ان کے ساتھ حرام ہوا اور چونکہ انبیاء علیہم السلام کی حیات و موت یکساں ہے اور ان کا ادب ہر حال میں یکساں فرض ہے۔ اس سبب سے یہ حکم صادر ہوا اور وہ تو حضور ﷺ کی ازواج مطہرہ ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ پس اگر بعد حضور ﷺ اوروں سے نکاح جائز ہوتا تو وہ آخرت میں اوروں کو ملتیں۔ ایسا حجاب کہ باپردہ ہو کر بھی غیر مرد کے سامنے نہ ہوں۔

حضور ﷺ کی ازواج پاک کے لئے مخصوص تھا اور عورتوں کو بہتر ہے واجب نہیں۔

ماں کی فضیلت کے متعلق صحیح نسائی شریف میں حدیث ہے:

(ترجمہ اردو) حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میرا ارادہ جہاد کرنے کا ہے۔ میں اس کے متعلق حضور ﷺ سے مشورہ لینے آیا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا؟ تیری کوئی ماں ہے اس نے عرض کی: ہاں۔ فرمایا جا اس کی خدمت میں لگا رہ۔ اس کے پاؤں کے ساتھ جنت ہے۔ اس آخری جملے کا ترجمہ میر انیس نے کیا ہے۔

"کہتے ہیں' ماں کے پاؤں کے نیچے بہشت ہے" اور

میرزا دبیر نے ترجمہ کیا ہے "تحت قدم والدہ فردوس بریں ہے"۔

یہاں اس حدیث شریف کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جب جسمانی ماں کی خدمت کا اس قدر اجر جمیل ہے تو ایمانی ماں کی خدمت کا اجر عظیم ہونا بخوبی ذہن نشین ہو سکتا ہے۔

ازواج مطہرات کا امتحان

نمبر۴: ارشاد باری تعالیٰ (ترجمہ اردو)

Marfat.com

اے غیب کی خبر دینے والے (ﷺ) آپ اپنی بیبیوں سے فرما دیجئے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں مال دوں اور میں تم کو اچھی طرح رخصت کر دوں (چھوڑ دوں) ○ اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) اور آخرت کا گھر چاہتی ہو تو بے شک اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لئے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے ○ (کنزالایمان)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جب فتوحات کے بعد مسلمانوں میں امیری آئی تو آنحضرت ﷺ کی بعض ازواج کے دل میں بھی امیری خیال میں آنے لگی۔ جس سے حضور ﷺ ناراض ہوئے تب یہ آیات اتریں کہ اے رسول! تم اپنی ازواج مطہرات سے کہہ دو کہ اگر تم کو دنیا کے مزوں کا اور اس کی زینت ولذتوں کا خیال ہے تو آؤ میں تم کو طلاق دے کر مہر ومتعہ دے کر سیدھی طرح بطریق حسن چھوڑ دوں اور اگر تم کو خدا اور رسول کی خواہش ہے اطاعت منظور ہے اور جنت کی طلب ہے تو سمجھ لو کہ خدا نے اچھی عورتوں کے لئے تم میں سے بہت بڑا ثواب عظیم مہیا کیا ہے (تفسیر ابن عباس جلد دوئم سورہ احزاب' آیات ۲۸'۲۹)

ازواج مطہرات نے جب کہا کہ ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اختیار کرتی ہیں اور ہمیں دنیا اور اس کی آرائش نہیں چاہئے تو اللہ تعالیٰ نے کتنا عظیم رتبہ ان کو عطا فرمایا

نمبر ۵: ارشاد باری تعالیٰ ہے: (ترجمہ): ان کے بعد آپ ﷺ کے لئے اور عورتیں جائز نہیں اور نہ یہ کہ ان کے عوض اور بیبیاں بدلیں (یعنی دوسری عورتوں سے نکاح کریں۔ اگرچہ آپ (ﷺ) کو ان کا حسن پسند ہو مگر کنیز لونڈی آپ (ﷺ) کے ہاتھ کی ملکیت (اس پر کوئی پابندی نہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگہبان ہے ○ (کنزالایمان)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ اے نبی ﷺ! اب آپ ﷺ کو سوائے ان عورتوں کے اور عورتیں نکاح میں لانا حلال نہیں۔ یہ بھی جائز نہیں کہ ان عورتوں سے اور عورتیں بدلو۔ اگرچہ آپ ﷺ کو اوروں کا حسن بھلا معلوم ہو (پسند ہو) سوائے ان عورتوں کے جن کے آپ ﷺ جہاد میں مالک ہوں کہ وہ حلال ہیں جیسے ماریہ قبطیہ۔ خدا آپ سب کے اعمال پر نگہبان وحافظ ہے ''من بعد'' کا یہ مطلب ہو کہ اس قسم کی عورتوں کے سوا اوروں سے نکاح نہیں کر سکتے یعنی رشتہ دار' خالہ زاد' پھوپھی زاد' ماموں زاد اور چچازاد سے جتنی چاہو کرو۔ ان کے ماسوا اوروں سے یعنی یہودی' عیسائی سے نہیں کر سکتے ''لا ان تبدل بھن'' کا بھی یہی مطلب ہوا کہ اس وقت جو عورتیں موجود ہیں ان کے سوا کسی سے نہ کرو۔ خواہ رشتہ دار ہوں یا خواہ غیر اور یہ بھی نہ کرو کہ ان میں سے کسی کو چھوڑ کر اس کے بدلے اور کرو۔ اس وقت حضور ﷺ ﷺ کے پاس نو ازواج تھیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ بنت ابی بکر' حفصہ بنت عمر' زینب بنت جحش اسدیہ' ام سلمیٰ بنت ابوامیہ مخزومی' ام حبیبہ بنت ابوسفیان بن حرب' صفیہ بنت حیی بن اخطب' میمونہ بنت حارث ہلالیہ' سودہ بنت زمعہ بن الاسود اور جویریہ بنت حارث مصطلقیہ رضی اللہ عنہن (سورہ احزاب' آیت نمبر ۵۲)

ف: علماء میں اختلاف ہے کہ حضور ﷺ پر ازواج جتنا چاہتے حلال رہا یا نہیں' اوپر کی تفسیر کے اختلاف پر اس اختلاف کی بنیاد۔ یا یہ اختلاف مبنی ہے۔

مذکورہ بالا آیت ۴ کے مطابق جب نبی اکرم ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کو اختیار دیا جو دنیا اور اس کی آرائش کو اختیار کرنا چاہتی ہو اس کو میں اچھی طرح فارغ کر دوں گا اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اختیار کرنا چاہے تو اس کے لئے دنیا میں میری رفاقت اور آخرت میں بڑا ثواب عظیم ہوگا۔ سب سے پہلے یہ حکم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سنایا اور یہ بھی فرمایا کہ سوچ سمجھ کر اپنے والد گرامی کے ساتھ مشورہ کر کے مجھے اپنے فیصلہ کے بارے بتانا لیکن سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا اس میں مشورہ کیا اور دیر کیسی میں تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ہی چاہتی ہوں۔ اس طرح باقی ازواج نے بھی ان کی پیروی کی۔ اس حدیث کو ابوعمرو نے کہا کہ ابن شہاب نے بواسطہ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا اور حضرت قتادہ اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آیت تخییر (کے نزول) کے وقت نبی اکرم ﷺ کے ہاں نو ازواج

Marfat.com

مطہرات تھیں اور یہ وہی ہیں جو آپ ﷺ کے وصال کے وقت موجود تھیں جن کے اسماء پاک مندرجہ بالا میں مذکور ہو چکے ہیں۔
پہلی آیت میں نبی محترم ﷺ کو ازواج مطہرات کے چھوڑنے کا اختیار دیا گیا تھا اور اس پچھلی آیت (جو اوپر نمبر ۵ میں مذکور ہے) میں وہ اختیار واپس لیا گیا کہ ازواج موجودہ کا تبدیل کرنا بھی اب نبی ﷺ کو حلال نہ ہوگا۔ مطلب صاف ظاہر ہے کہ ازواج النبی ﷺ کی بابت جب امتحان میں ثابت ہو گیا کہ وہ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور دار آخرت ہی کو چاہتی ہیں تو اب ان کو ہمیشہ کے لئے خدا تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے واسطے پسند کر لیا اور پھر ان کی تبدیلی کا اختیار بھی رسول ﷺ کو نہیں رہا۔ دونوں آیتوں سے ازواج النبی ﷺ کے معاملات متعلق عقائد و کیفیات قلبی و قبولیت ربانی بخوبی ظاہر ہو گئے۔
قارئین حضرات ازواج النبی ﷺ کی شان و فضائل اور رتبے کے متعلق آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا۔
مندرجہ بالا میں نمبر ا پر جو ارشاد باری تعالیٰ بیان کیا گیا ہے اس کے متعلق دیوبند مسلک کے مشہور و معروف رہنما کتاب "رحمۃ اللعالمین" کے مصنف اور کتاب "الصلوٰۃ والسلام" کے مصنف جو کہ اردو ترجمہ ابن قیم کی کتاب "جلاء الافہام" کا ہے۔
قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری اپنی کتاب "رحمۃ اللعالمین" جلد دوئم ص ۱۳۶ پر بیان فرماتے ہیں:
(اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ (سورہ احزاب آیت ۶)
ترجمہ: مومنین پر نبی ان کی جانوں سے بڑھ کر مالک (اولیٰ) یا یہ کہ نبی ﷺ مومنوں کے ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں اور نبی (ﷺ) کی ازواج مومنوں کی مائیں ہیں۔
یہ روشن ہے کہ انفسھم اور امھاتھم کی ضمیروں کا مرجع مومنین ہیں اور اسی لئے ازواج النبی ﷺ کا لقب امہات المومنین ہے۔ نہ کہ امہات الامت وغیرہ لفظ مومنین کے استعمال کا راز یہ ہے کہ مومن کے متمیز و متشخص کرنے کی علامات کو واضح کر دیا جائے۔ چنانچہ اسی آیت میں دو علامتیں بتائیں۔
اول: مومن وہ ہے جو نبی ﷺ کو اپنی جان شیریں سے زیادہ محبوب رکھتا ہو اور حضور ﷺ کو جان سے بڑھ کر اولیٰ سمجھتا ہو۔
دوئم: مومن وہ ہے جو ازواج نبی ﷺ کو ماں جانتا ہو جس سے جسم عنصری کا ظہور ہوا ہو وہ ماں نہیں وہ ماں جس کی فرزندی کا شرف اس وقت نصیب ہوتا ہے جب ولاء نبوی اور ایمان میں کمال حاصل ہوتا ہے۔
الغرض اس آیت میں ازواج مطہرات نبوی ﷺ کی بہت بڑی فضیلت کا بیان ہے۔ ذرا غور کرو کہ کس طرح نبی ﷺ کے شرف و تعظیم کے ساتھ ساتھ ازواج النبی ﷺ کی تجلیل و تکریم کا بیان فرمایا اور تکمیل ایمان کے لئے محض اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ پر انحصار نہ کر کے وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ کے اخبار و اعلان کو حقوق نبی ﷺ اور شرائط ایمان کے ساتھ منتظم کیا ہے۔ (رحمۃ اللعالمین جلد دوئم ص ۱۳۶)

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی تعداد اور ترتیب

رسول اکرم ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی تعداد اور ترتیب میں اختلاف ہے۔ اسی طرح وہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن جو آپ ﷺ کے وصال سے پہلے انتقال کر گئیں، جو آپ ﷺ کے وصال کے وقت موجود تھیں، آپ ﷺ نے ان میں سے کن کا قرب حاصل کیا اور کن کن کے قریب تشریف نہیں لے گئے اور وہ خواتین جن سے منگنی ہوئی لیکن آپ ﷺ نے ان سے نکاح نہیں فرمایا۔ نیز کن کن خواتین نے اپنے آپ کو آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، ان سب باتوں میں اختلاف ہے۔
اور اس بات پر اتفاق ہے کہ آپکی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی تعداد گیارہ ہے جن میں سے چھ کا تعلق قریش سے ہے۔
(۱) حضرت خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی۔

Marfat.com

(۲) حضرت عائشہ بنت ابی بکر بن ابی قحافہ بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی۔
(۳) حضرت حفصہ بنت عمر بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن ریاح ابن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی۔
(۴) حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان بن حرب بن امیہ بن عبدشمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی۔
(۵) حضرت ام سلمہ بنت ابی امیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ابن یقظہ بن مرہ بن کعب بن لوی۔
(۶) حضرت سودہ بنت زمعہ بن قیس بن عبدشمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی۔

اور چار ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن عربی تھیں (قریش میں سے نہیں تھیں۔ یا قریشی نہیں تھیں)۔

(۱) زینب بن جحش رضی اللہ عنہا رباب بن یعمر بن صبرہ بن مرہ بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ۔
(۲) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بنت حارث الہلالیہ۔
(۳) حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت خزیمہ الہلالیہ ام المساکین۔
(۴) حضرت جویریہ بنت حارث الخزاعیہ المصطلقیہ۔

ایک زوجہ مطہرہ (حضرت صفیہ بن حیی رضی اللہ عنہا) جو بنو نضیر قبیلہ سے تعلق رکھتی تھی وہ بنی اسرائیل سے تھیں، عربی نہیں تھیں۔

نبی اکرم ﷺ کی (ظاہری) حیات طیبہ میں دو ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ام المساکین (حضرت زینب بنت خزیمہ) رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا، اور آپ نے نو ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو چھوڑ کر انتقال فرمایا۔

حافظ ابوالحسن بن فضل مقدسی نے اس نظم میں ان کے اسماء مبارکہ ذکر کئے ہیں۔

توفی رسول اللّٰہ عن تسع نسوۃ　　الیھن تعزی المکرمات وتنسب
فعائشۃ میمونۃ وصفیۃ　　وحفصۃ تعلوھن ھند و زینب
جویریۃ مع رملۃ ثم سودۃ　　ثلاث وست وکرھن مھذب

رسول اکرم ﷺ نو ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوئے جن کی طرف عزتوں کی نسبت کی جاتی ہے۔ پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، میمونہ رضی اللہ عنہا، صفیہ رضی اللہ عنہا، حفصہ رضی اللہ عنہا ان کے بعد حضرت ہند (ام سلمہ) زینب، جویریہ، رملہ (ام حبیبہ) پھر حضرت سودہ رضی اللہ عنہن یہ تین اور چھ ہیں جن کا ذکر مہذب ہے۔

اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ان میں سے سب سے پہلے حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور ان کے وصال تک کسی دوسری خاتون سے شادی نہیں کی۔ (مواہب اللدنیہ جلد اول ص ۵۵۳، ۵۵۴)

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا نسب

آپ رضی اللہ عنہا کا نسب نامہ یوں بیان کیا جاتا ہے۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح بیان کیا کہ خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر۔ آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ بن الاصم بن رواحہ بن حجر بن عبد بن معیص بن عامر بن لوی بن غالب بن فہر اور فاطمہ کی والدہ (یعنی نانی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا) ہالہ بنت عبد مناف بن حارث بن عمرو بن منقذ بن عمرو بن معیص بن عامر بن لوی بن غالب بن فہر تھا اور ہالہ کی والدہ (یعنی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی پڑنانی) کا نام قلابہ بنت سعید بن سعد بن سہم بن ہصیص بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر تھا (روض الانف جلد اول ص ۲۱۷)

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا والدہ کی طرف سے نسب لکھا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ان

Marfat.com

کی والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ بن الاصم تھا لیکن ابن زبیر نے اس کا نام جندب بن یدم بن حجر ذکر کیا ہے۔اس کے بھائی کا نام حجیر بن عبد بن معیص بن عامر تھا۔حجر ذی زعین کے قبیلہ میں ایک شخص تھا۔حجریون اسی کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔حجر اس کا نام عبدالحجر بن عبدالمدان تھا۔ بنو دیان کا تعلق بنو حارث بن کعب بن مذحج سے تھا۔یونس نے ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا والدہ کی طرف سے نسب بیان کیا۔یہ نسب اسی طرح ہے جس طرح اوپر ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے۔اس میں یہ اضافہ ہے ''فاطمہ بنت زائدہ کی والدہ کے نسب میں حارث بن عمرو بن منقذ کی بجائے حارث بن عبد بن منقذ لکھا ہے اور ہالہ بنت عبد مناف کی والدہ کے نسب میں یہ لکھا ہے کہ اس کی والدہ کا نام قلابۃ تھا۔وہ عرقۃ بنت سعید بن سعد تھی (یعنی قلابۃ کی بجائے عرقۃ) اور اس کی والدہ کا نام امیمہ بنت عامر بن حارث بن فہر تھا (سیرت ابن ہشام بمع روض الانف' جلد اول' ص ۴۲۱' ۴۲۲'' واللہ اعلم''

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حالات وواقعات

اُم المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کی والدہ فاطمہ بنت زائدہ بن اصم تھیں۔آپ رضی اللہ عنہا کو دور جاہلیت میں طاہرہ کے نام سے پکارا جاتا تھا اور آپ ابو ہالہ نباش بن ابی زرارہ کے عقد نکاح میں تھیں۔جس سے آپ کے دو بیٹے ہند اور ہالہ پیدا ہوئے۔پھر عتیق بن عائذ (یا عابد) مخزومی نے آپ سے نکاح کیا تو ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام ہند تھا بعض مؤرخین کے نزدیک عتیق سے نکاح ابو ہالہ سے پہلے ہوا۔(دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۲ ص ۲۸۳)

اس کے بعد رسول اکرم ﷺ نے آپ سے نکاح کیا۔اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس سال تھی۔اور نبی اکرم ﷺ کی عمر مبارک اکیس سال تھی اور کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ کی عمر پچیس سال تھی۔اکثر کا یہی موقف ہے اور ایک قول تیس سال کا ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے آپ کو نبی اکرم ﷺ پر پیش کیا، تو آپ ﷺ نے اپنے چچاؤں سے یہ بات ذکر کی، چنانچہ آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے ساتھ خویلد بن اسد کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو منگنی کا پیغام دیا، چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا اور ان کو بیس جوان اونٹنیاں بطور حق مہر عطا فرمائیں۔

ابن اسحاق نے ایک دوسرے طریق سے یہ اضافہ کیا ہے کہ ابو طالب اور قبیلہ مضر کے سردار حاضر ہوئے۔پس ابو طالب نے خطبہ پڑھا، یہ خطبہ مقصد اول میں نبی اکرم ﷺ کے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بیان میں گزر چکا ہے، دولابی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بارہ اوقیہ (اوقیہ ڈیڑھ اونس ہوتا ہے) سونا بطور حق مہر عطا فرمایا تھا۔

جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا لوگوں میں سے سب سے پہلے ایمان لائیں۔(دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۲ ص ۲۸۴)

صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: اے محمد ﷺ یہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں جو آپ ﷺ کے پاس ایک برتن لائی ہیں۔جس میں کھانا ہے یا سالن یا مشروب ہے جب وہ آپ ﷺ کے پاس آجائیں تو ان کو ان کے رب اور میری طرف سے سلام کہیں اور ان کو جنتی گھر کی خوشخبری دیں جو اندر سے خالی گول موتیوں سے بنا ہوا ہے اور اس میں کوئی شور اور تھکاوٹ نہیں ہوگی۔(صحیح بخاری جلد اول ص 539)

ابن اسحاق نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ جب کوئی ایسی بات سنتے جو آپ ﷺ کو ناپسند ہوتی یعنی آپ ﷺ کے پیغام کو رد کیا جاتا آپ ﷺ کو جھٹلایا جاتا، آپ ﷺ اس پر غمگین ہوتے تو اللہ تعالیٰ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ذریعے آپ ﷺ سے اس غم کو دور کر دیتا جب آپ ﷺ ان کی طرف لوٹتے تو وہ آپ ﷺ کا حوصلہ بڑھاتیں، اور آپ ﷺ کا بوجھ ہلکا کرتیں۔ان کی تصدیق کرتیں اور یوں آپ ﷺ پر لوگوں کے معاملے کو آسان کر دیتیں حتیٰ کہ ان کا انتقال ہو گیا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں:

Marfat.com

حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا: قیامت کے دن میں انسانوں کا سردار ہوں گا سوائے اولاد میں سے ایک نبی کے جن کا اسم گرامی احمد ﷺ ہوگا۔ ان کی بیوی نے ان کی مدد کی اور وہ ان کی مددگار ہوں گی، جبکہ یہ میری بیوی میرے خلاف مددگار ہوئیں[1]۔ دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شیطان کے خلاف ان کی مدد کرے گا تو وہ مسلمان ہو جائے گا۔ جب کہ میرے شیطان نے کفر کیا۔ یہ روایت دولابی نے نقل کی ہے جیسا کہ طبری نے ذکر کیا ہے[2]۔

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

جنتی عورتوں میں سے افضل خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد، مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ (رضی اللہ عنہن) ہیں۔

(مسند امام احمد بن حنبل جلد اول ص ۳۱۶)

شیخ الاسلام زکریا انصاری رضی اللہ عنہ[3] نے شرح بہجۃ الحاوی میں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان میں سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں۔ اور ان دونوں میں سکوت افضل ہے تو اس سلسلے میں اختلاف ہے ابن عماد نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کو صحیح قرار دیا ہے کیونکہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان (حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا) سے بہتر (بیویاں) عطا فرمائی ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے بہتر عطا نہیں فرمائی ہیں۔ وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جب لوگوں نے میرا انکار کیا۔ انہوں نے اس وقت میری تصدیق کی جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا اور انہوں نے مجھے اس وقت مال دیا جب لوگوں نے مجھے اس سے محروم رکھا۔ (مسند امام احمد بن حنبل جلد ۶ ص ۱۱۸)

ابن داؤد (امام ابوبکر ابن امام مجتہد حافظ داؤد بن علی ظاہری) سے پوچھا گیا کہ ان دونوں میں سے کون افضل ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نبی اکرم ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام کی طرف سے سلام پہنچایا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان کے رب کی طرف سے حضرت محمد ﷺ کی زبان سے سلام پہنچایا، پس حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں۔ پوچھا گیا، کیا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں یا حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا؟ انہوں نے فرمایا، بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہیں (صحیح بخاری جلد اول ص ۵۳۲) میں اس میں کسی ایک کو رسول اللہ ﷺ کے جسمانی حصے کے برابر قرار نہیں دیتا۔ (بخاری مترجم جلد دوئم باب 416 حدیث)

اس پر نبی اکرم ﷺ کا یہ قول شاہد ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم حضرت مریم علیہا السلام کے علاوہ تمام جنتی عورتوں کی سردار ہو۔ (کنز العمال جلد ۱۲ ص ۱۰۹-۱۱۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت پر اس طرح بھی استدلال کیا گیا کہ وہ آخرت میں نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ایک درجہ میں ہوں گی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوں گی۔

اس سلسلے میں حضرت امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: ہم جس بات کو اختیار کرتے ہیں اور اس پر عقیدہ رکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد (ﷺ) اپنی ماں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے افضل ہیں، پھر ان کی والدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں، اس کے بعد انہوں نے ان دلائل سے استدلال کیا ہے، جن کا کچھ حصہ گزر چکا ہے۔ (فتح الباری جلد ۷ ص ۱۰۵)

---

[1] جب جنت میں درخت کا پھل کھانا اُن کے لیے عمدہ کر کے پیش کیا۔

[2] انسان کے ساتھ ایک موکل ساتھی ہوتا ہے، حضور علیہ السلام نے فرمایا میرا موکل مسلمان ہو گیا، جب کہ ابلیس جو حضرت آدم علیہ السلام کے وقت کا شیطان تھا، اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ (زرقانی جلد ۳ ص ۲۲۳)

[3] زکریا بن احمد انصاری علامہ محدث، فقیہ، صوفی اور صاحب تصانیف کثیرہ ہیں اور معروف شخصیت ہیں۔ ایک سو سال کے قریب عمر پانے کے بعد ۹۲۰ھ کے چند سال بعد انتقال فرمایا۔

Marfat.com

اور طبرانی نے جو کچھ کہا ہے کہ تمام جہان کی عورتوں میں سے حضرت مریم بنت عمران سلام اللہ علیہا سب سے بہتر ہیں پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد، پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد ﷺ، پھر فرعون کی بیوی حضرت آسیہ ہیں۔ ابن عماد نے اس کا جواب اس طرح دیا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ماں ہونے کی وجہ سے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا پر فضیلت دی گئی ہے، سیادت کی وجہ سے نہیں۔

امام سبکی نے اس بات کو اختیار کیا کہ اس حدیث کی وجہ سے حضرت مریم سلام اللہ علیہا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے افضل ہیں، نیز اس وجہ سے بھی کہ ان کی نبوت میں اختلاف ہے۔

ابوامامہ بن نقاش نے کہا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سبقت اور ان کی ترجیح اس وجہ سے ہے کہ وہ سب سے پہلے اسلام لائیں اور انہوں نے اپنے مال اور جان سے دین کی مدد کی اور یہ سب کچھ رضائے الٰہی کی خاطر کیا۔ اس سلسلے میں ان کے ساتھ کوئی بھی شریک نہیں، نہ ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور نہ ہی کوئی دوسری ام المومنین۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس لحاظ سے ترجیح حاصل ہے کہ آپ نے اسلام کے آخری دور کو پایا اور امت تک دین کو پہنچایا اور ان کو تبلیغ کی۔ نیز آپ کے پاس وہ احادیث تھیں جن میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کوئی بھی ان کا شریک نہیں۔ اس وجہ سے وہ دوسروں سے ممتاز ہیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہجرت سے تین سال پہلے مکہ مکرمہ میں ہوا۔ بعض نے چار سال کا قول کیا، پانچ سال کا قول بھی کیا گیا ہے آپ رضی اللہ عنہا کو مقام حجون (جنت المعلیٰ کے پاس) دفن کیا گیا اور اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر پینسٹھ سال تھی۔ ان دنوں نماز جنازہ نہیں پڑھائی جاتی تھی۔ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہا پچیس سال رہیں، بعض نے چوبیس سال کا قول کیا ہے۔ (مواہب اللدنیہ جلد اول ص ۵۵۴ تا ۵۵۷)

حضور ﷺ سے قبل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے خاوند اور اولاد

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ابو ہالہ کی زوجیت میں تھیں۔ ابو ہالہ کا نام ہند بن زرارہ تھا۔ ایک قول کے مطابق اس کا نام زرارہ تھا۔ اس کے بیٹے کا نام ہند (ابن نباش) تھا (جیسا کہ مواہب اللدنیہ میں ابو ہالہ کا نام نباش مذکور ہے) اس کا تعلق بنو عدی بن جروۃ بن اسید بن عمرو بن تمیم سے تھا۔ ابن زبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عدی بن جروہ دراصل غدی بن جروہ ہے۔ ابو ہالہ سے قبل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح عتیق بن عائذ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم سے ہوا تھا۔ اس سے ایک بیٹا عبد مناف بن عتیق بھی تھا۔ یہ ابن ابی خیثمہ کا قول ہے علامہ زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عتیق سے آپ رضی اللہ عنہا کی ایک بیٹی پیدا ہوئی تھیں۔ اس کا نام ہند تھا۔ اسی طرح ہند ابی ہالہ سے ایک بچہ پیدا ہوا تھا اس کا نام بھی ہند تھا۔ یہ بیٹا طاعون بصرہ میں انتقال کر گیا جس دن یہ فوت ہوا اس دن ستر ہزار افراد لقمہ اجل بنے تھے۔ لوگ ان کے جنازوں کی وجہ سے ہند کے جنازے کی طرف توجہ نہ دے سکے اور نہ ہی اٹھا کر قبرستان لے گئے۔ اس وقت ایک نوحہ خواں عورت نے کہا واھند بن ھنداہ و ربیب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! اب صرف تیرا جنازہ رہ گیا ہے کیونکہ یہ پروردہ رسول اللہ ﷺ تھا۔ اس لئے احتراماً اس کا جنازہ انگلیوں کے پوروں پر اٹھایا گیا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ابو ہالہ سے دو اور بھی بیٹے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام طاہر اور دوسرے کا نام ہالہ تھا۔ (روض الانف مع سیرت ابن ہشام جلد اول، ص ۲۲۲) جبکہ مواہب اللدنیہ مقصد اول فصل تیسری ص ۵۵۴ میں اس طرح ہے کہ ابو ہالہ سے دو بیٹے ہند اور ہالہ پیدا ہوئے اور بعض مورخین کے نزدیک عتیق سے نکاح ابو ہالہ سے پہلے ہوا۔

لیکن سلیمان سلمان منصور پوری اپنی کتاب "رحمۃ اللعالمین" جلد دوم، ص ۱۴۲ پر یوں بیان کرتے ہیں کہ ابو ہالہ سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے تین فرزند ہیں۔ (۱) ہالہ (۲) طاہر اور (۳) ہند رضی اللہ عنہم۔ یہ تینوں بھائی صحابی ہیں۔ ان کی تفصیل بھی مندرجہ ذیل بیان کرتے ہیں۔

(۱) ہالہ بن خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا ذکر صحیح بخاری میں آیا ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ سے حاضر ہونے کی اجازت چاہی تو حضور ﷺ نے نام

Marfat.com

سن کرفرمایا: اللھم ھالہ۔ ہالہ کے فرزند کا نام ہند تھا۔ وہ اپنے باپ سے روایت بھی کرتے ہیں۔

(۲) طاہر "بن حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا" کو نبی کریم ﷺ نے ایک ربع یمن کا حاکم مقرر فرمایا تھا اور انتقال نبی ﷺ تک بدستور برسر حکومت رہے تھے۔ ان کی حکومت میں قبائل عک اور اشعرئین تھے۔ وفات حضور ﷺ کے بعد یمن میں یہی قبائل سب سے پہلے مرتد ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے طاہر رضی اللہ عنہ کو ان سے قتال کرنے کا حکم فرمایا۔ طاہر رضی اللہ عنہ نے بہ معیت مسروق بنالا جدع لشکر کشی کی اور فتح عظیم حاصل ہوئی جس سے یہ فتنہ فوراً دب گیا۔ اس واقعہ کے متعلق طاہر رضی اللہ عنہ کے اشعار بھی مذکورہ کتاب میں مذکور ہیں۔

(۳) ہند رضی اللہ عنہ بن حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا یہ آنحضرت ﷺ کے ربیب (پروردہ) ہیں جنگ جمل میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی جانب تھے اور وہیں شہید ہو گئے۔

(۴) ہند بن ہند رضی اللہ عنہ کا انتقال بصرہ طاعون میں ہوا۔ جیسا کہ اوپر امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے لیکن سلیمان سلمان منصور پوری نے یہ نہیں بیان کیا کہ ہند بن ہند کے دادا کا نام کیا تھا جبکہ امام سہیلی فرماتے ہیں کہ عتیق سے ایک بچی پیدا ہوئی جس کا نام ہند تھا۔ اس ہند کے بیٹے کا نام بھی ہند تھا اور یہ حضور ﷺ کے ربیب (پروردہ) تھے اور یہی طاعون بصرہ میں فوت ہوئے اور جبکہ سلیمان سلمان منصور پوری مندرجہ بالا نمبر ۳ میں حضرت ہند بن حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ربیب رسول ﷺ بتاتا ہے "واللہ اعلم" (مؤلف)

اور البدایہ والنہایہ کے اردو ترجمہ تاریخ ابن کثیر جلد پنجم ص ۳۹۶ پر اس طرح ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پہلے عتیق بن عابد بن مخزوم کے نکاح میں تھیں (ابن ہشام کی روایت میں عابد ہے اور امام سہیلی کے روض الانف میں عائذ ہے اسے ابو ہالہ کہتے ہیں) اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جو محمد بن صیفی کی والدہ ہے اور دوسرا نکاح ابو ہالہ النباش بن زرارہ سے ہوا۔ جو بنی عمرو بن تمیم کا ایک آدمی تھا اور بنی عبدالدار کا حلیف تھا۔ اس سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی "واللہ واعلم"۔

فضیلت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب روض الانف میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابن اسحاق اور دوسرے علماء کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ذکر کیا ہے کہ دوسری عورتوں پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کے بارے جو صحیح ترین حدیث روایت کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی دوسری عورتوں پر فضیلت ایسی ہے جیسے ثرید کھانے کو دوسرے کھانوں پر فضیلت ہوتی ہے یہاں حضور ﷺ نے ثرید سے مراد وہ کھانا لیا جو گوشت سے بنایا جاتا ہے جس طرح معمر نے اپنی جامع میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مفسر قول نقل کیا ہے اور ان سے مرفوع نقل کرتے ہیں اس میں یہ کہا گیا ہے کہ جس طرح گوشت والے ثرید کی دوسرے کھانوں پر فضیلت ہے اس حدیث سے فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ایک اور حدیث میں فرمایا ہے کہ دنیا اور آخرت کے سالنوں کا سردار گوشت ہے، جبکہ ثرید کا لفظ مطلق بولا جائے تو اس سے گوشت کا ہی ثرید مراد لیا جاتا ہے سیبویہ کا شعر عربی عبادت کا ترجمہ:

"جب روٹی کے ساتھ گوشت کو سالن بنائے اللہ کی قسم وہی ثرید ہے"۔

حضرت خدیجہ، حضرت عائشہ، حضرت مریم اور حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہن میں کون افضل ہے؟

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب روض الانف میں فرماتے ہیں اگر سابقہ حدیث نہ ہوتی (مذکورہ بالا) جس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کی تخصیص کی گئی ہے۔ تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو آپ رضی اللہ عنہا پر فضیلت ہوتی کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے بہتر عورت عطا نہیں فرمائی۔ ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور جہاں بھر کی عورتوں پر فضیلت کا قول کیا ہے۔ حضرت مریم سلام اللہ علیہا کے بارے میں بھی یہی قول ہے کثیر علماء کے نزدیک آپ سلام اللہ علیہا نبیہ ہیں جن پر حضرت جبرائیل امین علیہ السلام وحی لے کر نازل ہوئے اس لیے غیر

Marfat.com

نبی کو انبیاء پر فضیلت نہیں دی جا سکتی۔

جن علماء نے کہا ہے کہ وہ نبیہ نہ تھیں اور اللہ تعالیٰ کے "واصطفٰک علی نساء العلمین۔ (آل عمران) کو ان کے زمانے کی عورتوں کے ساتھ خاص کیا ہے تو اس کا یہ قول بھی ہے کہ حضرت عائشہ، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضرت مریم سلام اللہ علیہا سے افضل ہیں۔ اس طرح وہ تمام ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کے بارے میں بھی یہی کہتے ہیں کہ سب جہاں بھر کی عورتوں سے افضل ہیں۔ اس مذہب کی تصحیح میں بہت سے علماء نے تشریح کیا ہے۔ جس کا ذکر بہت طویل ہے مسند بزار میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا کہ آپ رضی اللہ عنہا جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جسم کا ٹکڑا ہے جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔ سوائے حضرت مریم سلام اللہ علیہا کے (روض الانف مع سیرت ہشام جلد چہارم 639، 640)۔

1۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت

رسول اکرم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔ میں تین شب تجھے خواب میں اس طرح دیکھتا رہا کہ ایک فرشتہ حریر سفید کے پارچے میں تیری تصویر کو میرے سامنے لاتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ حضور ﷺ کی بیوی ہے اور میں پردہ اٹھا کر چہرہ دیکھتا تھا۔ جو بالکل تیرا ہی چہرہ ہوتا تھا۔ میں دیکھ کر کہہ دیا کرتا تھا اگر یہ اطلاع خدا تعالیٰ کی جانب سے ہے تو وہ خود اسے پورا کر دے گا۔ (صحیح مسلم کتاب الفضائل وصحیح بخاری)

اس حدیث سے معلوم ہوتا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شادی کا اہتمام خطیرۃ القدس میں کیا گیا تھا۔ اور حضور ﷺ نے اس شادی کو منجاب اللہ تعالیٰ قرار دیا تھا۔

2۔ محبت کا امتحان

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو رسول اکرم ﷺ کی محبت کا سخت امتحان دینا پڑا۔ غزوہ انمار میں جب آپ رضی اللہ عنہا کی سواری پیچھے رہ گئی اس پر منافقین نے آپ رضی اللہ عنہا کی شان میں گستاخانہ الفاظ کہے۔ جنس لطیف کیلئے ایسا موقع سخت مصیبت کا ہوتا ہے۔ مگر اس وقت بھی آپ رضی اللہ عنہا کی ایمانی قوت اور پاکی فطرت کی عجیب شان نظر آئی۔ جب حضور ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہا سے اس بارے دریافت فرمایا۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے میکے والوں کو مخاطب کر کے فرمایا (ترجمہ اردو عربی عبارت کا) اگر میں کہوں میں پاک ہوں تو میری بات نہ مانی جائے گی۔ اگر میں کسی بات کا اقرار کروں حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں اس سے بالکل پاک ہوں تو وہ تسلیم کر لی جائے گی پس حالات کے مطابق میں اپنے لیے حضرت یعقوب علیہ السلام کی مثال پاتی ہوں۔ جنہوں نے کہا تھا۔ (کہ آزمائش میں) صبر کرنا ہی اچھا ہے۔ اس بارہ میں خدا تعالیٰ ہی مددگار اور کارساز ہے۔ (صحیح بخاری غزوۂ انمار)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے اپنی پاک اور صفائی کے لیے یقین تھا کہ میرے متعلق اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کو خواب میں بتادے گا۔ مگر اس کا مجھے گمان بھی نہ تھا۔ کہ میرے حق میں وحی الٰہی کا نزول ہوگا۔ لیکن حضور نبی کریم ﷺ بھی اسی جگہ پر تشریف رکھتے تھے کہ قرآن پاک اترا اور اللہ تعالیٰ نے میری نصرت فرمائی بے قصوری ظاہر کی۔ طیبہ ٹھہرایا اور خبر دی کہ مغفرت اور رزق کریم ان ہی کے لیے ہے۔ نیز یہ بھی بتایا کہ اس بہتان سے میری شان میں ذرہ بھر بھی فرق نہیں آیا۔ بلکہ درجہ بڑھ گیا۔ ان کی پاکی اور طہارت کی آواز سے زمین و آسمان گونج اٹھے۔ وہ وحی اتری جس کی قیامت تک نمازوں میں محرابوں میں تلاوت کی جائے گی۔ جب "اَلطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ" کو کوئی ایمان والا شخص پڑھے گا۔ پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے (سورہ نور) تو اس کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکی وطہارت کا اندازہ حضور ﷺ کی پاک وطہارت سے کرنا ہوگا۔ اللہ اکبر! یہ نتیجہ اس تواضع وانکسار کا ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں تھا۔ کہ اپنے آپ کو ناچیز سمجھا باوجود بے قصوری ومظلومی کے اور باوجود افتراپردازوں کو جھوٹا جاننے کے اپنا یہ درجہ نہ سمجھا کہ ان کے لیے قرآن اترے۔ ہر چند ان کو علم تھا کہ ان کے رنج وغم سے ان کے والدین کو بھی صدمہ پہنچا ہے۔ اور تمام اہل ایمان کے دل بھی دردمند ہوئے ہیں اور حضور نبی کریم ﷺ کے قلب مبارک کو بھی ایذا پہنچی ہے پھر بھی تواضع وانکسار

Marfat.com

سے یہی سمجھتی ہیں کہ ان کی پاکی عالم رؤیا میں ظاہر فرمائی جائے گی لیکن رب العالمین ان ہی کے رتبے بلند فرماتا ہے جو اس کی بارگاہ میں تواضع انکساری کرتے ہیں (رحمۃ للعالمین جلد دوئم 147 صفحہ)۔

نمبر 3۔ صحیح بخاری میں حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ مردوں میں بہت تکمیل کے درجے کو پہنچے مگر عورتوں کے اندر صرف حضرت مریم دختر عمران سلام اللہ علیہا اور حضرت آسیہ زوجہ فرعون سلام اللہ علیہا ہی تکمیل کو پہنچیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تو سب عورتوں میں ایسی فضیلت ہے جیسے ثرید کو سب کھانوں میں فضیلت ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی صحیح بخاری میں روایت کرتے ہیں (صحیح بخاری مترجم جلد دوئم حدیث نمبر 963 باب 417)۔

نمبر 4۔ حضرت ام المومنین ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے صحیح بخاری میں روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی ہے کہ میں اس کے لحاف میں ہوتا ہوں تو اس وقت بھی وحی کا نزول ہوتا ہے مگر دیگر ازواج کے بستروں پر کبھی ایسا نہیں ہوا۔

(صحیح بخاری مترجم جلد دوئم باب نمبر ۴۱۷ حدیث نمبر ۹۶۹)

نمبر 5۔ حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اپنی پیاری بیٹی سے کہ جس سے میں محبت کرتا ہوں کیا تو اس سے محبت نہیں رکھتی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا بالکل یہی درست ہے فرمایا۔ تب تو بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت رکھا کر۔ (یہ الفاظ بخاری کے ہیں لیکن امام مسلم نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے۔)

نمبر 6۔ حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔ یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں اور تم کو سلام کہتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں فرمایا کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا سلام اور رحمت ہو۔ (صحیحین میں روایت کیا گیا) ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن روای باب 41۔

نمبر 7۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے احسانات میں سے ہے کہ آیت تیمم کے نزول کا سبب ظاہری بھی وہی ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک ہار حضرت اسماء رضی اللہ عنہا (اپنی بہن) کا مانگا ہوا تھا۔ جو راستہ میں کہیں گر پڑا۔ حضور ﷺ نے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کی تلاش کے لیے بھیجا۔ انہیں راستہ میں نماز کا وقت ہو گیا اور انہوں نے پانی نہ ہونے کی وجہ سے بے وضو کے نماز پڑھی اور جب حاضر ہوئے تو انہوں نے بے وضو نماز پڑھنے کا ذکر بھی رنج کے ساتھ کیا۔ اسی وقت ایت تیمم کا نزول ہوا۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو مخاطب کر کے کہا۔ اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ عنہا کو بہترین جزا خیر عطا فرمائے۔

(بخاری مترجم جلد نمبر 2 حدیث نمبر 967 صفحہ)

نمبر 8۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کہ حضور نبی کریم ﷺ اپنی نعل مبارک کو پیوند لگا رہے تھے اور میں چرخہ کات رہی تھی میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کی پیشانی مبارک پر پسینہ آرہا ہے۔ اور اس پسینہ کے اندر ایک نور ہے جو ابھر رہا ہے اور بڑھ رہا ہے۔ یہ ایسا نظارہ تھا کہ میں سراپا حیرت بن گئی۔ حضور ﷺ کی نظر مبارک مجھ پر پڑی۔ فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا تو حیران کیوں ہو رہی ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کی پیشانی مبارک پر پسینہ ہے اور پسینے کے اندر چمکتا دمکتا نور ہے (اس پاک نظارہ نے مجھے حیران کر دیا ہے)

اے خشک چشمے کہ او حیران اوست   وے ہمایوں دل کی آں قربان اوست

بخدا اگر ابو بکر کبیر ہذلی (زمانہ جاہلیت کا مشہور شاعر) حضور ﷺ کو دیکھ پاتا تو اسے معلوم ہو جاتا کہ اس کے اشعار کے صحیح مصداق حضور نبی اکرم ﷺ ہی ہو سکتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا اس کے شعر کیا ہیں میں نے یہ شعر پڑھ کر سنا دیئے۔ شعروں کا ترجمہ (وہ ولادت اور رضاعت کی آلودگی سے مبرا (پاک) ہیں ان کے درخشاں چہرہ پر نظر کرو تو معلوم ہوگا کہ نورانی اور روشن براق جلوہ دے رہی ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کے ہاتھ میں جو کچھ تھا رکھ دیا۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پیشانی کو چوما اور زبان مبارک سے فرمایا۔ ''جو سرور مجھے تیرے کلام سے حاصل ہوا۔ اس قدر سُرور تجھے میرے نظارہ سے نہ ہوا ہوگا۔

Marfat.com

نمبر 9۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک مثال وہ ہے جو قرآن پاک کی آیت تخیر کے نزول پر ظاہر ہوگئی۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔

''اے نبی (ﷺ) اپنی بیبیوں کو کہہ دیجئے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور زینت چاہتی ہو۔ تو آؤ تمہیں رخصتانہ دے کر اپنے سے خوبی کے ساتھ علیحدہ کر دوں اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ اور آخرت کو چاہتی ہو تب تم میں سے جو نیکی کرنے والیاں ہیں ان کے لیے خدا تعالیٰ نے اجر عظیم مہیا کر رکھا ہے''۔ (سورہ نمبر 33 آیت نمبر 28 تا 29)

حضور نبی کریم ﷺ نے سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ آیت سنائی اور تلاوت آیت سے پہلے یہ بھی فرمایا کہ میں ایک بات کا تم سے ذکر کرتا ہوں۔ تم جواب دینے میں جلدی نہ کرنا اور اپنے والدین سے مشورہ کر کے جواب دینا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آیت سنتے ہی فوراً عرض کیا۔ کہ میں اس معاملہ میں والدین سے مشورہ کروں؟ میں تو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ اور آخرت ہی کو اختیار کرتی ہوں۔ اس جواب میں انہوں نے اپنی محبت با خدا اور محبت رسول ﷺ کا ثبوت بھی دیا۔ نیز دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے لیے ایک سنت بھی قائم فرمائی۔ جس کی اتباع سب ازواج النبی ﷺ نے فرمائی۔ فی الحقیقت یہ ایک بہت بڑا اشرف ہے۔ (صحیح بخاری کتب التفسیر)

نمبر 10۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جو فقہائے سبعہ کے اندر ایک درخشاں کوکب تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی ایک کو بھی معانی قرآن اور احکام حلال و حرام اور اشعار عرب اور علم الانساب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر نہیں پایا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیت تھی کہ جب کوئی نہایت مشکل اور پیچیدہ مسئلہ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں آپڑتا تھا تو وہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی جانب رجوع کرتے تھے۔ اور ان کے پاس اس کے متعلق ضرور علم پایا جاتا تھا۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا جس طرح اپنے فرزندان شریعت کی شیر علم سے پرورش فرمایا کرتی تھیں اسی طرح اپنی جود و سخا سے فقراء و مساکین کی تربیت بھی فرماتی تھیں۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا۔ انہوں نے ایک روز ستر ہزار درہم راہ خدا میں صرف کیے خود ان کے جسم پر پیوند لگا کرتا تھا۔ ایک روز حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہا کی خدمت کی ایک لاکھ درہم بھیجے۔ انہوں نے سب کے سب اسی روز راہ خدا میں تقسیم کر دیے۔ اس روز آپ رضی اللہ عنہا کا روزہ بھی تھا۔ شام کو لونڈی نے سوکھی روٹی سامنے رکھ دی اور یہ بھی کہا کہ اگر سالن کے لیے کچھ بچا لیا جاتا تو میں سالن بھی تیار کر لیتی۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا مجھے تو خیال نہ آیا تو نے یاد دلا دیا ہوتا۔

(مدارج النبوۃ جلد دوم ص 506)

نمبر 11۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اثر ترقی اسلام کے لیے بہت نمایاں ہے۔ جو تفقہ انہوں نے دین میں حاصل کیا اور جو تعلیم انہوں نے امت کو فرمائی اور علم نبوت کی اشاعت میں جو مساعی انہوں نے کیے اور جو علمی فوائد انہوں نے فرزندان امت کو پہنچائے وہ ایسا درجہ ہے جو کسی دوسری زوج النبی ﷺ کو نہیں۔ کتب احادیث میں مرویات عائشہ رضی اللہ عنہا کی تعداد دو ہزار دو سو دس ہے۔ (سیرت حلبیہ جلد نمبر 2 ص 147)

صحیحین میں متفق علیہ 174 حدیثیں صرف بخاری میں 54 حدیثیں مسلم میں 67 دیگر معتبرہ کتب میں 2017

فتاویٰ شرعیہ اور حل مشکلات علمیہ اور بیان روایات عربیہ اور متعدد واقعات تاریخیہ کا شمار ان کے علاوہ ہے۔

حضرت امام ابو محمد علی بن احمد بن حزم الظاہری المتوفی 457ھ نے دیگر مکثرین فی الروایت کی حدیثوں کا بھی ذکر کیا ہے۔

حضرت عمر فاروق امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ	537 حدیثیں
حضرت علی مرتضیٰ امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ	586 حدیثیں
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ	800 حدیثیں
حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم	150 سے زائد

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن حضرت عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے برابر کتاب
الفضل فی اہل الجزء الرابع)

نمبر12۔ صحیح بخاری کے باب غزوہ اُحد میں ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کو دیکھا کندھوں پر مشکیں اٹھائے ہوئے زخمیوں اور مومنین کے منہ میں پانی ڈالتی تھیں پانی ختم ہو جاتا تو پھر مشک دوڑ کر بھر لاتی تھیں۔

نمبر13۔ جنگ بدر میں رایت نبوی ﷺ کا پرچم مرط عائشہ رضی اللہ عنہا تھا یعنی جس نشان کے تحت میں ملائکہ نے خدمت اسلام ادا کی اور جس نشان پر اللہ تعالیٰ کی اولین نصرت فتح ہوگا۔ وہ نشان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اُوڑھنی کا بنایا گیا تھا۔ یہ امر صدیقہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کو ظاہر کرتا ہے۔ (سیرت حلبیہ جلد نمبر 2 ص 47)

نمبر14۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے انصاف اور صداقت کے لحات اس وقت زیادہ نمایاں نظر آئے ہیں جب وہ اپنی کسی سوت (سوکن) کے متعلق اپنی رائے کا اظہار فرماتیں تھیں۔

(الف) ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے متعلق فرماتی ہیں۔ ایک روز نبی کریم ﷺ نے اپنی ازواج کو فرمایا۔ تم میں سے وہ عورت مجھے جلد آ کر ملے گی۔ جو زیادہ سخی ہوگی۔ یہ سن کر ہم سے زیادہ سخی حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ثابت ہوئیں۔ کیونکہ وہ اپنے ہاتھوں کی محنت سے کماتیں پھر اس کو راہ خدا میں تقسیم کر دیتی میں (عائشہ رضی اللہ عنہا) نے ان سے زیادہ کسی عورت کو نہیں دیکھا جو دین میں بہتر ہو۔ وہ اللہ تعالیٰ کا زیادہ تقویٰ رکھنے والی بہت زیادہ سچ بولنے والی۔ اپنے عزیز و اقارب سے سب سے زیادہ سلوک کرنے والی اور بہت زیادہ دینے والی تھیں۔

(ب) حضرت ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا کی تعریف میں فرماتیں ہیں میں نے ان جیسی کوئی عورت عمدہ کھانا بنانے والی نہیں دیکھی۔ (نسائی)

(ج) حضرت ام المؤمنین سودہ رضی اللہ عنہا کی تعریف میں فرماتی ہیں آپ رضی اللہ عنہا میں ذرہ تیزی تو تھی ورنہ ایسا کوئی بھی نہیں جس کے درجہ میں ہونا مجھے سب سے زیادہ پسند ہو۔

(د) حضرت ام المؤمنین جویریہ رضی اللہ عنہا کی تعریف میں فرماتی ہیں ان میں شیرینی و دل کشی پائی جاتی تھی کہ دیکھنے والے کے دل میں ان کی جگہ ہو جاتی تھی۔

نمبر15۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جن خصوصیت کا ذکر بطور فخر کرتیں تھیں ان میں سے ایک یہ فقرہ ہے۔
حضور ﷺ نے میرے گھر میں میری نوبت میں میرے سینے اور گلے کے درمیان وفات پائی اور آخر میں اللہ تعالیٰ نے میرے لعاب کو آنحضرت ﷺ کے لعاب کے ساتھ ملا دیا۔ وہ اس طرح کہ میرے بھائی عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ مسواک لے کر آئے۔ آپ ﷺ کو ضعف تھا۔ (یہ دیکھ کر کہ) آپ ﷺ مسواک فرمانا چاہتے ہیں۔ میں نے مسواک لے کر پہلے اپنے دانتوں میں نرم کی اور پھر حضور ﷺ کو کرا دی۔

نمبر16۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک قول ہے۔ کہ در جنت کو کھٹکھٹاؤ کھولا جائے گا۔ لوگوں نے کیونکر کھٹکھٹائیں فرمایا: بھوک اور پیاس کی برداشت سے جنت کے دروازے کھٹکھٹا سکتے ہیں۔

نمبر17۔ ایک بار ایک شخص نے سوال کیا میں اپنے آپ کو نیک کب سمجھوں۔ فرمایا جب تجھے اپنے برے ہونے کا گمان ہو جائے۔ اس نے کہا کہ اپنے آپ کو برا کب سمجھوں فرمایا! جب تو اپنے آپ کو نیک سمجھنے لگے۔

نمبر18۔ جنگ جمل کے خاتمے پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا کہ میری اور امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شکر رنجی ایسی ہی ہے جیسے عموماً بھاوج اور دیور میں ہو جاتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا بخدا یہی سچی بات ہے۔

نمبر19۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صداقت اور مودت حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی توثیق ترمذی کی حدیث عن جامع بن عمیر سے ہوتی ہے۔

Marfat.com

راوی نے کہا میں اپنی پھوپھی کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا ان سے سوال ہوا کہ عورتوں میں سب سے پیاری حضور ﷺ کو کون تھی۔ انہوں نے فرمایا حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا پھر سوال ہوا کہ مردوں میں کون تھا فرمایا شوہر حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا (تیسر الاصول فی جامع الاصول جلد ثانی ذکر فاطمہ رضی اللہ عنہا)

دوسری حدیث صحیح مسلم کی ہے "لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ" میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ، اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہما داخل ہیں۔

نمبر 20۔ حضرت بشر بن عقربہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ احد کے دن میرے والد شہید ہو گئے میں وہاں بیٹھا رو رہا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تو اس سے خوش نہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا تیری ماں اور میں تیرا باپ ہوں۔

نمبر 21۔ حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیمار ہو گئیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے اور کہا اے ام المومنین آپ رضی اللہ عنہا سچے پیش رو کے پاس جا رہی ہیں۔ رسول معظم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس (اس حدیث میں آپ رضی اللہ عنہا کی قطعی جنتی ہونے کی بشارت ہے) (صحیح بخاری مترجم جلد دوم باب 417 حدیث 965)

نمبر 22۔ ہشام نے اپنے والد عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی رسول ﷺ جب اپنی مرض وفات میں تھے تو اپنی ازواج کی باری پر ان کے یہاں تشریف لے جایا کرتے تھے اور پوچھتے تھے کہ کل میں کہاں رہوں گا۔ کل میں کہاں رہوں گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کو میرے گھر آنے کی خواہش تھی جب میری باری کا دن آیا تو آپ ﷺ کو سکون حاصل ہوا۔

(صحیح بخاری مترجم باب 417 جلد دوم، حدیث 968)

نمبر 23۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے مجھے ذات سلاسل نام جنگ میں امیر بنا کر بھیجا جب اس جنگ سے واپسی پر میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دریافت کیا لوگوں میں سے آپ ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون ہے فرمایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں نے عرض کیا۔ مردوں میں آپ ﷺ نے فرمایا۔ اس کے والد میں نے عرض کی ان کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا۔ عمر رضی اللہ عنہ پھر ترتیب وار کئی لوگوں کے نام لئے۔ (مسلم سوئم مترجم حدیث نمبر 6053)

مندرجہ بالا احادیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کے متعلق حوالے نمبر 1 تا 20 کتاب رحمۃ للعالمین، جلد دوم صفحہ 146 تا 157 نقل کئے گئے پھر مؤلف نے صحیح بخاری و مسلم سے جو احادیث مذکورہ بیان کی گئیں ان کی خود بخاری و مسلم کی کتب سے بعض احادیث تصدیق کی ہے جو کہ درست لکھی گئی ہے۔

حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بیان میں علماء کرام نے کافی بحث کی ہے کہ کون افضل ہے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا اور حضرت مریم سلام اللہ علیہا اپنا اپنا اظہار خیال کیا ہے اب مؤلف اس کے متعلق اپنے خیال کا اظہار کرتا ہے تو گزارش ہے کہ بعض نے لکھا ہے کہ حضرت مریم سلام اللہ علیہا پر وحی اتری ہے اور وہ نبیہ ہیں اسلئے وہ سب سے افضل ہیں کیونکہ نبیہ سے اوپر اور کسی کو فضیلت نہیں دی جا سکتی ہے تو میں (مؤلف) یہاں یہ عرض کروں گا کہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک کوئی عورت نبیہ نہیں ہو سکتی جس پر جمیع علماء کا اتفاق ہے۔

دوسری بات یہ ہے چونکہ حضور نبی کریم ﷺ اس لحاظ سے تمام کائنات میں حتیٰ کہ انبیاء اور ملائکہ سے بھی افضل ہیں۔ اس لیے آپ ﷺ کی ازواج و بنات اور والدہ ماجدہ رضوان اللہ علیہن بھی سب انبیاء کرام علیہم السلام کی ازواج و بنات اور ماؤں سے افضل اور اعلیٰ ہیں۔ حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت آسیہ علیہا السلام حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق درجات اور مرتبے بڑی شان والیاں ہیں ہم مانتے ہیں ان کا ایک حدیث کے حوالے سے ہی بعض لوگوں نے ان کی افضلیت کا ذکر بیان کر دیا۔ لیکن جو شمار احادیث اور آیات قرآنی حضور ﷺ کی ازواج پاک امہات المومنین و بنات النبی ﷺ کے متعلق وارد ہوئیں ہیں جن میں بعض کا بیان مذکورہ بالا میں ہو چکا ہے ان کے متعلق نہیں خیال کیا۔

Marfat.com

اب میں (مؤلف) یہ گزارش کروں گا کہ تمام جہان کی عورتوں سے افضل حضور ﷺ کی تمام ازواجِ مطہرات امہات المؤمنین اور بنات النبی ﷺ ہیں۔اور سیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا والدہ رسول اکرم ﷺ ہیں۔اور پھر ازواج مطہرات میں سے حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بنات میں سیّدہ طاہرہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور حضور ﷺ کی پیاری امی جان سیّدہ طاہرہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا ہیں۔اور حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، سیدہ طاہرہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور سیّدہ طاہرہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے متعلق خاموشی اختیار کرنی چاہیے۔وہ چاروں ایک دوسرے پر فضیلت میں ہم پلہ ہیں۔اس بارے میں اللہ تعالیٰ ہی بہتر طور پر جانتا ہے ہمارے لئے بحث میں احتیاط ہی کرنا بہتر ہے۔

ہاں ایک بات جو بزرگانِ دین اور علماء کرام میں سے کسی نے بیان نہیں کی اگر کی ہے تو میرے علم میں نہ ہے۔لیکن اس فقیر نے جو کہ بہت ہی ناقص علم اور کند ذہن رکھتا ہے اس قابل اپنے آپ کو نہیں سمجھتا کہ ایسی متبرک ہستیوں کے بارے کچھ بیان تحریر کرے لیکن سیّدہ طاہرہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا جو کہ کائنات کی جان اور اللہ تعالیٰ عزوجل کے بعد سب سے اعلیٰ وارفع اور ہر لحاظ سے سب سے اونچی شان اور مرتبے والے نبی کریم رؤف الرحیم، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین اور سب صفتوں کی اونچی سے اونچی شان کے مالک کی والدہ محترمہ رضی اللہ عنہا ہیں ان کا نام مبارک اپنی محبت اور عقیدت رسول ﷺ کی وجہ سے مبارک ہستیوں میں ذکر کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔لیکن یہ حقیقت بھی تب ہی درست سمجھی جائے گی جب حضور نبی کریم ﷺ بھی فقیر کو اپنی رحمت میں چھپالیں۔پس اللہ تعالیٰ عزوجل اور اسکے نبی محترم مکرم ﷺ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوں اور امید کرتا ہوں کہ اللہ کریم اور نبی کریم ﷺ میرے تمام گناہوں کو معاف فرمائیں گے اور اپنی رحمت کے سمندر میں سے کسی ادنیٰ سی جگہ پر چھپالیں گے۔آمین۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے سے پہلے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے نکاح کیا۔یہ حضرت قتادہ اور ابوعبیدہ کا قول ہے۔ابن قتیبہ وغیرہ نے اس کا ذکر نہیں کیا۔

کہا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (سے نکاح) کے بعد ان سے نکاح کیا۔

ان دونوں قولوں کو یوں جمع کیا جاسکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح، حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے پہلے کیا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے قرب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پہلے ہوا اور تزویج کا لفظ دونوں باتوں (نکاح اور رخصتی) پر بولا جاتا ہے اگرچہ ذہن عقد کی طرف جاتا ہے، رخصتی کی طرف نہیں، جب حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی عمر زیادہ ہوگئی تو نبی اکرم ﷺ نے ان کو طلاق دینے کا ارادہ فرمایا تو انہوں نے عرض کیا کہ ایسا نہ کریں اور انہوں نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دی تو نبی اکرم ﷺ نے ان کو روک لیا[1]۔

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کی والدہ شموس بنت قیس تھیں۔حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا ابتدائی دور میں اسلام لائیں۔آپ اپنے چچازاد سکران بن عمرو کے نکاح میں تھیں جو سہیل بن عمرو کے بھائی تھے اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہی ابتدائے اسلام میں اسلام قبول کر چکے تھے۔ان دونوں نے حبشہ کی طرف دوسری ہجرت میں شرکت کی۔جب مکہ مکرمہ واپس آئے تو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے خاوند انتقال کر گئے۔(طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۵۲) یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا وصال حبشہ میں ہوا۔(طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۵۳)

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کا انتقال شوال ۵۴ھ میں مدینہ طیبہ میں ہوا۔(طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۵۷) امام بخاری نے اپنی تاریخ میں صحیح

[1]......صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دی۔مسلم شریف میں ہے کہ جب آپ کی عمر زیادہ ہوگئی تو آپ نے نبی اکرم ﷺ سے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے کردی۔(صحیح بخاری جلد ۲ ص ۷۸۵، صحیح مسلم جلد اول ص ۴۷۳)
صحیح بخاری میں یہ بھی ہے کہ آپ نے نبی اکرم ﷺ کی رضاجوئی کے لیے ایسا کیا۔(صحیح بخاری جلد اول ص ۳۵۳ بحوالہ مواہب اللدنیہ جلد اول ص ۵۵۸)

Marfat.com

سند سے جو سعید بن ابی بلال رضی اللہ عنہا تک پہنچتی ہے، روایت کیا کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا انتقال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہوا۔ امام ذہبی نے تاریخ کبیر میں اس بات پر جزم لیا کہ ان کا انتقال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخر میں ہوا، ابن سید الناس نے فرمایا کہ یہی بات مشہور ہے۔ (مواہب اللدنیہ جلد اوّل ص ۵۵۸)

عزیز و اقارب

عبدالرحمٰن اور عبد ابنائے زمعہ باپ کی طرف سے ان کے بھائی ہیں اور قرظہ بن عبد عمرو ان کا بھائی ماں کی جانب سے ہے۔

مالک بن زمعہ ان کا برادر شفیق ہے وہ قدیم الاسلام ہیں۔ انہوں نے بھی مع زوجہ ہجرت حبشہ کی تھی۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا ام المومنین کے درجہ پر فائز ہونے کا سبب اصلی ان کا اور ان کے خاندان کا قدیم الاسلام ہونا اور اسلام کے لیے ہجرت حبش کرنا تھا۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا محاسن اخلاق اور مکارم افعال میں ابتدا ہی سے معروف تھیں۔ انہوں نے آخر خلافت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں وفات پائی۔

کتب احادیث میں ان سے پانچ احادیث مروی ہیں۔ صحیح بخاری میں ایک، سنن اربعہ میں چار (رحمۃ اللعالمین جلد دوم صفحہ 144)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

(مواہب اللدنیہ جلد اوّل سے نقل کیا جاتا ہے)

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ام رومان[1] (نام زینب) بحوالہ ماہنامہ وائس آف انقلاب ص ۹ مارچ ۲۰۱۱ء) بنت عامر ابن عویمر بن عبد شمس تھیں۔ اور ان کا تعلق بنو غنیم بن مالک بن کنانہ سے تھا۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے منسوب تھیں نبی اکرم ﷺ نے منگنی کا پیغام دیا (کیونکہ آپ ﷺ کو اس سے پہلے پیغام کا علم نہیں تھا یا اس کی ممانعت نہ تھی اور مہر بھی عطا فرمایا جیسا کہ ابن اسحاق نے کہا ہے۔ یہ مہر چار سو درہم تھا۔ آپ سے نکاح نبوت کے دسویں سال شوال کے مہینے میں ہجرت سے تین سال پہلے ہوا، اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی اور آپ ﷺ کی رخصتی مدینہ طیبہ میں شوال سنہ ۲ھ میں ہوئی۔ اس وقت ہجرت کے اٹھارویں مہینے کا آغاز تھا اور آپ ﷺ کی عمر نو سال تھی۔ (طبقات ابن سعد بن جلد ۸ ص ۵۸) یہ بھی کہا گیا کہ نبی اکرم ﷺ کی تشریف آوری کے سات مہینے بعد رخصتی ہوئی۔

امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا: وہ فرماتی ہیں نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے نکاح کیا تو میری عمر چھ سال تھی، پھر ہم مدینہ طیبہ آئے تو بنو حارث بن خزرج میں اترے۔ مجھے تیز بخار ہو گیا، جس سے میرے بال ٹوٹنے لگے۔ میری ماں ام رومان میرے پاس آئیں اور میں اپنی سہیلیوں کے ہمراہ ایک کھلونا پنگھوڑے میں تھی۔ انہوں نے مجھے آواز دی تو میں ان کے پاس آئی۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ مجھ سے کیا چاہتی ہیں۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا حتیٰ کہ مجھے دروازے پر کھڑا کر دیا، میرا سانس پھولا ہوا تھا، جب میں پرسکون ہوئی انہوں نے کچھ پانی لے کر میرے چہرے اور سر پر ڈالا، پھر گھر کے اندر لے آئیں تو گھر میں انصار کی کچھ خواتین تھیں۔ انہوں نے کہا خیر و برکت پر ہو۔

میری ماں نے مجھے ان کے حوالے کر دیا تو انہوں نے مجھے تیار کیا۔ مجھے کوئی خوف نہ تھا، مگر چاشت کے وقت نبی اکرم ﷺ تشریف لائے۔ میری والدہ نے مجھے آپ ﷺ کے حوالے کر دیا اور اس وقت میری عمر نو سال تھی۔ (صحیح مسلم جلد اول ص ۵۶، صحیح بخاری جلد اول ص ۵۵۱)

اسے ابو حاتم نے الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ نقل کیا ہے۔

حضرت ابو عمر فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح بھی شوال میں کیا اور شب زفاف بھی شوال میں ہوئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس بات کو پسند کرتی تھیں کہ ان کے خاندان اور دوسرے تعلق دار لوگوں کی خواتین اپنے خاوندوں کے پاس شوال کے مہینے میں جائیں۔

---

[1] ..... نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص حوروں میں سے کسی عورت کو دیکھنا چاہے، وہ حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا کو دیکھ لے۔

Marfat.com

نبی اکرم ﷺ کو اپنی تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ محبت تھی اور وہ جب بھی کسی چیز کی خواہش کرتیں، آپ ﷺ اس کو پورا فرماتے اور ایک سفر میں جب آپ ﷺ نے ان کو نہ پایا تو فرمایا: ہائے میری دلہن! یہ روایت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہے۔

صحیح بخاری و مسلم میں ہے نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا:

میں نے تین راتیں تمہیں خواب میں دیکھا، ایک فرشتہ تجھے ریشمی کپڑے کے ایک ٹکڑے میں لایا اور کہا کہ آپ ﷺ کی بیوی ہیں، پس اس نے تمہارے چہرے سے پردہ ہٹایا تو میں نے کہا، اگر یہ بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو وہ اسے پورا کرے گا۔

(صحیح بخاری جلد اول ص ۵۵۱، صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۸۵)

ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صورت ایک سبز ریشمی کپڑے میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں لائے اور عرض کیا کہ یہ دنیا اور آخرت میں آپ ﷺ کی زوجہ ہیں۔ (جامع ترمذی جلد ۲ ص ۲۲۸)

اور انہی کی ایک دوسری روایت میں ہے حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے آپ کا نکاح کیا اور ان کے پاس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تصویر تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کے پاس نو سال رہیں اور جب نبی اکرم ﷺ کا انتقال ہوا تو ان کی عمر اٹھارہ سال تھی۔

(طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۶۰)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے عزیز و اقارب

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ام رومان (نام زینب قبیلہ غنم بن مالک بن کنانہ سے تعلق ہے) کنانیہ ہیں۔ جن کا انتقال رمضان میں ہوا تھا۔ نبی اکرم ﷺ ان کی قبر میں خود اترے تھے۔ اور یہ فرمایا تھا الٰہی تجھ سے پوشیدہ نہیں کہ ام رومان نے تیرے لیے اور تیرے رسول ﷺ کے لیے کیا کچھ برداشت کیا ہے۔ نیز فرمایا: اگر کوئی شخص حوران جنت میں سے کسی عورت کا دیکھنا پسند کرتا ہے تو وہ ام رومان کو دیکھ لے۔

1۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما ان کے حقیقی بھائی ہیں۔ بہادران عرب میں سے تھے جنگ یمن میں فتح گویا ان ہی کی شجاعت سے ہوئی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے صحابہ کے سامنے جن میں امام حسین علیہ السلام اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بھی تھے جب ولی عہدی یزید کا ذکر کیا تو انہی نے جواب میں لکھا تھا۔ کیا یہ بھی دنیا کی سلطنت ہے کہ جب کسریٰ مر گیا تو دوسرا اس کی جگہ کسریٰ بن بیٹھا۔ بخدا ہم ایسا کبھی نہیں کریں گے حضرت عبدالرحمٰن کا بیٹا بھی صحابی ہے اسطرح ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خاندان میں چار نسلیں صحابی ہیں اور یہ وہ شرف ہے جو کسی دوسرے صحابی کو حاصل نہیں۔

2۔ طفیل بن سنجرہ ان کا اخیافی بھائی ہے۔

3۔ عبداللہ بن فضالہ رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا پدر رضائی تھا۔ ابا عائشہ رضی اللہ عنہا کنیت رکھتا تھا قاضی بصرہ ہو گیا تھا عبداللہ اور فضالہ رضی اللہ عنہما دونوں صحابی تھے۔

4۔ ان کی علاتی بہن اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا ذات النطاقین ہیں۔ ان کا اسلام 12 شخصوں کے بعد تھا۔ قریباً سو سال کی عمر میں (بماہ جمادی الاول ۷۳ھ) وفات پائی۔ زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی بیوی اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں)۔

5۔ ان کے علاتی بھائی عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں جو غزوہ حنین میں زخمی ہو کر اور کچھ عرصہ بیمار رہ کر فوت ہوئے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے جو فرمان عیسائیوں نجران کو ان کے حقوق کے متعلق دیا تھا اس کے کاتب یہی عبداللہ بن ابی ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے (کتاب الخراج میں 41 صفحہ قاضی القضات ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ولادت 113ھ) اور وفات 182ھ ان کی ایک بہن اور ہیں جو اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھیں۔ یہ وفات صدیق رضی اللہ عنہ سے چند ماہ بعد پیدا ہوئی تھیں۔

Marfat.com

6۔ان ہی کے علاتی بھائی محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں جو ربیب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں ان کو حاکم مصر بنایا تھا۔

7۔حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایک لونڈی بریرہ رضی اللہ عنہا تھیں عبدالملک بن مروان کا بیان ہے کہ سلطنت ملنے سے پیشتر وہ مدینہ میں بریرہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھا کرتا تھا اور بریرہ رضی اللہ عنہا مجھ سے کہا کرتی تھی کہ عبدالملک! تجھ میں کچھ خصلتیں اچھی ہیں اور میں سمجھتی ہوں کہ تو سلطنت کے شایان ہے پس اگر تو صاحب سلطنت ہو گیا تو خون ریزی سے بچنا کیونکہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کوئی شخص جنت کے قریب پہنچ جائے گا حتیٰ کہ اسے دیکھنے لگے گا پھر اسے داخل ہونے سے روک دیا جائے گا کیونکہ اس نے مسلمانوں کا بہت سا خون بے وجہ کیا ہوگا۔

(رحمۃ للعالمین جلد دوم صفحہ 155)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی کنواری عورت سے شادی نہیں کی۔آپ رضی اللہ عنہا فقہ کی بہت بڑی عالمہ اور فصاحت کی دولت سے مالا مال تھیں۔نیز آپ رضی اللہ عنہا نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بکثرت احادیث روایت کی ہیں۔آپ عرب کی تاریخ اور اشعار کی بھی عالمہ تھیں۔صحابہ کرام اور تابعین کی بہت بڑی جماعت نے آپ رضی اللہ عنہا سے احادیث روایت کی ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہا کے لیے دو راتیں مقرر کی رکھی تھیں۔ایک ان کی اپنی اور دوسری حضرت سودہ رضی اللہ عنہا والی رات کیونکہ جب حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بوڑھی ہو گئیں تو انہوں نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دی جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

باقی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے لیے ایک ایک رات تھی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس تشریف لے جاتے تو سب سے آخر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف فرما ہوتے۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ۵۷ھ میں ہوا۔واقدی نے کہا ہے کہ ۵۸ھ کے ماہ رمضان المبارک کی سترہ راتیں گزر چکی تھیں۔

اس وقت آپ کی عمر چھیاسٹھ سال تھی۔آپ رضی اللہ عنہا نے وصیت فرمائی تھی کہ آپ رضی اللہ عنہا کو رات کے وقت جنت البقیع میں دفن کیا جائے۔نماز جنازہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی تھی،اس وقت حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی حکومت تھی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں مروان کے نائب تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کنیت ام عبداللہ تھی۔(طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۸۶) ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ رضی اللہ عنہا کا ایک حمل ضائع ہوا۔لیکن یہ بات ثابت نہیں،صحیح بات یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کی یہ کنیت حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ہے اور وہ آپ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے۔جب ان کی ولادت ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے منہ میں اپنا لعاب مبارک لگایا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا یہ عبداللہ ہے اور تم ام عبداللہ ہو۔آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں' پس ہمیشہ میری یہی کنیت رہی اور میرے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔یہ روایت ابوحاتم نے نقل کی ہے۔

(طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۶۶)

حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں اور ان کی والدہ زینب بنت مظعون تھیں۔وہ اسلام لائیں اور ہجرت کی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد نکاح میں آنے سے پہلے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا،حضرت خنیس بن حذافہ سہمی کے نکاح میں تھیں اور ان کے ساتھ ہجرت بھی کی۔حضرت خنیس غزوۂ اُحد کے بعد انتقال کر گئے تھے۔(طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۸۱)

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا شرف زوجیت

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے خاوند حضرت خنیس رضی اللہ عنہ میدان اُحد میں پہنچے وہاں خوب اپنی جاں نثاری کے جوہر دکھائے۔زخمی ہو کر مدینہ واپس

Marfat.com

آئے وہ زخم اتنے گہرے تھے کہ ان سے جانبر نہ ہوسکے اور انہی زخموں کی وجہ سے کچھ عرصہ بعد وفات پا گئے۔ ان کی وفات سے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہوگئیں۔ ابھی ان کا عنفوان شباب تھا عمر مبارک صرف اٹھارہ سال تھی والدین کے لیے اس عمر میں بچی کا بیوہ ہونا بڑا المناک سانحہ تھا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بڑے صبر سے اس صدمہ کو برداشت کیا چھ سات ماہ کا عرصہ گزر گیا تو آپ رضی اللہ عنہ کو خیال ہوا کہ کسی موزوں شخص کے ساتھ ان کا نکاح کر دینا ضروری ہے آپ نے مسئلہ پر بڑا غور وخوض کیا۔ آخر یہ سوچ کر قدرے سکون محسوس کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو میں یہ رشتہ پیش کرتا ہوں اور وہ یہ پیشکش قبول کرلیں تو ان سے بہتر ان کی لخت جگر کے لیے وجہ تسکین کون ہوسکتا ہے یہ سوچ کر آپ رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور اپنی جواں سال بیٹی کے بیوہ ہونے کا تذکرہ کیا آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی بات کو بڑی توجہ سے سنا۔ پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہا اگر آپ رضی اللہ عنہ اس کو اپنی زوجیت میں قبول کرلیں تو ہم سب کے لیے باعث تسکین ہوگا۔ انہیں یقین تھا کہ ایسی پاک نہاد اور عبادت گزار بچی کا رشتہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فوراً قبول کرلیں گے لیکن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مکمل سکوت اختیار کرلیا آپ رضی اللہ عنہ کو اس سکوت سے بہت دکھ ہوا۔ معاً خیال آیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اہلیہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوچکا ہے انہیں کیوں نہ یہ رشتہ پیش کیا جائے یہ سوچ کر آپ رضی اللہ عنہ سیدھے ان کے گھر گئے اپنی آمد کا مدعا بیان کیا آپ رضی اللہ عنہ نے سوچنے کے لیے کچھ روز کی مہلت طلب کی اس مہلت کے اختتام پر آپ رضی اللہ عنہ پھر گئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صاف الفاظ میں معذرت کردی اور کہا میں ابھی شادی کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔

اپنے دو قریبی دوستوں کا جواب سن کر آپ رضی اللہ عنہ کو بہت رنج ہوا اور آپ رضی اللہ عنہ دونوں کی شکایت کرنے کے لیے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے سارا ماجرا عرض کیا آخر میں کہا یا رسول ﷺ! کیا حفصہ رضی اللہ عنہا! جیسی جواں سال، متقی، عبادت گزار کے رشتہ کی پیشکش کو یوں مسترد کرنا مناسب ہے۔

سرور عالم اپنے عزیز دوست کی پریشانی میں مسکرا دیئے فرمایا کہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ وہ شادی کرے گا۔ جو عثمان سے بہتر اور اعلیٰ ہے اور عثمان رضی اللہ عنہ اس سے شادی کرے جو حفصہ رضی اللہ عنہا سے برتر اور افضل ہے۔

يتزوج حفصة من هو خير من عثمان ويتزوج عثمان من هي خير من حفصة.

یہ مژدۂ جانفزا سن کر آپ جلدی سے اٹھے تا کہ اپنی سوگوار بچی اور اپنے دونوں دوستوں ابوبکر اور عثمان (رضی اللہ عنہما) کو یہ مسرت آگیں خبر سنائیں۔

سب سے پہلے آپ رضی اللہ عنہ کی ملاقات حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے ہوئی فرط مسرت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چہرے کو چمکتے ہوئے دیکھ کر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سمجھ گئے اور مبارک دی اور فرمایا:

لا تجد علي يا عمر فان رسول الله ﷺ ذكر حفصة فلم اكن لافشي سر رسول الله ﷺ ولو تركها لتزوجتها.

ترجمہ: ''اے عمر! مجھ پر ناراض نہ ہو حضور ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کی بچی کا ذکر کیا تھا۔ میں حضور ﷺ کے راز کو افشا نہیں کرسکتا تھا، اگر حضور ﷺ اس کے ساتھ شادی نہ کرتے تو میں ضرور شادی کرتا''۔

آپ آٹھ سال تک حضور ﷺ کی زوجیت میں رہ کر شرف خدمت حاصل کرتی رہیں سرور عالم ﷺ کے وصال پُر ملال کے بعد اسی حجرہ مبارکہ میں اپنی ساری عمر درویشانہ طریقہ پر عبادت الٰہی اور کتاب الٰہی کی تلاوت میں گزار دی۔

واقدی کے قول کے مطابق آپ نے ماہ شعبان ۴۵ ہجری میں دار فانی سے رخت سفر باندھا اور اپنے آقا و مولا ﷺ کی بارگاہ عالی میں باریاب ہوئیں۔ وفات کے وقت آپ کی عمر مبارک ساٹھ سال تھی[1]۔ (ضیاء النبی جلد دوم ص ۵۷۲، ۵۷۴)

---

[1] تاریخ الخمیس، جلد ا، صفحہ ۴۱۶ تراجم سیدات بیت نبوت، صفحہ ۳۰۰-۳۰۲

Marfat.com

آپ ﷺ نے ان کو ایک طلاق دی اور پھر رجوع کر لیا کیونکہ آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی کہ آپ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے رجوع کریں۔ یہ زیادہ روزے رکھنے والی اور عبادت کے لیے قیام کرنے والی ہیں اور یہ جنت میں آپ کی بیوی ہوں گی۔ (طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۸۴)

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے صحابہ کرام اور تابعین رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے احادیث روایت کی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کا انتقال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں شعبان ۴۵ ھ میں ہوا۔ (طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۸۶) یہ بھی کہا گیا کہ ۴۱ھ میں ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر ساٹھ سال تھی (طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۸۶) اور کہا گیا ہے کہ آپ کا وصال حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہوا۔ (مواہب اللدنیہ جلد دوم ص ۵۶۱)

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے عزیز و اقارب

۱- حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جو اشہر المشاہیر فی الاسلام ہیں، ان کے والد بزرگوار ہیں۔

۲- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ان کے برادر شفیق ہیں۔ ان کا انتقال ۷۳ھ میں مکہ میں ہوا تھا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ۲۲۱۰ حدیثیں مروی ہیں۔

۳- حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی والدہ زینب بنت مظعون رضی اللہ عنہا ہیں جو نہایت قدیم الاسلام تھیں۔ انہوں نے قبل از ہجرت مکہ میں وفات پائی تھی۔ ان کا سلسلہ نسب نبی کریم ﷺ سے کعب میں شامل ہو جاتا ہے اور ان کی نانی کا سلسلہ نسب بھی کعب میں شامل ہوتا ہے۔

۴- ان کے ماموں عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ ہیں۔ ۱۳ کس کے بعد اسلام میں داخل ہوئے۔ ذوالہجرتین ہیں مہاجرین میں سے مدینہ میں سب سے پہلے ان کا انتقال ہوا تھا نبی ﷺ نے کفنانے کے بعد ان کی پیشانی پر بوسہ دیا تھا۔ اور اپنے فرزند ابراہیم علیہ السلام کی قبر کے پاس ان کی قبر بنا کر فرمایا تھا۔ الحق بالسلف الصالح منا۔ (رحمۃ اللعالمین جلد دوم صفحہ 159)

آپ رضی اللہ عنہا کے دیگر بہن بھائیوں کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے جن کی مائیں مختلف ہیں۔ ۱- عبدالرحمٰن الاکبر یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کے سگے بھائی ۲- زید الاکبر ۳- حضرت عاصم ۴- زید الاصغر ۵- عبیداللہ ۶- عبداللہ ۷- عبدالرحمٰن الاوسط ۸- عبدالرحمٰن اصغر ۸- عیاض بن عمر ۹- رقیہ زید الاکبر کی سگی بہن ۱۰- فاطمہ ان کی شادی اپنے چچازاد عبدالرحمٰن بن زید بن خطاب سے ہوئی۔ ۱۱- زینب ان کی شادی عبداللہ بن عبداللہ بن سراقہ عدوی سے ہوئی۔ (ریاض النظرہ جلد دوم ص ۳۴۵، ۳۵۰)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نام ہند ہے۔ رملہ بھی کہا گیا لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ ان کی والدہ عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ تھیں۔ یہ عاتکہ بنت عبدالمطلب نہیں ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نکاح میں آنے سے پہلے وہ ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے خاوند رضی اللہ عنہ سب سے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے ہیں، وہاں ان کے ہاں زینب پیدا ہوئیں اور اس کے بعد ان سے سلمہ، عمر اور درہ کی پیدائش ہوئی۔ (طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۸۷)

کہا گیا کہ آپ پہلی مسافر خاتون تھیں جو مدینہ طیبہ میں بطور مہاجرہ داخل ہوئیں اور کہا گیا کہ وہ کوئی دوسری خاتون تھیں۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ ۴ھ میں فوت ہوئے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سنہ ۳ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ سے سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ کہے:

اللھم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیر امنھا۔

ترجمہ: ''یا اللہ! مجھے میری مصیبت میں اجر عطا فرما اور مجھے اس کا نعم البدل عطا فرما''۔ تو اللہ تعالیٰ اس سے بہتر عطا فرماتا ہے۔

(سنن ابوداؤد جلد ۲ ص ۸۹)

Marfat.com

(فرماتی ہیں) جب حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو میں نے کہا ابوسلمہ سے اچھا مسلمان کون ہوگا؟

پھر میں نے یہ کلمات (مذکورہ بالا) کہے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اُن کی جگہ رسول ﷺ عطا فرمائے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے میرے پاس حاطب بن ابی بلتعہ کو بھیج کر نکاح کا پیغام دیا۔ (صحیح مسلم جلد اول ص ۳۰۰)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا تو انہوں نے انکار کر دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پیغام نکاح دیا تو بھی انکار کر دیا پھر نبی اکرم ﷺ نے پیغام بھیجا تو آپ رضی اللہ عنہا نے خوش آمدید کہتے ہوئے کہا کہ مجھ میں تین عادتیں ہیں۔ میں سخت غیرت مند عورت ہوں، میں بال بچے دار عورت ہوں اور یہاں میرا کوئی رشتہ دار نہیں جو میرا نکاح کر دے۔ اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم ﷺ کی وجہ سے اتنا سخت غصہ آیا، جو اپنے پیغام نکاح کے رد ہونے پر بھی نہیں آیا تھا۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا جو کچھ تم نے اپنی غیرت کے بارے میں ذکر کیا ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں وہ اسے دور کر دے گا اور جو کچھ تم نے بچوں کے بارے میں کہا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے لیے کافی ہے جو کچھ تم نے اپنے سرپرستوں کے بارے میں ذکر کیا ہے تو تمہارا کوئی ولی (سرپرست) مجھے ناپسند نہیں کرے گا، چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ سے میرا نکاح کر دو تو انہوں نے آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دیا۔

''السمصا الثمین'' کے مصنف (محب طبری) نے کہا کہ اس انداز میں یہ حدیث ہدبہ بن خالد نے روایت کی ہے اور صاحب ''الصفوہ'' نے بھی روایت کی ہے امام احمد اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا کچھ حصہ نقل کیا اور صحیح بخاری میں یہ معنوی طور پر مروی ہے[1]۔

اس میں اس بات پر دلالت ہے کہ بیٹا (ماں کا) نکاح کر سکتا ہے اور ہمارے نزدیک (شافعی مسلک والوں کے نزدیک) انہوں نے عصبہ ہونے کی وجہ سے نکاح کر دیا کیونکہ وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے چچازاد بھائی کا بیٹا تھا۔ اس لیے کہ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ عبداللہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ ہیں۔ اور ام سلمہ ہند بنت سہیل بن مغیرہ بن عبداللہ ہیں اور اس (بھتیجے) کے علاوہ ان کا کوئی عصبہ موجود نہ تھا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا حسین خواتین میں سے تھیں۔ جس سال حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ اس سال نبی اکرم ﷺ نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور ابھی شوال کی کچھ راتیں باقی تھیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ۵۹ھ میں ہوا۔ ایک قول کے مطابق ۶۲ھ میں ہوا لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۹۶) کہا گیا ہے کہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ ان وقت آپ کی عمر چوراسی سال تھی۔ (مواہب لدنیہ مقصد ثانی ص ۵۶۱، ۵۶۲)

حضرت ام سلمیٰ (ہند) ام المومنین رضی اللہ عنہا کے اقارب

نمبر ۱: عمر بن ابوسلمہ رضی اللہ عنہ ۲ ہجری میں پیدا ہوئے تھے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی جانب سے فارس اور بحرین کے حاکم رہے۔ ۸۳ھ میں وفات پائی۔ سعید بن مسیب اور ابوامامہ بن سہیل اور عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ان سے احادیث کی روایت کی ہے۔

۲۔ سلمہ رضی اللہ عنہا بن ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نبی اکرم ﷺ نے امامہ بنت امیر حمزہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دیا تھا۔ انہوں نے عبدالملک کے عہد میں وفات پائی۔

۳۔ زینب بنت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح عبداللہ بن زمعہ بن الاسود الاسدی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا تھا۔ یہ اپنے زمانہ میں سب عورتوں سے زیادہ

[1] حنفی فقہ کے مطابق ولی اقرب موجود نہ ہو تو ولی بعد (دور کی ولی) نکاح کرا سکتا ہے۔ نیز بالغہ عورت خود بھی اپنا نکاح کر سکتی ہے احناف کے نزدیک اس کے لیے ولی کا ہونا شرط نہیں۔ لیکن کفو میں نکاح کرنا ہوگا۔ ورنہ ولی اعتراض کر سکتا ہے۔ ۱۲ ہزاروی

Marfat.com

فقیہہ تھیں۔ اور ان کی ولادت ملک حبش میں ہوئی تھی جب ان کے والدین ہجرت حبش کر کے مکے سے گئے تھے ان کا یہ بیان ہے کہ یہ ابھی بچی ہی تھیں۔ کہ نبی اکرم ﷺ غسل فرما رہے تھے یہ حضور ﷺ کے قریب پہنچ گئیں۔ نبی اکرم ﷺ نے پیار سے ان کے منہ پر پانی کے چھینٹے چھینکے۔ جس کی یہ برکت ہوئی کہ ان کے چہرے کی رونق اور تازندگی شباب جیسی ہی قائم رہی۔ یوم الحرہ میں ان کے دونوں بیٹے مارے گئے تھے۔ دونوں کی لاشیں ان کے سامنے رکھی ہوئی تھیں۔ زینب رضی اللہ عنہا نے کہا۔ ان دونوں کا مرنا میرے لیے بڑی مصیبت ہے لیکن ایک کی مصیبت دوسرے کی مصیبت سے بڑھ کر ہے۔ پہلا تو گھر میں رہا اور اس نے جنگ سے اپنے ہاتھ کو روکا اور مظلوم مارا گیا۔ مجھے امید ہے کہ اسے جنت ملے گی۔ دوسرے لڑکے نے ہاتھ نکالا اور مارا گیا۔ اب میں یہ نہیں کہہ سکتی کہ اس کا انجام کیا ہوگا اور یہی وہ امر ہے جسے میں مصیبت عظمیٰ سمجھتی ہوں۔

۴- ام کلثوم بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث موسیٰ بن عقبہ نے روایت کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے نجاشی کی موت اور اپنی مرسلہ ہدایا کی واپسی کی پیشین گوئی فرمادی تھی۔

۵- درہ بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا ذکر صحیح بخاری میں ہے کہ ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا تھا کہ کیا حضور ﷺ درہ سے نکاح کرنے والے ہیں۔ فرمایا: اگر وہ میری ربیبہ بھی نہ ہوتی تب بھی وہ حلال نہ تھی/ اس کا باپ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ تو میرا دودھ کا بھائی تھا۔

۶- زہیر، عامر، عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں۔

۷- عبداللہ دمعبد برادر زادے اور عبداللہ بن زمعہ بھانجے ہیں۔ (رحمۃ للعالمین جلد دوئم ص ۱۷۶)

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا اسم گرامی رملہ تھا۔ آپ ابوسفیان بن صخر بن حرب کی صاحبزادی تھیں۔ کہا گیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کا نام ہند تھا لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ صفیہ بنت ابوالعاصی (بن امیہ) تھیں۔ اور یہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی پھوپھی تھیں)۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا عبیداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں اور اس نے آپ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حبشہ کی طرف دوسری ہجرت میں شرکت کی۔ پھر وہ نصرانی ہو کر اسلام سے مرتد ہو گیا اور وہیں اس کی موت واقع ہوئی۔ لیکن حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اسلام پر قائم رہیں۔ (طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۹۶)

نبی اکرم ﷺ کا ان سے کب اور کہاں نکاح ہوا؟ اس بارے میں اختلاف ہے۔ اس سلسلے میں کہا گیا کہ حبشہ کی سرزمین میں سنہ ۶ ہجری میں آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا۔ ایک روایت میں ہے نبی اکرم ﷺ نے عمرو بن امیہ ضمری کو نجاشی کی طرف بھیجا کہ وہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ کے نکاح کا پیغام دے۔ پس نجاشی (بادشاہ) نے ان کا نبی اکرم ﷺ سے نکاح کیا اور اپنی طرف سے چار سو دینار حق مہر ادا کر کے ان کو حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیج دیا۔ (طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۹۹)

ایک روایت میں ہے کہ نجاشی نے اپنی لونڈی ابرہہ کو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا۔ اس لونڈی نے کہا کہ بادشاہ کہتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے مجھے لکھا ہے کہ میں آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح رسول اکرم ﷺ سے کر دوں چنانچہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے حضرت خالد بن سعید بن عاصی کو بلا کر اپنا وکیل بنایا اور اس خوشی میں ابرہہ لونڈی کو چاندی کے دو کنگن اور کچھ انگوٹھیاں دیں۔

جب شام کا وقت ہوا تو نجاشی نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور دیگر مسلمانوں کو جو وہاں موجود تھے، حکم دیا کہ حاضر ہوں وہ لوگ جمع ہوئے تب نجاشی نے یوں خطبہ دیا:

الحمد للّٰہ الملك القدوس السلام المؤمن المهيمن العزيز الجبار، اشهد ان لا اله الا اللّٰه واشهد ان محمدًا عبدهٗ ورسولهٗ، ارسله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون.

ترجمہ: "تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو بادشاہ ہے، پاک، سلامتی، امن دینے والا، حفاظت کرنے والا، عزت والا اور عظمت

Marfat.com

والا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں بے شک حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس نے آپ ﷺ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اس (دین) کو تمام دینوں پر غالب کر دے، اگرچہ مشرک ناپسند کریں''۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد! میں نے اس بات کو قبول کیا، جس کی طرف رسول اللہ ﷺ نے دعوت دی۔

اور میں نے نبی اکرم ﷺ کی طرف سے حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کو چار سو دینار سونا بطور مہر دیا، پھر وہ دینار حاضرین کے سامنے رکھ دیئے۔

اس کے بعد (اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کے وکیل) حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے یوں خطبہ پڑھا۔

ترجمہ: ''تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں میں اس کی تعریف کرتا ہوں اور اس سے مدد مانگتا ہوں اور اس سے بخشش طلب کرتا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور بے شک حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اس نے آپ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کر دے۔ اگرچہ مشرک ناپسند کریں''۔

''حمد وصلوٰۃ کے بعد! میں نے اس بات کو قبول کیا جس کی طرف نبی اکرم ﷺ نے دعوت دی ہے اور میں نے ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ ﷺ کا نکاح کیا، اللہ تعالیٰ رسول اکرم ﷺ کو ان میں برکت عطا فرمائے پھر وہ دینار خالد بن سعید کو دے دیئے گئے اور انہوں نے ان کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ پھر لوگوں نے اٹھنے کا ارادہ کیا تو نجاشی بادشاہ نے کہا، بیٹھو! کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے کہ نکاح کے بعد کھانا کھایا جائے، چنانچہ اس نے کھانا منگوایا تو سب نے کھانا کھایا اور پھر چلے گئے۔ (طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۹۷)

یہ روایت صاحب صفوۃ نے نقل کی جیسا کہ طبری نے کہا ہے اور یہ واقعہ ہجرت کے ساتویں سال ہوا۔ (طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۹۹)

ابوعمر نے کہا ہے کہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کس نے کیا۔ ایک روایت میں سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، دوسری روایت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے اور اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا اُن کی پھوپھی زاد تھیں۔

امام بیہقی نے ذکر کیا کہ ان کا نکاح خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ نے کیا اور وہ ان کے والد کے چچا زاد بھائی کے بیٹے تھے۔

اگر مذکورہ تاریخ کو صحیح قرار دیا جائے تو یہ بات صحیح قرار نہیں پاتی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کا نکاح کیا ہو کیونکہ آپ سنہ ۲ ھ میں بدر سے پہلے حبشہ سے واپس تشریف لائے تھے۔

حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد ابوسفیان ان کے نکاح کے وقت بحالت شرک مکہ مکرمہ میں تھے اور نبی اکرم ﷺ سے ان کی لڑائی چل رہی تھی۔

یہ بھی کہا گیا کہ ان کا نکاح حبشہ سے واپسی کے بعد مدینہ طیبہ میں ہوا، لیکن پہلی بات مشہور ہے۔

حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کا وصال ۴۴ ھ میں ہوا۔ (طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۱۰۰) ایک قول کے مطابق ۴۲ ھ میں ہوا۔

(حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا بیان مواہب اللدنیہ جلد اول ص ۵۶۳، ۵۶۴ سے نقل کیا گیا)

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا (رملہ) اُم المؤمنین کے عزیز و اقارب

ابوسفیان رضی اللہ عنہ صخر بن حرب ان کا باپ ہے جو ابتداء میں مشہور دشمن اسلام اور جاہلیت میں مشہور سرداران قریش میں سے تھا غزوہ احد میں بھی کافروں کی فوج کا سردار تھا اور غزوہ خندق میں بھی قریش اور خلفائے قریش اس کے ماتحت تھے، قریش کا سب سے بڑا نشان جس کا نام عقاب تھا وہ اس کے خاندان اور اسی کے پاس ہوا کرتا تھا۔ فتح مکہ سے ایک دو روز پہلے مسلمان ہوئے۔ پھر جنگ حنین اور طائف میں ہمرکاب نبوی ﷺ حاضر

Marfat.com

ہوئے۔ جنگ یرموک میں نہایت استقامت دکھائی اور رومیوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کو کمال دلیری اور جرات سے بڑھاتے رہے۔ ۳۳ھ میں بعمر ۹۴ سال وفات پائی۔ ولادت عام الفیل سے دس سال پہلے کی تھی ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے سگے بھائی یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ ہیں جو یزید الخیر کے نام سے مشہور ہیں فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے تھے اور عہدہ الاسلام سے مشرف تھے فتح شام کے لیے جن سرداروں کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مامور کیا تھا۔ ان میں سے یہ بھی تھے۔ انہوں نے ۱۹ھ میں دمشق میں وفات پائی۔ اس وقت کل شام کے حاکم یہی تھے۔ ام المؤمنین کے بھائی دوسری ماں سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے جنہوں نے ۲۰ سال تک شام کی امارت ماتحت خلافت اور پھر ۱/۲-۱۹ سال تک شام کی سلطنت کے حکمران تھے۔ یہ سلطنت بنی امیہ کے بانی تھے۔ ۲۲ رجب ۶۰ھ کو ۸۲ سال کی عمر میں وفات پائی۔ حبیبہ بنت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی ربیبہ ہیں حبش سے والدہ کے ساتھ آئی تھیں ان کی زندگی کا کوئی خاص واقعہ نہیں ملا۔ (رحمۃ للعالمین جلد دوئم صفحہ 175)

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

اُم المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام امیمہ تھا جو حضرت عبدالمطلب بن ہاشم کی بیٹی تھیں (نبی اکرم ﷺ کی پھوپھی تھیں)۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے کیا اور وہ ان کے ہاں ایک عرصہ تک رہیں، پھر انہوں نے ان کو طلاق دے دی۔

جب ان کی عدت ختم ہوگئی تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ سے فرمایا جا کر ان کے سامنے میرا ذکر کرو۔ وہ فرماتے ہیں: میں ان کے پاس گیا اور میں نے اپنی پیٹھ دروازے کی طرف کرتے ہوئے کہا: اے زینب! مجھے رسول اکرم ﷺ نے بھیجا ہے وہ آپ ﷺ کو یاد کرتے ہیں۔ (آپ ﷺ کو حبالہ عقد میں لانا چاہتے ہیں) اُنہوں نے کہا: میں کوئی نئی بات اس وقت تک نہیں کروں گی جب تک اپنے رب عزوجل سے اجازت نہ لے لوں۔ چنانچہ وہ اپنے مصلی کی طرف تشریف لے گئیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا ۔ (الاحزاب: ۳۷)

ترجمہ: ''پس جب (حضرت) زید کی غرض ان سے پوری ہوگئی تو ہم نے انکو (حضرت زینب کو) آپکے نکاح میں دے دیا''۔

پس رسول اکرم ﷺ اجازت مانگے بغیر ان کے ہاں تشریف لائے۔ (صحیح مسلم جلد اول ص ۴۶۰، طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۱۰۴)

منافقین نے کہا: حضرت محمد ﷺ نے اولاد کی بیویوں سے نکاح کو حرام قرار دیا اور خود اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ ۔ (الاحزاب: ۴۰)

ترجمہ: ''(حضرت) محمد (ﷺ)! تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں''

حضرت زینب رضی اللہ عنہا دیگر ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن پر فخر کرتے ہوئے کہا کرتی تھیں کہ تمہارے نکاح تمہارے والدین نے کئے اور میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر کیا...... اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا اور صحیح قرار دیا۔

(طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۱۰۳، جامع ترمذی جلد ۲ ص ۱۵۳)

آپ رضی اللہ عنہا کا نام برہ تھا تو حضور ﷺ نے آپ کا نام زینب رضی اللہ عنہا رکھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو صحابہ کرام کو دعوت دی وہ کھانا کھانے کے بعد بیٹھ کر باتیں کرنے لگے جبکہ نبی اکرم ﷺ اٹھنے کی تیاری کرنے لگے تو وہ نہ اُٹھے۔ یہ حالت دیکھ کر آپ ﷺ کھڑے ہوگئے اور جس نے کھڑا ہونا تھا وہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ کھڑا ہوگیا۔ اور تین افراد بیٹھے رہے۔ نبی اکرم ﷺ اندر داخل ہونے کے لیے تشریف لائے تو وہ

Marfat.com

لوگ بیٹھے ہوئے تھے پھر لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے تو میں نے نبی اکرم ﷺ کو خبر دی کہ وہ چلے گئے ہیں چنانچہ آپ ﷺ تشریف لائے اور اندر داخل ہوئے میں بھی اندر جانے لگا تو آپ ﷺ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ ڈال دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔
(صحیح مسلم جلد اول ص:۴۶)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ ۔(الاحزاب:۵۳)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں نہ حاضر ہو جب تک اجازت نہ ہو (مثلاً) کھانے کے لیے بلائے جاؤ''۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے ہجرت کے پانچویں سال نکاح کیا۔ ایک قول تیسرے سال کے بارے میں بھی ہے اور آپ ﷺ کے وصال کے بعد ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں سب سے پہلے ان کا انتقال ہوا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کی شان میں فرمایا کہ دین میں ان سے بہتر کوئی عورت نہ تھی۔ وہ اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ ڈرنے والی، سب سے سچی، سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والی، بہت زیادہ صدقہ دینے والی اور ایسے کاموں میں اپنے آپ کو زیادہ مصروف رکھتی تھیں جو صدقہ کرنے اور قربِ خداوندی کے حصول کا ذریعہ ہوں۔ (صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۸۵)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ۲۰ھ کو مدینہ طیبہ میں ہوا اور کہا گیا ہے کہ ۲۱ھ ہجری میں آپ رضی اللہ عنہا نے وصال فرمایا۔ اس وقت آپ کی عمر ترپن (۵۳) سال تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور (ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے) آپ رضی اللہ عنہا پہلی خاتون ہیں جن کی میت کو ڈھانپا گیا۔ (ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے قطع نظر حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کی نعش کو سب سے پہلے ڈھانپا گیا)۔ (مواہب لدنیہ مقصد ثانی ص ۵۶۵)

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے عزیز و اقارب

آپ رضی اللہ عنہا کے تین بھائی ہیں اور دو بہنیں ہیں۔

۱- حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام تھے۔ بدر، اُحد میں شریک ہوئے اور اُحد میں شہید ہوئے۔

۲- حضرت ابو احمد رضی اللہ عنہ نابینا تھے اور شاعر تھے فارعہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا ان کی بیوی تھیں۔ اپنی بہن اُم المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد وفات پائی۔

۳- عبیداللہ نے اپنی زوجہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہجرت حبشہ کی وہاں مرتد ہو کر عیسائی مذہب قبول کر لیا اور وہیں مر گیا۔

۴- حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا حضرت مصعب بن عمیر انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر تھیں۔ تو وہ جنگ احد میں شہید ہو گئے تو حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا۔ محمد اور عمران رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔

۵- ام حبیبہ رضی اللہ عنہا جن کا نام حبیبہ ہے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے گھر تھیں۔ (رحمۃ للعالمین جلد دوئم ص ۱۷۶)

حضرت زینب (اُم المساکین) رضی اللہ عنہا

حضرت زینب (اُم المساکین) رضی اللہ عنہا خزیمہ بن حارث ہلالیہ تھیں۔ دورِ جاہلیت میں آپ کو ام المساکین کہا جاتا تھا کیونکہ آپ رضی اللہ عنہا لوگوں کو کھانا کھلاتی تھیں۔

ابن شہاب کے قول کے مطابق آپ رضی اللہ عنہا عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں جو غزوہ اُحد میں شہید ہوئے تو نبی ﷺ نے سنہ ۳ھ میں آپ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے ہاں دو یا تین مہینے رہیں اور پھر آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں ہی انتقال کر گئیں۔ ایک قول کے مطابق آپ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے ہاں آٹھ مہینے رہیں۔ یہ بات ابن کلبی نے ذکر کی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے نکاح میں آنے سے پہلے حضرت زینب رضی اللہ عنہا طفیل بن حارث رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، پھر ان کے

Marfat.com

بھائی عبید اللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں اور وہ غزوہ اُحد میں شہید ہوئے۔ لیکن ضیاء النبی جلد دوئم صفحہ 575 پر یہ بیان کیا گیا ہے کہ غزوہ بدر میں شہید ہوئے۔ یہی صحیح ہے کیونکہ بدری شہداء میں آپ کا نام شمار کیا گیا ہے (رحمۃ اللعالمین جلد دوئم صفحہ 212) ان دونوں اقوال کو اس طرح جمع کیا جاسکتا ہے کہ جنگ بدر کے بعد حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکاح کیا گیا ہو۔ اور جب عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ غزوہ اُحد میں شہید ہوگئے تو ان کے بعد حضور ﷺ نے ان سے نکاح کیا۔ پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ اور اسی وجہ سے صحیح ہے۔ ''واللہ اعلم'' مؤلف

حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ربیع الثانی ۴ھ میں ہوا اور آپ رضی اللہ عنہا کو جنت البقیع میں (راستے پر) دفن کیا گیا۔ یہ بات طبری نے کہی ہے اور فضائلی نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔ (رحمۃ للعالمین جلد دوئم ص ۱۶۰ پر اسی طرح بیان کیا گیا ہے)

اور یہ قول اس روایت کے مطابق ہے جس میں کہا گیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کے ہاں آٹھ مہینے رہیں۔

اور جو کچھ ابو عمر نے کہا وہ صحیح نہیں کیونکہ آپ رضی اللہ عنہا کا عقد سنہ ۳ھ میں ہوا۔ اگر نبی اکرم ﷺ کے پاس ٹھہرنے کی مدت دو یا تین مہینے ہو تو ربیع الثانی میں آپ رضی اللہ عنہا کی وفات صحیح قرار نہیں پاتی۔ (مواہب لدنیہ مقصد ثانی ص ۵۲۶)

حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا

اُم المومنین حضرت میمونہ بنت حارث ہلالیہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ہند بنت عوف بن زہیر بن حارث بن حماطہ بن حمیر تھیں۔ نبی اکرم ﷺ نے غزوہ خیبر کے بعد سنہ ۷ھ میں مکہ مکرمہ میں آپ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ جب کہ آپ ﷺ عمرہ کرنے آئے تھے۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن ام الفضل لبابہ کبریٰ رضی اللہ عنہا، حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں اور دوسری ماں شریک بہن اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں جبکہ سلمیٰ بنت عمیس حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے اپنے نکاح کا اختیار حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو دیا انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے ان کا نکاح کیا اور آپ ﷺ اس وقت حالت احرام میں تھے جب مکہ مکرمہ سے واپسی ہوئی تو مقام سرف میں ان کے پاس تشریف لے گئے اور اس وقت آپ ﷺ نے احرام کھول دیا تھا۔ یہ بات ابو عمر نے ذکر کی ہے۔

صحیح حدیث میں مسلم کے راویوں سے مروی ہے وہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ان سے نکاح کیا تو اس وقت آپ حالت احرام میں نہیں تھے۔

برقانی نے اس کے بعد یہ اضافہ کیا کہ شب زفاف اس حالت میں ہوئی کہ آپ ﷺ احرام کو کھول چکے تھے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا انتقال بھی مقام سرف میں ہوا۔

یہ جملہ کہ بوقت نکاح آپ ﷺ محرم تھے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حرم شریف میں داخل تھے اور عقد نکاح عمرہ کرنے کے بعد ہوا۔ پھر آپ ﷺ مقام سرف کی طرف تشریف لے گئے اور وہیں آپ ﷺ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے۔

مقام سرف، بقول طبری مکہ مکرمہ سے دس میل کے فاصلے پر ہے۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا پہلے ابورہم بن عبدالعزیٰ کے نکاح میں تھیں، ایک قول کے مطابق یہ عبداللہ بن ابی رہم تھے اور یہ بھی کہا گیا کہ حویطب بن عبدالعزیٰ کے نکاح میں تھیں ایک قول یہ ہے کہ وہ فردہ بن عبدالعزیٰ کے نکاح میں تھیں۔ روض الانف مع سیرت ابن ہشام جلد چہارم ص ۶۴۴ پر بیان کیا گیا ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا پہلے ابورہم بن عبدالعزیٰ بن ابی خنیس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی کے نکاح میں تھیں۔

ابن اسحاق نے کہا کہ کہا جاتا ہے انہوں نے خود اپنے آپ کو نبی اکرم ﷺ کے لیے پیش کیا، کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا پیغام نکاح ان تک پہنچا

Marfat.com

اور وہ اپنے اونٹ پر تھیں تو انہوں نے کہا اونٹ اور جو کچھ اس پر ہے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے ہے۔

کہا گیا ہے کہ اپنے آپ کو نبی اکرم ﷺ کے لیے ہبہ کرنے والی آپ نہیں کوئی دوسری خاتون ہیں۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا انتقال مقام سرف میں اسی جگہ ہوا جہاں نبی اکرم ﷺ شب زفاف میں ان کے پاس تشریف لے گئے تھے (طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۱۳۹) اور یہ سنہ ۵۱ کا ذکر ہے۔ سنہ ۵۶ ھ اور سنہ ۶۰ ھ کا قول بھی کیا گیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کی قبر میں اترے[1]۔ (طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۱۴۰) بحوالہ (مواہب لدنیہ مقصد ثانی ص ۵۶۷)

حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے عزیز و اقارب

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی حقیقی بہنیں چار ہیں۔

۱- ام الفضل رضی اللہ عنہا لبابۃ الکبریٰ جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ مفسر قرآن کی والدہ ہیں۔

۲- عصماء جو ابی رضی اللہ عنہ بن حلف کے گھر میں تھیں۔

۳- عزہ جو زیاد رضی اللہ عنہ بن مالک الہلال کے گھروں میں تھیں۔

۴- لبابۃ الصغریٰ رضی اللہ عنہا جو حضرت خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔

۵- حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا جو حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے گھر تھیں۔ ان سے عون رضی اللہ عنہ اور محمد رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ پھر ان کا نکاح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ ان سے محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ پھر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح ہوا۔ ان سے یحییٰ پیدا ہوئے۔

۶- سلمیٰ رضی اللہ عنہا بنت عمیس، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھیں۔ ان سے امتہ اللہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔ پھر سلمیٰ رضی اللہ عنہا کا نکاح شداد بن اسامہ الہادی رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ ان سے عبداللہ اور عبدالرحمٰن پیدا ہوئے۔

۷- سلامہ بنت عمیس ان کا نکاح عبداللہ بن کعب بن ابی منبہ الخثعمی سے ہوا تھا۔

۸- ام المؤمنین حضرت زینب بن خزیمہ رضی اللہ عنہا جو طفیل اور عبیدُ فرزندان حارث بن عبدالمطلب اور عبداللہ بن جحش (رضی اللہ عنہم) کے گھر میں رہیں۔ (رحمۃ للعالمین جلد دوئم ص ۱۷۷)

حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا

ام المؤمنین حضرت جویریہ بنت حارث بن ابی ضرار رضی اللہ عنہا مسافع ابن صفوان مصطلقی کے نکاح میں تھیں غزوہ مریسیع میں جسے غزوہ بنو مصطلق کہتے ہیں اور وہ سنہ ۵ ھ یا سنہ ۶ ھ میں ہوا۔ حضرت جویریہ بطور باندی حضرت ثابت بن قیس بن شماس انصاری رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئی تھیں۔ انہوں نے مکاتبت کر لی (کوئی غلام یا لونڈی جب مال دے کر مالک سے جان چھڑائے تو اس کو مکاتبت اور اس غلام اور لونڈی کو مکاتب اور مکاتبہ کہتے ہیں)۔

پھر وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضرہ ہوئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں جویریہ بنت حارث ہوں اور میرا معاملہ آپ ﷺ سے پوشیدہ نہیں ہے میں ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئی ہوں اور میں نے مکاتبت کر لی ہے۔ میں آپ ﷺ سے اپنی مکاتبت (کتابت کی رقم میں مدد) کا سوال کرنے کی خاطر آئی ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس سے اچھی بات چاہتی ہو؟ عرض کیا یا رسول اللہ! وہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہاری کتابت کا بدل ادا کر کے تم سے نکاح کر لوں؟ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔ میں نے آپ ﷺ کے حکم

[1] مقام سرف کو آج کل نواریہ کہا جاتا ہے ۱۹۹۴ء میں راقم کو ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے مزار شریف پر غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند علامہ سید ارشد سعید کاظمی مدظلہ کی معیت میں علامہ قاری خادم حسین سعیدی کی دعوت پر وہاں حاضری ہوئی۔ مغرب کی نماز بھی وہاں ادا کی اور حاضری کا شرف بھی حاصل ہوا۔

Marfat.com

(پہاڑی کے دامن میں ایک چار دیواری کے اندر قبر شریف ہے باہر سے تالا لگا ہوا ہے)۔ خدایا ایں کرم بار دگر کن۔ ۱۲ ہزار دی کی تعمیل کی۔

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سنا کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا ہے تو ان کے قبضے میں جو قیدی تھے انہوں نے ان کو چھوڑ دیا اور آزاد کر دیا۔ وہ کہنے لگے: یہ تو نبی اکرم ﷺ کے سسرال ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ میں نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی خاتون کو اس کی قوم کے لیے زیادہ بابرکت نہیں دیکھا۔ ان کی وجہ سے بنو مصطلق کے ایک سو گھرانے آزاد ہوئے۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے نقل کیا۔

(طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۱۱۶، سنن ابی داؤد جلد ۲ ص ۱۹۲)

ابن ہشام کہتے ہیں کہا جاتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کو حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سے خرید کر آزاد کیا، پھر ان سے نکاح کیا اور چار سو درہم حق مہر کے طور پر عطا فرمائے۔

ابن شہاب سے منقول ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کو مریسیع (غزوہ مریسیع) والے دن قیدی بنایا۔ پس (ان کو پردہ میں داخل کر کے اپنے حرم میں داخل کیا اور) ان کے لیے باری مقرر فرمائی۔ اس وقت ان کی عمر بیس سال تھی۔ ان کا نام برہ تھا تو نبی اکرم ﷺ نے یہ نام تبدیل کر کے ان کا نام جویریہ رکھا۔

اس قسم کی بات حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے بارے میں بھی گزر چکی ہے۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا وصال ربیع الاول ۵۰ھ میں ہوا، اس وقت ان کی عمر پینسٹھ سال تھی۔ بعض نے کہا ہے کہ ۵۶ھ میں وصال ہوا۔

(طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۱۲۰) (آپ کا بیان مواہب اللدنیہ جلد اوّل ص ۵۶۸ سے نقل کیا گیا ہے)

اُم المؤمنین حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے عزیز و اقارب

آپ رضی اللہ عنہا کے دو بھائی عبد اللہ یا حارث بن حارث اور عمر بن حارث رضی اللہ عنہما دونوں بھائی بمع اپنے والد کے مسلمان ہو گئے تھے اور ایک بہن جن کا نام حضرت عمرہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ حضرت عمر بن حارث اور حضرت عمرہ بنت حارث رضی اللہ عنہما سے ایک ایک حدیث روایت کی گئی ہے۔ (رحمۃ للعالمین جلد نمبر ۲ ص ۱۰۷ اور روض الانف شرح سیرت ابن ہشام جلد ۴ ص ۶۴۲، ۶۴۳)

حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا (مواہب اللدنیہ جلد اوّل کا ص ۵۶۹ تا ۵۷۱ نقل کیا جاتا ہے)

اُم المؤمنین حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا بن اخطب بن سعیہ بن ثعلبہ بن عبید کا بنی اسرائیل سے تعلق تھا اور آپ حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام کی اولاد میں سے تھیں۔

ان کی ماں کا نام ضرہ تھا۔ (ضاد پر زبر اور راء پر شد ہے) حضرت صفیہ کنانہ بن ابوالحقیق رضی اللہ عنہا (حاء پر پیش اور پہلے قاف پر زبر ہے یعنی الحقیق) کے نکاح میں تھیں۔ محرم ۷ھ میں کنانہ کا غزوہ خیبر میں انتقال ہوا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب خیبر فتح ہوا اور قیدیوں کو جمع کیا گیا تو حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا یا رسول ﷺ! مجھے قیدیوں میں سے ایک لونڈی عطا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا جاؤ اور ایک لونڈی لے لو، وہ حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کو لے آئے۔ ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول ﷺ! آپ نے صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کو دے دی ہیں حالانکہ وہ قریظہ اور نضیر (قبیلوں) کی سردار ہیں۔ وہ آپ ﷺ کے لیے مناسب ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سمیت بلاؤ۔ وہ ان کو لے کر آئے۔ آپ نے ان کو دیکھا تو فرمایا ان کے

Marfat.com

علاوہ کوئی لونڈی لے لو۔ راوی فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔ حضرت ثابت نے پوچھا اے ابوحمزہ! ان کا مہر کیا تھا؟ فرمایا ان کا نفس، چنانچہ آپ ﷺ نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔ حتیٰ کہ راستے میں حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے ان کو نبی اکرم ﷺ کے لیے تیار کر کے اسی رات آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ بطور دولہا صبح کی، آپ ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس جو کچھ ہے وہ لے آئے، راوی فرماتے ہیں آپ ﷺ نے چمڑے کا ایک بچھونا بچھایا تو کوئی شخص پنیر لا رہا تھا، کوئی کھجور اور کوئی گھی۔ چنانچہ (حیس) حلوہ تیار کیا گیا اور یہ نبی اکرم ﷺ کا ولیمہ تھا۔ (صحیح مسلم جلد اول ص ۴۵۹)

ایک روایت میں ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا معلوم نہیں نبی اکرم ﷺ نے ان سے نکاح کیا ہے یا ان کو ام ولد (لونڈی) بنایا ہے چنانچہ وہ کہنے لگے اگر آپ ﷺ نے ان کو پردے میں رکھا تو وہ آپ ﷺ کی زوجہ ہوں گی اور اگر پردہ نہ کروایا تو وہ ام ولد ہوں گی[1]۔ چنانچہ جب آپ سوار ہونے لگے تو ان پر پردہ ڈال دیا۔ (صحیح مسلم جلد اول ص ۴۶۰)

ایک روایت میں ہے راوی فرماتے ہیں پس ہم چلے حتیٰ کہ جب ہم نے مدینہ طیبہ کی دیواروں کو دیکھا تو ہم ان کی طرف تیزی سے چلے اور اپنی سواریوں کو تیز کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے بھی اپنی سواری کو تیز کیا۔ فرماتے ہیں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آپ ﷺ نے سواری پر اپنے پیچھے بٹھایا ہوا تھا۔ نبی اکرم ﷺ کی سواری پھسلی تو آپ ﷺ بھی گر گئے۔ اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی گر گئیں۔ لوگوں میں سے کسی نے بھی ان کی طرف نہ دیکھا، حتیٰ کہ نبی اکرم ﷺ نے کھڑے ہو کر ان کو پردے میں کیا۔

راوی فرماتے ہیں، ہم مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے تو نبی اکرم ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی لونڈیاں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو دیکھنے باہر نکلیں اور ان کے گرنے پر ہنسنے لگیں[2]۔ (صحیح مسلم جلد اول ص ۴۶۰)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خیبر کے دن حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو نبی اکرم ﷺ کے پاس لایا گیا اور آپ ﷺ نے ان کے باپ اور بھائی کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ انہیں مقتولوں کے درمیان سے لے کر آئے اور نبی اکرم ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو اختیار دیا تھا کہ یا تو آپ ان کو آزاد کر دیں اور وہ اپنے گھر والوں میں سے باقی بچنے والے لوگوں میں چلی جائیں یا اسلام قبول کریں تو آپ ﷺ ان کو اپنے لیے اختیار فرمائیں تو انہوں نے عرض کیا میں نے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کو اختیار کیا۔ یہ حدیث الصفوہ میں ہے۔

حضرت تمام (امام حافظ محمد بن عبداللہ بن جعفر مروزی دمشقی متوفی ۴۱۲ھ) نے اپنی کتاب فوائد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کیا تمہیں مجھ سے رغبت ہے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں زمانہ شرک میں اس بات کی تمنا کرتی تھی تو جب اسلام میں اللہ تعالیٰ نے مجھے اس بات پر قادر کیا ہے تو کیسے پسند نہیں کروں گی۔

حضرت ابو حاتم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے نقل کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی آنکھ میں سبز رنگ دیکھا تو پوچھا یہ سبز رنگ کیسا ہے انہوں نے کہا میرا سر ابن الحقیق کی گود میں تھا اور میں سوئی ہوئی تھی تو میں نے دیکھا کہ چاند میری گود میں اترا ہے میں نے ابو الحقیق کو یہ بات بتائی تو اس نے مجھے ایک تھپڑ مارا اور کہا تو یثرب کے بادشاہ کی تمنا کرتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ مقام صہبا میں آپ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا وصال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں رمضان المبارک ۵۰ھ میں ہوا۔ (طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۱۲۸)

نبی اکرم ﷺ ان ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے قریب تشریف لے گئے (حقوق زوجیت ادا کیے) اور اس سلسلے میں سیرت نگاروں اور آثار و روایات کا علم رکھنے والوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ (مواہب اللدنیہ کا بیان ختم ہوا)

---

[1]...... جس لونڈی سے مالک کی اولاد پیدا ہو اس لونڈی کو ام ولد کہتے ہیں۔

[2]...... اس ہنسنے کا مقصد تمسخر اڑانا نہیں تھا بلکہ انسانی فطرت کے مطابق ان کو ہنسی آئی۔

Marfat.com

ازواج النبی ﷺ (اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنہن) کے ددھیال اور ننھیال

نمبر شمار	اُمہات المؤمنین	ددھیال اور ننھیال
۱	سیّدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا	اب-خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلام بن مرہ بن کعب بن لوی ام: فاطمہ بنت زائدہ بن الاصم بن رواحہ بن حجر بن عبد بن معیص بن عامر بن لوی
۲	حضرت سودہ رضی اللہ عنہا	اب-زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبدود بن نضر بن مالک بن حسل بن عامر ام - شموس بنت قیس قبیلہ بنو عدی بن نجار سے تعلق تھا۔
۳	سیّدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	اب-(عبد اللہ) سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بن ابوقحافہ (عثمان) رضی اللہ عنہ بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی ام-اُم رومان (نام زینب) بنت عامر بن عویمر بن عبد شمس ان کا تعلق قبیلہ غنم مالک بن کنانہ سے ملتا ہے۔
۴	سیّدہ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا	اب-ابوامیہ بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم بن یقظ بن مرہ بن کعب بن لوی ام-عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ بن مالک بن خزیمہ بن علقمہ بن جذل بن فراش بن مالک بن کنانہ
۵	سیّدہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا	اب-سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بن نفیل بن عبد العزیٰ بن ریاح بن عبد اللہ بن قرط بن رزرح یا زررح بن عدی بن کعب بن لوی ام-زینب بنت مظعون بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح۔ حضرت عثمان بن مظعون کی ہمشیرہ
۶	سیّدہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا	اب-جحش بن ریاب یا رباب بن یعمر بن صبرہ یا صبیرہ بن مرہ بن کبیر یا کثیر بن غنم یا صنم بن دودان یا دوران بن اسد ام-ایمہ بنت حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی
۷	سیّدہ حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا	اب-حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ بن صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف ام-صفیہ بنت ابوالعاص بن امیہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی پھوپھی
۸	سیّدہ حضرت زینب خزیمیہ رضی اللہ عنہا	اب-خزیمہ بن حارث بن عبد اللہ بن عمرو بن عبد مناف بن ہلال بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان بن معتر بن نزار ام-ھن بنت ہند بن عوف بن زہیر بن حارث بن حماطہ بن حمیر
۹	سیّدہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا	اب-حارث بن حزن بن بجیر بن ہزم بن رویبہ بن عبد اللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعہ آگے حضرت زینب خزیمیہ والا نسب ہے ام-آپ ماں کی طرف سے حضرت زینب خزیمیہ کی بہن ہیں۔

Marfat.com

۱۰	سیّدہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا	اب۔حی بن اخطب بن سعید بن ثعلبہ بن عبید بن کعب بن خزرج بن ابی حبیب بن نضیر بن نجوم خام سیّدنا حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں ام۔نامعلوم
۱۱	سیّدہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا	اب۔حارث بن ابی ضرار بن حارث بن عامر بن مالک بن خزیمہ بن نن حبیب بن عائذ بن عمر سعید بن عمود بن ربیعہ بن حارث ام۔نامعلوم

(بحوالہ رحمۃ للعالمین' مواہب اللدنیہ جلد اول' مدارج النبوۃ' سیرت رسول عربی)

نقشہ۔متعلق حالات تاریخی اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنہن

نمبر شمار	نام ازواج مطہرات	سنہ نکاح	اُم المؤمنین کی عمر بوقت نکاح	عمر	سن وفات	مقبرہ	نبی محترم ﷺ کی خدمت میں آپ کی مدت	نبی کریم ﷺ کی عمر بوقت نکاح
۱	حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا	۲۵ میلاد النبی	۴۰ سال	۶۵ سال	۱۰ نبوت رمضان میں	مکہ معظمہ جنت معلیٰ	۲۵ سال	۲۵ سال
۲	حضرت سودہ رضی اللہ عنہا	۱۰ نبوت	۵۰ سال	۷۲ سال	۱۹ھ '۲۲ھ بحوالہ عزیز و اقارب	مدینہ منورہ جنت البقیع	۱۳ تا ۱۴ سال	۵۰ سال
۳	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	نکاح ۱۱ نبوت میں رخصتی شوال ۱ ہجری	۶ سال ۹ سال	۶۳ یا ۶۶ یا ۷۰ سال میں	۵۷ھ یا ۵۸ھ ۱۷ رمضان المبارک	جنت البقیع	ساڑھے ۹ سال	۵۴ سال
۴	حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا	۲ یا ۳ ہجری	۱۸ یا ۲۰ سال	۵۹ سال	۳۹ یا ۴۱ھ یا ۴۵	جنت البقیع	۸ سال	۵۵ سال
۵	حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا	۳ ہجری	تقریباً ۳۰ سال	۳۰ سال	۳ ہجری ہجرت کے ۳۹ ماہ بعد فوت ہوئیں	جنت البقیع	۲ ماہ یا ۳ ماہ اور ۸ ماہ بھی بیان ہوتا ہے	۵۵ سال
۶	حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا	۴ ہجری	۲۴ سال	۸۰ یا ۸۴ سال	۳۹ یا ۴۱ ہجری یا ۴۵ ہجری	جنت البقیع	۷ سال	۵۶ سال
۷	حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا	۵ ہجری	۳۶ سال	۵۱ سال	۲۰ ہجری	جنت البقیع	۶ سال	۵۷ سال یا ۵۴ سال (ابن سعد)

Marfat.com

۸	حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا	شعبان ۵ ہجری	۲۰ سال	۶۵ یا ۷۰ سال	۵۰ھ یا ۵۶ ربیع الاوّل	جنت البقیع	۶ سال	۵۷ سال
۹	حضرت اُم حبیبہ (رملہ) رضی اللہ عنہا	۶ ہجری	۳۶ سال	۷۳ سال	۴۴ ہجری	جنت البقیع	۵ سال	۵۸ سال
۱۰	حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا	۷ ہجری جمادی الآخر	۱۷ یا ۲۰ سال	۵۰ سال	۵۰ یا ۵۲ یا ۵۵ ہجری	جنت البقیع	۳ سال ۸ ماہ	۵۹ سال
۱۱	حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا	۷ ہجری ذیقعد	۳۶ سال	۸۰ سال	۵۱ ہجری	سرف نزد مکہ معظمہ	۳ سال ۳ ماہ	۵۹ سال

(رحمۃ للعالمین، مواہب اللدنیہ، روض الانف شرح سیرت ابن ہشام)

لونڈیاں:

نبی اکرم ﷺ کی لونڈیوں کی تعداد چار بتائی جاتی ہے۔

۱- حضرت ماریہ قبطیہ بنت شمعون رضی اللہ عنہا کو مصر اور اسکندریہ کے حاکم مقوقس قبطی نے آپ کی خدمت میں بطور تحفہ بھیجا اور ان کے ساتھ ان کی بہن سیرین اور ایک خواجہ سرا کو بھی بھیجا۔ جسے مابور کہا جاتا تھا۔ ایک ہزار مثقال سونا اور مصر کے باریک بیس قبطی کپڑے اور شہباء خچر جسے دلدل کہا جاتا تھا اور مقام بن کا شہد بھی بھیجا۔ نبی اکرم ﷺ نے شہد کو پسند فرمایا اور مقام بن کے شہد کے لئے برکت کی دعا کی۔ بن مصر کی ایک بستی ہے، نبی اکرم ﷺ نے وہاں کے شہد کے لئے برکت کی دعا فرمائی، آج کل اسے (بن کی بجائے) بَن پڑھا جاتا ہے۔

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کی بہن سیرین کو نبی اکرم ﷺ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دیا اور یہ عبدالرحمن بن حسان رضی اللہ عنہ کی ماں ہیں اور حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کا انتقال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران ۱۶ھ میں ہوا اور آپ رضی اللہ عنہا کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

۲- ریحانہ بنت شمعون رضی اللہ عنہا جن کا تعلق بنو قریظہ سے تھا اور کہا گیا ہے کہ بنو نضیر سے تعلق تھا، پہلی بات زیادہ ظاہر ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے وصال سے پہلے جب آپ ﷺ ۱۰ھ میں حجۃ الوداع سے واپس تشریف لائے حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا اور ان کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے لونڈی کی حیثیت میں انہیں اپنے قرب سے شادکام فرمایا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو آزاد کر کے نکاح کر لیا تھا۔ ابن الاثیر نے اس کے علاوہ ذکر نہیں کیا۔

۳- ایک اور لونڈی تھی جو حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو پیش کی تھی۔

۴- چوتھی لونڈی آپ ﷺ کو بعض قیدیوں میں حاصل ہوئی تھی۔

سیدہ طاہرہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پیدائش اور نکاح کے وقت عمر: (کتاب عزیز و اقارب کا ص ۲۱۹ تا ۲۲۵ نقل کیا جاتا ہے)

حکیم محمود احمد ظفر اپنی کتاب امہات المومنین رضی اللہ عنہن میں اس ضمن میں لکھتے ہیں کہ حضرت سیّدہ ام رومان رضی اللہ عنہا (والدہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) کا پہلا نکاح عبداللہ ازدی سے ہوا تھا۔ عبداللہ کی وفات کے بعد وہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ان کی دو اولادیں ہوئیں۔ سیدنا عبدالرحمن رضی اللہ عنہ اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بعض حضرات کا خیال ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبوت کے چوتھے سال کی ابتداء میں پیدا ہوئیں اور

۱ یہ سب کچھ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے ہمراہ بھیجا۔ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا پر اسلام پیش کیا تو انہوں نے قبول کیا اور ان کی بہن بھی مسلمان ہو گئیں (زرقانی جلد ۳ ص ۲۷۲)

Marfat.com

بعض پانچویں سال کے آخر میں ان کا پیدا ہونا لکھتے ہیں۔مشہور روایات کے مطابق ان کی پیدائش کا سن یہی بتایا جاتا ہے۔

۱- روایات سے پتا چلتا ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی علاتی بہن سیّدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا' عائشہ رضی اللہ عنہا سے ۱۰ سال بڑی تھیں۔(اکمال فی اسماء الرجال ص ۵۵۸) امام ذہبی نے بھی عبدالرحمٰن بن ابی الزناد کا قول نقل کیا ہے کہ اسماء رضی اللہ عنہا سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دس سال بڑی تھیں۔

ایسا ہی حافظ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب الاستیعاب جلد ۲ ص ۴ پر لکھا ہے کہ سیّدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دس سال عمر میں بڑی تھیں۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ ہجرت کے وقت سیّدہ اسماء رضی اللہ عنہا کی عمر ۲۷ سال کی تھی چنانچہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے الاصابہ میں ابونعیم کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ۔

ولدت قبل الھجرۃ بسبع عشرین سنۃ.

وہ ہجرت سے ۲۷ سال قبل پیدا ہوئیں۔(الاصابہ جلد ۴ ص ۲۲۵)

حافظ ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ ۷۳ ہجری میں ان کا انتقال ہوا اور انتقال کے وقت ان کی عمر سو سال کی تھی۔(الاستیعاب علی الاصابہ جلد ۴ ص ۲۲۵)

علامہ ابن اثیر نے بھی اسد الغابہ جلد ۵ ص ۳۹۲ پر لکھا ہے کہ ہجرت سے ۲۷ سال قبل پیدا ہوئیں ۱۷ آدمیوں کے بعد ایمان لائیں اور ۷۳ ہجری میں وفات پائی۔ایسا ہی حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے (البدایہ والنہایہ تذکرہ عبداللہ بن زبیر ۷۳ ہجری)

اب جب کہ سیّدہ اسماء رضی اللہ عنہا کی عمر ہجرت کے وقت ۲۷ سال تھی اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی اس بہن سے دس سال چھوٹی تھیں تو صاف ظاہر ہے کہ ہجرت کے وقت سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۱۷ سال بنتی ہے۔

۲- دوسری دلیل اس سلسلہ میں یہ ہے کہ ہمارے ارباب سیر اور مؤرخین نے بلکہ بخاری کی بعض روایات میں بھی یہ ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ۴ یا ۵ نبوت میں پیدا ہوئیں لیکن اس بات کی تردید خود اصحاب سیر نے ایک دوسری روایت میں کر دی اور بتا دیا کہ سیّدہ کی عمر ہجرت نبوی کے وقت ۱۷-۱۸ سال کی تھی۔اس سے کم نہ تھی چنانچہ ابن ہشام نے اپنی کتاب السیرۃ النبویہ میں سن ایک نبوی میں جو لوگ ایمان لائے،ان کی جو فہرست دی ہے اس میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام بھی مرقوم ہے چنانچہ لکھا۔

ثم اسلم ابو عبیدہ بن الجراح و اسماء بنت ابی بکر و عائشہ بنت ابی بکر وھی یومئذ صغیرۃ پھر سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ دولت ایمان سے مشرف ہوئے......اور سیّدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ دولت ایمان سے بہرہ ور ہوئیں اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ان ایام میں چھوٹی تھیں۔(السیرۃ النبویہ،ابن ہشام جلد ۱ ص ۲۵۴)

ابن ہشام کے علاوہ علامہ قسطلانی نے مواہب الدنیہ میں لکھا ہے۔

قال ابن سعد اول امراۃ اسلمت بعد خدیجہ ام الفضل زوج العباس و اسماء بنت ابی بکر و عائشہ اختھا

(مواہب الدنیہ ص ۴۶)

ایسا ہی اسکی شرح زرقانی ص ۲۴۶ پر مرقوم ہے لیکن یہاں بھی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے نام کے ساتھ بریکٹ میں یہ لکھ دیا کہ اس وقت وہ چھوٹی تھیں (وھی صغیرۃ) یہی بات کئی اور مؤرخین نے بھی لکھی ہے۔

اب جب سن ایک نبوی میں ایمان لانے والوں میں ایک نام حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بھی ہے۔اگر چہ یہ بھی ساتھ لکھ دیا کہ وہ ان دنوں چھوٹی تھیں تو اس سے دو امور ثابت ہوئے۔

(الف) سن ایک نبوی میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پیدا ہو چکی تھیں لہٰذا جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ان کی پیدائش ۴ یا ۵ میں ہوئی وہ سراسر غلط ہے۔

(ب) دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اس زمانہ میں اتنی تھی کہ وہ ایمان لانے اور نہ لانے کے معاملہ کو بخوبی سمجھ سکتی

Marfat.com

تھیں۔ اگر ایمان لانے کے وقت ان کی عمر ۵ سال بھی تسلیم کر لی جائے تو ہجرت نبوی کے وقت ان کی عمر ۱۸ سال بنتی ہے اور ہجرت سے ایک سال بعد یعنی شوال ایک ہجری میں ان کی عمر ۱۹ سال بنتی ہے جو کہ ایک بالغ اور شادی کے قابل عورت کی ہے۔

۳- ہماری تیسری دلیل اس سلسلہ میں یہ ہے جیسا کہ ہم نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ سیّدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد سرکار دو عالم ﷺ کی زندگی اداسی کی زندگی نظر آنے لگی، کیونکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جیسی مونس و غم خوار کا چلے جانا ایک داعی کے لئے ایسا تھا جیسے غموں کے پہاڑ اس پر گر پڑے ہوں۔ باہر لوگوں کی اذیتیں اور گھر میں مونس و غم خوار کی عدم موجودگی اور اس پر مستزاد یہ کہ تین چھوٹی بچیاں جن کے سروں پر ماں کی شفقت کا کوئی سائبان نہیں، آپ ﷺ کے لئے ایک بہت بڑی پریشانی کا باعث تھا۔ چنانچہ ایک روز آپ ﷺ اسی حزن و ملال کے عالم میں گھر میں تشریف فرما تھے کہ سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترم سیّدہ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ ﷺ کو اس طرح غمزدہ دیکھ کر کہنے لگیں۔ یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کب تک بغیر بیوی کے رہیں گے؟ آپ ﷺ شادی کیوں نہیں کر لیتے؟ آپ ﷺ نے خولہ رضی اللہ عنہا کے منہ سے یہ بات سن کر فرمایا کہ کس سے نکاح کروں؟ خولہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا اگر آپ ﷺ بیوہ چاہتے ہیں تو وہ بھی موجود ہے اور اگر کنواری کی خواہش ہے تو وہ بھی موجود ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا بیوہ کون ہے اور کنواری کون؟ خولہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا بیوہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا اور کنواری ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی عائشہ رضی اللہ عنہا سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا جاؤ دونوں کو جا کر میرا پیام دو۔

سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ پہلے میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر گئی اور ان کی اہلیہ محترم ام رومان رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے لئے کس قدر بھلائی اور بہتری کا سامان بہم پہنچایا۔ ام رومان رضی اللہ عنہا نے یہ سن کر کہا ''وہ کیا'' میں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی عائشہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ اپنے لئے مانگا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی آ گئے۔ میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بھی وہی کچھ کہا جو ام رومان رضی اللہ عنہا سے کہا تھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو میری یہ بات سن کر نہایت تعجب ہوا اور انہوں نے نہایت حیرانی سے یہ سوال کیا۔ حضور ﷺ کے ساتھ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ یہ تو ان کی بھتیجی ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے منہ سے یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور ان کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس جواب کے بارے میں عرض کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ نسبی بھائی کی بیٹی حرام ہے۔ دینی بھائی کی بیٹی حرام نہیں ہے لہٰذا عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح میرے ساتھ ہو سکتا ہے۔ میں پھر واپس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئی اور انہیں رسول اللہ ﷺ کے جواب سے مطلع کیا۔ یہ جواب سن کر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا خولہ ٹھہرو میں ابھی آ رہا ہوں۔ اور باہر تشریف لے گئے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سیدھے مطعم بن عدی کے گھر گئے۔ مطعم بن عدی مکہ کا ایک رئیس تھا۔ ذاتی طور پر ایک شریف آدمی تھا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ جب طائف سے واپس تشریف لائے تو مکہ کے قریب کوہ حراء کے دامن میں ٹھہر گئے۔ پھر آپ ﷺ نے خزاعہ کے ایک آدمی کے ذریعے اخنس بن شریق کو یہ پیغام بھیجا کہ آپ ﷺ کو پناہ دے لیکن اخنس نے یہ کہہ کر پناہ دینے سے معذرت کر لی کہ میں حلیف ہوں اور حلیف پناہ دینے کا اختیار نہیں رکھتا۔ اخنس کے انکار کے بعد آپ ﷺ نے سہیل بن عمرو کے پاس پیغام بھجوایا لیکن اس نے بھی یہ کہہ کر معذرت کر لی کہ بنی عامر کی دی ہوئی پناہ بنو کعب پر لاگو نہیں ہوتی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے مطعم بن عدی کے پاس پیغام بھجوایا۔ مطعم نے آپ ﷺ کے پیغام کا جواب اثبات میں دیا اور ہتھیاروں سے لیس ہو کر اپنے بیٹوں اور قبیلہ کے لوگوں کو بلایا اور کہا کہ تم لوگ ہتھیار باندھ کر خانہ کعبہ کے گوشوں میں جمع ہو جاؤ کیونکہ میں نے محمد ﷺ کو پناہ دی ہے۔ اس کے بعد مطعم نے رسول اللہ ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ ﷺ مکہ کے اندر آ جائیں۔ آپ کو جب یہ پیغام ملا تو آپ ﷺ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مکہ میں داخل ہوئے اور سیدھے مسجد حرام تشریف لے گئے۔ مطعم نے اپنی سواری پر کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ اے اہل قریش میں نے محمد ﷺ کو پناہ دے دی ہے، اب ان سے کوئی تعرض نہ کرے۔ ادھر سرور کائنات ﷺ سیدھے حجر اسود کے پاس تشریف لے گئے۔ اسے بوسہ دیا پھر دو رکعت نماز پڑھی اور گھر تشریف لے آئے۔ اس دوران مطعم بن عدی اور اس کے لڑکوں نے ہتھیار بند ہو کر آپ ﷺ کے اردگرد حلقہ باندھے رکھا تا آنکہ آپ ﷺ اپنے مکان کے اندر تشریف لے گئے۔ (ابن ہشام جلد ۱ ص ۴۱۹، ۴۲۲)

Marfat.com

یہ واقعہ ہم نے جملہ معترضہ کے طور پر صرف اس لئے بیان کیا ہے تا کہ پتا چلے کہ مطعم بن عدی کافر ہونے کے باوجود ایک شریف انسان تھا۔ اپنی ذاتی شرافت ہی کی وجہ سے اس نے آپ ﷺ کو پناہ دی۔ آپ ﷺ نے بھی اس کے اس حسن سلوک کو کبھی فراموش نہ فرمایا چنانچہ بدر میں جب کفار مکہ کی ایک اچھی خاصی تعداد قیدی ہو کر آئی اور بعض قیدیوں کی رہائی کے لئے اس کے بیٹے جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا پھر مجھ سے ان بدبودار لوگوں کے بارے میں گفتگو کرتا تو میں اس کی خاطر ان سب کو رہا کر دیتا۔

(بخاری جلد ۲ ص ۵۷۳)

مطعم کے بیٹے جبیر بن مطعم سے سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا وعدہ کیا ہوا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسے با عزت اور شریف انسان کے لئے وعدہ خلافی ایک جرم کے مترادف بات تھی۔ مطعم بن عدی ابھی تک کفر کے اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مار رہا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کے بیٹے جبیر سے اپنی شبنم کی طرح صاف اور پوتر بیٹی کا نکاح نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے وہ مطعم بن عدی کے گھر گئے اس وقت مطعم اور اس کی بیوی دونوں گھر میں موجود تھے۔ سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مطعم سے کہا کہ مجھے اس رشتہ کے بارے میں آخری بات بتا دو۔ مطعم تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بات سن کر کچھ نہ بولا مگر اس کی بیوی نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوال کے جواب میں کہا کہ ہمیں اس بات کا خوف ہے کہ اگر یہ لڑکی ہمارے گھر میں آ جائے گی تو ہمارا لڑکا بے دین ہو جائے گا۔

اس وجہ سے بھی ہم اس رشتہ کی تکمیل سے ڈر رہے ہیں۔ مطعم کی بیوی کا یہ جواب سن کر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مطعم کو مخاطب کر کے کہا کہ تمہارے اس بات میں کیا رائے ہے؟ مطعم نے جواب دیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جو میری بیوی کہہ رہی ہے، وہ تو تم سن ہی رہے ہو، گویا اس طریقہ سے مطعم نے اپنی بیوی کی بات کی تصدیق کر دی اور اس رشتہ کی تکمیل سے انکار کر دیا۔

میاں بیوی کا یہ جواب سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے گھر سے اٹھ کر چلے آئے۔ گھر آ کر خولہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے کہہ دو کہ میں اس رشتہ سے راضی ہوں۔ چنانچہ اس طریقہ سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور رسول اللہ ﷺ کا نکاح ہو گیا۔ (مسند احمد جلد ۶ ص ۲۱۱)

اس روایت سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔

۱۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکاح سے قبل مطعم بن عدی کے بیٹے جبیر بن مطعم کے ساتھ منگنی ہو چکی تھی یا پھر نکاح ہو چکا تھا۔

۲۔ جبیر بن مطعم اس وقت ایک جواں سال آدمی تھا اور اس کے جواں سال ہونے پر بخاری کی یہ روایت ایک بین دلیل ہے کہ جبیر بن مطعم ہجرت کے وقت اس سازش میں شریک تھا جو قریش نے رسول اللہ ﷺ کے قتل کے بارے میں دارالندوہ میں تیار کی تھی۔ (السیرۃ النبویہ ابن ہشام جلد ۱ ص ۴۸۱) پھر یہ روایت بھی ہمارے اس دعوی کو اور زیادہ پختہ کرتی ہے کہ جبیر بن مطعم جنگ بدر کے قیدیوں کی رہائی کے لئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بطور سفارشی گیا تھا اور آپ ﷺ نے اسے فرمایا تھا کہ میں تیری سفارش تو قبول نہیں کرتا البتہ اگر تیرا باپ آج زندہ ہوتا اور وہ مجھ سے سفارش کرتا تو میں ان تمام قیدیوں کو چھوڑ دیتا۔ (بخاری جلد ۱، الاصابہ ترجمہ جبیر بن مطعم)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جبیر ان دنوں خوب جواں سال تھا۔ اب ایک جواں سال آدمی پانچ سالہ بچی سے کیسے شادی کر سکتا ہے جب کہ مسلمہ حقیقت ہے کہ عرب میں صغرسنی کی شادی کا بالکل رواج نہیں تھا کیونکہ تاریخ و سیر کی ورق گردانی کرنے سے ایک مثال بھی نہیں پیش کی جا سکتی کہ کسی نوجوان عرب یا نوجوان صحابی رسول نے کسی کم سن لڑکی سے شادی کی ہو۔ خود سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کی شادی ہجرت مدینہ سے کچھ پہلے سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی اور اس وقت وہ بالغہ تھیں کیونکہ جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں کہ ہجرت کے وقت ان کی عمر ۲۷ سال تھی۔ تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنی بہن سے دس سال چھوٹی ہیں تو اس طرح سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۱۷ سال ہوئی۔

Marfat.com

عائلی زندگی:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عائلی اور گھریلو زندگی خوشگوار تھی۔ سیدہ رضی اللہ عنہا کا گھر بنونجار کے محلہ میں ایک معمولی گھر تھا ایک حجرہ تھا جس کی وسعت چھ سات ہاتھ سے زیادہ نہ تھی۔ دیواریں مٹی کی تھیں۔ چھت کھجور کی پتیوں اور ٹہنیوں کی تھی جن کے اوپر کمبل ڈال دیا گیا تھا تا کہ بارش میں پانی نہ ٹپکے۔ چھت کی بلندی اتنی تھی کہ آدمی کھڑا ہوتا تو ہاتھ چھت تک پہنچ جاتا تھا۔ دروازہ میں ایک پٹ کا کواڑ تھا جو ساری عمر کبھی بند نہ ہوا۔ پردہ کے طور پر ایک کمبل پڑا رہتا تھا۔ حجرہ کے متصل ایک بالاخانہ تھا جس کو مشربہ کہتے تھے۔ ایلاء کے ایام آپ ﷺ نے اسی مشربہ میں قیام فرمایا تھا۔

یہ تو حجرہ کی حقیقت تھی لیکن اس کے اندر کی کل کائنات ایک چارپائی، ایک چٹائی اور ایک بستر اور ایک کھجور کی چھال بھرا تکیہ، کھجور رکھنے کے ایک دو مٹکے، پانی رکھنے کا ایک برتن اور پانی پینے کے لئے ایک پیالہ سے زیادہ نہ تھے۔ صاحب مسکن اگرچہ نہ صرف خود منبع انوار بلکہ دوسروں کو منبع انوار بنانے والا تھا لیکن مسکن میں راتوں کو چراغ جلانا صاحب مسکن کی استطاعت سے باہر تھا (بخاری جلد ا ص ۳۷) اور خود عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ چالیس چالیس راتیں گزر جاتی تھیں اور ہمارے گھر میں چراغ نہیں جلتا تھا۔ حجرہ میں کل دو آدمی تھے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور رسول اللہ ﷺ کچھ دنوں کے بعد بریرہ رضی اللہ عنہا نام کی ایک لونڈی کا بھی اضافہ ہو گیا تھا۔ گھر میں کھانا پکنے کی بہت کم نوبت آتی تھی۔ خود سیدہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کبھی تین روز متواتر ایسے نہیں گزرے کہ خاندان نبوت نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا ہو۔ گھر میں مہینہ مہینہ آگ نہیں جلتی تھی۔ صرف چھوہارے اور پانی پر گزارہ ہوتا تھا۔ فتح خیبر کے بعد آپ ﷺ نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے سالانہ مصارف کے لئے وظائف مقرر کر دیئے تھے۔ اسی وسق چھوہارے اور ۲۰ وسق جو لیکن فیاضی اور جود وسخا کی وجہ سے سال بھر کے لئے یہ سامان کبھی کافی نہ ہوا۔ اس عسرت کی زندگی کے باوجود آپ کی گھریلو زندگی نہایت خوشگوار اور مطمئن تھی۔ (کتاب عزیز اقارب کا بیان ختم ہوا)

حضور ﷺ کی اولاد کرام صلوات اللہ علیہم وسلام

واضح ہو کہ حضور ﷺ کی جس اولاد پاک صلوات اللہ علیہم وسلام پر تمام علماء کرام کا اتفاق ہے ان میں آپ ﷺ کے دو بیٹے حضرت قاسم اور حضرت ابراہیم اور چار بیٹیوں کے نام (ا) سیدہ زینب، سیدہ رقیہ، سیّدہ ام کلثوم اور سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہن ان کے سوا علماء کا اختلاف ہے۔ کچھ علماء نے ان میں طیب اور طاہر کو بھی شمار کیا۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ ابراہیم اور قاسم کے علاوہ ایک اور فرزند بھی تھے جن کا نام عبداللہ تھا اور وہ عہد اسلام میں پیدا ہوئے اور چھوٹی عمر میں مکہ شریف ہی میں انتقال فرما گئے اور ان کا لقب ہی طیب اور طاہر تھا۔ (رحمۃ اللعالمین جلد دوئم ص ۹۲)

علماء انساب کی اکثریت یہ مذہب رکھتی ہے اور دار قطنی کہتے ہیں کہ یہ قول ہی درست ہے اس طرح آپ ﷺ کے تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں ہیں (مواہب اللدنیہ جلد ۲ ص ۵۳۹ سیرت ابن ہشام جلد ۲ مدارج النبوت جلد دوئم ص ۶۱۴) اب ترتیب ولادت کے مطابق علیحدہ علیحدہ ذکر کیا جاتا ہے۔ (الشیخ ابی جعفر محمد بن یعقوب الکلینی الرازی المتوفی ۳۲۰ھ شعبان اصول کافی ص ۲۷۸ نول کشور بحوالہ رحمۃ للعالمین جلد دوئم ص ۹۶)

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے سب سے پہلے صاحبزادے ہیں جو نبوت کے اعلان سے پہلے پیدا ہوئے اور ان ہی کی وجہ سے آپ ﷺ کی کنیت ابوالقاسم ہے (طبقات ابن سعد جلد اول ص ۱۳۳) آپ رضی اللہ عنہ چلنے پھرنے کے قابل ہو گئے تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ دو سال زندہ رہے لیکن غلابی (مفضل بن غسان جو اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں اور ابن الدنیا کے شیخ ہیں) نے کہا کہ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ سترہ ماہ زندہ رہے۔ ابن فارس نے کہا کہ سواری پر سوار ہونے کی عمر کو پہنچے اور بعثت نبوی ﷺ سے پہلے انتقال کر گئے۔ مستدرک فریابی میں جو کچھ مذکور ہے وہ دور اسلام میں آپ ﷺ کی وفات پر دلالت کرتا ہے۔ آپ ﷺ کی اولاد میں سب سے پہلے ان کا ہی انتقال ہوا۔

(طبقات ابن سعد جلد اول ص ۱۳۳) بحوالہ مواہب اللدنیہ جلد سوئم ص ۱۴۰، مدارج النبوت جلد دوئم ص ۶۱۵) (رحمۃ اللعالمین جلد دوئم ص ۹۱)

Marfat.com

حضور ﷺ منع فرمایا کرتے کہ کوئی شخص حضور ﷺ کے نام اور کنیت کو اپنے لیے جمع کرے اور ابوالقاسم محمد کہلائے۔ بعض نے اس نہی کو زمان نبوی سے مختص قرار دیا ہے بلکہ حدیث شریف میں ہے کہ آپ ﷺ نے صرف کنیت ''ابوالقاسم'' کے متعلق فرمایا یہ کوئی نہ نام رکھے۔

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضور ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے وہ اپنے نور نظر کے فراق میں غمزدہ تھیں۔ انہوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ قاسم رضی اللہ عنہ کو جنت عطا کرے۔ کاش ان کا وصال رضاعت کی تکمیل کے بعد ہوتا۔ اس طرح ان کی جدائی برداشت کرنا میرے لئے آسان ہوتا''۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں ایک حور ہے جو قاسم رضی اللہ عنہ کی رضاعت کو مکمل کرے گی''۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: ''کاش! مجھے یہ پہلے علم ہوتا تو غم برداشت کرنا میرے لئے آسان ہوتا'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے خدیجہ رضی اللہ عنہا! اگر تم پسند کرو میں تمہیں حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کی آواز جنت میں سے سنا سکتا ہوں''۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: ''میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی تصدیق کرتی ہوں''۔

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس امر کا معائنہ کر کے ایمان لانے کو ناپسند کیا کہ اس طرح آپ رضی اللہ عنہا ایمان بالغیب اور تصدیق کے اجر سے محروم نہ رہ جائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی توصیف فرمائی ہے جو بن دیکھے ایمان لاتے ہیں۔ یہ حدیث اس امر پر بھی دلالت کرتی ہے کہ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کے وصال زمانہ جاہلیت میں نہیں ہوا تھا۔

آپ ﷺ کی دختران فرخندہ فال کی عمر میں بھی علماء کا اختلاف ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا اپنی دوسری بہنوں سے بڑی نہ تھیں۔ اس طرح فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بھی اپنی بہنوں سے چھوٹی تھیں۔ صحیح ترین قول یہ ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے چھوٹی تھیں۔

(روض الانف جلد اول ص ۴۲۰)

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ سب سے بڑے تھے۔ پھر حضرت طیب رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت طاہر رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی (لیکن علماء کی اکثریت اس پر متفق ہے کہ طیب اور طاہر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے لقب تھے۔ اس وقت دو ہی آپ ﷺ کے صاحبزادے حضرت قاسم اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تھے) صاحبزادیوں میں سب سے بڑی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا تھیں پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا پھر حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور پھر حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی ولادت ہوئی۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت طیب رضی اللہ عنہ اور حضرت طاہر رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت میں ہی انتقال فرما گئے تھے۔ لیکن دختران مصطفیٰ ﷺ تمام نے اسلام کے زریں عہد کو پایا، اسلام لائیں اور حضور ﷺ کے ساتھ ہجرت کی۔

(تاریخ ابن ہشام، جلد ا، ص ۴۷)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ

انہی کا لقب طیب و طاہر تھا۔ ظہور اسلام کے بعد مکہ شریف میں پیدا ہوئے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے برادر عاص (یا عاصی) بن وائل ان کے وصال کی خبر سن کر جبکہ اس سے قبل وہ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کے وصال کے بارے میں بھی سن چکا تھا۔ کہنے لگا کہ محمد ﷺ کے صاحبزادے فوت ہو گئے ہیں اور وہ ابتر (بے نسل) ہو گئے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ''سورہ کوثر'' یہ آیت نازل فرمائی۔ ترجمہ: ''اس میں کوئی شک نہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کا دشمن ہی ابتر ہے'' یعنی وہ جو عیب آپ ﷺ کی شان میں بدگو بھی ہے وہی ابتر ہے ''ابتر'' کا لغت میں معنی ہے دم کٹا بے فرزند اس لئے اس کا نام دنیا اور آخرت میں کوئی نہیں لے گا۔ صرف اس پر لعنت ہی بھیجی جائے گی اور آپ ﷺ کو تو کسی صورت میں کوئی ابتر نہیں کہہ سکتا کیونکہ دنیا اور آخرت کی بھلائی جس قدر آپ ﷺ کو میسر ہے وصف و بیان کے احاطہ میں نہیں آ سکتا اور یہ تمام جہان آپ ﷺ کی اولاد اور فرزندان سے پر ہو جائیگی۔ مشرق سے مغرب تک پھیل جائے گی۔ حتیٰ کہ قیامت کے دن ہزار ہا مسلمان معنوی اولاد کی حیثیت سے آپ ﷺ کے عقب میں ہوں گے اور حق تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو یہ خوشخبری عطا فرمائی ''اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ'' کوثر بروزن فوعل ہے اس میں کثرت اور مبالغہ کے معنی

Marfat.com

ہیں۔ دنیا اور آخرت کی جملہ بہتریاں جن تک علم مخلوق نہیں پہنچ سکتا اور جو بھی جتنا بھی بیان کر سکتا ہے۔ وہ سمندر سے ایک قطرہ کی مانند ہے۔ لفظ کوثر کی تعریف میں علماء کے بہت سے اقوال اور تاویلات ہیں۔ ہر کسی نے اپنے نور باطنی کے مطابق بیان کیا ہے اس میں نبوت و معجزات اور شفاعت و معرفت سب شامل ہیں اور آنحضرت ﷺ کی برکات اور تا قیامت کمالات و کرامات سب اس میں شامل ہیں اور اسی کوثر (کثرت) میں وہ حوض کوثر بھی شمار ہے جو جنت میں حضور ﷺ کو عطا ہوگا اور اس کو جو بھی پیئے گا اسے پھر کبھی پیاس نہ لگے گی۔ (مدارج النبوت جلد ۲ ص ۶۱۵ '۶۱۶' طبقات ابن سعد جلد اول ص ۱۳۲ بحوالہ مواہب اللدنیہ جلد سوم ص ۵۴۷) اور ایک بیان میں اس طرح ہے۔ کفار سمجھتے تھے کہ فرزند کے نہ بچنے سے اب محمد مصطفیٰ ﷺ کا نام لیوا کوئی نہیں رہا' ان کو معلوم نہ تھا کہ زبور (۵۴-۱۷) حضور ﷺ کی ثناء میں ہے:

''میں ساری پشتوں کو تیرا نام یاد دلاؤں گا۔ پس سارے لوگ ہمیشہ تیری ہی ستائش (تعریف) کریں گے'' زبور (۷۲-۱۷) بھی آپ ﷺ کی شان میں ہے ''اس کا نام ابد تک باقی رہے گا۔ جب تک آفتاب رہے گا۔ اس کے نام کا رواج رہے گا۔ لوگ اس کے باعث اپنے تئیں مبارک کہیں گے۔ ساری قومیں اسے مبارک باد دیں گی۔ زبور (۷۲-۱۵) بھی حضور ﷺ کی شان میں ہے ''اس کے حق میں سدا دعا ہوگی۔ ہر روز اس کی مبارک باد کہی جائے گی''۔

انہی بشارات صحف سابقہ اور اعلان قرآن مبین کا اثر ہے کہ ان کافروں کے نام بھی آج کوئی نہیں لیتا جس کو اپنی اولاد کا غرور تھا بلکہ ان کی نسل کا کوئی بچہ بھی اپنی نسبت وہاں تک نہیں پہنچاتا لیکن حضور ﷺ کا ذکر خیر اور اسم ہمایوں اذان۔ تکبیر' تشہد و صلوٰۃ' درود' کلمہ طیبہ میں زبانوں پر جاری اور دلوں پر حاوی ہے۔ (رحمۃ للعالمین' جلد دوم' ص ۹۲)

سیّدنا حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ ابن رسول ﷺ

(مواہب اللدنیہ جلد اوّل ص ۵۴۸ تا ۵۵۱ نقل کیا جاتا ہے)

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ' حرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے پیدا ہوئے جن کا ذکر مندرجہ بالا میں ہو چکا ہے۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ ذوالحجہ ۸ ھ میں پیدا ہوئے۔ کہا گیا ہے کہ آپ مقام عالیہ میں پیدا ہوئے۔ زبیر بن بکار نے یہ بات ذکر کی ہے۔ ابورافع کی بیوی سلمٰی جو نبی اکرم ﷺ کی لونڈی تھیں ان کی دایہ تھیں، ابورافع نے نبی اکرم ﷺ کو ان کی (ولادت کی) خوشخبری دی تو آپ نے ان کو ایک غلام بطور ہبہ عطا کیا اور ساتویں دن ان کی طرف سے دو بکرے عقیقہ کے طور پر ذبح کیے۔ ان کے سر کے بال ابو ہند نے مونڈے اور اسی دن نبی اکرم ﷺ نے ان کا نام رکھا، نیز ان کے بالوں کے برابر چاندی مساکین پر صدقہ کی اور ان کے بالوں کو زمین میں دفن کیا۔

(طبقات ابن سعد جلد اول ص ۱۳۵)

صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: آج رات میرے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام میں نے ابراہیم رکھا ہے، پھر آپ نے ان کو ام سیف کے حوالے کیا جو مدینہ طیبہ کے ایک لوہار ابو سیف کی بیوی تھیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۳ ص ۳۹۳، صحیح بخاری جلد اول ص ۱۷۴)

اس حدیث میں ہے کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ وفات تک اس خاتون کے پاس رہے۔

دونوں روایتوں کو جمع کیا جا سکتا ہے کہ ان کا نام ساتویں دن سے پہلے رکھا گیا تھا جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے، پھر ساتویں دن اس کا ذکر فرمایا۔۔۔

امام ترمذی نے عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے، وہ اپنے باپ سے اور وہ ان کے (عمرو بن شعیب کے) دادا یعنی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے حکم فرمایا کہ ولادت کے ساتویں دن بچے کا نام رکھا جائے۔ (جامع ترمذی جلد اول ص ۱۸۳)

Marfat.com

اس کا مطلب یہ ہے کہ ساتویں دن سے تاخیر نہ کی جائے۔ (یہ مطلب نہیں کہ ساتویں دن سے پہلے نام رکھنا جائز نہیں اور) یہ مطلب (بھی) نہیں کہ اسی دن نام رکھا جائے بلکہ پیدائش کے دن سے ساتویں دن تک (کسی بھی دن) نام رکھنا جائز ہے۔

زبیر بن بکار فرماتے ہیں کہ انصار حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو دودھ پلانے کے لئے کسی خاتون کی تلاش میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے کیونکہ وہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کو نبی اکرم ﷺ کے لئے فارغ کرنا چاہتے تھے، پس آپ نے اسے ام بردہ بنت منذر بن زید انصاری زوجہ براء بن اوس کے حوالے کیا۔ انہوں نے بنو مازن بن نجار میں اپنے بیٹے کے ساتھ آپ کو دودھ پلایا اور پھر ان کی ماں کے حوالے کر دیا اور نبی اکرم ﷺ نے ان کو کھجوروں کے باغ کا ایک حصہ عطا فرمایا۔

(طبقات ابن سعد جلد اول ص ۱۳۶، ۱۴۴) (مختلف الفاظ کے ساتھ)

اور یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کو ام سیف کے حوالے کیا تھا اور وہ وفات تک ان کے پاس رہے۔ تو ہوسکتا ہے پہلے حضرت ام بردہ کو دیا ہو پھر ام سیف کے سپرد کیا ہو اور آپ وفات تک ان کے پاس رہے لیکن یہ بات بھی مروی ہے کہ ان کا انتقال ام بردہ کے پاس ہوا، پس ترجیح کے لئے ہمیں صحیح حدیث کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔

تو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ سے بڑھ کر کسی کو اپنے اہل وعیال پر زیادہ رحم کرنے والا نہیں دیکھا۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ کے عوالی (بالائی علاقہ) میں دودھ پلانے کے لئے چھوڑ رکھا تھا، آپ وہاں تشریف لے جاتے اور ہم بھی آپ کے ساتھ اس گھر میں داخل ہوتے۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی پرورش ایک لوہار کے گھر ہوئی۔ رسول اکرم ﷺ ان کو اٹھا کر چومتے، پھر واپس تشریف لاتے .... یہ حدیث ابوحاتم نے روایت کی ہے۔ (صحیح مسلم جلد اول ص ۲۵۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے مقام نخل میں تشریف لائے تو آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی رُوح پرواز کر رہی تھی۔ آپ نے ان کو اپنی گود میں اٹھایا پھر آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس کے بعد فرمایا: اے ابراہیم! ہم تمہاری وجہ سے غمگین ہیں آنکھ روتی ہے اور دل غمگین ہوتا ہے اور ہم وہ بات نہیں کہتے جس پر (ہمارا) رب ناراض ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۳ ص ۲۹۳) اس سیاق میں اس حدیث کو ابوعمرو بن سماک نے نقل کیا ہے اور صحیح (بخاری ومسلم) میں اس کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو اس وقت وہ ستر دن کے تھے۔ جیسا کہ ابوداؤد میں مذکور ہے منگل کا دن تھا اور ربیع الاول شریف کے دس دن گزر چکے تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس وقت آپ کی عمر سولہ مہینے اور آٹھ دن تھی۔ ایک قول کے مطابق ایک سال دس مہینے اور چھ دن کی عمر تھی۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو ایک چھوٹی چارپائی پر اٹھایا گیا اور جنت البقیع میں نبی اکرم ﷺ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور فرمایا: ہم ان کو (حضرت) عثمان بن مظعون (رضی اللہ عنہ) کے پاس دفن کریں گے جو ہم سے پہلے چلے گئے۔ (طبقات ابن سعد جلد اول ص ۱۴۴)

ایک روایت میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کو دفن کیا لیکن ان کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی۔

ہوسکتا ہے آپ نے خود نمازِ جنازہ نہ پڑھی ہو لیکن صحابہ کرام کو نمازِ جنازہ پڑھنے کا حکم دیا ہو یا باجماعت نماز نہ پڑھی ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ ان کو حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے غسل دیا اور ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے غسل دیا اور ہوسکتا ہے دونوں نے مل کر غسل دیا ہو۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قبر میں حضرت فضل اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہما اترے جب کہ نبی اکرم ﷺ قبر کے کنارے پر موجود رہے۔ قبر پر پانی چھڑکا گیا اور علامت رکھی گئی۔

Marfat.com

حضرت زبیر فرماتے ہیں: یہ پہلی قبر تھی جس پر پانی کا چھڑکاؤ کیا گیا۔ (طبقات ابن سعد جلد اول ص ۱۴۳)

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے وصال کے دن سورج گرہن ہوا تو لوگوں نے کہا: حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے وصال کی وجہ سے سورج کو گرہن لگا ہے۔ اس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ لَا تَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ

بے شک سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، ان کو کسی کی وفات کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا

(صحیح بخاری جلد اول ص ۱۴۳، صحیح مسلم جلد اول ص ۲۹۵)

کہا گیا ہے کہ عام طور پر سورج گرہن اٹھائیس یا انتیس تاریخ کو ہوتا ہے۔ پس حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کے موقع پر دس تاریخ کو ہوا، اس سے لوگوں نے کہا کہ ان کی وفات کی وجہ سے سورج گرہن ہوا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ان کے لئے جنت میں دودھ پلانے والی ہے۔ یہ بات ابن ماجہ رحمہ اللہ نے نقل کی ہے۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۰۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ اگر وہ یعنی نبی اکرم ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ زندہ ہوتے تو نبی ہوتے لیکن وہ زندہ نہ رہے کیونکہ تمہارے نبی ﷺ آخری نبی ہیں۔۔۔ یہ حدیث ابو عمر نے نقل کی ہے۔

طبری نے کہا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یہ قول توقیفی ہے، جو حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ سے خاص ہے، ورنہ یہ بات ضروری نہیں کہ نبی کا بیٹا نبی ہی ہو، جیسے حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا نبی نہیں تھا۔

حضرت امام نووی رحمہ اللہ نے "تہذیب الاسماء واللغات" میں فرمایا ہے کہ بعض متقدمین سے جو یہ بات مروی ہے کہ اگر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ زندہ ہوتے تو نبی ہوتے تو یہ بات باطل ہے، غیبی باتوں پر جرأت کرنا، اندازے سے باتیں کرنا بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کرنا ہے۔

(فتح الباری جلد ۱۰ ص ۴۷۷)

ہمارے شیخ نے المقاصد الحسنہ میں فرمایا کہ میں نہیں جانتا یہ کیا بات ہے، حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا نبی کے طور پر پیدا نہیں ہوا اور اگر ہر نبی کی اولاد نبی ہوتی تو ہر ایک نبی ہوتا کیونکہ سب لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ [1]

ابن عبد البر نے "تمہید" میں اسی کی مثل کہا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جو کچھ ابن البر نے کہا ہے وہ بات اس مذکورہ حدیث سے لازم نہیں آتی جیسا کہ مخفی نہیں [2] اور گویا وہ امام نووی کے اسلاف میں سے ہیں۔ انہوں نے امام نووی رحمہ اللہ کے کلام کے بعد یہ بھی کہا کہ یہ عجیب بات ہے، حالانکہ یہ تین صحابہ کرام سے مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا: گویا کہ ان کے لئے تاویل کی وجہ ظاہر نہ ہوئی پس انہوں نے اس کے انکار میں کہا جو کچھ کہا۔

اور اس کا جواب یہ ہے کہ قضیہ شرطیہ کا واقع ہونا ضروری نہیں اور کسی صحابی کے بارے میں یہ گمان نہیں ہوسکتا کہ وہ محض گمان سے ایسی بات کہیں۔

ہمارے شیخ نے فرمایا کہ اس روایت کے تین طرق ہیں: (المقاصد الحسنہ ص ۳۴۴)

ایک وہ ہے جسے ابن ماجہ وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے نقل کیا کہ جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور فرمایا کہ جنت میں ان کو دودھ پلانے والی ہے اگر یہ زندہ رہتے تو سچے نبی ہوتے، اگر وہ زندہ رہتے تو ان کے قبطی ماموں آزاد ہو جاتے اور کوئی قبطی غلام نہ بنایا جاتا۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۰۸)

---

[1] ...... اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں جب طوفان آیا تو لوگ غرق ہو گئے، جو بچ گئے ان کی نسل نہیں چلی، صرف حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں سے نسل چلی اسی لئے سب لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں۔۔۔ ۱۲ ہزاروی

[2] ...... کیونکہ یہ قضیہ شرطیہ ہے جس کا وقوع ضروری نہیں۔ زرقانی جلد ۳ ص ۲۵۱

Marfat.com

اس حدیث کی سند میں ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان واسطی ہے، جو ضعیف ہے اور اسی کے طریق سے اسے ابن مندہ نے المعرفہ میں نقل کیا اور کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

دوسری روایت وہ ہے جو اسماعیل سدی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ نے جھولے کو بھر دیا۔ (یعنی خاصے صحت مند تھے) اگر وہ زندہ رہتے تو نبی ہوتے۔ (المقاصد الحسنہ ص ۳۴۴)

تیسری روایت وہ ہے جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے محمد بشر کے طریق سے نقل کیا ہے، وہ اسماعیل ابن ابی خالد سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا آپ نے نبی اکرم ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ بچپن میں انتقال کر گئے تھے اور اگر حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی نبی نے آنا ہوتا تو آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم زندہ ہوتے لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ (صحیح بخاری جلد ۲ ص ۹۱۴)

حضرت امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت وکیع سے اور انہوں نے اسماعیل سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: میں نے ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر نبی اکرم ﷺ کے بعد کوئی نبی ہوتا تو آپ کے صاحبزادے انتقال نہ فرماتے۔ (مواہب الدنیہ کا بیان ختم ہوا)

(مسند امام احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۳۵۳)

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی والدہ ماریہ رضی اللہ عنہا خاتون ہیں جو قبطی نسل سے ہیں، جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہم عصر شاہ مصر نے ہاجرہ خاتون کو پیش کیا تھا۔ اسی طرح نبی ﷺ کے ہم عصر شاہ مصر نے ماریہ رضی اللہ عنہا خاتون کو خدمت نبوی ﷺ میں بھیجا۔ اس مثال میں فرق ہے تو اس قدر کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہم عہد بت پرست و جبار تھا اور نبی ﷺ کا ہم عصر ایک پابند مذہب عیسائی باشندگان مصر بھی ان دنوں میں عیسائیت کی تحقیقات میں بہت منہمک تھے۔ اس واقعہ سے وہ پیشین گوئی پوری ہوئی جو داؤد علیہ السلام کی معرفت دی گئی تھی۔ ''بادشاہوں کی بیٹیاں تیری عزت والیوں میں ہیں بلکہ اوفیر کی سونے سے آراستہ ہو کے تیرے داہنے ہاتھ[1] کھڑی ہے۔'' زبور ۴۵-۹ نیز یہ بشارت پوری ہوئی۔ ''ترسیس[2] اور جزیروں کے سلاطین نذریں لائیں گے اور سبا اور سیبا کے بادشاہ ہدیے گزرانیں گے۔'' زبور ۷۲-۱۰

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ واقدی اور ابن سعد نے ولادت ابراہیم ۸ھ اور وفات ۱۰ ربیع الاول ۱۰ھ تحریر کی ہے' اس پر ان کا بھی اتفاق ہے کہ یوم وفات کو سورج گرہن تھا۔

ان روایات میں ولادت کا ماہ و سال اور علیٰ ہذا وفات کی تاریخ اور مہینہ سب غلط ہیں۔ صحیح صرف اس قدر ہے کہ ۱۰ھ میں وفات پائی اور اس روز کسوف شمس تھا۔ مواہب لدنیہ میں ۱۰ھ ہجری کے ساتھ اور تاریخ ۲۸ یا ۲۹ غالباً بتائی ہے' مگر مہینہ کا تعین غلط کیا گیا۔ نبی ﷺ نے کسوف کو ایۃ من الایات فرمایا ہے۔ پس مؤرخ کے لیے بھی یہ واقعہ از برائے تصحیح تاریخ ایک آیت ہے۔ حساب لگایا گیا تو ۱۰ھ کا سورج گرہن ۲۹ شوال بروز دوشنبہ مطابق ۲۷/ ۳۰ جنوری ۶۳۲ء ثابت ہوا۔ انڈین کرونالج اور انڈین آئے رار گنکھم اور انڈین کلینڈر رابرٹ سیول نے بھی یہی تاریخ اس گرہن کی تسلیم کی ہے۔ ہندوستان میں اس روز ۲۸ شوال تھی' عرب کے حساب سے ۲۹ ہو سکتی ہے اور اسی کو محمود پاشا فلکی نے اپنے رسالہ نتائج الافہام مطبوعہ مصر ۱۳۰۵ کے ص ۱۰ پر اختیار کیا ہے۔

اب کہ تاریخ وفات ۲۹ شوال ۱۰ھ محقق ہو گئی تو امام بخاری رحمہ اللہ کی روایت عن عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور مسند امام احمد کی روایت عن جابر رضی اللہ عنہ پر بھی غور کر لینا چاہیے۔ صحیح بخاری میں عمر ۱۷ یا ۱۸ ماہ اور مسند میں پورے ۱۸ ماہ بیان کی گئی ہے۔

---

[1] داہنے ہاتھ کے الفاظ پر غور کرنا چاہیے' یہ ملک یمین کا ترجمہ ہے' سب مؤرخین ماریہ خاتون کو ملک یمین بتاتے ہیں' پیشگوئی بالا میں پہلے سے بتایا گیا ہے کہ وہ شہزادی ہوں گی اور ان کا آنا ملک یمین کی شان میں ہوگا۔ [2] ترسیس صوبہ حلب کے قدیم شہر کا نام ہے۔ سبا سے ملک یمن کی آبادقوم اور سیبا سے ملک مصر کی آبادقوم مراد ہیں۔ غور کرو ان سب کا اجتماع نبی ﷺ ہی پر ہوتا ہے۔

Marfat.com

پس ان روایات صحیحہ سے زمانہ ولادت متعین کر لینا چاہیے۔ ۱۸ ماہ پہلے کے شہور کو شمار کر جاؤ۔ جمادی الاولیٰ ۹ھ آئے گا۔ یہی مہینہ ولادت سید ابراہیم علیہ السلام کا ہوا۔ اس تحقیقات سے دیگر سب مختلف روایتوں کا ضعف نمایاں ہو جاتا ہے' جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی عمر اور تاریخ ولادت اور تاریخ وفات کے متعلق ہیں۔

صحیح مسلم کی حدیث عن انس رضی اللہ عنہ میں ہے کہ سورۂ کوثر کا نزول[1] ان کے سامنے ہوا تھا۔ اس حدیث کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ سورۂ کوثر کا نزول مکرر مدینہ طیبہ میں بھی ہوا اور اس کا وقت غالباً وفات سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ ہی ہو سکتا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کی وفات پر منصب نبوۃ کی شان کو بھی دیکھو۔ سانس چھوڑتے بچہ کو گود میں اٹھایا تو لَا نُغْنِيْ عَنْكَ شَيْئًا[2] کی کیسی زبردست تعلیم توحید دی ہے۔

موت پر صبر کے لیے کیسے عجیب دلائل' امر صدق وعدہ حق اور الحاق آخر باوّل کی ظاہر فرمائی ہیں' پھر دلی رنج اور رضائے الٰہی کا ذکر فرما کر انسان کی کمزوری اور ایمان کی طاقت وقوت کا بیان فرمایا ہے۔

ذرا غور کرو کہ اصلاح عقیدہ مرحوم کا فرض کس قدر جلد غم فرزند پر غالب آجاتا ہے اور نبی ﷺ کیسی سرعت وآمادگی سے وعظ ونصیحت میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ جب عام طور پر ایسی سوانح ومصائب میں لوگ اپنے آپ کو غمزدہ تصور کر کے بصورت ماتم بیٹھ جایا کرتے ہیں۔

(وللہ حجۃ البالغۃ) (رحمۃ للعالمین جلد دوم ص ۹۴' ۹۵)

دختران سیّد عالم ﷺ

(مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۶۲۱ تا ۶۳۱ سے نقل کیا جاتا ہے)

سیّدہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا:

حضور اکرم ﷺ کی صاحبزادیوں میں بقول اکثر علماء سب سے بڑی دختر سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا ہیں اور یہی صحیح ہے' صاحب مواہب نے کہا کہ مگر کسائی کے نزدیک ان کا قول صحیح نہیں ہے اور کہا کہ اختلاف ان میں اور حضرت قاسم میں ہے کہ کون پہلے پیدا ہوا۔ ابن اسحٰق کے نزدیک یہ ہے کہ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا حضور اکرم ﷺ کی دختر کی ولادت واقعہ فیل سے تیسویں سال اور اسلام میں داخل ہوئیں اور ہجرت کی اور ان کا نکاح' ان کی خالہ کے فرزند کے ساتھ کیا گیا تھا جن کا نام ابوالعاص رضی اللہ عنہ بن الربیع بن عبدالعزیٰ بن عبدالشمس عبد مناف ہے اور ابوالعاص کی ماں ہند بنت خویلد' سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد کی بہن ایک ماں باپ سے تھی اور ابوالعاص رضی اللہ عنہ مشہور اپنی کنیت کے ساتھ ہیں ان کے نام میں اختلاف ہے۔ لفیظ ہے یا مقسم یا قسم یا یاسر اور ابن عبدالبر نے کہا کہ اکثر کے نزدیک قول اول درست ہے یعنی لفیظ نام ہے ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے پہلے سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نے ہجرت کی اور ان کو شرک میں مبتلا چھوڑ دیا اور ابوالعاص رضی اللہ عنہ مکہ اور مدینہ کے درمیان اسلام لائے اور حضور اکرم ﷺ نے پہلے ہی نکاح میں سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کو ان کے سپرد فرما دیا بعض کہتے ہیں کہ نکاح جدید کے ساتھ سپرد کیا اس کا مجمل قصہ اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ ابوالعاص رضی اللہ عنہ بدر کے قیدیوں میں داخل تھے۔ جب اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کی آزادی کیلئے فدیہ بھیجا تو سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ نے ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے فدیہ میں وہ ہار بھیجا جو ان کے گلے میں لٹکا رہتا تھا جسے سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عقد کے وقت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے جہیز میں دیا تھا جب حضور اکرم ﷺ نے اس ہار کو ملاحظہ فرمایا تو سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی صحبت کا زمانہ یاد آگیا اور سخت رقت طاری ہو گئی۔ صحابہ سے فرمایا اگر تم دیکھو کہ رہا کر دو تم اسیر زینب رضی اللہ عنہا کو اور لوٹا دو تم فدیہ کے مال کو تم جانو تو ایسا کر لو۔ صحابہ نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ﷺ ہم ایسا ہی کریں گے جس میں آپ کی مرضی مبارک ہو گی

---

[1] لفظ کوثر پر خیال کرو۔ وفات عبداللہ اور وفات ابراہیم کے درمیانی زمانہ کو بھی دیکھو اور اندازہ کرو کہ اس زمانہ میں اسلام کو کس قدر وسعت ترقی' عروج اور اشاعت ہوئی۔ یہ بھی غور کرو کہ زمانہ مابعد میں بھی اس کا ظہور کیسا اتم واکمل ہوا' انشاء اللہ تعالیٰ عالم آخرت میں اس کی تکمیل اور بھی زیادہ ہو گی۔

Marfat.com

اور حضور اکرم ﷺ نے ابوالعاص رضی اللہ عنہ سے عہد لیا کہ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کو حضور اکرم ﷺ کی طرف بھیج دیں گے۔ ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے اسے مان لیا۔ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے زید بن حارثہ اور ایک اور انصاری شخص کو مکہ مکرمہ بھیجا تا کہ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کو لے آئیں اور فرمایا مکہ کے اندر نہ جانا بلکہ وادی ناجح کے بطن میں ٹھہرنا۔ یہ ایک موضع کا نام ہے جو مکہ کے باہر ہے مسجد عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے ہے جہاں انہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے آپ ﷺ نے فرمایا جب وہ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کو تمہارے حوالہ کر دیں تو ان کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ آ جانا اس واقعہ کے ڈھائی سال بعد ابوالعاص رضی اللہ عنہ ایک تجارت کی غرض سے مکہ سے باہر آئے۔ ان کے ساتھ مکہ والوں کا مال تجارت تھا۔ اس تجارتی قافلہ کی واپسی کے وقت رسول اللہ ﷺ کے اصحاب اس کی تلاش میں گئے ہوئے تھے جب انہوں نے قافلہ پر قابو پالیا تو چاہا کہ ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے مال پر قبضہ کر کے انہیں قتل کر دیں۔ یہ خبر جب سیّدہ زینب سلام اللہ علیہا کو پہنچی تو انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا کسی مسلمان کو کسی کو عہدہ و آمان میں لینے کا حق نہیں ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''ہاں ہے۔'' سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نے عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ! آپ گواہ رہیے کہ میں نے ابوالعاص رضی اللہ عنہ کو امان دیدی ہے جب صحابہ کرام اس صورت حال سے باخبر ہوئے تو ابوالعاص رضی اللہ عنہ اور ان کے مال سے دست تعرض کھینچ لیا اور ابوالعاص رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے تم مسلمان ہو جاؤ تا کہ مشرکوں کا یہ تمام مال تمہارے لیے غنیمت ہو جائے ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے کہا میں شرم کرتا ہوں کہ اپنے دین کو اس ناپاک مال سے پلید کروں۔ اس کے بعد وہ مکہ چلے گئے اور اس مال کو ان کے مالکوں کے سپرد کر دیا اور فرمایا اے مکہ والو! آیا میں نے تمہیں تمہارا مال پہنچا دیا تم مجھے اس سے بری الذمہ قرار دیتے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں! پھر ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم گواہ رہو کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اس کے بعد ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آ گئے اور حضور کریم ﷺ نے سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کو نکاح سابق یا نکاح جدید کے ساتھ ان کے سپرد فرمایا۔ اس جگہ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ زن و شوہر میں سے کسی کے اسلام لانے پر نکاح فسخ ہو جاتا ہے یا نہیں۔ حضور ﷺ حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ سے بڑی محبت فرماتے تھے اور ان کے ساتھ بہت زیادہ شفقت و عنایت فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ ابوجہل کی بیٹی آئی جو بہت حسین وجمیل تھی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے چاہا کہ اس سے نکاح فرمائیں۔ جب یہ خبر حضور اکرم ﷺ کو ملی تو حضور اکرم ﷺ کو ناگوار معلوم ہوا۔ اس کے بعد آپ ﷺ منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ دیا۔ اس میں حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی تعریف فرمائی اور فرمایا اگر علی مرتضیٰ ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتے ہیں تو فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو طلاق دیدیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کی بیٹی کو اپنے اور اپنے دشمن کی بیٹی کو ایک جگہ جمع کرنا نہیں چاہتا جب امیر المومنین سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو حاضر ہو کر معذرت خواہی کرنے لگے اور عرض کیا یا رسول اللہ! نہ میں نے یہ چاہا اور نہ اس سے اس بارے میں کوئی بات کی ہے لوگ ایسا چاہتے تھے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ! میں تم سے محبت کرتا ہوں اور فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا میرا جگر گوشہ ہے مجھے اندیشہ ہے کہ تمہارے ساتھ میری محبت میں کوئی خلل واقع ہو۔

سیّدہ زینب سلام اللہ علیہا کا حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ سے ایک فرزند تھا جس کا نام علی تھا اور ایک دختر تھی جس کا نام امامہ تھا یہ علی ابن ابی العاص رضی اللہ عنہ حد بلوغ کے قریب دنیا سے رخصت ہو گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے روز فتح مکہ اپنی سواری پر ان کو اپنا ردیف بنایا تھا اور امامہ سے بہت پیار فرماتے تھے جیسا کہ پایہ ثبوت کو پہنچا ہے ایک مرتبہ حضور ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور امامہ رضی اللہ عنہا کو اپنے دوش مبارک پر بٹھائے ہوئے تھے جب رکوع میں جاتے تو اسے زمین پر اتار دیتے اور سجدے سے سر مبارک اٹھا کر قیام کی طرف جاتے تو اسے اٹھا کر دوش مبارک پر بٹھا لیتے......

صحیح بخاری کی حدیث عن اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما میں ہے۔ ہم نبی ﷺ کی خدمت میں تھے کہ حضور کی ایک لڑکی کا خادم آیا کہ وہ حضور کو بلا رہی ہیں اور ان کا فرزند بستر موت پر ہے۔ فرمایا' جاؤ لڑکی سے کہہ دو:

اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَلَهٗ مَا اَعْطٰى وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى۔

ترجمہ: (خدا ہی کا ہے جو کچھ وہ واپس لیتا ہے یا عطا کرتا ہے اور اس کے ہاں ہر چیز کا وقت مقرر ہے۔)

لڑکی سے یہ بھی کہہ دینا کہ صبر و شکیب قائم رکھے۔ خادم پھر واپس آیا، کہا وہ حضور کو قسم دیتی ہیں کہ حضور ﷺ ضرور تشریف لائیں۔ نبی ﷺ

Marfat.com

چل پڑے۔ حضور ﷺ کے ساتھ سعد بن عبادہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ حضور ﷺ کو بچہ دکھایا گیا وہ اس وقت سانس توڑ رہا تھا اور سسکیاں بھر رہا تھا۔

غالباً یہ حدیث علی سبط الرسول ہی کی وفات کے متعلق ہے۔ (رحمۃ للعالمین جلد دوئم ص ۱۰۰)

امامہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی وہ پیاری نواسی ہیں جن کو گود میں لے کر نبی ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔ یہ حدیث صحیح مسلم و نسائی وابوداؤد میں ہے۔ نبی ﷺ نے ایک بار ان کو اَحَبُّ اَهلِیْ اِلَیَّ فرمایا ہے۔ (اہل بیت میں سے سب سے پیاری) (رحمۃ للعالمین جلد دوئم ص ۱۰۰)

شارحین حدیث اس جگہ کلام کرتے ہیں کہ یہ اٹھانا اور زمین پر اتارنا فعل کثیر تھا حضور اکرم ﷺ نے اسے کیسے جائز رکھا جواب میں فرماتے ہیں کہ امامہ رضی اللہ عنہا خود آ کر بیٹھیں اور خود ہی اتر جاتی تھیں اور یہ حضور اکرم ﷺ کا فعل واختیار نہ تھا۔

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے سیّدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی رحلت کے بعد سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وصیت کے بموجب امامہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور ان سے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فرزند ''محمد اوسط'' پیدا ہوئے اور محمد اکبر اور محمد اصغر بھی اولاد علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں سے ہیں اور محمد اکبر محمد بن حنیفہ ہیں اور محمد اصغر ان کی والدہ ام ولد ہیں جو کہ سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے۔

سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کی وفات حضور اکرم ﷺ کے زمانہ حیات ظاہری میں ۸ ھ میں واقع ہوئی اور سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ام ایمن رضی اللہ عنہا اور اُمِ عطیہ رضی اللہ عنہا انصاریہ نے ان کو غسل دیا۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس اس حال میں تشریف لائے کہ ہم آپ ﷺ کی صاحبزادی کو غسل دے رہے تھے۔ محدثین فرماتے ہیں کہ یا تو مراد سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا زوجہ ابوالعاص رضی اللہ عنہ ہیں جیسا کہ مسلم میں حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ کہا جس وقت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ نے رحلت فرمائی تو حضور اکرم ﷺ نے ہم سے فرمایا ان کو غسل دو (الحدیث) یا اس سے مراد سیّدہ ام کلثوم زوجہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ہیں جیسا کہ ابن ماجہ میں باسناد بر شرط شیخین مروی ہے۔ (واللہ اعلم)

متفق علیہ حدیث میں آیا ہے کہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس اس حال میں تشریف لائے کہ ہم آپ کی صاحبزادی کو غسل دے رہے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ان کو تین مرتبہ غسل دو یا اس سے زیادہ ایک روایت میں سات مرتبہ آیا ہے اس سے مقصود اختیار دینا نہیں ہے بلکہ اس سے مقصود یہ ہے کہ اگر تین مرتبہ سے نظافت و پاکیزگی حاصل ہو جائے تو یہی مشروع ہے ورنہ اس سے زیادہ مرتبہ کریں یہاں تک کہ نظافت حاصل ہو جائے۔ واجب ایک مرتبہ ہے اور روایت جو یہ ہے کہ ''یا اس سے زیادہ'' اسی معنی کی تائید میں ہے مگر یہ کہ کسی خاص رعایت کی طرف اشارہ ہو نیز حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''خالص پانی اور بیری کے پتے ملے ہوئے پانی سے غسل دو اور آخری مرتبہ میں کافور ملو۔ ایک روایت میں مشک بھی آیا ہے تو جب تم غسل سے فارغ ہو جاؤ تو اے عورتو! مجھے خبر کرا دینا۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا جو اس حدیث کی راوی ہیں فرماتی ہیں کہ جب ہم غسل سے فارغ ہوئے تو حضور اکرم ﷺ کو اطلاع دی اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے اپنا تہہ بند بھیجا کہ اس سے ان کو کفن دو جو جسم سے پیوست ہو۔ اس حدیث سے صالحین کے تبرکات سے تبرک لینے کا استحباب ثابت ہے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ فرمایا ان کو تین مرتبہ غسل دو یا پانچ مرتبہ یا سات مرتبہ اور داہنی جانب اور مواضع وضو سے ابتدا کرو۔ اُم عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نے ان کے بالوں کی تین لٹیں بنائیں اور ان کو پسِ پشت ڈالا اور تجہیز و تکفین کے بعد نماز ہوئی اور دفن کر دیا اور حضور اکرم ﷺ نے خود ان کو قبر میں اتارا (رضی اللہ عنہا)

سیّدہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ

حضور اکرم ﷺ کی دوسری صاحبزادی سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ ان کی ولادت واقعہ فیل سے تینتیسویں برس میں ہے اور سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کی ولادت کے تین سال بعد ولادت ہے۔ زبیر بن بکار وغیرہ نے کہا کہ سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں اس قول کی

Marfat.com

فصیح جرجانی اور نسابہ کی ایک جماعت نے کی ہے مگر اصح وہی ہے جس پر اکثر اہل سیر ہیں وہ یہ کہ سیّدہ زینب سب سے بڑی صاحبزادی ہیں۔ سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا عہد نبوت سے پہلے عتبہ بن ابی الھب کی زوجیت میں تھیں اور ان کی بہن سیّدہ ام کلثوم اس عتبہ کے بھائی عتیبہ کی زوجیت میں تھیں ایسا ہی مواہب لدنیہ میں ہے اکثر کتابوں اور اجمع الاصول میں اول عتبہ بصیغہ بکسر اور ثانی عتیبہ بصیغہ مصغر آیا ہے اور روضۃ الاحباب میں اس کے برعکس مروی ہے اور حاشیہ میں لکھا ہے کہ یہی اکثر کتابوں میں ہے اس لیے کہ عتیبہ کا مسلمان ہو کر مقبول الاسلام بن کر صحابہ کی گنتی میں شمار ہوا ہے اور وہ جو حضور اکرم ﷺ کی بددعا کا قصہ ہے جس کے بارے میں حضور اکرم ﷺ کی دعا مستجاب ہوئی اور اسے شیر نے پھاڑ کر قتل کیا وہ اس کا بھائی عتبہ (باتفاق) بہرحال جب سورہ تَبَّتْ یَدَاۤ اَبِیْ لَهَبٍ نازل ہوئی تو ابولہب نے عتبہ سے کہا او عتبہ تیرا سر حرام ہے۔ مطلب یہ کہ تجھ سے بیزار ہوں اگر تو محمد ﷺ کی بیٹی کو اپنے سے جدا نہ کرے۔ اس پر اس نے جدائی کر لی اور علیحدہ ہو گیا۔

اہل سیر کہتے ہیں کہ قریش نے حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کو بھی حضور اکرم ﷺ کی صاحبزادی سیّدہ زینب کو جدا کر دینے پر ابھارا۔ انہوں نے فرمایا خدا کی قسم میں ہرگز حضور اکرم ﷺ کی صاحبزادی کو جدا نہ کروں گا اور نہ میں یہ پسند کرتا ہوں کہ ان کے عوض قریش کی کوئی اور عورت ہو۔

اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ مکرمہ میں کر دیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ دو ہجرتیں فرمائیں۔ ایک حبشہ کی طرف دوسری حبشہ سے مدینہ طیبہ کی طرف۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کی شان میں فرمایا حضرت لوط علیہ السلام کے بعد یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے خدا کی طرف ہجرت کی اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ حسن رفیع اور جمال کریم کے مالک تھے دولابی نے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا سیّدہ رقیہ کے ساتھ نکاح زمانہ جاہلیت میں ہوا تھا مگر اور تمام اہل سیر نے بعد اسلام بیان کیا ہے۔

منقول ہے کہ جب سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی تو عورتیں روتی تھیں مگر حضور اکرم ﷺ ان کو اس سے منع نہ فرماتے تھے۔ سیّدہ فاطمہ زہرا سیّدہ رقیہ کی قبر کے سرہانے رسول مقبول ﷺ کے پہلو میں بیٹھی ہوئی روتی تھیں اور حضور اکرم ﷺ اپنی چادر مبارک کے کنارہ سے ان کی چشم مبارک سے آنسو پونچھتے تھے اس کے باوجود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ سے سیّدہ رقیہ کی تعزیت کی گئی تو فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ دَفْنُ الْبَنَاتِ مِنَ الْمَكْرُمَاتِ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ میت پر رونا رحمت و رقت کی بنا پر ہوتا ہے نہ کہ میت کے فقدان یعنی رخصت ہو جانے کی وجہ سے کیونکہ یہ تو تقدیر الٰہی سے واقع ہوتا ہے۔ یہ سب روایتیں اس تقدیر پر ہیں جبکہ حضور اکرم ﷺ سیّدہ رقیہ کی وفات کے وقت موجود ہوں لیکن صورت یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ ان کی وفات کے وقت بدر میں تشریف فرما تھے جیسا کہ مشہور ہے لہٰذا غالب گمان یہ ہے کہ یہ واقعات سیّدہ زینب یا سیّدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہما سے متعلق ہوں گے اور راوی نے وہم کی بنا پر سیّدہ رقیہ کا نام لے لیا ہوگا اور اگر یہ واقعہ ثابت ہو جائے کہ یہ سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے واقعات ہیں تو ہم کہیں گے کہ ممکن ہے کہ غزوہ بدر کی واپسی کے دن جب حضور اکرم ﷺ سیّدہ رقیہ کی قبر انور پر تشریف لائے ہوں اس وقت یہ واقعات رونما ہوئے ہوں۔ (واللہ اعلم) اگرچہ ایک روایت میں یہ بھی منقول ہے کہ حضور اکرم ﷺ ان کی وفات کے دنوں کے نزدیکی زمانہ میں تشریف لائے۔

سیّدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ

سیّدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی تیسری صاحبزادی تھیں جو عتیبہ بن ابولہب کی زوجیت میں تھیں اہل سیر کہتے ہیں ان کا اپنا نام معلوم نہ ہو سکا بعض لوگ آمنہ بتاتے ہیں۔ منقول ہے کہ عتبہ نے جب سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا سے جدائی کی تو وہ بارگاہِ رسالت میں آیا اور کہنے لگا میں کافر ہوا آپ ﷺ کے دین سے اور نہ آپ ﷺ کا دین مجھے محبوب ہے اور نہ آپ ﷺ ہی مجھے پیارے ہیں اور اس بدبخت نے حضور اکرم ﷺ سے زیادتی کی اور آپ ﷺ کی قمیص مبارک کو چاک کر دیا۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ میں نے کہا: هُوَ يَكْفُرُ بِالَّذِیْ دَنٰى فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ظاہر ہے کہ اس نے یہ الفاظ سورہ والنجم سے حاصل کیے چونکہ مکہ مکرمہ میں ان دنوں یہ سورہ مبارکہ نازل ہو گئی تھی۔ اہل سیر کہتے

Marfat.com

ہیں کہ اس ملعون نے اتنی گستاخی کی کہ اس نے اس ناپاک منہ کا تھوک حضور اکرم کی جانب پھینکا کہا کہ میں نے رقیہ کو طلاق دیدی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اَللّٰھُمَّ سَلِّطْ عَلَیْہِ کَلْبًا مِنْ کِلَابِكَ اے خدا اس ملعون پر اپنے کتوں میں سے ایک کتا مسلط کردے اہل سیر کہتے ہیں کہ جناب ابوطالب اس وقت مجلس میں حاضر تھے انہوں نے فرمایا میں نہیں جانتا کہ تجھے کونسی چیز حضور اکرم ﷺ کی دعا کے تیر سے بچا سکے گی۔ یہ ملعون تجارت کی غرض سے شام کی طرف جارہا تھا راہ میں جب اس نے ایک ایسی منزل میں پڑاؤ ڈالا جہاں درندے تھے تو ابولہب نے قافلہ والوں سے کہا آج کی رات تم سب ہماری مدد کرو کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ محمد ﷺ کی دعا میرے بیٹے کے حق میں آج کی رات اثر کرنے اس پر سب نے اپنے اپنے بوجھوں کو اکٹھا کیا اور نیچے اوپر کر کے چنا اور ان بوجھوں کے اوپر عتبہ کے سونے کیلئے جگہ بنائی اور اس کے چاروں طرف گھیرا ڈال کے بیٹھ گئے اس کے بعد حق تعالیٰ نے ان پر نیند کو مسلط کیا ایک شیر آیا اور اس نے ایک ایک کے منہ کو سونگھا اور کسی سے اس نے تعرض نہ کیا پھر اس نے جست لگائی اور عتیبہ پر پنجہ مارا اور اس کے سینے کو پھاڑ ڈالا ایک روایت میں ہے کہ عتبہ کی گردن کو دبوچا۔

حضور اکرم ﷺ نے سیّدہ رقیہ ؓ کی وفات کے بعد سیّدہ ام کلثوم ؓ (جن کو عتیبہ بن ابولہب نے اپنے بھائی عتبہ کے ساتھ طلاق دی تھی) کو ہجرت کے تیسرے سال حضرت عثمان ذوالنورین ؓ سے تزوج فرمادیا اور فرمایا یہ جبریل علیہ السلام کھڑے مجھے خبر دے رہے ہیں کہ حق تعالیٰ حکم فرماتا ہے کہ میں ان کو تمہارے حبالہ عقد میں دیدوں۔

سیّدہ ام کلثوم ؓ نے ہجرت کے نویں سال وفات پائی حضور اکرم ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی وران کی قبر انور کے پاس بیٹھے اور آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور فرمایا تم میں کوئی ایسا ہے جس نے آج رات اپنی بیوی سے ہم بستری نہ کی ہو۔ اس پر حضرت ابوطلحہ ؓ نے عرض کیا ''یارسول اللہ ﷺ! میں ہوں فرمایا ان کی قبر میں اترو'' بعض شارحین نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمانا حضرت عثمان ؓ پر تعرض تھا کیونکہ انہوں نے اس رات اپنی باندی سے جماع کیا تھا بایں سبب کہ سیّدہ ام کلثوم کی علالت نے طول کھینچا تھا جب وہ بے طاقت ہو گئے تو اپنی باندی کے پاس گئے اور جماع کیا۔

حضور اکرم ﷺ نے سیّدہ ام کلثوم ؓ کی وفات کے بعد حضرت عثمان ؓ سے فرمایا ''اگر میرے پاس تیسری صاحبزادی ہوتی تو اسے بھی تمہارے نکاح میں لے آتا ایک روایت میں ہے کہ اگر دس صاحبزادیاں ہوتیں تو میں ان کو یکے بعد دیگرے دیتا جاتا اور وفات پاتی رہتیں۔

اہل سیر کہتے ہیں کہ ام کلثوم ؓ عرصہ تک حضرت ذوالنورین ؓ کی زوجیت میں رہیں لیکن ان سے کوئی فرزند نہ ہوا۔ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ دو فرزند متولد ہوئے لیکن زندہ نہ رہے۔ نیز سیّدہ رقیہ ؓ سے بھی کوئی فرزند زندہ نہ رہا چنانچہ پہلی ہجرت بجانب حبشہ میں ان کا حمل ساقط ہوا اس کے بعد ایک اور فرزند پیدا ہوا جب وہ دو سال کا ہوا تو ایک مرغ نے ان کی آنکھ میں چونچ ماری اور وہ فوت ہو گئے لہٰذا حضرت عثمان ؓ کا حضور اکرم ﷺ کی صاحبزادیوں سے کوئی فرزند زندہ نہ رہا دوسری بیویوں سے اولاد پیدا ہوئی جو باقی و زندہ رہیں (واللہ اعلم)۔

سیّدہ فاطمۃ الزہرا ؓ بنت رسول اللہ ﷺ

حضور اکرم ﷺ کی چوتھی صاحبزادی سیّدہ فاطمۃ الزہرا ؓ ہیں۔ سیّدہ فاطمہ ؓ کی پیدائش ولادت نبوی ﷺ کے اکتالیسویں سال میں ہوئی اہل سیر کہتے ہیں کہ یہ قول ابوبکر رازی کا ہے اور یہ قول اس کے مخالف ہے جسے ابن اسحاق نے حضور اکرم ﷺ کی اولاد کے بارے میں بیان کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی تمام اولاد اظہار نبوت سے قبل پیدا ہوئی ہیں بجز حضرت ابراہیم ؓ کے۔ اس لیے کہ اس قول کے بموجب سیّدہ فاطمہ کی ولادت بعد از نبوت ایک سال ہوئی ہے۔

ابن جوزی نے کہا کہ سیّدہ فاطمہ ؓ کی ولادت اظہار نبوت سے پانچ سال پہلے ہے۔ مشہورتر روایت یہی ہے ایک قول کے بموجب سیّدہ

Marfat.com

فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم ﷺ کی صاحبزادیوں میں سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں اور ایک قول سے سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور ایک قول سے ام کلثوم رضی اللہ عنہا سب سے چھوٹی تھیں۔

سیّدہ زہرا سیدۃ نساء العالمین اور سیدۃ نساء اہل الجنۃ ہیں اور فاطمہ رضی اللہ عنہا اس بنا پر نام رکھا گیا کہ حق تعالیٰ نے ان کو اور ان کے محبین کو آتش دوزخ سے محفوظ رکھا ہے اور بتول اس بنا پر نام رکھا گیا کہ آپ رضی اللہ عنہا اپنے زمانہ کی تمام عورتوں سے فضیلت، دین اور حسن و جمال میں جدا ہیں اور ماسوی اللہ سے بے نیاز ہیں اور زہرا اس بنا پر کہ زہرت بہجت اور جمال میں کمال و مرتبہ میں ہیں اور زکیہ و راضیہ بھی آپ کا لقب ہے سیّدہ زہرا رضی اللہ عنہا تمام لوگوں میں رسول اللہ ﷺ سے راہ وروش اور صورت و سیرت اور کلام میں سب سے زیادہ مشابہ تھیں اور حضور اکرم ﷺ کی عادت کریمہ تھی جب سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آتیں تو حضور اکرم ﷺ ان کیلئے کھڑے ہو جاتے اور ان کا ہاتھ تھام لیتے اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیتے اور اپنی جگہ پر ان کو بٹھاتے تھے۔ اسی طرح جب حضور اکرم ﷺ ان کے پاس تشریف لے جاتے تو یہ حضور اکرم ﷺ کیلئے کھڑی ہو جاتیں اور آگے بڑھ کر حضور ﷺ کا دست مبارک تھام لیتیں اور اپنی جگہ حضور ﷺ کو بٹھاتیں۔

حضور اکرم ﷺ نے ان کا عقد حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے ہجرت کے دوسرے سال رمضان مبارک میں غزوۂ بدر کی واپسی پر فرمایا بعض غزوۂ اُحد کے بعد کہتے ہیں اور ماہ ذی الحجہ میں شب عروسی واقع ہوئی۔ ایک قول یہ ہے کہ ماہ رجب میں نکاح ہوا اور ایک قول سے ماہ صفر میں۔ انعقاد نکاح بحکم الٰہی اور اس کی وحی سے تھا اور سیّدہ کی عمر شریف پندرہ سال ساڑھے پانچ ماہ کی تھی اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی عمر شریف اکیس سال پانچ ماہ تھی۔ دیگر اقوال بھی ہیں۔ سیّدہ فاطمہ سے امام حسن، امام حسین، محسن، زینب، ام کلثوم اور رقیہ (رضی اللہ عنہم) پیدا ہوئے۔ محسن اور رقیہ رضی اللہ عنہا عہد طفولیت میں ہی وفات پا گئے اور سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا، حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے اور سیّدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں آئیں وار ان کی اولاد باقی نہ رہی اگرچہ سیّدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ایک فرزند پیدا ہوا اور اس کا نام زید تھا۔ (مدارج النبوۃ کا بیان ختم ہوا) مواہب اللدنیہ جلد اوّل میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ سیّدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح بعد از وفات امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ عون بن حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے ہوا پھر ان کی وفات کے بعد محمد بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا اور پھر ان کی وفات کے بعد حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہما کے ساتھ نکاح ہوا۔ ان کے ہاں وفات پائی اور ان کی وفات کے بعد ان کی چھوٹی بہن سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عبداللہ بن حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہما سے ہوا۔

پوری تفصیل انشاء اللہ مؤلف اپنی کتاب انعام یافتہ حضرات جلد سوئم میں بیان کرے گا)

سیدۃ نساء العالمین کا عقد کتخدائی:

(ضیاء النبی ﷺ جلد دوئم ص ۶۲۱ تا ۶۳۱ کا بیان)

حضور سرور کائنات ﷺ التحیات واز کی التسلیمات کو اللہ تعالیٰ نے چار صاحبزادیاں عطا فرمائی تھیں سب سے بڑی صاحبزادی کا اسم مبارک سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا۔ ان سے چھوٹی صاحبزادی کا نام نامی سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا۔ ان سے چھوٹی صاحبزادی کا اسم گرامی سیّدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا تھا۔ اور سب سے چھوٹی اور سب سے پیاری لخت جگر کا بابرکت نام سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تھا۔ جو سیدۃ نساء العالمین تھیں۔ صلی اللہ علیٰ ابیہن وعلیہن الی یوم الدین ان سب کو مادر مشفق ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

شیعہ کی معتبر کتاب حیات القلوب میں ہے ابن بابویہ بسند معتبر از امام حضرت امام جعفر صادق روایت کردہ است از برائے حضرت رسول متولد شدند از خدیجہ قاسم، طاہر نام طاہر عبداللہ بود وام کلثوم ورقیہ وزینب و فاطمہ۔

"ابن بابویہ نے سند معتبر سے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے یوں روایت کیا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے حضور ﷺ

Marfat.com

کے یہ صاحبزادے قاسم اور طاہر اور طاہر کا نام عبداللہ تھا اور یہ صاحبزادیاں ام کلثوم، رقیہ، زینب اور فاطمہ پیدا ہوئیں [۱]

اسلام اور بانی اسلام کے لئے جن کی درخشاں خدمات صنف نازک کے لئے وجہ صدء افتخار ہیں ار جن کی ذات دختران اسلام کے لئے ایک بہترین نمونہ ہے۔

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے فرماتے ہیں۔

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت باسعادت اس سال میں ہوئی جب قریش مکہ، کعبہ مشرفہ کو از سر نو تعمیر کر رہے تھے کعبہ کی یہ تعمیر نو اعلان نبوت سے پانچ سال قبل ہوئی۔ فخر کائنات ﷺ کی عمر مبارک اس وقت پینتیس سال تھی ایک روایت یہ ہے کہ اس وقت حضور ﷺ کی عمر مبارک اکتالیس سال تھی جب حضرت زہراء رضی اللہ عنہا کی پیدائش ہوئی۔

جب سیدہ سن بلوغ کو پہنچیں تو خاندان قریش کے متعدد سرداروں نے جو مال و دولت، رسوخ اور اپنی اسلامی خدمات کے باعث عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے آپ رضی اللہ عنہا کے رشتہ کے لئے بارگاہ رسالت میں درخواست کی لیکن حضور ﷺ نے سب کو جواب دیا کہ جیسا اللہ چاہے گا۔

سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم کی بھی دلی آرزو تھی کہ وہ اس سعادت عظمی سے بہرہ ور ہوں لیکن جب اپنی تہی دامانی اور کم مائیگی پر نظر پڑتی تو پھر عرض مدعا کی جرات نہ ہوتی۔ رہ رہ کر نبی روف رحیم کی خوئے بندہ نوازی ہمت بندھاتی کہ وہی کریم جس نے بچپن سے مجھے آپنے آغوش شفقت میں لیا۔ اور مجھ سے اتنی محبت اور اتنا پیار اکیا کہ اس کے سامنے باپ کی شفقت اور ماں کا پیار ہیچ نظر آنے لگا پھر ایسی تربیت فرمائی کہ دل کی آنکھوں کو بینا کر دیا۔ جب اسلام کی دعوت پیش کی گئی تو اس نور بصیرت کی برکت سے جو نگاہ مصطفوی نے ارزانی فرمایا تھا نور حق کو پہچاننے میں ذرا دقت نہ ہوئی۔ اس کے بعد بھی اپنے ٹھنڈے سایہ میں نشو و نما پانے کا موقع بخشا۔ ایسے کریم آقا کی فیاضیوں کے سامنے میری ان ناداریوں کی کیا حقیقت ہے مجھے عرض کرنا چاہئے وہ شفیق آقا مجھے مایوس نہیں کرے گا۔ بڑی پس و پیش کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے حرف مدعا عرض کرنے کا عزم مصمم کر ہی لیا۔ ایک روز لجاتے اور شرماتے ہوئے بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور سراپا ادب بن کر بیٹھ گئے لیکن ہمت نے ساتھ نہ دیا زبان گنگ ہوگئی یارائے تکلم نہ رہا زبان قال اگر خاموش تھی تو زبان حال ماجرائے دل کی ترجمانی کر رہی تھی۔

ز مشتاقاں اگر تاب سخن بردی نمی دانی
محبت می کند گویا نگاہ بے زبانے را

نبی مکرم نے مہر سکوت کو توڑا فرمایا۔

ما جاء بك الك حاجة — اے علی! کیسے آئے ہو کیا کوئی کام ہے؟

آپ رضی اللہ عنہ پھر بھی بول نہ سکے حضور ﷺ نے خود ہی ارشاد فرمایا۔

لعلك جئت تخطب فاطمة. — کیا فاطمہ کے رشتہ کے لئے آئے ہو۔

عرض کی ہاں! یارسول اللہ! حضور ﷺ نے پوچھا تمہارے پاس مہر ادا کرنے کے لئے کوئی چیز ہے عرض کی لا واللہ یارسول اللہ یارسول اللہ! بخدا میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہ زرہ جو میں نے تمہیں پہنائی تھی وہ کدھر گئی عرض کی وہ تو میرے پاس ہے فرمایا وہی زرہ بطور مہر پیش کر دو نکاح پہلے پڑھا گیا اور رخصتی کچھ عرصہ بعد ہوئی۔ (۲)

۱۔ حیات القلوب، جلد ۲، صفحہ ۵۵۲۔ ۲۔ امام علی محمد رضا، جلد ۱، صفحہ ۷

حافظ ابن حجر نے الاصابہ میں لکھا ہے: کہ نکاح ماہ رجب ۱ ہجری میں ہوا اور رخصتی غزوہ بدر کے بعد ۲ ہجری میں ہوئی۔ اس وقت حضرت سیدہ کی عمر مبارک اٹھارہ سال تھی۔ شب زفاف کو نبی کریم ﷺ نے دونوں کو کہلا بھیجا کہ میرے آنے سے پہلے کچھ نہ کرنا حضور تشریف لے گئے وضو فرمایا پھر پانی کو دم کیا اور ان دونوں پر چھڑک دیا پھر دعا فرمائی۔

Marfat.com

اللهم بارك فيهما و بارك عليهما و بارك لهما في نسلهما۔
اے اللہ ان دونوں میں برکت ڈال۔ ان دونوں پر برکت نازل فرما اور ان کے لئے ان کی نسل میں بھی برکتیں عطا فرما۔(۱)
سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس متاہل زندگی بسر کرنے کے لئے کوئی موزوں مکان نہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے کرایہ پر مکان لیا اور چند راتیں وہاں بسر کیں۔ حضرت سیّدہ رضی اللہ عنہا نے بارگاہ رسالت میں عرض کی۔ کہ حضور ﷺ کے غلام حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے پاس کئی مکانات ہیں اگر حضور انہیں فرمائیں تو وہ ہمیں ایک مکان دے دیں گے۔ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا کہ حارثہ نے اس سے پہلے کئی مکانات مجھے دیئے ہیں اب مجھے اس کو تکلیف دیتے ہوئے شرم آتی ہے۔ یہ بات کسی طرح حضرت حارثہ نے سن لی فوراً حاضر خدمت ہو کر عرض پرداز ہوئے یارسول اللہ ﷺ میرے سارے مکان حضور ﷺ کے لئے حاضر ہیں۔ بخدا میرا جو مکان حضور ﷺ قبول فرما لیتے ہیں وہ مجھے اس مکان سے بہت زیادہ عزیز ہوتا ہے جو میرے پاس رہ جاتا ہے۔ اپنی صاحبزادی کے لئے جو مکان حضور ﷺ چاہیں پسند فرمائیں مجھے پیش کر کے انتہائی مسرت ہوگی۔
کریم آقا ﷺ نے فرمایا صدقت بارک اللہ فیک اے حارثہ! تم سچ کہتے ہو اللہ تجھے اپنی برکتوں سے مالا مال فرمائے۔ چنانچہ حضرت سیّدہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر نامدار علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس مکان میں تشریف لے آئیں۔
حضور ﷺ کو اپنی اس صاحبزادی سے از حد محبت تھی۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے ایک روز حضرت فاطمہ تشریف لے آئیں آپ رضی اللہ عنہا کی چال حضور ﷺ کی چال سے بالکل مشابہت رکھتی تھی۔ حضور ﷺ نے دیکھا تو فرمایا مرحبا با بنتی اے میری لخت جگر خوش آمدید۔ پھر حضور ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہا کو اپنی دائیں جانب بٹھایا۔ پھر بڑے راز سے سرگوشی کی آپ رونے لگیں۔ پھر دوبارہ اسی طرح سرگوشی کی تو آپ رضی اللہ عنہا ہنسنے لگیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے فرحت اور غم کو اتنا قریب قریب کبھی نہیں دیکھا۔ آپ نے حضرت سیّدہ رضی اللہ عنہا سے اس کی وجہ پوچھی تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ کہ میں رسول اللہ ﷺ کے راز کو افشا نہیں کر سکتی۔
اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد سرکار دو عالم نے رحلت فرمائی۔ میں نے حضرت سیّدہ رضی اللہ عنہا سے پھر پوچھا اب تو بتایئے حضور ﷺ نے کیا فرمایا تھا۔ حضرت سیّدہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ اس روز حضور ﷺ نے مجھے کہا کہ پہلے جبرئیل علیہ السلام ماہ رمضان میں ایک بار قرآن کریم کا دور میرے ساتھ کرتے تھے اور اس دفعہ دو دفعہ دور کیا ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ میری وفات کا وقت قریب آگیا ہے اور میرے سارے خاندان سے سب سے پہلے تو مجھے آکر ملے گی۔ نعم السلف انا لك اور میں تمہارے لئے بہترین پیشرو ہوں۔
یہ ارشاد سن کر میں رو پڑی۔ دوبارہ مجھے حضور ﷺ نے فرمایا۔
الا ترضين ان تكوني سيدة نساء العالمين۔
کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم سارے جہانوں کی عورتوں کی سردار بنائی گئی ہو۔ یہ سن کر میں ہنس پڑی۔(۲)
مندرجہ ذیل ہی درست ہے واقعہ کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے۔
سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی مالی حالت اس امر کی متحمل نہ تھی کہ وہ کوئی خادمہ رکھ سکیں جو امور خانہ داری میں حضرت سیّدہ کا ہاتھ بٹا سکے۔ اسلئے گھر کا سارا کام آپ کو خود ہی انجام دینا پڑتا تھا۔ چکی پیسنا آٹا گوندھنا، کھانا تیار کرنا، گھر میں جھاڑو دینا، برتن صاف کرنا، کپڑے دھونا الغرض یہ سارے چھوٹے بڑے کام شہنشاہ کونین ﷺ کی لخت جگر اپنے دست مبارک سے انجام دیتی کثرت کار سے نازک ہتھیلیوں میں گٹے پڑ گئے تھے۔
ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سنا کہ حضور ﷺ کے پاس چند غلام اور لونڈیاں آئی ہیں۔ آپ کرم اللہ وجہہ نے حضرت سیّدہ رضی اللہ عنہا کو کہا۔ کہ اگر

۱۔۔۔۔۔الاصابہ، جلد ۴، صفحہ ۳۶۶

۲۔۔۔۔۔الاصابہ، جلد ۴، صفحہ ۳۶۷

ان جملہ دلنوازیوں اور دلداریوں کے باوجود فرائض نبوت کی بجا آوری میں کبھی کسی محبت کو حائل نہیں ہونے دیا ہمیشہ فرائض نبوت کی بجا آوری کو اولین اہمیت دی۔

Marfat.com

آپ جا کر حضور ﷺ کو عرض کریں کہ حضور ﷺ ایک کنیز آپ رضی اللہ عنہا کو دیں تو آپ رضی اللہ عنہا کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔ حضرت سیّدہ رضی اللہ عنہا حاضر ہوئیں تو حضور انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے فرمایا مابلك یا بنیتی بیٹی کیسے آنا ہوا۔ عرض کیا جئت لا سلم علیك میں حضور ﷺ کو سلام عرض کرنے کے لئے حاضر ہوئی ہوں۔ شرم کے مارے اپنی گزارش پیش نہ کر سکیں۔ کچھ دیر ٹھہریں پھر واپس چلی گئیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سارا ماجرا بتایا سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدہ رضی اللہ عنہا کو ساتھ لیا اور کاشانہ نبوت میں حاضر ہوئے اور آ کر عرض کی کہ حضور ﷺ کی صاحبزادی یہ گزارش کرنے کے لئے حاضر ہوئی تھیں ادب وحیا نے اجازت نہ دی۔ کہ عرض کریں سرور انبیاء نے یہ عرضداشت جو سب سے لاڈلے داماد نے سب سے لاڈلی بیٹی کی طرف سے پیش کی تھی سنی اور سن کر فرمایا۔

لا واللّٰہ لا اعطیکما و ادع اھل الصفة تتلوی بطونھم لا اجد ما انفق علیھم ولکن ابیع وانفق علیھم باثمن۔
نہیں بخدا نہیں میں تمہیں کچھ نہیں دوں گا کیسے ممکن ہے یہ کہ میں اہل صفہ کو نظر انداز کر دوں جب کہ ان کے پیٹ شدت فاقہ سے سکڑ کر رہ گئے اور میرے پاس کچھ نہیں جو میں ان پر خرچ کر سکوں میں ان غلاموں اور لونڈیوں کو فروخت کروں گا ان کی قیمت ملے گی اس سے ان کی ضرورتیں پوری کروں گا۔

یہ جواب باصواب سن کر دونوں سراپا تسلیم ورضا بنے ہوئے واپس تشریف لے آئے کچھ دیر بعد سرکار دو عالم ﷺ ان کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا۔

الا اخبر کما بخیر مما سئلتمانی۔
کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جو کئی گنا بہتر ہے اس چیز سے جس کا تم نے مجھ سے سوال کیا۔ دونوں نے یک زبان ہو کر عرض کی بلی یارسول اللہ! اے اللہ کے رسول ضرور مہربانی فرمائیے۔

حضور ﷺ نے فرمایا یہ چند کلمات ہیں، جو جبرئیل علیہ السلام نے مجھے سکھائے وہ یہ کہ ہر نماز کے بعد تم دس مرتبہ سبحان اللہ کہو دس مرتبہ الحمد للہ اور دس مرتبہ اللہ اکبر۔ اور جب رات کو سونے لگو تو تینتیس مرتبہ سبحان اللہ۔ تینتیس مرتبہ الحمد للہ اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر پڑھا کرو۔

ان دونوں گرامی قدر ہستیوں نے بصد تشکر اس انعام گرامی کو قبول کیا اور زندگی کے آخری دم تک اس وظیفہ کا ورد کرتے رہے۔

ایک دفعہ سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے اس واقعہ کے ایک تہائی صدی گزرنے کے بعد فرمایا کہ جب سے نبی کریم ﷺ نے مجھے یہ درد سکھایا بخدا میں نے اسے ترک نہیں کیا کسی شخص نے دریافت کیا واللّٰہ و لا لیلة الصفین کیا صفین کی رات کو بھی آپ کرم اللہ وجہہ نے اسے ترک نہیں کیا۔ آپ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا، بخدا میں نے صفین کی رات کو بھی یہ وظیفہ قضا نہیں ہونے دیا۔ (۱)

اس واقعہ کو کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ کے فاضل مصنف علی بن عیسٰی اربلی نے بڑی وضاحت سے لکھا ہے جس سے اس واقعہ کے وہ گوشے بھی بے نقاب ہو جاتے ہیں جو دوسری روایات میں ناگفتہ رہ گئے تھے میں اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس واقعہ کے اہم پہلوؤں کو وہاں سے نقل کرتا ہوں۔

ایک روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں بیٹھے تھے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے حضرت سیّدہ رضی اللہ عنہا کے رشتہ کے بارے میں گفتگو ہونے لگی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بڑے بڑے شرفاء نے اس رشتہ کے لئے درخواست کی ہے لیکن نبی اکرم ﷺ نے یہی فرمایا کہ جیسے اللہ چاہے گا۔ لیکن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابھی تک گزارش نہیں کی شائد غربت وافلاس کی وجہ سے یہ جسارت نہ کر سکے لیکن میرا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول معظم اس رشتہ کو ان کے لئے روکے ہوئے ہیں۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دونوں کو کہا چلو علی رضی اللہ عنہ کے پاس اور انہیں کہتے ہیں کہ وہ یہ عرض کریں۔ اور اگر غربت وافلاس کی وجہ سے وہ خاموش ہوں تو ہم ان کے ساتھ مالی تعاون کو تیار

۱۔۔۔۔۔تراجم سیرات بیت النبوۃ، جلد ا، صفحہ ۲۰۱ تا ۲۰۳۔

Marfat.com

ہیں۔ چنانچہ یہ سب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے پہلے ان کے گھر گئے پتہ چلا کہ وہ فلاں انصاری کا باغ سیراب کرنے کے لئے اپنی اونٹنی لے گئے ہیں یہ حضرات اس انصاری کے باغ کی طرف روانہ ہوئے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنی طرف آتے دیکھ لیا اور پوچھا خیریت تو ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی آمد کی وجہ بتائی کہ آپ رضی اللہ عنہ کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کہا۔

آپ رضی اللہ عنہ مانگئے حضور آپ رضی اللہ عنہ کو ضرور یہ رشتہ دیں گے۔ شائد اللہ اور اس کے رسول نے یہ رشتہ آپ کے لئے روکا ہوا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی تو ان کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے کہا۔ میرا دل تو بہت چاہتا ہے کہ یہ شرف مجھے حاصل ہو۔ لیکن تہی داماں ہوں عرض کرنے کی جرأت کیسے کروں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا اے ابوالحسن۔ آپ رضی اللہ عنہ اس بات کی پروانہ کریں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک اس مال و دولت کی پرکاہ کے برابر بھی وقعت نہیں آپ رضی اللہ عنہ ضرور خدمت اقدس میں حاضر ہوں اور یہ گزارش پیش کریں۔

سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے۔ سلام عرض کیا اور ادب سے بیٹھ گئے کچھ دیر بعد حضور ﷺ نے فرمایا اے ابوالحسن میرا خیال ہے تم کسی کام کے لئے آئے ہو۔ بتاؤ کیا کام ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے شرم و حیا میں ڈوبے ہوئے لہجہ میں گزارش پیش کی۔ حضور پرنور کا رخ انور خوشی سے چمکنے لگا مسکراتے ہوئے پوچھا مہر ادا کرنے کے لئے کوئی چیز ہے۔ آپ نے عرض کی میرے ماں باپ حضور پر قربان ہوں میری حالت حضور ﷺ سے مخفی نہیں۔ میرے پاس ایک تلوار۔ ایک زرہ اور ایک اونٹنی ہے جس پر میں پانی بھر کر لاتا ہوں۔

رحمت عالم یہ سن کر فرمایا کہ تلوار تمہاری ایک ضرورت ہے اونٹنی بھی تمہاری روزی کا ذریعہ ہے اور زرہ کے عوض اپنی بچی کا نکاح تمہیں کر دیتا ہوں۔

یہ مژدۂ جانفزا سن کر آپ باہر نکلے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی خوشی کی انتہاء نہ تھی۔ حضرت صدیق اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہما ان کا انتظار کر رہے تھے انہوں نے پوچھا کیا ہوا میں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ مجھے دے دیا۔ ان دونوں حضرات کو یہ بات سن کر از حد مسرت ہوئی اور دونوں میرے ساتھ اکٹھے مسجد کی طرف آئے ہم جب مسجد میں پہنچے رسول اللہ ﷺ بھی تشریف فرما ہوئے۔ حضور کا رخ انور خوشی سے چمک رہا تھا۔

انصار مہاجرین کو جمع کیا گیا اور نبی مکرم ﷺ نے دونوں کا عقد فرمایا۔ حضور ﷺ نے مجھے فرمایا اے ابوالحسن اب جاؤ اور زرہ کو بیچ کر اس کی رقم میرے پاس لاؤ۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے چار سو درہم میں وہ زرہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو فروخت کی جب میں نے زرہ ان کے حوالے کر دی اور ان سے روپے لے لئے۔ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا کہ اس زرہ کی قیمت میں نے آپ رضی اللہ عنہ کو ادا کر دی اب میری طرف سے یہ زرہ بطور تحفہ آپ رضی اللہ عنہ قبول فرمائیے۔

میں نے زرہ بھی لے لی اور روپے بھی اور انہیں لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور دونوں چیزیں میں نے حضور ﷺ کے قدموں میں آ کر ڈال دیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو سلوک میرے ساتھ کیا تھا وہ بھی عرض کیا فَدَعَا لَهُ بِخَيْرٍ سرور عالم ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ جاؤ اور میری بیٹی کے لئے ضروری چیزیں خرید کر لے آؤ۔ حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ساتھ بھیجا تا کہ سامان اکٹھا کر کے لے آئیں۔ (۱) (ضیاء النبی ﷺ کا بیان ختم ہوا)

صحیح حدیث میں آیا ہے کہ فَاطِمَةُ سَيِّدَةُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اور یہ روایت درجہ صحت کو پہنچ چکی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: فَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِّنِّي مَنْ اٰذَاهَا فَقَدْ اٰذَانِيْ وَمَنْ اَبْغَضَهَا فَقَدْ اَبْغَضَنِيْ فاطمہ میرا جگر گوشہ ہے جس نے انہیں تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے ان سے بغض رکھا بلاشبہ اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ نیز فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يَغْضَبُ بِغَضَبِ فَاطِمَةَ وَ يَرْضٰى بِرِضَاهَا بے شک اللہ فاطمہ کے غصہ سے غضب فرماتا اور ان کی رضا سے خوش ہوتا ہے۔

۱۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد ۱، صفحہ ۴۷۸ تا ۴۸۲

Marfat.com

اہل سیر کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ایک فرش پر بٹھا کر دونوں کی دلجوئی فرمائی۔ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا ''یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کو وہ مجھ سے زیادہ پیاری ہیں یا میں؟'' حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''وہ مجھے تم سے زیادہ پیاری ہیں اور تم ان سے زیادہ مجھے پیارے ہو۔''

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت صحت کو پہنچی ہے کہ فرمایا حضورِ اکرم ﷺ باہر تشریف فرماتے تھے اور حضورِ اکرم ﷺ کے بدن اقدس پر اونی چادر شریف تھی۔ حسن بن علی رضی اللہ عنہما آئے حضورِ اکرم ﷺ نے ان کو اپنی چادر شریف میں لے لیا ان کے بعد حسین بن علی رضی اللہ عنہما آئے حضورِ اکرم ﷺ نے ان کو بھی چادر شریف میں لے لیا اور ان کے بعد سیّدہ فاطمہ اور حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ آئے حضورِ اکرم ﷺ نے ان کو بھی اپنی چادر شریف میں لے لیا اس وقت یہ آیہ کریمہ پڑھی: اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا بلاشک وشبہ اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ اے اہل بیت تم سے ناپاکی کو دور فرمائے اور تمہیں خوب پاک وستھرا بنائے اور ان چار شخصوں کے بارے میں فرمایا میں اس سے جنگ کروں گا جوان سے جنگ کرے گا اور میں ان سے صلح کروں گا جوان سے صلح کرے گا ایک دن حضورِ اکرم ﷺ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور ملاحظہ فرمایا کہ آپ رضی اللہ عنہا اونٹ کے بالوں کا موٹا لباس پہنے بیٹھی ہیں۔ حضورِ اکرم ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا: ''اے فاطمہ! آج تم دنیا کی تنگی وسختی پر صبر کرو تا کہ کل روز قیامت جنت کی نعمتیں تمہیں حاصل ہوں۔ مروی ہے کہ ایک دن حضورِ اکرم ﷺ نے اپنا دست مبارک سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سینہ مبارک پر رکھ کر دعا مانگی اے خدا ان کو بھوک کی تکلیف سے نجات دے۔ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد سے میں نے کبھی اپنے دل میں بھوک کی تکلیف محسوس نہ کی۔ حدیث میں اس کا طویل قصہ مذکور ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ مولائے رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ جب سفر میں تشریف لے جاتے تو سب کے آخر میں سیّدہ زہرا رضی اللہ عنہا سے رخصت ہوتے اور جب سفر سے تشریف لاتے تو سب سے پہلے اپنے اہل بیت میں سے ان سے ملاقات فرماتے ان کے بعد ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجروں میں تشریف لے جاتے۔

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے محدثین روایت کرتے ہیں کہ لوگوں نے ان سے پوچھا کہ آدمیوں میں سے کون حضورِ اکرم ﷺ کو سب سے زیادہ پیارا تھا فرمایا سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پھر لوگوں نے پوچھا مردوں میں سے کون؟ فرمایا ان کے شوہر یہ ہے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا انصاف صدق حال اور اہل بیت نبوت کے ساتھ ان کی مصادقت اسے یاد رکھنا چاہیے۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے لوگوں نے پوچھا کہ آدمیوں میں سے کون رسول مقبول ﷺ کو پیارا تھا؟ فرمایا عائشہ! لوگوں نے پوچھا مردوں سے کون؟ فرمایا ان کے والد ماجد سب سے زیادہ محبوب تھے۔ سب ہی محبوب تھے لیکن حیثیتیں مختلف ہیں۔

امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ ماجدہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا ہے کہ وہ گھر کی مسجد کے محراب میں رات رات بھر نماز میں مشغول رہتیں یہاں تک کہ صبح طلوع ہو جاتی اور میں نے انہیں مسلمانوں اور مسلمان عورتوں کے حق میں بہت زیادہ دعا کرتے سنا۔ انہوں نے اپنی ذات کیلئے کوئی دعا نہ مانگی میں نے عرض کیا: اے مادر مہربان! کیا سبب ہے کہ آپ اپنے لیے کوئی دعا نہیں مانگتیں؟ فرمایا: ''اے فرزند! اول الجوار ثم الدار'' پہلے ہمسایہ ہیں پھر گھر ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ ایک دن سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر پہنچے ان سے کہا خدا کی قسم فاطمہ رضی اللہ عنہا! میں نے کسی کو حضورِ اکرم ﷺ کے نزدیک تم سے زیادہ محبوب نہ دیکھا اور قسم ہے خدا کی میں نے آپ رضی اللہ عنہا کے والد ماجد کے بعد کسی شخص کو اپنے نزدیک آپ رضی اللہ عنہا سے زیادہ محبوب نہ جانا۔

اہل بیت اطہار کے فضائل ومناقب بے شمار ہیں کچھ تو مجمل بعنوان اہل بیت ہیں اور کچھ مخصوص بہ امام حسن وحسین اور علی وفاطمہ رضی اللہ عنہم ہیں چونکہ اس جگہ مقصود سیّدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا تذکرہ ہے اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے اور اہل بیت اطہار اور تفسیر آیہ کریمہ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ

Marfat.com

الرِّجسَ کے معنی میں کلام بہت ہے جسے انشاء اللہ تعالیٰ اس سے اگلی جلد نمبر ۳ میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائے گا۔ (مؤلف)

وفات سیّدہ زہرا رضی اللہ عنہا: فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی وفات شب

سہ شنبہ تیسری ماہ رمضان ۱۱ھ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے چھ ماہ بعد واقع ہوئی یہی قول مشہور صحیح ہے اور بھی کئی قول ہیں لیکن وہ درجہ صحت سے دور ہیں اور بقیع شریف میں رات ہی میں مدفون ہوئیں۔ ان کی نماز جنازہ ایک قول سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ایک قول سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پڑھی کہتے ہیں کہ دوسرے دن حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ ہمیں کیوں نہ خبر کی ہم بھی نماز کا شرف پاتے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عذر خواہی میں فرمایا میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وصیت کی بناء پر ایسا کیا کہ جب میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں۔ تو رات میں دفن کرنا تا کہ نامحرموں کی آنکھیں میرے جنازہ پر نہ پڑیں لوگوں میں یہی مشہور ہے مگر روضۃ الاحباب وغیرہ میں یہ ہے اور روایتوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور حضرت عثمان بن عفان و عبدالرحمٰن بن عوف اور زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم بھی آئے۔

سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے محل دفن میں اختلاف ہے بعض کا خیال ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کا مرقد بقیع میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے قبہ میں ہے جہاں تمام اہل بیت نبوت آسودہ ہیں (اور بقیع کے تمام مزارات اور قبوں کو ملعون نجدیوں نے اپنے دور استبداد ۱۳۴۳ھ میں شہید کر دیا ہے (مترجم) اور بعض کا خیال یہ ہے کہ ان کا مدفن ان کے گھر میں ہی ہے جو کہ مسجد نبوی شریف میں ہے ان کا جنازہ گھر سے باہر نہ نکالا گیا آج بھی ان کی زیارت وہیں مشہور ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ان کا مزار شریف بقیع کی مسجد میں ہے جو قبہ عباسی کے نام سے منسوب ہے اور شرقی کی جانب ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بقیع کی زیارت میں اس مسجد کا ذکر کیا ہے اور اس میں نماز پڑھنے کی ... بت کی ہے بعض او ... مرات نے بھی اس مسجد شریف کا ذکر کیا ہے اور کہتے ہیں کہ وہ ''بیت الحزن'' کے نام سے معروف ہے کیونکہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول مقبول ﷺ کے غم و جدائی کی مصیبت کے زمانہ میں لوگوں کی صحبت سے پریشان ہو کر تنہائی اختیار کر کے اس جگہ قیام پذیر ہوگئی تھیں نیز کہتے ہیں کہ اس جگہ ایک گھر ہے جسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بقیع میں لیا تھا (واللہ اعلم) پہلا قول صحیح اور اخبار و آثار کے موافق ہے۔

مسعودی نے ''مروج الذہب'' میں بیان کیا ہے کہ حضرت امام حسن، امام زین العابدین امام محمد باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہم کی قبروں کی جگہ میں ایک پتھر پاتے ہیں جس پر لکھا ہوا ہے کہ ھٰذَا قَبْرُ فَاطِمَہ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَیِّدَۃِ نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ وَقَبْرُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ حُسَیْنُ بْنِ عَلِیٍّ وَجَعْفَرُ بْنِ مُحَمَّدٍ عَلَیْھِمُ التَّحِیَّۃُ وَالسَّلَامُ۔ اس پتھر کا ظہور ۳۳۰ھ میں ہوا۔ امام المسلمین سیّدنا حسن بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے دفن کے قصہ میں مروی ہے کہ انہوں نے وصیت کی تھی کہ اگر لوگ مزاحمت نہ کریں تو مجھے حضور اکرم ﷺ کے پہلو میں دفن کرنا ورنہ بقیع میں اپنی والدہ ماجدہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پہلو میں دفن کر دینا۔ غرض یہ کہ آپ کی قبر شریف میں یہی جگہ مختار ہے محب طبری، ذخائر العقبیٰ میں نقل کرتے ہیں کہ مجھے ایک مرد صالح نے جو میرے ساتھ خدا کیلئے اخوت رکھتا تھا خبر دی کہ جب شیخ ابوالعاص مرسی جو کہ شیخ ابوالحسن شاذلی کے شاگرد ہیں وہ بقیع کی زیارت کرتے تو وہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے قبہ کے آگے کھڑے ہو کر سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پر سلام پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ شیخ پر اسی جگہ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر انور منکشف ہوئی ہے اور فرماتے ہیں کہ کشف میں حضرت شیخ کی ایک آیت کبریٰ ہے فرماتے ہیں کہ عرصہ دراز تک اس بنا پر کہ جو اعتقاد مجھے حضرت شیخ سے تھا اسی اعتقاد پر قائم رہا یہاں تک کہ میں نے وہ روایت ابن عبدالبر سے امام حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے قصہ میں منقول ہے دیکھی اس کے بعد شیخ نے جو کشف سے خبر دی تھی اس پر میرا اعتقاد زیادہ ہو گیا اور فرمایا کہ حدیث کی صحت مجھ پر شیخ کے کشف سے ثابت ہوئی اور حدیث کے مطابق حضرت شیخ کا کشف سچا ثابت ہوا۔ (واللہ اعلم) (مدارج النبوۃ کا بیان ختم ہوا)

Marfat.com

باب نمبر ۱۴:

دربیان حسن خلقت و جمال صورت یعنی سراپا مبارک ﷺ

(مدارج النبوۃ جلد اوّل باب اوّل ص ۴ تا ص ۴۳ نقل کیا جاتا ہے)

چہرۂ انور:

حضور اکرم ﷺ کا چہرۂ انور آئینہ جمال الٰہی و مظہر انوار لامتناہی بخاری و مسلم میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ خوبرو اور خوش خو تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ

مَا رَأَیْتُ شَیْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (رسول اللہ ﷺ سے زیادہ حسین و بہتر کسی چیز کو نہ دیکھا)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے قول: مَا رَأَیْتُ شَیْئًا (کسی چیز کو نہ دیکھا) فرمایا اور مَا رَأَیْتُ اِنْسَانًا یَا رَجُلًا (کسی انسان یا مرد کو نہ دیکھا) نہیں فرمایا کیونکہ اس میں بہت زیادہ مبالغہ ہے مطلب یہ کہ آپ کی خوبی و حسن ہر چیز پر فائق تھی اور انہوں نے فرمایا کہ چہرۂ انور ایسا روشن و تاباں تھا کہ گویا آفتاب آپ کے رخ انور میں تیر رہا تھا۔

تا شب نیست روز ہستی زاد　　　آفتابے چو تو ندارد یاد

یعنی کسی رات کے بعد ایسا دن طلوع نہ ہوا جیسا آپ کا چہرۂ انور روشن و تاباں تھا۔ مقصود یہ ہے کہ آپ کے چہرۂ انور روئے روشن کی آب و تاب بہت ہی زیادہ تھی۔

صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ کیا حضور اکرم ﷺ کا روئے روشن صفائی و تابانی میں شمشیر کی مانند تھا؟ فرمایا نہیں بلکہ چاند کی مانند تھا۔ کیونکہ شمشیر کی تشبیہ میں گولائی مفقود ہے اس لیے انہوں نے چاند سے تشبیہ دی۔ چاند میں چمک دمک بھی ہے اور گولائی بھی۔

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ انہوں نے جواب دیا نہیں! بلکہ آفتاب و ماہتاب کی مانند تھا یعنی مستدیر اور گولائی میں اگر چہ ماہتاب کے مقابلہ میں آفتاب میں چمک دمک زیادہ ہے لیکن ماہتاب میں جو ملاحت ہے وہ آفتاب میں نہیں اور ملاحت ایسی خوبی ہے جو دیکھنے میں پر لطف اور دل نشین ہے جس کا ذوق سلیم ہی ادراک کر سکتا ہے۔

شاہد آں نیست کہ موئے دمیانے دارد
بندۂ طلعت آں باش کہ آنے دارد

اہل سیر صباحت و ملاحت کے درمیان فرق کرتے ہیں کہ صباحت حضرت یوسف علیہ السلام کی صفت تھی اور ملاحت حضور انور ﷺ کی نسبت مبارکہ ہے چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا: اَنَا اَمْلَحُ وَاَخِیْ اَصْبَحُ (مجھ میں ملاحت ہے اور میرے بھائی یوسف میں صباحت)

نبی کریم ﷺ کے چہرۂ انور کے مستدیر (گول) ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دائرہ کی مانند گول تھا کیونکہ دائرہ کی مانند گولائی حسن و جمال کے برخلاف ہے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ یک گونہ مستدیر تھا طویل و پردراز نہ تھا۔ یہ خوبی حسن و جمال اور عظمت و ہیبت میں داخل ہے۔ چنانچہ منقول ہے کہ

Marfat.com

آپ کا چہرۂ انور نہ مکلثم تھا نہ مطہم مکلثم وہ ہے جس کی ٹھوڑی (ذقن) چھوٹی ہو اور یہ چہرہ کی گولائی کو مستلزم ہے۔ اس لیے کہ چہرہ کی لمبائی ٹھوڑی کی لمبائی سے ہوتی ہے اور ''مطہم'' بروزن معظم اس چہرے کو کہتے ہیں جو پر گوشت اور سوجا ہوا (متورم) معلوم ہو۔ قاموس میں تدویر و اجتماع کے معنی میں بھی آیا ہے اور وہیں سے معنی اخذ کیے ہیں اس کے معنی کمزور و ناتواں کے بھی ہیں اور یہ دونوں معنی حسن و جمال کے منافی ہیں۔ ایک روایت میں سہل الخدین (نرم رخسار) بھی آیا ہے۔ سہل نرم و ہموار زمین کو کہتے ہیں۔ بعض روایتوں میں ''اسیل الخدیت'' (رواں رخسار) بھی آیا ہے جو سیلان سے ماخوذ ہے۔ ''مواہب لدنیہ'' میں ابن اثیر سے منقول ہے کہ اسالہ درخدین بمعنی استطالہ ہے یعنی رخسار مبارک ایسے لمبے تھے کہ بلند و باہر نہ تھے۔

شیخ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ اسی روایت کے بموجب یہ بات ہر ایک کے لیے موجب استفسار بنی کہ کیا نبی کریم ﷺ کا چہرۂ انور مثل شمشیر تھا۔ یہ مقام غور و فکر ہے۔

بعض احادیث میں تشبیہ وجہ کریم بقعۂ قمر و شقہ قمر بمعنی پارۂ قمر اور نصف قمر واقع ہوئی ہے اور اشعار میں بھی ایسی تشبیہ کا استعمال کیا گیا ہے چنانچہ مصرعہ ہے۔

ہر دیدہ جائے آں ماہ پارہ نیست!

گویا کہ یہ تشبیہ دیکھنے والوں کے لیے چاند کی بلندی' اس کے حجم کی فراوانی اور اس کی گولائی سے ہے اور یہ خوبی دیگر اشخاص کی بہ نسبت حضور اکرم ﷺ کے چہرۂ انور میں زیادہ غالب تھی۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ جو کہ فصیح ترین شعراء صحابہ میں سے ہیں ان کے کلام میں یہ تشبیہ آتی ہے لہٰذا ضروری ہے کہ اس کی مناسب توجیہہ کی جائے۔ چنانچہ کسی نے کہا کہ یہ تشبیہ حضور اکرم ﷺ کے کمال توجہ والتفات یا بعض اوقات قدرے رخ انور پھیر کر توجہ فرمانے پر محمول ہے۔ اس کی تائید میں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث لاتے ہیں جو طبرانی میں ہے۔ فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ نے ہماری جانب اس شان سے توجہ فرمائی کہ گویا چاند کا نصف پارہ ہے''۔ زیادہ عمدہ توجیہہ یہ ہے کہ یہ تشبیہ آپ کی پیشانی مبارک کی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا!

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سُرَّ اِسْتَنَارَ وَجْهُهُ كَاَنَّهُ قِطْعَةُ قَمَرٍ

رسول اللہ ﷺ کی پیشانی پر جب شکن پڑتی تو آپ کا چہرۂ انور پارۂ قمر کی مانند چمکنے لگتا۔

کسیکہ تشنہ لب تست باز میداند ۔ کہ عین موج حیات است چین پیشانی

اور صراح (لغت کی کتاب) میں ہے کہ سر بفنحتین شکن پیشانی اور اس کی جمع اسرار اور جمع الجمع اساریر ہے اور حدیث میں ہے کہ كَانَ تَبْرِقُ اَسَارِيْرُ وَجْهِهٖ یعنی آپ کے چہرۂ انور کی پیشانی کی شکنیں چمکنے لگتی تھیں۔ بعض نے کہا ہے کہ پارۂ قمر سے تشبیہ دینے سے چاند میں جو سیاہی اور جھائی ہے اس سے احتراز کی بنا پر ہے۔ یہ توجیہہ کمزور ہے۔ اس لیے کہ جب کسی چیز کی چاند سے تشبیہ دی جاتی ہے تو اس کی سیاہی یا جھائی سے قطع نظر محض چمک دمک سے دی جاتی ہے۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ کا چہرۂ انور دائرۂ قمر کی مانند تھا''۔ دائرۂ قمر ہالہ کو کہتے ہیں جسے فارسی میں خرمن ماہ کہا جاتا ہے۔

(شیخ محقق شاہ عبدالحق دہلوی ''نوراللہ قلبہ بنورالیقین'' فرماتے ہیں) کہ چاند کے نورانی جسم سے مشابہت یا ہالہ قمر سے تشبیہ کا صریح اشارہ آپ کے چہرۂ انور کے اس نور کی طرف ہے جو انوار و اضواء کی شکل میں بمنزلہ ہالہ احاطہ کیے ہوئے ہے۔ یہ تشبیہ آپ کے رخ انور کے کمال ضیاء و نورانیت اور اس کی عظمت و ہیبت و جلال کا طریقۂ اظہار ہے اور کوشش کرنی چاہیے کہ اس سے نظر و مشاہدہ میں کیا چیز آتی ہے اور اس تشبیہ میں

Marfat.com

مشاہدہ کرنے والے کی نظر میں حضورِ اکرم ﷺ کا جمال و جلال کیسے ظاہر ہوتا ہے کیونکہ یہ آنکھوں کو سیراب کرتا اور دل کو نور عظمت و محبت سے بھرتا ہے۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی دائرۂ قمر سے تشبیہ موجود ہے۔ قمر کے ساتھ تشبیہ میں بہت ظاہر و مشہور چودھویں رات کے چاند (لیلۃ البدر) کی تشبیہ ہے۔ جسے بیہقی نے ابو اسحاق سے روایت کیا۔ وہ یہ کہ ایک ہمدانی عورت نے مجھ سے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کیا ہے میں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ انور کی کیفیت تو بیان کرو اس نے کہا!

كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ — چودھویں رات کے چاند کی مانند تھا جس کی مانند نہ پہلے دیکھا نہ بعد میں۔

طالبانِ مشتاق ہمیشہ جمال آرا ﷺ کے مشاہدہ میں ایام بیض کی راتوں میں مشرف رہتے تھے اور اس مشاہدہ سے وہ کبھی غافل و فارغ نہ ہوتے تھے کیونکہ دیدار نقد ہے اور ابن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخْمًا مُفَخَّمًا يَتَلَأْلَأُ وَجْهُهٗ كَتَلَأْلُؤِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ — مشاہدہ کرنے والوں کی نظر میں حضورِ اکرم ﷺ عظیم بزرگ، معظم اور مہیب تھے۔ گویا کہ آپ کا چہرۂ انور چودھویں رات کے چاند کی مانند روشن و تاباں تھا۔

اور جمال جہاں آرا ﷺ کو آفتاب کے مقابلے میں چاند سے تشبیہ دینے کی ترجیح میں اہل سیر فرماتے ہیں کہ چاند چونکہ اپنے نور سے آنکھوں کو ٹھنڈک اور فرحت بخشتا ہے اور اس کے مشاہدہ سے دل کو انس و لذت حاصل ہوتی ہے اور یہ کہ اس کی طرف نظر کرنا ممکن ہے بخلاف آفتاب کے کہ وہ آنکھوں کو خیرہ کرتا اور دل کو ذوق نہیں پہنچاتا ہے۔ ہاں حضورِ اکرم ﷺ کی ذات عظیم الصفات کو سطوت و جلالت میں آفتاب سے تشبیہ اور فروات عالم میں آپ کے نور و ظہور کو اور ذات محمدیہ ﷺ کی کنہ حقیقت کے عدم ادراک اور دور و نزدیک سے آپ کے فضل و کمال کی انتہا کے مطالعہ میں افہام و عقول کے عاجز و در ماندہ رہ جانے کی وجہ سے آفتاب سے تشبیہ دی جاسکتی ہے جیسا کہ یہ شعر ہے۔

اَعْلَى الْوَرٰى فَهْمَ مَعْنَاهُ فَلَيْسَ يُرٰى — لِلْقُرْبِ وَالْبُعْدِ فِيْهِ غَيْرُ مُنْفَهِمٖ
كَالشَّمْسِ تَظْهَرُ الْعَيْنَيْنِ مِنْ بُعْدٍ — صَغِيْرَةً وَّكُلُّ الطَّرْفِ مِنْ اُمَمٖ

مطلب یہ کہ آپ کی کنہ حقیقت فہم و ادراک سے بہت بلند ہے کوئی بھی دور و نزدیک سے پوری طرح معرفت نہیں کرسکتا۔ گویا آپ آفتاب کی مانند ہیں جو دور ہو کر بھی آنکھوں کو خیرہ کرتا ہے۔ اسی طرح ساری مخلوق آپکی کنہ حقیقت کے ادراک میں عاجز و سرگرداں رہی ہے۔

یہ تشبیہ حسب حال ہے لیکن مشاہدہ عینی و حسی میں چاند سے تشبیہ دنیا قرین و مناسب ہے۔ مواہب لدنیہ میں نہایہ سے منقول ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ جب مسرور ہوتے تو آپ کا چہرۂ انور آئینہ کے مانند ہو جاتا جس میں در و دیوار کے نقوش اور لوگوں کے چہروں کا عکس جھلکنے لگتا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو چاندنی راتوں میں دیکھا ہے اس وقت آپ کے جسم اطہر پر سرخ جوڑا تھا میں کبھی آپ کے روئے انور کو دیکھتا اور کبھی چاندنی کی تابانی کو خدا کی قسم میرے نزدیک چاند سے زیادہ بہتر آپ معلوم ہوتے تھے۔ ان کے الفاظ "میرے نزدیک" میں حضورِ اکرم ﷺ کے حسن و جمال سے لذت اندوز ہونے کا اظہار موجود ہے۔ یہ ان کا اپنا اظہار تلذذ ہے اور یہ حقیقت بھی ہے کہ آپ کا حسن و جمال سب سے بڑھ کر حسین تھا۔

تنبیہ:

حلہ کپڑے کے اس جوڑے کو کہتے ہیں جس میں چادر اور تہ بند ہوتا ہے اور حمراء سے سرخ دھاریوں والا کپڑا مراد ہے۔ یہ محدثین کی تحقیق ہے

Marfat.com

جو لوگ حلے کو ریشمی جامے اور حمراء کو محض سرخی پر محمول کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کی صفات عالیہ کو شاعرانہ انداز میں بیان کرنا شعری مزاج وعادت کے ماتحت ہے ورنہ اس دنیا کی کوئی چیز بھی آپ کے اخلاقی خوبیوں اور خلقی صفتوں کے نہ تو مماثل ہو سکتی ہے اور نہ ہم پلہ۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ مِنْ خَلْقِهٖ وَحُسْنِهٖ وَاَجْمَلِهٖ وَاَتَمِّهٖ وَاَكْمَلِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ۔

چشم مبارک:

حضور اکرم ﷺ کی چشم مبارک پر دو وجوں پر بحث کی جاتی ہے پہلی وجہ خانہ چشم اور اس کی شکل و ہیئت کے صف میں ہے چنانچہ سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے فرمایا کہ آپ کی چشم مبارک بڑی اور بھنویں دراز تھیں۔ چشم مبارک کے بڑی ہونے کا مطلب تنگی اور کوتاہی کی نفی کرنا ہے نہ کہ اتنی بڑی کہ آنکھیں باہر نکلی ہوئی تھیں۔ آپ کے اعضائے شریف کے اظہار میں قاعدۂ کلیہ توسط و اعتدال ہے کیونکہ مدار حسن و جمال اور بنائے فضل و کمال یہی توسط و اعتدال ہے۔

ایک اور حدیث میں ''اشکل العینین'' آیا ہے یعنی آپ کی چشم مبارک سفیدی میں سرخی لیے ہوئے تھیں۔ مطلب یہ کہ آنکھوں کی باریک رگیں سرخ تھیں اور ''شہلہ'' یعنی سیاہی میں سرخی ہونا۔ یہ صفت آپ کی چشم مبارک کی تعریف میں بہت ہی کم مذکور ہے لیکن نہایہ میں کہا گیا ہے کہ

كَانَ اَشْهَلَ الْعَيْنَيْنِ وَكَفتهٗ اَشْهَلُ حُمْرَةٌ فِيْ سَوَادٍ — حضور ﷺ کی دونوں چشم مبارک اشہل تھیں اور سیاہی میں سرخی کو اشہل کہا جاتا ہے۔

یہ بھی محبوبوں کے آنکھ کے حسن کی ایک قسم ہے لیکن مشہور اشکل العینین (سفیدی میں سرخی) ہے اور اشعار میں جوانان تگ و تاز کی تعریف میں ''شہلا'' آیا ہے۔ قاموس (لغت کی کتاب) میں ہے کہ اشکل وہ ہے جس میں سرخی و سفیدی ممتزج ہو اور سفیدی میں سرخی کی جھلک نمودار ہوتی ہو اور شکلہ کو ''سحرہ'' بھی کہتے ہیں جو سحر سے مشتق ہے۔ ایسی آنکھ کو چشم سحر کار اور فسوں کار بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ دلوں کو موہ لیتی ہے اور بعض حضرات اشکل العینین کو طویل شق العینین یعنی دراز و باریک چشم (پھٹا دیدہ) سے تفسیر کرتے ہیں۔ قاموس نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ قاضی عیاض مالکی ﷫ بھی بیان کرتے ہیں۔ شمائل ترمذی میں بھی اسی قسم کی روایت ہے اور امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا قول عظیم العینین (بڑی آنکھیں) بھی بظاہر اسی معنی و مراد میں ہے۔ واللہ اعلم

ایک روایت میں ''اَدْعَجُ الْعَيْنَيْنِ'' بھی آیا ہے ادعج گہری سیاہ آنکھ کو کہتے ہیں اور قاموس نے اس کے معنی فراخ و کشادگی کے بھی لیے ہیں اور ایک روایت میں اَكْحَلَ الْعَيْنَيْنِ ہے یعنی سرگیں آنکھیں تھیں۔

بساں سرمہ سیاہ کردہ خانہ مردم — دو چشم تو کہ سیاہ ہند سرمہ ناکردہ

یعنی آپ کی چشم مبارک بغیر سرمہ لگائے سرگیں نظر آتی تھیں۔

دوسری وجہ:

حضور اکرم ﷺ کی بصارت و بینائی کی تعریف میں ہے چنانچہ سیدنا ابن عباس ﷠ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ رات کی تاریکی میں بھی ویسا ہی دیکھتے تھے جیسا دن کی روشنی میں (رواہ البخاری) بیہقی نے بھی سیدتنا عائشہ صدیقہ ﷞ سے ایسا ہی روایت کیا ہے۔ قاضی عیاض ﷫ ''کتاب الشفا'' میں بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ ثریا میں گیارہ ستارے ملاحظہ فرماتے تھے اور سہیلی کے نزدیک بارہ منقول ہیں۔ آپ کی نظریں آسمان کی نسبت زمین کی طرف زیادہ رہتی تھیں یہ حد درجہ شرم و حیا کی دلیل ہے۔ حدیثوں میں جو یہ آیا ہے کہ حضور ﷺ آسمان کی طرف نظر اٹھاتے تھے۔ کبھی کم اور کبھی زیادہ! تو ایسا انتظار وحی کے سلسلے میں ہوتا تھا۔ ورنہ نظر مبارک کا زمین کی طرف رکھنا روزمرہ کے معمولات میں تھا۔

Marfat.com

حضور اکرم ﷺ اکثر گوشہ چشم سے نظر فرماتے تھے جو نظر براہ راست ہو اسے جوق وماق کہتے ہیں۔ آپ کا گوشہ چشم سے ملاحظہ فرمانا انتہائی حیاء ووقار کے سبب تھا لیکن جب آپ کسی کی جانب التفات فرماتے تو مکمل طور پر گھوم جاتے تھے۔ دائیں بائیں پہلو بدلنے یا محض گردن گھما لینے اور دزدیدہ نظری سے آپ گریز فرماتے تھے۔ کیونکہ یہ متکبروں اور سہل انگاروں کا شیوہ ہے آپ کی نظر مبارک سامنے اور پس پشت یکساں تھی۔ چنانچہ صحیح حدیثوں میں وارد ہے کہ آپ مقتدیوں سے فرمایا کرتے تھے کہ رکوع وسجود میں مجھ سے پہل نہ کیا کرو کیونکہ میں تمہیں اپنے آگے اور پیچھے سے یکساں دیکھتا ہوں اور مجھ سے تمہارا رکوع وسجود پوشیدہ نہیں ہے۔ اس روایت کی حقیقت کو خدا ہی جانتا ہے کہ کیا تھی۔ یہی نہیں بلکہ آپ کے تمام اعضائے شریفہ کا یہی حال ہے۔ کیونکہ ان کی کنہ حقیقت کو کوئی نہیں پہنچ سکتا اور ان کی کنہ تک جاننے کا دعویٰ ایسا ہی ہے جیسا کہ متشابہات کی تاویل وتفسیر کا حکم ہے۔ عقل وقیاس اور فکر ونظر کی رو سے یہ آپ کی فضیلت ہے لیکن آپ کی یہ بینائی چشم رخ سے ہے یا دل کی آنکھ سے؟ یا تو یہ حالت نماز کے ساتھ مخصوص ہوگی جو محل انکشاف تام اور موجب از دیار نور ہے یا پھر یہ صفت تمام احوال واوقات میں عام ہوگی اور یہ روایت بصری چہرہ مبارک کی چشم میں ہی ہوگی۔ ورنہ پروردگار عالم اس پر بھی قادر ہے کہ قوت بصر یہ بدن کے ہر حصہ اور جزو میں پیدا فرمادے یا یہ کہ یہ بینائی آپ کو بطریق اعجاز بلاشرط مقابلہ حاصل تھی۔

بعض کہتے ہیں کہ آپ کے دونوں شانوں کے درمیان سوئی کے ناکہ کی مانند دو آنکھیں تھیں جن سے آپ پس پشت بھی دیکھ لیا کرتے تھے۔ آپ اسے کپڑوں سے نہیں ڈھانپتے تھے یا یہ کہ قبلہ کی دیوار پر مثل آئینہ مقتدیوں کی صورتیں منعکس ہو جاتی تھیں اور آپ ان کے افعال کا مشاہدہ فرما لیتے تھے۔ یہ دونوں باتیں عجیب وغریب ہیں۔ اگر یہ کسی صحیح روایت میں ہوں تو ہم ان پر ایمان لے آئیں گے ورنہ محل تامل ہے کیونکہ اہل سیر کے نزدیک باسناد صحیحہ ثابت نہیں ہیں۔

اگر یہاں رویت قلبی مراد ہے تو یہ وہ علم ہے جو بطریق وحی واعلام اور کشف والہام آپ کو حاصل تھا اہل سیر کے نزدیک درست بات یہی ہے کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب اطہر کو معقولات کے علم وادراک میں وسعت اور احاطہ عنایت فرمایا ہے اسی طرح آپ کے حواس لطیف میں بھی محسوسات کے ادراک میں احاطہ مرحمت فرمایا ہو اور شش جہات کو ایک ہی جہت بنا دیا ہو۔ واللہ اعلم

کچھ لوگ اس جگہ یہ اشکال لاتے ہیں کہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''میں بندہ ہوں میں نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے'' اس کلام کی کوئی اصل نہیں ہے اور نہ اس قسم کی کوئی صحیح روایت وارد ہے۔ بفرض محال اگر ہو بھی تو ہم جواب میں کہیں گے کہ یہ انکشاف حالت نماز کے ساتھ مخصوص ہے اور اگر علم ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے بتانے اور آپ میں ایسا علم پیدا فرمانے کے ساتھ موقوف ہے جس طرح تمام غیوبات کے حال کا علم ہے۔ اس لیے ایسے موقع پر یہ لوگ اس روایت سے استدلال لاتے ہیں جو اونٹنی کی گمشدگی کے سلسلے میں منقول ہے۔ چنانچہ کچھ منافقوں نے کہا تھا کہ محمد (ﷺ) آسمان کی خبریں تو دیتے ہیں مگر (معاذ اللہ) اتنا نہیں جانتے کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے؟'' جب منافقوں کی یہ بدگوئی حضور ﷺ کی بارگاہ میں پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ میں (از خود) نہیں جانتا اور نہ (از خود) پاتا ہوں مگر اتنا ہی جتنا اللہ نے مجھے علم دیا اور عنایت فرمایا اور آپ برابر یہی فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے آپ کی رہنمائی فرمائی کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے اور اس کی مہار ایک درخت سے الجھی ہوئی ہے۔ چنانچہ لوگ وہاں پہنچے تو اونٹنی کو اسی مذکورہ حال میں پایا گویا ثابت ہوا کہ حضور اکرم ﷺ ذاتی علم نہیں رکھتے تھے مگر اتنا ہی جتنا اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم عطا فرمایا خواہ یہ نماز میں ہو یا نماز کے سوا اس میں کوئی اشکال ودشواری نہیں ہے۔

گوشہائے مبارک: کان مبارک۔سمع شریف

حضور اکرم ﷺ کی سماعت شریفہ کے بارے میں ایک حدیث میں وارد ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں ان چیزوں کو دیکھتا ہوں جن کو تم نہیں دیکھ سکتے اور میں ان آوازوں کو سنتا ہوں جن کو تم نہیں سن سکتے۔ میں آسمان کی اطیط (خاص قسم کی آواز ہے) کو سن رہا ہوں اونٹ کے پالان کی آواز، خالی معدہ کی آواز، درد وکرب سے اونٹ کے بلبلانے کی آواز یا کسی قسم کی آواز ہو ان سب کو ''اطیطہ'' کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: آسمان کو بھی

Marfat.com

لائق ہے کہ آواز نکالے کیونکہ آسمان میں ایک بالشت (ایک روایت میں چار انگل) کی جگہ بھی ایسی نہیں ہے جہاں کسی فرشتے نے سجدہ نہ کیا ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ بکثرت فرشتے سجدے میں ہیں یا قیام میں سیر کی کتابوں میں آپ کے گوش مبارک کے تمام صفات وہیئت کا تذکرہ نہیں ہے۔ ہاں جامع صغیر میں ایک روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے گوشہائے مبارک کامل و مکمل تھے۔

جبین مبارک: (پیشانی شریف)

حضور اکرم ﷺ کی جبین مبارک کی تعریف وتوصیف میں سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ واضح الجبین (کشادہ پیشانی) تھی۔ ایک دوسری روایت میں "صلت الجبین فی الصراح صلت" بمعنی کشادہ پیشانی آیا ہے۔ ایک اور حدیث میں "واسع الجبین" ایک روایت میں "واسع الجبہہ" منقول ہے۔ ان سب کے معنی فراخ پیشانی ہے۔ چہرۂ انور کے تذکرہ میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے گزر چکا ہے کہ جب آپ کی پیشانی شکن آلود ہوتی تو ایسا معلوم ہوتا کہ گویا چاند کا ٹکڑا ہے۔ اہل سیر بیان کرتے ہیں کہ آپ کی پیشانی مبارک سے نیک بختی، سعادتمندی اور نورانیت مترشح (ظاہر) ہوتی رہتی تھی اور سرنوشت (جو شکم مادر میں لکھا جاتا ہے) کا مقام پیشانی ہے۔ بسا اوقات اس معنی کا مشاہدہ خانۂ کعبہ کے دروازے میں ہوتا ہے۔ جب یہاں عادتاً پیشانی کو اس سے رگڑتے اور ملتے ہیں تو پیشانی سے نیک بختی وسعادت مندی کے آثار خوب واضح طریقہ پر ظاہر ہو جاتے ہیں۔

حواجب شریف بھنویں:

حضور اکرم ﷺ کے بھنوؤں کی توصیف میں حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے اپنی حدیث میں بیان فرمایا وَاضِحُ الْجَبِیْنِ مَقْرُوْنُ الْحَاجِبَیْنِ۔ یعنی پیشانی کشادہ اور بھنویں ملی ہوئی تھیں۔ قرن ابرو کا مطلب بھنوؤں کے بالوں کا ملا ہوا ہونا ہے لیکن ابن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ جو کہ واصفان حلیہ شریف میں سے ہیں ان کی حدیث میں من غیر قرن (ابرو کے بال ملے ہوئے نہ تھے) آیا ہے ان دونوں روایتوں میں اختلاف ہے۔

ارباب سیر کہتے ہیں کہ صحیح روایت یہ ہے کہ آپ غیر متصل ابرو تھے اور بظاہر یہ اتصال بہت گہرا نہ تھا جس سے دونوں ابرو کے بال باہم خوب پیوست ہو گئے ہوں اور نہ درمیان میں اتنی خالی جگہ تھی جسے غیر متصل کہا جائے بلکہ چند خفیف بالوں کا اتصال تھا۔ اس بنا پر اتصال وعدم اتصال کا اطلاق بادی النظر والخیال میں صحیح ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم

اہل سیر فرماتے ہیں کہ دونوں ابرو کے درمیان ایک رگ تھی جو حالت غضب میں نمودار ہوتی تھی۔ نیز ابن ابی ہالہ کی حدیث میں "اَزَجُّ الْحَوَاجِبِ" آیا ہے۔ ازج کے معنی لمبی کمان، کثیر بال اور کشیدہ ابرو کے ہیں۔ ایک دوسری روایت میں "اَزَجُّ الْحَوَاجِبِ وَسَوَابِغُ" (کشیدہ ابرو وگھنے بال) آیا ہے۔ قاموس اور صحاح میں زج کے معنی باریکی ابرو یا درازی ابرو کے ہیں۔ جیسے فارسی میں کمان ابرو کہتے ہیں اور بیہقی میں بعض صحابہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا "میں نے رسول اللہ ﷺ کو "اَحْسَنُ الْوَجْهِ عَظِیْمُ الْجَبْهَةِ دَقِیْقُ الْحَاجِبَیْنَ" دیکھا ہے یعنی آپ کا چہرہ نہایت حسین، عظیم پیشانی اور ابرو باریک تھے۔ باریکی کا مطلب یہ ہے کہ ابرو کے بالوں کا گھنا نہ تھا اور بالوں کی کثرت کا یہ مطلب ہے کہ بال کم اور کہیں کہیں نہ تھے۔ یہ نہ تو پراگندہ تھے نہ چھدرے۔

بینی شریف:

حضور اکرم ﷺ کی بینی مبارک کے بارے میں "اَقْنَی الْاَنْفِ وَاَقْنَی الْعِرْنَیْنِ" وارد ہے۔ عِرْنَیْنَ (بکسر عین مہملہ وسکون راء وکسر نون) بمعنی بلندی جو موئے ابرو کے اتصال کے نیچے ہے اور اقنی کی تفسیر "سائل الحاجبین" یعنی مرتفع الوسط سے کی گئی ہے۔ سائل سیلان سے مشتق ہے جس کے معنی ناک کی لمبائی اور باریکی میں یک گونہ ہمواری کے بھی منقول ہیں اور لفظ دقت (باریکی) سیلان کے ہم معنی بھی آتا ہے جس کا مطلب ناک کے موٹاپے کی نفی کرنا ہے۔

Marfat.com

حضور اکرم ﷺ کی بینی مبارک ایسی نورانی اور روشن تھی کہ دیکھنے والا جب تک بغور نہ دیکھے یہی گمان کرتا تھا کہ آپ کی بینی شریف بلند ہے حالانکہ بلند نہ تھی بلکہ یہ بلندی نور کی تھی جو ہر ایک شئے کو نمایاں دکھاتا تھا۔ نیز اس خوبی میں سے نیک بختی اور سعادت مندی کی نشانی بھی ہے۔

دہن شریف:

حضور اکرم ﷺ کے دہن مبارک کے بارے میں صحیح مسلم میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَلِيْعَ الْفَمِ رسول اللہ ﷺ فراخ دہان تھے۔ اس طرح حضرت ابن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے جو شمائل ترمذی میں حلیۂ مبارک کی طویل حدیث میں مذکور ہے۔ اہل عرب مردوں کے لیے فراخ دہنی کو قابل تعریف اور تنگ دہنی کو لائق مذمت ٹھہراتے تھے۔ عرب کے شعراء تنگ دہن کو معشوق اور محبوب سے نسبت دیتے تھے۔ گویا کہ ان کے نزدیک وہ عورتوں کے حکم میں تھے۔ لیکن بعضوں نے کہا کہ یہ کم سخنی اور محبوبی سے کنایہ ہے۔ دوسری حدیث میں لفظ ''ضلیع الفم'' (فراخ دہنی) کے بعد یہ عبارت زیادہ کی ہے جس سے فراخ دہن مراد لیتے ہیں۔ ''یَفْتَتِحُ الْكَلَامَ وَيَخْتِمُهُ بِاَشْدَاقِهٖ'' یعنی حضور اکرم ﷺ کلام کو کشادگی دہن سے آغاز فرماتے اور اپنے شدق سے اسے ختم کرتے۔ شدق بکسر شین کنج دہاں اور شدق بتحریک فراخی دہاں کو کہتے ہیں۔ ''خطیب اشدق'' تالو کشادہ اور متشدق فصاحت سے بولنے والے کو کہتے ہیں۔ مطلب یہ کہ آپ کے دہن مبارک سے کلام تام کامل اور بھرا ہوا نکلتا تھا۔ شکستہ و ناقص الفاظ نہ نکلتے تھے۔ لہٰذا اس بیان سے فصاحت اور اثبات فصاحت دونوں کا اجتماع حاصل ہو گیا اور معلوم ہوا کہ آپ فصیح کامل تھے۔ ایسا تشدق لسانی مذموم و قبیح ہے جو بطریق تکلف، بناوٹ اور ناحق ہو۔ بعض اہل سیر نے کشادگی دہن سے ہونٹوں کی نزدیکی مراد لی ہے۔

آپ ''مُفْلِجُ الْاَسْنَانِ'' تھے یعنی سامنے کے دانت کشادہ تھے۔ صراح میں فلج کے معنی سامنے کے دانتوں کی کشادگی ہے۔ ایک اور حدیث میں ''اشنب مفلج الثنایا'' یعنی سامنے کے دانت روشن تر، آبدار اور کشادہ مروی ہے۔ اشنب کے معنی دانتوں کی آبداری و تابانی کے ہیں اور قاموس میں اشنب بحرکتہ باء ''ورقہ وبرد غذدبتہ فی الاسنان'' کے معنی بیان کیے ہیں۔ علی مرتضیٰ کی حدیث میں مبلج الثنایا (سامنے کے دانت روشن و تاباں) آیا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے انہوں نے بیان کیا کہ آپ کے لبہائے مبارک کشادہ تھے جب گفتگو فرماتے تو ایسا دیکھا جاتا کہ گویا سامنے کے دندانہائے مبارک کی کشادگی کے درمیان سے نور نکل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ بوصیری پر رحم فرمائے کیا خوب شعر کہا ہے

كَاَنَّمَا اللُّوْلُو الْمَكْنُوْنُ فِيْ صَدَفٍ مِنْ مَعْدَنَ مَنْطِقٍ مِنْهُ وَمُبْتَسِمٍ

گویا کہ دندانہائے مبارک صدف میں چھپے ہوئے ہیں جو اپنے معدن میں بولتے اور تبسم فرماتے ہیں۔ طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے لبہائے مبارک اور دہن شریف کا مہرہ تمام لوگوں سے زیادہ حسین و لطیف تھا اور ایک روایت میں عظیم الاسنان (دندانہائے مبارک عظیم تھے) بھی آیا ہے۔ ان سب روایتوں کا مفہوم یہی ہے کہ آپ کا دہن شریف (حسن و جمال کے مطابق) درست و صحیح تھا۔

لعاب دہن شریف:

حضور اکرم ﷺ کا لعاب دہن بیماروں اور دلفگاروں کے لیے شفائے کامل تھا۔ چنانچہ وہ حدیث جس میں روز خیبر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں کے آشوب میں لعاب دہن لگانا اور اسی وقت صحیح و تندرست ہو جانا مذکور ہے، مشہور ہے۔ آپ ﷺ کے حضور پانی کا ایک ڈول لایا گیا اور آپ نے پانی کا ایک گھونٹ لے کر اس میں کلی کر دی پھر جب اس ڈول کے پانی کو کنویں میں ڈال دیا گیا تو اس کنویں سے کستوری کی مانند خوشبو پھیل گئی تھی اور یہ کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے مکان کے کنویں میں جب آپ نے لعاب دہن ڈالا تو مدینہ طیبہ میں کوئی کنواں اس سے زیادہ شیریں نہ تھا۔ اسی طرح ایک مرتبہ آپ ﷺ کی خدمت میں کچھ شیر خوار بچے لائے گئے آپ نے ان کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈال دیا۔ پھر تو وہ ایسے

Marfat.com

سیراب ہوئے کہ اس دن انہوں نے دودھ ہی نہ پیا۔ ایک دن حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ سخت تشنگی میں تھے آپ نے اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں دے دی۔ وہ اسے چوستے رہے پھر وہ سارے دن سیراب رہے۔ اس قسم کے بے شمار معجزات مروی ہیں۔

تبسم شریف:

صحیح بخاری میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے کبھی بھی آپ کو اس طرح قہقہہ لگا کر ہنستے نہ دیکھا جس سے آپ کے لہوات نظر آ جائیں۔ لہوات تمام حروف کے فتح کے ساتھ لہاۃ کی جمع ہے اور فتح لام سے وہ گوشت کا ٹکڑا جو حجرے کے اوپر منہ کے آخر میں ہوتا ہے۔ (جسے اردو میں کوا کہتے ہیں)

حضور اکرم ﷺ ہمیشہ متبسم رہا کرتے تھے اور یہ جو بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ آپ اتنا ہنسے کہ آپ کے نواجذ یعنی سب سے پچھلی داڑھ ظاہر ہو گئی۔ نواجذ اس آخری داڑھ کو کہتے ہیں جس کا نام عقل داڑھ ہے اور جو بعد بلوغ اور کمال عقل پر نکلتی ہے۔ اس بیان ضحک میں مبالغہ ہے۔ حقیقت کا اظہار نہیں' کیونکہ اس کو شدت ضحک کے بیان میں مثال کے طور پر بولتے ہیں۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ اس جگہ نواجذ سے مراد عام داڑھ اور دانت ہیں۔ آپ کی ہنسی زیادہ تر مسکرانے تک تھی۔ ضحک کا بالکل ابتدائی مرحلہ مسکرانا ہے جس میں فرط خوشی سے دانت نمایاں ہو جاتے ہیں اگر ہنسی کی یہ آواز قلقہ سے سنی جائے تو اسے قہقہہ کہیں گے۔ ورنہ اسے ضحک کہیں گے اور اگر آواز بالکل ہی نہ ہو تو اسے تبسم یا مسکرانا کہتے ہیں اور صراح میں لبوں کے ملانے کو تبسم کہا گیا ہے۔ مگر مشہور یہ ہے کہ دانتوں کی سفیدی ظاہر ہو جانے کا نام تبسم ہے۔

حضرت شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' تمام حدیثوں سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ بڑی سے بڑی حالتوں اور اکثر اوقات میں تبسم سے آگے تجاوز نہیں فرماتے تھے۔ ممکن ہے کبھی اس سے تجاوز بھی کیا ہو مگر ضحک (تبسم) کی حد سے آگے نہ بڑھے ہوں گے لیکن یہ قہقہہ تو ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ مکروہ ہے۔ کثرت کے ساتھ ہنسنے اور اس میں زیادتی کرنے سے آدمی کا وقار جاتا رہتا ہے (بیہقی) نے بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ ضحک فرماتے تھے تو دیواریں روشن ہو جاتی تھیں اور ان پر آپ کے دندانہائے مبارک کا نور آفتاب کی شعاعوں کی طرح جلوہ افروز ہوتا تھا۔ یہی حال آپ کی گریہ کا تھا۔ آواز قطعاً بلند نہ ہوتی تھی۔ البتہ! چشم مبارک سے آنسو جاری ہو جاتے اور سینۂ اطہر سے ایک مخصوص آواز سنائی دیتی تھی۔ ایسی آواز جیسے تانبے کی دیگ میں جوش آ گیا ہو۔ بعض روایتوں میں اسے چکی کی آواز کی مانند کہا گیا ہے آپ کا فعل گریہ فرمانا اللہ تعالیٰ کے جلالی صفت کی تجلی یا امت مرحومہ پر شفقت فرمانے یا میت پر طلب رحمت کی بناء پر ہوتا تھا۔ یہ کیفیت اکثر قرآن کریم سنتے وقت یا بعض اوقات رات کی نماز میں طاری ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جماہی لینے سے محفوظ رکھا ہے۔ کیونکہ جماہی سستی اور اعضاء کی سستی کی نشانی ہے۔ تاریخ بخاری اور مصنف ابن ابی شیبہ میں منقول ہے کہ لَمْ یَتَثَاءَبْ نَبِیٌّ قَطُّ نبی کریم ﷺ نے کبھی جماہی نہ لی۔ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ کسی نبی نے کبھی جماہی نہ لی تھی وارد ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ جماہی شیطان کی طرف سے ہے اور اگر جماہی غلبہ کرے تو چاہیے کہ بایاں ہاتھ منہ پر رکھے یا لبوں کو دانتوں میں دبائے۔ وہ لوگ جو ہاہا یا آہ آہ کی آواز نکالتے ہیں۔ وہ حد درجہ فعل قبیح کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جو ایسا کرتا ہے شیطان اس کے منہ میں ہنستا ہے۔

آواز مبارک:

حضور اکرم ﷺ کی آواز مبارک غایت درجہ پیاری تھی۔ آپ کی آواز اور اس کی شیرینی تمام آوازوں سے زیادہ حسین و دلکش تھی اور کوئی شخص بھی آپ سے بڑھ کر خوش آواز و شیریں کلام نہیں گزرا۔ آپ کے کلام کی توصیف میں آیا ہے "اَصْدَقُ النَّاسِ لَھْجَۃً" آیا ہے یہ انہی کے معنی میں آیا ہے کیونکہ آپ کی زبان مبارک مخارج سے کلام فرمانے میں جیسا کہ اس کا حق ہے سب سے بڑھ کر راست تر' درست تر اور بہتر تھی۔ آج تک کوئی ایک بھی سوائے نبی کریم ﷺ اس پر قادر نہ ہو سکا۔ فصاحت کے ساتھ کلام فرمانے کو صدق لہجہ کہتے ہیں۔

Marfat.com

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو نہ بھیجا مگر خوش آواز اور خوش روحتی کہ ہمارے نبی ﷺ ان اوصاف میں سب سے فائق تھے۔ اسی مقام پر کسی نے کہا ہے کہ

ذرد دل ہر امتی گر حق مزہ است　　　روئے آواز پیغمبر معجزہ است

جہاں تک کسی کی آواز نہ پہنچ سکتی تھی وہاں تک آپ کی آواز مبارک بے تکلف پہنچ جاتی تھی۔ خصوصاً ایسے خطبوں کی آواز جس میں نصیحت' تخویف یا خدا سے ڈرانا ہوتا تھا۔ چنانچہ پردہ میں بیٹھی ہوئی مستورات بھی آپ کی آواز سنتی تھیں۔ آپ ﷺ نے ایام حج میں منیٰ میں جو خطبہ دیا تھا اس نے تمام لوگوں کے کان کھول دیئے اور ہر ایک نے اس خطبہ کو اپنی اپنی منزلوں میں سنا۔ (منیٰ میں دور ونزدیک جو بھی تھا ہر ایک نے سنا) وہ جو دوسری حدیث میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ منیٰ میں خطبہ دیتے تھے اور حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ حضور ﷺ سے آگے اس کی تعبیر کرتے جاتے تھے تو اس سے مراد کلام کی تفسیر وتوضیح اور شرح وبیان اور اس سے رفع اشتباہ ہے نہ کہ آواز کو سنوانا۔

بیان فصاحت شریف:

حضور اکرم ﷺ کی زبان مبارک کی فصاحت' جوامع کلم' انوکھا اظہار بیان اور عجیب وغریب حکم وفیصلے اتنے زیادہ ہیں کہ شاید ہی کوئی فکر واندیشہ کا محاسب اس کے حصر واحاطہ کے گرد پھر سکے۔ آپ کے اوصاف کا بیان اور ان کے بیان کا زبان کے ساتھ اظہار ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ سے زیادہ فصیح وشیریں بیان دوسرا پیدا ہی نہ فرمایا۔ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا یارسول اللہ نہ تو آپ کہیں باہر تشریف لے گئے اور نہ آپ نے لوگوں میں نشست وبرخاست رکھی پھر آپ ایسی فصاحت کہاں سے لے آئے۔ آپ نے فرمایا: حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی لغت اور اصطلاح جو ناپید اور فنا ہو چکی تھی اسے میرے پاس جبرئیل علیہ السلام لے کر آئے جسے میں نے یاد کر لیا ہے نیز آپ نے فرمایا:

اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَادِیْبِیْ　　　میرے ربّ نے مجھے ادب سکھایا تو میرے ادب کو بہت اچھا کر دیا۔

عربیت کا وہ علم جو زبان عرب اور اس کی فصاحت وبلاغت سے تعلق رکھتا ہے اسے ادب کہتے ہیں نیز آپ نے فرمایا: میری نشوونما قبیلہ بنی سعد بن بکر میں ہوئی ہے۔ یہ آپ کی دائی حلیمہ سعدیہ کا قبیلہ ہے۔ بنی سعد کے لوگ پورے عرب میں سب سے زیادہ فصیح اللسان تھے اور یہ جو منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: ''میں ضاد کو اس کے مخرج سے ادا کرنے میں اس سے زیادہ فصیح ہوں جو ضاد کو ادا کرتا ہے''۔ اگرچہ اس حدیث کی صحت میں بعض اپنی مقرر کردہ اصطلاح حدیث کے تحت کلام کرتے ہیں لیکن اس کے معنی صحیح ہیں۔ حاصل کلام اس طرف راجع ہے کہ آپ نے فرمایا: میں تمام عرب میں افصح ہوں کیونکہ حرف ضاد' عرب کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔ دنیا کی کسی دوسری زبان میں یہ حرف نہیں ہے۔ اور حضور اکرم کے سوا اہل عرب میں ایک بھی ایسا نہیں ہے جو اس حرف کو کما حقہ ادا کر سکے۔ اس حرف ضاد کا مخرج داہنے یا بائیں اضراس یعنی عقل داڑھ ہے۔ کہتے ہیں کہ بائیں طرف سے اس کی ادائیگی زیادہ آسان ہے لیکن صحابہ کبار میں سے کچھ حضرات اس کا دونوں جانب سے اخراج کرتے تھے۔

حضور اکرم ﷺ خوب واضح اور مفصل کلام کے ساتھ تکلم فرماتے تھے اور جدا جدا ان کلمات کو گنا جا سکتا تھا۔ آپ ایک کلمہ کی تین تین بار تکرار فرمایا کرتے تھے تاکہ خوب سمجھ لیا جائے۔ یہ تکرار گفتگو کے ابہام واشتباہ کو دور کرنے کے لیے ہوتی ہوگی ورنہ آپ ہر بات اور ہر کلام میں ایسا نہ کرتے ہوں گے۔ واللہ اعلم

بیان جوامع الکلم:

خاتم الانبیاء احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ ﷺ کے کلام مبارک کے خصائص میں آپ کا ارشاد ہے فرمایا:

اُوْتِیْتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ وَاخْتُصِرَ لِیَ الْکَلَامُ　مجھے جوامع الکلم دیا گیا اور میرے لیے کلام مختصر کیا گیا۔ جوامع الکلم سے مراد وہ کلمات

Marfat.com

ہیں جو غایت اختصار میں ہوں اور معانی کثیرہ کے حامل ہوں۔ علماء نے اپنی وسعت اور طاقت کے اعتبار سے بعض ایسے کلمات جمع فرمائے ہیں اور خاص کر وہ خطوط و پیغامات جن کو حضور ﷺ نے بادشاہوں، حاکموں اور بڑے بڑے امرائے وقت کو ارسال فرمایا تھا ان میں ہر قوم کو اسی کی زبان میں مخاطب فرمایا تھا۔ علماء نے انہیں جمع کر کے ان کی شرح و تفسیر بیان کی ہے۔ ان میں سے کچھ کلمات جو آپ کے حلیہ کمال اور زینت جمال کے حکم میں ہیں۔ تصور و خیال سے بیان کرتا ہوں کہ یہ کلمات آپ کی زبان مبارک سے صادر ہوئے ہوں گے۔

حرف از دہان دوست شنیدن چہ خوش است　　　با از دہاں آنکہ شنید از دہان دوست

اوّل حدیث:

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ　　　ہر عمل کا دارو مدار نیت پر ہے

یہ حدیث اصول دین سے اصل عظیم اور تمام حدیثوں میں جامع تر اور مفید ترین ہے۔ بعض حضرات تو اسے علم دین کا تہائی حصہ کہتے ہیں بایں لحاظ کہ دین، قول و عمل اور نیت پر مشتمل ہے اور بعض نے اسے نصف علم دین قرار دیا ہے۔ اس اعتبار سے کہ اعمال دو قسم کے ہیں ایک عمل بالقلب دوسرا عمل بالجوارح۔ اعمال قلب میں نیت سب سے زیادہ افضل ہے۔ اس بنا پر عمل، اس نصف علم (نیت) سے متعلق ہوگا۔ بلکہ دونوں نصفوں میں بہت بڑا۔ دراصل نیت ہی قلبی، جسمانی اعمال اور جملہ عبادات کی اصل بنیاد ہے اگر اس اعتبار سے اسے تمام علم کہیں تو یہ مبالغہ بھی درست ہوگا۔

(۲) مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَالَا یَعْنِیْہِ　　　جو مرد عمدہ طریق پر اسلام لایا اس نے ہر لغویت سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔

(۳) اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ یَدِہٖ وَلِسَانِہٖ　　　مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے تمام مسلمان محفوظ رہیں۔

(۴) لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ　　　تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

(۵) اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ کُلُّہٗ　　　دین، اوّل تا آخر نصیحت و بھلائی ہے۔

(۶) اَلْبَلَاءُ مُوَکَّلٌ بِالنُّطْقِ　　　گویائی مصیبتیں پیدا کرتی ہے۔

(۷) اَلْمَجَالِسُ بِالْاَمَانَۃِ　　　محفلوں کی باتیں امانت ہیں۔

(۸) اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ　　　جس سے مشورہ لیا جائے وہ بات کا امین ہے۔

(۹) تَرْکُ الشَّرِّ صَدَقَۃٌ　　　برائی کو چھوڑنا صدقہ ہے۔

(۱۰) اَلْحَیَاءُ خَیْرٌ کُلُّہٗ　　　حیاء کامل بھلائی ہے۔

(۱۱) فَضْلُ الْعِلْمِ خَیْرٌ مِّنْ فَضْلِ الْعِبَادَۃِ　　　علم کی فضیلت، عبادت کی فضیلت سے بہتر ہے۔

(۱۲) اَلصِّحَّۃُ وَالْفَرَاغُ نِعْمَتَانِ مَغْبُوْتَانِ فِیْھِمَا اَکْثَرُ النَّاسِ　　　صحت و فراغت خسارے کی نعمتیں ہیں ان دونوں میں اکثر لوگ مبتلا ہیں۔

(۱۳) مَنْ غَشَّ فَلَیْسَ مِنَّا　　　جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں۔

(۱۴) اَلدَّالُ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ　　　نیکی کی راہ دکھانے والا ایسا ہی ہے جیسے اس نے نیکی کی۔

(۱۵) حُبُّ الشَّیْءِ یُعْمِیْ وَیُصِمُّ　　　کسی چیز کی محبت اسے اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔

(۱۶) اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ　　　آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے۔

(۱۷) لَا تَرْفَعْ عَصَاکَ عَنْ اَھْلِکَ　　　اپنی اہل سے اپنی لاٹھی کو نہ اٹھاؤ۔

Marfat.com

(١٨) خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهِ
تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنی اہل کے لیے بہتر ہے۔

(١٩) مَنْ اَبْطَأَبِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ
جس کا عمل سست ہے اس کا نسب چست نہ کریگا۔

(٢٠) زُرْغِبًّا تَزْدَدْ حِبًّا
زیارت کرناغہ کے ساتھ توشہ کر محبت کے ساتھ۔

(٢١) اِيَّاكُمْ وَخَضْرَ الدِّمَنِ
بچو تم امن کی فراخیوں سے

(٢٢) لَنْ يَّشَاءَ الدِّيْنَ اَحَدٌ اِلَّا غَلَبَهُ
ہرگز نہیں چاہتا کوئی دین داری مگر وہ اس پر غالب ہوتا ہے۔

(٢٣) اَلْكَيْسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ
جو اپنے نفس کو دین دار بنا کر تھیلی تیار کرے وہ عمل کرے موت کے بعد کے لیے

(٢٤) اَلْفَاجِرُ مَنِ اتَّبَعَ نَفْسَهُ وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ
فاجر وہ ہے جو اپنی خواہش کی پیروی کرے۔اور اللہ سے امید رکھے۔

(٢٥) لَيْسَ الشَّدِيْدُ مَنْ غَلَبَ النَّاسَ اِنَّمَا الشَّدِيْدُ مَنْ غَلَبَ نَفْسَهُ
لوگوں کا غالب ہونا شدید نہیں البتہ! اپنے نفس کا غالب ہونا شدید ہے۔

(٢٦) اَلثَّنَاءُ رَبِيْعُ الْمُؤْمِنِ
حمد وثناء کرنا مومن کی بہار ہے۔

(٢٧) اَلْقَنَاعَةُ كَنْزٌ لَا يَفْنٰى
قناعت ایسا خزانہ ہے جو کبھی ناپید نہیں ہوتا

(٢٨) اَلْاِقْتِصَادُ فِي النَّفَقَةِ نِصْفُ الْمَعِيْشَةِ
خرچ میں میانہ روی نصف معیشت ہے۔

(٢٩) اَلتَّوَدُّدُ اِلَى النَّاسِ نِصْفُ الْعَقْلِ
لوگوں سے محبت کا برتاؤ کرنا آدھی عقلمندی ہے۔

(٣٠) حُسْنُ السُّؤَالِ نِصْفُ الْعِلْمِ
عمدہ طریق سے پوچھنا آدھا علم ہے۔

(٣١) لَاعَقْلَ كَالتَّدْبِيْرِ
تدبیر کی مانند عقل نہیں ہے۔

(٣٢) لَا وَرَعَ كَالْكَفِّ
زبان روکنے کی مانند پارسائی نہیں ہے۔

(٣٣) لَاحُبَّ كَحُسْنِ الْخُلُقِ
خوش اخلاقی کی مانند محبت نہیں ہے۔

(٣٤) الرَّضَاعُ بِغَيْرِ الطِّبَاعِ
رضاعت غیر طبعی ہے۔

(٣٥) اَلْاِيْمَانُ يَمَانٍ
ایمان حفاظت ہے۔

(٣٦) لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَّااَمَانَةَ لَهُ
جو امانت دار نہیں وہ ایمان دار نہیں۔

(٣٧) لَا دِيْنَ لِمَنْ لَّا عَهْدَ لَهُ
جو عہد کو پورا نہ کرے وہ دیندار نہیں۔

(٣٨) جَمَالُ الرَّجُلِ فَصَاحَةُ لِسَانِهِ
آدمی کی خوبصورتی اس کی زبان کی فصاحت ہے۔

(٣٩) لَا فَقْرَ اَشَدُّ مِنَ الْجَهْلِ
جہالت سے بڑھ کر سخت محتاجی نہیں ہے۔

(٤٠) لَامَالَ اَعَزُّ مِنَ الْعَقْلِ
عقل سے زیادہ پیاری تونگری نہیں ہے۔

(٤١) مَاجَمَعَ شَيْءٌ اَحْسَنَ مِنْ عِلْمٍ اِلٰى عِلْمٍ
کسی چیز کو کسی چیز سے جمع کرنا علم کو علم سے زیادہ اچھا نہیں ہے۔

(٤٢) كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْكَعَابِرِ سَبِيْلٍ وَّعُدَّ نَفْسَكَ مِنْ اَصْحَابِ الْقُبُوْرِ
دنیا میں مثل مسافر یا راہ چلنے کی مانند رہو اور اپنے آپ کو صاحب قبر شمار کرو۔

(٤٣) اَلْعَفْوُ لَا يَزِيْدُ الْعَبْدَ اِلَّا عِزًّا
درگزری بندے میں عزت کو بڑھاتی ہے۔

(٤٤) اَلتَّوَاضُعُ لَا يَزِيْدُ اِلَّا رِفْعَتَهُ
نگونساری درجہ کی بلندی ہی کو زیادہ کرتی ہے۔

(٤٥) مَانَقَصَ مَالٌ مِّنْ صَدَقَتِهِ
صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا۔

Marfat.com

(۴۶) كُنُوْزُ الْبِرِّ كِتْمَانُ الْمَصَائِبِ — نیکی کا خزانہ مصائب کے چھپانے میں ہے۔

(۴۷) لَا تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ بِاَخِيْكَ فَيُعَافِيَهُ اللّٰهُ وَيَبْتَلِيَكَ — اپنے بھائی کو شرمسار نہ کرو کہیں خدا تمہاری گرفت نہ کرے اور تمہیں بھی اس میں آلودہ کردے۔

ان کلمات سے ہر ایک کلمہ عجائب وغرائب اور دین ودنیا کے آداب پر مشتمل ہے اور یہ قاعدے دنیا وآخرت میں نیک بختی کو شامل ہیں۔ اس قسم کے کلمات بے شمار اور بے اندازہ ہیں۔ بالفعل اس وقت جو نظر میں آئے انہیں لکھ دیا۔ ان میں سے ہر ایک کی شرح اور تفصیل اگر بیان کی جائے تو دفتر کے دفتر سیاہ ہوجائیں لیکن کام ختم نہ ہو۔

حدیث مبارک:

اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ كُلُّهُ (دین اول تا آخر نصیحت وبھلائی ہے) یہ اولین وآخرین کے تمام علوم پر مشتمل ہے۔ اگر دنیا کے تمام علماء جمع ہوکر اس کی تشریح میں لب کشائی کریں تو اس کے ایک حصہ سے بھی عہدہ برآ نہ ہوسکیں گے۔ کیونکہ وہ جو کچھ بھی کہیں گے اپنے علم وحوصلہ اور فہم کی سطح کے مطابق کہیں گے۔ فارسی کے رسالے میں اس کا اشارہ کیا گیا ہے۔

سر مبارک:

حضور اکرم ﷺ کے سر مبارک کی توصیف میں ابن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مرقوم ہے کہ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَظِيْمُ الْهَامَةِ رسول اللہ ﷺ کا سر مبارک عظیم تھا۔ سر کی بزرگی وفور عقل اور جودت فکر کی اس بنا پر دلیل ہے کہ سر جو ہر دماغ کا عامل ہوتا ہے یہاں پر سر کو عظیم کہنے سے کوتاہی اور اس کی چھوٹائی کی نفی کرنا مقصود ہے۔ ورنہ آپ کے تمام اعضاء وجوارح میں وجود اعتدال کی رعایت کی گئی ہے جیسا کہ پہلے بھی اس طرف اشارہ کیا جاچکا ہے اور ہر جگہ اس قاعدہ کلیہ کو یاد رکھنا چاہیے۔

موئے مبارک:

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کے بالوں کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا آپ کے بال رَجل (نرم) تھے۔ رجل بفتح راء وکسر جیم اور فتح سے بھی آیا ہے۔ اسی طرح سبط وقطط مراد ہے۔ سبط بفتح سین وسکون باء وکسر باء بمعنی نرم ولٹکتے ہوئے بال اور قطط بفتح قاف وکسر طاء وفتح طاء ایسے بال جو سخت اور پیچیدہ ہوں جیسے حبشیوں کے ہوتے ہیں اردو میں انہیں گھونگریالے بال کہا جاتا ہے۔ بعض حدیثوں میں آپ کے موئے مبارک کو ''جعد'' بمعنی سخت پیچیدہ بتایا گیا ہے حالانکہ مکمل جعد نہ تھے۔ بلکہ قطط اور جعد یعنی نرم، دراز اور کھونگریالے تھے۔ سبط وقطط کی ضد کے معنی میں جعد کا اطلاق جائز نہ ہوگا اور بعض حدیثوں میں جعد کی نفی کی گئی ہے۔ جعد بہت سخت اور بل کھائے ہوئے بالوں کو کہتے ہیں اور صراح میں جعد بمعنی مرغول اور قطط بمعنی مرغول اور سبط بمعنی لٹکتے ہوئے بال لکھا ہے۔ لہٰذا حضور اکرم ﷺ کے بال بسط تھے نہ قطط بلکہ دونوں کے درمیان تھے جسے رجل کہتے ہیں۔

آپ کے بالوں کی لمبائی کانوں کے درمیان تک دوسری روایت میں کانوں تک اور ایک تیسری روایت کے بموجب کانوں کی لوتک تھی۔ ان کے علاوہ کندھوں کے قریب تک کی روایتیں بھی ہیں۔ ان سب روایتوں میں باہمی مطابقت اس طرح ہے کہ آپ کبھی تیل لگاتے یا کنگھی فرماتے تو بال دراز ہوجاتے ورنہ اس کے برعکس رہتے یا پھر بال ترشوانے سے پہلے اور بعد ان میں اختصار طول ہوتا رہتا تھا۔ مواہب لدنیہ میں اور اس کے موافق ''مجمع البحار'' میں یہ مذکور ہے کہ جب بالوں کے ترشوانے میں طویل وقفہ ہوجاتا تو بال لمبے اور جب ترشواتے تو چھوٹے ہوجاتے تھے۔ اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور ﷺ بالوں کو ترشواتے تھے۔ مونڈواتے نہ تھے لیکن حلق (مونڈوانے) کے بارے میں خود فرماتے ہیں کہ آپ حج وعمرہ کے دو موقعوں کے سوا بال نہیں منڈواتے تھے۔ واللہ اعلم

Marfat.com

اورام ہانی رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ جب حضورِ اکرم ﷺ مکہ مکرمہ میں رونق افروز ہوئے تو آپ کے بالوں کی چار لٹیں تھیں اور سر کے بالوں کا چھوڑنا سنت ہے۔ زمانہ قدیم سے عربوں میں یہ عادت تھی لیکن یہ ضروری ہے کہ بالوں کی نگہداشت کی جائے۔ یعنی تیل اور کنگھی وغیرہ ہوتی رہنی چاہیے۔ حضورِ اکرم ﷺ بالوں میں کثرت سے کنگھی کیا کرتے تھے۔ آپ جس کسی کے پراگندہ اور ابتر بال دیکھتے تو کراہت سے فرماتے کہ تم میں سے کسی کو وہ نظر آیا ہے یہ اشارہ شیطان کی طرف ہے۔ اسی طرح آپ بہت زیادہ بنے سنورے اور لمبے بالوں والوں سے بھی کراہت فرماتے تھے۔ اعتدال اور درمیانہ روی آپ کو بہت پسند تھی۔ جو کوئی بالوں میں تیل کنگھی نہیں کر سکتا اس کے لیے بالوں کا ترشوانا بہتر ہے۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: کہ میں نے سر کے بالوں کو اس وقت سے دشمن جانا ہے جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے کہ ہر بال کے بیچ میں جنابت یعنی ناپاکی ہے۔ ورنہ ہر اہل زمانہ خصوصاً مشائخ و زہادہ عباد میں بالوں کے ترشوانے کا جو رواج ہوا ہے اس کی بظاہر یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ یا تو بالوں میں تیل و کنگھی کی استطاعت نہ رکھتے تھے یا انہیں اس کی فرصت نہ ملتی ہوگی۔

فائدہ:

بالوں کے بارے میں سنت وہی ہے جسے اوپر بیان کیا گیا ہے اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں وارد ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ بالوں میں ''سدل'' فرماتے تھے۔ اہل کتاب بھی سدل کرتے تھے لیکن مشرکین اپنے بالوں میں ''فرق'' کرتے تھے۔ ''سدل'' سے مراد بالوں کا پیشانی کے اطراف پر لٹکانا ہے اور ''فرق'' کا مطلب بالوں کو ایک دوسرے سے جدا کر کے اس طرح سنوارنا کہ درمیان میں مانگ نکل آئے اسے مفرق یعنی تارک سر کہتے ہیں۔ جسے مانگ کہا جاتا ہے۔ چونکہ حضورِ اکرم ﷺ ان امور میں جن کا حکم الٰہی نہ ہوا اہل کتاب کی موافقت کو پسند کرتے ہیں۔ اس کے بعد حضور ﷺ ''فرق'' فرمانے لگے۔ یعنی بالوں کے درمیان سے مانگ نکالنے لگے۔ اس بناء پر علماء فرماتے ہیں کہ فرق کرنا سنت ہے کیونکہ حضور ﷺ نے ''سدل'' سے ''فرق'' کی طرف رجوع فرمایا۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ آپ کو ایسا حکم دیا گیا۔ لہٰذا ''سدل'' منسوخ ہو گیا۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ ''فرق'' کو اختیار فرمانا اجتہاد سے ہے کہ اس میں اہل کتاب کی مخالفت ہے۔ کیونکہ غیر مامور بہ امور میں اہل کتاب کی موافقت ان کی تالیف قلوب کے لیے تھی۔ جب حق تعالیٰ نے آپ کو ان سے بے نیاز کر دیا تو آپ نے ان کی موافقت کو ترک فرما دیا۔ خلاصہ کلام یہ کہ ''سدل'' اور ''فرق'' دونوں جائز ہیں اور فرق زیادہ احب و افضل ہے۔ جیسا کہ علماء نے فرمایا اور مختار یہ ہے کہ اگر خود بخود مانگ نکل آئے تو مانگ نکال لے ورنہ ان کو اپنے حال پر چھوڑ دے واللہ اعلم

مسئلہ خضاب کی وضاحت:

علماء کا اس میں اختلاف ہے لیکن اکثر کا اور خصوصاً محدثین کا مذہب یہی ہے کہ یہ مکروہ ہے۔ اس لیے کہ آپ کو ایسا بڑھاپا آیا ہی نہیں جس میں خضاب کرنے کی ضرورت لاحق ہوتی۔ کیونکہ آپ کے سرِ اقدس اور ریش مبارک میں چودہ یا سترہ یا اٹھارہ (سفید) بال تھے اور جب بالوں میں تیل کی مالش کر لی جاتی تھی تو یہ سفیدی بھی روپوش ہو جاتی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ریش مبارک اور سرِ اقدس میں صرف چند ہی بال سفید تھے۔ اگر میں چاہتا تو شمار کر لیتا اور فرماتے ہیں کہ آپ نے خضاب نہیں کیا اور یہ جو مروی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور ﷺ کے وہ موئے مبارک جوان کے پاس تھے مخضوب تھے۔ علماء فرماتے ہیں وہ مخضوب نہ تھے بلکہ وہ کسی خوشبو وغیرہ سے ممروج و معطر تھے اور مخضوب معلوم ہوتے تھے یا پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے انہیں محفوظ رکھنے کے لیے مخضوب کر رکھا تھا اور یہی حال ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں کلام کا ہے۔ مواہب لدنیہ میں صحیحین سے بروایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نقل کیا ہے کہ ''انہوں نے حضور ﷺ کو زرد رنگ کردہ دیکھا''۔ علماء فرماتے ہیں کہ اس زردی سے مراد زعفران ہے اور میں نے حضرت شیخ امام اجل عبدالوہاب متقی سے سنا ہے کہ یہ خضاب نہ تھا اس لیے کہ آپ کے موئے ہائے مبارک سیاہ تھے اور سیاہی کوئی رنگ قبول نہیں کرتی بلکہ اس زردی سے صفائی و پاکیزگی فرمائی تھی۔ یعنی اس سے دھویا اور صاف کیا ہو۔ مگر وہ چند

Marfat.com

موئے شریف نے ضرور رنگ پکڑا ہوگا جو سفید تھے اور جب کہ یہ خضاب پیری میں کیا ہو۔ یہ مقام غور وفکر ہے اور وہ امام نووی سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: مختار یہ ہے کہ کبھی کبھی رنگ کرتے ورنہ اکثر اپنے حال پر چھوڑ دیتے تھے۔ لہٰذا جس نے جس وقت جیسا دیکھا اسے بیان کر دیا۔ ہر ایک صادق ہے اور فرمایا: یہ تاویل متعین ہے۔ اس لیے کہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما صحیحین میں ہے نہ اس کا ترک ممکن ہے اور نہ اس کی تاویل ممکن ہے۔ بعض علماء نے حضور اکرم ﷺ کے عدم شیب کے بارے میں باوجود اس احتمال کے کہ آپ کا سن شریف اس حد تک تھا جس میں عورتیں اکثر بالوں کی سفیدی کو ناپسند کرتی ہیں کہا ہے کہ:

ہر کہ مکروہ پندار داز حضرت رسول اللہ ﷺ چیزے را کافر شود (جو شخص حضور اکرم ﷺ کی کسی چیز کو مکروہ جانے وہ کافر ہو جاتا ہے)۔

اور متعدد روایتوں میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شیب (بڑھاپے) کو اس جگہ عیب گردانتے اور فرماتے ''مَاشَآءَ اللّٰهُ بِالشَّيْبِ'' یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو شیب (بڑھاپے) کی حالت نہ دی اور علماء فرماتے ہیں کہ تعجب ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایسا فرمایا حالاں کہ حدیث مبارک میں وارد ہوا ہے کہ شیب یعنی بڑھاپا وقار اور نور ہے اور بڑھاپے کی تعریف زبان نبوت پر ہے اور علماء فرماتے ہیں کہ جب حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو خضاب اور ظاہر حالت کو بدلنے میں مبالغہ فرماتے دیکھا اور جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کے سر اور داڑھی کے تمام بال سفید ہو گئے تو حضور ﷺ نے اسے مکروہ جانا اور ان سے فرمایا کہ بڑھاپے کو جوانی سے بدل دو۔ یعنی بالوں کی سفیدی کو سیاہی سے تبدیل کر دو۔ لہٰذا چونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بڑھاپے کو مکروہ قرار دینے والی حدیث کو جان لیا تھا اس لیے دوسری حدیث انہوں نے نہ سنی یا یہ خیال کیا کہ وہ حدیث اس حدیث سے منسوخ ہے اور اسی پر انہوں نے حکم دیا۔ کذا فی المواهب اللدنیه

(حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی ''ثبته الله فی مقام الیقین'' فرماتے ہیں) کہ اس میں شک نہیں کہ شباب، قوت وقدرت اور ہیبت کے لحاظ سے اعداء دین کی آنکھوں میں کمال ہے۔ کیونکہ تقویت دین اور اظہار شوکت اسلام میں ان کا بڑا دخل ہے۔ خاص کر زمانہ نبوت میں کہ کفار سے جہاد کے سبب حضور ﷺ کو شیب یعنی بڑھاپے سے محفوظ رکھا۔ جو ضعف اور عجز کی علامت ہے اور حضور ﷺ کا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو خضاب یا جوانوں کے ساتھ مشابہت رکھنے کی ترغیب دینا اسی غرض کی بناء پر تھا اور آپ پر حدوث شیب اور اس کا ظہور چند بالوں کی حد تک تھا اور یہ بھی خوف وخشیت الٰہی کی وجہ سے چنانچہ آپ نے فرمایا:

شَيَّبَتْنِي سُوْرَةُ هُوْدٍ وَالْوَاقِعَةُ وَالْمُرْسَلَاتُ وَعَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ وَإِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ

مجھے سورہ ہود، الواقعہ، المرسلات، عم یتسالون، اور واذا الشمس کورت نے بوڑھا کر دیا۔

یہ بھی اتنا نہ تھا کہ شباب کی صورت میں خلل پیدا ہوتا بلکہ شباب کے ساتھ شیب کے وقار ونور بھی پائے جاتے تھے جس طرح کہ حضرت خلیل اللہ صلوات اللہ وسلامہ علیہ اور آپ کے فرزند حضرت اسحاق علیہ السلام کے درمیان امتیاز کے لیے بالوں کی سفیدی کو بھیجا تھا۔ اس پر آپ نے عرض کیا ''مَا هٰذَا يَا رَبِّ'' ''اے رب! یہ کیا ہے؟'' ''قَالَ هٰذَا وَقَارٌ'' ''حق تعالیٰ نے فرمایا: یہ وقار ہے۔ انہوں نے کہا ''رَبِّ زِدْنِيْ وَقَارًا'' میرے رب میرے وقار کو اور زیادہ کر فافهم وبالله التوفيق۔

لحیہ شریف:

حضور اکرم ﷺ کی لحیہ مبارکہ یعنی ریش مبارک کے بارے میں ابن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثَّ اللِّحْيَةِ

رسول اللہ ﷺ کی ریش مبارک میں بال بکثرت تھے۔

لغت میں کث بمعنی کثیف ہے جو کہ لطیف کی ضد ہے مقولہ عرب ہے کہ ''رَجُلٌ كَثُّ اللِّحْيَةِ وَكَثٌّ كَثِيْفُ اللِّحْيَةِ وَلِحْيَةٌ كَثٌّ''

Marfat.com

شفائے قاضی عیاض میں کہا گیا ہے: ''اَللِّحْيَةُ يَمْلَاءُ صَدْرَهٗ''یعنی آپ کی ریش مبارک کے بال اس کثرت سے تھے کہ جس سے آپ کا سینہ مبارک بھر گیا تھا اور ریش مبارک کی لمبائی میں کوئی معین انداز کتابوں میں نظر سے نہیں گزرا۔ وظائف النبی میں کہا گیا ہے کہ حضور ﷺ کی ریش مبارک طبعاً چار انگل تھی۔ اس سے کم نہ ہوتی تھی۔ اس پر کوئی سند نہیں پائی جاتی اور داڑھی کا لمبا کرنا موجب حسن و جمال ہے خصوصاً جب داڑھی گھنی ہو۔ واللہ اعلم

نیز یہ بات اس چیز کے مخالف ہے جو کہ شفا میں مذکور ہے اور اس روایت کے منافی ہے جو ترمذی کی حدیث میں آئی ہے کہ ''حضورِ اکرم ﷺ اپنی ریش مبارک پکڑتے اور شارب یعنی لبوں کو ترشواتے اور فرماتے جو لبوں کو نہ ترشوائے وہ ہم میں سے نہیں''۔

صحیحین میں مذکور ہے کہ مشرکوں کی شکل کی مخالفت کرو اور ایک روایت میں ہے کہ مجوس یعنی آتش پرستوں کی مخالفت کرو اور بہت کرو اور اپنی داڑھیوں کو بڑھاؤ اور لبوں کے پست کرنے اور اس کے ترشوانے میں مبالغہ کرو اور ائمہ کا مذہب لبوں کے ترشوانے میں مختلف ہے۔ کم سے کم یہ ہے کہ اطراف لب ظاہر ہوں اور لبوں کا منڈوانا بدعت ہے اور بعض کے نزدیک سنت ہے اور احناف کے نزدیک احفاء ہے یعنی جڑ سے اکھاڑنا ہے لیکن حدیث میں آیا ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے اپنے لبوں کو مسواک سے اٹھایا اور یہ بظاہر احفاء کے منافی ہے۔ جیسا کہ کہا گیا حالانکہ یہ کسی خاص وقت میں ہوا ہوگا ورنہ اکثر اوقات احفا ہی ہوگا اور ہمارے یعنی حنفیوں کے مذہب میں یہ ہے کہ ابرو کے مقدار میں چھوڑ دیئے جائیں۔ غازی اس سے مستثنیٰ ہیں اور انہیں مستحب ہے کہ لبوں کو لمبا رکھیں تا کہ دشمنوں کی نظر میں ہیبت و دبدبہ ظاہر ہو لیکن لبوں کو اتنا دراز نہ کرے کہ اطراف لب ہی ڈھک جائیں۔ كَذَا فِيْ مَطَالِبِ الْمُؤْمِنِيْنَ نَقْلاً مِنَ الذَّخِيْرَةِ لبوں کے دونوں کناروں کے بالوں کے چھوڑنے میں مضائقہ نہیں ہے علماء فرماتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کبار لبوں کے گوشوں کو چھوڑ دیا کرتے تھے۔ اس لیے کہ وہ منہ کو نہیں ڈھانپتے اور نہ کھانے سے آلودہ ہوتے ہیں اور مونڈانے اور زیر لب جسے عنفقہ کہتے ہیں ان کے بالوں کے چھوڑنے میں بھی اختلاف ہے اور افضل ان کا چھوڑنا ہے لیکن عنفقہ کے دونوں کناروں کے مونڈنے میں مضائقہ نہیں ہے اور داڑھی کے بڑھانے کے حد میں بھی اختلاف ہے۔ مذہب حنفی میں چار انگل ہے جس سے مراد یہ ہے کہ اس سے کم نہ ہو۔ لیکن ایک روایت میں یہ ہے کہ اس سے زائد بالوں کو کاٹنا واجب ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ اگر علماء و مشائخ اس سے زائد بڑھائیں تو بھی درست ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری میں کتاب اللباس کے آخر میں مذکور ہے کہ سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی داڑھی کو مٹھی میں لے کر اس سے زائد بال قطع کرا دیا کرتے تھے۔

كَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا حَجَّ اَوِ اعْتَمَرَ قَبَضَ عَلٰى لِحْيَتِهٖ فَمَا فَضَلَ اَخَذَهٗ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب حج یا عمرہ کرتے تو اپنی داڑھی کو مٹھی میں لیتے اور جو اس سے زائد بال ہوتے قطع کرا دیتے۔

حضرت نافع رضی اللہ عنہ نے بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہما حدیث نقل کی ہے کہ:

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْهِكُوْا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا اللُّحٰى

لبوں کے تراشنے میں مبالغہ کرو اور داڑھی کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ اس سے تعرض نہ کرو۔

جب داڑھی کو اپنے حال پر چھوڑنا مامور بہ ہے تو پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کیوں مابعد القبضہ کترواتے تھے حالانکہ وہی اس حدیث کے راوی ہیں۔ شارحین اس کا یہ جواب دیتے تھے کہ ان کا کتروانا حج و عمرہ کے ساتھ مخصوص تھا اور عجمیوں کی مانند عمل کرنے کی ممانعت کی گئی ہے اور اس باب میں سلف کی عادت مختلف تھی۔ بیان کرتے ہیں کہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی داڑھی ان کے سینوں کو بھرتی تھی۔ اسی طرح سیّدنا عمر فاروق اور عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہما کے بارے میں منقول ہے اور حضرت سیّدنا غوث الاعظم محی الدین شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی داڑھی طویل و عریض تھی۔

عانہ شریف:

موئے زیر ناف صاف کرنے کے بارے میں بعض حدیثوں میں آیا ہے مونڈتے تھے اور بعض میں آیا ہے کہ نورہ استعمال کرتے تھے۔

Marfat.com

دونوں جانب کی حدیثیں ضعیف ہیں۔حضور اکرم ﷺ نہ حمام تشریف لے گئے نہ اسے دیکھا۔حمام کا ظہور آپ کی رحلت کے بعد بلادعجم فتح ہوتے وقت ہوا۔لیکن حضور ﷺ نے حمام کے ہونے کی خبر دے دی تھی اور عورتوں کو حمام میں جانے کی ممانعت کر دی تھی مگر کسی ضرورت کے تحت جیسے فصد اور علاج وغیرہ ہیں اور حضور اکرم ﷺ جمعہ کے دن بعض روایتوں میں جمعرات کے دن لبیں اور ناخونہائے مبارک ترشواتے تھے۔ناخونوں کے کاٹنے کی کیفیت میں کوئی چیز ثابت نہیں ہے لیکن انتخابات پائی جاتی ہے کہ ناخونوں کے کاٹنے کی ابتداء سبابہ یعنی انگشت شہادت سے فرماتے اور داہنے ہاتھ کے انگوٹھے پر ختم کرتے تھے اور وہ نظم جو حضرت علی مرتضیٰ سے منسوب ہے اس میں ہے کہ

قَلِّمِ الْاَظْفَارَ بِالسُّنَّةِ وَالْاَدَبِ لِمَنْهَا خواسب یسار ها او خسب

اور حضور اکرم ﷺ مسواک اور کنگھی کبھی جدا نہ فرماتے تھے۔جب تیل ملتے تھے تو داڑھی شریف میں کنگھی فرماتے اور اپنے جمال شریف کو آئینہ میں ملاحظہ فرماتے تھے۔"الحق" آئینہ دیکھنا آپ ہی کو سزاوار ہے کیونکہ آپ کا جمال جہاں آراءنور مطلع نور الٰہی اور مظہر اسرار لامتناہی ہے۔

دم از آئینہ حسن ترا جدائی نیست

غرض تجلی حسن است خودنمائی نیست صلی اللہ علیہ وآلہ قدر حسنہ وجمالہ۔

گردن شریف:

حضور اکرم ﷺ کی عنق یعنی گردن شریف کے بارے میں ابن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ

كَانَ عُنُقَهٗ جِيْدُ دُمْيَةٌ فِيْ صَفَاءِ الْفِضَّةِ آپ کی گردن مبارک چاندی کی صفائی میں چمکدار اور دمیہ کی مانند تھی۔

"دمیہ" بضم دال وسکون میم'وہ مجسمہ جو ہاتھی دانت سے تراشا گیا ہو"کذافی النہایہ" قاموس میں ہے وہ مجسمہ جو رخام یعنی سنگ سفید سے تراشا گیا ہو۔اگرچہ آپ کی گردن مبارک کو صنم یا مجسمہ سے تشبیہ دینے میں شان کیخلاف نظر آتا ہے لیکن چونکہ اس کی کاریگری میں خوب آراستگی اور مبالغہ کیا جاتا ہے اس لیے اس کی تحسین میں اس سے تشبیہ دی گئی ہے۔"کذافی النہایہ" اور شمائل ترمذی کے حاشیہ میں ہے کہ "اَلدُّمْيَةُ الْغَزَالُ" یعنی دمیہ غزال یعنی ہرن کو کہتے ہیں اور دوسرے حاشیہ میں دمیہ ہرن کے بچہ کو کہتے ہیں لیکن لغت کی کتابوں میں یہ معنی نہیں پائے گئے۔ واللہ اعلم

اور حدیث میں الفاظ فی صفاء الفضۃ (چاندی کی صفائی میں) ظاہر عبارت سے گردن کی صفت معلوم ہوتی ہے اور مواہب کی دوسری حدیث میں ہے کہ

قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ كَانَ جِيْدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْيَضَ كَاَنَّمَا صِيْغَ مِنْ فِضَّةٍ

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ کی گردن مبارک سفید تھی گویا کہ چاندی سے بنائی گئی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی صفات میں سے یہ صفت علیحدہ ہے۔

منکبین شریف:

منکب بفتح میم وکسر کاف بمعنی سر شانہ اور بازو کے اجتماع کی جگہ جسے کندھا کہتے ہیں اور صراح میں منکب' بمعنی بن وباز و وشانہ ہے اس کے وصف میں واقع ہوا ہے کہ بَعِيْدٌ مَابَيْنَ الْمَنْكِبَيْنَ دونوں منکب کے درمیان دوری تھی بَعِيْدٌ کو بصیغہ تصغیر بُعَيْدٌ بھی پڑھا ہے۔اور بعضوں نے اس کی تفسیر "عریض الصدر" (سینہ کی چوڑائی) سے کی ہے۔حالانکہ عرض صدر ایک علیحدہ صفت ہے جو کہ مروی ہے کہ عَرِيْضُ الصَّدْرِ بَعِيْدًا مَابَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ اور یہ دونوں صفتیں ایک دوسرے کے ساتھ لازم ہیں چونکہ یہ صفت دو عضو سے متعلق ہیں اس لیے جدا جدا ذکر کیے گئے ہیں۔

Marfat.com

صدر شریف:

حضور اکرم ﷺ کا صدر مبارک یعنی سینہ شریف سینہ کشادہ اور محسوس تھا۔ یہ صورت ظاہری کے حلیہ کے بیان میں داخل ہے اس لیے اس قدر بیان ہے ورنہ صدر معنوی وہ ہے جس کا ذکر آیت کریمہ میں یوں آیا ہے۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ اے محبوب! کیا ہم نے آپ کو شرح صدر عطا نہ فرمایا؟ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ آپ کا مقام بہت عالی ہے کیونکہ اس کا تمام وکمال' ذات بابرکات حضرت سیّد السادات ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے۔

قلب اطہر:

مواہب لدنیہ میں قلب اطہر کا بھی ذکر آیا ہے (چونکہ دل باطنی اعضاء سے ہے اور یہاں اس کی ظاہری صورت سے بحث نہیں اس لیے غور وفکر کرنا چاہیے اور بعض راویتوں میں ''عظیم مشاش المنکبین و الکتد'' بھی آیا ہے کتد بفتح کاف وکسرتا فوقانیہ اور فتح تاء وہ جگہ جہاں دونوں مونڈھے ملتے ہیں اور مشاش بضم میم سر کی ہڈیوں کو کہتے ہیں۔

بطن اطہر:

نیز ایک روایت میں ''سَوَاءُ الْبَطْنِ وَالصَّدْرِ'' بھی آیا ہے یعنی نہ شکم سے بلند اور نہ شکم سینہ سے دونوں برابر اور ہموار تھے اور حضرت ابو ہریرہ ﷛ کی حدیث میں ''مفاض البطن' بیان ہوا ہے جس کی تفسیر ''واسع البطن'' سے کی گئی ہے جو کہ عریض الصدر کو لازم ہے اور بعض حضرات ''مُسْتَوِی الْبَطْنِ وَالصَّدْرِ'' سے تفسیر کرتے ہیں۔

حضرت ابن ام ہانی ﷛ نے آپ کے بطن شریف کی توصیف میں کہا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے شکم اطہر کو دیکھا ہے وہ گویا کاغذ تھا جنہیں لپیٹ کرتہ کر کے ایک دوسرے پر رکھ دیا ہے۔

سینہ کے موئے مبارک:

حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ سینہ مبارک کے موئے مبارک کی توصیف میں فرماتے ہیں کہ ''ذومسربۃ'' تھے اور حدیث ابن ابی ہالہ ﷛ میں دقیق مسربۃ ہے مسربۃ ان بالوں کو کہتے ہیں جو سینہ کے اوپر سے ناف تک ہوں یہ باریک تھے لہٰذا اسے خیط (ڈورا یا شاخ) سے تعبیر کرتے ہیں اور صراح میں مسربۃ بضم را' سینہ وناف کے درمیان بالوں کو لکھا ہے بظاہر ''مسربۃ'' کا اشتقاق سرب ہے جس کے معنی راستے کے ہیں۔ صدر شکم کے علاوہ کہیں بال نہ تھے۔ لہٰذا اسی حدیث میں کہا گیا ہے عَارِیُ الثَّدْیَیْنِ وَالْبَطْنِ سِوٰی ذٰلِكَ یعنی آپ کے سینہ پر دونوں طرف اور شکم اطہر بجز اس قدر بالوں کے جنہیں سربہ کہا جاتا ہے خالی تھے اور بیان کرتے ہیں کہ اَلذِّرَاعَیْنِ وَالسَّاعِدَیْنِ وَالْمَنْكِبَیْنِ وَاَعَالِی الصَّدْرِ وَالسَّاقَیْنِ یعنی دونوں کلائیاں دونوں بازو' دونوں کندھے' سینہ مبارک کا بالائی حصہ' دونوں پنڈلیاں ٹخنے تک بال والے تھے اور وہ جو آپ کے وصف شریف میں ''اجرد' یعنی بالوں سے خالی ہونا واقع ہے وہ اشعر کے مقابل ہے۔ یعنی اشعرا سے کہتے ہیں جس کے سارے بدن پر بال ہوں۔

بغل شریف:

آپ کی بغل شریف سارے بدن مبارک کی مانند سفید تھی۔ طبری کہتے ہیں کہ یہ حضور ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے ورنہ آنحضرت ﷺ کے سوا تمام لوگوں کی بغل کا رنگ جدا اور اس میں سیاہی کی جھلک ہوتی ہے۔ اسی طرح قرطبی کے بیان میں اتنا زیادہ ہے کہ آپ کی بغل میں بال ہی نہ تھے لیکن کچھ لوگ اس میں کلام کرتے ہیں کہ یہ ثابت نہیں ہے جلد کی سفیدی سے یہ لازم نہیں آتا کہ بغل میں بال ہی نہ ہوں اور بعض حدیثوں میں نَتَفَ اِبْطَیْهِ بھی آیا ہے یعنی حضور ﷺ بغل کے بالوں کو اکھیڑ ڈالا کرتے تھے۔ واللہ اعلم

اور بعض حدیثوں میں عَفَرَ اِبْطَیْهِ واقع ہوا ہے عفرہ غیر قابض سفیدی کو کہتے ہیں کَذَا قَالَ الْهَرْوِی اور صراح میں ''اعفر' ایسی سرخی

Marfat.com

وسفیدی جس میں سرخی کی جھلک ہو لکھا ہے۔

ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مجھ سے بغل گیر ہوئے تو آپ کے بغل شریف کے پسینہ سے مشک کی مانند خوشبو مہکنے لگی۔

ظہر شریف یعنی پشت:

آپ کی ظہر شریف یعنی پشت مبارک ایسی تھی جیسی پگھلی ہوئی چاندی یعنی پاک وصاف اور سفید ہموار۔

مہر نبوت:

بَیْنَ کَتِفَیْهِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ وَهُوَ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ یعنی حضور ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی کیونکہ آپ خاتم النبیین ہیں۔ مہر نبوت ایک ایسی ابھری ہوئی چیز تھی جو ہم رنگ بدن' مشابہ جسد اطہر اور صاف ونورانی تھی۔ اسی کو خاتم النبوۃ یا مہر نبوت کہتے ہیں۔ ''خاتم'' بکسر تاء ختم کا فاعل ہے جس کے معنی اتمام رسیدن بآخر یعنی آخر میں پہنچ کر مکمل کرنا اور فتح تاء سے بمعنی مہر وانگشتری کے ہیں یعنی وہ چیز جو دلیل اس پر ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور آپ کو اسی نام کے ساتھ موسوم کرنے کا سبب یہ ہے کہ کتب سابقہ میں آپ کی تعریف اسی کے ساتھ کی گئی ہے۔ لہٰذا یہ وہ علامت ہے جس سے آپ پہچان لیے جائیں کہ آپ ہی وہ نبی آخر الزماں ہیں جس کی بشارت دی گئی ہے۔ مہر نبوت اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں وہ عظیم نشانی ہے جس سے حضور ﷺ کو مخصوص فرمایا۔ حاکم نے ''مستدرک'' میں حضرت وہب بن منبہ سے روایت کیا کہ کوئی نبی مبعوث نہ ہوا مگر یہ کہ ان کے داہنے ہاتھ میں کوئی علامت نبوت ہوتی لیکن ہمارے نبی ﷺ کی علامت نبوت' آپ کے دونوں شانوں کے درمیان تھی کیا خوب کسی شاعر نے کہا ہے

نبوت را تواں آں نامہ درمشت — کہ از تعظیم دارد مہر بر پشت

حضرت شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ آپ کی مہر نبوت میں لکھا ہوا تھا۔

اَللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْكَ لَهٗ تَوَجَّهْ حَیْثُ كُنْتَ فَاِنَّكَ مَنْصُوْرٌ — اللہ یکتا ہے کوئی اس کا شریک نہیں آپ جس حال میں بھی ہیں توجہ فرمائیے بلاشبہ آپ ہی فتحیاب ہیں۔

روایتوں میں مرقوم ہے کہ مہر نبوت نوری تھی جو چمکتی تھی۔ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ آپ کی وفات کے بعد وہ مہر نبوت روپوش ہو گئی تھی اور اسی علامت سے معلوم ہوا کہ آپ نے وفات پائی ہے کیونکہ لوگوں میں شبہ اور اختلاف واقع ہو گیا تھا یا اس لیے کہ یہ دلیل نبوت تھی۔ اب اس کے اثبات کی حاجت نہ رہی تھی۔ یا یہ کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی خاص بھید ہو جسے وہی خوب جانتا ہے۔ لیکن یہ غلط ہے کہ بعد از وفات نبوت باقی نہ رہی۔ کیونکہ نبوت ورسالت موت کے بعد بھی برقرار رہتی ہے۔

اکثر روایتوں میں ''بین الکتفین'' (یعنی دونوں شانوں کے درمیان) وارد ہے کہ عِنْدَ نَاغِضِ كَتِفِهِ الْیُسْرٰی یعنی مہر نبوت بائیں شانہ کے ناغض (نرم گوشت جسے غضروف کہتے ہیں) کے پاس تھی۔

علامہ تورپشتی فرماتے ہیں کہ دونوں قولوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس لیے کہ دونوں شانوں کے درمیان ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بالکل بیچ میں ہے اگر بائیں شانہ کے جانب بھی ہے تو ''بین الکتفین'' ہے۔ یہی حال اس روایت کا ہے جس میں عِنْدَ كَتِفِهِ الْیُمْنٰی (دائیں شانہ کے پاس) آیا ہے۔ واللہ اعلم۔ راویوں نے مہر نبوت کی صورت وشکل کا بھی ذکر کیا ہے اور سمجھانے کے لیے تشبیہ استعمال کی ہے۔ چنانچہ کسی نے اسے بیضہ کبوتر سے اور کسی نے سرخ غدود سے جو عام طور پر جسم پر ہوتا ہے تشبیہ دی ہے۔ ''صراح'' میں ہے کہ غدہ جس کی جمع غدود ہے گوشت کی سخت گرہ کو کہتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ غدہ کے مشابہ اور سرخ سے مطلب مائل بہ سرخی ہے۔ لہٰذا یہ اس روایت کے منافی نہیں ہے جس میں کہا گیا ہے کہ مہر نبوت کا رنگ جسم اطہر کے رنگ کے ہم رنگ تھا اس سے اس قول کا رد کرنا مقصود تھا جس میں ہے اس کا رنگ سیاہ' یا سبز تھا جیسا کہ ابن حجر مکی نے

Marfat.com

شرح شمائل میں کہا ایک اور روایت میں ہے کہ مہر نبوت زرحجلہ کی مانند تھا۔ ''زر'' بتقدیم زاء مکسورہ برائے مشددہ بمعنی تکمہ (گھنڈی) جو پیرہن کے گریبان میں ہوتا ہے اور ''حجلہ'' بفتح حاء وجیم بمعنی وہ گوشہ جہاں دلہن کو (مائیوں) بٹھایا جاتا ہے اس کی جمع حجال ہے۔ ''کذا قال الجمهور'' اور بعض کہتے ہیں کہ حجلہ ایک مشہور پرندہ اور زراس کا انڈہ ہے۔ یہ اس حدیث کے موافق ہے جس میں کہا گیا ہے کہ مہر نبوت کبوتر کے بیضہ کی مانند تھی۔ لیکن زر لغت میں بمعنی بیضہ نہیں آیا۔ بعض کہتے ہیں کہ رزایت بتقدیم راء برزاء بھی آیا ہے جس کے معنی بیضہ کے ہیں اور ترمذی کی ایک اور حدیث ہے جس میں ''شعرات مجتمعات'' ہے یعنی مہر نبوت گوشت کا ایک ٹکڑا تھا۔ ایک اور حدیث میں مشت (مٹھی) کی مانند آیا ہے جس میں ثاکیل کی مانند تل تھے۔ ثاکیل ان دانوں کو کہتے ہیں جو جلد کے نیچے چنے کے دانے کی مانند نکل آتے ہیں یہ سب کچھ مہر نبوت کی ظاہری شکل وصورت کے بارے میں تھا لیکن اس کے پیچھے خدا کا عظیم اثر کارفرما ہے جو حضور ﷺ کے ساتھ مخصوص تھا اور جو کسی نبی کو حاصل نہ تھا۔ واللہ اعلم

دستہائے مبارک:

حضور اکرم ﷺ کے دست مبارک کی توصیف میں شمائل ترمذی میں کہا گیا ہے کہ ''طویل الزندین'' یعنی پنجہ (مٹھی بند) دراز تھا۔ ''زند'' بفتح زاء وسکون نون (پنجہ) کو کہتے ہیں اور قاموس میں ہے کہ ''الزند موصل الزراع والکف وهما زندان'' یعنی کلائی اور ہتھیلی کے ملنے کی جگہ کو زند کہتے ہیں اور اس کا تثنیہ ''زندان'' ہے۔ مٹھی بند (پنجہ) کی درازی کی تفصیل واضح نہیں کی گئی باوجودیکہ ممکن ہے کہ یہ مٹھی بند آپ کے دست مبارک میں دراز واقع ہوا ہو اور ایک روایت میں ''عبل الزراعین'' اور ایک روایت میں ''عبل العضدین'' آیا ہے یعنی دونوں بازو اور کلائیاں فربہ (موٹی) تھیں اور صراح میں ''ذرائح'' کے معنی رحب الراحۃ یعنی ہاتھ کی ہتھیلی کے ہیں اور ایک روایت ''بسط الکفین'' یعنی فراغ ہتھیلی آیا ہے۔ مطلب یہ کہ ہتھیلی بھرپور اور مکمل تھی۔ یہ ''رحب الراحۃ'' کی روایت کے موافق تھی اور صراح میں ''بسط'' بالکسر دست کشادہ کے معنی میں ہے اور قراۃ عبداللہ میں آیۂ کریمہ ''بل یداہ بسطان'' آیا ہے اور ایک اور روایت میں ''سبط الکفین'' (نرم ہتھیلیاں) بتقدیم سبق بر با بمعنی نرم آیا ہے یعنی آپ کے ہاتھوں کی ہتھیلیاں نرم تھیں اور موئے مبارک کی توصیف میں پہلے گزر چکا ہے کہ ''سبط'' یعنی لٹکے ہوئے نرم بال جو کہ ''جعد'' کے مقابل ہوں۔ گویا ''سبط الکفین'' کو اس جگہ سے لیا ہے اور ''سبط الجسم'' بمعنی مرد خوش قد متناسب القامت بھی آیا ہے اور قاموس میں ''رجل'' سبط الیدین (مرد کشادہ ہاتھوں والا ہے) سبط کے معنی سخی کے ہیں یہ بھی کہا کہ سخی فراخ، سست ہوتا ہے اور ''ششن الکفین'' بھی تفسیر کی گئی ہے۔ بفتح شین وسکون ثلثہ بمعنی بہت سخت جس کی سختی پکڑنے میں محسوس ہو۔ احادیث میں کف دست کی توصیف میں سین ونرم وارد ہوا ہے۔ چنانچہ ''طبرانی'' نے مستورد بن شداد سے روایت کیا ہے کہ اس نے اپنے والد سے پوچھا انہوں نے کہا کہ میں رسول خدا ﷺ کے حضور میں پہنچا اور میں نے آپ کے دست اقدس کو چھوا (مصافحہ کیا) آپ کا دست مبارک ریشم سے زیادہ نرم اور برف سے زیادہ سرد تھا۔ اور بخاری میں حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے رسول خدا ﷺ کے دست مبارک سے زیادہ نرم حریر و دیبا کو نہ پایا۔ حالانکہ حریر تمام ریشمی کپڑوں میں سب سے زیادہ نرم ہوتا ہے اپنے ہاتھ میں درشتی اور سختی کس طرح جمع ہو سکتی ہے۔ ہاں نرمی فربہی کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے جس طرح کہ آپ کا تمام بدن اقدس نرم لطیف فربہ اور قوی تھا اسی طرح دست مبارک کی ہتھیلیاں بھی نرم اور پرگوشت تھیں۔

اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ آپ کے دست مبارک کی نرمی وسختی کا انحصار وقت اور حالات پر موقوف تھا۔ چنانچہ آپ گھر میں دست مبارک سے یا جہاد میں اسلحہ استعمال کرتے یا کاروبار کرتے تو ہتھیلیاں سخت ہوتیں جب چھوڑ دیتے تو وہ اپنی اصلی اور جبلی نرمی اور ملائمت کی حالت میں آ جاتیں۔

منقول ہے کہ جب اصمعی رحمۃ اللہ علیہ نے جو لغت کے امام ہیں ''ششن'' کی خشونت اور سختی سے تفسیر کی تو ان سے کہا گیا کہ نبی کریم ﷺ کے دست مبارک کی توصیف میں تو نرمی وملائمت وارد ہے اور آپ نے چونکہ خشونت وسختی سے تفسیر کی ہے تو اس کے بعد اصمعی نے عہد کر لیا کہ وہ حدیث کی تفسیر ہی نہیں کریں گے مگر بعد از حزم واحتیاط اصمعی غایت درجہ منصف تھے اور رسول اکرم ﷺ کی جناب میں ادب وانصاف کا بڑا خیال رکھتے

Marfat.com

تھے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے حدیث مبارک "لیغان علی قلبی" (بعض وقت میرے دل پر حجابات آ جاتے ہیں) کی تفسیر دریافت کی پوچھا کہ یہ غین کیا ہے اور اس کی حقیقت کیا ہے جواب میں فرمایا کہ اگر تم رسول اللہ ﷺ کے قلب اطہر کے غین (حجاب) کے علاوہ کسی اور شخص کے غین (حجاب) کے بارے میں پوچھو تو میں بتا سکتا ہوں لیکن اب جو کچھ میں جانتا ہوں آپ کے سامنے اس کے بیان کرنے کی مجھ میں تاب وطاقت نہیں اس کی حقیقت بجز علام الغیوب کے کوئی نہیں جان سکتا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ششن کی تفسیر غلظ وقصر یعنی فربہی اور کوتاہی سے کی ہے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ (صاحب شفاء) فرماتے ہیں کہ یہ تعریف مردوں میں محمود ہے نہ کہ عورتوں میں' اس کی انہوں نے نفی کی ہے۔ یہ قول اس روایت کے بموجب ہے جس میں آیا ہے کہ "سائل الاطراف" یعنی اعضاء کی گرہیں دراز تھیں۔ یہ انگشت ہائے مبارک کی تعبیر ہے۔ مراد یہ کہ آپ کی انگلیاں لمبی اور رواں تھیں اور شفا میں "طویل الاصبع (لمبی انگلیاں) اور ایک دوسری روایت میں "شائل الاطراف" بشین معجمہ جو کہ "شول" سے ماخوذ ہے جس کے معنی پتھر کھینچنا' زمین سے بوجھ اٹھانا اور اونٹنی کا اس کی طاقت بھر بوجھ اٹھانا" وارد ہوا ہے اور ایک روایت میں "شاین الاطراف" یہ تبدیل لام بنون مثلاً جبریل کو جبرین آیا ہے اسے ابن الانباری نے بیان کیا ہے اور یہ صفت قصر (کوتاہی) کے منافی ہے ششن بمعنی غلیظ (فربہ) جو بغیر کوتاہی اور سختی کے ہے۔ اگرچہ صحاح اور قاموس سے بمعنی خشونت بھی معلوم ہوتے ہیں لیکن آپ کے دست مبارک کے صفات' آثار برکات اور معجزات اتنے زائد ہیں کہ احاطہ تحریر میں نہیں لائے جا سکتے۔ تاہم مسلم کی ایک روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کے رخساروں پر دست اقدس پھیرا تو جابر رضی اللہ عنہ کو آپ کے دست اقدس سے ایسی ٹھنڈک اور خوشبو محسوس ہوئی جیسے آپ نے ابھی عطار کی ڈبیہ سے اپنا ہاتھ نکالا ہے۔ بیہقی اور طبرانی میں ہے کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جب بھی حضور ﷺ سے مصافحہ کرتا ہوں تو میرا ہاتھ آپ کے جسم اطہر سے مس ہونے کی وجہ سے ایسا معطر ہو جاتا ہے کہ میں تمام دن اپنے ہاتھوں کو سونگھتا رہتا ہوں اور اس میں سے مشک نافہ سے بہتر خوشبو پاتا رہتا ہوں۔

یزید بن اسود فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے ہاتھوں میں دیا تو میں نے آپ کا دست اقدس برف سے زیادہ سرد اور مشک سے زیادہ خوشبودار پایا اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ میری عیادت کو تشریف لائے اور اپنا دست مبارک میری پیشانی پر رکھا پھر آپ نے میرے چہرے' سینہ اور شکم پر مسح فرمایا تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میں آج تک آپ کے دست اقدس کی ٹھنڈک اپنے جگر میں محسوس کرتا ہوں لیکن اس کو نہیں بھولنا چاہیے کہ خوشبوئے مبارک آپ ﷺ کے جسم اطہر میں موجود تھی۔ چنانچہ آپ کے پسینہ مبارک اور بول کی خوشبو کا بیان آگے آئے گا۔

اب رہا آپ کے دست اقدس سے ٹھنڈک کا محسوس ہونا اور یہ کہ اس کا مطلب کیا ہے تو یہ صحت وتندرستی کی نشانی ہے۔ کیونکہ آپ گرم معتدل ہیں۔ لہٰذا یہ ٹھنڈک وہ ٹھنڈک نہیں ہے جو مزاج وطبیعت کی برودت وخنکی سے ہوتی ہے اور سرد پسینہ آنے لگتا ہے اور اس کے چھونے کو لوگ ناپسند کرتے ہیں بلکہ یہ اعتدال مزاج اور عدم غلبہ حرارت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ آپ کے دست اقدس کے چھو جانے سے لذت اور راحت میسر آ جاتی تھی جیسا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث اور دیگر حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے۔ فافہم وباللہ التوفیق

قدم مبارک:

حضور اکرم ﷺ کے قدم مبارک کی توصیف میں بھی "ششن القدمین" (یعنی دونوں قدم مبارک مزید تھے) وارد ہوا ہے جس طرح ششن الکفین (دونوں دست اقدس نرم وفربہ تھے) واقع ہوا ہے لیکن مواہب میں "غلظ اصابع" (فربہ ونرم پاؤں کی انگلیاں) بیان ہوا ہے۔ اور "مشارق" میں دونوں کے معنی ضخیم یعنی فربہ کے لکھے ہیں۔ ایک روایت میں "خمصان الاخمصین" آیا ہے۔ "خمص" قدم کے اس باطنی حصہ کو کہتے ہیں جو زمین پر قدم رکھتے وقت زمین سے نہ ملے اور صراح میں کف پا کی باریکی لکھا ہے اور خمصان بضم خا خمص کا تثنیہ ہے۔ الاخمص اسے کہتے ہیں جس کے دونوں زمین سے بہت بلند ہوں۔ اس جگہ یہ اضافت مبالغہ کے لیے ہے جیسا کہ ابن الاثیر سے منقول ہے اور ایک روایت میں "مسیح القدمین" آیا

Marfat.com

ہے یعنی آپ کے دونوں قدم مبارک ہموار تھے۔ جن میں آلودگی اور شکستگی بالکل نہ تھی۔ ''ینبو عنهما الماء'' اگر اس پر پانی ڈالا جائے تو اپنی لطافت و پاکیزگی کی وجہ سے بہہ جائے اور تیزی سے پانی گزر جائے اور ابن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی اسی طرح آیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جب آپ زمین پر قدم مبارک رکھ کر چلتے تو پورے قدم رکھ کر چلتے اور اخمص یعنی ابھری ہوئی جگہ نہ تھی۔ اسے بیہقی نے روایت کیا اور ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کے پائے اقدس میں اخمص یعنی ابھار نہ تھا اور زمین پر پورا قدم مبارک رکھتے۔ اسے ابن عساکر نے بیان کیا اور مسیح القدمین (ہموار قدم) کے بھی یہی معنی و مطلب ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی مسیح اسی معنی میں کہا جاتا ہے کیونکہ ان کے پائے مبارک میں بھی اخمص یعنی ابھار نہ تھا۔ واللہ اعلم اور ان کے نزدیک ''ینبو عنهما الماء'' (تیزی سے پانی بہہ جانا) یہ جداگانہ وصف ہے۔ مسیح القدمین سے متضمن نہیں ہے۔ اس حدیث میں منافات ظاہر ہے غایت وہ کہ جو کہا گیا اور توفیق روایت اس طرح ممکن ہے کہ قدرے اخمص یعنی ابھار تھا۔ نچلا حصہ ہموار نہ تھا اور بہت بلند بھی نہ تھا لیکن بایں تقدیر کہ اخمص (ابھار) میں مبالغہ کا اعتبار کیا جائے جیسا کہ بعض شارحوں نے کیا ہے اچھا نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ فرمایا

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ الْبَشَرِ قَدَمًا رَوَاهُ ابْنُ سَعْدٍ

رسول خدا ﷺ کے قدم مبارک کی ظاہری شکل بہت حسین تھی۔

اور آپ کی ایڑیوں کے بارے میں ''منهوس العقب'' مروی ہے یعنی آپ کی ایڑیوں پر گوشت کم تھا۔ اکثر لوگوں نے لفظ منہوس کو سین مہملہ سے روایت کیا ہے اور صاحب ''البحرین'' اور ''ابن الاثیر'' نے سین مہملہ اور شین معجمہ دونوں سے روایت کیا ہے۔ ''شارق'' میں بھی دونوں ہیں اور بعض حضرات نے منہوش بمعنی ابھری ہوئی ایڑی کہا ہے اور صراح میں منہوس بمعنی کم گوشت لکھا ہے۔

کاتب الحروف عفی اللہ عنہ (یعنی شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) کا قول ہے کہ میرے پیر و مرشد سید الشیخ موسیٰ (پاک شہید ملتانی) الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ایڑیاں صفاء و لطافت میں اس حد تک تھیں کہ کسی حسین و جمیل کے رخسار بھی ایسے نہ ہوں گے اور وہ حضور اکرم ﷺ کے حلیہ مبارک سے بہت زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔

مواہب لدنیہ میں کہا گیا ہے کہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بنت کرزم سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول خدا ﷺ کو دیکھا ہے میں آپ کے پائے اقدس میں انگشت سبابہ کی درازی کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ آپ کی انگشت سبابہ (پاؤں کے انگوٹھے کے برابر کی انگلی) پاؤں کے تمام انگلیوں سے بڑی تھی۔ اسے احمد و طبرانی نے روایت کیا ہے اور جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول خدا ﷺ کے پاء اقدس کی چھنگلیا متظاہر تھی اور مروی ہے کہ یہ لوگوں کی زبانوں پر مشہور ہے کہ آپ کے دست مبارک کی انگشت شہادت بہ نسبت بیچ کی انگلی کے لمبی تھی۔ اس پر حافظ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس کسی نے بھی یہ کہا ہے غلط ہے البتہ! پاؤں کی انگلیوں میں قدم مبارک کی انگشت سبابہ دراز تھی۔ ''مقاصد حسنہ'' میں کہا گیا ہے کہ یہ غلطی ہے جو حضرت میمونہ بنت کرزم رضی اللہ عنہا کی مطلق روایت پر بے سوچے سمجھے اعتماد کر لینے سے پیدا ہوئی ہے لیکن یہ روایت مسند امام احمد میں پاؤں کی انگشت سبابہ کے ساتھ مقید ہے۔ اسی طرح بیہقی کے نزدیک ہے۔

(حضرت شیخ) عبدالحق بن سیف الدین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث پاک میں مروی ہے آنحضرت ﷺ نے انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی کو ملا کر فرمایا کہ بھیجا گیا ہوں میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی مانند''۔ آپ نے قیامت پر اپنی بعثت کے مقدم ہونے کو اسی قدر تفاوت کے ساتھ اشارہ فرمایا جتنا کہ ان دونوں انگلیوں کے درمیان تفاوت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ بعثت اور قیامت کی معیت سے مبالغہ کی طرف اشارہ ہے۔ ورنہ دونوں انگلیوں کے ملانے کی کیا حاجت تھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں انگلیوں کے ملانے سے تقدم و تاخر کا تفاوت ظاہر ہوتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ انگشت شہادت اور بیچ کی برابر تھی اور ایک جماعت کہتی ہے کہ بطریق معجزہ اظہار معیت و مبالغہ کے لیے اس وقت مل برابر ہو گئی

Marfat.com

ہوں گی۔ واللہ اعلم

پنڈلیاں شریف:

حضور اکرم ﷺ کی پنڈلیوں کے بارے میں ہے کہ کَانَ فِیْ سَاقَیْہِ حَمُوْشَۃٌ یعنی آپ کی دونوں پنڈلیاں باریک ولطیف تھیں پُر گوشت نہ تھیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ نَظَرْتُ اِلٰی سَاقَیْہِ کَاَنَّھَا جُمَّارَۃٌ یعنی میں نے آپ کی پنڈلی کی طرف نظر ڈالی تو وہ گویا درخت خرما تھا۔ ''جُمَّارَۃ'' بضم جیم وتشدید میم بمعنی درخت خرما جسے شحم النخل بھی کہتے ہیں جو کہ ہموار صاف لطیف اور سفید ہوتی ہے ''ضخم الکرادیس'' جن کے جوڑ فربہ کردوس بضم ان دو ہڈیوں کو کہتے ہیں جو جوڑ میں پیوستہ ہوں کہتے ہیں کہ اس سے فربہی اور اعضا کا قوی ہونا مراد ہے۔ صراح میں ہے کہ کردوس جوڑوں کی دوگانہ ہڈیوں کو کہتے ہیں دوشانے' بازو اور زانو وغیرہ۔

قامت زیبا:

حضور اکرم ﷺ کا قامت زیبا یعنی قد مبارک' باغ قدس اور بوستان انس کی شاخ تھا۔ یعنی لطیف' درست اور چست تھا' نہ کوتاہ نہ بہت دراز لیکن مائل بہ درازی تھا لہٰذا حدیث میں آیا ہے کہ کَانَ رَبْعَۃً مِنَ الْقَوْمِ قوم میں متوسط القامت تھے۔ ربع بفتح راء وسکون باء معنی متوسط القامت' ایک اور حدیث میں ہے کہ اَطْوَلُ مِنَ الْمَرْبُوْعِ وَاَقْصَرُ مِنَ الْمُشَذَّبِ پستہ قد سے طویل قامت اور طویل قامت سے کوتاہ تھے۔ مطلب یہ کہ پستہ قد سے دراز تر اس بنا پر کہ مائل بجانب درازی تھے۔

''مشذب'' بضم میم وفتح شین وذال معجمہ با تشدید بمعنی بسیار دراز جس کے کھڑے ہونے میں خوف واضطراب لاحق رہے اور ابن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ لَمْ یَکُنِ الطَّوِیْلُ الْمُمَغَّطُ بہت زیادہ دراز قد نہ تھے۔ الممغط بضم میم اوّل وفتح میم ثانی' مشدد وکسر غین معجمہ' نیز مہملہ سے بھی آیا ہے اور بغین مشددہ معجمہ طاء مہملہ بروزن اسم مفعول از باب تفعیل بھی پڑھا گیا ہے۔ اسے کہتے ہیں جو دراز قد میں غایت درجہ طویل ہے۔ وَلَا بِالْقَصِیْرِ الْمُتَرَدِّدِ نہ تردد کی مانند کوتاہ قد' متردد اسے کہتے ہیں جس کے جسم کے کچھ اعضاء باہر نکل آئیں مثلاً کوبڑ وغیرہ' بعض حضرات اس عبارت سے اثبات قصر بھی کرتے ہیں مگر زیادہ نہیں جتنا کہ توسط واعتدال کو لازم ہے اور ایک اور حدیث میں ہے: لَمْ یَکُنْ بِالطَّوِیْلِ الْبَائِنِ یَعْنِیْ مُفْرَطٌ یعنی طول میں سب سے جدا اور دراز قد نہ تھے۔ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی حدیث میں ہے ''لَیْسَ بِالذَّھَبِ طُوْلاً وَفَوْقَ الرَّبْعَۃِ اِذَا جَاءَ مَعَ الْقَوْمِ غَمَرَھُمْ یعنی آپ بہت زیادہ دراز قد نہ تھے لیکن مائل بطول ہونے کے اعتبار سے ''ربعہ'' سے بلند تھے۔ جب آپ کسی قوم میں تشریف لاتے تو انہیں چھپا لیتے اور ان کے پست وکوتاہ قد لوگ آپ کے قریب چھپ جاتے۔

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ جب تنہا ہوتے تو ''ربعہ'' یعنی متوسط القامت معلوم ہوتے اور جب قوم کے درمیان ہوتے تو سب سے بلند وبالا معلوم ہوتے اور اس وقت منسوب بہ طویل القامت کہلاتے اور اگر دو آدمی داہنے بائیں ہوتے تو آپ دونوں سے بلند نظر آتے اور جب ان کے درمیان سے جدا ہو جاتے تو پھر منسوب بہ متوسط القامت (ربعہ) ہوتے نیز مجلس میں آپ کے دونوں شانے مبارک بلند سے بلند تر ہوتے۔ ﷺ

بے سایہ وسایبان عالم:

حضور اکرم ﷺ کا سایہ نہ تھا' نہ آفتاب کی روشنی میں نہ چاند کی طلعت میں' اسے حکیم ترمذی نے ذکوان سے ''نوادر الاصول'' میں روایت کیا ہے۔ ان بزرگوں پر تعجب ہے کہ چراغ کی روشنی کا ذکر نہ فرمایا ''نور'' آپ کے اسماء مبارکہ میں سے ایک نام ہے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا (مولانا جامی نے خوب کہا ہے)

ای ودقیقہ دان عالم   بے سایہ وسایبان عالم

Marfat.com

رنگ مبارک:

حضورِ اکرم ﷺ کا رنگ مبارک روشن و تاباں تھا۔ جمہور صحابہ کا اتفاق ہے کہ آپ کا رنگ مبارک مائل بہ سفیدی تھا۔ سفیدی کے ساتھ ہی آپ کی تعریف و توصیف کی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ''کان ابیض ملیحا'' ایک اور روایت میں ''ابیض ملیح الوجہ'' آیا ہے یعنی سفید رنگ، ملیح بشرہ تھا۔ اس توصیف سے مراد سفیدی و ملاحت ہے حالانکہ ملاحت، آپ کے حسن و جمال اور دیدار جانفزا کی دلربائی و لذت بخشی کے اظہار بیان کے لیے علیحدہ صفت ہے۔ یا خالص سفیدی بغیر نمکینی جسے ابہق کہتے ہیں اس سے بچنے کے لیے ہو اور ابہق کی تفسیر وہ اس طرح کرتے ہیں کہ ابہق وہ سفیدی ہے جس میں نہ سرخی ہو نہ زردی اور نہ گندم گوں ہو اور اس سفیدی کے مشابہ ہے جو برص کے مریضوں کے چہرہ پر ہوتی ہے اور جست کے ہم رنگ ہو۔

ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ کا چہرۂ انور بہت سفید اور آپ کے موئے ہائے مبارک سخت سیاہ تھے۔ ابو طالب کے اس شعر میں جو انہوں نے آپ کی مدح میں کہا ہے اس میں ہے کہ

وَابَیَضُ یَسْتَسْقِی الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ ثِمَالُ الْیَتَامٰی عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ

یعنی آپ کے چہرۂ انور کی سفیدی سے برسنے والا سفید بادل بارش کی بھیک مانگتا ہے اور آپ یتیموں بیواؤں کی پرورش فرمانے والے ہیں۔
حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی حدیث میں ہے کہ اَبْیَضُ مُشْرَبٌ وَاَنَّهٗ شَرَابٌ خَلَطَ لَوْنٌ بِلَوْنٍ یعنی آپ کا رنگ سفید مشربی تھا۔ مشرب اس شراب کو کہتے ہیں جس میں ایک رنگ میں دوسرے رنگ کی آمیزش ہو۔ گویا ایک رنگ ملا کر دوسرا رنگ ملایا گیا ہو۔ اس جگہ مشرب سے مراد سرخی ہے دوسری روایت میں تصریح بھی آئی ہے۔ ابیض مشرب بحمرۃ یعنی آپ کا رنگ سرخ و سفید تھا اور بعض نے ''ازہر اللون'' کہا ہے جو کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔ اس کی بھی یہی تفسیر کرتے ہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ اس سے ان کی مراد چمک اور تابانی ہے۔
نسائی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ ایک روز حضورِ اکرم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جھرمٹ میں تشریف فرما تھے ایک بدوی ایلچی بن کر آیا اور اپنی سادگی و محبت اور تعجب سے پوچھنے لگا ''اَیْنَ ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِب'' یعنی فرزند عبدالمطلب کہاں ہیں اور تم میں سے وہ کون ہیں؟ یعنی وہ ذات کریم جس کے حسن و جمال نے عالمگیر شہرت حاصل کی ہے اور اس کے جاہ و جلال کے غلغلہ سے سارے جہان کے کان گونج رہے ہیں۔ صحابہ فرمانے لگے ھذا الامغر المرفق یہ مرد سرخ و سفید رو جو اپنی کہنی کو تکیہ بنا کر ٹیک لگائے تشریف فرما ہیں ''اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ قَدْرَ حُسْنِهٖ وَجَمَالِهٖ''۔ قاموس میں امغر بغین معجمہ بمعنی وہ شخص جس کے چہرے پر سرخی و سفیدی ہو اور مرفق وہ ہے جو اپنی کہنی کو تکیہ بنا کر ٹیک لگائے ہوئے ہو۔ بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ''لیس بابیض ابھق'' وہ برص کی مانند سفید نہ تھے۔ ابہق کے معنی گزر چکے ہیں از روئے قاموس ابہق کے معنی ہیں وہ سفیدی جس میں سرخی کی آمیزش نہ ہو اور اس میں رنگ کی چمک بھی نہ ہو۔ اس کے علاوہ آپ کے رنگ مبارک کی توصیف میں ''اسمر'' بھی آیا ہے۔ ''سمرۃ'' سفیدی و سیاہی کے درمیان ایک رنگ ہوتا ہے اور سمراء گندمی رنگ کو بھی کہتے ہیں لیکن صراح میں سمرہ بمعنی گندمی رنگ لکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ مشربی سفیدی کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے اور اہل عرب سمراء (گندمی) کا اطلاق اسی پر کرتے ہیں اور دوسری حدیث میں ابیض آیا ہے یعنی آپ کے جسم انور کی سفیدی مائل بسمرہ (گندم گوں) کہتے ہیں کہ مشرب جب ''مبشع'' ہو تو مشابہ اسمر کے ہے لیکن ''ادمہ'' کی نفی کی گئی ہے۔ ادمہ وہ رنگ ہے جس میں سیاہی بہت گہری ہو۔ چنانچہ ترمذی کی حدیث میں آیا ہے: لَیْسَ بِالْاَبْیَضِ الْاَمْهَقِ وَلَا بِالْاَدَمِ آپ کا رنگ نہ تو مبروص کی مانند سفید تھا اور نہ بالکل سیاہ قاموس و صراح سے معلوم ہوتا ہے کہ ''آدمہ'' بمعنی سمرہ ہے اور آدم بمعنی ''اسمر'' ہے۔ اس قول کے بموجب ''لا بالادم'' کا مطلب ادمہ یعنی سخت سیاہی ہوگی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ''سمرۃ'' سے مراد آمیزش شدہ سفیدی ہے اور سفیدی کے اثرات سے مراد وہ سفیدی ہے جس میں سرخی کی آمیزش ہو۔ اس خالص سفیدی کی نفی

Marfat.com

کی ہے جسے ابہق یا مبروص کہتے ہیں۔ اس سے وہ قول ساقط ہو جاتا ہے جس حدیث میں ابن جوزی کے بقول کہا گیا ہے کہ "کان اسمر" یہ اس لیے غلط ہے کہ یہ مخالف احادیث ہے کیونکہ احادیث میں صریحاً "ابیض مشرف" (سرخی مائل سفیدی) اور لا بالآدم واقع ہوا ہے۔ اس آدم سے اسمر (گندمی) مراد ہے اور ابن جوزی نے بیاض وسمرہ کی جمع کے سلسلے میں کہا ہے کہ آپ کے جسم اطہر کے وہ حصے جو دھوپ سے متاثر ہوتے رہتے تھے اسمر (گندم گوں) تھے اور جو حصے کپڑوں کے اندر رہتے تھے سفید تھے لیکن علماء کو اس سے اختلاف ہے کیونکہ آفتاب کی شعاعیں اور ہوا آپ کے جسم اطہر کا رنگ متغیر نہیں کر سکتی تھیں جس طرح کہ "انوار المتجر ذ" ابن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں واقع ہوا ہے کہ بدن اطہر کا جو حصہ باہر اور کپڑوں سے کھلا رہتا تھا وہ عام لوگوں کے برعکس روشن اور سفید تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ محبت اور شیفتگی اس در کے خادم ہیں پھر یہ کس طرح کوئی ایسی توصیف بیان کر سکتا ہے جو سرور دو عالم ﷺ میں موجود ہی نہ ہو۔ بعض کہتے ہیں کہ آخر عمر شریف میں آپ کا رنگ مبارک پختہ ہو چکا تھا۔ اس وقت "حمرہ" مائل بسمرہ ہو گیا تھا۔

مشی و رفتار مبارک:

حضور اکرم ﷺ کی رفتار مبارک کے متعلق حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی حدیث میں ہے کہ

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَشٰى تَكَفَّأَ كَاَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ

رسول خدا ﷺ جب چلتے تو جھک جھک کر چلتے گویا کہ اوپر سے اتر رہے ہیں۔

"تکفو" کی تفسیر میل کر دی بجانب مشی یعنی آگے کی جانب جھک کر چلنا سے کی ہے جس طرح پھولوں والی ٹہنی جھکتی ہے اور قدم مبارک چستی، طاقت اور سرعت کے ساتھ اٹھاتے تھے۔ بزار نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ زمین پر ہمیشہ پورا قدم رکھتے تھے ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ کی رفتار مجمعاً یعنی قوت سے بھرپور بے استرخاء وسستی اعضاء تھی۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ایک اور حدیث مروی ہے کہ آپ چلنے میں زمین سے پورا قدم اٹھاتے اور کشادہ رکھتے اور آسان وسبک اور تیز بغیر حرکت واضطراب کے چلتے اور ان کا قول "كَاَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ" گویا کہ زمین کی بلندی سے اس کے نشیب وپستی میں اتر رہے ہیں۔ صبب بفتحتین وصبوب زمین منحدر کو کہتے ہیں اور "انحدار" بلندی سے نشیب کی طرف اترنے کو کہتے ہیں۔ بلاشبہ یہ تمثیل پورے قدم پاک کے اٹھانے کی قوت کے لیے ہے نہ کہ سبکی تحرک اور اضطراب کے لیے ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کو راہ میں رسول خدا ﷺ سے زیادہ تیز تر چلتے نہیں دیکھا۔ گویا کہ زمین آپ کے قدموں کے نیچے پھٹی جاتی تھی اور ہم آپ کی ہمراہی میں تکان اور محنت محسوس کرتے تھے۔ آپ ﷺ کے ساتھ رہنے کے لیے ہمیں دوڑنا پڑتا تھا جس سے ہمارے سانس پھول جاتے تھے لیکن آپ کو کچھ بھی محسوس نہ ہوتا تھا اور آپ معمول کے مطابق بے تکلف چلتے تھے اور اصلاً اضطراب نہ فرماتے تھے۔ یہ چلنا اولوالعزم اہل ہمت اور شجاعت کا آئینہ دار ہے اور یہ چلنا اقسام رفتار میں قوی واعتدال پر ہے۔ اس سے اعضاء کو راحت وآرام ملتا ہے۔ آپ کبھی نعلین مبارک پہن کر چلتے اور کبھی بغیر نعلین کے کبھی آپ پاپیادہ چلتے اور کبھی سواری پر خصوصاً غزوات میں

سرد پیادہ خوش بود اندر چمن بناز ... آں سرد من پیادہ خوش است وسوار خوش

اور جب آپ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے ساتھ چلتے تو صحابہ کو اپنے آگے آگے چلاتے اور خود ان کے پیچھے رہتے۔ فرماتے میری پشت کو فرشتوں کے لیے خالی چھوڑ دو۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ "كَانَ يَسُوْقُ اَصْحَابَهٗ" آپ اپنے اصحاب کو آگے چلاتے تھے۔ "سوق" کے معنی سواری کے جانور کو پیچھے سے ہنکانا اور "قود" کے معنی جانور کو آگے سے کھینچنا۔ آپ سفر میں تمام صحابہ کو بھیجنے کے بعد روانہ ہوتے اور ناتواں وکمزوروں کو سہارا دیتے اور رہ جانے والوں کو سوار فرماتے کبھی اپنا ردیف یعنی پیچھے بٹھاتے تھے ﷺ

Marfat.com

اقسام رفتار:

فائدہ: انواع رفتار دس ہیں۔ ایک تحادت ہے۔ یہ افسردہ اور مریل مانند خشک لکڑی کے لوگوں کی مٹھی چال ہے۔ دوسری ''ازعاج'' ہے یعنی طیش وخفت سبک سری اور اضطراب و پریشانی کی چال۔ یہ دونوں مذموم وقبیح قسمیں ہیں جو مردہ دلی پر دلالت کرتی ہیں۔ تیسری چال ''ہون'' ہے جو مکمل حرکت اور قدرے سرعت کی چال ہے اور یہی حضور اکرم ﷺ کی چال تھی جو سکون ووقار اور بلاتکبر وتحادت کی علامت ہے۔ چوتھی چال ''سعی'' ہے جو تیزی سے چلی جائے۔ پانچویں چال ''رمل'' بفتح راء ہے جو جلدی جلدی قدم اٹھا کر اور مونڈھوں کو جنبش دے کر چلی جائے' جس طرح پہلوان چلتے ہیں۔ چھٹی چال ''نسلان'' ہے جو دوڑ کر تیزی سے چلی جائے۔ یہ رفتار سعی سے تیز تر ہے۔ ساتویں چال ''خوزلی'' بفتح خاء وسکون راء بازاء آخر الف مقصورہ ہے جو پنجوں کے بل چلی جائے۔ آٹھویں چال ''قہقری'' ہے جو پشت کی طرف الٹے قدم چلی جائے۔ نویں چال ''جمزی'' بفتح جیمہ ہے جو کود کر چلی جائے۔ اونٹنی کو ''جمارہ'' اسی معنی میں کہا جاتا ہے۔ دسویں چال ''تبختر'' ہے جو آہستہ خرامی سے ٹہلتے ہوئے گردن اٹھا کر متکبروں کے انداز میں چلی جائے۔ رفتار کی ان دس قسموں میں سب سے اکمل وافضل ''ہون'' ہے قرآن کریم میں بھی اس رفتار کی مدح سرائی موجود ہے چنانچہ فرمایا:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا — اللہ کے وہ بندے ہیں جو زمین پر ''ہون'' کی رفتار سے چلتے ہیں۔

پسینہ وفضلات کی خوشبو:

حضور اکرم ﷺ کی نرالی وعجیب صفتوں میں سے ایک پاکیزہ وطیب خوشبو ہے۔ یہ آپ کی ذاتی تھی کسی قسم کی خوشبو استعمال کیے بغیر ہی دنیا کی کوئی خوشبو آپ کے جسم اطہر کی خوشبو سے ہمسری نہ کر سکتی تھی۔ سیّدنا انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے ہر ایک خوشبو خواہ مشک ہو یا عنبر سونگھی ہے لیکن نبی اکرم ﷺ کی خوشبوئے اطہر سے زیادہ کوئی نہ تھی اور ام عاصم رضی اللہ عنہا زوجہ عتبہ بن فرقد سلمی بیان کرتی ہیں کہ ہم چار عورتیں عتبہ کی زوجیت میں تھیں اور ہم میں سے ہر ایک یہی کوشش کرتی کہ زیادہ سے زیادہ خوشبو میں بس کر عتبہ کے قریب جائیں۔ ہم سب اس کوشش میں خوب خوشبو کا استعمال کرتیں لیکن ہم میں سے کسی کی خوشبو عتبہ کی خوشبو تک نہ پہنچتی تھی۔ حالانکہ عتبہ رضی اللہ عنہ خوشبو کو بھی اسی حد تک استعمال کرتے تھے کہ روغن کو اپنے ہاتھوں سے چھواتے اور اسے اپنی داڑھی پر ملتے مگر اس کی خوشبو ہم سب پر غالب رہتی اور جب عتبہ رضی اللہ عنہ باہر جاتے تو لوگ کہتے کہ ہم خوشبو استعمال کرتے ہیں لیکن کوئی خوشبو عتبہ رضی اللہ عنہ کی خوشبو سے زیادہ تیز نہیں ہے۔ ام عاصم رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے ایک دن عتبہ سے کہا ہم سب خوشبو کے استعمال میں خوب کوشش کرتی ہیں ہیں لیکن تمہاری خوشبو تک ہماری خوشبو نہیں پہنچتی۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ رسول خدا ﷺ کے زمانے میں ایک مرتبہ مجھے ''شری'' یعنی گرمی دانے جسے پت کہتے ہیں نکل آئے تھے (اس مرض میں ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے سارے بدن میں چنگاریاں لگی ہوئی ہیں) تو میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں جا کر اپنے اس مرض کی شکایت کی تا کہ علاج فرمادیں۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: اپنے بدن سے کپڑے اتار دو تو میں کپڑے اتار کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ پھر آپ نے اپنا دست مبارک میری پشت وشکم پر ملا اس وقت سے یہ خوشبو مجھ میں پیدا ہوگئی ہے۔ اسے طبرانی نے معجم صغیر میں روایت کیا۔

ایک شخص نے اپنی لڑکی کو اس کے شوہر کے گھر بھیجنے کے لیے خوشبو کی جستجو کی مگر اسے نہ مل سکی تو اس نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس لیے عرض حال کیا کہ حضور ﷺ کوئی خوشبو عطا فرمادیں مگر کوئی خوشبو موجود نہ تھی تو حضور ﷺ نے شیشی طلب فرمائی تا کہ اس میں خوشبو ڈال دی جائے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے جسم اقدس سے پسینہ لے کر اس شیشی میں بھر دیا اور فرمایا: جا کر اسے اپنی لڑکی کے جسم پر مل دو جب اسے ملا گیا تو سارا مدینہ اس کی خوشبو سے مہک گیا تھا اور اس گھر کا نام ہی ''بیت المطیبین'' خوشبو کا گھر رکھ دیا۔

Marfat.com

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضور اکرم ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے اور دوپہر کے وقت قیلولہ فرمایا چونکہ حضور ﷺ کو خواب میں بہت پسینہ آیا کرتا تھا تو میری والدہ نے جن کا نام "ام سلیم" ہے شیشی لے کر آپ کا پسینہ مبارک اس میں جمع کرنے لگیں۔ حضور ﷺ کی آنکھ کھل گئی۔ فرمایا: اے ام سلیم! رضی اللہ عنہا کیا کر رہی ہو؟ عرض کیا یا رسول اللہ آپ کا پسینہ مبارک جمع کر رہی ہوں تا کہ میں بطور خوشبو استعمال کروں کیونکہ اس کی خوشبو سب سے زیادہ بہتر ہے۔ (رواہ مسلم)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی منقول ہے کہ جب کوئی صحابی بقصد حضوری آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا اور آپ کو کاشانۂ اقدس میں نہ پاتا تو وہ راہ میں آپ کی اس خوشبو کو سونگھتے جو آپ کی گزرگاہ ہونے کے سبب راہ میں پھیلی ہوتی۔ مدینہ منورہ کے جس کوچے میں وہ خوشبو محسوس کرتے چلتے جاتے تھے کہ حضور اکرم ﷺ اس راہ سے گزرے ہیں۔

آج بھی مدینہ منورہ کے در و دیوار سے آپ کی خوشبوئے جانفزا کی لپٹیں آ رہی ہیں جس سے مجنوں کے دماغ محبت معطر ہو جاتے ہیں۔ شاید کہ ایک شمہ اس خوشبو کا بعض غریب و مشتاق اور مفلس و نادار مسافروں کے شامۂ ذوق کو بھی میسر ہو۔ ابو عبداللہ عطار مدینہ طیبہ کی مدح میں کہتے ہیں۔

بِطِيبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ طَابَ نَسِيمُهَا　　　فَمَا الْمَسْكُ وَالْكَافُوْرُ الْمَنْدل الرَطَب

یعنی رسول اللہ ﷺ کی خوشبو سے مدینہ طیبہ کی فضا مہک رہی ہے۔ مشک و کافور کیا ہیں ان کی مانند تو وہاں کھجوروں میں خوشبو ہے۔ حضرت شبلی جو علمائے صاحب وجدان میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ مدینہ طیبہ کی خاک پاک میں خاص قسم کی خوشبو ہے جو مشک و عنبر میں قطعاً نہیں اور فرماتے ہیں کہ مدینہ میں ایسی خوشبو کا ہونا عجائب و غرائب میں سے ہے۔

دراں زمیں کہ نسیمے ورزد زطرۂ دوست　　　چہ جائے دم زدن نافہائے تاتاریست

بروایت ابونعیم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ کے چہرۂ انور پر پسینہ مبارک موتی کی مانند اور اس کی خوشبو مشک سے زیادہ ہوتی تھی۔

دست مبارک کی خوشبو:

آپ کے دست مبارک کی توصیف میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث گزر چکی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے میرے رخسار پر اپنا دست اقدس پھیرا تو میں نے ایسی ٹھنڈک اور خوشبو پائی کہ گویا آپ نے ابھی عطر کی ڈبیہ سے اپنا دست اقدس نکالا ہے جو کوئی بھی آپ سے مصافحہ کرتا وہ تمام دن اپنے ہاتھوں میں خوشبو پاتا۔ آپ جس بچے کے سر پر دست شفقت رکھتے وہ آپ کی خوشبو کی وجہ سے تمام بچوں میں ممتاز و معروف ہو جاتا۔

فائدہ:

بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے پسینہ مبارک سے گلاب کا پھول پیدا ہوا ہے۔ ایک اور جگہ مروی ہے آپ نے فرمایا: گل سفید یعنی چنبیلی میرے پسینے سے شب معراج پیدا ہوئی گل سرخ گلاب جبریل علیہ السلام کے پسینہ سے اور گل زرد یعنی چمپا براق کے پسینہ سے نیز مروی ہے کہ فرمایا معراج سے واپسی پر میرے پسینہ کا قطرہ زمین پر گرا تو اس سے گلاب کی روئیدگی ہوئی جو کوئی میری خوشبو سونگھنا چاہے وہ گلاب کو سونگھے ایک اور روایت میں آیا ہے کہ جب میرے پسینے کا قطرہ زمین پر گرا تو زمین ہنسی اور گلاب کے پھول کو اگا یا لیکن محدثین ان حدیثوں کو اپنی ان اصطلاحوں کے بموجب جو وہ رکھتے ہیں کلام کرتے ہیں۔

مواہب لدنیہ میں ابوالفرح نہروانی سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ان حدیثوں میں جو کچھ آیا ہے وہ نبی مختار ﷺ کے دریائے فضل و کرم

Marfat.com

کا ایک قطرہ ہے اور ان کثرت میں سے بہت تھوڑا ہے جن سے پروردگار نے اپنے حبیب کو مکرم فرمایا' محدثین کا ان میں کلام کرنا اپنی ان اصطلاحات وضاعت کے مطابق ہے جو انہوں نے اسناد کی تحقیق وتصحیح میں منضبط فرمائے ہیں ایسا استبعاد ومحال یا ناممکن ہونے کی بنا پر نہیں ہوا ہے۔ واللہ اعلم

بوقت قضائے حاجت زمین کا شق ہو جانا:

جب حضور اکرم ﷺ قضائے حاجت کا ارادہ فرماتے تو زمین میں شگاف پڑ جاتا اور زمین آپ کا بول و براز اپنے اندر سمو لیتی اور اس جگہ ایک خوشبو پھیل جاتی تھی۔ آپ کے براز کو کسی نے بھی نہ دیکھا۔ سیّدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ استنجا کر کے بیت الخلا سے تشریف لاتے تو میں جا کر دیکھتی تو اس جگہ از قسم براز کچھ نہ دیکھتی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! (رضی اللہ عنہا) تم نہیں جانتیں' انبیاء کرام علیہم السلام سے جو کچھ ان کے بطن اطہر سے نکلتا ہے زمین اسے نگل جاتی ہے چنانچہ اسے دیکھا نہیں جاتا۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ میں ایک سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ تھا۔ آپ قضائے حاجت کے لیے ایک جگہ تشریف لے گئے جب آپ واپس تشریف لے گئے تو میں اس جگہ گیا جہاں حضور ﷺ نے فراغت فرمائی تھی۔ میں نے اس جگہ بول و براز شریف کا کوئی نشان تک نہ دیکھا۔ البتہ! چند ڈھیلے وہاں پڑے تھے میں نے اسے اٹھالیا تو اس سے نہایت لطیف و پاکیزہ خوشبو آ رہی تھی۔ ﷺ

قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے شفا میں فرمایا ہے کہ اہل علم کی جماعت حضور اکرم ﷺ کے "حدثین" یعنی بول یا براز فرمانے کے بعد وضو کرنے کے قائل تھے اور یہی قول بعض اصحاب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

بول مبارک:

اب رہی بول مبارک کی کیفیت تو اس کا بکثرت صحابہ نے مشاہدہ کیا ہے اور حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا جو آپ کی خدمت میں رہا کرتی تھیں انہوں نے اسے پیا بھی ہے چنانچہ منقول ہے کہ رات کے وقت حضور ﷺ کے تخت مبارک کے نیچے پیالہ رکھا جاتا کہ رات میں اس میں بول مبارک فرما دیں۔ چنانچہ ایک رات جب آپ نے اس میں بول مبارک فرمایا اور صبح ہوئی تو حضور ﷺ نے ام ایمن رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اس تخت کے نیچے ایک پیالہ ہے اسے زمین کے سپرد کر دو۔ مگر انہوں نے کچھ نہ پایا۔ ام ایمن رضی اللہ عنہا نے عرض کیا خدا کی قسم رات مجھے پیاس معلوم ہوئی میں نے اسے پی لیا تھا اس پر حضور ﷺ نے تبسم فرمایا اور نہ انہیں اپنا منہ دھونے کا حکم فرمایا اور نہ دوبارہ ایسا کرنے سے منع فرمایا بلکہ یہ فرمایا کہ اب تمہیں کبھی پیٹ کا درد لاحق نہ ہوگا (خوش نصیب)

ایک عورت تھی جس کا نام برکہ رضی اللہ عنہا تھا وہ بھی آپ کی خدمت میں رہا کرتی تھی اس نے بھی آپ کا بول شریف پی لیا تھا اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: "اصحمت یا ام یوسف" اے ام یوسف! (برکہ اس کی کنیت تھی) تم ہمیشہ کے لیے تندرست بن گئیں۔ کبھی بیمار نہ ہوگی۔ چنانچہ وہ عورت کبھی بیمار نہ ہوئی بجز اس بیماری کے جس میں اس نے دنیا سے کوچ کیا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ ایک شخص نے آپ کا بول شریف پی لیا تھا تو اس کے جسم سے ہمیشہ خوشبو مہکتی رہی۔ حتی کہ اس کی اولاد میں کئی نسلوں تک یہ خوشبو رہی۔ مواہب اور شفا میں یہ دونوں روایتیں مذکور نہیں ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم آپ کے بول مبارک اور لہو شریف کو تبرک گردانتے تھے۔ لہو شریف کا پینا صحابہ سے متعدد بار واقع ہوا ہے چنانچہ اس حجام نے جس نے آپ کے پچھنے لگائے تھے تو سنگھی یا چسکی سے جتنا لہو شریف نکلتا وہ اسے حلق میں اپنے شکم میں اتارتا جاتا۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تم خون کا کیا کرتے ہو؟ اس نے عرض کیا میں خون نکال کر اپنے شکم میں پنہاں کرتا جاتا ہوں میں نہیں چاہتا کہ حضور ﷺ کا خون مبارک زمین پر بہے۔ آپ نے فرمایا: بلاشبہ تم نے اپنی پناہ تلاش کر لی اور اپنے نفس کو محفوظ بنا لیا یعنی بلا اور امراض سے بچ گئے۔

غزوۂ احد کے دن جب حضور اکرم ﷺ مجروح ہوئے تو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے آپ کے زخموں کو اپنے

Marfat.com

منہ سے چوس کر زبان سے زخموں کو پاک وصاف کیا۔لوگوں نے ان سے کہا کہ اپنے منہ سے خون باہر نکالو انہوں نے کہا نہیں! خدا کی قسم زمین پر آپ کے خون کو ہرگز نہ گرنے دوں گا۔ وہ خون کو نگل گئے اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص خواہش رکھتا ہے کہ وہ کسی جنتی شخص کو دیکھے تو وہ انہیں دیکھ لے۔

حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور ﷺ نے پچھنے لگوائے اور اپنا خون مبارک مجھے دے کر فرمایا کہ اسے کسی ایسی جگہ غائب کر دو جہاں کسی کی نظر نہ پڑے۔ میں نے اسے پی لیا کیونکہ اس سے زیادہ پوشیدہ جگہ میں نہیں پاتا تھا۔اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: وائے تمہیں لوگوں سے اور وائے لوگوں کو تم سے یہ ان کی قوت' مردانگی' شجاعت اور بہادری سے کنایہ تھا جو انہیں اس خون مبارک کے پی لینے سے حاصل ہوئی۔ یہی وہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے یزید پلید کی بیعت نہ فرمائی اور مکہ مکرمہ میں اقامت رکھی اور ان کے حلقہ میں حجاز و یمن اور عراق و خراسان کے لوگ آ کر جمع ہوئے لیکن عبدالملک بن مروان کے عہد امارت میں حجاج بن یوسف نے ان کو شہید کیا اور دار پر کھینچا۔ایک اور روایت میں ہے کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے خون مبارک کے پی لینے کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا: لَا تَمَسُّكَ النَّارُ اِلَّا قَسَمُ الْيَمِيْنِ یعنی تمہیں دوزخ کی آگ نہ چھوئے گی مگر قسم کے لیے۔

یہ حدیثیں دلالت کرتی ہیں کہ حضور ﷺ کا بول ودم طیب وطاہر ہے اور اسی قیاس پر آپ کے تمام فضلات کا حکم ہے اور عینی شارح صحیح بخاری فرماتے ہیں کہ امام اعظم امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا یہی مذہب ہے اور شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے فضلات طہارت پر بہت زیادہ اور کثرت سے روشن دلائل ہیں اور ہمارے ائمہ کرام اسے حضور ﷺ کی خصوصیات میں شمار کرتے ہیں ﷺ

ازدواجی زندگی مبارک:

اب رہا حضور اکرم ﷺ کا اپنی بیویوں سے مباشرت فرمانے کا ذکر' اگرچہ اس وصف کا ذکر بظاہر پشت وسینہ اور شکم کے ذکر کے بعد مناسب تھا لیکن سلسلہ وسیاق کلام اور نظم وضبط مضامین کی وجہ سے بعض ان مقامات کے سبب کہ اس ذکر کو آخر میں لے جاتے ہیں لیکن میرے نزدیک اس کا یہ مقام بہتر ہے۔ نکاح کے فوائد میں سے پہلا فائدہ نسل کی حفاظت' نوع انسانی کے دوام کے بعد' حصول لذت' انتفاع نعمت اور حفظ صحت ہے۔ اس لیے کہ مادۂ تولید یعنی منی کو عرصہ تک روکے رکھنے اور جماع نہ کرنے سے امراض شدیدہ کے پیدا ہونے اور قویٰ واعضاء کے ضعف کرنے کا سبب اور انسداد مجازی کا موجب ہے۔ عورتوں سے محبت کرنا اور کئی کئی نکاح کرنا از قسم کمال ہے اور ایک ان مقامات میں سے ہے جہاں کوتاہ اندیشوں کی عقل اس کمالیت کی حقیقت سے در پردہ اور محجوب ہے۔ بیویوں سے جماع ومباشرت کو عاقبت نا اندیش نقصان وعیب کی صورت اور لہو ولعب کی قبیل سے شمار کرتے ہیں حالانکہ یہ فہم کی کمی اور رہبانیت کی طرف طبیعت مائل ہونے کی وجہ سے ہے اور نظر بحقیقت و جامعیت' فعل وانفعال اور تاثیر وتاثر جو کہ ظہور عالم کی علت غائیہ ہے جتنا اس میں ہے اور کسی دوسرے فعل میں نہیں ہے۔ حضور سید انبیاء ورسل ﷺ کا فعل مبارک اس کی سند وحجت کے لیے کافی ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضور انور ﷺ ایک شب میں اپنی (گیارہ) بیویوں کے پاس تشریف لے جاتے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا حضور اتنی طاقت رکھتے تھے؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم آپس میں گفتگو کیا کرتے تھے کہ حضور اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تیس مردوں کی طاقت عطا فرمائی تھی اسے بخاری نے روایت کیا اور ایک روایت میں جنتی کی چالیس مردوں کی قوت بتایا گیا ہے اور مروی ہے کہ ہر جنتی مرد کی قوت سو (دنیاوی) مردوں کی قوت کے برابر ہوگی اور ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: کہ ایک دیگ کھانے کی حضرت جبریل لائے میں نے اس میں سے کچھ تناول کیا تو مجھ میں جماع کی چالیس مردوں کی قوت آ گئی۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ ''شفا'' میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا: کہ میں نے رسول خدا ﷺ کی شرمگاہ

Marfat.com

کبھی نہیں دیکھی ایک اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے نہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شرمگاہ دیکھی اور نہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کی شرمگاہ دیکھی اور حضورِ اکرم ﷺ نے حضرت علی مرتضیٰ کو وصیت فرمائی کہ تمہارے سوا مجھے کوئی غسل نہ دے اور کسی کی نظر میری شرمگاہ پر نہ پڑے کیونکہ جس کی بھی نظر میری شرمگاہ پر پڑے گی اس کی دونوں آنکھوں کی بینائی جاتی رہے گی۔ یہ آپ کی جسمانی قوت کا کمال ہے اور آپ کی روحانی قوت ایسی تھی کہ آسمان کو حرکت سے باز رکھتی تھی۔ بلکہ وہ اپنی حرکت کے برخلاف چلتا تھا۔ چنانچہ غروب کے بعد آفتاب کو لوٹانا احادیث میں آیا ہے۔ یہ محل عبرت اور مقام نصیحت ہے کیونکہ حضورِ اکرم ﷺ کے عیش و تنعم اور کھانے پینے کا یہ حال تھا کہ کبھی شکم سیر ہو کر کھانا نہ کھایا اور جو کی زوٹی پر قناعت فرمائی۔ اس مرتبہ وکیفیت کے باوجود حضورِ اکرم ﷺ کے بدن اقدس کی قوت وتوانائی کا مذکورہ عالم آپ کے معجزات میں سے ہے۔

احتلام سے محفوظ ہونا:

حضورِ اکرم ﷺ احتلام سے محفوظ تھے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: کوئی نبی کبھی بھی محتلم نہ ہوا کیونکہ احتلام شیطان کے اثر سے ہے اسے طبرانی نے روایت کیا ہے۔

بخاری و مسلم (متفق علیہ) کی حدیث میں ہے کہ رمضان المبارک میں نماز فجر کے وقت حضورِ اکرم ﷺ بغیر احتلام کے جنبی ہوتے تھے۔ (بیوی سے شب باشی کرنے کے بعد وجوب غسل کا نام جنبی ہے) پھر آپ غسل فرماتے اور روزہ رکھتے اس عبادت میں ''بغیر احتلام'' کی قید سے مفہوم پیدا ہوتا ہے کہ آپ پر احتلام کی نسبت جائز ہے ورنہ استثنا کرنے کا کیا فائدہ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ استثنا کی بنیاد عدم جواز پر ہے اور یہ قید اتفاقی ہے اور بیان واقع ہے۔ یعنی حضور ﷺ کا غسل جماع سے تھا نہ کہ احتلام سے کیونکہ احتلام آپ پر جائز نہیں ہے۔ اگر یہ معنی نہ ہوں تو لازم آتا ہے کہ احتلام کے ساتھ جنابت میں غسل فرض نہیں ہوتا حالانکہ یہ فاسد خیال ہے۔ قرطبی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ احتلام آپ پر جائز نہیں ہے کیونکہ احتلام فعل شیطان سے ہے اور حضورِ انور ﷺ اس سے معصوم تھے اور روزے والی حدیث میں احتلام کا مطلب یہ بتایا ہے کہ ''خواب میں بغیر کچھ دیکھے انزال ہو جائے'' اور جو خواب میں دکھائی دیتا ہے وہ شیطان ہے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں آپ کا غسل فرمانا جماع کے بعد دیر ہو جانے سے تھا جو کہ ہم لوگوں کی کثرت اجتماع کی بنا پر تھا۔

تکملہ:

اس طویل حدیث میں بطریق ائمہ اہل بیت نبوت ہے اور وہ حدیث امامین کریمین سیدنا حسن وسیدنا امام حسین شہید کربلا سلام اللہ علیہم پر ختم ہوتی ہے جو حضور ﷺ کے حلیہ شریف اور بعض سیر وعادات کریم پر مشتمل ہے۔ اس میں آیا ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی پھوپھی ہند رضی اللہ عنہا بنت ابی ہالہ سے حضور ﷺ کے حلیہ مبارک کے بارے میں سوال کیا اور میں امید رکھتا تھا کہ وہ ان چیزوں کو بھی بیان کریں گی جو میرے متعلق ہیں۔ یعنی میں جانتا تھا کہ جو چیز حضور ﷺ کے حلیہ شریف کی ہے وہ مجھ میں ہوگی کیونکہ حضرت امام حسن مجتبیٰ سلام اللہ علیہ اس حد تک حضور ﷺ کے حلیہ شریف سے مشابہت رکھتے تھے کہ اگر کوئی شخص خواب میں حضورِ اکرم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوتا تو لوگ اس سے دریافت کرتے تھے کہ کس صورت میں دیکھا ہے اگر وہ بصورت امام حسن رضی اللہ عنہ دیکھتا تو کہتے تم نے ٹھیک دیکھا ہے چنانچہ ہند بنت ابی ہالہ نے کہا:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخْمًا مُفَخَّمًا يَتَلَأْ لَأُ وَجْهُهٗ تَلَأْلُؤَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ اِلٰى اٰخِرِ الْحَدِيْثِ۔

دیکھنے والوں کی نظر میں رسول ﷺ خدا کا چہرہ چمکتا تھا جیسے چودھویں رات کا چاند چمکتا ہے۔

امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے ہند بنت ابی ہالہ سے دریافت کیا مجھے حضور ﷺ کے کلام فرمانے سکوت فرمانے اور قوت گویائی کے بارے میں بتایئے۔ تو انہوں نے کہا کہ رسول خدا ﷺ ہمیشہ فکر مند اور غمزدہ رہتے تھے بے ضرورت کلام نہ فرماتے آپ کی خاموشی دراز ہوتی کلام کی ابتدا اور اختتام کنج دہن سے فرماتے۔ یعنی لفظوں کو اپنے دہن مبارک سے تمام وکمال اور درست نکالتے اور شکستہ وناقص کلام نہ فرماتے اور آپ کا تکلم

Marfat.com

''جوامع الکلم'' یعنی لفظ مختصر اور معانی بکثرت رکھتے تھے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔

اُوْتِیْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَاُخْتُصِرَ لِی الْكَلَامُ مجھے جوامع الکلم دیا گیا اور کلام کو میرے لیے مختصر رکھا گیا

اور بیان فاصل ومفصول کے ساتھ تکلم فرماتے جس میں نہ نقص ہوتا نہ فضول۔ آپ نرم طبیعت اور خوش خلق تھے۔ درشت سخن اور تند خو نہ تھے۔ نعمت کی عزت کرتے اگرچہ تھوڑی ہوتی اور کسی چیز کو عیب نہ لگاتے کھانا جیسا بھی ہوتا ملاحظہ فرما لیتے۔ اگر برا نہ کہتے تو تعریف بھی نہ کرتے' جس طرح زبان کے چٹخارے والوں کی عادت ہے۔ کوئی آپ کے غصے کے آگے نہ کھڑا رہ سکتا تھا اور نہ تاب لاسکتا تھا۔ آپ کو غصہ اس وقت آتا جب کوئی حد سے تجاوز کرتا یہاں تک کہ حق کا بدلہ لے کر ہی رہتے۔ لیکن آپ اپنے ذاتی حق کے لیے نہ غصہ کرتے اور نہ بدلہ لیتے تھے۔ بشرطیکہ وہ دنیا سے متعلق ہوتا اور اگر کسی چیز کی طرف اشارہ کرتے تو پورے ہاتھ (کف دست) سے اشارہ کرتے نہ کہ صرف انگلی سے اور بوقت تعجب کف دست کو اس وضع پر جس پر اسے پیدا کیا گیا ہے الٹتے گفتگو فرماتے تو داہنے ہاتھ کی انگلی کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر مارتے۔ حضور ﷺ کی یہ تمام عادتیں اللہ تعالیٰ کو محبوب تھیں۔ یقیناً ان عادات کریمہ میں کوئی نکتہ اور بھید ہوگا جن کی کنہ دریافت کرنے سے عقل عاجز وقاصر ہے۔ واللہ اعلم

آپ جب غضب فرماتے تو اپنا چہرۂ انور اور پہلوئے مبارک اس طرف سے پھیر لیتے اور جب خوشی ومسرت کا اظہار فرماتے اور کسی چیز سے محظوظ ہوتے تو آنکھوں کو بند فرما لیتے۔ آپ کی اکثر ہنسی تبسم سے ہوتی اور تبسم میں دندان مبارک' صفا ولطافت اور آب وتاب میں اولے کی مانند چمکنے لگتے۔

سیّدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس حدیث پاک کو بنت ہالہ رضی اللہ عنہا سے سن کر ایک زمانہ تک اپنے بھائی امام حسین رضی اللہ عنہ سے پوشیدہ رکھا' مگر جب میں نے اسے ان سے بیان کیا تو معلوم ہوا کہ وہ اس حدیث کو پہلے ہی سن چکے تھے اور اپنے والد ماجد سیّدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے اس سے زیادہ دریافت کر چکے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کا آنا جانا' شکل وصورت' نشست وبرخاست سب کچھ معلوم کر چکے تھے۔ چنانچہ امام حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کے مکان میں داخل ہونے کے بارے میں پوچھا کہ جب حضور ﷺ مکان میں تشریف لاتے تو کیا کرتے تھے۔ انہوں نے فرمایا: حضور ﷺ جب کاشانہ اقدس میں داخل ہوتے تو اپنے اوقات کے تین حصے کرتے ان میں سے ایک حصہ خدا کے لیے ہوتا' یعنی عبادت کرتے۔ اگرچہ آپ ہمہ وقت عبادت میں رہتے لیکن اس جگہ مراد خالصاً اللہ ہے۔ وقت کے اس حصے میں اہل کا دخل ہوتا نہ اپنی ذات اور دوسرے لوگوں کے حقوق کی مداخلت ہوتی اور دوسرا حصہ اہل وعیال کے لیے ہوتا یعنی ان کے حقوق کی ادائیگی ہوتی۔ ان سے گفتگو فرماتے۔ ان کی ضروریات پوری فرماتے اور ان سے مباشرت وغیرہ کرتے اور تیسرا حصہ اپنی ذات اقدس کے لیے ہوتا اور اس کے حقوق ادا فرماتے۔ مثلاً استراحت فرماتے سوتے اور اسی قسم کے کام وغیرہ' پھر اپنے اس تیسرے حصہ کو بھی اپنے اور دوسرے لوگوں کے درمیان تقسیم فرما دیتے اور اس میں ان کو شریک فرما لیتے۔ اس کی صورت یہ تھی کہ آپ کے مخصوص اصحاب' عام لوگوں کی ضروریات اور ان کی حاجتوں کی اطلاع فرماتے پھر خواص صحابہ آپ کی مجلس مبارک کے فوائد ان عام لوگوں میں پہنچاتے مطلب یہ کہ سب سے پہلے بے واسطہ فوائد ان خواص کو پہنچتے۔ پھر دوبارہ ان خواص کے واسطے سے عام لوگوں کو پہنچتے تھے اور فوائد ونصائح میں سے حضور ذخیرہ کر کے اور لوگوں سے بچا کر کچھ نہیں رکھتے تھے۔ یعنی جو کچھ ان کے حال کا استعداد کے مناسب ہوتا آپ انہیں پہنچا دیتے۔

حضور اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ اور عادات کریمہ میں ایثار اور اہل فضل وعلم اور صاحبان صلاح وشرف کو اجازت کے ساتھ اختیار تھا یعنی ان کو اندر آنے کی اجازت مرحمت فرماتے اور اپنی مجلس شریف کی حاضری میں مخصوص گردانتے اور ان کے فضل ومرتبت کے مطابق دین میں تقسیم فرماتے۔ مطلب یہ کہ جو شخص آپ کی مجلس میں یا دین داری میں جتنا زیادہ مخصوص وممتاز ہوتا وہ اپنے نصیب میں حضور ﷺ کی عنایت ورعایت کا بہت زیادہ مستحق ہوتا تھا۔ آپ لوگوں کی حاجت روائی اور اصحاب کے مقاصد کی تحصیل میں مشغول رہتے اور ان کو اپنے احوال کی درستگی واصلاح کے کاموں میں مشغول رکھتے تھے اور ارشاد فرماتے کہ تم پر لازم ہے کہ جو اس مجلس مبارک میں حاضر ہو کر سنے وہ دوسرے غیر موجود لوگوں کو پہنچائے۔ آپ فرماتے تم سب پر فرض ہے کہ مجھ

Marfat.com

تک ان لوگوں کی حاجتیں پہنچاؤ جو میرے حضور حاضر ہو کر خود نہیں پہنچا سکتے۔

فائدہ:

آپ نے فرمایا: جو کسی ایسے شخص کی حاجت، سلطان حاجت یعنی حاجت روا کے پاس پہنچائے جو اپنی حاجت خود اس کے سامنے نہیں پہنچا سکتا تھا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے قدم کو ثبات عطا فرمائے گا۔ اس ارشاد میں حضور ﷺ نے اپنے حضور پیش کرنے کا ذکر نہیں فرمایا مگر چونکہ آپ کے حضور ہی ایسی حاجتیں پیش کی جاتی تھیں جن کی دنیا و دین میں ضرورت ہوتی ہے۔ ان کے سوا آپ کی بزم شریف میں کوئی ذکر نہ ہوتا۔ خاص کر لغو و بیکار باتیں، لوگ آپ کی بارگاہ سے علم اور خیر و برکت کا حصہ لے کر لوگوں میں جاتے اور ان کی رہنمائی کرتے۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے والد علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے کاشانۂ اقدس سے حضور ﷺ کے باہر تشریف لے جانے اور صحابہ کرام کے نشست فرمانے کے بارے میں دریافت کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْزُنُ لِسَانَهٗ اِلَّا فِيْمَا يَعْنِيْهِ یعنی رسول خدا ﷺ اپنی زبان مبارک کو بند رکھتے اور اس کی حفاظت فرماتے مگر اس چیز میں اور اس بات میں جو مفید و سودمند ہوتی۔ "یخزن" خزن سے ہے جس کے معنی خزانہ میں مال رکھنا ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ آپ کی زبان مبارک اس دل کی جو حقائق و معرفت سے مالا مال ہے کنجی تھی۔ یعنی امت کے لیے جو سودمند و مفید ہوتا، اس کے لیے آپ زبان مبارک کھولتے ورنہ اپنی زبان کو بند رکھتے۔ آپ امت کی دلجوئی فرماتے اور اپنے قرب سے دور بھاگنے سے انہیں محفوظ رکھتے۔ درحقیقت یہ فعل الٰہی سے ہے۔ جیسا کہ فرمایا: وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ الایۃ یعنی حق تعالیٰ ایسا مہربان ہے کہ اس نے تمہارے دلوں میں محبت فرمائی...... آپ ضعیف الایمان لوگوں پر بہت زیادہ احسان و عطا فرماتے۔ ان لوگوں کو مؤلفۃ القلوب کہا جاتا ہے۔ اسی طرح ہر قوم کے معزز فرد کی عزت و احترام فرماتے اور انہیں کو ان پر حاکم مقرر فرماتے، اور آپ لوگوں سے بچتے اور ان سے اپنا تحفظ فرماتے، اور دشمنوں سے اپنی نگہداشت فرماتے تاکہ اعداء ضرر نہ پہنچائیں۔ یہ تحفظ آیہ کریمہ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اللہ تعالیٰ لوگوں سے آپ کو محفوظ رکھے گا کے نازل ہونے سے پہلے تھا۔ قطع نظر اس کے اس میں علم و حکمت اور امت کے لیے تعلیم و ارشاد ہے۔ درحقیقت یہ اپنا رعب و دبدبہ قائم رکھنے اور لوگوں سے عدم اختلاط و انبساط کی جانب کنایہ ہے۔ تاکہ وہ بے خوف اور بے باک نہ ہو جائیں۔ باوجود اپنا تحفظ فرمانے کے اپنی کشادہ روئی اور خوش خلقی کا رویہ ترک نہ فرماتے۔ ان کے احوال کو دریافت کرتے اور اپنے اصحاب کی دلجوئی اور بازپرس فرماتے اور لوگوں سے ایک دوسرے کے احوال پوچھتے تاکہ ہر ایک اچھے حال میں رہے اور باہم حسن سلوک کرتے رہیں اور اچھے کام و احوال پر ان کو شاباشی دیتے اور تقویت و تائید فرماتے۔ اگر ایسا نہ ہوتو اصلاح فرماتے برے کاموں کی مذمت فرماتے اور باز رہنے کی تلقین فرماتے۔ آپ کی عادت کریمہ ہی یہ تھی کہ اچھائی کی تعریف فرماتے اور برائی کی مذمت کرتے اور جس سے بھی یہ برائی سرزد ہوتی اس کی سرزنش فرماتے اور اس بدکار کی نہ پرواہ کرتے اور نہ اس سے خوف کرتے خواہ وہ کتنا ہی بظاہر بلند مرتبہ اور طاقتور ہوتا۔

لوگوں کے احوال ایک دوسرے سے دریافت کرنا "تجسس" کی قبیل سے نہ تھا۔ کیونکہ تجسس اسے کہتے ہیں کہ کسی کے پوشیدہ عیبوں کو بقصد اشاعت اور برائی پوچھا جائے۔ احوال کی یہ پرسش بقصد تربیت و اصلاح ایک دوسرے کے ظاہری احوال کی تھی، اور آپ ہر چیز میں معتدل الامر یعنی آپ کے تمام افعال کریمہ اور اوصاف شریفہ معتدل اور ہموار اور متمکن و مستقل اور پائیدار تھے۔ آپ کے کاموں میں نشیب و فراز نہ تھا نہ اختلاف اور افراط و تفریط کی راہ پیدا ہوتی تھی، اور امت کی تعلیم و تربیت اور تادیب و تہذیب سے غافل نہ رہتے تھے اور ہمیشہ ان کی سیاست و رہنمائی اور تدبیر کار میں مشغول رہتے، اور اس سے خوف رکھتے کہ کہیں وہ غافل نہ ہو جائیں۔ سخت شاق عبادت کا التزام و دوام اس خوف سے نہ فرماتے کہ کہیں امت پر فرض نہ کر دیے جائیں اور حضور ﷺ ہر حال میں ہر کام کے لیے آمادہ و تیار رہتے مثلاً جنگی اسلحہ اور حربی ساز و سامان وغیرہ میں، اور ان کے مصلحتی امور کے لیے جس چیز کی ضرورت لاحق ہوتی اسے تیار کرتے اور حق میں نہ کوتاہی کرتے نہ حق سے تجاوز کرتے۔ ہمیشہ اقامت حق اور اثبات حق میں منہمک رہتے اور آپ کے تمام مقربین و ہم نشین حضرات اخیار و ابرار یعنی برگزیدہ و نیکوکار تھے۔ آپ کے حضور میں وہی فاضل تر اور مقرب تر ہوتا جو لوگوں کے

Marfat.com

لیے ناصح تر اور خیر خواہ تر ہوتا۔

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد سیّدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے دریافت کیا کہ حضور ﷺ کی مجلس مبارک کے آداب اور طور طریق کیا تھے اور ان کے ساتھ حضور ﷺ کی ہم نشینی کس طرح تھی۔ فرمایا: حضور اکرم ﷺ نہ بیٹھتے نہ اٹھتے مگر ذکر خدا کے ساتھ یعنی نشست و برخاست میں ہمیشہ ذکر خدا کرتے تھے اور جب مجلس مبارک میں تشریف لاتے تو جہاں بھی جگہ ہوتی بیٹھ جاتے اور کسی بلند و ممتاز جگہ کا قصد نہ فرماتے اور نہ اپنے لیے کوئی خاص جگہ متعین کر رکھی تھی' اور آپ امت کو اسی کی تلقین فرماتے اور بلند و بالا جگہ کی خواہش سے منع فرماتے تھے اور آپ اپنی عنایت اور توجہ و التفات کا حصہ تمام اہل مجلس کو مرحمت فرماتے اور کوئی بھی یہ گمان نہ کر سکتا کہ وہ ہم نشینی میں دوسرے سے بزرگ تر اور آپ سے زیادہ قریب ہے۔ ہر شخص کے ساتھ اس کے مرتبہ اور قابلیت اور اس کے حال کے مطابق عنایت فرماتے جو بھی آپ کے پاس کوئی حاجت یا ضرورت لاتا تو آپ اس وقت تک انتظار فرماتے کہ وہ شخص خود ہی واپس جائے۔ مجلس سے آپ خود اس وقت تک تشریف نہ لے جاتے جب تک کہ وہ خود اٹھ کر نہ چلا جاتا۔ آپ سے جو کوئی بھی سوال کرتا یا کسی حاجت و ضرورت کو پیش کرتا تو آپ اسے نہ منع کرتے اور نہ رد کرتے بلکہ اس کی حاجت براری فرماتے اور اگر بالفرض اس وقت کچھ موجود نہ ہوتا تو خوش خلقی سے دل جوئی کر کے میٹھی بات سے اس کو لوٹا دیتے۔ آپ تمام لوگوں کے لیے بمنزلہ باپ کے تھے اور حق میں آپ کے نزدیک سب برابر تھے۔ آپ کی مجلس' علم' حلم' حیاء اور صبر و امانت کی مجلس تھی جہاں نہ کسی کی آواز بلند ہی ہوتی اور نہ اس میں حرام و ناشائستہ بات ہوتی تھی۔ اہل مجلس کی کسی ذلیل حرکت کو نہ تو ظاہر کیا جاتا اور نہ اسے پھیلایا جاتا۔ مطلب یہ تھا کہ بتقاضائے بشریت اگر کسی سے ذلیل یا ناشائستہ حرکت سرزد بھی ہو جاتی تو اس سے چشم پوشی کی جاتی۔ تمام اہل مجلس مساوی و موافق اور برابر تھے۔ ان میں باہم فضیلت تقوے کے اعتبار سے تھی۔ وہ باہم ایک دوسرے کی تعظیم و توقیر کرتے تھے۔ بڑے چھوٹوں پر شفقت کرتے اور چھوٹے بڑوں کی تعظیم کرتے اور محتاجوں پر ایثار کر کے اور غریب و مسافر کی رعایت کرتے تھے۔ ﷺ و رضی اللہ عنہم (مدارج النبوۃ کا بیان ختم ہوا)

Marfat.com

باب نمبر ۱۴

خلقِ محمدی ﷺ

(کتاب رحمۃ للعالمین جلد اوّل کا ص ۲۴۵ تا ۳۴۱ نقل کیا جاتا ہے)

جو واقعات لکھے جاچکے ہیں۔ان سے مختصر طور پر ان مشکلات کا اندازہ بخوبی ہوتا ہے جن کا سامنا نبی اکرم ﷺ کو اپنی نبوت کے اظہار' اپنی تعلیم کی اشاعت اور اس تعلیم کے قبول کرنے والوں کی حفاظت میں کرنا پڑا۔

ایک ایسے ملک میں جہاں کوئی حکومت اور قانون نہ ہو جہاں خونریزی اور قتل معمولی بات ہو' جہاں کے باشندے وحشت اور غارت گری میں درندوں کے مشابہ' جہالت اور لایعقلی میں انعام سے بدتر ہوں' ایک ایسے دعویٰ کا پیش کرنا جو تمام ملک کے نزدیک عجیب اور جملہ قبائل میں مخالفت کی فوری آگ لگا دینے والا ہو۔ کچھ آساں نہ تھا۔ پھر اس دعویٰ کا ایسی حالت میں سرسبز ہونا کہ کروڑوں اشخاص کی انتہائی مخالفت اس کے ملیامیٹ کرنے پر دل سے جانسے زر سے مال سے سالہا سال متفق رہی ہو۔ بالکل تائید ربانی کا ثبوت ہے۔

گزشتہ واقعات کے ضمن میں نبی اکرم ﷺ کے اخلاق ومحاسن' صفات ومحامد کی چمک ایسی نمایاں ہے جیسے ریت میں کندن اور ان واقعات ہی سے یہ پتہ لگتا ہے کہ مظلومی وبیچارگی اور وقتِ وسطوت کی متضاد حالتوں میں یکساں سادگی وغربت کے ساتھ زندگی پوری کرنے والا صرف وہی ہوسکتا ہے جس کے دل پر ناموس الٰہی نے قبضہ کرلیا ہو اور اسے علائق دنیوی سے پاک کردیا ہو۔

نبی اکرم ﷺ کی زندگی کے مبارک واقعات ہر ملک اور ہر طبقہ کے فرد اور جماعتوں کے لیے بہترین نمونہ اور مثال ہیں۔اس بات کے تحت میں مختصر طور پر آں حضرت ﷺ کے اخلاق کا جو **عَلَّمَنِی ربی فاحسن تا دیبی** کے مصداق میں ذکر کروں گا۔

خلق محمدی ﷺ ایسا لفظ ہے کہ اب بہترین بزرگوں کے عادات واخلاق' اطوار وشمائل کے اظہار کے لیے مشبہ بہ بن گیا ہے۔

میں اس جگہ کمالات نبوت اور خصوصیات نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کا ذکر نہیں کروں گا۔صرف وہ سادہ حالات لکھنے مقصود ہیں جن کو کوئی سعادت منداز لی اپنے لیے نمونہ بنا سکتا ہے۔ **لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ** تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کا بہترین نمونہ موجود ہے۔

سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ امی تھے لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے اور بعثت ونبوت کے زمانے تک کسی عالم کی صحبت بھی میسر نہ ہوئی تھی۔

تیرافگنی' شہسواری' نیزہ بازی' سجع گوئی' قصیدہ خوانی' نسب دانی اس زمانے کے ایسے فنون تھے جنہیں شریف خاندان کا ہر ایک نوجوان حصول شہرت وعزت کے لیے ضرور سیکھ لیا کرتا تھا اور جن کے بغیر کوئی شخص' ملک اور قوم میں عزت یا کوئی امتیاز حاصل نہ کرسکتا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے ان فنون میں سے کسی کو بھی (اکتسابا) حاصل نہ کیا تھا اور نہ کسی پر اپنی دل چسپی کا اظہار کیا تھا۔

نبی اکرم ﷺ کی نسبت فرنچ پروفیسر سیڈیو لکھتا ہے۔

''آں حضرت خندہ رو' ملنسار' اکثر خاموش رہنے والے' بکثرت ذکر خدا کرنے والے' لغویات سے دور' بیہودہ پن سے نفور' بہترین رائے اور بہترین عقل والے تھے۔''

انصاف کے معاملے میں قریب وبعید آں حضرت ﷺ کے نزدیک برابر ہوتا تھا۔مساکین سے محبت فرمایا کرتے تھے۔غرباء میں رہ کر خوش

Marfat.com

ہوتے' کسی فقیر کو اس کی تنگ دستی کی وجہ سے حقیر نہ سمجھا کرتے اور کسی بادشاہ کو بادشاہی کی وجہ سے بڑا نہ جانتے' اپنے پاس بیٹھے والوں کی تالیف قلوب فرماتے۔ جاہلوں کی حرکات پر صبر فرمایا کرتے۔ کسی شخص سے خود علیحدہ نہ ہوتے جب تک کہ وہی نہ چلا جائے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم سے کمال محبت فرمایا کرتے۔ سفید زمین پر (بلا کسی مسند و فرش کے) نشست فرمایا کرتے اپنے جوتے کو خود گانٹھ لیتے' اپنے کپڑے کو خود پیوند لگا لیتے تھے۔[1] دشمن اور کافر سے بکشادہ پیشانی ملا کرتے تھے۔[2]

حجۃ الاسلام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

آں حضرت ﷺ مویشی کو چارہ خود ڈال دیتے' اونٹ باندھتے' گھر میں صفائی کر لیتے' بکری دوہ لیتے' خادم کے ساتھ بیٹھ کر کھا لیتے' خادم کو اس کے کام کاج میں مدد دیتے' بازار سے چیز خود جا کر خرید لیتے۔ خود اسے اٹھا لاتے۔ ہر ادنیٰ و اعلیٰ خرد و بزرگ کو پہلے سلام کر دیا کرتے۔ جو کوئی ساتھ ہو لیتا اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر چلا کرتے۔ غلام و آقا' حبشی و ترکی میں ذرا تفاوت نہ کرتے۔ رات دن کا لباس ایک ہی رکھتے' کیسا ہی کوئی حقیر شخص دعوت کیلئے کہتا قبول فرما لیتے' جو کچھ کھانا سامنے رکھ دیا جاتا اسے برغبت کھاتے' رات کے کھانے میں سے صبح کے لیے اور صبح کے کھانے میں سے شام کے لیے اٹھا نہ رکھتے۔ نیک خو' کریم الطبع' کشادہ رو تھے' مگر ہنستے نہ تھے۔

اندوہگیں تھے مگر ترش رو نہ تھے۔

متواضع' جس میں دنایت نہ تھی۔

باہیبت' جس میں درشتی نہ تھی۔

سخی تھے' مگر اسراف نہ تھا۔

ہر ایک پر رحم فرمایا کرتے' کسی سے کچھ طمع نہ رکھتے' سر مبارک کو جھکائے رکھتے تھے۔[3]

حکیم الامۃ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جو کوئی شخص آں حضرت ﷺ کے سامنے یکبارگی آ جاتا۔ وہ ہیبت زدہ ہو جاتا اور جو کوئی پاس آ بیٹھتا وہ فدائی بن جاتا۔[4]

کنبہ والوں اور خادموں پر بہت زیادہ مہربان تھے۔ انس رضی اللہ عنہ نے دس سال تک خدمت کی اس عرصہ میں انہیں کبھی اُف (ہونھ) تک نہ کہا۔ زبان مبارک پر کبھی کوئی گندی بات یا گالی نہیں آتی تھی' نہ کسی پر لعنت کیا کرتے تھے۔ دوسرے کی اذیت و آزار پر نہایت صبر کیا کرتے' خلق خدا پر نہایت رحمت فرماتے۔ ہاتھ یا زبان مبارک سے کبھی کسی کو شر نہ پہنچاتے۔ کنبہ کی اصلاح اور قوم کی درستی پر نہایت توجہ فرماتے ہر شخص اور ہر چیز کی قدر و منزلت سے آگاہ تھے۔ آسمانی بادشاہت کی جانب ہمیشہ نظر لگائے رکھتے تھے۔[5]

صحیح بخاری میں ہے:

آں حضرت ﷺ مطیع کو بشارت پہنچاتے۔ عاصی کو ڈر سناتے۔ بے خبروں کو پناہ دیتے' خدا کے بندہ و رسول ﷺ' جملہ کاروبار کو اللہ پر چھوڑ دینے والے۔ نہ درشت خو' نہ سخت گو' چیخ کر نہ بولتے' بدی کا بدلہ ویسا نہ لیتے۔ معافی مانگنے والے کو معاف فرمایا کرتے۔ گنہگار کو بخش دیتے۔ ان کا کام کج ہائے مذاہب کو درست کر دینا ہے۔ ان کی تعلیم اندھوں کو آنکھیں' بہروں کو کان دیتی' غافل دلوں کے پردے اٹھا دیتی ہے۔ آنحضرت ﷺ

---

1. خلاصہ تاریخ العرب پروفیسر سیدیو ص ۴۲
2. شفاء عیاض ص ۳۱۳
3. کیمیائے سعادت مصنفہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۵۰۵ ہجری) ص ۲۸۰ مطبوعہ نول کشور ۱۸۸۲ء
4. یہ فقرہ سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے کلام کا ترجمہ ہے' فرماتے ہیں من راہ بدیہۃ ہابہ و من خالطہ محبۃ عشقہ
5. حجۃ اللہ البالغہ ص ۳۸۵۔

Marfat.com

ہر ایک خوبی سے آراستہ، جملہ اخلاق فاضلہ سے متصف، سکینہ ان کا لباس نکوئی ان کا شعار، تقویٰ ان کا ضمیر، حکمت ان کا کلام، عدل ان کی سیرت ہے۔ ان کی شریعت سراپا راستی ان کی ملت اسلام ہدایت ان کی رہنما ہے۔ وہ ضلالت کو اٹھا دینے والے گمناموں کو رفعت بخشنے والے مجہولوں کو نامور کر دینے والے۔ قلت کو کثرت اور تنگ دستی کو غنا سے بدل دینے والے ہیں۔[1]

سکوت اور کلام: نبی کریم ﷺ اکثر خاموش رہا کرتے تھے، بلا ضرورت کبھی گفتگو نہ فرمایا کرتے۔ آں حضرت ﷺ نہایت شیریں کلام اور کمال فصیح تھے۔ کلام میں اور د ذرا نہ تھی۔ گفتگو ایسی دلآویز ہوتی تھی کہ سننے والے کے دل و روح پر قبضہ کر لیتی تھی۔ آں حضرت ﷺ کا یہ وصف ایسا مسلمہ تھا کہ مخالف بھی اس کی شہادت دیتے تھے اور جاہل دشمن اسی کا نام سحر و جادو رکھا کرتے۔

سلسلہ سخن ایسا مرتب ہوتا تھا جس میں لفظاً و معناً کوئی خلل نہ ہوتا، الفاظ ایسی ترتیب سے ادا فرمایا کرتے کہ اگر سننے والا چاہے تو الفاظ کا شمار کر سکتا تھا۔

ہنسنا رونا: نبی اکرم ﷺ کبھی کھل کھلا کر ہنسنا پسند نہ کرتے تھے اور نہ خود ہنستے تھے۔ تبسم ہی آپ کا ہنسنا تھا، نماز تہجد میں بسا اوقات آں حضرت ﷺ رو پڑا کرتے۔ کبھی کسی مخلص کے مرنے پر آبدیدہ ہو جاتے۔

آں حضرت ﷺ کے فرزند ابراہیم سلام اللہ علیہ دودھ پیتے میں گزر گئے تھے جب انہیں قبر میں رکھا گیا، تو حضور کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ فرمایا:

قدمع العین و یحزن القلب ولا نقول الاما یرضیٰ ربنا و انا علیك یاابراھیم لمحزونون	آنکھوں میں نم ہے دل میں غم ہے پھر بھی ہم وہی بات کہتے ہیں جو ہمارے پروردگار کو پسندیدہ ہے۔ ابراہیم ہم کو تیری وجہ سے رنج ہوا۔

ایک دفعہ اپنی نواسی سانس توڑتی (دختر زینب ؓ) کو گود میں اٹھایا۔ اس وقت حضور ﷺ کی آنکھوں میں پانی بھر آیا۔ سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) یہ کیا؟ فرمایا: یہ وہ رحم دلی ہے جو خدا اپنے بندوں کے دلوں میں بھر دیتا ہے اور اللہ بھی اپنے بندوں

[1] یسعیاہ نبی کتاب کا ۴۲ باب آں حضرت ﷺ کے متعلق ہے۔ اس باب کے مندرجہ ذیل ناظرین اس جگہ ملاحظہ کریں "دیکھو میرا بندہ جسے میں سنبھالتا، میرا برگزیدہ جس سے میرا جی راضی ہے۔ میں نے اپنی روح اس پر رکھی وہ قوموں کے درمیان عدالت جاری کرائے گا۔

[2] وہ نہ چلائے گا اور اپنی صدا بلند نہ کرے گا اور اپنی آواز بازاروں میں نہ سنائے گا۔ ۳ وہ مسکلے ہوئے سینٹھے کو نہ توڑے گا اور دھکتی ہوئی بتی کو نہ بجھائے گا۔ وہ عدالت کو جاری کرائے گا۔ ۴- اس کا زوال نہ ہوگا اور نہ مسلا جائے گا جب تک راستی کو زمین پر قائم نہ کرے اور بحری ممالک اس کی شریعت کی راہ تکیں۔ ۵- خداوند جو آسمانوں کو خلق کرتا اور انہیں تانتا جو زمین کو اور انہیں جو اس سے نکلتے ہیں پھیلاتا اور ان لوگوں کو جو اس پر ہیں 'سانس دیتا اور ان کو جو اس پر چلتے ہیں 'روح بخشتا' یوں فرماتا ہے، میں خداوند نے تجھے صداقت کے لیے بلایا۔ میں ہی تیرا ہاتھ پکڑوں گا اور تیری حفاظت کروں گا اور لوگوں کے عہد اور قوموں کے نور کے لیے تجھے دوں گا۔ (۷) کہ تو اندھوں کی آنکھیں کھولے اور بند ہوؤں کو قید سے نکالے اور ان کو جو اندھیرے میں بیٹھے ہیں قید خانے سے چھڑا دے۔" تمام باب ملاحظہ طلب ہے پادری ان الفاظ کو مسیح علیہ السلام کیلئے کہتے ہیں لیکن یہ الفاظ تو اس کے حق میں ہیں جسے خدا کہتا ہے۔ "میرا بندہ" اور پادریوں کو انکار ہے اور اقرار نہیں کہ مسیح علیہ السلام خدا کا بندہ تھا۔ معہذا درس ۱۱ میں بیابان عرب کا ذکر ہے اور قیدار کا نام موجود ہے جو ہمارے نبی اکرم ﷺ کے دادا کا نام ہے نیز سلع کا ذکر ہے جو مدینہ طیبہ کا قدیم نام ہے اور مدینہ کے اندر جو پہاڑی ہے وہ اب تک اسی نام سے موسوم ہے۔ درس ۱۳- میں اسی موعود کا جنگی مرد ہونا بیان کیا گیا ہے۔ درس ۱۷ میں ذکر ہے کہ بت پرستوں کو اس سے ذلت و پشیمانی حاصل ہوگی وغیرہ۔ یہ جملہ علامات ایسی ہیں جو مسیح علیہ السلام پر صادق نہیں اور حضرت محمد ﷺ کے لیے خصوصیت رکھتی ہیں۔ کعب ؓ احبار اس مقام کو خاص آنحضرت ﷺ کے لیے ہی بتایا کرتے تھے۔ (صفحہ ہذا) زاد المعاد جلد ا ص ۴۷

Marfat.com

پر رحم کرے گا جو رحم دل ہیں۔ (بخاری عن اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما) کتاب الایمان والنذور۔

ایک دفعہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ آں حضرت ﷺ کو قرآن مجید سنا رہے تھے۔ جب وہ اس آیت پر پہنچے

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَاۤءِ شَهِيْدًا — تب کیسی ہوگی جب ہر ایک امت پر خدا ایک ایک گواہ کھڑا کرے گا اور آپ کو ہم سب امتوں پر شہادت کے لیے کھڑا کریں گے

فرمایا: بس ٹھہرو۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تو نبی اکرم ﷺ کی آنکھوں سے پانی جاری تھا۔ (بخاری عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ)

غذا کے متعلق ہدایت: رات کو بھوکا سونے سے منع فرماتے اور ایسا کرنے کو بڑھاپے کا سبب فرماتے[1]

کھانا کھاتے ہی سو جانے سے منع فرمایا کرتے[2]

تقلیل غذا کی رغبت دلایا کرتے۔ فرمایا کرتے کہ معدہ کا ایک تہائی حصہ کھانے' ایک تہائی پانی کے لیے ایک تہائی حصہ خود معدہ کے لیے چھوڑ دینا چاہیے[3]

پھلوں' ترکاریوں کا استعمال ان کی مصلح چیزوں کے ساتھ فرمایا کرتے[4]

مرض اور مریض: متعدد امراض سے بچاؤ رکھتے اور تندرستوں کو اس سے محتاط رہنے کا حکم دیا کرتے[5]

بیمار کو طبیب حاذق سے علاج کرانے کا حکم فرماتے[6] اور پرہیز کرنے کا حکم دیتے[7]

طبیب نادان: نادان طبیب کو طبابت سے منع کیا کرتے اور اسے مریض کے نقصان کا ذمہ دار ٹھہراتے[1]

حرام اشیاء کو بطور دوا استعمال کرنے سے منع فرماتے۔ ارشاد فرماتے اللہ نے حرام چیزوں میں تمہارے لئے شفا نہیں رکھی[2]

عیادت بیماراں: صحابہ رضوان اللہ علیہم میں جو کوئی بیمار ہو جاتا' اس کی عیادت فرمایا کرتے۔ عیادت کے وقت مریض کے قریب بیٹھ جاتے۔ بیمار کو تسلی دیتے۔ لاباس طہور (یا کفارۃ) انشاء اللہ فرمایا کرتے مریض کو پوچھ لیتے کہ کس چیز کو دل چاہتا ہے اگر وہ شے اس کو مضر نہ ہوتی تو اس کا انتظام کر دیا کرتے ایک یہودی لڑکا آنحضرت ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ اس کی عیادت کو بھی تشریف لے گئے[3]

علاج: حالت مرض میں دوا کا استعمال خود فرمایا اور لوگوں کو بھی علاج کرنے کا ارشاد فرماتے۔

یاعباداللہ تد اوو افان اللہ عزّوجلّ لم یضع داء الاوضع لہ شفاء غیر داءٍ واحدٍ قالوا ما ھو قال الھرم[4]۔ — اے بندگان خدا دوا کیا کرو کیونکہ خدا نے ہر مرض کی شفا مقرر کی ہے۔ بجز ایک مرض کے لوگوں نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ فرمایا کھوسٹ (بڑھاپا)

خطبہ خوانی: زمین یا منبر پر کھڑے ہو کر یا شتر وناقہ پر سوار ہو کر خطبہ فرمایا کرتے جس کا آغاز تشہد سے اور اختتام استغفار

---

[1] زاد المعاد جلد ۲ ص ۸ ۔ [2] زاد المعاد جلد ۲ ص ۸۷ بحوالہ نعیم ۔ [3] زاد المعاد جلد ۲ ص ۷ ۔ [4] زاد المعاد جلد ۲ ص ۳۵ ۔ [5] زاد المعاد جلد ۲ ص ۵۰۔

[5] بہ تمسک حدیث صحیح مسلم عن جابر عن عبداللہ رضی اللہ عنہ و صحیح بخاری تعلیقاً من حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ و صحیحین عن حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ واضح ہو کہ ترمذی کی حدیث "اخذ بید مجذوم" کی بابت ابن القیم کہتے ہیں کہ اس کی صحت ثابت نہیں ہوتی۔ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث "لاعدوی ولا طیرۃ" صحیح میں ہے مگر خود ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اس حدیث کی بابت شک سا ہو گیا ہے اور انہوں نے اس حدیث کی روایت کو ترک کر دیا تھا۔ افادات ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ۔

[6] زاد المعاد جلد دوم ص ۴۶۔

[7] زاد المعاد جلد دوم ص ۳۵۔

Marfat.com

پر ہوا کرتا۔ قرآن مجید اس خطبہ میں ضرور ہوتا اور قواعد اسلام کی تعلیم اس خطبہ میں دی جایا کرتی تھی۔

کان یخطب فی کل وقت بما تقضیه حاجة المخاطبین و مصلحتهم .۵ء

خطبہ میں وہ باتیں ضرور بیان کی جاتی تھیں جن کی سردست مسلمانوں کو ضرورت ہوتی اور وقت و ضرورت کے اعتبار سے خطبہ میں سب کچھ بیان ہوا کرتا۔

ایسے خطبات جمعہ کے دن ہی پر موقوف نہ ہوتے' بلکہ جب ضرورت اور موقع ہوتا تب ہی لوگوں کو کلام پاک سے مستفید فرمادیا کرتے تھے۔

خطبہ کے وقت ہاتھ میں کبھی عصا ہوتا' کبھی کمان ان پر اثنائے تقریر میں ٹیک بھی لگالیا کرتے تھے۔

خطبہ کے وقت تلوار کبھی ہاتھ میں نہ ہوتی تھی' نہ اس پر ٹیک لگایا کرتے۔

علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں "جاہلوں کا قول ہے کہ نبی اکرم ﷺ منبر پر تلوار لے کر کھڑے ہوا کرتے تھے" گویا اشارہ یہ تھا کہ دین بزور شمشیر قائم کیا گیا ہے۔" علامہ موصوف فرماتے ہیں جہال کا یہ قول غلط ہے۔

۱۔ تلوار پر خطبہ میں ٹیک لگانا ثابت نہیں۔

۲۔ خطبہ خوانی کا آغاز مدینہ میں ہوا تھا اور مدینہ بذریعہ قرآن فتح ہوا تھا نہ کہ بذریعہ شمشیر، پھر علامہ موصوف یہ بھی بتاتے ہیں کہ دین تو وحی سے قائم ہوا ہے۔[۱]

صدقہ وہدیہ: صدقہ کی کوئی چیز ہرگز استعمال نہ کرتے۔ البتہ ہدیہ قبول فرماتے۔

مخلصین صحابہ رضوان اللہ علیہم نیز عیسائی اور یہودی جو چیزیں تحفۃً بھیجتے انہیں قبول فرمالیتے ان کے لیے خود بھی تحفے ارسال فرماتے مگر مشرکین کے ہدایا لینے سے انکار فرماتے۔

مقوقس متی شاہ مصر کے بھیجے ہوئے خچر پر حضور ﷺ نے سواری فرمائی اور جنگ حنین کے دن وہی خچر آنحضرت ﷺ کی سواری میں تھا لیکن عامر بن مالک کے بھیجے ہوئے گھوڑے کو قبول کرنے سے انکار فرمادیا اور ارشاد فرمایا کہ ہم مشرک سے ہدیہ قبول نہیں کرتے[۲]

جو قیمتی تحائف آں حضرت ﷺ کے پاس آیا کرتے۔ اکثر اوقات انہیں آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم پر تقسیم فرمادیا کرتے۔

اپنی تعریف: اپنی ایسی تعریف جس سے دوسرے نبی کی کمی نکلتی پسند نہ فرمایا کرتے اور ارشاد فرماتے۔

لا تخیروا بین الانبیاء[۳]

نبیوں کے ذکر میں ایسی طرز اختیار نہ کرو کہ ایک دوسرے کے مقابلہ میں کمی نکلتی ہو۔

ایک بیاہ میں تشریف لے گئے' وہاں چھوٹی چھوٹی لڑکیاں اپنے بزرگوں کے تاریخی کارنامے گا رہی تھیں۔ انہوں نے یہ بھی گایا کہ "ہمارے درمیان ایسا نبی ہے جو کل (فردا) کی بات آج بتا دیتا ہے" نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ یہ نہ کہو' جو پہلے کہتی تھیں وہی کہے جاؤ۔

---

۱ زاد المعاد جلد ۲ ص ۴۷

۲ زاد المعاد جلد دوم ص ۵۳ بحوالہ بخاری عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ از زاد المعاد ج ۲ ص ۴۷

۳ زاد المعاد جلد ا ص ۱۴۳

۴ زاد المعاد جلد دوم ص ۵ بحوالہ مسند امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۲۴۱ھ)

۵ زاد المعاد جلد ا ص ۴۹

Marfat.com

اظہار حقیقت یا خوش عقیدہ پن کی اصلاح: سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ فرزند رسول (ﷺ) کا انتقال ہو گیا اس روز سورج گرہن بھی ہوا۔ لوگ کہنے لگے ابراہیم رضی اللہ عنہ کی موت کی وجہ سے سورج بھی گہنا گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کے مجمع میں خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ سورج چاند کسی کے مرنے یا جینے سے نہیں گہنایا کرتے۔[۵]

مصلحت عامہ کا لحاظ: جب قریش نے اسلام سے پہلے کعبہ کی عمارت بنائی تو انہوں نے کچھ عمارت ابراہیمی میں اندر کی جگہ باہر چھوڑ دی۔ پھر کرسی اتنی اونچی رکھی کہ زینہ لگانا پڑے اور بیت اللہ میں دروازہ بھی صرف ایک ہی رکھا۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک روز عائشہ طیبہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

لاان قومك حديث عهد هم بكفر لنقضت الكعبة فجعلت لها بابين باب يدخل الناس و باب يخرجون منه[۱]

قریش کو مسلمان ہوئے تھوڑے ہی دن ہوئے ہیں ورنہ میں اس عمارت کو گرا دیتا' کعبہ میں دو دروازے رکھتا ایک آنے کا ایک جانے کا۔

۲- جب منافقین کے شر انگیز افعال و حرکات حد سے بڑھ گئے تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ انہیں قتل کر دینا چاہئے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا نہیں (بے خبر لوگ کہیں گے کہ محمد ﷺ اپنے دوستوں کو قتل کرنے لگا۔)

بشریت اور رسالت: نبی اکرم ﷺ ان احکام کو جو شان رسالت سے ظاہر ہوتے۔ ان افعال و اقوال سے جو بطور بشریت ثابت ہوتے۔ ہمیشہ نمایاں طور پر علیحدہ علیحدہ دکھانے کی سعی فرماتے:

۱- ایک دفعہ فرمایا میں بشر ہوں۔ میرے سامنے تنازعات پیش ہوتے ہیں' کوئی شخص دوسرے فریق سے اپنے مدعا کو بہتر طریق پر ادا کرنے والا ہوتا ہے' جس سے گمان ہو جاتا ہے کہ وہ سچا ہے اور میں اسی کے حق میں فیصلہ کر دیتا ہوں۔ پس اگر کسی شخص کو کسی مسلمان کے حصے میں سے اس فیصلے کے بموجب کچھ ملتا ہو تو وہ سمجھ لے کہ یہ ایک آگ کا ٹکڑا ہے۔ اب خواہ لے خواہ چھوڑ دے۔[۲]

۲- بریرہ رضی اللہ عنہا لونڈی سے آں حضرت ﷺ نے مغیث اس کے شوہر کی سفارش کی جس سے بوجہ آزادی (حریت) علیحدہ ہو چکی تھی۔ بریرہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ حکم دے رہے ہیں۔ فرمایا نہیں میں سفارش کرتا ہوں۔ وہ بولی مجھے مغیث کی حاجت نہیں[۳]

اہل مدینہ نر کھجور کا بور مادہ کھجور پر ڈالا کرتے تھے۔ آں حضرت ﷺ نے فرمایا۔ اس کی کیا ضرورت ہے۔ اہل مدینہ نے یہ عمل چھوڑ دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پھل درختوں پر کم لگا۔ لوگوں نے اس بارہ میں آنحضرت ﷺ سے گزارش کی۔ فرمایا' دنیا کے کام تم مجھ سے بہتر جانتے ہو جب میں کوئی کام دین کا بتایا کروں' تو اس کی پیروی کیا کرو۔

بچوں پر شفقت: بچوں کے قریب سے گزر فرماتے تو ان کو خود السلام علیکم کہا کرتے[۱] ان کے سر پر ہاتھ رکھتے۔ انہیں گود میں

---

۱ زاد المعاد جلد ۱ ص ۴۹ ۲ زاد المعاد جلد ۱ ص ۱۶۱

۳ بخاری عن ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ' ۴ صحیح بخاری عن ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا

۵ بخاری عن مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ

۱ بخاری عن ابن زبیر رضی اللہ عنہما عن عائشہ رضی اللہ عنہا' امام بخاری نے اس حدیث کا باب ان الفاظ میں لکھا ہے۔

مخافة ان يقصر فهم بعض الناس ۔ یہ کتاب العلم میں ہے ۲ بخاری عن ام سلمة رضی اللہ عنہا کتاب المظالم

۳ بخاری عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کتاب الطلاق

۴ بخاری عن انس رضی اللہ عنہ کتاب الاستیذان

Marfat.com

اٹھا لیتے۔

بوڑھوں پر عنایت: فتح مکہ کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے بوڑھے، ضعیف، فاقد البصر باپ کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بیعت اسلام کرانے کے لیے لائے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم نے بوڑھے کو کیوں تکلیف دی، میں خود ان کے پاس چلا جاتا۔

ارباب فضل کی قدر و منزلت: سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو جو خندق میں سخت زخمی ہو گئے تھے۔ یہودیاں بنو قریظہ نے اپنا حکم اور منصف تسلیم کر کے بلایا تھا۔ جب وہ مسجد تک پہنچے تو آپ نے اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم سے جو قبیلہ اوس کے تھے فرمایا: قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ۔

۱- اپنے سردار کی پیشوائی کو جاؤ) لوگ گئے۔ ان کو آگے بڑھ کر لے آئے۔

۲- حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اسلام کی تائید اور مخالفین کے جواب میں اشعار نظم کر کے لاتے تو ان کے لیے مسجد نبوی ﷺ میں منبر رکھ دیا جاتا جس پر چڑھ کر وہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔

خادم کے لیے دعا: انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے دس سال تک مدینہ میں آں حضرت ﷺ کی خدمت کی اس عرصہ میں کبھی ان سے یہ نہ کہا کہ یہ کام کیوں نہ کیا ایک روز ان کے حق میں دعا فرمائی: اللّٰھم اکثر مالہ وولدہ و بارك له ما اعطیته۔ الٰہی اسے مال بھی بہت دے اور اولاد بھی بہت دے اور جو کچھ اسے عطا کیا جائے۔ اس میں برکت بھی دے۔

ادب و تواضع: ۱- مجلس میں کبھی پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھتے۔

۲- جو کوئی مل جاتا اسے سلام پہلے خود کر دیتے۔

۳- مصافحہ کے لیے خود پہلے ہاتھ پھیلا دیتے۔

۴- صحابہ رضوان اللہ علیہم کو کنیت کے نام سے پکارتے (عرب میں عزت سے بلانے کا یہی طریق ہے)

۵- کسی کی بات کبھی قطع نہ فرماتے۔

۶- اگر نماز نفل میں ہوتے اور کوئی شخص پاس آ بیٹھتا تو نماز کو مختصر کر دیتے اور اس کی ضرورت پوری کر دینے کے بعد پھر نماز میں مشغول ہوتے۔

۷- اکثر متبسم رہتے۔[2]

۸- آنحضرت ﷺ کے ایک ناقہ کا نام عضباء تھا۔ کوئی جانور اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا تھا۔ ایک اعرابی اپنی سواری پر آیا اور عضباء سے آگے نکل گیا۔ مسلمانوں کو یہ بہت ہی شاق گزرا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ان حقا علی اللہ عزوجل ان لا یرفع شیئاً من الدنیا الاوضعه [1]	دنیا میں خدا کی سنت یہی ہے کہ کسی کو اٹھاتا ہے تو اسے نیچا بھی دکھاتا ہے

۹- ایک شخص آیا، اس نے نبی اکرم ﷺ کو یَا خَیْرَ الْبَرِیَّةِ (برترین خلق) کہہ کر بلایا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ذاك ابراھیم یہ شان تو ابراہیم علیہ السلام کی ہے[2]

۱۰- ایک شخص حاضر ہوا وہ نبی اکرم ﷺ کی ہیبت سے لرز گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

[1] بخاری عن انس رضی اللہ عنہ کتاب الاستیذان۔

[2] ماخوذ از شفاء ص ۵۴۔

Marfat.com

هوّن عليك فاني لستُ بملك انما انا ابن امراة من قريش تاكل القديد [۳] — کچھ پروا نہ کرو۔ میں بادشاہ نہیں ہوں۔ میں قریش کی ایک غریب عورت کا فرزند ہوں جو سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی۔

شفقت ورافت: عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

۱-کوئی شخص بھی اچھے خلق میں آں حضرت ﷺ جیسا نہ تھا' خواہ کوئی صحابی بلاتا یا گھر کا کوئی شخص نبی اکرم ﷺ اس کے جواب میں لبیک (حاضر) ہی فرمایا کرتے [۴]

۲-عبادت نافلہ چھپ کرادا فرمایا کرتے تاکہ اُمت پر اس قدر عبادت کرنا شاق نہ ہو۔

۳-جب کسی معاملہ میں دو صورتیں سامنے آتیں تو آسان صورت کو اختیار فرماتے [۵]

۴-اللہ پاک کے ساتھ معاہدہ کیا کہ جس شخص کو میں گالی دوں یا لعنت کروں وہ گالی اس کے حق میں گناہوں کا کفارہ' رحمت' بخشش اور قرب کا ذریعہ بنادی جائے۔

۵-فرمایا ایک دوسرے کی باتیں مجھے نہ سنایا کرو' میں چاہتا ہوں کہ دنیا سے جاؤں تو سب کی طرف سے صاف سینہ جاؤں [۶]

۶-وعظ ونصیحت کبھی کبھی فرمایا کرتے تاکہ لوگ اکتا نہ جائیں [۷]

۷-ایک بار سورج گرہن ہوا۔ نماز کسوف میں نبی اکرم ﷺ روتے تھے اور دعا میں فرماتے تھے۔

ربّ الم تعدني ان لا تعذبهم وانافيهم وهم يستغفرون و نحن نستغفرك ۔[۸]

ترجمہ:۔اے پروردگار تو نے وعدہ فرمایا ہے کہ ان لوگوں کو (بہر دو صورت) عذاب نہ دیا جائے گا۔ (۱) جب تک میں ان کے درمیان موجود ہوں۔ (۲) جب تک یہ استغفار کرتے رہیں۔ اب اے خدا میں موجود ہوں اور سب استغفار بھی کر رہے ہیں۔

لكل نبى دعوة يدعوابهافاستجيب لهافجعلت دعوتي شفاعة الامتي يوم القيمة

ترجمہ:۔ ہر ایک نبی کے لیے ایک ایک دعا تھی' وہ مانگتے رہے اور دعا قبول ہوتی رہی۔ میں نے اپنی دعا کو اپنی امت کی شفاعت روز قیامت کے لیے محفوظ رکھا ہے۔

عدل ورحم: اگر دو شخصوں کے درمیان جھگڑا ہوتا تو عدل فرماتے اور اگر کسی شخص کا نفس مبارک کے ساتھ کوئی معاملہ ہوتا تو رحم فرماتے:

۱-فاطمہ نام کی ایک عورت نے مکہ میں چوری کی۔ لوگوں نے اسامہ رضی اللہ عنہ جو آں حضرت ﷺ کو بہت پیارے تھے۔ کی سفارش کرائی نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم حدود الٰہی میں سفارش کرتے ہو' سنو اگر فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد ﷺ بھی ایسا کرتی تو میں حد جاری کرتا [۱]

۲-سواد بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ ایک روز آں حضرت ﷺ کے سامنے رنگین کپڑا پہن کر گئے آں حضرت ﷺ نے خط خط فرمایا اور چھڑی سے ان کے شکم میں ٹھوکا بھی دیا۔ میں نے کہا' یا رسول اللہ ﷺ میں تو قصاص لوں گا۔ آنحضرت ﷺ نے جھٹ اپنا شکم برہنہ کر کے میرے سامنے کر دیا [۲]

---

۱ صحیح بخاری ۲ صحیح بخاری

۳ صحیح بخاری' غربا خشک گوشت کھایا کرتے تھے ۴ شفا ص ۵۳ ۵ صحیح بخاری عن عائشہ رضی اللہ عنہا۔

۶ شفا ص ۵۵ ۷ صحیح بخاری عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ ۸ زاد المعاد جلد ا ص ۴۹

Marfat.com

اعداء پر رحم :۱- مکہ میں سخت قحط پڑا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے مردار اور ہڈیاں بھی کھانی شروع کر دیں۔ ابوسفیان بن حرب ﷜ (ان دنوں دشمن غالی تھا۔ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا۔ محمد ﷺ! آپ تو لوگوں کو صلہ رحم (حسن سلوک با قرابت داروں) کی تعلیم دیا کرتے ہیں۔ دیکھئے آپ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے۔ خدا سے دعا کیجئے۔ نبی اکرم ﷺ نے دعا فرمائی اور خوب ہی بارش ہوئی۔

۲- ثمامہ بن اثال ﷜ نے نجد سے مکہ کو جانے والا غلہ بند کر دیا۔ اس لیے کہ اہل مکہ آنحضرت ﷺ کے دشمن ہیں آنحضرت ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرما دیا۔

۳- حدیبیہ کے میدان میں آنحضرت ﷺ مسلمانوں کے ساتھ نماز صبح پڑھ رہے تھے' ستر اسی آدمی چپکے سے کوہ تنعیم سے اترے تا کہ مسلمانوں کو نماز پڑھتے ہوئے قتل کر دیں۔ یہ سب گرفتار ہو گئے اور نبی اکرم ﷺ نے ان کو بلا کسی فدیہ یا سزا کے آزاد فرما دیا۔[۱]

جود و کرم :۱- سائل کو کبھی رد نہ فرماتے۔ زبان مبارک پر حرف انکار نہ لاتے۔ اگر چہ کچھ بھی دینے کو پاس نہ ہوتا سائل سے عذر کرتے۔ گویا کوئی شخص معافی چاہتا ہے۔

۲- ایک شخص نے آ کر سوال کیا۔ فرمایا میرے پاس تو اس وقت کچھ نہیں ہے۔ تم میرے نام پر قرض لے لو۔ میں پھر اسے اتاروں گا۔ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ خدا نے آپ کو یہ تکلیف نہیں دی کہ قدرت سے بڑھ کر کام کریں۔ نبی اکرم ﷺ چپ سے رہ گئے۔ ایک انصاری نے پاس سے کہہ دیا۔ یا رسول اللہ ﷺ جواب دیجئے۔ رب العرش مالک ہے تنگدستی کا کیا ڈر ہے۔ نبی اکرم ﷺ ہنس پڑے۔ چہرۂ مبارک پر خوشی کے آثار آشکارا ہو گئے۔

فرمایا۔ ہاں مجھے یہی حکم ملا ہے[۱]

۳- ایک بار ایک سائل کو آدھا وسق غلہ قرض لے کر دلایا۔ قرض خواہ تقاضا کے لیے آیا نبی اکرم ﷺ نے فرمایا' اسے ایک وسق غلہ دے دو۔ آدھا تو قرض کا ہے آدھا ہماری طرف سے جود و سخا کا ہے[۲]

۴- فرمایا کرتے' اگر کوئی شخص مقروض مر جائے اور مال باقی نہ چھوڑے۔ تو ہم اسے ادا کریں گے اور اگر کوئی مال چھوڑ کر مرے تو وہ وارثوں کا حق ہے[۳]

شرم و حیا :۱- ابو سعید خدری ﷜ کہتے ہیں کہ پردہ نشین لڑکی سے بڑھ کر نبی ﷺ میں[۴] حیا تھی۔ جب کوئی ایسی بات حضور ﷺ کے سامنے کی جاتی جس سے حضور ﷺ کو کراہت ہوتی تو چہرہ مبارک سے فوراً معلوم ہو جاتا تھا۔

۲- عائشہ طیبہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ اگر کسی شخص کی کوئی حرکت نبی اکرم ﷺ کو پسند نہ آتی تو اس کا نام لے کر منع نہ فرماتے بلکہ عام الفاظ میں اس حرکت و فعل کی نہی فرما دیتے[۵]

۳- عادات و معاملات میں اپنی جان پر تکلیف اٹھا لیتے۔ مگر دوسرے شخص کو از راہ شرم کام کرنے کو نہ فرماتے۔

۴- جب کوئی عذر خواہ سامنے آ کر معافی کا طالب ہوتا تو آنحضرت ﷺ شرم سے گردن مبارک جھکا لیتے۔[۶]

۵- عائشہ طیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو کبھی برہنہ نہیں دیکھا۔

صبر و حلم :۱- زید بن سعنہ ایک یہودی تھا۔ نبی اکرم ﷺ کو اس کا قرض دینا تھا۔ وہ ایک روز آیا۔ آتے ہی چادر آپ کے شانہ سے

---

۱ صحیح بخاری عن انس ﷜ کتاب الدعوات۔

۲ صحیح بخاری عن عائشہ رضی اللہ عنہا۔ کتاب الحدود ۔۳ شفاء۔ قاضی عیاض۔ ص ۱۱۳ ۔۴ صحیح بخاری عن ابن مسعود ﷜ باب اذا استشفع المشرکون۔

۱ شفاء ص ۵۰ بحوالہ شمائل ترمذی ۲ شفاء ص ۵۱ عن ابی ہریرہ ﷜ ۳ عن ابی ہریرہ ﷜ صحیح بخاری کتاب الفرائض

۴ صحیح بخاری عن ابی سعید ﷜ ۵ شفاء ص ۵۲ رواہ ابوداؤد۔ ۶ ترمذی فی الشمائل و شفاء ص ۴۸۔

Marfat.com

اتار لی۔ جسم کے کپڑے پکڑ لیے اور ترانے لگا کہ عبدالمطلب والے بڑے نادہندہ ہوتے ہیں۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے سختی سے جھڑک دیا۔ نبی اکرم ﷺ ہنس پڑے۔ فرمایا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمہیں لازم تھا کہ میرے ساتھ اور اس کے ساتھ اور طرح برتاؤ کرتے مجھے حسن ادائیگی کے لیے کہتے اور اسے حسن تقاضا سکھاتے۔ پھر زید رضی اللہ عنہ کی جانب حضور مخاطب ہوئے۔ فرمایا ابھی تو وعدہ میں تین دن باقی ہیں۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اس کا قرض ادا کردو۔ بیس صاع زیادہ بھی دینا کہ تم نے اسے دھمکایا اور ڈرایا بھی تھا[1] (اس حسنِ سلوک پر زید نے کلمہ پڑھ لیا)

۲- ایک اعرابی آیا۔ اس نے زور سے آں حضرت ﷺ کی چادر کو جو موٹے کنارے کی تھی' جھٹکا دیا۔ وہ کنارہ آنحضرت ﷺ کی گردن میں گڑ گیا اور نشان پڑ گیا۔ اعرابی نے اب زبان سے یہ کہا' محمد ﷺ! یہ مالِ خدا جو تمہارے پاس ہے۔ نہ تیرا ہے اور نہ تیرے باپ کا ہے۔ اس میں سے ایک بار شتر مجھے بھی دلاؤ۔

نبی اکرم ﷺ نے ذرا خاموشی کے بعد فرمایا۔ مال بے شک خدا کا ہے اور میں اس کا غلام ہوں۔ بالآخر حکم فرمایا کہ ایک بار شتر جو اور ایک بار شتر کھجوریں اسے دی جائیں[2]

۳- طائف میں آنحضرت ﷺ وعظ اور تبلیغ کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ وہاں کے باشندوں نے حضور ﷺ پر کیچڑ پھینکی' آوازے لگائے' اتنے پتھر مارے کہ حضور ﷺ لہو سے تربتر اور بے ہوش ہو گئے۔ پھر بھی یہی فرمایا کہ میں ان لوگوں کی ہلاکت نہیں چاہتا کیونکہ اگر یہ ایمان نہیں لاتے تو اُمید ہے کہ ان کی اولاد مسلمان ہو جائے گی۔[3]

عفوورحم: ۱- عائشہ طیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی ذات مبارک کی بابت کسی سے انتقام نہیں لیا۔

۲- جنگ احد میں کافروں نے نبی اکرم ﷺ کے دانت توڑے۔ سر پھوڑا۔ حضور ﷺ ایک غار میں بھی گر گئے تھے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم نے عرض کیا کہ ان پر بددعا فرمایئے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ میں لعنت کرنے کیلئے نبی نہیں بنایا گیا۔ خدا نے مجھے لوگوں کو اپنی بارگاہ میں بلانے کیلئے بھیجا ہے۔ اس کے بعد یہ دعا فرمائی۔ اے خدا میری قوم کو ہدایت فرما۔ وہ (مجھے) نہیں جانتے ہیں۔[4]

۳- ایک درخت کے نیچے آں حضرت ﷺ سو گئے۔ تلوار شاخ سے آویزاں کر دی۔ غورث بن الحراث آیا' تلوار نکال کر نبی اکرم ﷺ کو گستاخانہ جگایا۔ بولا اب تم کو کون بچائے گا' فرمایا اللہ۔ وہ چکر کھا کر گر پڑا۔ آں حضرت ﷺ نے تلوار اٹھالی' فرمایا۔ اب تجھے کون بچا سکتا ہے' وہ حیران ہو گیا۔ فرمایا جاؤ میں بدلہ نہیں لیا کرتا۔[5]

۴- ہبار نے آنحضرت ﷺ کی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا کے نیزہ مارا۔ وہ ہودج سے نیچے گر گئیں اور حمل ساقط ہو گیا' اور بالآخر یہی صدمہ ان کی موت کا باعث ہوا۔ ہبار نے عفو کی التجا کی اور اسے معاف فرمایا۔[6]

۵- فرمایا زمانہ جاہلیت سے لے کر جن باتوں پر قبائل میں باہمی جنگ وجدل چلا آتا ہے میں سب کو معدوم کرتا ہوں اور سب سے پہلے اپنے خاندان کے خون کا دعویٰ اور اپنے چچا کے رقوم قرضہ کو معاف کرتا ہوں۔[1]

صدق و امانت: ۱- جانی دشمن بھی نبی اکرم ﷺ کے ان اوصاف کے قائل تھے۔ صادق و امین بچپن ہی سے آنحضرت ﷺ کا خطاب پڑ گیا تھا۔ انہی اوصاف کی وجہ سے قبل از نبوت بھی لوگ اپنے مقدمات کو انفصال کے لیے آنحضرت ﷺ کے پاس لایا کرتے تھے۔[2]

---

[1] شفاء عیاض ص ۴۸- رواہ البیہقی اس کے بعد زید مسلمان ہو گیا۔ [2] صحیحین عن انس رضی اللہ عنہ و شفاء ص ۴۸- [3] صحیح بخاری

[4] شفاء عیاض ۴۷- [5] صحیح بخاری باب غزوہ ذات الرقاع و شفاء ص ۴۸-

[1] دیکھو بیان فتح مکہ۔

Marfat.com

۲-ایک روز ابوجہل نے کہا۔ محمد ﷺ۔ میں تجھے جھوٹا نہیں سمجھتا' لیکن تیری تعلیم پر میرا دل نہیں ٹھہرتا۔[۳]

۳-شب ہجرت کو کفار نے تو آں حضرت ﷺ کے قتل کا مشورہ اور اتفاق کیا تھا اور حضور ﷺ نے پیارے بھائی علی رضی اللہ عنہ کو اس کے لیے پیچھے چھوڑا کہ ان کی امانتوں کو ادا کر کے آنا۔

عفت و عصمت: آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں' ایام جاہلیت کی رسموں میں سے میں نے کبھی کسی میں بھی حصہ نہیں لیا۔ صرف دو دفعہ ارادہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی بچالیا۔ دس برس سے کم عمر تھی میں نے اس چرواہے کو جس کے ساتھ میں بکریاں چراتا تھا' کہا اگر تم میری بکریاں سنبھالے رکھو تو میں مکہ (آبادی کے اندر) جاؤں۔ جیسے اور نوجوان کہانیاں کہتے سنتے ہیں' میں بھی کہانیاں کہوں سنوں۔ اس ارادہ سے میں شہر کو آیا۔ پہلے ہی گھر پہنچا تھا کہ وہاں دف ومزامیر بج رہے تھے۔ اس گھر میں بیاہ تھا۔ میں انہیں دیکھنے لگا' نیند نے غلبہ کیا' میں سو گیا' جب سورج نکلا تب آنکھ کھلی۔ ایک دفعہ پھر ایسی ہی نیت سے آیا تھا۔ اسی طرح نیند آ گئی اور وقت گزر گیا۔ ان دو واقعات کے سوا میں نے کبھی مکروہات جاہلیت کا ارادہ بھی نہیں کیا۔[۴]

عہد نبوت سے پہلے کا ذکر ہے زید بن عمرو بن نفیل نے نبی اکرم ﷺ کی دعوت کی' دستر خواں پر گوشت بھی آیا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اِنّی لَا اٰکل مما تذبحون علیٰ انصابکم وَلاَ اٰکل اِلَّا مَاذُکِرَ اسْمُ اللہ علیہ ۔ میں وہ گوشت نہیں کھاتا جو بتوں یا استھانوں کی قربانی کا ہو۔ میں تو صرف وہی گوشت کھایا کرتا ہوں جس پر ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا گیا ہو۔[۵]

زہد: آنحضرت ﷺ کی دعا یہ تھی۔ یا ربّ اجوع یوماً واشبع یوماً فاماالیوم الذی اجوع فیه فاتضرع الیك وادعوك . واماالیوم الذی اشبع فیه فاحمدك واثنیٰ علیك . الٰہی ایک دن بھوکا رہوں' ایک دن کھانے کو ملے' بھوک میں تیرے سامنے گڑگڑایا کروں تجھ سے مانگا کروں اور کھا کر تیری حمد وثناء کیا کروں۔[۶]

۲-صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں' ایک ایک مہینہ برابر ہمارے چولہے میں آگ روشن نہ ہوتی۔ حضرت ﷺ کا کنبہ پانی اور کھجور پر گزران کرتا۔[۱]

۳-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے مدینہ آ کر تین دن تک برابر گیہوں کی روٹی کبھی نہیں کھائی۔[۲]

۴-نبی اکرم ﷺ نے انتقال فرمایا تو اس وقت آنحضرت ﷺ کی زِرہ ایک یہودی کے پاس بعوض غلہ جو رہن تھی۔[۳]

۵-آنحضرت ﷺ اس دنیا کی آخری شب میں تھے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پڑوسن سے چراغ کے لیے تیل منگوایا تھا۔[۴]

۶-دعا فرمایا کرتے۔ الٰہی آل محمد ﷺ کو صرف اتنا دے جتنا پیٹ میں ڈال لیں۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ زُہد کی یہ تمام صورتیں اختیاری تھیں۔ لاچاری کچھ نہ تھی اور اس زہد سے مقصود نبی اکرم ﷺ کا یہ تھا کہ کسی حلال شے کے استعمال یا انتفاع میں کوئی روک پیدا کریں۔ ایسے خیال سے صرف ایک بار نبی اکرم ﷺ نے شہد کا استعمال چھوڑ دیا تھا۔ اس کی وجہ بھی یہ تھی کہ ایک بیوی نے شہد کی بو کو اپنی طبع کے خلاف بتایا تھا۔ اللہ عزوجل نے نبی ﷺ سے فرما دیا کہ یہاں تک کھینچ نہیں کرنی چاہیے۔[۵]

---

[۱] صحیح بخاری خطبہ نبوی ﷺ بروز فتح مکہ۔ [۲] شفاء قاضی عیاض ص ۴۹۔ [۳] شفاء ص ۵۹۔

[۴] شفاء ص ۶۰۔ [۵] بخاری عن عبداللہ رضی اللہ عنہ کتاب الصید والذبائح [۶] شفاء ص ۶۲۔

Marfat.com

صنفِ ضعیف (عورتوں) کی اعانت اور ان کی آسائش کا خیال: ۱- اُم المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا ایک سفر میں ساتھ تھیں۔ وہ تمام جسم کو چادر سے ڈھانپ کر اونٹ کی پچھلی نشست پر نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سوار ہوا کرتی تھیں، جب وہ اونٹ پر سوار ہونے لگتیں۔

یجلس عند بغیر فیضع رکبته فتضع صفیه رجلها علی رکبته حتی ترکب[۱]	تب آنحضرت ﷺ اپنا گھٹنہ آگے بڑھا دیتے صفیہ رضی اللہ عنہا اپنا پاؤں آنحضرت ﷺ کے گھٹنے پر رکھ کر اونٹ پر چڑھ جایا کرتیں۔

۲- ایک دفعہ ناقہ کا پاؤں پھسلا، نبی ﷺ اور ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا دونوں گر پڑے۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ دوڑے، دوڑے رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہوئے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا **علیك بالمراة** تم پہلے عورت کی خبر لو۔[۷]

۳- ایک سفر میں اونٹوں کے کجاووں میں عورتیں سوار تھیں۔ ساربان جو اونٹوں کی مہار پکڑے جاتا تھا۔ حدی خوانی کرنے لگا۔ حدی ایسی آواز میں شعر پڑھنے کو کہتے ہیں، جس سے اونٹ تیز چلنے لگتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا دیکھو کانچ کے شیشوں کو توڑ پھوڑ نہ دینا۔[۸]

اس ارشاد میں عورتوں کو کانچ کے آلات سے نبی اکرم ﷺ نے تشبیہ دی ہے۔ نفاست و نزاکت کے علاوہ وجہ تشبیہ عورتوں کا ضعف خلقت ہے جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ آرام اور آسائش کی مستحق ہیں۔

اسیرانِ جنگ کی خبر گیری: اسیران جنگ کی خبر گیری مہمانوں کی طرح کی جاتی تھی۔ جنگ بدر میں جو قیدی مدینہ منورہ میں چند روز تک مسلمانوں کے پاس اسیر رہے۔ ان میں سے ایک کا بیان ہے کہ خدا مسلمانوں پر رحم کرے۔ وہ اپنے اہل و عیال سے اچھا ہم کو کھلاتے تھے اور اپنے کنبے سے پہلے ہمارے آرام کی فکر کیا کرتے تھے۔ جب قیدی اسیر ہو کر آتے تو نبی اکرم ﷺ پہلے ان کے لباس کی فکر کیا کرتے تھے۔[۱]

مردانہ ورزشیں: مردانہ ورزشوں کا شوق دلایا کرتے۔ رکانہ عرب کا مشہور شاہ زور پہلوان تھا۔ وہ اپنے پچھڑ جانے کو اسلام لانے کی شرط ٹھہراتا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے اسے تین بار پچھاڑ دیا تھا۔[۲]

تیر افگنی: نشانہ بازی کا لوگوں کو شوق دلایا کرتے۔ نشانہ بازی کی مشق کے لیے لوگوں کو دو حصوں میں بانٹ دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ فرمایا، تیر چلاؤ، میں اس پارٹی کی طرف ہوں گا۔ یہ سن کر دوسری پارٹی نے تیر چلانے سے ہاتھ روک لیا۔ سبب پوچھا گیا، انہوں نے کہا 'جب اس پارٹی میں رسول اللہ ﷺ شامل ہیں تو ہم اس کے مقابلہ میں کیونکر تیر افگنی کر سکتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ تیر چلاؤ۔ میں تم سب کے ساتھ ہوں۔ **اِرْمُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ**[۳]

گھوڑ دوڑ: گھوڑوں کی دوڑ آنحضرت ﷺ کے حکم سے کرائی جاتی تھی۔ لمبی دوڑ ۵ یا ۶ میل اور ہلکی دوڑ ایک میل کی ہوتی تھی۔[۴]

مردم شماری: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: **اکتبو الی من تلفظ بالاسلام من الناس** تمام کلمہ گو اشخاص کے نام میرے ملاحظہ کے لیے قلمبند کیے جائیں۔ اس حکم کی تعمیل ہوئی۔ اس وقت مسلمانوں کا شمار ڈیڑھ ہزار ہوا۔ اس تعداد پر مسلمانوں نے اللہ کا شکر کیا۔ خوشی

۱۔ بخاری عن عائشہ رضی اللہ عنہا ۲۔ صحیح بخاری عن عائشہ رضی اللہ عنہا کتاب الاطعمہ ۳۔ صحیح بخاری عن عائشہ رضی اللہ عنہا ۴۔ صحیح بخاری عن عائشہ رضی اللہ عنہا ۵۔ یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ (۶۶:۱) ۶- صحیح بخاری باب یسافر بالجاریۃ۔ عن انس رضی اللہ عنہ۔ ۷۔ صحیح بخاری باب استقبال الغزاۃ۔ عن انس رضی اللہ عنہ۔ ۸۔ صحیح مسلم۔

Marfat.com

منافی' مسلمان کہتے تھے اب ہم ڈیڑھ ہزار ہو گئے ہیں۔ اب ہمیں کیا ڈر رہا ہے۔ ہم نے تو وہ زمانہ دیکھا ہے جب ہم میں سے کوئی اکیلا ہی نماز پڑھا کرتا تھا اور اسے ہر طرف سے دشمنوں کا خوف لگا رہتا تھا[۵]

افسوس ہے کہ اس روایت سے یہ پتہ نہیں لگتا کہ یہ شمار کس سنہ میں ہوا تھا۔ صحیح بخاری کی دیگر روایات سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ تیسری مردم (مسلم) شماری تھی۔ پہلی دفعہ کے شمار میں مسلمانوں کی تعداد ۵۰۰ دوسری میں ۶۰۰ اور ۷۰۰ کے درمیان تعداد تھی۔

تعلیمات رسالت: آں حضرت ﷺ کی تعلیم پاک اعتقادات' عادات' معاملات' عبادات' مہلکات' منجیات' احسانیات کے متعلق ایک بحر نا پیدا کنار ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت اور اسلام کی برتری کا مدار اسی تعلیم پر ہے۔ میرا مقصود اس جگہ صرف نمونہ دکھانا ہے۔

خدا کا حق بندوں پر بندوں کا حق خدا پر: حق الله علی عباده ان یعبدوه و لا یشر کوا به شیئا و حق العباد علی الله اذافعلوه ان لا یعذبهم[۱]

ترجمہ: اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ بندے اس کی عبادت کریں اور کسی چیز کو بھی اس کا شریک نہ بنائیں۔

۲- بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ جب وہ اللہ کا حق ادا کریں' تب وہ انہیں عذاب نہ دے گا۔

رحمت الٰہیہ کا بیان: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا خدا نے اس کتاب میں جو اس کے پاس عرش پر ہے یہ لکھ کر رکھا ہے۔

اِنَّ رَحْمَتِیْ غَلَبَتْ غَضَبِیْ[۲] میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے

خدمت والدین: ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ میں جہاد (دشمنان دین سے جنگ) کرنا چاہتا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے پوچھا تیرے ماں باپ زندہ ہیں؟ وہ بولا! ہاں! فرمایا انہی میں انہی (کی خدمت) جہاد (حد درجہ کی کوشش) کرو[۳]

نصرت باہمی: المؤمن للمؤمن کالبنیان یشد بعضه بعضاً و شبك بین اصابعه[۴]

ترجمہ: "ایک مومن دوسرے مومن کیلئے ایسا ہے جیسے بنیاد کی اینٹیں۔ ایک سے دوسرے کو قوت ملتی ہے پھر اپنے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر دکھایا۔ یعنی مومن اس طرح ملے جلے رہتے ہیں۔

مسلمان کون ہے: المسلم من سلم المسلمون من لسانه و یده[۵]

ترجمہ: مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں۔

ایمان کا کمال۔: لا یؤمن احد کم حتّٰی یحبّ لاخیه ما یحب لنفسه[۶]

ترجمہ: تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھی وہی پسند نہ کرے جو کچھ خود اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

---

۱ صحیح بخاری باب الکسوۃ للا ساری عن جابر رضی اللہ عنہ ۲ شفاء قاضی عیاض ص ۳۴ ۳ صحیح بخاری عن سلمہ رضی اللہ عنہ بن الاکواع باب التحریض علی الرمی صحیح بخاری عن ابی عمر رضی اللہ عنہ باب السبق بین الخیل ۴ صحیح بخاری عن حذیفہ رضی اللہ عنہ باب کتابۃ الامام الناس (کتاب الشہادۃ ۵ ایضاً)

۱ صحیح بخاری عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کتاب الرقاق ۲ صحیح بخاری عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کتاب الخلق ۳ صحیح بخاری عن عمر رضی اللہ عنہ کتاب الادب ۴ صحیح بخاری عن موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب المظالم۔ ۵ صحیح بخاری عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ۔ کتاب الایمان۔

۶ صحیح بخاری عن انس رضی اللہ عنہ کتاب الایمان۔

Marfat.com

شیرینی ایمان: ثلاث مَنْ کنّ فیہ وجد حلاوۃ الایمان ان یکون اللہ و رسولہ احبّ الیہ ممّا سواھما ۔ وان یحبّ المرء لا یحبّہ الّا للہ و ان یکرہُ ان یعود فی الکفر کمایکرہ ان یقذف فی النّار[۱]

ترجمہ: تین باتیں ہیں جس میں یہ ہوں گی' وہ ایمان کی حلاوت چکھ لے گا۔

۱- خدا اور خدا کے رسول کی محبت اسے سب سے بڑھ کر ہو۔ ۲- کسی بھائی سے اللہ کے لئے ہی محبت رکھتا ہو' کوئی غرض شامل نہ ہو۔

۳- کفر میں جا پڑنے کو ایسا برا جانتا ہو۔ جیسا آگ میں گر جانے کو سمجھتا ہے۔

پسندیدہ اعمال: لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ کو کونسا عمل زیادہ پسند ہے۔ آپ نے فرمایا:

ادومہ و ان قلّ — جو عمل ہمیشہ کیا جائے اگرچہ مقدار میں کم ہی ہو۔

پھر فرمایا: اکلفوا من العمل ما تطیقون[۲] — عمل (عبادت) اتنا ہی کیا کرو' جسے بآسانی کر سکو۔

اعمال شاقہ سے ممانعت: نبی اکرم ﷺ نے ایک گھر میں رسی لٹکتی دیکھی' پوچھا یہ کیا ہے۔ لوگوں نے کہا۔ فلاں عورت نے لٹکا رکھی ہے۔ رات کو (عبادت کرتی ہوئی) جب اونگھنے لگتی ہے تو اس سے لٹک پڑتی ہے۔ فرمایا اسے کھول دو۔ عبادت (نافلہ) اس وقت تک کرو کہ نشاط طبع قائم رہے۔[۳]

۲- بنی اسد کی ایک عورت کی بابت نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا گیا کہ وہ تمام شب عبادت کرتی ہے۔ فرمایا ایسا نہ کرو۔ اعمال بقدر طاقت ادا کرو۔[۴]

۳- عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے آں حضرت ﷺ نے پوچھا میں نے سنا ہے کہ تم راتوں کو برابر جاگتے اور دن کو برابر روزہ رکھا کرتے ہو' عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا' ہاں! فرمایا:

فلا تفعل صم و افطر تم و نم فان لجسدك علیك حقاً و ان لعینك علیك حقاً و ان لزوجك علیك حقاً[۵]

ترجمہ: اب ایسا نہ کرو۔ روزہ بھی رکھو اور کچھ وقت کے لیے چھوڑ بھی دو۔ رات کو عبادت کے لیے جاگو بھی اور سوؤ بھی۔ دیکھ تیرے جسم کا بھی تجھ پر حق ہے' تیری آنکھ کا بھی تجھ پر حق ہے' تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے۔

محنت کی تعریف مانگنے کی برائی: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اگر کوئی شخص لکڑیوں کا گٹھا پیٹھ پر لایا کرے۔ تو یہ اس کے لیے بہتر ہے اس سے کہ وہ لوگوں سے مانگا کرے اور لوگ اسے دیا کریں۔[۶]

۴ صحیح بخاری عن عائشہ رضی اللہ عنہا کتاب النوافل ۵ صحیح بخاری عن عبداللہ رضی اللہ عنہ کتاب النکاح۔

۶ بخاری عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ باب کسب الرجل وعملہ بیدہ

کن لوگوں پر رشک کرنا چاہیے: فرمایا: قابل رشک دو[۲] شخص ہیں۔

۱- جسے خدا نے مال دیا اور اس مال کو جائز جگہ صرف کرنے کی توفیق بھی اسے ملی ہو۔

۲- جسے خدا نے حکمت عطا کی ہو وہ اس پر خود عمل کرتا ہو اور دوسرے کو اس کی تعلیم دیتا ہو۔[۱]

بہترین اخلاق کی تعلیم: سددو اوقاربو اوبشروا فانہ لایدخل احدًا لجنۃ عملہ[۲]

ترجمہ: راستبازی اختیار کرو' باہمی محبت کو بڑھاؤ۔ لوگوں کو خدا کی طرف سے بشارت پہنچاؤ۔ عمل تو کسی کو بھی جنت میں نہیں لے

۱ صحیح بخاری عن انس رضی اللہ عنہ کتاب الایمان ۲ صحیح بخاری۔ کتاب الرقاق۔ ۳ صحیح بخاری عن انس رضی اللہ عنہ بن مالک کتاب النوافل۔

Marfat.com

جا سکتا۔"

اخلاق رذیلہ سے نہی اور اخوت کا حکم: ایاکم والظنّ فانّ الظّن اکذب الحدیث ولا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَجَسَّسُوْ والا تباغضوا ولا تدابرو او کونوا عباداللہ اخوانا ۔[۳]

ترجمہ:۔خبردار بدگمانی کو اپنی عادت نہ بنانا۔ بدگمانی میں تو جھوٹ ہی جھوٹ ہوتا ہے۔ بے بنیاد باتوں پر کان نہ لگاؤ۔ اوروں کے عیب نہ تلاش کرو آپس میں بغض نہ رکھو' کسی سے روگردانی نہ کرو۔ اے اللہ کے بندو۔ آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔ (جیسا کہ تم سب اللہ کے بندے ہو)۔

ہمسایہ اور مہمان کا حق: من کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلا یُؤْذجارہٗ ومن کان یومَن باللہ والیوم الاٰخر فلیکرم ضیفہ[۴]

کلام اور خاموشی: من کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلیقل خیرًا وَلْیَصْمُتْ[۵]

ترجمہ:۔جو کوئی شخص خدا اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے اسے لازم ہے بات کہے تو اچھی کہے ورنہ خاموش رہے۔

نجات کیلئے رسول کی ضمانت: من یضمن لی ما بین لحییہ و مابین رِجلیہ اضمن لہ الجنۃ[۶]

ترجمہ:۔اگر کوئی شخص مجھے ضمانت دے' اس چیز کی جو اس کے جبڑوں کے درمیان ہے (یعنی زبان) اور اس چیز کی جو اس کی ٹانگوں کے درمیان ہے۔ (یعنی پردہ کا جسم) تو میں اس کے لیے جنت کا ضامن بنتا ہوں۔

صبر و شکر کی تعلیم: اذانظر احدکم الیٰ من فضّل علیہ فی المال والخلق فلینظر الیٰ من ھو اسفل منہ ۔[۷]

ترجمہ:۔اگر ایسے شخص پر تمہاری نظر پڑے جو مال اور حسن میں تم سے بڑھ کر ہے تو ایسے شخص کو بھی دیکھو جو ان چیزوں میں تم سے کمتر ہے۔

پہلوان کون ہے؟ لیس الشّدید بصرعہ اِنما الشّدید من یملک نفسہ عندالغضب[۱]

ترجمہ:۔شہ زور وہ نہیں ہے جو دوسروں کو پچھاڑ دیتا ہے شہ زور تو وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو تھام لیتا ہے۔

منادیان اسلام کا فرض: یسّرا ولاتعسّرا و بشّرا ولا تنفرو او تطاوعا[۲]

ترجمہ:۔(معاذ رضی اللہ عنہ بن جبل اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم ﷺ نے ملک یمن میں تعلیم اسلام کی اشاعت کے لیے مامور فرمایا تھا۔ روانگی کے وقت انہیں ارشاد فرمایا) لوگوں کے ساتھ آسانی پسند کرنا۔ انہیں سختی مین نہ ڈالنا۔ خوشخبری اور بشارت انہیں سنانا۔ دین سے نفرت نہ دلانا اور تم آپس میں مل جل کر رہنا۔

اثر محبت: اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ[۳]

ترجمہ: جسے جس کے ساتھ محبت ہے وہ اس کے ساتھ ہوگا۔

قیدیوں' مسکینوں' بیماروں سے برتاؤ کا حکم: فکوا لعافی و اطعموا الجائع دعو دوا المریض[۴]

ترجمہ:۔اسیروں کو رہائی دلاؤ' بھوکوں کو کھانا کھلاؤ۔ بیماروں کی خبر گیری کرو۔

---

۱ بخاری عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ کتاب الزکوۃ ۲ بخاری عن عائشہ رضی اللہ عنہا کتاب الرقاق۔

۳ بخاری عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ کتاب الفرائض ۴ بخاری عن ابی ہریرۃ کتاب الرقاق۔

۵ بخاری عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ کتاب الرقاق۔ ۶ بخاری عن سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کتاب الرقاق۔

۷ بخاری عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ کتاب الرقاق۔

Marfat.com

درخت لگانے کا ثواب: ۔ اگر کسی مسلمان نے درخت لگایا۔ جس کا پھل کسی انسان یا جانور نے کھایا تو لگانے والے کے لیے یہ صدقہ ہوگا۔[۵]

حیوانات سے ہمدردی کا حکم: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ ایک شخص راہ چلتا تھا۔ اسے سخت پیاس لگی۔ کنواں ملا' کنوئیں کے اندر اُتر کر اس نے پانی پیا۔ جب باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک کتا زبان باہر نکالے پیاس کے مارے نمناک زمین کو چاٹ رہا ہے۔ اس شخص نے کہا کتے کو بھی پیاس لگی ہے۔ جیسے مجھے لگی تھی۔ پھر وہ کنویں میں اترا۔ اپنا موزہ پانی سے بھر کر لایا اور کتے کو پلایا۔ خدا نے اس عمل کو قبول فرما کر اس شخص کو بخش دیا۔

صحابہ رضوان اللہ علیہم نے یہ سن کر دریافت کیا' یارسول اللہ (ﷺ) کیا حیوانات کے لیے بھی ہم کو اجر ملے گا۔[۶]

نبی ﷺ نے فرمایا ہر ایک جاندار جس کے کلیجہ میں نم ہے۔ (جو زندہ ہے) کے متعلق تم کو اجر ملے گا۔

لونڈیوں کو تعلیم دینے کا ذکر: من کانت له جارية فعلمها و احسن اليها ثم اعتقها و تزوجها كان له اجران۔[۷]

ترجمہ: اگر کسی کے پاس لونڈی ہو تو وہ اسے علم سکھائے۔ اچھے سلوک سے رکھے پھر اسے آزاد کر دے' پھر اسے بیوی بنالے تب اس شخص کو دوچند اجر ملے گا۔

لڑکیوں کی تعلیم وادب کا ذکر: اصیب عبداللہ و ترك جواری صغارًا فزوّجت ثيباً تعلّمهن و تؤدّبهن[۱]

ترجمہ: ۔ عبداللہ مر گیا ہے' چھوٹی چھوٹی لڑکیاں چھوڑ گیا ہے۔ اس لیے میں نے ایک بیوہ سے نکاح کیا کہ وہ انہیں علم وادب سکھائے۔

منافق کون ہے؟: چار خصلتیں جس شخص کے اندر ہوں' وہ منافق ہے اگر ان چار میں سے کوئی ایک خصلت اس میں ہے تو نفاق کی ایک علامت اس کے اندر ہے۔

۱- بولے تو جھوٹ بولے۔ ۲- وعدہ کرے تو خلاف کرے۔
۳- عہد کرے تو پورا نہ کرے۔ ۴- جھگڑنے لگے تو فحش بکنے لگے۔

مہاجر کون ہے؟ والمهاجر من هجر ما نهى الله عزّ و جلّ منه[۳]

ترجمہ: ۔ خدا کی راہ میں ہجرت کرنے والا وہ شخص ہے جو خدا کی منع کی ہوئی چیزوں سے الگ ہو جاتا ہے۔

قیامت کے دن سایہ ربانی کن لوگوں پر ہوگا: ۱- بادشاہ عادل۔
۲- وہ نوجوان جس نے جوانی میں عبادت الٰہی کی ہو۔
۳- وہ شخص جسے تنہائی میں خدا یاد آتا ہو اور اس کی آنکھیں ڈبڈبا آتی ہوں۔
۴- وہ شخص جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہو۔
۵- وہ دونوں شخص جن کی محبت للّٰہیت پر ہو۔
۶- وہ شخص جسے کوئی حسینہ اور اعلیٰ درجہ کی عورت اپنی جانب بلائے اور کہہ دے کہ میں خدا سے ڈرتا ہوں۔

۱ بخاری عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ کتاب البر والصلہ ۔ ۲ بخاری کتاب البر والصلہ ۔ ۳ بخاری عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ کتاب البر ۔ ۴ بخاری عن انس رضی اللہ عنہ کتاب الادب ۔ ۵ بخاری عن انس رضی اللہ عنہ کتاب الادب ۔ ۶ بخاری عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ کتاب آباء اعلیٰ بطریق ۔ ۷ بخاری عن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ باب من ادب جاریہ وعلمہا کتاب العتق ۔

Marfat.com

۷- وہ شخص جو مخفی طور پر خیرات دیتا ہو اس کے بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہیں کہ دائیں نے کیا دیا۔

یہ ہیں وہ سات اشخاص جنہیں خدا قیامت کے دن اپنے سایہ میں لے لے گا جس دن کہیں سایہ نہ ہوگا۔[۴]

بادشاہ کی اطاعت کا حکم: مَنْ كَرِهَ مِنْ اميره شيئًا فليصبر عليه فانه من خرج من طاعة السلطان شبرًا مات ميتة جاهليّة[۵]

۲- انكم سترون بعدى اثرة و امورًا تنكرونها قالوانما تامرنا يا رسول الله قال ادّوالهم حقهم و سئلو الله حقكم[۶]

ترجمہ: اگر کسی شخص کو اپنے فرمانروا کی کوئی بات ناگوار گزرے اسے لازم ہے کہ صبر کرے کیونکہ اگر کوئی شخص بالشت بھر بھی اپنے بادشاہ کی اطاعت سے باہر نکلے گا اسے وہ موت نصیب ہوگی جو زمانہ قبل از سلام کی موت ہوتی تھی۔

۲- تم لوگ میرے بعد ناخوشگوار حالتیں اور ایسی باتیں دیکھو گے جنہیں تم ناپسند کرو گے، صحابہ رضوان اللہ علیہم نے پوچھا ایسی حالت کے لیے حضور ﷺ کا کیا حکم ہے؟ فرمایا تم ان کے حقوق ادا کرتے رہنا اور اپنے حقوق کی بابت خدا سے دعا مانگنا۔

سر برآوردہ لوگوں کو معاملات میں حصہ دینا: فارجعوا حتى يرفع الينا عرفاؤكم[۱]

ترجمہ: تم واپس جاؤ، اس معاملہ کو ہمارے سامنے تمہارے سر برآوردہ لوگ پیش کریں۔

سر برآوردہ لوگوں کا کام قوم کی نیابت کرنا ہے: فاخبروه ان الناس قد طيّبوا واذنوا[۲]

ترجمہ:۔ (سر برآوردہ لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے) آ کر عرض کیا کہ سب لوگ اس پر خوش ہیں اور انہوں نے ہم کو اس بارہ میں اجازت دے دی ہے۔

غیر مسلم زیر معاہدہ اقوام کی حفاظت: من قتل معاهدًا لم يرح رائحة الجنّة و ان ريها يوجد من مسيرة اربعين عاماً[۳]

ترجمہ:۔ اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم زیر معاہدہ (رعایا) شخص کو قتل کرے گا، تو وہ بہشت کی خوشبو بھی نہ سونگھنے پائے گا، حالانکہ بہشت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے آنے لگتی ہے۔

زیست کا درجہ قدر زندگانی:۔ لا يتمنّينّ احدكم الموت اما محسنًا فلعلّه ان يزداد خيرًا و اما مسيئا فَلَعَلَّهُ اَنْ يَّسْتَعْتِبَ[۴]

ترجمہ:۔ کسی شخص (مسلمان) کو موت کی آرزو نہیں کرنی چاہیے، اگر نیک ہے تو اس لیے کہ شاید وہ نیکیوں میں ترقی کر سکے اور اگر بد ہے اس لیے کہ شاید خوشنودی حاصل کر سکے۔ (توبہ سے)

صحت اور فراخ دستی کا درجہ: نعمتان مغبون منهما كثير من الناس الصحة والفراغ[۵]

ترجمہ:۔ دو نعمتیں ہیں جن کی قدر اکثر لوگ نہیں جانتے، وہ نعمتیں تندرستی اور فراخ دستی ہیں۔

ادائے قرضہ کی فضیلت:۔ ان خياركم احسنكم قضاءً[۶]

ترجمہ:۔ ایک شخص کا نبی اکرم ﷺ کو اونٹ دینا تھا، وہ تقاضا کرنے آیا، آں حضرت ﷺ نے اس کے اونٹ سے بہتر اونٹ خرید کر اسے دے دیا اور لوگوں سے فرمایا "نیک و برتر شخص وہ ہے جو قرض کو خوش اسلوبی سے ادا کرتا ہے"۔

دولت مندی کی تعریف: ليس الغِنٰى عن كثرة العرض ولكن الغنى غنى النفس[۷]

---

[۱] بخاری قول جابر رضی اللہ عنہ باب الشفاعة [۲] بخاری عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما [۳] ایضاً۔

[۴] بخاری عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ کتاب المحاربین۔ [۵] بخاری عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کتاب الفتنۃ۔ [۶] بخاری عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔ کتاب الفتنۃ۔

Marfat.com

ترجمہ:۔ دولت مندی زر و مال کی کثرت سے حاصل نہیں ہوتی۔ غنی وہ ہے جس کا دل غنی ہے۔

مساوات عامہ: لاَ فَضلَ لِعَرَبِي علىٰ عجميٍّ ولا لعجمِيٍّ علىٰ عربي ولا لِاَ بيَض علىٰ اسود وَلَا لِاَسْوَدَعلىٰ ابيض اِلَّا بِالتقوىٰ [1]

ترجمہ:۔ عرب کے کسی باشندے کو عجم کے کسی باشندے پر اور عجم کے کسی شخص کو عرب کے کسی شخص پر، گورے رنگ والے کو کالے رنگ والے آدمی پر اور کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ فضیلت کا ذریعہ تو صرف ''خدا ترسی'' ہے۔

رحم عامہ:۔ مَنْ لَّا يَرْحَمْ لَا يُرْحَمْ [2]

ترجمہ:۔ جو کوئی شخص دوسرے پر رحم نہیں کرتا' اس پر بھی رحم نہیں کیا جائے گا۔

وارثوں کے لیے ورثہ چھوڑنے کی فضیلت: ان تدع انت ورثتك اغنياء خيرا من ان تدعهم عالة يتكففون النّاس في ايديهم [3]

ترجمہ:۔ یہ بہتر ہے کہ تو اپنے وارث کو غنی چھوڑ مرے۔ بہ نسبت اس کے کہ وہ تہی دست ہو اور لوگوں کے سامنے سوال کے لیے ہاتھ پھیلاتا رہے۔

عورتوں کی مثال اور ان سے گزران کی ہدایت: المرأة كالضّلع ان اقمتها كسرتها و ان استمعت بها استمعت بها و فيها عوج [4]

ترجمہ: عورت کو ایسا سمجھو جیسے پسلی کی ہڈی' اس ہڈی کو اگر سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ بیٹھو گے اور اگر اس سے کام لینا چاہو گے تو وہ ٹیڑھے پن ہی میں کام دے گی۔

عورت کا درجہ گھر میں: اَلْمَرْأَةُ راعية علىٰ بيت زوجها و ولده [5]

ترجمہ:۔ عورت اپنے شوہر کے گھر میں اور اولاد پر حکمران ہے۔

ماہر قرآن کا درجہ: الماهر بالقراٰن مع السفرة الكرام البَرَرَةِ [6]

ترجمہ:۔ قرآن مجید کا جاننے والا بزرگ نیکوکار، سفیروں (فرشتوں) کے ساتھ ہوگا۔

اللہ کے نزدیک پسندیدہ کلام: كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ [7]

ترجمہ:۔ دو بول ہیں جو رحمان کو پیارے ہیں' زبان پر ہلکے ہیں' میزان اعمال میں بھاری ہیں وہ یہ ہیں
''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ

---

[1] بخاری عن مسور بن مخرمة رضی اللہ عنہ۔ کتاب الاحکام (دوبارہ طے شرائط صلح بموقع جنگ ہوازن) [2] بخاری عن مسعود رضی اللہ عنہ (جنگ ہوازن)
[3] بخاری عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کتاب الجزیۃ [4] بخاری عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ کتاب الطب۔ [5] بخاری عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کتاب الرقاق۔
[6] بخاری عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کتاب الاستقراض۔ [7] بخاری عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ کتاب الرقاق۔
[1] زاد المعاد جلد۲ ص۱۸۵۔ [2] بخاری عن جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ۔ [3] بخاری عن سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص کتاب الوصایا۔ [4] صحیح بخاری۔
[5] بخاری عن ابن عمر رضی اللہ عنہما۔ [6] بخاری تعلیقا (کتاب التوحید) [7] بخاری۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ خاتمہ کتاب۔

Marfat.com

باب نمبر ۱۵

قرآن مجید

ہمارے سیدنا و مولانا نبی مصطفیٰ ﷺ کے حالات اگر کوئی فاضل مبسوط و مشرح لکھے تو ضرور ہے کہ وہ علوم قرآن سے بھی بحث کرے لیکن اگر کوئی شخص میری طرح مختصر، سادہ سادہ حالات لکھ رہا ہو تو اسے بھی لازم ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم کا نمونہ پیش کر دے۔ گو اسرار و حکم اور خصوصیات قرآن پاک کے مباحث کو وہ چھوڑ ہی دے کیونکہ جس سیرۃ نبویہ کے ساتھ قرآن مجید کا نمونہ نہیں دکھایا جاتا۔ وہ کتاب بے حد نامکمل ہے۔ اُم المومنین، عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے دریافت کیا تھا کہ آنحضرت ﷺ کے اخلاق کیسے تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ قرآن مجید آنحضرت ﷺ کا خلق ہے۔

ہمارا ایمان ہے کہ قرآن مجید کا ہر لفظ رب العالمین کا کلام ہے لیکن اہلِ عالم کو اس کلام ربانی سے روشناس و متعارف نبی اکرم ﷺ ہی نے کرایا ہے۔"

یہ پاک کلام تیئیس ۲۳ سال کی مدت میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا۔ یہ انہی الفاظ میں دنیا میں مشتہر و محفوظ، زبانوں پر جاری، دلوں پر قابض، دماغوں پر حاوی ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے پڑھ کر سنائے تھے۔ یہ کلام پاک دنیا کے ہر طبقہ پر موجود ہے۔ دنیا کے ہر حصہ پر کروڑوں اشخاص ہر روز پانچ دفعہ اس کے مختلف حصوں کو ضرور پڑھ لیتے ہیں۔

جب سے اس کا نزول ہوا اس کا ظہور ترقی پذیر رہا ہے، اس وقت سے لے کر جب اسے اکیلی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا (ام المومنین) نے سنا، لحظہ بہ لحظہ، روز بروز اس کے ماننے والوں کی تعداد ترقی پذیر رہی ہے، کوئی موسم، کوئی رسم و رواج کسی جگہ کے ماننے والوں یا انکار کرنے والوں کے موافق یا ناموافق حالات اس کی ترقی کے لیے روک نہیں بن سکتے:

مختلف ملکوں اور مختلف زبانوں میں اس کے ترجمے غلط کیے گیے۔ اس کی سچی صاف تعلیم پر غلط حاشیے چڑھائے گئے لیکن کوئی تدبیر بھی اس کی اشاعت کو نہ روک سکی اور اس کی وسعت پذیر ترقی کو محدود نہ کر سکی۔

یہ جس زبان میں پہلے پہل جلوہ گر ہوا اسی میں اب تک نور گستر ہے اور ایک عالم اس کی روشنی سے منور ہے لیکن دنیا کی اور تمام مقدس کتابیں کیا توراۃ و زبور، کیا انجیل اور اس کے خطوط، کیا وید، کیا ژندو پاژند اس وصف سے عاری ہیں۔ جس زبان میں وہ اتری تھیں آج دنیا پر اس زبان کا اور اس زبان کے بولنے والوں کا نام و نشان بھی باقی نہیں۔

قرآن مجید ان سب اعتراضات کو جو قرآن کے زمانہ نزول میں کیے گئے یا نبی اکرم ﷺ پر جو الزام لگائے گئے خود بیان کرتا ہے، اس لیے قرآن مجید اپنے لیے خود ایک سچی تاریخ بن گیا ہے جس میں تصویر کے ہر دو رخ دکھا دیے ہیں۔ قرآن عظیم نے اس بارہ میں اپنی صداقت اور استحکام کے اعتماد پر جس جرأت سے کام لیا ہے، دنیا کی کسی اور کتاب سے اس کا ظہور نہیں ہوا۔

قرآن حکیم کی تعلیم ایسی زبردست صداقت لیے ہوئے ہے کہ جن قوموں اور مذہبوں نے اسے علی الاعلان نہیں مانا۔ انہوں نے بھی

Marfat.com

اپنی کتابوں میں اسی تعلیم کے موجود ہونے کا دعویٰ کیا ہے جو سینکڑوں سال اس سے پہلے کی ہیں یا سینکڑوں سال بعد کی۔ صَدَقَ اللهُ تعالیٰ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ' میرے فقرہ کا مطلب آپ پر واضح ہو جائے گا جب آپ یہودیت' عیسائیت' موبدیت' بدھ مت اور ہندومت کے سناتن یا آریہ دھرم کے حالات قبل از نزول قرآن مجید کو پڑھیں گے اور پھر بعد از نزول قرآن پاک ان مذاہب کی ترقیات تا زمانۂ حال پر غور فرمائیں گے اور ان ترقیات کے ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھتے جائیں گے کہ اس ملک میں اس انقلاب سے پیشتر قرآنی تعلیم کا رواج ہو چکا تھا یا نہیں۔

اب خواہ کوئی قرآن مجید کے فیوض کو مانے' جیسا کہ مشہور بانیاں برہمو سماج کا حال ہے یا جیسا کہ رومن کیتھولک نے لوتھر کو الزام دیتے ہوئے اس امر کا اظہار کیا ہے کہ اس کے مسائل قرآن سے مستخرج ہیں:

خواہ کوئی نہ مانے' جیسا کہ بہت سے فرقوں کا حال ہے مگر عملاً انہوں نے قرآن مجید کی تعلیم کو لے لیا ہے' لے رہے ہیں اور ہر ایک ترقی کنندہ قوم (علیٰ رغم انف) مجبور ہے کہ اس کی تعلیم کو لیتی رہے کہ جہاں تک مجھے علم ہے قرآن مجید ہی ایک ایسی کتاب ہے جو ''اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ'' کی بشارت سناتا ہے۔''

میں نے آیات کے ساتھ صرف سادہ ترجمہ لکھ دیا ہے اس سے زیادہ کچھ لکھنا اس کتاب کے موضوع سے باہر تھا کیونکر میں ایک سلیس اور آسان کتاب پیش کرنا چاہتا ہوں' جس کے پڑھ لینے کے بعد پڑھنے والا' نبی کریم ﷺ اور قرآن عظیم کی بابت کچھ تو معلوم کر سکے۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَيْهِ اُنِيْبُ مسلمان براہ مہربانی دیکھیں کہ قرآن مجید کس نمونہ کے مسلمان تیار کرتا ہے۔

Marfat.com

الٰہیات

ا۔ذات خداوندی کا عرفان: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ترجمہ:۔اللہ کے نام سے شروع ہے جو کمال رحمت والا اور دائمی رحم والا ہے۔

۲-لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ج (۱۰۴:۶)

حواس اور عقول خدا کا اِدراک نہیں کر سکتے لیکن خدا کو ان سب کا ادراک ہے۔

۳-لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (۴۲:(۱)

کوئی چیز بھی خدا کی مثال نہیں اور وہ بندوں کی التجاؤں کو سنتا اور ان کے حالات کو دیکھتا ہے

۴-اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ (۲۵۷:۲)

اللہ ایمان والوں سے محبت رکھتا ہے انہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آتا ہے۔

۵- اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ . لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ط لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ اِلَّا بِمَا شَآءَ ج وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۔(۲۵۵:۲)

خدا ہے' اس کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں اسے غفلت یا نیند کا اثر نہیں ہوتا' اُسی کا ہے جو کچھ آسمان وزمین میں ہے۔ایسا کون ہے جو اس کے اذن کے بغیر اس کے پاس شفاعت کر سکے وہ خدا لوگوں کے اگلے پچھلے حالات جانتا ہے اور لوگ اس کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتے۔لوگ تو اتنا ہی جان سکتے ہیں جتنا وہ چاہے' اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو گھیرے ہوئے ہے۔اسے آسمانوں' اور زمین (دونوں) کا تھام رکھنا تھکا نہیں دیتا' وہ بڑی اعلیٰ شان اور عظمت والا ہے۔

۶- كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ (القران)

تمہارے پروردگار نے اپنی ذات پر رحمت کو لکھ لیا ہے۔

۷- قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ؕ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ؕ لَمْ يَلِدْ ؕ وَلَمْ يُوْلَدْ ؕ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ؕ (۱۱۲:۱-۴)

وہ خدا ایک یکتا' سب کا سید وآقا ہے کوئی اس کا فرزند نہیں' وہ کسی کا فرزند نہیں اور کوئی بھی اس کے برابر کا نہیں۔

ب۔سچے دین کی تعریف:ا-فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ط ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (۳۰:۳۰)

یہ خدا کی بنائی ہوئی سرشت ہے جس پر خدا نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔خدا کی بناوٹ میں ادل بدل نہیں ہوتا' یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ اسے نہیں جانتے۔

۲-صِبْغَةَ اللّٰهِ ج وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ط(۱۳۸:۲)

اللہ کا رنگ چڑھانا ہے ہاں اللہ سے بڑھ کر اور کون رنگ چڑھا سکتا ہے۔

Marfat.com

۳- شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ (۱۳:۴۲)

خدا نے تمہارے لیے دین کا وہ راستہ بنایا ہے جس کا حکم نوح کو دیا گیا اور پھر محمد ﷺ پر اس کی وحی بھیجی اور ابراہیم وموسیٰ اور عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی اسی کا حکم دیا تھا کہ دین پر سیدھے چلو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔

ج۔ بندہ کے اعمال سے اللہ تعالیٰ کو کیا مطلوب ہے: لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ (۳۷:۲۲)

خدا کے ہاں قربانیوں کا گوشت یا لہو ہرگز نہیں پہنچتا خدا کے پاس تو تمہاری فرمانبرداری پہنچتی ہے۔

شریعت سے مقصود انسان کی تکمیل ہے: ۱- مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (۶:۵)

اللہ کا یہ ارادہ نہیں کہ تم پر تنگی ڈالے اللہ کا ارادہ تو یہ ہے کہ تمہیں پاک کرے اور اپنی نعمت پوری پوری بھیجے تا کہ تم شکر کیا کرو۔

۲- اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۔ (۴۵:۲۹)

نماز فحش اور بے حیائی اور ممنوع کاموں سے روک دیتی ہے اور اللہ کا ذکر تو اس سے بھی (فوائد میں) بڑھ کر ہے۔

ہ۔ نبی ﷺ کے فرائض: ۱- اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَ يُزَكِّيْكُمْ وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ يُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ (۱۵۱:۲)

ہم نے تمہارے پاس رسول کو بھیجا جو تم ہی میں سے ہے وہ ہماری آیتیں تم کو سناتا (اخلاق رذیلہ سے) تم کو پاک کرتا، کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور وہ علوم سکھاتا ہے جنہیں تم نہیں جانتے تھے۔

۲- يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ (۱۵۷:۷)

نبی لوگوں کو نیک باتوں کا حکم دیتا ہے اور بری باتوں کے کرنے سے روکتا ہے اور پاکیزہ چیزوں کو لوگوں کے لیے حلال ٹھہراتا ہے اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام ٹھہراتا ہے۔ بوجھ ان سے دور کر دیتا اور طوق ان کے نکال دیتا ہے۔

و۔ اعمال کی جزا و سزا دنیا میں بھی دی جاتی ہے اور موت کے بعد بھی: ۱- لَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا ۔

اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر زمین اور آسمان کی برکتیں کھول دیتے لیکن وہ تو حکم الٰہی کو جھٹلانے لگے اس لیے ہم نے ان پر ان کے فعلوں کی وجہ سے مواخذہ کیا۔

۲- وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ۔

اگر وہ لوگ توراۃ اور انجیل پر اور اس کی تعلیم پر جو ان پر نازل کی گئی۔ قائم ہوتے تو اپنے اوپر اور نیچے سے خوراک کھایا کرتے (زمین اور آسمان کی برکتیں ان کے ساتھ ہوتیں۔)

۳- وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ (۳۰:۴۲)

جو مصیبت تمہیں پہنچی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی لائی ہوئی ہے اور خدا تو تمہاری بہت سی باتیں معاف کر دیتا ہے۔

۴- فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۔ (۱۷:۳۲)

Marfat.com

کوئی شخص بھی نہیں جان سکتا کہ خدا نے اپنے بندوں کے لیے وہ کیا کیا چیزیں خفیہ مہیا کر رکھی ہیں جن سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔ یہ بدلہ ان کے اعمال کا ہے۔

ز۔ سنن الٰہیہ میں تبدیلی نہیں: ۱۔ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلاً (۴۳:۳۵)

سنت الٰہی میں کچھ بھی تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔

۲۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلاً۔ (۴۳:۳۵)

سنت الٰہی میں ہیر پھیر کی گنجائش نہیں۔

۳۔ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ٥ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ (۶۷:۳،۴)

خدا کی آفرینش میں تجھے کچھ بھی نقص نظر نہیں آئے گا ذرا آنکھ اٹھا کر تو دیکھ۔ کیا تجھے کوئی شگاف بھی دکھائی دیتا ہے پھر آنکھ اٹھا کر اور بار بار دیکھ تیری نظر تھک کر ناکام لوٹ آئے گی۔

انسان کی ذاتی کوشش ہی کامیابی کے لیے مثمر بنتی ہے: ۱۔ لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى (۳۹:۵۳)

انسان کو وہی ملتا ہے جو اس نے سعی کی ہے۔

۲۔ وَكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا (۲۲:۷۶) اور تمہاری کوشش خوب کامیاب ہوئی۔

۳۔ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ (۱۴۱:۲)

وہ امت گزر چکی ہے جو کچھ اس نے کمایا تھا اسے ملے گا جو تم کماؤ گے وہ تمہیں ملے گا۔

صبر اور پرہیز گاری کا درجہ: وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (۱۸۶:۳)

اور اگر تم صبر اور پرہیز گاری کرو تو یہ ایک عالی ہمتی کا کام ہے۔

حکمت و دانش کا درجہ: وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا۔ (۲۶۹:۲)

اور جسے حکمت (حقیقی فلسفہ) دیا گیا۔ اسے نہایت ہی سعادت مندی حاصل ہوئی۔

صبر کا ثمرہ: وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ۔ (۲۴:۳۲)

جب بنی اسرائیل نے صبر اختیار کیا تو ہم نے ان میں ایسے مقتدائے قوم تیار کیے جو ہمارے حکم کے مطابق اور لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے۔

قطع طمع: وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ (۱۳۱:۲۰)

کافروں کی مختلف قوموں کو جو ہم نے دنیوی حظوظ سے بہرہ مند کیا ہے تو اس کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ۔

دنیوی عروج میں آخرت کو نہ بھولنا: وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا ۔ (۷۷:۲۸)

اے قارون تو دنیا کے گھمنڈ میں آکر اپنے بہرہ نجات کو فراموش نہ کر۔

تہلکہ سے بچنا: وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ (۱۵۹:۲)

اپنے آپ کو خود ہلاکت میں نہ ڈالو۔

افترا اور جھوٹ ایمان کی ضد ہیں: اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ (۱۰۵:۱۶)

جھوٹ افترا وہی باندھتے ہیں جو خدا کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے۔

Marfat.com

قطعی حرام چیزیں: قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَاظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطَانًا وَّ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ۔(۷:۳۳)

(اے محمد ﷺ!) سنا دیجئے کہ میرے پروردگار نے حرام کردیا ہے(۱) فحش کی سب قسموں کو جو کھلی ہیں یا چھپی ہیں (۲) اور گناہ کو(۳) اور ناحق بغاوت کو(۴) اور خدا کے ساتھ کسی کو شریک بنانے کو جس پر کوئی بھی دلیل موجود نہیں۔(۵) اور خدا پر ایسی بات جوڑ لینے کو جسے تم نہیں جانتے۔

خدا کی عبادت الٰہی بپتسمہ ہے: صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ؗ وَّنَحْنُ لَهٗ عَابِدُوْنَ ۔

ہم نے خدا ہی کا رنگ اختیار کیا ہے۔ کیا خدا سے بڑھ کر بھی کوئی اچھا رنگ دینے والا ہے؟ اور ہم تو اسی کی عبادت کرتے ہیں۔

تحریر وانشادانی کی تعریف: وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ ۔ (۶۸:۱)

میں قلم اور اس کے لکھے ہوئے علوم کی قسم کھاتا ہوں۔

ارباب عقل ودانش کے لیے الٰہی نشانات: اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّا فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّ تَصْرِیْفِ الرِّیَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۔(۲:۱۶۴)

زمین و آسمان کے پیدا کرنے، رات دن کے آنے جانے، وہ کشتیاں اور جہاز لوگوں کی مفید اشیاء تجارت لے کر دریاؤں اور سمندروں میں چلتے ہیں۔ آسمانوں کی طرف سے خدا کے پانی اتارنے اور مردہ زمین کو اس کے ذریعے از سر نو زندگی بخشنے، زمین میں ہر قسم کے جاندار پیدا کر کے پراگندہ کر دینے، مختلف قسم کی ہوائیں بدلنے اور ان بادلوں میں جو آسمان وزمین کے بیچ میں تابع حکم نظر آتے ہیں۔ میں بے شک عقل مندوں کے لیے خدا کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

قسم کھانے کی ممانعت: وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِیْنٍ (۶۸:۱۰)

تو کسی ایسے ذلیل کی بات مت مان جو بہت قسمیں کھانے والا ہے۔

۲-وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَیْمَانِكُمْ (۲:۲۲۴)

خدا کے نام کو اپنی قسموں کا ہدف نہ بناؤ۔

۳-وَاحْفَظُوْا اَیْمَانَكُمْ (۵:۸۹)

قسموں کی نگہداشت کیا کرو۔

صلح کلی کی دعوت: یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ۔

(۲:۲۰۸)

ایمان والو! دین اسلام میں (جو مبنی برامن ہے) بالکلیہ ہمہ تن داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو وہ تمہارا کھلا کھلا دشمن ہے۔

اصلاح باہمی کا حکم: ۱- وَتُصْلِحُوْا بَیْنَ النَّاسِ (۲:۲۲۴) لوگوں کے درمیان صلح کرادیا کرو۔

۲-وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِكُمْ (۸:۱) آپس کے تنازعات اور جھگڑوں کی اصلاح کرلیا کرو۔

عفو و درگزر کی تعلیم: وَلْیَعْفُوْا وَلْیَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ (۲۴:۲۲)

لازم ہے کہ معافی دو اور درگزر کرو۔ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ خدا تم کو بخش دے۔

Marfat.com

سچی تعلیم کی صداقت خود بخود آشکار ہو جاتی ہے! سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ (۳:۴۱)

ہم اپنی قدرت کی نشانیاں جو اطراف عالم میں پھیلی ہوئی ہیں اور خود ان کی ذات ونفوس میں بھی موجود ہیں ضرور انہیں دکھائیں گے اور بالآخر ان کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ تعلیم بالکل سچی ہے۔

سلطنت کے اصول

۱- حاکمان عدالت کے لیے علم کا ہونا ضروری ہے: وَدَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّ عِلْمًا (۲۱:۷۹)

حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا قصہ بیان کیجئے۔ جب وہ ایک کھیت کے بارہ میں فیصلہ صادر کر رہے تھے، جس میں رات کے وقت ان کی قوم کی بکریاں چر گئی تھیں اور ہم ان کے فیصلہ کرتے وقت حاضر و ناظر تھے۔ سو اس معاملہ میں ہم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایک خاص سمجھ عنایت کی۔ دونوں کو ہم نے عام طور پر حکومت اور علم عطا کیا تھا۔

۲- نقص امن کی ممانعت: وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ۔(اعراف)

کسی سر زمین میں اصلاح ہو جانے کے بعد خرابی نہ کرو۔

۳- ظلم باعث زوال ہے: وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ (۲۱:۱۱)

کتنے شہروں کو ہم نے ان کے ظلم کے باعث توڑ مروڑ ڈالا اور ان کی تباہی کے بعد ہم نے ایک دوسری قوم ان کی بجائے پیدا کر دی۔

۴- نکوکاری باعث قیام ہے: وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ (۱۱:۱۱۷)

ایسا نہیں کہ تیرا پروردگار آباد شہروں کو ان کے باشندوں کے نیکوکار ہونے کے باوجود ظلم سے تباہ کر دے۔

۵- جنگ کے لیے تیار رہنا ہی جنگ سے بچنے کی تدبیر ہے: وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ ۔(۸:۶۰)

جہاں تک ممکن ہو، اپنی طاقت بڑھاؤ اور گھوڑوں کو آمادہ پیکار رکھو جس سے تم ان لوگوں کے دلوں میں رعب ڈال سکو جو خدا کے دشمن اور تمہارے بھی دشمن ہیں۔

۶- ارکان دولت کے مشورہ پر کاروبار کرنا: ۱- وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۔(القرآن)

حکومت کے کاموں میں لوگوں سے مشورہ کر لیا کرو۔

۲- وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۔(۴۲-۳۸)

مسلمانوں کی حکومت باہمی مشورہ پر ہے۔

۳- يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ (۲۷:۱۳۲)

اے سردارو۔ میری حکومت کے کام میں تم مجھے فتویٰ دو۔ تمہاری موجودگی کے بغیر مجھ کو کسی بڑے کام کا فیصلہ نہیں کرنا چاہئے۔

Marfat.com

تعلیم و تعلم

۱-علم وحکمت کی باتوں کا سننا' اُن پر غور کرنا بہترین صورت کو اختیار کرنا: فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَ اُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔(۳۹:۱۰)

اے محمد! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ان بندوں کو بشارت سنا دیجئے' (جو علم وحکمت کی) گفتار کو سنتے اور اس کی بہترین صورت کو اختیار کر کے اس کی پیروی کرتے ہیں' یہی ہیں وہ لوگ جنہیں خدا نے ہدایت بخشی اور یہی لوگ کھرے عقل مند ہیں۔

۲-غیر اقوام سے علم اخذ کرنا: هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا (۶:۱۴۹)

کیا تمہارے پاس کچھ علم ہے۔پس اسے ہمارے لیے ظاہر کرو۔

نظام تبلیغ دین

۱-دین کی دعوت دینے والی جماعت کا قیام ضروری ہے: وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (۳:۱۰۴)

تم میں ایک جماعت ایسی ضرور ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے' اچھے کاموں کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے۔ایسے ہی لوگ کامیاب ہوں گے۔

۲-ہر ایک قوم کا شخص داعیانِ دین کی جماعت میں ہوسکتا ہے: فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ۔(۹:۱۲۲)

ہر ایک فرقہ وقوم میں سے ایک گروہ اس غرض کے لیے کیوں نہیں کھڑا ہوتا کہ وہ دین میں سمجھ حاصل کریں اور جب فارغ التحصیل ہوں تو اپنی قوم کو ہمدردی کر کے انہیں خدا کی رضامندی کی باتوں سے ڈرائیں جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قوم بری باتوں سے بچنے لگے گی۔

تہذیب اخلاق

۱-جنس اناث کی تعریف: مَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ (۴۳:۱۸)

آرائش زیور کے اندر پلتی ہے اور لڑائی پیکار سے علیحدہ رہتی ہے۔

۲-میاں بیوی کی تعریف: هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (۲:۱۶۷)

بیویاں اپنے شوہروں کے لیے اور شوہر اپنی بیویوں کے لیے لباس ہیں۔

لباس انسان کو گرمی سردی سے بچاتا ہے' لباس انسان کے حسن و جمال کو ترقی دیتا ہے' لباس سے پہننے والے کی تہذیب وتمیز کا اندازہ ہوسکتا ہے' لباس پہننے والے کے عیوب کو چھپاتا ہے۔اسی طرح زن وشوہر کے باہمی تعلقات ہونے چاہئیں جو گرم وسرد زمانہ سے ایک دوسرے کا بچاؤ ہوں ایک دوسرے کا حسن وجمال باہمی الفت سے ترقی کرے۔عورت کو دیکھ کر اس کے شوہر کی تہذیب اور شوہر کو دیکھ کر عورت کی تمیز کا اندازہ کیا جاسکے۔ایک دوسرے کے رازدار ہوں۔

خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً (۳۰:۲۱)

Marfat.com

خدا نے تمہاری جنس سے تمہارے لیے بیویاں بنائیں تا کہ تسکین پکڑو اور میاں بیوی کے درمیان خدا نے محبت اور پیار ڈال دیا ہے۔

۳- میاں بیوی کے حقوق: اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ (۳۴:۴)

مرد عورتوں پر نگران ہیں۔

۴- لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَ لِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ (۲۲۸:۲)

عورتوں کے شوہروں پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے شوہروں کے عورتوں پر ہیں اور مردوں کو ان پر درجہ ہے۔

۴- کمال درجہ کی محبت کو ایمان کہتے ہیں: وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ۔

مومن خدا کی محبت میں زیادہ ثابت قدم ہیں۔

۵- بلندی درجات کا سبب ایمان اور علم ہیں: یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ مِنْكُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ (۱۱:۵۸)

خدا تعالیٰ مومنوں کے اور ان لوگوں کے جنہیں علم سے بہرہ مند کیا گیا ہے درجے اور رتبے بلند فرماتا ہے۔

۶- بر و بحر پر تسلط بہترین و پاکیزہ اصول پر چلنے کی وجہ سے انسان کو دیگر مخلوق پر فضیلت ہے: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا ۔(۷۰:۱۷)

ضرور ہم نے انسان کو عزت دی ہے اور خشکی و تری میں ان کو سوار کر کے پھرایا، خشکی و تری میں سفر کرنے کے وسائل سمجھائے اور الوان نعمت سے ان کا رزق مقرر کیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر ان کو شرف بخشا۔

۷- انسان کا اشرف ہونا ہی رد شرک کی دلیل ہے: قَالَ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ (۱۴۰:۷)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا میں تمہارے لیے اور معبود ڈھونڈ لاؤں حالانکہ اس نے تمہیں تمام عالم پر فضیلت عنایت فرمائی ہے۔

۸- انسان کو ہر ادنیٰ ہستی سے سبق حاصل کرنا چاہیے: یٰوَیْلَتٰٓی اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِیَ سَوْءَةَ اَخِیْ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِیْنَ ۔(۳۱:۵)

اے کاش! مجھ سے اتنا بھی تو نہ ہو سکا کہ اس کوے کی طرح اپنے بھائی کی مردہ لاش کو خاک سے چھپا دیتا یہ سمجھ کر اسے سخت ندامت ہوئی۔

۹- دیکھنے والے کے لیے ہر چیز ایک نشان ہے: وَكَاَیِّنْ مِّنْ اٰیَةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَمُرُّوْنَ عَلَیْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ (۱۰۵:۱۲)

زمین میں آسمان میں قدرت کاملہ کی کس قدر نشانیاں موجود ہیں جن سے وہ یونہی منہ پھیر کر گزر جاتے ہیں۔

۱۰- سیاحت سے فہم بڑھتا ہے اور معلومات کا اضافہ ہوتا ہے: اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ یَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ یَّسْمَعُوْنَ بِهَا۔ (۴۶:۲۲)

انہوں نے اطراف عالم میں سیاحت کیوں نہ کی جس سے ان کو دل ہائے دانا اور گوش ہائے شنوا حاصل ہوتے ہیں۔

۱۱- اندھا وہ ہے جس کا دل اندھا ہے: فَاِنَّهَا لَا تَعْمَی الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَی الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ ۔

حقیقت حال یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہو جاتیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں پوشیدہ ہیں۔

۱۲- حرام چیزیں طیب نہیں طیب چیزیں حرام نہیں: یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ (۱۶۸:۲)

Marfat.com

اے سب لوگو! زمین میں جو پاکیزہ حلال اشیاء خدا نے پیدا کی ہیں، کھاؤ پیو اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔

۱۳-حلال طیب چیزوں کا ترک کرنا شیطانی کام ہے: كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۔ (۱۶۸:۲)

زمین کی سب پاکیزہ حلال اشیاء کھاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔

۱۴-بصیرت و ہدایت اسی دنیا میں حاصل ہو سکتی ہے: وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَ اَضَلُّ سَبِيْلًا (۷۲:۱۷)

جو شخص اس دنیا میں اندھا ہوگا تو وہ آخرت میں زیادہ اندھا ہوگا اور زیادہ گمراہ ہوگا۔

۱۵-ایمان ہی کے ذریعے سے ہر ایک اعلیٰ منزل پا سکتے ہیں: وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (۱۳۹:۳)

ترجمہ: آپ اپنے کو ذلیل نہ سمجھو اور رنجیدہ نہ ہو، تم ہی سب سے برتر ہو گے اگر تم ایماندار رہو۔

تمدّن

۱-چرند و پرند میں ایک تمدّن کا پایا جانا، لوازم حیات میں انسان کا بھی انہی جیسے اصول پر کاربند ہونا: وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ۔(۳۸:۶)

روئے زمین پر کوئی ایسا جاندار یا اڑنے والا پرندہ نہیں جس کی تمہاری ہی طرح قومیں اور جتھے نہ ہوں، ہم نے اپنی کتاب میں کسی چیز کا بیان ترک نہیں کیا، پھر ان سب کو آخر کار خدا ہی کی طرف اکٹھا ہو کر جانا ہے۔

۲-موجودات عالم انسان کے فائدے کیلئے ہیں: هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا (۲۹:۲)

خدا وہ ذات کبریا ہے جس نے تمہارے فوائد و منافع کے لیے روئے زمین کی تمام اشیاء پیدا کی ہیں۔

۳-لوگ اپنی اپنی مختلف قابلیتوں سے مختلف کام انجام دیتے ہیں: ا- كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ۔(۸۴:۱۷)

ہر شخص اپنی جبلت کے موافق عمل کرتا ہے۔

۲-اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَ النُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَ كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ وَ كَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ (۱۸:۲۲)

کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ آسمان اور زمین کی سب مخلوق (مثلاً) سورج، چاند، تارے، پہاڑ، درخت، حیوان اور انسان کا بڑا حصہ خدا کا فرمانبردار ہے (پھر بھی) بہت ایسے لوگ رہ جاتے ہیں جن پر عذاب کا ہونا درست ٹھہرا۔

۳-فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ٥ وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ٥ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ٥ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ٥ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ٥ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ٥ (۹۲:۵-۱۰)

جس شخص نے (خدا کی راہ میں) کچھ دیا اور پرہیز گاری بھی کی۔۵

اور خدا کے بہترین وعدوں کی تصدیق کی۔۶

اس کو ہم نہایت آسانی کے ساتھ آسان طریقہ پر (دین اسلام پر فطرت کے راستے پر جو بمقتضائے ''الدین یسر'' نہایت آسان طریقہ ہے) چلائیں گے۔

Marfat.com

(لیکن برخلاف اس کے) جس نے بخل ورزی کی اور اپنے آپ کو (خدا کی اطاعت سے) بے نیاز خیال کیا۔۸ اور خدا کے بہترین وعدوں کو جھٹلایا تو اس کے لیے (ترک معونت و توفیق کر کے اور اپنی عنایت سے اس کو محروم کر کے)۹ وہی دشوار طریقہ (جو حقیقت بہ سبب خلاف فطرت صحیح ہونے کے نہایت دشوار ہے بباعث ترک کرنے لطف و عنایت کے آسان کر دیں گے۔۱۰

۴-سیاست مدن کے قیام اور انتظام کے لیے مختلف طبقات کی ضرورت اور ہر ایک طبقہ کا اس مناسبت کے بقاو قیام اور دوام انتظام کے لیے ذمہ دار ہونا: وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَبْلُوَكُمْ فِیْ مَآ اٰتٰىكُمْ اِنَّ رَبَّكَ سَرِیْعُ الْعِقَابِ ۖ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (۶:۱۶۶)

خدا وہ ذات کبریا ہے جس نے روئے زمین پر (موالید ثلاثہ کے مختلف اقسام میں انواع تصرف کرنے کے لیے) اپنا خلیفہ بنایا (یعنی ودائع قدرت ظاہر کرنے کے لیے تمہیں اپنا جارحۂ تصرف بنایا اور حسن انتظام کے لیے) تمہارے مختلف درجے یا طبقے قرار دیے جس سے یہ غرض ہے کہ تمہیں اپنے عطا کردہ کمالات میں آزمائے (کہ تم ان بالقوۃ کمالات کو معرض ظہور میں لا کر اپنے آپ کو خلیفۃ اللہ ثابت کرتے ہو یا اپنی فطری استعداد کو منسوخ کر کے اسفل السافلین کا خطاب حاصل کرتے ہو) ضرور تیرا پروردگار جلدی عذاب بھی دینے والا ہے اور وہ یقیناً بخشنے والا مہربان بھی ہے۔

۵-مساوات حقوق کا تاکیدی حکم عدل کی تاکید: وَوَضَعَ الْمِیْزَانَ ۝ اَلَّا تَطْغَوْا فِی الْمِیْزَانِ ۝ وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِیْزَانَ ۝ (۵۵:۶-۹)

اور خدا نے ایک میزان مقرر کی کہ تم اس میزان میں کسی طرح طغیانی (افراط و تفریط) نہ کرو اور انصاف کے ساتھ معیار کو درست رکھو اور میزان مقرر کردہ الٰہی میں کسی قسم کی تقصیر نہ کرو۔

۶-بہترین شخص وہ ہے جو نسل انسانی کا خیر خواہ ہے: كُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ. (۳:۱۱۰)

تم لوگ (اے امت محمدیہ) باقی لوگوں کے لیے ایک بہترین قوم صفحۂ ہستی پر لائے گئے ہو۔ (تم سب لوگوں کو) مطابق شرع و فطرت کے حکم دیتے برائیوں سے منع کرتے اور خدا کی ذات و صفات پر یقین کامل رکھتے ہو۔

۷-اخوت کی بنیاد: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (۴۹:۱۰)

تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

۸-مال کی تعریف، دولت قیام قومی کا سبب ہے: وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا (۴:۵)

اور تم اپنے اموال جو اللہ نے تمہارے لیے قوام زندگی بنائے ہیں بے وقوفوں کے ہاتھ میں مت دیا کرو۔

۹-فقر و تنگ دستی کی برائی: اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ یَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ۔ (۲:۲۶۸)

شیطان تمہیں تنگ دستی کا خوف دلاتا ہے اور اس بناء پر تمہیں بخل و امساک کا حکم دیتا ہے (بہ خلاف اس کے) خدا تمہیں اپنے فضل و بخشش کی امید دلاتا ہے) اور خدا بہت فراخ رحمت والا (حقائق امور کو) جاننے والا ہے۔

۱۰-اسراف کی برائی بخل کا نہ ہونا بڑی بہبود ہے: وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (۶۴:۱۶)

جن کو جبلی بخل اور لالچ سے خدا نے محفوظ رکھا وہی (آخرت میں) کامیاب ہوں گے۔

Marfat.com

۱۱-میانہ روی' رحمان کے بندے بخیل و مسرف نہیں ہوتے! وَالَّذِيْنَ إِذَا أَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا۔(۶۷:۲۵)

خدائے مہربان کے خاص بندوں کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ جب وہ خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگ چشمی کرتے ہیں بلکہ (میانہ روی کر کے) بیچ کا مستقیم راستہ اختیار کرتے ہیں۔

۱۲-بحری تجارت خصوصاً نفع بخش ہے: وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ (۱۶۴:۲)

اور وہ کشتیاں اور جہاز (بھی خدا کی قدرت کی نشانیاں ہیں) جو لوگوں کی مفید اشیائے تجارت لے کر دریا اور سمندر میں (برابر) چلی جاتی ہیں۔

۱۳-اللہ کے ہاں بہتر اور ہمیشہ رہنے والی نعمتیں کن لوگوں کے لیے ہیں: وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّ أَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَإِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَ أَقَامُوْا الصَّلٰوةَ وَ أَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ○ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَ أَصْلَحَ فَأَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ إِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ○ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَأُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ○ إِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَ يَبْغُوْنَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ ○ وَلَمَنْ صَبَرَ وَ غَفَرَ إِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُوْرِ ○۔(الشوریٰ ۴۳:۳۶:۴۲)

بہتر اور باقی رہنے والا اجر ان لوگوں کے لیے ہے۔

۱-جو ایمان لائے اور اپنے رب پر توکل رکھتے ہیں۔

۲-جو لوگ بڑے گناہوں بے حیائی اور فحش سے پرہیز کرتے ہیں۔

۳- اور جب انہیں غصہ آتا ہے تو درگزر کیا کرتے ہیں۔ ۴-اور جو اپنے پروردگار کے حکموں کو قبول کر لیتے ہیں۔

۵-اور جو نماز کو قائم رکھتے ہیں۔ ۶-اور جن کا کام باہمی شوریٰ پر ہے۔

۷-اور جو اللہ کے دیے ہوئے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں۔

۸-اور جو دوسرے کی طرف سے زیادتی (حملہ) ہونے پر (صرف) اپنا بدلہ لیتے ہیں اور برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے۔

۹-ہاں جو دوسرے کی زیادتی معاف کرے اور اس سے نیکی کرے تو اس کا ثواب اللہ کی قدرت میں ہے اللہ تو ظلم کرنے والوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔

۱۰-(تاہم) جو کوئی (دوسرے سے) ظلم کا بدلہ لیتا ہے' اس پر کچھ الزام نہیں۔

۱۱-الزام تو ان لوگوں پر ہے جو نسل انسانی پر ظلم کرتے اور ملک میں ناروا بغاوت پھیلاتے ہیں' ایسے لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

۱۲-جو شخص (دوسرے کی زیادتی پر) صبر کرتا ہے اسے معاف کر دیتا ہے تو یہ بات بڑی بلندی ہمت کی ہے۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ۔

Marfat.com

قصیدہ در نعتِ مصطفوی

ﷺ

دلم ز سینہ ربود آں جمالِ نورانی — کہ حسن رابہ تماشائی اوست حیرانی
جمال معنی دزیں کمال و حسن جلال — مطاع خلق و ضیائی جہاں ظلمانی
محمد ﷺ اسم و حبیب الہ و خواجہ کل — نوید رحمت و پیمان عفو یزدانی !
گزید فقر کہ فرمانروائے ملک ابد — بہ مشت خاک ندارد ہوائے سلطانی
نبوت ست یکے قصہ آسمان پایہ — کہ ہم متمم او، آمدی و ہم زبانی
عرب بچاہ جہالت فتادہ بود بسر — بسر گرفت ز تو افسر ہمہ دانی
نمیرد آں کہ زجام دلای تو نوشد — کجاست مائل طلمات شاہ یونانی
بہ نزل عام تو مہماں نشستہ صد عالم — عجب ترآں نہ بعالم نزیل ، مہمانی
درنجات کشودی بروئے احمرواسود — گہے کہ بست بر ایشاں یہودونصرانی
حدیث پاک تو آں جامع الکلم کہ ازو — رسد بفوزچہ یونان وجہ سودانی
جہاں شنید زفم توآں کلام خدا — کہ دادہ بود خبر زوھیم علیہ السلام عمرانی
بداں جناب کہ جبریل علیہ السلام رانہ پروپر — تراست رفتن واز شوق خلقہ جنبانی
دلت گواہ بصدق نظارۂ چشمت — نگاہ پاک تو بینائے صنع رحمانی
توئی کہ ازتو تمدن روان تازہ گرفت — توئی کہ کندہ ز عالم بنائے رہبانی
توئی کہ نام نہی خمر راخمر عقل — توئی کہ امّ خبائث شراب راخوانی
توئی کہ صدق ہمہ راستاں پدید کنی — توئی کہ عظمت یکیپیاں درخشانی
زتو مبرہن و روشن تقوم مرداں — ز تو معین و محکم حقوق نسوانی
فتوت توامت راد ہد فتات لقب — ز شوکت تو موالی کنند سلطانی

☆☆☆

شَاهِدًا

قرآن مجید میں نبی اکرم ﷺ کو شاہد بھی فرمایا گیا ہے اور شہید بھی۔ مندرجہ ذیل آیات پر غور کرو۔

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا ۔ (۳۳:۴۵)

Marfat.com

اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا ۔ (۴۸:۸)

وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ ۔ (۲۲:۷۸)

وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۔ (۲:۱۴۳)

وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ۔ (۴:۴۱)

شہادت امر کے واقع کو بیان کرنا اور دوسرے شخص کو اپنے بیان کے ذریعے سے اس امر کا باور کرانا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی شہادت جسے حضور ﷺ نے ادا کیا اور جسے ادا فرما کر لوگوں کو تیقن (کمال درجہ) کے درجہ تک پہنچایا' امور ذیل کے متعلق تھی۔ ہستی باری تعالیٰ' تقدیس ذات و تنزیہہ صفات' سلسلہ وحی' وجود نبوت اعمال کا جزاء و سزا سے تعلق' جزا و سزا کی حقیقت' وجود عالم معاد' عالم ارواح' علوم مابعد الطبیعہ ان امور کو جس وضاحت اور کمال علم اور روشن دلائل اور براہین قاطعہ سے نبی اکرم ﷺ نے بیان فرمایا اور پھر اپنے گفتار و کردار سے اس صداقت کے تیقن (کمال درجہ) کو ملحدوں اور دہریوں' منکروں اور مادہ پرستوں نے قلوب میں مستحکم فرمایا۔ یہ حضور ہی کا حصہ تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ قدرتِ الٰہیہ اور حکومتِ ربانیہ نے نبی اکرم ﷺ کو دنیا کے سامنے بطور اپنے گواہ کے پیش کیا ہے۔ یہ ایک ثانوی حقیقت ہے کہ گواہوں کی قلت یا کثرت کسی معاملہ کے ثبوت و نفی پر ذرا موثر نہیں بلکہ شہادت کو قوت دینے اور صداقت کے درجہ تک پہنچانے والی جو شے ہے' وہ شاہد کی ثقاہت' اعتبار اور راست بازی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی راست بازی اور اعتبار کی یہ حد تھی کہ جب کفار نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ تم نے کیونکر محمد ﷺ کو رسول خدا تسلیم کر لیا تو انہوں نے جواب دیا کہا یہ ہونٹ جھوٹ بولنے والے کے نہیں۔ ہرقل نے ابوسفیان کے جواب میں کہ جس شخص نے کبھی کسی مخلوق پر جھوٹ نہیں بولا' ناممکن ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے لگے۔ ابوجہل جیسے الد الخصام نے کہا تھا کہ محمد! ﷺ میں تجھے جھوٹا نہیں سمجھتا مگر تیری تعلیم پر میرا دل ہی نہیں جمتا۔

صداقت اور اعتبار ہو تو ایسا ہو کہ خواہ کوئی شہادت کو قبول کرتا ہے یا نہیں لیکن شہادت دہندہ کی ثقاہت کے خلاف ایک حرف بھی زبان سے نہیں نکالتا یا بقول ابوسفیان نہیں نکال سکتا بلکہ ہر شخص دل میں سمجھ گیا ہے کہ اس کے خلاف لب کشائی کرنا' اپنی ہنسی کرانا اور خود کو ذلیل کرنا ہے۔

حضور ﷺ نے اس شہادت کو دشت و جبل میں آشکارا کیا۔ بیابان اور شہروں کے سمع اور قلب تک پہنچایا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے نعرہ سے فضائے ارض و سما کو بھر دیا اور سننے والوں کے دل و دماغ کو شک و انکار اور تذبذب و گمان کے ہوائے فاسد سے خالی کر دیا۔ اللہ اکبر! شاہد کس زبردست شہادت سے اُٹھا ہے۔ جس کے منہ سے نکلتے ہی وہی کلمہ شہادت ہر ایک کی زبان پر رواں ہے اور کیا عجمی' کیا عربی' کیا شرقی' کیا غربی ہر ایک اسی شہادت کا کلمہ خواں ہے۔ شاہد خاموش نہیں ہو جاتا جب تک ہزار دو ہزار اور شمار در شمار بندوں کو وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ کے فرض پر آمادہ نہیں کر لیتا اور اسود و احمر اور عبید و ملوک کو كُوْنُوْا قَوّٰامِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ کے وجوب امری کا پابند نہیں ٹھہرا دیتا۔ شاہد کی صداقت پر لاکھوں شاہد غیبی موجود ہو گئے ہیں' ملکوں اور قوموں' جزیروں اور وادیوں نے اس کی شہادت سے ایقان حاصل کر لیا ہے تب شاہد اس دادری گاہ سے عزم رحلت فرماتا ہے اور چلتے وقت بھی ان سب کو یہ سنا دیتا ہے:

اَنْتُمْ تُسْاَلُوْنَ عَنِّيْ فَمَا اَنْتُمْ قَائِلُوْنَ قَالُوْا بَلَّغْتَ وَ اَدَّيْتَ وَ نَصَحْتَ فَقَالَ بِاَصْبَعِهٖ يَرْفَعُهَا اِلَى السَّمَآءِ وَ يَنْكُتُهَا اِلَى النَّاسِ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ ۔ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ ۔ وہ پوچھتا ہے کہ لوگو! وہ قاضی جہاں ربّ زمین و زماں جب دریافت فرمائے گا کہ میں نے اپنی شہادت کو کیونکر ادا کیا تو آپ کیا بتائیں گے؟ سب کے سب متفق اللفظ بول اُٹھتے ہیں' اجی حضور نے تو اپنی شہادت سے معاملہ کا کھوٹا کھرا اپن الگ الگ کر کے دکھا دیا۔ شاہد آسمان کی جانب انگشت شہادت اُٹھاتا پھر لوگوں کی طرف جھکاتا اور اپنے بھیجنے والے سے مخاطب ہو کر عرض کرتا ہے۔ الٰہی میری شہادت کو سن لے میری گواہی کا تو خود گواہ رہنا' ان لوگوں کے بیان کو محفوظ فرما لینا۔

ایسے شاہد پر دل و جان خود بخود قربان ہوتے ہیں جو داوری گاہ عالم میں شہادت کے لیے اکیلا آیا اور لاکھوں لوگوں کو گواہ بنا گیا۔ فی الحقیقت اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو شاہد اور شہید فرما کر حضور ﷺ کی بہترین خوبی سے دنیا کو آگاہ فرمایا ہے۔ دوسری صفت حضور ﷺ کی۔

مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا

فرمائی گئی ہے تمام قرآن مجید پر نظر ڈال جائیے کسی نبی کی نسبت عَلَيْهِمْ وَعَلٰى نَبِيِّنَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ بَشِيْرٌ وَّ نَذِيْرٌ دونوں لفظ وارد نہیں ہوئے۔ نبی اکرم ﷺ کی شان میں مُبَشِّرٌ وَّمُنْذِرٌ کے لفظ بھی ہیں اور بَشِيْرٌ وَّ نَذِيْرٌ بھی اور چونکہ یہ فضیلت جامعیت نبی کریم ﷺ ہی کی ذاتِ مبارک میں پائی گئی ہے اس لیے یہ اوصاف حضور ﷺ کے علو مرتبت نبوت کا اظہار کرنے میں خاص ہیں۔

بشارت کے متعلق دیکھیے کہ کہیں تو مومنین کو اس امر کی بشارت دی گئی ہے کہ:

بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ۔ (۳۳:۴۷)

مومنین کو بشارت سنا دیجئے کہ ان کے لیے اللہ کی طرف بہت بڑا فضل ہے۔

دوسری جگہ فرمایا:

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَالْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۔ (۱۰:۶۴)

ان کے لیے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی بشارت ہے خدا کے فرمودہ میں تبدیل نہیں ہے یہ بشارت برترین کامیابی ہے۔

ایک جگہ فرمایا:

فَبَشِّرْ عِبَادِ ۔ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ۔ (۳۹:۱۸)

ان بندوں کو بشارت سنا دے جو بات سنتے ہیں اور سب سے اچھے طریقہ پر چلتے ہیں۔

یہ سب روحانی اور اخلاقی بشارات ہیں اور انہی کے لیے مسلمانوں کو اُبھارا اور تیار کیا گیا ہے۔

انذار کے معنی ڈرانا کیے جاتے ہیں لیکن ڈرانا صحیح طور پر انذار کے مفہوم کو ادا نہیں کر سکتا بلکہ اس کے مفہوم کو اُلٹ دیتا ہے۔ انذار کے معنی تو یہ ہیں کہ آدمی کو اس کے ہونے والے نقصان سے آگاہ کر دیا جائے۔

انبیا علیہم السلام اپنی اپنی اُمت کو ان کے افعال ناشائستہ کے عواقب بد سے آگاہ کیا کرتے تھے اور برے انجام اور برے نتیجہ کی خبر دیا کرتے تھے۔ یہ صفت دل سوزی و ہمدردی سے پیدا ہوتی ہے۔ خدا ترسی اور رحم دلی سے ظہور پکڑتی' محبت نوع انسانی اور حب جنس سے اشاعت پاتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے مبارک حالات سے ان جملہ اوصاف کا بدرجہ کمال ہونا بخوبی ثابت ہے اور اسی لیے راہ گم کردہ قوم کو غلط راستہ کی کجی اور اس کے خطرات سے آگاہ کرتے رہنا حضور ﷺ کا خاصہ فطرت ہو گیا تھا۔ حدیث صحیح میں ہے کہ میری اور تمہاری مثال ایسی ہے کہ تم جلتی آگ کی خندقوں میں منہ کے بل پر دیوانہ وار گر رہے ہو اور میں کمر سے پکڑ پکڑ کر تم کو خندق سے پیچھے ہٹا رہا ہوں۔

دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ

نبی اکرم ﷺ نے دعوت الی اللہ کو جس سرگرمی سے شروع کیا اور جس کامیابی تک پہنچایا وہ حضور ﷺ کا حصہ ہے۔

(الف) اس پہاڑی کے وعظ کو دیکھو جس پر سے يَا اٰلَ فِهْرٍ وَيَا اٰلَ غَالِبٍ کی آواز سے عرب کو حضور ﷺ نے بلایا تھا۔

(ب) اس خلوت کدہ کا خیال کرو جہاں مکہ سے دور اور دامن کوہ کے سایہ میں ارقم بن ابوارقم کے گھر کے اندر خفیہ خفیہ تعلیم دی جاتی تھی۔

Marfat.com

(ج) کوہِ طائف کا واقعہ یاد کرو جہاں حضور ﷺ کا خون جسم سے بہہ رہا' جوتے میں جم رہا تھا اور زبان پر دعوت الی اللہ کا وعظ جاری تھا۔

(د) عکاظ کے بڑے سالانہ میلے پر نظر ڈالو جہاں نبی اکرم ﷺ یا اَیُّھَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ تُفْلِحُوْا کا نعرہ لگا رہے ہیں اور سنگدل ابولہب حضور ﷺ کے پیچھے پیچھے جا رہا اور حضور ﷺ کو دیوانہ بتا رہا ہے۔

(ھ) مکہ سے باہر پہاڑیوں کی گھاٹی عقبہ کا تصور کرو' تاریکی چھا گئی ہے' بے پناہ مسافر اس پُرخطر مقام پر ٹھہرنا نہیں چاہتا ہے مگر راستہ کی صعوبت اور خطرات راہ کے تصور نے یثرب کے قافلہ کو اسی جگہ ٹھہر جانے پر مجبور کر دیا ہے۔ نور عالم ﷺ اسی تاریکی میں یکہ وتنہا اس لیے گام فرسا ہیں کہ شاید کسی ایک نفس ہی کے کان میں اپنی دعوت کی آواز پہنچا سکیں۔

(و) کوہ تنعیم کے دامن تک نظر کو بڑھاؤ' چالاک دشمن نے حضور ﷺ کو بے یار و مددگار اور آرام میں دیکھ کر حضور ﷺ کی تلوار پر قبضہ کر لیا ہے' حضور ﷺ کو گستاخانہ لہجہ اور متکبرانہ انداز سے جگایا ہے' حضور ﷺ دیکھتے ہیں کہ دشمن سر باختہ ایک تیغ آختہ کے ساتھ کھڑا ہے اور پوچھتا ہے کہ اب تم کو کون بچائے گا؟ حضور ﷺ اس وقت بھی دعوت الی اللہ کے فرض کو فراموش نہیں کرتے' اسے وہی مبارک نام سناتے ہیں جو غافل انسان کے زنگ آلود دل کا حجاب اُٹھا دیتا' جو قلب مردہ کو حیات تازہ عطا کرتا ہے۔

(ز) راہ ہجرت کی سیر کرو' سینکڑوں میل کا سفر درپیش ہے' خشک پہاڑیوں اور بے آب و گیاہ میدانوں سے دو اونٹ گزر رہے ہیں جنہوں نے راہ میں کہیں آرام نہیں لیا ہے' حضور ﷺ کے ہمرکاب دو مخلص اور ایک وفادار ہے' کینہ دوز دشمن کے تعاقب کا ہر لحظہ خطرہ لگا ہوا ہے اور یہی اندیشہ راہواروں اور راہروؤں کو تیز گامی سے لیے جا رہا ہے پھر بھی نبی اکرم ﷺ دعوت الی اللہ کے فرض کو نہیں بھول گئے ہیں۔ اُم معبد الخزاعیہ' سراقہ بن مالک المدلجی اور بریدہ بن الحصیب اسلمی رضی اللہ عنہم اور اس کے ستر ساتھی وغیرہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس خشک بیابان ہی میں آبِ حیات پیا اور چشمہ زندگی حاصل کیا ہے۔

(ح) آٹھ یوم کی شبانہ روزی تگاپو کے بعد خدا کا رسول ﷺ قبا پہنچ گیا ہے۔ صبر آزما سفر نے بے زبان حیوانوں کو بھی تھکا دیا ہے مگر حضور اس دعوت الی اللہ کے شوق کی تعمیل میں دوسرے ہی دن ایک مسجد کے قیام کا اہتمام فرما رہے ہیں۔ جہاں سے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کی صدا ہر صبح و شام پہاڑیوں سے ٹکراتی' غافلوں کو جگاتی' شائقوں کو بلاتی' آج تک اس داعی کی پکار کو تازہ کر رہی ہے۔

(ط) حضور ﷺ قبا سے مدینہ کو جاتے ہیں۔ اہلِ مدینہ زن و مرد' پیر و جوان یہود و نصاریٰ صابی وتر سا بھی اہلِ ایمان کی طرح ہمہ راہِ چشم اور ہمہ تن شوق بن رہے ہیں۔ راہ ہی میں نماز کا وقت ہو جاتا ہے اور خدا کا رسول اسی جگہ دعوت الی اللہ کے لیے ٹھہر جاتا' نبی سلیم کے قلوبِ سلیم کو تقویٰ کے رنگ سے رنگین بنا تا رضوان ربانیہ کی نوید سے شادکام فرماتا ہے۔

(ی) مدینہ میں بنو اشہل اور بنو غفار' اوس و خزرج کا ہر شخص دل و دیدہ کو حضور ﷺ کے فرش راہ بنائے بابی و اُمی' بابی و اُمی عرض کر رہا ہے مگر حضور ﷺ دعوت الی اللہ کے لیے ابن سلول کے پاس جاتے ہیں' کوچہ میں صاف زمین پر اس کے قریب جا بیٹھتے ہیں' وہ ناک چڑھاتا' تیوری پر تیوری ڈال کر رومال کو منہ پر رکھ لیتا ہے اور زبان سے کہتا ہے محمد ﷺ تم نے گرد سے اور تمہاری سواری نے اپنی بو سے میرے دماغ کو پریشان کر دیا۔

نبی کریم ﷺ ہنس پڑتے ہیں اور آیاتِ قرآنیہ کی تبلیغ فرما کر دعوت الی اللہ کا اتمام فرماتے ہیں۔

Marfat.com

(ک) ربیع بنت معوذ ایک شب کی بیاہی ہوئی دُلہن کے پاس تشریف لے جاتے اور اسے دعوت الی اللہ فرماتے ہیں۔ وہاں انصار کی چھوٹی چھوٹی لڑکیوں کو حربیہ اشعار فخریہ لہجہ میں پڑھتے ہوئے سنتے ہیں تو ان کو بھی عقائد صحیحہ کی تلقین فرماتے ہیں۔

(ل) سسکتی ہوئی جان توڑتی ہوئی نواسی کو گود میں لیتے ہیں' اس وقت بھی دعوتِ الی اللہ میں مصروف نظر آتے ہیں' اکلوتے بچہ ابراہیم علیہ السلام کی لاش پر بیٹھتے ہیں' اس وقت بھی حاضرین کو سخط اور رضاء الٰہیہ کے معانی سمجھاتے' استقامت کا نمونہ دکھاتے ہیں۔

(م) آخری مرض ہے' گیارہ دن کے تپ شدید اور دردِ سر میں ذرا تخفیف ہوئی ہے۔ ضعف اس قدر ہے کہ پاؤں کے بل کھڑا نہیں ہوا جاتا مگر دعوتِ الی اللہ میں وہی سرگرمی ہے' سر پر پٹی باندھے ہوئے عباس و علی رضی اللہ عنہما کے کندھوں پر سہارا دیئے ہوئے مسجد میں تشریف لاتے ہیں' منبر پر نہ کھڑا ہوا جاتا ہے اور نہ چڑھا جاتا ہے اس کے زیریں زینہ پر بیٹھ جاتے ہیں اور نصیحت بالغہ و مواعظ مودعہ سے دعوتِ الی اللہ کی تکمیل فرماتے ہیں۔

(ن) آخری دن ہے' سفرِ آخرت میں صرف پانچ گھنٹہ کا وقفہ رہ گیا ہے۔ مسلمان صبح کی نماز کے لیے مسجد میں جمع ہیں' نبی اکرم ﷺ ضعف اور شدت دردِ سر کی وجہ سے اپنے بستر پر جسے کھجوروں کے پٹھوں سے نرم بنایا گیا ہے' لیٹے ہیں۔ دعوتِ الی اللہ کا فرض پھر حضور ﷺ کے قلب پاک میں تازہ حرارت پیدا کرتا ہے۔ مسجد اور حجرۂ مبارک کے درمیان جو پردہ پڑا ہوا تھا' اسے ہٹاتے ہیں' تھوڑی دیر تک تبسم کے ساتھ اس نظارہ کا ملاحظہ فرماتے ہیں جو ایک خدا کی عبادت کے لیے سینکڑوں مسلمانوں کے یک دل و یک جہت و یک آواز ہونے سے پیدا ہو گیا تھا اب پھر زمین پر گھسٹتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں اور اس بڑے مجمع کے سامنے پھر آخری دفعہ دعوتِ الی اللہ کی نورانی مثال قائم فرماتے ہیں۔

(س) آخری گھڑی ہے' بیوی بیٹی' نواسے اس تنگ حجرہ میں جمع ہیں جس کے اندر دس سے زیادہ اشخاص کے لیے گنجائش نہیں ہے' اس وقت بھی دعوتِ الی اللہ اور ترحم بر عباد اللہ کی تعلیم زبان پر ہے۔

اَلصَّلٰوۃُ وما ملکت ایمانکم نماز' نماز اور لونڈی غلام کے حقوق

(ع) آخری سانس ہے' دیدۂ حق بین کو آسمان کی جانب بلند کیا ہے' اس پاک نام کا اعلان فرماتے ہوئے جس کی دعوت عمر بھر دیتے رہے اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقُ الْاَعْلٰی کہتے ہوئے چشم حق بین کو فانی نظاروں سے بلند کر لیا ہے۔

ہم کو تاریخ بشر ایسا نمونہ دکھانے سے قاصر ہے' جس کی زندگی کا ایک ایک لحمہ دعوتِ الی اللہ ہی میں پورا ہوا ہو اس لیے (دَاعِیًا اِلَی اللہِ بِاِذْنِہٖ) کا خطاب نبی اکرم ﷺ کی ذات مبارک سے خاص معلوم ہوتا ہے اور اسی لئے خداوند کریم نے حضور ﷺ کو اس صفت سے معرف فرمایا ہے۔

سِرَاجًا مُّنِیْرًا

سورۂ فرقان اور سورۂ نوح میں آفتاب کو سِرَاجًا اور سورۂ نبا میں سِرَاجًا وَّھَّاجًا فرمایا ہے مگر سِرَاجًا مُّنِیْرًا ایسا لفظ ہے جس کا استعمال ذاتِ پاک نبوی کے سوا اور کسی کے لیے نہیں فرمایا گیا۔

نظام شمسی میں آفتاب کا بہت بڑا درجہ ہے کیونکہ اس نظام کے جملہ سیارگان کا قبلۂ اعظم جس کا طواف ان اجرام پر لازم ہے' یہی نیر اکبر ہے۔ عالم کون و فساد میں بھی آفتاب کی بہت بڑی ضرورت ہے' اس کی حرارت کا نور ہر ایک شے کے وجود اور قیام پر گہرا اثر رکھتا ہے۔ ہاں عالم مادی کا آفتاب ایسا ہی ہے۔

اب خداوند کریم عالم روحانی کے نیر اعظم کو[1] اپنے نور میں دکھاتا ہے اور سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ کو سِرَاجًا مُّنِیْرًا کے خطاب سے روشناس عالم فرماتا ہے۔ سچ ہے کہ جملہ سیارگان سماء نبوت کا مدار اعظم بھی ہیں اور عالم شریعت کی بقائے دوام کی علت اولیٰ بھی (صَلَّی اللہُ عَلٰی نَبِیِّہٖ)

[1] قرآن مجید کا نام نور بھی ہے۔

Marfat.com

آفتاب رات کی تاریکی کو دُور کرتا ہے اور سراج منیر نے ظلمت کفر و شرک کو محو کر دیا ہے۔ آفتاب کی روشنی سب تاروں پر چھا جاتی نہیں' چھپا لیتی ہے۔ سراج منیر کی شریعت بھی تمام شریعتوں کی مہیمن ثابت ہوئی ہے' آفتاب کی روشنی جرائم کا ارتکاب روک دیتی ہے' سراج منیر کے نور نے بھی معاصی کو بند کر دیا ہے۔

آفتاب ایک وقت میں کرہ ارض کے ایک ہی پہلو کو روشن کر سکتا ہے لیکن اس سراج منیر نے وقت واحد میں جاہلیت کی ظلمت و جہالت کی تاریکی' کفر و شرک کی سیاہی' سوم کے اندھیر' رواج کی گھٹا' تقلید کی تیرگی کو اپنی نورانی شعاعوں سے اُٹھا کر دلوں کو نور ایمان سے دماغوں کو عقائد صحیحہ کے لمحات سے' آنکھوں کو کتاب مبین کے مطالعہ سے' دُھندلے تذبذب کو دلائل ساطعہ سے' تاریک ظنوں کو براہین مبینہ سے روشن فرما دیا۔ اس روشنی میں ہر ایک نے حقیقت اشیاء کو دیکھا اور ہر ایک کی نگاہ خود اپنے آپ کو دیکھ سکنے کے قابل ہوئی۔ وہ جو انسانیت کی حقیقت کو فراموش کر بیٹھے تھے اب خود اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ ہوئے' وہ جو حمایت سے راہ ور ہنما گم کردہ تھے' اب خود خضرِ راہ بنے۔

بعض شپر چشم آفتاب کی روشنی میں چندھیا جاتے ہیں اور بعض بوم طبع رات کی تاریکی ہی میں پر و بال کھولتے ہیں۔ یہی حال ان تیرہ دردنوں کا ہے جو انوارِ محمدی ﷺ کی تاب نہیں لا سکتے اور ضوءِ رسالت سے مستنیر نہیں ہوتے۔ مومنین کو تو اس سراج ربانی پر پروانہ وار نثار ہونا ضروری ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

اس آیتِ مبارکہ کو زیب عنوان کرتے ہی مجھے خیال آیا۔ قرآن مجید دیکھنا چاہیے کہ لِلْعَالَمِیْنَ کا لفظ کن کن اشیاء... شناص کے متعلق آیا ہے؟ مجھے مندرجہ ذیل آیات میں یہ لفظ ملا:

۱- اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعَالَمِيْنَ ۔ (۹۰:۶)

۲- اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِيْنَ ۔ (۱۰۴:۱۲)(۸۷:۳۸)

۳- وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔ (۵۲:۶۹)

۴- اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ۔ (۷۱:۲۱)

۵- اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔ (۹۶:۳)

۶- فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَا اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔ (۱۵:۲۹)

۷- وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَا اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔ (۹۱:۲۱)

۸- اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔

آیات بالا پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ آیت نمبر۱' نمبر۲' نمبر۳ میں قرآن مجید کو ذکر للعالمین فرمایا گیا ہے اور اس میں کلام نہیں کہ یہ خدا کا کلام ہے جو جملہ عالمین کے لیے ''ذکر'' ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا اسم مبارک تو اس مصدر کے ساتھ مذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَذَكِّرْ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۔ (۸۸:۲۱)

آیت نمبر۴' نمبر۵ میں اللہ تعالیٰ نے لفظ ''برکت'' کا استعمال کیا ہے۔ آیت نمبر۴ بیت المقدس کے لیے ہے اور آیت نمبر۵ بیت الحرام کے

Marfat.com

لیے مسلمان ان دونوں مسجدوں کو اسی ادب و احترام کا مستحق سمجھتے ہیں جو کلام الٰہی میں ان کے لیے ظاہر فرمائے گئے ہیں اور چونکہ لفظ برکت ہر دو کے لیے مشترک ہے اور لفظ ھدًی بیت الحرام کے لیے خاص اور زائد ہے۔ اس لیے بیت الحرام کا درجہ بھی بیت المقدس سے زیادہ تسلیم شدہ ہے۔

آیات نمبر ۶ و نمبر ۷ و نمبر ۸ میں لفظ ''آیت'' کا استعمال ہوا ہے اور اس کا مصداق ان مختلف آیات میں متعدد ہے۔

آیت نمبر ۶ میں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کو یا اہلِ کشتی کو آیت فرمایا گیا ہے۔

آیت نمبر ۷ میں حضرت مریم اور ان کے فرزند کو آیت بتایا گیا ہے۔

آیت نمبر ۸ میں نوع انسانی کی مختلف زبانوں اور متلون رنگتوں کے اختلاف کو آیت بیان کیا گیا ہے اور ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ:

ذِکْرٌ لِّلْعَالَمِیْنَ — صرف قرآن مجید ہے۔

مُبَارَكٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ — بیت المقدس و بیت الحرام ہیں۔

اٰیَاتٌ لِّلْعَالَمِیْنَ — اصحاب نوح اور کشتی نوح اور حضرت مریم و حضرت ابن مریم اور اقوامِ عالم کا اختلاف الوان اور بتان السنہ ہیں۔

اور لفظ ''رحمت'' ایسا لفظ ہے جس کا استعمال نبی اکرم ﷺ ہی کے لیے ہوا حضور ﷺ کے سوا کسی دوسرے کے لیے نہیں ہوا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ ۔ (اعراف) — میری رحمت ہر ایک سے زیادہ وسیع ہے۔

پس جب نبی اکرم ﷺ کو جملہ عالمین کے لیے رحمت بنایا گیا ہے تو ثابت ہو گیا کہ حضور ﷺ کی نبوت بھی جملہ عالمین کے لیے ہے۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ رحمۃ للعالمین وہی وجود مزکی ٹھہرے گا۔

جس نے اہلِ عالم، بلکہ عالم در عالم کی بہبود و سود، رفاہ و فلاح، خیر و صلاح، عروج و ارتقا، صفاد بہا کے لیے بلا شائبہ غرض اور بلا آمیزش طمع اپنی مقدس زندگی کو صرف کیا ہو۔

جس نے بندوں کو خدا سے ملایا ہو۔

جس نے دل کو پاک، روح کو روشن، دماغ کو درست، طبع کو ہموار بنایا ہو۔

جس کی تعلیم نے امن عامہ کو مستحکم اور مصلحت عامہ کو استوار کیا ہو۔

جو غریبی و امیری، جوانی و پیری، امن اور جنگ، اُمید اور ترنگ، گدائی و بادشاہی، مستی و پارسائی، رنج و راحت، حزن و مسرت کے ہر درجہ، ہر پایہ اور ہر مقام پر انسان کی رہبری کرتا ہو۔

جس نے فلک کی بلندی، زمین کی پستی، رات کی تاریکی، دن کی روشنی، سورج کی چمک، جگنو کی دمک، ذرہ کی پرواز، قطرہ کی طراوت میں عرفان ربانی کی سیر کرائی ہو۔

جس کی تعلیم نے درندوں کو چوپانی، بھیڑیوں کو گلہ بانی، رہزنوں کو جہاں بانی، غلاموں کو سلطانی، شاہوں کو اخوانی سکھلائی ہو۔

جس نے خشک میدانوں میں علم و معرفت کے دریا بہائے ہوں۔

جس نے سنگلاخ زمینوں سے کتاب و حکمت کے چشمے چلائے ہوں۔

جس نے خود غرضوں کو محبت قومی کا دردمند بنایا ہو۔

جس نے دشمنوں کو اپنا جگر بند ٹھہرایا ہو۔

Marfat.com

وہ

غریب کا محب	مسکین کا ساتھی
شاہوں کا تاج	آقاؤں کا آقا
غلاموں کا محسن	یتیموں کا سہارا
بے آسروں کا آسرا	بے خانمانوں کا ماویٰ
دردمندوں کی دوا	چارہ گروں کا دردمند
مساوات کا حامی	اخوت کا بانی
محبت کا جوہری	اخلاص مشتری
صدق کا منبع	صبر کا معدن
خاکساری کا نمونہ	رحمت ربانی کا پتلا
اوّلین انسان	آخرین رسول ﷺ

اگر رحمۃ للعالمین کے لقب سے ملقب نہ ہوگا تو پھر ان جملہ صفات کے جامع کا اور کیا نام ہوگا؟

ہاں رحمۃ للعالمین وہی ہے جس نے ملکوں کی دوری' اقوام کی بیگانگی' رنگوں کا اختلاف' زبانوں کا تباین دُور کر کے سب کے دلوں میں ایک ہی ولولہ' سب کے دماغوں میں ایک ہی تصور' سب کی زبانوں پر ایک ہی کلمہ جاری کر دیا ہو۔

ہاں رحمۃ للعالمین وہی ہے جو یہودیوں کی طرح نذر ومنت کی قبولیت کے واسطے نبی لاوی کا واسطہ ضروری نہیں ٹھہراتا۔

جو کاتھلوں کی طرح آسمان کی کنجیاں شخص واحد کے ہاتھ میں سپرد نہیں کر دیتا۔

جو روح کو سورگ یا نرگ میں دھکیل دینے کی طاقت صرف برہمنوں ہی کو عطا نہیں کرتا۔

جو خاص رقبہ کے باشندوں کو آسمانی بادشاہت کے فرزند نہیں ٹھہراتا۔

جو نسل واحد کے افراد ہی کو خدا کی برگزیدہ قوم نہیں قرار دیتا۔

جو یہودیوں' عیسائیوں' زردشتیوں' برہمنوں' جینیوں اور لاماؤں کی طرح اپنے سوا باقی سب پر رحمت وافضال کے بھرپور خزانے بند نہیں کرتا۔

ہاں رحمۃ للعالمین وہی ہے جو بندہ کو خدا کی حضوری تک لے جاتا اور اسے اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ کی قدسی آواز سے آشنا بناتا ہے اور خدا و بندہ کے درمیان کسی تیسرے کے لیے کوئی رخنہ باقی نہیں چھوڑتا۔

ہاں رحمۃ للعالمین وہی ہے جس کے دربار میں:

عداس نینوائی	بلال حبشی	سلمان فارسی
صہیب رومی	ضماد ازدی	طفیل دوسی
ذوالکلاح حمیری	عدی طائی	ثمامہ نجدی
ابوسفیان اموی	ابوذر غفاری	ابوعامر اشعری
کرز فہری	ابوحارث مصطلقی	سراقہ مدلجی

(رضوان اللہ علیہم اجمعین)

پہلو بہ پہلو بیٹھے نظر آتے ہیں' اتنی قوموں اور اتنے مختلف الدعاوی سرداروں کا مجمع کسی اور جگہ بھی نظر آتا ہے؟

Marfat.com

یہاں ہر شخص اپنے اپنے ملک اور اپنی قوم کا حق وکالت ادا کر رہا ہے اور ہر شخص اپنے اپنے دامانِ دل کی وسعت کے موافق پھولوں سے جھولیاں بھر رہا ہے اور اپنے اپنے ملک کے مشامِ جان کو ان سے معطر کر رہا ہے۔

ہاں رحمۃ للعالمین وہی ہے جس کے دربار میں عثمان طلحہ رضی اللہ عنہ بھی موجود ہے جو کعبہ کا کلید بردار ہونے سے حجازی قوموں میں اسی اعزاز کا مالک سمجھا جاتا تھا جو عزت کلیسائے روما کے مسند نشین کو آسمان کے کلید بردار ہونے کی حیثیت سے حاصل ہے۔

اس کے دربار میں عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بھی موجود ہے۔ نسب عالی کے سلسلہ کو دیکھو تو یوسف علیہ السلام بن یعقوب علیہ السلام بن اسحٰق علیہ السلام بن ابراہیم علیہم الصلوٰۃ والسلام تک منتہی ہوتا ہے۔ قومی وجاہت پر نظر کرو تو یہودانِ بنو قریظہ و بنو قینقاع و بنو نضیر و خیبر و فدک کا بچہ بچہ انہیں خیرنا وَ ابْن خیرنا کہہ کر یاد کرتا ہے۔

فضیلت علمی اور امامت قوم کی بزرگی کا اندازہ کرنا ہو تو سن لو کہ ربیوں اور احبار تک کہہ کر خوش ہو رہا ہے۔

تیری مجلس میں جہاں بیٹھ گئے بیٹھ گئے

اسی دربار میں صرمہ ابن انس رضی اللہ عنہ بھی حاضر ہے۔ صحف انبیاء کا عالم ہے۔ سوریا اور یروشلم کے متواتر سفر کر چکا ہے توراۃ و انجیل کو قدیم زبانوں میں پڑھا ہے دربار ہرقل میں اس کی بڑی تعظیم کی جاتی ہے اور دربار حبش میں اس کی کرامتوں کا خوب چرچا ہے۔ عیسائیان حجاز کا گویا سب سے بڑا بشپ یہی ہے۔ اب وہی مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ کو بار بار پڑھ رہا ہے اور توحید خالص کی لذت میں مستغرق ہے۔

اسی دربار میں سلمان رضی اللہ عنہ بھی موجود ہے۔ فارس کے بڑے زمیندار کا اکلوتا بیٹا ہے جو زرتشتی مذہب چھوڑ کر کاتولیکی عیسائی بنا پھر اطمینانِ قلب پا کر دینِ حقہ کی طلب میں ایران سے شام، شام سے عراق، عراق سے حجاز پہنچا تھا اب تو دل و جان کو حضور ﷺ کے قدموں کا فرش بنا چکا ہے۔ کوئی شخص اگر ان سے باپ دادا کا نام پوچھتا ہے تو فرما دیتے ہیں۔ سلمان رضی اللہ عنہ بن اسلام بن اسلام سبعین مرۃً اسی طرح ستر بار کہتے چلے جاؤ۔

اسی دربار میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی حاضر ہے۔ بُت پرستی کی تائید اور بتوں کی حمایت میں شجاعت و مردانگی کے جوہر دکھا چکا ہے۔ اُحد میں اسلامی لشکر کو فاش شکست دے چکا ہے۔ نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ فتح کا غرور اور غلبہ کا سرور اس کے ازدیاد غفلت اور ترقی رعونت کا سبب بن جائے لیکن رحمتِ عالم کی خاکساری نے اس فاتح کے دل کو بھی فتح کر لیا ہے، وہ خود ہی کھچا کھچا آتا ہے اور لات و عزیٰ کے توڑنے کی خدمت حاصل کرنے کی التجا کر رہا ہے۔

اسی دربار میں شاہ حبش کا عریضہ پیش ہو رہا ہے جو سلطنت چھوڑنے اور حاضر خدمت ہو جانے کی اجازت کا خواستگار ہے۔

اسی دربار میں ذوالبجادین موجود ہے جو گھر بار، اہل و عیال چھوڑ کر آیا ہے۔ کمبل کا تہہ بند، کمبل کرتہ جس پر ببول کے کانٹوں سے بخیہ گری کی ہے، زیب تن ہے۔ فرطِ شوق اور جوشِ انبساط سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آج شاہ کج کلاہ سے اپنے آپ کو برتر سمجھ رہا ہے۔

ہاں رحمۃ للعالمین وہی ہے جو یہودیوں جیسی مخذول و مقہور قوم کے ساتھ ان الفاظ میں معاہدہ کرتا ہے۔

- یہود بھی مسلمانوں کی طرح ایک قوم سمجھی جائے گی۔
- جو کوئی ان سے لڑے مسلمان ان کو مدد دیں گے۔
- مسلمانوں اور یہودیوں کے تعلقات خیر اندیشی نفع رسانی نیکی کے ہوں گے۔
- یہودیوں کے حلیف بھی اس معاہدہ میں اس کے ساتھ شامل ہیں۔

Marfat.com

مظلوم کی ہمیشہ مدد کی جائے گی۔ [1]

رحمۃ للعالمین وہی ہے جو خراج گزار اور مفتوح عیسائیوں کے ساتھ ان الفاظ میں معاہدہ کرتا ہے:

اہلِ نجران کو خدا کی حفاظت اور محمد رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داری حاصل ہوگی' ان کی جان اور مذہب اور ملک اور اموال کے متعلق تمام موجودہ اشخاص اور غیر موجودہ اور ان کی قوم اور ان پیرو اسی ذمہ داری میں شامل ہوں گے۔

ان کی موجودہ حالت تبدیل نہیں کی جائے گی۔

ان کے حقوق میں سے کوئی حق بدلا نہ جائے گا۔

اور جو کچھ تھوڑا بہت ان کے قبضہ میں ہے' اس میں کوئی تغیر نہ کیا جائے گا۔ [2]

رحمۃ للعالمین وہ ہے جو کافروں کو بھی بہ آواز بلند سناتا ہے:

تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین۔

رحمۃ للعالمین وہ ہے جو دین اور مذہب کے متعلق کل دنیا کو یہ اصول سکھلاتا ہے:

دین کے معاملہ میں کسی پر بوجھ نہیں ہے تحقیق ہدایت اور گمراہی میں ظاہر و باہر امتیاز ہو گیا ہے۔

پھر اسی سلسلہ میں اپنی حیثیت کو کھلے لفظوں میں ظاہر کرتا ہے:

رسول کا کام لوگوں کو احکامِ الٰہی کا سنا دینا ہے اور بس۔

رحمۃ للعالمین وہی ہے جو تمام عالم سے نیکی اور عمدہ سلوک کی تعلیم اس طرح پر دیتا ہے:

خدا تم لو لوگوں کے ساتھ نیکی اور اچھا سلوک کرنے سے نہیں روکتا بلکہ خدا تو ایسے کام کرنے والوں سے محبت کرتا ہے لیکن یہ لوگ ایسے ہوں کہ انہوں نے دین کیلئے تم سے جنگ نہ کی ہو اور دین کے لیے تم کو وطن سے نہ نکالا ہو۔

رحمۃ للعالمین وہی ہے جو دشمنوں کے ساتھ برتاؤ کے طریق کی اس طرح تعلیم دیتا ہے:

بدی کا بدلہ نیکی سے دو پھر جس شخص کے ساتھ تمہاری عداوت ہے وہ تمہارا گرم جوش حامی بن جائے گا۔

رحمۃ للعالمین وہ ہے جو معاملاتِ انصاف میں عداوت و نصرت کے تاثرات سے ہم کو علیحدہ رہنے کا حکم دیتا ہے اور خالص انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے:

کسی قوم سے مخالفت کا ہونا تمہیں انصاف کرنے کی طرف کھینچ نہ لے جائے' انصاف ہی کرو یہی خدا شناسی سے قریب تر ہے اور تقویٰ اختیار کرو تم جو کچھ کرتے ہو خدا خوب جانتا ہے۔

فرمایا:

قوم کی یہ مخالفت کہ انہوں نے تم کو مسجد الحرام سے روک دیا تھا' تم کو ادھر نہ لے جائے کہ تم ان پر زیادتی کرنے لگو تم تو نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ان کی مدد کرو اور گناہ و سرکشی کے کاموں میں ان کا ساتھ نہ دو خدا سے ڈرتے رہو۔

رحمۃ للعالمین وہی ہے جو شہادت واقعہ کے لیے لوگوں کو اس طرح تیار کرتا ہے:

[1] سیرت ابن ہاشم جلد اوّل ص ۱۷۸ [2] فتوح البلدان بلاذری

Marfat.com

اے ایمان والو! اللہ کے لیے کھڑے ہو جاؤ اور انصاف کے ساتھ شہادت دیا کرو۔

انصاف کا وجود شہادت ہی پر قائم ہے اس لیے شہادت کی بابت پھر ان الفاظ میں تعلیم دی گئی:

اے ایمان والو! انصاف کے ساتھ قیام کرنے والے اور اللہ کے لیے گواہی دینے والے بن جاؤ' خواہ تمہاری گواہی خود تمہارے والدین کے خلاف یا اقرباء کے خلاف ہو۔ (امیر ہو یا غریب کہ رعایت یا رحم کے خیالات تمہیں آتے ہوں) مگر یہ یاد رکھو کہ خدا ان دونوں سے بڑھ کر ہے دیکھو جاہلانہ کرنا کہ سچی شہادت سے عدولی کرو یا دبی زبان سے کوئی بات نہ کہو گواہی سے ٹل ہی جاؤ یہ باتیں تو خواہش نفس پر چلنے کی ہیں اور جو کچھ تم کرتے ہو خدا خوب جانتا ہے۔

ہاں رحمۃ للعالمین وہی ہے جو ہر انسان کو اس کی بیوی کے متعلق یہ تعلیم دیتا ہے:

خدا کے نشانوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمہاری بیویوں کو تمہاری جنس کا بنا دیا تا کہ تم ان سے تسلی پاؤ پھر تمہارے درمیان محبت اور پیار قائم کر دیا' سوچنے والوں کے لیے اس کے اندر بہت سے نشان ہیں۔

رحمۃ للعالمین وہی ہے جس نے شوہر بیوی کے رشتہ کو اتنا پاک ٹھہرایا کہ بہشت میں جاتے وقت بھی اس جوڑے کو ایک دوسرے سے الگ نہ کیا بلکہ یوں خبر دی:

تم اور تمہاری بیویاں شادی و نشاط اور نعمت و شادمانی کے ساتھ جنت میں چلے جاؤ۔

رحمۃ للعالمین وہی ہے جو شوہر اور بیوی کے حقوق کی بابت یہ فیصلہ سناتا ہے:

عورتوں کے حق شوہروں پر ویسے ہی ہیں جیسے شوہروں کے حق عورتوں پر۔

پھر سینارٹی کے متعلق یہ تعلیم فرماتا ہے:

مرد غالب ہیں عورتوں پر بوجہ اس فضیلت کے جو خدا نے (پیدائش سے) ایک کو دوسرے پر دی ہے اور اس وجہ سے کہ مرد اپنا مال عورتوں پر صرف کرتے ہیں۔

ہاں رحمۃ للعالمین وہی ہے جو ایک انسان کی جان کی قدر و قیمت ان الفاظ میں ظاہر فرماتا ہے:

اگر کسی شخص نے ایک انسان کو بھی قتل کر دیا (واجب القصاص اور مجرم اس سے الگ ہیں) گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے ایک شخص کی جان بچائی گویا اس نے تمام انسانوں کی جان بچائی۔

رحمۃ للعالمین وہ ہے جو خونخوار لڑائیوں کو بند کرتا' حکمرانی کی آرزو یا توسیع ملک کی تمنا یا غلبہ قوت کے اظہار یا جوش انتقام کے وفور کے اصول پر لڑائی کرنے کو قطعاً ممنوع ٹھہراتا ہے' وہ جنگ کو صرف مظلوم کی امداد کا آخری ذریعہ عاجزوں' درماندوں' عورتوں' بچوں کو ظالموں کے ہاتھ سے چھڑانے کا وسیلہ مذاہب مختلفہ اور ادیان متعددہ میں عدل و توازن قائم کرنے کا آخری حیلہ بتاتا ہے۔ دنیا کا رحمدل سے رحمدل شخص بھی ان اصولوں کے لیے لڑائی کی ضرورت سے انکار نہیں کر سکتا اور معمولی سمجھ کا انسان بھی ایسی لڑائی کو سراپا رحمت کہنے میں ذرا تامل نہیں کر سکتا اب اصول بالا پر رحمۃ للعالمین کے بتائے ہوئے احکام کو سنو:

جن مسلمانوں سے قتال ہوا' ان کو جنگ کی اجازت دی گئی ہے کیونکہ وہ مظلوم ہیں اور خدا ان کی نصرت پر قدرت رکھتا ہے یہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے بلا کسی وجہ کے نکالے گئے ہیں صرف اس لیے کہ انہوں نے اللہ کو اپنا پروردگار مان لیا ہے اگر خدا تعالیٰ (یہ اجازت دے کر بعض لوگوں

Marfat.com

دشمنوں) کو بعض لوگوں (مسلمانوں) کے ذریعہ سے روک نہ دیتا تب عیسائیوں کے گرجے یہودیوں کے معابد پارسیوں کے مندر مسلمانوں کی مسجدیں (جن میں خدا کا بہت نام لیا جاتا ہے) ضرور گرائی جاتیں۔

تم خدا کی راہ میں اور ضعیف مردوں اور عورتوں اور بچوں کے بچاؤ کے لیے کیوں جنگ نہیں کرتے حالانکہ وہ دعائیں کر رہے ہیں کہ خدایا! ہم کو اس بستی سے نکال جہاں کے باشندے بڑے ظالم ہیں۔

ان احکام سے واضح ہے کہ اسلام میں جنگ کو اختیار کیا گیا ہے تو نہ ملک گیری کے لیے نہ ہوس حکمرانی کے لیے بلکہ ضعیفوں' عورتوں' بچوں کو ظالموں کے پنجہ سے رہائی دینے کے لیے جنگ کو اختیار کیا گیا تھا۔ نہ تلوار کا خوف دلا کر کلمہ اسلام پڑھوانے کے لیے بلکہ یہودیوں' عیسائیوں' پارساؤں کے معابد کو حفاظت وحمایت میں مثل مساجد لے کر ان سب کو انہدام سے بچانے کے لیے۔

کیا کسی اور مذہب کی پاک ترین کتاب سے بھی یہ بیان مل سکتا ہے کہ ادیان مختلفہ کے بچاؤ اور ان کی عبادت گاہوں کے قیام کے واسطے کسی قوم نے جنگ کی ہو اگر نہیں اور ہم کو وثوق کے ساتھ یقین ہے کہ ہرگز نہیں تو سب کو اقرار کرنا پڑے گا کہ یہ رحمۃ للعالمین ہی کی رحمت قلبی کا نتیجہ ہے جس نے جنگ کا مقصد ایسا مقدس بنایا جس سے آج دنیا کا کوئی مذہب انکار نہیں کر سکتا۔

ایسی ضروری جنگ کے لیے رحمۃ للعالمین یہ بھی ضروری ٹھہراتے ہیں کہ الٹی میٹم ایک لمبے وقت کا دیا جائے تا کہ اس عرصہ میں باہمی سمجھوتے کی ایسی صورتیں نکل آئیں جس سے جنگ ٹل بھی جائے۔

قرآن مجید میں ہے:

یعنی تم کو چار ماہ کی مہلت ہے۔

جنگ کے لیے اتنی مہلت کا دیا جانا ہی رحمت ہے لیکن جنگ شروع ہو جانے کے بعد مستثنیات کا خاص طور پر ذکر ہے:

جو لوگ ایسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں جن سے تمہارا عہد ہے۔

یا وہ جو حاضر ہو کر ظاہر کر دیں کہ وہ تم سے یا اپنی قوم سے جنگ کرنے میں رُک گئے۔

تو وہ جنگ سے مستثنیٰ ہوں گے۔ چنانچہ صاف لفظوں میں فرمایا:

پھر اگر یہ لوگ علیحدہ ہو جائیں اور تم سے جنگ نہ کریں اور تم سے صلح کی درخواست کریں تب خدا نے تم کو ان پر کوئی راہ نہیں دی۔

خیال کرو کہ یہ احکام کس طرح ظاہر کرتے ہیں کہ اس جنگ کا مقصد دین کو بہ جبر قبول کروانے کا ہرگز نہیں۔

غور کرو کہ ایک معاہد قوم کا وجود بھی تم کو نظر آئے گا جو مسلمان نہیں اگر مسلمان ہوتے تو ان سے مسلمانوں کا تعلق (بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ) کا نہ ہوتا بلکہ وہ تو (فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ) کے درجے ہوتے۔

پھر اس معاہد قوم کی بھی اتنی عزت ہے کہ اگر فریق جنگ میں سے کوئی شخص اس کے پاس چلا جائے تو وہ بھی فریق جنگ کے حکم سے نکل جائے

پھر وہ شخص بھی جنگ سے مستثنیٰ ہو جائے گا جو مسلمانوں سے یہ عہد کرے کہ وہ نیوٹرل (غیر جانبدار) رہے گا نہ مسلمانوں کا طرف دار ہو گا نہ ان کے مخالفین کا دیکھو اگر جنگ کی بنیاد مذہب کا بہ جبر قبول کروانا ہوتا تو ان غیر مذاہب والوں کے لیے یہ ضوابط کبھی نہ ہوتے۔

ہاں! رحمۃ للعالمین وہ ہے جو انسانوں کو اخلاق فاضلہ اور فضائل محمودہ اور محاسن جمیلہ اور صفات کاملہ کی تعلیم دیتا ہے۔

ماں باپ کی بابت سکھایا:

Marfat.com

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ الرْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِیْ صَغِيْرًا ۔ (۲۴:۱۷) ان کے لیے ذلت کے بازوؤں کو زمین پر بچھا دے اور دعا بھی کیا کر اے خدا! ان پر رحم کر جیسا کہ انہوں نے مجھے بچپنے سے پالا ہے۔

اس حکم میں فرمانبرداری اطاعت وخدمت گزاری کا بھی حکم دیا اور یہ بھی بتایا کہ ماں باپ کے لیے دعا کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ جس طرح بچہ ماں باپ کی تربیت کا محتاج ہے اسی طرح ہر انسان خدا کے رحم کا محتاج ہے۔

قصور والوں کی معافی کے متعلق فرمایا گیا ہے:

وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۔ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۔ (۲۲:۲۴) چاہیے کہ تم معافی دیا کرو اور گزر کیا کرو کیا تم یہ پسند نہیں کرتے ہو کہ خدا تم کو معاف کر دے۔

معافی دینا انسان کو ذرا مشکل اور شاق گزرتا ہے اس لیے اسے سمجھایا گیا ہے کہ جب انسان معافی کا خدا سے خواستگار ہے تو کیا وجہ ہے کہ وہ معافی دینے کو پسند نہیں کرتا گویا یہ اصول بتایا۔ معاف کرو تم کو بھی معاف کیا جائے گا۔

زنا کی برائی کے متعلق بھی استدلال کا ایسا ہی طریق اختیار کیا گیا ہے:

وَلَا تَقْرَبُوْا الزِّنٰى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِيْلًا ۔ (۳۲:۱۷) زنا کے قریب بھی نہ جاؤ یہ تو بے حیائی ہے اور برا راستہ ہے۔

برے راستہ کے لفظ پر غور کرنا چاہیے:

ایک عیاش مزاج شاید اپنی شوریدگی طبع کی حالت میں زنا کو کچھ معیوب نہ سمجھتا ہو مگر اسے غور کرنا چاہیے کہ کسی کی بہو، بیٹی کو اپنے بستر پر بلانا تو اسے ناگوار نہیں گزرتا لیکن کیا اسے یہ بھی ناگوار نہیں ہے کہ اس کی بیٹی، بہو غیر کے بستر پر جائے۔ اس کی غیرت اسے پسند نہیں کرتی تو اسے سمجھ لینا چاہیے کہ یہ شخص خود اپنے طرز عمل سے ایسی ہی برائیوں کا راستہ بنا رہا ہے؟ یہ راستہ سب سے پہلے اس کے گھر تک سیدھی سڑک بن جائے گا۔

رحمۃ للعالمین وہ ہے جس نے شراب اور جوئے کی حرمت کا حکم تمام عالم کو سنایا، شراب کو رجس اور عمل شیطان اور بنائے عداوت و سبب بغض و سرمایہ غفلت اور ذریعہ دوری از خدا بتایا۔ یہ فیصلہ اس زمانہ کا ہے جب تمام دنیا شراب پر لٹو تھی۔ جب بزرگوار پولوس کی ہدایت کے پابند سادہ پانی پینے کو معیوب سمجھتے تھے۔ جب ایران شراب کے پیالہ کو جام جم سمجھتا تھا، جب ہندوستان دیوتاؤں اور ٹھاکروں کے تقرب کے لیے اس کا استعمال ضروری سمجھتا تھا، جب بہت سے مراسم دینی و دنیوی کی تکمیل شراب کے بغیر نہیں ہو سکتی تھی، جب عرب کے کسی شاعر و زبان آور کا کلام اس کی توصیف سے خالی نہ ہوتا تھا۔ اسلام کے اس حکم کا تیرہ سو برس تک دنیا نے مقابلہ جاری رکھا تھا لیکن یورپ کی جنگِ عظیم (از ۱۹۱۴ تا ۱۹۱۸ء) نے اس حکم کی اصلیت کو منکشف کر دیا۔

شاہِ برطانیہ جارج پنجم نے ترک مے نوشی میں اوّل قوم کو خود نمونہ بن کر دکھایا پھر روس و انگلستان و فرانس میں ایک حد تک اس پر عمل کیا گیا۔ امریکہ نے شراب تیار نہ کرنے کا عزم ظاہر کیا۔ فی الواقع ترک شراب ایک رحمت ہے۔

اور جس وجودِ پاک نے سب سے پہلے دنیا کو اس مسئلہ کی ہدایت کی وہ رحمۃ للعالمین ہے۔ ایسے احکام قرآن مجید اور حدیثِ پاک سے سینکڑوں کی تعداد میں شمار کیے جا سکتے ہیں۔

ناظرین غور سے معلوم کریں گے کہ ہم نے اس مضمون میں جن مسائل کا ذکر کیا ہے، یہ خالص ایسے مسائل ہیں کہ مسلم وغیر مسلم ہر دو مساوی طور پر ان سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ مستفید ہو رہے ہیں۔ ان مسائل کے ترک کر دینے کے بعد تمدن کے قیام اور شائستگی کے وجود کی بقا ہی نہیں رہ سکتی۔ اس لیے دنیا کو ماننا پڑے گا کہ نبی اکرم ﷺ فی الواقع رحمۃ للعالمین تھے۔

البتہ اہلِ اسلام کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کو التفاتِ خاص ہے اور یہ لوگ اس آفتاب حقیقت سے زیادہ تر منور ہونے کی سعی کیا کرتے ہیں،

Marfat.com

اس لیے رب العالمین نے حضور ﷺ کی صفت میں فرمایا ہے: بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ دیکھو رحمت کے ساتھ یہاں رافت کا اضافہ ہو گیا ہے۔

مبارک ہیں وہ لوگ جو نبی اکرم ﷺ کی رحمت و رافت سے استفاضہ کرتے ہیں۔

حب النبی اکرم ﷺ

غزلیات و ابیات کے شید الفظ عشق کا استعمال اکثر کیا کرتے ہیں۔ قرآن مجید اور احادیث پاک کے ماہرین سے یہ امر مخفی نہیں ہے کہ ہر دو کلام پاک میں لفظ عشق کا استعمال نہیں ہوا ہے[1] قاموس میں ہے:

اَلْجُنُوْنُ فُنُوْنٌ والعشق من فنه يستجله المراء علیٰ نفسه باستحسان بعض الصور و الشمائل یعنی جنون کے بہت سی اقسام میں عشق بھی جنون کی ایک قسم ہے۔ اس مرض کو انسان اپنے نفس پر بعض صورتوں یا خصلتوں کے اچھا سمجھ لینے سے خود وارد کر لیا کرتا ہے۔

پس جب عشق کے معنی قسمے از جنون ہوئے تو ضروری تھا کہ خدا اور رسول ﷺ کے پاک کلام میں اس لفظ کا استعمال نہ کیا جاتا اور اسے فضائل محمودہ یا محاسن جمیلہ سے شمار نہ کیا جاتا۔ بے شک قرآن حکیم اور احادیث رسول کریم میں لفظ محبت کا استعمال ہوا ہے اور اس سے ثابت ہو گیا کہ محبت ہی صفت کمال انسانی ہے۔

محبت اور عشق میں یہ بھی فرق ہے کہ محبت روح کے میلان صحیحہ کا نام ہے اور عشق میں اس شرط کا پایا جانا ضروری نہیں۔ محبوب وہ ہے جو فی الواقع اپنے کمالات علیہ کی وجہ سے محبت کیے جانے کے شایان ہو۔ معشوق وہ ہے جسے کسی نے اچھا سمجھ لیا ہو۔ محبوب' محبوب ہی ہے' خواہ کوئی محب پیدا ہو یا نہ ہو مگر معشوق' معشوق نہیں۔ جب تک کوئی اس کا عاشق موجود نہ ہو۔ غالباً مشہور مثل "لیلیٰ را بہ چشم مجنون باید دید" کے واضع نے انہی معانی کو ایک دوسرے اسلوب میں بیان کر دیا ہے۔

بعض نے محبت کے معنی شوق الی المحبوب بیان کیے ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ محبت ایثار للمحبوب کا نام ہے۔

بعض نے کہا محبت اسے کہتے ہیں کہ قلب کو مراد محبوب کا تابع بنا دیا جائے۔ میرے نزدیک تعریف محبت تو وہی ہے جو ہم اوپر لکھ آئے ہیں اور یہ معانی تو صرف ثمرات محبت کو بیان کرتے ہیں۔

محبت روح انسانی کی وہ صفت نورانی ہے جو جسم انسانی میں آنے سے پیشتر بھی روح کے اندر پائی جاتی اور کارفرما تھی۔ حدیث شریف اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَۃٌ الخ اس معنی کی جانب اشارہ کرتی ہے۔

محبت کے مدارج محبوب کے مدارج پر منحصر ہوتے ہیں۔ محبوب جتنا زیادہ اور ارفع و اعلیٰ ہو گا' محبت کا درجہ بھی اسی قدر ارفع و دائمی ہو گا۔ محبت کو ذات و صفات محبوب سے جس قدر زیادہ عرفان ہو گا' اسی قدر زیادہ استحکام سے اس کا اس کی جانب میلان ہو گا۔

يُحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ . مشرک لوگ شرکاء کے ساتھ اللہ کی محبت جیسی محبت کرتے ہیں مگر جو ایمان والے ہیں ان کی محبتیں خدا کے ساتھ بہت زیادہ بڑھی ہوئی ہیں۔ (۱۶۵:۲)

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ سیرت النبی اکرم ﷺ کے لکھنے کا مقصد اس خاکسار کا بلکہ جملہ علمائے کبار کا یہی ہے اور یہی ہونا چاہیے کہ نبی کریم ﷺ

---

[1] والا يحفظ عن رسول الله ﷺ لفظ العشق في حديث صحيح البتته زاد المعاد جلد ۲ ص ۹۶ واضح ہو کہ حدیث من عشق فعف فمات فهو شهيد اور حدیث من عشق و كتم وعف و صبر الخ ہر دو صحیح نہیں ابن جوزی نے موضوعات میں ان کا ذکر کیا ہے' ان کا راوی صرف سوید بن سعید ہے اور ائمہ حدیث نے اس کی نسبت سخت ترین الفاظ استعمال کیے ہیں۔

Marfat.com

کے وجود باجود کے متعلق پڑھنے والے کے قلب کو ایمان' فواد کو ایقان' روح کو راح اور صدر کو انشراح حاصل ہو جائے اور محبت کا وہ پاک چشمہ جو خس و خاشاک علائق سے دب گیا تھا یا سنگلاخ جہل میں رک گیا تھا پھر فوارہ دار اسی بلندی تک موجزن ہو جائے جس بلندی سے چلا تھا۔

محبت ہی یاس کو دھکیل دینے والی اور مصائب کو کشادہ پیشانی کے ساتھ جھیل لینے والی ہے۔ محبت ہی دل کی زندگی اور زندگی کی کامیابی ہے۔ محبت ہی کامیابی کو دوام و بقاء کا تاج پہناتی اور پھر اس بقاء کو تخت ارتقاء پر بٹھاتی ہے۔

محبت ہے جس کی صفت میں حبیب اللہ ﷺ نے فرمادیا ہے:

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔[1] ہر شخص کا حشر اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

ہم لکھ چکے ہیں کہ محبت کی بنیاد کسی کمال اصلی پر ہوتی ہے' سینکڑوں اشخاص حاتم طائی سے محبت رکھتے ہیں اس لیے نہیں کہ انہیں اس کی جائیداد سے کوئی پیسہ یا پائی ملی ہے بلکہ اس لیے کہ ایسے اشخاص کو صفت جود و سخا سے محبت ہوتی ہے۔ سینکڑوں اشخاص نوشیرواں عادل سے محبت رکھتے ہیں' نہ اس لیے کہ ان کو کسی مظلمہ میں دادرسی یا کسی دعویٰ میں ڈگری اس کی دادری گاہ سے ملی ہو بلکہ اس لیے کہ یہ لوگ صفتِ عدل و داد کو محمود سمجھتے ہیں۔

سینکڑوں اشخاص رستم واسفندیار کی داستان پورے جوش سے پڑھتے یا سرگرمی سے سنا کرتے ہیں اس لیے نہیں کہ وہ بھی ان کی فتوحات میں حصہ دار ہیں بلکہ اس لیے کہ صفتِ مردانگی و شجاعت سے ان کو محبت ہوتی ہے۔

بیسیوں اشخاص سقراط وافلاطون کے نام محبت اور پیار سے لیا کرتے ہیں اس لیے نہیں کہ وہ بھی ان کے مدرسہ خاص میں جس کے دروازے عوام پر ہمیشہ بند رہتے تھے' کچھ اسباق سن چکے ہیں بلکہ اس لیے کہ یہ لوگ علم و حکمت کے خود قدردان ہوتے ہیں۔

بیسیوں اشخاص شیکسپیئر' ہومر' فردوسی و سعدی' لبید و متنبی' بیاس اور دالمیک کی فصاحت و بلاغت کے بیان میں اپنی تمام قوت گویائی کو صرف کر دیا کرتے ہیں اس لیے نہیں کہ وہ بھی اس شہرت دہی کے اجارہ دار ہیں بلکہ اس لیے کہ یہ لوگ راز فطرت انسانی کے مشتاق ہوتے ہیں اور ہر شخص کی مدح کی جو اس فن میں تکلم کرے' پسند کرتے ہیں۔

یہاں جس ہستی مزکی کی محبت کا مذکور ہے' اس کی شان بلند کا تعقل کرنے کے لیے خیال کرو:

ایک	آدم علیہ السلام	انابت الی اللہ کا راز آشکارا کرنے والے
ایک	ادریس علیہ السلام	علوم اوّلین و آخرین کا درس دینے والے
ایک	نوح علیہ السلام	اسرار و اعلان سے تبلیغ کرنے والے
ایک	ابراہیم علیہ السلام	گناہ گاروں کے لیے ربّ العزت سے درگزر اور رحمت کا سوال کرنے والے۔
ایک	اسمٰعیل علیہ السلام	بیت اللہ کو معظم ٹھہرانے والے
ایک	یعقوب علیہ السلام	خدائے قادر سے عہد باندھنے والے
ایک	یوسف علیہ السلام	بدخواہ اور بداندیش پر ترحم کرنے والے
ایک	موسیٰ علیہ السلام	قوم کو برگزیدہ بنانے والے
ایک	ہارون علیہ السلام	امام فصیح

[1] صحیح بخاری عن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ باب علامۃ الحب کتاب البر والصلۃ۔

Marfat.com

ایک	یحییٰ علیہ السلام	مبلغ متواضع
ایک	داؤد علیہ السلام	قوم کو اجتماعی قوت دینے والے
ایک	سلیمان علیہ السلام	خدا کے لیے پاک گھر بنانے والے

صلی اللہ علیہ وعلیٰ جمیع اخوانہ من النبیین والمرسلین

ہاں وہ جس کے منہ میں خدا کا کلام ہونے کی خبر موسیٰ علیہ السلام نے دی۔

ہاں وہ جسے مسیح علیہ السلام نے روح الحق بتایا۔

ہاں وہ جس کی ہیبت وجلال سے داؤد علیہ السلام نے دشمنوں کو مرعوب بنایا۔

ہاں وہ جس کے حسن وجمال کا نشید سلیمان علیہ السلام نے مقدس میں گایا۔

وہ جس کی حمد سے حبقوق علیہ السلام نے عالم کو پرآوازہ کیا۔

وہ جس کے خیر مقدم کی تہنیت سے ملاکی علیہ السلام نے خدا کے گھر کو جلال دیا۔

وہ جس کے لباس اوران پر ''شہنشاہوں کا شہنشاہ' خداوندوں کا خداوند'' لکھا ہوا یوحنا نے پڑھا۔

وہ جس کے پیچھے آسمانی فوجوں کا چلنا صاحب مکاشفات نے مشاہدہ کیا۔

کیا کوئی صاحب بصر' صاحب دل ایسے محبوب' ایسے محمود' ایسے مصطفیٰ' ایسے محمد ﷺ پر دل وجان سے فدا نہ ہوگا اور اس فدا ہونے کو اپنے لیے غایت شرف اور انتہائی کمال انسانیت نہ سمجھے گا۔

یاد رکھو کہ آیت ذیل میں اسی راز کا انکشاف کیا گیا ہے:

سب لوگوں کو سنا دے کہ اگر تم ماں' باپ' بیٹے' بیٹیاں' بہن' بھائی' زن وشوہر' قوم وقبیلہ اور مال جو تم نے جمع کیا ہے اور تجارت جس کے خسارہ کا تم کو ڈر لگا رہتا ہے اور وہ محل جن میں بسنا تم کو اچھا معلوم ہوتا ہے (وہ سب) زیادہ پیارے ہیں خدا اور رسول سے اور راہِ خدا میں جہاد کرنے سے تب تم منتظر رہو کہ خدا تمہارے لیے اپنا کوئی حکم دے۔ (سورہ نمبر ۹ آیت نمبر ۲۴)

اس آیت میں جن جن شخصیتوں یا چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے' ان کی محبت عام میلان انسانی کے موافق مسلمہ ہے اور اسی لیے رب العالمین نے جو فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا کا مالک ہے' ان سب کے ساتھ انسانی محبت کی نفی نہیں فرمائی اور نہی نہیں کی بلکہ تفریق درجات کے سبق کی تعلیم دی ہے۔ ع

گر فراقِ مراتب نہ کنی زندیقی !

یہی راز صحیحین میں اس حدیث پاک عن انس رضی اللہ عنہ میں کھولا گیا ہے:

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ .

کوئی شخص تم میں سے مومن نہیں بن سکتا جب تک اسے رسول ﷺ ... ماں' باپ اور اولاد اور باقی سب اشخاص سے بڑھ کر ...

صحیح ابن خزیمہ میں ہے:[1]

[1] زرقانی جلد ۶ ص ۲۸۰۔

Marfat.com

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ ۔ کوئی مومن نہیں بن سکتا جب تک میں اسے اس کے اہل و مال سے زیادہ محبوب نہیں ہوتا۔

ہمارا اعتقاد ہے کہ نبی کریم ﷺ نہ صرف محبوب بلکہ حبیب ہیں یعنی حضور ﷺ کے وہ صفات عالیہ اور فضائل متکاثرہ اور محاسن جمیلہ اور نعوت رفیعہ جنہوں نے حضور ﷺ کو حبیبِ خدا اور محبوب خلق خدا بنا دیا ہے ثبات واستقرار رکھتے اور دوام وبقاء سے متمکن ہیں۔

میں چاہتا ہوں کہ نبی اکرم ﷺ کے محاسنِ اخلاق اور شرف افعال کے اوّل چند نمونے پیش کروں اور پھر دکھاؤں کہ ایسی صفاتِ عالیہ کے مالک سے کون شخص محبت کرنا نہیں چاہتا۔

Marfat.com

باب نمبر ۱۶

جود وسخا کا بیان

۱۔ جنگ حنین میں چھ ہزار قیدی' چوبیس ہزار اونٹ' چالیس ہزار بکریاں' چار ہزار اوقیہ (چھٹانک) چاندی غنیمت میں حاصل ہوئی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے ان میں سے ایک چیز کو بھی نہیں چھوا گھر سے جس خیر و برکت کے ساتھ تشریف لائے تھے' اسی طرح واپس گئے۔

۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے:

نبی اکرم ﷺ نے اپنی وفات کے بعد کوئی چاندی یا سونے کا یا بکری یا اونٹ دنیا میں نہیں چھوڑا اور نہ کسی شے کی بابت کوئی وصیت ہی فرمائی۔

۳۔ معلیٰ بن زیاد نے حسن سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک سوالی آیا۔ فرمایا بیٹھو' خدا دے گا پھر دوسرا آیا پھر تیسرا آیا۔ حضور ﷺ نے سب کو بٹھالیا۔ حضور ﷺ کے پاس دینے کو اس وقت کچھ نہ تھا' اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے چار اوقیہ چاندی حضور کی خدمت میں پیش کی۔ حضور ﷺ نے ایک ایک اوقیہ تو ان تینوں میں تقسیم کر دیا اور ایک اوقیہ کی بابت پکار بھی دیا مگر کوئی لینے والا نہ اُٹھا۔ رات ہوئی تو حضور کو نیند نہیں آتی' اُٹھتے ہیں اور نماز پڑھنے لگتے ہیں پھر ذرا لیٹ کر اُٹھتے ہیں اور نماز پڑھنے لگ جاتے ہیں۔ اُم المومنین رضی اللہ عنہا نے پوچھا حضور ﷺ کو آج کچھ تکلیف ہے؟ فرمایا نہیں۔ انہوں نے پوچھا تب کوئی خاص حکم خدا کا آیا ہے جس کی وجہ سے یہ بے قراری ہے۔ فرمایا نہیں۔ اُم المومنین نے کہا پھر حضور ﷺ آرام کیوں نہیں فرماتے؟ اس وقت حضور ﷺ نے وہ چاندی نکال کر دکھائی۔ فرمایا یہ ہے جس نے مجھے بے قرار کر رکھا ہے مجھے ڈر لگا کہ مبادا یہ میرے پاس ہی ہو[1] اور میری موت آجائے۔

۴۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

جو مسلمان قرض چھوڑ مرے گا میں اسے ادا کروں گا اور جو مسلمان ورثہ چھوڑ مرے گا اسے اس کے وارث سنبھالیں گے۔[2]

۵۔ جابر بن عبداللہ صحابی انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ سے کبھی کسی چیز کا بھی سوال نہیں کیا گیا جس کے جواب میں حضور ﷺ نے لا (نہیں) فرمایا ہو۔[3]

اسی حدیث کا مفہوم کسی نے یوں ادا کیا ہے۔

نرفت لا بہ زبان مبارکش ہرگز — مگر بَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

ان روایتوں کو دیکھو اور ان کے معانی پر غور کرو' ثابت ہو جائے گا کہ نبی اکرم ﷺ فی الحقیقت (نیکیوں میں سب سے زیادہ سخاوت والے) تھے۔

---

۱ اعلام النبوۃ ص ۱۵۵۔ ۲ اعلام النبوۃ ص ۱۵۵۔ ۳ صحیحین۔

Marfat.com

عدل وانصاف کا بیان

۱۔ نبی اکرم ﷺ کی اس صفت کا اعتراف اعدا بھی کرتے تھے۔ ربیع بن خثیم سے روایت ہے کہ بعثت سے پیشتر بھی لوگ اپنے مقدمات کو نبی اکرم ﷺ کے حضور میں فیصلہ کے لیے لایا کرتے تھے۔[۲]

۲۔ حجر اسود کے نصب کرنے میں جو جھگڑا قریش میں ہو گیا تھا' اس کا ذکر ''رحمۃ للعالمین'' جلد اوّل میں موجود ہے۔ قابلِ ذکر یہ ہے کہ قرارداد یہ تھی جو کوئی شخص اب سب سے پہلے کعبہ میں آئے' وہی حکم قرار پائے۔ نبی اکرم ﷺ آنکلے تو لوگوں کی خوشی و مسرت کی حد نہ تھی اور خوش ہو ہو کر پکارتے تھے:

هٰذَا مُحَمَّدٌ هٰذَا الْاَمِيْنُ قَدْ رَضِيْنَابِهٖ ۔[۱] لو محمد ﷺ آ گئے' ان کے فیصلہ پر تو ہم سب ہی خوش ہیں۔

تیقنِ انصاف ہو تو ایسا ہو کہ فیصلہ سننے سے پیشتر ہی ہر مخالف اس فیصلہ پر رضامندی کا اظہار کرتا ہے۔

۳۔ فاطمہ نام مکہ کی ایک عورت چوری میں ماخوذ ہوئی' اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے جس سے حضور ﷺ نہایت محبت کیا کرتے تھے' بھولے پن سے اس کی سفارش کر دی' ناخوش ہو گئے اور فرمایا کہ تم حدودِ الٰہی میں سفارش کرتے ہو۔ دیکھو اگر میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی ایسا کرتی تو میں وہی فیصلہ کرتا جو اس کے لیے کروں گا۔

نجدت وشجاعت کا بیان

نجدت اس صفت کو کہتے ہیں کہ موت کے سامنے نظر آنے پر بھی اعتماد علی النفس قائم رہے۔ شجاعت قوتِ غضبیہ کے اس کمال کو کہتے ہیں جو انقیادِ عقل سے حاصل ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے ان صفات کے متعلق بیسیوں روایات اور راویوں کے عینی مشاہدات موجود ہیں۔

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے نام اور ان کی شجاعت کے بلند کارناموں سے کون ناواقف ہو گا۔

وہی فرماتے ہیں:

جب گھمسان کا رَن پڑتا اور لڑنے والوں کی آنکھوں میں خون اُتر آتا اس وقت ہم نبی اکرم ﷺ کی اوٹ لیا کرتے تھے اور ہم میں سے سب سے آگے دشمن کی جانب نبی اکرم ﷺ ہی ہوتے تھے۔

۲۔ جنگ حنین میں دشمنوں نے پہاڑ کے درہ میں بیٹھ کر تیروں کا ایسا مینہ برسایا کہ مسلمانوں کی بارہ ہزار فوج کا منہ موڑ دیا۔ کسی نے اس واقعہ کے متعلق براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا تم رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے؟

تو براء رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں مگر رسول اللہ ﷺ بھی نہ تو پھر بھاگے میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ اپنے سفید خچر پر چڑھے ہوئے ہیں' ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب ہاشمی نے لگام پکڑ رکھی ہے اور حضور ﷺ فرما رہے ہیں' انا النبی لاکذب۔

خچر پر سوار ہونا ہی ثبات و استقلال کی دلیل ہے۔ بھاگنے والا تو تیز گام گھوڑے کو پسند کیا کرتا ہے' سفید خچر کا انتخاب بھی مردانگی کی دلیل ہے ورنہ لڑائی میں ایسے رنگ کا جانور پسند کیا جاتا ہے جو ذرا گرد و غبار میں چھپ جائے۔ فوج کی خاکی وردی کا مدعا بھی یہی ہے۔ بارہ ہزار فوج کے بھاگ جانے پر میدان میں کھڑے رہنا بھی کوہِ تحمل ہی کا کام ہے ایسے وقت میں خود بول بول کر اپنی شناخت دشمن کو کرانا اور اسی دعوے کو دہرانا جو حملہ آوروں کے کینہ و عداوت کا موجب تھا' صرف قمرِ نبوت ہی کا خاصہ نور پاشی ہے۔

---

[۱] شفاء

Marfat.com

اسی واقعہ کے متعلق عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عم النبی اکرم ﷺ کی روایت میں ہے:

مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے اس وقت نبی اکرم ﷺ خچر کو ایڑ لگانے اور دشمن کی جانب بڑھانے لگے' میں نے لگام اور ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے رکاب پکڑ لی اس ارادہ سے کہ حضور ﷺ کو آگے بڑھنے سے روک دیں۔

صحیح مسلم میں اس واقعہ کے متعلق پھر یہ الفاظ ہیں:

نزل النبی صلعم عن بغلته . نبی اکرم ﷺ اپنے خچر سے اُتر پڑے۔

یہ شجاعت کی غایت الغایت ہے کہ جس شخص کے سامنے سے بارہ ہزار فوج بھاگ رہی ہے' حضور ﷺ اس کے مقابلہ کے لیے اپنی سواری آگے کو لے جا رہے ہیں اور جب اہلِ بیت کے دو شخص عم اور ابن العم نے سواری کو روک لیا تو حضور ﷺ پیادہ ہو کر آگے بڑھنے کو ہیں۔

۳۔ صحیحین میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ مدینہ میں ایک رات غل سا ہوا' لوگ سمجھے چھاپہ آ پڑا۔ سب لوگ مل کر آبادی سے باہر اس شور کی جانب چلے' آگے چلے تو انہیں نبی اکرم ﷺ واپس ہوتے ہوئے ملے۔ حضور ﷺ گھوڑے پر سوار اور تلوار حمائل کیے ہوئے تھے یعنی آواز سن کر سب سے پہلے اور تن تنہا تفتیش کو تشریف لے گئے تھے اور ہم سے فرماتے تھے لَمْ تَرَعُوْا لَمْ تَرَاعُوْا ڈرو نہیں' ڈرو نہیں۔

۴۔ ناظرین کو بیعت العقبہ کی بنیادی ملاقات کا واقعہ تو یاد ہی ہوگا کہ شب تاریک اور منزل پُرخطر کے خوف سے ایک قافلہ پہاڑ کی گھاٹی میں پناہ لینے پر مجبور ہو جاتا اور آبادی تک پہنچنے کی جرأت نہیں کرتا اور نبی اکرم ﷺ جن کی جان کا دشمن مکہ کا ایک ایک شخص تھا' ایسے وقت اور ایسے مقام میں اس لیے چکر لگا رہے ہیں کہ شاید کسی گم کردہ ضلالت کو ہدایت فرما سکیں۔

۵۔ تمام دنیا کے مقابل سچے اصول کی اشاعت کے لیے کھڑے ہونا اور ایک ایسے ملک میں جہاں خونریزی و سفاکی ہی کی حکومت تھی' ہر ایک مذہبی ضلالت کا اعلان کرنا' کسریٰ و قیصر و حبش کے حکمرانوں اور عرب کے جنگ جو قبائل کے خشم و غضب کی پرواہ نہ کرنا' شجاعت اور قوتِ قلب کا بہترین نمونہ دکھاتا ہے' جس کی نظیر تاریخ میں ملنی مشکل ہے۔

تواضع کا بیان

مسکنت و تواضع نبی اکرم ﷺ کی صفت لازم تھی۔ تواضع ہی تھی کہ خچر اور حمار پر سواری فرماتے' دوسرے کو ساتھ سوار کر لیتے۔ مسکینوں' غریبوں کی عیادت فرماتے' فقراء کے برابر جا بیٹھتے' صحابہ رضوان اللہ علیہم کے درمیان مل جل کر بیٹھ جاتے' اپنی نشست کے لیے نہ جانب صدر کی ضرورت سمجھتے نہ کوئی امتیازی نشان بناتے' غلاموں اور خادموں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا لیتے' بازار سے سودا خرید کر اور خود اُٹھا کر لے آتے' اپنے جانوروں کو خود چارہ ڈالتے' اونٹ کی زانو بندی کر دیتے' گھر کے چھوٹے چھوٹے کام کاج اپنے ہاتھ سے کیا کرتے تھے۔ جب ہزاروں جاں نثار ایسی خدمت سرانجام دینے کو اپنی سعادت دارین سمجھنے والے موجود اور آمادہ ہوتے تھے۔

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں حضور ﷺ حج کو تشریف لے گئے' میں نے دیکھا کہ جو چادر حضور ﷺ کے اوپر تھی' اس کی قیمت چار درہم سے زیادہ نہ ہوگی۔

یہود ان بنو قریظہ کی جانب تشریف لے گئے تو اس روز حضور ﷺ حمار پر سوار تھے جس کی باگ کھجور کے پٹھے کی رسی سے بنی ہوئی تھی اور اس کی پشت پر صرف کھجور کی صف[1] پڑی ہوئی تھی۔

[1] کھجور کی صف میں نے اکاف من لیف کا ترجمہ کیا ہے۔ یہ لفظ شمائل ترمذی میں ہے۔

Marfat.com

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں حضور ﷺ نے ایک دُکان سے پاجامہ خریدا' اُٹھنے لگے تو دُکاندار نے حضور ﷺ کے ہاتھ پر بوسہ دینا چاہا۔ حضور ﷺ نے جھٹ ہاتھ کو پیچھے ہٹالیا اور زبان مبارک سے فرمایا:

یہ تو عجمی لوگ اپنے بادشاہوں کے ساتھ کیا کرتے ہیں' میں بادشاہ نہیں ہوں' میں تم ہی سے ایک ہوں۔

حیا کا بیان

ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

نبی اکرم ﷺ پردہ نشین کنواری لڑکی سے بھی زیادہ شرمگیں تھے کوئی مکروہ چیز دیکھ لیتے تو زبان سے کچھ نہ فرماتے۔ حضور ﷺ کے چہرہ پر کراہت کے آثار نمایاں ہو جاتے تھے۔

اسی صفت حیا کا اثر تھا کہ کسی کے روبرو کسی عیب کے متعلق کچھ نہ فرماتے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے:

ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں زعفران کا رنگ ملے ہوئے آیا حضور ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ کسی کے سامنے ایسی بات نہ کہا کرتے تھے جسے وہ ناپسند کرتا ہو جب وہ چلا گیا تو حضور ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کاش تم اس سے کہہ دیتے کہ وہ اس رنگ کو چھوڑ دیتا۔[1]

۳۔ بعض اوقات لوگوں کی طول کلامی سے حضور تھک جاتے یا زیادہ بیٹھے رہنے کی وجہ سے مجبور ہو جاتے تب بھی حیا کی وجہ سے خود تکلیف اُٹھاتے اور ان سے کچھ نہ فرماتے۔

شفقت ورافت کا بیان

ایک گنوار آیا' اس نے سوال کیا۔ حضور ﷺ نے اسے دے دیا اور پوچھا کہ ٹھیک ہے؟ وہ بولا۔ نہیں' تم نے میرے ساتھ کچھ بھی سلوک نہیں کیا۔ مسلمان یہ سن کر بے تابانہ اس کی طرف اُٹھے۔ حضور ﷺ نے اشارہ کیا کہ رُک جاؤ پھر حضور ﷺ گھر میں تشریف لے گئے اور گھر سے لا کر اور بھی کچھ دیا۔ وہ خوش ہو کر دعا دینے لگا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ تیرا پہلا کام میرے اصحاب کو ناگوار گزرا تھا' کیا تم پسند کرتے ہو کہ ان کے سامنے بھی اسی طرح کہہ دو جس طرح اب میرے پاس کہہ رہے ہو تا کہ ان کے دل بھی تیری طرف سے صاف ہو جائیں۔ وہ بولا ہاں! میں کہہ دوں گا پھر اگلے دن یا شام ہی کو وہ گنوار آ گیا۔ آپ ﷺ نے اصحاب سے فرمایا کہ ایک شخص کی اونٹنی بھاگ گئی' لوگ اس کے پیچھے دوڑے' وہ آگے ہی آگے بھاگتی رہی۔ مالک بولا تم سب ٹھہر جاؤ' میری اونٹنی ہے اور میں ہی اسے سمجھ سکتا ہوں' لوگ ہٹ گئے۔ اونٹنی گھاس پات کھانے میں لگ گئی' مالک نے آگے سے جا کر اسے پکڑا اور کاٹھی ڈال لی۔

میری اور اس گنوار کی مثال تو ایسی ہی تھی اگر تم اسی حالت پر قتل کر دیتے تو بے چارہ جہنم میں جاتا۔[2]

۲۔ نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی تھی کہ اے خدا میری اس عرض کو ایک مضبوط عہد سمجھا جائے کہ اگر میں کسی شخص کو از راہ بشریت بددعا بھی دے بیٹھوں تو میری اس بددعا کو بھی اس کے حق میں رحمت و برکت اور زکوٰۃ و تقرب بنا دینا۔

۳۔ امام احمد و طبرانی نے روایت کی ہے کہ ایک شخص کو گرفتار کر کے نبی اکرم ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا اور عرض کیا گیا کہ یہ حضور ﷺ کے قتل کا ارادہ کرتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اسے تسلی دے کر فرمایا کہ تم اس الزام سے نہ ڈرو (پھر اسے رہا کر کے یہ بھی فرمایا) کہ اگر تیرا ارادہ بھی ہوگا تو تو قابو نہ پا سکے گا۔[3]

---

۱ شمائل ترمذی۔ ۲ کتاب الشفاء ص ۵۵۔ ۳ کتاب الشفاء ص ۴۸۔

Marfat.com

عفو و کرم

عفو کی صورت اس وقت متحقق ہوتی ہے کہ جرم ثابت ہو اور مجرم کو سزا دینے کی طاقت حاصل ہو پھر معافی دی جائے۔

کرم کے معنی میں داد و دہش یا عزت افزائی کی صورت شامل ہے۔ عفو کے بغیر بھی پائی جاتی ہے اور عفو کے ساتھ بھی اور اس وقت اس کی شان اور بھی زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے نبی اکرم ﷺ کے عفو تقصیر کے ساتھ عموماً کرم بھی پایا جاتا ہے۔

۱۔ صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی آیا۔ حضور ﷺ کی چادر کو زور سے کھینچا' چادر کا کنارہ حضور ﷺ کی گردن میں کھب گیا اور نشان پڑ گیا۔ وہ اعرابی بولا محمد ﷺ میرے یہ دو اونٹ ہیں' ان کی لادکا کچھ سامان مجھے بھی دو کیونکہ جو مال تیرے پاس ہے وہ نہ تیرا ہے نہ تیرے باپ کا۔

نبی اکرم ﷺ چپ سے ہو گئے پھر فرمایا مال تو اللہ کا ہے اور میں اس کا بندہ ہوں۔

پھر پوچھا — جو برتاؤ تم نے مجھ سے کیا' تم اس پر ڈرتے نہیں ہو؟

اعرابی بولا — نہیں۔

پوچھا — کیوں؟

اعرابی — مجھے معلوم کہ تم برائی کے بدلے برائی نہیں کیا کرتے ہو۔ نبی ﷺ ہنس دیئے اور حکم دیا کہ ایک اونٹ کے بوجھ کے جو' ایک کی کھجوریں دی جائیں۔

۲۔ حضور ﷺ نے زید بن سعنہ یہودی کا قرض دینا تھا' وہ تقاضا کے لیے آیا۔ حضور ﷺ کے کندھے کی چادر اُتار لی اور کرتہ پکڑ کر سختی سے بولا کہ عبدالمطلب کی اولاد بڑی نادہند ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے جھڑکا اور سختی سے جواب دیا۔ نبی اکرم ﷺ تبسم فرماتے رہے اس کے بعد عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

عمر تم کو مجھ سے اور اس سے اور طرح کا برتاؤ کرنا تھا تم مجھے کہتے کہ ادائی ہونی چاہیے اور اسے سکھاتے کہ تقاضا اچھے لفظوں میں کرنا چاہیے۔

پھر زید کو مخاطب کر کے فرمایا:

لقد بقی من اجلہ ثلاث — ابھی تو وعدہ میں تین دن باقی ہیں۔

پھر عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔ جاؤ اس کا قرض ادا کرو اور بیس صاع زیادہ بھی دینا کیونکہ تم نے اسے جھڑکا بھی تھا۔[1]

۳۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کوہ تنعیم سے ۸۰ شخص یہ ارادہ کر کے اُترے کہ نبی اکرم ﷺ کو قتل کر دیں (حضور دامانِ کوہ میں اُترے ہوئے تھے) انہوں نے اپنے کام کے لیے نماز صبح کا وقت انتخاب کیا تھا (جس میں نبی کریم ﷺ لمبی قرأت پڑھا کرتے تھے) وہ آئے اور پکڑے گئے۔ نبی اکرم ﷺ نے سب کو چھوڑ دیا۔[2]

۴۔ ابوسفیان بن حرب اُموی وہ شخص تھا جس نے اُحد' احزاب وغیرہ میں حضور ﷺ پر فوج کشی کی تھی۔ وہ قبل از اسلام دوران ایام جنگ میں

---

[1] رواہ البیہقی مفصلاً کتاب الشفاء ص ۴۵' واضح ہو کہ وزن صاع ہمارے ۸۰ تولہ سیر کے حساب سے دو سیر ساڑھے تین چھٹانک کا ہوتا ہے۔ یہی واقعہ ابن سعنہ کے اسلام کا موجب ہوا اس نے سنا تھا کہ نبی موعود کا علم ہر جہالت پر سابق ہوگا اور شدت جہل اس کے علم کی افزونی کا سبب ہوگی۔ اسی پیشین گوئی کی آزمائش کے لیے اس نے یہ حرکات کی تھیں۔ [2] مسلم و ابوداؤد' ترمذی و نسائی

Marfat.com

گرفتار ہو گیا۔ حضور ﷺ نے نہایت مہربانی سے اس سے کلام فرمایا:

افسوس، ابوسفیان ابھی وقت نہیں ہوا کہ تم اتنی بات سمجھ جاؤ کہ خدا کے سوا اور کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں۔

ابوسفیان بولا:

میرے باپ ماں حضور ﷺ پر قربان آپ کتنے بردبار کتنے قرابت کا حق ادا کرنے والے اور کس قدر دشمنوں پر عفو و کرم کرنے والے ہیں۔

۵- زینب بنت الحارث بن سلام خیبر کی یہودیہ نے گوشت میں زہر ڈال کر حضور ﷺ کو کھلایا اس نے اقبال جرم بھی کر لیا۔ نبی اکرم ﷺ نے پھر بھی اسے معاف فرما دیا۔

زُہد فی الدنیا

واقعات زہد کے بیان میں میں نے اس زمانہ کے حالات کو لیا ہے جب نبی ﷺ کا حکم تمام عرب میں نافذ تھا۔ جب بحرین سے حبش تک حضور ﷺ کا کلمہ پڑھا جاتا تھا تاکہ معلوم ہو جائے کہ نبی ﷺ کا زہد اضطراری نہ تھا بلکہ اختیاری تھا۔ اس کا سبب لاچاری نہ تھا بلکہ فطری سبک روحی کہ علائق مادی سے پیوستگی پسند بھی نہ کر سکتے تھے۔

۱- اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی اکرم ﷺ نے کبھی شکم سیر ہو کر نہیں کھایا اور کبھی فاقہ کا شکوہ کسی سے نہیں فرمایا۔ ناداری حضور ﷺ کو کسی سے زیادہ پیاری تھی، کبھی ایسا ہوتا کہ بھوک کی وجہ سے رات بھر نیند نہیں آئی مگر اگلے دن کا روزہ پھر رکھ لیتے تھے اگر حضور ﷺ چاہتے تو خدا تعالیٰ خزائن ارض کی کنجیاں اور ثمرات و تمتعات کی زندگی کی افزائشیں سب ہی عطا فرما دیتا۔

میں حضور ﷺ کے فاقہ کی حالت دیکھ کر رو پڑا کرتی، اپنا ہاتھ حضور ﷺ کے پیٹ پر پھیرا کرتی (کہ آ فاقہ سے کیسا دب گیا ہے) اور کہا کرتی واری جاؤں، دنیا میں سے اتنا ہی قبول کر لیجیے جو جسمانی طاقت کو قائم رکھنے کو کافی ہو تو جواب میں فرما دیتے:

عائشہ رضی اللہ عنہا مجھے دنیا سے کیا کام، میرے بھائی اولوالعزم رسول تو اس سے بھی زیادہ حالت پر صبر کیا کرتے تھے، وہ اسی چال پر چلے اور خدا کے سامنے گئے۔ خدا نے ان کا اکرام کیا اور ان کو پورا پورا ثواب دیا اب اگر میں آسودگی کی زندگی کو پسند کرتا ہوں تو مجھے یہ بھی شرم آتی ہے کہ کل کو ان سے کم رہ جاؤں۔ دیکھو جو چیز سب سے زیادہ پیاری ہے وہ یہ ہے کہ اپنے بھائیوں اور خلیلوں سے جا ملوں۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس گفتگو کے بعد حضور ﷺ صرف ایک ہی مہینہ تک رونق افروز عالم رہے اور پھر رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

۲- علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ حضور کی سنت (طریقہ) کیا ہے؟ فرمایا:

المعرفة راس مالي	۱- میرا راس المال (اصل سرمایہ) تو	معرفت ہے۔
والعقل اصل ديني	۲- میرے دین کی جڑ	عقل ہے۔
والحب اساسي	۳- میری بنیاد	محبت ہے۔
والشوق مركبي	۴- میری سواری	شوق ہے۔
وذكر الله انيسي	۵- میرا انیس	ذکر الٰہی ہے۔

[1] کتاب الشفاء ص ۶۳۔

Marfat.com

والثقة کنزی	۶- میرا خزانہ	اعتماد بر خدا ہے۔
والحزن رفیقی	۷- میرا ساتھی	غم دل ہے۔
والعلم سلاحی	۸- میرا ہتھیار	علم ہے۔
والصبر ردائی	۹- میرا لباس	صبر ہے۔
والرضاء غنیمتی	۱۰- میرا مال یغما	رضائے سبحانی ہے۔
والعجز فخری	۱۱- میرا فخر	عجز بدرگاہ ربانی ہے۔
والزهد حرفتی	۱۲- میرا پیشہ	زہد ہے۔
والیقین قوتی	۱۳- میری خوراک	یقین ہے۔
والصدق شفیعی	۱۴- میرا شفیع	صدق ہے۔
والطاعة حبسی	۱۵- میرا اندوختہ	طاعت الٰہی ہے۔
والجهاد خلقی	۱۶- میرا خلق	جہاد ہے۔
وقرة عینی فی الصلوٰة	۱۷- میری آنکھوں کی ٹھنڈک	نماز میں ہے[1]

عام اخلاق

اُم المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی شہادت نبی اکرم ﷺ کی نبوت سے پیشتر کے اخلاق کی بابت پر بنائے پانزدہ سالہ تجربہ یہ ہے:

انك لتصل الرحم	۱- آپ قرابتیوں سے سلوک کرنے والے
وتحمل الكل	۲- درماندوں کو سواری دینے والے
وتكسب المعدوم	۳- ناداروں کو سرمایہ دینے والے
وتقری الضيف[2]	۴- مہمانوں کی خدمت کرنے والے
وتعين على نوائب الحق	۵- مصیبت زدوں کی اعانت فرمانے والے ہیں۔

۲- بیہقی نے ابوقتادہ سے روایت کی ہے کہ نجاشی کا وفد حضور کے دربار میں آیا تو نبی اکرم ﷺ بنفس نفیس ان کی آسائش کا اہتمام فرماتے تھے۔ صحابہ نے عرض کی کہ خدمت کے لیے ہم حاضر ہیں۔ فرمایا ہاں مگر انھم كانوا لا صحابنا مكرمين وانی احب ان اكافيهم ان لوگوں نے حبش میں میرے صحابہ کی عزت کی تھی اس لیے میں چاہتا ہوں کہ خود ہی ان کی ضرورت کو پورا کروں۔

۳- انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے دس سال نبی اکرم ﷺ کی خدمت کی۔ اس عرصہ میں مجھے کبھی ہشت تک نہیں کی۔ میں نے کوئی کام کر لیا تو یہ نہ فرمایا کہ کیوں کیا؟ کوئی کام نہ کیا تو یہ نہ پوچھا کہ کیوں نہ کیا؟

(الف) حضور ﷺ نے مجھے ایک کام کے لیے فرمایا۔ میں نے کہا کہ میں نہیں جاتا۔ میرے دل میں یہ تھا کہ میں جاؤں گا' میں وہاں سے نکلا تو لڑکوں کے ساتھ کھیل میں لگ گیا (آغاز خدمت کے وقت حضرت انس کی عمر آٹھ سال کی تھی) نبی اکرم ﷺ بھی وہاں آ گئے۔ میری گردن پر ہاتھ رکھا' میں نے لوٹ کر دیکھا تو حضور ﷺ ہنس رہے تھے اور فرمایا۔ پیارے انیس رضی اللہ عنہ اب تو اس کام کو جاؤ۔[1] میں نے عرض کیا۔ ہاں میں جاتا ہوں۔

[1] الشفاء ص ۶۵ [2] صحیح بخاری کتاب مبعث النبی ﷺ۔

Marfat.com

۴۔ نبی اکرم ﷺ کثیر السکوت تھے' بلاضرورت نہیں بولا کرتے تھے۔ جب بولتے تو کوئی ضروری جزو کلام کا باقی نہ رہ جاتا تھا اور کوئی فضول لفظ استعمال نہ ہوتا تھا۔ حضور ﷺ کی مجلس حلم وحیا اور خیر وامانت کی مجلس ہوتی تھی۔ تبسم ہی حضور ﷺ کا ہنسنا تھا۔ اصحاب بھی حضور ﷺ کے سامنے تبسم ہی پر اکتفا کرتے تھے[۲] حضور ﷺ کی راست گوئی ایسی مسلمہ تھی کہ نضر بن حارث جیسا جانی دشمن ایک دن قریش سے کہنے لگا کہ محمد ﷺ بچپن ہی سے تم میں سب سے زیادہ پسندیدہ' سب سے زیادہ سچا' سب سے بڑھ کر امانت دار مانا جاتا تھا اب جو اس کی ڈاڑھی کے بال پک گئے اور اس نے اپنی تعلیم تمہارے سامنے پیش کی تو تم نے کہہ دیا کہ وہ ساحر ہے۔ نہیں' نہیں بخدا وہ ساحر تو نہیں۔[۳]

المختصر

اس بحر ناپیدا کنار کی شناوری ہی محال ہے اور خلاصۃ المقال یہ ہے کہ کیا ایسے اخلاق فاضلہ کا ہادی' ایسے محاسنِ جمیلہ کا مالک' ایسے اشرف اقوال کا صاحب' ایسے جمیل السجایا کا متحمل ایسا ہے کہ اس سے محبت کی جائے؟ یا ایسا ہے کہ اس سے محبت نہ کی جائے؟

میں تو زور سے کہوں گا کہ جو کوئی بھی ایسے محمد (ﷺ)' ایسے استودہ' ایسے محمودہ' ایسے وجود باجود' ایسے مصطفیٰ' ایسے برگزیدہ سے محبت نہیں کرتا' وہ فی الحقیقت ان جملہ اخلاق وصفات سے محبت نہیں رکھتا اور اس لیے وہ خود بھی ان اخلاق وصفات سے متصف ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اعاذنا الله منها۔

آؤ ہم تو محبت کریں اور محبت کرنا ان سے سیکھیں جن کو خدا نے خود اپنے پیارے کی محبت وصحبت کے لیے چن لیا تھا۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ محبت ہی ادب وتوقیر سکھاتی ہے اور محبت ہی اتباع واطاعت پر آمادہ کرتی ہے' تعظیم وہی تعظیم ہے جس کا منشا محبت ہو اور اکرام وہی اکرام ہے جس کا مبداء محبت ہو۔

عروہ بن مسعود ثقفی کو قریش نے صلح حدیبیہ سے پیشتر اپنا سفیر بنا کر حضورِ عالی میں روانہ کیا تھا۔ اسے سمجھایا گیا تھا کہ مسلمانوں کے حالات کو ذرا غور سے دیکھے اور قوم کو آ کر بتائے۔ عروہ نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ وضو کرتے ہیں تو بقیہ آب وضو پر صحابہ رضوان اللہ علیہم یوں گرتے پڑتے ہیں گویا ابھی لڑ پڑیں گے۔ حضور ﷺ کے لعاب وغیرہ کو زمین پر نہیں گرنے دیتے' وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ پر روک لیا جاتا ہے جسے وہ منہ پر مل لیتے ہیں۔ حضور ﷺ کوئی حکم دیتے ہیں تو تعمیل کے لیے سب دوڑے پھرتے ہیں۔ حضور ﷺ کچھ بولتے ہیں تو سب چپ چاپ ہو جاتے ہیں۔ تعظیم کا یہ حال ہے کہ حضور ﷺ کی جانب آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے۔ عروہ نے یہ سب کچھ دیکھا اور قوم سے آ کر بیان کیا۔ لوگو! میں نے کسریٰ کا دربار بھی دیکھا اور قیصر کا دربار بھی دیکھا' نجاشی کا دربار بھی دیکھا مگر اصحاب محمد ﷺ جو تعظیم محمد ﷺ کی کرتے ہیں' وہ تو کسی بادشاہ کو بھی اپنے دربار اور ملک میں حاصل نہیں۔

زید بن وثنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کفار نے پکڑ لیا اور قریش نے قتل کے لیے ان سے خرید لیا تھا جب ان کو سولی دینے کے لیے لے چلے تو ابوسفیان بن حرب نے اس سے کہا تجھے خدا ہی کی قسم تم چاہتے ہو کہ محمد ﷺ کو پھانسی دی جاتی اور تم اپنے گھر میں آرام سے ہوتے؟

زید رضی اللہ عنہ نے کہا' خدا کی قسم میں تو یہ بھی نہیں چاہتا کہ میری رہائی کے بدلے نبی اکرم ﷺ کے پائے مبارک میں اپنے گھر کے اندر بھی کانٹا لگے۔

ابوسفیان حیران رہ گیا اور یوں کہا کہ میں نے تو کسی کو بھی نہ دیکھا جو دوسرے شخص سے ایسی محبت رکھتا ہو جیسے اصحاب محمد ﷺ کو محمد ﷺ سے ہے۔

عبید اللہ رضی اللہ عنہ بن یزید صحابی کا ذکر ہے انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کی کہ حضور ﷺ مجھے اہل و مال سے زیادہ پیارے ہیں جب

---

[۱] صحیحین۔ [۲] شفاء ص ۱۱۔ [۳] شفاء ص ۶۰۔

Marfat.com

حضور ﷺ مجھے یاد آتے ہیں تو میں گھر میں تک نہیں سکتا' آتا ہوں اور حضور ﷺ کو دیکھ کر تسلی پاتا ہوں مگر میں اپنی موت اور حضور ﷺ کی موت کا تصور کر کے کہا کرتا ہوں کہ حضور ﷺ تو فردوس بریں میں انبیاء کے درجہ بلند پر ہوں گے' میں اگر بہشت میں پہنچا بھی تو کسی ادنیٰ مقام میں ہوں گا اور وہاں حضور ﷺ کا دیدار نہ پاسکوں گا۔ نبی اکرم ﷺ نے اسے یہ آیت پڑھ کر سنائی اور اس کے قلب کو سکینہ عطا فرمایا:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۔ جو کوئی اللہ اور رسول کی اطاعت کرتا ہے' وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر خدا کا انعام ہوا۔

ایک اور صحابی رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے۔ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آتے تو حضور ﷺ ہی کی جانب تاک لگائے دیکھتے رہتے۔ نبی اکرم ﷺ نے پوچھا۔ یہ کیا بات ہے' وہ بولے میں سمجھتا ہوں کہ دنیا ہی میں اس دیدار کی بہار لوٹ لوں۔ آنحضرت میں حضور ﷺ کے مقام رفیعہ تک تو ہماری رسائی بھی نہ ہوگی۔ اس واقعہ پر اللہ تعالیٰ نے آیت بالا وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ کو نازل فرمایا اور نبی اکرم ﷺ نے حدیث انس رضی اللہ عنہ میں صاف ہی فرمادیا:

مَنْ اَحَبَّنِيْ كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ ۔ جو کوئی مجھ سے محبت رکھتا ہے' وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

اس حدیث کی ابتدا میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے مجھے فرمایا۔ اگر تو ایسی صبح و شام میں زندگی بسر کرتا ہے کہ تیرے دل میں کسی کا کینہ نہ ہو تو ضرور ایسا ہی کر پھر فرمایا یہی میری روش ہے جس نے میری روش کو زندہ کیا' اس نے مجھ سے محبت کی۔[1]

جنگِ اُحد کا ذکر ہے۔ ایک عورت کا بیٹا' بھائی' شوہر قتل ہو گئے تھے' وہ مدینہ سے نکل کر میدانِ جنگ میں آئی۔ اس نے پوچھا کہ نبی اکرم ﷺ کیسے ہیں؟ لوگوں نے کہا بحمد اللہ وہ تو بخیریت ہیں جیسا کہ تو چاہتی ہے۔ بولی نہیں' مجھے دکھا دو کہ حضور ﷺ کو دیکھ لوں۔ جب اس کی نگاہ چہرۂ مبارک پر پڑی تو وہ جوش دل سے بول اُٹھی۔ كُلُّ مُصِيْبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ تو اب ہر مصیبت کی برداشت آسان ہے۔[2]

عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین تھا اور اس کا فرزند عبداللہ رضی اللہ عنہ صادقین میں سے تھا۔ اس نے نبی اکرم ﷺ سے گزارش کی لَوْ شِئْتَ لَاَتَيْتُ بِرَاْسِهٖ اگر حضور چاہیں تو میں اپنے باپ کا سر کاٹ کر لے آؤں؟ نبی اکرم ﷺ نے انکار فرمادیا۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر مجھے کوئی بھی پیارا نہ تھا مگر میرے دل میں حضور ﷺ کا جلال اس قدر تھا کہ میں آنکھ بھر کر حضور ﷺ کو نہ دیکھ سکتا تھا۔

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی اکرم ﷺ کے اصحابِ مہاجرین وانصار بیٹھے ہوتے' ان میں ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ بھی ہوتے۔ حضور ﷺ باہر تشریف لاتے تو کوئی بھی حضور ﷺ کی جانب نگاہ بلند نہ کرتا۔ ہاں! ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ دیکھا کرتے۔ حضور ﷺ ان کو دیکھا کرتے' حضور ﷺ بھی تبسم فرماتے اور وہ بھی متبسم ہوتے تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مکہ میں اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ قریش نے کہا تم بیت الحرام میں آ گئے ہو' طواف تو کر لو۔ انہوں نے جواب دیا کہ نبی اکرم ﷺ سے پیشتر میں بھی کبھی طواف نہ کروں گا۔

علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے کسی نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تمہاری محبت کیسی ہوتی تھی؟ فرمایا بخدا نبی اکرم ﷺ ہم کو مال واولاد' فرزند و مادر سے زیادہ محبوب اور اس سے زیادہ پیارے تھے جیسا ٹھنڈا پانی پیاسے کو ہوتا ہے۔[1]

---

[1] رواہ الترمذی [2] زرقانی جلد ۶ ص ۲۹۰ یہ خاتون بلند پایہ ہند زوجہ عمرو بن الجموح انصاریہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ محمد سلیمان۔

Marfat.com

جذبات محبت کو دیکھنا ہو

تو اس وقت دیکھو جب کوئی صحابی نبی اکرم ﷺ کا ذکر کرتا ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ خوش خلقی میں سب لوگوں سے بڑھے ہوئے تھے' میں نے ریشم کا دبیز یا باریک کپڑا یا کوئی اور شے ایسی نہیں چھوئی جو نبی اکرم ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو' میں نے کبھی کوئی کستوری یا کوئی عطر ایسا نہیں سونگھا جو نبی اکرم ﷺ کے پسینہ سے زیادہ خوشبو والا ہو۔[۲]

جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی شخص نے پوچھا کہ کیا نبی اکرم ﷺ کا چہرہ تلوار جیسا چمکیلا تھا؟ تو بول اُٹھے:

نہیں' نہیں حضور ﷺ کا چہرہ تو آفتاب و مہتاب جیسا تھا۔[۳]

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ کا رنگ سفید روشن تھا' پسینہ کی بوند حضور ﷺ کے چہرہ پر ایسی نظر آتی تھی جیسے موتی۔[۴]

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی اکرم ﷺ مسجد سے نکل کر گھر کو چلے تو بچوں نے حضور ﷺ کو گھیر لیا۔ حضور ﷺ ہر ایک کو پیار دیتے' اس کے منہ پر ہاتھ پھیراتے تھے' میرے رخسار پر بھی حضور ﷺ نے ہاتھ رکھا' مجھے ٹھنڈک سی پڑ گئی اور ایسی خوشبو آئی گویا وہ ہاتھ ابھی جوئے عطار سے نکالا گیا تھا۔[۵]

علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

جو کوئی یکا یک حضور ﷺ کے سامنے آجاتا' وہ دہل جاتا جو پہچان کر پاس آ بیٹھتا وہ شیدا ہو جاتا دیکھنے والا کہا کرتا کہ میں نے حضور ﷺ جیسا کوئی بھی اس سے پہلے یا پیچھے نہیں دیکھا۔[۶]

ربیع بنت معوذ صحابیہ ہیں' ان سے عمار بن یاسر کے پوتے نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ کا کچھ حلیہ بیان فرمایئے۔

انہوں نے فرمایا:

لَوْ رَأَيْتَهُ وَرَأَيْتَ الشَّمْسَ طَالِعَةً ۔ اگر تو حضور ﷺ کو دیکھ لیتا تو سمجھتا کہ سورج نکل آیا۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں' چاندنی رات تھی نبی اکرم ﷺ حلہ حمراء اوڑھے لیٹ رہے تھے' میں کبھی چاند کو دیکھتا تھا کبھی حضور پر نگاہ ڈالتا تھا۔

فَإِذَا هُوَ أَحْسَنُ عِنْدِي مِنَ الْقَمَرِ ۔[۷] بالآخر میں نے یہی سمجھا کہ حضور ﷺ چاند سے زیادہ خوشنما ہیں۔

اس روایت کا لفظ ''عندی'' عجیب طور پر لذت دیدار و ذوق نظارہ کو ظاہر کر رہا ہے۔

وہی چہرہ جس کے دیدار سے جابر رضی اللہ عنہ کی آنکھیں روشن ہوتی ہیں' عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے قلب کو منور کرتا ہے۔ حدیث ترمذی میں ہے۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں آپ کو دیکھنے گیا تھا۔ یعنی مجھے تو چہرہ نظر آتے ہی عرفان ہو گیا کہ جھوٹے میں یہ بات کہاں۔

---

[۱] یہ مثال عرب جیسے ملک میں بخوبی سمجھ میں آ سکتی ہے جہاں پانی نہ ملنے سے بیسیوں اشخاص جنگلوں میں مر جایا کرتے تھے۔ [۲] شمائل ترمذی صحیحین میں عطر کی جگہ عنبرہ اور عرق کی جگہ رائحتہ ہے۔ [۳] رواہ مسلم۔ [۴] صحیحین۔ [۵] صحیح مسلم۔

[۵] رواہ الترمذی [۶] رواہ الترمذی والداری۔

Marfat.com

اُم سلیم رضی اللہ عنہا جو انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں' ایک نیک مائی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کبھی کبھی دو پہر کو ان کے گھر سوتے بستر چمڑے کا تھا۔ حضور ﷺ کو پسینہ بہت آیا کرتا تھا۔ اُم سلیم رضی اللہ عنہا پسینے کی بوندوں کو جمع کر لیتی اور شیشی میں بہ احتیاط رکھ لیتی تھیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ان کو ایسا کرتے دیکھا تو پوچھا تو انہوں نے کہا:

یہ حضور ﷺ کا پسینہ ہے' ہم اسے عطر میں ملالیں گے اور یہ تو سب عطروں سے بڑھ کر عطر ہے۔ (متفق علیہ)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایام خلافت میں رات کو گشت کے لیے نکلے' سنا کہ ایک عورت دھنک رہی ہے اور یہ اشعار پڑھ رہی ہے:

عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلٰوةُ الْاَبْرَارِ ۔۔۔ صَلّٰی عَلَیْهِ الطَّیِّبُوْنَ الْاَخْیَارِ

لقد کان قواما بکی بالاسحار ۔۔۔ یالیت شعری والمنایا اطوار

هل تجمعنی وحبیبی الدار

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہیں بیٹھ گئے' روتے رہے اور چند دن تک صاحب فراش رہے۔ مجھے جذبات محبت کا دکھانا مقصود ہے۔

ذرا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ان چند اشعار کو دیکھو جو وفات نبوی ﷺ پر ہیں:

حینا یقیك الترب لهفی لیتنی ۔۔۔ غُیِّبْتُ قبلك فی بقیع الغرقد

اَاُقِیْمُ بَعْدَكَ بِالْمَدِینة بَینهم ۔۔۔ یالهف نفسی لیتنی لم اولد

فظللتُ بعد وفاته متلذذًا ۔۔۔ یَالَیْتَنِیْ اُسْقِیْتُ سم الاَسْوَدِ

اَوْحل امر الله فینا عَاجلاً ۔۔۔ من یومنا فی روجة او فِی غدِ

فتقوم ساعتنا فنلقی طیبًا ۔۔۔ محضًا ضرائبهٗ کریم المحتدِ

والله اسمع ما حییتُ بها لكِ ۔۔۔ الاُبکِیَتُ علی النّبی مُحَمَّدِ

صلی الا له ومن یحف بعرشه ۔۔۔ والطیبون علی المبارك احمدِ

ترجمہ: جب مٹی نے آپ کو چھپایا تو مجھے دریغ آتا تھا کہ میں کیوں اس سے پیشتر قبر میں نہیں جا چکا تھا کہ اب میں حضور ﷺ کے بعد مدینہ میں لوگوں کے اندر بھی بیٹھا کروں گا۔ ہائے افسوس! میں پیدا ہی نہ ہوا ہوتا' میں تو وفاتِ نبی اکرم ﷺ کے بعد از ہوش رفتہ بن گیا ہوں' کاش کوئی کالا سانپ آئے مجھے ڈس جائے یا الٰہی آج ہی یا کل ہی تک موت آجائے یا قیامت ہی کھڑی ہو جائے کہ ہم طیب پاک کریم النفس' جمیل الشیم نبی اکرم ﷺ سے جا ملیں۔ خدا خوب سنتا ہے' میں تو جب تک زندہ رہوں گا محمد نبی اکرم ﷺ پر روتا ہی رہوں گا خدا اور حاملان عرش اور سب طیب لوگ احمد ﷺ پر درود بھیجیں۔

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سمجھے ہوئے تھے کہ محبت صرف ایمائے لفظی سے ثابت نہیں ہو سکتی ہے۔ ودود الغفور نے بھی ان لوگوں کو جو محبتِ خدا کا دعویٰ رکھتے تھے' صاف طور پر فرما دیا تھا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ ۔ اگر خدا سے محبت ہے تو رسول ﷺ کا اتباع کرو۔

اس لیے صحابہ رضوان اللہ علیہم نے اتباع رسول ﷺ میں وہ وہ کام کیے جو ہزاروں سال تک اسلام کی صداقت اور صحابہ رضوان اللہ علیہم کے خلوص اور محبت النبی اکرم ﷺ کے صحیح معنی کا مفہوم ظاہر کرتے رہیں گے۔

صحابہ رضوان اللہ علیہم کے حالات سے واضح ہوتا ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کا ادب اور توقیر و تعظیم کیونکر کیا کرتے تھے۔ مغیر رضی اللہ عنہ کی روایت

محمد ﷺ پر ابرار کے درود' اس پر طیبوں و اخیار درود پڑھ رہے ہیں' وہ راتوں کو جاگنے والے سحر کو رونے والے تھے' موت تو بہتیری طرح آتی ہے' کاش مجھے یقین ہو جائے کہ مرنے کے بعد بھی مجھے حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوگی۔

Marfat.com

میں ہے کہ اگر کسی صحابی کو حضور ﷺ کے درِ دولت پر دستک کی بھی ضرورت پڑا کرتی تو وہ اپنے ناخنوں کے ساتھ دروازہ کھٹکھٹایا کرتا تھا۔
کوئی صحابی حضور ﷺ کے سامنے ایسی آواز سے نہ بولتا کہ اس کی آواز حضور ﷺ کی آواز سے اونچی ہوتی۔ اس ادب کی تعلیم خود خدائے برتر نے دی تھی:

لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ ۔ لوگو! اپنی آواز کو نبی اکرم ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو۔

ائمہ اعلام اس حکم کو دوام کے لیے قرار دیتے ہیں۔ حدیث نبوی ﷺ صوت النبی ہے۔ حدیث پاک کے ہوتے اپنی قال وقیل کو پیش کرنا' اپنی رائے اور سمجھ کو شامل کرنا صوت النبی اکرم ﷺ پر اپنی صوت کو بلند کرنا ہے۔ نہی بالا کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مدح بھی فرمائی ہے جو ان آداب کی پابندی کرتے ہیں۔ فرمایا:

جو لوگ رسول ﷺ کے سامنے اپنی آواز کو پست رکھتے ہیں' یہ وہی ہیں جن کے دلوں کا امتحان خدا تعالیٰ نے تقویٰ میں لیا ہے۔

پس محبت النبی اکرم ﷺ کی ایک علامت ہمارے لیے یہ ہے کہ حضور ﷺ کے کلام اور فرمودہ کی عزت ہمارے دل میں ہو اور جب کوئی حکم صحیح طور پر نبی معصوم سے جس کی اطاعت خدا نے ہم پر فرض کی ہے' ہم کو مل جائے اس وقت اس کی قبولیت اور تعمیل میں ہم کو ذرا تامل اور عذر باقی نہ رہے۔

محبت النبی اکرم ﷺ کی ایک علامت یہ ہے کہ حضور ﷺ کا ذکرِ خیر زبان پر اکثر جاری رہے۔ حدیث پاک میں ہے:

مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ ۔[1] جس کسی کو کوئی چیز پیاری ہوتی ہے وہ اس کا ذکر اکثر کیا کرتا ہے۔

محبت النبی اکرم ﷺ کی ایک علامت یہ ہے کہ آل نبی کے ساتھ سچے دل اور شفاف قلب سے محبت ہو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حالات میں ہے کہ جب وہ صحابہ رضوان اللہ علیہم کے روزینے مقرر کرنے لگے تھے تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (اپنے فرزند) کا روزینہ تین ہزار مقرر کیا اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا تین ہزار پانسو سالانہ۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا اسامہ رضی اللہ عنہ کو کون سی فضیلت حاصل ہے؟ وہ کسی غزوہ میں میری طرح حاضر نہیں رہا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہا اس کا باپ تیرے باپ سے اور وہ خود تجھ سے رسول اللہ ﷺ کو زیادہ پیارے تھے اس لیے میں نے اپنے پیارے پر نبی اکرم ﷺ کے پیارے کو ترجیح دی ہے۔

امامین شہیدین حسنین علیہما السلام اور ان کے ابوین طیبین کی محبت عین محبت النبی اکرم ﷺ ہے' ان کے فضائل یاد رکھنا' بیان کرنا' ان کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنا عین محبتِ نبوی ﷺ ہے۔

مہاجرین وانصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے جن کے اوصاف قرآن مجید واحادیث پاک میں بکثرت موجود ہیں' محبت رکھنا' محبت النبی اکرم ﷺ ہے۔ اتباع صحابہ اور متابعت سنت خلفاء عین محبت النبی اکرم ﷺ ہے۔ (کتاب رحمۃ للعالمین کا بیان ختم ہوا)

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَحُبَّ عَمَلٍ یُّقَرِّبُنَا اِلٰی حُبِّکَ ۔

---

[1] زرقانی جلد ۶ ص ۲۸۵۔

Marfat.com

شیطان کا ولی اللہ کو بہکانے کا حربہ اور ولی اللہ کا ثابت قدم رہنا

اعلیٰ حضرت پیر سیّد نور الحسن صاحب بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تاجدار کیلانی کی مصنفہ کتاب ''الانسان فی القرآن'' کا صفحہ ۱۴۴ تا ۱۴۷ نقل کیا جاتا ہے۔

میرے حضرت قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ ''یکے نقر رحمانی و یکے شیطانی'' سبحان اللہ! کیا ہی لطیف اور پر حقیقت ارشاد مبارک ہے۔

ایک مرتبہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ پر ایک نور عظیم متجلی ہوا اور اس میں سے ندا آئی کہ ''اے عبدالقادر! ہم نے تجھے نماز و مجاہد وغیرہ معاف کیا۔ اب تیرے لیے کسی محنت و ریاضت کی ضرورت نہیں رہی۔ تو ہمارا مقبول ہو گیا ہے''۔ جناب کو معا خیال آیا کہ کیا میرا معاملہ نبی کریم ﷺ سے بڑھ گیا ہے؟ تو استغفار پڑھی۔ وہ تجلی اور روشنی دھوئیں کی شکل میں تبدیل ہو گئی اور آواز آئی کہ ''تو بڑا مرد ہے کہ بچ گیا۔ ورنہ میں نے اس مقام پر لاتعداد انسانوں کو گمراہ کیا ہے'' آپ نے لاحول پڑھی اور ایک پتھر اٹھا کر اس دھوئیں کی طرف پھینکا۔ ایک چیخ کے ساتھ آواز آئی کہ ''یہ میرا آخری داؤ تھا۔ مگر اس میں بھی ناکام رہا''۔ اور دھواں گم ہو گیا۔

اگر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اس وقت شان جلال و جمال میں تمیز نہ فرماتے اور اس کا کہا مان لیتے تو ملحد ہو جاتے۔ لیکن بڑے ہوشیار تھے، بچ گئے۔ شرع کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ علم راہ نما ہو گیا۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید کا واقعہ ہے کہ حسب مدارج جب حال کھلنے پر آئے تو شیطان کا تصرف غالب ہوا۔ کئی نوع پر خوابیں آنے لگیں۔ تو تکبر اور رعونت کی راہ سے عوام کے سامنے بیان کرنی شروع کر دیں کہ:

''مجھے رات کو فرشتے لے جاتے ہیں۔ جنت کی سیر کراتے ہیں۔ حور و غلمان میری خدمت کرتے ہیں...... میں نے اپنے عالی مقام کو کئی دفعہ دیکھا ہے...... آج مجھے تخت پر بٹھا کر عرش معلیٰ کی سیر کرائی''۔ وغیرہ وغیرہ

جب حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے سنا تو اس کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا ''اے عزیز! تو کیا دیکھتا ہے؟ اس نے حسب دستور بیان کیا۔ آپ نے فرمایا ''اب کے جب ملائکہ تمہیں لے جائیں تو لاحول پڑھنا۔ اس نے کچھ اعراض کیا کہ میرے حال کو آپ نے شیطانی خیال کیا ہے۔ آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا **ما علینا الا البلاغ**[1] جب رات کو وہی معاملہ پیش آیا تو پہلے سے بڑھ چڑھ کر حالات منکشف ہوئے۔ ایک نہایت خوشنما تخت ملائکہ اٹھائے ہوئے آئے جس کے گرد حوریں نغمہ سرا تھیں۔ اور اس پر اسے بٹھا کر لے گئے۔ تب اسے وہی خیال جو دن کو انکار و اعراض کی صورت میں پیدا ہوا تھا۔ ظاہر ہوا۔ لیکن معا یہ خیال بھی آ گیا کہ لاحول پڑھنے میں کیا حرج ہے۔ اور آپ کا فرمان بھی ہے۔ تو پڑھا **لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**[2] پڑھتے ہی وہ سب سامان جاتا رہا اور اپنے آپ کو مزبلے میں گرا پڑا دیکھا۔ تب حضرت کی خدمت میں زار و نزار روتا ہوا حاضر ہوا اور توبہ کی۔

حالات و کیفیات کو مدنظر رکھتے ہوئے وضاحت کے لیے یہ دو واقعات تحریر کیے گئے ہیں۔ ورنہ قرآن مجید کے ہوتے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ مولیٰ کریم ذوالجلال والاکرام نے۔

1.....نہیں ہے ہم پر مگر پہنچا دینا۔ 2.....نیکی کرنے کی طاقت ہے اور نہ برائی سے بچنے کی قوت مگر اللہ بلند و برتر کی مدد سے۔

Marfat.com

باب نمبر ۱۷

صراط المستقیم

کو واضح کرنے کے لیے مشعل ہدایت کو روشنی بخشنے کے لیے اور نفسانی شر اور شیطانی تصرف سے بچنے کے لیے کیا ہی بین دلیل سے مطلق فرمایا ہے۔

بھائی صراط المستقیم کے دو رخ ہیں۔ ایک بندے کو اس ہادی و نصیر کی طرف اور دوسرا مولیٰ کریم کا اپنے بندے کی طرف۔ سو بندے کو خداوند کریم کی طرف سوائے مجاہدہ کے جو اسی کی توفیق سے ہے۔ چارہ نہیں ہے۔ اور اس ربّ العالمین کا راستہ بندے کی طرف اس کی رضا اور خوشنودی کے باعث ہدایت اور رحمت ہے۔ کماقال اللہ تعالیٰ۔

فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام ومن یرد ان یضلہ یجعل صدرہ ضیقا حرجا کانما یصعد فی السماء کذالک یجعل اللہ الرجس علی الذین لا یومنون ۔ وھذا صراط ربك مستقیما ۔(پ۸)

''تو جس شخص کو خدا چاہتا ہے کہ ہدایت بخشے اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے کہ گمراہ کردے اس کا سینہ تنگ اور گھٹا ہوا کر دیتا ہے گویا وہ آسمان پر چڑھ رہا ہے۔ اسی طرح خدا ان لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے عذاب بھیجتا ہے۔ اور یہی تمہارے پروردگار کا سیدھا راستہ ہے''۔

پس ہر ایک انسان کو اس ترازو سے اپنی حالت کو جانچ لینا اور معلوم کر لینا چاہئے کہ اگر اسلام کے لیے میرا سینہ کشادہ ہے اور اعمال صالح میرے لیے آسان ہو رہے ہیں اور ذوق وشوق میرے لیے روحانی غذا بن رہا ہے تو ضرور میرے واسطے خداوند کریم کا ارادہ خیر ہے اور ہدایت کی امید ہے۔ ذالك فضل اللہ یوتیہ من یشاء[۱] اور اگر تعوذ باللہ من ذالك[۲] طبیعت کا رخ دوسری طرف دیکھے تو استغفار مانگے اور توبہ کرے۔ کیونکہ یہ ایسی گمراہی ہے جس کے لیے راستہ ہی نہیں اور ایسا اندھیرا ہے جس کے واسطے کوئی چراغ ہی نہیں ایسی غرقابی ہے جس کے لیے سہارا ہی نہیں اور ایسا طوفان ہے جس کے لیے کوئی کنارا ہی نہیں۔ مطابق ارشاد من یضلل اللہ فلاھادی لہ جس کو اللہ گمراہ کرے اس کے لیے کوئی ہادی نہیں۔

خداوند کریم ذوالجلال والاکرام نے انسان کو اشرف المخلوقات اور اپنی محبت کا امین بنایا ہے۔ اور اس کی پیدائش اپنی سرشت یعنی صفت پر۔ انسان کے ضمیر میں جو عادت کیا جانے کی صفت ہے یہی تنزل وعروج کا سرمایہ اور سبیل الرشد کا سامان ہے کیونکہ اس کے بغیر اس کا حامل ہونا ہی ممکن نہ تھا۔ ہر فرد بشر حصول اور یاب ہی سے آزمایا جاتا ہے۔ جیسے اندھے کے لیے جو بینائی ہی نہیں رکھتا حلال وحرام نظر سے اس کا کیا حصہ؟ نامرد کے لیے عورت بلا نہیں ہو سکتی۔ علی ھذا القیاس انسان میں دونوں جہان سے نشان ہیں۔ کفر وایمان، انکار واسلام، خلق نیک وبد، ظلم ورحم، وفا وجفا، محبت وعداوت و منھم۔ ان سب کا حامل ہے۔ یہی اس کی آزمائش کے اسباب ہیں اور من اللہ ان سے بخوبی واقف ہے۔

---

[۱] یہ اللہ کا فضل ہے دیتا ہے اس کو جس کو چاہتا ہے [۲] پناہ مانگتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ کی اس سے۔

Marfat.com

فالھمھا فجورھا وتقوھا (۹۱:۸)۔ ''پھر اس کو سمجھ دی' برائی اور بھلائی کی''۔

تا کہ ان احسنتم احسنتم لا نفسکم و ان اساتم فلھا ۱؎ کے علم سے لیس للانسان الا ماسعی ۲؎ کے مصداق میں قدم بڑھائے۔ قد افلح من زکھا وقد خاب من دسھا ۳؎ کی حقیقت اس پر ظاہر ہو جائے۔

اے بھائی! جب آدم علیہ السلام کو انی جاعل فی الارض خلیفة ۴؎ کے ارادہ سے شرف و بزرگی کی خلعت پہنائی گئی تو ملائکہ کو سجدہ کا حکم ہوا۔ ابلیس نے عداوت اور تکبر کی راہ سے انکار کر دیا۔ حکم خداوندی سے سرکشی کی۔ لعنت کا طوق اس کے گلے میں الی یوم الدین ۵؎ پہنا دیا گیا۔ عجز و انکساری اور قصور کا اعتراف تو در کنار' نا مطابقت کی وجہ پر مردانہ وار کمر ہمت کو مضبوط کیا اور میعاد الی یوم یبعثون ۶؎ کا سوال کیا۔ اس عزیز الجبار نے قادریت کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے غضب و غیرت کی رو سے مہلت دے دی۔ قرآن کریم میں یہ کئی وجہ پر ذکر ہے۔ جس کا بیان اس جگہ موزوں نہیں۔ صرف اتنا کافی ہے کہ یہ ابتدا ہی سے دو گروہ بن گئے۔ ایک نوری' اور ایک ناری' ایک صلحاء اور دوسرے اشقیاء' ایک فرماں بردار اور دوسرے نافرمان' ایک تابعدار اور دوسرا سرکش' ایک صاحب رحمت دوسرا صاحب لعنت۔ ایک مقرب دوسرا محجوب' ایک مقبول دوسرا مردود' ایک نسبت لطف سے مسرور' دوسرا نسبت غضبی سے مقہور دونوں میں سرکاری ظہور۔ ایک نیکی میں مستغرق' دوسرا بدی میں سراپا غرق۔ ایک پر من اللہ نزول رحمت و صلوٰة' دوسرے پر نزول شیاطین۔ جیسا کہ مومنوں کے لیے فرمان مولیٰ کریم صادر ہو رہا ہے:

هو الذی یصلی علیکم وملائکه لیخرجکم من الظلمت الی النور (پ ۲۲' ر ۳)

''وہی ہے جو رحمت بھیجتا ہے اوپر تمہارے اور فرشتے اس کے تا کہ نکالے تم کو اندھیروں سے طرف نور کے''۔

اور جو نسبت غضبی سے مقہور ہے' دوسری جگہ اس کے حق میں ارشاد مولیٰ کریم دیکھیے:

هل انبئکم علی من تنزل الشیطین ○ تنزل علی کل افاك اثیم ○ (پ ۱۹' ر ۱۵)

''کیا تم کو میں بتاؤں کہ شیاطین کس پر اترتے ہیں؟ وہ نازل ہوتے ہیں ہر جھوٹ باندھنے والے گنہگار پر''۔

افاک کے معنی لغت میں پھرے ہوئے کے ہیں۔ یعنی حق سے، یا فرماں برداری سے خواہ عملی صورت میں یا انکار کی رو سے۔ لا یظلم ربك احدا۔ (تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا) بلکہ آپ ہی اپنے پر ظلم کر لیتے ہیں۔

''پھر پھر کے قدم رکھتے ہیں دائرے کے اندر'' ایک کا مرجع خدا و رسول' دوسرے کا مرجع شیطان و قبیلہ' ایک کی ولایت یعنی دوستی اطاعت' مطابقت' مناسبت اور محبت کے راستہ بتوسل رحمتہ اللعالمین' سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ مولیٰ کریم کے ساتھ اور مولیٰ کریم کی ان پاکباز بندوں کے ساتھ' اور دوسرے کی انکار اور سرکشی کے راستہ بتوسل طاغوت ابلیس مردود کے ساتھ متصرف۔ ہر دو فریق کے تصرف جاری ہیں اور جاری و ساری رہیں گے۔ بلکہ تصرف کے لحاظ سے دوسرا گروہ زیادہ اثر دکھاتا ہے اور وہ اس لیے کہ نفس کا رجوع (امارة بالسوء) اکثر برائی کی طرف ہے جو سراسر گمراہی ہے۔ اور شریعت غرا کے سب احکام نفس کے خلاف ہیں' تا کہ آزمائش ہو سکے۔

گو تصرف حق کے سامنے تصرف نفس و شیطان کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

لیکن یہ جب معلوم ہو کہ نفس زکی حاصل کرے' عالم قدس کا پرتو اس کو منور کرے' چشم دل نور معرفت سے روشن ہو۔ شیطان اس کی حس سے

۱؎ اگر تم نیکی کرو گے تو اپنی جان کے لیے نیکی کرو گے اور اگر برائی کرو گے تو وہ بھی اپنے لیے۔ ۲؎ نہیں ہے واسطے انسان کے مگر جو کچھ کوشش کرے۔ ۳؎ بے شک خلاصی پا گیا جس نے پاک کیا اور اس کو اور نامراد ہوا جس نے معصیت میں چھپایا اس کو۔

۴؎ میں زمین میں ایک نائب' بنانے والا ہوں۔ ۵؎ دن قیامت تک۔ ۶؎ اس دن تک کہ اٹھائے جائیں گے۔

Marfat.com

بھاگے اور اس کی مثال روشنی اور اندھیرے کی سی ہے۔ نجاست وطہارت کا سا حال ہے۔ بلندی وپستی کا سا معاملہ ہے ہدایت وضلالت کا رنگ ہے۔ روشنی طہارت بلندی ہدایت ان سب میں انسان مکلف ہے اور ذوالجلال والاکرام کے فضل کا محتاج ہے۔ لیکن اندھیرا نجاست پستی اور ضلالت کے لیے مکلف ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ سب خودبخود موجود ہے۔ صرف پہلی صفات حسنہ سے تغافل ہی کافی ہے۔ مطابق فرمان ایزدی امتعہ قلیلا ان کو بھی متمتع کرتے رہیں گے اور:

نولہ ما تولی و نصلہ جہنم وساء ت مصیرا ۔ (پ ۵ ر ۱۴)

''ہم اسے ادھر ہی پھیریں گے جدھر وہ خود پھرے گا اور جہنم میں داخل کریں گے۔ اور وہ بہت بری جگہ ہے پھر جانے کی''۔

کی پرزور تدبیر کی سنت سے فائدہ حاصل کرتے رہیں گے۔ مگر افسوس! اس دن یعنی قیامت کے روز یہ قلعی کھل جائے گی۔ تب حسرت اور یاس کی بصیرت سے اپنے اعمال کا ملاحظہ کرتے ہوئے افسوس سے اپنے ہاتھ کاٹے گا۔ کما قال اللہ تعالیٰ۔

ویوم یعض الظالم علی یدیہ یقول یلیتنی اتخذت مع الرسول سبیلا ۔ یویلتی لیتنی لم اتخذفلانا خلیلا ۔ (پ ۱۹ ر ۱)

''اور جس دن کاٹ کاٹ کھائے گا ظالم اوپر دونوں ہاتھوں اپنے کے کہے گا اے کاش کہ پکڑتا میں ساتھ رسول کے راہ۔ ہائے افسوس ہے مجھ کو کاش کہ نہ پکڑتا میں فلانے کو دوست''۔

اس حجت کے ختم کرنے کے لیے مشعل ہدایت کو روشن کرنے کے لیے صراط المستقیم کو واضح اور حق وباطل میں تمیز کرنے کے واسطے خاتم النبیین۔

سید المرسلین

رحمتہ العالمین فخر الاولین والآخرین ﷺ کا ظہور فرمایا۔ لیکن کفار اور اہل کتاب کی آنکھیں جو مدت سے آخر الزمان پیغمبر کی بعثت کی منتظر تھیں۔ جب ایک در یتیم اور ایک اُمی پر پڑیں تو تاج رسالت جو آفتاب سے زیادہ روشن کل انبیاء ومرسلین کی عزت اور تصدیق کے ساتھ رحمتہ اللعالمین کے سر پر فخر وناز لیے کھڑا تھا اس سے شناسا نہ ہو سکیں۔ مطابق فرمان ایزدی۔

ام لم یعرفوا رسولھم فھم لہ منکرون ۔ (پ ۱۸ ر ۴)

''کیا انہوں نے پہچانا نہیں اپنے رسول کو کہ وہ اس سے منکر اور ناشناسا ہو رہے ہیں؟''۔

تعجب کی رو سے اور دوسرے بظاہر وجہ پر کیا نہیں پہچانا انہوں نے اپنے رسول کو امانت سچائی تحمل وفا کرم مروت خوش خوئی اور کمال علم کے ساتھ باوصف اس کے کہ انہوں نے علم حاصل نہیں کیا۔ تو وہ کافر اس رسول کے منکر اور نہ پہچاننے والے ہوں؟ یعنی ایسا نہیں ہے کہ رسول کو پہچانتے ہی نہ ہوں تا کہ انکار کریں اور کہیں کہ یہ بیگانہ ہے ہم اس کا حال نہیں جانتے۔ یہ اعتبار کی رو سے۔ لیکن جب ان کی نظریں صرف ظاہر یعنی

آپ کی بشریت:

پر رہ گئیں تو ان کو انکار ہی آسان معلوم ہوا اور سیاہی قلب سے لکھی ہوئی کتاب کو اپنے سامعین کے روبرو اسی طرح پیش کیا جس طرح پہلوں نے کہا تھا کہ۔

ما ھذا الا بشر مثلکم یاکل مما تاکلون منہ و یشرب مماتشربون ۔ ولئن اطعتم بشرا مثلکم انکم اذا لخسرون ۔ (پ ۱۸ ر ۳)

---

۱ فائدہ دیتا ہوں میں اس کو تھوڑا سا۔

Marfat.com

''کہ یہ تو تمہیں جیسا آدمی ہے، جس قسم کا کھانا تم کھاتے ہو اسی طرح کا یہ بھی کھاتا ہے، اور جو پانی وغیرہ تم پیتے ہو اسی قسم کا یہ بھی پیتا ہے۔ اور اگر تم نے اپنے جیسے آدمی کی اطاعت کی تو اس وقت تم گھاٹے میں پڑ گئے''۔

اور جب پیغمبروں نے انہی سرداروں اور قوم کے آسودہ حال لوگوں کو دعوت دی، اور اس حیات ابدی اور بے نہایت نعمت کی طرف بلایا جس کو وہ نہ چاہتے تھے اور نہ ہی اعتقاد رکھتے تھے تو مرسلوں کو یہی جواب دیا:

فقال الملا الذین کفروا من قومه ما نراك الا بشرا مثلنا و ما نرك اتبعك الا الذین هم اراذلنا بادی الرای و ما نری لکم علینا من فضل بل نظنکم کذبین ۔ (پ۱۲/ر۳)

''تو ان کی قوم کے سردار جو کافر تھے کہنے لگے کہ ہم تمہیں اپنے جیسا آدمی دیکھتے ہیں اور یہ بھی دیکھتے ہیں کہ تمہارے پیرو صرف وہی لوگ ہوتے ہیں جو رذیل ہیں اور وہ بھی رائے ظاہر سے (نہ غور و تعمق سے) اور ہم تم میں اپنے اوپر کچھ فضیلت نہیں دیکھتے بلکہ تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں''۔

گو انکار کفار کئی وجہ پر تھا، مگر یہاں تو صرف ظاہری اسباب پر ہی نظر تھی اور بطن میں یقین لانا محال، اس لیے خدا کی برگزیدہ ہستیوں سے یہی جواب ملا۔

قال یقوم ارء یتم ان کنت علی بینة من ربی و اتنی رحمة من عنده فعمیت علیکم انلز مکموها و انتم لها کرهون ۔ (پ۱۲/ر۳)

''کہا کہ اے قوم! اگر میں اپنے پروردگار کی طرف سے دلیل روشن پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے رحمت بخشی ہو جس کی حقیقت تم سے پوشیدہ رکھی گئی ہو، تو کیا ہم اس کو تمہارے گلے باندھ سکتے ہیں حالانکہ تم اس سے بیزار ہو''۔

لیکن جب خیر القرون قرنی [1] کا وقت آیا اور شجر رسالت جڑ سے لے کر آہستہ آہستہ پتے، ٹہنیاں اور پھول نکالتا ہوا بار آور ہوا تو پہلے دین منسوخ ہو گئے اور باطل کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا گیا، آتش کدے سرد ہو گئے، قصر کسریٰ کے کنگرے گر گئے۔ بت پرستوں کے دلوں سے بتوں کی وقعت جاتی رہی۔ زمین و آسمان میں انوار بے نہایت غمام کی صورت میں ہویدا ہوئے، دین ہمیشہ کے لیے کامل کر دیا گیا۔ تب مولیٰ کریم نے حجت ختم کرنے کے لیے کافروں کے جواب میں اپنے حبیب نبی کریم ﷺ کی طرف اس طرح ارشاد فرمایا۔

قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الهکم الٰهٌ واحد (پ۱۶/ر۳)

''(کہ مرے حبیب ﷺ ان سے) کہہ دو کہ اور کچھ نہیں (یعنی تمہاری ہی عقل و سمجھ کے مطابق) ایک تمہارے ہی جیسا آدمی ہوں میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ معبود تمہارا معبود ایک ہی ہے''۔

تا کہ اسی کی عبادت کی جائے۔ تو اس میں کفار کے لیے دو مفاد ظاہر ہوئے۔ ایک تو اگر یہ ایمان لے آئیں گے تو خود بخود جان پہچان لیں گے کہ ہمارے نبی بظاہر بشریت کی رو سے تو مثل ہی ہیں لیکن حقیقت میں مثل نہیں ہیں۔ دوسرے نہ ماننے والوں کے لیے حجت قائم ہو جائے گی۔

باوجود اس امر کے بھی کفار کئی باتیں بتاتے تھے۔ مثلاً۔

وقالوا لولا انزل علیه ملك ۔

''اور کہتے کہ پیغمبر پر فرشتہ کیوں نہیں نازل ہوا''؟

ولو انزلنا ملکا لقضی الامر ثم لا ینظرون ۔ ولو جعلنه ملکا لجعلنه رجلا و للبسنا علیهم ما یلبسون

(پ۷/ر۷)

---

[1] بہترین زمانوں کا میرا زمانہ ہے۔

Marfat.com

''ہاں اگر ہم فرشتہ نازل کرتے تو کام ہی فیصل ہو جاتا، پھر انہیں مہلت نہ دی جاتی۔ اور اگر ہم (ان کے کہنے کے مطابق) کسی فرشتے کو بھیجتے تو ضرور تھا کہ اسے مرد کی صورت میں بھیجتے تو جس شبہ میں پڑے ہوئے ہیں پھر اسی اشتباہ ہی میں پڑ جاتے''۔

مگر اس تشبیہ کا سوائے اعتقاد کفار یا جواب کفار کے سارے قرآن مجید میں اول سے آخر تک کہیں (مثلنا یا مثلکم) ذکر تک نہیں۔ اب تعجب تو یہ ہے کہ نام نہاد مسلمان بلکہ علمائے دین متین توحید خالص کی تعمیر کو اوپر سے شروع کرنے لگے ہیں۔ اور اس کے لیے اینٹ اور مصالحہ کفار ہی کے بھٹہ سے لے رہے ہیں۔ تاکہ عوام کو شرک زعمی سے بچانے کے لیے اس لباس میں ملبوس کر دیں جس میں آفتاب نبوت کی شعاعیں نہ پہنچیں۔ ہیہات۔ ورنہ مومنوں کے کلام پاک میں جو ارشاد ہے وہ اس کے سخت برخلاف ہے۔ دیکھو، بخطاب مومن کیا فرما رہے ہیں۔

یایها الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی و لا تجهروا له بالقول کجهر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون ۔ (پ ۲۶، ر ۱)

''اے اہل ایمان! اپنی آوازیں پیغمبر ﷺ کی آواز سے اونچی نہ کیا کرو اور جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو۔ (اس طرح ان کے حضور نہ بولا کرو (ایسا نہ ہو) کہ کہیں تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو''۔

مولیٰ کریم اپنے کلام پاک میں فرماتے ہیں۔

فالهمها فجورها و تقوها (الشمس) ۔

''ہم نے انسان کو گناہ اور صواب کی سمجھ عطا فرمائی ہے''۔

تاکہ گناہ سے متقی ہو اور اعمال صالح میں ساعی اور گناہ کے استغفار کرنے والا، تائب ہونے والا اور توفیق من اللہ کا شکر کرنے والا ہو۔ سب گناہوں سے وہ معصیت زیادہ سخت اور خطرناک ہے جس کا انسان کو علم ہی نہ ہو۔ ہر ایک چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے اور گناہ وصواب حال کے تغیر کا سبب اور دل کی زندگی اور موت کے موجب ہیں۔ تو جب تک دل نور ایمانی سے روشن اور زندہ ہے معصیت کی پہچان اور اطلاع ضرور ہوتی ہے۔ اور وہ گناہ جو نور ایمانی اور حیات ابدی کے لیے زہر ہلاہل ہو۔ اور وہ تیز ہوا جو اس چراغ کو فوراً گل کر دے اور کفر تاریکی ایسا ڈھانپ لے کہ وہ ضیاء جس سے علم معصیت کا امکان تھا معدوم ہو جائے تو پھر شعور نہایت دشوار بلکہ ناممکن ہے جیسے کہ مولیٰ کریم فرماتے ہیں کہ گناہ نیکیوں کو کھا جاتے ہیں۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا[1] اسی لیے نہایت کرم لطف سے مومنوں کو متنبہ فرما رہے ہیں کہ اے ایمان والو! جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو سمجھتے اور بولتے بلاتے ہو، اپنی مثل نبی کریم ﷺ کو نہ سمجھنا اور نہ ہی ایک دوسرے کی مثل بلند آواز نکالنا۔ ورنہ ایسے گمراہ ہو جاؤ گے کہ تم کو شعور بھی نہ ہوگا اور تمہاری عقلیں ماری جائیں گی۔

آہ! آج کل تو بجائے نور وہدایت علم کے سیاہی علم نے عقلوں کو ڈھانپ ہی لیا ہے۔ ورنہ کچھ بھی سمجھ ہو تو کلام الٰہی ایسی فاضل ہے کہ کوئی دقیقہ باقی ہی نہیں رہتا۔ بشراً رسول اور عبدہ ورسوله میں تو کسی کو بھی کلام نہیں، بلکہ یہ لازمی اور ضروری ہے تاکہ ہماری تعلیم میں جنسیت اور مطابقت کے لحاظ سے آسانی ہو سکے اور تاکہ نسبت فیض کا ورود با آسانی پہنچ سکے۔ ورنہ اگر عدل وانصاف سے کچھ بھی موازنہ ہو تو معلوم ہوگا۔ کہ حضور اکرم ﷺ کی بشریت کی خاصیت وحقیقت تو درکنار، ظاہراً بھی کوئی چیز ہماری مثل نہ تھی۔ اور علمائے متقدمین ومتاخرین میں سے اکثر اہل حق وتحقیق نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ بطور۔

استشہاد

چند ایک حوالہ جات درج ہیں۔

(۱) تفسیر کبیر جلد ثانی، مطبوعہ مصر، صفحہ ۴۴۰، سطر ۲۲۔ زیر آیت ان الله اصطفى ادم (الآیہ)۔

[1] نفس کی برائیوں سے ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

Marfat.com

واعلم ان تمام الکلام فی ھذا الباب ان النفس القدسیة النبویة مخالفة بما ھیتھا سائر النفوس الخ بلفظه ۔ یعنی نفس قدسیہ نبویہ کی ماہیت باقی تمام نفوس کی ماہیت سے مخالف ہے۔

(۲) تفسیر کبیر، جلد پنجم، صفحہ ۴۹۶، سطر ۱۳، مصری، سورہ کف۔

وعلمنه من لدنا علما فنقول جواھر النفس الناطقه مختلفة بالماھیة بلفظه یعنی جواہر نفوس مختلف الماہیت ہیں۔ پس آنحضرت ﷺ کے نفس مطہرہ کی ماہیت سے وہ جداگانہ ہے۔ اس لیے نفس بشریت میں مساوات یا مماثلت کسی انسان سے نہیں۔

(۳) تفسیر کبیر، جلد دوم صفحہ ۴۳۹-۴۴۰، سطر ۳۵، مصری۔

الله اعلم حیث یجعل رسالته و ذکر الحلیمی فی کتاب المنھاج ان الانبیاء علیھم الصلوٰة والسلام لا بدوان یکونوا مخالفین لغیرھم فی القوی الجسانیة والقوی الروحانیة وقوله ﷺ زویت فی الارض فرء بت مشارقھا و مخاربھا و قوله ﷺ اقیموا صفوفکم و تو اصلوا فانی اراکم من وراء ظھری بلفظ یعنی جانو کہ رسالت کہاں رکھی جاتی ہے۔ اور حلیمی نے کتاب منہاج میں ذکر کیا ہے کہ تحقیق انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے ضروری ہے کہ وہ دوسرے لوگوں سے قویٰ جسمانی اور قویٰ روحانی میں سے جدا ہیں۔ اور فرمایا حضور ﷺ نے کہ میرے لیے زمین کو سمیٹا گیا۔ پس میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ لیا۔ اور فرمایا آنحضرت ﷺ نے کہ قائم اور سیدھی کرو نماز میں اپنی صفوں کو اور مل کر کھڑے ہو۔ بس تحقیق میں دیکھتا ہوں کہ تم کو اپنی پشت کی طرف سے بھی۔

(۴) تفسیر فتح العزیز، شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ پارہ عم، صفحہ ۲۱۸، سطر ۱۰ آنحضرت ﷺ کی خصوصیات:

۱- آنحضرت ﷺ از پس پشت می دیدند چنانچہ از پیش روئے خودمی دیدند۔

۲- و در شب و تاریکی چناں می دیدند کہ بروز در روشنی۔

۳- و آب دہن ایشاں آبہائے شور را شیریں می کرد۔

۴- و با طفال شیر خوارہ یک قطرہ از آب دہن بچکانیدند، آن اطفال تمام روز شکم سیری ماندند و طلب شیر نمی کردند۔ چنانچہ در روز عاشورہ با طفال اہل بیت تجربہ شدہ۔

۵- و بغل آنحضرت ﷺ سفید رنگ براق بود و اصلا ہوئے نداشت۔

۶- و آواز ایشان جائے می رسد کہ آواز دیگراں بعشر عشیر آں نمی رسد و از دوری شنیدند کہ دیگراں بآں مسافت نمی تواند شنید۔

۷- و در خواب چشم ایشان خواب آلود می شد و دل خبر داری ماند۔

۸- و فا ژہ دہن ہرگز ایشاں در تمام عمر اتفاق نہ افتاد۔

۹- و احتلام ہرگز واقع نہ شد۔

۱۰- عرق مبارک ایشاں خوشبوتر از مشک بود۔ بحدے کہ اگر در کوچہ می گزشتند، مردم بسبب بوئے خوش عرق ایشان کہ در ہوا سرایت کردہ می ماند پے می بروند کہ ازیں کوچہ آنحضرت ﷺ گزستند۔

۱۱- ہیچ کس از فضلہ ایشاں برروئے زمین می شگافت فرو می بردو از اں زمین بوئے مشک می شمیدند۔

۱۲- و در وقت تولد مختون پیدا شدند۔

Marfat.com

۱۳- وناف بریدہ پاک وصاف، ہرگز، لوث نجاست بر بدن ایشاں نبود۔
۱۴- چوں برزمین افتادند، سجدہ کناں وانگشت خود را سوئے آسمان برداشتند۔
۱۵- ودر وقت تولد ایشاں نور متشعشع شد کہ بسبب آن شہر ہائے شام مادر ایشان رانمودار شد۔
۱۶- ومہد ایشاں ملائکہ می جنبانیدند۔
۱۷- ومہتاب بایشاں درحالت گہوارہ تکلم می فرمود۔
۱۸- ہمیشہ بروز وقت تمازت گرما ابر بر ایشاں سایہ می داشت۔
۱۹- اگر زیر درختے می آمدند سایہ درخت بسمت ایشاں متوجہ می شد۔
۲۰- وسایہ ایشاں بر زمین نمی افتاد۔
۲۱- وشپش ایشاں راایزا نمی داد۔
۲۲- برجامہائے ایشاں مگس نمی نشست۔
۲۳- اگر بر جانورے سواری شدند آن جانور تامدت سواری ایشاں بول وبراز نمی کرد۔
۲۴- درعالم ارواح اول کسے کہ پیدا شد ایشاں بودند۔
۲۵- اول کسے کہ درجواب الست بربکم بلیٰ گفت نیز ایشان بودند۔
۲۶- وسیر معراج مخصوص بایشان ست۔
۲۷- وسواری براق نیز مخصوص بایشاں۔
۲۸- وبلائے آسمان رفتن وبحد قاب قوسین رسیدن وبدیدار الٰہی مشرف شدن۔
۲۹- وملائکہ رافوج وحشم ایشاں ساختن ہمراہ ایشاں مانند لشکریاں جنگ وقتال کردند، نیز خاصہ ایشاں ست۔
۳۰- وشق القمر ودیگر معجزات عجیبہ وغریبہ نیز مخصوص بایشان است۔
۳۱- ودرروز قیامت آنچہ ایشاں رادہند ہیچ کس رانداہند۔
۳۲- اول کسے کہ از قبر سر برآرد ایشاں باشند۔
۳۳- ایشاں بربراق حشر نمائند۔
۳۴- وہفتاد ہزار فرشتہ گرداگر ایشاں جلودار باشند۔
۳۵- وبجانب راست عرش بالائی کرسی ایشاں راجادہند۔
۳۶- وبمقام محمود مشرف سازند۔
۳۷- ودردست ایشاں لواء الحمد دہند کہ حضرت آدم وتمام ذریت ایشاں زیر آنشان باشند۔
۳۸- وہمہ انبیاء باتبیان خود پش ایشاں شوند۔
۳۹- ودردیدار خدا اوّل بایشاں شروع کنند۔
۴۰- وشفاعت عظمیٰ ایشاں رامخصوص سازند۔
۴۱- واول کسے کہ برپل صراط بگذرد ایشاں باشند وتمام خلائق حشر راحکم شود کہ چشمائے خود را فرو بروند تادختر ایشاں فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا برپل صراط بگذرد۔

Marfat.com

۴۲-اول کسے کہ جنت را بکشاید ایشاں باشد۔
۴۳-درروز قیامت ایشاں را بمرتبہ وسیلہ مشرف سازند وآں مرتبہ ایست نہایت بلند کہ کسے را در مخلوقات میسر نہ شد۔
۴۴-وحقیقت آن آنست کہ ایشاں دراں روز از جناب خداوندی بمنزلہ وزیر از پادشاہ باشند وآنچہ در شرائع باں مخصوص اند چیز ہائے بسیار است کہ تعداد آں موجب تطویل ست۔ بلفظہ۔

عوام کے فائدہ کے لیے اس فارسی عبارت کا ترجمہ بھی تحریر کر دیا جاتا ہے۔
وہ خصوصیتیں جو آنحضرت ﷺ کے بدن مبارک کو دی گئیں۔
۱-آنحضرت ﷺ اپنی پست مبارک سے بھی ویسا ہی دیکھتے تھے جیسا کہ اپنے سامنے سے دیکھتے تھے۔
۲-اور رات کو اور اندھیرے میں بھی ویسا ہی دیکھتے تھے جیسا کہ دن کو اور روشنی میں۔
۳-اور شیر خوار بچوں کے منہ میں آپ اپنے دہن مبارک سے ایک قطرہ ٹپکاتے، وہ بچے سارا دن شکم سیر رہتے اور دودھ نہ مانگتے۔ جیسا کہ عاشورہ کے دن اہل بیت کے بچوں پر تجربہ ہوا۔
۴-آپ ﷺ کے منہ مبارک کا لعاب کڑوے پانی کو میٹھا کر دیتا۔
۵-آنحضرت ﷺ کے بغل مبارک نہایت سفید صاف شفاف تھے، ان میں بال مطلق نہیں تھے۔
۶-آپ ﷺ کی آواز مبارک اتنی دور پہنچی کہ دوسرے لوگوں کی اس سے سوویں حصے تک بھی نہ پہنچتی۔ اسی طرح آپ اتنی دوری سے سنتے کہ دوسرا کوئی نہ سن سکتا۔
۷-آپ ﷺ کے چشم مبارک سو جاتے لیکن دل بیدار رہتا۔
۸-آنحضرت ﷺ ساری عمر آپ ﷺ کو بلغم (گھنگھار) نہیں آیا۔
۹-آپ ﷺ کو کبھی احتلام نہ ہوا۔
۱۰-آنحضرت ﷺ کا پسینہ مبارک کستوری سے بھی زیادہ خوشبوناک تھا۔ اس حد تک کہ اگر آپ کسی گلی میں سے گزر جاتے تو لوگ آپ کی اس خوشبو سے جو ہوا میں رچ بس جاتی آپ کے پیچھے پیچھے آجاتے اور پہچان جاتے کہ یہاں یہاں سے حضور ﷺ تشریف لے گئے ہیں۔
۱۱-کسی آدمی نے آپ ﷺ کا فضلہ (براز) زمین پر نہیں دیکھا۔ کیونکہ زمین اسے نگل لیتی اور وہاں سے کستوری کی طرح خوشبو آتی۔
۱۲-ولادت کے وقت آپ ﷺ مختون پیدا ہوئے۔
۱۳-اور ناف بریدہ تھے۔ نہایت پاک صاف، کسی قسم کی نجاست وآلائش آپ ﷺ کے جسم پر ظاہر نہ تھی۔
۱۴-اور ولادت کے وقت جب آپ ﷺ، زمین پر تشریف لائے اسی وقت سجدہ ریز ہو گئے اور اپنی انگشت مبارک کو آسمان کی طرف اٹھایا۔
۱۵-نیز آپ ﷺ کی ولادت کے وقت ایسا نور متجلی ہوا کہ آپ کی والدہ محترمہ نے اس کی روشنی میں شام کے شہر دیکھے۔
۱۶-آپ ﷺ کا جھولا فرشتے جھلاتے تھے۔
۱۷-اور چاند آپ ﷺ سے جھولے میں باتیں کرتا تھا۔
۱۸-گرمی کے موسم میں ہمیشہ آپ پر بادل سایہ کئے رہتا۔
۱۹-اگر آپ ﷺ کسی درخت کے پاس تشریف لاتے تو درخت سایہ کے لئے آپ پر جھک جاتا۔
۲۰-آپ ﷺ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔

Marfat.com

۲۱-آپ ﷺ کو جوئیں نہیں پڑتی تھی۔
۲۲-آپ ﷺ کے کپڑوں (اور جسم اطہر) پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی۔
۲۳-اگر آپ ﷺ کسی جانور پر سواری فرماتے تو وہ جانور سواری کی مدت تک بول و براز نہ کرتا۔
۲۴-عالم ارواح میں آپ ﷺ ہی سب سے پہلے پیدا ہوئے۔
۲۵-اور الست بربکم کے جواب میں سب سے پہلے آپ ہی نے بلی فرمایا۔
۲۶-معراج کی سیر آپ ﷺ ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔
۲۷-اور براق کی سواری بھی آپ ﷺ ہی کے ساتھ مختص۔
۲۸-اور آسمانوں پر جانا اور قاب قوسین (دو کمانوں) تک پہنچنا اور دیدار الٰہی سے مشرف ہونا بھی آپ ہی کا حصہ ہے۔
۲۹-اور آپ ﷺ کے جاہ حشم کی خاطر فرشتوں کا فوج کی طرح آپ کے ساتھ رہنا اور جنگوں میں شریک ہو کر کفار کے ساتھ لڑنا آپ ہی کا خاصہ ہے۔
۳۰-شق القمر (چاند کے دو ٹکڑے کرنا) اور دوسرے کئی عجیب و غریب معجزے آپ ہی کو دیئے گئے۔
۳۱-قیامت کے دن جو کچھ آپ ﷺ کو دیا جائے گا اور کسی کو نہیں دیا جائے گا۔
۳۲-سب سے پہلے آپ ﷺ ہی قبر سے باہر تشریف لائیں گے۔
۳۳-میدان حشر میں آپ ﷺ براق پر سوار ہوں گے۔
۳۴-اور ستر ہزار فرشتے آپ ﷺ کے گرداگرد جلودار ہوں گے۔
۳۵-مقام محمود سے آپ ﷺ ہی کو مشرف کیا جائے گا۔
۳۶-اور عرش معلی کی دائیں جانب کرسی پر آپ کو جگہ دی جائے گی۔
۳۷-لواء الحمد (خداوند تعالیٰ کی حمد وثنا کا جھنڈا) آپ ﷺ ہی کے دست اقدس میں دیا جائے گا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور آپ کی تمام (ایماندار) اولاد اس کے نیچے ہوگی۔
۳۸-تمام انبیاء اپنی امت کے ساتھ آپ ﷺ کے پیچھے ہوں گے۔
۳۹-خداوند جل وعلیٰ کا دیدار آپ ﷺ ہی سے شروع ہوگا۔
۴۰-شفاعت عظمیٰ کا سہرا آپ ﷺ ہی کے رخ انور پر بندھے گا۔
۴۱-سب سے پہلے پل صراط پر سے آپ ﷺ ہی گزریں گے اور تمام خلقت کو حکم ہوگا کہ اپنی نگاہیں نیچی کرلیں تا کہ آپ کی دختر سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا پل صراط سے گزریں۔
۴۲-آپ ﷺ ہی جنت کا دروازہ کھولیں گے۔
۴۳-قیامت کے روز آپ ﷺ کو وسیلہ کے مرتبہ سے مشرف کیا جائے گا۔ جو ایک مرتبہ نہایت بلند کہ مخلوق میں سے کسی اور کو میسر نہ ہوگا۔
۴۴-اور حقیقت اس کی یہ ہے آنحضرت ﷺ اس دن خداوند تعالیٰ کے حضور میں بمنزلہ وزیر ہوں گے۔ اور جو کچھ شرائع میں آپ ﷺ کی ذات اقدس سے مخصوص ہے وہ بہت چیزیں ہیں جن کا گننا طوالت کا باعث ہے۔ بالفظہ۔

(۵) حدیث شریف صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۲۶۴ سطر ۳۵ مطبوعہ مصر باب الوصال۔
ترجمہ:

Marfat.com

''یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ وصل نہ کرو۔ یعنی روزہ وصل نہ رکھو۔ عرض کیا صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہ آپ ﷺ جو وصل کرتے ہیں۔ اس لئے ہم بھی روزہ وصل رکھیں گے۔ اس پر فرمایا آنحضرت ﷺ نے لست کاحد منکم کہ میں تمہارے کسی آدمی کی مانند نہیں ہوں''۔

(۶)۔ صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۲۴۶ سطر ۲۷، مصری۔

ترجمہ:

''یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ منع فرمایا رسول خدا ﷺ نے وصال یعنی روزہ وصال سے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ آپ ﷺ جو وصال کرتے ہیں۔ فرمایا آنحضرت ﷺ نے انی لست مثلکم کہ تحقیق میں تمہاری مثل یا مانند نہیں ہوں''۔

(۷)۔ صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۲۴۷ سطر ۲، مصری۔

ترجمہ: ''حضرت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وصال کے روزہ کی بابت، تو حضور ﷺ نے فرمایا انی لست کھیئتکم کہ میں تمہاری شکل وصورت کی مانند نہیں ہوں۔ کیونکہ مجھے اللہ تعالیٰ، کھلانے والا کھلاتا ہے، اور پلانے والا پلاتا ہے''۔

(۸)۔ صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۲۴۷ سطر ۲، مصری۔

ترجمہ: ''روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ منع فرمایا حضور ﷺ نے روزہ وصال سے اور فرمایا انی لست کھیئتکم کہ میں تمہاری شکل وصورت اور خوخصلت کے مانند نہیں ہوں''۔

(۹)۔ صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۲۴۶ سطر ۹، مصری۔

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے روزہ وصال سے منع فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا حضور ﷺ جو روزہ وصال رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ایکم مثلی یعنی تمہارے میں کون میری مانند ہے''۔

(۱۰)۔ مواھب اللہ نیہ لسیخ قسطلانی علیہ الرحمہ جلد اول صفحہ ۲۴۸ مقصد ثالث، سطر ۲۳۔

"اعلم ان من تمام الایمان بہ ﷺ الایمان بان اللہ تعالیٰ جعل بدنہ الشریف علیٰ وجہ لم یظھر قبلہ و لا بعدہ خلق ادم مثلہ الخ بلفظہ"۔

''یعنی خوب جان لے کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ کمال ایمان یہ ہے کہ ایمان لاوے اللہ تعالیٰ پر کہ اس نے پیدا کیا۔ آنحضرت ﷺ کے بدن شریف کو ایسی وجہ پر کہ ان کے برابر نہ کوئی پہلے پیدا ہوا اور نہ ان کے بعد پیدا ہوگا۔ یعنی ان کی مثل یا نظیر کوئی نہیں ہوگا''۔

(۱۱)۔ مکتوبات حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ جلد سوم، مکتوب نمبر ۱۰۰۔

ترجمہ اُردو: ''جاننا چاہیے کہ پیدائش محمدی تمام افراد انسان کی پیدائش کی طرح نہیں۔ بلکہ افراد عالم میں کسی فرد کی پیدائش کے ساتھ نسبت نہیں رکھتی۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ باوجود عنصری پیدائش کے حق تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے۔ خلقت من نور اللہ میں اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا کیا گیا ہوں۔ دوسروں کو یہ دولت میسر نہیں ہوئی۔ اس دقیقہ کا بیان یہ ہے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضرت واجب الوجود جل شانہ کے صفات ثمانیہ حقیقیہ اگرچہ دائرہ وجوب میں داخل ہیں۔ لیکن اس احتیاج کے باعث جو ان کو حضرت ذات تعالیٰ کے ساتھ ہے ان میں امکان کی بو پائی جاتی ہے اور جب صفات حقیقیہ قدیمہ میں امکان کی بو پائی جاتی ہے۔ تو حضرت واجب الوجود جل شانہ کی صفات اضافیہ میں بطریق اولیٰ امکان ثابت ہوگا اور ان کا قدیم نہ

Marfat.com

ہونا ان کے امکان پر پہلی دلیل ہوگا۔ کشف صریح سے معلوم ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی پیدائش اس امکان سے پیدا ہوئی ہے جو صفات اضافیہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے نہ کہ اس امکان سے جو تمام ممکنات عالم میں ثابت ہے۔ ممکنات عالم کے صحیفہ کو خواہ کتنا ہی باریک نظر سے مطالعہ کیا جائے لیکن حضور ﷺ کا وجود مشہود نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کی خلقت کے امکان کا منشا عالم ممکنات میں ہے ہی نہیں۔ کیونکہ اس عالم سے برتر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا سایہ نہ تھا۔ نیز عالم شہادت میں ہر ایک شخص کا سایہ اس کے وجود کی نسبت زیادہ لطیف ہوتا ہے۔ جب جہان میں ان سے زیادہ لطیف کوئی نہیں تو پھر ان کا سایہ کیسے متصور ہوسکتا ہے'' بالفظہ۔

(۱۲) ۔ مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی' دفتر سوم ۔ مکتوب نمبر ۶۴ ۔

''جن محجوبوں نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو بشر کہا اور دوسرے انسانوں کی طرح تصور کیا وہ منکر ہو گئے ۔ اور جن سعادت مندوں نے ان کو رسالت اور رحمت عالمیاں کے طور پر دیکھا اور تمام لوگوں سے ممتاز اور سرفراز سمجھا وہ ایمان کی دولت سے مشرف ہوئے اور نجات پا گئے'' ۔ بلفظہ ۔

اب غور طلب امر یہ ہے کہ فرقان حمید میں مولیٰ کریم نے فرمایا:

وما منع الناس ان یؤمنوا اذ جاء ھم الھدی الا ان قالوا ابعث اللہ بشرا رسولا ۔ (پ۱۵' ر۱۱) ۔

''اور جب لوگوں سے پاس ہدایت آگئی تو ان کو ایمان لانے میں اس کے کوئی چیز مانع نہ ہوئی کہ کہنے لگے کہ کیا خدا نے آدمی کو پیغمبر کر کے بھیجا ہے'' ۔

یہ وہی مرض ہے جس کا علاج نہ ہوسکا ۔ یہ وہی حجاب ہے جو کھل نہ سکا ۔ یہ وہ سبب ہے جس کی وجہ سے انکار آسان معلوم ہوا ۔ لیکن آج کل نام نہاد مسلمان اس آیت کو عجیب طرح سے حجت پکڑتے ہیں اور منع الناس کا اطلاق بشرا رسولا پر کرتے ہیں ۔ یعنی کہتے ہیں کہ یہ انکار کہ آپ ﷺ بشر نہ تھے، وہی انکار ہے جو کفار کرتے تھے یہ وہی حجاب ہے جس میں وہ محجوب ہو رہے تھے اوپر گزر چکا ہے کہ بشرا رسول اور عبدا رسول میں تو کسی کو کلام ہی نہیں ۔ صرف متکلم میں کلام ہے ۔ جیسا کہ اقوال بزرگان دین واحادیث اور تفاسیر سے اوپر گزر چکا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ پہلا انکار کی رو سے ہے اور دوسرا افضیلت مدارج اور نور ایمانی کی رو سے ہے ۔ جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کی عورتوں نے دیکھا تو ان کے حسن وصورت کی وجہ سے بے ساختہ بول اٹھیں کہ حاش للہ ھذا بشرا[۱] ظاہر ہے کہ ان کا یہ قول محض عزت وتکریم کی وجہ سے تھا ۔ انکار کی رو سے نہ تھا ور نہ خوب جانتی تھیں کہ یہ بشر ہے زلیخا کا غلام ہے اور طعن کی رو سے ۔

تراودفتھا عن نفسہ قد شغفھا حبا انا لنرا ھا فی ضلل مبین ۔ (پ۱۲' ر۱۴)

''عزیز کی عورت اپنے غلام سے ناجائز خواہش کرتی ہے اور اس کی محبت میں فریفتہ ہو گئی ہے ۔ ہم دیکھتی ہیں کہ وہ صریح گمراہی میں ہے'' ۔

کہا تھا ۔

معلوم کرنا چاہیے کہ اس خالق موجودات نے انسان کے لیے بشر کا لفظ کس جگہ اور کس وقت استعمال فرمایا ہے اور اس کا وصف کیا ہے؟ دیکھو ذوالجلال والاکرام کا فرمان ۔

انی خالق بشرا من طین ۔ فاذا سویتہ و نفخت فیہ من روحی فقعولہ سجدین ۔ (پ۲۳' ر۱۴)

''میں بنانے والا ہوں ایک بشر مٹی سے جب اس کو ٹھیک بنا چکوں اور اس میں اپنی روح سے پھونک دوں تو تم اس کے لیے سجدہ میں گر پڑنا'' ۔

[۱] ...... پاکی ہے اللہ کو نہیں ہے یہ بشر ۔

Marfat.com

روح کے بغیر صرف بت انسان کو بشر سے نامزد کیا ہے۔ اور لغت میں بشر کے معنی ردی الخلق چمڑے کے ہیں۔ بعض بزرگوں نے بھی آپ کو سید البشر فرمایا ہے۔ لیکن اس لحاظ سے تو میرے نزدیک حضور ﷺ کے لیے یہ خطاب بھی مذموم ہی ہے۔ اس واقعہ سے پہلے حضرت باری تعالیٰ نے بھی قبل از ظہور جب بشر اور بشریت کا نام تک نہ تھا۔ انسان فرمایا ہے۔

هل اتیٰ علی الانسان حین من الدهر لم یکن شیئامذ کورا ۔ (الدہر:۱)

''بے شک آیا ہے انسان پر ایک وقت زمانے میں سے کہ نہ تھا کچھ چیز ذکر کی گئی''۔

اور یہ اسم مبارک اس کا ذاتی ہے جو تمام صفات کا جامع اور احسن تقویم سے مزین ہے:

والتین والزیتون ۔ وطور سینین و هذا البلدالا مبین ۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ۔ (پ۳۰، ر۲۰)

''انجیر اور زیتون کی قسم اور طور سینین کی اور اس امن والے شہر (مکہ) کی کہ ہم نے انسان کو اچھی صورت میں پیدا کیا ہے''۔

باقی سب کے سب نام صفات حسنہ ار سیئہ کے اسموں سے موسوم ہیں۔ جیسے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت سے آدمی ہو گیا ہے۔ بعدہ کل نفس ذائقة الموت[۱] اور بعض جگہ صرف روح کے نام ہی سے مخاطب فرمایا ہے۔ یہاں ہر اسم کے ساتھ آیات کا حوالہ دینا ضروری نہیں۔ کیونکہ ہر ایک مسلمان ان صفات سے علم رکھتا ہے۔ مثلاً کافر، منافق، فاسق، مشرک اور مسلم، مومن، ولی، نبی، رسول۔ یہ سب کے سب نام صفاتی ہیں۔ جس صفت سے انسان نسبت رکھتا ہے اسی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ان میں سے کافر، منافق، مشرک، فاسق یا مومن اور مسلمان بما کانوا یکسبون[۲] کی وجہ پر ہے۔ لیکن ولایت، نبوت اور رسالت، سو یہ وہبی شرف ہے جو کسب سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ هذا من فضل ربی[۳]۔ اور ارسلنک[۴]۔ اس پر شاہد ہے اور اس میں بھی مدارج ہیں۔ گو رسالت میں سب یکساں ہیں۔ لا نفرق بین احد من رسله[۵]۔ لیکن تلك الرسل فضلنا بعضهم علی بعض[۶]۔ کی حیثیت سے مختلف۔ جیسے نوح نجی اللہ، ابراہیم خلیل اللہ، موسیٰ کلیم اللہ، عیسیٰ روح اللہ علیہم السلام۔ ہر ایک کو اس صفت سے موصوف فرمایا ہے۔ جس میں وہ ممتاز تھے۔ اور ہر وجود باجود سے مطابق مدارج وصفات فعل بھی سرزد ہوتے ہیں۔ مثلاً نجات سے حضرت نوح علیہ السلام کو اور خلت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اور کلام سے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ السلام کو سرفراز فرمایا۔ اور روحانیت کے کرشمے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ظاہر ہوئے۔ جیسے مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو تندرست، مردہ کو زندہ اور مٹی کا جانور بنا کر ٹھیک اور سچ مچ کا پرندہ بنا دینا قرآن پاک سے ثابت ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس لم یزل ولا یزال، بے مثل و بے مثال نے حضور ﷺ کو کونسی صفتوں سے مزین فرما کر مرسل کیا ہے۔

خداوند کریم ذوالجلال والاکرام نے اپنے حبیب نبی کریم ﷺ کو۔

سراجا منیراً

کی خلعت سے آراستہ فرمایا ہے۔ بعض مفسرین نے سراج کے معنی چراغ کے لیے ہیں۔ اور اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ چراغ سے دوسرا چراغ بلکہ لاانتہا چراغ روشن ہو سکتے ہیں۔ اور آفتاب سے ایسا فعل سرزد ہونا ناممکن سمجھ کر مفاد کو ملحوظ رکھا ہے۔ لیکن تطبیق قرآن پاک کے رو سے سراجا منیرا کے معنی شمس ہی کے ہیں۔ گو سراج کے معنی چراغ کے بھی ہو سکتے ہیں۔ لیکن آفتاب کے معنی زیادہ موزوں ہیں۔ کیونکہ جو حقیقت اور مفاد آفتاب سے عیاں ہے چراغ ان کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اور وہ اس لیے کہ چراغ نے بھی آفتاب ہی سے روشن حاصل کی ہے۔

۱۔ ہر ایک جان موت کو چکھنے والی ہے۔ ۲۔ بسبب اس چیز کے کہ کماتے تھے۔ ۳۔ یہ میرے رب کا فضل ہے۔ ۴۔ ہم نے تجھے بھیجا۔ ۵۔ ہم رسولوں کے درمیان فرق نہیں کرتے۔ ۶۔ یہ رسول ہیں کہ ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔

Marfat.com

کیونکہ چراغ کی روشنی کا اصل سرمایہ کوئی روغن ہے اور باقی وجود چراغ یا بتی سامان ہے ہر روئیدگی جس سے روغن حاصل کرنا ممکن ہے۔ اپنی نشوونما کے میدان میں آفتاب کی محتاج ہے۔ اس میں کلام نہیں عالم موجودات کی ہر چیز کو اس خالق یکتا نے عناصر اربعہ یعنی آگ ٗ ہوا ٗ مٹی اور پانی ہی سے خلقت کیا ہے۔ نیز فرمایا ہے **وجعلنا من الماء کل شئی حی** یعنی ہم نے ہر چیز کی زندگی کو پانی سے وابستہ کیا ہے۔ جب کچھ نہ تھا تو پانی تھا۔ مطابق ارشاد مولیٰ کریم۔

وھو الذی خلق السموات والارض فی ستة ایام و کان عرشه علی الماء لیبلوکم ایکم احسن عملا .

(پ۱۲/۱)۔

''اور وہی ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو بیچ چھ دن کے اور تھا عرش اس کا اوپر پانی کے تا کہ آزمائے تم کو کون تم میں بہتر ہے عمل میں''۔

اور موجودات کی تخلیق اربعہ عناصر میں سے کسی ایک عنصر سے ہونا روا نہیں ہے۔ اور جو فرمایا۔

ولقد خلقنا الانسان من صلصال من حما مسنون . والجان خلقنه من قبل من نار السموم . (پ۱۴/۳)۔

''اور البتہ بے شک پیدا کیا ہم نے آدمی کو بجنے والی مٹی سے جو بنی تھی کیچڑ سڑی ہوئی سے اور جنوں کو پیدا کیا ہم نے ان کو پہلے اس سے آگ لوؤں کی سے''۔

یہ جنسیت کے لحاظ سے اور غلبہ کے رو سے ارشاد مبارک ہے ورنہ یہ امر معروف ہے کہ ہوا کے بغیر زندگی محال ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر مخلوق اربعہ عناصر ہی سے بنائی گئی ہے اور ہر ذی روح کے جسم کا نظام اور وجود کا ثبات وصحت انہی عناصر کے قریب بہ اعتدال رہنے پر منحصر ہے۔ اور ایک دوسرے کی اضداد کا مستحیل ہو کر اور ترکیب پا کر فنا ہونے کے بعد باہمی اتحاد وامتزاج ایک وجود کے ظہور کا باعث ہے جس میں وجود عناصر کی انفرادیت کا نشان معدوم ہو چکا ہے۔ مثلاً لکڑی میں آگ ٗ مٹی ٗ ہوا اور پانی کا بعینہ ملنا ناممکن ہے اور یہی حال تمام مخلوق کا ہے۔

مطابق ارشاد مولیٰ کریم تخلیق میں دو درجے ثابت ہوتے ہیں۔ اول عناصر سے اور دوسرا نطفہ یا تخم سے۔ پس ہر تخم میں روح اور جسد پنہاں ہے جس کا ظہور انہی عناصر سے خوراک کا محتاج ہے تا کہ جڑ سے لے کر تنے ٗ ٹہنیوں اور برگ وگل کے مراحل کو طے کرتا ہوا پھل یعنی تخم سے بار آور ہو۔ مولیٰ کریم نے اپنی حکمت کاملہ سے کل موجودات کا نظام شمس سے متعلق رکھا ہے۔ جس کے بغیر سلسلہ نشوونما بالکل ناممکن ہے۔ اس لیے اس کو نظام شمسی کہنا بجا و درست ہے۔ اس کے پورے بیان میں بہت طول ہے۔ اختصار کے طور پر کچھ حوالہ قرطاس کیا جاتا ہے۔ مثلاً رات اور دن کی آمد ورفت اسی کے چہرہ کے نقاب اور رویت کا نتیجہ ہے۔ موسم کا تغیر وتبدل اسی کے بعد وقرب کے باعث ہے۔ پانی کو اسفل مقام سے اٹھا کر اوج فلک پر پہنچا دینا اور اس سے چمک اور گرج پیدا کرنا اس کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے۔ پہاڑوں کی سخت چٹانوں میں اپنی شعاعوں کے تصرف سے لعل وزمرد کا پیدا کرنا اس کے طبع فیض کا ظہور ہے۔ بجلی اور اس کی طاقت سے کارخانوں کی حرکت اور دور دراز کی خبروں کے سامان کا مبدا یہی ہے۔ لیکن اس کا تصرف وفیض اور ہر قسم کا مفاد دراصل مولیٰ کریم کی طرف سے ہے۔ بلکہ سایہ تک کو بھی جو محض آفتاب کی رویت میں حجاب کے سوا وجود نہیں رکھتا، اپنی ہی جانب منسوب کیا ہے۔ اور اسی سنت اللہ پر ہر ایک چیز کے فعل کو اپنی طرف منسوب فرمایا ہے۔ مثلاً فرمایا ہے۔ نحن نرزقکم یعنی ہم ہی تم کو رزق دیتے ہیں۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے:

الم تر الی ربك کیف مد الظل و لو شاء لعجله ساکنا ثم جعلنا الشمس علیه دلیلا . ثم قبضنه الینا قبضا یسیرا . (پ۱۹/۳)

''بھلا تم نے اپنے پروردگار کو نہیں دیکھا کہ وہ سایہ کو کس طرح دراز کر کے پھیلا دیتا ہے اور اگر وہ چاہتا تو اس کو (بے حرکت) ٹھہرا رکھتا۔ پھر ہم نے سورج کو اس پر نشانی ٹھہرایا۔ پھر ہم اس کو آہستہ آہستہ سمیٹ کر اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں''۔

Marfat.com

اسی طرح ہر ایک فعل کو اپنی ذات کی طرف منسوب کیا ہے۔ ہاں ایک مقام پر تفصیل کے ساتھ ذکر ہے۔

افرء یتم ما تمنون ۔ ءانتم تخلقونه ام نحن الخالقون ۔ (پ۲۷، ر۱۵)

''دیکھو تو کہ جس نطفے کو تم عورتوں کے رحم میں ڈالتے ہو' کیا تم اس سے انسان کو بناتے ہو یا ہم بناتے ہیں؟''۔

افرء یتم ما تحرثون ۔ انتم تزرعونه ام نحن الزارعون ۔ (پ۲۷، ر۱۵)

''بھلا دیکھو تو کہ جو کچھ تم بوتے ہو۔ تو کیا تم اسے اگاتے ہو یا ہم اگاتے ہیں''۔

فرق صرف یہ ہے کہ ہر شے مثل دانہ یا نطفہ میں تصرف کسی قدر اسباب کی طرف منسوب کیا ہے۔ لیکن تصرف روح کو (جس کے سوا کسی وجود کی بھی پرورش ناممکن ہے اور درحقیقت وہ حق کے فعل کے سوا نہیں ہے) اپنی ذات کے فعل سے ملحق کیا ہے۔ لیکن یہ بھی قاعدہ کلیہ نہیں ہے بعض تصرف روحی بھی مخلوق کی طرف منسوب ہیں۔ تاہم ان کی حقیقت بھی حق کی طرف ہی سے ہے' جو مخلوق روحی ہیں۔ اور یہ اقسام مخلوق ہیں۔ جیسے زمین آسمان وما فیہن سب مخلوق ہیں اور سب کے سب فانی ہیں۔ لیکن ملائکہ جو نوری وجود رکھتے ہیں۔ اس مخلوق سے ان کو کوئی مناسبت نہیں ہے۔ انسان' دوزخ اور جنت بھی مخلوق ہیں۔ لیکن انکو فنا حقیقی نہیں ہے۔ اور مرسلین بشریت کی رو سے یا بنی آدم ہونے کی حیثیت سے انسان ہی ہیں لیکن زمین وآسمان کا فرق ہے۔ اور ان کی مثال ایسی ہے جیسے جسم میں آنکھ یا حجریات میں لعل یا آئینہ۔ کیونکہ آئینہ باوجود وجود رکھنے کے سایہ نہیں تھا۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اپنے مکتوبات جلد سوم مکتوب نمبر ۱۰۰ میں فرمایا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ ''پیدائش محمدی تمام افراد انسان کی پیدائش کی طرح نہیں بلکہ افراد عالم میں کسی فرد کی پیدائش کے ساتھ نسبت نہیں رکھتی'' اس لیے خام مثالیں بیگانگی ہیں اور شرم وحیا مانع ہے کہ نبی کریم ﷺ کے لیے کوئی مثال پیش کی جائے۔ چونکہ مولیٰ کریم نے حضور اکرم ﷺ کو سراجاً منیرا کے لقب سے ممتاز فرمایا ہے اس لیے آفتاب اور آپ کا فرق بیان کرنے کے بغیر چارہ نہیں۔

واضح ہو کہ الشمس ضیاء کی صفت آفتاب کے لیے ہے لیکن حضور اکرم ﷺ کو سراجاً منیرا فرمایا ہے یعنی خورشید ضیاء سے متصف ہے اور حضور ﷺ سراپا نور۔ سورج دنیا کی تاریکی کو روشنی سے بدلنے والا ہے۔ اور حضور ﷺ روحانیت کی ظلمات کی مٹا کر نور سے منور کرنے والے۔ سورج موجودات کی نشوونما کا رہنما اور حضور ﷺ روحانیت کے پودوں کے ہادی و پیشوا۔ سورج ہر بار آور کو ثمر تک پہنچانے والا' اور آپ ہر مومن تابع کو کعبہ مقصود تک لے جانے والے ہیں۔ زیادہ تحریر بھی سوء ادبی ہے۔ صرف یہ سمجھ لینا کافی ہے کہ جس طرح عالم موجودات کا سب نظام مولیٰ کریم نے افتاب پر رکھا ہے۔ اور اس کو رہنما فرمایا ہے اسی طرح عالم روحانیت کا سارا نظام حضور ﷺ پر رکھا ہے۔ فرمان ایزدمتعال اس پر دال ہے۔

یایها النبی انا ارسلنك شاهدا و مبشرا و نذیرا ۔ و داعیا الی الله باذنه و سراجا منیرا ۔ وبشر المومنین بان لهم من الله فضلا کبیرا ۔ (پ۲۲، ر۳)

''اے پیغمبر! ہم نے تم کو گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور خدا کی طرف بلانے والا اس کے اذن سے اور سورج منور۔ اور مومنوں کو خوشخبری سنا دو کہ ان کے لیے خدا کی طرف سے بڑا فضل ہے''۔

حضور اکرم ﷺ کی اللہ جل شانہ نے پانچ صفات سے متصف فرمایا: (۱) شاہد (۲) مبشر (۳) نذیر (۴) داعی الی اللہ اور (۵) سراجاً منیر۔ مبشر ونذیر اور داعی الی اللہ ذات حق کے فرمان یعنی قرآن پاک کے ذریعے سے معروف ہے۔ اس کی تسلیم میں تو کسی بھی مسلمان کو کلام نہیں۔ شاہد و سراجاً منیراً سو۔

شاھد

کے معنی گواہ کے ہیں۔ اور یہ دو وجہ پر ہے۔ ایک تو کسی غیر پر اس کے حال سے آگاہی رکھنے والا اور دوسرا اپنے افعال کی وجہ سے اپنی ذا ت

Marfat.com

پر شہادت دینے والا۔ پہلا علم احوال غیر کی وجہ پر شاہد ہے۔ اور دوسرا اپنے حال کی وجہ پر شہید۔ جیسے لمن یقتل فی سبیل اللہ یعنی اللہ کی راہ میں قتل ہونے والے کو شہید کہنا درست ہے۔ اور اس کے لیے کسی علم کی احتیاج لازم نہیں ہے۔ لیکن شاہد کے لیے علوم ظاہری و باطنی کا ہونا از حد ضروری ہے۔ کیونکہ وہ معنی جو شاہد کے لیے لازم ہیں۔ بغیر علم کے مطلق ناممکن ہیں۔ لیکن شاہد اور شہید دونوں صفتوں کا جمع ہونا کمال علم کی دلیل ہے جیسے ارشاد مولیٰ کریم و کفی باللہ شهیدا یعنی شهید تو کمال وصف ذاتیہ سے اور شاہد وصف فعلیہ سے جیسا صفات بالذات جو ذات سے متصف ہیں۔ یہ ذات سے منفک ہوئی ہیں۔ اور نہ ہی کبھی ہوں گی۔ اور صفات بالفعل کا تصرف وظہور الی الخلق ہے۔ گو صفات فعلیہ بھی ذات سے منفک نہیں ہیں۔ لیکن اتنا فرق ضرور ہے کہ صفات بالفعل تابع صفات بالذات ہیں اور صفات بالذات تابع ذات۔

اسی طرح ذوالجلال والاکرام نے اپنے حبیب نبی کریم ﷺ کی شان میں شہید کا لقب استعمال فرمایا ہے۔

ویکون الرسول علیکم شهیدا ۔(پ ۲ ر ۱)

''اور ہوں رسول تم پر گواہ''۔

تو اس میں ہر دو معانی منکشف ہوئے۔ یعنی شہیدا اپنے حال وذات کے لیے اور علیکم کے رو سے شاہد امت کے واسطے۔ لہٰذا ان دونوں وصفوں کا جمع ہونا آپ کا کمال حال اور علم کی دلیل ہے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عنایت کرتا ہے خود ذات باری تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کان فضل الله علیك عظیما یعنی اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔ اور یہ تخصیص کے رو سے ہے۔ جو قابلیت رسالت اور منصب نبوت کے لیے لازم ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ دفتر اول' مکتوب نمبر ۹۹ میں ایک حدیث شریف کے تحت بیان فرماتے ہیں۔

''تنام عینای ولا ینام قلبی کہ تحریر یافتہ بود اشارت بدوام آگاہی نیست بلکہ اختیارات از عدم غفلت احوال خویش وامت خویش۔ لہٰذا نوم در حق آں سرور ناقض طہارت نگشت۔ وچوں نبی رنگ شبانست در محافظت است خود غفلت شایاں منصب نبوت اونباشد''۔

ترجمہ:

''میری آنکھیں سوجاتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا'' جو لکھی ہوئی تھی اس میں دوام آگاہی کی طرف اشارہ نہیں ہے بلکہ اپنے اور اپنی امت کے احوال سے غافل نہ ہونے کی خبر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نیند آنحضرت محمد ﷺ کے حق میں وضو کو توڑنے والی نہ ہوئی۔ اور جبکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت کی محافظت میں نگہبان کی طرح ہیں تو پھر غفلت منصب نبوت کے مناسب نہیں''۔

رہی سراجاً منیرا کی مثال جو ذات باری تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم ﷺ کے حق میں فرمائی ہے۔ بالکل عیاں ہیں۔ اس عزیز الحکیم سے بہتر کون مثال پیش کرسکتا ہے یہ رب العالمین ہی کے شایاں ہے۔ کیونکہ خالق موجودات' وارث کائنات جس نے ہر چیز کو اس کے اصل سے پیدا کیا اور اس کو نوع کو ظہور کا اسباب بنایا۔ ہر چیز کی حقیقت کا علم اسی عزیز الحکیم ہی کے لیے خاص ہے۔ سوائے اس کے کما حقہ عارف ہونا' یا ذات باری تعالیٰ کا سا علم ہونا مخلوق کے لیے روا نہیں ہے۔

لایحیطون بشئی من علمه الا بما شاء (پ ۳' ر ۲)

''نہیں احاطہ کرتے ساتھ کسی چیز کے علم اس کے سے مگر ساتھ اس چیز کے کہ وہ چاہے''۔

ہاں جس قدر عنایت فرمائیں صرف اسی قدر۔ وماتوفیقی الا باللہ ۔

تو اس قادر قیوم نے جیسے عالم موجودات میں شمس کو اس قدر روشنی عطا فرمائی ہے کہ ہر چیز اس کی ضیا سے روشن اور فیض یاب ہے۔ یہ ضیاء زمین وآسمان وما بینهما ہر جگہ تمام موجودات پر حاوی ہے بلکہ کل کائنات ومخلوقات کی حیات کا سبب ہے۔ کوئی جگہ اس سے پوشیدہ نہیں اور یہ ہر چیز کے لیے عیاں ہے۔ اسی طرح حضور ﷺ روحانیت کے جہاں میں انہی صفتوں کے ساتھ موصوف ہیں۔ اب اس مثال کی مطابقت بھی من اللہ ہی ہوئی

Marfat.com

چاہیے تاکہ معانی میں کوئی اشکال باقی نہ رہے مومنوں کے واسطے اطمینان قلب اور نور ایمانی میں افزائش کا باعث ہو۔ مذبذبین کے لیے دلیل ہو اور منکروں پر حجت ہو۔

اے بھائی! مولیٰ کریم تجھے نیک سمجھ دے' اس خالق کائنات نے آفتاب کو نعمت فرمایا ہے۔ اور شکر کے لیے دعوت دی ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ۔

ومن رحمته جعل لكم اليل والنهار التسكنوا فيه ولتبتغوا من فضله ولعلكم تشكرون (۲۸:۷۳)

''اور اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لیے رات اور دن کو بنایا ہے تاکہ تم اس میں آرام کرو اور اس کا فضل تلاش کرو، اور تاکہ شکر کرو''۔

رات اور دن کا ہونا سورج کے پھرنے سے ہے تو اصل میں یہاں منعم کریم کی نعمت شمس کے شکر کے لیے ہی فہمائش کی گئی ہے۔ ہر نعمت کا شکر اس منعم حقیقی کی قدرت کاملہ کی تحمید اور صنعت وتعریف سے ہے اور کفران نعمت محسن حقیقی کے احسان کو فراموش کرنا ہے۔

نعمت دو نوع پر ہے ایک نعمت جسمانی اور دوسری روحانی۔ جسمانی کا دارومدار میدان دنیا پر ہے اور روحانی کا دارالاخرہ پر۔ دنیوی انعام فانی ہیں اور نعمات الاخرہ یعنی بعد متغیر صورت اختیار کرنے سے زحمت ہو جاتی ہے لیکن نعمت عظمیٰ یعنی فی الاخرہ بے انتہا اور تغیر سے مبرا ہے مثلاً پیاسے کے لیے پانی نعمت ہے لیکن سیراب کے لیے جو سردی سے کانپ رہا ہو۔ زحمت ہے بھوکے کے لیے کھانا بہت بڑی نعمت ہے۔ لیکن سیری شکم کے بعد کھانا اس کے لیے بلا کا حکم رکھتا ہے۔ جاڑے میں تمازت آفتاب اکسیر کا حکم رکھتی ہے لیکن گرمیوں میں بعض اوقات ہلاکت کا موجب ہو جاتی ہے' علیٰ ہذا القیاس۔

تیسری نعمت وہ ہے جو دین و دنیا میں باعث برکت اور نعمت کا اصل ہے۔ اسلام وایمان' توحید ورسالت' ان سب کا اصل اور ثمر توحید باری تعالیٰ ہے۔ جس کا اول ایمان بالغیب مطابق یومنون بالغیب محض ظن سے ہے اور آخر روئت ہے۔ ان الظن لا یغنی من الحق شیئا[1]۔

لیکن خبردار ہونا چاہیے کہ سوائے توحید ورسالت کے توحید بھی مذموم اور باعث گمراہی ہے اور صراط المستقیم کی راہروی سوائے نور رسالت کے ناممکن' اور اس سے روگردانی باعث اثمیت وکفران نعمت۔ زمین قلب کو ماسوائے اصل کے پاک کر کے کتنی ہی محنت سے سنوار جائے اور جب مقصود ڈال کر اعمال صالحہ سے آبپاشی کی جائے، جب تک آفتاب نبوت کی شعاعیں رہنمائی نہ کریں۔ روئیدگی محال ہے اور عمل بے فائدہ۔ کیونکہ ارادہ الٰہی اور سنت اللہ اسی طرح جاری ہے کلام الٰہی اس کی مصدق اور دلیلیں روشن موجود' نص اس پر شاہد اور مثالیں بین عدل وانصاف کو مدنظر رکھتے ہوئے نور ایمانی کے ترازو سے موازنہ کرنا چاہیے کہ جس طرح مولیٰ کریم نے اپنے حبیب نبی کریم ﷺ کو آفتاب منیر سے مثال دی ہے۔ اس طرح آفتاب رسالت کی شعاعوں میں پرورش پانے والوں' اس نور خدا سے منور ہونے والوں' دین وایمان سے مزین اور ثمر توحید رسالت اور مقصود کو حاصل کرنے والوں کی مثال روئیدگی سے بیان فرمائی ہے۔ تاکہ کوئی شکال باقی نہ رہے۔ فرمایا ہے۔

كزرع اخرج شطاه فازره فاستغلظ فاستوى على سوقه يعجب الزراع ليغيظ بهم الكفار

(پ ۲۶/۱۲)

''وہ گویا ایک کھیتی ہیں جس نے (پہلے زمین سے) اپنی سوئی نکالی پھر اس کو مضبوط کیا' پھر موٹی ہوئی اور پھر نالی پر سیدھی کھڑی ہو گئی اور لگی کھیتی والوں کو خوش کرنے تاکہ کافروں کا جی جلائے''۔

ہیہات آج کل تاریکی وظلمات کی گھٹائیں اس قدر محیط ہو گئی ہیں۔ کہ حق وباطل میں تمیز محال ہو گئی ہے۔ ایمان کے میدان میں تسلیم تو درکنار صاف انکار ہی کو صراط المستقیم سمجھ رہے ہیں۔

---

[1] یقیناً ظن حقیقت سے کچھ بھی مستغنی نہیں کرتا۔

Marfat.com

العلم حجاب الاکبر[1] کے ملبوس اپنے زعم کے موحد نور معرفت سے بے نور چاہ کو مینار اور مینار کو چاہ جان رہے ہیں۔ سچ ہے ارشاد باری تعالیٰ۔

بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمه و لما یاتھم تاویله کذالك كذب الذین من قبلهم فانظر کیف کان عاقبه الظلمین ۔ (پ ۱۱، ر ۹)

''حقیقت یہ ہے کہ جس چیز کے علم پر قابو نہ پاسکے اس کو (نادانی سے) جھٹلا دیا۔ اور ابھی اس کی حقیقت ان تک آئی ہی نہیں۔ اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے تھے انہوں نے تکذیب کی تھی۔ سو دیکھ لو کہ ظالموں کا انجام کیا ہوا۔

لیکن جنہوں نے اس نور سے بصارت قلبی حاصل کی' اللہ جل شانہ نے اپنی رحمت سے ان کے سینوں کو شفا بخشی اور یشرح صدرہ للاسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے' اس نعمت عظمیٰ یعنی آنحضرت محمد ﷺ کی معرفت سے عارف ہوئے۔ فرمان ایزدی

ولاتم نعمتی علیکم و لعلکم تھتدون کما ارسلنا فیکم رسولا منکم یتلوا علیکم ایتنا و یز کیکم و یعلمکم الکتب والحکمه و یعلمکم ما لم تکونوا تعلمون ۔ (پ ۲، ر ۲)

''اور میں اپنی تمام نعمتیں بخش دوں اور یہ بھی کہ تم راہ راست پر چلو (منجملہ اور نعمتوں کے) میں نے تم میں تمہی سے ایک رسول بھیجے ہیں جو تم کو میری آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور تمہیں پاک بناتے ہیں اور کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں اور ایسی باتیں بتاتے ہیں جو تم پہلے نہیں جانتے تھے''۔

کی ان کے دلوں نے تصدیق کی ویز کیکم کے مفاد سے زکی حاصل کرتے ہوئے ویعلمکم سے علم حاصل کیا۔ تب اس بے بہا دولت سے مومنین کو آگاہ کرنے کے لیے یوں ارشاد فرمایا:

۱- علامہ نبہانی اپنی تحقیق ارقام فرماتے ہیں۔

حیث قال و ان الذی اراہ ان جسده الشریف لا یخلومنه زمان ولامکان ولا محل ولا امکان ولا عرش ولا لوح ولا کرسی ولا قلم ولا بر ولا بحر ولا سهل ولا غر ولا برزخ ولا قبر ۔

''میں جو دیکھتا ہوں وہ یہ ہے کہ حضور پرنور سید عالم ﷺ کے جسد مقدس سے زمان خالی ہے نہ مکان' محل خالی ہے نہ امکان' عرش خالی ہے نہ قلم' زمین خالی ہے نہ سمندر' نرم زمین خالی ہے نہ پہاڑ' برزخ خالی ہے نہ قبر''

غرضیکہ تمام عالم کے ذرہ ذرہ میں سرکار اعظم جلوہ افروز ہیں۔

۲- شفاء حضرت قاضی عیاض شرح ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۱۱۷' جلد ثانی:

ان لم یکن فی البیت احد فقل السلام علی النبی و رحمته الله وبر کاته لان روح علیه السلام حاضر فی بیوت اهل السلام ۔

''یعنی اگر (کسی مسلمان کی ملاقات کو جاؤ) وہ گھر میں موجود نہ ہو تو کہو کہ میرا اسلام و رحمت و برکت آنحضرت ﷺ پر ہے۔ یہ اس واسطے کہ آنحضرت ﷺ کی روح مبارک ہر اہل اسلام کے گھر میں حاضر رہتی ہے''۔

۳- حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر عزیزی میں **ویکون الرسول علیکم شهیدا** کی یوں تفسیر فرماتے ہیں۔

یعنی باشد رسول برشما گواہ زیرا کہ مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست وحجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است۔ پس اومی شناسد گناہان شمار اور درجات ایمان شمار او اعمال نیک و بد شمار

---

[1] علم بہت بڑا حجاب ہے۔

Marfat.com

او اخلاص و نفاق شمارو لہٰذا شہادت او در دنیا بہ حکم شرع در حق امت مقبول و واجب العمل است"۔

(ترجمہ): "یعنی ہوں رسول تمہارے تم پر گواہ اس لیے کہ آپ ﷺ نور نبوت کے ساتھ اپنے دین کو ہر دیندار کے رتبہ پر مطلع ہیں کہ میرے دین میں کس درجہ پر پہنچا ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے۔ اور جس حجاب کی وجہ سے اس میں ترقی سے محجوب ہو گیا ہے وہ کونسا ہے پس آپ ﷺ پہچانتے ہیں تمہارے گناہوں کو اور تمہارے ایمان کے درجوں کو اور تمہارے اچھے اور برے اعمال کو اور تمہارے اخلاص و نفاق کو اس لیے آپ کی شہادت دنیا میں شرع کے حکم سے امت کے حق میں مقبول اور واجب العمل ہے"۔

۴۔ شیخ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد اول باب تشہد صفحہ ۴۴۰ میں حدیث شریف از عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ السلام علیك ایها النبی ورحمته الله و بر کاته کے تحت تحریر فرماتے ہیں۔

"دعا بخیر و سلامت ست بر تو اے پیغمبر و مہربانی خدا و افزونیہا سے خیر و کرم وے و وجہ خطاب بآنحضرت ﷺ بجہت القائے ایں کلام است بر آنچہ در اصل بود کہ در شب معراج از جانب پروردگار تعالیٰ و تقدس برآنحضرت ﷺ خطاب بسلام آمد۔ پس آنحضرت ﷺ در حین تعلیم امت نیز بر ہماں لفظ اصل گزاشت تا ایشاں رابذکر آں حال گردد۔ نیز آنحضرت ﷺ ہمیشہ نصب العین مومناں و قرۃ العین عابدان است در جمیع احوال و اوقات۔ خصوصاً در حالت عبادت و آخر آنکہ وجود نورانیت و انکشاف دریں محل بیشتر و قوی تر است۔ و بعضے عرفا گفتہ اند کہ ایں خطاب بجہت سریان حقیقت محمدیہ ﷺ است در زرائر موجودات و افراد ممکنات۔ پس آنحضرت ﷺ در ذات مصلیاں موجود و حاضر است پس مصلی را باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد و ازیں شہود غافل نبود تا بانوار قرب و اسرار معرفت منور و فائز گردد"۔ بلفظہ

گو میرے مسلک کے خلاف تھا کہ ان سندات کو پیش کیا جائے لیکن تصدیق اور امید مفاد کو ملحوظ رکھتے ہوئے بزرگان دین کے اقوال مبارک کو باعث برکت سمجھ کر درج کر دیا گیا ہے۔ امید ہے کہ ناظرین کے لیے مفید ہی ثابت ہوں گے۔

شاید میرے وہ مسلمان بھائی جنہوں نے محض خشک اور ظنی توحید کے شجر کو تاویل اور بے اصل اعتراض کے میدان میں کھڑا کیا ہے کہہ دیں کہ یہ ممتنعات سے ہے۔ میں نہایت ادب سے ملتمس ہوں کہ اس ممتنعات سے ان کا مقصود علم ذاتی ہے یا عطائی؟ امید اغلب ہے کہ وہ ذاتی کے علاوہ عطائی کو بھی ممتنعات ہی سے قرار دیں گے اس اعتراض کے رفع کرنے کے لیے کلام الٰہی اظہر من الشمس ہے۔

انی اخلق لكم من الطين كهيئة الطير فانفخ فيه فيكون طيرا باذن الله وابرى الاكمه والابرص واحى الموتى باذن الله وانبئكم بما تاكلون وما تدخرون فى بيوتكم ان فى ذالك لاية لكم ان كنتم مومنين ۔ (پ ۳ ر ۱۳)

"کہ میں تمہارے سامنے بہ شکل پرند مٹی کی مورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ خدا کے حکم سے (سچ مچ) کا جانور ہو جاتا ہے اور مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو خدا کے حکم سے تندرست کر دیتا ہوں اور مردے میں جان ڈال دیتا ہوں اور جو کچھ تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو سب تم کو بتا دیتا ہوں۔ اگر تم صاحب ایمان ہو تو ان باتوں میں تمہارے لیے (قدرت خدا) کی نشانی ہے"۔

اب یہ افعال یعنی مردے کو زندہ کرنا، مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دینا، مٹی کا جانور بنا کر پھونک مارنے سے سچ مچ کا جانور بن جانا، اور لوگوں کے کھانوں اور گھروں کے ذخیروں تک سے مطلع کرنا، اگر یہ سب ممتنعات سے نہیں ہیں تو مردے کو زندہ کرنا اور مٹی سے پرندہ بنا کر روح پھونکنا ضرور ممتنعات سے ہیں اور ہونے چاہئیں۔ کیونکہ یہ فعل ذات باری تعالیٰ ہیں جو سوائے اس کے غیر کے لائق نہیں۔ اور جیسے قرآن مجید میں کئی جگہ پر ذکر ہے۔ مثلاً۔

وعنده مفاتح الغيب لا يعلمها الاهو (پ ۷، پ ۱۳)

Marfat.com

''اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی۔ نہیں جانتا ان کو کوئی مگر وہی''۔

ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث و یعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غدا وما تدری نفس بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر ۔ (پ ۲۱ ر۱۳)

''بے شک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم اور اتارتا ہے بارش اور جانتا ہے جو کچھ بیچ پیٹوں ماں کے ہے اور نہیں جانتا کوئی جی کہ کیا کمائے گا کل کو۔ اور نہیں جانتا کوئی نفس کہ کس زمین میں مرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے خبردار ہے''۔

ان آیات بینات میں اختلاف لاحق ہوا ہے جن کی تطبیق مشکل بھی ہے اور نہایت ضروری بھی۔ کیونکہ مولیٰ کریم اپنے کلام کی نسبت ارشاد فرماتے ہیں۔

افلا یتدبرون القراٰن ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا ۔ (پ۵ ر۸)

بھلا یہ لوگ قرآن پاک میں غور نہیں کرتے؟ اور اگر یہ خدا کے سوا کسی اور کا کلام ہوتا تو اس میں بہت سا اختلاف پاتے''۔

یہ آیت مبارک اس امر کی بین دلیل ہے کہ کلام الٰہی میں اختلاف محال ہے۔

اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے تصور و تصدیق کے موضوع پر علمائے کرام نے کئی کتابیں تحریر فرمائی ہیں جن کو منطق کے نام سے موسوم کیا ہے اور اسی علم کی بساط پر چھ تصدیقات بیان فرمائی ہیں۔

(۱)۔تصدیق بالذات (۲) تصدیق بنعت الذات (۳) تصدیق بالرب (۴) تصدیق بنعت الرب (۵) تصدیق بالحال (۶) تصدیق بالحکم۔

اور تحریر فرمایا ہے کہ ان میں پانچ مردود ہیں اور ایک مقبول۔

۱۔تصدیق بالذات:

یعنی تصدیق ساتھ ذات کے۔ **الاٰن کما کان** جیسا تھا ویسا ہی ہے اور اسی طرح رہے گا۔ **قل ھو اللہ احد الھکم الہ واحد[1]**۔ بخاری شریف میں وارد ہے **کان اللہ ولم یکن معہ شئی وھو الاٰن کما کان[2]** سوائے واحد یا ذات کے یہاں بیان ہی نہیں، سوائے ذات کے کسی وصف کا عیان ہی نہیں۔

۲۔تصدیق بنعت الذات۔

یعنی ان صفات کی نعت یا تعریف جو ذاتیہ ہیں اور یہ سات ہیں (۱) حی (۲) قدیر (۳) علیم (۴) مرید (۵) سمیع (۶) بصیر (۷) کلیم۔ یہ صفات ذاتیہ نہ ذات سے منفک ہوئی ہیں اور نہ ہوں گی ان کو ذات سے اتصال ہے جس کا انفصال ناممکن ہے۔

۳۔تصدیق بالرب۔

یہ صفت ربوبیت ہے خواہ اس کا ظہور ہو یا نہ ہو، متحقق بالذات ہے یعنی قدرت ربوبیت جو صفت ذاتیہ کے تابع ہے۔

۴۔تصدیق بنعت الرب۔

یہ صفات فعلیہ سے ہے اور یہ ظہور الی الخلق ہے یعنی ربوبیت کی تعریف ہے۔ خواہ جسمانی صورت سے ہو یا روحانی صورت سے۔

۵۔تصدیق بالحال۔

یہ عبارت حال سے ہے نہ اس سے کوئی کما حقہ واقف ہے اور نہ ہونا ممکن ہے یہ ذات باری کو چگونگی سے ہے جو حرام ہے۔

---

[1] کہو وہ اللہ ایک ہے معبود تمہارا معبود ایک ہے۔ [2] تھا اللہ تعالیٰ اور نہ تھی ساتھ اس کے کوئی چیز اور وہ ہے اب بھی جیسا کہ تھا۔

Marfat.com

۶۔تصدیق بالحکم۔

جس کے لیے کوئی ظرف چاہیے۔اس قادر مطلق کی قدرت کا ظہور فی الخلق ہے۔پہلی صفات خمسہ تو اس لم یزل ولا یزال' بے نظیر و بے مثال ہی کے لائق ہیں۔سوائے ذوالجلال والاکرام کے کسی کو قدرت اور طاقت نہیں اور نہ ہی کسی کے لیے روا ہیں اور نہ ہی کبھی کسی کے لائق اور روا ہوں گی اور نہ ہی قبل اس کے کبھی ہوئی ہیں۔لیکن یہ جو چھٹی صورت ہے یعنی اس کے حکم سے' دراصل یہ فعل خداوندی ہے جو اس کے اذن سے خلق میں برگزیدہ ہستیوں کے لیے مرسل ہوا ہے۔اسی لیے علم منطق میں ان پانچوں کو مردود کہا گیا ہے اور اس چھٹی کو مقبول۔یعنی وہ پانچ واقعی ممتنعات سے ہیں اور یہ چھٹی مقبولات سے جس کا ظہور ہوتا رہا ہے اور ہے اور ہوتا رہے گا۔جیسا حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کی نسبت اوپر گزر چکا ہے۔

اب جس طرح یہ فعل درحقیقت فاعل حقیقی کے سوا نہیں ہیں اور اسی کی قدرت کا ظہور ہیں۔منسوب باذنہ حضرت عیسیٰ بن مریم (جو اللہ کے بندے اور اس کے فیض اور بلاشک وشبہ مخلوق ہیں) کی طرف ہیں اسی طرح ان صفات کو جو حضور ﷺ کے مرسل کرنے کے ساتھ مختص بالذات ہوئے ہیں۔بنظر انصاف ملاحظہ کرنے سے صاف ظاہر ہو جائے گا۔کہ ویسے ہی فرمان باری تعالیٰ انا ارسلنک شاھدا ومبشرا ونذیرا و داعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا ہے جو تصدیق بالحکم ہی کے مترادف ہے۔اور اسی کے مطابق دوسری جگہ رب العالمین نے حضور کی شان میں وما ارسلنک الا ۔

رحمۃ للعالمین

کا خطاب ارشاد فرمایا ہے جو مذکورہ بالا پانچوں صفت کا اجمال اور نتیجہ ہے تا کہ رحمۃ للعالمین کا مفاد ... ے ساتھ ظاہر ہو۔کیونکہ جب تک ان اوصاف خمسہ کے ساتھ حضور ﷺ متصف نہ ہوں رحمۃ للعالمین کا عمل دشوار بلکہ ناممکن ہے اور وہ اس لیے کہ رحمۃ للعالمین کی باران رحمت ایک دو عالموں کے لیے مخصوص نہیں بلکہ تمام عالمین کے لیے ہے۔جیسے عالم دنیا میں مبشرا ونذیرا کی تعلیم ہے یعنی تسلیم کنندگان کے لیے بشارت اور منکرین کے لیے وعید تا کہ وہ خوف کریں اور اس خوف سے حصول رجوع الی اللہ ہو۔اور داعیا الی اللہ ان نعمت عظمیٰ کے لیے جو مقصود الدنیا والاخرہ ہے۔اور سراجا منیرا ہدایت جو سراسر رحمت اور فیض انوار جو سرتاپا صبغۃ اللہ کے مترادف ہے عالمین کے لیے ہے جس سے کوئی عالم بھی محروم نہیں ہے اور مثال اس کی باذنہ مثال آفتاب کی ہے جیسا اوپر ذکر ہو چکا ہے اور یہ عالمین کی تفصیل ہر کہ ومہ روشن ہے اور یہ دو وجہ پر ہے ایک انسان کے لئے ذاتی ہے اور دوسرا کوئی جیسے عالم موجودات عالم محسوسات' عالم معلومات عالم معروفات عالم امر اور ذات باری تعالیٰ میں ذاتی اثرات وحصول کی رو سے ہے اور کوئی تمام مخلوقات کے لیے ہے ذاتی عالمین کا حجاب محجوب کے لیے بمنزلہ عذاب دوزخ کے ہے اور اس کا کشف وحصول اور نعمت عظمیٰ ہے موجودات عالم دنیا ہی کا نام ہے اس میں حضور ﷺ کی ایک ادنیٰ رحمت ظاہر ہے کہ پہلی امتوں میں بداعمالیوں کی وجہ سے صورتیں مسخ ہوتی رہیں۔

کونوا قردۃ خاسئین ۔(پارہ ۸)

''ہو جاؤ بندر ذلیل وخوار''۔

لیکن آج اس سے زیادہ سخت بدکاریاں ہو رہی ہیں۔مگر صدقہ رحمۃ للعالمین تا قیامت کوئی گروہ اس صورت سے مسخ نہ ہوگا۔

دوسرا عالم برزخ ہے جس میں حضور ﷺ ممد ومعاون ہونے کی رو سے مسلمانوں کے لیے رحمت ہیں اور خاص مومنوں کے لیے فیض وبشارت' ولی کے لیے عطا اور مناسبت رکھنے والوں کے لیے نسبت جملہ انبیاء ومرسلین کے لیے سید المرسلین' خاتم النبین' آخر آمد بود فخر الاولین۔

کما قال اللہ تعالیٰ۔(ترجمہ)

''اور جب خدا نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب اور دانائی عطا کروں، پھر جب آئے تمہارے پاس رسول تمہاری

Marfat.com

کتاب کی تصدیق کرے تو تمہیں ضرور اس پر ایمان لانا ہوگا اور ضرور اس کی مدد کرنی ہوگی اور (عہد لینے کے بعد) پوچھا کہ بھلا تم نے اقرار کیا اور اس اقرار پر میرا ذمہ لیا؟ انہوں نے کہا ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا کہ تم اس کے گواہ رہو میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔ تو جو اس کے بعد پھر جائیں وہ بدکردار ہیں''۔ (پ۳ر۱۷)

یہ میثاق ہے جس کا علم سوائے انبیاء کرام کے ثابت نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ برزخ دو وجہ پر ہے۔ ایک قبل از پیدائش فی الدنیا اور دوسرا مابعد الموت۔ ان دونوں کا علم مومنین کے لیے میدان دنیا میں ظن کے سوا نہیں۔ جیسے بخطاب مومن فرمایا: (ترجمہ)

''اور تمہیں کیا ہوا کہ خدا پر ایمان نہیں لاتے ہو حالانکہ پیغمبر (خدا) تمہیں بلا رہے ہیں کہ اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ اور اگر تم کو باور ہو تو وہ تم سے اس بارے میں عہد بھی لے چکا ہے''۔ (پ۲۷ر۱۷)

ان کنتم مومنین اس امر پر شاہد ہے کہ محض محل یقین کے سوا اس کا کچھ علم نہیں۔ اس کے علاوہ اور جگہ بھی جس قدر یہ میثاق بیان ہوئے ہیں اسی طرح ہیں۔ صرف انبیائے کرام کا میثاق اقررتم اقرار کی رو سے سوالیہ جملہ مولیٰ کریم کی طرف سے اور اقررنا انبیائے کرام سے وعدہ کی رو سے اس امر کی دلیل ہے کہ مرسلوں کو عالم روحانیت میں عمل سے علم ہے کیونکہ ان کنتم مومنین کی قید ان کے لیے نہیں ہے۔ دوسری صورت اس اقرار کے عمل کی ہے جس کے فمن تولی بعد ذالک فاولئك هم الفسقون۔ کی وعید ظاہر ہے۔ وہ بھی عالم برزخ ہی ہے۔ عام مفسرین اس پر ہیں کہ یہ امر امت کے لیے ہے یعنی ہر ایک نبی اپنی امت کو متنبہ کرتا گیا تاکہ جونسی امت اس وقت موجود ہو اس پر عمل کرے۔ لیکن اس کے اسباب اس سے بالکل خلاف ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں سوائے اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کے اور کوئی امت تھی ہی نہیں تو تمام انبیاء کی امتوں کا عمل مقصود ہو جاتا ہے۔ یہ وہ تاویل ہے جس کے سوا چارہ نہ ہوسکا۔ یہ وہ تفسیر ہے جو اپنے ضمیر کے محل سے اپنی رائے کے دروازہ پر مکاشف ہوئی۔ ورنہ صاف ظاہر ہے کہ سرے ہی سے میثاق انبیائے کرام سے لیا گیا ہے۔ نہ امت کا ذکر اور نہ وقت پانے کی قید۔ اگر ذرا بھر تعمق نظر سے غور کیا جائے تو یہ سب اشکال حل ہو جاتے ہیں جس کی مثالیں موجود ہیں۔ اور عمل ظاہر، جیسے کہ لیلۃ الاسریٰ میں حضور کی مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء کی امامت لتومنن بہ کا عمل اور تصدیق ہے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نماز میں تخفیف کرانے کی غرض سے حضور ﷺ کو بار بار در بار رب العزت میں تشریف لے جانے کے لیے عرض کرنا ولتنصرنہ کے مترادف ہے۔ اور آپ کا یہ استفادہ مشہور و معروف اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

یہ دونوں واقعات حدیث شریف کی اکثر کتابوں کے باب فی المعراج میں مذکور ہیں۔ اور چونکہ حدیثیں طویل ہیں اس لیے اختصار کے پیش نظر صرف یہ حصہ بطور تصدیق درج ذیل ہے۔

''(حضور ﷺ نے فرمایا) اور بے شک دیکھا میں نے اپنے تئیں انبیاء کی جماعت میں پس ناگہان موسیٰ کھڑے نماز پڑھتے ہیں پس ناگہاں موسیٰ ایک مرد ہیں میانہ قد مڑے ہوئے بالوں کے گویا کہ وہ مردوں شنوءہ کے سے ہیں اور ناگہان عیسیٰ بھی کھڑے نماز پڑھتے ہیں نزدیک ترین لوگوں کا ساتھ ان کے مشابہت میں عروہ بن مسعود ثقفی ہے۔ پس ناگہان ابراہیم بھی کھڑے نماز پڑھتے ہیں۔ مشابہ ترین لوگوں کا ابراہیم سے یار تمہارا ہے یعنی خود حضور۔ پس آیا وقت نماز کا پس امام ہوا میں ان کا (مشکوٰۃ)''۔

دوسری حدیث شریف:

''(حضور ﷺ نے فرمایا) پھر فرض کی گئی مجھ پر نماز یعنی پچاس نمازیں ہر دن رات میں پس پھرا میں درگاہ رب سے پس گزرا میں موسیٰ علیہ السلام پر پس کہا موسیٰ نے ساتھ کسی عبادت کے حکم کیا گیا تو؟ کہا کہ حکم کیا گیا ہوں میں ساتھ پچاس نمازوں کے ہر دن میں۔ کہا موسیٰ نے کہ یقیناً امت تیری نہیں ادا کر سکے گی پچاس نمازیں ہر دن میں قسم اللہ کی تحقیق آزمایا ہے میں نے لوگوں کو پہلے تمہارے۔ علاج کیا ہے میں نے بنی اسرائیل کا سخت علاج کرنا پس پھر جاؤ تم طرف پروردگار اپنے کے اور درخواست کرو اللہ تعالیٰ سے تخفیف کی واسطے امت اپنی کے۔ پس پھر گیا میں پس موقوف کیں مجھ سے دس نمازیں پس پھر پھرا میں طرف موسیٰ کے پس کہا موسیٰ

Marfat.com

نے مانند اس کلام کے پس پھر گیا میں درگاہ خدا میں پس کم کیں مجھ سے اور دس نمازیں۔ پس آیا میں نزدیک موسیٰ کے پس کہا مانند اس کے پس گیا میں پس کم کیں مجھ سے دس نمازیں۔ پھر آیا میں موسیٰ کے پاس پس کہا مثل پہلے کلام کے پس پھر گیا میں پس کہا مثل پہلے کلام کے پس پھر گیا میں پس کم کیں مجھ سے دس نمازیں پس حکم کیا گیا میں ساتھ دس نمازوں کے ہر روز پس آیا میں موسیٰ کے پاس پس کہا مانند اسی کلام کے پس پھر گیا میں پس حکم کیا گیا میں ساتھ پانچ نمازوں کے ہر روز پھر پھرا میں موسیٰ کی طرف پس کہا موسیٰ نے یقیناً امت تیری نہیں طاقت رکھے گی پانچ نمازوں کی ہر روز اور تحقیق میں نے آزمایا ہے لوگوں کو پہلے تم سے اور علاج کیا میں نے بنی اسرائیل کا سخت ترین علاج پس پھر جا طرف رب اپنے کے اور سوال کر اس سے تخفیف کا اپنی امت کے لیے کہا حضرت ﷺ نے کہ سوال کیا میں نے اپنے رب سے یہاں تک کہ شرم زدہ ہوا میں ولیکن راضی ہوں میں اور تسلیم کرتا ہوں میں فرمایا حضرت نے پس جب گزار میں اس مقام سے آواز دی آواز دینے والے نے کہ جاری کیا میں نے فرض اپنا اور تخفیف کی میں نے اپنے بندوں سے''۔ (متفق علیہ بخاری ومسلم مشکوٰۃ باب فی المعراج)

عالم آخرت میں حضور ﷺ ان مومنین کے لیے جن کا اعتقاد صحیح ہوگا' دین کی بنیاد درست ہوگی اور ایمان نور رسالت سے منور ہوگا۔ شفاعت کی رو سے رحمت ہوں گے۔ منکرین کے لیے سخت حسرت کا دن ہوگا۔ سب تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔ حتیٰ کہ کل انبیاء بھی نفسی نفسی کہیں گے لیکن حضرت محمد مصطفی ﷺ امتی یارب امتی کی صدا باذن اللہ بلند کریں گے۔ آہ! اس دن علمائے سوء جن کے دلوں پر زنگ جم چکا ہے' حرفوں کی سیاہی قلب پر حجاب بن چکی ہے' صرف بظاہر جو بشریت کے لیے اسباب حجاب ہیں۔ سدراہ ہو چکے ہیں دیکھ لیں گے اور کہیں گے کہ ''کاش! اگر ضد پر نہ اڑے رہتے تو آج محروم نہ رہتے'' مگر بے سود اور وہ اس لیے کہ اس دن کا اسلام وایمان' تسلیم وایقان خواہ پہاڑ کے برابر ہو' آج کے ذرہ بھر کے برابر بھی نہیں ہے''۔

اور یہ انکار اور ضد دو وجہ پر ہے۔ ایک علم کی وجہ سے اور دوسرا جہالت کی رو سے۔ پہلا جو علم کی وجہ پر ہے اگر جان بوجھ کر ہے تو یہ ایسا مرض ہے جس کا علاج ناممکن ہے اور یہ ایسی بلا ہے جو ٹلنے والی نہیں ہے۔ ایسی گمراہی ہے جس کے لیے کوئی راستہ ہی نہیں ایسی بیگانگی ہے جس کے لیے یگانی روا ہی نہیں۔ یہ ایسی ضد ہے جو ہٹنے والی ہی نہیں' اور ایسی نوشت ہے جو مٹنے والی ہی نہیں۔ کیونکہ یہ طبیعت کا اصل اور اس کی فرع ہے۔ ابو جہل وابولہب وغیرہ کفار مکہ اور یہود اپنی مجلسوں میں بیٹھ کر کہا کرتے کہ ہمیں اپنے بچوں کے اپنے ہونے میں تو یقین نہیں' کیونکہ ممکن ہے کہ ہماری عدم موجودگی میں ہماری عورتوں نے کہیں اور جگہ سے حاصل کیے ہوں' لیکن اس میں شک وشبہ نہیں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اپنے دعویٰ میں صادق ہیں۔ لیکن ہم ہرگز ایمان نہیں لا سکتے اور نہ ہی لائیں گے۔ مولیٰ کریم نے شروع کتاب مبین میں فرمایا ہے۔ (ترجمہ)

''تحقیق جو لوگ کافر ہوئے برابر ہے اوپر ان کے کیا ڈریا تو نے ان کو یا نہ ڈرایا تو نے ان کو نہیں ایمان لائیں گے۔ مہر کی اللہ نے' اوپر دلوں ان کے کے اور اوپر کانوں ان کے کے اور اوپر آنکھوں ان کی کے پردہ ہے اور واسطے ان کے عذاب ہے بہت بڑا''۔ (پ ا' ر ا)

اب یہ ایسا اشکال ہے جو خلاف سنت اللہ و خلاف قرآن پاک اور خلاف عمل ہے۔ کیونکہ جب حضور ﷺ کو اس حی القیوم کی طرف سے وانذر عشیرتک الاقربین ۔ (اور ڈرا قبیلے اپنے کے نزدیک والوں کو۔ پ ۱۹' ر ۱۵) کا فرمان ہوا تو حضور ﷺ حسب الحکم ایک پہاڑی (کوہ صفا) پر تشریف لے گئے اور یامعشر القریش کی صدا بلند کی۔ اہل عرب کے لیے یہ ایک ایسی آواز تھی جیسے ہر ملک میں کسی مصیبت کے وقت امداد کی غرض سے پکارنا مروج ہے۔ چنانچہ سب لوگ اس پہاڑی کے نیچے جمع ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر میں تم کو خبر دوں کہ اس پہاڑی کے پیچھے دشمن آ رہا ہے تو تسلیم کرو گے۔ سب کے سب یک زبان ہوئے کہ ہم کو معلوم ہے کہ ساری عمر گزشتہ میں آپ نے کبھی جھوٹ نہیں کہا۔ ہم آپ کو صدیق محمد ﷺ' امین محمد ﷺ اور سعید محمد ﷺ جانتے ہیں اس لیے صرف اس بات کا یقین تو درکنار ہم

Marfat.com

ازروئے تصدیق مسلح ہوکرلڑائی کے لیے تیار ہوجائیں گے۔تب جناب نے بحکم خدافرمایا کہ مجھے اس قادر ذوالجلال والاکرام نے رسول بناکر بھیجا ہے اور تبلیغ توحید کا حکم دیا ہے۔تم اس پر ایمان لاؤ اور شہادت کے لیے **اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمد ارسول اللہ** کہو۔ سب کے سب مفرور ہوگئے اور ان میں کا ایک بھی مومن اور مسلمان نہ ہوسکا۔سب نے انکار فاش کر دیا۔

اب قابل غور امر یہ ہے کہ انکار کی رو سے سب کافر ہی تھے جن کے لیے ختم اللہ علی قلوبھم الایۃ (اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی) کا خطاب ہورہا ہے۔اور یہ محال ہے کیونکہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جیسے اصحاب کبار اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جیسے شیر جرار جن کے ہاتھوں خلاف اسلام جنگی کارنامے مشہور ہیں' بالآخر مشرف باسلام ہوئے۔جن کے ذریعہ سے اسلام کا بول بالا ہوا۔مشرق سے مغرب تک پرچم اسلام لہرا اٹھا تو اریخ کے اوراق انہی کی جانکاہوں کے ثناخواں ہیں۔اور قیامت تک رہیں گے۔

بعض لوگ خصوصاً عیسائی بے علمی کی وجہ سے قرآن پاک پر یہ اعتراض کر بیٹھتے ہیں جو سراسر لایعنی ہے کیونکہ اس رحیم وودود نے اپنی سنت کے مطابق رسالت کو خلق کے لیے سرتاپا رحمت بنایا ہے اور دلوں کی تصدیق کے لیے سبیل۔تو جب تک تصدیق بالقلب نہ ہوجائے رسالت کا کام باقی رہتا ہے اور کفر یعنی انکار کئی وجوہات سے تھا۔بعض بے قرار کردینے والے شک میں پڑے ہوئے تھے جن کو مذبذبین بھی فرمایا ہے۔

مذبذبین بین ذٰلک لا الی ھولاء ولا الی ھولاء . (پ۵/۱۸)

''(کم بخت) بیچ میں ہی پڑے لٹک رہے ہیں' نہ ان کی طرف ہوتے ہیں نہ ان کی طرف''۔

بعض اپنے سرداروں اور قبیلوں کے سبب سے انکار کر رہے تھے۔بعض ڈر کے مارے اپنے ایمان کا اظہار نہ کرسکتے تھے۔

''اور اگر نہ ہوتے مرد مسلمان اور عورتیں مسلمان' نہیں جانتے تم ان کو یہ کہ کچل ڈالو تم ان کو پس پہنچ جائے تم کو ان سے ایذا بے خبر''۔(پ۲۶/۱۱)

اور بعض ایسے تھے جن کا ایمان دنیوی عزت کے بحر ظلمات میں غرق ہورہا تھا۔ولید بن مغیرہ کا قصہ اسی کے مترادف ہے لیکن ان سب صورتوں میں ختم اللہ کا عمل جاری نہ ہوا۔ ختم اللہ صرف ان کافروں کے لیے مخصوص ہے جن کے دلوں نے تسلیم کرلیا تھا۔اور یقین ہوگیا تھا کہ واقعی یہ خدا کے سچے پیغمبر حق لے کر آئے ہیں۔دیکھو فرمان ایزد متعال فرعون اور اس کی قوم کی نسبت کس زور سے شاہد ہورہا ہے۔

''ان دلوں نے تو ان کا یقین کرلیا مگر انہوں نے بے انصافی اور غرور سے انکار کیا''۔(پ۱۹/۱۶)

تو مان لینے یا خفیہ ایمان لانے اور تصدیق قلب ہوجانے کے بعد ضد اور غرور سے انکار کرنا ختم اللہ کا سبب ہوتا ہے۔کیونکہ اب رسالت کا کام ختم ہوچکا' تصدیق رسالت کا حق تھا ادا ہوچکا' اب ان کو ڈرانا مساوی ہوگیا۔مطابق آیات بینات ان الذین کفروا سواء علیھم صراط المستقیم سے اعراض کرنے والوں' حق کو پہچان کر اعراض کرنے والوں' دنیا کی زندگی کو آخرت کی حیاتی پر ترجیح دینے والوں کو آگاہ کرنے کے لیے اعراض کو رفع کرنے کے لیے اختلاف کلام کو مٹانے کے لیے ہوائے نفس میں غرق شدہ کو بچانے کے لیے ارءیت من اتخذ الھہ ھویہ کی خواب سے جگانے کے لیے تطبیق قرآن پاک کے سلجھانے کے لیے کیا ہی اچھا اور بین فیصلہ دیا ہے۔

''بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو معبود بنا رکھا ہے اور باوجود جاننے بوجھنے کے (گمراہ ہورہا ہے تو) خدا نے بھی اس کو گمراہ کردیا اور اس کے کانوں اور دل پر مہر لگادی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔پس کون ہدایت کرے گا۔اس کو پیچھے اللہ

Marfat.com

کے۔کیا پس نہیں نصیحت پکڑتے تم"۔(پ ۲۵ر۱۹)

لیکن یہ ان لوگوں کی نسبت کا ذکر ہے جنہوں نے جان بوجھ کر اور غرور و تکبر کے رو سے انکار کیا اور اپنی خواہش کے پردہ میں محجوب رہنے کی وجہ سے کافر ہی رہے۔سوائے اس کے ان کو مزید علم حاصل نہ ہوا اور نہ ہی اسلام کی برکات اور نور ایمانی سے حصہ ملا۔

دوسرا انکار جہالت کی وجہ سے ہے جو اہل اسلام کی طرف سے پیدا ہوا ہے اور اس میں تین قسم کے لوگ ہیں۔ایک تو قرآن پاک اور احادیث شریف کے اختلافات کی تطبیق سے عاجز ہیں۔چونکہ انسانی قاعدہ ہے کہ جس چیز سے اس کو حصہ نہ ہو جس شے کی نسبت اس کے قلب میں اثر رکھتی ہو مطابقت و مناسبت کا ظہور اس کی زبان سے ظاہر نہیں ہو سکتا۔لیکن ان کا نور ایمانی کسی طرف حکم لگانے کے لیے مقتضی نہیں ہو سکتا۔ایسی صورت میں وہ کسی مواخذہ کے قابل نہیں ہیں۔لیکن آج کل یہ لوگ بہت کم نظر آتے ہیں دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو اثبات توحید کے لیے حق و ناحق دونوں کا انکار کر دیتے ہیں۔قرآن پاک و حدیث شریف سے بجائے۔

حضور ﷺ کا علم

بیان کرنے کے نفی علم کی آیات و احادیث منتخب کرتے ہیں۔اور گستاخانہ و بے باکانہ کلمات خبیثہ سے اپنے انکار پر مصر ہیں۔طبقہ جہلاء نے بوجہ مطابقت و مناسبت ان سے موافقت کر رکھی ہے اور ان کے اقوال کی نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ "حضور ﷺ کو سوائے وحی جلی کے کچھ بھی علم نہ تھا" حالانکہ یہ مطابق:

"اور کسی آدمی کے لیے ممکن نہیں کہ خدا اس سے بات کرے مگر الہام کے ذریعے سے یا پردے کے پیچھے یا کوئی فرشتہ بھیج دے تو وہ خدا کے حکم سے جو خدا چاہے القا کرے"۔(پ ۲۵ر۶)

نص کے خلاف ہے۔

نیز رحمتہ اللعالمین خاصہ حضور ﷺ سے (سخت تعجب سے حیرانگی ہے کہ) کس قدر سخت انکار ہے امید اغلب بلکہ یقین ہے کہ وہ رحمتہ اللعالمین خاصہ رب العالمین تو مانتے ہی ہوں گے اور یہ بالکل درست ہے لیکن توسل اور اسباب کا انکار مسبب کا انکار ہے اور تجربہ سے ثابت ہے کہ یہ مناظرہ (جو آج مجادلہ اور مکابرہ کی صورت اختیار کر چکا ہے) کا نتیجہ اور ثمر ہے۔کیونکہ مجادلہ اور مکابرہ میں خواہ ایمان بھی نہ رہے۔ پرواہ نہیں کی جاتی۔ یحسرۃ علی العباد[1]۔

اس میں شک نہیں کہ انبیائے کرام کے حال سے عام مومنین تو درکنار کسی ولی اللہ کو بھی کما حقہ علم نہیں ہے لیکن جن کو اس آفتاب نبوت سے (خواہ ذرہ کی مقدار ہی کیوں نہ ہو) روشنی نصیب ہوئی ہے وہ تسلیم ہی کریں گے۔حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ اکسیر ہدایت (کیمیائے سعادت) میں ارشاد فرماتے ہیں کہ "یہ ظاہری علم مانند تالاب کے ہے اور باطنی مثل چشمہ کے جو زیر زمین ہے جب تک تالاب کا پانی نکال نہ دیا جائے اور اس کو نیچے سے کریدا نہ جائے چشمہ کا پانی آنا محال ہے"۔

بھائی! علم اجمالی صورت کے لحاظ سے تین نوع پر منقسم ہے ایک ظاہری جس میں عوام و خواص سب مشترک ہیں۔جیسے آیات محکمات احکام اوامر و نواہی بشارت و نذارت و منھم۔دوسرا علم باطنی ہے جو صرف خاصوں کا حصہ ہے عوام اس کے حامل نہیں ہو سکتے۔اور تیسرا علم وہ ہے جو بندہ اور خدا کے درمیان ہے نہ تو اس کا ذکر عام ہے ہو سکتا ہے اور نہ خاص سے۔پہلا ظاہر علم سے ہے دوسرا علوم باطنیہ سے اور تیسرا

[1] افسوس ہے بندوں پر۔

Marfat.com

سرارالیہ سے ہے۔ بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

قال حفظت من رسول اللہ ﷺ وعائین فاما احد هما فبثثه فیکم واما الاخر فلو بثثه قطع هذا البلعوم یعنی مجری الطعام راوه البخاری . (مشکوٰۃ کتاب العلم)

''فرمایا کہ محفوظ کیں (یاد کیں) میں نے رسول اللہ ﷺ سے دوتھیلیاں (علم کی) ایک کو میں نے پھیلا دیا تم میں اور دوسری اگر میں پھیلاؤں اس کو تو میری رگ گردن کاٹ دی جائے''۔

معاملات کی رو سے عمل اسی پر ہے۔ حسب الحکم ذوالجلال والاکرام حسب استعداد ہر ایک کو تعلیم ہوئی اور یہ سنت اللہ اسی طرح جاری ہے اور جاری وساری رہے گی اسی معاملہ کی وجہ سے بالکل ظاہر کے میدان میں دوڑنے والوں کو اعتراضات کا موقع ملا اور اسی وجہ سے انہوں نے انبیاء اور اولیاء کے حال کو اپنے حال کی مانند سمجھا۔ اسی لیے ان کا علم ان کے لیے حجاب اور سدراہ ہوگیا۔ اور جہالت کے باعث ان کو انکار ہی آسان معلوم ہوا۔ چنانچہ اعتراضات کے ڈھانچے میں ایسے اشکال پیدا کر دیے جو بالکل لایعنی ہیں۔ مثلاً حدیث شریف تنام عینای ولا ینام قلبی[1] کے جواب میں کہا کہ اگر نبی کریم ﷺ کا دل بیدار ہی رہتا تو لیلۃ التعریس کے موقع پر مع صحابہ کرام آپ ﷺ کی نماز فجر قضا نہ ہوتی۔

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم　　　　که بامن ہر چہ کرد آن آشنا کرد

اگر کوئی آریہ یا نصرانی یہ اعتراض کرتا تو اسے زیبا بھی تھا۔ لیکن افسوس ہے ایسی مسلمانی پر جو اپنے پیغمبر کی زندہ دلی کی بھی قائل نہیں۔

عزیز من! اگر کچھ نور ایمانی ہے تو اس کے لیے یہی حدیث شریف کافی ہے کہ میری آنکھیں سوجاتی ہیں لیکن دل نہیں سوتا۔ اور آپ ﷺ کی نیند ناقص وضو بھی نہیں ہوا کرتی تھی۔ تو ایسی صورت میں حضور ﷺ کی نماز نہ قضا ہوئی نہ ہوسکتی تھی اور یقیناً آپ ﷺ نے پڑھی ہے[2] یہ واقعی حدیث شریف میں ان الفاظ سے ذکر ہوا ہے۔

عن زید بن اسلم قال عرس رسول اللہ ﷺ لیلۃ بطریق مکۃ و وکل بلالا ان یوقظهم للصلوٰۃ فرقد بلال ورقدوا حتی استیقظوا و قد طلعت علیهم الشمس فاستیقظ القوم فقد فزعوا فامرهم رسول اللہ ﷺ ان یرکبوا حتی یخرجوا من ذالک الوادی و قال ان هذا وادیه شیطن فرکبوا حتی خرجوا من ذالک الوادی ثم امرهم رسول اللہ ﷺ ان ینزلوا و ان یتوضوأ وامرا بلالا ان ینادی للصلوٰۃ او یقیم فصلی رسول اللہ ﷺ

---

[1]......میری آنکھیں سوجاتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔

[2]......خیال ہے کہ شاید عوام اس لطیف اشارہ کو نہ سمجھ سکے ہوں لہٰذا اس کی تفسیم کے لیے مثلاً ایک واقعہ نقل کرتا ہوں۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ''ایک دفعہ ہم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ہمراہ کسی سفر میں تھے اور اثنائے سفر میں آپ گاڑی پر استراحت فرمارہے تھے جب نماز کا وقت آیا تو ہم نے نماز ادا کرلی اور اعلیٰ حضرت کو مطلع کرنے کی کسی نے جرات نہ کی۔ لیکن جب نماز کا وقت تنگ ہوجانے کا خطرہ لاحق ہوا تو ہم نے قدرے بلند آواز سے الصلوٰۃ خیر من النوم کہا۔ آپ اٹھ بیٹھے اور فرمایا ''نماز تو ہم پڑھ چکے ہیں ظاہراً ادا کرنا بھی ضروری ہے'' چنانچہ آپ نے وضو فرما کر نماز ادا کی'' اب ہم اس حالی کیفیت کو صحیح طور پر نہیں سمجھ سکتے تاوقتیکہ صاحب حال نہ ہوجائیں۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ جب امت کے متاخرین میں ایک صاحب حال کی یہ کیفیت ہے تو حضور ﷺ جن کی شان یہ ہے کہ تنام عینای ولا ینام قلبی چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی کیفیت بھی اسی حال میں معلوم کرلی تو یقین ہے کہ آپ نے اپنے حال میں ضرور نماز ادا کرلی ہوگی۔ لیکن چونکہ حالی کیفیات کا اظہار عوام کے سامنے منع ہے اس لیے علی الاعلان ذکر نہ فرمایا اور صاحب حال خود بخود سمجھ لیتے ہیں۔ کما ذکرہ ۱۲ محمد یوسف کاتب عفی عنہ۔

Marfat.com

بالناس ثم انصرف و قدرای من فزعهم فقال یایهاالناس ان الله قبض ارواحنا ولو شاء لردها الینا فی حین غیر هذا فاذا رقد احد کم عن الصلوٰة اونسیها ثم فزع الیها فلیصلها کما کان یصلیها فی وقتها ثم التفت رسول الله ﷺ الی ابی بکر الصدیق فقال ان الشیطن اتی بلالا وهو قائم یصلی فاضجعه ثم لم یزل یهدئه کما یهدا الصبی حتی نام ثم دعا رسول الله ﷺ بلالا فاخبر بلال رسول الله ﷺ مثل الذی اخبر رسول الله ﷺ ابابکر فقال ابوبکر اشهد انک رسول الله رواه مالک مرسلا (مشکوٰة) ۔

''روایت ہے زید بن اسلم سے کہا کہ اترے رسول اللہ ﷺ بیچ آخر رات کے مکہ کے راہ میں اور حکم کیا بلال رضی اللہ عنہ کو یہ کہ جگادے ان کو واسطے نماز کے پس سو گیا بلال اور سو گئے لوگ یہاں تک کہ جاگے اس حال میں کہ تحقیق طلوع ہوا ان پر آفتاب پس جاگے لوگ پس تحقیق گھبرائے پس حکم کیا ان کو پیغمبر خدا ﷺ نے یہ کہ سوار ہوں یہاں تک کہ نکلیں اس جنگل سے اور فرمایا تحقیق یہ جنگل ہے کہ مسلط ہے اس میں شیطان۔ پس سوار ہوئے حتیٰ کہ نکلے اس جنگل سے پھر حکم کیا ان کو پیغمبر خدا ﷺ نے یہ کہ اتریں اور وضو کریں اور حکم کیا بلال کو کہ اذان کہے واسطے نماز کے اور تکبیر کہے پس نماز پڑھی پیغمبر اللہ ﷺ نے ساتھ لوگوں کے پھر پھرے اور دیکھی گھبراہٹ ان کی، پس فرمایا: اے لوگو! تحقیق اللہ نے قبض کی تھیں روحیں ہماری اور اگر چاہتا البتہ پھیرتا ان کو طرف ہماری بیچ غیر اس وقت کے پس جس وقت کہ سو جائے ایک تمہارا نماز سے یا بھول جائے نماز سے پس گھبرائے طرف اس کی پس چاہئے کہ پڑھے اس کو جیسا کہ تھا پڑھتا اس کو وقت اس کے میں پھر التفات کی رسول خدا ﷺ نے طرف ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پس فرمایا تحقیق شیطان آیا بلال رضی اللہ عنہ کے پاس اور وہ (یعنی بلال) کھڑا نماز پڑھتا تھا۔ پس تکیہ لگوایا اس کو پھر بڑی دیر تک تھپکتا رہا اس کو جیسے تھپکا جاتا ہے لڑکا یہاں تک کہ سویا وہ پھر پکارا رسول خدا ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کو پس خبر دی بلال رضی اللہ عنہ نے پیغمبر خدا ﷺ کا مانند اس چیز کی کہ خبر دی تھی رسول خدا ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پس کہا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے گواہی دیتا ہوں میں یہ کہ بے شک آپ رسول اللہ ﷺ ہیں اللہ تعالیٰ کے۔ روایت کی یہ مالک نے بطریق ارسال کے''۔

دیکھئے! خود اسی حدیث شریف سے جو نفی علم کے لیے پیش کی جاتی ہے صاف ظاہر ہے کہ آپ اس حال میں بھی سب حالات سے باخبر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر شیطان کے تصرف سے ایسا علم رکھتے تھے کہ گویا آپ دیکھ رہے ہیں اور اسی اطلاع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کی تصدیق رسالت کو دوہرایا۔ لیکن بایں ہمہ آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے ساتھ نماز ادا کی اور وہ اس لیے کہ حکم ظاہر شریعت کے مطابق ہے۔ حال پر نہیں صاحب حال کو حسب استعداد خواہ مخواہ تقلید حاصل ہوا کرتی ہے لیکن جو صاحب حال نہ ہو اس کے لیے حال کی تقلید حرام ہے اگر حضور ﷺ نماز ادا نہ کرتے تو صاحب حال کے لیے حجت ہو جاتی' سنت بن جاتی اور ان جہلاء کے لیے دلیل بن جاتی جو آج اس بات کے مدعی ہیں کہ ہم ہر وقت نماز ہی میں رہا کرتے ہیں ا۔ اور ایک حکمت اس میں یہ تھی کہ اگر یہ واقعہ پیش نہ آتا تو عوام کے لیے نیند کی حالت میں نماز کا وقت گزر جانے کی صورت میں سخت مشکل کا سامنا ہوتا۔

نفی علم میں ایک ثبوت یہ پیش کیا جاتا ہے کہ ''حضور پوچھتے تھے'' یہ کھجور صدقہ کی ہے یا نہیں؟ سو یہ اس امر کی دلیل ہے اگر آپ کو علم ہوتا تو دریافت کیوں فرماتے'' اس کے جواب کے لیے مولیٰ کریم کے کلام پاک نے ہم کو آزاد کر دیا ہے یعنی جب حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو وادی مقدس میں ذات باری تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا شرف بخشا گیا تو اس عزیز الحکیم علیم بذات الصدور نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دریافت فرمایا۔

Marfat.com

وما تلك بيمينك يا موسى . قال هي عصاى . (پ۱۶' ر۱۰)

''اور تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے اے موسیٰ؟ کہا کہ یہ میری لاٹھی ہے''۔

تو اس سے نعوذ باللہ من ذالک یہ لازم آتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کو خبر ہوتی تو کیوں دریافت فرماتے؟.....اے بھائی! اس مالک کون ومکان سے خوف کرنا چاہیے کہ اس کی غیرت کی شمع ہر وقت جل رہی ہے' مبادا تیرے پروانہ ایمان کو جلا کر راکھ نہ کردے۔

میرے عزیز! پہلے گزر چکا ہے کہ مطابق سنت اللہ علم تین نوع پر منقسم ہے ایک ظاہری جس کا حکم ظاہر کی طرف ہے۔ دوسرا باطنی جس کا حکم بطن کی جانب ہے اور تیسرا جس کا حکم نہ ظاہر کی طرف ہے نہ باطن کی طرف اور وہ معاملہ بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان بس ہے۔ چونکہ اس کا حکم ظاہر کی طرف تھا اس لیے باوجود جاننے کے فرمایا کہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ جس سے مقصود تصدیق اور علم حضرت موسیٰ کلیم اللہ تھا نہ کہ اپنی ذات کے لیے علم جو رفع جہالت کے لیے ہوا کرتا ہے اور مفاد اس کا یہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام خوب جان لیں کہ یہ میرا عصا ہے پھر حکم دیا الق عصاک (ڈال دے عصا اپنا) جب ڈال دیا تو وہ اژدھا بن گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ڈر گئے فرمایا **خذ ها ولا تخف سنعيدها سيرتها الاولى** یعنی ڈرو نہیں بلکہ اسے پکڑ لو۔ ہم اس کو اپنی اصلی پہلی حالت پر جس سے آپ کو تصدیق اور علم کرا چکے ہیں لوٹا دیں گے۔ اسی طرح حضور ﷺ کا دریافت فرمانا تصدیق علم غیر کے لیے تھا۔ اور مفاد اس میں یہ تھا کہ میری طرف سے حدیث ہو۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے پوچھا کہ یہ کھجور صدقہ سے ہے یا نہیں؟ اور فرمایا کہ یہ اہل بیت پر حرام ہے تا کہ تفصیل کے ساتھ تا قیامت دلیل ہو۔

نیز واقعہ افک کے متعلق جو بے سمجھ اعتراض رکھتے ہیں کہ ''اگر حضور ﷺ کو خبر ہوتی تو آپ اس قدر پریشان نہ ہوتے''۔

اگر ضمیر کے ترازو میں کچھ ایمان وزن رکھتا ہو تو بالکل عیاں ہے کہ آپ کی پریشانی محض انتظار وحی کے لیے تھی اور دوسرے اس بہتان کی وجہ سے تھی جو افتراء پردازوں نے بے دلیل غل مچا رکھا تھا بلا ثبوت شور برپا کر رکھا تھا۔ جس کی نفی بعد میں بڑے غیظ وغضب سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کلام پاک کی سورۃ نور کے دو رکوع میں کی گئی۔ اگر آپ کو علم کی بنا پر تسلی وتشفی نہ ہوتی تو اس بہتان کے سبب سے جو عوام میں محل یقین تک پہنچ چکا تھا، آپ کی غیرت فوراً اطلاق کی مقتضی ہوتی لیکن بخلاف اس کے حدیث شریف میں اس طرح بیان ہے کہ۔

فقال رسول الله ﷺ من يعذرني من رجل بلغني اذاه في اهلي فوالله ماعلمت في اهلي الا خيرا و قد ذكر رجلا ما علمت عليه الا خيرا ۔ (بخاری کتاب الشہادات' باب تعدیل النساء)

''فرمایا رسول خدا ﷺ نے کون ہے یا کوئی ایسا ہے جو اس کا بدلہ لے اس آدمی سے جس نے میرے اہل (بیوی) کی بابت مجھے ایذا دی ہے پس قسم ہے اللہ کی کہ مجھے اپنی بیوی کی بابت علم ہے کہ وہ نیک اور پاک ہے۔ اور جس مرد (صفوان) کا ذکر کرتے ہیں وہ بھی پاک ہے''۔

آپ کی غیرت کا اندازہ اس سے کیجئے کہ امہات المومنین کا ذرا خیال زینت دنیا کی طرف مبذول ہونے سے کیا کچھ ہوا تھا۔ حتیٰ کہ آپ نے مہینہ بھر کے لیے ایلا کیا اور مشہور ہو گیا کہ شاید آپ نے طلاقیں ہی دے دی ہیں۔ تو ... حدیث شریف اور کتب سیر و تاریخ سب اس پر شاہد ہیں۔

العلم حجاب الاکبر[1] کے طوفان میں غرق اور حقیقت سے بے بہرہ ... تقیر اور اندھیرے کو روشنی سمجھنے والے کفر کو اسلام اور اسلام کو کفر جاننے والے صاحبان قرآن پاک میں سے نفی علم غیب کی دلیل ثابت کرنے کے لیے بالخصوص سورہ یوسف کو اپنا معیار قرار دیتے ہیں۔

[1] علم بہت بڑا حجاب ہے۔

Marfat.com

اور اپنے خیال سے تفسیر کرتے ہوئے' شیطان کو اپنا معاون و مددگار پکڑتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ ''اگر حضرت یعقوب علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب من اللہ ہوتا تو اتنا عرصہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہجرہ فراق میں کیوں روتے رہتے''۔

افسوس! اگر انصاف کو مدنظر رکھتے اور نور ایمانی کا ایک ذرہ بھی روشن ہوتا تو حقیقت سے اندھوں کو صاف نظر آ جاتا کہ یہ سورۃ نفی نہیں بلکہ انبیاء کو من اللہ علم غیب ہونا ثابت کر رہی ہے۔ لیکن بقول شاعرے۔

ہرگز بکعبہ نرسی اے اعرابی! کیں راہ کہ میروی بترکستان ست

کے مصداق بن کر الٹ سمجھ رہے ہیں۔

مولیٰ کریم اپنا فضل و کرم فرما کر اگر ہدایت کی طرف راہ نمائی فرمائیں تو شروع قصہ ہی سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ جب حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ السلام سے بیٹوں نے سوال کیا کہ یوسف (علیہ الصلوٰۃ السلام) کو ہمارے ساتھ سیر و شکار کے لیے روانہ فرمائیں تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے وہی جواب دیا جو آگے چل کر وہ بہانہ کرنے والے تھے۔ یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام نے اشارہ ان کو ان کے ارادہ سے مطلع فرما دیا۔ گویا آپ کا آئندہ کی خبر سے خبردار ہونا قرآن پاک سے واضح طور پر ثابت ہو رہا ہے۔

قال انی لیحز ننی ان تذھبوا بہ و اخاف ان یاکلہ الذئب و انتم عنہ غفلون ۔ (پ۱۲'ر۱۲)۔

''انہوں نے کہا کہ یہ امر مجھے غمناک کر دیتا ہے کہ تم اسے لے جاؤ اور مجھے یہ بھی خوف ہے کہ اسے بھیڑیا کھا جائے اور تمہیں خبر تک نہ ہو''۔

چنانچہ بیٹوں نے آکر یہی جواب دیا۔

قالوا یابانا انا ذھبنا نستبق و ترکنا یوسف عند متاعنا فاکلہ الذئب (پ۱۲'ر۱۲)۔

''کہنے لگے کہ ابا! ہم تو ایک دوسرے سے آگے نکلنے کو دوڑنے لگے اور یوسف کو اپنے اسباب کے پاس چھوڑ گئے تو اسے بھڑیا کھا گیا''۔

پھر بیٹوں کا یہ بہانہ۔

وجاء علی قمیصہ بدم کذب ۔

''کہ ان کے کرتے پر جھوٹ موٹ کا لہو بھی لگا لائے''۔

دیکھ کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ فرمایا:

قال بل سولت لکم انفسکم امرا (پ۱۲'ر۱۲) ۔

''کہا یعقوب علیہ السلام نے بلکہ تمہارے نفسوں نے تمہارے لیے ایک بات بنالی ہے''۔

اب ان آیات بینات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر صاحب عقل ضرور تسلیم کرے گا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کو اس بات سے آگاہ کیا جو ابھی ہونے والی تھی اور پھر یوسف علیہ السلام کو بھیڑیئے کے کھانے کی خبر سن کر حضرت یعقوب علیہ السلام کا بتائی ہوئی بات جاننا من اللہ علم غیب پر مطلع ہونے کی صریح دلیل ہے۔

۲- برادران حضرت یوسف کا بنیامین کا بموجب حکم عزیز مصر میں لے جانا' اور وہاں چوری کے الزام میں پکڑا جانا' اور برادران یوسف علیہ السلام کا باپ کو آکر بتانا' اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا بل سولت لکم انفسکم[1] فرمانا' اور بنیامین کو اتہام سے پاک جاننا' ہر صاحب

---

[1] بلکہ تمہارے نفس نے تم کو کچھ حیلہ بنا دیا۔

Marfat.com

دانش اس بات سے اندازہ کر سکتا ہے کہ سوائے علم کے پیغمبر کی زبان سے جو مسلمانوں کے عقائد کے رو سے معصوم ہیں ایسی بات بالکل نہیں نکل سکتی۔

نیز یہ بھی ظاہر ہے کہ برادران یوسف علیہ السلام تو اس مقدمہ میں بالکل بے گناہ بلکہ بے خبر تھے۔ اس لیے صاف طور پر ظاہر ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کے حال سے آگاہی تھی اور حضرت یوسف علیہ السلام کی اس تدبیر سے کوئی حجاب نہ تھا۔ آپ کا بل سولت لکم انفسکم فرمانا انہی کے حق میں تھا۔

۳۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کا۔

فصبر جمیل عسی اللہ ان یاتینی بھم جمیعا (پ۱۳، ر۴)۔

''پس صبر بہتر ہے شتاب ہے کہ اللہ تعالیٰ لے آئے گا میرے پاس ان سب کو اکٹھا''۔

انی اعلم من اللہ مالا تعلمون ۔ (پ۱۳، ر۵)۔

''میں خدا کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے''۔

فرمانا۔ ان آیات قرآنی کو بنظر نور ایمانی ملاحظہ کیا جائے تو ہر ذی عقل اور صاحب حیا کو ماننا پڑے گا کہ حضور کو بعطائے الٰہی حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق پورا علم تھا۔

۴۔ یعقوب علیہ السلام کا بیٹوں کو یوسف علیہ السلام اور بنیامین کی تلاش کے لیے بھیجنا اور۔

یا بنی اذھبوا فتحسسوا من یوسف و اخیہ و لا تایئسوا من روح اللہ (پ۱۳، ر۴)۔

''اے میرے بیٹو! جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو اور خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو''۔

فرمانا کیا یہ لاعلمی کی دلیل ہے؟ باوجود یکہ بیٹوں نے صاف عرض کر دیا تھا۔ کہ یوسف علیہ السلام کو بھیڑیا کھا گیا ہے۔ اگر حضرت یعقوب علیہ السلام کو بقول مخالف حضرات لاعلمی تھی تو بیٹوں کو یوسف علیہ السلام اور بنیامین دونوں کی جستجو میں بھیجنا چہ معنی دارد؟ اب انکار کا موقع ہر اس صاحب ایمان کو جسے کچھ خوف خدا ہے نہیں مل سکتا۔

۵۔ پھر جب قافلہ مصر سے روانہ ہوا تو آپ نے فرمایا۔

انی لاجد ریح یوسف لو لا ان تفندون ۔ (پ۱۳، ر۵)۔

''کہ اگر مجھ کو یہ نہ کہو کہ بوڑھا بہک گیا ہے تو مجھے یوسف کی بو آ رہی ہے''۔

چنانچہ جب بشیر نے حضرت یوسف علیہ السلام کا قمیض لا کر روئے مبارک پر ڈالا تو آپ بینا ہو گئے اور فرمایا۔

قال الم اقل لکم انی اعلم من اللہ مالا تعلمون ۔ (پ۱۳، ر۵)

''کیا میں نے تم سے نہیں کہہ دیا تھا کہ میں خدا کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے''۔

صاف نظر آتا ہے کہ ریح یوسف کا دور دراز مسافت سے معلوم ہونا اور آپ کا یہ برملا کہہ دینا کہ میں اللہ تعالیٰ سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے علم کی واثق دلیل ہے۔

۶۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا قمیض دے کر بشیر کو روانہ کرنا اور فرمانا۔

اذھبوا بقمیصی ھذا فالقوہ علی وجہ ابی یات بصیرا (پ۱۳، ر۴)۔

Marfat.com

''یہ میرا قمیص لے جاؤ اور اسے والد (صاحب) کے منہ پر ڈال دو تو وہ بینا ہو کر آئیں گے''۔

اس آیت قرآن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو علم تھا کہ جب کرتہ منہ پر ڈالا جائے گا تو آپ بصیر ہو جائیں گے اور اس سے انکار کوئی صاحب ایمان نہیں کرسکتا۔ تو ثابت ہوا کہ علم غیب پیغمبروں اور نبیوں کو مولیٰ کریم عطا فرماتے ہیں۔

افسوس تو اس بات کا ہے کہ علم غیب کی نفی کرنے والے صاحبان نبیوں اور مرسلوں کے حال کو اپنی حالت پر متصور کرتے ہوئے محض اسی ضد پر رہ کر اصل معاملہ سے اُمّی اور ناواقف ہیں۔ ان بزرگ ہستیوں پر اپنے ضمیر کو مدنظر رکھتے ہوئے اعتراض کرتے وقت حیا سے کام نہیں لیتے۔ ورنہ ہر اہل ایمان کے لیے یہ بات عیاں ہے کہ نبی اور رسول تو درکنار اولیاء اللہ بھی مامور ہوتے ہیں اور باوجود علم ہونے کے حکم خداوندی کے بغیر ایک قدم بھی باہر نہیں رکھ سکتے۔

مثال کے طور پر حضرت یوسف علیہ السلام کے حالات کو ہی ملاحظہ فرمایا جائے تو اس کی نسبت کوئی اشکال نہ رہ جائے گا۔ ایک لمحہ کے لیے فرض کرلیا جائے کہ یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کی نسبت علم نہ تھا۔ لیکن یوسف علیہ السلام کا تو اباجان کی نسبت بخوبی علم تھا۔ مانا کہ حضرت یوسف علیہ السلام پہلے غلامی کی پابندیوں میں جکڑے ہوئے تھے یا قیدی ہونے کی وجہ سے معذور تھے اور خبر نہ دے سکتے تھے۔ لیکن اقتدار حاصل کرنے کے بعد بھی خبر تک نہ کی بلکہ جب برادران غلہ لینے کی غرض سے مصر میں تشریف لائے تو بھی اطلاع نہ دی اور نہ ہی والد صاحب (حضرت یعقوب علیہ السلام) کو کوئی پیغام بھیجا۔ صرف دوبارہ آتے وقت بھائی (بنیامین) کو ہمراہ لانے کی تاکید کردی۔ پھر جب حضرت بنیامین ہمراہ تشریف لائے تو پھر بھی رخصتی کے وقت بھائیوں سے یہ نہ کہا کہ بنیامین میرا بھائی ہے اسے میرے پاس رہنے دو بلکہ ان کے اپنے پاس رکھنے کے لیے بحکم الٰہی یہ تدبیر کی کہ صواع الملک یعنی بادشاہ کا پیمانہ (پانی پینے کا پیالہ) چپکے سے ان کے رحل میں رکھ دیا۔ جس کے متعلق مولیٰ کریم عزیز الحکیم فرماتے ہیں۔

كذالك كدنا ليوسف ما كان لياخذ اخاه في دين الملك الا ان يشاء الله (پ۱۳ر۳)

''اسی طرح ہم نے یوسف علیہ السلام کے لیے تدبیر کردی۔ ورنہ وہ اپنے بھائی کو شاہی قوانین کے لحاظ سے اپنے پاس نہ رکھ سکتے تھے مگر یہ کہ اللہ چاہے''۔

ان واقعات سے واضح ہوتا ہے کہ من اللہ اظہار کی اجازت ہی نہ تھی اور جب احکم الحاکمین کی طرف سے اجازت ہوگئی تو فوراً بتادیا کہ **انا یوسف وھذا اخی** (ہاں میں یوسف علیہ السلام ہوں اور یہ میرا بھائی ہے) اور فرمایا۔

واتونی باھلکم اجمعین ۔ (پ۱۳ ر۴) ۔

''اپنے سب اہل وعیال کو میرے پاس لے آؤ''۔

ان امور سے صاف طور پر ثابت ہوتا کہ مامور من اللہ نبی مرسل اور اولیاء اللہ باوجود علم ہونے کے حکم خداوندی کے سوا اظہار نہیں کرسکتے۔ تو اب نبی کریم ﷺ جن کی شان تمام انبیاء سے ارفع واعلیٰ ہے بلکہ تمام انبیاء آپ کے مقابلہ میں امتی کی حیثیت رکھتے ہیں' آپ کے علم پر گفتگو کرنا اور اعتراض کرنا کہ آپ کو علم نہ تھا' سراسر نادانی اور جہالت ہے۔

اے بھائی! انکار کا تو کوئی علاج ہی نہیں ورنہ حضور ﷺ کے علم غیب پر احادیث تو درکنار نص یعنی کلام اللہ سے کافی شہادت ہے اگر کچھ صراط المستقیم کی ضرورت اور حق کی طلب ہے اگر کچھ خوف خدا ہے تو ضد کو چھوڑ کر پنبہ غفلت کو دل کے کانوں سے نکال دے اور چشم بصیرت کو کھول کر دیکھ کہ مولیٰ کریم کیا ارشاد فرمار ہے ہیں۔

ولا تنال تطلع خائنة منهم الا قليلا منهم فاعف عنهم واصفح ان الله يحب المحسنين ۔ (پ۶ ر۷) ۔

Marfat.com

''اور ہمیشہ رہے گا تو خبردار ہوتا' ان کی خیانت سے' مگر تھوڑے ان میں سے' پس معاف کر ان سے اور درگزر کر۔ بے شک اللہ دوست رکھتا ہے۔ احسان کرنے والوں کو''۔

اور فرمایا۔

یا اھل الکتب قد جاء کم رسولنا یبین لکم کثیر مما کنتم تخفون من الکتب و یعفوا عن کثیر قدجاء کم من اللہ نورو کتب مبین ۔(پ۶'ر۷)۔

''اے اہل کتاب! بے شک آیا ہے تمہارے پاس رسول ہمارا بیان کرتا ہے واسطے تمہارے، بہت اس چیز سے کہ تھے تم چھپاتے کتاب میں سے اور درگزر کرتا ہے بہت سے۔ بے شک آیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور کتاب بیان کرنے والی''۔

دوسری جگہ سورۃ تحریم میں فرمایا۔

و اذا اسرالنبی الی بعض ازواجہ حدیثا فلما نبات بہ و اظھرہ اللہ علیہ عرف بعضہ و اعرض عن بعض (پ۲۸'ر۱۹)

''اور جب نبی نے چھپا کر اپنی بعض بی بی سے ایک بات کہی پھر جب اس بی بی نے خبر دی اس بات کی اور خدا نے اس بات سے پیغمبر کو آگاہ کر دیا تو پیغمبر نے کچھ تو جتائی اور کچھ نہ بتائی''۔

یہ آیات اس امر کی دلیل ہیں کہ مولیٰ کریم نے حضور ﷺ کو منافقین کے تمام مخفی رازوں' شرارتوں اور خیانتوں سے مطلع تو فرمادیا لیکن آپ نے مناسب صورت حالت کو رکھتے ہوئے کچھ تو اظہار کر دیا اور جو اظہار کے قابل نہ تھا اس کو مخفی ہی رکھا۔

قرآن پاک کا نزول کئی وجہ پر ہوا ہے اور کئی نوع پر منقسم ہے ان سب صورتوں کا اجمالی بیان تین طرح پر واضح ہے۔ جن کا عمل مختلف ہے (۱) محکمات (۲) متشابہات اور (۳) مقطعات۔

(۱) محکمات

جن کے متعلق ھن ام الکتب (وہ اصل کتاب ہیں) فرمایا گیا ہے۔ اس حصہ کا حکم بظاہر احکام پر مبنی ہے یعنی اوامر ونواہی' حلال وحرام' معاملات' جزاوسزا فی الدنیا وفی الاخرہ ہے۔ جس کے معانی میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ عمل کے میدان میں کچھ اختلاف ہے جس کا مفاد اس کے وجودی عمل کے اثبات پر ہے۔ خواہ فرع آپس کی ضد کے باعث بلائے جان اور رسدراہ ہی کیوں نہ ہو جائے اصل کے خلاف کا مقتضی نہیں ہو سکتا۔

(۲) متشابہات

جن میں کئی معنوں کا احتمال ہو سکتا ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ۔

واخر متشبھت فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنہ وابتغاء تاویلہ وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون امنا بہ کل من عند ربنا وما یذکر الا اولو الا لباب ۔(پ۳'ر۹)۔

''اور متشابہات بھی ہیں۔ تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ تو متشابہات کے درپے ہوتے ہیں کہ فتنہ برپا کریں اور مراد اصلی کا پتہ لگائیں اور مراد اصلی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو لوگ علم میں مضبوط ہیں وہ کہتے ہیں ایمان لائے ہم ساتھ اس کے۔ ہر ایک ہمارے رب کے پاس سے ہے اور عقل والے لوگ ہی نصیحت پکڑتے ہیں''۔

(۳) مقطعات

ان کے معانی کو سوائے حضور ﷺ اور آپ کے خاص الخاص متبعین بندگان خدا کے کوئی نہیں جانتا۔

Marfat.com

محکمات تو عوام کے لیے ہے اور متشابہات خواص کے لیے جن پر منجانب اللہ علم ادروازہ کھلا ہوا ہے جیسے واقعہ معراج' حضرت آدم علیہ السلام کی جنت میں سکونت' شجرہ ممنوعہ اور ہبوط و مثلہا۔ لیکن مقطعات خاص الخاص مرسلین کے لیے ہے۔ جیسے فرمایا۔

فاوحٰی الٰی عبدہٖ ما اوحٰی ۔

''پس وحی کی اپنے بندے پر جو وحی کی''۔

غور کیجئے باوجود تفصیل کل شئی ہونے کے یہاں اجمالاً بھی ذکر نہیں فرمایا گیا۔

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ یہ کتاب اللہ تبیانا لکل شئی۔ یعنی ہر ایک چیز کا بیان کرنے والی ہے لیکن یہ کہاں ثابت ہے کہ سب کے لیے یکساں ہے؟ سب کے لیے مساوی تو محکمات بھی نہیں ہیں۔ چنانچہ علمائے ظاہر سند حاصل کرکے' دستار فضیلت باندھ کر اپنے فکر کے دریا میں غوطہ زن ہونے کے بعد ایک دوسرے کے سخت مخالف ہو رہے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے[1]

جمیع العلم فی القران لکن تقاصر عنہ افہام الرجال

اے بھائی! مولیٰ کریم اپنے فضل وکرم سے تجھے صحیح فکر اور نیک سمجھ عطا فرمائیں۔ قرآن پاک عوام کے لیے تو قال ہی ہے لیکن حضور سید المرسلین ﷺ اور آپ کے خاص الخاص متبعین' نسبت محمدی سے فائزین کے لیے صدر و حال۔ کیوں نہ ہو' یہ کلام اس رب العالمین کا ہے جو علیم بذات الصدور ہے اس لیے اس کا شان نزول دو وجہ پر ہے۔ ایک بظاہر واقعہ کی ضرورت کو پورا کرنے کی رو سے اور دوسرا مطابق حال۔ کافروں کے لیے اور طرح مومنوں کے لیے اور حضور ﷺ کے لیے اور شان۔ ہر ایک کو اس کے حال کے مطابق تعلیم ہوئی۔ مناسبت حال سے مناسب امور کا نزول فرمایا گیا۔ گویا شان نزول ہمارے حال کی عبارت سے ہے' اور یہ اعجاز کلام الٰہی ہے۔ ولکن اکثر الناس لا یعلمون[2]۔

مثلاً اصحاب کہف کے قصہ میں لوگوں کے اختلاف کو رفع کرنے کے لئے حضور ﷺ کو ارشاد فرمایا

وَ لَبِثُوْا فِیْ کَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ وَ ازْدَادُوْا تِسْعًا (پ ۱۵' ر ۱۶)

''ترجمہ: اور اصحابِ کہف اپنی غار میں نو (۹) اوپر تین سو (۳۰۰) سال ٹھہرے رہے''۔

تو ساتھ ہی جواب کفار کے لیے ارشاد ہوا۔

قل اللہ اعلم بما لبثوا (پ ۱۵' ر ۱۶)

''کہہ دو کہ اللہ ہی خوب جانتا ہے جتنا وہ رہے''۔

بعض معترض کہہ دیں گے کہ یہ نفی علم نہیں بلکہ اللہ جل شانہ کے علم کی تصدیق ہے۔ اور یہ لایعنی اعتراض ہے۔ کیونکہ اہل ایمان کے لیے تو قرآن پاک کا فرمان ہی بس ہے۔ پھر اللہ اعلم سے کیا فائدہ؟ اور ساتھ قل اس امر کا شاہد ہے کہ یہ رد کفار کے لیے جواب تھا۔ ورنہ قل کی ضرورت نہ تھی۔ اسی طرح قرآن شریف میں جتنے قل نفی علم حضور ﷺ میں وارد ہیں۔ سب کے سب جواب کفار میں ہیں۔

ایک صاحب اعتقاد نے ان سب کو کسر نفسی پر محمول کیا ہے۔ جس پر مخالف نے اعتراض کیا ہے نعوذ باللہ من ذالک نبی نے جھوٹ کہا ہے۔ اور مولیٰ کریم نے جھوٹ سکھایا ہے؟ کیا اس کتاب میں جھوٹ کا بھی دخل ہوسکتا ہے۔ استغفر اللہ ربی ۔

گو کسر نفسی کے طور پر ایسا جواب کسی حد تک درست ہے جیسے سورہ یوسف میں ہے کہ جب شاہ مصر نے حکم دیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو قید سے آزاد کرکے میرے پاس لے آؤ تو حضرت یوسف علیہ السلام نے پیغام سن کر فرمایا کہ پہلے جا کر میرے متعلق ان عورتوں سے دریافت کر دیکھو جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے۔ چنانچہ جب ان سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا۔

[1] ...... تمام علم قرآن مجید میں موجود ہے لیکن لوگوں کے فہم اس کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔

[2] ...... اور لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔

Marfat.com

قال ما خطبکن اذ راو دتن یوسف عن نفسه فلن حاش لله ما علمنا علیه من سوء ۔(پ۱۲ر۱۷)

''بادشاہ نے (عورتوں سے) پوچھا کہ بھلا اس وقت کیا ہوا تھا جب تم نے یوسف علیہ السلام سے (ناجائز طور پر) اپنی کاربرآری چاہی؟ بول اٹھیں کہ ماشاللہ! ہم نے اس میں کوئی برائی معلوم نہیں کی''۔

ظاہر ہے کہ آپ کا یہ اقدام سراسر اپنی بریت پر مبنی تھا۔لیکن اپنے آپ کو پاک کہنا ایک عیب ہے اس لیے اپنی زبان مبارک سے یوں فرمایا۔

وما ابری نفسی ان النفسی لا مارة بالسوء (پ۱۳ر۱) ۔

''اور میں اپنے نفس کو پاک صاف نہیں کہتا۔بے شک نفس برائی کی طرف حکم کرنے والا ہے''۔

بالکل اسی اسلوب اور اسی نہج پر یہ آیات مبارکہ ہیں۔مثلاً

قل لا اقول لکم عندی خزائن الله و لا اعلم الغیب و لااقول لکم انی ملك ۔(پ۷ر۱۱) ۔

''کہہ نہیں کہتا میں تم سے کہ میرے پاس خزانے خدا کے ہیں اور نہ میں جانتا ہوں غیب کو اور نہ کہتا ہوں تم سے کہ میں فرشتہ ہوں''۔

لیکن جن آیات کے شروع میں لفظ قل ہے۔ان کو نہ تو کسر نفسی پر تاویل کرنے کی ضرورت ہے اور نہ کسی حیلہ کی حاجت۔جھوٹ کہنا تو سراسر نادانی اور جہالت ہے۔کیونکہ یہ شریعت عزاپر الزام کے مطابق ہے۔اور شرع شریف حکم کے تابع ہے جس کے وجود کے لیے لباس حرام سے حلال اور حلال سے حرام کی صورت میں تغیر و تبدل ہوتے رہے ہیں۔گو حضور ﷺ کی بعثت بموجب حکم خدا جل و علا الیوم اکملت لکم دینکم[1] اسی کو مکمل کر دینے والی ہوئی۔تاہم انبیاء و مرسلین کی شریعت عوام سے مرفوع ہی ہے۔مثلاً مہر کا ادا کرنا' چار سے زیادہ نکاح اور تہجد کی فرضیت اس امر پر واضح دلائل ہیں۔

اس مقدمہ میں ایک امر غور طلب ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور ﷺ تک کسی شریعت میں ناحق قتل' جھوٹ اور بہتان کبھی جائز نہیں ہوا اور نہ ہی آئندہ ہوگا۔فرمایا۔

من یقتل مومنا متعمدا فجزاء جهنم خالدا فیها و غضب الله علیه ولعنه و اعدله عذابا عظیما ۔(پ۵ر۱۰)۔

''جو کوئی کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کر دے پس بدلہ اس کا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور غضب ناک ہوا اللہ اوپر اس کے وار لعنت کی اس کو اور تیار کیا واسطے اس کے بڑا عذاب''۔

و من یکسب خطیته او اثمائم یرم به بریا فقدا حتمل بهتاناً و اثما مبینا (پ۵ر۱۳) ۔

''اور جو کوئی کمائے کچھ خطا یا گناہ' پھر تہمت لگائے ساتھ اس کے بے گناہ کو' پس بے شک اٹھا لیا اس نے بہتان اور گناہ ظاہر''۔

لیکن جب ان باری تعالیٰ کی حکمت کاملہ نے کسی مصلحت کے پیش نظر کوئی امر ظاہر شریعت کے خلاف مقرر کر دیا تو اس کے لیے وہ حکم جائز اور جاری ہو گیا۔جیسے حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے واقعات سے ظاہر ہے۔

(۱) فلما جهزهم بجهازهم جعل السقایه فی رحل اخیه ثم السقایه فی رحل اخیه ثم اذن مئوذن ایتها العیر انکم لسارقون ۔(پ۱۳ر۳) ۔

''تو جب ان کا اسباب تیار کر دیا تو اپنے بھائی کے تھیلے میں پیمانہ (پیالہ) رکھوا دیا۔پھر ایک پکارنے والے نے آواز دی کہ اے قافلے والو! یقیناً تم چور ہو''۔

(۲) فانطلقا حتی اذا رکبا فی السفینه خرقها قال اخرقتها لتغرق اهلها لقدجئت شیئا اسرا ۔(پ۱۵ر۲۲) ۔

''پس دونوں (حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام) چل پڑے حتیٰ کہ کشتی میں سوار ہوئے تو خضر علیہ السلام نے کشتی کو

[1] آج کے دن کامل کر دیا میں نے تمہارے لیے دین تمہارا۔

Marfat.com

پھاڑ ڈالا موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ نے اس کو اس لیے پھاڑا ہے کہ اس کے سواروں کو غرق کر دیں؟ یہ تو آپ نے بڑی عجیب بات کی''۔

فانطلقا حتی اذا لقیا غلما فقلته قال اقتلت نفسًا زکیه بغیر نفس لقد جئت شیئا نکرا ۔ (پ۱۵'ر۲۲) ۔

''پھر دونوں چلے حتیٰ کہ رستے میں ایک لڑکا ملا تو خضر علیہ السلام نے اس کو مار ڈالا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ نے ایک بے گناہ شخص کو ناحق بغیر قصاص کے مار ڈالا یہ تو آپ نے بری بات کی''۔

یہ امر مسلم ہے کہ نزول قرآن پاک خاص واقع ہوا ہے اور حکم اور یہ مناسبت حال کی رو سے ہے مثلاً۔

وعرضنا جهنم یومئذ للکفرین عرضا ہ الذین کانت اعینهم فی غطاء عن ذکری و کانوا لا یستطیعون سمعا ۔ (پ۱۶'ر۲) ۔

''اور روبرو لائیں گے ہم دوزخ کو اس دن واسطے کافروں کے روبرو لانا۔ وہ لوگ کہ تھیں آنکھیں ان کی بیچ پردے کے یاد میری سے اور نہیں تھے سن سکتے''۔

کا شان نزول خاص کفار کے لیے ہے اور حکم مناسبت رکھنے والوں کے لیے عام۔ مناسبت کے لحاظ سے مومن ہو یا کافر سب برابر ہیں۔ بلکہ باوجود ایمان رکھنے کے اس نسبت کا ہونا زیادہ خطرناک ہے۔ کیونکہ کافر کے متعلق احتمال ہے کہ وہ نور ایمانی کے ذریعے اس اعمیت سے خلاصی پائے۔ لیکن جو ایمان رکھنے کے باوجود اس سے مناسبت رکھتا ہو اس کا اس بلا سے نجات پانا دشوار ہے۔ جب تک وہ اعتقاد کی درستی اور رجوع نہ کرے۔ لہٰذا اس امر سے خوف رکھنا چاہیے کہ جو کلمات بحکم خدا جواب کفار میں ان کی طرف منسوب ہیں کہیں مومن ان سے مناسبت نہ رکھے۔ اور جو باری تعالیٰ کے غیظ وغضب کے رد سے حجت ختم کرنے کے لیے وارد ہوا ہے اس پر اعتقاد رکھ لینے کے سبب سے نور ایمانی کو نہ کھو دے۔

قرآن پاک کا نزول واقعات کے سوا ایک ایک لفظ حال کے مطابق تطبیق کرنے والا ہے۔ ذرا چشم بصیرت سے غور وفکر کے ترازو میں ایقان کے اوزان سے موازنہ کر کہ توحید یا فعل کا بیان کرتے ہوئے ھوالذی سے ارشاد ہوتا ہے جو ہمارے حال یومنون بالغیب کے موافق ہے۔ بعض غیر مسلم خصوصاً آریہ اور عیسائی جہالت کی وجہ سے اعتراض کر بیٹھتے ہیں کہ ''یہ خدا کا کلام نہیں ورنہ انی یا انا کا لفظ ہوتا'' جو ذات سے اتصال رکھتا ہے اور ھو کی نسبت غیر کی طرف ہے''۔ انہیں یہ نہیں معلوم کہ کلام الملوک ملوک الکلام کے مطابق ھوالاول والاخر والظاھر والباطن کا کلام جو سراسر حال اور ہمارے حال کے مترادف ہے پر اسرار واقع ہوا ہے جب حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام مشیت ایزدی سے وادی مقدس میں قدم زن ہوئے تو ارشاد ہوا۔

انی انا ربك فاخلع نعلیك ۔

''بے شک میں ہی ہوں رب تیرا پس اتار لے جوتے اپنے''۔

چونکہ اس وقت تجلیات کا ظہور تھا اس لیے مطابق حال اور ورود ویسا ہی ارشاد فرمایا۔ غیر کا کلام ہو یا حال وکلام کفار۔ گو قرات کے لحاظ سے خواہ نماز میں ہی کیوں نہ ہو پڑھنا اور سننا ثواب بلکہ فرض ہے لیکن عمل میں از حد اختلاف ہے۔ مثلاً فرعون کی زبان سے انا ربکم الا علیٰ[۱] کلام الٰہی تو ہے لیکن عمل کے میدان میں بالحال کہنا کفر ہے اور اس کا عامل واجب القتل۔ التحیات یعنی قعدہ نماز میں ربنا اغفرلی و الوالدی[۲] دعائے قرآنی کا پڑھنا جائز اور مروج ہے لیکن جس کے والدین کا خاتمہ کفر پر ہوا ہو اسے تلاوت اور قرات کے بغیر دعا کے طور پر پڑھنا بحکم خدا ممنوع ہے اسی طرح جس آیت قرآن شریف کا شان نزول کفار کے حق میں ہوا اس پر مومنین کا عمل حرام ہے۔ اور جن آیات کے ساتھ قل جو حکم خدا کا مقتضی ہے اس پر عقیدہ یا عمل مطلق گمراہی ہے۔ لیکن یاد رہے کہ اکثر قل جیسے قل ھو اللہ احد محض سوال کفار کا تعلیما جواب ہیں۔ ان کو اسی وجہ سے وعید اور بیان

۱۔ میں تمہارا سب سے اعلیٰ رب ہوں ہے۔ ۲۔ اے ہمارے رب! مجھ اور میرے ماں باپ کو بخش۔

Marfat.com

انکار اور وعدہ عذاب کی تفصیل درج ہے جن کے لیے بات پوری ہو چکی۔ کچھ تو مثلکم کی وجہ پر بیان ہو چکے جن کو دوبارہ درج کرنا بے سود ہے۔ باقی سب کے سب ذیل ہیں تا کہ یہ اشکال پوری تکمیل کے ساتھ حل ہو جائے۔ وما توفیقی الا باللہ۳۔

تو اس علیم وخبیر نے پہلے ان کے مشوروں کی خبر دی کہ۔

واسروا النجوی الذین ظلموا ھل ھذا الا بشرٌ مثلکم ۔

''اور چھپ چھپ کر مشورہ کیا ان لوگوں نے کہ ظالم ہیں کہ نہیں یہ مگر بشر ہے مثل تمہاری''۔

پھر جواب کفار میں حضور ﷺ کو حکم ہو رہا ہے۔

قل انما ان بشر مثلم ۔

''آپ کہہ دیجئے کہ ہاں میں تمہارے ہی جیسا آدمی ہوں''۔

جو ان کے حال کے مناسب تھا۔

اب نہایت ادب سے التجا بلکہ استغاثہ ہے کہ اس سلطنت قرآن کی حکمرانی میں سیر کریں ہر بازار اور گلی کوچہ میں تجسس کر دیکھیں ہر محل اور ہر موقع میں چراغ ایمان کی روشنی سے متلاشی ہوں، ہر شجر کی ٹہنیوں اور پتوں کے رگ وریشہ سے معلوم کریں، ہر وادی میں سرگردانی کریں ہر گلستان کی ہر بہار کے پھولوں کی خوشبو سونگھیں اس میں آفتاب کے تصرفات کو دریافت کریں اس کی رات کے ماہتاب ستاروں اور سیاروں کی حرکات وسکنات کا ملاحظہ فرمائیں کہ کہیں مومنین کے شان یا ان کے جواب میں یا ان کے اعتقادات کے بناء پر ان کو مطلع کرنے کے لیے حقیقت کو عیاں کرنے کے لیے بھی ایسا بیان ہوا ہے؟ یعنی ارشاد باری تعالیٰ نے حضور ﷺ کو خطاب فرمایا کہ مومنوں سے کہہ دو جو قل جواب کفار کے مثل اور مانند ہوں؟ ایک کلمہ تو درکنار ایک حرف بھی میدان قرطاس میں کلام الٰہی سے اس قسم کا نہیں ملے گا۔

ہاں **بالمومنین رء وف الرحیم**۱ حکمت سکھانے والے حکیم **رحمۃ للعالمین**۲ مطابق **ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین**۳ معلم ومزکی مبشر ونذیر سراجاً منیر۔

نزول قرآن پاک کے مطابق مولیٰ کریم کا معاملہ کفار کے ساتھ ان کے اعتقادات اور انکار واعمال کی وجہ پر ان کے حال کے مناسب ہے، اور مومنین کے ساتھ ان کے اعتقادات اور تسلیم واعمال کی بناء پر ان کے حال کی مناسب۔ مثلاً شدید العقاب۴ کفار کے لیے ہے تو غفور رحیم۵ مومنین کے لیے۔ عملہ کے میدان میں خدا کا تصرف بالکل عیاں ہے جو فرمان تعلیماً نازل فرمائے ہیں، ملاحظہ ہوں۔

لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا (پ ۱۸، ر ۱۵)

''مت مقرر کرو پکارنا پیغمبر کا، درمیان اپنے جیسا پکارنا، تمہارے کا ہے بعضوں کو''۔

''اے اہل ایمان! خدا اور رسول سے پہلے بات نہ کیا کرو اور خدا سے ڈرتے رہو، بے شک خدا سنتا اور جانتا ہے اے اہل ایمان! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کیا کرو۔ اور جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ جو لوگ پیغمبر خدا کے سامنے دبی آواز سے بولتے ہیں خدا نے ان کے دل (ظہور) تقویٰ کے لیے آزمائے ہیں ان کے لیے بخشش اور اجر عظیم ہے۔ (سورۃ حجرات)۔ (پ ۲۶ ر ۱۳)

پھر فرماتے ہیں۔

۳۔ اور مجھ میں توفیق نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ کی مدد کے ساتھ۔

۱۔ مومنوں کے ساتھ شفقت کرنے والے مہربان ۲۔ تمام جہانوں کے لیے رحمت ۳۔ بے شک رحمت اللہ تعالیٰ کی قریب ہے نیکوکاروں سے۔

۴۔ نہایت سخت عذاب والا ۵۔ بے حد بخشش کرنے والا نہایت مہربان۔

Marfat.com

وذرنی والمکذبین اولی النعمة و مھلھم قلیلا .(پ ۲۹ ' ر ۱۳)

''اور چھوڑ دے مجھ کو اور جھٹلانے والوں صاحبوں آرام کے کو اور ڈھیل دے ان کو تھوڑی سی''۔

قل یاایھا الکافرون ۔ لا اعبد ما تعبدون ۔ (پ ۳۰ ' ر ۳۴) ۔

''کہہ اے کافرو! نہیں عبادت کرتا میں اس چیز کی کہ عبادت کرتے ہو تم''۔

دیکھئے! متذکرہ بالا آیات جو مومنین کے حق میں ہیں کافروں کے بالکل برخلاف ہیں۔ اور جو کافروں کے حق میں ہیں۔ مومنوں کے خلاف ہیں اسی طرح یہ قول جو بالکل حکم خدا کے مترادف ہے اہل ایمان کے لیے سمجھنا سراسر گمراہی ہے کیونکہ یہ محض کفار کے لیے ہے اور انہی کے مناسبت حال کے رو سے ہے۔ اور جو مومنوں کے لیے ہیں اس پر ایمان رکھنا اہل اسلام کے لیے اکسیر ہدایت اور سبیل رشد اور دونوں جہان کی کامیابی ہے۔ ورنہ باوجود مومن ہونے کے اہمیت اور ہدایت سے محرومیت کا باعث ہے۔ اور وہ اس لیے کہ جس چیز پر اعتقاد نہ ہو اس سے حصول ناممکن ہوتا ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ۔

قال یقوم ارء یتم ان کنت علی بینة من ربی واتنی رحمة من عندہ فعمیت علیکم انلز سکموھا وانتم لھا کرھون ۔ (پ ۱۲'ر ۳)

''انہوں نے کہا کہ اے میری قوم! کیا دیکھا تم نے اگر میں اپنے پروردگار کیطرف سے دلیل روشن پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے رحمت بخشی ہو جس کی حقیقت تم سے پوشیدہ رکھی گئی ہو تو کیا ہم اس کو تمہارے گلے باندھ سکتے ہیں اور تم اس سے بیزار ہو''۔

تو ان ہر دو قسم کی آیات میں جو ایک دوسری کی متعارض محسوس ہوتی ہیں' سخت اختلاف ہے۔ صاحب اعتقاد ان کو دلیل پکڑیں گے' اور نہ ماننے والے ان کو دلیل بنائیں گے لیکن اس صورت میں بموجب فرمان ایزد متعال۔

افلا یتدبرون القران ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیه اختلافا کثیرا ۔ (پ ۵' ر ۸) ۔

'بھلا یہ لوگ قرآن پاک میں غور کیوں نہیں کرتے۔ اور اگر یہ خدا کے سوا کسی اور کا کلام ہوتا تو اس میں بہت سا اختلاف پاتے''۔

وحدانیت اور کلام الٰہی میں سخت فرق لاحق ہوگا۔ جس نے نور ایمانی کے ضائع ہونے کا احتمال ہے اس لیے اس تطبیق کے سوا چارہ نہیں ہے اور دلائل کے رو سے ماننا ہی پڑے گا کہ جواب کفار منکرین کے لیے ہے اور اثبات علم مومنین کے لیے۔ تو نے نہیں دیکھا کہ کس وضاحت سے من یطع الرسول فقد اطاع اللہ فرمایا ہے۔

اس موقع پر آج کل کے عالم حجاب اکبر کے بحر میں غوطہ لگانے کے بعد ضرور کہہ دیں گے۔ ''ہمارا اور پیغمبر کا فرق صرف وحی کا ہے۔ ورنہ مثلنا میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ اور وحی پر ہمارا ایمان ہے'' معلوم ہوتا ہے کہ شاید وحی کو انہوں نے اس رقعہ یا پروانہ کی مانند سمجھ رکھا ہے جو ایک دوسرے کی طرف بھیجا جاتا ہے اور انہیں یہ نہیں معلوم کہ وحی ایک ایسی حالت ہے جس کا برگزیدہ ہستیوں کے سوا کوئی متحمل نہیں ہوسکتا۔ اگر کچھ نظر عمیق ہے تو دیکھو مولیٰ کریم ان کفار کے جواب میں کیا ارشاد فرما رہے ہیں جن کو نبوت کی ہوس تھی۔

اللہ اعلم حیث یجعل رسالته (پ ۸'ر ۲)۔ ''اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ جس جگہ رکھے رسالت اپنی کو''

یہاں ایک لفظ اظہار کے قابل ہے کہ مثلنا تو فعل اور اعتقاد کفار ہے رؤف ورحیم اس سے مومنوں کو بچائے رکھے۔ رہا یہ کہ جو کچھ نبی کریم ﷺ سے وحی کے ذریعے احکام الٰہی ہم کو پہنچیں ان پر عمل کرنا ہی من یطع الرسول فقد اطاع اللہ [1] ہے اور بس لیکن ان کنتم تحبون اللہ [2] جو اصل ایمان اور نور ایقان ہے۔ فاتبعونی [3] کے سوا محال ہے۔ گو۔

[1] جس نے فرمان برداری کی رسول ﷺ کی پس بے شک فرماں برداری کی اللہ تعالیٰ کی۔

[1] جس نے اطاعت کی رسول کی پس بے شک اطاعت کی اللہ کی۔ [2] اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو۔ [3] پیروی کرو میری۔

Marfat.com

اطاعت اور اتباع کا فرق

کے معنی ایک ہی سمجھے جاتے ہیں لیکن ان دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے اطاعت حکم کی تعمیل ہے جو بیگانگی ہے اور اتباع یگانگی حکم ماننا اور اس پر عمل کرنا اطاعت ہے۔ اور قدم بقدم چلنا مطابقت ہے بعض احکام عنایت کی رو سے حضور ﷺ پر فرض کی طرح تھے مثلاً نماز تہجد اور عام مسلمانوں پر یہ فرض نہیں کی گئی ہے لیکن اتباع کے میدان میں یہ فرض ہی کی حیثیت رکھے گی۔ جیسے نبی کریم ﷺ کی طرف حکم ہو رہا ہے۔

ثم اوحینا الیك ان اتبع ملة ابراھیم حنیفا ۔ (پ۱۴ ر۱۲۲)

''پھر وحی بھیجی ہم نے طرف تیری یہ کہ پیروی کر دین ابراہیم علیہ السلام حنیف کی''۔

تو اس میں اطاعت کی طرف اشارہ نہیں ہے بلکہ اتباع حنیف کا حکم ہے کہ جیسے یکسوئی والے اور خلیل ابراہیم علیہ السلام تھے ویسے ہی تم بھی ہو جاؤ۔ تو یہ اشارہ حال سے ہے۔ اس طرح مومنوں کو مطلع فرمایا ہے۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ۔ (پ۳ ر۱۲)

''کہہ دو میرے حبیب! اگر تم اخدا سے محبت رکھتے ہو یا رکھنا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو محبت کرے گا تم سے اللہ تعالیٰ''۔

کیونکہ جب تک اتباع نہ کرو گے کبھی محبت کو نہ پہنچ سکو گے۔ اطاعت جوارح کے فعل سے ہے اور اتباع قلب کے جذب سے۔ اور محبت کا تعلق دل ہی سے ہے۔ اسی لیے اس لفظ کو محبت کے لیے مخصوص کیا ہے اور اطاعت سے محبت تک پہنچنا دشوار ہے گو اطاعت مجاہدہ کے رو سے سبب یافت ویاب ہے لیکن حال کی علت نہیں۔ کیونکہ حال کی تقلید بغیر حال کے کسی طرح نہیں ہو سکتی۔ ہم لوگ صرف اعتقاد کی شمع اور روشنی سے اس کے فضل کی امید پر ساعی ہیں۔

محققین اہلسنت و جماعت کے نزدیک ولی کا وجود عوام کے روح کی مانند ہوتا ہے اور نبی کا وجود ولی کے روح کی مانند۔ گو اس طرح سے بطن یا روحانیت مراد ہے۔ لیکن مراتب اور حال کے لحاظ سے یہ کہہ دینا ہی موزوں ہوگا۔ کیونکہ عام مومن اس حال میں جبکہ اس کے حواس خمسہ نیند میں مستغرق ہوں اور روح بطن کی طرف متوجہ ہوتو گا ہے عینی خواب دیکھتا ہے اور ولی بیداری میں موجود کی آفت سے چھوٹا ہوا ان معنوں کو پانے والا ہوتا ہے تاہم سر اور حقیقت کی رویت کے لیے غنودگی یا استغراق لازم ہوتا ہے۔ لیکن نبی کے لیے بالکل بظاہر بیداری میں عالم حالت کی مانند یہ عبادت نمود پکڑتی ہے ولی کو بھید میں الہام سے اطلاع دی جاتی ہے اور نبی کو ظاہر وحی سے۔ کرامت ولی کے لیے ہوا کرتی ہے اور معجزہ نبی کے لیے عوام پر ظاہر کرنے کے واسطے۔ ولایت کی انتہا نبوت کی ابتدا ہوتی ہے ولی طلب میں جانے والا ہوتا ہے اور نبی مقصود کو پائے ہوئے واپس الی الخلق آنے والا ہے ولی ولایت کے اظہار سے معطل ہوتا ہے اور نبی دعوئے نبوت سے تصدیق کو پہنچنے والا۔ خواہ آج مسلمان کہلانے والے مثلنا کے حجاب میں انتہا کو پہنچ گئے ہوں۔ مراتب اور مدارج میں زمین مسلمان کا فرق ہے۔ ایک کے گناہ دوسرے کے ثواب ہیں۔ بلکہ ہم کو تو نبیوں اور رسولوں کے گناہ بھی نصیب نہیں ہیں۔ مثلاً حضرت یونس علیہ السلام سے جو قصور سرزد ہوا وہ محض غیرت اسلام اور کفر سے بیزاری تھا۔ لیکن عتاب میں گرفتار ہوئے اور فرمایا کہ اگر یونس معافی نہ مانگتے اور اپنے رب کی تسبیح نہ کرتے تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ ہی میں ٹھہرے رہتے۔ لیکن ادھر اگر آج کسی کو وہ غیرت نصیب ہو تو بلاشبہ ولی اللہ ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے۔ کہ۔

''ابرار کی نیکیاں مقربین کی برائیاں ہیں اور مقربین کی نیکیاں عاشقین کی برائیاں ہیں اور عاشقین کی نیکیاں واصلین کی برائیاں ہیں''۔

عوام کے نزدیک یہ عجیب بات ہے کیونکہ گناہ اور ثواب دو متضاد فعل ہیں تو پھر ایک کے گناہ دوسرے کے لیے ثواب کس طرح ہو سکتے ہیں؟

اے عزیز! خداوند کریم تجھے نیک سمجھ عطا فرمائے اور تیرے علم کو زیادہ کرے' یہ گناہ ثواب حال کے تغیر سے ہے فعل کے صادر ہونے سے نہیں ہے جب واصل کا کسی خطا کے باعث تنزل ہوتا ہے تو وہ اپنے مقام وصل یعنی اس حال سے جس میں اسے مشاہدہ اور لقاء سے اطمینان تھا گرایا جاتا

Marfat.com

ہے تو وہ وصل کے لیے درد فرقت میں بے قرار ہوتا ہے اور عاشق اپنے مقام درد اور محبت میں خوش ہوتا ہے تو گویا واصل کا حال تنزل کی صورت میں عاشق کی مانند ہوتا ہے اور عاشق جب کسی وجہ سے اپنے مقام سے گرتا ہے تو مقام سے گرتا ہے تو مقرب کے مقام میں آتا ہے اور اس عشق و محبت کے لیے بے قرار ہوتا ہے جو اسے حاصل تھا۔ اور مقرب گاہے درد و الفت کی ہوا سے لینت قلب سرور پاتا اور خوش ہوتا ہے اس طرح مقرب کسی غفلت سے چار و نا چار ابرار ہوتا ہے۔

تو جب بندگان خدا اور مردان الہ کے حال کے علم سے ہماری عقلیں عاجز ہیں تو نبیوں اور مرسلوں کی نسبت جانیں یا کہیں وہ خود ہم آپ ہی ہوں گے ان کے حال سے تو کسی ولی کو بھی حصہ نہیں ہے مگر بہت کم۔ اور عوام تو اس میں از حد عاجز ہیں اور یہی باعث انکار ہے۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب انسان کسی چیز کی حقیقت سے عارف اور شناسا نہ ہو سکے تو وہ اس سے انکار کر دیتا ہے۔ مطابق فرمان:

بل کذبو بما لم یحیطوا بعلمه و نما یا تهم تا ویله (پ۱۱ر۹)

''حقیقت یہ ہے کہ جس چیز کے علم پر قابو نہ پا سکے اس کو (نادانی سے) جھٹلا دیا اور ابھی اس کی حقیقت ان تک آئی ہی نہیں''۔

اور سورہ مومنوں میں فرمایا:

ام لم یعرفوا رسولهم فهم له منکرون (پ۱۸، ر ۴)

یا نہیں پہچانا انہوں نے رسول اپنے کو پس وہ واسطے اس کے انکار کرنے والے ہیں۔

لغت میں منکر کے معنی ناشناس کے بھی ہیں۔ دیکھو سورہ یوسف میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وجاء اخوة یوسف قد خلو ا علیه فعرفهم و هم له منکرون (پ۱۳، ر ۲)۔

اور آئے بھائی یوسف کے پس داخل ہوئے پاس اس کے تو یوسف نے ان کو پہچان لیا اور وہ ان کو نہ پہچان سکے۔

تو یہاں منکرین کے معنی ناشناس کے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کے لئے باوجود تسلیم کر لینے کے یہ انکار باعث جہالت ابدی اور مقصود سے نامرادی اور حقیقت سے اعمیت ہے، کیونکہ یہ سوء اعتقادی ہے۔ جب بنیاد ہی حقیقت کے خلاف ہو تو عمارت کی استقامت حق پر محال ہے۔ اور اس محل میں لقائے الٰہی اور سیر الی اللہ کا مشاہدہ ناممکن۔ اس واسطے کے جس چیز پر یقین ہی نہ ہو اس کے لئے سعی کے قدم کٹ جاتے ہیں۔ تو پھر سب اعمال اور اجر الٹے ہو جاتے ہیں۔ جن مسلمانوں کو مولیٰ کریم نے اپنے فضل و کرم سے اس گمراہی کے گڑھے سے بچا لیا ہے، گو وہ حقیقت تک نہ ہی پہنچ سکیں تا ہم صراط المستقیم پر حسن اعتقاد کے سہارے چل رہے ہیں۔ اور بخشش و نعمت کے مستحق ہیں۔ لیکن جو سوء اعتقادی کے دریا میں غرق ہو رہے ہیں، کنارہ نجات ان کے لئے عنقا ہو گیا ہے۔ **نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا**

''پناہ پکڑتے ہیں ہم ساتھ اللہ تعالیٰ کے نفسوں کی برائیوں سے اور اپنے برے عملوں سے''۔

تو افسوس ہے ان مسلمانوں پر جو نبی اکرم ﷺ کو اپنی مثل خیال کرتے ہیں اور ہر آیت رشد کو ظاہری اسباب پر ہی جانچ رہے ہیں۔ گویا وہ دین کی حقیقت اور نور ایمانی کو ظلمات کے حجابات میں مستور کر رہے ہیں۔ تو حسرت سے کہنا ہی پڑے گا کہ پھر ان کفار میں جن کے حق میں حق کا ارشاد ہو رہا ہے۔

و منهم من ینظر الیك افانت تهدی العمی و نو کانو لا یبصرون (پ۱۱، ر ۱۰)

''اور بعض ان میں سے ایسے ہیں کہ تمہاری طرف دیکھتے ہیں تو کیا تم ایسے اندھوں کو رستہ دکھاؤ گے اگر چہ کچھ بھی نہ دیکھتے ہوں۔

اور ان مسلمانوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

یہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا وجود باجود نور ہدایت ہے اور حضور کی طرف دیکھنا ہی سبیل رشد ہے۔ لیکن بظاہر صورت جو ایک دوسرے کے مثل ہے اس کی نفی فرمائی ہے کہ ''میرے حبیب! آپ خیال کرتے ہیں کہ یہ آپ کی طرف دیکھتے ہیں لیکن حقیقت میں یہ کچھ بھی نہیں

Marfat.com

دیکھتے۔ تو کیا ایسے اندھوں کو جن کی نظریں آپ کے ظاہر ہی پر رہ گئیں اور حقیقت ناشناس ہیں، راستہ دکھائیں گے؟ جس حال میں کہ وہ کچھ بھی نہ دیکھتے ہوں''۔ تو وہ نور جو بشریت کے لباس میں مستور تھے، وہ ہدایت جو حضور ﷺ کے پہلو میں پوشیدہ تھی، وہ کیفیت جو گوشہ چشم حبیب خدا سے ہویدا تھی، وہ شمع جو دونوں جہان کی روشنی کا موجب ہے اس سے اندھے رہ کر گمراہ ہوئے تو بظاہر دیکھنا ان کے لئے بجائے نفع کے نقصان کا باعث ہوا۔ تو آج مدعیان اسلام بھی اس حقیقت نور و ہدایت سے ناشناس اور منکر ہو رہے ہیں۔ اور تعجب یہ ہے کہ اس پر مصر ہیں۔ تو گویا جہالت کو علم، تاریکی کو روشنی اور گمراہی کو راستہ سمجھ رہے ہیں۔ ورنہ زمانہ کے صدیق اکبر، حقیقت سے ماہر، معنوں کو پائے ہوئے، صحابہ میں سے برگزیدہ نے کیا ہی حق فرمایا ہے۔

حبب الی من الدنیا ثلث النظر الی وجه رسول الله و انفاق مالی علی رسول الله و ان تکون ابنتی تحت رسول الله (منبہات ابن حجر)۔

''پسند ہیں مجھ کو دنیا کی تین چیزیں۔ ۱- دیکھنا طرف منہ رسول اللہ کے، ۲- خرچ کرنا اپنے مال کو رسول اللہ پر اور ۳- میری بیٹی بی بی رہے رسول اللہ ﷺ کی''۔

قرآن حکیم میں فکر و تدبر سے دیکھیں تو افانت تھدی العمی[۱] کا مفاد اس بات پر دال ہے کہ اس شخص کو جو دل کی آنکھ سے نبی کریم ﷺ کو نہیں دیکھتا وہ ہدایت سے اندھا اور محروم ہے۔ گو دعوت عام اور ہدایت خاص ہے۔ جس میں ارادہ حضور ﷺ کو خاص حصہ ہے لیکن اس بدبخت کے لئے جس نے اپنے باطن کی آنکھ کو کج فہمی اور سوء اعتقادی سے اندھا رکھا نفی فرمائی ہے کہ ''تم کس طرح ہدایت دے سکتے ہو اس بے نصیب کو جو آپ کے باوجود نظر کرنے کے نہیں دیکھتا۔ لیکن جنہوں نے دیکھا اور اس نور کو پایا ہے، خوب جانتے ہیں۔ بلکہ یاب کے دامن کو حسرت کے ہاتھوں سے جھاڑتے ہوئے حضرت ابوالحسن خرقانی قدس سرہ قطب زماں فرماتے ہیں کہ ''تین چیزوں کی کنہ کو میں نہیں پہنچ سکا۔ ۱- معرفت الٰہی ۲- نبی کریم ﷺ کے درجات اور ۳- نفس کی شرارت

در حریم سر تعظیم تو کس را راہ نیست   وز کمال احتشامش ہیچ کس آگاہ نیست

اور یہ اس طرح ہے جیسے فرمان رسول ﷺ ہے کہ ما عبد ناك حق عبادتك و ماعرفناك حق معرفتك[۲] لیکن یہ معرفت اور عبادت کی دلیل ہے کیونکہ حق عبادتك اور حق معرفتك کے الفاظ سے عرف اور اس کی حقیقت سے علم ثابت ہوتا ہے اور یہ عبادت کے دوام اور کنہ سے ہے، جہالت میں سے نہیں ہے۔

(کتاب الانسان فی القرآن کا بیان ختم ہوا)

---

۱ ......کیا پس تو اندھے کو راستہ دکھاتا ہے؟

۲ ......نہیں عبادت کی ہم نے تیری حق عبادت تیری کا اور نہیں پہچانا ہم نے تجھ کو حق پہچاننے تیرے کا۔

Marfat.com

باب نمبر ۱۸

(مواہب اللدنیہ جلد دوئم ص ۵۴۸ تا ۵۵۱ بیان کیا جاتا ہے)

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کا ذکر کس طرح بلند کیا؟:

ابن جریر نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث سے نقل کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا حضرت جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور انہوں ؑ نے کہا بے شک میرا اور آپ کا ربّ فرماتا ہے کیا آپ جانتے ہیں کہ میں نے آپ کے ذکر کو کیسے بلند کیا؟ میں نے کہا اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اذا ذکرت ذکرت معی ۔

''جب میرا ذکر ہوگا تو میرے ساتھ آپ کا بھی ذکر ہوگا''۔

(موارد الظمآن رقم الحدیث ۱۷۷۲۔ مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۵۴ تفسیر طبری ج ۳۰ ص ۱۵۱ تفسیر ابن کثیر ج ۸ ص ۴۵۲)

اس حدیث کو امام طبرانی نے ذکر کیا اور ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا۔

ہم نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا وہ فرماتے ہیں ہمیں ابن عیینہ نے حضرت ابن ابی نجیح سے (روایت کرتے ہوئے خبر دی کہ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کے ذکر کے بغیر میرا ذکر نہیں ہوگا۔ اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا رسول الله ۔

امام شافعی فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے لیکن اس سے مراد اللہ تعالیٰ پر ایمان کے وقت اور اذان کے وقت آپ کا ذکر مراد ہے وہ فرماتے ہیں یہ بھی احتمال ہے کہ تلاوت قرآن کے وقت اور نیکی کرتے اور برائی سے بچتے وقت آپ کا ذکر مراد ہو (یعنی اس کے دل میں خیال ہوتا ہے کہ میں حضور ﷺ کی تبلیغ کی وجہ سے ایسا کرتا ہوں)۔

ایک قول یہ ہے کہ نبوت کے ذریعے آپ کے ذکر کو بلند کیا گیا یہ بات یحییٰ بن آدم نے کہی ہے۔

حضرت ابن عطا فرماتے ہیں (اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا) میں نے آپ کو اپنے ذکر میں سے قرار دیا پس جو آپ کا ذکر کرے گا اس نے میرا ذکر کیا۔

ان ہی سے مروی ہے کہ میں نے آپ کے ساتھ اپنے ذکر کو تکمیل ایمان قرار دیا (یعنی میرا اور آپ کا (دونوں کا) ذکر ہوگا تو ایمان مکمل ہو گا)۔

حضرت امام جعفر بن محمد صادق رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کوئی شخص رسالت کے ساتھ آپ کا ذکر نہیں کرے گا مگر اس نے ربوبیت کے ساتھ آپ کا ذکر کیا۔

امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس سے بڑی بلندی کیا ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کلمہ شہادت میں آپ کے اسم گرامی کو اپنے اسم مبارک کے ساتھ ملایا اور آپ کی اطاعت کو اپنی فرمانبرداری قرار دیا قرآن مجید کی یہ آیت اس طرف اشارہ کرتی ہے ارشاد خداوندی ہے:

من یطع الرسول فقد اطاع الله ۔

''جس نے رسول اللہ ﷺ کا حکم مانا اس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی''۔

Marfat.com

اور فرمایا: واللہ و رسولہ احق ان یرضوہ ۔
''اللہ اور اس کا رسول اس بات کا زیادہ حق رکھتے ہیں کہ یہ لوگ ان کو راضی کریں''۔
اور فرمایا: ومن یطع اللہ و رسولہ ۔
''اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کا حکم مانے''۔
نیز فرمایا: و اطیعو اللہ و الرسول ۔
''اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا حکم مانو''۔
حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت میں آپ کے ذکر کو بلند کیا پس کوئی خطیب اور تشہد پڑھنے والا نیز کوئی نمازی نہیں مگر وہ کہتا ہے۔
''اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ'' تو شہادت اور تشہد دونوں میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضور ﷺ کا بھی ذکر ہے اور وہ قرآن مجید میں خطبات میں اور اذان میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ حضور ﷺ کے ذکر کا بھی اقرار کرتے ہیں اور قیامت کے دن آپ کے نام کے ساتھ اذان دی جائے گی۔
ابو نعیم نے ''الحلیہ میں'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا نقل کیا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان میں اترے تو ان کو اجنبیت محسوس ہوئی پس حضرت جبریل علیہ السلام نے اتر کر یوں اذان دی۔
اللہ اکبر (دو مرتبہ) اشھد ان لا الہ الا اللہ (دومرتبہ) واشھد ان محمدا رسول اللہ ۔
نبی اکرم ﷺ کا اسم مبارک عرش اور تمام آسمانوں پر لکھا گیا نیز جنتوں اور جو کچھ ان میں سے ہے سب پر لکھا گیا۔
حضرت بزار رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعا نقل کیا (کہ حضور ﷺ نے فرمایا) جب مجھے آسمان کی طرف لے جایا گیا تو میں جس آسمان سے گزرا وہاں اپنا نام (یوں) لکھا ہوا پایا ''محمد رسول اللہ'' ''الحلیہ میں'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعا مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں کوئی ایسا درخت نہیں جس پر پتہ ہو مگر اس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے۔ طبرانی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث نقل کی ہے۔ جس میں ہے کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کی انگوٹھی پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ حافظ ابن رجب (ابو الفرج عبد الرحمن بن احمد بن رجب حافظ الحدیث ہیں۔ متوفی ۷۹۵ھ) (الاعلام ج ۳ ص ۲۹۵، شذرات الذہب ج ۶ ص ۳۳۹، الدرر الکامنہ ج ۲ ص ۳۲۱) نے ''احکام الخواتیم'' کتاب میں اسے ابو علی الخالدی کی جزء کی طرف منسوب کیا اور کہا کہ یہ موضوع ہے۔
اللہ تعالیٰ نے آپ کے اسم گرامی کو اپنے اسم سے مشتق کیا ہے جیسا کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

وشق من اسمہ لیجلہ　　فذو العرش محمود و ھذا محمد

''اللہ تعالیٰ نے آپ کے اسم مبارک کو اپنے نام سے مشتق کیا تا کہ اسے روشن کرے پس عرش والا محمود ہے اور یہ محمد ہیں''۔
اور اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء حسنیٰ میں سے ستر اسماء کے مطابق نبی اکرم ﷺ کا نام رکھا جیسا کہ آپ کے اسماء مبارکہ کے ذکر میں بیان ہو چکا ہے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے سامنے آپ پر درود شریف پڑھا اور مومنوں کو بھی درود شریف پڑھنے کا حکم دیا۔ ارشاد خداوندی ہے۔
ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین امنو صلوا علیہ وسلموا تسلیما ۔(الاحزاب ۵۶)
''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجو''۔
تو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو خبر دی کہ آسمانوں میں اس کے نبی کی کیا قدر و منزلت ہے کہ مقرب فرشتوں کے سامنے آپ کی تعریف

Marfat.com

کی جاتی ہے اور فرشتے بھی آپ پر درود پڑھتے ہیں۔ پھر زمین والوں کو آپ پر درود شریف اور سلام پڑھنے کا حکم دیا پس آسمانوں اور زمین والوں (دونوں) کی طرف سے آپ کی تعریف جمع ہوگئی۔

اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس وقت نبی لکھا جب حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے آپ پر نبوت و رسالت کا اختتام فرمایا اور آپ کے مبارک ذکر کا پہلوں اور پچھلوں میں اعلان فرمایا۔

اور آپ کے عالی شان مرتبہ کو اس وقت بلند کیا جب تمام انبیاء کرام سے وعدہ لیا اور آپ کے ذکر کو رسائل کے آغاز و اختتام میں رکھا اور اس ذکر کے ذریعے منبروں پر فصیح و بلیغ خطباء کو شرف بخشا نیز آپ کے ذکر کے ساتھ قلم اور دوات والوں کو زینت عطا فرمائی آپ کے ذکر کو مشرق و مغرب اور خشکی اور تری میں پھیلایا حتیٰ کہ آسمانوں میں اور مقام مستویٰ میں اور جہاں تقدیر لکھنے والی قلموں کی آواز آتی ہے عرش و کرسی، تمام مقرب فرشتوں میں جو آسمانوں میں ہیں یا زمین پر سب میں آپ کے ذکر کو جاری کیا۔

مومنوں کے دلوں میں آپ کی یاد کو اس طرح رکھا کہ وہ آپ کے ذکر سے لذت پاتے ہیں اور ان کی ارواح کو راحت حاصل ہوتی ہے اور بعض اوقات آپ کے اسم گرامی کو سن کر ان کے جسم مضطرب ہو جاتے ہیں کہا گیا۔

واذ کر تکم امیل کاننی — من طیب ذکر کم سقیست الراحا

''اور جب میں تمہارا ذکر کرتا ہوں تو جھومنے لگتا ہوں گویا میں تمہاری ذکر کی شراب پلایا گیا ہوں''

گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں آپ کی پیروی کرنے والوں سے تمام کائنات کو بھر دوں گا سب لوگ آپ کی تعریف کریں گے آپ پر درود شریف پڑھیں گے اور آپ کی سنت کی حفاظت کریں گے بلکہ ہر فرض نماز کے ساتھ سنت نماز بھی ہے پس وہ فرض کی ادائیگی میں میرے حکم کی اور سنت پڑھتے ہوئے آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔

میں نے اپنی اطاعت کو آپ کی اطاعت اور اپنی بیعت کو آپ کی بیعت قرار دیا پس قراء آپ کے منشور کے الفاظ کی حفاظت کرتے ہیں' مفسرین آپ کے فرقان مجید کے معانی کی تفسیر کرتے ہیں واعظین آپ کے فصیح و بلیغ وعظ کو پہنچاتے ہیں۔ بادشاہ اور سلاطین آپ کی خدمت میں کھڑے دروازے کے باہر سے آپ کو سلام پیش کرتے ہیں اور آپ کے روضہ کی خاک پاک اپنے چہروں پر ملتے ہیں۔ نیز آپ ﷺ کی شفاعت کی امید رکھتے ہیں پس آپ کا شرف ہمیشہ ہمیشہ باقی رہے گا اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

ما انزلنا علیك القران لتشقیٰ:

ارشاد خداوندی ہے: طٰہٰ ما انزلنا علیك القرآن لتشقیٰ ○

ہم نے آپ پر قرآن مجید اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں۔ (طٰہٰ ۱-۲)

جان لو کہ طٰہٰ کے بارے میں مفسرین کے دو قول ہیں ایک یہ کہ یہ حروف تہجی میں سے ہے اور دوسرا یہ کہ کلمہ مفید ہے پہلی صورت میں کہا گیا کہ اس کا معنیٰ ''اے امت کے لئے سفارش کی امید رکھنے والے'' ہے نیز یہ معنیٰ ہے ''اے ملت اسلامیہ کی طرف مخلوق کو بلانے والے''۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ حساب کے اعتبار سے طاء کے نو اور ہاء کے پانچ عدد ہیں پس یہ چودہ عدد ہوئے اور اس کا معنیٰ ہے اے چودھویں کے چاند!

لیکن ان اقوال پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا ہے جیسا کہ محققین نے کہا کہ یہ عجیب تفسیر ہے واسطی نے بھی اسی طرح کہا جسے قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ''الشفاء میں'' نقل کیا کہ اس سے مراد اے طاہر اے ہادی! ہے اور جو لوگ اسے کلمہ مفیدہ کہتے ہیں تو اس میں دو وجہ ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس کا معنیٰ ''یا رجل'' (اے مرد ہے)۔

حضرت ابن عباس، حضرت حسن، حضرت مجاہد، حضرت سعید بن جبیر، حضرت قتادہ اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہم سے اسی طرح مروی ہے حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں یہ نبطی زبان کا لفظ ہے حضرت قتادہ اسے سریانی زبان کا لفظ قرار دیتے ہیں حضرت عکرمہ کے نزدیک حبشی زبان کا

Marfat.com

لفظ ہے۔

امام بیضاوی فرماتے ہیں اگر اس کا معنیٰ ''یارجل'' صحیح ہو تو شاید اس کی اصل ''یاھذا'' ہو پس انہوں نے اس کو بدل کر مختصر کر دیا ہو۔
کلبی نے کہ اگر تم عک بن عدنان کی اولاد کی زبان میں ''یارجل'' کہو تو وہ اسے پسند نہیں کرتے حتیٰ کہ تم طٰہٰ کہو۔ سدی نے کہا طٰہٰ کا معنی ہے ''اے فلاں''۔

زمخشری نے کہا شاید ''عک'' قوم نے ''یاھذا'' میں تصرف کر کے طٰہٰ بنا دیا گویا وہ اپنی لغت میں یاء کو طاء سے بدلتے ہیں پس انہوں نے کہا ''یا طاء'' پھر اسے مختصر کر کے ''ھاء'' پر اکتفاء اور صیغہ کا اثر ظاہر ہے اس شعر میں مخفی نہیں جس کو دلیل بنایا گیا۔

ان الفاهة طه فی خلاتقکم لا قدس الله اخلاق الملاعين

''اے شخص! بیوقوفی تمہاری فطرت میں پائی جاتی ہے اللہ تعالیٰ مردود لوگوں کے اخلاق پاک نہ کرے (یہاں طٰہٰ کا معنیٰ ''یارجل'' ہے)''۔

(ابوحیان نے اپنی تفسیر) البحر میں فرمایا کہ یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ ''عک'' (قوم) کی لغت میں طٰہٰ ''یارجل'' کے معنی میں ہے پھر ان پر انہوں نے ''یا'' کو طا سے بدلا اور عربی زبان میں یاء ندائی کو طاء سے نہیں بدلا جاتا اسی طرح ندا میں اسم اشارہ کو حذف کیا اور کہا گیا کہ اس کا معنیٰ ''یا انسان'' ہے۔

طٰہٰ ہاء ساکن کے ساتھ بھی پڑھا گیا نبی اکرم ﷺ کو حکم دیا گیا کہ زمین کو اپنے مبارک قدموں سے روندیں (وطاء یطاء سے امر کا صیغہ ہے)۔

ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ تہجد میں ایک پاؤں پر کھڑا ہوئے تو آپ کو حکم دیا گیا کہ دونوں پاؤں زمین پر اکٹھے رکھیں اصل میں طاء تھا پھر ہمزہ کو ''ہاء'' سے بدل دیا گیا جیسے ''ایاک'' کو ''ھیاک'' پڑھتے ہیں۔

Marfat.com

معجزات کا بیان[1]

(مواہب اللدنیہ جلد دوئم کا ص ۲۵۲ تا ۲۷۳ نقل کیا جاتا ہے)

معجزہ کی تعریف اور شرائط:

اے محبّ نبی کریم ورسول عظیم ﷺ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور تجھے بھی رسول اللہ ﷺ کی سنت کے راستوں پر چلائے اور اپنی رحمت اور احسان کے ساتھ ہمیں رسول اکرم ﷺ کی محبت پر دنیا سے لے جائے۔

معجزہ ایک ایسا خلاف عادت کام ہوتا ہے جس کے ساتھ چیلنج متصل ہوتا ہے اور یہ انبیاء کرام علیہم السلام کی صداقت پر دلالت کرتا ہے۔

اسے معجزہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ انسان اس کی مثل لانے سے عاجز ہوتا ہے پس اس کے لئے چند شرائط ہیں۔

۱- یہ کام عام عادت کے خلاف ہو جس طرح چاند کا پھٹ جانا، انگلیوں کے درمیان سے پانی کا جاری ہو جانا، عصا کا سانپ بن جانا، چٹان سے اونٹنی کا نکلنا اور پہاڑ کا گر جانا۔

پس یہ کام عام عرف وعادت کے خلاف ظاہر ہو جس طرح ہر دن سورج نکلتا ہے۔

۲- معجزہ کے ساتھ تحدی (چیلنج) ملا ہوا ہو یعنی منکرین کو مقابلے کا چیلنج کیا جائے۔

جوہری نے کہا جب تم کسی کو کسی فعل کا چیلنج کرو اور غلبہ کے لئے اس سے جھگڑا کرو تو تم کہو گے تحدیت فلانا ''میں نے فلاں کو تحدی'' کی یعنی چیلنج کیا۔ قاموس میں بھی اسی طرح ہے۔

الاساس میں ہے حدا یحدو وھو حادی الابل اور احتدی بھا حدا جب اونٹ کے ساتھ گاتا ہے تو اس وقت یہ الفاظ کہے جاتے ہیں۔

اور جب اپنے ہمعصر لوگوں سے جھگڑا کر کے غلبہ پانے کی کوشش کرے تو کہا جاتا ہے ''تحدی'' (چیلنج کیا)

اس کی اصل ''الحداء'' ہے جس میں دو حدی خوان (اونٹوں کے ساتھ گانے والے) ایک دوسرے سے مقابلے کرتے ہیں تو ہر ایک دوسرے کو چیلنج کرتا ہے یعنی اس کو حدی خوانی کی دعوت دیتا ہے (تو باب تفعل باب استفعال کی جگہ استعمال ہوا) جس طرح استوفاہ کی جگہ توفاہ استعمال ہوتا ہے یعنی طلب وفا کرنا۔

بعض قابل اعتماد حواشی میں ہے کہ ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے وقت ایک حدی خوان اونٹوں کی قطار کی دائیں جانب کھڑا ہوتا اور دوسرا بائیں جانب اور وہ ''یستحد'' یہ اس سے حدی خوانی کا مطالبہ کرتا۔ پھر اس کے معنیٰ میں وسعت آئی حتیٰ کہ ہر مقابلہ بازی میں استعمال ہونے لگا۔

محققین کہتے ہیں تحدی رسالت کے دعویٰ کو کہا جاتا ہے۔

۳- معجزہ کی تیسری شرط یہ ہے کہ چیلنج کرنے والا جو کچھ لایا ہے کوئی دوسرا اس کے مقابلے میں اس معجزہ کی مثل نہ لا سکے اس بات کو بعض نے یوں تعبیر کیا ہے کہ رسالت کے دعویٰ میں معارضہ کا خوف نہیں ہوتا۔

اور مقابلہ نہ کرنے کے سلسلے میں یہ بہترین تعبیر ہے کیونکہ عدم معارضہ سے اس کا رک جانا لازم نہیں آتا لہٰذا شرط یہ ہے کہ وہ ممکن ہی نہ ہو۔

---

[1] دلائل النبوۃ ج ا ص ۱۰، البدایۃ والنہایہ ج ۲ ص ۲۷

Marfat.com

اور تحدی (چیلنج) کی قید سے جو چیز نکل گئی جو نبی کے چیلنج کے بغیر ہوا اور وہ ولی کی کرامت ہے۔

اسی طرح دعویٰ نبوت کے ساتھ ملے ہونے کی قید سے وہ امور جو چیلنج سے پہلے خلاف عادت ظاہر ہوئے وہ بھی نکل گئے جیسے نبی اکرم ﷺ پر بادلوں کا سایہ کرنا اور سینہ مبارک کا چاک ہونا اعلان رسالت سے پہلے ظاہر ہوئے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پنگھوڑے میں گفتگو کرنا اور اس طرح کی دوسری باتیں جو عادت کے خلاف ہیں لیکن اعلان رسالت سے پہلے ظاہر ہوئیں یہ معجزات نہیں بلکہ کرامات ہیں ان کا اولیاء کرام سے ظہور جائز ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام اعلان نبوت سے پہلے اولیاء کرام سے کم درجہ میں نہیں ہوتے لہٰذا ان سے ان باتوں کا ظہور بھی جائز ہے اس وقت ان امور کو ارہاص یعنی نبوت کی بنیاد کہتے ہیں جس طرح علامہ سید جرجانی نے شرح مواقف میں اور دوسرے حضرات نے بھی ذکر کیا۔ جمہور ائمہ اصول کا یہی مذہب ہے۔

اعلان نبوت سے معجزے کے اتصال کی قید سے وہ خلاف عادت کام بھی نکل گیا جو چیلنج کے بعد ہوا اور وہ اسے عرفی اتصال سے نکال دے۔

جس طرح مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد بعض فوت شدہ لوگوں نے کلمہ شہادت پڑھا اور اس طرح کے دوسرے واقعات جو متواتر روایات سے ثابت ہیں۔

معارضہ سے امن کی قید سے وہ جادو خارج ہو گیا جو چیلنج سے ملا ہوا ہو کیونکہ اس کا مقابلہ اس کی مثل کے ساتھ ممکن ہے یعنی جس کی طرف ان کو بھیجا گیا۔

اس بات میں اختلاف ہے کہ کیا جادو کسی چیز کو اور طبیعتوں کو بدل دیتا ہے؟ تو بعض لوگ اس کے قائل ہیں حتیٰ کہ انہوں نے اس بات کو جائز قرار دیا کہ جادوگر انسان کو گدھے میں بدل دے۔

لیکن دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ کوئی شخص کسی عین چیز کو یا طبیعت کو بدلنے پر قادر نہیں البتہ اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کے لئے ایسا کرتا ہے کوئی جادوگر یا نیک آدمی کسی چیز کو بدل نہیں سکتا وہ کہتے ہیں اگر ہم جادوگر کے لئے وہ عمل جائز قرار دیں جو نبی کے لئے جائز ہے تو تمہارے نزدیک ان دونوں میں کیا فرق ہو گا؟

اگر تم قاضی ابوبکر باقلانی کے قول کی طرف مجبور ہو جاؤ جو انہوں نے نبی اور جادوگر کے درمیان فرق کے ضمن میں کہا کہ "صرف تحدی" یعنی چیلنج کے ذریعے فرق ہو گا تو یہ کئی وجہ سے باطل ہے پہلے بات یہ کہ تحدیٰ (چیلنج) کی شرط ایسا قول ہے جس پر قرآن وسنت سے بھی قول دلیل نہیں خود قائل کی طرف سے بھی دلیل نہیں دی گئی اور اجماع بھی نہیں اور جو قول دلیل سے خالی ہو وہ باطل ہوتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے اکثر معجزات چیلنج کے بغیر ہوئے تھے جس طرح کنکریوں کا بولنا، پانی کا (انگلیوں سے) نکلنا، خشک تنے کا بولنا، ایک صاع (چار کلو) سے دو سو آدمیوں کو کھلا دینا، آنکھوں میں لعاب لگانا بکری کے بازوؤں کا بولنا، اونٹ کا شکایت کرنا اور اس طرح کھانے سے متعلق تمام معجزات۔

اور شاید آپ نے قرآن مجید اور تمنائے موت کے علاوہ کسی بات کے ساتھ چیلنج نہیں کیا۔

علماء کرام فرماتے ہیں اس قول پر افسوس ہے جس کے ذریعے دو نشانیاں معجزہ کہلا سکتی ہیں اور باقی معجزات جو ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی طرح ہیں ان کو چھوڑنا پڑے گا اور جس نے کہا کہ یہ امور معجزات یا نشانیاں نہیں ہیں وہ بدعت کے مقابلے میں کفر کے زیادہ قریب ہے۔

علماء کرام فرماتے ہیں جب بھی ان میں سے کوئی نشانی آتی آپ فرماتے۔

اشهد انی رسول الله

میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔

جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے اس شخص کے بارے میں خبر دی جو مشرکین میں زخمی ہوا پھر اس نے اس مسلمان کی موجودگی میں خودکشی کر

Marfat.com

لی جو اس کے پیچھے گیا تھا جب صحابہ کرام کے سامنے آپ کی اس خبر کی صداقت واضح ہوئی تو انہوں نے یہی شہادت دی کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

تیسری وجہ: چیلنج کی شرط اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی کے خلاف ہے۔

واقسمو باللہ جهدا ایمانهم لئن جآء تهم اية ليؤمنن بها قل انما الايات عند الله وما يشعر كم انها اذا جآء ت لا يومنون .(الانعام .۱۰۹)

''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی اپنی قسموں میں خوب کوشش کرتے ہوئے کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آئے تو وہ اس پر ضرور ایمان لائیں گے آپ فرما دیجئے نشانیاں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اور تمہیں کیا معلوم کہ جب وہ نشانیاں آ جائیں تو وہ ایمان نہ لائیں؟''

اور ارشاد خداوندی ہے۔

وما منعنا ان ترسل بالايات الا ان كذب بها الاولون (الاسراء ۵۹)

''اور ہمیں آیات بھیجنے سے کس چیز نے روکا مگر یہ کہ پہلے لوگوں نے ان کو جھٹلایا''۔

تو اللہ تعالیٰ نے ان معجزات کو جو انبیاء کرام علیہم السلام سے مطلوب تھے آیات کا نام دیا لیکن ان میں چیلنج وغیرہ کی شرط نہیں رکھی۔ تو صحیح بات یہ ہے کہ چیلنج کی شرط محض باطل ہے۔

اس کا جواب دیا گیا کہ چیلنج کے ملے ہونے کے لئے شرط نہیں کہ اس کی مثل لایا جائے جو چیلنج (اور تحدی) کا حقیقی معنی ہے بلکہ چیلنج کے لئے صرف رسالت کا دعویٰ کافی ہے۔ واللہ اعلم۔

۴- معجزہ کی چوتھی شرط یہ ہے کہ چیلنج کرنے والے کے دعویٰ کے مطابق واضح ہو۔ اگر رسالت کا مدعی کہے کہ میری نبوت کی نشانی یہ ہے کہ میرا ہاتھ کلام کرے گا یا یہ جانور بولے گا پس اس کا ہاتھ یا جانور اس کو جھٹلانے کے ساتھ کلام کرے اور کہے اس نے جھوٹ بولا ہے اور یہ نبی نہیں ہے تو یہ کلام جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اس مدعی کے جھوٹ پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو کلام جاری کیا وہ اسکے دعویٰ کے موافق نہیں ہے جس طرح مروی ہے کہ مسیلمہ کذاب (اللہ تعالیٰ اس پر لعنت بھیجے) نے کنویں میں تھوک ڈالا کہ اس کا پانی زیادہ ہو جائے تو وہ پانی نیچے اتر گیا اور کنویں کا پانی چلا گیا۔

تو جب ان شرائط میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو معجزہ نہیں ہوگا۔

یہ نہ کہا جائے کہ جو کچھ تم نے کہا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جس میں معجزات کی یہ چار شرائط پائی جائیں وہ کام صرف سچے لوگوں کے ہاتھوں پر ظاہر ہو سکتا ہے کیونکہ مسیح دجال کے ہاتھوں پر بڑی بڑی نشانیاں ظاہر ہوں گی جو مشہور ہیں اور احادیث صحیحہ میں (ان کا ذکر) آیا ہے کیونکہ جو کچھ ذکر کیا گیا وہ اس کے بارے میں ہے جو رسالت کا دعویٰ کرے اور یہ اس کے بارے میں ہے جو ربوبیت کا دعویٰ کرے۔

اور اس بات پر عقلی دلیل قائم ہو چکی ہے کہ بعض مخلوق کی بعثت محال نہیں ہے تو یہ بات بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس مخلوق کی صداقت پر دلائل قائم کر دے جو اس سے شریعت اور ملت لے کر آئیں اور دلائل قطعیہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ مسیح دجال اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے کیونکہ اس کی حالت بدلتی رہے گی اور اس کے علاوہ کئی اوصاف ہیں جو حادث ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ جب کہ مخلوق کا رب ان سے پاک ہے ارشاد خداوندی ہے۔

ليس كمثله شيئ ء وهو السميع البصير (الشوریٰ ۱۱)

کوئی اس کی مثل نہیں اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

Marfat.com

معجزہ یا نشانی؟

اگر تم کہو کہ ان ناموں میں سے کون سا نام انبیاء کرام علیہم السلام کے زیادہ لائق ہے لفظ معجزہ یا لفظ آیت یا لفظ دلیل؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ بڑے بڑے ائمہ نے انبیاء کرام کے معجزات کو دلائل نبوت اور آیات نبوت کا نام دیا ہے اور قرآن مجید اور سنت میں بھی معجزہ کا لفظ نہیں آیا ان دونوں میں لفظ آیت البینہ اور البرہان کے الفاظ ہیں جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں ہے۔

فذالك برهانان من ربك (القصص: ۳۲)

''پس یہ دو برہان آپ کے رب کی طرف سے ہیں''۔

اور لفظ آیات کئی مقام پر آیا ہے بلکہ وہ اس قدر زیادہ ہے کہ ہم یہاں اس کا تذکرہ نہیں کر سکتے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وا ذا جآء تهم اية . (الانعام ۱۲۴)

''اور جب ان کے پاس کوئی نشانی آتی ہے''۔

اور فرمایا۔

انی فی ذلك لايات (الرعد ۔۳)

''بے شک اس میں البتہ نشانیاں ہیں''۔

اور لفظ معجزہ کا اطلاق اس کے آیت ہونے پر اسی صورت میں دلالت کر سکتا جب اس کی مراد واضح کی جائے اور شرائط کا ذکر کیا جائے۔ اکثر اہل کلام اسی عمل کو معجزہ کہتے ہیں جو فقط انبیاء کرام کے لئے ہو اور جو کام عادت کے خلاف اولیاء کرام کے لئے ثابت ہوا اسے کرامت کہتے ہیں۔

اور پہلے بزرگ دونوں کو معجزہ کہتے تھے جس طرح امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے بخلاف اس کے جب نبی کی نبوت پر آیت (نشانی) اور برہان ہو تو وہ نبی کے ساتھ خاص ہے۔

بعض اوقات کرامات کو بھی آیات کہتے ہیں کیونکہ یہ اس ذات کی نبوت پر دلیل ہوتی ہیں جس کی پیروی۔ یہ ولی کرتا ہے کیونکہ دلیل مدلول کو مستلزم ہوتی ہے اور اسکا ثبوت مدلول کے ثبوت کے بغیر نہیں ہوتا پس اس لئے یہ آیت اور برہان کہلاتی ہے۔

دلائل نبوت

جب تمہیں یہ بات معلوم ہو گئی تو جان لو کہ ہمارے نبی اکرم ﷺ کی نبوت کے دلائل بے شمار ہیں اور آپ کے معجزات بے شمار روایات سے ظاہر ہوتے ہیں۔

آپ کے دلائل نبوت میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ تورات، انجیل اور دیگر تمام کتب جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی ہیں' میں آپ کا ذکر اور نعت ہے آپ کا سرزمین عرب میں ظہور آپ کی ولادت مبارکہ اور بعثت سے کچھ دن پہلے کفار کی حکومتوں میں ایسے عجیب امور کا ظاہر ہونا جو ان کے کلمات کے کمزور کرنے والے اور عرب کی شان کی تائید کرنے والے ہیں اور ان کی شان کو بلند کرنے والے جس طرح ہاتھی کا واقعہ اور اللہ تعالیٰ نے ہاتھی والوں کو جو سزا دی، فارس کے آتشکدے کا بجھ جانا، کسریٰ کے محل کے کنگروں کا گرنا، بحیرہ ساوہ کے پانی کا خشک ہو جانا، مجوسیوں کے حاکم موبذان کا خواب اور جو کچھ اس نے غیبی آواز میں آپ کی نعت اور اوصاف کے بارے میں سنا اسی طرح جن بتوں کی پوجا کی جاتی تھی ان کا اوندھا ہو جانا اور منہ کے بل گرنا جب کہ ان کو اپنی جگہ سے ہٹانے والا بھی کوئی نہ تھا اور اس کے علاوہ جو علامات مروی ہیں اور مشہور احادیث میں جن عجائب کا ظہور آپ کی ولادت اور پرورش کے دوران اور بعد میں ہوا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بطور نبی مبعوث فرمایا۔

اور نبی اکرم ﷺ کے پاس مال وغیرہ ایسی چیز نہیں تھی جس کی طرف دل مائل ہوتے ہیں اور اس کی طمع کی جاتی ہے نہ کوئی طاقت تھی جس

Marfat.com

سے لوگوں کو مغلوب کیا جاتا اور نہ ایسے معاون تھے جو آپ کی اس رائے پر جس کو آپ نے ظاہر کیا اور جس کی دعوت دی آپ کی تائید کرتے بلکہ وہ لوگ بتوں کی پوجا اور تیروں (جن سے فال نکالتے تھے) کی تعظیم پر جمع تھے دور جاہلیت کی غیرت اور قوم پرستی پر قائم تھے، ایک دوسرے سے دشمنی کرنا اور سرکشی اختیار کرنا، نیز خون بہانا اور غارت گری پر جمع تھے۔ الفت دین کی وجہ سے وہی اکٹھے نہ تھے اور نہ ہی انجام پر نظر رکھتے ہوئے برے کاموں سے باز آتے انہیں عذاب کا خوف تھا نہ کسی ملامت کا، پس نبی اکرم ﷺ نے ان کے دلوں میں باہمی محبت ڈال دی اور ان کو ایک بات پر اکٹھا کیا حتیٰ کہ آراء میں اتفاق پیدا ہوا، ان کے دل باہم مددگار بن گئے اور وہی سب حضور ﷺ کی مدد اور آپ کے دفاع پر متفق ہو گئے انہوں نے اپنے شہر اور وطن سے ہجرت کی اور آپ کی محبت میں اپنی قوم اور قبیلیوں کی مخالفت کی اور آپ کی مدد میں جسمانی اور روحانی طاقت خرچ کر دی اور آپ کے کلمہ طیبہ کو بلند کرنے کے لئے تلواروں کا سامنا کیا حالانکہ اس وقت نہ تو ان کے لئے دنیا وسیع کی گئی تھی اور نہ ہی ان کو مال دیا گیا، کسی فوری عوض کو پانے کی امید بھی نہ تھی اور کسی قسم کا اقتدار اور دنیوی اعزاز بھی پیش نظر نہ تھا بلکہ نبی اکرم ﷺ تو مالداروں کو مال خرچ کرنے کی ترغیب دیتے تھے اور بڑے بڑے معزز لوگوں کو لباس تواضع اختیار کرنے کا حکم دیتے تو کیا اس قسم کے کام کسی ایسے شخص کے لئے جمع ہو سکتے ہیں جس نے یہ راستہ اختیار کیا ہو کیا وہ عقل و تدبیر کی وجہ سے ایسا کر سکتا ہے؟

اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ایسا نہیں ہو سکتا آپ کے لئے امور مسخر کیے گئے جن میں کسی عقلمند کو شک نہیں ہے یہ تو حکم خداوندی تھا اور آسمانی معاملہ تھا جو غالب آیا اور وہ عام عادت کے خلاف تھا، بشری طاقت وہاں تک پہنچنے سے عاجز ہے اس پر وہی ذات قادر ہے جو خلق و امر کی مالک ہے اللہ تعالیٰ جو تمام جہانوں کا رب ہے برکت والی ذات ہے۔

آپ ﷺ کا اُمی ہونا

نبی اکرم ﷺ کے دلائل نبوت میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ آپ اُمی تھے آپ نہ تو اپنے دست مبارک سے لکھتے اور نہ پڑھتے تھے۔ اور آپ کسی عالم کے پاس جانے کے لئے سفر پر بھی تشریف نہیں لے گئے لیکن اس کے باوجود آپ نے ان لوگوں کو تورات وانجیل اور گزشتہ امتوں کی خبریں دی حالانکہ ان کتب کے نشانات اور حروف مٹ چکے تھے، ان کتب کو اختیار کرنے والے اور ان میں سے صحیح اور غیر صحیح میں امتیاز کرنے والے لوگ بھی بہت کم تھے پھر آپ نے تمام مخالف ادیان والوں کے سامنے دلائل پیش کیے کہ اگر گفتگو کے ماہر اور مختلف قسم کے نقاد جمع ہوتے تو وہ آپ کے دلائل کو توڑ نہ سکتے۔ تو یہ اس بات پر بہت بڑی دلیل ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دین لے کر تشریف لائے۔

قرآن مجید

آپ کے دلائل نبوت میں سے ایک دلیل قرآن مجید ہے آپ نے قرآن مجید کے ذریعے چیلنج کیا اور ان کو اس کی ایک سورۃ کی مثل لانے کی دعوت دی لیکن انہوں نے انکار کیا اور اس کے مقابلے میں کچھ لانے سے عاجز آ گئے۔

بعض علماء نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ اہل عرب کے پاس جو کلام لائے اور وہ اس کی مثل لانے سے عاجز ہو گئے تو یہ آپ کی نبوت پر سب سے عجیب نشانی ہے اور یہ مردوں کو زندہ کرنے اور برص و جذام کے مریضوں کو تندرست کرنے سے بھی واضح دلالت رکھتی ہے کیونکہ آپ بلاغت و فصاحت والے لوگوں کے پاس ایسا کلام لائے جس کا معنیٰ وہ سمجھتے تھے تو ان کا عاجز ہونا اس شخص کے عاجز ہونے سے زیادہ تعجب خیز ہے جس نے حضرت عیسیٰ کو مردہ زندہ کرتے ہوئے دیکھا تھا کیونکہ ان لوگوں کو اس کی اور برص و جذام کو ٹھیک کرنے کی طمع نہ تھی اور نہ ہی وہ اس کا علم رکھتے تھے جب کہ قریش فصیح کلام، بلاغت اور خطابت سے تعلق رکھتے تھے تو ان کا اس سے عاجز آ جانا آپ کی رسالت پر علامت اور صحت نبوت کی دلیل تھا اور یہ قطعی حجت اور واضح دلیل ہے۔

Marfat.com

ابوسلیمان الخطابی فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ اپنے زمانے کے عقلمند لوگوں میں سے تھے بلکہ آپ مطلقاً تمام مخلوق سے زیادہ عقلمند تھے اور آپ نے اپنے رب سے ملنے والے جس کلام کی خبر دی وہ اس کی مثل نہیں لا سکتے تھے۔ قرآن مجید نے ارشاد فرمایا۔

فان لم تفعلو و لن تفعلوا ۔ (البقرۃ: ۲۴)

اور گر تم ایسا نہ کر سکو اور ہرگز ایسا نہیں کر سکو گے۔

پس اگر آپ کو یہ بات معلوم نہ ہوتی کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو غیب کی باتوں کو بہت زیادہ جاننے والا ہے اور جو کچھ اس نے فرمایا اس کے خلاف ہرگز نہیں ہوگا تو آپ کی عقل آپ کو کبھی اجازت نہ دیتی کہ آپ کوئی بات قطعی طور پر کہیں کہ یہ نہیں ہوگا اور وہ ہو جائے گا۔

اس سلسلے میں جو کچھ کہا جا سکتا ہے اس میں یہ بات نہایت اچھی نہایت عمدہ اور بہت زیادہ کامل و واضح ہے آپ نے مقابلہ کرنے سے پہلے ان کو بتا دیا کہ تم اس سے عاجز آ جاؤ گے اور مقابلہ کی غرض کو نہ پا سکو گے ان لوگوں کے سامنے یہ بات بآواز بلند فرما دی تو ان کے حمایتی بہت زیادہ ہونے اور ایک دوسرے کی مدد کے باوجود کسی کو بھی مقابلہ کرنے کی طاقت حاصل نہ ہوئی اور اللہ تعالیٰ جو علم و خبر والا ہے اس نے آپ کو بتا دیا اور آپ نے فرمایا۔

قل لئن اجتمعت الانس والجن علیٰ آن یاتو ا بمثل ھذا القراٰن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا ۔ (الاسراء ۔۸۸)

''آپ فرما دیجئے اگر تمام انسان اور جن متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مثل لائیں تو اس کی مثل نہیں لا سکتے اگرچہ ان میں سے بعض دوسرے بعض کی مدد کریں''۔

پس ان کی بلند ہمتیں اور ان کے منکر نفوس خون بہانے اور حرم شریف کی بے حرمتی پر راضی ہو گئے۔

احادیث میں آیا کہ نبی اکرم ﷺ نے قرآن مجید کا کچھ حصہ فصیح و بلیغ مشرکین کے سامنے پڑھا اور انہوں نے اس کے اعجاز کا اقرار کیا اس سلسلے میں کئی جملے ہیں۔

ان میں سے ایک حضرت محمد بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں مجھے بتایا گیا کہ ایک دن عتبہ بن ربیعہ نے کہا جب کہ وہ قریش کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا اور نبی اکرم ﷺ تنہا مسجد میں تشریف فرما تھے (اس نے کہا) اے قریش کے گروہ! کیا میں اس شخص کے پاس جا کر اس پر کچھ باتیں پیش نہ کروں شاید وہ ہماری بعض باتیں قبول کر کے ہم سے دور رہے انہوں نے کہا ہاں ابوالولید! (تم بات کرو) عتبہ وہاں سے اٹھ کر نبی اکرم ﷺ کے پاس جا کر بیٹھا اس کے بعد حدیث میں ہے کہ اس نے آپ کو مال وغیرہ کی پیشکش کی جب وہ فارغ ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ابوالولید! تم فارغ ہو گئے ہو؟ اس نے کہا جی ہاں آپ نے فرمایا پھر مجھ سے سنو اس نے کہا آپ کہیں آپ نے پڑھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم : حم ۞ تنزیل من الرحمن الرحیم ۞ کتب فصلت ایتہ قرآنا عربیا لقوم یعلمون ۔ (السجدہ ۔۳)

''اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ یہ اتارا ہے بڑے رحم والے مہربان کا، ایک کتاب ہے جس کی آیتیں مفصل فرمائی گئی ہیں عربی قرآن عقل والوں کے لئے''۔

رسول اکرم ﷺ پڑھتے رہے اور ابوالولید سن کر خاموش رہا اور اپنا ہاتھ پیٹھ کے پیچھے ڈال کر ان کا سہارا لیا اور سنتا رہا۔ نبی اکرم ﷺ آیت سجدہ تک پہنچے تو سجدہ کیا پھر فرمایا: اے ابوالولید! تم نے سنا؟ اس نے کہا ہاں میں نے سنا فرمایا یہ تمہارے لئے ہے۔

عتبہ اٹھ کر اپنے ساتھیوں کے پاس آیا تو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا اللہ کی قسم! ابوالولید اس چہرے کے ساتھ نہیں جس کے ساتھ گیا تھا

Marfat.com

جب وہ ان کے پاس بیٹھ گیا تو انہوں نے کہا اے ابوالولید تمہارے پیچھے کیا ہے؟ اللہ کی قسم! میں نے ایک ایسی بات سنی ہے جس کی مثل میں نے کبھی نہیں سنا اللہ تعالیٰ کی قسم وہ شعر بھی نہیں اور جادو بھی نہیں اور نہ ہی کہانت (نجومی کی بات) ہے اے قریش کے گروہ! میری بات مانو اور اس شخص کو اس کی حالت پر چھوڑ دو اللہ کی قسم! جو کچھ میں نے اس سے سنا ہے عنقریب اس کی ایک عظیم خبر ہوگی، عتبہ نے کہا اس نے مجھے ایسے کلام کے ساتھ جواب دیا ہے جو جادو، شعر یا کہانت نہیں ہے۔

اس نے پڑھا۔

حم ○ تنزیل من الرحمن الرحیم ○ کتب فصلت ایتہ قرآنا عربیا لقوم یعلمون ○ (السجدہ۔۳)

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ یہ اتارا ہے بڑے رحم والے مہربان کا، ایک کتاب ہے جس کی آیتیں مفصل فرمائی گئی ہیں عربی قرآن عقل والوں کے لئے۔ جب وہ ان الفاظ پر پہنچا (ترجمہ) تم فرما دو کہ میں تمہیں ڈراتا ہوں ایک کڑک سے جیسی کڑک عاد اور ثمود پر آئی تھی۔ (السجدہ:۱۳)

میں نے اس کے منہ کو بند کر دیا اور اسے رشتہ داری کی قسم دی کہ وہ رک جائے اور تم جانتے ہو کہ محمد ﷺ جب کوئی بات کہتے ہیں تو جھوٹ نہیں بولتے پس مجھے ڈر ہے کہ تم پر کہیں عذاب نازل نہ ہو جائے۔

(دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۲۰۴ البدایۃ ولنہایۃ ج ۳ ص ۶۱، الدر المنثور ج ۵ ص ۳۵۸، طالب العالیہ رقم الحدیث ۴۲۸۵، اتحاف السادۃ المتقین ج ۷ ص ۱۹۷، دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۷۶ کنز العمال رقم الحدیث ۳۵۴۲۸)

اسے امام بیہقی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے اسلام کے سلسلے میں مروی ہے انہوں نے اپنے بھائی حضرت انیس رضی اللہ عنہ کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے اپنے بھائی حضرت انیس رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کسی شاعر کے بارے میں نہیں سنا انہوں نے زمانہ جاہلیت میں بارہ شعراء سے مقابلہ کیا جن میں سے ایک، میں ہوں۔

حضرت انیس گئے اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس نبی اکرم ﷺ کی خبر لے کر آئے حضرت ابوذر فرماتے ہیں میں نے پوچھا لوگ کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا وہ حضور ﷺ کو شاعر، کاہن اور جادوگر کہتے ہیں لیکن میں نے کاہنوں کی باتیں سنی ہیں۔ یہ (پیغام رسالت) ان کا قول نہیں ہے میں نے کئی قسم کے شعراء کو ان کا کلام سنایا لیکن وہ اس کے موافق بھی نہیں اور میرے بعد کسی کی زبان پر یہ بات نہیں آئی کہ یہ شعر ہے بے شک آپ سچے ہیں اور لوگ جھوٹ کہتے ہیں۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث ۱۳۲، الشفاء ج ۱ ص ۱۶۶، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۲ اور مسند احمد ج ۵ ص ۱۷۴)

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے ولید بن مغیرہ کے واقع میں بیان کیا اور وہ فصاحت میں قریش کا سردار تھا اس نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ پڑھیں، آپ نے اس کے سامنے یہ آیت پڑھی۔

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتآء ذی القربیٰ و ینھی عن الفحشآء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون (النحل:۹۰)

بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی اور رشتہ داروں کے دینے کا اور منع فرماتا ہے بے حیائی اور بری بات اور سرکشی سے تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دھیان کرو۔

اس نے کہا دوبارہ پڑھیں آپ نے دوبارہ پڑھا اس نے کہا اللہ کی قسم یہ نہایت شیریں اور حسن کا پیکر ہے اس کے اوپر والا حصہ پھلدار اور نچلا حصہ بہت زیادہ پانی ہے (اوپر والے حصے سے مراد الفاظ اور نچلے حصے سے مراد معانی ہیں) اور یہ کسی انسان کا کلام نہیں پھر اپنی

Marfat.com

قوم سے کہنے لگا اللہ کی قسم! تم میں ایک شخص ہے، وہ اشعار کا علم مجھ سے زیادہ رکھتا ہے اس کے رجز اور جنون کے اشعار کو نہیں جانتا۔ اللہ کی قسم اس کا قول شاعرانہ کلام کے مشابہ نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی قسم وہ جو کچھ کہتا وہ شیریں ہے اور اس پر حسن چڑھا ہوا ہے اس کا اعلیٰ پھلدار اور نچلا (اندرونی) بہت زیادہ پانی (سمندر) ہے بے شک وہ بلند ہوگا اور اس پر کوئی دوسرا کلام بلند نہیں ہوسکتا۔

اس کی دوسری خبر میں ہے کہ جب اس نے موسم حج میں قریش کو جمع کیا اور کہا عرب کے وفود ہمارے پاس آئیں گے لہٰذا کسی ایک رائے پر متفق ہو جائیں اور ہم ایک دوسرے کو نہ جھٹلائیں انہوں نے کہا ہم کہیں گے یہ کاہن ہے، اس نے کہا اللہ کی قسم یہ کلام نجومی کا زمزمہ اور سجع نہیں ہے انہوں نے کہا مجنون کہیں گے اس نے کہا وہ مجنون بھی نہیں اور نہ اس کی طرح جس کا گلا گھونٹا گیا اور نہ وہ جس کے دل میں وسوسے ڈالے گئے۔

انہوں نے کہا ہم اسے شاعر کہیں گے اس نے کہا وہ شاعر بھی نہیں ہم شاعر سے متعلق تمام باتیں جانتے ہیں ہم اشعار کے رجز اس کی بحر (ہزج) طویل اور مختصر بحر وغیرہ سب کا علم رکھتے ہیں۔ وہ شاعر نہیں ہیں انہوں نے کہا ہم کہیں گے یہ جادوگر ہیں اس نے کہا یہ جادوگر بھی نہیں نہ جادو والی پھونک ہے اور نہ ہی گرہ انہوں نے کہا پھر کیا کہیں اس نے کہا تم ان باتوں میں سے کچھ نہ کہو لیکن میں جانتا ہوں کہ وہ باطل ہے۔[1]

ابونعیم نے ابن اسحاق کے طریق سے نقل کیا ہے فرماتے ہیں مجھ سے اسحاق بن یسار نے بیان کیا انہوں نے بنوسلمہ کے ایک شخص سے روایت کیا انہوں نے فرمایا جب بنوسلمہ کے کچھ نوجوان اسلام لائے تو عمرو بن جموع نے اپنے بیٹے سے کہا تم نے اس شخص سے جو کلام سنا مجھے بھی سناؤ اس نے یہ کلمات پڑھ کر سنائے۔

الحمد للہ رب العالمین ۔ الرحمن الرحیم ۔ مالك یوم الدین ۔ ایاك نعبد وایاك نستعین ۔ اھدنا الصراط المستقیم ۔ (الفاتحہ ۱-۵)

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے نہایت مہربان رحمت والا ہے بدلے کے دن کا مالک ہے ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔

اس نے کہا یہ کس قدر اچھا اور حسین کلام ہے کیا اس کا تمام کلام ایسا ہی ہے؟ اس نے کہا اباجان اس سے بھی اچھا ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں اگر یہ قرآن مجید کسی مصحف میں لکھ کر جنگل میں رکھ دیا جاتا اور کسی کو معلوم نہ ہوتا کہ یہ کس نے وہاں رکھا ہے؟ تو عقل سلیم فیصلہ کرتی کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس نے اتارا ہے اور انسان ایسا کلام بنانے پر قادر نہیں ہے تو جب یہ قرآن مجید ایسے شخص کے ذریعے آیا جو تمام مخلوق میں سب سے زیادہ سچا، نیک اور متقی ہے تو اب کیا کیفیت ہوگی؟

انہوں نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور تمام مخلوق کو چیلنج کیا گیا کہ وہ اس کی ایک سورت کی مثل لے آئیں پس وہ عاجز رہ گئے تو اس صورت میں شک کی کیا گنجائش ہے؟

اعجاز قرآن کی وجوہ

اعجاز قرآن کی وجوہ بے شمار ہیں لیکن بعض حضرات نے فرمایا کہ علماء نے اس کے اعجاز کے سلسلے میں چھ وجوہ میں اختلاف کیا ہے۔

۱- اس کے اعجاز کی وجہ اس کا اختصار اور بلاغت ہے۔

[1]...... چنانچہ اس نے کہا تم یہی کہہ دینا کہ وہ جادوگر ہے اور لوگوں میں جدائی ڈالتا ہے چنانچہ وہ مکہ مکرمہ کے تمام راستوں میں بیٹھ گئے اور یہی پروپیگنڈہ کرنے لگے جس سے نبی اکرم ﷺ کا معاملہ پھیل گیا اور لوگوں کو آپ سے ملنے کا شوق پیدا ہوا۔ (زرقانی ج ۵ ص ۸۸)

Marfat.com

جیسے ارشاد خداوندی ہے۔

ولکم فی القصاص حیوۃ ۔

''تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے''۔(البقرۃ:۱۷۹)

ان دوکلموں میں جن کے حروف دس ہیں بہت سے معانی کو جمع کیا۔

ابوعبید نے بیان کیا کہ ایک اعرابی نے کسی شخص کو پڑھتے ہوئے سنا۔

فاصدع بما تؤمر ۔ (الحجر ۹۴)

''آپ کو جس بات کا حکم دیا گیا اس کو بیان کیجئے۔''

وہ اعرابی سجدے میں پڑ گیا اور کہا میں نے اس کلام کی فصاحت کی وجہ سے سجدہ کیا اور ایک دوسرے شخص نے ایک آدمی کو پڑھتے ہوئے سنا۔

فلما استیا سوا منه خلصوا نجیا (یوسف ۸۰)

''پھر جب اس سے ناامید ہوئے الگ جا کر سرگوشی کرنے لگے''۔

تو کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ مخلوق اس قسم کے کلام پر قادر نہیں۔ اصمی نے نقل کیا کہ اس نے پانچ یا چھ سال کی لڑکی دیکھی اور وہ کہہ رہی تھی کہ میں اللہ تعالیٰ سے اپنے تمام گناہوں کی بخشش طلب کرتی ہوں۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم کیوں بخشش مانگ رہی ہو حالانکہ ابھی تمہارے گناہ لکھے نہیں جاتے (تم چھوٹی بچی ہو) اس نے کہا۔

استغفر الله لذنبی کله قتلت انسانا بغیر حله

مثل غزال ناعم فی دله انتصف اللیل ولم اصله

''میں اللہ تعالیٰ سے اپنے تمام گناہوں کی بخشش مانگتی ہوں میں نے ایک انسان کو ناحق قتل کیا وہ ہرن کی طرح بڑی عمدگی سے چلتا تھا آدھی رات ہوگئی اور میں نے نماز نہیں پڑھی''۔

(یعنی میں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کر کے اپنے نفس کو ہلاک کیا اور آدھی رات گزر گئی لیکن تہجد کی نماز نہ پڑھ سکی) میں نے اس سے کہا اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کرے (بددعا نہیں ہے) تو کس قدر فصیح ہے اس نے کہا کیا تم اللہ تعالیٰ کے اس کلام کے بعد اس (میرے کلام) کو فصاحت شمار کرتے ہو۔ ارشاد خداوندی ہے۔

واوحینا الیٰ ام موسیٰ ان ارضعیه فاذا خفت علیه فالقیه فی الیم ولا تخافی ولا تحزنی انا رادوه الیك و جاعلوه من المرسلین ۔ (القصص :۷)

''اور ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے دل میں یہ بات ڈالی کہ وہ ان (حضرت موسیٰ علیہ السلام) کو دودھ پلائیں پس جب ان کے بارے میں ڈر محسوس کریں تو ان کو دریا میں ڈال دیں اور نہ خوف کھائیں اور نہ غمگین ہوں بے شک ہم ان کو آپ کی طرف لوٹانے والے ہیں اور ان کو رسولوں میں سے کرنے والے ہیں''۔

تو اس آیت میں دو امر، دو نہی، دو خبریں اور دو بشارتیں جمع کر دیں۔

منقول ہے کہ ایک دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسجد میں سوئے ہوئے تھے تو اچانک دیکھا کہ ایک شخص ان کے سرہانے کھڑا ہے اور شہادت حق دے رہا ہے اس نے آپ کو بتایا کہ وہ رومی فوج کا جرنیل ہے اور ان لوگوں میں سے ہے جو عربی اور دوسرے کلام کو اچھی طرح سمجھتا ہے اور اس نے مسلمان قیدیوں میں سے ایک سے سنا کہ وہ تمہاری کتاب میں سے ایک آیت پڑھ رہا ہے میں نے اس میں غور کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس میں دنیا اور آخرت کے احوال سے وہی باتیں جمع کر دیں۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اتاری تھیں۔ اور وہ یہ ارشاد خداوندی ہے۔

Marfat.com

ومن یطع اللہ و رسولہ و یخش اللہ و یتقہ ۔ (النور : ۵۲)

اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کا حکم مانے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور تقویٰ اختیار کرے (وہی لوگ کامیاب ہیں)۔

گمراہ لوگوں میں سے ایک جماعت نے جن کو بلاغت سے کچھ حصہ ملا تھا، ارادہ کیا کہ وہ کوئی ایسی چیز گھڑیں جس کے ذریعے لوگوں کو دھوکہ دیں جب انہوں نے دیکھا کہ یہ کام بہت مشکل ہے (ستاروں تک ہاتھ پہنچانا ہے) تو چھوٹی چھوٹی سورتوں مثلاً سورہ کوثر، سورہ النصر وغیرہ کی طرف مائل ہوئے تاکہ جاہل لوگوں کو کم حروف والے کلام میں شبہ میں ڈالیں کیونکہ کلمات کو جوڑنے اور ملانے سے آدمی عاجز ہوتا ہے۔

اور اس قسم کا ارادہ کرنے والوں یعنی چھوٹی سورتوں سے تعلق قائم کرنے والوں میں سے ایک مسیلمہ کذاب بھی تھا اس نے کہا یا ضفدع نقی کم تنقین اعلاک فی الماء واسفلک فی الطین لا الماء تکدرین ولا شراب تمنعین ۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سنا تو فرمایا اس کی اصل وہ نہیں جو قرآن کی ہے یعنی یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے۔

اور جب مسیلمہ کذاب ملعون نے ''والنازعات'' سورت سنی تو اس نے کہا والزارعات زرعا والحاصدات حصدا والذاریات قمحا والطاحنات طحنا ولاحافرات حفرا والثارذات ثردا واللاقمات لقما لقد فضلتم علی اہل انوبر وما سبقکم اہل امدر ۔

اور اس کے علاوہ بیہودہ کلام کیا جس کا کچھ حصہ مقصد ثانی میں ذکر کر دیا گیا ہے۔

ایک نے کہا الم ترکیف فعل ربک بالحبلی اخرج من یطنھا نسمۃ تسعی من بین شراسیف واحشی ۔

کسی دوسرے نے کہا: الفیل والفیل وما ادراک ما الفیل لہ ذنب و ثیل و مشفر طویل وان ذلک من خلق ربنا لقلیل ۔

اس کلام میں حروف کی قلت کے ساتھ ساتھ جو کمزوری ہے وہ کسی بے علم پر بھی مخفی نہیں چہ جائیکہ اہل علم پر مخفی ہو۔

۲- قرآن مجید کا اعجاز وہ وصف ہے جس کے ذریعے یہ کلام عرب کی جنس سے نکل گیا چاہے وہ نظم و نثر ہو، خطاب و شعر ہو یا رجز و سجع ہو پس یہ ان میں سے کسی میں بھی داخل نہیں اور ان کے ساتھ مخلوط ہے اس کے باوجود کہ اس کے الفاظ اور حروف ان کے کلام کی جنس سے ہیں اور ان کی نظم و نثر میں مستعمل ہیں اس لئے ان کی عقلیں حیران رہ گئیں اور اپنے حسن کلام میں اس کی مثل کی طرف ان کو راہ نہ ملی پس اس بات میں کوئی شک نہیں کہ قرآن مجید نے اپنی بدیع نظم واضح حجت، روشن دلیل اور قاہر و باہر برہان ہے جو بدبخت اس کے مقابلہ کی کوشش کرتا ہے وہ اس طرح گرتا ہے جس طرح پروانہ چنگاری میں گرتا ہے اور جس طرح بدشکل بکری غضب ناک شیروں کے گرد جا گرتی ہے۔ اس کا مقابلہ کرنے والے متعدد لوگوں کے بارے میں منقول ہے کہ ان پر اس قدر رعب طاری ہوا کہ وہ اس عمل سے باز آ گئے جس طرح یحییٰ بن حکیم الغزال سے منقول ہے۔ یہ شخص اندلس میں اپنے زمانے کا بلیغ آدمی تھا اس نے قرآن کے مقابلے کا ارادہ کیا اور سورہ اخلاص کو دیکھا کہ اس کی مثل کلام بنائے اور اس کے انداز پر کلام گھڑے تو وہی اس قدر خوفزدہ ہوا کہ اسے توبہ کرنا پڑی۔ (الاعلام ج ۸ ص ۱۴۳)

ابن مقنع جو اپنے دور کا سب سے زیادہ فصیح شخص تھا اس نے قرآن مجید کے مقابلے میں کلام بنانے کی کوشش کی بلکہ تفصیلی کلام گھڑا اور اس کا نام سورا (سورتیں) رکھا ایک دن وہ ایک بچے کے پاس سے گزر رہا تھا جو اپنے مدرسہ میں یہ آیت پڑھ رہا تھا۔

وقیل یا ارض ابلعی مآءک و یاسمآء اقلعی و غیض المآء و قضی الامر ۔ (ھود : ۴۴)

اور کہا گیا اے زمین اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان تھم جا اور پانی خشک کر دیا گیا اور اللہ تعالیٰ کا حکم پورا ہو گیا۔

یہ سن کر وہ واپس ہوا اور جو کچھ لکھا تھا اس کو مٹا دیا اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کا مقابلہ کبھی نہیں ہو سکتا اور یہ کسی انسان کا کلام نہیں۔

Marfat.com

سیدی محمد وفا رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے انہوں نے نبی اکرم ﷺ اور قرآن مجید کے بارے میں کیا اچھا کہا ہے۔

له آية الفرقان في عين جمعه جوامع آيات بها اتضح الرشد

''ان کے ساتھ حق و باطل میں فرق کرنے والی ایسی نشانی ہے، ہدایت کو واضح کرنے والی جامع آیات ہیں''

حديث نزيه عن حوث منزه قديم صفات الذات ليس له ضد

''اس (قرآن) کی بات حدوث سے پاک ہے، ذات کی صفات کے اعتبار سے قدیم ہے اور اس کی نظیر نہیں ہے''۔

بلاغ بليغ اللبلاغة معجز له معجزات لا يعد لها عد

''بلیغ پیغام ہے اور بلاغت کو عاجز کرنے والا ہے، اس کے معجزات ان گنت ہیں''۔

تحلت بروح الوحي حلة نسجه عقود اعتقاد لا يحل لها عقد

''اس کے لباس کی بناوٹ وحی کی روح سے آراستہ ہے، عقیدے کے ایسے ہار ہیں جن کی گرہ کھولی نہیں جاتی''۔

وغايةٌ ارباب البلاغة عجزهم لديه وان كانو اهم الالسن الله

''اور اس کے سامنے بلغاء انتہا ان کا عاجز ہوتا ہے اگر چہ وہ زبان کے ماہر تھے''۔

فافا كهم بسالافلك اعباه غيه تصدى وللا سماع عن غيه صد

''ان کی گمراہی نے ان کے جھوٹ کو درماندہ دعاجز کر دیا اور کانوں کے لئے اس کی گمراہی سے رکاوٹ ہے''۔

قلى الله افوالا يهاجر هجرها هوانا بها الورها ء والبهم البلد

''اللہ تعالیٰ ایسی باتوں سے ناراض ہوتا ہے جن کی وجہ سے بے وقوف اور ناسمجھ ذلیل ہو کر وطن چھوڑ دیتے ہیں''۔

تلاها قتل الفحش في القبح و جهها وعن ريبها الالباب نزهها الزهد .

''اسے تلاوت کیا تو فحش کلامی نے قبح میں اپنا چہرہ چھپالیا اور عقلمند لوگوں کو زہد نے شک سے دور کر دیا''۔

لقد فرق الفرقان شمل فريقه بجمع رسول الله وامتعلن ارشد

قرآن مجید نے رسول اللہ ﷺ کی جماعت کو فریق مخالف کی جماعت سے جدا کر دیا اور ہدایت کو ظاہر کر دیا''۔

اتى بالهدى صل عليه الهه ولم يله بالا هواء اذجاء ه الجد .

''آپ ہدایت لائے آپ کا معبود آپ پر رحمت نازل کرے اور آپ نے خواہشات کی پیروی نہ کی جب آپ کے پاس بزرگی آئی''۔

۳-قرآن مجید کے اعجاز کی تیسری وجہ یہ ہے کہ اس کو پڑھنے والا اکتاہٹ محسوس نہیں کرتا اور اس کا تکرار اس کی محبت اور رونق کا باعث ہے یہ شاخ ہمیشہ ہری بھری رہتی ہے جب کہ اس کے علاوہ کلام اگر چہ حسن و بلاغت میں کتنے بڑے درجہ پر پہنچ جائے اس کا بار بار پڑھنا آدمی کو تھکا دیتا ہے اور جب اسے دوبارہ کہا جائے تو دشمنی پیدا ہوتی ہے اور ہماری کتاب (قرآن مجید) خلوتوں میں لذت کا باعث ہے اور مختلف مقامات پر اس کی تلاوت سے انس پیدا ہوتا ہے۔

قرآن مجید کے علاوہ کتب میں یہ بات نہیں ہے حتیٰ کہ ان کتابوں والے لوگوں نے مختلف راگ اور طریقے بنائے جن کے ذریعے وہ ان کتابوں کو پڑھنے پر سرور حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے قرآن مجید کا وصف یوں بیان فرمایا کہ یہ زیادہ پڑھنے سے پرانا نہیں ہوتا اس کے اسباق عبرت ختم نہیں ہوتے اور اس کے عجائب فنا نہیں ہوتے یہ کتاب فیصلہ کرنے والی ہے بے مقصد کلام نہیں (غیر سنجیدہ نہیں) علماء کرام اس سے سیر نہیں ہوتے اور خواہشات اس کی لگام میں ہوں تو گمراہی نہیں آتی اس کے ساتھ زبانوں میں گڑبڑ نہیں ہوتی یہی وہ کتاب ہے کہ جب جنوں نے اسے سنا تو وہ یہ بات کہے بغیر نہ رہ

Marfat.com

سکے۔

ان سمعنا قرانا عجبا یھدی الی الرشد فامنابه (جن ۔ ۱)

''بے شک ہم نے ایک عجیب قرآن سنا جو ہدایت کی راہ دکھاتا ہے پس ہم اس پر ایمان لائے''۔

حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔

۴۔قرآن مجید کی چوتھی وجہ اعجاز گزشتہ واقعات کی خبریں ہیں جن میں سے بعض کا ان لوگوں کو علم تھا اور بعض باتوں کو وہ نہیں جانتے تھے۔ جب انہوں نے ان واقعات کے بارے میں پوچھا تو ان کے صحیح ہونے کو جان لیا اور ان کا سچا ہونا متحقق ہوگیا۔ جس طرح اصحاب کہف کا واقعہ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ، ذوالقرنین اور انبیاء کرام علیہم السلام کے ان کی امتوں کے ساتھ واقعات اور پہلے زمانوں کے حالات وغیرہ۔

۵۔قرآن مجید کے اعجاز کی پانچویں وجہ یہ ہے کہ اس میں غیب کا علم اور مستقبل کے واقعات کی خبریں ہیں پس وہ اسی طرح واقع ہوتی ہیں جس طرح قرآن مجید نے کہا اور یوں اس کی صداقت ثابت ہوتی ہے۔

جیسا کہ یہودیوں کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے:

قل ان کانت لکم الدار الاخرة عند الله خالصة من دون الناس فتمنوا الموت ان کنتم صادقین ۔ (البقرہ ۹۴)

''آپ فرما دیجئے اگر آخرت کا گھر تمہارے لئے خالص ہے دوسرے لوگوں کے لئے نہیں تو موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو''۔

پھر فرمایا:

ولن یتمنوہ ابدا بما قدمت ایدیھم ۔ (البقرہ ۹۵)

''اور وہ اس کی تمنا ہرگز کبھی نہیں کریں گے اور اس کی وجہ ان کے وہ اعمال ہیں جو انہوں نے آگے بھیجے۔

چنانچہ ان میں سے کسی نے بھی موت کی تمنا نہ کی''۔

اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قریش سے فرمایا۔

فان لم تفعلو ولن تفعلوا ۔ (البقرہ ۔ ۲۴)

''اور اگر تم قرآن مجید کی مثل نہ لا سکو اور ہرگز نہیں لاسکو گے'' (تو اس آگ سے بچو جس کا ایندھن لوگ اور تم ہوں گے)

تو قطعی اور یقینی طور پر بتایا کہ وہ ایسا نہیں کرسکیں گے اور وہ ایسا نہ کرسکے۔

وہ غیبی امور جو قرآن مجید نے بیان کئے ہیں ان میں سے بعض نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں واقع ہوئے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

انا فتحنا لك فتحا مبینا (الفتح ۱) ''بے شک ہم نے آپ کو واضح فتح عطا فرمائی''۔

(تو مکہ مکرمہ فتح ہوا اور یہ غیبی خبر خود آپ کے سامنے وقوع پذیر ہوئی) اور بعض خبریں ایک عرصہ دراز کے بعد ظاہر ہوئیں۔

جیسے فرمایا۔

الم غلبت الروم (الروم:۱) ''رومی مغلوب ہوئے''۔

اس پر یہ اعتراض کیا گیا کہ اگر بات وہی ہوتی جو علماء کرام نے ذکر کی ہے کہ غیب کی خبریں بھی اعجاز قرآن ہے تو وہ مستقبل میں رونما ہونے والے واقعہ کا مطالبہ کرتے (حالانکہ انہوں نے ایسا مطالبہ نہیں کیا) نیز غیب کی خبریں قرآن مجید کی بعض سورتوں میں آئی ہیں (پورے قرآن مجید میں نہیں) اور ان سے مقابلے کے لئے غیر معین سورت پر اکتفا کیا گیا اور اگر یہ بات (اعجاز قرآن والی بات) صحیح ہوتی تو وہ ایسی چھوٹی کا معارضہ کر لیتے جس میں غیب کی خبر نہ ہوتی۔

Marfat.com

۶-قرآن پاک کے اعجاز کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہ علوم کثیرہ جامع ہے کہ اہل عرب نے ان میں کلام نہیں کیا اور نہ ہی امتوں کے علماء میں سے کسی ایک نے ان علوم کا احاطہ کیا اسی طرح کوئی ایسی کتاب بھی مدون نہیں ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے پہلوں اور پچھلوں کی خبر (جہاد سے) پیچھے رہ جانے والوں کا حکم، اطاعت گزاروں کا ثواب اور نافرمانوں کے عذاب کا ذکر کیا ہو۔

پس یہ وجوہ ہیں جن میں سے ہر ایک اعجاز قرآن کا سبب صحیح ہے۔ (اور خود معجزہ ہے)۔

اور جب قرآن مجید میں یہ سب باتیں جمع ہیں تو ان میں سے کوئی ایک بات معجزہ ہونے کے اعتبار سے دوسری کے مقابلے میں زیادہ اہمیت نہیں رکھتی تو سب کو ملا کر اعجاز قرار دیا جائے گا۔

ارشاد خداوندی ہے۔

قل لئن اجتمعت الانس والجن علٰی ان یاتوا بمثل هذا القران لا یاتون بمثله . (اسراء۔۸۸)

''آپ فرما دیجئے اگر انسان اور جن (سب) جمع ہو جائیں کہ اس قرآن کی مثل لائیں تو وہ اس کی مثل نہیں لاسکتے''۔

تو نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں اور اس کے بعد بھی کوئی شخص قرآن مجید کی مثل لانے پر قادر نہیں ہوا اس کی نظم، تالیف، کلام کی مٹھاس، معانی کی صحت اور اس میں پائی جانے والی مثالیں اور وہ باتیں جو قیامت کے دن اٹھنے پر دلالت کرتی ہیں نیز اس کی آیات، ماضی اور مستقبل کی خبریں، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا، ناحق خون بہانے سے رکنا، صلہ رحمی وغیرہ میں سے کسی بات کی مثل پیش نہیں کی جاسکتی۔

اور اس بات پر کوئی شخص کیسے قادر ہو سکتا ہے۔ جب فصیح و بلیغ عربی خطباء اور عقلمند شعراء چاہے وہ قریش تھے یا دوسرے وہ اس کے مقابلے سے عاجز رہ گئے۔

اور وہ لوگ نبی اکرم ﷺ کے اعلان نبوت، سے پہلے کی آپ کی چالیس سالہ زندگی سے آگاہ تھے اور وہ جانتے تھے کہ آپ نے حساب و کتاب، جادو، شعر گوئی وغیرہ کچھ بھی نہیں سیکھا تھا نہ آپ نے کوئی خبر یاد رکھی اور کوئی بات نقل کی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کی اور تفصیلی (احکام پر مبنی) کتاب عطا فرما کر آپ کو اعزاز بخشا چنانچہ آپ نے اس کتاب کے ذریعے ان لوگوں کو دعوت دی اور ان کا مقابلہ کیا۔ ارشاد خداوندی ہے۔

قل لو شاء الله ما تولته ، علیکم ولا ادراکم به فقد لبثت فیکم عمرا من قبله افلا تعقلون (یونس۱۶)

''تم فرماؤ اگر اللہ چاہتا تو میں اسے تم پر نہ پڑھتا نہ وہ تم کو اس سے خبردار کرتا تو میں اس سے پہلے تم میں اپنی ایک عمر گزار چکا ہوں تو کیا تمہیں عقل نہیں''۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس کی شہادت دیتے ہوئے فرمایا۔

وما کنت تتلوا من قبله من کتاب ولا تخطه بیمینك اذا لا رتاب المبطلون . (العنکبوت:۴۸)

اور اس سے پہلے تم کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے یوں ہوتا تو باطل والے ضرور شک لاتے۔

دوسرے معجزات:

قرآن مجید کے علاوہ آپ کے معجزات مثلاً آپ کی مبارک انگلیوں سے پانی کا نکلنا، آپ کی برکت سے کھانے کا زیادہ ہونا، چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا، پتھروں کا کلام کرنا وغیرہ میں سے بعض معجزات وہ ہیں جن کے ساتھ چیلنج واقع ہوا اور بعض معجزات صرف آپ کی صداقت پر دلالت تھی کوئی چیلنج نہ تھا۔

ان تمام کا مجموعہ اس بات کا قطعی فائدہ دیتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے دست مبارک پر بہت سے خلاف عادت کام بظاہر ہوئے (یہ اسی طرح یقینی بات ہے) جس طرح حاتم طائی کی سخاوت اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شجاعت یقینی ہے۔

Marfat.com

اگرچہ انفرادی طور پر یہ معجزات ظنی ہیں کیونکہ یہ اخبار آحاد[1] سے ثابت ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ نبی اکرم ﷺ کے بہت سے معجزات مشہور ہیں اور کثیر التعداد لوگوں نے ان کو روایات کیا ہے اور جو لوگ احادیث کا علم رکھتے ہیں اور تاریخ واخبار کا اہتمام کرتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ راویوں کی کثرت، قطعیت کو لازم کرتی ہے اگرچہ دوسروں کے نزدیک وہ اس مقام کو نہ پہنچے کیونکہ وہ اس کا اہتمام نہیں کرتے اور اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ ان میں سے اکثر واقعات فکری قطعیت کا فائدہ دیتے ہیں تو یہ بات بعید از عقل نہیں کیونکہ اس بات میں شک نہیں کہ ہر طبقہ میں احادیث کو روایت کرنے والوں نے ان احادیث کو روایت کیا لیکن یہ بات محفوظ نہیں کہ ان کے کسی ساتھی نے اس روایت کی مخالفت کی وہ اور نہ ہی انہوں نے ان کا اور اعتراض کیا۔

پس ان میں سے جو لوگ خاموش رہے وہ بولنے والوں کی طرح تھے۔

کیونکہ اجتماعی طور پر وہ لوگ باطل سے غفلت سے محفوظ تھے اور اگر فرض کیا جائے کہ ان میں سے بعض کی طرف سے کسی راوی پر طعن یا انکار ہوا ہے تو وہ راوی کے صدق یا جھوٹ کی تہمت کے سلسلے میں توقف کی جہت سے ہے یا اس کے حافظہ اور یادداشت یا غلطی کے امکان کی وجہ سے ہے لیکن ان کی طرف سے روایت پر طعن نہیں پایا گیا جس طرح ان کی طرف سے دوسرے فنون مثلاً احکام (فقہ) اور قراتوں میں اختلاف واقع ہوا ہے۔ واللہ اعلم۔

معجزات کی عمومیت وانواع

جب تم نبی اکرم کے معجزات اور واضح نشانیوں اور کرامات میں غور کرو گے تو تمہیں معلوم ہوگا کہ یہ معجزات علوی وسفلی، خاموش وناطق، ساکن ومتحرک، مائع اور ٹھوس، سابق ولاحق، غائب وحاضر، باطن وظاہر، فوری اور تاخیری سب اقسام کو شامل ہیں کہ اگر اُن کو شمار کیا جائے تو بات طویل ہو جائے۔

جیسے شہاب ثاقب (ستاروں) سے شیطان کو مارنا اور اندھیرے میں شیطانوں کو کان لگا کر سننے سے منع کرنا پتھر اور درخت کا آپ کو سلام کرنا اور آپ کے سامنے آپ کی رسالت کی گواہی دینا۔

آپ کو 'یا سیدی' کہہ کر پکارنا خشک تنے کا رونا آپ کی ہتھیلی سے وضو کے برتن اور دوسرے برتنوں میں پانی کا نکلنا، چاند کا دو ٹکڑے ہونا، اندھے پن سے بینائی لوٹانا، اونٹ اور بھیڑیے وغیرہ کا گفتگو کرنا اور وہ نور جو حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی سے آپ کے والد ماجد کی پیشانی تک منتقل ہو کر آیا۔

اسی طرح بے شمار معجزات ہیں جن کو حاصل کرنے والوں نے حاصل کیا اور نقل کرنے والوں کی زبان سے نقل ہو کر آتے رہے (وہ اس قدر زیادہ ہیں کہ) اگر ہم ان کو شمار کرنے لگیں تو ان کے ذکر میں دنیا ہی ختم ہو جائے اور اگر پہلے اور پچھلے آپ کے مناقب کو اچھی طرح بیان کریں تو اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آپ کو عطا فرمایا اس کا احاطہ کرنے سے عاجز ہو جائیں اور ان فضائل ومناقب کے سمندر میں غوطہ زن ہونے والا آپ کے بعض قابل فخر فضائل کا شمار بھی نہ کر سکے آپ کے محبین کے لئے یہ شعر پڑھنا صحیح ہے۔

وعلیٰ تفنن واصفیه لنعته یفنی الزمان و فیه ما لم یوصف۔

''آپ کے مختلف اوصاف بیان کرنے میں زمانہ ختم ہو جائے اور آپ کے اوصاف بیان نہ ہو سکیں''۔

اور یہ اشعار بھی پڑھنے کے لائق ہیں۔

فما بلغت کف امری متناولا من المجد الا والذی نال اطول

ولا بلغ المهدون فی القول مدحه ولو حذقو الا الذی فیه الفضل

[1]..... خبر واحد وہ حدیث ہے جس کے راوی خبر مشہور اور خبر متواتر کی تعداد کو نہ پہنچیں۔

Marfat.com

’’کسی آدمی کا ہاتھ بزرگی کے ایک حصے تک نہیں پہنچا مگر جس بزرگی کو حضور ﷺ نے پایا وہ بہت زیادہ ہے اور شاعری میں مہارت کے باوجود ہدیہ عقیدت پیش کرنے والے آپ کی مدح کو نہیں پہنچ سکے مگر آپ کا وہی وصف بیان کر پائے جس میں آپ افضل ہیں‘‘۔

امام العارفین سیدی محمد وفا رحمۃ اللہ علیہ جزائے خیر عطا کرے انہوں نے کافی وشافی فرمایا:

ما شئت قل فيه فانت مصدق　　فالحب يقضي والمحاسن تشهد

’’حضور ﷺ کے بارے میں جو تم چاہو کہو کیونکہ تم (آپ کے کمالات) کی تصدیق کرنے والے ہو، محبت کا فیصلہ اور محاسن کی گواہی ہے‘‘۔

امام الادیب امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا:

دع ما ادعته النصارى في نبيهم　　واحكم بما شئت مدحا فيه واحتكم

وانسب الى ذاته ما شئت من شرف　　وانسب الى قدره ما شئت من عظم

فان فضل رسول الله ليس له　　حد فيعرب عنه ناطق بفم

’’نصاریٰ نے اپنے نبی کے بارے میں جو دعویٰ کیا اسے چھوڑ دو۔ اور اس کے علاوہ) حضور ﷺ کی شان میں جو چاہے کہو اور ان کی ذات کی طرف جو بزرگی چاہو منسوب کرو، اور ان کی عظمت کی طرف جو بڑائی چاہو منسوب کرو اس لئے رسول اللہ کی افضلیت غیر محدود ہے، اس کا احاطہ کسی زبان رکھنے والے کے بس میں نہیں۔‘‘

مطلب یہ ہے کہ آپ کی تعریف کرنے والے اگرچہ انتہاؤں کی بلندیوں کو چھونے لگیں پھر بھی وہ حسن منشاء تعریف نہیں کر سکتے کیونکہ اس کی کوئی حد نہیں۔

منقول ہے کہ حضرت شیخ عمر بن فارض سعدی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا گیا تو ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے نبی اکرم ﷺ کی تعریف کیوں نہیں کی؟

تو انہوں نے فرمایا

ارى كل مدح في النبي مقصرا　　وان بالغ المثني عليه واكثرا

اذا الله اثنى بالذي هو اهله　　عليه فما مقدار ما يمدح الورى

’’نبی اکرم ﷺ کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے اگرچہ تعریف کرنے والا خوب مبالغہ کرے یا زیادہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تعریف فرمائی جو اس کے شایان شان ہے تو مخلوق کی تعریف کی مقدار کیا ہوگی؟‘‘۔

شیخ بدرالدین زرکشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے متقدمین شعراء جیسے ابوتمام، البحتری اور ابن رومی وغیرہ نبی اکرم ﷺ کی تعریف کے درپے نہیں ہوئے اور ان کے نزدیک آپ کی تعریف تک پہنچنا مشکل ترین کام ہے اس لئے کہ معانی آپ کے مرتبہ سے نچلے درجہ میں ہیں اور اوصاف کو آپ کے وصف تک رسائی نہیں اور آپ کے حق میں جس قدر آگے بڑھیں کوتاہی ہے پس کسی بلیغ شخص پر آپ کی تعریف میں میدان نظم میں نکلنا تنگ ہو جاتا ہے۔

اور تحقیق یہ ہے کہ جس قدر تعریفیں کسی شخص کی نسبت سے زائد فرض کرو گے وہ آپ کے حق میں سچی ہوں گی حتیٰ کہ گویا شعراء نے آپ کی صفات پر اعتماد کیا اور آپ کی تعریفوں کا قصد کیا اور امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ دع ما ادعه النصاری فی نبیهم ۔یعنی عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو معبود بنایا تو تم اس بات کو چھوڑ دو (باقی جو چاہے تعریف کرو یعنی شریعت کے خلاف نہ ہو)۔

نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عیسائیوں نے انجیل میں تعریف کی اور اس میں تھا۔

Marfat.com

عیسٰی نبی و انا ولدته۔

حضرت عیسٰی میرے نبی ہیں اور میں نے (حضرت مریم سے بغیر باپ کے) ان کی تخلیق فرمائی۔

توانہوں نے نبی کو بنی بنادیا یعنی باء کو پہلے کر دیا اور ولدۃ من لام کی تشدید (شد) ختم کردی (تو معنی ہوا حضرت عیسٰی میرے بیٹے ہیں اور وہی مجھ سے پیدا ہوئے) تو کافروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

اگر تم کہو کہ کیا کسی نے ہمارے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں بھی وہ دعویٰ کیا ہے جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بارے میں کیا ہے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اس جیسا دعویٰ کرنے لگے تھے جب انہوں نے عرض کیا کہ کیا ہم آپ کو سجدہ نہ کریں؟ آپ نے فرمایا اگر میں کسی شخص کو حکم دیتا کہ وہ کسی انسان کو سجدہ کرے تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدے کرے۔ تو نبی اکرم ﷺ نے ان کو اس عمل سے روک دیا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۲۱۴۰، جامع ترمذی رقم الحدیث ۱۱۵۹، سنن ابن ماجہ رقم حدیث ۱۸۵۳-۱۸۵۲، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۲۹، مسند احمد ج ۴ ص ۳۸۱، ج ۶ ص ۷۶، المستدرک ج ۲ ص ۱۸۷، الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۵۶، الدرالمنثور ج ۲ ص ۱۵۴، السنن الکبریٰ ج ۷ ص ۲۹۱، المعجم الکبیر ج ۵ ص ۲۳۷، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۱۰، کشف الخفاء ج ص ۲۲۸، المغنی ج ۲ ص ۵۹ کنز العمال رقم الحدیث ۴۴۷۷۳-۴۴۷۷۶-۴۴۸۰۰)

ابن ابی ہالہ کی روایت میں نبی اکرم ﷺ کے وصف کے سلسلے میں یوں آیا ہے۔

ولا یقبل الثناء الا من مکافی۔

اور آپ صرف اسی سے تعریف کو قبول کرتے جو آپ کی تعریف میں مبالغہ نہ کرتا۔

یعنی آپ کی تعریف میں حد سے نہ بڑھتا۔ ابن قتیبہ نے کہا اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ شخص جس پر آپ کا کوئی احسان ہوتا تو وہ اسکا بدلہ دیتا۔

ابن انباری نے اسے غلط قرار دیتے ہوئے کہا کہ کوئی ایسا شخص نہیں جس پر حضور ﷺ کا انعام واکرام نہ ہو کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا بس آپ کی تعریف کرنا سب پر لازم ہے اور اس کے بغیر کسی کا اسلام مکمل نہیں ہوتا وہ فرماتے ہیں اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپ صرف اسی سے تعریف کو قبول فرماتے جس کی حقیقت اسلام سے آگاہ ہوتے۔

زمانے کے اعتبار سے معجزات کی تقسیم

جس طرح حضرت امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے معجزات اور واضح نشانیوں اور کرامات کو تین اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱- ماضی معجزات یعنی آپ کے وجود مسعود سے پہلے آپ کی بزرگی اور شرافت کی وجہ سے وقوع پذیر ہوئے۔

۲- مستقبل میں واقع ہونے والے معجزات یعنی جب آپ اپنی قبر انور میں تشریف لے گئے۔

۳- وہ معجزات جو آپ کے ساتھ ساتھ رہے جب آپ والدہ ماجدہ کے بطن اطہر میں تھے اور جب آپ کی ولادت ہوئی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فضیلت اور وہی مقام عطا فرمایا جہاں اخلاق جمع ہوتے ہیں۔

پہلی قسم:

یعنی ماضی کے معجزات وہ ہیں جو آپ کے (بشری) وجود کے ظہور سے پہلے واقع ہوئے ان میں سے کچھ کا ذکر مقصد اول میں ہو چکا ہے جس طرح ہاتھی والا واقعہ وغیرہ۔

یہ واقعات آپ کی نبوت کی تاسیس اور رسالت کی بنیاد تھے حضرت فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں معجزات کا تاسیس اور مقدمہ کے طور پر مقدم ہونا جائز ہے۔ وہ فرماتے ہیں اسی لئے سیرت نگار فرماتے ہیں کہ بادل آپ پر سایہ کرتے تھے یعنی نبوت سے پہلے سفر کے دوران ایسا ہوتا تھا۔

Marfat.com

معتزلہ (اہل سنت کے خلاف فرقہ) کہتا ہے کہ (اعلان) رسالت سے پہلے معجزہ کا پایا جانا جائز نہیں۔
اس مقصد (بیان) کے شروع میں یہ بات گزر چکی ہے کہ جمہور ائمہ اصول اور دوسرے لوگوں کے نزدیک اس قسم کے واقعات جو دعویٰ نبوت سے پہلے ہوں ان کو معجزہ نہیں کہا جاتا بلکہ یہ رسالت کی تاسیس اور رسول کی کرامت و اعزاز ہوتا ہے۔

دوسری قسم:

یعنی معجزات جو نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد وقوع پذیر ہوئے وہ بہت زیادہ ہیں کیونکہ ہر وقت آپ کی امت کے خاص لوگوں کے لئے خلاف عادت واقعات ہوتے ہیں جس کا سبب آپ کی ذات گرامی ہے اور وہ آپ کی قدر و منزلت کی عظمت پر دلالت ہیں اور یہ بے شمار ہیں جس طرح آپ کے وسیلہ سے مدد مانگنا وغیرہ یہ بات آخری مقصد میں آپ کی قبر انور کی زیارت کے بیان میں آئے گی۔

تیسری قسم:

وہ معجزات جو نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کے ساتھ ساتھ رہے یعنی ولادت مبارکہ سے وفات شریف تک۔ جیسا کہ وہ نور جو آپ کے ساتھ ظاہر ہوا حتیٰ کہ اس سے شام کے محلات اور بازار روشن ہو گئے اور بصریٰ میں اونٹوں کی گردنیں دیکھی گئیں اور پرندے نے آپ کی والدہ ماجدہ کے دل کو چھوا حتیٰ کہ انہوں نے آپ کی ولادت پر کوئی تکلیف محسوس نہ کی اور آپ کو آفاق کا چکر لگوایا گیا نیز اس کے علاوہ معجزات بھی ہیں۔
نیز کفار کے مطالبہ پر آپ کا چاند کو چیر دینا، جب دو درختوں کو بلایا تو وہ آکر باہم مل گئے تھوڑے سے زاد سفر سے بہت بڑے لشکر کو کھانا کھلایا اور ایسا کئی جگہ ہوا نیز سختیوں پر غلبہ پایا اور اس کے علاوہ بے شمار معجزات ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے آپ کی مدد کی اور آپ کو خلاف عادت امور کے ذریعے کرامت و عزت بخشی یہ آپ کی حجت کے قیام کے لئے تائید، حجت کی طرف رہنمائی کی تمہید اور تمام امت میں آپ کی قیادت و سیادت کی تائید تھی۔
نیز آپ کے تشریف لے جانے کے بعد جو لوگ آئے ان میں سے جو غفلت سے باہر نکلے اس کو راہ راست پر رکھنے کا ایک ذریعہ ہے اگر ہم زیادہ تفصیل میں جائیں تو کتاب کا مقصود یعنی اختصار باقی نہیں رہے گا کیونکہ یہ بڑا وسیع میدان ہے اور مقصود کا حصول مشکل ہے لیکن میں مختصر طور پر بیان کروں گا اور اس دوران اہم جملوں کے ذریعے عظمت بیان کروں گا۔

معجزہ انشقاق قمر:

چاند کے پھٹ جانے والے معجزہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا:

اقتربت الساعة وانشق القمر ۔ (القمر ۔ ۱)

''قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا''۔

اس سے یہ واقعہ مراد ہے جس کی تائید اس ارشاد خداوندی سے ہوتی ہے جو اس کے بعد ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وان یروا اٰیة یعرضوا و یقولوا سحر مستمر (القمر ۔ ۲)

''اور اگر وہ کوئی نشانی دیکھیں تو اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ جادو ہے جو جاری ہے''۔

ظاہر یہی ہے کہ اس انشق سے مراد چاند کا پھٹ جانا ہے کیونکہ قیامت کے دن کفار یہ بات نہیں کہیں گے یعنی (سحر مستمر کے الفاظ) پس جب واضح ہوا کہ ان کا قول دنیا میں ہے تو اس سے ظاہر ہو گیا کہ چاند شق ہوا اور وہ نشانی جس کے بارے میں ان کا گمان تھا کہ یہ جادو ہے اس سے یہی (چاند کا پھٹ جانا) مراد ہے اور یہ بات واضح الفاظ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آئے گی۔

---

[1] البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۷۶

Marfat.com

یہ بات بھی معلوم ہونی چاہیے کہ چاند کا پھٹ جانا ہمارے نبی اکرم ﷺ کے علاوہ کسی کے لئے نہیں ہوا اور یہ تمام معجزات کی اصل ہے اور تمام مفسرین اور اہل سنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ معجزہ نبی اکرم ﷺ کے لئے وقوع پذیر ہوا۔

کیونکہ جب کفار قریش نے آپ کو جھٹلایا اور آپ کی تصدیق نہ کی تو انہوں نے آپ سے ایسی نشانی کا مطالبہ کیا جو آپ کے صدق دعویٰ کی دلیل ہو تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ عظیم نشانی عطا فرمائی کہ اس کی ایجاد انسان کے بس میں نہیں ہے۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ نے جو توحید خداوندی کا دعویٰ کیا اس میں آپ سچے ہیں اور اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک رب ہے۔

اور وہ جن معبودوں کی پوجا کرتے ہیں وہ باطل ہیں، وہ نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان اور عبادت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔

خطابی کہتے ہیں چاند کا شق ہونا بہت بڑی نشانی ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات میں سے کوئی معجزہ اس کے برابر نہیں ہو سکتا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ معجزہ آسمانوں کی دنیا میں ظاہر ہوا جو اس عالم کی طبیعتوں سے خارج ہیں جو عالم مختلف طبائع سے مرکب ہے اور یہ ان کاموں میں سے نہیں جن تک کسی حیلے ذریعے رسائی حاصل ہو سکے اس لئے اس کے ذریعے دلیل نبوت بہت ظاہر ہے۔

ابن عبدالبر نے کہا یہ حدیث صحابہ کرام کی بہت بڑی جماعت سے مروی ہے اس طرح بے شمار تابعین نے بھی اسے روایت کیا ہے پھر ایک جم غفیر نے ان سے نقل کی حتیٰ کہ ہم تک پہنچ گئی اور قرآن مجید کی آیت کریمہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

''مختصر ابن حاجب کی'' شرح میں علامہ ابن سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ چاند کا شق ہونا تواتر سے ثابت ہے اور قرآن مجید میں اس کا ذکر واضح الفاظ میں ہے۔ ''صحیح بخاری و مسلم اور ان کے علاوہ'' کتب حدیث میں متعدد طرق سے حضرت شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ حضرت سلیمان سے وہ حضرت ابراہیم سے وہ حضرت ابومعمر اور وہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں پھر فرمایا کہ اس کے دیگر کئی مختلف طرق بھی ہیں کہ اسکے حدیث متواتر ہونے میں کوئی شک نہیں۔

صحیح روایات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے شق قمر کا معجزہ مروی ہے۔ ان صحابہ کرام میں حضرت انس، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت حذیفہ، حضرت جبیر بن مطعم، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

حضرت انس اور ابن عباس رضی اللہ عنہم اس واقعہ کے وقت موجود نہ تھے کیونکہ یہ واقعہ مکہ مکرمہ میں ہجرت سے تقریباً پانچ سال پہلے ہوا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ اس وقت چار پانچ سال کے تھے لیکن مدینہ طیبہ میں تھے جب کہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ممکن ہے خود اس واقعہ کا مشاہدہ کیا ہو۔

''صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں'' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اہل مکہ نے نبی اکرم ﷺ سے مطالبہ کیا کہ آپ ان کو کوئی نشانی دکھائیں تو آپ نے ان کو چاند دو ٹکڑے کر کے دکھایا حتیٰ کہ انہوں نے غار حراء کو چاند (کے دو ٹکڑوں) کے درمیان دیکھا (آدھا ایک طرف اور آدھا دوسری طرف تھا)۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں چاند دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا ایک حصہ پہاڑ کے اوپر تھا جبکہ دوسرا اس سے نیچے آپ نے فرمایا گواہ رہو۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث ۳۶۳۶-۳۸۶۹-۳۸۷۰-۴۸۶۴ اور ۴۸۶۵، جامع ترمذی رقم الحدیث ۲۱۸۲، صحیح مسلم رقم الحدیث ۴۳، ۴۴، ۴۵، -مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۷، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۲۲، الدرالمنثور ج ۶ ص ۱۳۳، اتحاف السادۃ المتقین ج ۷ ص ۱۶۶، مشکوۃ المصابیح رقم الحدیث ۵۸۵۵، دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۹۵)

Marfat.com

باب نمبر ۱۹

نبی اکرم ﷺ کی محبت، آپ کی سنت کی اتباع، آپ کی سیرت اور طریقے پر چلنا، آپ کے آل واصحاب سے محبت کرنے کی فرضیت نیز آپ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے حکم کا بیان

اللہ تعالیٰ آپ کے فضل وشرف کو زیادہ ہی فرمائے۔

(مواہب اللدنیہ جلد دوئم کا ص ۶۵۰ تا ۶۹۷ نقل کیا جاتا ہے)

فصل نمبر ا:

نبی اکرم ﷺ کی محبت، آپ کی سنت کی اتباع اور سیرت طیبہ کی اقتداء کا وجوب

محبت کی تعریف:

جان لو کہ ''المدارج (مدارج السالکین[۱]) کے'' مصنف کے مطابق محبت ایک مرتبہ ہے جس کی طرف سبقت کرنے والے سبقت کرتے ہیں، عمل کرنے والے اس کی طرف نگاہ اٹھاتے ہیں اور سبقت کرنے والے اس کی معرفت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں محبت کرنے والے اس کے صحن میں اترنے کے لئے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں، عبادت گزار اس کی نسیم صبح سے راحت پاتے ہیں پس یہ دلوں کی قوت، ارواح کا رزق اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے یہی وہ زندگی ہے کہ اسے محروم آدمی مردوں میں شمار ہوتا ہے اور یہ ایسا نور ہے کہ جس نے اس کو گم پایا وہ اندھیروں کے سمندر میں ہے یہ ایسی شفاء ہے کہ جو اس سے خالی ہو اس کے دل میں تمام بیماریاں اترتی ہیں یہ وہی لذت ہے کہ جو اس کے ساتھ کامیابی حاصل نہ کرے اس کی زندگی غموں اور تکالیف کا شکار ہو جاتی ہے یہ (محبت) ایمان، اعمال اور مقامات کی روح ہے کہ اگر یہ نہ پائی جائے تو یہ تمام چیزیں ایسے جسم کی طرح ہیں جس میں روح نہ ہو محبت کسی شہر کی طرف جانے والوں کے بوجھ کو اٹھاتی ہے کہ وہ سخت جسمانی مشقت کے بغیر وہاں تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے اور یہ ان کو ایسی منازل تک پہنچاتی ہے کہ اس کے بغیر وہ کبھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتے یہ محبت ان کو سچائی کی مجالس سے ایسے مقامات کی طرف سکون عطا کرتی ہے کہ اس کے بغیر وہ ان مقامات میں داخل نہیں ہو سکتے۔

محبت اس قوم کی سواری ہے جو ہمیشہ محبوب کی طرف سفر جاری رکھتے ہیں اور یہ ان کا نہایت مضبوط راستہ ہے جو ان کو ان کی اصل منازل کی طرف کسی تکلیف کے بغیر لے جاتا ہے۔ اللہ کی قسم اہل محبت دنیا اور آخرت کا شرف حاصل کر گئے کیوں کہ ان کو اپنے محبوب کی معیت میں بہت وافر حصہ ملتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے لئے تقدیر مقرر کی تو اپنی مشیت اور حکمت بالغہ سے یہ بات مقدر فرمادی کہ انسان اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا پس یہ ایسی نعمت ہے جو محبت کرنے والوں پر کشادہ ہے سعادت اس قوم سے سبقت کر گئی جو اپنے بستروں پر سوئے ہوئے ہیں اور جو لوگ اپنے سفر میں کھڑے ہیں ان سے یہ کئی مراحل آگے چلی گئی۔

من لی بمثل سیرک المذلل　　تمشی رو بدا و تجیء فی الاول

---

[۱] مدارج السالکین کے نام سے ابن قیم نے ''منازل السائرین'' کی شرح لکھی ہے اور ''منازل السائرین'' شیخ الاسلام عبداللہ بن محمد بن علی انصاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے۔ وہ حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ ساٹھ سال تک لوگوں کو وعظ کرتے رہے۔ ۴۸۱ھ میں ان کا وصال ہوا۔ اس وقت ان کی عمر چھیاسی سال تھی۔ (زرقانی ج ۶ ص ۲۸۰)

Marfat.com

''کون ہے جو تیری آسان سیر کی طرح میرے لئے کفیل بنے کہ تو آہستہ چلتا ہے لیکن پہلے کو پہنچتا ہے''۔
انہوں نے مؤذن شوق کی آواز پر لبیک کہا جب اس نے حی علی الفلاح (آؤ بھلائی کی طرف) کی آواز بلند کی اور اپنے محبوب تک پہنچنے کے لئے اپنے نفسوں کو استعمال کیا اور ان کا یہ استعمال خوشی خوشی تھا اور وہ رات کے اندھیرے میں، صبح اور شام چلتے رہے اور جب وہ منزل پر پہنچے تو ان کی تعریف کی گئی اور منزل کی طرف جانے والی قوم کی تعریف صبح کے وقت کی جاتی ہے (کیونکہ وہ اس وقت وہاں پہنچتے ہیں)۔

محبت کیا ہے؟

محبت کی تعریف میں اختلاف ہے اور علماء کرام کی عبارات اس سلسلے میں اگرچہ زیادہ ہیں لیکن یہ کلام کا اختلاف نہیں احوال کا اختلاف ہے اور اکثر اقوال اس کے نتیجہ کی طرف لوٹتے ہیں حقیقت کی طرف نہیں۔
بعض محققین نے فرمایا کہ اہل معرفت کے نزدیک محبت کی حقیقت ایسی معلومات ہیں جن کی تعریف نہیں ہوسکتی اور ان کی پہچان صرف اس شخص کو ہوتی ہے جو اس کی لذت کو پاتا ہے اور اس کو بیان کرنا ممکن نہیں۔
جس طرح ''مدارج السالکین'' کے مصنف اور دوسرے لوگوں نے کہا کہ محبت کی کوئی واضح تعریف نہیں ہوسکتی ان کی تمام تعریفیں اس کی پوشیدگی کو زیادہ کرتی ہیں پس اس کا پایا جانا ہی اس کی تعریف ہے اور محبت (کے پائے جانے) سے زیادہ ہی ظاہر وصف کے ساتھ یہ موصوف نہیں ہو سکتی۔
لوگ اس کے اسباب، علامات، موجبات، علامات، شواہد، ثمرات اور احکام میں گفتگو کرتے ہیں پس ان کی تعریفیں ان چھ باتوں کے گرد چکر لگاتی ہیں اور ان کی وجہ سے ان کی مختلف عبارات ہیں اور ادراک، مقام اور حال کے اعتبار سے اشارات زیادہ ہیں۔
ان حضرات نے محبت کے لئے دو حرف وضع کئے ہیں جو مسمیٰ کے ساتھ انتہائی مناسبت رکھتے ہیں ایک ''حاء'' ہے جو حلق کی ابتداء سے نکلتا ہے اور دوسرا حرف ''باء'' ہے جو ہونٹوں سے نکلتا ہے اور یہ انتہا ہے پس حاء کے لئے ابتداء اور باء کے لئے انتہا ہے اور محبت نیز محبوب کے ساتھ اس کے تعلق کی شان یہی ہے کیونکہ اس کی ابتداء بھی محبوب سے ہوتی ہے اور انتہا بھی اسی پر ہوتی ہے۔
اور ''الحب'' کو ضمہ کی حرکت دیتے ہیں یعنی حاء پر ضمہ پڑھتے ہیں اور یہ تمام حرکات میں سے سب سے زیادہ سخت اور مضبوط حرکت ہے اور یہ اپنے مسمیٰ کی حرکت اور قوت کے مطابق ہے۔
اور محبوب کے لئے ''الحب'' کا لفظ حاء پر کسرہ کے ساتھ بولا جاتا ہے اور ''حب'' محبوب کو کہتے ہیں اس پر کسرہ اس لئے ہے کہ یہ حرکت ضمہ کے مقابلے میں آسان ہے اور محبوب اور اس کا ذکر دلوں اور زبانوں پر آسان ہوتا ہے۔
تو ان لطائف اور مناسبت عجیبہ میں غور کرو جو الفاظ اور معانی کے درمیان ہے اس سے تمہیں اس لغت کا علم ہو جائے گا اور اس لغت کی ایک شان ہے جو دوسری لغات کے لئے نہیں ہے۔

بعض تعریفات:

یہ بعض تعریفات ہیں جو محبت کے سلسلے میں اس کے آثار و شواہد کے اعتبار سے قبول کی گئیں اور یہاں کچھ باتوں کی وضاحت ضروری ہے۔
۱- حاضری کی حالت ہو یا غیب کی دونوں صورتوں میں محبوب کی موافقت ضروری ہے اور یہ محبت کا موجب اور تقاضا ہے۔
۲- محب کا اپنی صفات کو مٹا دینا اور ذات کو باقی رکھنا، اور یہ محبت میں فنا ہونے کے مقام سے ہے یعنی محب کی صفات مٹ کر دہ محبوب کی صفات اور ذات میں فنا ہو جائیں یہ بات اس سے زیادہ کامل بیان کا تقاضا کرتی ہے لیکن اس کا ادراک اسے ہی ہوسکتا ہے جسے محبت اس کی ذات سے فنا کردے اور وہ محبت میں گم ہو جائے۔

Marfat.com

۳-اپنے زیادہ کو کم اور محبوب کی طرف سے کم کو زیادہ سمجھنا اور یہ ابو یزید کا قول ہے اور یہ بات بھی محبت کے احکام اور اس کے مواجبات اور شواہد سے ہے اگر محب صادق اپنے محبوب کے لئے وہ سب کچھ خرچ کر دے جس پر قادر رہے تو اسے کم سمجھے اور اس سے حیاء کرے۔

اور اگر اپنے محبوب کی طرف سے تھوڑی سی محبت بھی پائے تو اس کی زیادہ سمجھے اور اس کی تعظیم کرے۔

۴-اپنی معمولی غلطی کو بڑی غلطی اور فرمانبرداری کو کم سمجھے یہ پہلی صورت کے قریب ہے لیکن یہ محب کے ساتھ مخصوص ہے۔

۵-فرمانبرداری کو اپنایا جائے اور مخالفت کو دور کیا جائے یہ حضرت سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور یہ بھی محبت کے حکم اور موجب سے ہے۔

۶-اپنا سب کچھ محبوب کو دے دو پس تمہارے پاس تمہاری کوئی چیز باقی نہ رہے یہ ہمارے سردار ابوعبداللہ قرشی (محمد بن احمد بن ابراہیم متوفی ۵۹۹ھ) کا قول ہے اور یہ بھی محبت کے موجبات اور اس کے احکام میں سے ہے اور مراد یہ ہے کہ اپنا ارادہ عزم افعال نفس مال اور وقت اپنے محبوب کو ہبہ کر دو اور یہ سب کچھ اس کی مرضی اور محبت کے لئے مخصوص کر دو اپنی ذات کے لئے صرف وہی کچھ لو جو وہ تمہیں دے وہ بھی محبوب کے لئے ہی لو۔ (الاعلام ج۵ ص۳۱۹، شذرات الذہب ج۴ ص۳۴۲)۔

۷-دل سے محبوب کے علاوہ سب کچھ مٹا دو یہ کمال محبت کا تقاضا ہے کیونکہ جب تک دل میں محبوب کے غیر کے لئے جگہ ہوگی تو محبت میں دخل اندازی رہے گی۔

۸-محبوب کے بارے میں یہ غیرت ہو کہ تمہارے جیسا آدمی اس سے محبت کرتا ہے یہ حضرت شبلی (دلف بن جحدر اور ایک قول کے مطابق جعفر بن یونس رحمۃ اللہ علیہ) کا قول ہے ان کی مراد یہ ہے کہ تم اپنے نفس کو اس بات سے حقیر اور چھوٹا سمجھو کہ تمہارے جیسا شخص اس محبوب کے محبین میں سے ہو۔ (الاعلام ج۲ ص۳۴۱، وفیات الاعیان ج۱ ص۱۸۰، نجوم الزاہرۃ ج۳ ص۲۸۹، صفۃ الصفوہ ج۲ ص۲۵۸، حلیۃ الاولیاء ج۱۰ ص۳۶۶، المنتظم ج۱۴ ص۵۰، تاریخ بغداد ج۱۴ ص۳۸۹، البدایۃ والنہایہ ج۱۱ ص۲۱۵)

۹-محبوب کے غیر سے غیرت کی وجہ سے اور محبوب کی ہیبت کی وجہ سے نگاہ جھکی رہے یہ بات بھی وضاحت کی طالب ہے پہلی بات تو ظاہر ہے لیکن جہاں تک دوسری بات کا تعلق ہے تو دل کی آنکھ کو محبوب سے بند رکھنا حالانکہ اس سے کامل محبت ہو محال کی طرح ہے لیکن جب محبت کا غلبہ ہو تو اس قسم کا کام ہو جاتا ہے اور یہ اس محبت کی علامات میں سے ہے جو ہیبت اور تعظیم سے ملی ہوئی ہو۔

۱۰-تم کسی چیز کی طرف مکمل میلان رکھتے ہو پھر تم محبوب کو اپنے نفس، روح اور مال پر ترجیح دو پھر ظاہری اور باطنی طور پر اس کی موافقت کرو پھر یوں خیال کرو کہ تم سے اس کی محبت میں کوتاہی ہوئی ہے۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے حضرت حارث محاسبی (ابوعبداللہ حارث بن اسد متوفی ۲۴۳ھ) کو یہ بات کہتے ہوئے سنا ہے۔

(الاعلام ج۲ ص۱۵۳، صفۃ الصفوہ ج۲ ص۲۰۷، حلیۃ الاولیاء ج۱۰ ص۷۳، وفیات الاعیان ج۱ ص۱۲۶، تاریخ بغداد ج۸ ص۲۱۱)

۱۱-تم پر سکر کی حالت طاری ہو صرف محبوب کو دیکھنے کے لئے ہوش آنا چاہیے پھر مشاہدہ کے وقت جو سکر (نشہ) ہوتا ہے اس کا وصف بیان نہیں ہو سکتا بعض حضرات نے یوں کہا۔

فاسکرا القوم دور الکاس بینھم لکن سکری نشا من رؤیۃ الساقی

''قوم کے درمیان شراب کا پیالہ گردش کرتا رہا اور وہ نشہ میں مبتلا ہو گئے لیکن نشہ تو پلانے والے کو دیکھنے سے پیدا ہوا''۔

۱۲-محبوب کی طلب میں دل سفر کرے اور زبان اس کے ذکر میں ہمیشہ رطب اللسان رہے اس کی طلب میں دل کا سفر اس کی ملاقات کا شوق ہے اور زبان اس کے ذکر کے ساتھ جاری رہنا تو اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص کسی سے محبت کرتا ہے اس کا ذکر زیادہ کرتا ہے۔

Marfat.com

۱۳- اس بات کی طرف میلان ہو جو انسان کے موافق ہے مثلاً حسین صورتوں اور اچھی آوازوں سے محبت کرنا نیز دوسری لذات کہ کوئی طبع سلیم ان کی طرف میلان اور ان کی موافقت سے خالی نہیں۔

یا کسی حسن کے ذریعے اس کا ادراک کر کے لذت حاصل کرے یا اس کی محبت اس لئے ہو کہ اس کے اس پر انعامات واحسانات ہیں کیونکہ دلوں میں فطری طور پر یہ بات رکھی گئی ہے کہ ان پر جو احسان کرے اس سے محبت کرتے ہیں جس طرح حضرت ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ''الحلیۃ میں ''نیز ابوالشیخ اور دوسرے حضرات نے ذکر کیا''۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۴-ص ۱۲۱)

پس جب انسان اس شخص سے محبت کرتا ہے جو دنیا میں ایک دو مرتبہ اس پر ایسی چیز کا احسان کرے جو فانی ختم ہونے والی یا عارضی ہلاکت اور تکلیف سے بچائے تو تمہارا کیا خیال ہے کہ جو شخص ہمیشہ رہنے والا عطیہ دے جس کے لئے زوال نہیں ہے اور اس کو ایسے دردناک عذاب سے بچائے جس کے لئے فنا یا پھر جانا نہیں اس سے محبت کس قدر لازم ہوگی؟

محبت رسول اللہ ﷺ

جب انسان کسی دوسرے سے اچھی صورتوں اور قابل تعریف سیرت کی وجہ سے محبت کرتا ہے تو کریم نبی اور عظیم رسول اللہ ﷺ کا کیا معاملہ ہوگا جو تمام محاسن اور اخلاق اور تکریم کے جامع ہیں جنہوں نے ہمیں تمام مکارم اور فضل عمیم عطا فرمایا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے ہمیں کفر کے اندھیروں سے ایمان کے نور کی طرف نکالا جہالت کی آگ سے بچایا اور معارف ویقین کے باغات کی راہ دکھائی، ہمیشہ کی نعمتوں میں ہمارے دائمی بقا کا یہی سبب ہے اس سے زیادہ قدر وقیمت اور عظمت والا احسان کون سا ہو سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی بقا کی قسم اللہ تعالیٰ کے بعد کسی دوسرے کا اس قدر احسان نہیں ہو سکتا جس قدر نبی اکرم ﷺ کا ہم پر احسان ہے اور ہمارے نزدیک آپ سے بڑھ کر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے۔

ہم کس طرح آپ کا بعض شکریہ ادا کر سکتے ہیں اور آپ کے واجب حق کی ادائیگی عشر عشیر بھی نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کے ذریعے ہمیں دنیا اور آخرت عطا فرمائی اور ہم پر اپنی نعمتیں انڈیل دیں، وہ ظاہری ہوں یا باطنی۔

پس آپ کا استحقاق ہے کہ ہماری اپنے نفسوں، اولاد، اہل وعیال مال اور سب لوگوں سے محبت کے مقابلے میں آپ سے زیادہ محبت ہو۔

بلکہ ہمارے ہر بال کے اُگنے کی جگہ آپ کے لئے محبت نامہ ہو تو یہ بھی اس حق کا بعض ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لا یومن احد کم حتّٰی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ۔

''تم میں سے کوئی (کامل) مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اور اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں''۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث ۱۴' صحیح مسلم رقم الحدیث ۷۰' سنن نسائی ج ۸ ص ۱۱۴' ابن ماجہ رقم الحدیث ۶۷)

والد کا ذکر سب سے پہلے ہوا کیونکہ والد عام طور پر پایا جاتا ہے اور ہر شخص کا والد ہوتا ہے جب کہ دوسری صورت نہیں (یعنی بعض لوگوں کی اولاد نہیں ہوتی)۔

سنن نسائی میں ولد کا ذکر سب سے پہلے ہے کیونکہ اس میں شفقت زیادہ ہے۔ عبدالعزیز بن صہیب کی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت میں والناس اجمعین اور سب لوگوں سے زیادہ کے الفاظ بھی ہیں۔

صحیح ابن خزیمہ من اھلہ ومالہ کے الفاظ ہیں اور من والدہ وولدہ کے الفاظ نہیں ہیں (یعنی اپنے اہل ومال کی محبت سے بڑھ کر مجھ سے محبت کرے) اس میں والد اور ولد معنوی طور پر زیادہ داخل ہیں کیونکہ عقلمند آدمی کے نزدیک اہل ومال کے مقابلے میں اور ولد زیادہ ہوتے ہیں بلکہ بعض اوقات اپنے آپ سے بھی زیادہ عزیز ہوتے ہیں اسی لئے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں نفس کا ذکر نہیں ہے اور والد وولد کے ذکر کے

Marfat.com

بعد ''الناس'' عام کے خاص پر عطف کے قبیل سے ہے (کیونکہ ''الناس'' میں ولد اور والد بھی داخل ہیں)۔

نبی اکرم ﷺ سے محبت کا معنیٰ :

خطابی نے کہا کہ یہاں اختیاری محبت مراد ہے، طبعی محبت مراد نہیں ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس میں نفس امارہ اور نفس مطمئنہ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ جو شخص نفس مطمئنہ کی جانب کو ترجیح دیتا ہے وہ نبی اکرم ﷺ کی محبت کو ترجیح دیتا ہے اور جو نفس امارہ کی جانب کو ترجیح دیتا ہے اس کا فیصلہ اسکے برعکس ہوتا ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں ہے کہ یہ محبت صحت ایمان کے لئے شرط ہے کیونکہ انہوں نے محبت کو تعظیم اور اظہار بزرگی پر محمول کیا ہے۔

صاحب مفہم نے ان پر اعتراض کیا کہ یہ بات مراد نہیں ہے کیونکہ اعظم ہونے کا عقیدہ محبت کو لازم نہیں ہے کیونکہ بعض اوقات انسان کسی چیز کو عظیم سمجھتا ہے لیکن اس کی محبت سے خالی ہوتا ہے۔

وہ فرماتے ہیں اس بنیاد پر جو شخص اپنے نفس کا میلان نہ پائے اس کا ایمان مکمل نہیں ہوتا'' صحیح بخاری کے باب الایمان والنذور میں حضرت عبداللہ بن ہشام سے مروی حدیث میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قول میں اسی طرف اشارہ پایا جاتا ہے حدیث یوں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے میرے نفس کے علاوہ جو میرے پہلوؤں کے درمیان ہے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

لن یومن احد کم حتّٰی اکون احب الیہ من نفسہ ۔

تم میں سے کوئی شخص ہرگز (کامل) مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے نفس سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اس ذات کی قسم جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی آپ میرے نزدیک میری ذات سے بھی زیادہ محبوب ہیں اس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے عمر (تمہارا ایمان مکمل ہوا)۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث ۶۶۳۲، الشفاء ج ۲ ص ۱۹ کنز العمال رقم الحدیث ۱۳۸۶)

تو اس محبت میں فقط اعظم ہونے کا عقیدہ نہیں کیونکہ یہ عقیدہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس سے پہلے قطعی طور پر حاصل تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

لا والذی نفسی بیدہ حتّٰی اکون احب الیک من نفسک ۔

نہیں، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے حتیٰ کہ میں تمہارے نزدیک تمہارے نفس سے بھی زیادہ محبوب ہو جاؤں۔

بعض زاہدوں کا قول ہے کہ تقدیر کلام یوں ہے:

لا تصدق فی حبی حتی توثر رضای علی ھواک وان کان فیہ الھلاک

تم میری محبت میں سچے نہیں ہو سکتے حتیٰ کہ میری رضا کو اپنی خواہش پر ترجیح دو اگرچہ اس میں ہلاکت ہو۔

جہاں تک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا پہلے مرحلے میں توقف کرنے اور اپنے نفس کو مستثنیٰ کرنے کا تعلق ہے تو انسان کا اپنے نفس سے محبت کرنا ایک فطری امر ہے اور دوسرے سے محبت کرنا اسباب کے واسطے سے اختیاری ہے اور نبی اکرم ﷺ نے ان سے اختیاری محبت کا ارادہ فرمایا کیونکہ فطرت کو بدلا نہیں جاسکتا۔

اس بنیاد پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پہلا جواب فطرت وطبیعت کے مطابق تھا پھر غور کیا اور استدلال سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ انہیں ان

Marfat.com

کے نفس سے بھی زیادہ محبوب ہیں کیونکہ آپ دنیا و آخرت میں ہلاکتوں سے نجات کا باعث ہیں پس انہوں نے اس بات کی خبر دی جو اختیار کا تقاضا تھا اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے یوں جواب دیا کہ اے عمر! اب آپ کو مغفرت حاصل ہوئی اور آپ نے وہ بات کہی جو واجب تھی۔

اللہ تعالیٰ کی محبت

جب ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ جو اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں، کی یہ شان ہے کہ ہم آپ سے محبت کریں اور یہ بات واجب ہے کہ آپ کی محبت ہمارے نفسوں، اولاد، والدین اور تمام لوگوں کی محبت سے مقدم ہو تو اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی غیر کی محبت سے اس کے مقدم ہونے کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ اور اللہ تعالیٰ کی محبت اپنی قدر و صفت میں دوسروں کی محبت سے الگ خاص مقام رکھتی ہے اور یہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے پس بندے پر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اسے اپنی اولاد اور والد سے بھی زیادہ محبوب ہو بلکہ اس کی سماعت، بصارت اور اس کے پہلو میں جو نفس ہے اس سے بھی زیادہ ہو پس اس کا معبود برحق اسے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہو اور ایک چیز بعض وجہ سے محبوب ہوتی ہے اور بعض اعتبارات سے نہیں ہوتی اور کبھی اس (چیز) سے کسی غیر کی وجہ سے محبت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے ہر اعتبار سے اس کی ذات کی وجہ سے محبت نہیں اور معبود ہونا صرف اسی کو لائق ہے، محبت، فرمانبرداری اور خضوع اختیار کرنا اسے معبود ماننا ہے۔

نبی اکرم ﷺ سے محبت کی آزمائش

رسول اکرم ﷺ کے لئے مذکور محبت کی علامات میں سے ہے کہ انسان سوچے اگر اسے اختیار دیا جائے کہ اپنی کسی غرض کو چھوڑ دے یا نبی اکرم ﷺ کی زیارت کو چھوڑ دے (ان میں سے ایک بات اختیار کرے) پس اگر اپنی کسی غرض کو نہ پانے کے مقابلے میں آپ کو نہ پانا اس کے لئے زیادہ سخت ہو تو وہ رسول اکرم ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب سمجھنے والا قرار پائے گا اور جس میں یہ بات نہ ہو وہ اس صفت سے محروم ہے۔

امام قرطبی فرماتے ہیں: جو شخص رسول اکرم ﷺ پر صحیح معنی میں ایمان رکھتا ہو وہ یقیناً اس محبت کو ترجیح دینے کے وصف سے خالی نہیں ہو سکتا البتہ ان کی محبت میں اختلاف ہے پس کسی کو اس محبت سے بڑا حصہ ملتا ہے اور کسی کو ادنیٰ حصہ حاصل ہوتا ہے جس طرح خواہشات میں غرق انسان عام طور پر غفلتوں کے پردے میں ہوتا ہے لیکن ان میں سے اکثر لوگ ایسے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ کا ذکر کیا جائے تو ان کو آپ کی زیارت کا ایسا شوق پیدا ہوتا ہے کہ وہ اسے اپنے اہل و مال اور اولاد پر ترجیح دیتے ہیں اور وہ اس مقصد کے حصول کے لئے اپنے آپ کو بڑی بڑی مشقتوں میں ڈالتے ہیں اور اپنے دل میں ایسا رجحان پاتے ہیں جس میں کوئی تردد نہیں ہوتا اور اس بات کا مشاہدہ کیا گیا کہ جو لوگ ان مذکورہ چیزوں پر نبی اکرم ﷺ کی قبر شریف کی زیارت اور آپ کے آثار مبارکہ کی جگہوں کی زیارت کو ترجیح دیتے ہیں تو اس کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ ان کے دلوں میں آپ کی محبت ثابت و قائم ہوتی ہے البتہ مسلسل غفلتوں کی وجہ سے یہ بات جلد زائل ہو جاتی ہے۔

پس جس جس مسلمان کے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ہو وہ اسی محبت کے ساتھ اسلام میں داخل ہوتا ہے اور آپ کی محبت میں لوگوں کے درجات مختلف ہیں کیونکہ نبی اکرم ﷺ کی طرف سے جو نفع دونوں جہانوں کی بھلائی کے لئے پہنچتا ہے اس کے اندازے اور اس سے غفلت کے اعتبار سے فرق ہوتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ اس معنی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حصہ نہایت کامل تھا کیونکہ یہ معرفت کا نتیجہ ہے اور وہ آپ کی معرفت زیادہ رکھتے تھے۔

صحابہ کرام کی نبی اکرم ﷺ سے محبت کے کچھ نمونے

ابن اسحاق نے روایت کیا جیسا کہ "الشفاء میں" نقل کیا گیا کہ انصار کی ایک عورت کا باپ، بھائی اور خاوند جو احد کے دن نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے شہید ہو گئے تو اس عورت نے پوچھا نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کیا ہوا؟ صحابہ کرام نے جواب دیا آپ بہتر حالت میں ہیں جس طرح تم چاہتی ہو آپ اسی حالت میں ہیں۔ اس نے کہا مجھے نبی اکرم ﷺ کی زیارت کراؤ تاکہ میں آپ کو دیکھوں جب اس نے آپ کی زیارت کی تو کہا:

Marfat.com

کل مصیبۃ بعدک جلل — آپ کے بعد ہر مصیبت چھوٹی ہے

اس حدیث کو امام بیہقی رحمہ اللہ نے ''دلائل النبوۃ میں'' نقل کیا اور ''اللباب کے'' مصنف نے ان الفاظ میں ذکر کیا کہ جب احد کے دن کہا گیا کہ حضرت محمد ﷺ شہید کر دیے گئے ہیں اور مدینہ میں بہت زیادہ چیخ و پکار ہوئی تو انصار کی ایک خاتون باہر نکلیں۔ اس نے اپنے بھائی، بیٹے، خاوند اور باپ کو شہادت کی حالت میں پایا اسے معلوم نہ تھا کہ وہ پہلے کس کا استقبال کرے وہ جب بھی ان میں سے کسی ایک کے پاس سے گزرتی کہ وہ حالت شہادت میں زمین پر پڑے ہیں تو پوچھتی یہ کون ہے؟ صحابہ کرام فرماتے تمہارا بھائی، تمہارا باپ، تمہارا خاوند اور تمہارا بیٹا ہے۔ اس نے پوچھا نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کیا ہوا انہوں نے کہا وہ تیرے آگے ہیں حتیٰ کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی طرف چلی پس آپ کے کپڑے کا کنارہ پکڑ کر کہنے لگی یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھے کوئی پرواہ نہیں جب آپ محفوظ ہیں۔ ابن ابی الدنیا نے اس کی مثل اختصار کے ساتھ روایت کیا۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ سے زیادہ مجھے کسی سے محبت نہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ہمیں اپنے مالوں، اولاد، آباؤ اجداد اور ماؤں اور حالت پیاس میں ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب ہے۔

جب اہل مکہ نے زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کو حرم سے نکالا[1] کہ ان کو شہید کریں تو ابو سفیان بن حرب نے ان سے کہا اے زید! میں تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم چاہتے ہو کہ اس وقت تمہاری جگہ محمد ﷺ ہوتے اور ان کی گردن ماری جاتی اور تم اپنے گھر والوں کے پاس ہوتے؟ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اللہ کی قسم میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ اس وقت حضرت محمد ﷺ اس جگہ ہوتے اور آپ کو کانٹا بھی چبھتا اور میں اپنے گھر والوں کے ساتھ بیٹھا ہوتا۔ ابو سفیان نے کہا میں نے لوگوں میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ کسی سے اس طرح محبت کرے جس طرح حضرت محمد ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم آپ سے محبت کرتے ہیں۔

حضرت قاضی عیاض رحمہ اللہ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا آپ میرے نزدیک میرے گھر والوں اور مال سے بھی زیادہ محبوب ہیں اور میں آپ کا ذکر کرتا ہوں لیکن مجھے صبر نہیں آتا جب تک حاضر ہو کر آپ کی زیارت نہ کر لوں میں اپنی موت اور آپ کے وصال کو یاد کرتا ہوں تو معلوم کرتا ہوں کہ جب آپ جنت میں تشریف لے جائیں گے تو انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ آپ کا بلند مقام ہوگا اور اگر میں جنت میں داخل ہوا تو آپ کو دیکھ نہیں سکوں گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ (النساء:۶۹)

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم مانیں پس وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء کرام، صدیقین، شہداء اور صالحین اور ان لوگوں کی دوستی کتنی اچھی ہے؟

چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے اسے بلا کر اس کے سامنے یہ آیت کریمہ پڑھی۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کو دیکھ رہا تھا اور نظر ہٹاتا نہیں تھا۔ آپ نے فرمایا تمہیں کیا ہوا؟ اس نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں آپ کی زیارت سے نفع اٹھا رہا ہوں۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ آپ کو فضیلت عطا فرماتے ہوئے بلند مقام عطا فرمائے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

---

[1] حضرت زید بن دثنہ بن معاویہ بن عبید بن معاویہ بن عامر بن بیاض انصاری کو حضرت خبیب ابن عدی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کفار نے قید کر لیا۔ صفوان بن امیہ نے حضرت زید کو خرید لیا۔ یہ ذی قعدہ ۳ھ کا واقعہ ہے پھر محرم کے بعد شہید کرنے کے لئے مقام تنعیم میں لے گئے۔ اسی موقع پر یہ گفتگو ہوئی تھی۔ (زرقانی ج ۶ ص ۲۹۱)

Marfat.com

امام بغوی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں ان الفاظ میں ذکر کیا کہ یہ آیت نبی اکرم ﷺ کے غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ وہ نبی اکرم ﷺ سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے اور آپ کے بغیر صبر نہیں کر سکتے تھے ایک دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور غم کی وجہ سے ان کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو چکا تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے ان سے پوچھا تمہارا رنگ کیوں بدل گیا؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کوئی بیماری یا تکلیف نہیں صرف یہ بات ہے کہ جب آپ کو دیکھ نہیں پاتا تو سخت وحشت ہوتی ہے حتیٰ کہ آپ کی زیارت کر لوں۔ پھر انہوں نے آخرت کا ذکر کیا اور عرض کیا کہ مجھے ڈر ہے کہ میں آپ کو دیکھ نہیں سکوں گا کیونکہ آپ کو انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ بلند مقام عطا ہو گا اور میں اگر جنت میں داخل بھی ہوا تو آپ کی منزل و مقام سے میرا مقام ادنیٰ ہو گا اور اگر جنت میں داخل نہ ہوا تو آپ کو کبھی دیکھ نہیں سکوں گا۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر بغوی ج اص ۴۵۸، تاریخ دمشق ج ۳ ص ۳۸۳)

امام واحدی نے بھی اسباب نزول میں اسی طرح ذکر کیا وہ اس کی نسبت کلبی کی طرف کرتے ہیں اور وہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ (اسباب النزول للواحدی ص ۹۵)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بعض صحابہ کرام نے کہا کہ جنت میں کیا حال ہو گا۔ آپ بلند درجات میں ہوں گے اور ہم آپ سے نچلے درجات میں ہوں گے پس آپ کو کیسے دیکھ سکیں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ابن ظفر نے "ینبوع الحیاۃ میں" ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا کہ عامر شعبی فرماتے ہیں انصار میں سے ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اللہ کی قسم یا رسول اللہ! آپ میرے نزدیک میری جان، مال، اولاد اور گھر والوں سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ اگر میں آپ کے پاس حاضر ہو کر آپ کی زیارت نہ کروں تو میں سمجھتا ہوں کہ میں مر گیا یا عنقریب مر جاؤں گا۔ پھر وہ انصاری رونے لگے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم کیوں روتے ہو؟ عرض کیا میں یہ بات یاد کر کے روتا ہوں کہ عنقریب آپ کا وصال ہو جائے گا اور ہم بھی مر جائیں گے پس آپ انبیاء کرام کے ساتھ بلند مقام پر ہوں گے اور اگر ہم جنت میں داخل ہوئے تو آپ سے نیچے ہوں گے نبی اکرم ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ (مذکورہ بالا) آیت نازل فرمادی۔ (کشف الظنون ج ۲ ص ۲۰۵، الدر المنثور ج ۲ ص ۱۸۲)

ابن ظفر فرماتے ہیں مقاتل بن سلیمان نے اس کی مثل ذکر کیا ہے اور فرمایا کہ وہ (انصاری شخص) حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہ انصاری ہیں جنہوں نے (خواب میں) اذان کا معاملہ دیکھا انہوں نے یہ بھی ذکر کیا کہ یہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ اپنے ایک باغ میں کام کر رہے تھے کہ ان کے بیٹے نے آکر خبر دی کہ نبی اکرم ﷺ کا انتقال ہو گیا ہے تو انہوں نے دعا مانگی یا اللہ! میری بینائی زائل کر دے تاکہ میں اپنے محبوب حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی کو نہ دیکھوں پس ان کی نگاہ رک گئی۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت

یہ بات جان لو کہ دل میں دو محبتوں کا جمع ہونا ممکن نہیں کیونکہ سچی محبت، محبوب کے ایک ہونے کو چاہتی ہے تو آدمی کو اپنے لئے دو محبتوں میں ایک کو اختیار کرنا چاہئے کیونکہ دونوں دل میں جمع نہیں ہو سکتیں اور آدمی اپنے محبوب کے نزدیک وہی کچھ ہوتا ہے جو ہوتا ہے جیسا کہ کہا گیا:

انت القتیل بای من اجبته فاختر لنفسك فی الهوی من تصطفی

"تم جس سے محبت کرتے ہو اس کے مقتول ہو (یعنی اس کے سامنے فوت شدہ انسان کی طرح بے بس ہو جاؤ) پس محبت کے حوالے سے اپنے لئے اسے اختیار کرو جو دین کے اعتبار سے صاف ہو۔"

بعض حکماء فرماتے ہیں جس طرح ایک میان میں دو تلواریں نہیں آسکتیں اسی طرح ایک دل میں دو محبتوں کی گنجائش نہیں ہوتی تمہارا اپنے محبوب کی طرف متوجہ ہونا اس بات کو لازم کرتا ہے کہ اس کے سوا ہر چیز سے منہ پھیر لو پس جو شخص محبت میں مداہنت (منافقت) اختیار کرتا ہے یا حیلے بہانے سے کام لیتا ہے وہ غیرت کی چھری کے سامنے گلے کی رگوں کو پیش کرتا ہے پس رسول اکرم ﷺ کی محبت کے بغیر بلکہ نفسوں، آباؤ اجداد

Marfat.com

اور اولاد کی محبت سے آپ کی محبت کو مقدم کئے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا کیونکہ آپ سے محبت درحقیقت اللہ تعالیٰ سے محبت ہے۔

حضرت ابوسعید خراز رحمہ اللہ سے منقول ہے جسے امام قشیری رحمہ اللہ نے اپنے رسالے میں ذکر کیا وہ فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا یارسول اللہ! مجھے معذور سمجھیں اللہ تعالیٰ کی محبت نے مجھے آپ کی محبت سے دور رکھا تو آپ نے مجھ سے فرمایا: اے مبارک! جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔ [1]

کہا گیا ہے کہ یہ واقعہ انصار کی ایک خاتون کو بیداری کی حالت میں پیش آیا نیز ان ابی مجد (ابراہیم دسوقی رحمہ اللہ متوفی ۶۷۶ھ) کو پیش آیا:

الایا محب المصطفی زد صبابة ۔۔۔ وضمخ لسان الذکر منك بطیبه

ولا تعبان بالمبطلین فانما ۔۔۔ علامة حب اللہ حب حبیبه

"اے مصطفیٰ ﷺ سے محبت کرنے والے! اپنے شوق کو زیادہ کر اور زبانِ ذکر کو آپ کی تعریف و تعظیم سے ملا دے اور بدعقیدہ لوگوں کی پرواہ نہ کر کیونکہ اللہ تعالیٰ سے محبت کی علامت اس کے حبیب ﷺ سے محبت کرنا ہے۔"

(الاعلام ج ا ص ۵۹، طبقات الشعرانی ج ا ص ۱۴۳، خطط مبارک ج ۱۱ ص ۷)

اسی طرح ہر وہ محبت جو اللہ تعالیٰ کی ذات میں اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہو وہ بھی حضور علیہ السلام سے محبت ہے۔ [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

ثلاث من کن فیه وجد حلاوة الایمان، ان یکون اللہ و رسوله احب الیه مما سواهما، و ان یحب المرء لا یحبه الا اللہ و ان یکره ان یعود فی الکفر کما یکره ان یقذف فی النار

تین باتیں ایسی ہیں کہ جس میں پائی جائیں وہ ایمان کی مٹھاس حاصل کر لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اسے ان کے غیر سے زیادہ محبوب ہوں کسی شخص سے محبت صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہو اور کفر میں جانا اسے اس طرح ناپسند ہو جس طرح جہنم میں ڈالا جانا ناپسند ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۷، سنن نسائی ج ۸ ص ۹۴، مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۳-۱۷۴-۲۳۰، موارد الظمآن ص ۲۸۵، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۳۲۰، مجمع الزوائد ج ا ص ۵۵، اتحاف السادۃ المتقین ج ۵ ص ۵۴۷، الترغیب والترہیب ج ۴ ص ۱۴، حلیۃ الاولیاء ج ا ص ۲۷-ج ۲ ص ۲۸۸، کنز العمال رقم الحدیث: ۴۳۲۱۲)

پس ایمان کے ذائقے کو اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر راضی ہونے سے معلق و مشروط کیا اور اس کی مٹھاس کا پایا جانا اس چیز سے معلق کیا جس پر یہ موقوف ہے اور اس کے بغیر ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی وہ یہ کہ بندے کے نزدیک اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ سب سے زیادہ محبوب ہوں پس جو شخص اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر راضی ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ بندہ ہے۔

ایمان کی مٹھاس عبادات سے لذت حاصل کرنا اور دین میں مشقت برداشت کرنا ہے اور ان باتوں کو دنیوی اغراض پر ترجیح دینا ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت اس کی اطاعت کو اختیار کرنے اور اس کی مخالفت کو چھوڑنے میں ہے۔ اسی طرح نبی اکرم ﷺ کا معاملہ ہے۔

یہ بات امام نووی رحمہ اللہ نے فرمائی ہے۔

دوسرے حضرات نے فرمایا اس کا معنی یہ ہے کہ جس کا ایمان مکمل ہو وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا حق والد، اولاد اور تمام

---

[1] پس ایمان کے ذائقے کو اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر راضی ہونے سے معلق و مشروط کیا اور اس کی مٹھاس کا پایا جانا اس چیز سے معلق کیا جس پر یہ موقوف ہے اور اس کے بغیر ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی وہ یہ کہ بندے کے نزدیک اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ سب سے زیادہ محبوب ہوں پس جو شخص اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر راضی ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ بندہ ہے۔

[2] یعنی جو شخص کہتا ہے کہ حضور علیہ السلام سے محبت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے سے ذکر خداوندی رک جاتا ہے اس بدعقیدہ کی پرواہ نہ کرو کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے احبوني لحب اللہ، اللہ تعالیٰ کی محبت کے لئے مجھ سے محبت کرو۔ ۱۲ ہزاروی

Marfat.com

لوگوں کے حق سے زیادہ ہے کیونکہ گمراہی سے ہدایت اور جہنم سے آزادی، رسول ﷺ کی زبان مبارک سے حاصل ہوتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے ارشاد گرامی "حلاوۃ الایمان" میں استعارہ تخیلیہ ہے [1] کیونکہ ایمان میں مومن کی رغبت کو میٹھی چیز کے مشابہ قرار دیا اور اس کے لئے اس چیز کے لازم کو ثابت کیا اور اس کو اس کی طرف مضاف کیا اور اس میں مریض اور صحیح کے قصہ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ صفراء کا بیمار شہد کو بھی کڑوا پاتا ہے اور صحیح آدمی اس کا ذائقہ اسی طرح پاتا ہے جیسے وہ ہے اور جب کسی چیز میں کمی آتی ہے تو اس قدر اس کا ذوق بھی کم ہو جاتا ہے۔

ایمان کی مٹھاس کا معنی

عارف ابن ابی جمرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حدیث شریف میں مذکورہ اس حلاوت (مٹھاس) میں اختلاف ہے کہ یہ محسوسات میں سے ہے یا معنوی چیز ہے تو ایک قوم نے اسے معنوی قرار دیا اور یہ فقہاء ہیں اور ایک قوم نے اسے محسوس پر محمول کیا اور لفظ کو ظاہر پر باقی رکھا اور اس میں کوئی تاویل نہیں کی یہ صوفیاء کرام ہیں۔

ابن ابی جمرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سلسلے میں صوفیا کی بات درست ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کیونکہ ان کے موقف میں لفظ کو ظاہر پر باقی رکھا جاتا ہے اور اس میں کوئی تاویل نہیں کی جاتی۔

وہ فرماتے ہیں صوفیا کے اس موقف پر صحابہ کرام، سلف صالحین اور اہل معاملہ کے احوال شاہد ہیں کیونکہ ان لوگوں کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے اس مٹھاس کو محسوس کیا۔

اسی سلسلے میں ایک واقعہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے متعلق ہے آپ کے ساتھ جو سلوک ہوا کہ کفر پر مجبور کرنے کے لئے گرم ریت پر ڈالا گیا اور وہ "احد احد" (اللہ ایک ہے اللہ ایک ہے) پکارتے رہے تو سختی کی کڑواہٹ ایمان کی مٹھاس سے مل گئی۔ اسی طرح جب ان کا وصال ہوا تو گھر والے کہتے تھے ہائے پریشانی! اور وہ فرماتے اے خوشی! میں کل اپنے محبوبوں یعنی نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام سے ملوں گا تو موت کی کڑواہٹ ملاقات کی حلاوت سے مل گئی اور یہ ایمان کی حلاوت ہے۔

اسی ضمن میں اس صحابی کی حدیث ہے جن کا گھوڑا رات کے وقت چوری ہو گیا اور وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے چور کو دیکھا جب وہ چوری کر رہا تھا لیکن نماز کو نہیں توڑا اس سلسلے میں ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا میں جس کام میں مصروف تھا وہ اس سے زیادہ لذیذ تھا اور یہ ایمان کی حلاوت تھی جسے انہوں نے اس وقت محسوس کیا۔

ان دو صحابہ کرام کی حدیث بھی اسی بات کو واضح کرتی ہے جن کو نبی اکرم ﷺ نے کسی غزوہ میں دشمن کی طرف بھیجا تو وہ آیا اور اس نے ان دونوں کو دیکھا جاسوس نے کمان نکالی اور صحابی پر تیر پھینک دیا جو ان کو جا لگا لیکن انہوں نے اپنی نماز کو نہیں توڑا پھر دوسرا تیر مارا جو ان کو جا لگا لیکن اس کے لئے نماز نہیں توڑی پھر تیسرا تیر مارا وہ بھی انہیں لگا اس وقت انہوں نے دوسرے ساتھی کو جگایا اور فرمایا اگر مجھے مسلمانوں کا خوف نہ ہوتا تو میں نماز نہ توڑتا۔

(دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۳۷۸، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۹۸، مسند احمد ج ۳ ص ۳۴۴، المستدرک ج ۱ ص ۱۵۶، السنن الکبری ج ۱ ص ۱۴۰، ج ۹ ص ۱۵۰، موارد الظمآن رقم الحدیث: ۲۵۰، البدایۃ والنہایۃ ج ۴ ص ۸۷، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۲۲۴ رقم الحدیث: ۱)

تو ان کا یہ عمل اس حلاوت ایمان کی وجہ سے تھا جس نے ان سے اسلحہ سے پہنچنے والی تکلیف کا احساس زائل کر دیا۔

ابن ابی جمرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اہل معاملہ کے ایسے کئی واقعات منقول ہیں ان دو صحابہ کرام والی حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں "باب من لم یر الوضوء الامن المخرجین" میں ان الفاظ کے ساتھ ذکر کی ہے۔

---

[1] جب مشبہ میں مشبہ بہ کے لوازم میں سے کسی لازم کو ثابت کیا جائے تو اسے استعارہ تخیلیہ کہتے ہیں تو ایمان کو میٹھی چیز سے تشبیہ دے کر اس میں مٹھاس ثابت کی گئی۔ ۱۲ ہزاروی

Marfat.com

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ غزوۂ ذات الرقاع میں تھے کہ ایک شخص کو تیر لگا جس سے خون نکل پڑا انہوں نے رکوع اور سجدہ کیا اور نماز کو جاری رکھا۔

ابن اسحاق نے مغازی میں متصل سند کے ساتھ ذکر کیا۔ انہوں نے کہا مجھ سے صدقہ بن یسار نے بیان کیا وہ عقیل بن جابر سے اور وہ اپنے والد حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے طویل حدیث احادیث روایت کرتے ہیں۔

اس حدیث کو امام احمد، امام ابوداؤد اور دارقطنی رحمہم اللہ نے بھی نقل کیا ہے۔ ابن خزیمہ، ابن حبان اور امام حاکم رحمہم اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ان سب نے ابن اسحاق کے طریق سے روایت کیا ''فتح الباری میں'' فرمایا ان کے شیخ جن کا نام صدقہ ہے ثقہ ہیں اور حضرت عقیل سے صدقہ (راوی) کے علاوہ کسی دوسرے کی روایت میرے علم میں نہیں ہے۔ اسی لئے امام بخاری نے اس پر یقین نہیں کیا یا اس کے اختصار کی وجہ سے یا ابن اسحاق میں اختلاف کی وجہ سے انہوں نے ایسا کیا۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے ''الدلائل میں'' دوسری وجہ سے ذکر کیا ان دو صحابیوں میں سے ایک کا نام عباد بن بشر انصاری ہے اور دوسرے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما ہیں جو مہاجرین میں سے ہیں اور وہ نماز میں سورۂ کہف پڑھ رہے تھے۔

''مما سواہما'' (اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے علاوہ) کی وضاحت

نبی اکرم ﷺ نے ''مما سواہما'' کے الفاظ ذکر کئے (یعنی اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کے علاوہ) اور ''ممن'' نہیں فرمایا (یعنی من کی جگہ ما فرمایا) تاکہ عقل والوں اور بے عقل سب کو شامل ہو۔

اور یہ فرمایا:

وان یکون اللہ و رسولہ احب الیہ مما سواھما ۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے نزدیک ان دونوں کے غیر سے زیادہ محبوب ہوں

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دونوں کو ایک ہی ضمیر کے ساتھ جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس خطیب کے بارے میں کہا ''ومن یعصہما'' (اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے) آپ نے فرمایا ''بئس الخطیب انت'' تو برا خطیب ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث:۴۸، مسند احمد ج ۴ ص ۲۵۲۔۳۷۹، المستدرک ج ۱ ص ۲۸۹، السنن الکبریٰ ج ۱ ص ۸۶۔ج ۳ ص ۲۱۶، مشکل الآثار ج ۴ ص ۲۹۶، تفسیر قرطبی ج ۱۴ ص ۲۳۲، سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱۰۹۹)

تو اس کا حکم یہ نہیں کیونکہ خطبوں میں وضاحت ہوتی ہے اور یہاں الفاظ میں اختصار مراد ہے تاکہ یاد ہو سکے اور اس پر نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی دلالت کرتا ہے آپ نے فرمایا:

و من یعصھما فلا یضر الا نفسہ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے وہ اپنے آپ کو ہی نقصان پہنچاتا ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱۰۹۷)

کہا گیا ہے کہ یہ آپ کے خصائص میں سے ہے پس آپ کے غیر سے منع ہے آپ سے منع نہیں ہے کیونکہ جب کوئی دوسرا جمع کرے گا تو برابری کے اطلاق کا وہم ہوگا جب کہ آپ کے اپنے جمع کرنے سے یہ وہم نہیں پڑتا کیونکہ آپ کے منصب عالی میں اس قسم کا وہم جگہ نہیں پاتا۔ ابن عبدالسلام کا میلان اسی طرف ہے۔

اس حدیث اور اس خطیب کے واقع کو جمع کرتے ہوئے اچھا اور عمدہ جواب یوں دیا جاتا ہے کہ یہاں ضمیر کا تثنیہ لانا اس بات کی طرف اشارہ

Marfat.com

ہے کہ معتبر وہی محبت ہے جو ان دونوں محبتوں کا مجموعہ ہو دونوں کی انفرادی محبت نہیں کیونکہ صرف ایک کی محبت ہو تو وہ لغو ہے جب تک اس کے ساتھ دوسرے کی محبت ملی ہوئی نہ ہو پس جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ کرے اور رسول اکرم ﷺ سے محبت نہ کرے تو وہ اسے نفع نہیں دے گی۔ قرآن مجید کی اس آیت میں اسی طرح اشارہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران: ۳۱)

آپ فرما دیجئے اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔

تو نبی اکرم ﷺ کی اتباع کو دو کناروں کے درمیان رکھا ایک بندوں کی اللہ تعالیٰ سے محبت اور دوسری اللہ تعالیٰ کی بندوں سے محبت اور خطیب والے معاملے میں انفرادیت ہے کیونکہ دونوں نافرمانیاں مستقل ہیں جو سرکشی اختیار کرنے سے لازم آتی ہیں کیونکہ عطف میں عامل کا تکرار ہوتا ہے اور اصل یہ ہے کہ معطوفین میں ہر ایک حکم میں مستقل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشادِ گرامی اسی طرف اشارہ کرتا ہے:

اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ج (النساء: ۵۹)

اور اللہ تعالیٰ کا حکم مانو اور رسول ﷺ اور ارباب اختیار کا جو تم میں سے ہیں۔

تو رسول ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے ''اطیعوا'' کا لفظ دوبارہ لایا گیا لیکن ''اولی الامر'' میں نہیں لایا گیا کیونکہ وہ اطاعت میں رسول ﷺ کی طرح مستقل نہیں ہیں۔

یہ بیضاوی اور طیبی کے قول کا اختصار ہے جیسا کہ فتح الباری میں ہے۔

ایمان کا ذائقہ

صحیح حدیث میں ہے:

ذاق طعم الایمان من رضی بالله ربا و بالاسلام دینا وبمحمد رسولا (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۶)

اس شخص نے ایمان کا ذائقہ حاصل کیا جو اللہ تعالیٰ کے رب ہونے اسلام کے دین اور حضرت محمد ﷺ کے رسول ہونے پر راضی ہوا۔

''مدارج السالکین میں ہے کہ'' نبی اکرم ﷺ نے اس بات کی خبر دی کہ ایمان کا ذائقہ ہوتا ہے جسے دل چکھتا ہے جیسا کہ زبان کھانا اور پانی محسوس کرتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے ایمان و احسان کی حقیقت اور دل میں اس کے حصول کو کبھی ذوق (ذائقہ) سے تعبیر فرمایا اور کبھی کھانے اور مشروب سے اور کبھی مٹھاس پانے سے جس طرح لفظ ''ذاق'' فرمایا یعنی چکھا اور فرمایا:

ثلاث من کن فیه وجد حلاوة الایمان

جس شخص میں تین باتیں ہوں اس نے ایمان کی مٹھاس کو پایا۔

اور صحابہ کرام کو وصال کے روزے رکھنے سے منع فرمایا تو ارشاد فرمایا:

لست کهیئتکم انی اطعم و اسقی

میں تمہاری طرح نہیں ہوں مجھے کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۷۰۷، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۳۶۰، موطا امام رقم الحدیث ۳۰۰، تمہید رقم الحدیث: ۵۸۰، تاریخ اصبہان ج ۲ ص ۲۷۲)

جس کا خیال ہے کہ اس سے حسی کھانا اور مشروب مراد ہے جو منہ کے ذریعے کھایا جاتا ہے وہ سخت پردے میں ہے۔ اس کی مزید تحقیق ان شاء اللہ نبی اکرم ﷺ کی عبادات کے ضمن میں روزے کے ذکر میں آئے گی۔

مقصود یہ ہے کہ ایمان کی مٹھاس چکھنا ایک ایسا امر ہے جسے دل پاتا ہے اور اس کی نسبت دل کی طرف ہوتی ہے جس طرح کھانے کا ذائقہ منہ

Marfat.com

سے تعلق رکھتا ہے اور جماع کی حلاوت لذت سے متعلق ہوتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

حتی تذوقی عسیلته و یذوق عسیلتك حتی کہ تم اس (دوسرے خاوند) کا ذائقہ چکھو اور وہ تمہارا ذائقہ (لذت) چکھے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۱۱، صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۳۱۷، سنن نسائی ج ۲ ص ۱۴۶ رقم الحدیث: ۱۷۰۲، سنن ابن ماجہ الحدیث: ۱۹۳۳، مسند احمد ج ۶ ص ۳۴۔۳۷۔۱۹۳، السنن الکبریٰ ج ۷ ص ۳۳۳۔۳۷۴۔ اتحاف السادۃ المتقین ج ۷ ص ۴۱۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۲۷۴، الدار المنثور ج ۱ ص ۲۸۴)

ایمان کا ذائقہ بھی ہے اور مٹھاس بھی جن دونوں سے ذوق اور کیفیت کا تعلق ہوتا ہے اور جب تک بندہ اس حالت تک نہ پہنچے شبہ اور شکوک باقی ہوتے ہیں۔ اس کے بعد ایمان اس کے دل میں حقیقتاً جاگزیں ہو جاتا ہے۔ پس وہ اس کا ذائقہ چکھتا اور مٹھاس پاتا ہے۔

عارف کبیر تاج الدین بن عطاء اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ دل جو غفلت اور خواہش کی بیماریوں سے محفوظ ہوں وہ معانی کی لذتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں جس طرح نفوس کو کھانوں کی لذت حاصل ہوتی ہے اور ایمان کا ذائقہ وہی شخص چکھتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر راضی ہو کیونکہ جب وہ اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر راضی ہوگا تو اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دے گا اور اس کی فرمانبرداری کرے گا پس وہ زندگی کی لذت اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کی راحت پائے گا اور جب وہ اللہ تعالیٰ سے اس کے رب ہونے کی وجہ سے راضی ہو تو اسے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے رضا حاصل ہوگی۔

پس جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے رضا حاصل ہوگی تو اللہ تعالیٰ اسے اس کی مٹھاس عطا فرمائے گا تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر کیا احسان کیا ہے نیز وہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے احسان کی پہچان حاصل کرے تو جب اس بندے پر عنایت ہوتی ہے تو احسانات کے خزانوں سے اس کے لئے عطائیں ظاہر ہوتی ہیں اور جب اس تک اللہ تعالیٰ کی مدد اور انوار پہنچتے ہیں تو اس کا دل بیماریوں سے پاک ہو جاتا ہے پس اس کا ادراک صحیح ہوتا ہے اور ایمان کی لذت اور مٹھاس پاتا ہے کیونکہ اس کا ادراک صحیح اور ذوق سلامت ہے۔

اور حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی:

و بالاسلام دینا اور میں اسلام کے دین ہونے پر راضی ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ جب اسلام کے دین ہونے پر راضی ہوگا تو اس پر اس کا مولیٰ راضی ہوگا اور یہ بات لازم ہے کہ جو شخص حضرت محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہو وہ آپ کی دوستی اختیار کرے آپ کے آداب واخلاق کے زیور سے آراستہ ہو دنیا سے بے رغبتی اختیار کرے، اپنے مجرم کو معاف کرے اور برائی کرنے والے کو بھی معاف کر دے اس کے علاوہ وہ عمل کرے، قول و فعل، عمل اور ترک عمل محبت اور بغض پر اعتبار سے نبی اکرم ﷺ کی اتباع ثابت ہو۔

پس جو شخص اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر راضی ہوتا ہے وہ اس کے سامنے گردن جھکا دیتا ہے اور جو اسلام پر راضی ہوتا ہے اس کے مطابق عمل کرتا ہے اور جو شخص نبی اکرم ﷺ کی نبوت پر راضی ہوتا ہے وہ آپ کی اتباع کرتا ہے اور یہ نہیں کہ ان میں سے کسی ایک بات کو اپنائے بلکہ ان تمام باتوں کو اپنانا ضروری ہے کیونکہ یہ بات محال ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر راضی ہو اور دین اسلام کو پسند نہ کرے یا دین اسلام پر راضی ہو لیکن حضرت محمد ﷺ کی نبوت پر راضی نہ ہو۔ ان باتوں کا ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہونا واضح ہے جس میں کوئی پوشیدگی نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی محبت کا حکم

اللہ تعالیٰ کی محبت دو قسموں میں تقسیم ہوتی ہے: (۱) فرض (۲) مستحب

Marfat.com

فرض محبت کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے اوامر کی بجا آوری گناہوں سے رکنا اور اس کی تقدیر پر راضی ہونا ہے پس جو شخص حرام فعل کے ارتکاب یا ترک واجب کی وجہ سے گناہ میں پڑتا ہے تو اس کی وجہ محبت الٰہیہ میں کمی ہے کہ اس نے نفسانی خواہش کو مقدم کیا اور یہ کوتاہی مباح چیزوں کی کثرت حاصل کرنے کی وجہ سے ہوتی ہے کیونکہ اس سے غفلت پیدا ہوتی ہے جو امید میں وسعت کا تقاضا کرتی ہے، جس کے نتیجے میں وہ گناہ کا اقدام کرتا ہے یا مسلسل غفلت کی وجہ وہ گناہ میں پڑتا ہے اور یہ دوسری صورت (غفلت) ندامت کی حالت میں جلدی ختم ہو سکتی ہے۔

مستحب محبت یہ ہے کہ ہمیشہ نفل پڑھے اور شبہات میں پڑنے سے اجتناب کرے عام اوقات میں اس صفت سے موصوف لوگ شاذ و نادر ہوتے ہیں۔

''صحیح بخاری میں'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں اور آپ اپنے رب سے (حدیث قدسی کے طور پر) نقل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ما تقرب الی عبدی بمثل اداء ما افترضته علیه، و فی روایة بشیء احب الی من اداء ما افترضته علیه . ولا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبه‘ فاذا اجبته کنت سمعه الذی سمع به و بصره الذی یبصربه‘ و یده التی یبطش بها‘ ورجله التی یمشی بها فبی یسمع‘ و بی یبصر‘ و بی یبطش‘ و بی یمشی‘ ولئن سالنی لا عطینه‘ ولئن استعاذنی لا عیذنه‘ وما ترددت فی شیء انا فاعله ترددی عن قبض نفس عبدی المؤمن‘ یکره الموت‘ واکره مساء ته .

میرا بندہ فرائض کی ادائیگی کے ذریعے جس قدر میرا قرب حاصل کرتا ہے اس کی مثل کسی عمل سے (قرب) حاصل نہیں کرتا ایک روایت میں ہے کہ کسی ایسی چیز سے میرا قرب حاصل نہیں کرتا جو فرض کی ادائیگی سے زیادہ پسندیدہ ہو اور بندہ نوافل کے ذریعے ہمیشہ میرا قرب حاصل کرتا ہے حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں پس جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے سنتا ہے اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس کے ساتھ چلتا ہے پس وہ میری طاقت سے پکڑتا اور میری طاقت سے چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں اسے عطا کرتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ طلب کرے تو میں اسے پناہ دیتا ہوں اور مجھے کسی کام میں تردد نہیں جسے میں کرتا ہوں جس قدر تردد اپنے مومن بندے کی روح قبض کرنے میں ہوتا ہے وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس کی برائیوں کو ناپسند کرتا ہوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۵۰۲، السنن الکبریٰ ج ۳ ص ۳۴۶ ـ ج ۱۰ ص ۲۱۹، اتحاف السادۃ المتقین ج ۸ ص ۷۷۴، الاتحافات السنیہ رقم الحدیث: ۵)

''وما تقرب الی عبدی بشی احب الی'' کے الفاظ سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل فرائض کی ادائیگی ہے۔

سوال: اس بنیاد پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ نوافل کا نتیجہ محبت کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے لیکن فرائض کے نتیجے میں محبت نہیں آئی؟

جواب: نوافل سے مراد یہ ہے کہ وہ فرائض کے ساتھ ہوں فرائض پر مشتمل ہوں اور ان کی تکمیل کا باعث ہوں۔ اس کی تائید حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان نقل کیا گیا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ابن آدم انك لا تدرك ما عندی الا باداء ما افترضته علیك

اے ابن آدم! جو کچھ میرے پاس ہے اسے تم اسی صورت میں پا سکتے ہو جب اس عمل کی ادائیگی کرو جسے میں نے تم پر فرض کیا ہے۔

Marfat.com

یا اس کا جواب یوں دیا جا سکتا ہے کہ نوافل کو عمل میں لانا محض محبت کی وجہ سے ہے۔ چھوڑنے پر عذاب کا خوف نہیں ہوتا جب کہ فرائض کا معاملہ اس کے خلاف ہے (کیونکہ اس پر عمل کرنا نجات اور ترک کرنا عذاب کا باعث ہے)

فاکھانی نے کہا حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب فرض ادا کرے اور نفلی نماز اور روزے وغیرہ پر دوام ہو تو یہ بات اللہ تعالیٰ کی محبت تک پہنچاتی ہے۔

سوال: یہاں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح بندے کی سماعت و بصارت بنتا ہے؟

جواب: اس کے کئی جواب ہیں۔

ایک جواب یہ ہے کہ یہ بطور مثال ہے یعنی یہ ہے کہ میں اس کی سمع اور بصر کی طرح ہو جاتا ہوں کہ وہ میرے حکم کو ترجیح دیتا ہے پس وہ میری اطاعت کو چاہتا ہے اور میری عبادت کو اس طرح ترجیح دیتا ہے جس طرح ان اعضاء کو پسند کرتا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس کا مفہوم یوں ہوگا کہ وہ کلی طور پر میری ذات میں مشغول ہو جاتا ہے اور اس کے کان ادھر ہی متوجہ ہوتے ہیں جہاں میری رضا ہوتی ہے اور وہ اپنی آنکھوں سے اسے ہی دیکھتا ہے جسے دیکھنے کا میں نے اسے حکم دیا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ میں اس کی مدد میں اس کے کان، آنکھ، ہاتھ اور پاؤں کی طرح ہو جاتا ہوں یعنی دشمن کے خلاف اس کی مدد کرتا ہوں۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ یہاں مضاف محذوف ہے مطلب یہ ہے کہ میں اس کی کانوں کی حفاظت کرتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے پس وہ وہی بات سنتا ہے جس کا سننا اس کے لئے جائز ہے اور اس کی نگاہوں کی حفاظت کرتا ہوں اسی طرح آخر تک ہے۔ یہ بات فاکھانی نے فرمائی ہے۔

فاکھانی فرماتے ہیں ایک اور معنی کا بھی احتمال ہے جو پہلے معانی سے زیادہ باریک ہے یعنی سمع، مسموع کے معنی میں ہو کیونکہ بعض اوقات مصدر مفعول کے معنی میں آتا ہے مثلاً "فلان املی" یعنی "مأ مولی" فلاں میری امید گاہ ہے معنی یہ ہے کہ وہ صرف میرا ذکر سنتا ہے اور میری کتاب کی تلاوت سے لذت حاصل کرتا ہے اور وہ میرے ساتھ مناجات سے ہی مانوس ہوتا ہے وہ میرے ملکوت (عالم غیب) کے عجائب دیکھتا ہے اور اپنے ہاتھ وہیں پھیلاتا ہے جہاں میری رضا ہو اور یہی حال پاؤں کا ہے۔

دوسرے حضرات نے فرمایا قابل اعتماد علماء کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ مجاز ہے اور بندے کی مدد، تائید اور اعانت سے کنایہ ہے گویا اللہ تعالیٰ اس کے ہاں آلات کے قائم مقام ہوتا ہے جن آلات سے مدد لی جاتی ہے اسی لئے ایک روایت میں یوں آیا ہے:

فبی یسمع و بی یبصر و بی یبطش و بی یمشی ۔ وہ میری مدد سے سنتا ہے میری مدد سے دیکھتا میری مدد سے پکڑتا اور میری مدد سے چلتا ہے۔

اتحادی فرقہ (جو دو ذاتوں کو ایک سمجھتا ہے حالانکہ یہ باطل ہے) کا خیال یہ ہے کہ اسے حقیقت پر محمول کیا جائے گا اور حق عین عبد ہے۔ اللہ تعالیٰ ان ظالموں اور منکروں کے قول سے بہت بلند و بالا ہے۔

خطابی نے کہا کہ اس کا مطلب دعا کی جلد قبولیت اور مطلوب کے ساتھ کامیابی ہے اور وہ اس طرح کہ انسان کی تمام مساعی ان ہی مذکورہ اعضاء کے ساتھ ہوتی ہے۔

ابو عثمان الحیر ی (یا الجیزی) جو ائمہ طریقت میں سے ایک ہیں فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ میں اس کی دعا کو اتنی جلدی قبول کرتا ہوں کہ ابھی سننا، دیکھنا، چھونا اور چلنا نہیں پایا جاتا کہ دعا قبول ہو جاتی ہے۔ امام بیہقی نے ان سے "کتاب الزہد" میں اسی طرح روایت کیا ہے۔

(الزہد الکبیر ص ۲۷۳ رقم الحدیث: ۷۰۲)

بعض کج رو (ٹیڑھے راستے پر چلنے والے) لوگوں نے اسے اپنے دعویٰ پر محمول کیا ہے وہ یوں کہ بندہ جب ظاہری اور باطنی عبادت کو لازم کر لیتا ہے حتیٰ کہ کدورتوں سے پاک ہو جاتا ہے تو وہ حق کے معنی میں ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس قول سے پاک ہے (وہ کہتے ہیں) بندہ اپنے

Marfat.com

تمام جسم سے فنا ہو جاتا ہے حتیٰ کہ وہ گواہی دیتا ہے کہ خود اللہ تعالیٰ اپنا ذکر کرتا ہے خود اپنی توحید بیان کرتا، خود اپنے آپ سے محبت کرتا ہے اور یہ اسباب اور رسوم بالکل معدوم ہو جاتے ہیں۔

یہ تمام احتمالات ہیں لیکن حدیث کا باقی حصہ اتحادیہ فرقہ اور وحدت مطلقہ کے قائلین کے استدلال کی نفی کرتا ہے کیونکہ فرمایا"ولئن سالنی" (اگر وہ مجھ سے سوال کرے) عبدالواحد کی روایت میں ''عبد'' کا لفظ بھی ہے (مطلب یہ کہ سائل اور ہے اور مسئول اور، لہٰذا اتحاد و وحدت کا تصور غلط ہوا)

ابن قیم نے کہا: ''یہ حدیث قدسی شریف جس کا معنی اور مراد سمجھنا سخت طبیعت اور سخت دل پر حرام ہے اس نے اللہ تعالیٰ کی محبت کو دو باتوں میں بند کر دیا۔ فرائض کی ادائیگی اور نوافل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا پس جب بندہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی محبت اس کے لئے ایک اور محبت کو جنم دیتی ہے جو پہلی محبت سے اوپر ہوتی ہے پس یہ محبت اس کے دل کو محبوب کے غیر میں مشغولیت اور اس کی فکر سے پھیر دیتی ہے اور اس کی روح اسی محبوب میں بند ہو کر رہ جاتی ہے اور اس میں غیر محبوب کے لئے ایک گھڑی بھی باقی نہیں رہتی۔

پس اس کے محبوب کا ذکر اور اس کی محبت اور شانِ عجیب اس شخص کے دل کی لگام کی مالک ہو جاتی ہے اور اس کی روح پر اس کا قبضہ اس طرح ہوتا ہے جس طرح محبوب اپنے سچے محبّ پر اس کی اس محبت میں غالب آتا ہے جس میں محب کی تمام قوتوں کا مرکز محبوب ہوتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ وہ سنتا ہے تو محبوب کے ساتھ سنتا ہے اگر دیکھتا ہے تو محبوب کے ساتھ دیکھتا ہے اور اسی کے ذریعے نظر کرتا اور اگر چلتا ہے تو اسی کے ساتھ چلتا ہے پس وہ اس کے دل اور نفس میں ہوتا ہے اور اس کا انیس اور ساتھی ہوتا ہے۔ یہاں باء (بی میں باء) مصاحبت کی باء ہے۔ (ساتھ کا معنی دیتی ہے) اس کی کوئی مثال نہیں اور اس کا ادراک محض خبر دینے اور اس کے علم کے ساتھ نہیں پس یہ مسئلہ حال کے ساتھ تعلق رکھتا ہے محض علمی مسئلہ نہیں ہے۔

ابن قیم نے کہا کہ جب بندے کی طرف سے اس کے رب کو محبت میں موافقت حاصل ہوتی ہے تو بندے کو اپنے رب کی طرف سے حاجات و مطالب میں موافقت حاصل ہوتی ہے (یعنی جب بندہ اپنے رب سے محبت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجات کو پورا کرتا ہے) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ولئن سالنی لا عطینه ولئن استعاذنی لا عیذنه ۔ اور اگر وہ (بندہ) مجھ سے کچھ مانگے تو میں اسے ضرور دوں گا اور اگر مجھ سے پناہ مانگے تو میں اسے ضرور پناہ دوں گا۔

یعنی جس طرح وہ میرے احکام کی بجا آوری کر کے میری مراد میں مجھ سے موافقت کرتا ہے اور میری محبت کے ذریعے مجھ سے قرب اختیار کرتا ہے۔ میں اس کی موافقت یوں کرتا ہوں کہ جو کچھ مجھ سے مانگتا ہے میں اسے عطا کرتا ہوں اور پناہ مانگے تو اسے پناہ دیتا ہوں اس موافقت کا معاملہ دونوں طرف سے مضبوط ہوتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ بندے کو موت دینے میں تردد فرماتا ہے کیونکہ وہ (بندہ) موت کو پسند نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند نہیں کرتا جسے اس کا بندہ ناپسند کرتا ہے اور وہ اس کو تکلیف پہنچانا نہیں چاہتا بس اس جہت سے وہ چاہتا ہے کہ اسے موت نہ دے لیکن اس کی مصلحت اس شخص کو موت دینے میں ہے وہ اس کو اس لئے موت دیتا ہے کہ اسے (دوبارہ) زندہ کرے اور بیمار اس لئے کرتا ہے کہ اسے صحت عطا کرے محتاج اس لئے کرتا ہے کہ مالدار کر دے اور روکتا اس لئے ہے کہ اس کو عطا کرے اور اسے حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹھ میں جنت سے اس لئے نکالا کہ دوبارہ اس کو اچھی حالت میں لوٹائے حقیقت میں یہی محبوب ہے اس کے سوا کوئی نہیں۔

خطابی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے حق میں تردد کا عقیدہ جائز نہیں اور کسی مصلحت کے اس کے سامنے ظاہر ہونے کی کوئی گنجائش نہیں (کیونکہ اس سے کوئی بات پوشیدہ نہیں) لیکن اس کی دو تاویلیں ہیں۔

ایک تاویل یہ ہے کہ بعض اوقات بندہ کسی بیماری کی وجہ سے ہلاکت کے قریب پہنچ جاتا ہے یا اسے فاقہ پہنچتا ہے پس وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا

Marfat.com

ہے تو وہ اسے شفاء عطا کرتا ہے اور اس سے ناپسندیدہ بات کو دور کرتا ہے پس اس کا یہ فعل اس شخص کے تردد کی طرح ہے جو کسی کام کا ارادہ کرتا ہے پھر اس کے لئے کوئی بات ظاہر ہوتی ہے تو وہ اس کو چھوڑ دیتا ہے اور اس سے اعراض کرتا ہے اور اس کے لئے وقت مقررہ پر موت سے ملاقات کرنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر فنا لکھ دی ہے اور صرف اپنی ذات کے لئے بقا رکھی ہے۔

دوسری تاویل یہ ہے کہ اس کا معنی اس طرح ہوگا کہ میں جس کام کو کرنا چاہتا ہوں اس سے اپنے رسولوں کو واپس نہیں پھیرتا جس طرح ان کو اپنے مومن بندے کی روح قبض کرتے وقت پھیرتا ہوں جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں مذکور ہے انہوں نے ملک الموت کی آنکھ پر تھپڑ مارا (اور اسے نکال دیا) اور وہ ایک کے بعد دوسری بار آپ کے پاس آئے۔ ۱

خطابی فرماتے ہیں دونوں تاویلوں کے مطابق حقیقت معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر لطف وکرم فرماتا ہے اور اس پر شفقت کرتا ہے۔

کلاباذی کے کلام کا خاصہ اس طرح ہے۔

صفت فعل کو صفت ذات سے تعبیر کیا یعنی اس کے متعلق کے اعتبار سے ہے مطلب یہ کہ تردید کو تردد سے تعبیر کیا اور تردید کا متعلق بندے کے احوال کے مختلف ہونے کو بنایا یعنی اس کی کمزوری اور تھکاوٹ وغیرہ حتیٰ کہ اس کی زندگی سے محبت موت کی محبت کی طرف منتقل ہو جاتی ہے اور اس پر اس کی روح قبض کی جاتی ہے۔

وہ فرماتے ہیں بعض اوقات اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے دل میں ان چیزوں کی رغبت اور شوق پیدا کر دیتا ہے جو اس کے پاس ہیں اور اپنی ملاقات کی محبت اس کے دل میں ڈالتا ہے جس کے ذریعے وہ موت کا شوق رکھتا ہے بجائے اس کے کہ اس سے موت کی کراہت کو دور کرے (وہ موت کو ناپسند نہیں کرتا اور اس کی سختیوں سے گھبراتا ہے)

خلاصہ یہ ہے کہ دل کی زندگی اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے رسول ﷺ کی محبت سے ہی قائم ہوتی ہے اور اصل زندگی تو اہل محبت کی زندگی ہے جن کی آنکھوں کو ٹھنڈک ان کے محبوب سے حاصل ہوتی ہے اور اس سے ان کے نفسوں کو سکون ملتا ہے اور ان کے دل اس کی وجہ سے مطمئن ہوتے ہیں، وہ اس کے قرب سے مانوس ہوتے ہیں اور اس کی محبت سے لطف اندوز ہوتے ہیں پس دل میں طاقت ہے جسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ہی بند کرتی ہے اور جو اس کے ساتھ کامیابی حاصل نہ کرے اس کی تمام زندگی غموں، تکالیف اور حسرتوں کا مجموعہ ہوتی ہے۔

"مدارج السالکین" کے مصنف نے کہا کہ بندہ اس بلند مرتبے تک نہیں پہنچ سکتا جب تک اللہ تعالیٰ کی پہچان حاصل نہ کرے اور اس کی طرف ایسے راستوں کی ہدایت نہ پائے جو اس تک پہنچاتے ہیں نیز طبیعت کے اندھیروں کو بصیرت کی شعاعوں سے جلا دے پس اس کے دل میں آخرت کے شواہد میں سے ایک شاہد کھڑا ہوگا اور یہ مکمل طور پر اس کی طرف کھینچا جائے گا اور فانی تعلقات سے بے رغبت ہو جائے گا، صحیح توبہ کا راستہ اختیار کرے گا اور ظاہری و باطنی مامورات کو قائم کرے گا نیز ظاہری و باطنی منہیات کو ترک کر دے گا پھر اپنے دل کی حفاظت کرنے والا ہوگا اور ایسے خطرہ سے چشم پوشی نہیں برتے گا جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے اور نہ ایسی بات جو فضول ہے اور اس کا کوئی نفع نہیں پس اپنے رب کے ذکر، اس کی محبت اور اس کی طرف رجوع کے ذریعے اس کے لئے دل صاف ہو جائے گا اور طبیعت و نفس کے گھروں سے نکل کر اپنے رب کے ساتھ خلوت اور اس کے ذکر کی فضا میں چلا جائے گا۔

و اخرج من بین البیوت لعلنی　　احدث عنك النفس فی السر خالیا

---

۱ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا موت کے فرشتے کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجا گیا جب وہ آپ کے پاس آئے تو آپ نے ان کو تھپڑ مار دیا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف واپس لوٹ گئے اور عرض کیا اے اللہ! تو نے مجھے ایسے بندے کی طرف بھیجا ہے جو موت نہیں چاہتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھ (جو نکل چکی تھی) لوٹا دی اور فرمایا جاؤ اور ان سے کہو کہ وہ بیل کی پیٹھ پر ہاتھ رکھیں ان کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے ہر بال کے بدلے ایک سال بڑھایا جائے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا پھر کیا ہوگا؟ انہوں نے کہا موت، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ابھی روح قبض کر لو۔ (قصص الانبیاء ج ۲ ص ۱۸۰)

Marfat.com

''اور گھروں (طبیعت اور نفس) کے درمیان سے نکل جا شاید میں تیری طرف سے نفس کے ساتھ خلوت میں پوشیدہ بات کروں۔''

اس وقت اس کا دل اور خیالات نیز حدیث نفس اپنے رب کے ارادے اور طلب نیز اس کے شوق پر جمع ہو جاتے ہیں جب وہ اس بات میں سچا ہوتا ہے تو اسے محبت رسول ﷺ عطا ہوتی ہے اور اس کی روحانیت اس کے دل پر غالب آ جاتی ہے پس وہ اسے اپنا امام، استاذ، معلم، شیخ اور پیشوا بنا دیتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا نبی ﷺ رسول اور ہادی بنایا۔

پس وہ آپ کی سیرت اور آپ کے ابتدائی امور اور کیفیت نزول وحی کا مطالعہ کرتا اور آپ کی صفات، اخلاق، آداب، حرکات اور سکون، بیداری، نیند، عبادت اور اہل و اصحاب کے ساتھ معاشرت وغیرہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ان سب چیزوں کی پہچان حاصل کرتا ہے اور ان میں سے بعض کا ذکر کیا گیا حتیٰ کہ وہ یوں ہو جاتا ہے کہ گویا وہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ آپ کے بعض صحابہ کرام میں سے ہے۔

(مدارج السالکین ج ۳ ص ۲۶۷، ۲۶۸)

جب اس کے دل میں یہ بات مضبوط ہو جاتی ہے تو اس پر اپنے رب کی طرف سے یوں حقائق کھلتے ہیں کہ جب کوئی سورت پڑھتا ہے تو اس کا دل مشاہدہ کرتا ہے کہ اس میں کیا اترا اور اس سورت کے ذریعے کس بات کا ارادہ کیا گیا ہے۔ اس سے اس کے لئے کون سا حصہ مختص ہے یعنی صفات اخلاق اور افعال مذمومہ پس وہ ان سے چھٹکارا حاصل کرتا ہے جس طرح مرض اور خوف سے شفا حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

محبت رسول ﷺ کی علامات

نبی اکرم ﷺ کی محبت کی کچھ علامات ہیں۔

(۱) آپ کی اقتدا

سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ آپ کی اقتدا آپ کی سنت کو اپنانا، آپ کے راستے پر چلنا آپ کی سیرت طیبہ سے رہنمائی لینا اور آپ کی شریعت کی حدود پر ٹھہر جانا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران: ۳۱)

آپ فرما دیجئے اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔

پس اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کی اتباع کو بندے کی اللہ تعالیٰ سے محبت کی علامت قرار دیا اور رسول اکرم ﷺ کی اچھی طرح اتباع کی جزاء بندے کے لئے اپنی محبت کو قرار دیا۔

حکیم محمود وراق نے کہا جیسا کہ محاسبی نے اپنی کتاب ''القصد والرجوع'' میں ذکر کیا:

تعصی الالہ و انت تظهر حبه ہذا لعمری فی القیاس بدیع
لو کان حبك صادقا لا طعته ان المحب لمن یحب مطیع

''تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہو اور اس کی محبت بھی ظاہر کرتے ہو مجھے زندگی کی قسم یہ قیاس میں عجیب بات ہے اگر تمہاری محبت سچی ہوتی تو تم اس کی اطاعت کرتے کیونکہ محب جس سے محبت کرتا ہے اس کا حکم مانتا ہے۔''

(الاعلام ج ۷ ص ۱۶۷، فوات الوفیات ج ۴ ص ۹۷، تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۸۷، طبقات ابن المعتز ص ۳۶۷) (الشفاء ج ۲ ص ۹)

اور یہ محبت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی ظاہری و باطنی نعمتوں کے احسان کا مطالعہ کرے۔ جس قدر اس احسان کو دیکھے گا اسی قدر محبت ہوگی۔ اور اللہ تعالیٰ کے احسان کا سب سے بڑا مطالعہ یہ ہے کہ بندہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی محبت، اس کی معرفت اور اس کے محبوب

Marfat.com

ﷺ کی اتباع کا اہل بنائے اور اس نور کا اصل اللہ تعالیٰ اس بندے کے دل میں ڈالتا ہے پس جب یہ نور چمکتا ہے تو اس کے لئے اس کی ذات روشن ہو جاتی ہے پس وہ اپنے نفس میں اور جس کا اسے اہل بنایا گیا کمالات اور محاسن دیکھتا ہے پس اس سے اس کی ہمت بلند اور عزیمت مضبوط ہوتی ہے اور اس سے نفس وطبیعت کے اندھیرے چھٹ جاتے ہیں کیونکہ نور اور ظلمت جمع نہیں ہو سکتے مگر یہ کہ ان میں سے ایک کو چھوڑ دیا جائے۔ اس وقت روح، ہیبت اور بانس کے درمیان محبوب اول کی طرف جاتی ہے:

نقل فوادك حيث شئت من الهوى ما الحب الا للحبيب الاول

كم منزل في الارض يالفه الفتى وحنينه ابدا الاول منزل

''تم اپنے دل کو جس خواہشات کی طرف چاہو لے جاؤ لیکن محبت تو پہلے محبوب کے لئے ہے زمین میں کتنے مقامات ہیں جن سے نوجوان محبت کرتا ہے لیکن ہمیشہ وہ پہلی منزل کی طرف ہی رجوع کرتا ہے۔''

اور اس اتباع کے حساب سے محبت اور محبوبیت دونوں اکٹھے واجب ہوتے ہیں اور معاملہ ان دونوں کے بغیر مکمل نہیں ہوتا پس شان یہ نہیں کہ تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرو بلکہ شان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے اور وہ تم سے محبت نہیں کرے گا مگر جب تم ظاہری و باطنی طور پر اس کے محبوب کی اتباع کرو اس کی خبر کی تصدیق کرو اس کا حکم مانو، اس کی دعوت قبول کرو اور خوشی خوشی اسے ترجیح دو اس کے حکم کے مقابلے میں اس کے غیر کے حکم سے اس کی محبت میں غیر کی محبت اور اس کی اطاعت میں غیر کی اطاعت سے اپنے آپ کو فنا کر دو اگر ایسا نہ ہو تو پھر تھکاوٹ اختیار کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ تم کسی راہ پر نہیں ہو۔

اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی: "فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ" (آل عمران: ۳۱) تم میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا'' میں غور کرو شان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے یہ نہیں کہ تم اس سے محبت کرو اور یہ درجہ اس محبوب ﷺ کی اتباع کے بغیر نہیں پا سکتے۔

محاسبی نے اپنی کتاب ''القصد والرجوع'' میں فرمایا:

بندے کی اللہ تعالیٰ سے محبت کی علامت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر چلے اور اس کے رسول ﷺ کی سنتوں کو اختیار کرے پس جب بندہ ایمان کی مٹھاس چکھتا اور اس کا ذائقہ محسوس کرتا ہے تو اس کے ثمرات، اس کے اعضا اور زبان پر جاری ہوتے ہیں پس زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس سے متعلق امور کو میٹھا سمجھتی ہے اور اعضاء اس کی اطاعت کے لئے جلدی کرتے ہیں۔ اس وقت ایمان کی محبت دل میں اس طرح داخل ہوتی ہے جس طرح سخت گرمی کے دن سخت پیاس میں بہت ٹھنڈا پانی اچھا لگتا ہے۔ اس وقت عبادت کی تھکاوٹ اس (عبادت) کی لذت کے باعث ختم ہو جاتی ہے بلکہ عبادات اس کے دل کی غذا، خوشی کا سبب اور آنکھوں کی ٹھنڈک اور روح کی لذت بن جاتی ہیں اور ان عبادات کے ذریعے وہ جسمانی لذتوں سے بھی بڑی لذت محسوس کرتا ہے پس وہ عبادات کے وظائف میں کوئی تکلیف محسوس نہیں کرتا۔

''جامع ترمذی میں'' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

و من احيا سنتي فقد احبني و من احبني كان معي في الجنة (جامع ترمذی رقم الحدیث: ۲۶۷۸)

اور جس نے میری سنت کو زندہ کیا تحقیق اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

حضرت ابن عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو شخص آداب سنت کو اپنے نفس پر لازم کر لے اللہ تعالیٰ اس کے دل کو نور معرفت سے منور کر دیتا ہے اور محبوب ﷺ کے اوامر و نواہی اور افعال و اخلاق کی اتباع سے بڑھ کر عزت کا کوئی مقام نہیں۔

ابو اسحاق الرقی رحمہ اللہ (ابراہیم بن داؤد القصار جو شام کے بڑے مشائخ میں سے اور) حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ کے ہم عصر تھے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامت اس کی عبادت کو ترجیح دینا اور اس کے نبی ﷺ کی اتباع کرنا ہے۔ (المنتظم ج ۱۳ ص ۳۷۴)

دوسرے حضرات سے منقول ہے کہ کسی شخص پر نور ایمان سنت کی اتباع اور بدعت سے اجتناب کے بغیر ظاہر نہیں ہوتا۔

Marfat.com

اور جو شخص کتاب وسنت سے منہ پھیر لے اور مشکوٰۃ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے علم حاصل نہ کرے اور علم لدنی کا دعویٰ کرے تو اسے نفس وشیطان کی طرف سے یہ علم ملتا ہے اور علم لدنی روحانی کی پہچان یہ ہے کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شریعت کے مطابق ہو جو آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں پس علم لدنی کی دو قسمیں ہیں علم لدنی رحمانی اور علم لدنی شیطانی اور معیار وحی ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی نہیں ہے۔

جہاں تک حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے واقعہ کا تعلق ہے تو اس کو علم لدنی کے ذریعے علم وحی سے بے نیازی کی دلیل بنانا الحاد وکفر ہے ایسا شخص اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور یہ عقیدہ خون بہانے یعنی اس کے قتل کا موجب ہوتا ہے (یعنی اس کا قتل جائز ہو جاتا ہے کیونکہ وہ مرتد ہے) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام کی طرف مبعوث نہیں کیا گیا تھا اور نہ ہی حضرت خضر علیہ السلام کو آپ کی اتباع کا حکم دیا گیا اگر ان کو حکم ہوتا تو ان پر واجب تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف ہجرت کرتے اور ان کے ساتھ رہتے اسی لئے حضرت خضر علیہ السلام نے پوچھا آپ بنی اسرائیل کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا "ہاں" (قصص الانبیاء ج ۲ ص ۱۳۱)

اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام جنوں اور انسانوں کی طرف مبعوث ہوئے پس آپ کی رسالت ہر زمانے کے جنوں اور انسانوں کو شامل ہے اور اگر حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام زندہ ہوتے تو وہ بھی آپ کی اتباع کرنے والوں میں شامل ہوتے۔

پس جو شخص دعویٰ کرے کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس طرح ہیں جس طرح حضرت خضر علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھے یا وہ امت کے کسی فرد کے لئے اس بات کو جائز قرار دے تو اسے اسلام کی تجدید کرنی چاہئے نیز وہ حق کی شہادت دے (کلمہ شہادت پڑھے) کیونکہ وہ مکمل طور پر دین سے جدا ہو گیا خاص اولیاء کرام میں سے ہونا تو دور کی بات ہے وہ تو شیطان کے دوستوں، ساتھیوں اور نائبوں میں سے ہے۔

علم لدنی رحمانی بندگی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا نتیجہ ہوتا ہے اس سے کتاب وسنت کی سمجھ ایسے امر کے ساتھ حاصل ہوتی ہے جس کے ساتھ وہ شخص خاص ہوتا ہے جیسا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کوئی خصوصی بات بتائی ہے جو کسی اور کو نہ بتائی ہو؟ آپ نے فرمایا نہیں البتہ وہ فہم (سمجھ) جو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اپنی کتاب کے سلسلے میں عطا کرتا ہے پس یہ علم لدنی حقیقی ہے۔

پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع دلوں کی حیات، بصیرتوں کا نور، دلوں کی شفاء، نفسوں کے باغات، ارواح کی لذت وحشت زدہ لوگوں کا انس اور حیران لوگوں کی رہنما ہے۔

(۲) شریعت پر راضی رہنا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی علامات میں سے یہ بات بھی ہے کہ اس محبت کا دعویٰ کرنے والا آپ کی شریعت پر راضی ہو حتیٰ کہ اپنے نفس میں آپ کے فیصلے سے کوئی تنگی محسوس نہ کرے۔

ارشاد خداوندی ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (النساء ۶۵)

تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم! یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے حتیٰ کہ تمہیں کو اپنے جھگڑوں میں فیصل تسلیم کریں پھر تمہارے فیصلے سے اپنے نفسوں میں تنگی محسوس نہ کریں اور اچھی طرح تسلیم کریں۔

پس جو شخص آپ کے فیصلے سے اپنے سینے میں تنگی محسوس کرے اور اسے تسلیم نہ کرے اس سے ایمان کا نام سلب ہو جاتا ہے۔

شیخ المحققین امام العارفین تاج الدین بن عطاء اللہ شاذلی رحمہ اللہ تعالیٰ ان کے مشرب کی مٹھاس ہمیں چکھائے فرماتے ہیں اس آیت میں اس بات پر دلالت ہے کہ حقیقی ایمان اسی شخص کو حاصل ہوتا ہے جو قول، فعل اختیار کرنے، چھوڑنے، محبت اور بغض ہر اعتبار سے اللہ تعالیٰ اور اس کے

Marfat.com

رسول ﷺ کو حاکم ماننے اور یہ بات تکلیف اور تعریف دونوں کے حکم کو شامل ہے اور ہر مومن پر لازم ہے کہ وہ دونوں باتوں کے سامنے سر تسلیم خم کر دے۔

پس تکلیف کے احکام اور امر و نواہی ہیں جو بندوں کے کسب سے تعلق رکھتے ہیں اور تعریف کے احکام مراد کا فہم ہے جو عطا کیا جائے اس سے واضح ہوا کہ حقیقت ایمان دو باتوں سے حاصل ہوتی ہے اس کے حکم پر عمل کرنا اور جو کچھ اس نے لازم کیا اس کے سامنے سر جھکا دینا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو حضور علیہ السلام کے فیصلے کو نہیں مانتے یا مانتے ہیں لیکن دل میں حرج بھی محسوس کرتے ہیں صرف ایمان کی نفی نہیں کی بلکہ اس پر اس ربوبیت کی قسم کھائی جو نبی اکرم ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔ یہ آپ پر شفقت و عنایت ہے اور تخصیص رعایت کی گئی ہے۔
کیونکہ یہ نہیں فرمایا:

فلا والرب — رب کی قسم ہے

بلکہ فرمایا:

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ (النساء: ۶۵)

آپ کے رب کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے حتیٰ کہ تمہیں اپنے جھگڑوں میں فیصل تسلیم کریں۔

اس میں قسم کے ساتھ تاکید ہے اور قسم میں بھی تاکید ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ انسانی نفس غلبہ کی محبت اور مدد کے وجود میں لپٹے ہوئے ہیں چاہے حق ان کے خلاف ہو یا ان کے ساتھ۔ اس میں نبی اکرم ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی عنایت کو بھی ظاہر کیا گیا کہ آپ کے فیصلے کو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اور آپ کے حکم کو اس کا حکم قرار دیا گیا۔

پس بندوں پر لازم کیا گیا کہ وہ آپ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں اور ان کا اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے پر ایمان اس وقت تک قبول نہیں ہوگا جب تک وہ رسول اکرم ﷺ کے حاکم ہونے پر یقین نہ رکھیں۔ کیونکہ ارشاد خداوندی ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○ (النجم ۳۔۴)

اور وہ (نبی اکرم ﷺ) اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے یہ تو وحی ہے جو آپ کی طرف کی جاتی ہے۔

پس آپ کا حکم اللہ تعالیٰ کا حکم اور آپ کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔
جیسا کہ ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ (الفتح: ۱۰)

بے شک وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔

اور اس بات کو اس ارشاد گرامی سے موکد کیا۔

يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ (الفتح: ۱۰)

اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

اس آیت میں آپ کی قدر و منزلت کی تعظیم کی طرف ایک اشارہ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا قول ''فلا وربک'' (آپ کے رب کی قسم ہے) تو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی اضافت آپ کی طرف کی جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا:

كٓهٰيٰعٓصٓ ○ ذكر رحمة ربك عبده زكريا ○ (مریم: ۱۔۲)

یہ ذکر ہے تیرے رب کی اس رحمت کا جو اس نے اپنے بندہ زکریا پر کی۔

پس اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات مبارکہ کو نبی اکرم ﷺ کی طرف مضاف کیا تاکہ بندوں کو دونوں مرتبوں کے درمیان فرق معلوم ہو جائے (نبی اکرم ﷺ کے ذکر اور حضرت زکریا علیہ السلام کے ذکر میں فرق سے ان کے مراتب میں فرق واضح ہے)

پھر اللہ تعالیٰ نے صرف ظاہری تحکیم (حاکم بنانے اور سمجھنے) پر اکتفاء نہیں فرمایا کہ اس سے وہ مومن ہو جائیں بلکہ حرج نہ ہونے کی شرط رکھی

Marfat.com

اور وہ آپ کے احکام سے دلوں کا تنگ ہونا ہے چاہے وہ حکم ان کی خواہشات کے موافق ہو یا مخالف، اور دل تب تنگ ہوتے ہیں جب انوار سے خالی ہوں اور غیر کا ڈیرہ ہو اس وقت حرج یعنی تنگی ہوتی ہے اور مومنین کا معاملہ اس طرح نہیں ہے کیونکہ نور ایمان نے ان کے دلوں کو بھر دیا پس وہ کشادہ ہو گئے اور کھل گئے۔ پس وہ دل، وسعت عطا کرنے والے جاننے والے کے نور سے وسیع ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل عظیم سے کشادہ کئے گئے اور وہ ان خیالات محمود کے لئے تیار ہوتے ہیں جو ان پر وارد ہوئے ہیں اور ان کو توڑنا یا عمل میں لانا اس کے اختیار میں ہوتا ہے۔

حضرت سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو شخص تمام احوال میں رسول اکرم ﷺ کی ولایت کو سامنے نہ رکھے اور نفس کا مالک خود کہلائے وہ آپ کی سنت کی حلاوت نہیں پاتا کیونکہ آپ نے فرمایا:

لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من نفسہ ۔ تم میں سے کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ میں اس کے نزدیک اس کے نفس سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

حضرت سیدنا عارف کبیر ابو عبداللہ قرشی رحمہ اللہ سے منقول ہے فرماتے ہیں حقیقت محبت یہ ہے کہ تم اپنے آپ کو مکمل طور پر اپنے محبوب کے حوالے کر دو اور تمہاری کوئی چیز تمہارے لئے باقی نہ رہے۔

پس جو شخص نبی اکرم ﷺ کو اپنی ذات پر ترجیح دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے اپنے انوار منکشف کر دیتا ہے اور جو شخص کسی دوسری طرف میلان کے بغیر آپ کے ساتھ ہو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے انس کے اسرار سے پوشیدہ حقائق ظاہر ہوتے ہیں۔

(۳) آپ کے دین کی مدد کرنا

رسول اکرم ﷺ سے محبت کی ایک علامت یہ ہے کہ اپنے قول و فعل سے آپ کے دین کی مدد کرے، آپ کی شریعت کا دفاع کرے اور سخاوت میں آپ کی سیرت طیبہ کو اپنائے بردباری، صبر تواضع وغیرہ میں آپ کے نقش قدم پر چلے یعنی آپ کے تمام اخلاق جن کا ذکر ہو چکا ہے اپنے سامنے رکھے۔

عارف ابن عطاء اللہ رحمہ اللہ کے کلام کے حوالے سے اس سے زائد پہلے بیان ہو چکا ہے۔ پس جو شخص اس سلسلے میں اپنے نفس سے مجاہدہ کرتا ہے وہ ایمان کی حلاوت پاتا ہے اور جو آدمی یہ حلاوت پاتا ہے وہ عبادت میں لذت محسوس کرتا ہے اور دین کے حوالے سے مشقت برداشت کرتا ہے اور اسے دنیوی اغراض پر ترجیح دیتا ہے تو اے شخص! محبت کی قیمت میں سے پہلی نقدی روح کو خرچ کرنا ہے۔

(۴) مصائب برداشت کرنا

رسول اکرم ﷺ کی محبت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ مصائب پر صبر کرے کیونکہ اس محبت سے محب کو ایسی لذت حاصل ہوتی ہے کہ وہ مصائب کو بھول جاتا ہے اور ان مصائب سے دوسروں کو جو تکلیف پہنچتی ہے وہ اسے نہیں پہنچتی ہے گویا یہ اس کی طبیعت ثانیہ بن گئی طبعی اور فطری طور پر ایسا نہ تھا بلکہ محبت کا اس طرح غلبہ ہو جاتا ہے کہ وہ ان مصائب سے اس سے بھی بڑی لذت حاصل کرتا ہے جس قدر لذت ان مصائب سے خالی ہونے کی صورت میں حاصل نہیں ہوتی ذوق اور وجود اس بات پر شاہد ہیں پس محبت کرنے والے کے لئے تکلیف مٹھاس کے ساتھ ملی ہوئی ہوتی ہے اگر وہ اس مٹھاس کو نہ پائے تو اس تکلیف کا مشتاق ہو جاتا ہے جیسا کہ کہا گیا:

تشکی المحبون الصبابة لیتنی ... نحلت بما یلقون من بینهم وحدی

فکانت لقلبی لذة الحب کلها ... فلم یلقها قبلی محب ولا بعدی

"محبت کرنے والے شوق کی شکایت کرتے ہیں کاش مجھے وہ شوق و عشق کی تکلیف عطا ہوتی اور اس میں میرے ساتھ کوئی شریک نہ ہوتا بلکہ میں تنہا ہوتا پس محبت کی لذت، تمام کی تمام میرے دل کے لئے ہوتی اور مجھ سے پہلے اور بعد کسی کو یہ نہ ملی ہوتی۔"

Marfat.com

(۵) نبی اکرم ﷺ کے ذکر کی کثرت

رسول اکرم ﷺ کی محبت کی ایک نشانی آپ کا بکثرت ذکر ہے پس جو شخص کسی چیز سے محبت کرتا ہے اس کا ذکر زیادہ کرتا ہے بعض حضرات نے فرمایا محبت، محبوب کو ہمیشہ یاد رکھنے کا نام ہے اور کسی دوسرے بزرگ کا قول ہے کہ جس قدر سانس ہیں ان کے مطابق محبوب کا ذکر کیا جائے۔

ایک اور صاحب کا قول ہے کہ محب کے لئے تین علامات ہیں ایک یہ کہ اس کا کلام محبوب کا ذکر ہو خاموشی محبوب کی فکر اور عمل اس کی فرمانبرداری ہو۔

محاسبی فرماتے ہیں محبت کرنے والوں کی علامت محبوب کا ہمیشہ ذکر کرنا ہے کہ نہ وہ اسے منقطع کریں نہ تھکاوٹ محسوس کریں اور نہ اکتائیں۔

دانا لوگ اس بات پر متفق ہیں کہ جو شخص جس چیز سے محبت رتا ہے اس کا ذکر زیادہ کرتا ہے پس محبت کرنے والوں کے دلوں پر محبوب کا ذکر ہی غالب ہوتا ہے وہ اس کے بدل یا اس سے پھر جانے کا ارادہ نہیں کرتے اگر وہ محبوب کے ذکر کو چھوڑ دیں تو ان کی زندگی پریشانی کا شکار ہو جائے اور لذت حاصل کرنے والے محبوب کے ذکر سے زیادہ کسی چیز سے لذت حاصل نہیں کرتے۔

محبت کرنے والوں کے دل لذتوں کو چھوڑ کر ذکر محبوب کو لازم کرنے میں مشغول ہو گئے اور ان کے وہم شہوتوں کے دائی امور پیش آنے سے منقطع ہو گئے اور وہ ذخائر کی کانوں اور طلبات کی تلات میں اوپر کی طرف چلے گئے اور بعض اوقات محب کا وجد زیادہ ہو جاتا ہے، شوق بڑھ جاتا ہے، رونے کی آواز آتی ہے اور وجد، حرکت کی صورت اختیار کرتا ہے، رنگ بدل جاتا ہے، اعضاء ڈھیلے پڑ جاتے ہیں، بدن ٹوٹنے لگتا ہے اور جسم پر بال کھڑے ہو جاتے ہیں بعض اوقات وہ چیختا ہے اور کبھی روتا ہے کبھی سانس اکھڑتا ہے اور بعض اوقات عقل زائل ہو جاتی اور کبھی گر پڑتا ہے۔

حضرت سیدی محمد وفا رحمہ اللہ نے کیا خوب فرمایا:

اذا بـاح دم الـمهـجـور هاجـره ... بـاح الـمحـب بما تخفي ضمائره

ايكتـم الـحـب صـب باح مدمعـه ... لـمـا جرى بـالـذى تخفي سرائره

كـانـمـا قـلـبـه اجـفـان مـقـلـتـه ... ودمـعـه في اماقيـه خـواطـره

يـا جيـرة الجزع هل من جيرة لفتى ... عـلـيـه فـي حـكـمـه قد جار جائره

آه و كم لي على خطب الهوى خطب ... مـن الـغـرام بـه تـعـلـو منابـره

مهفهف ابلـج بـدر عـلـى غصن ... تـخـفـي الـبدور اذا لاحـت بوادره

مطرز الـخـد بالريحان في ضرج ... مـورد آسـه تـزهـو ازاهـره

مـكـحل الخلق ما تحصي خصائصه ... مـنـضـر الـحـسـن قـد قلت نظائره

’’جب محبوب، عاشق کا خون مباح سمجھ لیتا ہے تو عاشق اپنے دل کی باتیں ظاہر کر دیتا ہے کیا وہ عشق جو آنسوؤں سے ظاہر ہو چکا ہے محبت کو چھپا سکتا ہے جب وہ اس محبت کی وجہ سے بہنے لگیں جس کا راز مخفی ہے گویا عاشق کا دل اس کی آنکھوں کی پلکیں ہیں اور اس کی آنکھوں میں آنسو اس کے خیالات ہیں۔

اے غموں کو برداشت کرنے والے! ہے کوئی پناہ دینے والا اس نوجوان کو جس پر ظالم (محبوب) نے اپنے فیصلے میں ظلم کیا آہ! مصیبت عشق پر میرے لئے کتنے حوادث ہیں کہ جن کے منبر بلند ہوتے جا رہے ہیں۔

وہ محبوب نرم و نازک جسم والا گویا چودھویں کا روشن چاند ہے جب اس محبوب کا چاند روشن ہو تو درخت کی شاخوں پر چاند چھپ جاتے ہیں۔ رخساروں کو گل ریحان کی سرخی سے آرائش دیتی ہے اور اس کا گھاٹ پر سب سے پہلے اترنا اس کے حسن و جمال کو ظاہر کرتا

Marfat.com

ہے۔ مخلوق کے لئے مبداء فیض جس کی خوبیاں بے شمار ہیں حسین منظر والا جس کی مثال بہت کم ہے"

اور بعض محب پر وجد کا اضافہ ہوتا ہے اور وہ اسے ہلاک کر دیتا ہے محبت کی پہلی نقد قیمت روح کو پیش کرنا ہے مفلس بزدل اور اس کے بھاؤ لگانے والے کا کیا ہے؟ ان کا وصل محبّ کے خون کے بدلے میں بکتا ہے اللہ کی قسم! وہ اتنے کمزور نہیں کہ مفلس ان کی قیمت لگائیں اور نہ ان کا رواج ختم ہوا کہ تنگدست ان کو بطور ادھار خریدیں زیادہ قیمت لگانے والوں کے بازار میں پیش کرنے کے لئے ان کی قیمت لگائی گئی ہے پس ان کے لئے جانوں کا نذرانہ پیش کرنے سے کم قیمت پر رضامندی نہیں ہے۔ پس جھوٹے لوگ پیچھے ہٹ گئے اور محبت کرنے والے کھڑے رہے کہ ان میں سے کون قیمت بننے کی صلاحیت رکھتا ہے پس سامان ان کے درمیان چکر کاٹتا ہے اور پھر ان کے ہاتھوں میں پڑتا ہے جن کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۞ (المائدہ:۵۴) وہ مومنوں کے لئے نرم اور کافروں پر غالب ہیں۔

جب محبت کا دعویٰ کرنے والے زیادہ ہو گئے تو ان سے صحت دعویٰ پر گواہی طلب کی گئی کیونکہ اگر لوگوں کو محض ان کے دعویٰ پر دیا جائے تو وہ شخص جو محبت سے خالی ہے وہ غمگین آدمی (محبّ) کے عمل کا دعویٰ کرے گا۔

پس شہادتیں مختلف ہو گئیں تو کہا گیا کہ یہ دعویٰ اس دلیل کے بغیر ثابت نہیں ہو گا۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ۔ (آل عمران:۳۱) اے محبوب! تم فرما دو اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔

پس ان میں سے بہت سے پیچھے ہٹ گئے پس محبوب کے افعال، اقوال اور اخلاق میں ان کی اتباع ثابت ہو گئی۔ اب ان سے گواہوں کے عادل ہونے کا مطالبہ کیا گیا کہ وہ اس صفت پر ہوں:

يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ (المائدہ:۵۴) وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں اور کسی ملامت گر کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔

یہ سن کر اکثر محبین پیچھے ہٹ گئے اور مجاہدین کھڑے رہے پس ان سے کہا گیا کہ محبین کی جانیں اور مال ان کے اپنے نہیں ہوتے پس آؤ بیعت کرو:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ (التوبہ:۱۱۱) بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور مال خرید لئے۔

پس جب انہوں نے خریدار (اللہ تعالیٰ) کی عظمت قیمت کی فضیلت اور جس کے ذریعے سودا ہو رہا ہے۔ (یعنی نبی اکرم ﷺ) کی شان اور بزرگی کو جان لیا تو سامان کی قیمت بھی پہچان لی اور یہ کہ اس کی بہت بڑی شان ہے اور انہوں نے دیکھا کہ اگر اسے کھوٹے سکوں کے بدلے بیچیں تو بہت بڑا نقصان ہے پس وہ رضامندی سے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ بیعت رضوان میں بیٹھ گئے اور اپنا اختیار چھوڑ دیا اور کہا ہم اس سودے کو نہ تو واپس کرتے ہیں اور نہ واپسی کا مطالبہ کرتے ہیں پس جب عقد مکمل ہو گیا اور مبیع (سامان جس کا سودا ہوا) ان کے حوالے کر دیا گیا تو ان سے کہا گیا تمہارے نفس اور تمہارے مال ہمارے ہوئے ہم نے تمہاری طرف ان سے زیادہ بلکہ اس سے کئی گنا مزید لوٹا دیا چنانچہ فرمایا:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۞ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ (آل عمران:۱۶۹-۱۷۰) اور ہرگز ان لوگوں کو مردہ خیال نہ کرو جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہو گئے بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں ان کو رزق دیا جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اس فضل پر خوش ہیں جو اس نے ان کو عطا فرمایا۔

پس نبی اکرم ﷺ کا ذکر ہر حال میں ہمارے دلوں کی جلاء، سینوں کی شفاء اور زبانوں کی مٹھاس کا سبب ہے اگرچہ اوقات و ساعات مختلف ہوں تمام عبادات، جمعات، جماعتوں، خطبات، نمازوں اور تمام امور حتیٰ کہ خرید و فروخت، لین دین، صلح کے معاہدوں، عقدوں اور معاہدوں کے

Marfat.com

آغاز سب میں آپ کے ذکر سے شرف حاصل کیا جاتا ہے خصوصاً اللہ تعالیٰ کے ذکر اور دعا کے وقت کیونکہ آپ کے ذکر سے ہی قبولیت کے دروازے کھلتے ہیں۔

(۶) ذکر کے وقت آپ کی تعظیم

آپ کی محبت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ آپ کا ذکر کرتے وقت تعظیم ہو۔[۱] نیز خشوع وخضوع کا اظہار کیا جائے جب آپ کا اسم گرامی سنے کیونکہ جو کوئی کسی سے محبت کرتا ہے تو اس کے لئے جھک جاتا ہے جس طرح نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد اکثر صحابہ کرام آپ کا ذکر کرتے ہوئے خشوع وخضوع اختیار کرتے اور ان کے جسموں پر بال کھڑے ہو جاتے اور وہ رونے لگتے اسی طرح اکثر تابعین اور ان کے بعد کے لوگ آپ کی محبت، شوق اور تعظیم وتوقیر کے طور پر ایسا کرتے تھے۔

حضرت ابو ابراہیم التجیبی فرماتے ہیں ہر مومن پر واجب ہے کہ جب آپ کا ذکر کرے یا اس کے سامنے آپ کا ذکر کیا جائے تو جھک جائے، خشوع ظاہر کرے، حرکت کی بجائے وقار اور سکون اختیار کرے اور آپ کی ہیبت و بزرگی کو پیش نظر رکھے جس طرح آپ کی (ظاہری) زندگی میں آپ کے سامنے ہونے کی صورت میں کرتا اور ان آداب کا خیال رکھے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ کے بارے میں سکھائے ہیں۔

(الدیباج المذہب ج اص ۲۹۷، معجم المؤلفین ج ۲ص ۲۲۹، کشف الظنون رقم الحدیث: ۱۴۶۷، سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ص ۱۶۳)

حضرت ایوب سختیانی رحمہ اللہ نبی اکرم ﷺ کے ذکر پر رو پڑے حتیٰ کہ ان کی اس حالت کو دیکھ کر ہم (پر رقت طاری ہو جاتی اور ہم) ان کے لئے رحمت کی دعا کرتے۔ (الاعلام ج ۲ص ۳۸، حلیۃ الاولیاء ج ۳ص ۳)

حضرت امام جعفر بن محمد صادق رضی اللہ عنہما بہت خوش طبع اور تبسم فرمانے والے تھے لیکن جب نبی اکرم ﷺ کا ذکر ہوتا ان کا رنگ پیلا پڑ جاتا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن قاسم رحمہ اللہ کے پاس نبی اکرم ﷺ کا ذکر ہوتا تو ان کے رنگ کو دیکھا جاتا گویا اس سے خون نکل گیا ہے اور ان کے منہ میں زبان خشک ہو جاتی یہ سب کچھ رسول اکرم ﷺ کی ہیبت کی وجہ سے ہوتا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس نبی اکرم ﷺ کا ذکر ہوتا تو وہ رو پڑتے حتیٰ کہ ان کی آنکھوں میں آنسو باقی نہ رہتے۔

حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ لوگوں سے بہت زیادہ میل جول رکھنے والے اور خوش خلق تھے لیکن جب ان کے پاس رسول اکرم ﷺ کا ذکر مبارک ہوتا تو گویا تم ان کو نہیں پہچانتے اور وہ تمہیں نہیں پہچانتے۔

حضرت صفوان بن سلیم رحمہ اللہ عبادت گزار مجتہدین میں سے تھے جب ان کے پاس نبی اکرم ﷺ کا ذکر ہوتا تو وہ مسلسل روتے حتیٰ کہ لوگ ان کے پاس سے اٹھ جاتے اور ان کو چھوڑ دیتے۔

اور حضرت قتادہ (بن دعامہ مشہور تابعی مفسر ہیں) رحمہ اللہ جب حدیث سنتے تو رونے لگتے اور چیخ و پکار کرتے۔

حضرت قاضی عیاض رحمہ اللہ نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ (الشفاء ج ۲ص ۴۲)

(۷) رسول اکرم ﷺ کی ملاقات کا شوق

نبی اکرم ﷺ کی محبت کی ایک علامت یہ ہے کہ آپ کی ملاقات کا بہت زیادہ شوق ہو کیونکہ ہر محب اپنے محبوب سے ملاقات کا شوق رکھتا ہے۔

---

[۱] اسی تعظیم کی وجہ سے مسلمان جب بارگاہ نبوی میں ہدیہ سلام عرض کرتے ہیں تو کھڑے ہو جاتے ہیں کھڑا ہونا واجب نہیں لیکن تعظیم واجب ہے اور یہ اس کی ایک صورت ہے۔ ۱۲ ہزاروی

Marfat.com

بعض حضرات نے فرمایا کہ محبت، محبوب کے شوق کا دوسرا نام ہے۔

حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ فرماتے ہیں محبت، مشاہدہ صفات کے ذریعے ذات کو ذہن میں حاضر کرنا ہے یا اسرار صفات کو دیکھ کر ذات کو دیکھے پس مسئول تک پہنچنا مقصود ہو چاہے قاصد کے مشاہدہ کے ذریعے ہو اسی لئے جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا شوق بڑھ جاتا اور محبت کی حرارت ان کو بے قرار کرتی تو وہ نبی اکرم ﷺ کا قصد کرتے اور آپ کی زیارت کے لئے مشقت برداشت کرتے اور آپ کی ہم نشینی آپ کی زیارت اور آپ سے برکت حاصل کرنے میں لذت محسوس کرتے۔

(الاعلام ج ۷ص ۲۶۹، طبقات الصوفیہ ص ۸۳، فیات الاعیان ج ۲ص ۱۰۴، صفۃ الصفوہ ج ۲ص ۱۷۹، طبقات الحنابلہ ج ۱ص ۳۸۱، تاریخ بغداد ج ۱۳ص ۱۹۹)

حضرت عبدہ بنت خالد بن معدان رحمہم اللہ فرماتی ہیں حضرت خالد رحمہ اللہ جب اپنے بستر پر جاتے تو نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام مہاجرین وانصار کے بارے میں اپنے شوق کا ذکر کرتے اور ان کا نام لیتے۔[1]

وہ فرماتے یہ لوگ میری اصل اور میری زبان ہیں میرا دل ان کی طرف مائل ہے اور ان کی طرف میرا شوق طویل ہے یا اللہ جلد از جلد مجھے موت دے (تاکہ میں ان سے ملاقات کروں) پھر ان پر نیند غالب آجاتی۔

(الاعلام ج ۲ص ۲۹۹، تاریخ دمشق ج ۵ص ۸۶)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت ہوا تو ان کی زوجہ محترمہ نے کہا ہائے غم! انہوں نے فرمایا کیا خوشی ہے کل میں اپنے محبوبوں یعنی حضرت محمد ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات کروں گا۔

جب محب، محبت کا مزہ چکھتا ہے تو اس کے دل میں محبت اور طلب کی آگ بھڑکتی ہے اور اسے شوق پیدا ہوتا ہے اور وہ اپنے محبوب سے صبر کو بہت بڑا گناہ سمجھتا ہے۔ جیسا کہ کہا گیا:

والصبر یحمد فی المواطن کلها الا علیك فانه لا یحمد

''صبر ہر جگہ قابل تعریف ہوتا ہے لیکن تجھ سے صبر قابل تعریف نہیں۔''

حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک رات لوگوں کے حالات معلوم کرنے نکلے تو ایک گھر میں چراغ نظر آیا۔ آپ نے دیکھا ایک عورت سوت کات رہی ہے اور یوں کہتی ہے:

علی محمد صلاة الابرار صلی علیه الطیبون الاخیار

قد کنت قواما بکاء بالاسحار یالیت شعری و المنایا اطوار

هل تجمعنی و حبیب الدار

''میری طرف سے حضرت محمد ﷺ پر ایسا درود ہو جیسا نیک لوگ پڑھتے ہیں۔ آپ پر پاک اور بہترین لوگوں نے درود شریف پڑھا۔ آپ سحری کے وقت بہت زیادہ کھڑے ہونے والے، رونے والے تھے کاش مجھے علم ہوتا اور موت مختلف وقتوں میں آتی ہے کیا مجھے اور میرے محبوب حضرت محمد ﷺ کو دار آخرت جمع کرے گی۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیٹھ کر رونے لگے پھر اس کے خیمے کے دروازے پر کھڑے ہو گئے اور تین مرتبہ ''السلام علیکم'' کہا۔ پھر فرمایا دوبارہ پڑھو اس نے غمگین آواز کے ساتھ ان اشعار کا اعادہ کیا آپ روئے اور اس سے فرمایا اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے عمر کو نہ بھولنا اس نے کہا اے بہت بخشنے والے! عمر رضی اللہ عنہ کو بخش دے۔

(الاعلام ج ۳ص ۵۶، تذکرۃ الحفاظ ج ۱ص ۱۳۲، طبقات المفسرین للداودی ج ۱ص ۱۸۲، شذرات الذہب ج ۱ص ۱۹۴، الشفاء ص ۲۲)

[1] حضرت خالد بن معدان رحمہ اللہ نے ستر صحابہ کرام سے ملاقات کی۔ (زرقانی ج ۶ص ۳۱۸)

Marfat.com

منقول ہے کہ ایک عورت جو اپنے نفس پر زیادہ کرنے والی تھی موت کے بعد اسے دیکھا گیا تو پوچھا گیا اللہ تعالیٰ نے تم سے کیا سلوک کیا؟ اس نے کہا مجھے بخش دیا پوچھا گیا کس وجہ سے؟ اس نے کہا نبی اکرم ﷺ کی محبت اور آپ کی زیارت کے شوق کی وجہ سے پس آواز آئی جو شخص ہمارے محبوب کی زیارت کا خواہش مند ہو تو ہمیں حیا آتی ہے کہ ہم اسے جھڑک کر ذلیل کریں بلکہ ہم اسے اور اس کے محبوب کو اکٹھا کریں گے۔

(۸) قرآن مجید سے محبت

نبی اکرم ﷺ سے محبت کی ایک علامت قرآن مجید سے محبت ہے جسے آپ لائے، اس کے ذریعے راستہ پایا اور اس کو اپنی سیرت بنایا اگر تم معلوم کرنا چاہو کہ تمہارے پاس اور تمہارے غیر کے پاس اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کس قدر ہے؟ تو اپنے دل میں قرآن مجید کی محبت کو دیکھو نیز یہ کہ تم قرآن سن کر اس سے زیادہ لذت حاصل کرتے ہو جتنی لذت کھیل کود اور گانے بجانے والے گانا سن کر پاتے ہیں کیونکہ یہ بات معلوم ہے کہ جو شخص کسی محبوب سے محبت کرتا ہے اس کا کلام اور باتیں اسے سب سے زیادہ پسند ہوتی ہیں جیسا کہ کہا گیا:

ان کنت تزعم حبی — فلم هجرت کتابی

اما تاملت مافیہ — من لذیذ خطابی

"اگر تو مجھ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے تو تو نے میری کتاب کو کیوں چھوڑ رکھا ہے کیا تو نے اس میں میرے لذیذ خطاب میں غور نہیں کیا۔"

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اگر ہمارے دل پاک ہوتے تو اللہ تعالیٰ کے کلام سے سیر نہ ہوتے اور محب کس طرح اپنے محبوب کے کلام سے سیر ہو سکتا ہے حالانکہ وہ اس کے مطاوب کی انتہاء ہے؟

نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا میرے سامنے قرآن مجید پڑھیں۔ انہوں نے عرض کیا میں آپ کے سامنے پڑھوں حالانکہ یہ آپ پر نازل کیا گیا؟ آپ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ دوسرے آدمی سے سنوں چنانچہ انہوں نے شروع کیا اور سورۂ نساء پڑھنے لگے جب اس آیت پر پہنچے:

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا○ (النساء:۴۱)

پس کیسے ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور اے محبوب! تمہیں ان سب پر گواہ لائیں گے۔

آپ نے فرمایا بس کافی ہے۔ انہوں نے سر اٹھا کر دیکھا تو رونے کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ کی مبارک آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۰۴۹۔۵۰۵۰۔۵۰۵۶ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۷۔۲۴۸، جامع ترمذی رقم الحدیث: ۳۰۲۵، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۹۴، مسند احمد ج۱ ص ۳۸۰۔۴۳۳، السنن الکبریٰ ج۱۰ ص ۲۳۱، مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث: ۲۱۹۵، اتحاف السادۃ المتقین ج۴ ص ۴۹۸، الدر المنثور ج۲ ص ۱۶۳، حلیۃ الاولیاء ج۷ ص ۲۰۳، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۶۶۸، کنز العمال رقم الحدیث: ۲۸۲۶)

جو شخص دل کی اجازت سے قرآن مجید سنتا ہے اس کی یہی حالت ہوتی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ (المائدہ:۸۳)

اور جب وہ سنتے ہیں وہ کلام جو رسول ﷺ کی طرف اتارا گیا تو آپ دیکھیں گے کہ حق کو پہچاننے کی وجہ سے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔

عوارف المعارف میں ہے کہ:

یہی سماع، سچا سماع ہے جس میں دو ایمان والوں کا بھی اختلاف نہیں اور ایسا شخص ہدایت یافتہ ہے۔ اس سماع کی حرارت یقین کے اولوں (برف) پر ڈالی جاتی ہے تو آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں کیونکہ بعض اوقات اس سے حزن (غم) پیدا ہوتا ہے اور غم گرم ہوتا ہے اور کبھی شوق جنم لیتا

Marfat.com

ہے اس میں بھی گرمی ہوتی ہے کبھی ندامت ہوتی ہے اور وہ بھی گرم ہوتی ہے جب یقین کی ٹھنڈک اور اولوں سے بھرپور دل والے شخص میں سماع سے یہ صفات پیدا ہوتی ہیں تو وہ روتا ہے اور رلاتا ہے کیونکہ حرارت اور ٹھنڈک کا ٹکراؤ ہوتا ہے تو پانی نکلتا ہے پس جب سماع دل تک پہنچتا ہے تو بعض اوقات یہ نزول ہلکا ہوتا ہے تو جسم میں اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے اور رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

ارشاد خداوندی ہے:

تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ (الزمر: ۲۳) اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔

اور کبھی اس کا وقوع بہت بڑا ہوتا ہے اور اس کا اثر دماغ کی طرف چڑھتا ہے تو آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں اور بعض اوقات روح کی طرف جاتا ہے تو روح موجزن ہوتی ہے اور قریب ہے کہ جسم کا بندھن تنگ پڑ جائے پس اس سے چیخ و پکار اور حرکت شروع ہو جاتی ہے یہ تمام ایسے احوال ہیں جن کو ارباب حال پاتے ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے وظیفہ میں جب کسی آیت سے گزرتے تو وعظ و عبرت سے آپ کی ہچکی بندھ جاتی اور آپ گر پڑتے اور ایک دو دن تک گھر میں بند ہو جاتے حتیٰ کہ آپ کی عیادت کی جاتی اور آپ کو بیمار شمار کیا جاتا۔

صحابہ کرام اکٹھے ہوتے اور ان میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہوتے تو وہ حضرات کہتے اے ابوموسیٰ! ہمارے سامنے رب کا ذکر کیجیے پس وہ قرآن مجید پڑھتے اور باقی صحابہ کرام سنتے۔

سماع قرآنی سے محبت کرنے والے شیطانی سماع کی محبت رکھنے والوں سے زیادہ وجد، ذوق، لذت، حلاوت اور سرور حاصل کرتے ہیں پس جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ اشعار سننے سے اسے وجد آتا ہے ذوق اور طرب پیدا ہوتا ہے جب کہ قرآن مجید کی آیات سن کر یہ کیفیت پیدا نہیں ہوتی۔ اور وہ خوش آوازی سنتا ہے قرآن مجید نہیں سنتا جیسا کہ کہا گیا ہم تمہارے سامنے قرآن مجید پڑھتے ہیں اور تم پتھر کی طرح جامد و ساکت ہو اور کوئی شعر پڑھا جائے تو نشے والے کی طرح ادھر ادھر جھکتے ہو۔ تو جان لو کہ یہ عمل اس بات کی نہایت مضبوط دلیل ہے کہ اس شخص کا دل اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت سے فارغ ہے۔ [1]

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی محبت کی مٹھاس ہمیشہ عطا فرمائے اور اپنے احسان و رحمت کے ساتھ ہمیں اپنے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(۹) سنت کی محبت

نبی اکرم ﷺ کی محبت کی ایک علامت یہ ہے کہ آپ کی سنت پر عمل اور آپ کی حدیث مبارک پڑھنے کی چاہت ہو بے شک جس آدمی کے دل میں ایمان کی چاشنی داخل ہو جب وہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں سے کوئی کلمہ یا کوئی حدیث رسول ﷺ سنتا ہے تو وہ اس کی روح، دل اور نفس میں جاگزیں ہو جاتا ہے۔ شاعر کہتا ہے:

اشم منك نسيما لست اعرفه　　اظن لمياء جرت فيك اردانا

"میں تم سے نسیم صبح کی خوشبو سونگھتا ہوں لیکن میں اسے پہچانتا نہیں (کیونکہ اس سے پہلے میں نے ایسی خوشبو کبھی نہیں سونگھی) میں اسے گندمی رنگ کے ہونٹوں والی کے لباس سے جو تجھ تک پہنچا خیال کرتا ہوں۔"

پس یہ کلمہ (جو کلام الٰہی یا حدیث رسول ﷺ سے سنا) اس کو یوں گھیر لیتا ہے کہ اس کا ہر بال سماعت اور ہر ذرہ بصارت بن جاتا ہے پس کل

---

[1] حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ آپ کے مریدین قرآن سن کر وجد میں نہیں آتے جب کہ رباعیات سن کر وجد میں آتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے فرمایا قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس کا ادراک مشکل ہے، رباعیات انسانوں کا کلام ہے اس کا سمجھنا آسان ہے نیز قرآن وعظ و احکام ہے اور انسان اس کا مکلف ہے اور آدمی جس بات کا مکلف بنایا جائے اس کو سن کر وجد میں نہیں آتا۔ (زرقانی ج ۶ ص ۳۲۱)

Marfat.com

کے ساتھ کل کو سنتا اور کل کے ساتھ کل کو دیکھتا ہے۔ شاعر نے کہا:

لی حبیب خیاله نصب عینی سره فی ضمائری مدفون

ان تذکرة فکلی قلوب اوتاملته فکلی عیون

"میرا ایک محبوب ہے اس کا خیال میرا نصب العین ہے، اس کا راز میرے اندر مدفون ہے اگر میں اس کو یاد کروں تو میرا کل دل بن جاتا ہے اور اگر میں اس میں غور کروں تو میرا سب کا سب آنکھیں ہے۔"

اس وقت دل منور ہوتا ہے اور اس کا اندر روشن ہو جاتا ہے اور براہین ظاہر ہوتی ہیں تو تحقیق کی موجیں آپس میں ٹکراتی ہیں اور وہ محبوب کی توجہ کی سیرابی سے سیراب ہو جاتا ہے کہ محبوب کی توجہ سے بڑھ کر اسے سیراب کرنے والی کوئی چیز نہیں اور محبوب کے منہ پھیرنے سے زیادہ سخت جلانے والی اور ہیبت ناک چیز کوئی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جہنمیوں کے لئے جسمانی عذاب ہے۔ زیادہ سخت عذاب اللہ تعالیٰ کے دیدار میں رکاوٹ ہوگی جس طرح اہل جنت کے لئے جسمانی نعمتوں سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کا دیدار، اس کے خطاب کی سماعت، اس کی رضا اور اس کی توجہ ہوگی اللہ تعالیٰ ہمیں اس گھاٹ کی مٹھاس چکھنے سے محروم نہ فرمائے۔

(۱۰) نبی اکرم ﷺ کے ذکر کی چاہت

نبی اکرم ﷺ کی محبت کی علامات میں سے ایک بات یہ ہے کہ آپ کا محب آپ کے ذکر شریف سے لذت حاصل کرتا ہے اور جب آپ کا اسم گرامی سنتا ہے تو خوشی سے جھوم اٹھتا ہے اور بعض کی نشے جیسی حالت پیدا ہو جاتی ہے جس میں اس کا دل، روح اور سماعت ڈوب جاتی ہے۔

اس نشے کا سبب وہ لذت ہے جو عقل پر غالب آ جاتی ہے اور لذت کا سبب محبوب کا ادراک ہے۔ پس جب محبت مضبوط ہوگی اور اس محبوب کا ادراک بھی قوی ہوگا تو اس کے ادراک کی لذت ان دو باتوں کی قوت کے تابع ہوگی اگر عقل مضبوط مستحکم ہو تو اس میں تبدیلی نہیں آتی اور اگر کمزور ہو تو ایسا سکر پیدا ہوتا ہے جو اس عقل کو اس کے حکم (اس کے لائق امور) سے نکال دیتا ہے۔

علمائے طریقت نے سکر (حالت جذب) کی تعریف یہ کی ہے کہ حالت طرب میں صبر باقی نہ رہے گویا نشہ والے میں کچھ باقی ہے جس سے وہ لذت حاصل کرتا اور جھومتا ہے پس ایسا شخص صبر نہیں کر سکتا اور اس کے ساتھ فنا بھی نہیں ہوتا۔

اور بعض اوقات سکر (نشہ) کا سبب محبوب کے ادراک کی خوشی کی قوت ہوتی ہے کہ اس کا کلام مخلوط اور افعال تبدیل ہو جاتے ہیں کہ اس کی عقل زائل ہو جاتی ہے اور شراب پینے والے کی نسبت اس کے اخلاق زیادہ برے ہو جاتے ہیں۔

اور بعض اوقات طبعی سبب کی بنیاد پر اس خوشی کا نشہ اسے ہلاک کر دیتا ہے اور وہ دل کے خون کا یکدم پھیل جانا ہے اور یہ عام عادت کے خلاف ہوتا ہے اور خون ہی طبعی گرمی کو لاتا ہے پس اس (خون) کے پھیل جانے سے دل ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور یوں موت واقع ہو جاتی ہے۔

ایک شخص جب جنگل میں اپنے جانور کو پاتا ہے لیکن اس کے خیال میں وہ مر چکا تھا تو وہ خوشی کے نشے میں کہتا ہے "یا اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں" تو وہ بہت زیادہ خوشی کی وجہ سے غلطی کر جاتا ہے اور خوشی کا نشہ شراب کے نشہ سے اوپر ہوتا ہے تم دل میں اس فقیر کی حالت کا تصور کرو جس کے پاس کچھ نہیں لیکن وہ دنیا کا عاشق ہے اس سے سخت عشق کرتا ہے اسے ایک بہت بڑا خزانہ مل جاتا ہے پس وہ مطمئن ہو کر اس پر قبضہ کر لیتا ہے تو اس کے نشے کا کیا عالم ہوگا یا جس سے غلام بہت بڑا مال لے کر کئی سالوں تک غائب رہے اور پھر اس کے انتظار کے بغیر تمام مال لے کر آ جائے اور اس نے اس سے کئی گنا کمایا تو اس کے نشے کا عالم کیا ہوگا؟

ہم جس موضوع پر گفتگو کر رہے ہیں اس میں سب سے زیادہ قوی سبب عجیب و غریب اور واضح الفاظ میں نبی اکرم ﷺ کی صفات پر مشتمل اشعار کی آوازوں کو سننا ہے۔ یہ آواز جب کسی صلاحیت رکھنے والے محل تک پہنچتی ہے تو سننے والے کے نشے کے بارے میں نہ پوچھو۔ اس وقت یہ

Marfat.com

نشہ دو جہتوں سے پیدا ہوتا ہے۔

ایک یہ کہ ذاتی طور پر اس سے ایک مضبوط لذت لازم ہوتی ہے جس سے عقل پر پردہ چھا جاتا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ نفس محبوب کی طرف اور اس کی جہت میں حرکت کرتا ہے اس وقت اس حرکت، شوق اور طلب کے ذریعے اور اس کے ساتھ ہی محبوب کو خیال میں لانے اور نفس میں حاضر کرنے نیز اس کی صورت کو دل کے قریب کرنے اور فکر پر اس کو غالب کرنے سے ایک عظیم لذت پیدا ہوتی ہے جو عقل کو ڈھانپ دیتی ہے۔ اس وقت آوازوں کی لذت اور ادراک کی لذت جمع ہو جاتی ہیں پس روح پر ایسا نشہ چڑھتا ہے جو شراب کے نشے سے زیادہ عجیب، زیادہ پاکیزہ اور زیادہ لذیذ ہوتا ہے اور اس شخص کو شراب کے نشے سے زیادہ لذیذ نشہ حاصل ہوتا ہے۔

حضرت امام احمد وغیرہ رحمہم اللہ نے ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ حضرت داؤد علیہ السلام سے فرمائے گا اس آواز کے ساتھ میری بزرگی بیان کرو جس کے ساتھ دنیا میں میری بزرگی بیان کرتے تھے وہ کہیں گے کیسے بیان کروں وہ الفاظ تو تولے گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں آپ پر لوٹاتا ہوں پس وہ عرش کے پائے کے پاس کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی بزرگی بیان کریں گے تو جنت والے ان کی آواز سن کر جنتی نعمتوں کو چھوڑتے ہوئے ادھر مشغول ہو جائیں گے۔

اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ جب اپنے رب جل جلالہ کا کلام اور خطاب سنیں گے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کی ذات کریم کی زیارت بھی کریں گے تو دیدار الٰہی کی لذت ان کو جنت اور اس کی نعمتوں کو دیکھنے سے بے نیاز کر دے گی تو یہ ایسا معاملہ ہے کہ الفاظ اس کا ادراک نہیں کر سکتے اور اشارہ اس کا احاطہ نہیں کر سکتا اور یہ ایسی صفت ہے کہ ہر کان میں داخل نہیں ہو سکتی۔ ایسی موسلا دھار بارش ہے کہ ہر زمین کو سیراب نہیں کرتی ایسا چشمہ ہے کہ اس پر آنے والا ہر شخص اس سے پی نہیں سکتا ایسا سماع ہے کہ ہر سامع اس سے جھوم نہیں سکتا اور ایسا دستر خوان ہے کہ اس پر ہر طفیلی بیٹھ نہیں سکتا۔ مدارج السالکین میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا۔

محبت اور گناہ کا اجتماع

جو شخص ان مذکورہ بالا صفات سے موصوف ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے اس کی محبت کامل ہوتی ہے اور جو ان میں سے بعض کی مخالفت کرے اس کی محبت ناقص ہے لیکن وہ اس نام (محب ہونے) سے نہیں نکلتا اس پر دلیل یہ ہے کہ جس شخص کو شراب کی حد لگائی گئی اور بعض حضرات نے اس پر لعنت بھیجی اور کہا کہ یہ کس قدر (اس سزا کے لئے) لایا جاتا ہے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لا تلعنه فانه يحب الله و رسوله ۔ اس پر لعنت نہ بھیجو یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے۔

تو باوجود اس گناہ کے صادر ہونے کے کہ نبی اکرم ﷺ نے بتایا کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔[1]

اس میں ان لوگوں کا رد ہے جن کے خیال میں کبیرہ گناہ کا مرتکب کافر ہو جاتا ہے کیونکہ اس پر لعنت سے نہی اور اس کے لئے دعا کا حکم ثابت ہے۔ (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۲۷۵، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۳۵۵۲۔ ۱۷۰۸۲، اتحاف السادۃ المتقین ج ۹ ص ۶۲۰، کنز العمال رقم الحدیث: ۱۳۷۴۹)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نہی کے ارتکاب اور اس شخص کے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کے ثبوت میں کوئی منافات نہیں یعنی دونوں باتیں جمع ہو سکتی ہیں اور جس شخص سے گناہ کا تکرار ہو جائے اس کے دل سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت نکالی نہیں جاتی۔

---

[1] ایک شخص جس کا نام عبداللہ تھا اور حمار لقب تھا وہ رسول اکرم ﷺ کو ہنسایا کرتا تھا (ایسی گفتگو کرتا کہ آپ تبسم فرماتے) اور شراب نوشی پر آپ اسے کوڑے لگانے کا حکم دیتے ایک دن اسے لایا گیا تو ایک دوسرے شخص نے کہا یا اللہ! اس پر لعنت بھیج یہ کس کثرت کے ساتھ لایا جاتا ہے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اس پر لعنت نہ بھیجو یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے (زرقانی ج ۶ ص ۳۲۳) معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرنے والے اگر کبھی گناہ کا ارتکاب کریں تو ان کے لئے اچھے الفاظ استعمال کئے جائیں یقیناً کسی وقت محبت خداوندی اور محبت رسول ان کو نیک اعمال کی راہ دکھائے گی۔ ۱۲ ہزاروی

Marfat.com

اور ہوسکتا ہے نافرمانی کرنے والے کے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت کا ثبوت اور اس کا باقی رہنا اس بات سے مقید ہو کہ جب وہ گناہ کے وقوع پر نادم ہو۔ یا جب اس پر حد نافذ کی جائے تو یہ اس کے اس مذکورہ گناہ کا کفارہ بن جائے بخلاف اس کے کہ جب اس سے یہ بات (ندامت وغیرہ) واقع نہ ہو تو گناہ کے تکرار سے اس بات کا ڈر ہے کہ اس کے دل پر مہر لگ جائے حتیٰ کہ اس سے یہ محبت سلب کر لی جائے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے معافی، اس کی محبت پر ثابت قدمی اور اس کی رحمت و احسان سے اس کے راستے پر چلنے کا سوال کرتے ہیں۔

محبت اور خلت میں فرق

علماء کرام کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ محبت کا درجہ زیادہ بلند ہے یا خلت (خلیل ہونے) کا درجہ بلند ہے۔

حضرت قاضی عیاض رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ بعض حضرات نے دونوں کو برابر قرار دیا ہے پس حبیب وہی ہوسکتا ہے جو خلیل بھی ہو اور خلیل وہی ہوگا جو حبیب بھی ہو لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلت اور حضرت محمد ﷺ کو محبت کے ساتھ خاص کیا گیا۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ خلت کا درجہ زیادہ بلند ہے انہوں نے اس حدیث شریف سے استدلال کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لو کنت متخذا خلیلا غیر ربی لا تخذت ابابکر خلیلا ۔ اگر میں اپنے رب کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیل بناتا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۶۵۴، الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۵۴، الشفاء ج ا ص ۴۱۲، البدایۃ والنہایہ ج ۵ ص ۲۲۹، الموضوعات ج ا ص ۳۶۷)

پس آپ نے ان کو خلیل نہیں بنایا اور محبت کا لفظ حضرت فاطمہ، ان کے دونوں صاحبزادوں اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہم کے لئے استعمال فرمایا۔

معنیٰ اخص (یعنی خلت) سے یہی ظاہر ہے کیونکہ محبت، خلت کے معنی سے ماخوذ ہے لیکن اس پر واقعہ معراج کے حوالے سے اعتراض ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ سے فرمایا۔ اے محمد! ﷺ سوال کیجئے تو آپ نے عرض کیا اے میرے رب! تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا میں آپ کو اس سے بہتر وصف عطا نہ کروں؟ (یہاں تک کہ فرمایا) میں نے آپ کو حبیب بنایا جو اس کے معنی میں ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محبت کا درجہ زیادہ بلند ہے۔

جن حضرات نے مقام محبت کو مقام خلت پر فضیلت دی ہے انہوں نے کئی وجوہ سے فرق کیا ہے۔ حضرت قاضی عیاض رحمہ اللہ نے "الشفاء میں" امام ابوبکر بن فورک سے نقل کرتے ہوئے ذکر کیا انہوں نے بعض متکلمین سے نقل کیا۔

۱۔ خلیل بالواسطہ پہنچتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَ كَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الانعام: ۷۵)

اسی طرح ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ بادشاہی دکھاتے ہیں۔

اور حبیب بلاواسطہ پہنچتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝ (النجم: ۹)

پس دو کمانوں کا فاصلہ تھا یا اس سے بھی زیادہ قریب۔

۲۔ خلیل نے کہا:

وَلَا تُخْزِنِيْ (الشعراء: ۸۷)

اور مجھے رسوا نہ کرنا۔

اور حبیب کے لئے کہا گیا:

یوم لا یخزی الله النبی ۔ (التحریم: ۸)

ترجمہ: "جس دن اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو رسوا نہیں کرے گا"۔

Marfat.com

۳۔خلیل نے مشقت میں کہا۔

حسبی اللہ ۔(الزمر:۳۸) ترجمہ:''مجھے اللہ کافی ہے''۔

اور حبیب کے لیے کہا گیا۔

یا ایھا النبی حسبک اللہ (الانفال:۶۴) ترجمہ:''اے نبی! آپ کو اللہ کافی ہے''۔

۴۔خلیل وہ ہے جس کی مغفرت طمع کی صورت میں ہوتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

والذی اطمع ان یغفرلی خطیتی یوم الدین ۔(الشعراء:۸۲)

ترجمہ:''اور مجھے اس بات کی امید ہے کہ وہ قیامت کے دن میری خطاؤں کو بخش دے گا''۔

اور حبیب کی مغفرت حد یقین میں فرمایا۔

لیغفرلک اللہ ماتقدم من ذنبک وما تاخر ۔(الفتح: ۲)

ترجمہ:''تاکہ آپ کے سبب آپ کے اگلوں پچھلوں کے گناہ بخش دے''۔

میری (مصنف علیہ الرحمۃ کی) کتاب''تحفۃ السامع والقاری بختم حجج البخاری''میں کچھ دوسری وجوہ بھی ہیں جو قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ وجوہ کے علاوہ ہیں۔

اور یہ تمام محل نظر ہیں جیسا کہ میں نے''حاشیہ شفا میں'' بیان کیا ہے اس لیے کہ دو چیزوں کے درمیان فرق کا تقاضا یہ ہے کہ ان کی ذاتوں کی تعریف میں فرق ہو یعنی خلیل اور حبیب کے مدلول میں فرق ہو اور جو کچھ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا اور میں نے''التحفہ''میں ذکر کیا وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات پر فضیلت کا تقاضا کرتا ہے۔

اعتراض

یہ بات محض ذاتی نہیں بلکہ اس میں وصف خلت ملحوظ ہے اس لیے یہ فرق لازم آیا۔

جواب: دونوں شخصیتوں کے لیے خلت اور محبت دونوں باتیں ثابت ہیں کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وصف محبت کو سلب نہیں کیا جاسکتا۔ خاص طور پر جب کہ خلت' محبت سے زیادہ خاص ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وصف خلت کو سلب نہیں کیا جاسکتا خاص طور پر جب کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ثابت ہے۔

انی اتخذتک خلیلا ۔

ترجمہ:''میں نے آپ کو اپنا خلیل بنایا''۔

(نوٹ) جامع ترمذی میں یوں ہے۔ ''ان صاحبکم خلیل الرحمن'' بے شک تمہارا ساتھی رحمٰن کا خلیل ہے''۔

اور اس بات پر اجماع ہے کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر بلکہ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق پر مطلق فضیلت حاصل ہے۔

جہاں تک اس قول کا تعلق ہے۔ کہ خلیل کو بالواسطہ وصل حاصل ہوتا ہے تو اس مقام پر جو غرض ہے اس کا فائدہ اس بات سے حاصل نہیں ہوتا اور اس سے معرفت تک رسائی مراد ہے کیونکہ حسی طور پر اللہ تعالیٰ کا پہنچنا محال ہے۔

اور یہ بات کہ حبیب ذاتی طور پر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے تو حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تک رسائی بلاواسطہ ہی ہوتی ہے، وہ حبیب ہو یا خلیل۔

Marfat.com

اور یہ بات کہ خلیل وہ ہوتا ہے۔ جو مغفرت کی طمع رکھتا ہے تو یہ بات خلیل کی تفسیر کے طور پر صحیح نہیں اور اس کے معنی کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔

مذکورہ بالا تین وجوہ فرق میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہمارے نبی اکرم ﷺ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ذاتی طور پر فضیلت عطا کی گئی اور اس میں علت معنویہ یعنی وصف محبت یا وصف خلت کا لحاظ نہیں رکھا گیا اور حق یہ ہے کہ خلت محبت سے اعلیٰ اکمل اور افضل ہے۔

ابن قیم نے کہا کہ بعض لوگ جو غلط طریقے پر ہیں ان کا یہ خیال کہ محبت' خلت سے اکمل ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خلیل اور حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے حبیب تھے تو یہ ان لوگوں کی جہالت ہے کیونکہ محبت عام اور خلت خاص ہے اور خلت' محبت کی انتہا ہے۔

ابن قیم نے کہا نبی کریم ﷺ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلیل بنایا اور آپ نے اس بات کی نفی فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی آپ کو خلیل ہو اور اس کے ساتھ ساتھ آپ نے یہ خبر بھی دی کہ آپ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، ان کے والد (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) حضرت عمر بن خطاب اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت ہے نیز اللہ تعالیٰ خوب توبہ کرنے والوں۔ سے محبت کرتا اور خوب پاکیزگی حاصل کرنے والوں کو محبوب بناتا ہے صبر کرنے والوں، نیکی کرنے والوں، متقی لوگوں اور انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کی خلت دو خلیلوں (حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نبی اکرم ﷺ) کے ساتھ خاص ہے۔

ابن قیم نے کہا ان لوگوں کا قول (کہ محبت' خلت سے اکمل ہے) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے بارے میں علم اور سمجھ کی کمی کے باعث ہے۔

شیخ بدرالدین زرکشی رحمۃ اللہ علیہ نے قصیدہ بردہ شریف کی شرح میں فرمایا کہ بعض لوگوں کے خیال میں محبت' خلت سے افضل ہے اور انہوں نے کہا حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے حبیب اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں۔ لیکن یہ قول ضعیف ہے کیونکہ خلت خاص ہے اور وہ محبت کا کسی کے لیے خاص ہونا ہے جب کہ محبت عام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

ان اللہ یحب التوابین (البقرہ:۲۲۲)

''بے شک اللہ تعالیٰ خوب توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے''۔

وہ فرماتے ہیں یہ بات صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی اکرم ﷺ کو خلیل بنایا جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا۔

تنبیہ۔

لفظ خلیل' خلت سے مشتق ہے (خاء پر زبر ہے) اور اس کا معنی حاجت ہے یا خلت (خاء پر پیش) سے مشتق ہے اور اس کے معنی خاص دوستی ہے یا خلل سے مشتق ہے ثعلب نے کہا خلیل کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ ایسی دوستی جو دل کے اندر داخل ہوتی ہے اور یہ شعر پڑھا۔

قد تخللت مسلك الروح مني   وبذا سمي الخليل خليلا

''تم میرے اندر روح کی طرح داخل ہوا اسی لیے خلیل کو خلیل کہا جاتا ہے''

امام راغب نے کہا الخلۃ (زبر کے ساتھ) نفس کو لاحق ہونے والے خلل کو کہا جاتا ہے اور وہ خلل یا تو کسی چیز کی خواہش ہے یا اس چیز کی حاجت سے ہوتا ہے اسی لیے خلہ کی تفسیر حاجت سے کی جاتی ہے اور پیش کے ساتھ خلہ پڑھنے کی وجہ یا تو یہ ہے کہ یہ محبت نفس کے اندر داخل ہوتی ہے۔ یا اس کے درمیان میں ہونے کی وجہ سے کہتے ہیں یا اس لیے کہ یہ نفس میں داخل ہو کر اس طرح اثر کرتی ہے جس طرح تیر اس چیز میں اثر کرتا ہے جس میں لگتا ہے یا اس کی زیادہ حاجت کی وجہ سے یہ لفظ بولا جاتا ہے۔

Marfat.com

بارگاہِ نبوی میں ہدیہ صلوٰۃ وسلام پیش کرنا

درود پڑھنا کب فرض اور کب سنت ہے' فضیلت' صفت اور محل کیا ہے؟

صلوٰۃ (درود) کا معنی۔

ارشاد خداوندی ہے۔

ان الله وملائكته يصلون على النبي يا ايها الذين امنوا صلوا عليه وسلموا تسليما ۔ (الاحزاب:۵۶)

ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی آپ پر درود اور خوب سلام بھیجو''۔

ابوالعالیہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھنا فرشتوں کے سامنے آپ کی تعریف کرنا ہے اور فرشتوں کا درود پڑھنا یہ ہے کہ وہ آپ کے لیے دعا مانگتے ہیں۔

''فتح الباری میں'' فرمایا کہ سب سے بہتر قول یہی ہے پس اللہ تعالیٰ کے درود بھیجنے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی تعریف فرماتا اور آپ کی عظمت کو بیان کرتا ہے اور فرشتوں وغیرہ کا درود بھیجنا یہ ہے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ سے اسی بات (ثناء اور تعظیم) کا مطالبہ کرتے ہیں اور مراد یہ ہے کہ یا اللہ تعالیٰ مزید درود بھیج محض درود بھیجنے کا مطالبہ نہیں کرتے۔

حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں فرشتوں کا درود بھیجنا برکت کی دعا کرنا ہے۔ ابن ابی حاکم نے حضرت مقاتل بن حبان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا درود بھیجنا مغفرت ہے اور فرشتوں کا درود بھیجنا طلب مغفرت ہے۔

(تذکرۃ حفاظ ا ص ۱۷۴' طبقات المفسرین ج ۲ ص ۳۲۹' میزان الاعتدال ج ۴ ص ۱۷۱)

ضحاک بن مزاحم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے درود اس کی رحمت ہے ان ہی سے ایک روایت میں ہے کہ اس کی طرف سے مغفرت ہے اور فرشتوں کا درود شریف دعا ہے یہ دونوں قول اسماعیل قاضی نے ان سے نقل کیے ہیں گویا ان کی مراد مغفرت کی دعا ہے۔

مبرد نے کہا اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوٰۃ (درود) رحمت ہے اور فرشتوں کا درود ایسی رقت (نرمی) ہے جو رحمت کی دعا کی ترغیب دیتی ہے اس پر یہ اعتراض کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے صلوٰۃ اور رحمت کو الگ الگ چیز قرار دیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اولئك عليهم صلوات من ربهم ورحمة (البقرہ:۱۵۷) ۔

ترجمہ: ''ان لوگوں پر ان کے رب کی طرف سے صلوٰت اور رحمت ہے''۔

اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ان دونوں کو ایک دوسرے کا غیر سمجھا۔

صلوا عليه وسلموا تسليما ۔ (الاحزاب:۵۶)

ترجمہ: ''ان پر درود اور خوب سلام بھیجو''۔

حتیٰ کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے صلوٰۃ (درود شریف) کی کیفیت دریافت کی جب کہ سلام کی تعلیم میں رحمت کا ذکر پہلے ہو چکا تھا یعنی ''السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته'' میں لفظ رحمت بھی ہے اور نبی اکرم ﷺ نے ان کو اس پر برقرار رکھا پس اگر صلوٰۃ رحمت کے معنی میں ہوتی تو نبی اکرم ﷺ ان سے فرماتے کہ تم اسلام کے ذکر میں یہ بات معلوم کر چکے ہو۔

Marfat.com

حلیمی نے اس کو جائز قرار دیا کہ صلوٰۃ آپ پر سلام کے معنی میں ہو اور یہ بات محل نظر ہے۔
کہا گیا ہے کہ مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوٰۃ خاص بھی ہے اور عام بھی انبیاء کرام علیہم السلام پر صلوٰۃ سے مراد ان کی ثناء اور تعظیم ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے اور دوسرے لوگوں پر صلوٰۃ سے مراد رحمت ہے اور یہ وہ رحمت ہے جو ہر چیز کو شامل ہے۔
حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بکر قشیری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی اکرم ﷺ پر صلوٰۃ (درود) آپ کو شرف عطا فرمایا اور آپ کی تکریم کو بڑھانا ہے اور نبی اکرم ﷺ کے علاوہ لوگوں پر صلوٰۃ سے رحمت مراد ہے اس سے نبی اکرم ﷺ اور دوسرے مؤمنین کے درمیان فرق ظاہر ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ احزاب میں فرمایا۔

ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی ۔ (الاحزاب: ۵۶)

ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجتے ہیں''
اور اس سے پہلے اسی سورت میں فرمایا۔

ھوالذی یصلی علیکم وملائکتہ ۔ (الاحزاب: ۴۳)

ترجمہ: ''وہی اللہ ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے رحمت کی دعا مانگتے ہیں''۔
اور یہ بات معلوم ہے کہ جو قدر نبی اکرم ﷺ کے شایان شان ہے وہ اس سے بلند ہے جو دوسروں کے مناسب ہے اور اس بات پر اجماع ہے کہ اس آیت میں نبی اکرم ﷺ کی جس قدر شان بیان کی گئی ہے وہ دوسری جگہ بیان نہیں ہوئی۔
حلیمی نے ''الشعب (شعب الایمان) میں'' فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجنے کا مطلب آپ کی تعظیم ہے پس ہمارے قول ''**اللھم صل علی محمد**'' کا معنی یہ ہے کہ اے اللہ! حضرت محمد ﷺ کو عظمت عطا فرما۔ دنیا میں آپ کی تعظیم آپ کے ذکر کو بلند کرنا' آپ کے دین کو غلاب کرنا اور آپ کی شریعت کو باقی رکھنا ہے اور آخرت میں زیادہ ثواب عطا کرنا امت کے حق میں آپ کی شفاعت کو قبول کرنا اور مقام محمود کے ذریعے آپ کی فضیلت کو ظاہر کرنا ہے۔ اس بنیاد پر ارشاد خداوندی ''**صلوا علیہ**'' سے مراد یہ ہے کہ تم اپنے رب سے نبی اکرم ﷺ کی تعظیم کی دعا مانگو۔

اور آپ پر' آل' ازواج اور آپ کی اولاد (ذریت) کے عطف میں کوئی حرج نہیں کیونکہ ان کی تعظیم کی دعا مانگنا ممنوع نہیں ہے اس لیے کہ ہر ایک کی تعظیم اس کی شان کے مطابق ہوتی ہے۔
اور جو کچھ ابوالعالیہ کے حوالے سے گزر چکا ہے وہ زیادہ ظاہر ہے کیوں کہ اس کے مطابق لفظ صلوٰۃ کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت فرشتوں کی طرف نسبت اور مومنوں کی طرف سے نسبت سے استعمال ایک ہی معنی میں ہے اور اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ غیر انبیاء کے لیے رحمت کی دعا کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں البتہ لفظ صلوٰۃ کے بارے میں اختلاف ہے (کہ غیر انبیاء کے لیے جائز ہے یا نہیں)
اور اگر ہمارے قول ''**اللھم صل علی محمد**' کا معنی یا اللہ! حضرت محمد ﷺ پر رحم فرما ہوتا تو انبیاء کرام کے غیر کے لیے بھی درود شریف جائز ہوتا اسی طرح اگر برکت یا رحمت کے معنی میں ہوتا تو جن لوگوں کے نزدیک تشہد میں درود شریف واجب ہے ان کے نزدیک **السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ** پڑھنے سے یہ وجوب ساقط ہو جاتا (حالانکہ ساقط نہیں ہوتا) اس بات کا جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تشہد میں لفظ صلوٰۃ کا استعمال حکم شرع کے طور پر ہے پس اسے عمل میں لانا ضرور ہے اگرچہ پہلے وہ الفاظ لا چکا ہے جو اس کے ہم معنی ہیں۔
سوال: درود شریف کا حکم کب ہوا؟
جواب: جیسا کہ ابوذر ہروی نے فرمایا ہجرت کے دوسرے سال یہ حکم دیا گیا ہے ایک قول کے مطابق شب معراج حکم ہوا یہ بھی کہا گیا کہ شعبان کا مہینہ نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھنے کا مہینہ ہے کیونکہ درود شریف والی آیت (**ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی**) شعبان

Marfat.com

المعظم میں نازل ہوئی۔ واللہ اعلم۔

درود شریف پڑھنے کا فائدہ

حلیمی نے فرمایا نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے کیونکہ اس عمل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل اور نبی اکرم ﷺ کے ہمارے ذمہ حق کی ادائیگی ہوتی ہے۔

ابن عبدالسلام نے بھی ان کی اتباع کی ہے چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب ''شجرۃ المعارف کے آٹھویں باب'' میں فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھنا ہماری طرف سے آپ کے لیے سفارش نہیں ہے کیونکہ ہمارے جیسے لوگ آپ جیسی شخصیات کی سفارش کا حق نہیں رکھتے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا کہ جو کوئی ہم پر احسان کرے ہم اس کا بدلہ دیں پس اگر ہم اس سے عاجز ہوں تو دعا کے ذریعے بدلہ دیں پس جب اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ ہم اپنے نبی اکرم ﷺ کے احسانات کا بدلہ نہیں دے سکتے تو ہمیں آپ ﷺ پر درود شریف بھیجنے کا فائدہ درود شریف پڑھنے والے کی طرف لوٹتا ہے کیونکہ یہ اس کے عقیدے کی پختگی، خلوص نیت، اظہار محبت اور واسطہ کریمہ ﷺ کی دائمی فرمانبرداری اور احترام کی دلیل ہے۔
(کشف الظنون ج ۲ ص ۱۰۲۷)

درود شریف پڑھنے کا حکم

آپ ﷺ پر درود شریف پڑھنے کا حکم کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔

پہلا قول: کسی قید کے بغیر درود شریف پڑھنا واجب ہے لیکن کم از کم ایک بار پڑھنا کفایت کرتا ہے۔

دوسرا قول: کثرت سے درود شریف پڑھنا واجب ہے لیکن تعداد مقرر نہیں ہے۔ یہ بات قاضی ابوبکر بن بکیر مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی ہے ان کی عبارت جیسا کہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہے یوں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر لازم کیا ہے کہ وہ اس کے نبی اکرم ﷺ پر درود شریف اور خوب سلام بھیجیں اور اس کے لیے کوئی معلوم وقت مقرر نہیں فرمایا پس واجب ہے کہ زیادہ سے زیادہ درود شریف بھیجا جائے اور اس میں غفلت نہ برتی جائے۔ (اخبار القضاۃ ج ۳ ص ۳۲۱)۔

تیسرا قول: جب بھی آپ کا ذکر ہو درود شریف بھیجنا واجب ہے یہ بات امام طحاوی، حنفیوں کی ایک جماعت، حلیمی اور شافعیوں کی ایک جماعت نے کہی ہے ابن عربی نے فرمایا زیادہ احتیاط اسی میں ہے زمخشری نے بھی اسی طرح کہا ہے ان حضرات نے اس قول پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

من ذکرت عندہ فلم یصل علی فمات فدخل النار فابعدہ اللہ ۔

ترجمہ: ''جس آدمی کے سامنے میرا ذکر ہو پس وہ مجھ پر درود شریف نہ پڑھے اور وہ مرجائے تو جہنم میں داخل ہوگا پس اللہ تعالیٰ نے اسے (اپنی رحمت سے) دور کر دیا''۔

یہ حدیث ابن حبان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کی ہے۔

اور یہ حدیث بھی ہے۔

رغم انف من ذکرت عندہ فلم یصل علی ۔

ترجمہ: ''اس شخص کی ناک خاک آلودہ ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے پس وہ مجھ پر درود شریف نہ بھیجے''۔

اس حدیث کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کیا اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے صحیح قرار دیا۔

اور یہ حدیث بھی ہے۔

Marfat.com

شقی عبد ذکرت عندہ فلم یصل علی .

ترجمہ: ''وہ شخص بد بخت ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود شریف نہ پڑھے''۔

اس حدیث کو امام طبرانی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کیا کیونکہ ناک خاک آلودہ ہونے رحمت سے دوری اور بدبختی کی بددعا سزا کے ذکر کو چاہتی ہے اور کسی عمل کے چھوڑنے پر سزا کا ذکر علامت وجوب میں سے ہے۔

اور معنوی اعتبار سے نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجنے کا حکم آپ کے احسانات کا بدلہ دینے کا فائدہ دیتا ہے اور آپ کا احسان ہمیشہ کے لیے جاری ہے پس جب آپ کا ذکر ہو تو درود شریف پڑھنے کی تاکید ہو جائے گی۔

ان حضرات نے اس ارشاد باری تعالیٰ سے بھی استدلال کیا ہے۔

لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا ۔ (النور:۶۳)

ترجمہ: ''رسول ﷺ کو اس طرح نہ پکارو جس طرح ایک دوسرے کو پکارتے ہو''

پس اگر آپ کے ذکر پر درود شریف نہ پڑھا جاتا تو آپ کا معاملہ دوسرے لوگوں کی طرح ہوتا۔

دسواں قول: نماز کے آخری قعدہ میں تشہد اور سلام کے درمیان واجب ہے یہ بات شافعی اور ان کے متبعین رحمۃ اللہ علیہ نے کہی ہے۔

اس بات پر اصحاب سنن (سنن ابی داؤد وغیرہ) کی روایت سے استدلال کیا گیا ہے اس روایت کو امام ترمذی ابن خزیمہ اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح قرار دیا۔ حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ تک سلام کا تعلق ہے تو وہ ہمیں معلوم ہو گیا لیکن جب ہم نماز میں آپ پر درود شریف پڑھیں تو اس کی کیفیت کیا ہے آپ نے فرمایا۔ تم کہو اللھم صل علی محمد (درود ابراہیمی) ان کا یہ کہنا کہ سلام کے بارے میں ہمیں معلوم ہو گیا تو اس سے مراد تشہد میں پڑھا جانے والا اسلام ہے نبی اکرم ﷺ ان کو یہ سلام اس طرح سکھاتے جس طرح قرآن پاک کی کوئی سورت سکھاتے تھے اور اس میں اس طرح السلام علیك ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل روایت کی ہے۔

''فی صلاتنا'' کے اضافہ سے شافعی مسلک کی ایک جماعت جن میں ابن خزیمہ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں نے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ قعدے میں تشہد کے بعد اور سلام سے پہلے درود شریف پڑھنا واجب ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ''کتاب الام میں'' فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کے ذریعے نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجنا فرض فرمایا۔

ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیمًا .

ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود سلام بھیجو''۔

اور آپ پر درود شریف بھیجنے کی فرضیت کے لئے نماز سے زیادہ مناسب مقام کوئی نہیں۔ اور اس سلسلے میں نبی اکرم ﷺ سے بھی رہنمائی ملتی ہے۔

حضرت ابراہیم بن محمد نے ہمیں خبر دی فرماتے ہیں ہم سے حضرت صفوان بن سلیم نے حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ہم آپ پر درود شریف کیسے پڑھیں یعنی نماز میں آپ نے فرمایا تم یوں کہو اللھم صلی علی محمد وعلیٰ آل محمد کما صلیت علی ابراھیم (آخر تک درود ابراہیمی)

ہمیں ابراہیم بن محمد نے خبر دی وہ فرماتے ہیں مجھ سے سعید بن اسحاق ابن کعب بن عجرہ نے حضرت عبدالرحمٰن ابی لیلیٰ سے انہوں نے حضرت کعب بن عجرہ سے اور انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا کہ آپ نماز میں اللھم صل علی محمد (درود ابراہیم آخر تک) پڑھا کرتے

Marfat.com

تھے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پس جب یہ بات مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ صحابہ کرام کو نماز میں تشہد سکھاتے تھے اور یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے ان کو نماز میں درود شریف پڑھنے کی کیفیت سکھائی تو یہ کہنا جائز نہیں کہ نماز میں تشہد تو واجب ہے لیکن درود شریف واجب نہیں۔

نوٹ: مواہب اللدنیہ کے حوالے سے درود شریف کے متعلق مختصر بیان کیا ہے اختصار کی وجہ سے تفصیلاً بیان نہیں کر سکتا۔ اس لئے قارئین حضرات اگر درود شریف کے بارے تفصیلاً معلومات پڑھنے کا شوق رکھتے ہوں تو کتاب ''فضائل درود شریف وسلام مصنفہ از مولانا پروفیسر محمد رفیق کیلانی (ایم اے۔ اسلامیات) گولڈ میڈلسٹ مطبوعہ دار التبلیغ آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف (ضلع گوجرانوالہ) کا مطالعہ فرمائیں۔ (مؤلف)

Marfat.com

حضور ﷺ آخری نبی ہیں

میرے آقا و مولا صاحبزادہ والاشان ولی ابن ولی ابن ولی پیر سید سجاد حیدر شاہ بخاری دامت برکاۃ العالیہ خلیفہ مجاز آستانہ عالیہ شرق پور شریف اور آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف نے فقیر کو خصوصیت خاتم النبیین حضور نبی کریم' رحمۃ للعالمین' شفیع المذنبین' رؤف الرحیم ﷺ پر کچھ بیان کرنے کے لئے خصوصی حکم فرمایا بوقت ملاقات جمعۃ المبارک مورخہ ۲/اپریل ۲۰۱۰ء فقیر اپنی کم علمی کی وجہ سے اس قابل نہیں کہ کما حقہٗ مذکورہ موضوع پر کچھ بیان کر سکے لیکن صاحبزادہ والاشان کے حکم کے تحت درج ذیل میں اپنی بساط کے مطابق کچھ تحریر کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اُمید کرتا ہوں کہ میری اس معمولی کاوش کو منظور فرمادیں۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝

(ترجمہ: کنز الایمان' سورۃ احزاب: ۵)

(اے لوگو!) (حضرت) محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں (زید کے بھی نہیں) ہاں وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے (سب سے آخری) نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔

تفسیر ابن عباس: (ترجمہ) حضرت محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کے والد نہیں۔ ان کے کوئی بالغ صاحبزادہ نہیں یعنی وہ تو اللہ تعالیٰ کے رسول اور سب پیغمبروں کے ختم کرنے والے ہیں کہ ان کی نبوت کے بعد سب کی نبوت منسوخ ہے۔ قیامت تک جیسے ان کو منصب ختم نبوت ملا نہ کسی کو ملا نہ کسی کو ملے گا اور خدا کو اے لوگو! تمہارے سب کے قول' افعال' احوال کا علم ہے۔

فائدہ: پس نبی ہونا کسی کا بعد حضرت خاتم النبیین ﷺ کے غیر ممکن ہے۔ عقائد اہلسنت میں قابل امکان کو کافر لکھا ہے۔ یعنی جو کوئی حضور ﷺ کے بعد قیامت تک کسی نئے نبی کا پیدا ہونا ممکن مانے وہ کافر ہے۔ اس پر تمام مسلمانوں کا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے لے کر اب تک اجماع ہے۔ اجماع کا کا منکر کافر ہے۔ (قادری)

تفسیر خزائن العرفان میں ''خاتم النبیین'' کی تفسیر اس طرح ہے۔ آخر الانبیاء کہ نبوت آپ ﷺ پر ختم ہوگئی۔ آپ ﷺ کی نبوت کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی۔ حتیٰ کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو اگرچہ نبوت پا چکیں ہیں۔ مگر نزول کے بعد شریعت محمدیہ ﷺ پر عامل ہوں گے۔ اور اسی شریعت پر حکم کریں گے۔ اور آپ ﷺ کے ہی قبلہ یعنی کعبہ معظمہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں گے۔ حضور ﷺ کا آخر الانبیاء ہونا قطعی ہے نص قرآنی بھی اس میں وارد ہے اور صحاح ستہ کی بکثرت احادیث جو حد تواتر پر پہنچتی ہیں (جن کا انشاء اللہ تعالیٰ آگے ذکر آتا ہے) ان سب سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ سب سے پچھلے نبی ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی ہونے والا نہیں۔ جو حضور ﷺ کی نبوت کے بعد کسی اور کو نبوت ملنا ممکن جانے۔ وہ ختم نبوت کا منکر اور کافر' خارج از اسلام ہے۔ (خزائن العرفان)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ: حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات نمبر ۶۷ دفتر دوئم میں فرماتے ہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے خاتم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اور آپ ﷺ کا دین تمام دینوں کا ناسخ ہے اور آپ ﷺ کی کتاب تمام گزشتہ کتابوں سے بہتر ہے۔ آپ ﷺ کی شریعت منسوخ نہ ہوگی بلکہ قیامت تک باقی رہے گی۔ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نزول فرما کر

Marfat.com

آپ ﷺ کی شریعت پر عمل کریں گے اور آپ ﷺ کے اُمتی ہو کر رہیں گے۔

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ: شارح بخاری امام علامہ احمد بن محمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب مواہب اللدنیہ الجزء الاوّل' اُردو ترجمہ ص ۵۱۶ پر حضور ﷺ کے اسم گرامی ''آخر'' کے متعلق بیان فرماتے ہیں کہ یہ نام مبارک اس لیے ہے کہ آپ ﷺ بعثت میں سب نبیوں کے بعد ہیں۔ جس طرح حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''میں تخلیق میں سب نبیوں سے پہلے اور بعثت میں سب سے آخر ہوں''۔ (بحوالہ کتاب الشفاء جلد اوّل ص ۱۹۹) اور اسی حوالہ سے اپنی کتاب کے اسی صفحہ پر آپ ﷺ کے اسم مبارک ''الفاتح الخاتم'' کے متعلق حدیث مبارکہ تحریر فرماتے ہیں۔ معراج شریف سے متعلق حدیث میں حضرت ربیع بن انس کے طریق سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے فرمایا: ''اور میں نے آپ کو فاتح اور خاتم بنایا۔ اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت اور حدیث اسراء نبی کریم ﷺ کا یہ قول مروی ہے: ''اور اللہ تعالیٰ نے مجھے فاتح اور خاتم بنایا''۔ (کتاب الشفاء جلد اوّل ص ۲۰۰)

نبی اکرم ﷺ کے اسماء پاک: حضرت محمد بن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہم روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم نے ارشاد فرمایا: میرے پانچ نام ہیں' میں محمد ﷺ ہوں' میں احمد ہوں' میں ماحی (کفر کا مٹانے والا) ہوں جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کفر کو مٹا دے گا اور میں حاشر ہوں اور تمام لوگوں کو میرے قدموں پر اکٹھا کر دیا جائے گا' اور میں عاقب (سب سے آخر میں آنے والا) ہوں (موطا امام مالک باب و کتاب اسماء النبی ﷺ حدیث ۱۸۹۱)

انشراح الصدور بتذکرۃ النور کا بیان

مصنف ''انشراح الصدور بتذکرۃ النور'' سیّد منیر حسین جو کالوی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ تاجدارِ کیلانی اعلیٰ حضرت سراج السالکین شمس العارفین پیر سیّد حضرت نور الحسن شاہ صاحب بخاری قدس سرہ العزیز کے خصوصی خادم تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات مذکورہ بالا کتاب میں سرکار کیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مرزائی سے گفتگو کا تذکرہ بیان فرماتے ہیں۔ وہ یہاں بھی نقل کیا جاتا ہے کیونکہ مؤلف یہ اُمید رکھتا ہے اس سے قارئین حضرات کے عقیدہ میں پختگی آئے گی اور عقل والوں کے راہِ ہدایت ثابت ہوگی۔ ملاحظہ فرمائیے:

ایک دفعہ میاں غلام حسین صاحب ایڈیٹر اخبار المنیر حضرت کیلیانوالہ شریف ایک تحصیلدار انکم ٹیکس کو ہمراہ لے کر تشریف لائے جو مرزائی تھا۔ گرمیوں کا موسم تھا حضور رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے لئے باہر ہی چارپائیاں ڈلوا دیں اور خود بھی باہر تشریف لے گئے تو جیسا کہ مرزائیوں کا عام دستور ہے۔ تحصیلدار صاحب نے بات چیت شروع کر دی اور دریافت کیا آپ کے پاس کتنے مبلغ ہیں؟ کتنے مدرسے ہیں؟ حضور نے فرمایا کہ ویسے تو ہمارا ہر فرد مجسم مبلغ ہے لیکن جس طرح کے مبلغ سے آپ کا مفہوم ہے ایسا کوئی نہیں۔

آخر تحصیلدار نے حرفِ مدعا چھیڑا اور حضور رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ آپ کے پاس صراطِ مستقیم کونسا ہے تو حضور رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو قرآن مجید کے معانی کو صحیح طور پر سمجھ سکتا ہو وہ صراطِ مستقیم ہے۔ یہ سن کر وہ بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے جو مسلک آپ رحمۃ اللہ علیہ کا میں نے دیکھا ہے وہ بہت ہی اعلیٰ ہے واقعی جو قرآن مجید کے معانی کو صحیح طور پر سمجھ سکے وہی صراطِ مستقیم ہے۔ اس کے بعد حضور رحمۃ اللہ علیہ نے یہ آیات شریف تلاوت فرمائیں اور ان کا اُردو ترجمہ کیا جو کہ مندرجہ ذیل ہے:

> ''اس روز خدا (حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے) فرمائے گا کہ اے عیسیٰ بن مریم! میرے ان احسانوں کو یاد کرو جو میں نے تم پر اور تمہاری والدہ پر کئے جب میں نے روح القدس یعنی جبرائیل سے تمہاری مدد کی۔ تم جھولے میں اور جوان ہو کر (ایک ہی نسق بدیع پر) لوگوں سے گفتگو کرتے تھے اور جب میں نے تم کو کتاب اور دانائی اور تورات اور انجیل سکھائی اور جب تم میرے حکم سے مٹی کا جانور بنا کر اس میں پھونک مار دیتے تھے تو وہ میرے حکم سے اُڑنے لگتا۔ اور مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو میرے حکم سے چنگا کر دیتے تھے اور مردے کو زندہ کر کے نکال کھڑا کرتے تھے''۔ (پ ۷ ر ۵)

Marfat.com

اور فرمایا کہ "مادرزاد اندھے سے مراد کافر ہیں جن کے کفر کی اہمیت دور کر کے ایمان کی روشنی اور اسلام کی بصارت عطا فرمائی' کوڑھی کو اچھا کرنے سے مراد بھی دل کے کفر کو درست کرنا ہے۔ اسی طرح مردے کو زندہ کرنے سے مراد مردہ دل کو اسلام کی زندگی عطا فرمانا ہے۔ چونکہ مرزائی معجزات کے منکر ہیں اس لئے اتنا سن کر تو وہ صاحب بہت خوش ہوئے اور حضور رحمۃ اللہ علیہ کو داد دینے لگے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ سب تاویلیں تو کرلیں لیکن سمجھ نہیں آتی کہ مٹی سے پرندے کی تصویر بنا کر پھونک مارنے سے سچ مچ کا پرندہ بن جانا۔ اس کی کیا تاویل کی جائے؟" اس وقت تحصیلدار کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مفہوم کی سمجھ آئی۔ لیکن چونکہ اس کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا۔ لہٰذا مبہوت اور دم بخود ہو کر اٹھا اور یہ کہتے کہتے کہ عیسیٰ علیہ السلام کوئی خدا تھے گھوڑے پر سوار ہو کر چلا گیا۔

مرزائیت سے توبہ:

ایک دفعہ حضور رحمۃ اللہ علیہ مکان شریف (ہندوستان) عرس مبارک پر تشریف لے گئے۔ ختم شریف کے بعد ایک درخت کے سائے کے نیچے نماز ادا فرما رہے تھے۔ وہاں ایک آدمی دھرم کوٹ کا تھا۔ ایف اے کی تعلیم تھی۔ انگریزی وضع کا کرزن فیشن بنائے ہوئے تھا۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضور رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور مرزائیت کے عقائد بارے بات چیت شروع کر دی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مندرجہ بالا آیات شریف تلاوت فرما کر یہی تبصرہ فرمایا تو بفضلہ تعالیٰ اس نے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ میں مرزائی ہونے کو تیار تھا لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ کی رہنمائی سے میرا ایمان درست ہو گیا ہے۔ اب انشاء اللہ تعالیٰ میں ان کے پھندے میں نہیں آ سکوں گا۔

مرزا کے بارے دربارِ رسالت کا فیصلہ:

ایک دفعہ حضور رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ لاہور میں ایک لڑکا تھا۔ چھوٹی عمر میں ہی اس کو درود شریف پڑھنے کا شوق پیدا ہو گیا تو اس کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثر حضور حاصل ہوا کرتا تھا۔ ہمارے احباب کو اس کا علم ہوا' چونکہ ان دنوں مرزائی تحریر یں زوروں پر تھی اس لئے برادرم محمد اسحاق' مہر جلال الدین' بابا اللہ دین اور شیخ مظفر الدین وغیرہ کو خیال آیا کہ اس لڑکے کو کہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کر کے دریافت کرے کہ مرزا صاحب کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا فرمان مبارک ہے؟ چنانچہ یہ تمام صاحبان اس لڑکے کے پاس اسلامیہ پریس میں گئے جہاں وہ کام کرتا تھا اور عرض کیا کہ ہم آپ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ آپ کو نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضور ہے۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کریں کہ مرزا غلام احمد کے متعلق کیا ارشاد مبارک ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ میرے بس کی بات نہیں۔ کسی وقت تو جب حضور ہوتا ہے جس بات کے دریافت کرنے کا خیال ہوتا ہوے یاد رہتی ہے اور کبھی یاد نہیں رہتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی جس بات کا جواب دینا منظور فرمائیں دے دیتے ہیں۔ ورنہ از خود میں عرض نہیں کر سکتا۔ اگر خدا تعالیٰ کو منظور ہوا تو کسی وقت فرما دیں گے۔ چنانچہ ایک دو دفعہ اس لڑکے کو ملے تو اس نے یہی جواب دیا کہ حضور تو ہوا لیکن اس کے متعلق کوئی بات نہیں ہوئی۔ کچھ عرصہ کے بعد ... اتفاقاً بازار ہی میں اس لڑکے سے ملاقات ہو گئی تو کہنے لگا کہ وہ آپ کی بات ہو گئی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مرزا غلام احمد کے متعلق جس کو اتنا بھی خیال ہو کہ شاید سچا ہے یا جھوٹا' میں اس کی بھی شفاعت نہیں کروں گا بلکہ جو اس کو مسلمان سمجھے وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ (کتاب انشراح الصدور کا بیان ختم ہوا)

(اب تفسیر الحسنات جلد پنجم کا صفحہ ۳۱۹ تا ۳۵۳ نقل کیا جاتا ہے)

والخاتم اسم اله لما يختم به كالطابع فمعنى خاتم النبين الذى ختم النبيون به و ماله اخر النبين .

خاتم اسم آلہ ہے جس سے کسی کو ختم (مہر لگانا) کیا جائے جیسے طابع جس سے طبع کیا جائے تو معنیٰ خاتم النبیین یہ ہیں کہ ان پر نبوت ختم ہو گئی یہ حاصل معنیٰ آخر النبیین ہوئے۔

اور جمہور خاتم بکسر تاء کہتے ہیں تو اس سے اسم فاعل بنتا ہے تو معنیٰ یہ ہوئے کہ خاتم وہ ہے جو نبیوں کو ختم کرے اور اس سے مراد نبیوں کا آخر

Marfat.com

نبی ہے۔

اور ابن مسعود فرماتے ہیں:

والمراد بالنبی ما ھوا اعم من الرسول فیلزم من کونہ ﷺ خاتم النبین دونہ ختم المرسلین والمرادبکونہ ﷺ خاتمھم انقطاع حدوث وصف النبوۃ فی احد من الثقلین بعد تحلیہ ﷺ بھا فی ھذا النشاۃ۔

خلاصہ مفہوم یہ ہے کہ حضور ﷺ کا خاتم النبیین ہونا خاتم المرسلین کے معنی میں ہے تو اس سے لازم آیا کہ وصف نبوت کا حدوث ہی حضور ﷺ کے نبی ہونے کے بعد منقطع ہوگیا۔ اور اس تحقیق کے بعد اس امر پر یہ بات نہیں ہوسکتی کہ نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی نہ ہو۔ اس لئے کہ وہ پہلے ہی نبی ہیں۔ حضور ﷺ سے اوّل ہی تھے اور حضرت خضر علیہ السلام کی بقاء پر بھی اعتراض نہیں ہوسکتا اور جیسا کہ صحیح حدیث میں صحیحین میں ہے۔ **ان عیسٰی ینزل حکما عدلا یکسرا الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ** تو یہ نزول سابقہ نبوت کے ساتھ ہوگا نہ کہ جدید نبوت کے ساتھ۔

علامہ خفاجی فرماتے ہیں: **الظاھران المراد من کونہ علٰی دین نبینا ﷺ وانما یحکم بما یتلقی عن نبینا علیہ السلام ولذالم یتقدم لامامۃ الصلوٰۃ مع المھدی** آپ علیہ السلام کا نزول ہمارے حضور کے دین پر ہوگا اور آپ وہی احکام جاری کریں گے جو حضور ﷺ سے آپ کو ملیں گے اسی وجہ میں آپ حضرت امام مہدی علیہ السلام پر امام نہ ہوں گے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔ **اما مکم منکم تکرمۃ لھذہ الامۃ۔**

اور یہ عقیدہ خالص الحاد ہے کہ کسی نبی یا رسول اللہ کا عزل ہو اور کسی وقت نبی رسول نہ رہے البتہ وصف تبلیغ احکام وحی سے نہیں رہتے جیسے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قبل رفع الی السماء نبی رسول تھے اور آسمان میں بھی نبی علیہ السلام ہیں اور بعد نزول الی الارض بھی نبی رسول ہیں حتیٰ کہ بعد وفات بھی نبی ورسول رہیں گے۔

کما قال الخفاجی ۔ والعلہ اراد انہ لا یبقی لہ وصف تبلیغ الا حکام عن وحی کما کان لہ قبل الرفع فھو علیہ السلام نبی رسول قبل الرفع وفی السماء و بعد النزول وبعد الموت ایضا ۔

آگے فرماتے ہیں۔

و بقاء النبو ۃ والرسالۃ بعد الموت فی حقہ و حق غیرہ من الانبیاء والمرسلین علیھم السلام حقیقۃ مما ذھب الیہ غیر واحد فان المتصف بھما و کذا بالایمان ھو الروح و ھی باقیہ لا تتغیر بموت البدن ۔

نعم ذھب الاشعری کما قال السفی الی انھما بعد الموت باقیان حکما ۔

ابوالحسن اشعری بھی اسی طرف ہیں علامہ نسفی بھی یہی کہتے ہیں کہ نبی ورسول بعد موت باقی رہتے ہیں حکم کی حیثیت میں۔

علامہ اسفارینی اپنی کتاب بحور الزاخرہ میں فرماتے ہیں جو نسفی نے کہا ہے۔

و قیل انہ علیہ السلام یا خذا لاحکام من نبینا ﷺ شفاھا بعد نزولہ وھو فی قبرہ الشریف علیہ السلام ۔

ایک قول ہے کہ حضرت علیہ السلام حضور ﷺ سے احکام بالمشافہ لیں گے جب کہ آپ نازل ہوں گے اور حضور ﷺ سید عالم ﷺ کی قبر مبارک میں جلوہ فرما ہوں گے۔

اور اس حدیث پر ابو یعلیٰ بھی موید ہے **والذی نفسی بیدہ لینز لن عیسٰی بن مریم ثم لئن قام علی قبری وقال یا محمد لا جیبنہ** ۔ حضور ﷺ نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے ید قدرت میں میری جان ہے یقیناً عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے پھر اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہو کر یا محمد ﷺ کہیں گے تو ضرور میں انہیں جواب دوں گا۔

Marfat.com

پھر حضور ﷺ سے بعد وفات جاگے ہوئے کاملین امت نے مکالمہ بھی کیا۔ چنانچہ شیخ سراج الدین بن الملقن طبقات الاولیاء میں فرماتے ہیں:

قال الشیخ عبدالقادر الگیلانی قدس سرہ رایت رسول اللہ ﷺ قبل الظھر فقال لی یا بنی لم لا تتکلم قلت یا ابتاہ انا رجل اعجم کیف اتکلم علی فصحاء بغداد فقال افتح فاك ففتحته فتفل فیه سبعا وقال تکلم علی الناس و ادع الی سبیل ربك بالحکمة و الموعظة الحسنة ۔

فصلیت الظھر وجلست و حضرنی خلق کثیر فارتج علی فرایت علیا کرم اللہ تعالیٰ وجھه قائما بازاء ی فی المجلس فقال لی یا بنی لم لا تتکلم قلت یا ابتاہ قد ارتج علی فقال افتح فاك ففتحته فتفل فیه ستا فقلت لم لا تتفلها سبعا فقال ادبا مع رسول اللہ ﷺ ثم تواری عنی فقلت غواص الفکر یعوص فری بحر القلب علی درر المعارف فیستخرجھا الیٰ الصدر ۔

حضور سیدی عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کی زیارت کی ظہر سے قبل مجھے حضور ﷺ نے فرمایا: اے بیٹے تم تقریر کیوں نہیں کرتے۔

میں نے عرض کیا ابا جان! میں عجمی ہوں فصحاء بغداد کے روبرو کیسے کلام کروں؟

حضور ﷺ نے فرمایا منہ کھول میں نے منہ کھولا حضور ﷺ نے سات بار میرے منہ میں تھتکارا اور فرمایا اب تم تقریر کرو اور لوگوں کو اللہ کے راستے کی طرف بلاؤ حکمت اور اچھی طرح وعظ کر کے۔

میں نے ظہر پڑھی اور بیٹھ گیا کہ میرے گرد مجمع کثیر آ گیا جس سے میرا دل ہل گیا۔

تو میں نے شیر خدا کرم اللہ وجہہ کو دیکھا کہ میرے برابر قیام فرما ہیں اور فرما رہے ہیں بیٹے کیوں نہیں بولتے میں نے عرض کیا ابا جان میرا دل مجمع سے ہل گیا ہے۔

آپ نے فرمایا منہ کھول میں نے منہ کھولا آپ نے چھ بار میرے منہ میں تھتکارا میں نے عرض کی ابا جان! سات بار آپ نے کیوں نہیں تھتکارا۔

حضرت اسد اللہ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا حضور ﷺ کے ادب میں سات پورے نہیں کئے پھر آپ رضی اللہ عنہ نظروں سے غائب ہو گئے پھر میں بولا اور ایسا بولا کہ غواص فکر بحر قلب میں غوطہ لگا کر معارف کے موتی ساحل پر صدر پر لا رہا تھا۔ انتہی۔

ایسے ہی ترجمہ شیخ میں خلیفہ بن موسیٰ النہر ملکی جو شرف زیارت سرور عالم سے بارہا مشرف ہوئے ہیں اور جاگتے سوتے آپ کی زیارت ہوئی ہے فرماتے ہیں مجھے حضور ﷺ کی زیارت جاگتے سوتے ایک رات میں ستر بار بھی ہوئی ہے۔

اور ایک بار مجھے ارشاد ہوا یا خلیفه لا تفخر زیارتی فکثیر من الاولیآء مات بحسرة رویته ۔ اے خلیفہ! میری کثرت زیارت پر فخر نہ کرنا بہت سے اولیاء وہ ہیں جو ہماری ایک جھلک کی آرزو میں مر گئے ہیں۔

شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ علیہ الرحمہ لطائف المنن میں فرماتے ہیں: لو حجب عنی رسول اللہ ﷺ طرفة عین ما عددت نفسی من المسلمین ۔ اگر مجھ سے جمال مصطفیٰ ﷺ ایک پلک جھپکنے تک محجوب ہو تو میں اپنے کو مسلمان بھی نہ سمجھوں۔

جامی علیہ الرحمہ بھی یہی فرماتے ہیں۔

گرچہ صد مرحلہ دور است ز پیش نظرم　　　وجھه فی نظری کل غداة و عشی

اور امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ اپنی کتاب تنویر الحالک میں منکرین رویت سرور عالم ﷺ جاگتے ہوئے پر دلائل دیتے ہیں اور

Marfat.com

استدلال میں ابتداء حدیث بخاری و مسلم اور ابوداؤد پیش کرتے ہیں جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے:

قال قال رسول اللہ ﷺ من رانی فی المنام فسیرانی فی الیقظة ولا یتمثل شیطان لی .

حضور ﷺ نے فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب جاگتے ہوئے بھی دیکھے گا اور شیطان ہماری صورت میں متمثل ہو کر نہیں آ سکتا۔

اور ایسا ہی طبرانی نے حدیث مالک بن عبداللہ خثعمی اور حدیث ابی بکرہ سے روایت کیا اور دارمی نے حدیث ابی قتادہ سے ایسا ہی کیا۔

اور امام ابو محمد بن ابی حمزہ اپنی تعلیقات میں صحیح بخاری کی حدیث پر فرماتے ہیں: **هذا الحديث يدل علىٰ ان من راٰه ﷺ فی النوم فسيراه فی اليقظة وهل هذا علی عمومه فی حياته و بعد مماته عليه السلام او هذا كان فی حياته وهل ذلك لكل من راٰه مطلقا او خاص بمن فيه الاهلية والاتباع بسنته عليه السلام – اللفظ يعطی العموم ومن يدعی الخصوص فيه بغير مخصص منه ﷺ فمتعسف والحال الكلام فی ذٰلك**

یہ حدیث اس امر پر دال ہے کہ جس نے حضور ﷺ کی زیارت کا شرف خواب میں حاصل کیا وہ یقیناً جاگتے ہوئے بھی مشرف ہوگا اب چند سوال اس پر آتے ہیں وھو اھذا .

کیا یہ مژدۂ زیارت عموماً حینِ حیات کے لئے ہے یا بعد وفات بھی ہے۔

اور کیا یہ بشارت صرف حین حیات تک ہے۔

اور کیا یہ ہر اس شخص کے لئے ہے جس نے زیارت کی یا خاص ہے اس کے لئے جو تبع سنت ہو اور اس شرف کا اہل ہو۔

اس کا جواب صرف اور صرف یہ ہے کہ حدیث کے الفاظ عموم کا فائدہ دے رہے ہیں۔

اور جو اس میں تخصیص کرتا ہے وہ بغیر مخصص تخصیص کر رہا ہے یعنی حضور ﷺ نے عموماً بلا مخصص جس امر کی بشارت دی اس میں تخصیص کرنے والا متعسف ہے۔ اس مبحث پر امام محمد بن ابی جمرہ نے بہت طویل بحث فرما کر پھر فرمایا:

وقد ذكر عن السلف والخلف وهلم جرا ممن كانوا راٰوه ﷺ فی النوم وكانو ممن يصدقون بهذا الحديث فراوه بعد ذٰلك فی اليقظة وسالوه عن اشياء كانون مشوشين فاخبرهم بتفريجها

اور ان سلف و خلف نے مسلسل بیان کیا جنہوں نے حضور ﷺ کی زیارت خواب میں کی انہوں نے اس حدیث کی تصدیق کی اور انہوں نے بحالت بیداری بھی اس کے بعد زیارت کی اور حضور ﷺ سے ان چیزوں کے متعلق سوال کیا جس میں انہیں تشویش تھی تو حضور ﷺ نے ان کی تفریح خاطر فرمادی۔

چنانچہ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ اس قسم کی بہت سی احادیث نقل فرما کر آخر میں فرماتے ہیں:

فحصل من مجموع هذا الكلام والنقول والاحاديث ان النبی اكرم ﷺ حی بجسده وروحه وانه يتصرف ويسير حيث شآء فی اقطار الارض وفی الملكوت وهو بهيئته التی كان عليها قبل وفاته لم يتبدل منه شیء وانه مغيب عن الابصار كما غيبت الملئكة مع كولهم احياء باجسادهم فاذا اراد الله تعالىٰ رفع الحجاب عمن اراد اكرامه برويته راٰه علىٰ هيئته التی هو عليه الصلوٰة والسلام عليها لا مانع من ذٰلك ولا داعی الی التخصيص بروٴيته المثال .

تو ان تمام بحثوں اور نقول احادیث کے بعد نتیجہ کلام یہ نکلا کہ حضور ﷺ بجسد العنصری زندہ ہیں اور حضور ﷺ کی روح مبارک اس سے وابستہ ہے اور بے شک وہ ہستی مقدس متصرف ہے اور جہاں چاہے اور جب چاہے جیسے چاہے جس طرح چاہے اقطار ارض و ملکوت میں سیر فرماتی

Marfat.com

ہے۔

حضور ﷺ اسی ہیئت میں آج بھی ہیں جیسے قبل وفات تھے ہرگز آپ کا کچھ متبدل نہیں ہوا البتہ اب حضور ﷺ عام نظروں سے مخفی ہیں جیسے ملائکہ کہ باوجود جسم وحیات کے مخفی ہیں تو جب اللہ چاہتا ہے اس سے رفع حجاب فرما دیتا ہے' تو اسے رؤیت وزیارت کا اکرام فرما دے وہ حضور ﷺ کی اسی ہیئت میں زیارت کرتا ہے کہ جس حال میں حضور ﷺ تھے۔ اس میں کوئی مانع نہیں اور نہ اس پر داعیہ تخصیص ہے رؤیت مثال کا۔

وذهب رحمه الله الى نحو هذا في سائر الانبياء عليهم السلام فقال انهم احياء ردت اليهم ارواحهم بعد ما قبضوا واذن لهم في الخروج من قبورهم والتصرف في الملكوت العلوى والسفلى ۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ تمام انبیاء کرام کی بھی شان ہے کہ وہ زندہ ہیں ان کی روحیں بعد قبض روح لوٹا دی جاتی ہیں اور انہیں اپنی قبروں سے نکل کر تصرف ملکوت علوی وسفلی کا اختیار ہوتا ہے۔

اس پر بہت سی احادیث نقل فرماتے ہیں جو ان کے اس دعوئی پر شاہد ہیں چنانچہ ابن حبان اپنی تاریخ میں اور طبرانی کبیر میں وابونعیم نے حلیہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے:

قال رسول الله ﷺ ما من نبي يموت فيقيم في قبره الا اربعون صباحاً ۔

حضور ﷺ نے فرمایا کوئی نبی اپنی قبر میں چالیس دن سے زیادہ نہیں رہتا۔

عبدالرزاق اپنی مصنف میں سفیان ثوری سے اور وہ ابی المقدام سعید بن مسیب سے راوی ہیں: قال ما مكث نبي في الارض اكثر من اربعين يوماً ۔ کوئی نبی چالیس دن سے زیادہ وفات کے بعد زمین میں نہیں رہتا۔

اور حضور ﷺ نے اپنی ذات اقدس کے متعلق فرمایا: انا اكرم على ربي من ان يتركني في قبري بعد ثلاث ۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ عزت عطا فرمائی کہ میں اپنی قبر میں تین دن سے زیادہ نہ رہوں گا اور بعض نے تین کے بجائے یومین دو دن بھی بتائے۔

اور شیخ صفی الدین بن ابی منصور اور شیخ عبدالقادر شیخ ابوالعباس طنجی سے راوی ہیں: انہی رای السماء والارض والعرش والکرسی مملوءة من رسول اللہ ﷺ۔ اور پھر آپ نے یہ شعر پڑھا

كالشمس في كبد السماء وضوءها يغشى البلاد مشارقاً و مغاربا

یعنی حضور ﷺ کی جلوہ ریزی سے زمین' آسمان' عرش وکرسی سب مملو ہیں۔

جیسے سورج آسمان پر ہوتا ہے اور اس کی روشنی تمام آبادیوں کو مشرق ومغرب میں گھیرے ہوئے ہے۔

اور اس حدیث میں اختلاف الفاظ بھی ہے۔ جیسے: من رانی فقد رانی اور من رانی فقد رای الحق اس کے یہی معنی نکلتے ہیں: کان روياه صحيحة ۔ حضور ﷺ کا خواب میں دیکھنا یقیناً صحیح ہے۔

اور جب شہداء کے حق میں قرآن پاک میں ارشاد ہے: بل احياء عند ربهم يرزقون — فرحين اور بل احياء ولكن لا تشعرون

توحياة نبينا ﷺ اكمل واتم من حياة سائرهم عليهم السلام -- وهي فوق حياة الشهداء بكثير — ہمارے حضور ﷺ کی زندگی اکمل واتم ہے سب کی حیات سے حتیٰ کہ وہ حیات شہداء کی حیات سے بھی بلند ہے۔ (روح المعانی)

حضور ﷺ کے خاتم النبیین ہونے پر آلوسی کہتے ہیں:

وکونہ ﷺ خاتم النبیین مما نطق به الكتاب وصدعت به السنة واجمعت عليه الامة فيكفر مدعى خلافه ويقتل ان اصر۔

اور حدیث میں اس مسئلہ پر احمد' بخاری' مسلم' نسائی اور ابن مردویہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں: ان رسول الله ﷺ قال مثلى

Marfat.com

ومثل الانبیآء من قبلی کمثل رجل بنٰی دارا بناء فاحسنه واجمله الا موضع لبنة من زاویة من زوایاها فجعل الناس یطوفون به ویتعجبون له ویقولون هلا وضعت هذه اللبنة فانا اللبنة وانا خاتم النبیین وصح عن جابر مرفوعا نحو هذا وکذا عن ابی بن کعب وابی سعید الخدری رضی الله عنهم ۔

وللشیخ محی الدین العربی قدس سرہٗ کلام فی حدیث اللبنة قد انتقده علیه جماعة من الاجلة فعلیك بالتمسك بالکتاب والسنة والله تعالٰی الحافظ من الوقوع فی الفتنة ۔

وکان الله بکل شیء علیما ۔ اور اللہ ہر شے کا جاننے والا ہے۔

عام اس سے کہ وہ موجود ہو یا معدوم اس کا وہ علیم ہے۔ یعلم سبحانه الاحکام والحکم التی بنیت فیما سبق والحکمة فی کونه علیه السلام خاتم النبیین ۔ تو اللہ تعالیٰ تمام احکام کی حکمت کا بھی عالم ہے اور حضور ﷺ کا خاتم النبیین ہونے میں جو حکمت ہے اسے بھی وہی جانتا ہے۔ (تفسیر الحسنات کا بیان ختم ہوا)

ولٰکن رسول الله وخاتم النبیّٖن (الاحزاب ع۵)

(مندرجہ ذیل بیان کے لئے کتاب رحمۃ للعالمین جلد سوئم کا ص ۸۶ تا ۸۹ نقل کیا جاتا ہے)

خاتم اور ختم دونوں کے ایک معنی ہیں[1] النبیین کا الف لام جنس جملہ انبیاء ورسل پر حاوی ہے کلام اللہ کی یہ آیت اعلان کر رہی ہے کہ سیدنا ومولانا محمد رسول النبی الامی ﷺ کے وجود باوجود پر نبوت کا خاتمہ کر دیا گیا ہے۔

یہ ایک عجیب پیش گوئی ہے اور اس کے اندر ایک عجیب طاقت منجانب اللہ موجود۔

ایران کو دیکھو، وہاں ہزاروں سال تک متواتر سوروش آسمانی کی آواز بیسیوں پاک سرشت بزرگوں کو سنائی دیتی رہی ہندوستان کا دعویٰ ہے کہ یہاں کروڑوں سال تک مہارشی ایسے ہوئے جن پر آکاش بانی کا پرکاش رہا بنی اسرائیل کے حالات پڑھو جہاں ایک ایک وقت دو، دو، چار، چار نبی موجود پائے گئے۔

مصریوں، چینیوں نے بھی سینکڑوں سال تک اپنے اندر نبوت ورسالت ہونے کے دعاوی کو بلند کیا۔ لیکن جب سے کلام اللہ میں آیت زیب عنوان کا اعلان ہوا ہے اور ختم نبوت کا فرمان سنا دیا گیا ہے اس وقت سے ان سب مذاہب وادیان نے بھی اپنے اپنے دروازوں پر قفل ڈال دیئے ہیں۔

مجوسی اب کیوں کسی شخص کو جائے اسب وزرتشت کے رنگ پر نہیں بٹھلاتے، آریادت کیوں آکاش بانی کا ایک حرف بھی نہیں سنتا۔

بنی اسرائیل کیوں اپنی قوم اور اپنے ملک میں کسی کا نبی ہونا تسلیم نہیں کرتے۔

پیارے ناظرین! یہ سب قدرت الٰہیہ کا روشن کارنامہ ہے جس نے نبی اکرم ﷺ کا خاتم النبیین بتانے کے بعد تمام دنیا کے جملہ مذاہب کے دماغوں اور طبیعتوں سے بھی بات نکال دی ہے کہ خود ان کے مذہب کے اندر بھی کسی کو پیغمبر نبی رسول اوتار کیا جائے۔

دنیا بھر کا یہ عملی فیصلہ یا طبعی میلان، بلکہ فطری وجدان ظاہر کرتا ہے کہ قدرت ربانی نے اس خصوصیت اقدس نبویہ سے خاص رکھنے میں کیسی زبردست حفاظت فرمائی ہے۔

کوئی غیر مسلم یہ نہیں کہہ سکتا کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی ذات توصیفہ کے لئے ایسا فرمایا اوّل: اس لئے کہ دعویٰ کرنا آسان ہے مگر زمان مستقبل پر حکومت کرنا دشوار ہے یہاں تو چودہ صدیوں کا زمانہ[2] اور مختلف ومتعدد مذاہب کا متفقہ رویہ اس کی تائید میں موجود ہے جس شئے کی تائید میں خود نیچر

[1] خاتم بالفتح تا بمعنی ختم الفاریں، منتہی الارب، المنجد وغیرہ۔

Marfat.com

ہو وہاں تصنع کا کیا دخل رہ جاتا ہے۔

۱۲ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ کو یوم ولادت مطہرہ سے پورے چودہ سو برس ہو جاتے ہیں یعنی سنہ میں ۵۳ سال حضور ﷺ کی عمر بوقت ہجرت کو جمع کر لینا چاہیے۔

دوم: اگر نبی اکرم ﷺ کو اپنا ذاتی فخر بھی قائم کرنا مقصود ہوتا تو حضور ﷺ ایسا کر سکتے تھے کہ اپنے متبعین کو نبوت کے منصب سے ممتاز بناتے اور موسیٰ علیہ السلام سے بڑھ کر اپنے اتباع کرنے والے انبیاء کی شان اور تعداد کا اظہار کرتے۔

بعض مسلمان صوفیہ کی نسبت یہ بات زبان زدعوام ہے کہ انہوں نے خدا ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ اول تو ان روایات کی صحت بالکل مشکوک ہے دوم اگر ثابت ہو بھی جائے کہ کسی شخص انا الحق بھی کہا یا سبحانی ما اعظم شانی بھی کہا تب بھی یہ نتیجہ تو صاف نکلتا ہے کہ خدا بننا تو ان کو سہل نظر آیا مگر نبی کہلانے کی جرأت وہ بھی نہ کر سکے۔ ایسے ہی لوگوں میں یہ مصرعہ بہت شہرت یافتہ ہے۔

با خدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار

۱- امام بخاری و امام مسلم نے بالاتفاق ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میری مثال اور دیگر سب انبیاء کی مثال ایک ایسے شخص سی ہے جس نے خوبصورت مکان بنایا مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی تھی، دیکھنے والے آتے تھے مکان کی عمدگی اور اس خالی جگہ کے متعلق جب ظاہر کرتے تھے اور کہتے یہ اینٹ کیوں نہیں رکھی گئی آپ ﷺ نے فرمایا وہ اینٹ میں ہوں جس نے اس خالی جگہ کو بھر دیا میرے ذریعہ ہی سے عمارت ختم ہوئی اور میری وجہ سے رسول ختم کئے گئے اور وہ اینٹ میں ہوں اور میں سب انبیاء کا ختم کرنے والا ہوں۔ (متفق علیہ)

(بخاری مترجم جلد دوئم باب نمبر ۲۷۴ حدیث ۹ ب اور مسلم مترجم جلد سوئم باب ۸۱۲ حدیث ۵۸۴۴)

۲- صحیح بخاری و صحیح مسلم میں متفقہ روایت جبیر بن مطعم سے ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کی زبان سے سنا ہے حضور ﷺ فرماتے تھے میرے کئی نام ہیں میں محمد ﷺ ہوں میں احمد ہوں میں ماحی ہوں، اللہ نے میرے ذریعے سے کفر کو محو کر دیا۔ میں حاشر ہوں کہ لوگ قیامت کو میرے بعد اٹھائے جائیں گے۔ میں عاقب ہوں، عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی اور نہ ہو۔ (متفق علیہ)

بخاری مترجم جلد دوئم باب ۲۷۳ حدیث ۷۴۷)

۳- صحیح مسلم میں بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے سب انبیاء پر چھ باتوں میں فضیلت ہے ۱- مجھے کلمات جامعہ عطا فرمائے گئے ۲- مجھے رعب سے مدد دی گئی ۳- مال غنیمت ہم پر حلال کیا گیا ۴- روئے زمین کو ہمارے لئے مسجد او رسبب طہارت بنایا گیا ۵- مجھے تمام مخلوق کے لئے رسول بنایا گیا ۶- میری ذات پر انبیاء کا خاتمہ ہو گیا۔ (رواہ مسلم)

۴- ابن جریر اور ابن عساکر نے ابو امامہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے خطبۃ الوداع میں فرمایا تھا "لوگو یاد رکھو میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں"۔ (رواہ ابن جریر و ابن عساکر)

۵- زرقانی (شرح لمواہب) میں ہے کہ امام احمد و امام ترمذی امام حاکم نے صحیح اسناد کے ساتھ انس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی، لہٰذا میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ کوئی نبی ہوگا۔ (زرقانی جلد نمبر ۵ ص ۲۷۶)

۶- صحیح مسلم میں ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میری اُمت میں تیس شخص ایسے ہوں گے جو کذاب ہوں گے، ان میں سے ہر ایک کا گمان یہ کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (رواہ مسلم)

[1] حدیث میں حضور ﷺ نے اپنے پانچ نام فرمائے۔ محمد و احمد، ان کے معانی نہیں فرمائے۔ ماحی، حاشر، عاقب ان کے معانی بتلائے۔ اس سے واضح ہوا کہ محمد اور احمد ذاتی نام ہیں اور ماحی، حاشر، عاقب وصفی نام ہیں۔

Marfat.com

۷- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہوتے۔ (رواہ ترمذی)
سب جانتے ہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نبی نہ تھے ثابت ہوگیا کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی بھی نبی نہیں ہوسکتا۔
۸- جنگ تبوک کے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا۔
سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ غزوہ تبوک میں نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیچھے چھوڑ دیا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضور ﷺ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جاتے ہیں، اس وقت حضور ﷺ نے فرمایا۔
کیا تم اس پر خوش نہیں کہ تم میرے لئے ویسے ہی بنو جیسے ہارون موسیٰ علیہ السلام کے لئے تھے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ (صحیحین)

موسیٰ علیہ السلام میقات ربی کے لئے طور پر چالیس یوم ٹھہرے تھے اور اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو خلیفہ بنا گئے تھے نبی اکرم ﷺ کو بھی غزوہ تبوک میں قریبا پچاس یوم مدینہ سے باہر رہنے کا اتفاق ہوا۔ اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ اس واقعہ میں خلافت بعد وفات رسول ﷺ کا اشارہ تک نہیں کیونکہ حضرت ہارون علیہ السلام کی وفات موسیٰ علیہ السلام سے بہت پہلے ہوئی تھی۔
۹- سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب نبی کریم ﷺ کو آخری غسل دے رہے تھے تو اپنی زبان سے یوں فرما رہے تھے۔
میرے ماں باپ حضور ﷺ پر قربان ہوں حضور ﷺ کی موت سے وہ چیز ختم ہوگئی جو اور کسی شخص کی موت سے ختم نہ ہوئی تھی یعنی نبوت اور اخبار غیب اور آسمان سے خبروں کا آنا اب ختم ہوگیا۔ (نہج البلاغت ص ۲۰۵ چاپ دارالسلطنت تبریز ۱۲۶۷ھ)
ان صحیح ترین روایات اسلامیہ کی تصدیق قدرت قاہرہ نے جملہ مذاہب کی زبان بندی سے فرمادی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ ختم نبوت وہ خصوصیت خاصہ ہے جو بالکل حضور ﷺ ہی کی ذات اقدس کو حاصل ہے۔
اس آیت کے ساتھ آیت الیوم اکملت لکم دینکم کی تفسیر بھی پڑھ لینا چاہئے تاکہ معلوم ہوجائے کہ ختم نبوت کا منصب اس کو شایاں ہے جو کمال دین اور اتمام نعمت کی بشارت سے بھی مبشر ہو۔ (کتاب رحمۃ للعالمین کا بیان ختم ہوا)
۱۰- سیدہ اُم کرز کعبیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا' نبوت تو ختم ہوگئی۔ البتہ خوشخبری دینے والے (خواب) باقی رہ گئے (سنن دارمی مترجم ج ۲ باب ۳ حدیث ۲۱۷۵' اس کے حوالہ سے یہ حدیث ابن ماجہ (۳۸۹۶' مسند احمد ۲۷۱۸۵) ابن حبان (۶۰۴۷) مسند حمیدی (۳۴۸) میں بھی مذکور ہے۔ مندرجہ بالا احادیث نمبر ا' نمبر ۲' اور نمبر ۱۰ مؤلف نے خود تحقیق کر کے تحریر کی ہیں جو کہ بالکل درست ہیں۔

قادیانی کے عقائد

مرزا قادیانی کے عقائد ''بہار شریعت جلد اول ص ۶۸ تا ۷۰'' کے حوالے سے بیان کئے جاتے ہیں (ویسے تو اس سے قبل مؤلف اپنی کتاب ''انعام یافتہ لوگوں کا تذکرہ'' جلد اول میں بیان کر چکا ہے) تاکہ ان کے عقائد کو پڑھ کر مرزائیوں کے پھندے سے بچ کر اپنا ایمان بچا سکیں۔
کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے پیرو ہیں۔ اس شخص نے اپنی نبوت کا دعویٰ کیا اور انبیائے کرام علیہم السلام کی شان میں نہایت بیباکی کے ساتھ گستاخیاں کیں۔ خصوصا عیسیٰ روح اللہ وکلمۃ اللہ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ مریم، طیبہ، طاہرہ، صدیقہ، کی شان جلیل میں تو وہ بیہودہ کلمات استعمال کئے جن کے ذکر سے مسلمان کے دل ہل جاتے ہیں مگر ضرورت زمانہ مجبور کر رہی ہے کہ لوگوں کے سامنے ان میں سے چند بطور نمونہ ذکر کئے جائیں۔ خود مدعی نبوت بننا کافر ہونے اور ابدالآباد جہنم میں رہنے کے لئے کافی تھا کہ قرآن مجید کا انکار اور حضور ﷺ خاتم النبیین کو خاتم النبیین نہ ماننا ہے۔ مگر اس نے اتنی ہی بات پر اکتفانہ کیا بلکہ انبیاء علیہم السلام کی تکذیب و توہین کا وبال بھی اپنے سر لیا اور یہ صدہا کفر کا مجموعہ ہے کہ ہر نبی کی

Marfat.com

تکذیب مستقلاً کفر ہے اگر چہ باقی انبیاء و دیگر ضروریات کا قائل بنتا ہو بلکہ کسی ایک نبی کی تکذیب سب کی تکذیب ہے چنانچہ آیہ کذبت قوم نوح ن المرسلین (۲۶:۱۰۵) وغیرہ اس کی شاہد ہیں اور اس نے تو صدہا کی تکذیب کی اور اپنے کو نبی سے بہت بتایا ایسے شخص اور اس کے متبعین کے کافر اقوال سنئے ۔ازالہ اوہام صفحہ ۵۳۳ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی انجام آتھم صفحہ ۵۲ اے احمد تیرا نام پورا ہو جائے گا قبل اس کے جو میرا نام پورا ہو صفحہ ۵۵ میں ہے ''تجھے خوشخبری ہو احمد تو میری مراد ہے اور میرے ساتھ ہے'' رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں جو آیتیں تھیں انہیں اپنے اوپر جما لیا انجام صفحہ ۷۸ میں کہتا ہے۔ وما ارسلنك الا رحمة للعالمين ۔(۲۱:۱۰۷) تجھ کو تمام جہان کی رحمت کے واسطے روانہ کیا نیز آیہ کریمہ و مبشرا برسول ياتي من بعدي منى او انا منك (۶۱:۶) سے اپنی ذات مراد لیتا ہے۔ دافع البلاء ص ۶ میں ہے مجھ کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: انت منى بمنزلة اولادي انت منى وانا منك ''یعنی اے غلام احمد تو میری اولاد کی جگہ ہے تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں۔ ازالہ اوہام صفحہ ۶۸۸ ہے حضرت رسول خدا ﷺ کے الہام و وحی غلط نکلی تھیں صفحہ ۸ میں ہے ''حضرت موسیٰ کی پیش گوئیاں بھی اس صورت پر ظہور پذیر نہیں ہوئیں جس صورت پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دل میں امید باندھی تھی غایت مافی الباب یہ ہے کہ حضرت مسیح کی پیش گوئیاں زیادہ غلط نکلیں''۔ ازالہ اوہام صفحہ ۷۵۷ میں ہے ''سورہ بقر میں جو ایک قتل کا ذکر ہے کہ گائے کی بوٹیاں نعش پر مارنے سے وہ مقتول زندہ ہو گیا تھا اور اپنے قاتل کا پتہ دے دیا تھا۔ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی محض دھمکی تھی اور مسمریزم تھا۔'' حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چار پرندے کے معجزہ کا ذکر جو قرآن شریف میں ہے وہ بھی ان کا مسمریزم کا عمل تھا'' صفحہ ۶۲۹ میں ہے ایک بادشاہ کے وقت میں چار سو نبی نے اس کے فتح کے بارے میں پیش گوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست ہوئی بلکہ وہ اسی میدان میں مرگیا۔ اس کے صفحہ ۲۸، ۲۶ میں لکھتا ہے قرآن شریف میں گندی گالیاں بھری ہیں اور قرآن سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے'' اور اپنی براہین احمدیہ کی نسبت ازالۃ اوہام صفحہ ۵۳۳ میں لکھتا ہے براہین احمدیہ خدا کا کلام ہے اربعین نمبر ۲ صفحہ ۱۳ پر لکھا کامل مہدی نہ موسیٰ تھا نہ عیسیٰ ان اولوالعزم مرسلین کا ہادی ہونا درکنار پورے راہ یافتہ بھی نہ مانا۔ اب خاص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں جو گستاخیاں کیں ان میں سے چند یہ ہیں معیار صفحہ ۱۳ اے عیسائی مشنریو! اب (ربنا المسیح) مت کہو اور دیکھو کہ آج تم میں سے ایک ہے جو اس مسیح سے بڑھ کر ہے صفحہ ۱۳، ۱۴ میں ہے خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا یہ اشارہ ہو کہ عیسائیوں کا مسیح کیسا خدا ہے جو احمد کے ادنیٰ غلام سے بھی مقابلہ نہیں کر سکتا یعنی وہ کیسا مسیح ہے جو اپنے قرب اور شفاعت کے مرتبہ میں احمد کے غلام سے بھی کمتر ہے کشتی صفحہ ۱۳ میں ہے ''مثیل موسیٰ، موسیٰ سے بڑھ کر اور مثیل ابن مریم، ابن مریم سے بڑھ کر'' نیز صفحہ ۱۶ میں ہے خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ مسیح محمدی، مسیح موسوی سے افضل ہے دافع البلاء صفحہ ۲۰ - اب خدا بتلاتا ہے کہ دیکھو میں اس کا ثانی پیدا کروں گا جو اس سے بھی بہتر ہے جو غلام احمد یعنی احمد کا غلام ہے۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو   اس سے بہتر غلام احمد

یہ باتیں شاعرانہ نہیں بلکہ واقعی ہیں اور اگر تجربہ کی رو سے خدا کی تائید مسیح ابن مریم سے بڑھ کر میرے ساتھ نہ ہو تو میں جھوٹا ہوں۔ دافع البلاء صفحہ ۱۵ خدا تو بہ پابندی اپنے وعدوں کے ہر چیز پر قادر ہے لیکن ایسے شخص کو دوبارہ کسی طرح دنیا میں نہیں لا سکتا جس کے پہلے فتنہ نے ہی دنیا کو تباہ کر دیا ہے انجام آتھم صفحہ ۴۱ میں لکھتا ہے مریم کا بیٹا کشلیا کے بیٹے سے کچھ زیادت نہیں رکھتا'' کشتی صفحہ ۵۶ میں ہے ''مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کلام جو میں کر سکتا ہوں وہ ہرگز نہ کر سکتا اور وہ شان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں ہرگز دکھلا نہ سکتا، اعجاز احمدی ۱۳، یہود تو حضرت عیسیٰ کے معاملہ میں اور ان کی پیش گوئیوں کے بارے میں ایسے قوی اعتراض رکھتے ہیں کہ ہم بھی جواب میں حیران ہیں بغیر اس کے کہ یہ کہہ دیں کہ ضرور عیسیٰ نبی ہیں کیونکہ قرآن نے ان کو نبی قرار دیا ہے اور کوئی دلیل ان کی نبوت پر قائم نہیں ہو سکتی بلکہ ابطال نبوت پر کئی دلائل قائم ہیں؟ اس کلام میں یہودیوں کے اعتراض صحیح ہونا بتایا اور قرآن عظیم پر بھی ساتھ لگے یہ اعتراض جما دیا کہ قرآن ایسی بات کی تعلیم دے رہا ہے جس کے بطلان پر دلیلیں قائم ہیں صفحہ ۱۴ میں ہے ''عیسائی تو ان کی خدائی کو روتے ہیں مگر یہاں نبوت بھی ان کی ثابت

Marfat.com

نہیں'' اسی کتاب کے صفحہ ۴۴ پر لکھا'' کبھی آپ کو شیطانی الہام بھی ہوتے تھے'' مسلمانو! تمہیں معلوم ہے کہ شیطانی الہام کس کو ہوتا ہے قرآن مجید فرماتا ہے تنزل علی کل افاك اثيم (۲۶:۲۲۲،۹۷) بڑے بہتان والے سخت گناہ گار پر شیطان اترتے ہیں۔ اسی صفحہ میں لکھا'' ان کی اکثر پیش گوئیاں غلطی سے پر ہیں۔ صفحہ ۴ ہائے کس کے آگے یہ ماتم لے جائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین پیش گوئیاں صاف طور پر جھوٹی نکلیں۔ اس سے ان کی نبوت کا انکار ہے چنانچہ اپنی کتاب کشتی نوح نوح صفحہ ۵ میں لکھتا ہے'' ممکن نہیں کہ نبیوں کی پیش گوئیاں ٹل جائیں'' دافع الوساوس صفحہ ۳ و ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۲۷ پر اس کو سب رسوائیوں سے بڑھ کر رسوائی اور ذلت کہتا ہے دافع البلاء ٹائیٹل صفحہ ۳ پر لکھتا ہے'' ہم مسیح کو بے شک ایک راست باز آدمی جانتے ہیں کہ اپنے زمانہ کے اکثر لوگوں سے البتہ اچھا تھا واللہ تعالیٰ اعلم مگر وہ حقیقی منجی نہ تھا۔ حقیقی منجی وہ ہے جو حجاز میں پیدا ہوا تھا اور اب بھی آیا مگر بروز کے طور پر۔ خاکسار غلام احمد از قادیان آگے چل کر راست بازی کا بھی فیصلہ کر دیا کہتا ہے۔ یہ ہمارا بیان نیک ظنی کے طور پر ہے ورنہ ممکن ہے کہ عیسیٰ کے وقت میں بعض راست باز اپنی راست بازی میں عیسیٰ سے بھی اعلیٰ ہوں۔ اسی کے صفحہ ۴ میں لکھا'' مسیح کی راست بازی اپنے زمانہ میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی بلکہ یحییٰ کو اس پر ایک فضیلت ہے کیونکہ وہ یحییٰ علیہ السلام شراب نہ پیتا تھا اور کبھی نہ سنا کہ کسی فاحشہ عورت نے اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔ اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ علیہ السلام کا نام حصور رکھا مگر مسیح کا نہ رکھا کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔

ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۷ میں لکھا'' آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے ورنہ کوئی پرہیز گار انسان ایک کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگاوے اور زنا کاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے۔ سمجھنے والے یہ سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہو سکتا ہے۔ نیز اس رسالہ میں اس مقدس و برگزیدہ رسول پر اور نہایت سخت سخت حملے کئے مثلاً شریر، مکار، بدعقل، مفحش، گو، بدزبان، جھوٹا، چور، خلل دماغ والا، بدقسمت، نرا فریبی پیرو شیطان حد یہ کہ صفحہ ۷ پر لکھا آپ کا وجود ہوا۔ ہر شخص جانتا ہے کہ دادی باپ کی ماں کو کہتے ہیں تو اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے باپ کا ہونا بیان کیا جو قرآن کے خلاف ہے اور دوسری جگہ یعنی کشتی نوح صفحہ ۱۶ میں تصریح کر دی'' یسوع مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں یہ سب یسوع کے حقیقی بھائی اور حقیقی بہنیں تھیں یعنی یوسف اور مریم کی اولاد تھے، حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات سے ایک دم صاف انکار کر بیٹھا۔ انجام آتھم صفحہ ۶ پر لکھتا ہے حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہ ہوا'' صفحہ ۷ پر لکھا'' اس زمانہ میں ایک تالاب سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے آپ سے کوئی معجزہ ہوا بھی تو وہ آپ کا نہیں اس تالاب کا ہے آپ کے ہاتھ میں سوا مکر و فریب کے کچھ نہ تھا'' ازالہ اوہام کے صفحہ ۴ میں ہے'' ماسوائے اس کے اگر مسیح کے اصلی کاموں کو ان حواشی سے الگ کر کے دیکھا جائے جو محض افتراء یا غلط فہمی سے گڑھے ہیں تو کوئی عجوبہ نظر نہیں آتا بلکہ مسیح کے معجزات کی رونق نہیں دور کرتا کہیں ان کے معجزہ کو کل کا کھلونا بتاتا ہے کہیں مسمریزم کا خاصہ یہ بتایا کہ جو اپنے تئیں اس مشغولی میں ڈالے وہ روحانی، تاثیروں میں جو روحانی بیماریوں کو دور کرتی ہیں۔ بہت ضعیف اور نکما ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ گو مسیح جسمانی بیماروں کو اس عمل کے ذریعے سے اچھا کرتے رہے مگر ہدایت و توحید اور دینی استقامتوں کے دلوں میں قائم کرنے میں ان کا نمبر ایسا کم رہا کہ قریب قریب ناکام رہے، غرض اس دجال قادیانی کے مزخرفات کہاں تک گنائے جائیں اس لئے دفتر چاہئے مسلمان ان چند خرافات حالات سے بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ اس نبی اولوالعزم کے فضائل جو قرآن میں مذکور ہیں ان پر یہ کیسے گندے حملے کر رہا ہے۔ تعجب ہے ان سادہ لوحوں پر ایسے دجال کے متبع ہو رہے ہیں یا کم از کم مسلمان جانتے ہیں اور سب سے زیادہ تعجب ان پڑھے لکھے کٹ بگڑوں سے کہ جان بوجھ کر اس کے ساتھ جہنم کے گڑوں میں گر رہے ہیں۔ کیا ایسے شخص کے کافر، مرتد، بے دین ہونے میں مسلمان کو شک ہو سکتا ہے۔ (حاش الله من شك فی عذابه و کفره فقد کفر) جو ان خباثتوں پر مطلع ہو کر اس کے عذاب و کفر میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔ (بہار شریعت حصہ اوّل)

Marfat.com

باب نمبر ۲۰

حضور نبی کریم ﷺ کے متفرق موضوعات کے متعلق احادیث مبارکہ

اس باب میں مؤلف نے حضور ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے' اختیار (مختار کل) علم غیب' صاحب شفاعت گناہگار امت کے' گناہگار امتیوں کی مدد فرمانے والے وفات سے پہلے اور بعد میں۔ امتیوں کے متعلق ہر قسم کا علم رکھنے والے۔ دونوں جہان میں اپنی امت کے رہنما' ہمدرد' غم خوار رحمۃ للعالمین کا لقب پانے والے غرضیکہ تقریباً آپ ﷺ کے متعلق ہر پہلو پر تقریباً ۱۲۰۰ احادیث صحیح بخاری شریف سے نقل کی گئی ہیں کیونکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو صرف صحیح بخاری شریف کی حدیث کو مانتے ہیں۔ چاہے صحاح ستہ دیگر معتبر کتب سے بھی حدیث کا حوالہ دیا جائے اس لئے مؤلف نے مندرجہ ذیل میں صرف اور صرف صحیح بخاری شریف مترجم سے ہی نقل کر کے یہاں احادیث مبارکہ تحریر کیں اور اعلان عام کرتا ہوں کہ حوالہ غلط ثابت کرنے والے کو مبلغ ایک ہزار روپیہ فی حوالہ انعام دیا جائے گا۔

اس کے علاوہ مسلم' ترمذی' ابوداؤد' داری' ابن ماجہ' مسند اعظم' مسند احمد' مسند شافعی اور موطا امام مالک رضی اللہ عنہ سے تقریباً ۱۳۰۰ احادیث نقل کی گئی ہیں۔ یہ ان احادیث کے علاوہ ہیں جو اس سے قبل بیان کی گئی ہیں' جن کا کوئی شمار نہیں۔

یہاں قارئین حضرات کو بتا تا چلوں کہ ہر قسم کے علم اور ہر شے کا مالک اور ہر شے کا قادر اور ہر چیز کو بنانے اور استعمال کرنے کی طاقت رکھنے والا مطلق قادر کریم رب العزت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو جتنے جتنے چاہے علم اور اختیار دیئے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔

لیکن جب اللہ تعالیٰ عزوجل کے حبیب کبریا ﷺ کی باری آئی تو آپ ﷺ کو علم غیب' مختار کل اور ہر قسم کے کام کرنے کے لئے طاقت دینے میں کوئی کمی نہ رکھی اور فرمایا: اے حبیب اگر تجھے پیدا نہ کرنا ہوتا تو دنیا کی کوئی چیز پیدا نہ کرتا اور حضور ﷺ کا اپنا فرمان کہ اللہ تعالیٰ مجھے دینے والا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو شاہد' مبشر' نذیر اور اللہ کی طرف بلانے والا اس کے حکم سے اور سب سے بڑا اعزاز رحمۃ للعالمین کا دے کر مبعوث فرمایا جیسا کہ اس سے قبل اس کی وضاحت اور تشریح کا مفصل بیان ہو چکا ہے جہاں تک اللہ تعالیٰ عزوجل کی ربوبیت اور کبریائی ہے وہاں تک حضور نبی کریم ﷺ کی رحمت ہے۔ آپ ﷺ کی کسی بھی صفت کی کوئی حد نہیں آپ ﷺ کی ہر صفت لامحدود ہے۔ آپ ﷺ کی بادشاہی تمام زمینوں اور تمام آسمانوں پر ہے جیسا کہ فرمان عالیشان ہے کہ میرے دو وزیر (یعنی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ) زمینوں پر اور دو وزیر (یعنی حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل علیہ السلام) آسمانوں پر ہیں۔

قارئین حضرات! اب مندرجہ ذیل احادیث مبارکہ نمبر ۱ تا ۱۸۲ کو بغور پڑھیں اور اپنا ایمان تازہ کریں۔ اگر ان مندرجہ ذیل احادیث کو پڑھنے کے بعد بھی کسی کے دل میں کھٹکا لگتا ہے تو اس کا مقدر پھر ہم اس کے متعلق اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عزوجل سب مسلمانوں کو جو ان احادیث مبارکہ کو بغور پڑھیں ان کو ان احادیث مبارکہ کو سمجھنے کی توفیق فرمائیں اور صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق فرمائیں اور ان پر عمل کرنے کی بھی

Marfat.com

توفیق فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

حضور نبی کریم ﷺ کے فرمان عالیشان آپ ﷺ کی فضیلت

نمبرا: حضور ﷺ کی محبت کامل ایمان ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے والدین اور اس کی اولاد سے محبوب تر نہ ہوں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح روایت کی گئی ہے۔ (بخاری جلد اول مترجم کتاب الایمان حدیث ۱۳، ۱۴) حدیث ۱۴ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے۔

نمبر۲: ایمان کی لذت

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس میں بھی یہ تین باتیں ہوں گی وہ لذت ایمان سے لطف اندوز ہوگا۔ یہ کہ اللہ اور اس کا رسول اس کو سب دنیا سے محبوب ہوں۔ دوسرے یہ کہ کسی شخص سے محبت محض اللہ کے لئے ہو۔ تیسرے یہ کہ کفر میں دوبارہ لوٹ کر آنا ایسے ہی ناپسند ہو جیسے آگ میں ڈالا جانا۔ (بخاری جلد اول مترجم حدیث ۱۵)

نمبر۳: حضور ﷺ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو جاننے والے

معرفت فقط دل کا فعل ہے۔ اس کا ثبوت اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ اللہ اس پر گرفت فرماتا ہے جو کام تمہارے دلوں نے کئے۔

(سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۲۵)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ جب بھی کسی کام کا حکم فرماتے تو ایسے اعمال کا حکم فرماتے جن کی وہ طاقت رکھتے ہوں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ ہم آپ ﷺ کی طرح نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اگلی اور پچھلی لغزشیں معاف کر دیں۔ اس بات پر حضور ﷺ ناراض ہوئے۔ یہاں تک کہ آثار غضب آپ ﷺ کے چہرہ اقدس سے عیاں تھے۔ پھر فرمایا: تم میں سے زیادہ خدا ترس اور اس کا جاننے والا ہوں۔ (بخاری جلد اول مترجم حدیث ۱۹)

زمین کے خزانوں کی کنجیاں میرے ہاتھ میں دی گئیں

نمبر۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے جامع کلمات کے ساتھ بھیجا گیا ہے اور رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی۔

ایک روز میں محو خواب تھا تو میرے پاس زمین کے خزانوں کی کنجیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھ میں دے دی گئیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ دنیا سے چلے گئے اور تم وہ خزانے نکال رہے ہو۔ (بخاری صحیح جلد دوئم مترجم باب ۱۶۶ حدیث ۲۳۹)

اللہ تعالیٰ عزوجل ان لوگوں کو گناہ کی وجہ سے سزا نہیں دیتا جن میں حضور ﷺ تشریف فرما ہوں

(نمبر۴ الف) سورہ انفال آیت نمبر ۳۳ کا ترجمہ: اللہ عزوجل کا فرمان: اور اللہ تعالیٰ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے۔ جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو اور اللہ تعالیٰ انہیں عذاب کرنے والا نہیں جب تک وہ بخشش مانگ رہے ہوں۔

(الف) عبدالحمید صاحب زیادی سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ ابو جہل نے کہا: "اے اللہ! اگر

Marfat.com

یہ (قرآن) تیرے نزدیک حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی دردناک عذاب ہم پر لا' تو یہ آیہ کریمہ (مذکورہ بالا) نازل ہوئی۔

(صحیح بخاری' مترجم جلد دوئم' باب ۷۰۰' حدیث ۱۷۶۹)

مسلمان کافروں پر غالب ہوں گے

(نمبر ۴ ب) (سورہ انفال آیت نمبر ۶۵) (ترجمہ) اے غیب کی خبریں بتانے والے مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دو۔ اگر تم میں سے بیس صبر والے ہوں گے' دوسو پر غالب ہوں گے اور اگر تم میں سے ۱۰۰ ہوں تو کافروں کے ہزاروں پر غالب آئیں گے۔ اس لئے کہ وہ سمجھ نہیں رکھتے۔

حضرت سفیان بن عینیہ' عمرو بن دینار سے انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو ان پر فرض کیا گیا کہ ایک دس آدمیوں میں سے نہ بھاگے (آیت کا یہی معنی ہے) اور حضرت سفیان بن عینیہ نے کئی بار کہا کہ دوسو میں سے دس نہ بھاگیں۔ پھر یہ آیہ کریمہ "اَلْاٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ آلایہ" نازل ہوئی۔ اب اللہ تعالیٰ نے تم پر تخفیف فرمائی۔ (انفال ۶۶) سفیان بن عینیہ نے ایک بار یہ اضافہ کیا کہ یہ آیہ مقدسہ "حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ" نازل ہوئی۔ سفیان بن عینیہ نے کہا ابن شرمہ (عبداللہ قاضی تابعی کو) نے کہا میرا خیال ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی مذکور حدیث کی مثل ہے۔

(صحیح بخاری' جلد دوئم' مترجم باب ۷۰۲' حدیث ۱۷۷۲)

اللہ عزوجل کا فرمان: تم ان کی معافی چاہو یا نہ چاہو' اگر تم ستر بار ان کی معافی چاہو گے تو اللہ تعالیٰ ہرگز انہیں نہیں بخشے گا (سورہ براءۃ' آیت ۸۰) (یعنی منافقوں کی)

(نمبر ۴ ج) حضرت نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔ انہوں نے کہا جب عبداللہ بن ابی منافق مرا تو اس کا بیٹا عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عبداللہ بن ابی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا کہ آپ ﷺ ان کو اپنی قمیض مبارک عطا فرمائیں تا کہ وہ اس قمیض مبارک میں اپنے باپ کو کفن دے تو نبی کریم ﷺ نے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو قمیض عطا فرمائی۔ پھر اس نے سوال کیا کہ آپ ﷺ اس (عبداللہ بن ابی منافق) کی نماز جنازہ پڑھائیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نماز جنازہ پڑھانے کے ارادہ سے کھڑے ہوئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر نبی کریم ﷺ کا کپڑا پکڑ کر عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھیں گے حالانکہ آپ ﷺ کے رب نے آپ ﷺ کو اس کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے (حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ کلام بذریعہ الہام تھا) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے مجھے اس کام میں اختیار دیا ہے اور فرمایا ہے: "تم ان کی معافی چاہو یا نہ چاہو۔ اگر ستر بار اس کی معافی چاہو گے تو اللہ ہرگز اس کو نہیں بخشے گا" میں ستر سے زیادہ استغفار کروں گا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: وہ منافق ہے (اس کے احوال کو جانتے ہوئے کہ اس پر کیا حکم ہے) لیکن نبی کریم ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھا دی تو اللہ عزوجل نے مذکورہ بالا آیہ مبارکہ "اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھیں اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہونا" نازل فرمائی۔ (صحیح بخاری مترجم جلد دوئم' باب ۷۱۵' حدیث ۱۷۹۰)

ان کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ ہی ان میں سے کسی کی قبر پر کھڑے ہونا

(نمبر ۴ د) حدیث ۱۷۹۱ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ ابتدائی الفاظ مذکور بالا حدیث کی طرح ہیں اور اضافہ یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا میں عبداللہ بن ابی کی گن گن کر باتیں بیان کر رہا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے تبسم فرمایا اور فرمایا: اے عمر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹ جاؤ۔ جب میں نے زیادہ اصرار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اختیار دیا گیا ہے (یعنی اس کے لئے استغفار کروں یا نہ کروں) تو میں نے (استغفار) اختیار کر لی ہے۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ ستر سے زائد بار استغفار کروں تو اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا تو میں ستر سے زیادہ استغفار کرتا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی کریم ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر واپس تشریف لے آئے۔ ابھی تھوڑی ہی

Marfat.com

دیر ہوئی تھی کہ سورہ براءت کی دو آیتیں نازل ہوئیں اور ان میں سے کسی کی میت پر نماز نہ پڑھنا ''فاسقون'' تک نازل ہوئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: اس کے بعد میں نے آپ ﷺ پر اتنی جرأت کرنے پر تعجب کیا۔ حالانکہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔

(نمبر۴ ر) اور باب ۱۶/۲ حدیث ۱۷۹۲ حضرت نافع رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔ حدیث کے پہلے الفاظ مندرجہ بالا دونوں حدیثوں کے مطابق ہیں اور اس میں فرق یہ ہے کہ راوی کا شک ہے کہ آپ ﷺ نے یہ فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے اور یہ بھی اضافہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی نماز جنازہ آپ ﷺ کے ساتھ پڑھی۔ پھر یہ آیہ نازل ہوئی۔ وَلَا تُصَلِّ...... وَهُمْ فَاسِقُوْنَ نازل ہوئی (سورہ برات' آیت ۸۴)

نمبر۵: حضور ﷺ کا علم اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کا ایمان' سلام اور احسان کے متعلق دریافت کرنا

اور آپ ﷺ کا جواب دینا آپ ﷺ کے علم کا پتہ چلتا ہے کہ کتنا علم ہے۔ علم قیامت کے متعلق سوال کرنا اور نبی اکرم ﷺ کا حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بتانا پھر آپ ﷺ نے فرمایا: حضرت جبرائیل تمہیں تمہارا دین سکھانے کے لئے آئے تھے اور انہوں نے ان تمام کو دین ہی قرار دیا ہے جو آپ ﷺ نے قبیلہ عبدالقیس کے لوگوں کو دین کے متعلق بیان فرمایا اور اللہ عزوجل کا یہ فرمان ''اور جو اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا''۔ (عمران' آیت ۸۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ اچانک ایک دن لوگوں کے پاس تشریف لائے اور آپ ﷺ کی خدمت میں ایک (فرشتہ بصورت) مرد حاضر ہوا اور کہا متعلقات ایمان کیا ہیں۔ فرمایا: ایمان یہ ہے تم اللہ اور اس کے فرشتوں اور آخرت میں اللہ کی ملاقات اور اس کے رسولوں اور (موت کے بعد) بعث پر ایمان لے آؤ۔ اس نے پوچھا: اسلام کیا ہے۔ فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کا شریک نہ بناؤ' نماز قائم کرو اور زکوٰۃ جو فرض کی گئی ہے ادا کرو اور ماہ رمضان کے روزے رکھو۔ اس نے کہا: احسان کیا ہے۔ فرمایا: اللہ کی تم عبادت اس طرح کرو کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو اور اگر تم اس کو دیکھ نہیں رہے ہو تو یقین محکم رکھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔ اس نے کہا کہ قیامت کب ہے یعنی (وقت قیامت) فرمایا جس سے پوچھا جا رہا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ علم نہیں رکھتا۔ ہاں اس کی علامات تجھے بتا دیتا ہوں۔ (وہ یہ ہیں) جب لونڈی مالک کو جنم دے گی اور سیاہ اونٹوں کے چرواہے بلند و بالا عمارتوں پر باہم فخر کریں گے۔ ہاں قیامت کا علم پانچ چیزوں میں شمار کیا گیا ہے جنہیں خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی (ترجمہ) بے شک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم (آخر آیت تک سورہ لقمان آیت نمبر ۳۴)۔ پھر وہ شخص واپس لوٹا تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: یہ جبرائیل تھے اس لئے آئے کہ لوگوں کو ان کا دین سکھائے۔ ابوعبداللہ (امام بخاری) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کامل ایمان وہ ہے جو ان تمام امور پر مشتمل ہو۔ (بخاری جلد اول' مترجم حدیث ۴۸)

نمبر۶: حضور ﷺ کا نماز میں جنت کا دیکھنا اور انگور کا ایک خوشہ کو ہاتھ ڈالنا اور دیوار پر جنت و نار کی ہو بہو تصویر دیکھنا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں سورج گرہن ہوا اور آپ نے نماز کسوف پڑھی۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ ہم نے آپ کو اپنی جگہ کھڑے ہوئے کوئی چیز پکڑتے ہوئے دیکھا۔ پھر ہم نے دیکھا کہ پیچھے ہٹے۔ آپ نے فرمایا: میں نے جنت کو دیکھا تو میں نے اس سے انگور کا خوشہ لینا چاہا اور اگر میں اس کو پکڑ لیتا تو تم اس سے جب تک دنیا باقی رہتی کھاتے رہتے۔

(بخاری جلد اول' مترجم حدیث ۷۰۹)

نمبر۷: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی پھر منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور اپنے

Marfat.com

ہاتھوں سے مسجد کے قبلہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ پھر فرمایا: میں نے ابھی اس وقت جو تمہیں نماز پڑھائی قبلہ کی اس دیوار پر جنت و نار کی ہو بہو تصویریں بنی ہوئی دیکھیں۔ خیر و شر میں آج جیسا دن میں نے نہیں دیکھا۔ یہ کلمہ آپ ﷺ نے تین بار فرمایا (بخاری جلد اول' مترجم' حدیث ۱۷۰)

نمبر ۸: جس کی نسبت حضور ﷺ سے ہو جائے اس کا مقام بلند ہو جاتا ہے' حرم مدینہ شرفھا اللہ کے فضائل کے بیان میں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: مدینہ منورہ عائر یا عمیر سے ثور تک حرم ہے۔ نہ اس کا درخت کاٹا جائے نہ ہی اس میں (کتاب وسنت کے مخالف) کوئی عمل کیا جائے اور جس نے اس میں بدعت جاری کی (سنت میں معروف نہیں) اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔ (بخاری' جلد اول مترجم حدیث ۱۷۴۲)

نمبر ۹: مسجد نبوی کی بنیاد

ابو التیاح (یزید بن حمید ضبعی) نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے اور مسجد کی تعمیر کا حکم فرمایا اور فرمایا: اے بنی نجار مجھے قیمتاً یہ زمین دے دو۔ انہوں نے عرض کیا: ہم اس کی قیمت صرف اللہ تعالیٰ سے لیں گے۔ نبی کریم ﷺ نے مشرکوں کی قبریں کھودنے کا حکم فرمایا اور وہ کھودی گئیں۔ پھر گڑھوں کو برابر کرنے کا حکم فرمایا اور وہ برابر کیے گئے اور کھجوروں کے درخت کاٹنے کا حکم صادر فرمایا تو ان کو کاٹا گیا اور ان کھجوروں کو مسجد کے قبلہ میں بطور صف رکھ دیا گیا۔ (بخاری' جلد اول' مترجم حدیث ۱۷۴۳)

نمبر ۱۰: مدینہ منورہ میں بدعت نکالنے' مسلمان کا ذمہ توڑنے والے پر اللہ کی لعنت

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ کی کتاب اور نبی اکرم ﷺ سے یہ صحیفہ ان کے سوا ہمارے پاس (احکام شریعت سے مکتوب) کوئی چیز نہیں۔ آپ نے فرمایا: مدینہ منورہ عائر سے لے کر فلاں جگہ تک کے درمیان حرم ہے۔ جو کوئی اس میں کوئی بدعت نکالے (کتاب وسنت کے مخالف عمل کرے) یا بدعتی کو پناہ دے اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے اور اس کا کوئی فرض اور نہ نفل قبول کیا جائے گا اور فرمایا: مسلمانوں کا ذمہ (یعنی ان کا عہد و امان) ایک ہی ہے اور جو شخص مسلمانوں کا ذمہ توڑے اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے اور اس سے نہ فرض اور نہ نفل قبول کیا جائے گا اور جو کوئی اپنے مالکوں کے بلا اجازت کسی سے موالات کا عہد کرے اس پر بھی اللہ تعالیٰ' فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے اس سے کوئی فرض اور نفل قبول نہیں کیا جائے گا۔ (بخاری جلد اول مترجم حدیث ۱۷۴۵)

نمبر ۱۱: مدینہ طیبہ کی فضیلت اور (مدینہ) برے آدمی کو نکال دیتا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا رسول معظم ﷺ نے فرمایا: مجھے ایسے شہر (کی طرف ہجرت اور اس میں سکونت) کا حکم دیا گیا ہے کہ اس شہر کے رہنے والے دیگر شہروں کے رہنے والوں پر غالب ہوں گے (اور بعض منافق) لوگ اس کو یثرب کہتے ہیں (دراصل) اس کا نام مدینہ ہے۔ وہ برے لوگوں کو ایسے نکال دے گا جیسے بھٹی لوہے سے زنگال کو اتار دیتی ہے۔ (بخاری جلد اول' مترجم حدیث ۱۷۴۶)

نمبر ۱۲: مدینہ منورہ (کے ناموں میں سے ایک نام) طابہ ہے

ابو حمید عبدالرحمٰن ساعدی سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تبوک سے واپس آئے یہاں تک کہ ہم مدینہ منورہ کے قریب آئے تو آپ نے فرمایا: یہ طابہ ہے۔ (بخاری جلد اول' مترجم حدیث ۱۷۴۷)

نمبر ۱۳: مدینہ منورہ کے دو کنارے

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے تھے اگر میں مدینہ منورہ میں ہرن چرتے

Marfat.com

دیکھوں تو میں ان کو ڈراؤں گا نہیں کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: مدینہ منورہ کے دونوں کناروں کے درمیان حرم ہے۔

(بخاری جلد اول مترجم حدیث ۱۷۴۸)

نمبر۱۴: اُس شخص کے حال کا بیان جس نے مدینہ منورہ سے اعراض کیا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم مدینہ منورہ کو اچھی حالت میں چھوڑ جاؤ گے اور وہاں صرف رزق کی تلاش کرنے والے یعنی درندے اور پرندے ہی رہ جائیں اور آخر میں جو شخص مریں گے وہ قبیلہ مزنیہ کے دو چرواہے ہیں۔ مدینہ منورہ آنا چاہیں گے جو اپنی بکریوں کو آواز دیں گے وہ ان کو وحشی پائیں گے حتیٰ کہ جب وہ ثنیۃ الوداع پہنچیں گے (اور مدینہ منورہ داخل ہونے سے قبل بلاشک) تو وہ اپنے منہ کے بل گر پڑیں گے (یعنی یہ ان کا حشر ہوگا) (بخاری جلد اول مترجم حدیث ۱۷۴۹)

نمبر۱۵: ایمان مدینہ منورہ کی طرف سمٹ کر آئے گا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: ایمان مدینہ منورہ کی طرف اس طرح سمٹ کر آئے گا جیسے سانپ اپنے بل میں سمٹ آتا ہے۔ (بخاری جلد اول مترجم حدیث ۱۷۵۱)

نمبر۱۶: اور جو اہل مدینہ سے مکر و فریب کرے اس کا گناہ

حضرت عائشہ بنت سعد رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے (اپنے باپ) سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے کہا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کوئی بھی مدینہ والوں سے مکر و فریب نہیں کرے گا مگر وہ ایسے گھل جائے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

(بخاری جلد اول مترجم حدیث ۱۷۵۲)

نمبر۱۷: مدینہ منورہ کے قلعوں کا بیان

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ کے قلعوں میں سے اونچے قلعے پر تشریف لے گئے اور فرمایا: جو کچھ میں دیکھتا ہوں تم نہیں دیکھتے ہو۔ میں تمہارے گھروں کے درمیان فتنوں کی جگہیں دیکھ رہا ہوں جیسے بارش کے قطروں کے گرنے کی جگہ (دیکھتے ہو)

(بخاری جلد اول مترجم حدیث ۱۷۵۳)

نمبر۱۸: مدینہ طیبہ میں دجال داخل نہ ہوگا

حضرت ابوبکرہ (نفیع بن حارث بن کلاہ ثقفی) نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا: مدینہ منورہ میں دجال کا رعب داخل نہ ہوگا۔ اس وقت مدینہ منورہ کے سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازے پر دو فرشتے (حفاظت کرنے والے) مقرر ہوں گے۔

(بخاری جلد اول مترجم حدیث ۱۷۵۴)

نمبر۱۹: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مدینہ طیبہ میں داخل ہونے کی جگہوں پر فرشتے ہوں گے اور اس میں طاعون اور دجال داخل نہیں ہوں گے۔ (بخاری جلد اول مترجم حدیث ۱۷۵۵)

نمبر۲۰: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ہر شہر کو سوائے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے دجال تباہ و برباد کردے گا۔ مدینہ طیبہ کے ہر راستے پر فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے جو اس کی حفاظت کریں گے۔ پھر مدینہ مطہرہ اس میں رہنے والوں کے ساتھ تین دفعہ لرزے گا اور اللہ تعالیٰ ہر کافر اور منافق کو اس سے نکال دے گا۔ (بخاری جلد اول مترجم حدیث ۱۷۵۶)

نمبر۲۱: مدینہ منورہ میں دوگنا برکت مکہ شریف سے کرنے کی دعا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا: اے اللہ جو برکت تو نے مکہ مشرفہ میں رکھی ہے مدینہ

Marfat.com

منورہ میں اس کو دوگنا کردے۔ (بخاری جلداول مترجم حدیث ۱۷۶۰)

نمبر۲۲: جنت کے باغوں سے ایک باغ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: میرے حجرہ اور میرے منبر شریف کے درمیان (جنتی جگہ ہے) وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر شریف میرے حوض پر ہے (اور اس وقت ان دونوں کے درمیان ۴۸ گز کا فاصلہ ہے) (بخاری جلداول مترجم، حدیث ۱۷۶۳)

نمبر۲۳: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فاروق اعظم کی مدینہ شریف میں موت کے لئے دعا

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: اے اللہ! مجھے اپنی راہ میں شہادت نصیب فرما اور اپنے رسول ﷺ کے شہر مقدس (مدینہ منورہ) میں مجھے موت عطا فرما۔ ام المومنین حضرت حفصہ بنت عمر فاروق رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا میں نے (اپنے والد) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اس طرح سنا ہے۔ ہشام بن عروہ نے زید بن اسلم سے اور انہوں نے اپنے باپ اسلم سے انہوں نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ انہوں نے کہا میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اس طرح سنا ہے۔ (بخاری مترجم جلداول، حدیث ۱۷۶۵)

نمبر۲۴: حضور ﷺ کی مدینہ منورہ سے محبت کرنے اس کی اچھی آب وہوا اور صاع اور مد میں برکت کی دعا

رسول معظم ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! ہمارے دلوں میں مدینہ منورہ کی ایسی محبت پیدا فرما۔ جس طرح مکہ معظمہ سے ہماری محبت ہے یا اس سے بھی زیادہ۔ اے اللہ! ہمارے صاع اور مد میں برکت فرما اور مدینہ منورہ کی آب وہوا ہمارے لئے درست فرما اور مدینہ منورہ کے بخار کو جحفہ کی طرف منتقل کردے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہم مدینہ منورہ میں آئے حالانکہ مدینہ مقدسہ کی زمین اللہ تعالیٰ کی زمین سے زیادہ بیماری والی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں (اس بیماری کی وجہ دراصل یہ تھی) بطحان (جو مدینہ شریف کے صحرا میں ایک وادی ہے) نالہ میں بدبودار پانی بکثرت رہتا تھا۔ (یہ حدیث کا آخری حصہ ہے) (بخاری مترجم جلداول، حدیث ۱۷۶۴)

نمبر۲۵: نبی اکرم ﷺ کا فرمان "نصرت بالرعب" اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں

باب ۱۶۶ ایک ماہ کی مسافت تک میری رعب سے مدد کی گئی اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی "کوئی دم جاتا ہے کہ ہم کافروں کے دلوں میں رعب ڈالیں گے کہ انہوں نے اللہ کا شریک ٹھہرایا (آل عمران، آیت ۱۵۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حدیث "بالرعب نصرت" نبی اکرم ﷺ سے روایت کی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے جامع کلمات کے ساتھ بھیجا گیا ہے اور رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے۔ ایک روز میں محو خواب تھا تو میرے پاس زمین کے خزانوں کی کنجیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھ میں دے دی گئیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ دنیا سے چلے گئے اور تم وہ خزانے نکال رہے ہو۔ (بخاری مترجم جلد دوم حدیث ۲۳۰)

نمبر۲۶: حضور ﷺ کا علم غیب اور اللہ تعالیٰ فاسق وفاجر شخص کے ذریعہ بھی دین اسلام کی مدد فرماتا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا ہم ایک جنگ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاضر تھے تو آپ ﷺ نے ایک شخص (قزمان) جو اسلام کا دعویدار تھا کے متعلق فرمایا تھا کہ یہ اہل جہنم سے ہے۔ جب لڑائی شروع ہوگئی۔ اس شخص نے بہت سخت جنگ کی اور وہ زخمی ہوگیا۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ نے فرمایا تھا کہ وہ جہنمی ہے اس نے آج سخت لڑائی کی ہے اور وہ مرگیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: وہ جہنم میں گیا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بعض لوگ شکوک وشبہات میں مبتلا ہوگئے کہ وہ اس حال ہی میں تھے کہ اچانک کہا گیا وہ ابھی نہیں مرا لیکن وہ شدید زخمی ہے۔ جب رات ہوئی۔ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے اس نے اپنے آپ کو ہلاک کرلیا (خودکشی کرلی) تو نبی اکرم

Marfat.com

ﷺ کو اس کے متعلق بتایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ اکبر" میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ اور رسول خدا ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو لوگوں میں اعلان کرنے کا حکم دیا کہ جنت میں صرف مسلمان ہی داخل ہوں گے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس دین اسلام کو فاسق و فاجر کے ذریعہ بھی مدد فرماتا ہے۔ (بخاری مترجم جلد ۲ حدیث ۳۰۸)

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ

نمبر ۲۷: حضرت سعد بن عبیدہ نے ابی عبدالرحمٰن (عبداللہ سلمی) سے روایت کی اور وہ عثمانی (یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ترجیح دیتے تھے۔ عبدالرحمٰن نے ابن عطیہ (حبان) سے کہا وہ علوی (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ترجیح دیتے تھے) میں جانتا ہوں جس نے تمہارے صاحب (حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خون ریزی پر دلیر بنا دیا ہے۔ میں نے ان سے کہتے ہوئے سنا کہ نبی اکرم ﷺ نے مجھے اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو (روضہ خاخ کی طرف) بھیجا اور فرمایا: روضہ خاخ جاؤ۔ وہاں تم ایک عورت کو (سارہ) پاؤ گے جسے حاطب بن ابی بلتعہ نے ایک خط دیا ہے، ہم روضہ خاخ آئے تو ہم نے اس سے کہا وہ رقعہ دو۔ اس عورت نے کہا حاطب نے مجھے کوئی خط نہیں دیا۔ ہم نے کہا رقعہ نکالو یا میں تجھے ننگا کر دوں گا۔ اس عورت نے تہبند باندھنے کی جگہ سے رقعہ نکال دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے حاطب کو پیغام بھیجا تو حاطب نے کہا "یارسول اللہ ﷺ جلدی نہ فرمائیں۔ اللہ کی قسم میں نے کفر نہیں کیا اور اسلام کے ساتھ میری محبت میں اضافہ ہی ہوا ہے۔ بات درحقیقت یہ ہے کہ آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ میں کوئی بھی ایسا نہیں جس کا مکہ مکرمہ کوئی عزیز نہ ہو۔ جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اس کے اہل و عیال اور مال کی حفاظت فرماتا ہے اور میرا وہاں کوئی عزیز نہیں (اس غرض کے لئے) میں نے چاہا ان پر احسان کروں۔ نبی اکرم ﷺ نے حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی تصدیق کر دی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا مجھے چھوڑ دیجئے میں اس کی گردن ماروں کیونکہ اس نے منافقت کی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تجھے معلوم نہیں اللہ تعالیٰ نے اہل بدر پر نظر کرم کی اور فرمایا جو چاہو عمل کرو۔ لہٰذا یہی وہ بشارت ہے (اعملوا ما شئتم) جس کی وجہ سے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے یہ دلیری کی۔ (بخاری مترجم جلد دوئم حدیث ۳۲۵)

نمبر ۲۸: حضور ﷺ قاسم تقسیم کرنیوالے ہیں

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری انس بن فضالہ رضی اللہ عنہ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا اور اس نے اس کا نام محمد رکھنا چاہا تو آپ ﷺ نے فرمایا: میرے نام پر نام رکھو اور میری کنیت پر نام نہ رکھو اور فرمایا کہ میں قاسم بنایا گیا ہوں اور تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں۔ (بخاری جلد دوئم مترجم حدیث ۳۵۶)

دوسری حدیث میں بھی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت اس طرح ہے کہ انس بن فضالہ رضی اللہ عنہ کے ہاں لڑکا پیدا ہوا اور اس نے اس کا نام قاسم رکھا تو انصار نے کہا ہم تجھے یہ نام یعنی کنیت ابوالقاسم نہیں رکھنے دیں گے اور نہ ہی تیری آنکھ کو اس سے ٹھنڈا کریں گے اور نہ ہی تیری عزت کریں گے تو وہ انصاری (انس بن فضالہ) حضور ﷺ کے پاس حاضر خدمت ہوا اور عرض کی کہ انصار نے کہا ہے کہ ہم تجھے یہ نام کنیت ابوالقاسم نہیں رکھنے دیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: انصار نے بہت اچھا کیا۔ میرے نام پر نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو کیونکہ صرف میں قاسم ہوں (بخاری مترجم جلد ۲ حدیث ۳۵۷)

نمبر ۲۹: حمید بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ اچھا ارادہ کرے اس کو دین میں سمجھ عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ دینے والا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔ ہمیشہ یہ امت اپنے مخالفین پر غالب رہے گی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آنے تک غالب رہے گی (یعنی قیامت تک) (بخاری مترجم جلد ۲ حدیث ۳۵۸)

نمبر ۳۰: اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تم کو نہ دیتا ہوں اور نہ روکتا ہوں میں تو صرف تقسیم

Marfat.com

کرنے والا ہوں۔ مجھ کو جہاں حکم دیا جاتا ہے وہاں تقسیم کرتا ہوں یعنی حقیقت میں اللہ تعالیٰ دینے والا ہے اور وہی منع کرنے والا ہے میں تو تم کو اس قدر دیتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کا انعام فرمایا ہے۔ (بخاری مترجم جلد دوئم حدیث ۳۵۹)

نمبر ۳۱: اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا

(سورہ ابراہیم آیت ۴) اور دوسرا ارشاد گرامی ہے اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف ہے۔ اس میں نشانیاں ہیں جاننے والوں کے لئے (سورہ روم آیت ۲۲)

نبی کریم ﷺ کی وجہ سے برکت

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا میں نے ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور ایک صاع جو کا آٹا پیسا اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ چند آدمیوں کے ہمراہ تشریف لائیں۔ حضور ﷺ نے بلند آواز سے پکارا: اے اہل خندق جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ہمارے لئے کھانا پکایا ہے جلدی آؤ (بخاری مترجم جلد نمبر ۲ حدیث ۳۱۵) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور ﷺ کے ہاتھوں کی برکت سے وہ تھوڑا سا کھانا سینکڑوں آدمیوں نے خوب سیر ہو کر کھایا اور کھانا پھر بھی باقی بچ گیا۔

نمبر ۳۲: ام خالد (امتہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی بیوی اور خالد بن سعید بن عاص کی بیٹی رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ میں اپنے والد گرامی کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور میں نے زرد رنگ کی قمیص پہنی ہوئی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: قمیص بہت اچھی ہے اور فرمایا: یہ کرتا پرانا کر اور پھاڑ پھر اس کو پرانا اور پھاڑ پھر اس کو پرانا کر اور پھاڑ۔ حضرت عبداللہ بن مبارک نے کہا: ام خالد بہت زمانہ جاتی رہی حتیٰ کہ (ان کی عمر لمبی ہونے کا) لوگ ذکر کرتے تھے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جتنا عرصہ ام خالد زندہ رہیں اور کوئی عورت اتنا عرصہ زندہ نہیں رہی (فتح الباری ۶۲، ص ۱۸۴) (بخاری شریف جلد دوئم مترجم حدیث ۳۱۶)

نمبر ۳۳: سادات کرام پر صدقہ حرام ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور لے کر منہ میں ڈال لی تو حضور ﷺ نے (لغت) فارسی میں فرمایا تھا تھو کر کیا تم نہیں جانتے کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔ (بخاری مترجم جلد ۲ حدیث ۳۱۷)

نمبر ۳۴: حضور نبی کریم ﷺ اور خلفاء کی معیت کی وجہ سے غازی کے مال اور اولاد میں برکت ہوتی ہے

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ جمل میں میرے والد گرامی نے مجھے بلایا اور فرمایا: اے پیارے بیٹے آج کے دن ظالم یا مظلوم ہی قتل ہوگا (ابن بطال نے کہا دشمن کے نزدیک ظالم اور اپنے آپ کے نزدیک مظلوم، ابن قیس نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ وہ صحابی ہوگا جس کی مظلوم سے تاویل کی گئی ہے یا غیر صحابی جو صرف حصول دنیا کے لئے لڑتا ہے وہ ظالم) میں دیکھ رہا ہوں کہ میں آج کے دن مظلوم قتل ہونگا اور مجھے سب سے بڑا فکر اپنے قرضہ کا ہے کیا تیرے خیال میں ہمارا قرض ہمارے مال سے کچھ باقی رہنے دے گا۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے میرے بیٹے میرا مال فروخت کرو اور میرا قرضہ ادا کرو۔ ایک تہائی مال کی وصیت کی اور اس کی تہائی (۱/۹) سے اپنی یعنی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے بیٹوں (خبیب، عباد، ہاشم اور ثابت باقی اولاد بعض میں پیدا ہوئی) کو دے فرماتے ہیں کہ تہائی کے تین حصے کرو۔ اگر قرض ادا کرنے کے بعد میرے مال میں سے کچھ بچ جائے تو اس کا تیسرا حصہ تیری اولاد کے لئے ہے۔ ہشام بن عروہ نے کہا کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری بعض اولاد حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی بعض اولاد کے ہم عمر تھی اور وہ خبیب اور عباد رضی اللہ عنہما ہیں۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے اس وقت نو بیٹے (عبداللہ، عروہ، منذر، اسماء بنت ابوبکر کے بطن سے عمر اور خالد ام خالد بنت سعید بن عاص کے بطن سے مصعب، حمزہ، رباب بنت انیف کے بطن سے اور جعفر، عبیدہ، زینب بنت بشر کے بطن سے باقی اولاد اس سے قبل فوت ہو چکی تھی) اور نو بیٹیاں (خدیجہ الکبریٰ، ام الحسن، اسماء بنت ابی

Marfat.com

بکر کے بطن سے حبیبہ، سودہ اور ہند ام خالد مذکورہ کے بطن سے اور زملہ رباب بنت انیف کے بطن سے حفصہ زینب بنت بشر کے بطن سے اور زینب ام کلثوم بنت عقبہ کے بطن سے رضی اللہ تعالیٰ عنہم) تھیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے والد نے مجھے وصیت کرنا شروع کی تو فرمایا کہ اے میرے بیٹے اگر میرا قرض ادا کرنے میں تو کسی چیز سے عاجز ہو جائے تو میرے مولا (یعنی اللہ تعالیٰ) سے مدد طلب کرنا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ جب کبھی بھی قرض ادا کرنے میں مشکل پیش آئی تو میں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ اے زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے مولا اس کا قرض ادا کر دے تو اللہ تعالیٰ نے اس کا قرض ادا کر دیا اور جب حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو انہوں نے کوئی نقد دینار یا درہم نہ باقی چھوڑے۔ ان کی زمینیں تھیں ان میں سے ایک غابہ میں تھی۔ بارہ گھر مدینہ منورہ میں، بصرہ میں دو گھر، کوفہ اور مصر میں ایک ایک گھر اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زیادہ قرضہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ کوئی شخص مال لے کر آپ کے پاس امانت رکھنے کے لئے آتا تو حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ فرماتے یہ امانت نہیں بلکہ قرض ہے اس لئے کہ مجھے اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے اور حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ آپ کبھی حاکم نہ بنے اور نہ خراج وصول کرنے یا کسی چیز کے متولی نہیں بنے (مقصد یہ کہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا زیادہ مال ان وجوہات سے نہ تھا بلکہ ان کا کثیر اموال ہونا اموال غنیمت سے تھا) مگر یہ کہ وہ نبی اکرم ﷺ، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے ہمراہ غزوات میں رہے اور آپ کا مال پاکیزہ تھا اور اس سے بہت نفع کمایا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے والد گرامی کے قرض کا حساب کیا تو ۲۲ لاکھ پایا اور حکیم بن حزام اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ کا قرضہ بہت زیادہ ہے اس لئے ہم سے کچھ امداد لے لو لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کی جائیداد فروخت کر کے تمام قرضہ ادا کر دیا تو جو باقی بچا اس کا ایک تہائی حصہ علیحدہ کرنے کے بعد حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی چار بیویاں تھی۔ ہر بیوی کے حصہ میں بارہ لاکھ آیا اور ان کا سارا مال پانچ کروڑ تھا۔

(بخاری مترجم جلد دوئم، حدیث ۳۷۱ باب ۲۵۶)

حدیث شریف کا متن بہت زیادہ ہے یہاں مختصر کر کے لکھا گیا ہے۔

نمبر ۳۵: حضور ﷺ جو فیصلہ کریں اس پر کسی کو اعتراض یا تنقید کرنا جائز نہیں ہے

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا ایک بار مقام جعرانہ میں حضور ﷺ قبیلہ ہوازن کی غنیمتیں تقسیم کر رہے تھے۔ اچانک ایک شخص (ذوالخویصرہ تمیمی) نے آپ ﷺ سے کہا: انصاف کیجئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میں انصاف نہ کروں تو خیر سے محروم ہو جاؤں گا۔ اے شقی بدبخت اگر میں عدل نہ کروں تو اور کون عدل کرے گا۔ (بخاری جلد ۲، مترجم حدیث ۳۷۹)

مال غنیمت کا خمس صرف امام کے لئے ہے

اور وہ اپنے بعض رشتہ داروں کو دے بعض کو نہ دے۔ نبی اکرم ﷺ نے جو بنی المطلب اور بنی ہاشم کے لئے خیبر کا خمس تقسیم کیا (یہ اس بات کی دلیل ہے کہ خمس امام کے لئے ہے) حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ نے خمس کی تقسیم میں عام قریشیوں کو شامل نہیں کیا اور نہ سب سے زیادہ حاجت مند کے سوا کسی رشتہ دار کو خاص فرمایا جسے بھی دیا اس وقت دیا جبکہ اس نے اپنی حاجت عرض کی یا حضور ﷺ کا ساتھ دینے کی بنا پر اپنی قوم اور اپنے حلیفوں سے کچھ نقصان اٹھایا ہو (یعنی اسلام کے سبب)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا میں اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ نے آپ ﷺ نے بنی عبدالمطلب کو مال دیا اور ہمیں چھوڑ دیا ہے حالانکہ وہ اور ہم آپ ﷺ سے قرابت کے اعتبار سے ایک ہی مقام رکھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بنو مطلب اور بنو ہاشم ایک ہی چیز ہیں۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ عبد شمس

Marfat.com

ہاشم اور مطلب اخیانی (ماں جائے) بھائی ہیں۔ان کی والدہ عاتکہ بنت مرہ ہیں اور نوفل ان کے باپ کی طرف سے بھائی ہے (یعنی علاقائی بھائی)

(بخاری جلد نمبر۲' مترجم حدیث ۳۸۱' باب ۲۶۰)

نمبر ۳۶: حضور ﷺ نے اس دنیا سے رخصت ہونے سے کچھ دیر پہلے جو نصیحت فرمائی

حضرت سعید بن جبیر نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ کہتے ہوئے سنا جمعرات کا دن اور جمعرات کا دن کیا ہے۔پھر آپ رو پڑے حتیٰ کہ ان کے آنسوؤں سے کنکریاں تر ہو گئیں تو حضرت سعید نے عرض کیا جمعرات کا دن کیسا تھا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جمعرات کا وہ دن تھا جس میں رسول اللہ ﷺ کی بیماری زیادہ سخت ہو گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس کوئی شانہ کی ہڈی لاؤ میں تمہیں کچھ لکھ دوں کہ اس کے بعد تم کبھی نہ پھسلو گے۔ہم جھگڑنے لگے۔حالانکہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں جھگڑنا مناسب نہیں۔لوگوں نے کہا آپ ﷺ کا کیا حال ہے۔کیا آپ ﷺ دنیا سے ہجرت فرما رہے ہیں۔اچھی طرح آپ ﷺ کی بات سمجھو۔آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے چھوڑ دو میں جس حال میں ہوں وہ اس حال سے اچھا ہے جس کی طرف تم بلا رہے ہو اور آپ ﷺ نے ان کو تین چیزوں کا حکم دیا۔جزیرہ عرب سے مشرکوں کو نکالو اور آنے والے وفود کو اس طرح عطا کر دو جیسے میں ان کو عطا کرتا تھا اور تیسری بھی اچھی بات تھی یا وہ آپ ﷺ نے بیان نہیں فرمائی یا فرمائی گئی ہو میں اس کو بھول گیا۔

سفیان بن عینیہ نے کہا یہ قول سلیمان بن ابی مسلم احول کا ہے۔(بخاری مترجم جلد۲' حدیث ۴۰۶ باب ۲۶۹)

نمبر ۳۷: حضور ﷺ کے امتی جنتی ہیں

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے کہا نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے جبرائیل علیہ السلام نے کہا آپ ﷺ کی امت میں سے جو شخص بھی فوت ہو جائے گا حالانکہ اس نے اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک نہ کیا ہوگا (ٹھہرایا نہ) وہ جنت میں جائے گا (یا یہ کہا) وہ جہنم میں داخل نہ ہوگا۔آپ ﷺ نے فرمایا اگر چہ اس نے زنا کیا اور چوری کی ہو۔حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا اگر چہ وہ زنا اور چوری کرے۔

(بخاری مترجم جلد۲' باب ۲۹۱' حدیث ۴۵۷)

نمبر ۳۸: حضور ﷺ نے دشمن کی طرف سے دکھ پہنچنے کے باوجود درگزر فرمایا

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک دن حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کی اور کہا کہ آپ ﷺ پر یوم احد سے کوئی دن سخت گزرا ہو۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ عقبہ کے دن سخت تکلیف پائی جبکہ ابن عبد یالیل (کنانہ) بن عبد کلال پر اپنے آپ کو پیش کیا اس نے جو میں چاہتا تھا اس کے مطابق جواب نہ دیا۔میں غمناک ہو کر آگے چل دیا۔قرن ثعالب (مکہ مکرمہ کے نزدیک ایک جگہ کا نام) کے مقام پر سر اٹھا کر اوپر دیکھتا ہوں تو مجھے بادل نظر آیا جو مجھے سایہ کیے ہوئے ہے۔اس بادل میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا تو اس نے مجھے آواز دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری قوم سے جو بات چیت ہوئی اور جو انہوں نے جواب دیا وہ سن لیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے تا کہ ان کے متعلق جو چاہیں اس کو حکم کریں تو پہاڑوں کے فرشتہ نے آواز دی اور مجھے سلام دیا۔پھر اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ان کے متعلق جو حکم چاہیں مجھے دیں میں اس کو کرنے کے لئے تیار ہوں۔ان کافروں پر دو پہاڑ اٹھا کر ان پر رکھ دوں۔یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل ان کی نسل سے ایسے لوگ پیدا فرمائے گا جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

(بخاری مترجم جلد۲' حدیث ۴۶۶' باب ۲۹۱)

نمبر ۳۹: حضور ﷺ نے جنت و دوزخ کا مشاہدہ فرمایا

ابورجاء (عمران بن ملحان) نے عمران حصین سے انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کی آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے جنت میں جھانک کر دیکھا تو میں نے اکثر جنتی فقراء دیکھے اور میں نے جہنم میں جھانک کر دیکھا تو میں نے اکثر دوزخی عورتیں دیکھیں۔(بخاری مترجم جلد۲' حدیث ۴۷۶)

Marfat.com

نمبر ۴۰: حضور ﷺ کی جنتی امت کے لوگوں کی شان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کی کہ پہلی جماعت جو جنت میں داخل ہوگی ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے اور جو لوگ ان کے بعد جائیں گے ان کے چہرے آسمان میں روشن ستارے کی طرح روشن ہوں گے۔ان کے دل ایک شخص کے دل کی طرح ہوں گے ان کا باہم نہ بغض ہوگا اور نہ حسد اور ہر آدمی کے لئے حور عین سے دو دو بیویاں ہوں گی ان کی پنڈلیوں کا مغز ہڈی اور گوشت کے اوپر دیکھا جائیگا۔(بخاری مترجم' جلد ۲' حدیث ۴۸۸) ابو حازم نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے اسی طرح حدیث ۴۸۲ میں اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح حدیث ۴۸۰ میں روایت کیا اس میں یہ زیادہ ہے کہ ان جنتیوں کو نہ قضائے حاجت ہوگی نہ تھوکیں گے نہ ناک صاف کریں گے اور ان کا پسینہ خوشبو میں مثل کستوری ہوگا۔

جنتی مومن کے لئے انعام کیا ہے

نمبر ۴۱: حضرت ابوبکر بن عبداللہ بن قیس اشعری نے اپنے والد سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نے جنت میں ایک کھوکھلے موتی کا خیمہ دیکھا جس کی آسمان کی طرف بلندی تیس (۳۰) میل ہے اور مومن کے لئے اس کے ہر کونے میں بیویاں ہیں جن کو دوسرے نہیں دیکھ سکتے۔ابو عبدالصمد (عبدالعزیز بن عبدالصمد) اور حارث بن عبیدان دونوں نے (اس اسناد کے ساتھ) ابو عمران سے (ہمام کے قول قیس (۳۰) میل کے بدل ساٹھ (۶۰) میل روایت کیا ہے۔(بخاری مترجم' جلد ۲' حدیث ۴۷۸' باب ۲۹۳)

نمبر ۴۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے فرمایا: میں نے اپنے نیکوکار بندوں کے لئے وہ چیزیں تیار کر رکھی ہیں جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھیں اور نہ ہی کسی کان نے سنی اور نہ ہی کسی بشر کے دل میں ان کا خیال گزرا اگر تم چاہو تو یہ آیت مبارکہ تلاوت کرو (اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے) تو کسی جی کو معلوم نہیں جو آنکھ کی ٹھنڈک ان کے لئے چھپا کر رکھی ہے۔(حم سجدہ' آیت ۱۷) (بخاری مترجم جلد ۲' آیت ۴۷۹' باب ۲۹۳)

نمبر ۴۳: ابو حازم نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کی۔آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں سے ستر ہزار یا سات لاکھ لوگ جنت میں جائیں گے۔ان میں سے پہلا شخص داخل نہ ہوگا یہاں تک کہ ان کا آخری شخص داخل نہ ہوگا (یعنی وہ ایک صف میں داخل ہوں گے اور ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔(بخاری مترجم جلد ۲' حدیث ۴۸۲' باب ۲۹۳)

نمبر ۴۴: حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا جنت میں رومال اس دنیا کے ریشم سے بہتر ہے

حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ ہم سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔انہوں نے کہا نبی اکرم ﷺ کے لئے ایک ریشمی جبہ بطور تحفہ بھیجا گیا حالانکہ آپ ﷺ ریشم سے منع فرماتے تھے تو لوگوں نے اس کے حسن اور ملائم ہونے پر خوشی منائی۔آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے جنت میں رومال اس ریشمی جبہ جو حسین اور نرم ہے) سے افضل ہے۔(بخاری شریف مترجم جلد ۲' آیت ۴۸۳ باب ۲۹۳) اور حضرت اسحاق نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مختصر یعنی حدیث ۴۸۳ کا آخری حصہ بیان کیا (بخاری مترجم جلد ۲' حدیث ۴۸۴)

نمبر ۴۵: اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والے کو جنت کے دروازے سے بلایا جائیگا

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ کی راہ میں جوڑا (درہم و دینار وغیرہ) خرچ کیا اس کو جنت کے دروازے سے بلایا جائے گا۔حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا۔(حدیث ۴۹۱) (دو درہم دو دینار وغیرہ)

(۴۵ الف) حضرت ابو حازم نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا۔فرمایا: جنت کے آٹھ دروازے

Marfat.com

ہیں ان میں سے ہر ایک دروازہ ریان کے نام سے ہے۔ اس میں صرف روزے دار ہی داخل ہوں گے۔ (بخاری مترجم جلد ۲ حدیث ۴۹۱ باب ۲۹۴)

نمبر ۴۶: جنت میں سایہ دار درخت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے روایت کی کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کا سایہ میں سوار ایک سو سال تک چلتا رہے گا۔ اگر تم چاہو تو آیت تلاوت مبارکہ "وظل ممدود" پڑھو۔ (سورہ واقعہ) تم میں سے کسی کمان کے برابر جنت میں جگہ ان سب سے بہتر ہے جن پر سورج طلوع ہوا یا غروب ہوا۔ (بخاری مترجم جلد ۲ حدیث ۴۸۷ باب ۲۹۳)

نمبر ۴۷: جنت کے بالا خانوں کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے راوی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جنتی اپنے اوپر کے بالا خانو میں اس طرح دیکھیں گے جیسے تم لوگ مشرق یا مغرب میں ڈوبنے والے یا چمکنے والے ستارے کو دیکھتے ہو۔ یہ ان کی فضیلت کی وجہ سے ہوگا۔ لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! یہ انبیاء کرام علیہم السلام کے منازل ہوں گے جہاں ان کے سوا اور کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ فرمایا: جی ہاں اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے وہ لوگ بھی ان منازل کو پہنچ سکیں گے جو اللہ پر ایمان لائے جیسا کہ ایمان لانے کا حق ہے اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق کی جیسا کہ تصدیق کرنے کا حق ہے۔ (بخاری مترجم جلد ۲ حدیث ۴۹۰)

نمبر ۴۸: دوزخ کا بیان

مہاجر ابوالحسن نے زید بن وہب سے سن کر اور انہوں نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے سن کر حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ انہوں نے کہا حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نماز ظہر ٹھنڈی کر کے پڑھو۔ اس لیے کہ شدت گرمی جہنم کے جوش وخروش سے ہے۔
(بخاری مترجم حدیث ۴۹۲ اور ۴۹۳ باب ۲۹۵)

نمبر ۴۹: گرمیوں میں سخت گرمی اور سردیوں میں سخت سردی کی وجہ

ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آگ نے اپنے رب کے حضور شکایت کی اور عرض کیا: میرا بعض میرے بعض کو کھا گیا تو اللہ تعالیٰ عزوجل نے اس کو دو سانس لینے کی اجازت فرمادی۔ ایک سانس سردیوں میں اور ایک سانس گرمیوں میں۔ گرمیوں جو تم سخت گرمی اور سردیوں میں جو تم سخت سردی پاتے ہو وہ اسی سبب سے ہے۔
(بخاری مترجم جلد ۲ حدیث ۴۹۴ باب ۲۹۵)

نمبر ۵۰: بخار کو پانی سے ٹھنڈا کرو

ابوجمرہ (نصر بن عمران) ضبعی نے حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کیا۔ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کی۔ فرمایا کہ بخار جہنم کے جوش سے ہے اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔
(بخاری شریف مترجم جلد ۲ حدیث ۴۹۵ تا ۴۹۸ باب ۲۹۵)

نمبر ۵۱: دنیا کی آگ دوزخ کی آگ کا سترواں حصہ ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہاری آگ (دنیا کی آگ) دوزخ کی آگ کا سترواں حصہ ہے۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ ﷺ جہنمیوں کو عذاب دینے کے لئے یہی آگ کافی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس آگ پر یہ آگ انہتر (۶۹) حصہ زیادہ کردی گئی ہے اور ان میں سے ہر حصہ میں اس کے برابر گرمی ہے۔ (بخاری مترجم جلد ۲ حدیث ۴۹۹ باب ۲۹۵)

Marfat.com

نمبر ۵۲: جو دوسروں کو اچھائی کرنے اور برائی سے روکنے کا حکم کرتا اور خود اس پر عمل نہیں کرتا

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے سن کر بیان کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا اور اس کی انتڑیاں آگ میں (پیٹ سے سیدھی ہو کر دبر کے راستہ جلدی) نکل پڑیں گی اور وہ ان کے گرد ایسے گھومے گا جیسے گدھا چکی کے ارد گرد گھومتا ہے۔ اس پر دوزخی جمع ہو جائیں گے اور کہیں گے اے فلاں تیرا کیا حال ہے۔ کیا تم ہم کو اچھائی کا حکم نہ دیتا تھا اور ہم کو برائی سے منع نہیں کرتا تھا۔ وہ شخص کہے گا میں تم کو اچھائی کا حکم دیتا تھا لیکن خود اچھا کام نہ کرتا تھا۔ تم کو برائی سے منع کرتا تھا اور خود برائی کرتا تھا اس حدیث کو غندر (محمد بن جعفر) نے شعبہ سے اور انہوں نے سلیمان الاعمش سے روایت کیا اور سلیمان الاعمش نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا (بخاری مترجم جلد ۲ حدیث ۵۰۱)

نمبر ۵۳: شیطان لعین کے متعلق حضور نبی کریم ﷺ کے ارشادات

(بخاری شریف جلد ۲ باب ۲۹۶) شیطان رات کو آدمی کو سونے کے لئے کہتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شیطان تم میں سے ہر ایک کی گدی پر تین گرہ لگاتا ہے جبکہ وہ سو رہا ہوتا ہے اور ہر گرہ پر پھونک مارتا ہے۔ ابھی رات بہت لمبی ہے اپنے بستر پر سوئے رہو۔ اگر وہ آدمی بیدار ہو اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے۔ اگر اس نے وضو کیا تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے اگر وہ نماز ادا کرے تو ساری گرہیں کھل جاتی ہیں اور صبح ہشاش بشاش اور پاکیزہ نفس ہوتا ہے ورنہ خبیث النفس اور سست ہوتا ہے۔

(بخاری حدیث ۵۰۳ جلد دوم)

نمبر ۵۴: شیطان آدمی کے کان میں پیشاب کرتا ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک شخص کا ذکر کیا گیا کہ وہ پوری رات سوتا ہے یعنی صبح تک۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ وہ شخص ہے جس کے دونوں کانوں یا ایک کان میں شیطان نے پیشاب کیا ہے۔ (بخاری حدیث ۵۰۴ جلد دوم)

نمبر ۵۵: شیطان آدمی کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کسی کے پاس شیطان آتا ہے اور کہتا ہے فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا حتیٰ کہ وہ کہتا ہے تیرے رب کو کس نے پیدا کیا ہے۔ جب یہاں تک وسوسہ پہنچ جائے تو وہ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگے اور اس خیال سے باز آ جائے۔ (بخاری حدیث ۵۰۸ جلد دوم)

نمبر ۵۶: رمضان شریف میں شیطان کو قید کر دیا جاتا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب رمضان المبارک آ جاتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطان کو پابند سلاسل کر دیا جاتا ہے۔ (حدیث بخاری ۵۱۰ جلد دوم)

نمبر ۵۷: رات کا اندھیرا ہو جائے تو اپنے بچوں کو باہر جانے سے روک دو

عطا بن جابر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب رات تاریک ہو جائے یا رات کا اندھیرا ہو جائے تو اپنے بچوں کو باہر جانے سے روکو کیونکہ اس وقت شیطان پھیل جاتے ہیں اور جب رات کا کچھ حصہ گزر جائے تو ان کو چھوڑ دو اور اپنا دروازہ بند کرو اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر چراغ بجھاؤ اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر مشکیزہ کا منہ بند کرو اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھانے پینے والے برتنوں کو ڈھانپ دو اگر (تجھ پر ڈھانپنے کی قدرت نہ ہو) تو ان پر عرضاً کوئی لکڑی وغیرہ رکھ دو (بخاری حدیث ۵۱۲ جلد دوم)

Marfat.com

نمبر ۵۸: شیطان نماز میں آدمی کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب نماز کی ندا (اذان) کی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ دے کر بھاگ جاتا ہے تو اس کے لئے گوز کرنا ہوتا ہے (یعنی وہ گوز کرتا ہے) جب اذان ختم ہو جاتی ہے پھر آ جاتا ہے اور جب تکبیر کہی جائے تو پھر بھاگ جاتا ہے اور جب تکبیر ختم ہو جائے تو پھر آ جاتا ہے اور نمازی کے دل میں وسوسے اور خیالات ڈالتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں چیز یاد کرو فلاں چیز یاد کرو یہاں تک نمازی کو معلوم نہیں رہتا کہ اس نے تین رکعت پڑھیں یا چار اور نمازی کو معلوم نہ ہو کہ تین رکعت پڑھیں یا چار تو وہ دو سجدے سہو کے ادا کرے۔ (جلد ۲' بخاری حدیث ۵۱۷)

نمبر ۵۹: شیطان سے بچنے کے لئے دعا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے دن میں سو مرتبہ یہ کلمات کہے: "لاالٰہ الا اللہ وحدہ لا شریك لہ لہ الملك ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر" یہ کلمات اس کے لئے دس غلام آزاد کرنے کے برابر ہوں گے اور اس کے لئے سو نیکی لکھی جائے گی اور اس سے سو گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور وہ شام تک سارا دن شیطان سے محفوظ رہتا ہے اور جو عمل وہ کر رہا ہے اس سے افضل عمل کوئی نہیں لاسکتا ہاں اگر کوئی پہلے عمل سے زیادہ عمل کرے تو اس کو زیادہ ثواب ہوگا۔ (بخاری حدیث ۵۲۶' جلد دوئم)

نمبر ۶۰: شیطان آدمی کے ناک کی جڑ میں رہتا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جب کوئی نیند سے بیدار ہو تو وضو کرے تو تین بار ناک میں پانی ڈال کر صاف کرے کیونکہ شیطان اس کی ناک کی جڑ میں رہتا ہے۔ (بخاری حدیث' جلد ۲' ۵۲۸)

نمبر ۶۱: بیوی کے پاس جاتے وقت شیطان سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی جب اپنی بیوی کے پاس آئے تو کہے اے اللہ! مجھے شیطان سے دور کر اور شیطان کو اس سے دور کر جو تو ہمیں اولاد دے اور اگر ان کے ہاں بچہ پیدا ہو تو شیطان اس کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور نہ ہی اس سے قابو پا سکے گا۔ (بخاری حدیث ۵۱۵' جلد ۲)

نمبر ۶۲: نماز میں ادھر ادھر دیکھنے سے شیطان نماز اچک لیتا ہے

حضرت مسروق سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے نبی اکرم ﷺ سے آدمی کے نماز میں دائیں بائیں دیکھنے کے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''نماز میں (ادھر ادھر دیکھنا) اچک لینا ہے۔ شیطان تم میں سے کسی ایک کی نماز اچک لیتا ہے''۔ (بخاری حدیث' جلد ۲' ۵۲۳)

نمبر ۶۳: مسلمانوں کا بہترین مال بکریاں ہیں۔ عنقریب مسلمان اپنا دین بچانے کیلئے بکریوں کو لیکر پہاڑوں کی چوٹی پر چلا جائے گا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عنقریب آدمی کا بہترین مال بکریاں ہونگی وہ ان کو لے کر پہاڑوں کی چوٹیوں اور جنگلوں میں چلا جائے گا اور وہ فتنوں سے بچنے کے لئے اپنے دین کی سلامتی کے واسطے دور بھاگ جائیگا۔ (بخاری شریف مترجم جلد ۲' باب ۲۹۹' حدیث ۵۳۱)

نمبر ۶۴: پانچ موذی جانور ہیں جن کو حرم میں بھی قتل کر دیا جائے

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پانچ جانور موذی ہیں۔ ان کو حرم میں بھی قتل کر

Marfat.com

دیا جائے۔ وہ چوہا، بچھو، چیل، کوا اور باؤلا کتا ہیں۔ (بخاری مترجم جلد ۲، حدیث ۵۴۳، باب ۳۰۰)

نمبر ۶۵: اگر مکھی کسی کے مشروب میں گر جائے تو اس کو اسی میں ڈبو دو کیونکہ اس کے ایک پر میں بیماری اور دوسرے پر میں شفا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کے مشروب میں مکھی گر جائے تو اس کو اس مشروب میں ڈبو دو پھر اس کو باہر نکال کر پھینک دو کیونکہ اس کے ایک پر میں بیماری ہے اور دوسرے پر میں شفا ہے۔ (بخاری مترجم، جلد ۲، حدیث ۵۴۹، باب ۳۰۱)

نمبر ۶۶: جس گھر میں کتا اور تصویر ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس گھر میں کتا یا تصویر ہو اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے (بخاری مترجم جلد ۲، حدیث ۵۵۱، باب ۳۰۱) اور دوسری حدیث ۵۵۲ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کتے کو مارنے کا حکم دیا ہے اور حدیث ۵۵۳ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جس نے کتا پالا، روزانہ اس کے عمل سے ایک قیراط کم ہو جاتا ہے۔ ہاں جو کتا کھیتی باڑی، مویشیوں کی حفاظت کے لئے ہو (اس میں کوئی حرج نہیں، مترجم)

نمبر ۶۷: عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے

حضور ﷺ کی آزمائش ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ام سلیم نے کہا: یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے میں حیا نہیں کرتا۔ کیا عورت کو بھی جب احتلام ہو جائے تو اس پر غسل واجب ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں، جب وہ پانی دیکھے تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہنس پڑیں اور عرض کیا: عورت کو احتلام ہوتا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو بچہ اس کے مشابہ کیسے ہوتا ہے (یعنی اگر عورت کا نطفہ نہیں تو پھر کونسا سبب ہے کہ بچہ اس کے مشابہ ہوتا ہے مراد یہ ہے کہ مرد کی طرح عورت کا بھی نطفہ ہے۔ (بخاری مترجم جلد ۲، حدیث ۵۵۷، باب ۳۰۳) اور دوسری حدیث ۵۵۸ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا عبداللہ بن سلام کو حضور ﷺ کے مدینہ منورہ تشریف لانے کی خبر پہنچی تو وہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں آپ ﷺ سے تین چیزوں کا سوال کرنے والا ہوں جن کو سوائے نبی کے کوئی نہیں جانتا۔ (۱) قیامت کی پہلی نشانی کیا ہے (۲) اہل جنت کا پہلا طعام کیا ہے جو وہ کھائیں گے (۳) اور کس لئے بچہ اپنے والد کے مشابہ ہوتا ہے اور کس طرح اپنے ننہال کے مشابہ ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے جبرائیل علیہ السلام نے ابھی ابھی خبر دی ہے تو عبداللہ بن سلام نے کہا یہ تو فرشتوں میں سے یہود کا دشمن ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (۱) قیامت کی پہلی نشانی آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کو اٹھا لے جائے گی۔ (۲) پہلا کھانا جو اہل جنت کھائیں گے۔ وہ دل کے ساتھ متعلقہ تنہا ایک ٹکڑا ہے جو نہایت ہی لذیذ ہوتا ہے۔ (۳) اور بچہ میں مشابہت اس لئے ہوتی ہے کہ مرد جب عورت سے جماع کرتا ہے اور اس کا نطفہ عورت کے نطفہ سے پہلے رحم میں چلا جائے تو بچہ اس (والد) کے مشابہ ہوتا ہے اور اگر عورت کا نطفہ پہلے گر جائے تو بچہ عورت کے مشابہ ہوتا ہے۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں پھر وہ مسلمان ہو گیا۔ اس حدیث مبارکہ سے آپ ﷺ کے علم غیب کے متعلق گواہی سچی ثابت ہوتی ہے۔

نمبر ۶۸: عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کے لئے فرمان رسول اللہ ﷺ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو کیونکہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور بلاشبہ پسلی میں سب سے زیادہ ٹیڑھی اوپر والی پسلی ہے۔ اگر تم اس کو سیدھا کرنے لگو گے تو توڑ دو گے (یعنی معاملہ طلاق تک پہنچ جائے گا) اور اگر اسے چھوڑ دو گے تو وہ ٹیڑھی ہی رہے گی اس لئے تم عورتوں کے حق میں میری وصیت قبول کرو یعنی ان سے اچھا سلوک کرو۔

(بخاری مترجم جلد ۲، باب ۳۰۳، حدیث ۵۶۰)

Marfat.com

نمبر ۶۹: جو مقدر میں لکھا جا چکا ہے وہ ہی ہوتا ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور آپ صادق و مصدوق ہیں۔ تم میں سے ہر ایک کی پیدائش ماں کے بطن میں چالیس دن میں مکمل ہو جاتی ہے پھر اتنی مدت میں خون جم جاتا ہے۔ پھر اتنے ہی عرصہ میں گوشت کا لوتھڑا (ٹکڑا) بن جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کے پاس فرشتے کو چار باتوں کا حکم دے کر بھیجتا ہے اور وہ فرشتہ اس کا عمل' موت' رزق اور اس کا نیک یا بد ہونا لکھ دیتا ہے۔ پھر اس میں روح پھونک دی جاتی ہے۔ لہٰذا کوئی شخص دوزخیوں کے عمل جیسا عمل کرتا ہے حتیٰ کہ اس کے دوزخ کے درمیان ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس پر لکھا ہوا سبقت لے جاتا ہے تو وہ جنت والوں کے عمل کرنے لگتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص جنت والوں جیسے عمل کرتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے اور اس کا لکھا ہوا (مقدر) اس پر سبقت لے جاتا ہے اور وہ دوزخیوں کے عمل جیسے عمل کرنے لگتا ہے اور وہ دوزخ میں چلا جاتا ہے۔ (بخاری مترجم' جلد ۲' حدیث ۵۶۱' باب ۳۰۳)

نمبر ۷۰: سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی فضیلت' سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ دوسرا نکاح نہیں کر سکتے

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں ابوجہل کی لڑکی (جویریہ یا جمیلہ) سے منگنی کی تو حضور ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر لوگوں کو خطبہ دیا۔ میں نے اس منبر شریف پر اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کو لوگوں کو خطبہ دیتے سنا اور میں اس وقت بالغ تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا مجھ سے ہے اور مجھے اندیشہ ہے اس کے دین میں فتنہ برپا کیا جائے گا (آپ ﷺ کی مراد ہے بسبب غیرت وہ صبر نہ کر سکے گی) پھر آپ ﷺ نے بنی عبد شمس سے اپنے داماد (ابوالعاص بن ربیع بن عزیٰ بن عبد شمس رضی اللہ عنہ) کا ذکر کیا اور اس کی دامادی کی تعریف کی اور فرمایا اس نے مجھ سے جو بات کی سچی کی جو وعدہ کیا وہ پورا کیا اور میں حلال چیز کو حرام اور حرام چیز کو حلال نہیں کرتا لیکن اللہ کی قسم اللہ کے رسول ﷺ کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک ساتھ جمع نہ ہو سکیں گی۔

(بخاری جلد دوئم مترجم حدیث ۳۵۳)

نمبر ۷۱: لونڈی سے کام کروانے سے بہتر ہے کہ ۳۳ بار سبحان اللہ ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر سونے کے وقت پڑھا جائے

اور اس بات کی دلیل کہ مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ رسول اللہ ﷺ کو درپیش واقعات و حادثات اور مساکین کی ضرورت پوری کرنے کے لئے (اور ان میں سے) اہل صفہ اور بیواؤں کو اختیار کرنا۔ جب سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ سے آٹا گوندھنے' چکی پیسنے اور پانی بھرنے کی شکایت کی اور سوال عرض کیا کہ ان کو قیدیوں میں سے کوئی خادم عطا کریں تو آپ ﷺ نے ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا۔

شعبہ نے کہا مجھے حکم بن عینیہ نے خبر دی۔ انہوں نے کہا ابن ابی لیلیٰ (عبدالرحمن) سے سنا کہ ہم سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے چکی پیسنے کی تکلیف کی شکایت کی اور آپ رضی اللہ عنہا کو خبر پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس قیدی آئے ہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کے پاس اس حال میں آئیں کہ آپ ﷺ سے خادم کا سوال کریں گی اور انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو نہ پایا تو انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس کا ذکر کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو ام المومنین رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ سے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا معاملہ ذکر کیا۔ نبی اکرم ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے جبکہ ہم بستروں میں جا چکے تھے۔ ہم کھڑے ہونے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے بستروں میں بیٹھے رہو۔ آپ ﷺ ہمارے درمیان بیٹھ گئے حتیٰ کہ ہمارے بستروں میں تشریف لے آئے تو میں نے آپ ﷺ کے قدموں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں تم کو اس سے بہتر چیز کی رہنمائی نہ کروں جس کا تم نے مجھ سے سوال کیا ہے۔ جب تم اپنے بستروں میں داخل ہو تو چونتیس ۳۴ دفعہ اللہ اکبر اور تینتیس ۳۳ دفعہ الحمد للہ اور تینتیس بار سبحان اللہ کہہ لیا

Marfat.com

کرو۔ پس بلاشبہ جس کا تم نے مجھ سے سوال کیا ہے' اس سے بہتر ہے۔ (بخاری شریف' جلد دوئم' مترجم حدیث ۳۵۵)

نمبر ۱۷ الف: حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے اپنے بعد شرک کا خوف نہیں

اور جنگ احد کے شہداء پر نماز جنازہ پڑھی۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک دن باہر تشریف لائے اور آپ ﷺ نے جنگ احد کے شہداء پر اس طرح نماز جنازہ پڑھی جیسے میت پر نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔ پھر آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے (منبر پر خطبہ دیتے) فرمایا: میں تمہارا مقدمہ ہوں (آگے جا کر انتظام کرنے والا) اور میں تم پر گواہ ہوں اور میں اللہ کی قسم اب اپنے کوثر کو دیکھ رہا ہوں اور میں یقیناً زمین کے خزانوں کی کنجیاں دیا گیا ہوں اور اللہ کی قسم مجھے اپنے بعد تمہارے شرک کا خوف نہیں۔ صرف خوف اس بات کا ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرنے لگو گے۔ (صحیح بخاری مترجم جلد دوئم' باب ۳۸۱' حدیث ۸۰۹)

نمبر ۲۷: کسی شخص کو ناحق قتل کرنے کا گناہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب بھی کوئی نفس ناحق قتل کیا جاتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے (قابیل) پر اس کے خون سے حصہ ہوتا ہے (یعنی گناہ) کیونکہ قابیل وہ پہلا آدمی ہے جس نے طریقہ قتل نکالا۔

(بخاری مترجم جلد ۲' حدیث ۵۶۴' باب ۳۰۳)

نمبر ۳۷: تمام روحیں جمع شدہ لشکر تھیں

تمام ارواح جمع شدہ لشکر تھیں۔ لیث (بن سعد) نے یحییٰ بن سعید انہوں نے عمرۃ (بنت عبدالرحمٰن) سے انہوں نے سیّدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ انہوں نے کہا میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ عالم ارواح میں جن کو باہم آشنائی ہوئی۔ دنیا میں آنے کے بعد ان کے درمیان الفت رہی اور جن سے عالم ارواح میں بیگانگی رہی۔ دنیا میں آنے کے بعد ان کے درمیان اختلاف رہا۔ یحییٰ بن ایوب نے کہا مجھ سے یحییٰ بن سعید نے اس کی مثل حدیث بیان کی۔ (بخاری جلد ۲' باب ۳۰۴ حدث ۵۶۵)

نمبر ۴۷: دجال کانا ہے وہ اپنے ساتھ جنت اور دوزخ کی شبیہ لائیگا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تم کو دجال کے متعلق ایسی بات نہ بتاؤں کہ کسی نبی نے اپنی قوم کو وہ بات نہیں بتائی (وہ بات یہ ہے) دجال کانا ہے۔ وہ اپنے ساتھ جنت اور دوزخ کی شبیہ لائے گا اور جس کو وہ جنت کہے وہ جہنم ہوگی اور میں تمہیں اس سے ڈراتا ہوں جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اس سے ڈرایا۔ (بخاری شریف' جلد ۲' حدیث ۵۶۶' باب ۳۰۵)

نمبر ۵۷: حضور ﷺ اور آپ کی امت پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کی تبلیغ کرنے کی گواہی دینگے جو قبول کی جائے گی

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (قیامت کے دن) حضرت نوح علیہ السلام اور اس کی امت آئے گی تو اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام سے فرمائے گا کیا تم نے میرے احکام پہنچا دیئے تھے۔ آپ عرض کریں گے۔ جی ہاں اے میرے رب! پھر اللہ تعالیٰ عزوجل ان کی امت سے فرمائے گا کیا حضرت نوح علیہ السلام نے تمہیں میرے احکام پہنچائے۔ وہ کہیں گے نہیں ہمارے پاس کوئی نبی ہی نہیں آیا تو اللہ تعالیٰ عزوجل حضرت نوح علیہ السلام سے فرمائے گا۔ تمہاری گواہی کون دے گا (کہ تم نے اپنی قوم (امت) کو تبلیغ کی ہے) حضرت نوح علیہ السلام عرض کرینگے۔ محمد ﷺ اور ان کی امت۔ لہٰذا ہم گواہی دینگے کہ تحقیق حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی امت کو تبلیغ کی تھی۔ اللہ تعالیٰ ''جل ذکرہٗ'' کے قول سے مراد یہی ہے اور یہ بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں سب امتوں میں افضل کیا کیونکہ تم لوگوں پر گواہ ہو (سورہ بقرۃ' آیت ۱۴۳) اور ''وسط'' بمعنی عدل ہے (یعنی درمیانی اور افضل) (بخاری مترجم جلد ۲' باب ۳۰۶ حدیث ۵۶۷)

Marfat.com

نمبر ۷۶: حضور ﷺ قیامت کے دن گناہگار لوگوں کی شفاعت کرینگے اور اللہ تعالیٰ آپ کی شفاعت کو قبول فرمائیں گے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک ضیافت میں ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے اور آپ ﷺ کو بکرے کی دستی کا گوشت پیش کیا گیا اور دستی کا گوشت آپ کو بہت پسند تھا۔ اپنے سامنے والے دانتوں سے نوچ کر کھانے لگے اور فرمایا: میں قیامت کے دن لوگوں کا سردار ہوں گا کیا تم اس کی وجہ جانتے ہو۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اولین اور آخرین کو ایک مقام پر جمع کرے گا۔ دیکھنے والا ان کو دیکھے گا۔ اور پکارنے والا ان کو اپنی آواز سنائے گا اور سورج بالکل ان کے قریب ہوگا اور بعض لوگ کہیں گے کیا نہیں دیکھتے کہ تم کس حال میں ہو اور تمہیں کتنی تکلیف پہنچی ہے کیا تم ایسے شخص کو نہیں دیکھتے جو اللہ تعالیٰ عزوجل کے پاس تمہاری شفاعت کرے۔ پھر وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے اے حضرت آدم علیہ السلام آپ سب اولاد بشر کے باپ ہیں۔ اللہ تعالیٰ عزوجل کے پاس ہماری شفاعت فرمائیں۔ کیونکہ آپ دیکھ رہیں ہم کو کتنی تکلیف ہوتی ہے تو حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے۔ میرا رب ایسا غضبناک ہے کہ اس سے قبل کبھی اتنا غضبناک نہ ہوا اور نہ ہی بعد میں اتنا غضبناک ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے درخت ممنوعہ سے منع فرمایا اور میں نے اس کی نافرمانی کی صرف میری جان ہی اس کی مستحق ہے کہ اس کی شفاعت کی جائے گی کسی دوسرے کے پاس جاؤ۔ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔ وہ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور آپ سے شفاعت کرنے کے لئے عرض کریں گے۔ آپ فرمائیں گے کہ میرا رب آج کے دن اتنا غضبناک ہے کہ اس کی مثل پہلے اتنا غضبناک نہ تھا۔

اس کے بعد بھی اتنا غضبناک نہ ہوگا تو صرف میری جان ہی مستحق ہے کہ اس کی شفاعت کی جائے۔ تم سب نبی الانبیاء ﷺ کے پاس جاؤ۔ وہ لوگ آپ ﷺ کے حضور آئیں گے اور میں عرش کے نیچے سجدہ ریز ہوں گا۔ کہا جائے گا اے محمد ﷺ! سجدے سے سر اٹھایئے اور شفاعت کیجئے اور آپ ﷺ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور آپ جو چاہیں گے دیا جائے گا۔ محمد بن عبید اللہ نے کہا میں تمام حدیث کو یاد نہ رکھ سکا۔

(بخاری مترجم جلد ۲ حدیث ۵۶۸ باب ۳۰۶)

نمبر ۷۷: حضرت الیاس علیہ السلام ہی حضرت ادریس علیہ السلام ہیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے اور بے شک الیاس پیغمبروں سے ہیں جب اس نے اپنی قوم سے فرمایا کیا تم ڈرتے نہیں۔ کیا بعل کو پوجتے ہو اور چھوڑتے ہو سب سے اچھا پیدا کرنے والے اللہ تعالیٰ کو جو رب ہے تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادا کا۔ پھر انہوں نے اسے جھٹلایا تو وہ ضرور پکڑے آئیں گے مگر اللہ کے چنے ہوئے بندے اور ہم نے پچھلوں میں ان کی ثناء باقی رکھی'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ان کو اچھائی سے یاد کیا جائے گا'' سلام ہو الیاس پر بے شک ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوکاروں کو بے شک وہ ہمارے اعلیٰ درجے کے کامل الایمان بندوں میں سے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضرت الیاس علیہ السلام ہی حضرت ادریس علیہ السلام ہیں۔

(سورہ الصافات' آیت ۱۲۳ تا ۱۳۲) بخاری شریف جلد ۲' باب ۳۰۷)

نمبر ۷۸: معراج شریف کی رات آسمانوں پر انبیاء کرام علیہم السلام نے حضور ﷺ کا استقبال کن الفاظ میں کیا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب آسمان دنیا پر میں اور جبرائیل علیہ السلام پہنچے دیکھا ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اس کے دائیں بائیں کچھ اشخاص تھے جب وہ دائیں طرف دیکھتے تو ہنس پڑتے اور جب بائیں طرف دیکھتے تو رونے لگتے اس نے کہا اے صالح نبی اے صالح بیٹے خوش آمدید۔ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا: یہ کون شخص ہے؟ جبرائیل نے کہا: یہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں ان کے دائیں بائیں اشخاص ان کی اولاد کی روحیں ہیں۔ دائیں جانب والے جنتی ہیں اور بائیں والے دوزخی جب یہ دائیں جانب دیکھتے ہیں تو ہنستے ہیں اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں تو روتے ہیں۔ پھر جبرائیل مجھے ساتھ لے کر

Marfat.com

دوسرے آسمان پر آئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا کہ آپ ﷺ نے آسمانوں میں حضرت ادریس' حضرت موسیٰ' حضرت عیسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کو دیکھا اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے ان انبیاء کرام کے منازل بیان نہیں کئے کہ وہ کیسے ہیں۔ سوائے اس کے انہوں نے یہ ذکر کیا کہ آپ ﷺ نے آسمان دنیا پر حضرت آدم علیہ السلام کو پایا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چھٹے آسمان میں پایا اور جب آپ ﷺ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو انہوں نے کہا اے صالح نبی' اے صالح بھائی خوش آمدید! پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو انہوں نے کہا خوش آمدید اے صالح نبی! اے صالح بھائی اسی طرح جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو انہوں نے کہا خوش آمدید اے صالح نبی! اے صالح بھائی! پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو انہوں نے کہا: اے صالح نبی اے صالح بیٹے! خوش آمدید۔ حدیث شریف کی تفصیل لمبی ہے میں نے (مؤلف) مختصر ہی لکھی ہے اور مقصد یہ ہے کہ اس سے پہلے مذکورہ حدیث میں حضرت ادریس علیہ السلام کو الیاس کہا گیا ہے ان کو حضرت الیاس علیہ السلام کہنے والے اس حدیث سے اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آپ ﷺ کو خوش آمدید کہتے وقت یہ کہا اے صالح نبی اے صالح بیٹے باقی سب نے کہا اے صالح نبی' اے صالح بھائی چونکہ آپ ﷺ حضرت آدم و ابراہیم علیہما السلام کی اولاد سے ہیں اس لئے انہوں نے کہا اے صالح بیٹے باقی انبیاء کرام آپ کے آباؤ اجداد میں نہیں ہیں اس لئے انہوں نے کہا اے صالح بھائی۔ لہٰذا حضرت ادریس علیہ السلام نے بھی یہی کہا اے صالح بھائی اس لئے حضرت ادریس علیہ السلام آپ ﷺ جد امجد نہیں ہیں بلکہ یہی حضرت الیاس ہیں۔ یہ حدیث مبارکہ کئی جگہ مختلف راویوں سے تفصیلاً روایت کی گئی جیسا کہ اس سے قبل بھی اس کتاب میں بیان ہو چکی ہے۔

(بخاری شریف مترجم جلد ۲' باب ۳۰۸' حدیث ۵۷۰)

نمبر ۷۹: سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان عظمت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ جس نے ہر چیز میں سے جوڑا (یعنی دو درہم' دو دینار اور گھوڑے وغیرہ) اللہ کی راہ میں خرچ کیا (قیامت کے دن) اس کو (آٹھ جنت کے دروازوں کے) فرشتے بلائیں گے۔ اے فلاں ادھر آ جاؤ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا پھر ایسے شخص کو ہلاکت کا کیا خطرہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں یقین رکھتا ہوں کہ تم ان لوگوں میں سے ہو۔ (بخاری مترجم جلد ۲' حدیث ۴۵۱' باب ۲۹۱)

نمبر ۸۰: سیّدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان عظمت

حضرت ابوسلمہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کی۔ آپ ﷺ نے ام المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا یہ جبرائیل علیہ السلام تجھے سلام کہتے ہیں تو ام المومنین نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے جواب میں کہا وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' یارسول اللہ ﷺ آپ وہ دیکھتے ہیں جو میں نہیں دیکھتی یعنی نبی اکرم ﷺ فرشتے کو دیکھتے ہیں اور جو آپ ﷺ کے ساتھ ہوتے ہیں اور میں نہیں دیکھ سکتی۔ (بخاری مترجم جلد ۲' حدیث ۴۵۲' باب ۲۹۱)

نمبر ۸۱: سیدنا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شان عظمت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا ایک دفعہ میں نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھا تھا جبکہ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک بار میں محوخواب تھا اور میں نے اپنے آپ کو جنت میں دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں ایک عورت محل کے ایک جانب وضو کر رہی ہے تو میں نے کہا یہ محل کس کا ہے جواب دیا گیا یہ محل حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہے تو میں نے ان کی غیرت کو یاد کیا تو میں پیچھے کی طرف واپس آ گیا۔ حضرت عمر فاروق رونے لگ گئے اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا میں آپ ﷺ پر غیرت کر سکتا ہوں۔ (بخاری مترجم جلد ۲' حدیث ۴۷۷)

Marfat.com

نمبر۸۲: شیطان حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ڈر کر بھاگ جاتا ہے

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بارگاہ نبوی میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی اور آپ ﷺ کے حضور قبیلہ قریش کی چند عورتیں با آواز بلند گفتگو کر رہی تھیں اور وہ نبی اکرم ﷺ سے زیادہ گفتگو کی طالب تھیں (اور بعض روایات میں ہے کہ وہ زیادہ عطا کی خواہشمند تھیں)۔ انہوں نے جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اجازت طلب کرتے سنا۔ کھڑی ہو گئیں اور پھر چلی گئیں۔ حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اجازت فرمائی حالانکہ آپ ﷺ تبسم فرما رہے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ کو کس نے ہنسایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں ان عورتوں پر تعجب ہوں جو میرے پاس تھیں (کہ وہ بلند آواز سے باتیں کر رہی تھیں) جب انہوں نے تمہاری آواز سنی تو وہ جلدی سے پردہ میں چلی گئیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ آپ اس کے زیادہ لائق تھے کہ وہ آپ ﷺ سے ڈریں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اپنی جانوں کی دشمن کیا تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول اللہ ﷺ سے نہیں ڈرتیں۔ عورتوں نے کہا جی ہاں آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے زیادہ سخت مزاج ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اے عمر رضی اللہ عنہ کسی بھی راستے میں چلتے ہوئے اگر شیطان تمہارے سامنے آ جائے تو اسے چھوڑ کر دوسرے راستہ سے بھاگ جائے گا (یعنی وہ تم سے ڈر کر بھاگ جاتا ہے) اور عورتوں سے مراد امہات المومنین ازواج مطہرات سید الانبیاء ﷺ ہیں۔ (بخاری حدیث ۵۲۷ جلد ۲)

نمبر۸۳: جو شخص حضور ﷺ کے فیصلے کو نہیں مانتا وہ مومن نہیں بلکہ منافق ہے اس کا حلیہ بھی بیان کیا گیا ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ سے راوی ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں بادصبا کے ساتھ مدد کیا گیا ہوں اور قوم عاد پچھم ہوا سے ہلاک کی گئی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا محمد بن کثیر نے سفیان ثوری سے انہوں نے اپنے باپ (سعید بن مسروق بن حبیب ثوری کوفی) سے انہوں نے ابو نعم سے انہوں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کو نبی اکرم ﷺ کے پاس سونے کا ایک ٹکڑا دے کر بھیجا تو آپ ﷺ نے اس کو چار آدمیوں میں تقسیم کر دیا۔

(۱) قرع بن حابس حنظلی پھر مجاشعی

(۲) عینیہ بن بدر فزاری

(۳) زید (الخیر) طائی پھر وہ بنی نبھان میں سے ایک زمانہ جاہلیت میں ان کا نام زید الخیل تھا۔ آپ ﷺ نے اس کو خیر سے تبدیل فرمایا۔

(۴) علقمہ بن علاثہ عامری پھر وہ بنی کلاب میں سے ایک قریش اور انصار (اس تقسیم کی وجہ سے) ناراض ہوئے اور کہا نبی اکرم ﷺ نجد کے سرداروں کو دیتے ہیں اور ہمیں نہیں دیتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں تو صرف تالیف قلوب کے لئے دیتا ہوں۔ اتنے میں ایک آدمی ذو الخویصرہ (وقوص بن زہیر) آیا جس کی آنکھیں اندر دھنسی ہوئی تھیں۔ رخسار ابھرے ہوئے تھے۔ پیشانی آگے نکلی ہوئی تھی۔ جس کی داڑھی گھنی اور سر منڈا ہوا (ٹنڈ) تھا۔ اس نے کہا اے محمد ﷺ اللہ سے ڈر۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میں نے اللہ عزوجل کی نافرمانی کی تو کون اس کی تابعداری کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے تو مجھے اہل زمین کا امین بنایا ہے لیکن تم مجھے امین نہیں سمجھتے۔ آپ ﷺ سے ایک شخص نے اس کے قتل کرنے کی اجازت طلب کی۔ میرے گمان میں وہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے تو آپ ﷺ نے اس کو قتل کرنے سے منع کر دیا اور جب وہ شخص واپس ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس شخص کی نسل میں یا فرمایا اس کے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو قرآن کی تلاوت کریں گے لیکن وہ ان کے حلق کے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے (صاف بلا خون) نکل جاتا ہے۔ وہ اہل اسلام کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دینگے اور اگر میں ان کو پاتا تو قوم عاد کی طرح ان کو قتل کر دیتا۔ (بخاری مترجم جلد ۲ باب ۳۱۰ حدیث ۵۷۱)

Marfat.com

نمبر۸۴: جہنمی لوگ کون اور کتنے ؟

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے راوی ہیں۔آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے آدم علیہ السلام! حضرت آدم علیہ السلام عرض کریں گے میں تمہاری اطاعت و پیروی کے لئے بار بار حاضر ہوں اور بھلائی تیرے ہی قبضہ قدرت میں ہے تو اللہ تعالیٰ عزوجل فرمائے گا جو آگ میں بھیجے گئے ہیں ان کو نکالو۔ حضرت آدم علیہ السلام عرض کریں گے کہ جہنم میں بھیجے جانے والوں کی تعداد کتنی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ہر ہزار میں سے نوسو ننانوے تو اس وقت (یعنی اللہ تعالیٰ کا حضرت آدم علیہ السلام کو فرمانا کہ جہنم میں بھیجے گئے لوگ نکالو) خوف اور شدت کی وجہ سے بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور ہر حاملہ عورت اپنے حمل کو وضع کر دے گی اور تو لوگوں کو بے ہوش دیکھے گا اور وہ بے ہوش نہیں ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت ہوگا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ ہم سے وہ ایک کون ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہیں بشارت ہو کہ شان یہ ہے کہ تم میں سے ایک آدمی اور یاجوج ماجوج میں سے ایک ہزار ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ تم اہل جنت کے چوتھائی ہو گے (اس بشارت عظیم کی خوشی میں) ہم نے اللہ اکبر کہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے یقین ہے تم اہل جنت کے نصف ہوں گے پھر ہم نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم لوگوں میں سفید بیل کی جلد میں مثل سیاہ بال ہو یا کالے بیل کے چمڑا پر سفید بال کی مثل۔ (بخاری شریف مترجم جلد۲' باب ۳۱۲' حدیث ۵۷۵)

نمبر۸۵: سب سے زیادہ مکرم کون ہے؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا گیا لوگوں میں سے سب سے زیادہ مکرم کون ہے۔ فرمایا: ان میں سے زیادہ مکرم وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔ انہوں نے عرض کیا: یا نبی اللہ ﷺ ہم نے اس کے متعلق دریافت نہیں کیا۔ پھر فرمایا: لوگوں میں سب سے زیادہ مکرم و معظم حضرت یوسف علیہ السلام ہیں جو اللہ کے نبی ہیں ان کا باپ بھی نبی ان کا دادا بھی نبی ان کا پڑدادا بھی نبی جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا: ہم نے اس کے متعلق دریافت نہیں کیا۔ پھر فرمایا: عرب خاندان (یعنی ان کے اصول کے متعلق) سے متعلق پوچھتے ہو۔ عرض کیا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جو زمانہ جاہلیت میں بہتر تھے وہ زمانہ اسلام میں بھی بہتر ہیں جبکہ وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں۔ یہی حدیث مختلف اشخاص نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہے۔ (حدیث ۶۱۰ اور ۶۱۱) (بخاری مترجم جلد۲' باب ۳۱۸ حدیث ۶۰۱) سے روایت کیا ہے۔

نمبر۸۶: حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق فرمان رسول اللہ ﷺ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ سے راوی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کریم بن کریم بن کریم بن کریم (یعنی) حضرت یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن حضرت ابراہیم علیہم الصلوٰت والتسلیمات۔ (بخاری مترجم جلد۲' باب ۳۲۲' حدیث ۶۰۹)

نمبر۸۷:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے۔ بے شک وہ کسی مضبوط رکن سے پناہ کے طلبگار تھے۔ جتنی مدت حضرت یوسف علیہ السلام قید خانہ میں رہے اگر میں اتنی مدت قید خانہ میں رہتا تو مجھے بلانے والا آتا تو میں ضرور اس کی دعوت کو قبول کر لیتا۔ (بخاری مترجم جلد۲' حدیث ۶۱۵' باب ۳۲۵)

آپ ﷺ نے از راہ شفقت حضرت یوسف علیہ السلام کی تعریف فرمائی کیونکہ وہ اس تعریف کے قابل تھے لیکن کہاں حضرت یوسف علیہ السلام اور کہاں امام الانبیاء ﷺ (مؤلف)

Marfat.com

نمبر۸۸: حضور نبی کریم ﷺ نے سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خود امامت کے لئے مقرر فرمایا

ام المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے ان سے فرمایا: (اے عائشہ) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ ام المومنین نے عرض کی وہ ایک نرم دل آدمی ہیں وہ جب بھی آپ ﷺ کی جگہ کھڑے ہوں گے ان پر رقت طاری ہو جائے گی۔ نبی اکرم ﷺ نے دوبارہ فرمایا پہلے کی طرح ام المومنین نے بھی پہلے والا جواب دیا۔

شعبہ بن حجاج نے کہا آپ ﷺ نے تیسری یا چوتھی دفعہ فرمایا تم حضرت یوسف علیہ السلام کی ساتھی عورتوں کی طرح ہو۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ (بخاری مترجم جلد ۲ باب ۳۲۳ حدیث ۶۱۲)

نمبر۸۹: اور حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے بالکل اسی طرح روایت ہے اور اس سے زائد یہ ہے کہ حسین بن علی (الجعفی) زائدہ بن قدامہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک رقیق القلب شخص تھے۔ (بخاری جلد ۲ حدیث ۶۱۳)

نمبر۹۰: اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی: اور کچھ تمہیں موسیٰ کی خبر آئی (سورۃ طٰہٰ آیت ۹) اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے حقیقتاً کلام فرمایا (نساء ۱۶۴)

بخاری شریف (جلد دوم) مترجم باب ۳۲۸ حدیث ۶۲۱

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: معراج کی رات میں نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو دیکھا وہ نحیف البدن کم گھنگھریالے بالوں والے ایک بزرگ تھے۔ گویا کہ وہ قبیلہ شنوءہ (یہ یمن کا ایک قبیلہ ہے) کے ایک فرد ہیں اور میں نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو دیکھا۔ وہ میانہ قد اور سرخ رنگ کے تھے گویا کہ وہ ابھی حمام سے باہر آئے ہیں اور میں اولاد ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زیادہ مشابہ ہوں۔ پھر مجھے دو برتن پیش کیے گئے ان میں سے ایک میں دودھ اور دوسرے میں شراب تھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا (یا رسول اللہ ﷺ) ان میں سے جو چاہیں نوش فرمائیں۔ آپ فرماتے ہیں: میں نے دودھ لیا اور وہ پیا۔ پھر کہا گیا آپ نے فطرت کو اختیار کیا ہے (یعنی علامت اسلام) اگر آپ شراب نوش کرتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔

(بخاری شریف مترجم (جلد دوم) باب ۳۲۸ حدیث ۶۲۱)

یہ کسی کو لائق نہیں کہ وہ کہے میں حضرت یونس بن متی علیہ السلام سے افضل ہوں

نمبر۹۱: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ سے راوی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کسی کو یہ لائق وزیبا نہیں کہ وہ کہے میں یونس بن متی علیہ السلام سے افضل ہوں اور حضرت یونس علیہ السلام کو اس کے باپ کی طرف منسوب کیا اور جس رات آپ کو آسمانوں کی سیر کرائی گئی اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام گندمی رنگ، دراز قد تھے۔ گویا کہ وہ شنوہ قبیلہ کے ایک فرد ہیں۔ فرمایا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام گھنگھریالے بالوں والے میانہ قد تھے اور آپ نے مالک داروغہ جہنم اور دجال کا بھی ذکر کیا۔

(بخاری شریف مترجم جلد دوئم باب نمبر ۳۲۸ حدیث ۶۲۹)

نمبر۹۲: اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو گوشت بدبودار نہ ہوتا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو گوشت بدبودار نہ ہوتا اور اگر حوا نہ ہوتیں تو کوئی عورت کبھی اپنے خاوند سے خیانت نہ کرتی۔ (باب نمبر ۳۲۹ حدیث ۶۲۵ بخاری مترجم جلد دوئم)

نمبر۹۳: حضرت خضر علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ بات چیت کے بیان میں

(بخاری شریف (جلد دوم) باب ۳۳۰ حدیث ۶۲۶)

Marfat.com

ابن شہاب سے روایت ہے کہ عبیداللہ بن عبداللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے خبر دی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حر بن قیس فزاری رضی اللہ عنہ نے صاحب موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جھگڑا کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ دریں اثناء ان دونوں کے پاس سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا تو حضرت ابن عباس نے ان کو بلایا اور کہا میں نے اور میرے اس ساتھی نے صاحب موسیٰ جس کی ملاقات کا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تھا جھگڑا کیا ہے کیا تم نے رسول اللہ ﷺ سے ان کی شان کے متعلق ذکر کرتے ہوئے سنا ہے۔ ابی بن کعب نے کہا جی ہاں سنا ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بنی اسرائیل کی ایک جماعت میں وعظ فرما رہے تھے کہ ان کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا گیا آپ اپنے سے زیادہ کسی کو عالم سمجھتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی طرف وحی فرمائی جی ہاں ہمارا ایک بندہ جس کا نام خضر ہے (وہ تم سے بھی زیادہ عالم ہے) تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام کی ملاقات کے لئے راہ دریافت کی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے مچھلی کو نشان راہ بنایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا گیا جب تم مچھلی کو گم پاؤ تو واپس لوٹ آؤ۔ وہ تمہیں مل جائیں گے۔ وہ مچھلی کے نشان کی تلاش میں سمندر کے کنارے چلنے لگے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ان کے ساتھی نے کہا بھلا دیکھئے تو جب ہم نے اس چٹان کے پاس جگہ لی تھی تو میں بے شک مچھلی کو بھول گیا اور مجھے شیطان ہی نے بھلا دیا کہ میں اس کا ذکر کروں۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہی تو ہم چاہتے تھے تو پیچھے پلٹے اپنے پاؤں کے نشان دیکھتے (سورۃ کہف، آیت ۶۳۔۶۴) تو انہوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پالیا اور ان دونوں کا ہی قصہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا۔

نمبر ۹۴: سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ نوف بکالی (یہ بکالی بن دعمی بن سعد بن عوف بن عدی بن مالک بن زین بن مسدد بن زرعہ بن سبا کی طرف منسوب ہے) کا گمان ہے کہ خضر علیہ السلام کے ساتھی وہ موسیٰ نہیں جو بنی اسرائیل کے موسیٰ ہیں۔ وہ کوئی اور موسیٰ ہیں تو حضرت ابن عباس نے فرمایا: اللہ کے دشمن (یہ از راہ تغلیظ کہا نہ کہ حقیقت کا ارادہ کرتے ہوئے) حضرت ابن عباس نے کہا ہم کو ابی بن کعب نے نبی اکرم ﷺ سے بیان کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل میں خطبہ دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا گیا لوگوں میں سے زیادہ علم رکھنے والا کون ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: میں اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب کیا جبکہ انہوں نے علم کو اللہ تعالیٰ کی طرف رد نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: ہاں مجمع البحرین میں میرا ایک بندہ ہے وہ تم سے بھی زیادہ عالم ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب کون کفیل ہے جو میری ان سے ملاقات کرا دے۔ بسا اوقات سفیان نے کہا: اے میرے رب میں ان تک کیسے پہنچوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ایک مچھلی لو اور اس کو توشہ دان میں رکھ لو۔ جہاں بھی تم مچھلی مفقود پاؤ وہاں میرا بندہ ہے اور بسا اوقات سفیان نے ثم کے بدل ثمہ کہا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مچھلی لی اور اس توشہ دان میں رکھ دیا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی یوشع بن نون چل پڑے حتیٰ کہ وہ ایک پتھر کے پاس آئے وہ دونوں اس پر اپنا سر رکھ کر لیٹ گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نیند نے آلیا۔ مچھلی نے حرکت کی اور باہر نکلی اور سمندر میں چلی گئی اور اس نے تو سمندر میں راہ لی۔ اللہ تعالیٰ نے مچھلی سے پانی کا جاری ہونا روک دیا اور مثل طاق (محراب دار ڈاٹ) ہو گیا اور کہا اس طرح طاق کی مانند ہو گیا وہ دونوں باقی دن رات چلتے رہے حتیٰ کہ جب کل (دوسرا دن) آیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھی سے کہا ہمارا صبح کا کھانا لاؤ بے شک ہمیں اپنے اس سفر میں بڑی مشقت کا سامنا ہوا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مشقت کو محسوس نہ کیا۔ حتیٰ کہ وہ اس جگہ سے گزر گئے۔ جس جگہ کا اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ان کے خادم نے کہا بھلا دیکھئے۔ تو جب ہم نے اس چٹان کے پاس جگہ لی تھی تو میں بے شک مچھلی کو بھول گیا اور مجھے شیطان ہی نے بھلا دیا کہ میں اس کا ذکر کروں اور اس نے تو سمندر میں اپنی راہ لی اچھنبا ہے۔ اس مچھلی کے لئے سرنگ بن گئی جو کہ ان دونوں کے لئے باعث تعجب تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے کہا یہی تو ہم چاہتے تھے تو پیچھے پلٹے اپنے پاؤں کے نشان دیکھتے۔

Marfat.com

یعنی وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانات دیکھتے ہوئے واپس لوٹے۔ ن کہ چٹان کے پاس پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کپڑا اوڑھے ہوئے ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سلام کیا اور اس نے سلام کا جواب دیا اور کہا اس زمین میں تو سلام کا رواج نہیں۔ انہوں نے کہا میں موسیٰ ہوں اس شخص نے کہا بنی اسرائیل کا موسیٰ انہوں نے کہا جی ہاں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا میں تمہارے پاس اس لیے آیا ہوں کہ تم مجھے سکھا دو گے۔ نیک بات جو تمہیں تعلیم ہوئی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا اے موسیٰ اللہ عزوجل نے مجھے وہ علم سکھایا ہے جس کو تم نہیں جانتے اور تم کو اللہ عزوجل نے وہ علم عطا فرمایا ہے جس کو میں نہیں جانتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا میں تمہارے ساتھ رہوں۔ حضرت خضر نے فرمایا آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے اور اس بات پر کیونکر صبر کریں گے جیسے آپ کا علم محیط نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے قول لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا (سورۃ کہف آیت ۷۱) وہ دونوں سمندر کے کنارے کنارے چلتے رہے اور ان کے پاس سے ایک کشتی گزری تو انہوں نے سوار ہونے کے لئے ان سے گفتگو کی۔ انہوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پہچان لیا اور انہوں نے ہمیں بلا کر کشتی میں سوار کر لیا اور جب وہ کشتی میں سوار ہوئے تو ایک چڑیا آئی اور وہ کشتی کے کنارے بیٹھ گئی اور سمندر میں ایک یا دو چونچیں ماریں۔ خضر علیہ السلام نے کہا اے موسیٰ علیہ السلام اور میرا اور تیرا علم اللہ تعالیٰ عزوجل کے علم میں سے اس نے کچھ کم نہیں کیا۔ جیسے اس چڑیا نے اپنی چونچ سے سمندر کا پانی کم نہیں کیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کلہاڑا لیا اور کشتی کا ایک تختہ اکھاڑ دیا۔ اچانک موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام سے کہا کہ تم نے کیا کیا ان لوگوں نے بلا اجرت ہم کو سوار کیا اور تم نے ان کی کشتی کو توڑ دیا تا کہ جو اس میں سوار ہے ان کو غرق کریں۔ تم نے یہ بری بات کی ہے۔ خضر علیہ السلام نے کہا میں نہ کہتا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا مجھ سے میری بھول پر گرفت نہ کرو اور مجھ پر میرے کام میں مشکل نہ ڈالو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ پہلی بھول ہوئی تھی اور جب وہ سمندر سے باہر آئے تو ایک لڑکے کے پاس گزرے جو بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا تو خضر علیہ السلام نے اس کا سر پکڑا اور ہاتھ سے اس کا سر جسم سے نکال پھینکا اور سفیان نے اپنی انگلیوں کی طرف سے اشارہ کرتے ہوئے بتایا گویا کہ وہ کسی چیز کو چھیل رہے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام سے کہا تم نے ایک پاکیزہ جان بے کسی جان کے بدلے قتل کر دی۔ بے شک تم نے بہت بری بات ن۔ خضر علیہ السلام نے کہا میں نے آپ سے نہ کہا تھا کہ آپ ہرگز میرے ساتھ نہ ٹھہر سکیں گے۔ موسیٰ نے کہا اس کے بعد میں کچھ تم سے پوچھوں تو پھر میرے ساتھ نہ رہنا۔ بے شک میری طرف سے تمہارا عذر پورا ہو چکا۔ پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ایک گاؤں والوں کے پاس آئے ان دیہاتیوں سے کھانا مانگا۔ انہوں نے انہیں دعوت دینی قبول نہ کی۔ پھر دونوں نے اس گاؤں میں ایک دیوار پائی کہ گرا چاہتی ہے۔ اپنے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کیا۔ سفیان نے اشارہ کیا گویا کہ وہ اوپر کی طرف کسی چیز کو مس کرنا چاہتے ہیں اور سفیان کو صرف ایک بار ہی میں نے ''مائلا'' کا ذکر کرتے ہوئے سنا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہم ان لوگوں کے پاس آئے اور انہوں نے ہمیں کھانا نہ دیا اور نہ دعوت دینی قبول کی اور تم نے ان کی دیوار سیدھی کر دی۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا تم چاہتے اس پر کچھ مزدوری لے لیتے۔ خضر علیہ السلام نے کہا اب میری اور آپ کی جدائی ہے۔ اب میں آپ کو ان باتوں کا پھیر (بعید) بتاؤں گا۔ جس پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔ سفیان نے کہا نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے۔ اگر وہ صبر کرتے تو اللہ تعالیٰ ہم سے ان کا حال بیان کرتا۔ حضرت ابن عباس نے ''امامهم كل سفينة صالحة غصبا'' پڑھا ہے اور رہا بچہ تو وہ کافر تھا اور اس کے والدین مومن تھے۔ پھر سفیان نے مجھ سے کہا میں نے عمرو بن دینار سے یہ حدیث دو مرتبہ سنی ہے اور ان ہی سے یاد کی ہے۔ سفیان سے کہا گیا تم نے عمرو بن دینار سے سننے سے پہلے اس حدیث کو یاد کیا ہے اور کسی اور انسان سے تم نے یہ حدیث یاد کی ہے تو سفیان نے کہا میں کس سے یہ حدیث یاد کرتا اور اس حدیث کو عمرو بن دینار سے سوائے میرے کسی نے روایت نہیں کی اور میں نے عمرو بن دینار سے دو مرتبہ یا تین مرتبہ یہ حدیث سنی ہے اور ان سے ہی میں نے یہ حدیث یاد کی ہے۔

(بخاری شریف (مترجم جلد دوم باب ۳۳۰ حدیث ۹۲۔

Marfat.com

نمبر ۹۵: حضرت خضر علیہ السلام کو خضر کیوں کہا جاتا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے راوی ہیں۔ آپ نے فرمایا: خضر کو اس لیے خضر کہا جاتا ہے کہ وہ صاف خشک زمین پر بیٹھتے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ان کے پیچھے سبزے لہلہانے لگتے تھے۔ (بخاری شریف، مترجم جلد دوم، باب ۳۳۰، حدیث ۶۲۸)

نمبر ۹۶: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک آلِ حضرت محمد ﷺ کی محبت اور شان

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کے درمیان تنازع ہونے پر صحابہ کرام کا ردعمل۔

حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن اسامہ بن الہادی اللیثی رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا ہے کہ مجھ سے محمد بن ابراہیم بن حارث التیمی نے بیان کیا کہ حضرت امام عالی مقام حسین رضی اللہ عنہ اور ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کے درمیان ذوالمروۃ کے مال پر تنازع ہوا اور ولید بن عتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مدینہ منورہ کا گورنر تھا۔ ولید نے امام صاحب رضی اللہ عنہ کے مال کے حصہ سے کچھ کمی کر دی تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم بخدا! یا تو مجھے پورا حصہ دے گا یا پھر اپنی تلوار کو پکڑ کر مسجد نبوی کے دروازے پر کھڑا ہو جاؤں گا اور حلف الفضول والوں کو پکاروں گا۔ اس وقت وہاں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے تو انہوں نے بھی اسی طرح امام صاحب کے حق میں قسم اٹھالی۔ اس کے بعد حضرت مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن عثمان بن عبیداللہ التیمی رضی اللہ عنہ نے یہ بات سن کر اسی طرح قسم اٹھائی تو جب ولید بن عتبہ کے پاس یہ خبر پہنچی تو وہ خوفزدہ ہو گیا اور اس نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا حصہ مکمل کر دیا حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ راضی ہو گئے۔ (شرح سیرت ابن ہشام روض الانف، جلد ۱، ص ۳۰۸)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ کا بیان نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے جنت میں اپنے آگے (اے بلال) تیرے پاؤں کے جوڑے کی آواز سنی (بخاری باب ۴۱۰)

(حدیث ۹۶ الف) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہمارے سردار ہیں اور انہوں نے ہمارے سردار حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آزاد کیا (سید اول کا حقیقی معنی سردار ہے اور سید دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ازراہ تواضع کیا ہے اور سیادت فضیلت کو ثابت نہیں کرتی۔ (صحیح بخاری مترجم جلد دوئم، حدیث ۹۴۹)

(نمبر ۹۶ ب) حضرت قیس (بن ابو حازم) رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اگر آپ نے مجھے اپنی جان کے لئے خریدا ہو تو مجھے اپنی غلامی میں روکے رکھیں۔ اگر مجھے محض اللہ تعالیٰ کے لئے خریدا ہے تو مجھے چھوڑ دیجئے کہ میں اللہ تعالیٰ کے لئے عمل کروں۔ (بخاری مترجم جلد دوئم حدیث ۹۵۰)

انصار کی محبت کے بیان میں

(۹۶ ج) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے نبی اکرم ﷺ سے سنا۔ انہوں نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: انصار سے صرف مومن ہی محبت کرے گا اور انصار سے سوائے منافق کے کوئی بغض نہ رکھے گا۔ لہٰذا جو انصار سے محبت کرے گا اللہ عزوجل اس سے محبت کرے گا اور جو انصار سے بغض رکھے گا اللہ عزوجل اس سے بغض رکھے گا۔ (بخاری مترجم جلد دوئم، حدیث ۹۷۷) (باب نمبر ۴۲۱)

(۹۶ د) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔ آپ ﷺ انصار کی محبت ایمان کی علامت ہے اور انصار سے بغض منافقت کی علامت ہے۔ (صحیح بخاری مترجم جلد دوئم، حدیث ۴۲۸)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کثیر الحیاء اور پردہ سے محبت کرنے والے تھے

نمبر ۹۷: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک کثیر الحیاء اور

Marfat.com

پردہ سے محبت کرنیوالے تھے۔ ان کے حیا کرنے کے باعث ان کے جسم کوئی شے نہیں دیکھی جاتی تھی۔ بنی اسرائیل کے لوگوں نے ان کو اذیت پہنچائی جو بھی اذیت پہنچائی۔ انہوں نے کہا یہ جسم پوش کرنا اس لئے ہے کہ ان کے بدن میں کوئی بیماری ہے یا تو ان کو برص ہے یا ان کے خصیتین پھولے ہوئے ہیں یا کوئی اور بیماری ہے اور اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ جو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہتے اس سے ان کو بری کر دے تو ایک دن انہوں نے تنہائی میں کپڑے اتارے اور ایک پتھر پر رکھ دیئے۔ پھر آپ نے غسل فرمایا۔ جب آپ غسل سے فارغ ہوئے اور اپنے کپڑوں کے پاس آئے تا کہ ان کو زیب تن کریں۔ پتھر ان کے کپڑے لے کر دوڑ پڑا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا لیا اور پتھر کی تلاش میں نکلے اور کہتے جاتے تھے اے پتھر میرے کپڑے دے۔ اے پتھر میرے کپڑے دے حتیٰ کہ آپ بنی اسرائیل کی ایک جماعت کے پاس پہنچے اور انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو برہنہ حالت میں دیکھا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ مخلوق سے بہت حسین تھے اور جو بات وہ ان کے متعلق کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے آپ کو بری کر دیا اور پتھر ٹھہر گیا تو آپ نے اپنے کپڑے لیے اور ان کو پہنا اور اپنے عصا سے پتھر کو مارنا شروع کر دیا۔ بخدا موسیٰ علیہ السلام کے مارنے کی وجہ سے پتھر پر تین، چار یا پانچ نشانات پڑ گئے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔ اے ایمان والو ان جیسے نہ ہونا جنہوں نے موسیٰ کو ستایا تو اللہ تعالیٰ نے اسے بری فرمادیا۔ اس بات سے جو انہوں نے کہی اور موسیٰ اللہ کے یہاں آبرو والا ہے۔ (سورۃ احزاب، آیت ٦٩)

(بخاری شریف مترجم جلد دوم، باب ٣٣١، حدیث ٦٣٠)

حضور ﷺ تکلیف اور پریشانی کے وقت صبر کرتے اور دوسرے انبیاء کرام بھی صبر کرتے تھے

نمبر ٩٨: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا نبی اکرم ﷺ نے کچھ مال تقسیم کیا تو ایک شخص (معتب بن قیشر) نے کہا اس تقسیم میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ میں نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہوا اور آپ کو پوری بات بتائی۔ آپ ﷺ غصہ میں آئے۔ حتیٰ کہ غصہ کے آثار میں نے آپ کے چہرہ پرنور پر دیکھے۔ پھر آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے۔ انہیں اس سے بھی زیادہ اذیتیں دی گئیں لیکن انہوں نے صبر کیا۔ (بخاری مترجم جلد دوئم باب ٣٣١ حدیث ٦٣١)

نمبر ٩٩: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بیان میں اور آپ کی وفات کے بعد اس کے ذکر کے بیان میں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے پاس بھیجا اور جب وہ ان کے پاس آیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو طمانچہ رسید کیا۔ حضرت عزرائیل اپنے رب کے حضور گئے اور عرض کیا: اے اللہ! تو نے مجھے اپنے ایک ایسے بندے کی طرف بھیجا ہے جو مرنا ہی نہیں چاہتا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: اے عزرائیل دوبارہ اس کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ وہ اپنا ہاتھ کسی بیل کی پشت پر رکھے۔ جتنے بالوں کو اس کے ہاتھ نے ڈھانپ لیا۔ ہر بال کے عوض ایک سال عمر دی جائیگی۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب اس کے بعد کیا ہوگا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: پھر موت۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اب ہی مجھے موت دے دے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ عزوجل سے سوال کیا کہ وہ اس کو بیت المقدس کے ایک پتھر کے فاصلہ کے قریب کر دے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میں وہاں موجود ہوتا تو تمہیں اس کی قبر شریف دکھاتا جو سرخ ٹیلہ کے پاس راستہ کے ایک جانب ہے۔ عبدالرزاق بن ہمام نے کہا ہم کو معمر نے ہشام سے خبر دی اور انہوں نے ہم کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے بیان کیا۔ (بخاری شریف مترجم جلد دوم، باب ٣٣٤، حدیث ٦٣٣)

نمبر ١٠٠: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فضیلت کا بیان

امام زہری سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا ابوسلمہ بن عبدالرحمن اور سعید بن مسیب ان دونوں نے مجھے بتایا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک مسلمان شخص (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) اور ایک یہودی آدمی (فنحاص) آپس میں لڑ پڑے تو مسلمان نے قسم کھاتے

Marfat.com

ہوئے کہا اس ذات کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہانوں پر فضیلت دی اور یہودی نے کہا اس ذات کی قسم جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سب جہانوں پر فضیلت دی۔ مسلمان نے اس وقت اپنا ہاتھ اٹھایا اور یہودی کو طمانچہ رسید کیا تو یہودی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہوا اور آپ کو اپنے اور مسلمان کے درمیان جو ہوا اس کی خبر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو کیونکہ قیامت کے دن لوگ بے ہوش ہو جائیں گے۔ میں پہلا وہ شخص ہوں گا جو ہوش میں آؤں گا اور دیکھوں گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کا ایک کنارہ پکڑے ہوئے ہوں گے۔ آپ نے فرمایا: مجھے معلوم نہیں کہ وہ ان لوگوں سے تھے جو بے ہوش ہو گئے اور مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے (یہ بھی ایک آپ کی فضیلت ہے) یا حضرت موسیٰ علیہ السلام ان لوگوں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے بے ہوشی سے مستثنیٰ کر رکھا ہو۔ (اور یہ بھی ایک فضیلت ہے) (بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۳۴ حدیث ۶۳۴ اور حدیث ۶۵۷ باب نمبر ۳۴۸)

نمبر ۱۰۱: سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان فضیلت کمال اور دوسری درجہ والی عورتیں

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مردوں میں سے بہت درجہ کمال کو پہنچے اور عورتوں میں سے صرف تین ہیں۔ آسیہ فرعون کی بیوی مریم عمران کی بیٹی اور بلاشبہ ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو تمام عورتوں پر فضیلت ہے۔ جیسے ثرید کو تمام کھانوں پر فضیلت ہے (یہاں کمال کا معنی حد درجہ کی فضیلت مراد ہے نہ کہ نبوت کیونکہ عورت کے عدم نبوت پر علماء کا اتفاق ہے) (صحیح بخاری مترجم جلد دوم باب ۳۳۵ حدیث ۶۳۷)

حضرت یونس علیہ السلام کی شان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہے۔ آپ نے فرمایا: کسی بندے کو یہ لائق و سزاوار نہیں کہ یہ کہے کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں اور آپ نے ان کی ان کے والد کی طرف نسبت کی۔ (بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۳۸ حدیث ۶۳۹)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ ایک دن ایک یہودی نے سامان فروخت کرنے کے لئے رکھا (تاکہ لوگوں کی اس کی طرف رغبت ہو جائے اور خرید لیں) اور اس کو اس کی تھوڑی قیمت دی جا رہی تھی جس سے وہ ناخوش تھا تو اس یہودی نے کہا اس ذات کی قسم جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جملہ بشر پر فضیلت دی۔ ایک انصاری شخص کھڑا ہوا اور اس نے یہودی کے منہ پر طمانچہ رسید کیا اور کہا تو کہتا ہے اس ذات کی قسم اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام انسانوں پر فضیلت دی۔ حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں موجود ہیں۔ وہ یہودی آپ کے پاس گیا اور عرض کیا: اے ابوالقاسم مجھے امان اور عہد مل چکا ہے تو پھر حال یہ ہے کہ فلاں نے میرے منہ پر طمانچہ مارا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاری شخص سے فرمایا: تو نے کیوں اس کے منہ پر طمانچہ مارا ہے۔ تو اس انصاری نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سارا معاملہ ذکر کر دیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک ہوئے حتیٰ کہ ناراضگی کے آثار آپ کے چہرۂ پرنور پر دیکھے گئے۔ پھر آپ نے فرمایا: (نفس نبوت) میں انبیاء کرام کے درمیان ایک دوسرے کو فضیلت نہ دو اس لیے کہ جب صور پھونکا جائے گا تو جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے بے ہوش ہو جائے گا مگر جس کو اللہ چاہے۔ پھر اس میں دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو سب سے اول میں ہوں گا جو ہوش میں آؤں گا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش (کے کنارے) کو پکڑے ہوئے ہوں گے۔ مجھے معلوم نہیں کہ وہ طور کے دن کی بے ہوشی کا عوض دیئے گئے ہیں یا وہ مجھ سے قبل ہوش میں آ گئے تھے اور میں نہیں کہتا بلاشبہ کوئی یونس بن متیٰ سے افضل ہے (یہ کلام آپ کے تواضع اور کسر نفسی پر دلالت کرتی ہے) (بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۳۸ حدیث ۶۴۰)

نمبر ۱۰۲: سب سے زیادہ محبوب روزہ اور سب سے محبوب نماز

شہاب سے روایت ہے کہ حضرت سعید بن مسیب نے ان کو خبر دی اور ابو سلمہ عبدالرحمٰن نے بھی کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ

Marfat.com

عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر دی گئی کہ میں (عبداللہ بن عمرو) کہتا ہوں اللہ کی قسم! جب تک میں زندہ ہوں ضرور دن کو روزہ رکھوں گا اور رات کو قیام کروں گا۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: تم وہی ہو جو کہتے ہو بخدا جب تک میں زندہ ہوں دن کو روزہ اور رات کو قیام کروں گا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے یہ بات کہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں اس کی طاقت نہیں روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو۔ رات کو قیام بھی کرو اور نیند بھی کرو اور ہر مہینے کے تین روزے رکھو کیونکہ نیکی کا ثواب دس گنا ملتا ہے اور یہ سال بھر کے روزوں کی مثل ہے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: پھر ایک دن روزہ رکھو اور دو دن افطار کرو۔ میں نے عرض کیا: میں اس سے بھی زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: پھر ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن افطار کرو اور یہ حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں اور تمام روزوں میں سے یہ روزے افضل ہیں۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس سے افضل کوئی روزہ نہیں۔ (بخاری شریف مترجم جلد دوم حدیث ۶۴۳ باب ۳۴۰)

نمبر ۱۰۵: عمرو بن دینار نے عمرو بن اوس ثقفی سے روایت کی۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرو کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو روزوں میں پسندروزے حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں۔ وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور نمازوں میں پسندیدہ نماز اللہ تعالیٰ کو حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے وہ آدھی رات سوتے تھے اور اس کی تہائی عبادت کرتے تھے اور رات کے آخری چھٹے حصہ میں پھر سوتے تھے اور اس کی تہائی عبادت کرتے تھے اور رات کے آخری چھٹے حصہ میں پھر سوتے تھے۔ (علی بن مدینی شیخ امام بخاری) نے کہا یہی قول ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہے کہ سحری کے وقت میں نے نبی اکرم ﷺ کو اپنے پاس سویا ہوا پایا۔ (بخاری مترجم جلد دوئم باب ۳۴۰ حدیث ۶۴۵)

نمبر ۱۰۶: صحابی رضی اللہ عنہ نے جن کو پکڑ لیا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے راوی ہیں۔ آپ نے فرمایا: آج رات ایک خبیث جن میرے پاس آیا تاکہ میری نماز میں خلل ڈالے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قدرت عطا فرمائی تو میں نے اس کو پکڑ لیا اور ارادہ کیا کہ مسجد کے ستونوں میں سے کسی ایک ستون کے ساتھ اس کو باندھ دوں۔ حتیٰ کہ تم سب اس کو دیکھ سکو تو پھر مجھے اپنے بھائی حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آئی "رَبِّ هَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِيْ" (سورۃ ص ۳۰) عرض کی۔ اے میرے رب مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا کر کہ میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو۔ تو میں نے اس کو ذلیل وخوار کر کے چھوڑ دیا۔ عفریت بمعنی "متمرد" ہے یعنی سرکش خواہ انسان سے ہو یا جن سے عفرتہ مثل زبنیۃ ہے اور اس کی جمع زبانیہ ہے۔

(بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۴۳ حدیث ۶۴۸) ''متمرد''

نمبر ۱۰۷: سب سے پہلی مسجد

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کون سی مسجد ہے جو سب سے پہلے بنائی گئی ہے۔ آپ نے فرمایا: مسجد حرام۔ میں نے عرض کیا: پھر کون سی مسجد۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر مسجد اقصیٰ۔ میں نے عرض کیا: ان کے درمیان کتنی مدت تھی۔ آپ نے فرمایا: چالیس سال۔ پھر آپ نے فرمایا: جہاں بھی تجھے نماز کا وقت آجائے تو نماز پڑھ اور ساری زمین تیرے لیے مسجد ہے۔

(بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۴۳ حدیث ۶۵۰)

نمبر ۱۰۸: شرک کرنا ظلم ہے

علقمہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ وہ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان میں کسی ناحق کی آمیزش نہ کی۔ (سورۃ انعام آیت ۸۲) مسلمانوں پر یہ گراں گزرا اور انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ ہم میں سے کون

Marfat.com

ہے جو اپنی جان پر ظلم نہیں کرتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس سے مراد یہ نہیں بلکہ شرک ہے۔ کیا تم نے نہیں سنا جو لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا درآنحالیکہ وہ اس کو نصیحت کر رہے تھے۔ اے بیٹے اللہ کا کسی کو شریک نہ کرنا بے شک بڑا ظلم ہے۔ (بخاری مترجم جلد دوم باب ۳۴۴ حدیث ۶۵۳)

نمبر ۱۰۹: حضرت مریم اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت

عبداللہ بن جعفر نے کہا میں نے حضرت علی المرتضیٰ کو کہتے ہوئے سنا۔ انہوں نے کہا میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ اس وقت کی سب عورتوں سے بہتر مریم بنت عمران ہیں اور اس امت کی عورتوں میں سے افضل حضرت خدیجۃ الکبریٰ ہیں۔ (بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۴۸ حدیث ۶۵۶)

نمبر ۱۱۰: بچپن میں بات کرنے والے بچے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے راوی ہیں۔ آپ نے فرمایا: گہوارے میں صرف تین بچوں نے کلام کیا۔ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جسے جریج کہا جاتا تھا۔ وہ نماز پڑھ رہا تھا کہ اس کی ماں آئی اور اس کو بلایا اس نے دل میں کہا میں والدہ کو جواب دوں یا نماز پڑھوں۔ اس کی والدہ نے کہا: اے اللہ! اس کو موت نہ دینا حتیٰ کہ اس کو زانی عورتوں کے منہ دکھائے اور جریج اپنی عبادت گاہ میں تھا کہ ایک عورت اس کے سامنے آئی اور اس عورت نے اس سے کلام کیا تو جریج نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ وہ ایک چرواہے کے پاس آئی اور اس نے اس کے نفس پر قابو کیا (یعنی زنا کیا) تو اس عورت نے ایک ولد الزنا جنم دیا (اس سے پوچھا گیا یہ کس کا بچہ ہے) تو اس نے کہا یہ جریج کا بچہ ہے۔ وہ لوگ اس کے پاس آئے اور اس کی عبادت گاہ کو توڑ دیا۔ اس کو باہر نکالا اور اس کو سب و شتم کیا۔ جریج نے وضو کیا اور نماز پڑھی۔ پھر وہ اس کے بچے کے پاس آیا اور کہا: اے بچے تیرا باپ کون ہے۔ اس بچے نے جواب دیا چرواہا میرا باپ ہے۔ لوگوں نے جریج سے کہا ہم تمہارا عبادت خانہ از سر نو سونے کا بنا دیتے ہیں۔ جریج نے کہا نہیں صرف مٹی کا بنا دو۔ بنی اسرائیل کی ایک عورت اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی تو اس کے پاس سے ایک شخص سوار خوبصورت گزرا تو اس عورت نے کہا: اے اللہ! میرے بیٹے کو اس جیسا بنا دے۔ اس بچے نے اس کے پستان کو چھوڑ دیا اور سوار کی جانب متوجہ ہوا اور کہا: اے اللہ! مجھے اس جیسا نہ کر۔ پھر وہ اپنی والدہ کے پستان کی طرف آیا اور چوسنے لگا۔ حضرت ابو ہریرہ نے کہا گویا کہ میں نبی اکرم ﷺ کی طرف دیکھ رہا ہوں کہ آپ اپنی انگلی کو چوس رہے تھے۔ پھر اس عورت کے پاس سے ایک لونڈی گزری تو اس عورت نے کہا: اے میرے بچے کو اس کی مثل نہ بنا دے۔ اس بچے نے اپنی ماں کا پستان چھوڑا اور کہا اے اللہ مجھے اس کی مثل بنا دے۔ والدہ نے بچے سے دریافت کیا یہ کیوں۔ بچے نے جواب دیا سوار شخص سرکشوں میں سے ایک سرکش تھا اور لونڈی یہ لوگ کہتے ہیں تو نے چوری کی زنا کیا حالانکہ اس نے یہ کام نہیں کیا اور تیسرے بچے حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ہیں جن کا ذکر قرآن میں ہے (سورۂ مریم) مؤلف (بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۵۰ حدیث ۶۵۹)

نمبر ۱۱۱: دوگنا ثواب

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب آدمی اپنی لونڈی کو اچھا ادب سکھائے اور اچھی تعلیم دے پھر اس کو آزاد کرنے کے بعد اس سے نکاح کرے اس کے لئے دوگنا ثواب ہے اور جب وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لایا پھر وہ مجھ پر ایمان لایا اس کے لئے بھی دوگنا ثواب ہے اور بندہ جب اپنے رب سے ڈرے اور اپنے مالکوں کی فرمانبرداری کرے تو اس کے لئے بھی دوگنا ثواب ہے۔ (بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۵۰ حدیث ۶۶۸)

نمبر ۱۱۲: (آخری زمانہ میں) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بیان میں

سعید بن مسیب نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ عنقریب تم میں ابن مریم عادل حاکم بن کر نازل ہوں گے۔ وہ صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ ختم کر دیں

Marfat.com

گے اور مال زیادہ ہو جائے گا۔ حتیٰ کہ اس کو کوئی بھی قبول نہیں کرے گا۔ یہاں تک کہ ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا۔ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے: اگر چاہو تو یہ آیہ مقدسہ پڑھو۔ کوئی کتابی ایسا نہیں جو اس کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لائے اور قیامت کے دن وہ اس پر گواہ ہوگا۔

(سورۃ نساء آیت ۱۵۹) (حدیث بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۵۱ حدیث ۶۷۰)

نمبر۱۱۳: نافع (ابو محمد بن عیاش اقرع) آزاد کردہ غلام حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارا کیسا حال ہوگا جب تم میں ابن مریم نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔ عقیل بن خالد اور عبدالرحمٰن بن عمرو اوزاعی نے یونس (بن یزید) کی متابعت کی۔ (بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۵۱ حدیث ۶۷۱)

بنی اسرائیل یعنی ان کی اولاد کے عجائب و غرائب واقعات کے ذکر کے بیان میں یہود و نصاریٰ کی ہو بہو پیروی کی جائیگی

نمبر۱۱۴: حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم ضرور اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقوں کی پیروی کرو گے بالشت کے عوض بالشت اور گز کے عوض گز۔ حتیٰ کہ وہ اگر گوہ کے سوراخ میں داخل ہوں گے تو تم بھی وہ راہ اختیار کرو گے۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ آپ کی مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔ آپ نے فرمایا: ان کے سوا اور کون ہیں۔ (بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۵۲ حدیث ۶۷۵)

نمبر۱۱۵: تین آدمی جو ایک غار میں پھنس گئے آزاد ہونے کا کیا کام کیا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک دفعہ تم سے پہلے لوگ جو گزر گئے ہیں ان میں سے تین آدمی چل رہے تھے۔ اچانک ان پر بارش ہوگئی تو انہوں نے ایک غار میں پناہ لی اور ان پر غار کا منہ بند ہوگیا۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا۔ شان یہ ہے اے ساتھیو بخدا تمہیں صرف سچائی ہی نجات دلا سکتی ہے اور چاہئے کہ تم میں سے ہر آدمی اس چیز کے وسیلے سے جس کو وہ جانتا ہے دعا کرے اور وہ اس میں سچا ہو۔ ان میں سے ایک نے کہا اے اللہ اگر تو جانتا ہے (یعنی میرا عمل تیرے نزدیک معتبر ہے) کہ میرا ایک مزدور تھا وہ تین صاع چاولوں پر میرا کام کرتا تھا وہ چلا گیا اور اپنی مزدوری چھوڑ گیا۔ میں نے قصداً ان کو لے کر کاشت کر دیا تو میں نے اس سے گائے خریدی۔ پھر وہ میرے پاس اپنی مزدوری لینے کے لئے آیا تو میں نے کہا یہ گائے ہانک کر لے جاؤ۔ اس مزدور نے کہا تیرے پاس صرف میرے تین صاع چاول ہیں۔ میں نے کہا گائے کی طرف جاؤ اور اسے ہانک کر لے جاؤ۔ وہ اس تین صاع چاولوں سے خریدی ہے اور وہ اس کو ہانک کر لے جائے گا۔ اے اللہ! تو جانتا ہے اگر میں نے یہ عمل تیرے خوف سے کیا تھا تو ہم سے یہ پتھر ہٹا دے۔ چنانچہ پتھر کچھ ہٹ گیا۔ دوسرے شخص نے کہا: اے اللہ تو جانتا ہے میرے والدین بوڑھے تھے اور ہر رات میں ان کے پاس بکریوں کا دودھ لے کر جاتا تھا۔ ایک رات دیر ہوگئی اور میں گھر آیا درانحالیکہ وہ محو خواب تھے اور میرے اہل و عیال بھوک کی وجہ سے چیخ و پکار کر رہے تھے اور میں ان کو دودھ نہ پلاتا تھا حتیٰ کہ والدین دودھ پی لیں اور میں نے ان کو جگانا ناپسند جانا اور یہ بھی اچھا نہ سمجھا کہ ان کو چھوڑ دوں کہ وہ دودھ کے نہ پینے کی وجہ سے کمزور ہو جائیں گے اس لیے میں مسلسل ان کا انتظار کرتا رہا حتیٰ کہ فجر طلوع ہوگئی۔ اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ عمل تیرے خوف سے کیا ہے تو ہم سے پتھر کو ہٹا اور پتھر ان سے ہٹ گیا۔ حتیٰ کہ انہوں نے آسمان دیکھ لیا۔ تیسرے شخص نے کہا: اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میرے چچا کی بیٹی مجھے سب لوگوں سے زیادہ محبوب تھی۔ میں نے اس کا دل لبھایا اس نے انکار کر دیا اور کہا کہ وہ ایک سو دینار لے کر آئے۔ میں نے ان کو تلاش کیا وہ مل گئے میں وہ سو دینار لے کر اس کے پاس آیا اور اس کے حوالے کئے تو اس نے مجھے اپنے نفس پر قادر کر دیا (یعنی زنا کے لئے تیار ہوگئی) اور جب میں ان کے دونوں پاؤں کے درمیان بیٹھ گیا تو اس نے کہا: اللہ سے ڈرو اور مہر کو ناحق نہ توڑ تو میں اٹھ کھڑا ہوا اور میں نے سو دینار چھوڑ دیئے۔ اے اللہ! تو جانتا ہے اگر میں نے یہ عمل تیرے ڈر سے کیا ہے تو اس پتھر کو ہم سے ہٹا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان سے پتھر کو ہٹا دیا اور وہ غار میں سے باہر نکل آئے۔

(بخاری مترجم جلد دوئم باب ۳۵۵ حدیث ۶۸۴)

Marfat.com

نمبر ۱۱۶: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے راوی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلے جو امتیں گزر چکی ہیں ان میں محدث ہوتے تھے اور اگر میری امت میں سے کوئی ایسا ہے تو وہ بلاشبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں (محدث وہ ہے جس کی زبان پر حق ہی جاری ہو بعض کے نزدیک جس سے فرشتے گفتگو کریں) (بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۵۶ حدیث ۶۸۸)

نمبر ۱۱۷: ولی اللہ کی شان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے راوی ہیں۔ آپ نے فرمایا: بنی اسرائیل میں ایک آدمی تھا جس نے ننانوے (۹۹) انسانوں کو قتل کیا تھا پھر وہ اس کے متعلق دریافت کرنے کے لئے نکلا اور ایک راہب کے پاس آیا۔ اور اس سے دریافت کیا' کیا اس کی توبہ قبول ہے؟ اس راہب نے کہا: نہیں۔ اس نے راہب کو بھی قتل کر دیا۔ پھر اس نے لوگوں سے اس کے متعلق پوچھنا شروع کر دیا تو ایک آدمی نے اس سے کہا تو فلاں فلاں گاؤں میں جا (وہ اس طرف جا رہا تھا) کہ اچانک اس کو موت نے پالیا (یعنی علامات موت ظاہر ہوئیں) تو اس نے اپنا سینہ اس بستی کی طرف مائل کر دیا (جس کی طرف وہ توجہ اور عبادت کے لئے جا رہا تھا) اس کے متعلق رحمت اور عذاب کے فرشتوں کے باہم جھگڑا ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس بستی کو (جہاں وہ جا رہا تھا) اشارہ کیا کہ وہ قریب ہو جائے اور اس بستی کو (جہاں سے آیا تھا) اشارہ کیا وہ دور ہو جائے اور فرمایا: دونوں بستیوں کا درمیان پیائش کرو تو وہ اس بستی کے ایک بالشت زیادہ قریب پایا گیا (جہاں وہ جا رہا تھا) تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔

(بخاری مترجم' جلد دوئم' حدیث ۶۸۹' باب ۳۵۶)

نمبر ۱۱۸: سیدنا حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی شان عظمت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا نبی اکرم ﷺ نے صبح کی نماز ادا فرمائی۔ پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ایک دفعہ ایک شخص بیل ہانک کر لے جا رہا تھا۔ اچانک وہ اس پر سوار ہو گیا اور اس کو مارا تو اس نے کہا ہم اس لیے پیدا نہیں کئے گئے (کہ ہم پر سواری کرو) ہم کو صرف کھیتی باڑی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ لوگوں نے (از راہ تعجب) سبحان اللہ کہا کہ بیل بھی کلام کرتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں اس پر یقین رکھتا ہوں اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی اس پر یقین رکھتے ہیں حالانکہ وہ دونوں اس جگہ موجود نہیں تھے۔ ایک دفعہ ایک آدمی اپنی بکریوں میں موجود تھا۔ اچانک بھیڑیئے نے حملہ کیا اور ریوڑ میں سے ایک بکری اٹھا کر لے گیا۔ چرواہے نے اس کا پیچھا کیا۔ حتیٰ کہ اس نے بھیڑیے سے بکری چھڑالی تو بھیڑیئے نے اس چرواہے سے کہا سبع کے روز ان کا محافظ کون ہوگا۔ جس دن میرے سوا ان کا چرواہا کوئی نہ ہوگا (یعنی فتنہ کے دن جب لوگ ان کو بلا چرواہا چھوڑ جائیں گے اور درندے ہی ان کے چرواہے ہوں گے تو اس دن ان کا محافظ کون ہوگا) لوگوں نے کہا سبحان اللہ بھیڑیئے بھی باتیں کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اس پر یقین رکھتے ہیں۔ حالانکہ وہ دونوں وہاں موجود نہیں تھے۔ امام بخاری نے کہا ہم کو علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم کو سفیان عیینہ نے مسعر بن کدام سے انہوں نے سعد بن ابراہیم سے انہوں نے ابوسلمہ سے انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے اسی طرح بیان کیا۔ (یہ حدیث کا دوسرا طریق ہے اور اس حدیث میں سفیان بن عیینہ نے اپنے دو مشائخ سے روایت کی ہے۔ ایک ''ابوالزناد عن الاعرج'' دوئم ''مسعر بن کدام عن سعد بن ابراہیم) (بخاری شریف' مترجم جلد دوم' باب ۳۵۶' حدیث ۶۹۰)۔

۱۱۹: مقدر کی بات اور مقدر پر ایمان رکھنا ضروری ہے

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی اکرم ﷺ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ سے طاعون کے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے مجھے بتایا کہ وہ ایک عذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے' بھیجتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مومنین کے لئے اس کو رحمت بنایا ہے۔

Marfat.com

کوئی ایسا نہیں کہ جہاں طاعون واقع ہو وہ اس شہر میں ٹھہرا رہے صبر کرتے ہوئے اور اللہ عزوجل سے حصول ثواب کے لئے درانحالیکہ وہ جانتا ہے کہ جو مصیبت اللہ نے میرے مقدر میں لکھ دی ہے وہی پہنچے گی تو اسے شہید کا ثواب ملے گا۔ (بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۵۶ حدیث ۶۹۳)

نمبر ۱۲۰: انصاف کرنے کے لئے کسی عزیز یا رشتہ دار کی سفارش کو حضور ﷺ نہ مانتے

ابن شہاب نے عروہ سے انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ قریش کو ایک عورت مخزومیہ (فاطمہ بنت ابی الاسود) جس نے چوری کی تھی غم میں مبتلا کر دیا۔ قریشیوں نے کہا کون ہے جو اس کے متعلق نبی اکرم ﷺ سے کلام کرے۔ ان میں سے بعض (مسعود بن اسود) نے کہا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے محبوب ہیں۔ وہی آپ سے بات کرنے کی جسارت کر سکتے ہیں۔ (ان کے کہنے پر) حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے آپ سے کلام کیا تو آپ نے فرمایا (اے اسامہ بن زید) کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی حد میں سفارش کر رہے ہو۔ پھر آپ کھڑے ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا: تم سے پہلے لوگوں کو صرف اسی چیز نے ہلاک کیا کہ جب ان میں سے مالدار چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کمزور چوری کرتا تو وہ اس پر حد قائم کر دیتے۔ اللہ کی قسم اگر فاطمہ بنت (محمد ﷺ) بھی چوری کرتیں تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔ (بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۵۶ حدیث ۶۹۴)

نمبر ۱۲۱: اللہ تعالیٰ سے جو ڈر گیا اللہ نے اسے بخش دیا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے راوی ہیں۔ آپ نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں میں ایک آدمی تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا۔ جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا میں تمہارے لئے کیسا باپ تھا۔ بیٹوں نے کہا بہت اچھا۔ باپ نے کہا میں نے کبھی بھی کوئی اچھا عمل نہیں کیا جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا دو پھر مجھے پیس ڈالو۔ پھر جس دن تیز ہوا ہو اڑا دو۔ تو بیٹوں نے ایسا ہی کیا تو اللہ عزوجل نے اس کے ذرات کو جمع کیا اور فرمایا: تجھے اس عمل پر کس نے آمادہ کیا اس نے کہا تیرے خوف نے۔ تو اللہ عزوجل نے اس کو اپنی آغوش رحمت میں لے لیا۔ معاذ (عنبری) نے کہا ہم کو شعبہ نے قتادہ سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا میں نے عقبہ بن عبد الغافر سے سنا۔ انہوں نے کہا میں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہوئے سنا۔ (بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۵۶ حدیث ۶۹۷)

نمبر ۱۲۲: لوگ قریش کے بغیر کسی کی تابعداری قبول نہ کریں گے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: امارت و خلافت کے معاملے میں لوگ قریش کے تابع ہیں (اہل عرب کے نزدیک زمانہ جاہلیت میں بھی قریش کی سیادت مسلم تھی اور اب جب اسلام آیا تو بھی یہی صورت ہے کہ لوگ قریش کے علاوہ کسی اور کی تابعداری قبول نہ کریں گے) ان کا مسلمان ان کے مسلمانوں کے اور ان کا کافر ان کے کافروں کے تابع ہیں۔ یہ لوگ کان ہیں جو دور جاہلیت میں اچھے تھے وہ زمانہ اسلام میں بھی اچھے ہیں جبکہ وہ دین میں سمجھ حاصل کریں۔ امارت و خلافت کے معاملے میں سب سے اچھا ان لوگوں کو پاؤ گے جو اسے سب سے زیادہ ناپسند کرتے ہوں۔ یہاں تک کہ وہ اس میں واقع ہو جائیں۔ (بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۵۷ حدیث ۷۱۳)

نمبر ۱۲۳: نبی کریم ﷺ کے قریبی کون ہیں

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (آیۃ مقدسہ) "اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی" (سورۃ شوریٰ آیت ۲۳) کی تفسیر میں ذکر کرتے ہیں کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا "قربیٰ" سے مراد نبی اکرم ﷺ کی قرابت ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا قریش کا کوئی ایسا بطن (شاخ) نہیں جس کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کی قرابت نہ ہو تو آپ ﷺ پر یہ آیۃ مقدسہ نازل ہوئی کہ میرے اور اپنے درمیان قرابت کو ملاؤ یعنی صلہ رحمی کرو۔

(بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۵۸ حدیث ۷۱۴)

Marfat.com

نمبر۱۲۴: مناقب قریش کے بیان میں

زہری نے کہا محمد بن جبیر بن مطعم بیان کرتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچی اور وہ قریش کے وفد کے ہمراہ ان کے پاس تھے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ عنقریب قبیلہ قحطان میں سے کوئی بادشاہ ہوگا۔ (یہ سن کر) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ غصے میں آ گئے۔ پھر کھڑے ہوئے اللہ عزوجل کی ثنا بیان کی جس کا وہ لائق و مستحق ہے۔ پھر کہا "اما بعد" مجھے خبر پہنچی ہے کہ تم میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو ایسی باتیں کرتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ سے ماثور ہیں۔ یہ لوگ تم میں سے جاہل ہیں تم ان سے بچو اور ان کی گمراہ کن خواہشات سے اپنے آپ کو بچاؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ بلاشک یہ امر (امارت وخلافت) قریش میں رہے گا جب تک وہ دین کو دوست رکھیں گے۔ ان سے جو لوگ دشمنی کریں گے اللہ عزوجل ان کو منہ کے بل اوندھا گرائے گا۔

(بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۵۹ حدیث ۷۱۷)

نمبر۱۲۵: امر خلافت قریش کے پاس رہے گا

عاصم بن محمد نے کہا میں نے اپنے والد (محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ) سے سنا۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا: یہ امر (خلافت) ہمیشہ قریش میں رہے گا جب تک ان میں سے دو آدمی بھی باقی ہیں۔ (بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۵۹ حدیث ۷۱۸)

۱۲۶: حضور ﷺ کے قریبی رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرنے کا حکم

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا میں اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ دونوں اکٹھے نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ آپ عبدالمطلب کی اولاد کو عطا فرماتے ہیں اور ہمیں نظرانداز فرما دیتے ہیں حالانکہ ہم اور وہ بنسبت آپ کے ایک ہی درجہ میں ہیں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ایک ہی چیز ہیں۔ لیث نے کہا مجھے ابوالاسود محمد نے عروہ بن زبیر سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بنی زہرہ کے چند لوگوں کے ساتھ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ام المومنین رضی اللہ عنہا بنو زہرہ کی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قرابت کی وجہ سے ان کے ساتھ نہایت نرمی سے پیش آئیں۔

(بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۵۹ حدیث ۷۱۹)

نمبر۱۲۷: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قریش، انصار، جہینہ، مزینہ، اسلم، اشجع اور غفار یہ سب قریش کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کے سوا ان کا کوئی ناصر و متولی نہیں۔

(بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۵۹ حدیث ۷۲۰)

نمبر۱۲۸: غیر کے ساتھ نسبت کرنے والا کافر

ابوالاسود (ظالم بن عمرو) دیلمی نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ جو کوئی بھی اپنے باپ کے غیر کی طرف اپنی نسبت کرے درانحالیکہ وہ جانتا ہے کہ (یہ نسبت غیر کی طرف ہے) وہ کافر ہوگیا (یعنی اگر وہ جانتا ہے کہ اپنے غیر کی طرف نسبت کرنا حرام ہے۔ پھر اس کو حلال سمجھ کر ایسے کرے تو کافر ہو جائے گا) اور جس نے کسی قوم کی طرف اپنی نسبت کی حالانکہ اس قوم میں اس کی قرابت نہیں تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنائے۔ (بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۶۲ حدیث ۷۲۴)

نمبر۱۲۹: عبدالواحد بن عبداللہ نصری نے کہا میں نے واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہما کو کہتے ہوئے سنا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ عظیم بہتانوں میں ایک ہے کہ کوئی بھی اپنے باپ کے غیر کی طرف اپنی نسبت کرے یا دعویٰ کرے کہ اس کی آنکھوں نے خواب میں کوئی چیز دیکھی ہے۔ حالانکہ اس

Marfat.com

نے خواب میں کچھ نہیں دیکھا۔ یا رسول اللہ ﷺ کی طرف اس بات کی نسبت کرے جو آپ ﷺ نے نہیں فرمائی (یعنی ان تین امور میں جھوٹ کی مذمت کی گئی ہے) (بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۶۲ حدیث ۷۲۵)

نمبر ۱۳۰: نبی اکرم ﷺ کی کنیت کے بیان میں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا نبی اکرم ﷺ بازار میں تھے تو ایک شخص نے عرض کیا: اے ابوالقاسم (ﷺ) نبی اکرم ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: میرے نام پر نام رکھو لیکن میری کنیت نہ رکھو۔ (بخاری شریف مترجم دوم باب ۳۷۶ حدیث ۷۵۲)

نمبر ۱۳۰ الف: ابن سیرین سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ ابوالقاسم ﷺ نے فرمایا: میرا نام رکھ لیا کرو لیکن میری کنیت نہ رکھو۔ (بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۷۶ حدیث ۷۵۴)

نمبر ۱۳۱: سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی شان

عقبہ بن حارث سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز عصر ادا کی پھر باہر نکل کر پیدل چل رہے تھے کہ حضرت حسن (بن علی) رضی اللہ عنہ کو بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھا تو ان کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا اور کہا میرا باپ قربان ہو یہ نبی اکرم ﷺ کے مشابہ ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مشابہ نہیں اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ یہ سن کر ہنس رہے تھے۔

(بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۷۹ حدیث ۷۵۷)

نمبر ۱۳۲: ابو جحیفہ (وہب بن عبداللہ رسوائی) سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا ہے۔ امام حسن (بن علی) رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے بہت مشابہ تھے۔ (بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۷۹ حدیث ۷۵۸)

نمبر ۱۳۳: حلیہ رسول اللہ ﷺ

ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم ﷺ کا وصف بیان کرتے ہوئے سنا۔ انہوں نے کہا آپ ﷺ لوگوں میں سے درمیانہ قد تھے۔ نہ زیادہ طویل اور نہ ہی زیادہ کوتاہ قد، روشن و درخشاں رنگ والے، نہ بالکل سفید نہ گندمی رنگ نہ گنجان گھنگھریالے بال والے تھے اور نہ ہی سیدھے بال والے آپ پر وحی کا نزول شروع ہوا جبکہ آپ کی عمر شریف چالیس سال تھی۔ آپ مکہ میں دس سال رہے۔ آپ پر قرآن نازل ہوتا رہا اور مدینہ منورہ میں دس سال رہے (مقصود یہ ہے کہ آپ کی عمر شریف ساٹھ سال تھی اور صحیح تریسٹھ سال ہے) آپ کے سر مبارک اور داڑھی شریف میں بیس (۲۰) بال بھی سفید نہ تھے۔ ربیعہ (بن ابی عبدالرحمٰن) نے کہا میں نے آپ کے بالوں میں سے ایک بال دیکھا کہ وہ سرخ تھا تو میں نے (حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو کہا گیا یہ بال خوشبو لگانے کی وجہ سے سرخ ہو گیا ہے)۔ (بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۷۹ حدیث ۷۶۲)

۱۳۴: ابو اسحاق (عمرو بن عبداللہ سبیعی) سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ پرنور تمام لوگوں سے حسین و خوبصورت تھا اور آپ ان سب سے خوش خلق تھے۔ نہ ہی زیادہ طویل قد والے اور نہ ہی کوتاہ قد تھے۔ (بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۷۹ حدیث ۷۶۴)

نمبر ۱۳۵: حضور ﷺ کی سخاوت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا نبی اکرم ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے اور رمضان المبارک میں جب حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ سے ملاقات کرتے تھے تو آپ اور بھی زیادہ سخی ہوتے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام ماہ رمضان المقدس کی ہر رات کو آپ سے ملاقات کرتے اور آپ کے ساتھ قرآن پاک کا دور کیا کرتے تھے۔ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو نفع پہنچانے میں تیز ہوا سے بھی

Marfat.com

زیادہ سخی تھے۔ (بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۷۹ حدیث ۷۶۹)

نمبر۱۳۶: حضور ﷺ کی شان فضیلت اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی شان

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اس حال میں کہ وہ بہت خوش تھے۔ اتنے خوش کہ آپ کی جبیں مبارکہ کے خطوط (مسرت کی وجہ سے) چمک رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: کیا تم نے ابھی سنا جو مدلجی (مجز زیعقوب بن عبدالرحمٰن) نے اسامہ اور زید کے متعلق کہا ہے۔ اس نے ان دونوں کے قدم دیکھ کر کہا یہ باپ بیٹے کے قدم ہیں۔

(بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۷۹ حدیث ۷۷۰)

نمبر۱۳۷: عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کعب سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن کعب نے کہا میں نے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو جس وقت وہ غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے۔ بیان کرتے ہوئے سنا (یہ حدیث کعب ان کی توجہ کا ایک ٹکڑا ہے۔ مفصل مغازی میں آئے گی) انہوں نے کہا جب میں نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں سلام عرض کیا (تو آپ ﷺ نے اس طرح اور اس طرح فرمایا) حالانکہ آپ کا چہرہ پرنور خوشی سے چمک رہا تھا اور رسول اللہ ﷺ جب مسرور ہوتے تو آپ کا چہرۂ انور روشن ہو جاتا تھا گویا کہ وہ چاند کا ایک ٹکڑا ہے (وہ جگہ جس میں مسرور ظاہر ہوتا یعنی پیشانی مبارک) اور ہم آپ کے چہرہ پرنور سے ہی خوشی کو پہچان لیتے تھے۔ (بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۷۹ حدیث ۷۷۱)

نمبر۱۳۸: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بنی آدم کے اول سے لے کر آخر تک بہترین قرنوں میں سے میں بہتر قرن میں بھیجا گیا ہوں۔ یہاں تک کہ میں اس قرن میں ہوا جس میں ہوں (بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۷۹ حدیث ۷۷۲)

نمبر۱۳۹: حضور نبی کریم ﷺ کے اوصاف

نمبر۱: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے سر مبارک کے سامنے والے بالوں کو اپنی جبین مبارک پر چھوڑ دیتے تھے اور مشرکین اپنے سر کے بالوں کو سر کے دونوں جانب ڈال دیتے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے جن چیزوں کے متعلق آپ کو حکم نہیں دیا ان میں اہل کتاب کی موافقت کو پسند فرماتے تھے۔ پھر (جب آپ کو حکم ہوا) آپ ﷺ اپنے سر کے بالوں کو سر کے دائیں اور بائیں جانب ڈال دیتے تھے۔ (بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۷۹ حدیث ۷۷۳)

نمبر۱۴۰: نمبر۲: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ (فطری اعتبار سے) بدکلامی کرنے والے (اور کسی اعتبار سے) کوشش و تکلف کر کے بدکلامی کرنے والے نہیں تھے۔ آپ ﷺ فرماتے تھے تم میں سے بہتر وہ ہے جن کا اخلاق اچھا ہے۔

(بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۷۹ حدیث ۷۷۴)

نمبر۱۴۱: عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ کو جب دو باتوں کے درمیان اختیار دیا گیا تو اسی کو اختیار فرمایا جو ان دونوں میں زیادہ آسان ہوگی جبکہ وہ گناہ نہ ہو۔ اگر وہ کام گناہ ہوتا تو آپ اس کام سے سب لوگوں سے زیادہ دور رہنے والے ہوتے اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کے لئے کبھی انتقام نہیں لیا مگر یہ کہ اللہ کی حرمت کی ہتک کی جائے تو اللہ کے لئے انتقام لیا کرتے تھے۔ (بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۷۹ حدیث ۷۷۵)

نمبر۱۴۲: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا میں نے کسی قسم کے ریشم کو نبی اکرم ﷺ کی ہتھیلی سے نرم و ملائم نہیں پایا اور نہ ہی میں نے نبی اکرم ﷺ کے پسینہ کی خوشبو جیسی کوئی خوشبو سونگھی۔ (بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۷۹ حدیث ۷۷۶)

نمبر۱۴۳: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ پردہ نشین کنواری عورتوں سے بھی زیادہ حیا فرمانے والے تھے۔ (بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۷۹ حدیث ۷۷۷)

Marfat.com

نمبر۱۴۴: یحییٰ قطان اور عبدالرحمٰن بن مہدی دونوں نے شعبہ سے حدیث مذکور کی مثل متن وسند روایت کی (اور محمد بن بشار کی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے) جب آپ ﷺ کسی چیز کو ناپسند فرماتے تو آپ کے چہرہ انور سے معلوم ہو جاتا تھا۔

(بخاری شریف مترجم جلد دوم باب۳۷۹ حدیث ۷۷۸)

نمبر۱۴۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا نبی اکرم ﷺ نے کبھی بھی کسی کھانے میں عیب نہیں لگایا۔ اگر آپ ﷺ کو کھانے کی خواہش ہوتی تو تناول فرما لیتے ورنہ اس کو چھوڑ دیتے۔ (بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۷۹ حدیث ۷۷۹)

نمبر۱۴۶: عبداللہ بن مالک بن بحسینہ اسدی سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا نبی اکرم ﷺ جب سجدہ فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اتنا کشادہ رکھتے کہ ہم آپ ﷺ کی بغلوں کو دیکھ لیتے۔ ابن بکیر (یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر) نے کہا ہم کو بکر (بن مضر) نے بیان کیا کہ ہم بغلوں کی سفیدی دیکھ لیتے تھے (یعنی روایت قتیبہ میں یحییٰ نے لفظ "بیاض" کا اضافہ کیا ہے)۔ (بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۷۹ حدیث ۷۸۰)

نمبر۱۴۷: نبی اکرم ﷺ کی آنکھیں مبارک سوتی تھیں اور آپ کا قلب اطہر نہیں سوتا تھا' سعید بن میناء نے حضرت جابر سے انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے اس کی روایت کی ہے

ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ رمضان المبارک میں کتنی رکعت نماز پڑھتے تھے۔ ام المومنین نے فرمایا: آپ ﷺ رمضان المبارک اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نماز پڑھتے تھے۔ آپ چار رکعتیں پڑھتے ان کے حسن اور طوالت کا مت پوچھو۔ پھر چار رکعتیں پڑھتے ان کی خوبصورتی اور درازی کے متعلق مت پوچھو۔ پھر تین رکعات پڑھتے۔ ام المومنین فرماتی ہیں میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ آپ وتر پڑھنے سے قبل آرام فرماتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میری آنکھیں محو خواب ہوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔ (بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۸۰ حدیث ۷۸۲)

نمبر۱۴۸: زمانہ اسلام میں علامات نبوت کے بیان میں (بعثت کے وقت سے لے کر آج تک) معجزے کا بیان

عمران بن حصین نے بیان کیا کہ لوگ ایک سفر میں نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے۔ وہ پوری رات چلتے رہے یہاں تک کہ جب صبح ہونے کو تھی۔ آرام کے لئے ایک جگہ اترے تو ان کی آنکھوں نے ان پر غلبہ پالیا (یعنی سو گئے) حتیٰ کہ سورج بلند ہو گیا اور سب سے پہلے جو شخص نیند سے بیدار ہوا وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے اور رسول اللہ ﷺ کو نیند سے بیدار نہیں کیا جاتا تھا حتیٰ کہ وہ جاگتے پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی بیدار ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے سر مبارک کے قریب بیٹھ گئے اور با آواز بلند تکبیر کہنا شروع کر دی یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ بیدار ہو گئے۔ آپ نے (ایک مقام میں) نزول اجلال فرمایا اور ہمیں صبح کی نماز پڑھائی۔ لوگوں میں سے ایک شخص علیحدہ ہو گیا اور اس نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: اے فلاں تجھے کس چیز نے ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے منع کیا ہے۔ اس شخص نے عرض کیا: مجھے جنابت لاحق ہو گئی ہے تو آپ نے اس کو مٹی سے تیمم کرنے کا حکم دیا (اس نے تیمم کیا) پھر نماز پڑھی اور رسول اللہ ﷺ نے مجھے چند سواروں کے ساتھ آگے بھیج دیا اور ہم کو سخت پیاس لگی ہوئی تھی اور ہم چلتے رہے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک عورت دو مشکیزوں کے درمیان اپنے دو پاؤں لٹکائے ہوئے ہے۔ ہم نے اس عورت سے کہا تمہارے گھر اور پانی کے درمیان کتنا فاصلہ ہے۔ عورت نے جواب دیا ایک دن اور رات کا فاصلہ ہے۔ ہم نے کہا ہمارے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس چلو۔ اس عورت نے کہا رسول اللہ ﷺ کون ہیں اور ہم نے اس کو اپنے حال پر نہ چھوڑا حتیٰ کہ ہم اس کو نبی اکرم ﷺ کے حضور لے آئے اور اس عورت نے آپ سے وہی بیان کیا جو اس نے ہم سے بیان کیا۔ اس کے علاوہ اس نے یہ بیان کیا کہ وہ یتیم بچوں کی ماں ہے۔ آپ ﷺ نے دونوں مشکوں کو کھولنے کا حکم دیا اور ان کے نیچے والے دہانہ پر ہاتھ پھیرا۔ ہم نے پانی پیا درانحالیکہ ہم چالیس آدمی پیاسے تھے حتیٰ کہ ہم نے سیر ہو کر پانی پیا اور ہم نے اپنے

Marfat.com

مشکیزوں اور برتنوں کو جو ہمارے پاس تھے' بھر لیا۔ سوا اس کے کہ ہم نے اپنے اونٹوں کو پانی نہ پلایا اور وہ مشک قریب تھا کہ پانی کی زیادتی کی وجہ سے پھٹ جاتی (یعنی اتنا پانی لینے کے باوجود اس مشک میں پہلے سے بھی پانی زیادہ تھا) پھر آپ نے فرمایا: جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ لاؤ۔ تو اس عورت کے لئے روٹی کے ٹکڑے اور کھجوریں جمع کی گئیں (گویا کہ یہ چیزیں پانی کا عوض تھیں) حتیٰ کہ وہ عورت اپنے گھر والوں کے پاس پہنچی اور کہا میں نے لوگوں میں سے ایک بہت بڑے جادوگر سے ملاقات کی یا وہ نبی ہیں جیسا کہ لوگوں کا خیال ہے تو اللہ تعالیٰ نے گاؤں والوں کو اس عورت کے ذریعہ ہدایت عطا فرمائی اور وہ عورت اور سب لوگ مسلمان ہو گئے۔ (بخاری شریف' مترجم جلد دوم' باب ۳۸۱' حدیث ۷۸۶)

نمبر ۱۴۹: حضور ﷺ کی انگلیوں سے پانی جاری ہونے کا معجزہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک برتن پیش کیا گیا حالانکہ آپ مقام' زوراء' میں تھے۔ آپ نے اس برتن میں اپنا دست مبارک رکھا تو آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی نکلنے لگا اور لوگوں نے وضو کیا۔ قتادہ نے کہا میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا تم کتنے لوگ تھے۔ انہوں نے جواب دیا: تین سو یا اس کے لگ بھگ۔

(بخاری شریف مترجم جلد دوم' باب ۳۸۱' حدیث ۷۸۷)

نمبر ۱۵۰: حضور ﷺ نے خالی کنویں میں کلی کر کے پانی گرایا تو کنواں پانی سے بھر گیا

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم حدیبیہ کے دن چودہ سو تھے اور حدیبیہ ایک کنواں کا نام ہے۔ ہم نے اس سے سارا پانی نکال لیا حتیٰ کہ اس میں ایک قطرہ بھی نہ رہا تو نبی اکرم ﷺ کنوے کے کنارے پر تشریف فرما ہوئے۔ پانی منگوایا اور کلی کر کے پانی کنویں میں گرایا ہم تھوڑا سا ٹھہرے ہوں گے پھر ہم نے اس کنویں سے پانی پیا حتیٰ کہ ہم سیراب ہو گئے اور ہمارے مال مویشی بھی سیراب ہو گئے۔ (بخاری مترجم جلد دوئم' حدیث ۷۹۲)

نمبر ۱۵۱: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا نبی اکرم ﷺ بعض سفروں میں سے کسی ایک میں باہر نکلے اور شمع نبوت کے ساتھ کچھ پروانے بھی تھے۔ وہ چلتے رہے حتیٰ کہ نماز کا وقت قریب آ گیا اور لوگوں نے پانی نہ پایا کہ وہ وضو کر سکیں تو لوگوں میں سے ایک آدمی (اس سے مراد خود حضرت انس ہیں جیسا کہ سند حارث بن ابی اسامہ میں من طریق شریک بن ابی عزعن انس یہ واقعہ مروی ہے) گیا اور وہ ایک پیالہ جس میں تھوڑا سا پانی تھا (حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے) لے کر آیا اس کو نبی اکرم ﷺ نے لیا اور وضو فرمایا پھر آپ نے اپنی چاروں انگلیاں پیالے پر رکھ دیں۔ پھر فرمایا: اٹھو اور وضو کرو۔ سب لوگوں نے وضو کیا حتیٰ کہ انہوں نے وضو سے اپنا مقصد پورا کر لیا اور وہ لوگ ستر یا اس کے لگ بھگ تھے۔

(بخاری شریف مترجم جلد دوم' باب ۳۸۱' حدیث ۷۸۹)

نمبر ۱۵۲: کھجور کے تنے کا رونا

نمبر ۲: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ نبی اکرم ﷺ جمعۃ المبارک کے دن ایک درخت یا کھجور کے ستون کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے تھے۔ انصار کی ایک عورت یا ایک مرد (یہ مشورہ دینے والے تمیم داری تھے) نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم آپ کے لیے منبر شریف تیار نہ کریں۔ آپ نے فرمایا: اگر تم چاہتے ہو منبر تیار کرو۔ انہوں نے آپ کے لئے منبر شریف بنایا۔ جب جمعۃ المبارک کا دن تھا۔ آپ ﷺ منبر شریف پر تشریف لے گئے تو ستون بچہ کی مثل چیخنے لگا۔ پھر نبی اکرم ﷺ منبر شریف سے اترے اور اس کو اپنے سینۂ مبارک سے لگا لیا۔ وہ ایسے بچہ کی طرح رونے لگا۔ جسے چپ کرایا جاتا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا اس کا رونا اس وجہ سے تھا کہ وہ آپ کے پاس ذکر سنا کرتا تھا۔

(بخاری شریف مترجم جلد دوم' باب نمبر ۳۸۱' حدیث ۷۹۹)

Marfat.com

نمبر۱۵۳: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان

سلیمان (اعمش) سے روایت ہے کہ میں نے ابووائل (شقیق بن سلمہ) کو حضرت حذیفہ سے حدیث بیان کرتے ہوئے سنا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم میں سے کون ہے۔ جس کو رسول اللہ ﷺ کا فتنہ کے متعلق قول یاد رہا ہو۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا جیسا کہ آپ نے فتنہ کے متعلق ارشاد فرمایا مجھے یاد ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیان کرو تم ایک دلیر آدمی ہو۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی شخص کے اپنے اہل، مال اور پڑوس کے فتنہ میں مبتلا ہونے کو نماز، صدقہ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مٹا دیتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری مراد یہ فتنہ نہیں۔ میری مراد وہ فتنہ ہے جو سمندر کے تلاطم کی طرح ہو۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیر المومنین آپ کو اس فتنہ سے کوئی خطرہ نہیں آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان ایک بند دروازہ ہے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ دروازہ کھولا جائے گا یا توڑ دیا جائے گا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں بلکہ وہ توڑا جائے گا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ اس لائق ہے کہ وہ کبھی بند نہ کیا جائے۔ ابووائل نے کہا ہم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا کیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس دروازہ کو جانتے تھے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا جی ہاں جیسے کل سے پہلے آنے والی رات کو جانتے ہیں (حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا) میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ایسی حدیث بیان کی ہے جو غلط نہیں۔ (یہ نبی اکرم ﷺ کے کلام سے ہے اور یہ ثابت اور محقق ہے میں نے اپنے اجتہاد اور رائے سے بیان نہیں کی) ابووائل نے کہا ہم ان سے سوال کرنے سے ڈرے اور ہم نے مسروق (بن اجدع) سے کہا تو انہوں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا اور کہا دروازہ کون ہے؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا وہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہے)

(بخاری شریف، مترجم، جلد دوم، باب ۳۸۱، حدیث ۸۰۱)

نمبر۱۵۴: قیامت کی نشانیاں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ تم ایسے لوگوں سے جنگ کرو گے جن کی جوتیاں بالوں والی ہیں اور تم لڑکوں سے جنگ کرو جن کی آنکھیں چھوٹی اور چہرے سرخ ہیں اور ناکیں چپٹی ہوئی ہے گویا ان کے چہرے اوپر نیچے ڈھالیں ہیں اور تم لوگوں سے بہتر وہ شخص پاؤ گے جو خلافت اور امارت کو سخت ناپسند کرنے والا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس واقعہ میں ہو جائے گا (یعنی اس کو جبراً خلافت و امارت دی جائیگی) لوگ کانوں کی طرح ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں جو بہتر تھے وہ زمانہ اسلام میں بھی اچھے ہوں گے۔ تم سے کسی ایک پر ایسا ضرور زمانہ آئے گا کہ اس کا مجھے دیکھنا اپنے اہل و مال سے زیادہ اس کو محبوب ہوگا۔

(بخاری شریف، مترجم جلد دوم، باب ۳۸۱، حدیث ۸۰۲)

نمبر۱۵۵: حضور ﷺ نے فرمایا: میری امت کو قریش کے کم عقل والے لوگ ہلاک کریں گے

عمرو بن یحییٰ بن سعید اموی نے اپنے دادا (سعید بن عمرو ابوعثمان قرشی کوفی) سے روایت کی۔ سعید بن عمرو نے کہا میں مروان اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے صادق (فی نفسہٖ) المصدق (اللہ کی طرف سے) کو فرماتے ہوئے سنا میری امت کی ہلاکت قریش کے کم عقل اور جاہلوں سے ہوگی۔ مروان نے کہا نوجوانوں کے ہاتھوں سے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تو چاہتا ہے تو میں ان کے نام بتا دیتا ہوں۔ وہ بنی فلاں (بنی حرب) بنی فلاں (بنی مروان) ہیں۔

(بخاری شریف، مترجم جلد دوم، باب ۳۸۱، حدیث ۸۱۶)

Marfat.com

نمبر ۱۵۶: فتنوں کے دوران مسلمانوں کی جماعت اور اس کے امام کو لازم پکڑو اور گوشہ نشینی اختیار کرنے سے دین کو بچایا جا سکتا ہے

ابوادریس (عائذ اللہ بن عبداللہ) خولانی نے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بن یمان کو کہتے ہوئے سنا کہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے خیر کے متعلق دریافت کرتے تھے اور میں آپ سے شر کے متعلق دریافت کرتا تھا اس خوف سے کہ کہیں وہ مجھے اپنی آغوش میں نہ لے لے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ ہم جاہلیت اور شر میں مبتلا تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس خیر سے سرفراز کیا تو کیا اس خیر کے بعد شر ہوگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ میں نے عرض کیا اور کیا اس شر کے بعد خیر ہوگی۔ آپ نے فرمایا: ہاں لیکن اس میں خالص خیر نہیں ہوگی۔ میں نے عرض کیا اس کی ملاوٹ اور کدورت کیا ہوگی۔ آپ نے فرمایا وہ لوگ ہوں جو میرے طریقے کے خلاف طریقے بتائیں گے۔ تم ان میں اچھی اور بری چیزیں دیکھو گے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے عرض کیا اس خیر کے بعد شر ہوگی۔ آپ نے فرمایا: ہاں جہنم کے دروازوں کی طرف بلانے والے ہوں گے جنہوں نے ان کی بات مان لی وہ اس کو جہنم میں پھینک دیں گے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہمیں ان کی صفت بیان فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ ظاہر میں ہمارے ساتھ ہماری مثل ہوں گے اور باطن میں ہمارے خلاف ہوں گے (یعنی عرب اور یہ معنی شیخ ابوالحسن کا ہے) اور وہ ہماری زبان میں کلام کریں گے۔ آپ نے فرمایا: مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کو لازم پکڑو۔ میں نے عرض کیا اگر مسلمانوں کی جماعت اور ان کا امام نہ ہو (تو پھر میں کیا کروں) آپ نے فرمایا: تم ان تمام فرقوں سے گوشہ نشینی میں رہو۔ اگرچہ تمہیں درخت کی جڑ میں پناہ پڑے حتیٰ کہ اس حالت میں تم کو موت پالے۔ (بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۸۱ حدیث ۸۱۷)

نمبر ۱۵۷: جنگ صفین کے متعلق پیشگوئی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک دو جماعتیں باہم جنگ نہ کریں گی اور ان دونوں کا دعویٰ (دین) ایک ہی ہوگا (کرمانی نے کہا ان دونوں میں سے ہر ایک دعویٰ کرے گا کہ وہ حق پر ہے۔ وہ اس کا مخالف باطل پر اور یہ جنگ صفین کی طرف اشارہ ہے جو حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان ہوئی۔ (بخاری شریف مترجم جلد دوم باب نمبر ۳۸۱ حدیث ۸۱۹)

نمبر ۱۵۸: آخیر زمانہ میں کمزور اور کم عقل والے لوگ سب سے زیادہ بہتر حدیثیں بیان کریں گے لیکن وہ دین سے ایسے نکلے ہوئے ہوں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے

سوید بن غفلہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب میں تم سے رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کروں تو مجھے آسمان سے گر پڑنا زیادہ پسند ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ میں نبی اکرم ﷺ پر جھوٹا بہتان باندھوں اور جب میں تم سے وہ باتیں کروں جو میرے اور تمہارے درمیان ہیں تو بلاشبہ لڑائی دھوکا ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آخری زمانہ میں نوعمر اور کمزور عقل والے لوگ آئیں گے اور وہ سب مخلوق سے بہتر رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں بیان کریں گے۔ وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے (بالکل صاف) نکل جاتا ہے اور ان کا ایمان حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ جہاں بھی ان کو پاؤ انہیں قتل کرو کیونکہ قیامت کے دن اس کے لئے بہت بڑا ثواب ہے جو ان کو قتل کرے گا۔ (بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۸۱ حدیث ۸۲۲)

نمبر ۱۵۹: جنت کی خوشخبری سننے والے کون تھے؟

ابن عون (عبداللہ بن عون) مجھے موسیٰ بن انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو گم پایا۔

Marfat.com

ایک شخص (سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں اس کی خبر لاتا ہوں۔ وہ حضرت ثابت بن قیس کے پاس آئے اور ان کو اپنے گھر میں اپنا سر جھکائے بیٹھا ہوا پایا۔ سعد بن معاذ نے کہا تمہارا کیا حال ہے۔ ثابت بن قیس نے کہا برا حال برا ہے۔ وہ اپنا حال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: وہ (ثابت بن قیس) نبی اکرم ﷺ پر اپنی آواز بلند کرتا تھا وہ اس کے عمل ضائع ہو گئے اور وہ جہنمیوں میں سے ہے۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ کو تمام واقع بیان کیا کہ ثابت بن قیس نے ایسا ایسا کیا ہے۔ موسیٰ بن انس نے کہا حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ دوبارہ عظیم خوشخبری لے کر لوٹا۔ آپ نے اس کو فرمایا ثابت بن قیس کے پاس جاؤ اور اس سے کہو تم جہنمیوں میں سے نہیں ہو بلکہ تم جنتی ہو۔ (بخاری شریف مترجم دوم باب ۳۸۱ حدیث ۸۲۴)

نمبر ۱۶۰: حضور ﷺ کے گستاخ کی سزا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ ایک شخص (قبیلہ بنی نجار سے) نصرانی تھا۔ وہ اسلام لے آیا اور اس نے سورۃ بقرہ اور آل عمران پڑھ لی۔ پھر وہ نبی اکرم ﷺ کا کاتب وحی مقرر ہو گیا۔ پھر وہ مرتد ہو گیا اور اپنے دین نصرانی میں چلا گیا۔ وہ مرتد ہونے کے بعد کہتا تھا: نبی اکرم ﷺ کو وہی علم ہے جو میں نے ان کو لکھ دیا ہے۔ پھر اللہ عزوجل نے اس کو موت دی اور لوگوں نے اس کو دفن کر دیا۔ صبح ہوئی تو دیکھا کہ زمین نے اس کو باہر پھینک دیا ہے۔ نصرانیوں نے کہا یہ محمد ﷺ اور آپ اصحاب کا کام ہے جبکہ وہ ان کے دین سے بھاگ گیا تھا۔ انہوں نے ہمارے ساتھی کی قبر کھود ڈالی اور اس کو باہر پھینک دیا ہے۔ نصرانیوں نے جتنی ان کی طاقت تھی گہری قبر کھودی۔ صبح ہوئی تو دیکھا کہ زمین نے اس کو باہر پھینک دیا ہے۔ پھر ان کو معلوم ہوا کہ یہ لوگوں کا کام نہیں ہے۔ انہوں نے بھی اس کو پھینک دیا۔ (بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۸۱ حدیث ۸۲۸)

نمبر ۱۶۱: حضور ﷺ نے مستقبل کی خبر دی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کسریٰ فوت ہو جائے گا تو اس کے بعد کسریٰ نہ ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہوگا تو اس کے بعد قیصر نہ ہوگا اور اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے۔ ضرور تم ان دونوں کے خزانوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو گے۔ (بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۸۱ حدیث ۸۲۹)

نمبر ۱۶۲: مستقبل کی خبر جھوٹے دو آدمی جو نبوت کا دعویٰ کریں گے

نمبر ۱۶۲: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ رسول اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں مسیلمہ کذاب آیا اور کہنے لگا۔ اگر محمد ﷺ اپنے بعد مجھے خلیفہ مقرر کر لیں تو میں آپ کی اتباع کر لیتا ہوں اور وہ اپنی قوم کے بہت زیادہ لوگ لے کر آیا۔ رسول ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے اور آپ کے ہمراہ ثابت بن قیس بن شماس تھے اور رسول ﷺ کے دست مبارک میں کھجور کی شاخ کا ایک ٹکڑا تھا۔ حتیٰ کہ مسیلمہ کذاب کے پاس کھڑے ہوئے وہ اپنے ساتھیوں میں تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھ سے یہ شاخ کا ٹکڑا بھی مانگے تو میں تجھ کو وہ شاخ کا ٹکڑا بھی نہ دونگا۔ اللہ تعالیٰ نے تیرے متعلق فیصلہ فرما دیا ہے تو ہرگز اس سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ اگر تو نے میری اطاعت سے روگردانی کی تو اللہ تعالیٰ تجھے ضرور ہلاک کر دے گا اور میں تجھے وہی شخص خیال کرتا ہوں کہ تیرے حق میں میں نے خواب میں جو دیکھا سو دیکھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں محو خواب تھا۔ میں نے خواب میں اپنے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن دیکھے۔ مجھے ان کے اثر نے غمناک کر دیا تو خواب میں میری طرف وحی کی گئی کہ ان دونوں کنگنوں کو پھونک مارو۔ میں نے ان دونوں کنگنوں کو پھونک ماری تو وہ اڑ گئے۔ میں نے ان دونوں کی تاویل یہ کی کہ میرے بعد دو کذاب ظاہر ہوں گے۔ ان دونوں میں سے ایک اسود عنسی اور دوسرا مسیلمہ کذاب ہوگا جو صاحب یمامہ ہے۔ (بخاری شریف مترجم جلد دوم حدیث ۸۳۶ باب ۳۸۱)

Marfat.com

نمبر۱۶۳: اہل جنت مومن عورتوں کی سردار سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا نبی اکرم ﷺ نے اس بیماری میں کہ جس میں آپ کی وفات ہوئی۔ اپنی لخت جگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ان سے کوئی خفیہ بات کی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رو پڑیں۔ پھر آپ ﷺ نے ان کو بلایا اور در پردہ کوئی بات کی تو وہ ہنس پڑیں۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے اس کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ نے (اول بار) مجھ سے جو خفیہ بات کی وہ یہ تھی کہ آپ اس مرض میں رحلت فرما جائیں گے تو میں رو پڑی پھر دوبارہ میرے ساتھ در پردہ بات کی اور بتایا آپ کی اہل بیت میں سے سب سے پہلے میں آپ کا پیچھا کروں گی تو میں ہنس پڑی۔ (بخاری مترجم جلد دوم حدیث ۸۳۴ باب ۳۸۱) اس سے پہلی حدیث ۸۳۳ میں یہ بھی ہے کہ جب سیدہ فاطمۃ الزہراء رو پڑیں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم اس بات سے راضی نہیں کہ تم اہل جنت عورتوں کی سردار ہو یا یہ فرمایا کہ مومنوں کی عورتوں کی سردار ہو۔ میں اس وجہ سے ہنس پڑی۔

نمبر۱۶۴: مستقبل کی پیشگوئی کہ یہودیوں سے جنگ ہوگی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: تم یہودیوں سے جنگ کرو گے اور تم ان پر غالب آ جاؤ گے۔ حتیٰ کہ پتھر کہے گا اے مسلم یہ یہودی میرے پیچھے ہے اس کو قتل کرو۔ (بخاری مترجم جلد دوم باب ۳۸۱ حدیث ۸۰۶)

نمبر۱۶۵: حضور ﷺ کا قریب کا زمانہ بہتر ہوگا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے راوی ہیں۔ آپ نے فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ وہ لوگ جہاد کریں گے اور کہا جائے گا تم میں رسول اللہ ﷺ کا صحابی ہے۔ لوگ کہیں گے ہاں جی تو وہ فتح حاصل کرلیں گے۔ پھر وہ جنگ کریں گے اور کہا جائے گا کیا تم میں کوئی تابعی ہے لوگ کہیں گے جی ہاں تو انہیں فتح حاصل ہوگی۔ (بخاری مترجم جلد دوم باب ۳۸۱ حدیث ۸۰۷)

نمبر۱۶۶: حضور ﷺ نے فرمایا: زمین کے خزانوں کی کنجیاں مجھے عطا کی گئیں اور مجھے اپنے بعد شرک تمہارے کا خوف نہیں خوف اس بات کا ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرنے لگو گے

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک دن باہر تشریف لائے اور آپ ﷺ نے شہداء احد پر اس طرح نماز جنازہ پڑھی جس طرح میت پر نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔ پھر آپ ﷺ منبر شریف کی طرف تشریف لے گئے (منبر شریف پر خطبہ دیتے ہوئے) فرمایا: میں تمہارا مقدمہ ہوں (آگے جا کر انتظام کرنے والا) اور میں یقیناً زمین کے خزانوں کی کنجیاں دیا گیا ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں اور میں اللہ کی قسم! اب اپنے حوض کوثر کو دیکھ رہا ہوں اور اللہ کی قسم! مجھے اپنے بعد تمہارے شرک کا خوف نہیں۔ صرف خوف اس بات کا ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرنے لگو گے۔ (بخاری مترجم جلد دوم باب ۳۸۱ حدیث ۸۰۹)

نمبر۱۶۷: حضور ﷺ کا لوگوں کے گھروں میں فتنوں کے گرتے دیکھنا

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ کے قلعوں میں سے ایک قلعہ پر تشریف فرما کر فرمایا کیا جو میں دیکھ رہا ہوں تم دیکھ رہے ہو۔ میں تمہارے گھروں میں فتنوں کو ایسے گرتے دیکھ رہا ہوں جیسے بارش کے قطروں کو گرنے کی جگہ دیکھتے ہیں۔ (بخاری مترجم جلد دوم باب ۳۸۱ حدیث ۸۱۰)

نمبر۱۶۸: صدقہ کر کے جہنم کی آگ سے بچو

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ کو فرماتے سنا کہ جہنم کی آگ سے بچو، اگرچہ کھجور کا

Marfat.com

ایک چھلکا صدقہ کر کے ہی بچو اگر کھجور کا چھلکا بھی حاصل نہ کر سکے تو لوگوں سے اچھی بات کر کے جہنم کی آگ سے بچو۔ (بخاری مترجم جلد دوئم باب ۳۸۱ حدیث ۸۰۸) یہ حدیث کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے پوری حدیث کافی لمبی ہے۔

نمبر ۱۶۹: مسلمانوں کا بہترین مال بکریاں ہیں

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے عبداللہ بن ابی صعصعہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تم بکریوں سے محبت کرتے ہو اور ان کو پالتے ہو۔ تم ان کی حفاظت کرو اور ان کی بیماری کی بھی حفاظت رکھو کیونکہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا جس میں مسلمانوں کا بہترین مال بکریاں ہوں گی۔ اور وہ ان کو پہاڑوں کی چوٹیوں یا بارش برسنے کی جگہوں پر لے جائے گا اور اپنے دین کو فتنوں سے بچانے کے لئے بھاگ نکلے گا۔ (بخاری مترجم جلد دوئم باب ۳۸۱ حدیث ۸۱۲)

نمبر ۱۷۰: فتنوں کے دوران کون بہتر ہوگا

حضرت سعید بن مسیب اور ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے۔ ان دونوں نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عنقریب فتنے برپا ہوں گے۔ ان میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے اور کھڑے ہونے والا چلنے والے سے اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا جو ان فتنوں کی طرف جھانکے گا۔ وہ اس پر غلبہ کر لیں گے اور اسے ہلاک کر دیں گے اور جو کوئی پناہ کی جگہ پائے وہ ضرور اسے اپنی پناہ گاہ بنائے۔ ابن شہاب سے روایت ہے کہ مجھے ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث نے عبدالرحمٰن بن مطیع بن اسود سے انہوں نے نوفل بن معاویہ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی مثل روایت کی ہے مگر یہ کہ ابوبکر بن عبدالرحمٰن نے یہ اضافہ کیا ہے کہ نمازوں میں سے ایک نماز (عصر) جس سے فوت ہو جائے گویا اس کے اہل و عیال اور مال و دولت لوٹ لیے گئے۔ (بخاری مترجم جلد دوئم باب ۳۸۱ حدیث ۸۱۳)

نمبر ۱۷۱: ارشاد رسول اللہ ﷺ: تم پر جو حق ہے اس کو ادا کرو اور جو تمہارا حق ہے وہ اللہ تعالیٰ سے مانگو

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عنقریب تم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی اور ایسی باتیں ہوں گی جو تم کو ناگوار ہوں گی۔ لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ ہمیں کیا حکم فرماتے ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم پر جو حق ہے اس کو ادا کرو اور جو تمہارا حق ہے وہ اللہ تعالیٰ عزوجل سے مانگو۔ (بخاری مترجم جلد دوئم باب ۳۸۱ حدیث ۸۱۴)

نمبر ۱۷۲: عظمت انصار کی

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جس مرض میں وفات پائی۔ اس میں باہر تشریف لائے درانحالیکہ آپ چادر اوڑھے ہوئے تھے جبکہ چکناہٹ والی سیاہ پٹی سے اپنا سر مبارک باندھا ہوا تھا۔ حتیٰ کہ منبر شریف پر جلوہ افروز ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اس کے بعد فرمایا: "اما بعد" لوگ زیادہ ہو جائیں گے اور انصار کم ہوتے جائیں گے۔ حتیٰ کہ وہ لوگوں میں کھانے کے نمک کے برابر رہ جائیں گے۔ تم میں سے جو کوئی امارت حاصل کرے اور وہ کچھ لوگوں کو نقصان اور کچھ لوگوں کو نفع دے سکے تو اسے چاہیے کہ انصار کے دیانتدار لوگوں کی نیکی کو قبول کرے اور ان میں سے گنہگاروں سے درگزر کرے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا یہ آخری مجلس تھی جس میں نبی اکرم ﷺ تشریف فرما ہوئے۔ (بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۸۱ حدیث ۸۳۶)

نمبر ۱۷۳: حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی شان عظمت اور مستقبل کی خبر

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ ایک دن نبی اکرم ﷺ حضرت حسن (بن علی) رضی اللہ عنہ کو باہر لے کر آئے اور ان کو منبر شریف پر بٹھا کر فرمایا: میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ دو مسلمانوں کی جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔

(بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۸۱ حدیث ۸۳۷)

Marfat.com

نمبر۱۷۴: حضور ﷺ نے غزوہ موتہ کے شہیدوں کی خبر مدینہ شریف میں بیٹھ کر شہادت کے وقت بتادی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے (غزوہ موتہ میں) جعفر بن ابی طالب اور زید بن حارثہ کی شہادت کی خبر آنے سے پہلے ہی ان کی شہادت کی خبر دے دی اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ (بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۸۱ حدیث ۸۳۸)

نمبر۱۷۵: مستقبل کی خبر دینا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس صوف کے بچھونے ہیں۔ میں نے عرض کیا ہمارے پاس صوف کے بچھونے کہاں۔ آپ نے فرمایا: عنقریب تمہارے لئے صوف کے بچھونے ہوں گے اور میں اب جب (سہیلہ بنت مسعود بن ابی اوس الانصاریہ) سے یہ کہتا ہوں مجھ سے یہ صوف کے بچھونے ہٹائے تو وہ جواب دیتی ہے کہ کیا نبی اکرم ﷺ نے نہیں فرمایا تھا کہ عنقریب تمہارے لیے صوف کے بچھونے ہوں گے تو میں نے اپنے صوف کے بچھونوں کو اپنے حال میں بچھا ہوا چھوڑ دیا۔

(بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۸۱ حدیث ۸۳۹)

نمبر۱۷۶: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ یہود اس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے آدمی اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہے اور بیشک ان میں سے ایک گروہ جان بوجھ کر حق چھپاتا ہے (سورہ بقرہ آیت ۱۴۶)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہودی رسول اکرم ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے بتایا کہ ان میں ایک مرد اور ایک عورت نے زنا کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو فرمایا رجم کے متعلق تورات میں تم کیا پاتے ہو۔ یہودیوں نے جواب دیا ہم ان کو ذلیل خوار کرتے ہیں اور ان کو کوڑے مارے جاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا تم جھوٹ بول رہے ہو تورات میں رجم کا حکم ہے۔ تورات لے آئے اور اسے کھولا اور ان میں سے ایک (عبداللہ بن صوریا) نے آیت رجم پر اپنا ہاتھ رکھ لیا اور اس آیت کو ماقبل اور مابعد پڑھتا رہا۔ عبداللہ بن سلام نے اس شخص سے کہا اپنا ہاتھ اٹھا تو اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس میں آیت رجم موجود ہے۔ یہودیوں نے کہا اے محمد (ﷺ) آپ نے سچ فرمایا ہے تورات میں آیت رجم ہے تو رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کا رجم کا حکم دیا۔ آپ کے حکم کے مطابق ان دونوں کو سنگسار کیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا میں نے اس شخص کو دیکھا کہ وہ اس عورت پر گرتا تھا اور اس کو پتھروں سے بچاتا تھا۔

(بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۸۲ حدیث ۸۴۳)

نمبر۱۷۷: مشرکوں کا سوال کرنا کہ نبی اکرم ﷺ ان کو کوئی معجزہ دکھائیں تو آپ نے ان کو شق قمر کا معجزہ دکھایا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا رسول معظم ﷺ کے عہد مبارک میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: گواہ رہو۔ (بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۸۳ حدیث ۸۴۴)

نمبر۱۷۸: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ان سے بیان کیا کہ مکہ والوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ آپ ان کو کوئی معجزہ دکھائیں تو آپ ﷺ نے ان کو چاند دو ٹکڑے کر کے دکھایا۔ (یہ عظیم معجزہ ہے) (بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۸۳ حدیث ۸۴۵)

◆ ۱۷۸ الف: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ چاند نبی اکرم ﷺ کے زمانہ شریف میں دو ٹکڑے ہو گیا۔

(بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۸۳ حدیث ۸۴۶)

نمبر۱۷۹: صحابہ کرام کے لئے رات کو اندھیرے کے دوران چراغ کی طرح دو چیزیں روشن ہو گئیں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ اصحاب نبی اکرم ﷺ سے دو شخص (عباد بن بشر اور اسید بن حضیر) نبی اکرم ﷺ کے

Marfat.com

حضور رات گئے بیٹھے رہے جب فارغ ہو کر باہر نکلے تو ان دونوں کے آگے چراغوں کی طرح دو چیزیں روشن ہو گئیں اور جب (راستہ میں) وہ جدا جدا ہوئے تو ان میں سے ایک کے ساتھ ایک ایک چراغ روشن ہو گیا۔ حتیٰ کہ وہ (اس کے روشنی میں) گھروں کو پہنچے۔

(بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۸۴ حدیث ۸۴۷)

حضور ﷺ نے فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ ہمیشہ غالب رہیں گے

نمبر ۱۸۰: قیس (بن ابوحازم) نے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت مغیرہ بن شعبہ کو نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ ہمیشہ غالب رہیں گے حتیٰ کہ قیامت آ جائے گی اور وہ غالب ہی ہوں گے۔

(بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۸۴ حدیث ۸۴۷)

نمبر ۱۸۱: حضور ﷺ کی امت میں ایک جماعت ہمیشہ اللہ کے دین پر رہے گی

عمیر بن ہانی نے بیان کیا کہ انہوں نے معاویہ (ابن ابوسفیان) کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے سنا کہ میری امت سے ایک جماعت ہمیشہ اللہ کے دین پر قائم رہے گی اور ان کو نقصان نہیں پہنچا سکیں گے جو ان سے الگ رہیں گے یا ان کے مخالف ہوں گے حتیٰ کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کا امر آ جائے گا اور وہ اسی حال پر ہوں گے۔ عمیر بن ہانی نے کہا کہ مالک نے کہا حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا اور وہ شام میں ہوں گے۔ معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا یہ مالک بن یخامر گمان کرتا ہے کہ انہوں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ شام میں ہوں گے۔ (غالباً ان کی مراد ابدال سے ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ ابدال شام میں ہوں گے اس صورت میں انہوں نے خاص اولیاء کرام مراد لیا ہے۔ (بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۸۹ حدیث ۸۴۹)

۱۸۱ الف: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیوں پر قیامت تک خیر باندھی گئی ہے۔ (بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۸۴ حدیث ۸۵۱)

نمبر ۱۸۲: حضور ﷺ کی دعا سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا حافظہ کبھی بھی کمزور نہ ہوا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں آپ سے بے شمار احادیث سنتا ہوں اور ان کو بھول جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: اے ابوہریرہ اپنی چادر بچھاؤ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے اپنی چادر بچھادی۔ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں کا چلو بنا کر اس چادر میں ڈال دیا۔ پھر آپ نے فرمایا: اس کو اپنے سینے سے لگا لو۔ میں نے وہ چادر اپنے سینے سے لگالی تو اس کے بعد میں کوئی حدیث نہیں بھولا۔ (بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۳۸۴ حدیث ۸۵۵)

اللہ تعالیٰ کا اپنے ولی سے محبت کا اعلان کرنا

نمبر ۱۸۳: حضرت نافع سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کی اور ابوعاصم (ضحاک بن مخلد النبیل) نے ابن جریج سے روایت کرنے میں محمد بن سلام کی متابعت کی۔ انہوں نے کہا مجھے موسیٰ بن عقبہ نے نافع سے بیان کیا اور انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ندا فرماتا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں بندے کو اپنا محبوب بنالیا ہے تم بھی اس سے محبت کرو تو وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی اس بندے سے محبت کرتا ہے اور آسمان کے مکینوں میں اعلان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں بندے کو محبوب بنالیا ہے لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو تو آسمان والے بھی اس سے محبت کرتے ہیں پھر زمین والوں کے دلوں میں اس کی محبت رکھ دی جاتی ہے (تو وہ اس کی مدح وثنا کرتے ہیں) (بخاری مترجم جلد ۲ حدیث ۴۴۴ باب ۲۹۱)

Marfat.com

نمبر۱۸۴: حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نبی کریم ﷺ پر قرآن پیش کرتے تھے

مسروق بن اجدع نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اور انہوں نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا مجھ سے نبی کریم ﷺ نے آہستہ بات کی کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ہر سال مجھ پر ایک بار قرآن پیش کرتے تھے (یعنی دور کرتے تھے) اور اس سال انہوں نے دو مرتبہ دور کیا ہے۔ میں صرف یہی دیکھتا ہوں کہ میری موت کا وقت قریب ہو چکا ہے۔

(بخاری مترجم جلد دوئم باب ۹۳۹)

نمبر۱۸۵: جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے لئے رحمت کا ارادہ فرماتا ہے تو اس قوم سے پہلے ان کے نبی (کی روح) کو قبض کرتا ہے

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی قوم کے لئے رحمت کا ارادہ فرماتا ہے تو ان سے پہلے ان کے نبی (کی روح) کو قبض کر لیتا ہے اور اس نبی کو ان کے لئے (اجر اور شفاعت کے لئے) پیش رو بنا دیتا ہے اور جب کسی قوم کو ہلاک کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو ان کے نبی کی زندگی میں ان پر عذاب نازل کر دیتا ہے جو انہیں ہلاک کر دیتا ہے وہ نبی اس عذاب کا مشاہدہ کرتا ہے اور یوں اس قوم کی ہلاکت کے ذریعے اللہ تعالیٰ اس نبی کی آنکھیں ٹھنڈی کرتا ہے کیونکہ اس قوم نے اس نبی کی تکذیب اور نافرمانی کی ہوتی ہے۔ (صحیح مسلم مترجم جلد سوئم باب ۸۱۳ حدیث ۵۸۴۶ اور بحوالہ مسلم ابن حبان ۶۶۴۷)

نمبر۱۸۶: ہمارے نبی اکرم ﷺ کے حوض (کوثر) کا اثبات اور اس کی صفات

حضرت جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے۔ میں (قیامت کے دن) حوض (کوثر) پر تمہارا میزبان ہوں گا۔ (صحیح مسلم مترجم جلد سوئم باب ۸۱۴ حدیث ۵۸۴۷ اور بحوالہ مسلم، بخاری (حدیث ۶۲۰۵) ابن ماجہ (۴۳۰۴) احمد (۱۵۱۶۰) ابن حبان (۶۴۴۵) ابو یعلیٰ (۱۵۲۵) معجم کبیر (۱۶۸۸) اسی طرح ایک اور روایت سند کے ہمراہ بھی منقول ہے جس کے راوی حضرت عمیر بن جندب رضی اللہ عنہ ہیں۔ (صحیح مسلم جلد سوئم مترجم حدیث ۵۸۴۸)

نمبر۱۸۷: حضرت سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے (قیامت کے دن) میں حوض (کوثر) پر تمہارا میزبان ہوں گا جو اس تک پہنچے گا وہ اس کا مشروب پئے گا اور جو اس کا مشروب پئے گا اسے کبھی پیاس محسوس نہیں ہوگی۔ کچھ لوگ اس تک پہنچنے کی کوشش کریں گے۔ میں ان سے واقف ہوں گا اور وہ مجھ سے واقف ہوں گے لیکن پھر میرے اور ان کے درمیان کوئی رکاوٹ ڈال دی جائے گی۔

ابو حازم کہتے ہیں جب میں یہ حدیث بیان کر رہا تھا تو نعمان نے بھی یہ حدیث سنی اور دریافت کیا گیا تم نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث انہی لفظوں سے سنی ہے۔ میں نے جواب دیا ہاں! تو وہ بولے میں حلفیہ کہتا ہوں میں نے بھی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی زبانی یہ حدیث سنی ہے البتہ اس میں یہ بات زائد ہے۔ نبی اکرم ﷺ فرمائیں گے۔ یہ میرے پیروکار ہیں تو آپ سے کہا جائیگا۔ آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا عمل کیے؟ تو میں کہوں گا جنہوں نے میرے بعد (دینی احکام میں) تبدیلی کی۔ انہیں دور رکھو انہیں دور رکھو!

(صحیح مسلم مترجم جلد سوئم حدیث ۵۸۴۹) اور بحوالہ مسلم مترجم بخاری (۶۲۰۵) ابن ماجہ (۴۳۰۴) احمد (۱۵۱۶۰) ابن حبان (۶۴۴۵) ابو یعلیٰ (۱۵۲۵) معجم کبیر (۱۶۸۸)

۱۸۸ سنت کو لازم پکڑنا

(الف) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ آگاہ رہو کہ مجھے کتاب دی گئی ہے اور اس کے ساتھ اور بھی اس جیسی خبردار ہو جاؤ۔ قریب ہے ایک پیٹ بھرا آدمی اپنی مسند سے ٹیک لگائے ہوئے کہے گا کہ تمہارے لئے صرف قرآن مجید ہے لہٰذا جو اس میں حلال پاؤ اسے حلال سمجھو اور جو اس میں حرام پاؤ اسے حرام سمجھو۔ آگاہ رہو میں تمہارے

Marfat.com

لئے گھریلو گدھے کو حلال قرار نہیں دیتا اور نہ درندوں میں سے کسی کو اور نہ فرنگی کے مال پڑے ہوئے کو مگر جبکہ مالک اس کی ضرورت نہ سمجھے اور جو کسی قوم کے پاس اترے تو اس کی مہمانی کرنا لوگوں پر لازم ہے۔ اگر وہ اس کی مہمان نوازی نہ کریں تو اپنی مہمانی کے برابر ان سے لینے کا اسے حق ہے۔

(ابوداؤد شریف جلد سوئم مترجم باب ۳۹۳ حدیث ۱۱۸۰)

(فائدہ) قرآن مجید پر ایمان لانے کا دعویٰ کرنا اور احادیث کی اہمیت کا انکار کرنا بہت بڑی بدعت اور گمراہی ہے۔ احادیث مبارکہ سے منہ موڑ کر قرآن مجید پر عمل کیا ہی نہیں جا سکتا۔ اگر حدیث کی ضرورت نہ ہوتی تو صحابہ کرام ان آیتوں کو لکھتے رہتے جن کا نزول ہوتا تھا اور ان کے مطابق عمل کرتے رہتے۔ ہر معاملے میں بارگاہ رسالت کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اس کی چنداں ضرورت ہی محسوس نہ کرتے۔ وہ جانتے تھے کہ نزول قرآن مجید سے چالیس سال پہلے انہیں اس لئے دنیا میں بھیجا گیا تھا کہ ہر پہلو سے انہیں دیکھ لیں اور ان سے قرآن مجید پر عمل کرنا سیکھیں۔ انکار حدیث کا فتنہ بہت بڑی بدعت و گمراہی ہے جو ترک تقلید کے فتنے کی بدولت معرض وجود میں آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہر فتنے سے بچائے اور ہم سب کا خاتمہ ایمان پر کرے۔

(ب) حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص جس نے تقدیر کے متعلق پوچھا جواب میں لکھا۔ اما بعد میں تمہیں تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور اس کے احکام پر عمل کرنے کی اور نبی کریم ﷺ کی سنت کی اتباع کی اور ان نئی باتوں کو ترک کرنے کی جو جاری کرنیوالوں نے کی ہوں جبکہ حضور ﷺ کی سنت جاری ہو چکی وہ انہیں نکالنے سے عاجز ہو بیٹھے مگر تم پر سنت کی پیروی لازم ہے کیونکہ اللہ کے حکم سے تمہارے لئے اس میں بچاؤ ہے۔ (ابوداؤد شریف مترجم جلد سوئم باب ۳۹۳ حدیث ۱۱۸۲)

(ج) حضرت ابوسلمہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: قرآن مجید میں جھگڑنا کفر ہے۔

(ابوداؤد شریف مترجم جلد سوئم باب ۳۹۲ حدیث ۱۱۷۹)

۱۸: خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت کرنا

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری شکل نہیں اختیار کر سکتا (سنن دارمی مترجم جلد دوئم باب ۴ حدیث ۲۱۷۶) اس کے حوالے سے صحیح بخاری (۶۵۹۲) صحیح مسلم (۲۲۶۶) ترمذی (۲۲۷۶) ابن ماجہ (۳۹۸۶) مسند احمد (۳۵۵۹) ابن حبان (۶۰۵۱) نسائی (۶۲۹) ابویعلی (۸۸۱) معجم صغیر (۲۷۷) معجم اوسط (۹۵۴) معجم کبیر (۱۲۹۲۶)

۱۹: حضور ﷺ کی پیروی کا بیان

(الف) ابوبکر بن ابی شیبہ شریک اعمش ابوصالح اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کام کا میں تمہیں حکم دوں اسے لازم پکڑو اور جس کام سے میں تمہیں منع کروں اس سے رک جاؤ۔ (ابن ماجہ جلد ا مترجم باب ا حدیث ا)

(ب) ابوبکر بن ابی شیبہ ابومعاویہ وکیع اعمش ابوصالح سمان اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے میرا حکم مانا اس نے اللہ کا حکم مانا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ (ابن ماجہ جلد ا مترجم حدیث ۳)

(ج) محمد بن بشار محمد بن جعفر شعبہ معاویہ بن قرہ قرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں سے ایک جماعت قیامت تک غالب رہے گی اسے کوئی ذلیل کرنے والا نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ (ابن ماجہ جلد اول مترجم باب ا حدیث ۶)

۱۹: ایک جماعت ہمیشہ حق پر رہے گی

(الف) حضرت ابوعنبہ الخولانی رضی اللہ عنہ سے جنہوں نے حضور ﷺ کے ساتھ دونوں قبلوں کی جانب نماز پڑھی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ اس دین میں ایک پودا لگاتا رہے گا اور اسے اپنی اطاعت میں استعمال کرتا رہے گا۔ (ابن ماجہ

Marfat.com

مترجم جلد اول' حدیث ۸) اور ابن ماجہ جلد اول' حدیث ۹۔

(ب) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیان اور اسی جلد میں حدیث ۱۰ میں ہشام بن عمار' محمد بن شعیب' سعید بن بشیر' قتادہ' ابوقلابہ ابواسماء الرحبی اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت میں سے ایک جماعت حق پر قائم رہے گی اور کوئی مخالفت کرنے والا اسے نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ قیامت لے آئے گا۔ (ابن ماجہ' جلد اول' حدیث ۹ اور ۱۰)

۱۹۲: حدیث رسول ﷺ کی تعظیم اور اس پر اعتراض کرنے کے بیان میں

حضرت ابوبکر بن ابی شیبہ' زید بن الحباب' معاویہ بن صالح' حسن بن جابر' مقدام بن معدیکرب الکندی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بہت جلد ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی اپنے تخت پر تکیہ لگائے بیٹھا ہوگا اور اس کے سامنے میری حدیث پڑھی جائے گی تو وہ جواب میں کہے گا ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرنے والی اللہ کی کتاب ہے جو کچھ ہم اس میں حلال پائیں گے' اُسے حلال جانیں گے اور جو کچھ حرام پائیں گے اسے حرام سمجھیں گے۔ آگاہ ہو جو کچھ رسول اللہ ﷺ نے حرام فرمایا وہ بھی ویسا ہی حرام ہے جیسے اللہ نے حرام فرمایا۔

(ابن ماجہ' جلد اول مترجم باب ۲' حدیث ۱۲) اسی طرح کا بیان حدیث ۱۳ میں نصر بن علی الجہضمی' سفیان بن عیینہ' ابوالنضر' زید بن اسلم' عبیداللہ بن رافع' ابورافع بیان کرتے ہیں۔

۱۹۳: حضور نبی کریم ﷺ کی بدگوئی کرنے والے کا حکم

حضرت عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ایک نابینا صحابی رضی اللہ عنہ کی ام ولد تھی جو نبی کریم ﷺ کو سب وشتم کیا کرتی اور بدگوئی کرتی تھی۔ مولیٰ منع کرتا مگر باز نہ آئی۔ ڈانٹ ڈپٹ کرتا تب بھی نہ رکی۔ ایک رات اس نے نبی کریم ﷺ کی بدگوئی کی اور سب وشتم کرتی رہی۔ پس صحابی نے خنجر کے ساتھ اسے قتل کر دیا۔ وہ حاملہ تھی اسی وقت بچہ بھی پیٹ سے نکل آیا اور وہ خون میں لت پت ہوگئی حالانکہ اس سے صحابی رضی اللہ عنہ کے دو خوبصورت بیٹے بھی تھے۔ صبح کو حضور ﷺ کو اس کی خبر ہوئی۔ آپ ﷺ نے نابینا صحابی رضی اللہ عنہ کو بلا کر دریافت فرمایا تو اسے کیوں قتل کیا صحابی رضی اللہ عنہ سے سارا ماجرا سنا دیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: لوگوں گواہ رہنا اس کا خون رائیگاں گیا۔

(ابوداؤد شریف' مترجم جلد سوم' باب ۳۲۲' حدیث ۹۵۶)

۱۹۳ الف: شعبی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ ایک یہودی عورت نبی کریم ﷺ کی سب وشتم کرتی اور ہجو کیا کرتی۔ ایک شخص نے اس کا گلا گھونٹ دیا۔ یہاں تک کہ وہ مرگئی۔ پس رسول اللہ ﷺ نے اس کے خون باطل قرار دیا۔

(فائدہ) مندرجہ بالا احادیث کے مترجم صاحب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا گستاخ کافر و مرتد ہو جاتا ہے۔ ہرگز مسلمان نہیں رہتا۔ وہ اپنی کلمہ گوئی اہانت رسول ﷺ کے باعث خود نفی کر دیتا ہے۔ وہ اسلام کے دائرے سے باہر اور ایمان کی دولت سے محروم ہو جاتا ہے خواہ دیکھنے والوں کو بظاہر نمازی' حاجی اور مولانا و مفتی وغیرہ ہی کیوں نہ نظر آئے۔ اس کے یہ اعمال جسم بے جان کی طرح ہیں مرتد واجب القتل ہے۔ حکومت ایسے کے وجود سے زمین کو پاک کر دے جیسا کہ یمن میں حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی ملاقات سے متعلقہ حدیث میں مرتد کا واقعہ منقول ہے۔ خود اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی بدگوئی کرنے والی عورتوں کے خون کو رائیگاں قرار دیا اور اس کا کوئی بدلہ نہیں دلوایا گیا کیونکہ اگر کسی کی کوئی قیمت ہے تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے تعلق رکھنے کے باعث ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کی تو اللہ تعالیٰ عزوجل سے اور اسلام سے کیا تعلق رہ گیا۔ تقریباً ڈیڑھ سو سال سے نجدیت کے باعث اہانت رسول ﷺ کی بیماری بہت پھیل چکی ہے۔ نجدیت زدہ حضرات مختلف خوشنما لباسوں میں ملبوس ہو کر بھولے بھالے مسلمانوں کو بہکانے اور اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ سے ان کا رشتہ توڑنے اور عبداللہ بن ابی بن سلول و ذوالخویصرہ کے ساتھ جوڑنے میں شب و روز کوشاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان مہربانوں کو عقل سلیم اور چشم بصیرت عطا

Marfat.com

فرمائے کہ وہ اپنے اور مسلمانوں کے نفع ونقصان کو پہچان کر اس راستے پر گامزن ہوں جس پر دارین کی بھلائی ہے۔

مؤلف بھی صاحب مترجم کے اس موقف بالا کی پرزور حمایت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا عرض کرتا ہے کہ اپنے فضل خاص سے اپنے حبیب ﷺ کے وسیلہ جلیلہ اور میرے پیر ومرشد کی دعاؤں سے سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق فرمائے۔ آمین، الحمدللہ رب العالمین۔

۱۹۴: حضور ﷺ کی شفاعت کا بیان

حضرت اشعث حدانی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لئے ہے۔

ف: پروردگار عالم نے اپنے محبوب شفیع المذنبین ﷺ کے متعلق فرمایا ہے: علی ان یبعثك ربك مقامًا محمودًا۔ (۱۷:۷۹) قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری تعریف کریں۔ (ابوداؤد شریف مترجم، جلد سوئم، باب ۴۱۰، حدیث ۱۳۱۴)

رحمت دو عالم ﷺ نے اپنی شفاعت وسیادت اور خلافت عظمیٰ کے بارے فرمایا:

(۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے مقام محمود کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ وہ میری شفاعت ہے۔ (بخاری، ترمذی، بحوالہ ابوداؤد مترجم جلد سوئم، ص ۴۸۵)

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ سے مقام محمود کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ وہی شفاعت ہے۔

(احمد، بیہقی، بحوالہ ابوداؤد مترجم جلد سوئم، ص ۴۸۵)

(۳) حضرت سیدنا حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میدان محشر میں انسانوں کے وفد سے فرمائیں گے۔ تمہارا یہ کام (شفاعت والا) مجھ سے نہیں نکلے گا۔ لہٰذا تم اولاد آدم کے سردار کے پاس جاؤ۔

(احمد، بزاز، ابویعلیٰ، ابن حبان، بحوالہ ابوداؤد، جلد سوئم، ص ۴۸۵)

(۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں قیامت کے روز ساری اولاد آدم کا سردار ہوں اور وہ ہوں جس کی قبر سب سے پہلے شق ہوگی اور سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہوگی۔

(مسلم، ابوداؤد، بحوالہ ابوداؤد سنن مترجم جلد سوئم، ص ۴۸۵)

(۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں قیامت کے روز سب انسانوں کا سردار ہوں۔

(احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، بحوالہ سنن ابوداؤد، مترجم، جلد سوئم، ص ۴۸۶)

(۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں قیامت کے روز تمام انسانوں کا سردار ہوں اور یہ فخریہ نہیں کہتا میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گا اور یہ فخر کے طور پر نہیں کہتا۔ (دارمی، بیہقی، ابونعیم)

(۷) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور کون ومکان ﷺ نے فرمایا: میں قیامت کے روز اولاد آدم کا سردار ہوں اور یہ فخریہ نہیں کہتا۔ لواء الحمد میرے ہاتھ میں ہوگا اور یہ فخریہ نہیں کہتا اور اس روز حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے سوا کوئی نبی نہیں ہوگا جو میرے جھنڈے کے نیچے نہ ہو۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

(۸) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فخر دو عالم ﷺ نے فرمایا: میں دنیا اور آخرت میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور یہ فخریہ نہیں کہتا میں سب سے پہلا ہوں جس سے زمین شق ہوگی اور میری امت سے اور یہ فخریہ نہیں کہتا اور بروز قیامت لواء الحمد میرے ہاتھ میں ہوگا اور سب انبیاء علیہم السلام اس کے نیچے ہوں گے یہ فخریہ نہیں کہتا۔ قیامت کے روز جنت کی کنجیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی اور یہ فخر کے طور پر نہیں کہتا۔

Marfat.com

درِ شفاعت میرے ساتھ کھولا جائے گا اور یہ فخریہ نہیں کہتا۔ ساری مخلوق سے پہلے میں جنت میں جاؤں گا جبکہ یہ فخریہ نہیں کہتا میں سب سے آگے ہونگا اور میری امت میرے پیچھے ہوگی۔ (ابونعیم)

(۹) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حبیب پروردگار ﷺ نے فرمایا: میں لوگوں میں سب سے پہلا ہوں جب وہ اٹھائیں جائیں گے اور میں ان کا قائد ہوں گا۔ جب ان کے وفد بنائے جائیں گے اور میں ان کی طرف سے بات کرنے والا ہوں گا۔ جب وہ مہر بلب ہوں گے اور میں ان کے لئے شفاعت کا مطالبہ کروں گا جب وہ روک دیئے جائیں گے اور میں انہیں خوشخبری دینے والا ہوں گا جب وہ مایوس ہو جائیں گے۔ تمام بزرگیاں اور ساری کنجیاں اس روز میرے ہاتھ میں ہوں گی اور لواء الحمد میرے ہاتھ میں ہوگا اور میں اپنے پروردگار کے نزدیک ساری اولاد آدم سے معزز ہوں۔ (ترمذی، دارمی، بیہقی، ابویعلی، ابونعیم) سبحان اللہ! اسی لیے تو ایک دانائے راز نے کہا ہے۔

فقط اتنا سبب ہے انعقاد بزم محشر میں کہ ان کی شان محبوبی دکھائی جانیوالی ہے

(۱۰) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم، نور مجسم، فخر دو عالم ﷺ نے فرمایا۔ (ترمذی، دارمی، ابونعیم) میں اللہ کا حبیب ہوں اور یہ فخریہ نہیں کہتا۔ قیامت کے روز لواء الحمد میں اٹھاؤں گا جس کے نیچے حضرت آدم اور ان کے سوا سارے ہوں گے اور یہ فخریہ نہیں کہتا۔ قیامت کے روز سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلی میری شفاعت منظور فرمائی جائے گی اور یہ فخر کے طور پر نہیں کہتا۔ سب سے پہلے دروازہ جنت زنجیر ہلاؤں گا تو اللہ تعالیٰ میرے لیے اسے کھول کر مجھے اندر لے جائے گا اور فقرائے مومنین میرے ساتھ ہوں گے اور یہ از راہ ناز نہیں کہتا۔ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب اگلے پچھلے بزرگوں سے زیادہ عزت والا ہوں اور یہ فخر کے طور پر نہیں کہتا۔

(۱۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید المرسلین ﷺ نے فرمایا (مسند احمد، صحیح مسلم) روز قیامت میں دروازہ جنت پر جا کر کھولنے کے لئے کہوں گا۔ خازن کہے گا۔ آپ کون ہیں۔ میں کہوں گا کہ محمد مصطفیٰ (ﷺ) ہوں۔ کہے گا کہ مجھے آپ کے متعلق حکم ہوا ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لئے نہ کھولوں۔ طبرانی کی روایت میں ہے کہ رضوان عرض گزار ہوگا۔ آپ سے پہلے کسی کے لئے نہ کھولوں اور آپ کے بعد کسی کے لیے تعظیمی قیام نہ کروں۔

الحمد للہ کہ اس عاجز کو خدائے ذوالجلال والاکرام نے محض اپنے فضل وکرم سے اپنے محبوب ﷺ کی امت میں پیدا فرمایا ہے۔ دعا ہے کہ اس سرکار دو عالم ﷺ کے غلاموں میں شمار فرمائے اور دارین میں کسی جگہ بھی رحمت دو عالم ﷺ کا دامن رحمت اس گناہ گار کے ہاتھوں سے چھٹنے نہ پائے کیونکہ کونین کی ساری بہار حبیب پروردگار ﷺ کے دامن سے وابستہ ہے وہ تو پیارا ہے جو ہم گناہگاروں کا سہارا ہے اور ہمارے بحر غم کا کنارا ہے۔ اسی محبوب ﷺ کے در سے اہل ایمان کو ہٹانے کے لئے بعض دشمنان رسول ﷺ اور منکران رسالت مآب ﷺ نے لکھ دیا ہے:

(۱) اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو کسی کو اپنا حمایتی سمجھے گو یہی جان کر اس کے سبب سے خدا کی نزدیکی ہوتی ہے سو وہ بھی مشرک ہے۔

(تقویۃ الایمان، ص ۳۲، مطبوعہ اشرف پریس لاہور)

(۲) ہر کوئی اپنے معاملے میں اس کے روبرو اکیلا حاضر ہونے والا ہے۔ کوئی کسی کا وکیل اور حمایتی نہیں بننے والا۔ (تقویۃ الایمان، ص ۳۴)

(۳) اسی طرح یہ حاجت بھی اس کے اختیار پر چھوڑ دیجئے کہ جس کو چاہے ہمارا شفیع کر دے نہ یہ کہ کسی کی حمایت پر بھروسہ کیجئے۔

(تقویۃ الایمان، ص ۷۰)

(۴) اللہ کے ہاں کا معاملہ میرے اختیار سے باہر ہے۔ وہاں میں کسی کی حمایت نہیں کر سکتا اور کسی کا وکیل نہیں بن سکتا۔ (تقویۃ الایمان، ص ۴۳)

(۵) اور یہ یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا۔ وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔ (تقویۃ الایمان، ص ۴۳)

(۶) اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء اور اولیاء اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کم تر ہیں۔ (تقویۃ الایمان، ص ۱۰۴)

(۷) جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا۔ خواہ دنیا میں، خواہ قبر میں، خواہ آخرت میں سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں۔ نہ نبی کو نہ ولی

Marfat.com

کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا حال۔ (تقویۃ الایمان ص ۶۲)

(۸) شیطان و ملک الموت کو جو یہ وسعت علم دی اس کا حال مشاہدہ اور نصوص قطعیہ سے معلوم ہوا۔ اب اس پر کسی افضل کو قیاس کر کے اس میں بھی مثل یا زائد اس مفضول سے ثابت کرنا کسی عاقل ذی علم کا کام نہیں۔ اول تو عقائد کے مسائل قیاسی نہیں کہ یہ قیاس سے ثابت ہو جائیں بلکہ قطعی ہیں۔ قطعیات نصوص سے ثابت ہوتے ہیں کہ خبر واحد بھی یہاں مفید نہیں لہٰذا اس کا اثبات اس وقت قابل التفات ہوگا کہ مؤلف قطعیات سے اس کو ثابت کرے اور خلاف تمام امت کے ایک قیاس فاسد ہے۔ عقیدہ خلق کا اگر فاسد کیا جا ہے تو کب قابل التفات ہوگا۔ دوسرے قرآن حدیث سے اس کے خلاف ثابت ہے۔ پس اس کا خلاف کس طرح قبول ہو سکتا ہے بلکہ یہ سب قول مؤلف کا مردود ہوگا۔ خود فخر دو عالم علیہ السلام فرماتے ہیں۔ واللہ لاادری ما یفعل بی ولا بکمر (الحدیث) اور شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں۔

(براہین قاطعہ مطبوعہ دیوبند ص ۵۵)

مندرجہ بالا حوالہ جات احادیث مبارکہ حضور ﷺ کی شفاعت کے بیان میں اور مندرجہ بالا منکرین کے حوالہ جات سنن ابوداؤد شریف جلد سوئم کے مترجم مولانا عبدالحکیم خان اختر شاہجہانپوری نے ابوداؤد مترجم میں ص ۴۸۵ تا ۴۸۸ بیان کئے وہاں سے مؤلف نے نقل کئے۔

ارشاد باری تعالیٰ

ترجمہ اردو (سورہ النساء آیت ۶۴) اور ہم نے ہر رسول کو اس لئے بھیجا کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے اور کاش! وہ لوگ جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔ آپ کے پاس آتے اور پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے اور رسول (ﷺ) بھی ان کی سفارش فرماتے تو ضرور اللہ تعالیٰ کو بڑا توبہ کو قبول کرنے والا (اور) مہربان پاتے (کنز الایمان)

اس آیت مبارکہ کی تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما یوں فرماتے ہیں ہم جو رسول اپنے بندوں پر بھیجتے ہیں تو اس لئے کہ وہ اس کی اتباع کریں اور جو حکم خدا بتلائے اسے مانیں نہ یہ کہ اسی خلاف عدل سمجھیں اور ان کے سامنے چبا چبا کر باتیں بنائیں۔ اگر یہ مسجد ضرار والے اور حاطب جب انہوں نے غلطی کی تھی اور آپ ﷺ کے سامنے بے ہودہ باتیں کی تھیں۔ اس کی توبہ کے لئے آپ ﷺ کے پاس آتے اور مغفرت چاہتے اور آپ ﷺ بھی ہم سے ان کی مغفرت کی دعا کرتے تو خدا ان کی خطا بخش دیتا اور یہ خدا کو بڑا رحیم، کریم اور توبہ قبول کرنے والا پا لیتے۔ اس سے ثابت ہوا کوئی کتنا ہی بڑا گناہ کرے وہ حضور ﷺ کی خدمت میں آ کر آپ ﷺ کا وسیلہ دے کر دعا کرے اور معافی مانگے اور حضور ﷺ بھی اس کے لئے دعا فرمائیں تو اس کی توبہ قبول ہوگی۔ (اردو ترجمہ تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما)

مومن ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیں گے

حدیث ۱: حضرت ابوحنیفہ، یزید بن صہیب اور وہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ محمد ﷺ کی شفاعت کے صدقے مومنین گنہگاروں کو دوزخ سے نجات دے گا۔ (ان کے شاگرد) یزید کہتے ہیں کہ میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے تو یوں فرمایا ہے وماھم بخارجین منھا (کہ وہ اہل دوزخ) وہاں سے نکالے جانے والے نہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ذرا اس سے ماقبل تو پڑھو "ان الذین کفروا" کہ یہ تو (عدم خرج) کفار کے حق میں ہے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ اہل ایمان سے ایک قوم محمد ﷺ کی شفاعت کے صدقے دوزخ سے نکلے گی۔ یزید کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تو یوں کہتے ہیں کہ وہ اس سے نکالے جانے والے نہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرمایا کہ اس سے ماقبل کا حصہ پڑھو "ان الذین کفروا" یہی کافر تو ہیں (جن کی طرف اشارہ ہے) اور ایک روایت میں یوں ہے کہ یزید سے اس طرح آیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے شفاعت کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ نے کہا اہل ایمان سے ایک قوم کو اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کے سبب سے عذاب دیگا۔ پھر محمد ﷺ کی شفاعت کا وسیلہ ان کو دوزخ سے نکال لے گا (یزید) کہتے ہیں

Marfat.com

کہ میں نے کہا پھر اللہ تعالیٰ کا یہ قول کدھر گیا۔ پھر آخر تک حدیث ذکر کی۔ صاحب مترجم اس کی تشریح یوں فرماتے ہیں۔

(مسند امام اعظم باب ۱۱ باب الشفاعۃ)

تشریح: یہ باب شفاعت کے بیان میں ہے۔ جان لیجئے کہ یہاں یہ احادیث جو قدر پر ایمان ثابت کرتے ہیں اور قدریوں کی مذمت ظاہر کرتی ہیں اور کھلے الفاظ میں شفاعت کے وجود اور حقیقت کو تسلیم کرنے پر دلالت کرتے ہیں ان سب سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ فرقہ قدریہ کے مخالف اور شفاعت کو ماننے والے تھے۔ امام صاحب کی ان مرویات کو دیکھنے کے بعد اگر کوئی افتراء پرداز اب بھی امام صاحب کی طرف اعتزال کی نسبت کرے تو یہ انصاف نہ ہوگا بلکہ صاف ظلم و اتہام ہے۔

حدیث ۲: حضرت ابوحنیفہ حماد سے اور وہ ابراہیم سے اور وہ اسود سے اور وہ ربعی بن حراش سے اور وہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ دوزخ سے مومنین کی ایک جماعت کو نکالے گا جبکہ وہ جل کر کوئلہ ہو جائیں گے اور ان کو جنت میں داخل فرمادے گا۔ پھر وہ اللہ سے فریاد کریں گے کیونکہ جنتی ان کو جہنمی کے نام سے پکاریں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے یہ نام دور کر دے گا۔ (مسند امام اعظم' باب ۱۱' باب الشفاعت' ۱/۲۳' اور ۳/۲۵' میں حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد وَعَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (کہ پہنچائے گا تم کو تمہارا رب مقام محمود پر) کے ذیل میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ مقام محمود سے مراد شفاعت ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کی ایک جماعت کو ان کے گناہوں کے سبب عذاب دے گا۔ پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے وسیلے سے ان کو نکالے گا۔ پھر وہ حیوان نامی نہر پر لائے جائیں گے اور اس میں غسل کریں گے پھر جنت میں لے جائیں گے تو جنت میں ان کا نام جہنمی پڑ جائے گا۔ لہٰذا وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں گے اللہ تعالیٰ ان کے اس نام کو مٹادے گا۔ حضرت امام ابوحنیفہ نے ایک روایت اسی طرح کی ابی روبہ شھداد بن عبدالرحمٰن سے روایت کرتے ہیں اور وہ ابی سعید سے روایت کرتے ہیں۔ اس روایت کے آخر میں یہ الفاظ ''عتقاء اللہ'' زیادہ ہے (یعنی وہ اس نام سے موسوم ہوں گے) کہ اللہ کے آزاد کئے ہوئے۔

حدیث ۳: حضرت ابی سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ آیت تلاوت کرتے سنا۔ عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ پھر کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے طفیل اللہ تعالیٰ اہل ایمان اور اہل قبلہ کے ایک گروہ کو دوزخ سے نکالے گا اور یہی مقام محمود ہے۔ پھر وہ ایک نہر حیوان نامی پر لائے جائیں گے اور اس میں ڈالے جائیں گے تو وہ تر و تازہ ککڑیوں یا کھیروں کی طرح اگ آئیں گے پھر وہاں سے نکل کر جنت میں داخل ہوں گے وہاں ان کا نام جہنمی پڑ جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی جناب میں عرض کریں گے کہ وہ ان کا نام مٹادے تو اللہ تعالیٰ ان کا یہ نام مٹادے گا۔ (۴/۲۶ اور ۵/۲۷ مسند اعظم)

حدیث ۴: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے چند الفاظ کے اختلاف کے ساتھ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی امام صاحب نے احادیث بیان کی ہیں جن کا لب لباب تقریباً ایک ہی ہے۔ لیکن ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کچھ اس طرح ہے کہ دوزخ کے پیندے سے ایک شخص یا حنان یا منان کہہ کر آواز دے رہا ہوگا جو حضرت جبرائیل علیہ السلام سن لیں گے۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ کی اجازت سے اسے دوزخ سے نکلوا کر جنت میں داخل کریں گے۔ (۶/۲۸' مسند اعظم)

حدیث ۵: حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اپنی مسند میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کن کی شفاعت کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل کبائر کی اہل عظائم کی اور جنہوں نے ناحق خون کیا۔ (ص ۷/۲۹ مسند امام اعظم)

مندرجہ بالا احادیث مسند اعظم باب الشفاعت ا سے نقل کی گئیں۔ اب آخر میں اسی کتاب کے اردو مترجم کا اسی باب کے تحت ص ۲۷ سے ایک بیان نقل کیا جاتا ہے تاکہ شفاعت کا صحیح مفہوم معلوم ہو سکے جو کہ صاحب مترجم نے بیان کیا ہے۔

Marfat.com

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کنز مدفون میں لکھتے ہیں کہ شفاعت نبی اکرم ﷺ کی آٹھ اقسام ہیں۔

(۱) شفاعت عظمیٰ کے نام سے موسوم جو تمام انبیاء ورسل علیہم السلام میں آپ ﷺ ہی کے ساتھ مخصوص ہے اور وہ اس وقت کی جائے گی کہ ساری مخلوق کے مقدمات فیصل ہوتے ہوں گے۔

(۲) دوسری شفاعت جو اس امت کا حساب جلد لینے کے لئے کی جائیگی چنانچہ ابن ابی الدنیا نے ایک لمبی مرفوع حدیث ان الفاظ سے نقل کی ہے۔"یارب عجل حسابھم" کہ اے میرے رب ان کا حساب جلد لیجئے تو وہ بلائیں جائینگے۔

(۳) تیسری شفاعت جو ان لوگوں کے بارے میں کی جائیگی جن کو دوزخ میں لے جانے کا حکم ہوگا۔ پھر وہ اس شفاعت کے سبب نجات پائیں گے۔ ابن ابی الدنیا نے اس کو بھی ایک مرفوع حدیث میں روایت کیا ہے۔ الفاظ یہ ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کی ایک جماعت کو دوزخ لے جانے کا حکم ملے گا تو وہ کہنے لگیں گے: اے محمد ﷺ! سفارش کیجئے میں فرشتوں سے کہوں گا۔ ذرا ان کو روکے رکھو پھر میں چلا جاؤں گا اور اللہ تعالیٰ سے حاضری کی درخواست کروں گا تو مجھ کو سجدہ کی اجازت ملے گی پھر مجھ سے کہا جائے گا کہ جاؤ اور ان کو نکال لاؤ۔

(۴) چوتھی شفاعت جو آپ ﷺ اپنے چچا حضرت ابو طالب کے حق میں فرمائیں گے کہ ان کا ہلکا عذاب ہو جائے یا عذاب گھٹ جائے۔

(۵) پانچویں شفاعت جو آپ ﷺ چند اقوام کے بارے میں فرمائیں گے کہ وہ بلا حساب وکتاب جنت میں جائیں گے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔

(۶) چھٹی شفاعت جو آپ ﷺ مومنین جنت میں داخل ہونے کے بارے میں کریں گے۔

(۷) ساتویں شفاعت جو آپ ﷺ جنتیوں کے بارے میں فرمائیں گے کہ ان کے درجات بلند ہوں اور ان کے اعمال سے زائد ان کو اعزاز نصیب ہو۔ معتزلہ اس شفاعت کو مانتے ہیں۔

(۸) آٹھویں شفاعت جو آپ ﷺ مرتکبین گناہ کبیرہ کے حق میں فرمائیں گے جو دوزخ میں بھیجے جا چکے ہوں گے اور وہ آپ ﷺ کی شفاعت سے دوزخ سے نکالے جائیں گے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاالعلوم میں بھی اس کو مفصل بیان کیا ہے۔

مومن ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیں گے

حدیث ۹: حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو الدرداء صاحب رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ سواری پر سوار تھا۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے ابو الدردا! جو شخص یہ قرار کرے کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے اور میں اللہ کا رسول ہوں تو اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔ (حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ میں نے کہا اگر چہ زنا کرے اور چوری کرے۔ آنحضرت ﷺ تھوڑی دیر چپ رہے اور کچھ راستہ طے کیا پھر فرمایا: جو کوئی گواہی دے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔ میں نے پھر کہا کہ اگر چہ زنا کرے اور چوری کرے۔ آپ ﷺ نے پھر بھی سکوت فرمایا۔ قدرے راستہ چلے پھر ارشاد فرمایا: جو اقرار کرے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی معبود نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔ میں پھر بولا اگر چہ وہ زنا کرے اور چوری کرے۔ اس بارے آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اگر چہ وہ زنا کرے اور چوری کرے اور اگر چہ ابو الدرداء کی ناک گرد آلود ہو۔ عبداللہ شاگرد حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ راوی کہتے ہیں کہ مجھ کو اس کا منظر ایسا یاد ہے گویا میں اس وقت دیکھ رہا ہوں کہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ اپنی شہادت انگلی سے اپنی ناک کے بانسہ کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

تشریح

اس حدیث میں بھی خوارج ومعتزلہ کے خیالہائے باطل کو نہایت واضح الفاظ میں لغو بے بنیاد اور بے اصل ثابت کیا گیا ہے۔ طبرانی اس

Marfat.com

حدیث کو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مختصراً لائے ہیں۔ احمد اور ابن حبان ان ہی سے مختصراً ذکر کرتے ہیں۔ احمد اور شیخین حضرات حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ سے بھی اس حدیث کو لائے ہیں۔ تین ہی مرتبہ تکرار کے ساتھ۔ ترمذی' نسائی' ابن ماجہ نے بھی حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو مرفوع ذکر کیا ہے۔ غرض یہ حدیث باعتبار معنی متواتر ہے اور کئی ایک طرق سے روایت کی گئی ہے۔

(مسند اعظم باب ۷' مومن ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیں گے' حدیث ۱۰)

اگر عقیدہ ٹھیک ہوا تو کچھ اعمال ناقص بھی ہوئے تو وہ نجات پا جائے گا اگر عقیدہ درست نہ ہوا تو اس کے نیک اعمال اس کو کام نہ دینگے

حدیث ۷: حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ حارث سے اور وہ ابومسلم خولانی سے ابومسلم خولانی کہتے ہیں کہ جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے حمص میں نزول اجلال فرمایا تو ایک شخص ان کے پاس حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ ایسے شخص کے بارے میں آپ رضی اللہ عنہ کا کیا خیال ہے جس نے اقارب کے ساتھ صلہ رحمی کی۔ انسان کی طرف احسان کا ہاتھ بڑھایا۔ سچی بات کی امانت ادا کی پیٹ اور شرمگاہ کے معاملہ میں محتاط اور پاکدامن رہا اور جس قدر ہوسکا نیک کام کئے مگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے بارے میں شک کیا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (وحدانیت اور رسالت کے بارے میں) اس کا یہ شک وتردد اس کے اعمال کو جلا دے گا اور بے اثر کردے گا۔ پھر بولا کہ ایسے آدمی کے متعلق آپ رضی اللہ عنہ کا کیا خیال ہے جو گناہوں کا مرتکب ہوا۔ ناحق خونریزی کی' زناکاری اور غصب مال کو حلال جانا مگر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول ﷺ کی رسالت کا خلوص دل سے اقرار کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کے بارے میں امید بھی رکھتا ہوں (کہ وہ نجات پائے) اور خوف زدہ بھی (کہ مستوجب سزا ٹھہرے) اس پر اس جوان نے کہا کہ اگر اس کے شک وتردد نے اس کے اچھے اعمال کو جلا دیا تو اس کے اعمال سیۂ (برے اعمال) اس کے خلوص دل کی شہادت کو ضرر نہیں پہنچائیں گے یہ کہہ کر وہ واپس لوٹ گیا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے خیال میں اس سے زیادہ سنت کو جاننے والا کوئی نہیں۔ (مسند اعظم' باب ۷' حدیث ۲/۱۱)

حدیث ۸: حضرت حماد نے حضرت ابوحنیفہ سے وہ ابی مالک الاشجعی سے وہ ربعی بن جراش سے اور وہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا کہ اسلام اس طرح مٹ جائے گا جس طرح کپڑے کے نقوش مٹ جاتے ہیں۔ کوئی نہیں باقی بچے گا مگر ایک بوڑھا یا ایک پھونس بڑھیا جو کہیں گے کہ پچھلے زمانہ میں ایک قوم تھی جو لا الہ الا اللہ کہا کرتی تھی اور وہ خود لا الہ الا اللہ نہیں کہیں گے تو (حاضرین مجلس میں سے) صلہ بن زید کہنے لگا۔ اے عبداللہ ان کو لا الہ الا اللہ کہنا کیا نفع دے گا جبکہ نہ وہ نماز پڑھتے تھے' نہ روزہ رکھتے' نہ حج ادا کرتے' نہ زکوٰۃ ادا کرتے تھے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ وہ اس کے ذریعہ دوزخ کی آگ سے نجات پالیں گے۔

تشریح

اس کی حامل احادیث کو احمد' مسلم' ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے کہ قیامت اس وقت قائم ہوگی کہ جب کوئی بھی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا۔ پھر احمد ومسلم کی ایک روایت میں ہے کہ قیامت شریر ترین لوگوں کے زمانہ میں ہوگی۔ حاکم نے ابی سعید سے روایت کی ہے کہ قیامت جب قائم ہوگی کوئی بھی بیت اللہ کا حج ادا کرنے والا نہ رہے گا۔

یہ حدیث بھی گزشتہ مضمون سے پیوستہ ہے' جس کی تفصیل پچھلے صفحات میں آچکی ہے کہ محض اقرار وحدانیت وتصدیق رسالت خلود نار سے بری کرنے کے لئے کافی ہے۔ باقی اعمال کی سزا ملے گی یا شفاعت رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں گے۔

(مسند اعظم باب ۷' حدیث ۳/۱۲)

حدیث ۹: حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ یزید کہتے ہیں کہ پہلے میں بھی خوارج کی رائے رکھتا تھا

Marfat.com

(یعنی گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے) اور یہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا لہٰذا میں نے بعض اصحاب رسول ﷺ سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان اس کےخلاف ہے جو میں کہا کرتا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اس برے عقیدہ سے نجات بخشی۔

تشریح

یہ حدیث بھی اس بات کا بین ثبوت ہے کہ خوارج کا عقیدہ باطل اور بے بنیاد ہے۔ انہوں نے اخذ مفہوم میں ٹھوکر کھائی۔

(مسند اعظم، باب ۷، حدیث ۴/۱۳)

ارشادات عالیہ حضور نبی کریم ﷺ

(۱) جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ شہید ہے

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ "شہید" ہے۔ (مسند امام شافعی مترجم، جز وسوم، کتاب القتل والقصاص باب من قتل دون مالہ فھو شہید حدیث ۱۶۰۹ اور حدیث ۱۶۱۰ دونوں حدیثوں کے بالکل ایک جیسے الفاظ ہیں۔ مترجم صاحب بیان کرتے ہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی روایت کتاب جراح عمد میں نقل کی ہے۔ دوسری کتاب قتال اہل بغی میں نقل کی ہے)۔

نبی اکرم ﷺ کے منبر شریف پر جھوٹی قسم اٹھانے کے بارے روایت

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ جو شخص میرے اس منبر پر جھوٹی قسم اٹھائے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالیتا ہے۔ (موطا امام مالک، کتاب الاقضیۃ، باب ۸، حدیث ۱۴۳۶ اور اس کے حوالے سے سنن ابن ماجہ حدیث ۲۳۲۶، مستدرک حاکم ۸۱۲/۷)

جھوٹی قسم اٹھا کر کسی کا ناحق مال ہتھیا لینے والا جہنمی ہے

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں کہ جو شخص اپنی (جھوٹی) قسم کے ذریعے کسی مسلمان کا کوئی حق ہتھیا لے تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دیتا ہے اور اس کے لئے جہنم واجب کر دیتا ہے۔ لوگوں نے دریافت کیا اگر چہ معمولی چیز ہو یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا۔ اگر چہ وہ پیلو کی ایک شاخ ہی ہو۔ اگر چہ وہ پیلو کی ایک شاخ ہی ہو۔ اگر چہ وہ پیلو کی ایک شاخ ہی ہو۔ (موطا امام مالک، کتاب الاقضیۃ، باب ۸، حدیث ۱۴۳۵ اور اس کے حوالے سے سنن نسائی ۵۴۱۹، سنن داری ۲۶۰۳، سنن نسائی کبریٰ ۸۱۔۵۹۸۰، سنن بیہقی کبریٰ ۲۰۴۹۹، معجم کبیر ۹۸۔۷۹۹، مسند احمد بن حنبل ۸۰۴/۷ اور ۱۰۷/۲۲ اور ۲۲۲۹۳، سنن ابن ماجہ ۲۳۲۴ اور مصنف ابن ابی شیبہ ۲۲۱۴۲۔

اچھے طریقہ سے قتل کرنا

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص ناحق طور پر چڑیا یا کسی پرندے کو قتل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس قتل کے بارے میں اس سے حساب لے گا۔ عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ اس کا حق کیا ہے۔ ارشاد فرمایا: اسے ذبح کر کے کھا لے اور اس کا سر مکمل طور پر کاٹ کر نہ پھینکے۔

(مسند امام شافعی، جز سوم، کتاب القتل والقصاص، باب ۸، حسن القتلۃ حدیث ۱۶۱۵ اور اس کے حوالے سے طحاوی ۸۷۲/۲، طیالسی ۲۲۷۹، حمیدی ۵۸۷، شیبانی ۱۸۶/۲، دارمی ۱۹۸۴، نسائی ۲۰۶/۷، نسائی السنن الکبریٰ ۴۵۳۴، نیشاپوری ۲۳۳/۴)

سرکش سب سے بڑا شخص کون ہے؟

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد صاحب کے حوالے سے اپنے دادا جان کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی تلوار کے

Marfat.com

قبضے میں ایک تحریر ملی تھی جس میں یہ بات موجود تھی۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی کے حوالے سے سب سے زیادہ سرکش وہ شخص ہے جو کسی کو ناحق طور پر قتل کرے یا ناحق طور پر مارے اور جو شخص اپنے آزاد کرنے والوں کے علاوہ کسی اور کی طرف خود کو منسوب کرے یا اس چیز کا انکار کرے جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔

(مسند امام شافعی جزء سوم کتاب القتل والقصاص باب ۹ حدیث ۱۶۱۸ اور اس کے حوالے سے صنعانی ۷/۸۸۴ موصلی ۶/۳۳۰ شافعی امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس ''الام'' دار المعرفۃ بیروت لبنان ۶/۴ اور ''الام'' تحقیق رفعت فوزی دار الوفا طبع اول ۲۰۰۱ء ۷/۱۱)

مسند امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایات

میں مومن ہوں انشاء اللہ کہنا ٹھیک ہے یا نہیں

حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم علقمہ اور عطاء بن ابی رباح کے ہمراہ بیٹھے تھے کہ علقمہ نے عطاء سے دریافت کیا: اے ابا محمد! ہمارے شہروں میں (کوفہ وعراق) میں ایسے لوگ ہیں جو اپنے لئے ایمان بالیقین ثابت نہیں کرتے اور یہ کہنا برا جانتے ہیں کہ ہم (بالجزم ویقینی طور سے) مومن ہیں بلکہ یوں کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں انشاء اللہ۔ عطا نے کہا ان کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسا نہیں کہتے۔ علقمہ نے جواب دیا کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ جب ہم نے اپنے نفسوں کے لئے ایمان ثابت کیا تو گویا ہم نے جنتی ہونے کا دعویٰ کیا کیونکہ اللہ نے ہر مومن مرد وعورت کے لئے جنت کا وعدہ فرمایا ہے اور خلاف وعدہ کرنا اس کے لئے عیب اور وہ عیب سے پاک ومنزہ ہے عطاء نے کہا سبحان اللہ۔ یہ تو شیطان کے فریب اس کے دام ہائے ہاتز دیر اور حیلے ہیں کہ اس نے ان کو مجبور کیا کہ اللہ تعالیٰ کے سب سے بڑے احسان یعنی احسان اسلام کو نہ مانیں اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلاف ورزی کرتے پھریں۔ میں نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے تئیں ایمان (بلاشک وشبہ) ثابت کیا کرتے۔ اور اسی کی روایت آنحضرت سے کرتے۔ پھر عطا نے کہا۔ کہ وہ یہ کہا کرتے کہ ہم مومن ہیں یہ نہ کہتے کہ ہم جنتی ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اگر سارے آسمان وزمین کے بسنے والوں کو عذاب دے تو وہ اس سے ظالم نہیں کہلائے گا۔ تو علقمہ نے عطاء سے پھر کہا اے ابا محمد اگر اللہ تعالیٰ فرشتوں کو عذاب دے جنہوں نے ایک لحہ کے لئے بھی اس کی نافرمانی نہیں کی تو کیا اس عذاب سے اللہ تعالیٰ ظالم نہیں ٹھہرے گا۔ عطا نے کہا نہیں علقمہ بولے یہ تو ہمارے لئے بڑی گہری اور باریک بات ہے۔ ہم اس کو کیونکر سمجھیں عطا نے ان سے کہا اے بھتیجے معتزلہ تو بہکے ہیں پس ان جیسے قول سے بچو۔ کیونکہ وہ اللہ کے دشمن ہیں اور اللہ کی بات کو جھٹلانے والے ہیں کیا اللہ اپنے نبی سے نہیں کہتا ہے کہ کہہ دیجئے کہ اللہ کے پاس کھلی دلیل ہے اگر وہ چاہتا تو سب کو راہ راست پر لگاتا علقمہ نے کہا اے ابا محمد اس کو تفصیل سے بیان کیجئے کہ ہمارے دل اس شبہ سے پاک ہو جائیں تو اس پر عطا نے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اس کی اطاعت کے طریقے نہیں سکھائے ہیں اور ان کے دلوں میں اپنی عظمت بٹھا کر ان کو اس پر جمائے نہیں رکھا۔ علقمہ نے جواب دیا۔ بے شک تو عطاء نے کہا یہ اللہ کی وہ نعمتیں ہیں جن سے ان کو سرفراز فرمایا علقمہ نے کہا ہے درست ہے عطار نے کہا اگر اللہ تعالیٰ ان سے ان نعمتوں کے شکر کا مطالبہ کرے تو وہ اس کی ادائیگی پر قادر نہ ہو سکیں اور اس سے قاصر رہیں گے اور اس کو حق ہو کہ شکر کی ادائیگی سے کوتاہی کرنے میں ان کو عذاب دے پس وہ ان کے حق میں ظالم نہ ٹھہرے گا۔ (مسند امام اعظم مترجم اردو باب ۷ حدیث ۵/۱۴)

تشریح:

یہ حدیث دو اہم امور کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ ایک یہ کہ انا مومن انشاء اللہ کہنا ٹھیک ہے یا نہیں دوسرا قدر کا مسئلہ ہے۔ پہلے امر میں حق مسلک یہ ہے کہ ایسا کہنے کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ اس طرح کہنا جائز ہے۔ پہلی دلیل تو یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس کا ثبوت نہیں کہ انہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ انشاء اللہ کی قید لگائی ہو۔ پھر قرآن پاک میں جہاں مومنین کی تعریف فرمائی ہے وہاں فرمایا، اولئك هم المؤمنون حقًا یا کافروں کی مذمت فرمائی تو فرمایا اولئك هم الكافرون حقًا تو گویا اللہ تعالیٰ نے جو اس وقت مومن تھے ان کو مومنین کا نام

Marfat.com

۔اور جو کافر تھے ان کو کافر کہا اور چونکہ فی الحال وہ مومن مانے جاتے ہیں۔اسلئے ان پر احکام ایمانی صادق آتے اور اس کے آثار مرتب ہوتے جب احکام بھی جاری ہوئے اور آثار بھی مرتب ہوئے تو اب ایمان کا وجود حقیقی اور یقینی کیوں نہ مانا جائے۔

دوسری دلیل عقلی ہے۔وہ یہ کہ لفظ انشاء اللہ اگر شک کی وجہ سے بولا جائے کہ گویا ایمان میں شک ہے تو یہ تو ،صریح کفر ہے اور ایمان سے ست برداری۔اور اگر بلحاظ ادب و عاقبت ونتیجہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے یا انکساری کے پیش نظر یا خود پسندی سے بچنے کی خاطر یہ کلمہ بولا جائے تو بھی ست نہیں کیونکہ یہ لفظ آخر شک ظاہر کرتا ہے اور مخلص مومن کو اپنے ایمان میں شک کرنا درست نہیں ہے۔

وہ گروہ جو انشاء اللہ کہنا روا رکھتے ہیں۔یہ دلیل پیش کرتے ہیں جو حضرت علقمہ کے بیان میں بھی مذکور ہے کہ ایمان پر یقین ظاہر کرنا خود کو جنتی ٹھہراتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کے لئے جنت کا وعدہ فرمایا ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ کے لئے خلاف وعدہ عمل ثابت کرنا کفر تو ہے اس لئے لا محالہ اس کو مومن کہنا خود کو جنتی کہنے کے مترادف ہے۔۔کبھی اس پر یہ بھی دلیل لاتے ہیں کہ فی الوقت ایمان پر اس لئے نہیں کہ نہ معلوم خاتمہ کیسا اور سارا مدار خاتمہ ہے اس کا وہی صاف جواب ہے جو ابھی گذرا کہ بحث اس وقت سے ہے اگر اس وقت ایمان یقینی نہیں تو احکام ایمانی کا جاری ہونا کیسا۔پہلی دلیل کا جواب حدیث میں حضرت عطا کی زبانی خود نقل ہے۔ لھم یقولون انا مومنون کہ وہ یہ کہیں ہم مومن ہیں یہ نہیں کہیں انا اہل الجنۃ کہ ہم جنتی ہیں کیونکہ ظاہر سے یہ سب کہہ سکتے ہیں کہ خاتمہ کا علم ہو کہ جنتی ہونے کا سارا مدار خاتمہ پر ہے۔بلکہ اگر خاتمہ بھی اچھا ہو بھی جنت کا ملنا عمل پر موقوف نہیں بلکہ رحمت الٰہی پر چنانچہ حضرت عطا نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ معصوم بندوں کو یا فرشتوں کو عذاب دے تو بھی اس کے لئے ظلم نہ ہوگا۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کے احسانات ہر بندہ پر اس قدر ہیں کہ وہ ان کے شکر ادا نہیں کر سکتا۔

یہیں قدر کا مسئلہ چھڑ جاتا ہے جس کی وضاحت حضرت عطا نے بہت اچھی طرح کی ہے کہ فرشتے گو معصوم ہیں اور ان کی عصمت کو دیکھ کر ظاہر ان کو عذاب دینا ظلم معلوم ہوتا ہے مگر پھر بھی ان کی گردنیں اللہ کے احسانات سے جھکی پڑی ہیں۔یہ عصمت اسی کے انعام سے ہے اسی نے طاعت کی توفیق دی اسی نے طریق عبادت سکھایا۔اس نے ان کے دلوں میں اس کی محبت اتاری۔آج اگر وہ شکر کا مطالبہ کرے تو فرشتے کب ستطاعت رکھتے ہیں کہ اس کا شکر ادا کریں پس اسی قصور میں وہ پکڑ بھی سکتا ہے اور اس کا اسے حق ہے کہ وہ خالق و مالک ہے۔

(مسند امام اعظم مترجم اُردو)

تقدیر پر ایمان لانا ضروری ہے

حدیث: حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہمیں ہمارے دین کی حقیقت بیان فرمائیں۔جو ہمارا مقصد پیدائش ہے کیا ہم وہ ہی کرتے ہیں جو تقدیر میں لکھا جا چکا ہے اور جس کو لکھ کر قلم سوکھ گئے ہیں۔یا یہ ہی چیز ہے جن میں ہم عمل کریں گے۔
آپ ﷺ نے فرمایا بلکہ وہ چیز (عمل) ہے۔جو تقدیر میں لکھا گیا اور علم لکھ کر سوکھ گئے۔سراقہ کہنے لگے پھر عمل کس لئے ہے۔
آپ ﷺ نے فرمایا (نہیں) عمل کرو پس ہر شخص کے لئے وہ آسان ہوگا۔جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے (پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی) پس اللہ جس نے دیا اور پرہیزگاری کی بھلی بات کی تصدیق کی تو ہم اس کے لئے آسان کر دیتے ہیں آسانی کو اور جس نے بخل کیا بے پروائی برتی اور بھلی بات کو جھٹلایا تو اس کے لئے ہم سختی آسان کر دیتے ہیں۔(مسند امام اعظم مترجم اردو باب نمبر ۸ حدیث ۱۵)

تشریح:

یہ حدیث تقریباً ان ہی الفاظ کے ساتھ احمد۔مسلم۔ابن حبان طبرانی ابن مردویہ نے سراقہ سے روایت کی ہے۔فرمان نبوی کا ماحصل یہ ہے کہ دنیا میں ہمارے سارے عمل اسی اندازہ ازلی کے مطابق ہیں یہ معنی ہیں جو لگ چکا ہے اور جس کو ہم تقدیر کہتے ہیں لیکن اس تقدیر کے یہ معنی نہیں کہ انسان محض بے اختیار اور مجبور ہو کر بیٹھ جائے اور کسب عمل نہ کرے۔اگر ایسا ہو تو سب کچھ بے کار ہو جائے۔مگر واقعہ ایسا نہیں تقدیر کا جو کچھ اندازہ

Marfat.com

ہے وہ مستقبل کی محض ایک حکایت ہے اور آئینہ دار واقعات کی پیش گوئی۔ انسان کی قوت عمل پر اس کا کچھ اثر نہیں اس کی کسبی عمل کی طاقت بحال خود باقی ہے اسی کس قدرت کی بنا پر وہ ماجور یا معذب ہے۔ البتہ تخلیق فعل اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ یعنی انسان کاسب ہے۔ اور اللہ خالق۔

عمل کی ترغیب دینا

حدیث: حضرت سعد رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کوئی ایسا انسان نہیں ہے جس کی ابتدا اور انتہا اور جو کچھ دنیا وآخرت میں اس کو پیش آنے والا ہے اللہ عزوجل نے لکھ نہ دیا ہو۔ ایک انصاری نے عرض کیا یارسول اللہ تو پھر عمل کس لئے ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ عمل تو کرو کیونکہ جو شخص جس عمل کے لئے پیدا کیا گیا ہے اس پر وہی آسان ہوتا ہے۔ پس جو اہل جنت میں سے ہیں ان کو اعمال اہل جنت سے ہوں گے اور جو اہل نار سے ہیں ان کو وہ عمل آسان ہوں گے تو انصاری نے کہا اب عمل کرنے کی وجہ معلوم ہوگئی۔ (مسند امام اعظم مترجم اُردو باب ۹ حدیث ۱/۱۶)

تشریح:

تقدیر کے اس مسئلے میں نہایت خوش اسلوبی سے ثابت کیا گیا ہے کہ عقل انسانی اس بارے میں کوتاہ ہے۔ جو ترک عمل کا مشورہ دیتی ہے۔ اس بنا پر عمل ثواب کی امید پر کیا جاتا ہے۔ ثواب اگر لکھا جا چکا ہے تو وہ مل کر رہے گا۔ اگر نہیں تو چونکہ تقدیر غلط نہیں ہو سکتی کوئی طاقت حصول ثواب کا سبب نہیں بن سکتی۔ اس کا حل یوں فرمایا کہ بے شک بظاہر ایسا ہی ہے مگر ترک عمل کوئی معنی نہیں رکھتا عملی طاقت کو اسی لئے بحال چھوڑا گیا ہے کہ عمل جاری رہے۔ اب جو کرے گا وہ تقدیر کے موافق ہی ہوگا جنتیوں کے لئے نیکی کے کام آسان ہوں گے اور وہ اپنے اچھے عمل سے آسانی سے جنت کا رستہ طے کرتے چلے جائیں گے۔ دوزخیوں کے لئے بدی کے کام سہل ہوں گے اور وہ اپنی بدعملی سے دوزخ کی طرف بڑھتے جائیں گے قدر سے عمل کیوں بند ہو اور عمل سے قدر کیوں غلط ہو اور ہمارے دیگر اعمال میں ہم ایسا کرتے بھی نہیں۔ ذرا سوچنے کی بات ہے کہ رزق لکھا جا چکا ہے اگر ملنا ہے مل کر رہے گا اگر نہیں ملنا ہے کوئی جتن کیجئے نہیں ملے گا۔ پھر ہم کیوں صبح سے شام تک خون پسینہ ایک کر دیتے ہیں اور ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں کہ رزق مل جائے یہاں ہماری عقل اعمال دینی کا فلسفہ کیوں نہیں چلاتی کہ رزق کمانے کی جدوجہد بند کر دے اور منتظر بیٹھی رہی۔ یا مثلاً بیماری آزادی میں ہر ذی ہوش جانتا ہے کہ اگر اجل آپہنچی ہے تو ٹل نہیں سکتی علاج معالجہ عبث ہے اگر نہیں آئی ہے تو کوئی طاقت مار نہیں سکتی۔ پھر بھی دوادارو محض بے کار ہے اور بے فائدہ اس علم پر بھی علاج معالجہ ہم سے نہیں چھوٹتا۔ ہم اپنی کوشش میں قدر سے بحث نہیں کرتے تو پھر عقل کو کیا ہو گیا ہے کہ دینی معاملات میں اپنی غلط منطق چلاتی ہے اور عمل سے روکتی ہے۔ یہی وہ عمل ہے جو بدی سمجھاتی اور خوض خاص پیدا کرتی ہے۔

(مسند امام اعظم مترجم اُردو ص ۲۱)

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! قیامت کے دن آپ ﷺ کن کی شفاعت فرمائیں گے آپ نے فرمایا اہل کبائر کی اہل عظائم کی اور جنہوں نے ناحق خون کیا۔ (مسند امام اعظم مترجم اُردو باب ۹ حدیث ۲۹/۷)

تشریح:

اہل کبائر سے تو وہ لوگ مراد ہیں جو گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوئے۔ ان کی شفاعت ہوگی۔ خواہ دوزخ میں ہو جانے سے قبل ہو یا کچھ سزا بھگتنے کے بعد۔ لفظ عظائم کے معنی میں چند احتمالات ہیں۔ یا تو یہ کبائر ہی کی تفسیر ہے کیونکہ کوئی مزید یا مختلف معنی نہیں رکھتا۔ یا کبائر سے مراد حقوق اللہ ہوں اور عظائم سے مراد کبیرہ گناہ ہوں جو اپنے اندر بہت ہی زیادہ بے حیائی رکھتے ہیں۔ مثلاً ترک نماز، زناکاری، لواطت وغیرہ یا یہ تعمیم بعد التخصیص کی شکل ہو کہ کبائر سے مراد گناہ کبیرہ ہوں اور عظائم سے مراد ہر گناہ خواہ وہ صغیرہ ہو خواہ کبیرہ کیونکہ صغیرہ بھی اللہ کے مقدس بندوں کے نزدیک بڑے ہی ہوتے ہیں جو اللہ کے حکم سے ذرہ برابر انحراف کرنا اپنے لئے قیامت سمجھتے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وھو عند اللہ عظیم۔ یا عظائم

Marfat.com

سے مراد ہر گناہ ہے چاہے چھوٹا ہو یا بڑا۔

یہ حدیث بھی اس امر کو واضح کرتی ہے کہ مرتکب گناہ کبیرہ مومن ہے اور شفاعت کا مستحق ہے کیونکہ کافر کی شفاعت نہ قرآن کریم سے ثابت ہے نہ حدیث پاک سے۔قرآن مجید کی یہ آیت فمنهم شفاعة الشافعين بہ بانگ دہل کہہ رہی ہے کہ کافروں کے لئے شفاعت کا دروازہ قطعی بند ہے اور احادیث میں یہ حدیث ذیل یا اور احادیث مشہورہ قریب قریب متواتر کے اس پر دال ہیں۔مثلاً یہ حدیث کہ شفاعتی لا هل الكبائر من امتی . اس کی روایت احمد۔ابوداؤد۔ترمذی۔ابن حبان اور حاکم نے اپنی مستدرک میں ترمذی۔ابن ماجہ۔ابن حبان اور حاکم نے حضرت جابر سے اور طبرانی نے حضرت ابن عباس اور خطیب نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے غرض یہ حدیث بھی خوارج معتزلہ اور مرجیہ کے خیالات باطلہ پر ایک کاری ضرب ہے اور ان کو سراسر لغو باطل اور بے اصل ثابت کرتی ہے۔(مسند امام اعظم مترجم اُردو ص ۳۲)

اللہ تعالیٰ کا دیدار عنقریب ہوگا

حدیث: قیس بن ابی حازم فرماتے ہیں کہ میں نے جریر بن عبداللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عنقریب تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح تم چاند کو چودھویں رات میں دیکھتے ہو نہیں ایذا دیئے جاؤ گے تم اس کے دیکھنے میں بھیڑیا اژدہام کے باعث پس دھیان رکھو کہ شیطان کے اثر سے کہیں طلوع آفتاب سے قبل والی نماز نماز فجر اور غروب آفتاب سے قبل والی نمازوں ظہر وعصر، کی ادائیگی سے رک نہ جاؤ (کہ ادا نہ کرسکو) حماد نے ہر دو اوقات کی نمازوں کی تفسیر نماز فجر و نماز ظہر وعصر سے کی ہے۔(مسند امام اعظم مترجم اُردو باب ۹ حدیث ۳۰/۸)

تشریح:

اس حدیث میں دو اہم مسائل ہیں۔ایک مسئلہ رؤیت باری تعالیٰ کہ مومنین قیامت میں اپنی ان مادی آنکھوں سے خدا تعالیٰ کا دیدار کریں گے،قرآن مجید حدیث پاک اور اجمع صحابہ وتابعین وسلف صالحین سے اس کا ثبوت موجود ہے۔اس لئے اہل سنت جماعت کا یہ ہی مذہب ہے کہ رؤیت حق ہے اور قطعی ثبوت قرآن کا یہ ارشاد ہے''وجوه يومئذ ناضرة الى و بها ناظرة ''کہ آج کے دن (بروز قیامت) کچھ چہرے تر وتازہ ہوں گے اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے۔یہاں رویت کے حقیقی معنی مراد کیوں نہ لیں جب کہ احادیث مشہورہ جو تقریباً متواتر الثبوت ہیں اس کی تائید کرتی ہیں۔احادیث میں حدیث ذیل بھی ہے اور حضرت جریر ہی سے صحاح ستہ اور مسند احمد میں اس معنی کی رویت مذکور ہے کہ عنقریب تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح تم اس چاند کو دیکھتے ہو نہیں شک کرو گے اس کے دیکھنے میں پس اگر طاقت رکھو تو ایسا نہ ہو کہ طلوع آفتاب سے پہلے والی نماز اور غروب آفتاب سے قبل والی نماز کی ادائیگی سے تم مجبور ہو جاؤ اور ادا نہ کرسکو مزید براں اجماع امت بھی رؤیت باری تعالیٰ ثابت کرتا ہے۔لہٰذا ان حالات کے تحت کسی کو رؤیت سے انکار کرنے یا اس میں تاویل کرنے کی کچھ گنجائش باقی نہیں رہتی ہے۔بعض کہتے ہیں کہ جنت میں عورتوں کو رؤیت نہیں ہوگی۔کیونکہ فرمان خداوندی''حور مقصورات في الخيام ''کہ حوریں ہیں خیموں میں بٹھائی ہوئی کے پیش نظر عورتیں پردہ میں ہوں گی۔یہ ایک بے سروپا بات ہے کیونکہ جنت کے خیمے حجاب کے سبب نہیں بنیں گے۔پھر عورتیں مردوں کی ہم جنس ہیں اور شریک حال کہ فرمایا انما النساء شقائق الرجال ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت عائشہ سے اس کی روایت کی ہے اور بزاز نے حضرت انس سے مرفوع روایت کی ہے۔اس کے علاوہ یہ کس طرح ممکن ہو جبکہ عورتوں میں حضرت فاطمہ زہرا' حضرت خدیجہ کبریٰ' اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہن جیسی نیک ہستیاں موجود ہیں اور یہ عورت ہونے کے سبب اس رؤیت کی نعمت عظمیٰ سے نعوذ باللہ محروم ہوں اور وہ مرد جوان کے خاک پا نہ بن سکیں وہ اس نعمت سے بہرہ مند ہوں ایک عاقل اور دانا آدمی اس بات کو کیسے تسلیم کرسکتا ہے۔پھر قرآن کی آیت اور احادیث کے الفاظ عام ہیں یعنی کہ ہر مومن جنت میں خدا تعالیٰ کو دیکھے گا ان میں مردوں کی تخصیص نہیں ہے بعض کہتے ہیں کہ رویت باری تعالیٰ فرشتوں اور جنوں کو نہیں ہوگی۔

Marfat.com

یہ قول بھی قابل قبول نہیں ہے اور نہ اس کا کوئی صحیح ثبوت ہے۔فلاسفہ خوارج معتزلہ اور بعض مرجیہ کا رویت کے باب میں اہل سنت والجماعت سے اختلاف ہے۔یہ عقلی پیچیدگیوں اور فلسفیانہ موشگافیوں میں الجھ کر رہ گئے کہتے ہیں کہ رویت کے لئے مکان، جہت، مقابلہ، لون وغیرہ غیر ضروری ہیں جو صفات اجسام ہیں اور جن سے ذات باری منزہ ہے پھر رویت کس طرح ممکن ہوگی۔جب اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ناظرة الی ربها تو پھر کیوں اور کیسے کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔کیا اتنا نہیں سمجھتے کہ یہ سب شروط عادۃ رویت کے لئے ضروری نہیں یہ شروط عقلیہ نہیں کہ بغیر ان کے رویت ممکن نہ ہو کیا خدا تعالیٰ نعوذ باللہ اس سے عاجز ہے کہ ان مادی آنکھوں کو مجرد کی رویت کی طاقت دے جس طرح اس نے زبان میں صلاحیت پیدا کی کہ بات کرے پھر دیدار الٰہی جو اللہ پر کچھ مشکل نہیں اس کا کیسے انکار کیا جائے۔

دوسرا امر جس سے یہ حدیث بحث کرتی ہے وہ فلسفہ نماز ہے۔نماز کی تمام تر خوبی یہ ہے کہ نماز خشوع وخضوع کا ایک مرقع اور پیشگاہ الٰہی میں حضوری کی ایک تصویر ہو۔نماز دراصل یہ ہے کہ چہرہ کا رخ قبلہ کی طرف ہو تو قلب کا رخ ذات خداوندی کی طرف ہو۔چہرہ کی آنکھیں ذات باری پر۔بلکہ بمطابق فرمان نبوی ''کانك تراه'' یہ پختہ تصور ہو کہ چہرہ کی آنکھیں ذات باری پر قائم ہیں اور مشاہدہ قلبی کے ساتھ ساتھ مشاہدہ عینی بھی ہے جس طرح کسی محبوب کے دیدار سے، آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو خوشی ہوتی ہے۔اسی طرح نماز میں یہ کیفیت پیدا ہونے لگے چنانچہ خود اپنی نماز کی ترجمانی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا 'قرة عینی فی الصلوٰة'' کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔زبان ہمکلامی کا مزہ لوٹے آنکھیں دیدار کا لطف اور دل تصور یار کا یہ ہی درحقیقت وہ نماز ہے جس کو معراج المومنین سے تعبیر فرمایا کہ یہ بیک وقت ملاقات کے سارے پہلوؤں پر محتوی ہے۔لہٰذا اسی حقیقت کے پیش نظر حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ رویت حقیقی گو آخرت میں ہوگی مگر اس کی اہلیت یہیں دنیا سے اپنے اندر پیدا کرو کہ نمازوں کی سخت پابندی کرو۔پھر نمازوں میں بھی صرف تین نمازوں کو تاکید سے مخصوص فرمایا۔کیونکہ یہ ہر سہ نمازیں نمازی پر اکثر شاق ہوتی ہیں اور بھاری صبح کی نماز میں میٹھی میٹھی نیند سے ہے کہ ایسے وقت صرف دیدی الٰہی کا سچا عاشق اور متوالا ہی بستر راحت کو چھوڑ کر نماز کے لئے جاتا ہے اور نیند کے مزہ کو نماز کے مزہ پر قربان کرتا ہے۔اسی طرح ظہر کی نماز میں صبح سے دوپہر تک کے کام کاج کی تکان دور ماندگی سے انسان دوچار ہوتا ہے اور دل مشورہ دیتا ہے کہ تھوڑی دیر آرام کرلو اتنے میں وقت ختم ہو جاتا ہے۔اس سے بھی اہم عصر کی نماز ہے کہ دن بھر کے سودا سلف کا یہ خاص وقت ہے۔تمام کام سمٹ کر اس وقت جمع ہوتے ہیں۔بازاروں میں چہل پہل رونق ہے سب لوگ بازار ہاٹ میں دکھائی دینے لگتے ہیں۔ادھر مسجدیں مرثیہ خواں کے نمازی نہ رہے۔یہ ہی وجہ ہے کہ اوقات پنجگانہ میں مساجد میں عصر کے وقت نمازی کم دکھائی دیتے ہیں مگر جو اللہ کے دیدار کا حقیقی طالب ہوتا ہے وہ ان نمازوں میں بھی تمام دنیوی رکاوٹوں۔اور طبعی بندشوں کو توڑ کر نماز کی طرف رخ کرتا ہے اور اللہ کا دیدار کر کے دل کو شاد کرتا ہے۔چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے ان نمازوں کو اسی اہمیت کو مدنظر رکھ کر ان پر پابندی کرنے کی خاص تاکید فرمائی کہ جو ان پر پابند ہو جائے گا وہ دوسری نمازوں کی لامحالہ پابندی کرے گا۔(مسند امام اعظم مترجم اُردو ص ۴۴،۴۳)

کتاب العلم: طلب علم کی فرضیت کا بیان

حدیث ۱: حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر مسلمان پر علم کا سیکھنا فرض ہے۔

(مسند امام اعظم مترجم اُردو باب ۱۲ حدیث ۱/۴۱)

تشریح:

علم کی ہزاروں شاخیں ہیں اور ان میں بعض کی فرضیت وعدم فرضیت باختلاف حالات ہر شخص پر عائد ہوتی ہے۔مثلاً ارکان اسلام کا علم اور فرائض کا جاننا عاقل بالغ مرد وعورت آزاد وغلام پر فرض ہے۔ان کو کسی حال میں اس کی فرضیت سے سبکدوشی نہیں مل سکتی۔علم معاملات کی تحصیل ہر شخص پر اس وقت فرض ہوتا ہے۔جب کہ وہ ان خاص معاملات سے دوچار ہو۔جس کا تعلق معاملات سے ہو۔مثلاً اگر اسے بیع کے معاملات پیش

Marfat.com

آئیں۔ تو اس کے ضروری مسائل سیکھنے اس کے لئے ضروری ہیں۔ اگر صنعت وحرفت سے اس کا تعلق ہے تو ان کے زیادہ تر پیش آنے والے جزئیات کو جاننا اس کے لئے لازم ہے۔ اگر ملازمت کرتا ہے تو اس کے متعلق مسائل جاننا اس کے لئے ناگزیر ہے وعلی ھذا القیاس۔ اب رہا پورے علم فقہ کا سیکھنا جن کی ضرورت عام طور پر شہروں اور آبادیوں میں ہوتی ہے تو یہ ہر شخص پر فرض عین نہیں۔ بلکہ فرض کفایہ ہے یعنی یہ کہ اگر پوری آبادی میں سے ایک شخص جان لے تو سب کے سر سے یہ فرض اتر جاتا ہے۔ اگر کوئی بھی حصول علم کی طرف پیش قدمی نہ کرے تو سب پر فرض ابوجھ ہے گا۔ اور سب جواب دہ ہوں گے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے قرآن مجید کو اس قدر حفظ کرنا جس سے نماز صحیح ہو سکے اور یہ ہر شخص پر فرض عین ہے مگر پورے قرآن کو یاد کرنا فرض کفایہ اور ہر شخص پر سنت عین ہے نہ فرض عین۔

یہ حدیث مختلف طرق سے مروی ہے ابن عدی نے اپنی کامل میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ خطیب نے تاریخ بغداد میں حضرت مرتضی اور حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے۔ طبرانی نے اوسط میں ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ ابن مسعود اور ابی سعید سے اور صغیر میں حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے اور فوائد میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسے روایت کیا ہے۔ ابن ماجہ نے بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس کی روایت قدرے زیادتی کے ساتھ کی ہے تو گویا یہ حدیث سات صحابہ بہ مختلف بطرق مروی ہے جس کی وجہ سے یہ حدیث حسن کے درجہ سے کم نہیں اس لئے ملا علی قاری نے کہا ہے۔ کہ چونکہ یہ حدیث طرق مختلفہ مقدوہ سے منقول ہے۔ اس کو کم از کم حسن ماننا لازمی ہے۔ لہٰذا اس کو ضعیف کہنا درست نہیں۔ جیسا کہ نووی نے بیہقی کی متابعت میں کہہ دیا ہے۔ عراقی نے کہا ہے کہ بعض علماء نے اسکے بعض طرق کو صحیح بتایا ہے حافظ مزی نے بتایا ہے کہ یہ حدیث اتنے طرق سے مروی ہے کہ اس کو درجہ حسن تک پہنچانے کے لئے کافی ہے۔ اور اصول حدیث میں حسن کا درجہ معلوم ہے۔ (مسند امام اعظم مترجم اُردو ص ۳۵)

ابو حنیفة عن ناصح عن یحییٰ عن ابی سلمه عن ابی هزیرة قال قال رسول الله ﷺ طلب العلم فریضةعلیٰ کل مسلمٍ۔

حدیث ۲: ترجمہ: ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علم کا سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

(مسند امام اعظم مترجم اُردو باب ۱۲ حدیث ۳۲/۲)

تشریح:

یہ حدیث الفاظ ومعنی کے اعتبار سے مکرر ہے۔ علم کی فضیلت واہمیت میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں مثلاً دیلمی نے اپنی مسند میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع حدیث بیان کی ہے کہ علم کا طلب کرنا اللہ کے نزدیک نماز۔ روزہ۔ حج۔ وجہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے اسی طرح یہ حدیث کہ ایک ساعت کا علم سیکھنا بے ریا شب بیداری سے افضل ہے اور علم کا طلب کرنا ایک دن تین دن کے روزوں سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ ابن عدی بیہقی اور ابن عبدالبر نے انس سے مرفوع حدیث بیان کی ہے کہ علم طلب کرو اگرچہ تمہیں چین جانا پڑے۔ یعنی کتنا ہی دور کیوں نہ ہو علم حاصل کرو۔

علم فقہ کی تحصیل کی فضیلت

حدیث ا: ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ۸۰ھ میں پیدا ہوا اور اپنے والد کے ساتھ ۹۶ھ میں میں نے حج کیا۔ اس وقت میری عمر سولہ سال کی تھی۔ جب میں مسجد حرام میں گیا تو بہت سے لوگوں کو حلقہ بنائے بیٹھے دیکھا۔ میں نے اپنے والد سے پوچھا۔ یہ حلقہ کن بزرگ کی خاطر ہے۔ انہوں نے فرمایا یہ حلقہ نبی اکرم ﷺ کے صحابی عبد اللہ بن حارث رضی اللہ عنہ بن جزر الزبیدی کا ہے میں آگے بڑھا اور ان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے اللہ کے دین کی مکمل سمجھ اور اس کا علم حاصل کیا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق عطا فرمائے گا جہاں کا اسکو گمان بھی نہ ہوگا۔

(مسند امام اعظم مترجم اُردو باب ۱۳ حدیث ۳۳)

Marfat.com

تشریح:

عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کے انتقال میں بعض نے اختلاف کیا ہے کہ ان کی وفات ہجری سال کے پچاس سے اٹھاسی تک کے مابین کسی سال ہوئی تو گویا امام صاحب کی وفات کے وقت پانچ سے آٹھ سال ہجری سال کے تک کے درمیان قرار پائی ہے اور انہوں نے حج اپنے والد کے ساتھ ۹۶ھ میں گیا تو یوں امام صاحب کی ملاقات حضرت عبداللہ سے ثابت نہیں ہوتی۔ مگر برہان الاسلام حسین بن علی بن حسین غزنوی نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن حارث کی وفات ۹۹ھ میں ہوئی۔ لہٰذا اس حقیقت کے پیش نظر ملاقات قرین قیاس ہے اور روایت قریب الامکان ہے۔

رسول اللہ کے ارشاد میں ''کفاہ اللہ ھمہ تعالیٰ'' سے دنیا وآخرت دو جہان کی ذمہ داری مراد ہے جس طرح کہ دوسری حدیث میں بھی آیا ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ جو اپنے سارے غموں اور فکروں کا ذمہ دار اور کفیل ہو گیا۔ اور **رزقہ من حیث لا یحتسب** سے قرآن مجید کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔ **ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب** خطیب نے اپنی تاریخ میں زیاد بن حارث ابدائی سے مرفوع روایت کی ہے **من طلب العم تکفل اللہ لرزقہ** کہ جس نے علم سیکھا اللہ اس کے رزق کا کفیل ہوگا۔

(مسند امام اعظم مترجم اُردو ص ۳۶، ۳۷)

حدیث ۲: ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے (عائشہ رضی اللہ عنہا کو خطاب فرما کر) اے عائشہ! علم و قرآن کو اپنا شعار بنا لو۔ (مسند امام اعظم مترجم اُردو باب ۱۳ ص ۳۷ حدیث ۲/۳۴)

تشریح:

حدیث اگرچہ مختصر ہے مگر جامع الفاظ میں علم وقرآن کی اہمیت وفضیلت کو بیان کرتی ہے یعنی علم وقرآن سے تم کو اس قدر وابستگی، ولبستگی اور اس میں تم کو اتنا انہاک اور مشغولیت ہو تم اس کے رنگ میں اس طرح رنگ جاؤ اور اس کے لباس میں ایسے ملبوس ہو جاؤ کہ وہ تمہارا اوڑھنا اور بچھونا بن جائے۔ (مسند امام اعظم مترجم اُردو ص ۳۷)

اہل ذکر کی فضیلت

حدیث ۱: علی رضی اللہ عنہ بن اقمر نبی اکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک جماعت پر آپ ﷺ کا گذر ہوا یہ جماعت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول تھی (یعنی تلاوت قرآن، تسبیح وتحمید کا ورد جاری تھا) آپ ﷺ نے فرمایا تم ان لوگوں میں سے ہو جن کے ساتھ رہنے کے لئے میں مامور ہوں۔ اور تم جیسے لوگ جب بھی اللہ کے ذکر کے لئے بیٹھتے ہیں تو فرشتے انہیں اپنے پروں کے سایہ میں لے لیتے ہیں اور رحمت الٰہی انکو ڈھانپ لیتی ہے اور اللہ ان کا تذکرہ ان (مقرب فرشتوں) میں کرتا ہے جو اس کے پاس حاضر ہیں۔ (مسند امام اعظم مترجم اُردو باب ۱۴ حدیث ۱/۳۵)

تشریح:

یہ حدیث ترمذی اور ابن ماجہ نے ابی ہریرہ اور ابی سعید رضی اللہ عنہما سے باضافہ الفاظ **و نزلت علیھم السکینۃ** روایت کیا ہے یعنی ان پر اطمینان وسکون کا نزول ہوتا ہے اور دل کے خواہشات نفسانی الفاظ کے طوفان سے فرو ہوتا ہے۔ اور ذات الٰہی سے محبت والفت پیدا ہو جاتی ہے قرآن میں اسی طرف اشارہ ہے۔

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب کو اطمینان اللہ کے ذکر ہی سے نصیب ہوتا ہے یعنی اطمینان قلبی کا علاج ذکر الٰہی ہے۔ ذکر ہی کی برکت سے انسان رحمت خداوندی کا مستحق بنتا ہے۔ پھر فرمایا **وذکر ھم اللہ فیمن عندہ** کا یہ تذکرہ مقرب فرشتوں کے سامنے انسان کی رفعت شان کے

Marfat.com

ظہور پر ہوگا اور انسانوں کی خدا شناسی اور خدا ترسی پر ان کے روبرو مسرت کا اظہار کیا جائے۔ اور نیز اس راز ازل کا انکشاف کیا جائے جو ان کی خلقت میں ابتدائے آفرینش سے موجود تھا جس سے فرشتے ناواقف تھے۔ اور انسان پر بالفاظ تجعل فیھا من یفسد فیھا سے معترض ہوئے تھے۔ اللہ ذکر کرتے ہوئے فرمائے گا کہ اے فرشتو یہ وہ ہی انسان تو ہے جن میں تم کو فساد اور خونریزی کے عیب دکھ رہے تھے۔ دیکھو یہ وہی ہیں کہ کس جذبہ و شوق سے ذکر الٰہی میں مشغول ہیں اور رحمت الٰہی نے انہیں اپنے آغوش میں لے لیا ہے۔

حدیث ۲: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن علماء کو ایک جگہ جمع فرمائے گا اور ان سے خطاب کرے گا کہ میرا تمہارے دلوں میں حکمت (علم کتاب وسنت) رکھنا محض تمہارے ساتھ خیر و بھلائی کی غرض سے تھا۔ تو جاؤ جنت میں۔ میں نے تمہارے گناہ بخش دیئے جو کچھ بھی تھے۔ (مسند اعظم حدیث ۲/۳۶)

شرح:

اسی سلسلہ کی مرفوع حدیث ابوبکر بن ابی عاصم اور صاحب حلیہ ابونعیم ابی موسیٰ سے روایت کرتے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بروز قیامت بندوں کو اٹھائے گا۔ پھر ان میں عالموں کو چھانٹے گا۔ اور ان کو خطاب فرمائے گا۔ کہ اے علماء کی جماعت میں نے کچھ جان کر تم کو علم دیا تھا۔ اور علم اس لئے نہیں دیا تھا۔ کہ تم کو عذاب دوں۔ پس جاؤ میں نے تم سب کو معاف کیا۔ اسی طرح طبرانی ثقہ رجال سے اور ٹھیک سند سے ثعلبہ بن حکیم سے مرفوع حدیث لائے ہیں جس کی تلخیص یہ ہے کہ بروز قیامت جب اللہ تعالیٰ بندوں کے فیصلہ کے لئے کرسی عدالت پر رونق افروز ہوگا تو علماء سے فرمائے گا کہ میں نے تم کو علم وحکمت سے اس ارادہ سے نوازا تھا۔ کہ تمہارے گناہ معاف کروں۔ وہ جو کچھ بھی ہوں۔ اور میں اس کی پرواہ نہیں کرتا۔

فرمان رسالت میں فی قلوبکم سے اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ علم وہ معتبر ہے جو دل میں جگہ لے اور وہ ہی تقویٰ اور خوف الٰہی کا موجب ہے ابن ابی شیبہ اور حکیم نے حسن سے مرسلاً اور خطیب نے انہیں سے پھر جابر سے مرفوع روایت کی ہے کہ علم دو انواع پر تقسیم ہے ایک وہ جو صرف زبان پر جاری ہو دل میں گھر نہ کرے۔ یہ اللہ کے لئے بندہ کے خلاف حجت بنتا ہے۔ دوسرا علم وہ جو صرف دل میں جگہ پکڑے۔ یہ علم نفع بخشتا ہے۔ دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ جو شخص علم میں آگے بڑھے مگر دنیا میں زہد میں ترقی نہ دکھائے تو وہ اللہ کی ذات سے دور ہی ہوتا جائے گا۔ (مسند امام اعظم مترجم اُردو ص ۳۸)

رسول اللہ ﷺ کی طرف جان بوجھ کر جھوٹ بات کی نسبت کرنے پر وعید!

حدیث ۱: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بات کی نسبت کی یا وہ بات جو میں نے نہیں کہی۔ میری طرف منسوب کر کے کہی تو وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں تلاش کرلے۔

(مسند امام اعظم مترجم اُردو باب ۱۵ حدیث ۱/۳۷)

شرح:

یہ حدیث مشہور ہے اور قریب ہے کہ تواتر کی حد تک پہنچے بلکہ اکثر اس کی کثرت طرق کو دیکھ کر اس کے متواتر ہونے کے قائل ہیں کیونکہ ساٹھ سے کچھ اوپر صحابہ سے یہ حدیث روایت کی گئی ہے چنانچہ ارشاد الساری حاشیہ بخاری میں ہے۔ وھو حدیث فی غایۃ الصحۃ و نھایۃ القوۃ حتی اطلق القول بتواترہ جماعۃ۔ یعنی یہ حدیث صحت وقوت میں بلند درجہ پر فائز ہے اور ایک جماعت نے اس کا اطلاق متواتر ہونے پر کیا ہے۔ اصحاب صحاح ستہ۔ حاکم۔ طبرانی۔ دارقطنی۔ خطیب اور دوسروں نے متعدد روایات اور مختلف صحابہ سے جن میں عشرہ مبشرہ بھی ہیں اس حدیث کو انہی الفاظ سے روایت کیا ہے کسی میں، من کذب علی متعمداً فلیتبوا مقعدہ من النار کے الفاظ ہیں اور کسی میں من قال مالم اقل

Marfat.com

کیے ۔

یہ حدیث ذیل کے سلسلہ سند سے گو منقطع ہے۔ کیونکہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے جو اپنے والد کی وفات کے وقت کم سن تھے۔ اپنے والد سے حدیث نہیں سنی۔ لیکن راوی جب ثقہ ہو تو امام ابوحنیفہ کے نزد منقطع حدیث قابل اعتبار ہے اور حجت۔ دوسری مسانید کے نسخوں میں جو سلسلہ سند ہے وہ زیادہ قرین قیاس ہے اور اس کی رو سے انقطاع بھی نہیں رہتا۔ وہ یہ کہ امام صاحب روایت کرتے ہیں قاسم بن عبدالرحمٰن سے اور وہ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا عبداللہ بن مسعود سے ابوداؤد نے بھی اسی طریق سے اس کی تخریج کی ہے۔

نبی اکرم ﷺ پر جھوٹ باندھنے پر یہ شدید وعید وتہدید اس لئے ہے کہ حدیث میں جھوٹ بولنا یا شامل کر دینا گویا ان گنت انسانوں کو گمراہ کر دینا ہے اور دینی شرازہ کو منتشر کر دینے کا مرادف ہے جس کے گناہ اور پاداش کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ ایک طرف اگر ترویج حدیث واشاعت دین کا بے پناہ اجر و ثواب رکھا ہے تو دوسری طرف دین میں غلط رسم یا غلط بات کو رواج دینا نہایت سنگین جرم قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ حدیث ہی قرآن کے بعد بنائے دین و شریعت ہے۔ جب حدیث ہی میں غلط بیان سے خلل پڑا تو پورے دین کی عمارت ڈھا دی اور ہمیشہ کے لئے دین برباد ہوا۔ مسلمانوں میں ایک تاریک دور ایسا آچکا ہے کہ جھوٹی حدیثیں گھڑنے والے بکثرت پیدا ہو گئے تھے چنانچہ موضوعات اکبیر میں ملا علی قاری نے ایسی تمام جھوٹی حدیثیں جمع کر دی ہیں اور کئی ایسے لوگوں کا ذکر بھی کیا ہے جو جھوٹی حدیثیں بڑی شاقی ولسانی سے بیان کر کے بھولے بھالے عوام کو دھوکہ دیا کرتے تھے۔ ان لوگوں کا یہ کام تھا کہ حدیثیں گھڑیں گویا یہ دین کو پارہ پارہ کر دینا چاہتے تھے۔ مگر اللہ جزا دے ان ناقدین رواۃ اور ماہرین اسمائے رجال کو جنہوں نے ہر شخص کے حالات میں ایسی چھان پھٹک کی کہ گویا دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیا اور جھوٹے کو سچے سے اور کھوٹے کو کھرے سے الگ کر دیا۔ احادیث کے انواع مقرر کیے اور تمام احادیث کو انہیں انواع کے ماتحت پرکھا دیکھا اور ترتیب دیا کہ کسی کو غلط ملط کرنے کی گنجائش نہ رہی۔ اگر محدثین یہ جان توڑ کوششیں اس سلسلہ میں عمل میں نہ لاتے تو سارا حدیث کا ذخیرہ نعوذ باللہ ایک بے ثبات تاریخی ذخیرہ ہو کر رہ جاتا اور نبی اکرم ﷺ کی سنت ہمیشہ ہمیش کے لئے پردہ تاریکی میں چھپ جاتی۔ (مسند امام اعظم مترجم اردو ص ۳۹)

حدیث ۳: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے عمداً مجھ پر جھوٹ باندھا تو وہ دوزخ میں اپنا ٹھکانا ڈھونڈ لے۔ ابوحنیفہ نے ابی روبہ شداد بن عبدالرحمٰن سے بھی اس کی روایت کی ہے اور انہوں نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے۔

(مسند امام اعظم مترجم اردو باب ۱۵ حدیث ۲/۳۸)

تشریح:

حدیث میں فلیتبوأ صیغہ امر ہے جس کا مفہوم بظاہر صحیح نہیں بیٹھتا کیونکہ دوزخ میں اول کوئی کیوں اپنا ٹھکانا ڈھونڈنے لگا جبکہ ہر شخص اس ہولناک مقام سے بچنا چاہتا ہے۔ یوں غفلت میں کوئی کچھ بھی کر گذرے مگر جب اس ہیبت ناک مقام کا خیال دل میں آتا ہے تو بدن لرز جاتا ہے اور اس سے خلاصی کا طلبگار ہوتا ہے اس لئے اس میں اپنے لئے جگہ تلاش کرنا کجا۔ پھر یہ اس کے اختیار میں بھی نہیں سزا و جزا اور اس کے درجات کا انتخاب خدا تعالیٰ کے قبضہ وقدرت میں ہے۔ انسان اس میں محض عاجز ہے اور بے بس۔ بدیں وجہ بعض کہتے ہیں کہ یہاں امر بددعا کے معنی میں ہے یعنی ارشاد نبوی ہے کہ جو شخص میرے بارے میں ایسی جسارت سے کام لے کہ بقصد وارادہ میری طرف جھوٹ بات کی نسبت کرے تو خدا کرے ایسے گستاخ کا دوزخ ٹھکانہ ہو۔ بعض کا خیال ہے کہ امر بمعنی خبر ہے یعنی خبر دی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں ٹھکانا دے گا۔ اور اس کے رہنے کا وہی مقام ہوگا۔ چنانچہ دوسری روایت میں یلج النار ہے۔ یعنی وہ دوزخ میں داخل ہوگا ایک اور روایت میں اس طرح ہے بنی لہ بیت فی النار کہ اس کے لئے دوزخ میں گھر بنایا جائے گا۔ لیکن اگر انسان اس کلام کی گہرائی تک پہنچے اور معنی کی دقت اور خوبی کلام پر نظر ڈالے تو سمجھے گا کہ امر یہاں اپنے حقیقی معنی میں ہے نہ بددعا یا خبر کے معنی میں اور اس صورت میں مطلب و معنی کی خوبی دو چند ہو جاتی ہے حقیقت میں یہاں نبی اکرم ﷺ

Marfat.com

پر جھوٹ بات جوڑنے پر سخت وعید وتہدید مقصود ہے اور اسی غرض کلام کے ماتحت اس کو ڈانٹتے ہوئے اور اس پر طنز کرتے ہوئے فرمایا جارہا ہے کہ یہ سنگین جرم بھول کر بھی کرنے کا نہیں تھا۔ مگر جب اس گستاخ نے اس کو بھی بھول کر نہیں بلکہ جان کر کیا تو اب اس کو اس کی سزائے دوزخ میں بھی اپنے قصد وارادہ کو کام میں لانا چاہئے اور وہاں کی کوئی جگہ جو اس کو پسند آئے چھانٹ لینی چاہئے بجائے اس کے کہ کوئی اور اس کے لئے وہاں جگہ مقرر کرے۔ یہ حقیقت جب سامنے آئی تو ذرا سوچئے کہ اگر یوں سیدھے سادھے الفاظ میں کہہ دیا جاتا کہ ایسے گنہگار کی سزا دوزخ ہے تو بات مستقبل میں آنے والے ایک واقعہ کو ظاہر کرتی۔ معنیٰ ومطلب میں شدت پیدا نہیں کرتی نہ مجرم کو اتنا شرمندہ کرتی۔

(مسند امام اعظم مترجم اُردو ص ۱۴۰،۴)

حدیث: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے مجھ پر جھوٹ بولا وہ دوزخ میں اپنا ٹھکانا بنالے عطیہ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں (قسم کھاتا ہوں) کہ میں نے ابوسعید پر جھوٹ نہیں بولا اور نہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ پر۔ (مسند امام اعظم مترجم اُردو باب ۱۵ حدیث ۳/۳۹)

تشریح:

یہ وعید کی وہ خاص حدیث ہے جس کی وجہ سے بعض کبار صحابہ اور ائمہ عظام حدیث کی روایت سے حتی الوسع بچتے تھے اور آنحضرت کی بات کو نقل کرتے ہوئے لرز جاتے، یہاں تک کہ حدیث کم بیان کرنا ان کی سوانح کا ایک ناقابل تردید واقعہ بن گیا۔ یہ بزرگ حالات سے مجبور ہو کر جب آنحضرت سے کوئی بات نقل کرتے تو خوف الٰہی سے مجسمہ بن جاتے صرف اس لئے کہ کہیں اس وعید کے مصداق نہ بن جائیں اور زبان آخر ہے تو گوشت پوست کی غلط بیانی کرے جادہ صداقت سے نہ ہٹ جائے۔ اور آں جناب ﷺ کی ذات کی طرف اس بات کی نسبت کر بیٹھے جو آپ ﷺ نے نہیں فرمائی۔ چنانچہ روایت ہے کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما روایت کم کرتے اور اسی حدیث کو سامنے رکھتے۔ بعض طرق روایت میں یوں آیا ہے کہ آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ حضرت ہم آپ کو حدیث بیان کرتے ہوئے کم کیوں پاتے ہیں جبکہ فلاں فلاں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم نے اتنی اتنی حدیثیں بیان کی ہیں۔ یعنی آپ کو شرف صحبت میں امتیاز ہے پھر آخر اس احتیاط کی وجہ کیا ہے۔ سائل سے فرمایا: اے صاحبزادے جب سے میں اسلام لایا میں حضور سے جدا نہ ہوا۔ لیکن میں نے آپ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا من کذب علی متعمد افلیتبو مقعده من النار دان کی روایت میں متعمد کا لفظ نہیں لہٰذا اس حدیث کی وعید خداترسوں کی قوت گویائی کو سلب کر لیتی تھی اور اشاعت دین کے بڑھتے ہوئے جوش کو ایک دم سرد کر دیتی تھی لیکن اس حقیقت نے کبھی ان کی شخصیت کو نہیں گھٹایا۔ کبھی ان کی ذات کو عیب دار نہیں کیا۔ اور نہ کبھی خدا کی پناہ ان کی علمیت پر بٹہ لگایا۔ پھر اسی اعلیٰ طبقہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات پر نظر ڈالئے۔ کہ ان سے کس قدر احادیث مروی ہیں اور دیگر صحابہ سے کس قدر کیا اس کی یہ ترجمانی کی جاتی ہے کہ ان کو سماعت حدیث نہ تھا۔ یا ان کو شرف صحبت کم تھا۔ العیاذ باللہ۔ بلکہ یہ اس کی نشانی تھی کہ ان بزرگوں پر اللہ کا خوف غالب تھا۔ یہ روایت سے پہلے خوب غور وفکر کرتے عذاب کا نقشہ سامنے لاتے اور احتیاط بہت کرتے اگر حالات ناگزیر ہوتے تو لب کشائی کرتے ورنہ چپ ہی رہتے ان کی بے پناہ علمیت پر کس بے سمجھ کو شک ہو سکتا ہے۔ اب رہے وہ صحابہ کرام جن سے احادیث بکثرت نقل ہیں۔ مثلاً ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ وغیرہ تو ان بزرگوں پر کوئی اور رعب چھایا ہوا تھا۔ کیونکہ ان کے سامنے وہ احادیث تھیں جن میں حق چھپانے پر سخت وعید آئی ہے کہ قیامت میں ایسے شخص کو آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔ جو دنیا میں علم دین لوگوں سے چھپاتا تھا اور اس کی اشاعت سے کام لیتا تھا۔ مگر انداز میں فرق ہے اور ذرا سا نظریہ کا اختلاف۔ کوئی خدائے قہار کے کسی تیور سے لرزتا اور کانپتا تھا اور کوئی کسی سے۔

ائمہ عظائم میں ہم عمر میں بزرگ ترین زمانہ نبی اکرم ﷺ سے قریب ترین امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مثال سامنے رکھتے ہیں کہ بعض ناسمجھ مذکورہ بزرگوں کے حالات سے قطعی چشم پوشی کرتے ہوئے یا یوں کہیے کہ اپنی نادانی کم علمی رکھتے ہیں کہ بعض ناسمجھ مذکورہ بزرگوں کا ثبوت دیتے ہوئے کہہ بیٹھتے ہیں کہ امام صاحب سے احادیث کا کم مروی ہونا۔ ان کی کم علمی کی نشانی ہے کیا عجب کہ آپ اس وعید کی حدیث کے پیش نظر زیادتی

Marfat.com

روایت سے بچتے ہوں کیونکہ آپ نے صحابہ کو بہت قریب سے دیکھا تھا اور ان کے وہ حالات آپ پر روشن تھے جو بعد کے آنے والے پر نہیں تھے۔ آپ حدیث کی روایت سے حتی الوسع بچتے تھے اور صحابہ کے زیادہ ترعمل کو سامنے رکھتے اور اسی کو معیار دین ٹھہراتے۔ ورنہ آپ کے تجر علمی پر کسی کو شک نہیں ہوسکتا۔ آپ کی پیدائش بدھ کو کوفہ میں ہوئی جو صحابہ کا مرکز تھا۔ اور اس وقت بعض صحابہ بقید حیات تھے۔ اور بعض سے آپ کو شاگردی کا فخر بھی حاصل تھا اور امام محمد جیسے جلیل القدر امام فقہ آپ سے نسبت تلمذ رکھتے تھے اور ان کے شاگرد حضرت امام شافعی تھے۔ اور قاضی ابو یوسف کو ان سے نسبت شاگردی نصیب ہوا اور ان سے حضرت امام احمد حنبل کو غرض جو لوگ مذاہب ثلاثہ کا منبع و سرچشمہ ٹھہریں کیا ان میں کسی ایسے شخص کو جو ان ہر سہ ائمہ کے مسلک میں سے کسی ملک سے رشتہ رکھتا ہے حق حاصل ہے کہ وہ ان میں (امام اعظم میں) کوئی علمی سقم یا ذاتی عیب نکالے اگر وہ ایسا کرتا ہے تو گویا وہ اپنے پاؤں خود ہی کاٹتا ہے اور اپنے گھر کی دیوار خود اپنے ہاتھ سے گراتا ہے۔ اگر کوئی تعقیل حدیث کی کسوٹی لے کر سب کے محاسن و معائب جانچنے لگے اور اس سے علم کا اندازہ لگائے تو نہ صرف امام اعظم اس کی جانچ میں پورے اتریں گے بلکہ خدا کی پناہ صحابہ کبار بھی۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی حال ہے کہ ان کی مرویہ احادیث امام احمد کی روایات سے بہت ہی کم ہیں۔ اور صحاح ستہ سے تو کوئی نسبت نہیں تو کیا اس کے یہ معنیٰ ہیں کہ حضرت امام احمد کی روایات کا پایہ علمی ان کے پچھلوں سے کچھ کم تھا۔ بلکہ امام اعظم کی شان میں بعض نے زبان کو یہاں تک آزادی دے دی ہے کہ کہتے ہیں کہ وہ صرف سترہ حدیثیں جانتے تھے۔ کیا خوب اگر وہ سترہ حدیثیں جانتے تھے۔ تو استاد کا علم تو بہرحال شاگرد سے زائد ہوتا ہی ہے ان کے شاگردوں اور شاگردوں کے شاگردوں نے کس طرح یہ ہزاروں حدیثوں کے دفتر کے دفتر تیار کر لئے۔ نعوذ باللہ من ذالك۔ ایک طفل مکتب بھی تو اس لغویت کو نہیں مانے گا۔ پھر رب العزت کے نزدیک اس بہتان کی جو کچھ سزا ہے اسے تو وہی خوب جانتا ہے۔

(مسند امام اعظم مترجم اُردو ص ۴۱، ۴۲)

حدیث ۴: حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جس نے عمداً میری طرف جھوٹ کی نسبت کی تو وہ دوزخ میں اپنا ٹھکانہ تلاش کرے۔ (مسند امام اعظم مترجم اُردو باب ۱۵ حدیث ۴/۴۰)

تشریح:

بعض علماء کا یہ قول ہے کہ تہدیدی حکم ہر جھوٹ کو شامل ہے خواہ یہ جھوٹ دینی معاملات میں ہو یا دنیا کے معاملات میں بعض اس کو دینی امور سے خاص کرتے ہیں۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ تہدید خاص طور سے اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جب کہ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ کی طرف سے غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے ایک قوم سے جا کر کہہ دیا تھا۔ کہ مجھے تم میں فیصلہ کے لئے بھیجا گیا ہے مگر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث ہر جھوٹ کو شامل ہے۔ یعنی ہر جھوٹ پر یہی وعید ہے۔ (مسند امام اعظم مترجم اُردو ص ۴۳)

حدیث ۵: حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے مجھ پر جھوٹ بولا اور اس جھوٹ میں قصد و ارادہ شامل تھا تو وہ دوزخ میں اپنا ٹھکانا بنالے امام ابوحنیفہ اس حدیث کی روایت یحییٰ بن سعید سے بھی کرتے ہیں۔

(مسند امام اعظم مترجم اُردو باب ۱۵ حدیث ۵/۴۱)

تشریح:

وہ روایتیں جن میں رسول ﷺ پر جھوٹ کی نسبت کرنے پر یا عام جھوٹ پر وعید آئی ہے یہاں ختم ہو جاتی ہیں اور اس بارے میں مکمل تشریح و مفہوم گزشتہ صفحات میں ہم بیان کر چکے ہیں وہیں دیکھ لی جائیں۔

Marfat.com

حضور ﷺ تمام مخلوق سے بہترین فرد اور بہترین خاندان والے ہیں (ترمذی شریف مترجم سے)

حدیث ۱: حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ قریش نے ایک مجلس میں اپنے حسب و نسب کا ذکر کرتے ہوئے آپ ﷺ کی مثال کھجور کے اس درخت سے دی جو کسی ٹیلہ پر ہو۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے ان کی بہترین جماعت میں رکھا۔ اور دونوں فریقوں کو بہتر بنایا پھر تمام قبائل کو پسندیدہ بنایا اور مجھے بہترین قبیلہ میں رکھا۔ پھر اس نے گھرانے منتخب فرمائے تو مجھے ان میں سے بہتر گھرانے میں رکھا۔ پس میں ان میں سے بہترین فرد اور بہترین خاندان والا ہوں۔ یہ حدیث حسن ہے عبداللہ بن حارث سے نوفل مراد ہے۔ (ترمذی مترجم حدیث ۱۵۴۰ جلد دوئم باب ۵۰۹)

حدیث ۲: حضرت مطلب بن وداعہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بارگاہ رسالتمآب ﷺ میں حاضر ہوئے گویا کہ انہوں نے کوئی بات سنی تھی۔ نبی اکرم ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا میں کون ہوں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں آپ پر سلام ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے ان میں سے بہترین رکھا۔ پھر ان کے دو گروہ بنائے تو مجھے اچھے گروہ میں رکھا۔ پھر ان کے خاندان بنائے تو مجھے ان میں سے اچھے خاندان میں رکھا۔ اور سب سے اچھی شخصیت بنایا۔ یہ حدیث حسن ہے۔ سفیان ثوری سے بھی حدیث اسماعیل بن ابی خالد رضی اللہ عنہ کی مثل منقول ہے۔ (ترمذی مترجم اور حدیث ۱۵۴۱ جلد دوئم باب ۵۰۹)

حدیث ۳: حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اولاد اسمٰعیل علیہ السلام سے کنانہ کو، کنانہ سے قریش کو، قریش سے ہاشم کو اور بنی ہاشم سے مجھے منتخب فرمایا۔ یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے۔

(ترمذی مترجم اور حدیث ۱۵۴۲ جلد دوئم باب ۵۰۹)

حدیث ۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ ﷺ کے لئے نبوت کب واجب ہوئی؟ آپ نے فرمایا: اس وقت جب کہ حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ یہ حدیث حسن صحیح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے ہم اسے صرف اسی طریق سے جانتے ہیں۔ (ترمذی مترجم اور حدیث ۱۵۴۳ جلد دوئم باب ۵۰۹)

قیامت کا دولہا:

حدیث ۱: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے قیامت کے دن سب سے پہلے میں ہی اٹھنے والا ہوں۔ جب لوگ وفد بن کر جائیں گے تو میں ہی ان کا خطیب ہوں گا وہ ناامید ہوں گے تو میں ہی ان کو خوشخبری سنانے والا ہوں گے اس دن حمد کا جھنڈ میرے ہاتھ میں ہوگا اور میں اپنے ربّ کے ہاں اولاد آدم میں سب سے زیادہ مکرم ہوں گا اور اس پر مجھے فخر نہیں۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (ترمذی مترجم اور حدیث ۱۵۴۴ جلد دوئم باب ۵۱۰)

حدیث ۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے مجھ پر زمین شق ہوگی۔ اور مجھے جنت کے جوڑوں میں سے ایک جوڑا پہنایا جائے گا۔ پھر میں عرش کی داہنی جانب کھڑا ہوں گا۔ اس مقام پر مخلوقات میں سے میرے سوا کوئی نہیں کھڑا ہوگا۔ یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے۔

(ترمذی مترجم اور حدیث ۱۵۴۵ جلد دوئم باب ۵۱۰)

Marfat.com

طلب وسیلہ:

حدیث ۱: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ سے میرے لئے وسیلہ مانگو صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! وسیلہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جنت کا اعلیٰ درجہ جسے صرف ایک شخص پائے گا۔ مجھے امید ہے کہ وہ میں ہی ہوں۔ یہ حدیث غریب ہے کعب معروف نہیں ہیں۔ ان سے لیث بن ابی سلیم رضی اللہ عنہ کے سوا کسی نے روایت نہیں کی۔

(ترمذی مترجم اور حدیث ۱۵۴۶ جلد دوئم باب ۵۱۱)

حدیث ۲: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انبیاء کرام میں میری مثال ایسے ہے جیسے کسی آدمی نے گھر بنایا اور اسے نہایت خوبصورت مکمل اور اچھا بنایا البتہ ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ لوگ اس عمارت کے اردگرد چکر لگاتے اور اسے دیکھ کر متعجب ہونے لگے اور کہنے لگے۔ کاش اس ایک اینٹ کی جگہ بھی پوری ہو جاتی۔ انبیاء کرام میں، میں ہی وہ اینٹ کی جگہ ہوں۔ اسی سند سے آنحضرت ﷺ سے مروی ہے۔ قیامت کے دن انبیاء کا امام خطیب، اور شفیع ہوں گا اور اس پر (مجھے) فخر نہیں۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(ترمذی مترجم اور حدیث ۱۵۴۷ جلد دوئم باب ۵۱۱)

حدیث ۳: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا میں، قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور کوئی فخر نہیں میرے ہاتھ میں تعریف کا جھنڈا ہوگا اور کوئی فخر نہیں۔ آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ تمام انبیاء اس دن میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ مجھ پر ہی سب سے پہلے زمین شق ہوگی اور کوئی فخر نہیں۔ اس حدیث میں واقع ہے۔ یہ حدیث حسن ہے۔ (ترمذی مترجم اور حدیث ۱۵۴۸)

حدیث ۴: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جب مؤذن سے اذان سنو تو وہی کلمات تم بھی کہو پھر مجھ پر درود شریف بھیجو۔ اس لئے کہ جو شخص مجھ پر درود شریف بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس دس مرتبہ رحمت بھیجتا ہے۔ پھر میرے لئے وسیلہ مانگو بے شک وہ جنت کا ایک درجہ ہے جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک بندہ کے لئے ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہی ہوں۔ اور جو آدمی میرے لئے وسیلہ مانگے اس کے لئے میری شفاعت ضروری ہوگی۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں۔ یہ عبدالرحمٰن بن جبیر قرشی مصری ہیں اور عبدالرحمٰن بن جبیر نفیر شامی ہیں۔ (ترمذی مترجم اور حدیث ۱۵۴۹ جلد دوئم باب نمبر ۵۱۱)

حدیث ۵: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے چند صحابہ کرام نبی اکرم ﷺ کی انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں آپ ﷺ تشریف لائے جب قریب پہنچے تو انہیں کچھ گفتگو کرتے ہوئے سنا (آپ نے سنا کہ) ان میں سے بعض نے کہا تعجب کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مخلوق میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا۔ دوسرے نے کہا یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے سے زیادہ تعجب خیز تو نہیں۔ ایک نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا کلمہ اور روح ہیں کسی نے کہا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو چن لیا۔ حضرت ﷺ ان کے پاس تشریف لائے سلام کیا اور فرمایا میں نے تمہاری گفتگو اور تمہارا تعجب کرنا سنا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں بلاشبہ وہی ایسے ہی ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ ہیں بے شک وہ اسی طرح ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں واقعی وہ اسی طرح ہیں۔ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا وہ بھی یقیناً ایسے ہی ہیں سن لو میں اللہ کا حبیب ہوں اور کوئی فخر نہیں قیامت کے دن سب سے پہلا شفیع بھی میں ہی ہوں اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول کی جائے گی اور کوئی فخر نہیں سب سے پہلے جنت کا کنڈا کھٹکھٹانے والا بھی میں ہوں اللہ تعالیٰ میرے لئے اسے کھولے گا اور مجھے داخل داخل کرے گا میرے ساتھ فقیر و غریب مومن ہوں گے اور کوئی فخر نہیں، میں اولین و آخرین میں سب سے زیادہ مکرم ہوں لیکن کوئی فخر نہیں۔ یہ حدیث غریب ہے۔ (ترمذی مترجم جلد دوئم باب ۵۱۱ حدیث ۱۵۵۰)

حدیث ۶: حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ تورات میں نبی اکرم ﷺ کا وصف مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ

Marfat.com

ﷺ کے ساتھ مدفون ہوں گے۔ راوی فرماتے ہیں ابو مودود کہتے ہیں۔ روضہ مبارک میں ایک قبر کی جگہ باقی ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ حضرت عثمان بن ضحاک مدینی مشہور ہیں۔ (ترمذی مترجم باب ۵۱۱ حدیث ۱۵۵۱)

ہر چیز روشن ہو جاتی ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس دن آنحضرت ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو مدینہ طیبہ کی ہر چیز روشن ہوگئی اور جس دن آپ ﷺ کا وصال ہوا اس دن مدینہ طیبہ کی ہر چیز تاریک ہوگئی ہم نے ابھی اپنے ہاتھ بھی نہ جھاڑے تھے اور ابھی تدفین میں مصروف تھے کہ ہم نے اپنے دلوں کو اجنبی پایا۔ (ترمذی مترجم جلد دوئم باب ۵۱۱ حدیث ۱۵۵۲)

ولادت باسعادت:

مطلب بواسطہ والد اپنے دادا قیس بن مخرمہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں، میں اور رسول اللہ ﷺ عام الفیل میں پیدا ہوئے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بنی یعمر بن لیث کے بھائی قباث بن اشیم سے پوچھا تمہاری عمر زیادہ ہے یا رسول اللہ ﷺ کی؟ انہوں نے فرمایا رسول اللہ ﷺ مجھ سے بڑے ہیں اور میری ولادت پہلے ہے اور میں نے ابرہہ کے ہاتھی کی لید سبز رنگ میں بدلی ہوئی دیکھی ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے، ہم اسے صرف محمد بن اسحاق رضی اللہ عنہ کی روایت سے پہچانتے ہیں۔ (ترمذی مترجم اور حدیث ۱۵۵۳ جلد دوئم باب ۵۱۲)

آغازِ نبوت:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ابو طالب روسائے قریش کے ہمراہ شام کی طرف چلے نبی کریم ﷺ بھی آپ کے ساتھ تھے جب راہب کے پاس پہنچے تو ابو طالب اترے لوگوں نے بھی اپنے کجاوے کھول دیئے راہب ان کی طرف نکلا حالانکہ اس سے پہلے وہ اس کے پاس سے گزرا کرتے تھے۔ لیکن وہ ان کے پاس نہیں آتا تھا اور نہ ہی ان کی طرف متوجہ ہوتا۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لوگ ابھی کجاوے کھول ہی رہے تھے کہ وہ ان کے درمیان چلنے لگا یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ کے قریب پہنچا اور آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر کہا یہ تمام جہانوں کا سردار اور ربّ العالمین کا رسول ہے اس نے انہیں تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے روسائے قریش نے اس سے پوچھا تمہیں کس نے بتایا؟ اس نے کہا جب تم لوگ عقبہ سے چلے تو کوئی پتھر اور درخت سجدہ کئے بغیر نہ رہا۔ اور وہ صرف نبی کو سجدہ کرتے ہیں نیز میں ان کو مہر نبوت سے بھی پہچانتا ہوں جو ان کے کاندھے کی ہڈی کے نیچے سیب کی مثل ہے پھر وہ واپس چلا گیا اور اس نے ان لوگوں کے لئے کھانا تیار کیا۔ جب وہ کھانا لے کر آیا تو آپ ﷺ اونٹوں کو چرا رہے تھے۔ راہب نے کہا ان کو بلا لو۔ آپ ﷺ تشریف لائے تو سرانور پر بادل سایہ فگن تھا۔ قوم کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ تمام لوگ درخت کے سایہ میں پہنچ چکے ہیں لیکن جب آپ ﷺ تشریف فرما ہوئے تو سایہ آپ ﷺ کی طرف جھک گیا۔ راہب نے کہا درخت کے سائے کو دیکھو وہ آپ ﷺ پر جھک گیا ہے راوی فرماتے ہیں راہب ان کے پاس کھڑا انہیں قسمیں دے رہا تھا کہ انہیں روم کی طرف نہ لے جاؤں کیونکہ رومیوں نے انہیں دیکھ لیا تو انکی صفات کے ساتھ پہچان لیں گے اور قتل کر دیں گے۔ اچانک اس نے مڑ کر دیکھا تو سات آدمی روم کی طرف سے آرہے تھے۔ راہب نے ان کا استقبال کیا اور پوچھا کیسے آئے ہو؟ انہوں نے کہا ہمیں معلوم ہوا ہے کہ یہ نبی اس مہینے میں باہر (گھر سے باہر) نکلنے والے ہیں اس لئے ہر راستے پر کچھ لوگ بٹھائے گئے ہیں اور ہمیں خبر ملی تو ہمیں اس راستے کی طرف بھیجا گیا۔ راہب نے پوچھا کیا تمہارے پیچھے تم سے کوئی بہتر آدمی بھی ہے۔ انہوں نے کہا ہمیں آپ ﷺ کے اس راستے کی خبر دی گئی ہے اس نے کہا بتاؤ تو سہی اگر اللہ تعالیٰ کسی کام کا ارادہ فرمائے تو اسے کوئی روک سکتا ہے۔ انہوں نے کہا نہیں۔ چنانچہ انہوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور آپ کے ساتھ مقیم رہے۔ پھر راہب نے کہا میں تمہیں قسم دے کر پوچھتا ہوں ان کا سرپرست کون ہے؟ انہوں نے کہا ابو طالب، چنانچہ وہ ابو طالب کو مسلسل قسم دیتا رہا یہاں تک کہ ابو طالب نے آپ ﷺ کو واپس کر دیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کے ہمراہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور راہب نے

Marfat.com

آپ ﷺ کو زادراہ کے طور پر روٹیاں اور زیتون دیا۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اسے صرف اسی طریق سے پہچانتے ہیں۔
(ترمذی مترجم ۱۵۵۴، جلد دوئم باب ۵۱۳)

بعثت نبوی:

حدیث ۱: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نزول قرآن کے وقت نبی اکرم ﷺ کی عمر مبارک چالیس برس تھی۔ (اس کے بعد) آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں تیرہ سال اور مدینہ طیبہ میں دس سال رہے تریسٹھ سال کی عمر میں آپ ﷺ کا وصال ہوا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (ترمذی مترجم ۱۵۵۵، جلد دوئم باب ۵۱۴)

حدیث ۲: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے نبی اکرم ﷺ کا وصال مبارک پینسٹھ سال کی عمر مبارک میں ہوا۔ محمد بن بشار نے ہم سے یونہی بیان کیا۔ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان سے اسی طرح روایت کیا۔ (ترمذی مترجم ۱۵۵۶)۔

حدیث ۳: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نہ تو بہت دراز تھے اور نہ ہی آپ ﷺ کا قد بہت پست تھا رنگ مبارک نہ بالکل سفید تھا اور نہ بالکل گندم گوں، بال مبارک نہ بالکل گھنگریالے تھے اور نہ ہی بالکل سیدھے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو چالیس سال کی عمر میں مبعوث فرمایا اس کے بعد دس سال مکہ مکرمہ میں اور دس سال مدینہ طیبہ میں رہے ساٹھ سال کی عمر میں آپ ﷺ کا وصال ہوا[1]۔ اس وقت آپ ﷺ کے سرانور اور داڑھی مبارک میں بیس بال بھی سفید نہ تھے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (ترمذی مترجم ۱۵۵۷، جلد دوئم باب ۵۱۴)

[1] محدثین کے نزدیک راجح قول یہ ہے کہ آپ کی عمر شریف تریسٹھ سال تھی۔

علامات نبوت اور آپ ﷺ کی خصوصیات:

حدیث ۱: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا مکہ مکرمہ میں ایک پتھر ہے جو مجھے بعثت کی راتوں میں سلام کیا کرتا تھا۔ میں اسے اب بھی پہچانتا ہوں۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (ترمذی مترجم ۱۵۵۸، جلد دوئم باب ۵۱۵)

حدیث ۲: حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہم نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ایک پیالے میں صبح سے شام تک کھایا کرتے تھے دس آدمی (کھا کر) اٹھتے اور دس بیٹھ جاتے۔ ابوالعلاء کہتے ہیں ہم نے پوچھا وہ کھانا کیسے بڑھ جاتا تھا؟ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہیں کس بات سے تعجب ہے ادھر سے بڑھتا تھا (یہ کہہ کر) انہوں نے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے ابوالعلاء کا نام یزید بن عبداللہ بن شخیر ہے۔ (ترمذی مترجم ۱۵۵۹، جلد دوئم باب ۵۱۵)

پتھروں اور درختوں کا آپ ﷺ کو سلام کرنا:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ میں مکہ مکرمہ میں نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھا۔ ہم بعض اطراف کی چلے تو جو پہاڑ اور پتھر آپ ﷺ کے سامنے آتا۔ السلام علیک یا رسول اللہ کہتا۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ متعدد لوگوں نے اسے ولید بن ثور سے روایت کیا۔ فروہ بن ابی المغراء بھی ان ہی راویوں میں سے ہیں۔ (ترمذی مترجم ۱۵۶۰، جلد دوئم باب ۵۱۶)

کھجور کے تنے کا رونا:

حدیث ۱: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم ﷺ کھجور کے ایک تنے کے ساتھ کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ پھر صحابہ کرام نے آپ ﷺ کے لئے منبر بنوایا جب آپ ﷺ نے اس پر تشریف فرما کر خطبہ دیا، تو وہ تنا اس طرح رونے لگا جس طرح اونٹنی اپنے بچے کے پیچھے روتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نیچے اترے اور اس پر ہاتھ پھیرا تو وہ خاموش ہو گیا۔ اس باب میں حضرت ابی، جابر، ابن

Marfat.com

عمر، سہیل بن سعد، ابن عباس اور ام سلمہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مذکور ہیں۔ حدیث انس حسن صحیح اس طریق سے غریب ہے۔

حدیث ۲: حضرت ابن عباس سے بھی روایات مذکور ہیں۔ حدیث انس صحیح اس طریق سے غریب ہے۔

(ترمذی مترجم ۱۵۶۱ جلد دوئم باب ۵۱۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ایک اعرابی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا مجھے کیسے معلوم ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں کھجور کے اس درخت کے اس کچھے کو بلاؤں تو وہ گواہی دے گا کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلایا تو وہ درخت سے اترنے لگا یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گرا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واپس ہو جا وہ واپس ہو گیا اور اس اعرابی نے اسلام قبول کر لیا۔ (ترمذی مترجم ۱۵۶۲ جلد دوئم باب ۵۱۷)

دست مبارک کی برکت:

حضرت ابوزید اخطب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے چہرے پر پھیرا اور میرے لئے دعا فرمائی، عزرہ راوی کہتے ہیں ابوزید ایک سو بیس سال زندہ رہے اور ان کے سر میں صرف چند بال سفید تھے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ابوزید کا نام عمرو بن اخطب ہے۔ (ترمذی مترجم ۱۵۶۳ جلد دوئم باب ۵۱۸)

کھانے میں برکت:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ ام سلیم رضی اللہ عنہا سے فرمایا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمزور آواز سنی مجھے اس میں بھوک کا اثر معلوم ہوتا ہے کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے عرض کیا ہاں۔ چنانچہ انہوں نے جو کی چند روٹیاں نکالیں پھر اپنا دوپٹہ لیا اور اس کی ایک طرف وہ روٹیاں لپیٹ کر میری بغل کے نیچے چھپا دیا اور دوسرا حصہ مجھے اوڑھا دیا۔ پھر مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں اسے لئے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مسجد میں تشریف فرما ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ صحابہ کرام بھی ہیں فرماتے ہیں ان کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں ابوطلحہ نے بھیجا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں فرمایا کھانا دے کر؟ میں عرض کیا جی ہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہم مجلسوں سے فرمایا اٹھو حضرت انس فرماتے ہیں وہ چل پڑے اور میں بھی ان کے آگے آگے چلنے لگا یہاں تک کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر اطلاع دی۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ام سلیم! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ہمراہ تشریف لا رہے ہیں اور ہمارے پاس تو ان کے کھلانے کے لئے کچھ نہیں۔ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے فرمایا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ باہر آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی پھر حضور آگے بڑھے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے یہاں تک کہ دونوں اندر داخل ہو گئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ام سلیم! تمہارے پاس جو کچھ ہے لاؤ ام سلیم رضی اللہ عنہا وہی روٹیاں لائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ان کو توڑا گیا اور ام سلیم رضی اللہ عنہا نے گھی کا کُپا نچوڑ کر اسے ترکیا۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو چاہا اس پر پڑھا[1] اور ازاں بعد ارشاد فرمایا دس آدمیوں کو بلاؤ انہیں بلایا گیا پس انہوں نے خوب سیر ہو کر کھایا اور باہر چلے گئے پھر فرمایا دس آدمیوں کو بلاؤ وہی بُلائے گئے انہوں نے سیر ہو کر کھایا اور باہر نکلے پھر فرمایا دس آدمیوں کو بلاؤ انہیں بلایا گیا انہوں نے بھی پیٹ بھر کر کھایا اور باہر چلے گئے اس طرح تمام افراد نے شکم سیر ہو کر کھایا اور یہ ستر یا اسی آدمی تھی۔ حدیث حسن صحیح ہے۔

(ترمذی مترجم ۱۵۶۴ جلد دوئم باب ۵۱۹)

---

[1] ...... کھانے پر کلام الٰہی کا پڑھنا باعث برکت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے آج بھی ملت اسلامیہ اس طریقہ حسنہ کو اپنائے ہوئے ہے۔

Marfat.com

پانی میں برکت:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اکرم ﷺ کو دیکھا نماز عصر کا وقت ہو چکا تھا۔ لوگوں نے وضو کے لئے پانی تلاش کیا لیکن نہ پایا چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے پاس وضو کے لئے پانی لایا گیا آپ نے دست مبارک اس برتن میں رکھا اور لوگوں کو اس سے وضو کرنے کا حکم دیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا آپ کے مبارک انگلیوں کے نیچے سے پانی کا فوارہ جاری تھا۔ لوگوں نے وضو کیا یہاں تک کہ آخری آدمی نے بھی وضو کرلیا اس باب میں حضرت عمران بن حصین، ابن مسعود اور جابر رضی اللہ عنہ سے بھی روایات مذکور ہیں۔ حدیث انس صحیح ہے۔ (ترمذی مترجم ۱۵۶۵ جلد دوئم باب ۵۲۰)

آغازِ نبوت:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے جب اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کی کرامت اور آپ ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے لوگوں پر رحمت کا ارادہ فرمایا تو اس کی ابتداء یوں ہوئی کہ آپ ﷺ کا ہر خواب روز روشن کی طرح واضح اور سچا ہوتا۔ جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا آپ ﷺ اس حالت پر رہے۔ اور آپ ﷺ کے لئے خلوت محبوب کر دی گئی چنانچہ آپ کو کوئی چیز تنہائی سے زیادہ پسند نہ تھے۔ یہ حدیث حسن ہے۔ (ترمذی مترجم ۱۵۶۶ جلد دوئم باب ۵۲۱)

معجزات کی برکت:

حضرت علقمہ سے روایت ہے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم لوگ معجزات کو عذاب سمجھتے ہو ہم عہد رسالت میں انہیں باعث برکت سمجھا کرتے تھے۔ ہم آنحضرت ﷺ کی معیت میں کھانا کھا رہے ہوتے تو کھانے سے تسبیح کی آواز سنتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کے پاس پانی کا ایک برتن لایا گیا آپ ﷺ نے اس میں دست مبارک رکھا تو آپ ﷺ کی انگلیوں سے پانی پھوٹ پھوٹ کر نکلنے لگا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ وضو کے مبارک پانی اور آسمانی برکت کی طرف آؤ یہاں تک کہ ہم سب نے وضو کرلیا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(ترمذی مترجم ۱۵۶۷ جلد دوئم باب ۵۲۲)

کیفیت نزول وحی:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے حارث بن ہشام نے رسول کریم ﷺ سے پوچھا آپ پر وحی کیسے اترتی تھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کبھی تو گھنٹہ بجنے کی آواز کی طرح آتی۔ اور یہ مجھ پر سب سے زیادہ سخت ہوتی تھی کبھی فرشتہ انسانی شکل میں میرے پاس آتا وہ مجھ سے گفتگو کرتا وہ جو کچھ کہتا میں اسے یاد رکھتا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے رسول اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ پر نہایت ٹھنڈے دنوں میں وحی ہوتی اور جب ختم ہوتی تو آپ ﷺ کی پیشانی مبارک سے پسینہ بہہ رہا ہوتا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (ترمذی مترجم ۱۵۶۸ جلد دوئم باب ۵۲۳)

حلیہ مبارک:

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے سرخ لباس میں لمبے بالوں والے کسی شخص کو آنحضرت ﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ کے بال مبارک کندھوں پر پڑے ہوتے دونوں شانوں کے درمیان کافی فاصلہ تھا آپ ﷺ نہ بہت پست قد تھے اور نہ ہی زیادہ دراز قد۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (ترمذی مترجم ۱۵۶۹ جلد دوئم باب ۵۲۴)

چاند جیسا چہرہ:

حضرت ابو اسحاق سے روایت ہے ایک شخص نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آنحضرت ﷺ کا چہرہ انور تلوار کی طرح تھا؟

Marfat.com

آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ چاند کی مثل تھا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (ترمذی مترجم ۱۵۷۰، جلد دوئم باب ۵۲۵)

بے مثل رسول ﷺ:

حدیث ۱: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نہ تو بہت لمبے قد والے تھے اور نہ ہی پست قد کے تھے، ہتھیلیاں اور قدم پر گوشت تھے۔ سر مبارک بڑا، ہڈیوں کے جوڑ بڑے تھے سینے اور ناف کے درمیان بالوں کی لمبی سی لکیر تھی۔ آپ ﷺ چلتے تو آگے کی طرف جھکاؤ ہوتا گویا کہ بلندی سے اتر رہے ہوں میں نے آپ ﷺ سے پہلے اور بعد آپ جیسا کوئی نہیں دیکھا۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ سفیان بن وکیع نے بواسطہ والد مسعودی سے اسی سند کے ساتھ اس کے ہم معنی روایت نقل کی۔ (ترمذی مترجم ۱۵۷۱، جلد دوئم باب ۵۲۶)

فتح ربانی ترجمہ مسند احمد سے روایات

حدیث ۲: حضور ﷺ کی خدمت میں ایک آدمی آ کر محض اس لئے اسلام قبول کرتا تا کہ اسے کسی دنیاوی چیز سے نوازا جائے پھر شام نہ ہوتی یہاں تک کہ اس آدمی کو اسلام دنیا و مافیھا سے زیادہ محبوب اور معزز ہو جاتا ہے۔

(فتح ربانی ترجمہ مسند احمد ۴۹/۹۱، جلد اوّل)

حدیث ۳: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے اسلام لانے پر جو چیز بھی طلب کی جاتی آپ ﷺ وہ عطا فرما دیتے چنانچہ آپ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے آپ ﷺ سے سوال کیا تو آپ ﷺ نے صدقہ کی بکریوں میں سے دو پہاڑیوں کے درمیان کی (جگہ بھر) بہت ساری بکریاں اسے دینے کا حکم دیا، سو وہ شخص جب اپنی قوم کی طرف واپس گیا تو کہنے لگا۔ اے میرے قوم کے لوگوں تم مسلمان ہو جاؤ، کیونکہ محمد ﷺ اس قدر عطا فرماتے ہیں کہ فقر و تنگدستی کا خوف ہی نہیں رہتا۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد ۵۰/۹۲، جلد اوّل)

حدیث ۴: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو فرمایا تم اسلام قبول کر لو اس نے کہا میں اسے ناپسند کرتا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا تم اسلام قبول کر لو اگرچہ وہ تمہیں ناپسند ہی کیوں نہ ہو۔

(فتح ربانی ترجمہ مسند احمد ۵۱/۹۳، جلد اوّل)

حدیث ۵: حضرت نصر بن عاصم ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ اس شرط پر مسلمان ہوا کہ وہ صرف دو نمازیں پڑھے گا (اور تین نمازیں معاف ہوں گی) تو آپ ﷺ نے اس کی اس شرط کو قبول فرما لیا۔

(فتح ربانی ترجمہ مسند احمد، جلد اوّل ۵۲/۹۴)

جس شخص کے ہاتھ پر کوئی کافر مسلمان ہوا اس کا حکم:

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! جو اہل کتاب (اور ایک روایت میں ہے، جو کافر) کسی مسلمان کے ہاتھ پر اسلام قبول کرے اس شخص کے بارے میں (شرعی) طریقہ کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ (جس کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا) اس کی زندگی اور موت میں دوسرے لوگوں سے (ولایت کا) زیادہ حقدار ہے۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد، جلد اوّل ۵۳/۹۵)

اہل کتاب میں سے جو شخص مسلمان ہوا اس کے لئے دوگنا اجر و ثواب:

حدیث ۱: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن میں رسول اللہ ﷺ کی سواری کے قریب تھا اور آپ ﷺ نے حسین و جمیل اور خوبصورت و دلنشین باتیں کیں، اور ان باتوں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ آپ ﷺ نے فرمایا یہود و نصاریٰ

Marfat.com

میں سے جس شخص نے اسلام قبول کیا تو اس کے لئے دو بارا اجر ہے، اور اس کے وہی حقوق ہوں گے جو ہمارے لئے ہیں اور اس پر وہی واجب ہوگا جو ہم پر واجب ہے، اور مشرکین میں سے جس شخص نے اسلام قبول کیا تو اس کے لئے ایک اجر ہے اور اس کے وہی حقوق ہوں گے جو ہمارے لئے ہیں اور اس پر وہی واجب ہوگا جو ہم پر واجب ہے۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد' جلد اوّل'۵۴/۹۶)

حدیث ۲: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس شخص کی باندی تھی، سو اس شخص نے اس (باندی) کو بہترین تعلیم دی اور بہترین ادب سکھایا، پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا تو اس کے لئے دو اجر ہیں، اور ایسا غلام جو اللہ تعالیٰ کا حق بھی ادا کرے اور اپنے آقا کا بھی حق ادا کرے (تو اس کے لئے بھی دو اجر ہیں) اور اہل کتاب میں سے جو شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی لائی چیزوں پر بھی ایمان لایا، اور حضرت محمد ﷺ کی لائی چیزوں پر بھی ایمان لایا اس کے لئے بھی دو اجر ہیں۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد' جلد اوّل'۵۵/۹۷)

اسلام اور ہجرت سابقہ گناہوں کو مٹا دیتے ہیں اور کیا زمانہ جاہلیت کے اعمال پر مواخذہ ہوگا؟ نیز کافر کے اسلام لانے کے بعد اس کے عمل کا حکم:

حدیث ۱: حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب میرے دل میں اسلام (کی محبت وعظمت کو) ڈالا تو میں نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا کہ آپ ﷺ مجھ سے بیعت لیں، سو آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک بڑھایا تو میں نے عرض کیا میں اس وقت تک آپ سے بیعت نہیں کروں گا جب تک کہ میرے پچھلے گناہ نہ بخش دیئے جائیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عمرو کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہجرت سابقہ گناہوں کو مٹا دیتی ہے اور کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اسلام پچھلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد' جلد اوّل'۵۶/۹۸)

حدیث ۲: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اسلام لانے کے بعد جب میں نیکی کروں تو کیا زمانہ جاہلیت میں کیے ہوئے برے اعمال کی وجہ سے مجھ سے مواخذہ ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا اسلام لانے کے بعد جب تم نے نیک اعمال کیے تو زمانہ جاہلیت میں کئے ہوئے برے اعمال کی وجہ سے تم پہ مواخذہ نہ ہوگا، اور اسلام لانے کے بعد جب تم برے اعمال میں مشغول رہے تو پہلے اور دوسری (جاہلیت اور اسلام کے) زمانے کی بداعمالیوں پر تم سے مواخذہ ہوگا۔
(فتح ربانی ترجمہ مسند احمد' جلد اوّل'۵۷/۹۹)

اگر اسلام قبول نہ کیا تو زمانۂ جاہلیت کے نیک کام کچھ نفع نہ دیں گے:

حدیث ۱: حضرت سلمہ بن یزید جعفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرا بھائی رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہماری ماں ملیکہ رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کیا کرتی تھی مہمان نواز تھی اور بہت نیک کام کیا کرتی تھی، مگر وہ زمانہ جاہلیت میں مرگئی تو کیا اس کی وہ نیکیاں اسے کچھ نفع دیں گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں! ہم نے کہا کہ زمانہ جاہلیت میں اس نے ہماری ایک بہن کو زندہ دفن کر دیا تو کیا وہ عمل اسے کچھ نفع دے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا زندہ دفن کرنے والی اور زندہ دفن ہونے والی جہنمی ہیں، البتہ زندہ دفن کرنے والی اگر اسلام قبول کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرما دے گا۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد' جلد اوّل'۵۸/۱۰۰)

حدیث ۲: حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرا باپ رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کیا کرتا تھا اور مزید کئی نیکیاں کیا کرتا تھا تو کیا اسے ان نیکیوں کا کوئی اجر وثواب ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ان نیکیوں سے تمہارے باپ کا مقصد محض شہرت ومدح تھا، سو وہ پورا ہوگیا (اور اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی اجر وثواب نہیں ہے)۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد' جلد اوّل'۵۹/۱۰۱)

حدیث ۳: حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں زمانہ جاہلیت میں برائیوں سے

Marfat.com

نفرت کرتا تھا، نیک کام کیا کرتا تھا، غلاموں کو آزاد کرتا تھا اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرتا تھا، تو آپ ﷺ یہ بتائیں کہ کیا ان نیک کاموں کا مجھے کوئی اجر وثواب ملے گا؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا گزشتہ نیک کاموں کی برکت کی وجہ سے ہی تم مسلمان ہوئے ہو (اور یہی اسلام تمہارے نیک کاموں کا صلہ ہے) (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد' جلد اوّل ۶۰/۱۰۲)

حدیث ۴: حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک بوڑھا شخص لاٹھی کے سہارے چلتا ہوا حاضر ہوا عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ زمانہ جاہلیت میں میں امانتوں میں خیانتیں کرتا رہا ہوں اور بڑے بڑے گناہوں کا مرتکب رہا ہوں، تو کیا مجھے بخش دیا جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم اس بات کی گواہی نہیں دیتے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اس نے عرض کیا جی ہاں (میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں) اور میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کلمہ شہادت کی برکت سے تمہارے سب بڑے بڑے گناہ بخش دیئے گئے۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد' جلد اوّل ۵۹/۱۰۳)

توحید ورسالت کی گواہی کے ساتھ اقرار کا حکم، توحید ورسالت کی گواہی کا قائل قتل سے بچ جاتا ہے، ان کی وجہ سے مسلمان ہوتا ہے اور جنت میں داخل ہوتا ہے:

حدیث ۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جنگ کرتا رہوں جب تک کہ وہ یہ نہ کہہ لیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں پس جب وہ یہ کہہ لیں گے تو وہ اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو محفوظ کرلیں گے، سوائے اسلامی حق کے اور ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا جب ارتداد کا زمانہ آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا کیا آپ رضی اللہ عنہ ان سے جنگ کریں گے؟ حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح فرماتے ہوئے سنا ہے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم ان سے جنگ کریں گے اللہ کی قسم! میں نماز اور زکوٰۃ کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتا اور جو شخص ان میں فرق کرے گا میں اس سے ضرور ضرور جنگ کروں گا، ابو ہریرہ نے کہا کہ ہم نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی معیت میں (مرتدین سے) جنگ کی تو ہم نے آپ رضی اللہ عنہ کی فہم وفراست کو خوب سمجھ لیا۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد' جلد اوّل ۶۲/۱۰۴)

حدیث ۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے لوگوں سے اس وقت تک جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ اس بات کی گواہی نہ دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم نہ کریں اور زکوٰۃ ادا نہ کریں، پھر (جب وہ ان پر عمل کریں گے تو) مجھ پر ان کے خون اور ان کے مال حرام ہوں گے، اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہوگا۔

(فتح ربانی ترجمہ مسند احمد' جلد اوّل ۶۳/۱۰۵)

حدیث ۳: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے لوگوں سے اس وقت تک جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ اس بات کی گواہی نہ دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، سو جب وہ یہ کلمہ شہادت پڑھ لیں اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھیں ہمارا ذبیحہ کھائیں اور ہماری نمازوں کی طرح نمازیں پڑھیں تو ہم پر ان کا خون اور ان کا مال حرام ہے ماسوا اسلامی حق کے، اور ان کے حقوق وہی ہوں گے جو مسلمانوں کے ہیں اور ان پر وہی چیز واجب ہوگی جو مسلمان پر واجب ہے۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد' جلد اوّل ۶۴/۱۰۶)

حدیث ۴: حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت اویس بن ابی اویس ثقفی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں بنو ثقیف کے وفد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور ہم چمڑے کے ایک خیمہ میں تھے، تو میرے اور رسول اللہ ﷺ کے علاوہ جتنے بھی لوگ اس میں تھے وہ کھڑے رہے، پس اچانک ایک شخص آیا اور اس نے آپ ﷺ سے سرگوشی کی، تو آپ ﷺ نے فرمایا، جاؤ اسے

Marfat.com

قتل کردو (اور ایک روایت میں ہے کہ جب وہ شخص جانے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے بلایا) پھر فرمایا کیا وہ اس بات کی گواہی دیتا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں؟ اس نے کہا جی ہاں (وہ اس بات کی گواہی دیتا ہے) لیکن وہ یہ کلمہ اپنی جان بچانے کے لئے کہتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا اسے واپس لوٹا دو (اور ایک روایت میں ہے کہ (فرمایا) جاؤ اور اس کا راستہ چھوڑ دو پھر آپ ﷺ نے فرمایا مجھے لوگوں سے اس وقت تک جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ اس بات کی گواہی نہ دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، سو جب وہ یہ کلمہ شہادت پڑھ لیں تو ان کے خون اور ان کے مال مجھ پر حرام ہیں، ماسوا اسلامی حق کے۔ (محمد نامی راوی کا بیان ہے کہ) میں نے شعبہ سے پوچھا، کیا حدیث میں یہ الفاظ ''پھر آپ ﷺ نے فرمایا کیا وہ اس بات کی گواہی نہیں دیتا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں (محمد) اللہ کا رسول ہوں؟'' تو شعبہ نے کہا میرا خیال ہے کہ یہ الفاظ حدیث کے ہیں لیکن مجھے صحیح طرح علم نہیں ہے۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد جلد اوّل ۶۵/۱۰۷)

حدیث ۵: حضرت ابو مالک اشجعی رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت طارق بن اشیم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو ایک قوم کو فرماتے ہوئے سنا جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو ایک مانا اور اس کے علاوہ جن کی پوجا کی جاتی ہے اس کا انکار کیا تو اس کا مال اور اس کا خون حرام ہے اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد جلد اوّل ۶۶/۱۰۸)

حدیث ۶: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک آدمی کو جنت میں داخل کرنے کے لئے اپنے نبی محمد ﷺ کو بھیجا تو آپ ﷺ ایک گرجا گھر میں داخل ہوئے جس میں یہودی موجود تھے۔ اور ایک یہودی ان کے سامنے تورات پڑھ رہا تھا، جب وہ نبی کریم ﷺ کی صفت پر پہنچے تو رک گئے اور اس گرجا گھر کے کونہ میں ایک بیمار آدمی پڑا ہوا تھا چنانچہ نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا تم (تورات پڑھتے ہوئے) رک کیوں گئے ہو، تو کونہ میں پڑے ہوئے بیمار آدمی نے کہا جب ان کے سامنے نبی اکرم ﷺ کی صفت آئی ہے تو یہ لوگ (اسے دیکھ کر) رک گئے ہیں، پھر بیمار آدمی پیٹ کے بل چلتا ہوا آیا، یہاں تک کہ اس نے تورات کو پکڑا اور پڑھنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ جب اس کے سامنے نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کی صفت آئی تو اس نے کہا (اے اللہ کے نبی) یہ آپ ﷺ کی صفت ہے اور یہ آپ کی امت کی صفت ہے۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، پھر وہ فوت ہو گیا، تو نبی کریم ﷺ نے (اپنے صحابہ کو) فرمایا اپنے بھائی (کے کفن دفن) کا انتظام کرو۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد جلد اوّل ۶۷/۱۰۹)

حدیث ۷: حضرت عبیداللہ بن عدی بن خیار رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک انصاری شخص نے انہیں بتایا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اس وقت آپ ایک مجلس میں تشریف فرما تھے، تو اس نے سرگوشی میں آپ ﷺ سے ایک منافق آدمی کے قتل کی اجازت طلب کی تو رسول اللہ ﷺ نے با آواز بلند فرمایا کیا وہ اس بات کی گواہی نہیں دیتا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں؟ انصاری شخص نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ وہ اس بات کی گواہی دیتا ہے لیکن اسکی یہ گواہی دل سے نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا وہ اس بات کی گواہی نہیں دیتا کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں؟ اس نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ (ﷺ) (وہ اس بات کی گواہی بھی دیتا ہے) آپ ﷺ نے فرمایا کیا وہ نماز نہیں پڑھتا؟ اس نے کہا جی ہاں! یا رسول اللہ ﷺ (وہ نماز بھی پڑھتا ہے) لیکن وہ (دل سے) نماز نہیں پڑھتا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جن کے قتل سے اللہ تعالیٰ نے مجھے روکا ہے (اور عبیداللہ بن عدی ہی سے مروی ہے کہ) حضرت عبداللہ بن عدی انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے کہ ایک آدمی آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اس نے آپ سے سرگوشی میں (قتل کی) اجازت چاہی۔ باقی حدیث حسب سابق مذکور ہے۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد جلد اوّل ۶۸/۱۱۰)

حدیث ۸: حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عتبان رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں تکلیف تھی، تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں قاصد بھیجا جس نے ان کی تکلیف کا ذکر کیا (اور یہ پیغام پہنچایا کہ) عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ میرے غریب خانہ میں تشریف لائیں اور اس میں نماز ادا فرمائیں تا کہ میں اس کو جائے نماز بنالوں، حضرت انس کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ

Marfat.com

میں سے جس قدر اللہ تعالیٰ نے چاہا (حضرت عتبان رضی اللہ عنہ کے گھر) تشریف لے آئے تو رسول اللہ ﷺ نماز پڑھنے لگے اور آپ کے صحابہ آپس میں باتیں کرنے لگے تو وہ ان باتوں اور تکلیفوں کا ذکر کرنے لگے جو انہیں منافقین سے پہنچی تھیں، سو انہوں نے اس منافقت کو مالک بن دخیشم کی طرف منسوب کر دیا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے اور فرمایا کیا وہ اس بات کی گواہی نہیں دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں؟ تو ان میں سے کسی نے کہا جی ہاں (وہ اس بات کی گواہی دیتا ہے) لیکن وہ اپنے دل سے گواہی نہیں دیتا یا آپ ﷺ نے یہ فرمایا جس شخص نے اس بات کی گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں تو اسے دوزخ کی آگ ہرگز نہ کھائے گی، یا آپ ﷺ نے یہ فرمایا وہ دوزخ میں ہرگز داخل نہ ہوگا۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد جلد اول ۶۹/۱۱۱)

حدیث ۹: حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ بتائیں کہ اگر کسی کافر آدمی سے میرا سامنا ہو جائے اور مجھ سے لڑنا شروع کر دے، پھر ہم ایک دوسرے کو ضربیں لگائیں، پھر وہ تلوار مار کر میرا ہاتھ کاٹ ڈالے اور پھر جب وہ میرے حملہ کی زد میں آئے تو ایک درخت کی پناہ میں آ کر کہے کہ میں اللہ کے لئے مسلمان ہو گیا، تو یا رسول اللہ! کیا میں اس کو قتل کر سکتا ہوں؟ (اور ایک روایت میں ہے کہ اس شخص کے کلمہ پڑھنے کے بعد کیا میں اس کو قتل کر دوں یا چھوڑ دوں؟) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم اس کو قتل نہ کرو، پس اگر تم نے اس کو قتل کر دیا تو وہ اس درجہ پر ہوگا جس پر تم اس کو قتل کرنے سے پہلے تھے اور تم اس درجہ پر ہو گے جس درجہ پر وہ کلمہ پڑھنے سے پہلے تھا۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد جلد اول ۷۰/۱۱۲)

نبی کریم ﷺ پر ایمان لانا اور جو شخص آپ ﷺ کو بغیر دیکھے آپ ﷺ پر ایمان لائے اس کی فضیلت:

حدیث ۱: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے اس امت میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جو میری نبوت (کی خبر) سنے خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی ہو، اور وہ شخص اس حال میں مرجائے کہ وہ میرے لائے ہوئے دین پر ایمان نہ لایا ہو تو دوزخ کے سوا اس کا کوئی ٹھکانہ نہ ہوگا۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد جلد اول ۱/۷/۱۱۳)

حدیث ۲: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی روایت مرفوعاً منقول ہے البتہ اس میں "الا کان من اصحاب النار" (یعنی دوزخ کے سوا اس کا کوئی ٹھکانہ نہ ہوگا) کی بجائے "لم یدخل الجنۃ" (یعنی وہ جنت میں داخل نہ ہوگا) کے الفاظ ہیں۔

(فتح ربانی ترجمہ مسند احمد جلد اول ۲/۷/۱۱۴)

حدیث ۳: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر یہودیوں کے دس علماء مجھ پر ایمان لے آتے تو روئے زمین کے تمام یہودی مجھ پر ایمان لے آتے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا بارہ کا مصداق سورہ مائدہ میں ہے۔

(فتح ربانی ترجمہ مسند احمد جلد اول ۳/۷/۱۱۵)

حدیث ۴: حضرت رباح بن عبدالرحمٰن بن حویطب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری دادی نے مجھے حدیث بیان کی اور انہوں نے اپنے والد سے اس حدیث کو سنا اور انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس کا وضو نہیں اس کی نماز نہیں اور جس نے وضو کرتے وقت اللہ کا ذکر نہیں کیا اس کا وضو نہیں، اور جس شخص کا مجھ پر ایمان نہیں ہے اس کا اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں ہے، اور جو شخص انصار سے محبت نہیں کرتا اس کا مجھ پر ایمان نہیں ہے۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد جلد اول ۴/۷/۱۱۶)

حدیث ۵: حضرت ابومحیریز رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک صحابی ابوجمعہ رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ ہمیں کوئی ایسی حدیث بیان کریں جس کو آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہو، انہوں نے کہا ہاں میں تمہیں ایک بہت ہی عمدہ حدیث سناتا ہوں ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ناشتہ کیا اور ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بھی ہمارے ساتھ تھے، تو انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا ہم سے کوئی بہتر ہے؟ ہم آپ کے ساتھ

Marfat.com

مسلمان ہوئے اور ہم نے آپ ﷺ کے ساتھ جہاد کیا، آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! وہ لوگ جو تمہارے بعد ہوں گے، وہ مجھ پر ایمان لائیں گے حالانکہ انہوں نے مجھے دیکھا نہ ہوگا۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد' جلد اوّل' ۵/۷/۱۱۷)

حدیث ۶: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں یہ چاہتا ہوں کہ میں اپنے بھائیوں سے ملاقات کروں۔ حضرت انس کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اصحاب نے کہا۔ ہم آپ کے بھائی ہیں، تو آپ نے فرمایا تم میرے اصحاب ہو، لیکن میرے بھائی وہ لوگ ہیں جو مجھ پر ایمان لائیں گے حالانکہ انہوں نے مجھے دیکھا نہ ہوگا۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد' جلد اوّل' ۶/۷/۱۱۸)

حدیث ۷: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس شخص کے لئے خوشخبری ہو جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا۔ اور اس شخص کے لئے سات بار خوشخبری ہو جو مجھ پر ایمان لایا اور مجھے نہ دیکھا۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد' جلد اوّل' ۷/۷/۱۱۹)

حدیث ۸: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس شخص کے لئے ایک بار خوشخبری ہو جو مجھ پر ایمان لایا اور مجھے دیکھا اور اس شخص کے لئے سات بار خوشخبری ہو جو مجھ پر ایمان لایا اور مجھے نہ دیکھا۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد' جلد اوّل' ۸/۷/۱۲۰)

حدیث ۹: حضرت ابوعبدالرحمٰن جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر تھے۔ کہ اچانک دو سوار آتے ہوئے دکھائی دیئے، پس جب آپ ﷺ نے انہیں دیکھا تو فرمایا یہ دونوں آنے والے سوار کندی (یا) مذحجی ہیں، یہاں تک کہ وہ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور وہ لوگ مذحجی تھے۔ ابوعبدالرحمٰن نے کہا کہ ان میں سے ایک آدمی بیعت لینے کی غرض سے آپ ﷺ کے قریب ہوا اور آپ کا ہاتھ تھام کر عرض کیا یا رسول اللہ آپ یہ بتائیں کہ جس شخص نے آپ کو دیکھا اور آپ پر ایمان لایا آپ کی لائی ہوئی چیزوں کی تصدیق کی اور آپ کی اتباع و پیروی کی اس کے لئے کیا (صلہ) ہے لیکن تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کے لئے جنت کی خوشخبری ہے دوبارہ پھر اس کے لئے جنت کی خوشخبری ہے۔ ابوعبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ پھر اس نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور پھر وہ چلا گیا پھر دوسرا آدمی آیا اور بیعت لینے کی غرض سے اس نے آپ کا ہاتھ تھاما اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اس شخص کے بارے میں بتائیں جو آپ پر ایمان لایا۔ آپ کی (لائی ہوئی چیزوں کی) تصدیق کی اور آپ کی اتباع و پیروی کی لیکن اس نے آپ کی زیارت نہیں کی' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے لئے (جنت کی) خوشخبری ہے۔ ابوعبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ پھر اس نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور پھر چلا گیا۔

(فتح ربانی ترجمہ مسند احمد' جلد اوّل' ۹/۷/۱۲۱)

حضرت عبدالرحمٰن بن جبیر بن نفیر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ ایک دن ہم حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے پاس سے ایک شخص گزرا اور کہا ان آنکھوں کو مبارک و خوشخبری ہو جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی۔ اللہ کی قسم! ہماری یہ تمنا ہے کہ کاش! ہم بھی اسی (مبارک ذات) کی زیارت کرتے جس کی تم نے زیارت کی، اور ہم بھی اسی بارگاہ میں حاضر ہوتے (اور فیض صحبت حاصل کرتے) جس میں تم حاضر ہوتے (اور فیض صحبت حاصل کرتے تھے) تو اس کی اس بات پر حضرت مقداد رضی اللہ عنہ ناراض ہوئے تو مجھے تعجب ہوا کہ اس شخص نے تو اچھی بات ہی کہی ہے (اور آپ رضی اللہ عنہ نے ناراضگی کا اظہار کیا) پھر حضرت مقداد رضی اللہ عنہ اس شخص کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کوئی بھی شخص ایسے زمانہ کی حاضری کی تمنا نہ کرے جس سے اللہ تعالیٰ نے اسے دور رکھا ہو، کیونکہ یہ معلوم نہیں کہ اگر وہ اس وقت موجود ہوتا تو اس کا کیا خیال ہوتا۔ اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کے زمانہ (مبارک) میں ایسے لوگ بھی موجود تھے جنہوں نے نہ تو آپ کی دعوت کو قبول کیا اور نہ ہی آپ کی تصدیق کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اوندھے منہ جہنم میں گرا دیا، کیا تم (شکریئے کے طور پر) اللہ تعالیٰ کی تعریف نہیں کرتے اس نے تمہیں (مسلمانوں کے گھروں میں) پیدا کیا کہ تم اپنے پروردگار کو مانتے ہو اور تمہارا نبی اکرم ﷺ جو کچھ لایا ہے تم اس کی تصدیق کرتے ہو اور جو مصیبتیں اور آزمائشیں تم سے پہلے لوگوں (صحابہ کرام) پر آئی تھیں تمہیں ان سے بچا لیا گیا۔ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی نسبت نبی کریم ﷺ کو سخت ترین حالات میں ... کہ اس وقت جہالت و گمراہی نقطۂ عروج پر تھی اور لوگوں کے نزدیک بت پرستی سے

Marfat.com

بہتر کوئی مذہب نہ تھا، پس آپ ﷺ فرقان لے کر آئے جس نے حق اور باطل میں امتیاز کر دیا اور باپ اور بیٹے میں تفریق کر دی، یہاں تک کہ ایک شخص اپنے باپ، اپنے بیٹے اپنے بھائی کو حالت کفر میں دیکھتا اور اللہ تعالیٰ سے ان کے دل کے تالے کو کھولنے کی دعا کرتا، کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اگر وہ (حالت کفر میں) مر گئے تو وہ دوزخ میں داخل ہوں گے، اور اسکے پیارے دوزخ میں ہوں گے تو اس کی آنکھیں ٹھنڈی نہ ہوں گی، اور اسی چیز کو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا (ترجمہ) ''اور وہ لوگ جو عرض کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے ہمیں آنکھوں کی ٹھنڈک نصیب فرما''۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد' جلد اوّل ۸۰/۱۲۲)

مومن کی فضیلت، اس کی صفت اور اس کی مثال

حدیث ۱: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ وہ لوگوں میں اس بات کا اعلان کر دیں کہ سوائے مسلمان شخص کے جنت میں کوئی داخل نہ ہوگا۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد' جلد اوّل ۸۱/۱۲۳)

حدیث ۲: حضرت ابوزبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت جابر (بن عبداللہ رضی اللہ عنہ) سے اس قتیل کے بارے میں پوچھا جو قتل کیا گیا، حضرت تمیم رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں کیا اعلان کیا تھا؟ انہوں نے کہا کہ ہم حنین میں تھے کے نبی اکرم ﷺ نے حضرت تمیم رضی اللہ عنہ کو لوگوں میں یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ جنت میں مومن ہی داخل ہوگا (اور ایک روایت میں ہے خبردار! جنت میں مومن ہی داخل ہوگا) راوی کا بیان ہے کہ میں اس (قتیل) کے بارے میں نہیں جانتا کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو قتل ہوا (کہ وہ جنت میں جائے گا) البتہ موسیٰ بن داؤد نے کہا کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جس نے کسی کو قتل کیا (کہ مومن ہونے کی صورت میں وہ بھی جنت میں جائے گا)۔

(فتح ربانی ترجمہ مسند احمد' جلد اوّل ۸۲/۱۲۴)

حدیث ۳: حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ عزوجل اپنے مومن بندے کو محبت وشفقت کی بنا پر دنیا (کی زیب و زینت کی محویت) سے اس طرح بچاتا ہے جس طرح تم اپنے بیمار کو شفقت کی بنا پر کھانے پینے سے روکتے ہو۔

(فتح ربانی ترجمہ مسند احمد' جلد اوّل ۸۳/۱۲۵)

حدیث ۴: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا میں مومن تین طرح کے ہیں، ۱- وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر انہوں نے (اس میں) کبھی شک نہیں کیا اور اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیا، ۲- اور وہ مومن کہ جس سے لوگوں کے مال اور جانیں محفوظ رہیں، ۳- پھر وہ مومن کہ جب اسے کسی چیز کا حرص و لالچ ہوا اسے اللہ تعالیٰ کی (رضا) کے لئے چھوڑ دے۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد' جلد اوّل ۸۴/۱۲۶)

حدیث ۵: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن یقیناً سیدھا سادہ و سخی ہوتا ہے اور فاجر و فاسق شخص یقیناً دھوکا دینے والا شریر و کمینہ ہوتا ہے۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد' جلد اوّل ۸۵/۱۲۷)

حدیث ۶: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ مومن میرے نزدیک سراپا نیکی و بھلائی ہے وہ میری حمد و ثناء کر رہا ہوتا ہے اور میں اس کے جسم سے اس کی روح نکال رہا ہوتا ہوں۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد' جلد اوّل ۸۶/۱۲۸)

حدیث ۷: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مومن اپنے شیطانوں کو اس طرح لاغر و دبلا کر دیتا ہے جس طرح تم سے کوئی شخص اپنے اونٹ کو سفر میں لاغر و دبلا کر دیتا ہے۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد' جلد اوّل ۸۷/۱۲۹)

حدیث ۸: حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا کیا میں تمہیں مومن (کی شان) کے بارے میں نہ بتاؤں، مومن وہ ہے کہ جس سے لوگوں کے مال و جانیں محفوظ رہیں، اور مسلمان وہ ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ

Marfat.com

سلامت رہیں، اور مجاہد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اپنے نفس سے جہاد کرتا ہے اور مہاجر وہ ہے جو خطاؤں اور گناہوں کو چھوڑ دے۔
(فتح ربانی ترجمہ مسند احمد' جلد اوّل ۸۸/۱۳۰)

حدیث ۹: حضرت موسیٰ بن علی کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کو بیان کرتے ہوئے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کیا تم جانتے ہو کہ مسلمان کون ہوتا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے (دوسرے) مسلمان سلامت رہیں۔ فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ مومن کون ہوتا ہے؟ انہوں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا مومن وہ ہے جس سے (دوسرے) مومنوں کی جانیں اور مال محفوظ رہیں اور مہاجر وہ ہے جو برائیوں کو چھوڑ دے اور ان سے بچتا رہے، (اور انہی سے دوسری روایت میں ہے کہ) میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے (دوسرے) مسلمان سلامت رہیں اور مہاجر وہ ہے جو اس چیز کو چھوڑ دے جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد' جلد اوّل ۸۹/۱۳۱)

حدیث ۱۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مومن محبت والفت کرنے والا ہوتا ہے اور اس شخص میں کوئی بھلائی (وخوبی) نہیں جو دوسروں سے محبت نہیں کرتا اور نہ ہی کوئی اس سے محبت کرتا ہے۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد' جلد اوّل ۹۰/۱۳۲)

حدیث ۱۱: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے فرمایا: اے ابوامامہ! بلاشبہ (کامل وخوب ترین) مومن وہ ہے جس کا دل میرے لئے نرم ہو۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد' جلد اوّل ۹۱/۱۳۳)

حدیث ۱۲: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک آدمی حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ میں قرآن پڑھتا ہوں تو اس پر میں اپنے دل کو محفوظ محسوس نہیں کرتا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے دل کو ایمان نے گھیر لیا ہے اور قرآن سے پہلے بندہ کو ایمان عطا کیا جاتا ہے۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد' جلد اوّل ۹۲/۱۳۴)

حدیث ۱۳: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک آدمی حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں اپنے دل میں ایسی بات محسوس کرتا ہوں کہ میرا آسمان سے گرنا اس محسوس کی ہوئی چیز کے بیان کرنے سے مجھے زیادہ پسند ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ (کیفیت تمہارے) خالص ایمان (کی علامت) ہے (اور انہی سے دوسری روایت میں ہے کہ) انہوں (صحابہ کرام) نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہم اپنے دلوں میں ایسی باتیں محسوس کرتے ہیں جن کا بیان کرنا ہم اچھا نہیں سمجھتے اور نہ ہی ہمارے لئے کوئی ایسا دن آئے (کہ جس دن دل میں ایسا خیال پیدا ہو) آپ ﷺ نے فرمایا کیا واقعی تم اس (خیال وسوسہ) کو (بڑا گناہ) سمجھتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں آپ ﷺ نے فرمایا یہ کیفیت تمہارے خالص ایمان کی علامت ہے۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد' جلد اوّل ۹۳/۱۳۵)

حدیث ۱۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص عنب (انگور) کو کرم نہ کہے، کیونکہ کرم تو مسلمان شخص ہے (اور دوسری روایت میں ہے) ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگ (عنب کو) کرم کہتے ہیں، حالانکہ کرم تو مومن کا دل ہے۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد' جلد اوّل ۹۴/۱۳۶)

حدیث ۱۵: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن کی مثال سونے کی ڈلی کی طرح ہے جس کا مالک اس پر فخر کرتا ہے اور اس سونے میں نہ کوئی تغیر ہوتا ہے اور نہ ہی وہ کم ہوتا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے مومن کی مثال شہد کی مکھی کی طرح ہے جو پاکیزہ (پھول) کھاتی ہے، پاکیزہ (شہد) بناتی ہے اور تروتازہ شاخ پر بیٹھتی ہے تو وہ نہ (اس شاخ کو) توڑتی ہے اور نہ ہی (اسے) خراب کرتی ہے۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد' جلد اوّل ۹۵/۱۳۷)

حدیث ۱۶: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن کی مثال گندم کے خوشہ کی طرح ہے جو

Marfat.com

کبھی (تیز ہواؤں کی وجہ سے) گر پڑتا ہے اور کبھی وہ کھڑا ہو جاتا ہے اور کافر کی مثال صنوبر کے درخت کی طرح ہے جو (ہلے جلے بغیر) سیدھا کھڑا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ گر جاتا ہے اور اسے پتا بھی نہیں چلتا۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد جلد اول ۱۳۸/۹۶)

حدیث ۱۷: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مومن کی مثال کھونٹی پر بندھے ہوئے گھوڑے کی طرح ہے جو (کھونٹی کے اردگرد) چکر لگاتا رہتا ہے، پھر وہ اپنی کھونٹی کی طرف لوٹ آتا ہے اور مومن (گناہوں کی وجہ سے اپنے رب کو) بھول جاتا ہے، پھر وہ (اپنے رب سے شرمندہ ہو کر) ایمان کی طرف لوٹ آتا ہے۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد جلد اول ۱۳۹/۹۷)

حدیث ۱۸: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسلام آسان و نرم (دین) ہے اور وہ کلی طور پر صرف اسی پر اپنا رنگ جماتا ہے جو سہولت و نرمی کی خوبی سے آراستہ ہو۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد جلد اول ۱۴۰/۹۸)

جب ایمان مضمحل (کمزور) ہو جائے گا

حدیث ۱: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایمان اجنبی (بن کر) ظاہر ہوا اور وہ عنقریب اسی حالت کی طرف لوٹ جائے گا جس حالت میں وہ ظاہر ہوا، پس اجنبی لوگوں کو اس دن خوشخبری و مبارک ہو جب زمانہ میں فساد پھیل جائے گا، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں ابوالقاسم کی جان ہے جس طرح سانپ اپنے بل میں سمٹ کر چلا جاتا ہے اسی طرح ایمان ان دونوں مسجدوں (مسجد حرام اور مسجد نبوی) میں سمٹ کر چلا جائے گا۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد جلد اول ۱۴۲/۹۹)

حدیث ۲: حضرت عبدالرحمن بن سنہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اسلام اجنبی بن کر ظاہر ہوا، پھر وہ اجنبی بن کر لوٹ جائے گا جس طرح وہ ظاہر ہوا تھا، پس اجنبی لوگوں کو خوشخبری و مبارک ہو۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ اجنبی لوگ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا جب لوگوں کے عقائد و اعمال میں فساد و بگاڑ پیدا ہوگا تو اس وقت وہ (ان لوگوں کے عقائد و اعمال کی) اصلاح کریں گے، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! ایمان مدینہ کی طرف اس طرح تیزی سے سمٹ کر جائے گا جس طرح پانی کا سیلاب تیزی سے گزرتا ہے، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اسلام ان دو مسجدوں (مسجد حرام و مسجد نبوی) کے درمیان اس طرح سمٹ کر جائے گا جس طرح سانپ اپنے بل میں سمٹ کر چلا جاتا ہے۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد جلد اول ۱۴۱/۱۰۰)

حدیث ۳: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یقیناً دین اجنبی (بن کر) ظاہر ہوا اور وہ اسی طرح اجنبی بن کر لوٹ جائے گا جس طرح وہ ظاہر ہوا تھا، پس اجنبی لوگوں کو خوشخبری و مبارک ہو۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد جلد اول ۱۴۳/۱۰۱)

حدیث ۴: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے یہ حدیث (ان الدین کی بجائے) ان الاسلام کے لفظ سے روایت کی ہے، باقی حدیث حسب سابق روایت کی ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ عرض کیا گیا اجنبی لوگ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا (تبلیغ دین کی خاطر) اپنے خاندان (اور اپنے وطن) سے دور رہنے والے'۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد جلد اول ۱۴۴/۱۰۲)

حدیث ۵: حضرت علقمہ مزنی نے کہا کہ مجھ سے ایک شخص نے حدیث بیان کرتے ہوئے کہا کہ میں مدینہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ لوگوں میں سے ایک شخص کو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے فلاں! تم نے رسول اللہ ﷺ سے اسلام کی تعریف کیسے سنی؟ اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اسلام نوجوان ظاہر ہوا، پھر اس میں دوگنا طاقت آگئی، پھر چار گناہ طاقت آگئی پھر چھ گنا طاقت آگئی، پھر اس میں مکمل طاقت و قوت آگئی (کہ وہ بھرپور جوان ہو گیا) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا (اسلام میں) مکمل طاقت و قوت کے بعد کمی ہو..... (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد جلد اول ۱۴۵/۱۰۳)

حدیث ۶: حضرت کرز بن علقمہ خزاعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا اسلام کی کوئی انتہاء

Marfat.com

(اخیر) ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! عرب وعجم میں سے جن گھر والوں کے لئے اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرمائے گا انہیں اسلام میں داخل فرما دے گا، اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! پھر کیا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا پھر پہاڑوں اور بادلوں کی طرح فتنے ظہور پذیر ہوں گے۔ اعرابی نے کہا ایسا ہرگز نہ ہوگا (اور ایک روایت میں ہے، کہ اس نے کہا اللہ کی قسم ان شاء اللہ ایسا ہرگز نہ ہوگا) نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہاں (ایسا یقیناً ہوگا) اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! تم ان (فتنوں) میں ضرور لوٹو گے (اور انتہائی بیدردی سے) تم ایک دوسرے کی گردنیں اس طرح مارو گے جس طرح کالے سانپ (پورے غصے) ڈسنے کے لئے کھڑے ہو کر گرتے ہیں (اور ڈس کر مار دیتے ہیں) اور کرز بن علقمہ سے دوسرے طریق سے ایسے ہی منقول ہے) اور اس روایت میں ''یضرب بعضکم رقاب بعض'' کے الفاظ کے بعد امام زہری ؒ نے ''اساو دصبا'' کہا سفیان نے کہا ''الحیة السوداء تنصب ای توقع'' (اور حضرت کرز سے تیسرے طریق سے ایسے ہی منقول ہے) اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور اس دن لوگوں میں سب سے افضل وہ مومن ہوگا جو اپنے ربّ تبارک وتعالیٰ سے ڈرتے ہوئے (پہاڑوں کی) گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں گوشہ تنہائی اختیار کرے گا اور وہ لوگوں کو اس (فتنہ) کے شر کی وجہ سے چھوڑ دے گا۔

(فتح ربانی ترجمہ مسند احمد جلد اوّل ۱۰۴/۱۴۶)

حدیث ۷: حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسلام کے احکام کو یکے بعد دیگرے توڑ دیا (مٹا دیا) جائے گا، چنانچہ جب ایک حکم ٹوٹے گا تو لوگ اس (حکم) کے ساتھ متعلق ہو جائیں جو اس (ٹوٹے ہوئے حکم) کے قریب ہوگا اور (اسلامی احکامات میں سے) سب سے پہلے عدل (وانصاف) ٹوٹے گا اور آخر میں نماز ٹوٹے گی (یعنی لوگ نماز پڑھنا چھوڑ دیں گے)۔

(فتح ربانی ترجمہ مسند احمد جلد اوّل ۱۰۵/۱۴۷)

حدیث ۸: حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسلام (کے احکام) کو یکے بعد دیگرے اس طرح توڑ دیا جائے گا جس طرح رسی کو پوری طاقت وقوت سے توڑ دیا جاتا ہے۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد جلد اوّل ۱۰۶/۱۴۸)

حدیث ۹: حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے عرصہ سے حدیث سنی ہے کہ جب تم بیس یا اس سے کم یا اس سے زیادہ آدمیوں کی جماعت میں ہو اور تم ان کے چہروں کو غور سے دیکھو اور ان (آدمیوں) میں تمہیں کوئی ایسا آدمی نظر نہ آئے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہو تو جان لو کہ (ایمان کا) معاملہ کمزور ہو چکا ہے۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد جلد اوّل ۱۰۷/۱۴۹)

امانت اور ایمان کے اٹھ جانے کا بیان:

حدیث ۱: حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دو باتیں بیان فرمائیں، پس ان دونوں میں سے ایک بات کو تو میں دیکھ چکا ہوں اور دوسری کا انتظار کر رہا ہوں، آپ ﷺ نے ہمیں بتایا کہ امانت لوگوں کے دلوں کے اصل میں اتری، پھر قرآن نازل ہوا تو لوگوں نے قرآن سیکھا اور سنت کو بھی سیکھا، پھر آپ ﷺ نے ہمیں امانت کے اٹھ جانے کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا آدمی سو رہا ہوگا کہ اس کے دل سے امانت قبض کر لی جائے گی تو چھوٹے کالے نقطہ کی مانند اس کا نشان رہ جائے گا، پھر اس کے دل سے امانت قبض کر لی جائے گی تو اس کا نشان آبلہ کی مانند رہ جائے گا جس طرح تم اپنے پاؤں پر چنگاری لگاتے ہو تو وہ تمہیں ابھرا ہوا دکھائی دیتا ہے حالانکہ اس میں کچھ بھی نہیں ہوتا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر آپ ﷺ نے ایک کنکر کو پکڑ کر اسے اپنے پاؤں مبارک پر لگایا اور فرمایا لوگ ایک دوسرے سے خرید وفروخت کریں گے لیکن امانت کو کوئی بھی ادا نہ کرے گا یہاں تک کہ یہ کہا جائے گا کہ فلاں قبیلہ میں ایک شخص ہے جو امانت دار ہے، یہاں تک کہ کسی شخص کے بارے میں یہ کہا جائے گا کہ وہ کیسا چالاک ہے۔ کیسا ذہین ہے اور وہ کس قدر ہوشیار ہے حالانکہ اس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہ ہوگا۔ (حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا) اور مجھ پر ایک ایسا وقت بھی آیا کہ میں اس بات کی پرواہ نہ کرتا کہ میں کس کے ساتھ خرید وفروخت کروں، اگر وہ مسلمان ہوتا تو اس کا دین (اسے امانت میں خیانت کرنے سے روکتا اور امانت واپس کرنے پر اسے برانگیختہ کرتا جس کی وجہ سے وہ)

Marfat.com

مجھے واپس کر دیتا، اور اگر عیسائی یا یہودی ہوتا تو اس کا والی (میرا حق دلانے میں میری مدد کرتا جس کی وجہ سے وہ) مجھے واپس کر دیتا، سو آج ایسا وقت آچکا ہے کہ (امانت دلوں سے رخصت ہو گئی، کسی پر مجھے بھروسہ نہیں رہا جس کی وجہ سے) میں تم میں سے فلاں فلاں سے ہی خرید وفروخت کرتا ہوں۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد، جلد اوّل ۱۰۸/۱۵۰)

حدیث ۲: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسلام کی چکی پینتیس یا چھتیس یا سینتیس سال تک گھومتی رہے گی، پس اگر وہ ہلاک ہو گئے تو جو ہلاک ہو گیا اس کا وہی راستہ ہوگا، اور اگر ان کے لئے ان کا دین قائم رہا تو ان کے لئے وہ (دین) ستر سال قائم رہے گا، میں نے عرض کیا: کیا (مذکور سالوں کا حساب) گزشتہ زمانہ سے ہوگا یا (اگلے) باقی زمانہ سے ہوگا تو آپ ﷺ نے فرمایا ان کا حساب اگلے باقی زمانہ سے ہوگا، (اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے دوسرے طریق سے بھی) نبی کریم ﷺ سے ایسے ہی مروی ہے البتہ اس میں یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جو زمانہ گزر چکا یا جو زمانہ باقی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو زمانہ باقی ہے (اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے تیسرے طریق سے بھی مروی ہے) انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسلام کی چکی پینتیس یا چھتیس یا سینتیس سال میں برقرار رہے گی، پس اگر وہ ہلاک ہو گئے تو ہلاک ہونے والوں کا راستہ وہی ہوگا (جو گزشتہ ہلاک شدہ قوموں کا ہوا) اور اگر ان کے لئے ان کا دین قائم رہا۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد، جلد اوّل ۱۰۹/۱۵۱)

حدیث ۳: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ عنقریب اس امت میں صورتیں بگڑنے کے واقعات رونما ہوں گے، یاد رکھو کہ ایسے واقعات تقدیر کو جھٹلانے والوں میں ہوں گے اور زندیقوں (بے دین و بدعقیدہ لوگوں) میں ہوں گے۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد، جلد اوّل ۳۹/۱۹۰)

حدیث ۴: حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر امت کے لئے مجوسی لوگ تھے اور اس امت کے مجوسی لوگ وہ ہیں جو تقدیر کے منکر ہیں، پس ان میں سے جو بیمار ہو جائے تم اس کی عیادت نہ کرو اور ان سے جو مر جائے اس کے جنازہ میں شرکت نہ کرو اور وہی دجال کی جماعت ہے، اللہ عزوجل پر حق ہے کہ وہ انہیں اس (دجال) کے ساتھ لاحق کر دے۔

(فتح ربانی ترجمہ مسند احمد، جلد اوّل ۴۰/۱۹۱)

حدیث ۵: حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا، عادی شرابی اور تقدیر کو جھٹلانے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد، جلد اوّل ۴۱/۱۹۲)

حدیث ۶: حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ ایک دن (ہمارے پاس) تشریف لائے اور (اس وقت ہم) لوگ تقدیر کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ راوی کا بیان ہے کہ غصہ کی وجہ سے آپ ﷺ کا چہرہ انور اس طرح سرخ تھا گویا کہ آپ ﷺ کے چہرہ انور پر انار کے دانے نچوڑ دیئے گئے ہیں۔ راوی نے کہا آپ ﷺ نے فرمایا تمہیں کیا ہوا کہ تم اللہ تعالیٰ کی کتاب (کی آیات) کو ایک دوسرے کے ساتھ ٹکراتے ہو، تم سے پہلے لوگ اسی تقدیر میں گفتگو اور بحث کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں ایسی مجلس (میں حاضری) کی تمنا کرتا جس میں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہوتے اور میں اس میں غیر حاضر ہوتا مگر (رسول اللہ ﷺ اس قدر غضب ناک ہونے کی وجہ سے) میں نے اس مجلس میں (حاضر ہو کر) غیر حاضری کی تمنا کی۔

(فتح ربانی ترجمہ مسند احمد، جلد اوّل ۴۲/۱۹۳)

حدیث ۷: حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اور ابو عبدالرحمٰن کی روایت میں ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ منکرین تقدیر کے پاس مت بیٹھو اور نہ ہی ان سے کلام وسلام میں پہل کرو۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد، جلد اوّل ۴۳/۱۹۴)

حدیث ۸: حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک شامی ..... تھا جس سے آپ کی خط وکتابت ہوتی رہتی تھی،

Marfat.com

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے ایک مرتبہ خط لکھا کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم نے تقدیر کے بارے میں کچھ گفتگو کی ہے، پس آئندہ مجھے خط نہ لکھنا، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ عنقریب میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو تقدیر کو جھٹلائیں گے۔

(فتح ربانی ترجمہ مسند احمد، جلد اوّل ۴۴/۱۹۵)

حدیث ۹: حضرت محمد بن عبید مکی کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ ہمارے پاس ایک شخص آیا ہے جو تقدیر کو جھٹلاتا ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے اس کے پاس لے چلو، اور اس وقت آپ رضی اللہ عنہ نابینا ہو چکے تھے، لوگوں نے کہا اے ابو عباس! آپ رضی اللہ عنہ اس کے ساتھ کیا معاملہ کریں گے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے اگر میں نے اس پر قابو پالیا تو میں ضرور اس کی ناک کاٹ دوں گا، اور اگر اس کی گردن میرے ہاتھ میں آ گئی تو میں ضرور اسے توڑ دوں گا، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ گویا کہ میں بنوفہر کی عورتوں کو ''خزرج'' (بت) کا طواف کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں جن کی سرینیں حرکت کر رہی ہیں اور وہ شرک کر رہی ہیں، یہ اس امت کا پہلا شرک ہے، اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! ان کی بری سوچ انہیں (بدعقیدگی کی) انتہا تک پہنچا دے گی یہاں تک کہ وہ اچھی تقدیر کے متعلق اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریں گے جس طرح انہوں نے بری تقدیر کے متعلق اس کی نافرمانی کی۔

(فتح ربانی ترجمہ مسند احمد، جلد اوّل ۴۵/۱۹۶)

حدیث ۱۰: حضرت ابن عون کا بیان ہے کہ میں نے غیلان قدری (تقدیر کے منکر) کو دمشق کے دروازہ پر سولی چڑھے ہوئے دیکھا۔

(فتح ربانی ترجمہ مسند احمد، جلد اوّل ۴۶/۱۹۷)

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم فرمانے والا ہے۔

علم کا بیان

علم اور علماء کی فضیلت:

حدیث ۱: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو (آدمیوں) کے سوا کسی پر رشک کرنا جائز نہیں ہے ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال ودولت سے نوازا اور اس نے اس (مال) کو راہ حق میں خرچ کیا اور دوسرا وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے حکمت (علم کی دولت) عطا فرمائی اور وہ اس سے فیصلے کرتا ہو اور اس کی لوگوں کو تعلیم دیتا ہو۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد، جلد اوّل ۱/۱۹۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا زمین پر موجود علماء آسمان پر ستاروں کی مانند ہیں جن سے خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں راہنمائی حاصل کی جاتی ہے، پس جب ستارے مٹ جائیں گے تو قریب ہے کہ راہنمائی حاصل کرنے والے بھٹک جائے۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد، جلد اوّل ۲/۱۹۹)

حدیث ۲: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے اصحاب میں سے کسی کو بعض امور کے سلسلہ میں بھیجتے تو فرماتے تو تم خوشخبری دینا، نفرت نہ دلانا، آسانی پیدا کرنا اور تنگی میں نہ ڈالنا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے مجھے جو ہدایت اور علم دے کر بھیجا ہے اس کی مثال زمین پر برسنے والی موسلا دھار بارش کی طرح ہے، کہ زمین کے ایک (عمدہ) حصہ نے اس (بارش کے پانی) کو جذب کر لیا تو اس نے گھاس اور بہت زیادہ سبزہ اگایا اور زمین کے سخت حصہ نے پانی کو روک لیا جس سے اللہ عزوجل نے لوگوں کو نفع دیا، انہوں نے خود پانی پیا، مویشیوں کو چرایا اور ان کو پانی پلایا، انہوں نے کھیتی باڑی کی اور کھیتوں کو سیراب کیا اور یہی بارش زمین کے دوسرے ایسے حصہ پر برسی جو چٹیل میدان تھا تو اس نے نہ تو پانی کو روکا اور نہ ہی گھاس اگائی، پس یہی مثال اس شخص کی ہے جس نے اللہ عزوجل کے دین کو سمجھا اور اللہ تعالیٰ نے جس (ہدایت وعلم) کے ساتھ مجھے بھیجا ہے اس سے اس (شخص) کو نفع دیا اور اس نے (لوگوں کو) اس سے نفع پہنچایا، اس نے علم حاصل کیا اور آگے

Marfat.com

تعلیم دی اور آخری مثال اس شخص کی مثال ہے جس نے اس کی طرف سر اٹھا کر دیکھا ہی نہیں اور اس نے اللہ عزوجل کی اس ہدایت کو قبول ہی نہیں کیا جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے۔(فتح ربانی ترجمہ مسند احمد' جلد اوّل' ۳/۲۰۰)

حدیث ۳: حضرت نافع بن عبدالحارث کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عسفان میں ملاقات کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو مکہ کا حاکم مقرر کیا تھا۔ حضرت عمر نے ان سے پوچھا اہل وادی (مکہ) پر تم نے کس شخص کو خلیفہ مقرر کیا ہے؟ اس نے کہا: میں نے ان پر ابن ابزیٰ کو خلیفہ مقرر کیا ہے۔ آپ نے پوچھا: ابن ابزیٰ کون ہے؟ اس نے کہا: وہ ہمارے غلاموں میں سے ایک (آزاد کردہ) غلام ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے ان پر ایک غلام کو خلیفہ مقرر کیا ہے؟ اس نے کہا وہ شخص اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن مجید) کا قاری ہے، فرائض (علم میراث) کا عالم ہے اور اچھے فیصلہ کرنے والا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یاد رکھو کہ تمہارے نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس کتاب (قرآن مجید) کے ذریعہ کچھ لوگوں (کے مرتبے بڑھا کر ان) کو عزت عطا فرمائے گا اور کچھ لوگوں کو اس (کتاب) کے ذریعے پست و ذلیل کر دے گا۔(فتح ربانی ترجمہ مسند احمد' جلد اوّل' ۴/۲۰۱)

حدیث ۴: حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں یمنی لوگ حاضر ہوئے اور عرض کیا ہمارے ساتھ کسی ایسے شخص کو بھیج دیں جو ہمیں (دین کی) تعلیم دے، تو آپ ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور ان کو ان (لوگوں) کے ساتھ بھیج دیا اور فرمایا یہ اس امت کا امین ہے۔(فتح ربانی ترجمہ مسند احمد' جلد اوّل' ۵/۲۰۲)

حدیث ۵: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے ہمارے بڑوں (کا احترام اور ان) کی عزت نہ کی، ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کیا اور ہمارے عالم (کے حق و مرتبہ) کو نہ پہنچانا وہ میری امت سے نہیں ہے۔ عبداللہ (بن امام احمد بن حنبل) نے کہا کہ میں نے یہ حدیث ہارون سے سنی ہے۔(فتح ربانی ترجمہ مسند احمد' جلد اوّل' ۶/۲۰۳)

حضور ﷺ کا ارشاد کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کی بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے:

حدیث ۱: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جس شخص کی بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔(فتح ربانی ترجمہ مسند احمد' جلد اوّل' ۷/۲۰۴)

حدیث ۲: حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے ایسی ہی حدیث روایت کی ہے۔(فتح ربانی ترجمہ مسند احمد' جلد اوّل' ۸/۲۰۵)

حدیث ۳: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے ایسی ہی حدیث روایت کی ہے البتہ اس میں اضافہ ہے کہ میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ دینے والا ہے۔(فتح ربانی ترجمہ مسند احمد' جلد اوّل' ۹/۲۰۶)

حدیث ۴: حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کی بھلائی چاہتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔ عبداللہ (بن امام احمد بن حنبل) نے کہا کہ میں نے اس جملہ کو اپنے والد (امام احمد بن حنبل) کی کتاب میں ان کے اپنے ہاتھ کی تحریر کو اس (حدیث) کے ساتھ متصل پایا اور اس (تحریر) پر انہوں نے نشان لگا دیا تھا، سو مجھے نہیں معلوم کہ انہوں نے مجھے وہ (تحریر) سنائی تھی یا نہیں (اور وہ جملہ یہ ہے) اور سننے والے اطاعت کرنے والے پر کوئی حجت نہیں ہے اور سننے والے نافرمانی کرنے والے کے لئے کوئی حجت نہیں ہے۔(فتح ربانی ترجمہ مسند احمد' جلد اوّل' ۱۰/۲۰۷)

حدیث ۵: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا لوگ (سونے چاندی وغیرہ کی کانوں کی طرح مختلف) کانیں ہیں، پس ان میں سے جو زمانہ جاہلیت میں بہتر تھے وہ اسلام میں بھی بہتر ہیں جب کہ وہ فقیہ و عالم بن جائیں۔

(فتح ربانی ترجمہ مسند احمد' جلد اوّل' ۱۱/۲۰۸)

Marfat.com

حدیث ۶: حضرت ابو درداء بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ عابد پر عالم کی فضیلت اس طرح ہے جس طرح تمام ستاروں پر چاند کی فضیلت ہے اور بلاشبہ علماء ہی انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں، وہ انبیاء کرام علیہم السلام کسی کو دینار اور درہم کا وارث نہیں بناتے، وہ علم کا ہی وارث بناتے ہیں، سو جس شخص نے اس (علم) کو حاصل کیا اس نے بہت زیادہ حصہ حاصل کیا۔

(فتح ربانی ترجمہ مسند احمد جلد اوّل ۱۲/۲۰۹)

طلب علم کے لئے سفر کرنا اور طالب علم کی فضیلت:

حدیث ۱: حضرت قیس بن کثیر بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص مدینہ (منورہ) سے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس وقت آپ دمشق میں تھے۔ آپ نے (اس شخص کو) فرمایا: اے میرے بھائی! میرے پاس تمہارے آنے کا کیا مقصد ہے؟ اس نے کہا صرف ایک حدیث کی خاطر آیا ہوں، مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ اس حدیث کو رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا تم کسی ضروری کام کی غرض سے تو نہیں آئے؟ اس نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا کیا تم صرف اس حدیث کی طلب میں ہی آئے ہو؟ اس نے کہا جی ہاں تو آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص علم کی طلب میں کسی راستہ پر چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت کے راستہ پر چلائے گا اور بلاشبہ طالب علم کی رضا کی خاطر فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی سب چیزیں یہاں تک کہ پانی میں مچھلیاں عالم (دین) کے لئے بخشش کی دعا کرتی ہیں اور عابد پر عالم کی فضیلت اس طرح ہے جس طرح تمام ستاروں پر چاند کی فضیلت ہے۔ بلاشبہ علماء ہی انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں، وہ کسی کو دینار اور درہم کا وارث نہیں بناتے، وہ علم ہی کا وارث بناتے ہیں، سو جس شخص نے اس (علم دین) کو حاصل کر لیا اس نے بہت زیادہ حصہ حاصل کر لیا۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد جلد اوّل ۱۳/۲۱۰)

حدیث ۲: حضرت زر بن حبیش بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت صفوان بن عسال مرادی رضی اللہ عنہ کے پاس اس غرض سے آیا تا کہ ان سے موزوں پر مسح کرنے کے بارے میں دریافت کروں، تو انہوں نے فرمایا: تم کس غرض سے آئے ہو؟ میں نے کہا: علم کی طلب کی خاطر (آیا ہوں) انہوں نے فرمایا کیا میں تمہیں خوشخبری نہ دوں؟ اور انہوں نے مرفوع حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا طالب علم کی رضا کی خاطر فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد جلد اوّل ۱۴/۲۱۱)

حدیث ۳: حضرت عبداللہ بن بریدہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کی طرف کوچ کیا اور اس وقت آپ مصر میں تھے، پس وہ شخص جب ان کے پاس پہنچا تو اس وقت آپ اپنی اونٹنی کو چارہ ڈال رہے تھے، تو اس نے کہا میں آپ کے پاس (آپ کی) زیارت کی غرض سے نہیں آیا، بلکہ میں آپ کے پاس ایک حدیث کی خاطر آیا ہوں جو رسول اللہ ﷺ سے مجھ تک پہنچی ہے، مجھے امید ہے کہ آپ کو اس کا (صحیح) علم ہوگا، اور اس نے آپ کو پراگندہ حال دیکھ کر کہا۔ میں آپ کو پراگندہ حال دیکھ رہا ہوں حالانکہ آپ شہر کے حاکم ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں زیادہ خوشگوار و آسودہ حال زندگی گزارنے سے منع فرمایا کرتے تھے، اور اس شخص نے آپ کو ننگے پاؤں دیکھا، تو آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں کبھی کبھار ننگے پاؤں رہنے کا حکم دیا۔

(فتح ربانی ترجمہ مسند احمد جلد اوّل ۱۵/۲۱۲)

حدیث ۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص علم کی طلب میں کسی راستہ پر چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔ (فتح ربانی ترجمہ مسند احمد جلد اوّل ۱۶/۲۱۳)

علم حاصل کرنے کی ترغیب اور استاذ کے آداب:

حدیث ۱: حضرت عیاض بن حمار مجاشعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک خطبہ دیا اور اس (خطبہ) میں آپ ﷺ

Marfat.com

نے فرمایا اللہ عزوجل نے مجھے حکم دیا ہے کہ جس چیز کی اس نے مجھے اس آج کے دن تعلیم دی ہے اس میں سے میں تمہیں اس چیز کی تعلیم دوں جس کو تم نہیں جانتے، اور اس (اللہ تعالیٰ) نے فرمایا ہر وہ چیز جو میں اپنے بندوں کو عطیہ و ہبہ کرتا ہوں وہ ان کے لئے حلال ہے۔

(فتح ربانی ترجمہ مسند احمد' جلد اوّل ۱۷/۲۱۴)

حدیث ۲: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم (دین و دنیا کے امور کی لوگوں کو) تعلیم دو، خوشخبری سناؤ اور سختی نہ کرو، اور جب تم میں سے کسی کو غصہ آ جائے تو خاموش ہو جائے، اور انہی سے دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا (لوگوں تک) تم علم پہنچاؤ، لوگوں پر آسانی کرو اور سختی نہ کرو اور جب تمہیں غصہ آ جائے تو تم خاموش ہو جاؤ، ر جب تمہیں غصہ آ جائے تو تم خاموش ہو جاؤ۔ اور جب تمہیں غصہ آ جائے تو تم خاموش ہو جاؤ۔ یہ تین دفعہ فرمایا۔ (فتح ربانی' جلد اوّل ۱۸/۲۱۵)

حدیث ۳: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگوں پر آسانی کرو، سختی نہ کرو، خوشخبری سناؤ اور نفرت نہ دلاؤ۔ (فتح ربانی' جلد اوّل ۱۹/۲۱۶)

حدیث ۴: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ محمد ﷺ نے (تمام چیزوں کے بارے میں خبر دے کر) ہمیں اس حال میں چھوڑا کہ اگر کوئی پرندہ آسمان پر اپنے پروں کو حرکت دیتا تو وہ (بھی) ہمیں آپ ﷺ کا علم یاد دلا دیتا۔ (فتح ربانی' جلد اوّل ۲۰/۲۱۷)

حدیث ۵: حضرت ابوزید انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی، پھر آپ منبر پر رونق افروز ہوئے، آپ نے ہمیں خطبہ دیا یہاں تک کہ ظہر کی نماز کا وقت آ گیا، پھر آپ ﷺ منبر سے اترے اور ظہر کی نماز پڑھائی، پھر آپ منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا یہاں تک کہ عصر کی نماز کا وقت آ گیا، پھر آپ ﷺ منبر سے اترے اور عصر کی نمائی پڑھائی، پھر آپ منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا، سو آپ ﷺ نے ہمیں (اس خطبہ میں) ان تمام چیزوں کے بارے میں خبر دیدی جو ہو چکی تھیں اور جو قیامت تک ہونے والی تھیں اور ہم میں وہ زیادہ عالم تھا جو ہم میں (ان چیزوں کو) زیادہ یاد رکھنے والا تھا۔ (فتح ربانی' جلد اوّل ۲۱/۲۱۸)

حدیث ۶: حضرت حنظلہ کاتب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے کہ آپ نے ہمیں جنت (کی نعمتیں) اور دوزخ (کی سزائیں) یاد دلائیں یہاں تک کہ وہ (جنت و دوزخ گویا کہ ہماری) آنکھوں کے سامنے تھیں، پھر میں (وہاں سے) اٹھ کر اپنے گھر والوں کے پاس آیا اور اپنے بیوی بچوں کے ساتھ ہنسی مذاق اور خوش طبعی میں مشغول ہو گیا، تو رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے جو کیفیت تھی وہ مجھے یاد آ گئی اور میں (گھر سے) باہر نکل گیا اور میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور کہا اے ابوبکر! حنظلہ (رضی اللہ عنہ) منافق ہو گیا ہے، انہوں نے پوچھا، وہ کیسے؟ میں نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے، آپ نے ہمیں جنت (کی نعمتیں) اور دوزخ (کی سزائیں) یاد دلائیں، یہاں تک کہ وہ (جنت و دوزخ گویا کہ ہماری) آنکھوں کے سامنے تھیں، پھر میں اپنے گھر والوں کے پاس گیا اور اپنے بچوں اور بیوی سے ہنسی مذاق اور خوش طبعی میں مشغول ہو گیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا ہمارا بھی یہی معاملہ ہے۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ پھر میں نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور میں نے آپ کے سامنے سارا معاملہ عرض کر دیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے حنظلہ! اگر تمہارے گھروں میں بھی تمہاری وہی کیفیت رہے جس طرح میرے پاس تمہاری کیفیت ہوتی ہے تو فرشتے تمہارے بستروں اور تمہارے راستوں پر اپنے پروں کے ساتھ تم سے مصافحہ کیا کریں۔ اے حنظلہ! کچھ وقت اللہ تعالیٰ کے لئے مقرر کر لو اور کچھ وقت اپنے اہل و عیال کے لئے اور کچھ دنیاوی امور کے لئے مقرر کر لو۔ (فتح ربانی' جلد اوّل ۲۲/۲۱۹)

حدیث ۷: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام نے نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ جب ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں تو آپ ہمیں (ایسی اثر آفریں) باتیں بتاتے ہیں کہ ہمارے دل نرم ہو جاتے ہیں، اور جب ہم آپ کے پاس سے چلے جاتے ہیں تو عورتوں (بیویوں) اور بچوں کے ساتھ ہنسی مذاق اور خوش طبعی میں مشغول ہو جاتے ہیں اور مزید فلاں فلاں امور میں

Marfat.com

مصروف رہتے ہیں، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ یہ (میرے پاس بیٹھنے کی گھڑی) ایسی (بابرکت) گھڑی ہے کہ اگر تم ہمیشہ اس گھڑی کی کیفیت میں رہو تو فرشتے تم سے مصافحہ کریں۔ (فتح ربانی' جلد اوّل' ۲۳/۲۲۰)

علم کی مجلسیں، ان کے آداب اور متعلم کے آداب:

حدیث ۱: حضرت ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ تین آدمی سامنے سے گزرے، تو ان میں سے ایک آدمی آیا اور اس نے حلقہ میں خالی جگہ دیکھی تو وہ وہاں بیٹھ گیا، اور دوسرا آدمی لوگوں کے پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا آدمی چلا گیا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں ان (تینوں) آدمیوں کے بارے میں خبر نہ دوں؟ لوگوں نے عرض کیا: جی ہاں! یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص آیا اور بیٹھ گیا اس نے پناہ لی تو اللہ تعالیٰ نے اسے پناہ دے دی۔ وہ شخص جو تمہارے پیچھے بیٹھ گیا اس نے حیاء کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے اس کی حیاء کا صلہ عطا فرمایا اور وہ شخص جو چلا گیا اس نے منہ پھیرا تو اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی رحمت سے محروم رکھا۔

(فتح ربانی' جلد اوّل' ۲۴/۲۲۱)

حدیث ۲: حضرت ابومجلز کا بیان کا ہے کہ جو شخص حلقہ کے درمیان بیٹھتا ہے اس کے بارے میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایسا شخص نبی کریم ﷺ کی زبان پر یا محمد ﷺ کی زبان پر ملعون ہے۔ (فتح ربانی' جلد اوّل' ۲۵/۲۲۲)

حدیث ۳: حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابوحسین بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت لقمان علیہ السلام کہا کرتے تھے۔ اے میرے بیٹے! علماء سے مقابلہ ومناظرہ کرنے کے لئے جہلاء سے جھگڑنے کے لئے اور محفلوں (کے لوگوں) کی توجہ اپنی طرف کرنے کے لئے علم حاصل نہ کرنا۔ (فتح ربانی' جلد اوّل' ۲۵/۲۲۳)

حدیث ۴: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اچھی محفل میں بیٹھ کر حکمت بھری باتوں کو سنا، پھر اس نے اپنے ساتھی کو بری باتوں کے سوا کچھ نہ بتایا اور حکمت ودانائی کی باتوں کو پوشیدہ رکھا تو اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو ایک چرواہے کے پاس آیا اور کہا: اے چرواہے! اپنی بکریوں میں سے مجھے ایک ایسی بکری دو جو ذبح ہونے کے قابل ہو، تو اس (چرواہے) نے کہا ان بکریوں میں سے جو تمہیں اچھی لگے جا کر اس کا کان پکڑ لو، تو اس شخص نے جا کر بکریوں کے کتے کا کان پکڑ لیا۔ (فتح ربانی' جلد اوّل' ۲۷/۲۲۴)

عربی زبان کے علاوہ کوئی اور زبان سیکھنا:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا کیا تم سریانی کو اچھی طرح جانتے ہو؟ کیونکہ میرے پاس (سریانی زبان میں) خطوط آتے ہیں، حضرت زید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا کہ میں نہیں جانتا، تو آپ ﷺ نے فرمایا تم اس سریانی زبان کو سیکھ لو، تو میں نے اس زبان کو سترہ دنوں میں سیکھ لیا۔ (فتح ربانی' جلد اوّل' ۲۸/۲۲۵)

علم میں بلاضرورت کثرت سوال کی مذمت:

حدیث ۱: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس چیز کو میں تمہارے لئے چھوڑ دوں تم بھی اس کو چھوڑ دو، کیونکہ تم سے پہلے لوگ اپنے زیادہ سوالوں کی وجہ سے اور اپنے نبیوں سے اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے، اور جس چیز سے میں تمہیں منع کر دوں تم اس سے باز رہو اور جس چیز کا میں تمہیں حکم دوں تم اس کو اپنی استطاعت کے مطابق بجالاؤ۔ (فتح ربانی' جلد اوّل' ۲۹/۲۲۶)

حدیث ۲: حضرت سعد ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمانوں میں سے اس مسلمان شخص کا جرم (گناہ) سب سے بڑا ہے جس نے کسی چیز کے بارے میں سوال کیا اور اس میں بحث وتمحیص کی یہاں تک کہ اس شخص کے سوال (اور بحث وتمحیص) کی وجہ سے وہ چیز حرام کر دی گئی (اور انہی سے دوسرے طریق سے مروی ہے کہ) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مسلمانوں میں اس مسلمان کا جرم سب

Marfat.com

سے بڑا ہے، جس نے کسی ایسی چیز کے بارے میں سوال کیا جو حرام نہیں تھی مگر شخص کے سوال کی وجہ سے وہ چیز لوگوں پر حرام کر دی گئی۔
(فتح ربانی، جلد اوّل ۳۰/۲۲۷)

حدیث ۳: حضرت عمرو بن ابی سلمہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگ سوال کرتے رہیں گے یہاں تک کہ یہ کہا جائے گا کہ اس (اللہ) نے ہمیں پیدا کیا، تو اللہ عزوجل کو کس نے پیدا کیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم! میں ایک دن بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عراقی شخص نے مجھے کہا کہ اس اللہ نے تو ہمیں پیدا کیا، تو اللہ عزوجل کو کس نے پیدا کیا، حضرت ابو ہریرہ نے کہا کہ میں نے (یہ بات سن کر) اپنے کانوں میں انگلیاں دیدیں، پھر میں نے باآواز بلند کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا اللہ ایک ہے، وہ بے نیاز ہے، اس نے نہ کسی کو جنا ہے اور نہ وہ ہی کسی نے جنا ہے اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے۔(فتح ربانی، جلد اوّل ۳۱/۲۲۸)

حدیث ۴: حضرت محمد بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ان سے ایک شخص نے ایسا سوال کیا جس کو میں نہیں جانتا تھا۔ محمد بن سیرین نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ اکبر! اس کے متعلق دو شخص سوال کر چکے ہیں اور یہ تیسرا شخص ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ لوگ (باطل) سوال کرتے رہیں گے یہاں تک کہ وہ یہ کہیں گے کہ مخلوق اللہ نے پیدا کیا اور اس (اللہ) کو کس نے پیدا کیا۔(فتح ربانی، جلد اوّل ۳۲/۲۲۹)

حدیث ۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم سے پہلے لوگ اپنے زیادہ سوال کرنے کی وجہ سے اور اپنے نبیوں سے اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہوئے، تم مجھ سے جس چیز کے بارے میں سوال کرو گے میں تمہیں اس چیز کے بارے میں بتاؤں گا، عبداللہ بن حذافہ نے کہا: یارسول اللہ ﷺ میرا باپ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا باپ حذافہ بن قیس ہے، سو جب وہ واپس اپنی ماں کے پاس واپس آئے تو ان کی ماں نے کہا: تمہیں خرابی ہو! تمہیں ایسا کرنے پر کس چیز نے برانگیختہ کیا، ہم زمانہ جاہلیت کے لوگ تھے اور ہمارے اعمال اچھے نہ تھے، تو انہوں نے اپنی ماں کو کہا کہ مجھے لوگوں میں سے اپنے باپ کے جاننے کی شدید خواہش وتمنا تھی۔(فتح ربانی، جلد اوّل ۳۳/۲۳۰)

حدیث ۶: حضرت حمید حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم مجھ سے قیامت تک وقوع پزیر ہونے والے امور سے جس چیز کے بارے میں سوال کرو گے میں تمہیں اس چیز کے بارے میں بتاؤں گا، راوی کا بیان ہے کہ عبداللہ بن حذافہ نے عرض کیا یارسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا باپ حذافہ ہے۔ ان کی ماں نے کہا: اس بات سے تمہارا مقصد کیا تھا؟ انہوں نے کہا اس سے میرا مقصد تسلی کرنا تھا۔ راوی کا بیان ہے کہ ان کے (نسب کے) بارے میں کچھ کہا گیا تھا۔ حمید نے کہا میرے خیال میں یہ الفاظ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہیں۔ راوی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ بہت غضبناک ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ہم اللہ کے رب ہونے پر راضی ہیں، اسلام کے دین ہونے پر راضی ہیں اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہیں، ہم اللہ تعالیٰ کے غضب سے اور اس کے رسول ﷺ کے غضب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ لیتے ہیں۔(فتح ربانی، جلد اوّل ۳۴/۲۳۱)

حضرت اوزاعی نے حضرت عبداللہ بن سعد سے روایت کیا اور انہوں نے حضرت ضابجی سے روایت کیا اور انہوں نے نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں سے ایک شخص سے روایت کیا اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ضابجی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے غلوطات (مبہم مسائل) سے منع فرمایا۔ حضرت اوزاعی نے کہا: غلوطات سے مراد سخت اور مشکل مسائل ہیں۔
(فتح ربانی، جلد اوّل ۳۵/۲۳۲)

Marfat.com

دین و دنیا کی ہر ضروری چیز سے متعلق دریافت کرنے کا وجوب:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے مبارک عہد میں ایک شخص کو زخم پہنچا اور اسے احتلام ہو گیا تو اسے غسل کرنے کا حکم دیا گیا تو وہ (غسل کرنے کی وجہ سے) مر گیا، چنانچہ نبی کریم ﷺ کو جب یہ بات پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا ان لوگوں نے اس کو قتل کیا ہے، اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک کرے، کیا جہالت کی شفاء سوال نہیں تھا؟ (یعنی جب ان کو علم نہ تھا تو ان لوگوں نے پوچھ کیوں نہ لیا، کیونکہ لاعلمی ایک مرض ہے اور اس کا علاج سوال ہے)۔ (فتح ربانی' جلد اوّل ۳۶/۲۳۳)

اس شخص کے لئے وعید جو علم حاصل کر کے اسے چھپائے یا اس پر عمل نہ کرے یا غیر اللہ کے لئے علم حاصل کرے:

حدیث ۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص سے علم کے بارے میں سوال کیا گیا اور اس نے اس کو چھپا لیا تو قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام ڈالی جائے گی اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے منہ میں آگ کی لگام ڈالے گا۔ (فتح ربانی' جلد اوّل' ۳۷/۲۳۴)

حدیث ۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس علم سے نفع حاصل نہ کیا جائے اس کی مثال اس خزانہ کی طرح ہے جسے اللہ کے راستہ میں خرچ نہ کیا جائے۔ (فتح ربانی جلد اوّل ۳۸/۲۳۵)

حدیث ۳: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب مجھے (معراج کی رات) سیر کرائی گئی تو میں ایسے لوگوں کے پاس سے گزرا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے، تو میں نے کہا اے جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ اس نے کہا یہ لوگ آپ کی امت کے (بے عمل) خطیب ہیں جو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے تھے اور اپنے آپ کو بھول جاتے تھے حالانکہ وہ کتاب پڑھتے تھے، کیا انہیں عقل نہ تھی۔ (فتح ربانی جلد اوّل ۳۹/۲۳۶)

حدیث ۴: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم ایسے زمانہ میں ہو جس میں علماء زیادہ ہیں اور خطیب تھوڑے ہیں، اس زمانہ میں جس شخص نے اس چیز کا دسواں حصہ بھی چھوڑ دیا جس کو وہ جانتا ہے تو وہ ہلاک ہو جائے گا اور عنقریب لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ جس میں علماء تھوڑے ہوں گے اور خطیب (مقررین) زیادہ ہوں گے اور اس زمانہ میں جس شخص نے اس چیز کے دسویں حصہ کو مضبوطی سے پکڑ لیا (عمل کیا) جس کو وہ جانتا ہو گا تو وہ نجات پا جائے گا۔ (فتح ربانی' جلد اوّل' ۴۰/۲۳۹)

حدیث ۵: حضرت شقیق کا بیان ہے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے کہا گیا کہ کیا آپ اس شخص کے پاس نہیں جائیں گے؟ (اور ایک روایت میں ہے کہ کیا آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بات چیت نہیں کریں گے؟) انہوں نے کہا تمہارا کیا خیال ہے کہ میں ان سے جو بات کروں گا وہ تمہیں سنا دوں گا، اللہ کی قسم! میں ان سے ایسی چیز کے بارے میں بات چیت کر چکا ہوں جو میرے اور ان کے درمیان تھی جس کو میں (بر سبیل مصلحت و ادب) ظاہر نہیں کر سکتا، میں یہ نہیں چاہتا کہ اس کے ظاہر کرنے میں، میں پہل کروں (یعنی میں اس کو پوشیدہ ہی رکھنا چاہتا ہوں) اور میں کسی ایسے شخص کے لئے جو مجھ پر حاکم ہو یہ نہیں کہوں گا کہ وہ لوگوں سے بہتر ہے (اور ایک روایت میں ہے کہ میں کسی ایسے شخص کو یہ نہیں کہوں گا کہ تو لوگوں سے بہتر ہے اگر چہ وہ مجھ پر حاکم ہو) کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور اسے آگ میں ڈال دیا جائے گا، تو اس کے پیٹ کی انتڑیوں باہر نکل پڑیں گی، پس وہ آگ میں ان (انتڑیوں) کے گرد اس طرح چکر لگائے گا جس طرح چکے کے گرد گدھا چکر لگاتا ہے، تو دوزخی لوگ اس کے پاس اکٹھے ہو جائیں گے اور کہیں گے اے فلاں! تجھے کیا ہوا؟ کیا تو ہمیں نیکیوں کا حکم نہیں دیتا تھا اور ہمیں برائیوں سے نہیں روکتا تھا؟ تو وہ کہے گا ہاں میں تمہیں نیکیوں کا حکم دیتا تھا اور میں خود وہ نیکیاں نہیں کرتا تھا اور تمہیں برائیوں سے روکتا تھا اور میں خود وہی برائیں کرتا تھا۔ (فتح ربانی' جلد اوّل' ۴۱/۲۳۸)

Marfat.com

حدیث ۶: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے وہ علم حاصل کیا جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کی جاتی ہیں، تو اس نے وہ علم (دین) صرف دنیا کے مال کے حصول کی خاطر سیکھا تو قیامت کے دن وہ جنت کی خوشبو نہ پائے گا۔ (فتح ربانی، جلد اوّل ۴۲/۲۳۹)

رسول اللہ ﷺ کی حدیث لوگوں تک پہنچانے اور جس طرح حدیث سنی اس طرح اسے روایت کرنے کی فضیلت:

حدیث ۱: حضرت عبدالرحمٰن بن ابان بن عثمان اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ (ایک دن) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ دوپہر کے وقت مروان کے پاس سے نکلتے ہوئے دکھائی دیئے تو ہم نے کہا کہ ایسے وقت میں اس (مروان) نے کسی چیز کے پوچھنے کے لئے ہی ان (زید بن ثابت) کو اپنے پاس بلایا ہوگا، پس میں نے ان کے پاس جا کر اس بارے میں ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا ہاں! اس (مروان) نے ہم سے ان چیزوں کے بارے میں پوچھا جن کو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے (پھر کہا کہ) میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو ہرا بھرا (اور خوش وخرم) رکھے جس نے ہماری کوئی حدیث سنی اور اس کو یاد رکھا یہاں تک کہ اس نے اس (حدیث) کو دوسرے لوگوں تک پہنچا دیا، کیونکہ بہت سے فقہ اٹھانے والے خود فقیہ نہیں ہوتے، اور بہت سے فقہ اٹھانے والے اپنے سے زیادہ فقیہ تک پہنچاتے ہیں، اور مسلمان کا دل تین چیزوں پر کبھی خیانت نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ کے لئے خلوص نیت سے عمل کرنا، حکام کو (وعظ و) نصیحت کرنا اور جماعت کو لازم پکڑنا، کیونکہ ان کی دعا اپنے ماسوا کو شامل ہے، اور فرمایا: (طلب علم دین میں) جس شخص کا مقصود آخرت (ہی کا حصول) ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے بکھرے ہوئے کاموں کو جمع کر دیتا ہے، اس کے دل میں غنا (متاع دنیا سے بے نیازی) کو رکھ دیتا ہے اور اس کے پاس دنیا ذلیل ہو کر آتی ہے اور (طلب علم دین میں) جس شخص کی نیت دنیا (ہی کا حصول) ہو اللہ تعالیٰ اس کے معاش (صنعت و تجارت اور زراعت وغیرہ) کو بکھیر دیتا ہے، اس کے فقر (مفلسی) کو اس کی آنکھوں کے سامنے رکھ دیتا ہے اور اس کے پاس دنیا کی متاع اسی قدر آتی ہے جو اس کے لئے لکھی جا چکی ہے، اور اس مروان نے ہم سے صلوٰۃ الوسطیٰ (درمیانی نماز) کے بارے میں پوچھا، اور وہ نماز ظہر ہے۔ (فتح ربانی، جلد اوّل ۴۳/۲۴۰)

حدیث ۲: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منیٰ کی مسجد خیف میں کھڑے ہو کر فرمایا اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو ہرا بھرا (اور خوش وخرم) رکھے جس نے میری بات (حدیث) کو سنا اور اس کو یاد رکھا، پھر اس نے اس (حدیث) کو اس شخص تک پہنچا دیا جس نے اس کو نہیں سنا تھا، اور بہت سے فقہ اٹھانے والے خود فقیہ نہیں ہوتے اور بہت سے فقہ اٹھانے والے اپنے سے زیادہ فقیہ تک پہنچاتے ہیں، اور مومن کا دل تین چیزوں پر خیانت نہیں کرتا: خلوص نیت سے عمل کرنا، حکام کو نصیحت کرنا اور جماعت کو لازم پکڑنا، کیونکہ ان کی دعا اپنے ماسوا کو شامل ہے۔ (فتح ربانی، جلد اوّل ۴۴/۲۴۱)

حدیث ۳: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو ہرا بھرا (اور خوش وخرم) رکھے جس نے ہماری حدیث کو سنا اور اس کو یاد رکھا یہاں تک کہ اس نے اس (حدیث) کو دوسرے لوگوں تک پہنچا دیا، اور جن لوگوں تک حدیث کو پہنچایا جاتا ہے ان میں سے بہت سے ایسے ہوتے ہیں جو سننے والے سے زیادہ رکھنے والے ہوتے ہیں۔

(فتح ربانی، جلد اوّل ۴۵/۲۴۲)

حدیث ۴: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم لوگ (مجھ سے احادیث) سنتے ہو، اور تم سے دوسرے لوگ سنیں گے، اور جو لوگ تم سے سنیں گے، ان سے اور لوگ سنیں گے (علیٰ ہذا القیاس اسی طرح یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا)۔

(فتح ربانی، جلد اوّل ۴۶/۲۴۳)

Marfat.com

حدیث کو روایت کرنے میں احتیاط کرنا اور حدیث کے الفاظ کو اسی طرح عمدگی سے ادا کرنا جس طرح نبی کریم ﷺ سے صادر ہوئے:

حدیث ۱: حضرت عمرو بن مرہ کا بیان کا ہے کہ میں نے حضرت ابن ابی لیلیٰ کو سنا ''جو حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کر رہے تھے'' انہوں نے کہا کہ ہم جب بھی حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آ کر یہ عرض کرتے کہ آپ ﷺ ہم سے رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کریں، تو آپ فرماتے ہم بوڑھے ہو چکے ہیں، ہم بھولنے لگے ہیں، اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث روایت کرنا بہت سخت (ذمہ داری) ہے۔ (فتح ربانی' جلد اوّل' ۴۷/۲۴۴)

حدیث ۲: حضرت مطرف بن عبداللہ کا بیان ہے کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا: اے مطرف! اللہ کی قسم! مجھے یقین ہے کہ اگر میں چاہوں تو مسلسل دو دن تک کسی حدیث کو بھی دہرائے بغیر، اللہ کے نبی اکرم ﷺ کی احادیث کو بیان کر سکتا ہوں، لیکن اس سے میرے باز رہنے اور اس کی ناپسندیدگی کے اضافہ کا سبب یہ ہے کہ سیدنا محمد ﷺ کے اصحاب میں سے بعض لوگ، یا (یوں فرمایا) سیدنا محمد ﷺ کے بعض اصحاب جس طرح (آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں) حاضر ہوتے تھے، میں بھی اسی طرح حاضر ہوتا تھا، جس طرح انہوں نے (احادیث کو) سنا، میں نے بھی اسی طرح سنا، وہ احادیث کو اسی طرح بیان کرتے ہیں جس طرح وہ کہتے ہیں، اور میں جانتا ہوں کہ وہ خیر و بھلائی کے بارے میں کوئی کوتاہی نہیں کرتے، پھر جس طرح وہ شبہات میں پڑ گئے ہیں مجھے بھی اسی طرح کے شبہات میں پڑنے کا اندیشہ ہوا، چنانچہ ان میں سے کبھی کوئی یہ کہتا کہ اگر میں تم سے حدیث بیان کروں کہ میں نے اللہ کے نبی اکرم ﷺ سے فلاں فلاں بات سنی ہے، تو میرا خیال ہے کہ میں سچا ہوں، اور کبھی کوئی پختہ عزم سے یہ کہتا کہ میں نے اللہ کے نبی اکرم ﷺ کو اس طرح فرماتے ہوئے سنا ہے۔ حضرت ابو عبدالرحمٰن (عبداللہ بن امام احمد بن حنبل) نے اس نوع کی حدیث کو ایک اور سند سے روایت کیا ہے، لیکن اس میں ان کے والد (امام احمد بن حنبل) کا ذکر نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ نے کہا کہ میں نے اس حدیث کو اپنے والد (امام احمد) رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا تو انہوں نے اس کو حسن قرار دیا اور حضرت عبداللہ نے اس حدیث کی سند میں ایک شخص (اخی اعور) کا اضافہ کیا ہے۔ (فتح ربانی' جلد اوّل' ۴۸/۲۴۵)

اشعۃ اللمعات اُردو مترجم شرح مشکوٰۃ میں حضور ﷺ کے معجزات کا بیان

حدیث ۱: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ خندق سے لوٹے اور ہتھیار رکھ دیئے اور غسل فرمایا تو آپ کے پاس حضرت جبرئیل اپنے سر غبار سے جھاڑتے ہوئے آئے، بولے آپ نے تو ہتھیار اُتار دیئے۔ خدا کی قسم میں نے نہیں اتارے ان کی طرف جایئے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کہاں جبریل نے نبی قریظہ کی طرف اشارہ کیا تو نبی اکرم ﷺ ان کی طرف تشریف لے گئے، اور بخاری میں روایت ہے کہ جناب انس نے فرمایا گویا میں بنی غنم کی گلیوں میں غبار پھیلا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے سواروں سے جب کہ رسول اللہ ﷺ بنی قریظہ کی طرف چلے۔ (اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۱۳/۵۶۲۸)

حدیث ۲: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ لوگ حدیبیہ کے دن پیاسے ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک ڈول تھا جس سے حضور ﷺ نے وضو کیا۔ پھر لوگ اس طرف دوڑ پڑے بولے ہمارے پاس پانی نہیں جس سے ہم وضو کریں اور پئیں سوائے اس پانی کے جو آپ ﷺ کے ڈول میں ہے۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے اپنا ہاتھ اس ڈول میں رکھا تو پانی آپ ﷺ کی انگلیوں سے چشموں کی طرح پھوٹنے لگا۔ فرمایا کہ ہم نے پیا اور وضو کیا حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ تم کتنے تھے۔ فرمایا اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو ہم کو کافی ہوتا۔ ہم پندرہ سو تھے۔ (مسلم۔ بخاری) (اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۱۴/۵۶۲۹)

حدیث ۳: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حدیبیہ کے دن چودہ سو تھے۔ حدیبیہ

Marfat.com

ایک کنواں ہے ہم نے اس کا پانی نکال ڈالا تو اس میں ایک قطرہ بھی نہ چھوڑا۔ یہ خبر نبی اکرم ﷺ کو پہنچی، آپ ﷺ اس کنوئیں پر آئے اس کے کنارے پر بیٹھے پھر پانی کا برتن منگوایا وضو کیا اور پھر کلی کی اور دعا فرمائی پھر وہ پانی کنویں میں ڈال دیا پھر فرمایا اسے گھڑی بھر چھوڑ دو۔ پھر لوگ اپنے آپ کو اور اپنی سواریوں کو سیراب کرتے رہے حتیٰ کہ وہاں سے کوچ کیا۔ (بخاری) (اشعۃ اللمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۱۵/۵۶۳۰)

حدیث ۴: حضرت عوف ابو رجاء سے اور وہ عمران ابن حصین سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا ہم ایک سفر میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے تو حضرت ﷺ سے لوگوں نے پیاس کی شکایت کی، آپ ﷺ اترے اور فلاں کو بلایا۔ ابو رجاء جس شخص کا نام لیتے تھے اسے عوف بھول گئے اور جناب علی رضی اللہ عنہ کو بلایا پھر فرمایا تم دونوں جاؤ پانی تلاش کرو وہ چلے تو دونوں ایک عورت سے ملے جو دو بڑے یا چھوٹے توبڑوں کے درمیان تھی توبڑے پانی سے بھرے ہوئے وہ دونوں اسے نبی اکرم ﷺ کے پاس لائے اسے اس کے اونٹ سے اتارا اور نبی اکرم ﷺ نے ایک برتن منگایا پھر ان توبڑوں کے منہ سے اس میں پانی انڈیلا، اور لوگوں میں آواز دی گئی کہ پی لو۔ چنانچہ لوگوں نے خوب پیا فرمایا کہ ہم چالیس پیاسے آدمیوں نے پیا حتیٰ کہ سیر ہو گئے پھر ہم نے اپنے ساتھ والے مشکیزے اور برتن بھر لئے اللہ کی قسم! ان سے پانی لینا جب بند کیا گیا تو ہم کو خیال ہوتا تھا کہ وہ ابتداء کے مقابلے میں اب زیادہ پُر ہیں۔ (مسلم، بخاری) (اشعۃ اللمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۱۶/۵۶۳۱)

حدیث ۵: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے حتیٰ کہ ہم ایک وسیع جنگل میں اترے تو رسول اللہ ﷺ قضاء حاجت (استنجاء) کے لئے گئے تو ایسی کوئی چیز نہ پائی جس سے آڑ کریں۔ حضور ﷺ نے جنگل کے کناروں میں دو درخت دیکھے، تو رسول اللہ ﷺ ان میں سے ایک کی طرف گئے۔ ان کی شاخوں میں سے ایک شاخ پکڑی۔ فرمایا اللہ کے حکم سے میری اطاعت کرو کہ وہ آپ ﷺ کے ساتھ اس مہار والے اونٹ کی طرح چلے جو اپنے چلانے والے کی اطاعت کرتا ہے حتیٰ کہ آپ دوسرے درخت کے پاس پہنچے تو اس کی شاخوں میں سے ایک شاخ پکڑی۔ فرمایا اللہ کے حکم سے میری اطاعت کر۔ وہ بھی اسی طرح حضور ﷺ کے ساتھ چلا کہ جب ان دونوں کے بیچ میں ہوئے تو فرمایا اللہ کے حکم سے مجھ پر مل جاؤ۔ وہ دونوں مل گئے۔ میں بیٹھ گیا اپنے دل میں کچھ سوچتا تھا میرا اور طرف دھیان گیا تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو آتے ہوئے دیکھا اور درختوں کو دیکھا کہ جدا ہو گئے تھے۔ ان میں سے ہر ایک اپنی پنڈلی پر کھڑا ہو گیا تھا۔

(مسلم) (اشعۃ اللمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۱۷/۵۶۳۲)

حدیث ۶: حضرت یزید بن ابی عبید سے روایت ہے فرمایا کہ میں نے سلمہ بن اکوع کی پنڈلی میں ایک چوٹ کا اثر دیکھا تو میں نے کہا اے ابو مسلم یہ چوٹ کیسی ہے انہوں نے فرمایا کہ یہ وہ چوٹ ہے جو مجھے خیبر کے دن لگی تھی کہ لوگوں نے کہا کہ سلمہ شہید ہو گئے۔ پھر میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو حضور ﷺ نے تین بار دم فرمایا تو میں اس وقت تک تکلیف میں گرفتار نہیں ہوا۔ (بخاری)

(اشعۃ اللمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۱۸/۵۶۳۳)

حدیث ۷: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرات زید، جعفر اور ابن رواحہ کی خبر موت لوگوں کو سنائی۔ ان کی خبر آنے سے پہلے تو فرمایا کہ جھنڈا زید نے لیا وہ شہید ہو گئے پھر جعفر نے لیا وہ بھی شہید ہو گئے۔ پھر ابن رواحہ نے لیا وہ بھی شہید ہو گئے۔ آپ ﷺ کی آنکھیں اشکبار تھیں۔ حتیٰ کہ جھنڈا اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے لیا یعنی خالد بن ولید حتیٰ کہ اللہ نے ان پر فتح دی۔

(بخاری) (اشعۃ اللمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۱۹/۵۶۳۴)

حدیث ۸: حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ میں حنین کے دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاضر ہوا تو جب مسلمان و کفار بھڑ پڑے تو مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگ پڑے۔ تب رسول اللہ ﷺ کفار کی طرف اپنے خچر کو ایڑ مار رہے تھے۔ میں رسول اللہ ﷺ کے خچر کی لگام پکڑے تھا اسے روک رہا تھا کہ کہیں تیز نہ چل پڑے اور ابو سفیان ابن حارث رسول اللہ ﷺ کی رکاب پکڑے ہوئے تھے۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے عباس! بیعت رضوان والوں کو پکارو تو جناب عباس نے کہا اور وہ تھے بہت بلند آواز۔ آپ نے اپنی بلند آواز سے پکارا کہ

Marfat.com

بیعت رضوان والے کہاں ہیں؟ فرمایا اللہ کی قسم گویا جب انہوں نے میری آواز سنی تو میں نے انہیں ایسے پھیر لیا جیسے گائے اپنے بچوں پر موڑتی ہے وہ بولے ہم حاضر ہیں ہم حاضر ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کفار سے جنگ کرو۔ انصار کے متعلق پکار یہ تھی کہ کہتے تھے اے گروہ انصار اے گروہ انصار۔ راوی نے فرمایا کہ پھر بنی حارث ابن خزرج پر بلاوا محدود ہو گیا تب رسول اللہ ﷺ نے نظر دوڑائی حالانکہ آپ ﷺ اس پر جہاد کفار کے منتظر تھے تو فرمایا یہ لڑائی گرم ہونے کا وقت ہے۔ پھر چند کنکریاں لیں وہ کفار کے منہ کی طرف پھینکیں پھر فرمایا قسم ہے رب محمد کی یہ بھاگ نکلے تو خدا کی قسم کچھ نہ ہوا اس کے بعد کہ حضور ﷺ نے ان پر کنکریاں پھینکیں میں دیکھتا رہا ان کی دھار کند اور ان کا معاملہ ذلت والا۔ (مسلم)

(اشعۃ اللمعات اُردو شرح مشکوۃ جلد ۷ حدیث ۲۰/۵۶۳۵)

حدیث ۹: حضرت ابواسحاق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے ابوعمارہ تم حنین کے دن بھاگ گئے تھے تو فرمایا نہیں خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ نے پیٹھ نہیں پھیری لیکن حضور ﷺ کے نوجوان صحابہ اس طرح گئے تھے کہ ان کے پاس بہت سے ہتھیار نہ تھے تو وہ تیرانداز قوم سے ملے۔ کوئی تیر زمین پر نہ گرتا تھا تو انہوں نے مسلمانوں کو زخمی کر دیا۔ ان کے تیر خطا نہیں کرتے تھے۔ تب وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف بڑھے اور رسول اللہ ﷺ سفید خچر پر تھے اور ابوسفیان ابن حارث رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے خچر کو کھینچ رہے تھے۔ تب حضور ﷺ اترے فتح کی دعا کی اور فرمایا میں جھوٹا نبی نہیں ہوں میں عبدالمطلب کا فرزند ہوں۔ پھر مسلمانوں کی صفیں بنائیں۔ مسلم اور بخاری کی روایت میں ہے اس کے معنی ہیں ان دونوں کی روایت میں ہے کہ براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں خدا کی قسم جب سخت جنگ ہوتی تھی تو ہم حضور ﷺ کی پناہ لیتے تھے اور ہم میں بہادر وہ تھا جو ان کے یعنی رسول کے پاس کھڑا ہوتا۔ (اشعۃ اللمعات اُردو شرح مشکوۃ جلد ۷ حدیث ۲۱/۵۶۳۶)

حدیث ۱۰: حضرت سلمہ بن اکوع سے روایت ہے فرمایا ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ حنین کیا تو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی پیٹھیں پھر گئیں۔ پھر جب کفار نے رسول اللہ ﷺ کو گھیر لیا تو آپ ﷺ خچر سے اُترے پھر زمین سے مٹی کی مٹھی لی پھر اسے کفار کے چہروں کے سامنے کیا پھر فرمایا بگڑ گئے یہ چہرے تو ان میں سے اللہ نے کوئی انسان پیدا نہ فرمایا مگر اللہ نے اس کی آنکھیں اس مٹھی کی مٹی سے بھر دیں پھر وہ پیٹھ دکھا کر بھاگ گئے۔ اللہ نے انہیں شکست دے دی اور رسول اللہ ﷺ نے ان کی غنیمتیں مسلمانوں میں تقسیم فرمائیں۔ (مسلم)

(اشعۃ اللمعات اُردو شرح مشکوۃ جلد ۷ حدیث ۲۲/۵۶۳۷)

حدیث ۱۱: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حنین میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے ساتھ والوں میں سے ایک شخص کے متعلق فرمایا جو دعویٰ اسلام کرتا ہے کہ یہ دوزخ والوں میں سے ہے تو جب جنگ کا وقت آیا تو اس شخص نے سخت جہاد کیا اور اس کو زخم بہت آئے تو وہ آیا عرض کیا یارسول اللہ ﷺ غور تو فرمائیں کہ جس کے متعلق حضور ﷺ نے خبر دی کہ وہ دوزخی ہے اس نے تو اللہ کی راہ میں سخت جہاد کیا۔ حتیٰ کہ اس کو بہت زخم پہنچے تو فرمایا آگاہ رہو وہ ہے دوزخی قریب تھا کہ بعض لوگ تردد کر جائیں تو جب وہ اسی حال میں تھا کہ اس نے زخم کی تکلیف بہت محسوس کی تو اپنا ہاتھ اپنے ترکش کی طرف بڑھایا۔ ایک تیر نکالا اس سے اپنے کو ذبح کر لیا تو کچھ مسلمان رسول اللہ ﷺ کی طرف دوڑے بولے: یارسول اللہ ﷺ! رب تعالیٰ نے آپ کی بات سچی کر دی فلاں شخص نے اپنے کو ذبح کر لیا اور خودکشی کر لی۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ اکبر میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور رسول ہوں اے بلال اٹھو! اور اعلان کرو کہ جنت میں نہ جائے گا مگر مومن اور اللہ تعالیٰ اس دین کو فاسق آدمی سے بھی قوت دے گا۔ (بخاری) (اشعۃ اللمعات اُردو شرح مشکوۃ جلد ۷ حدیث ۲۳/۵۶۳۸)

حدیث ۱۲: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا گیا۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ کو خیال ہوتا تھا کہ آپ ﷺ نے فلاں کام کر لیا ہے حالانکہ کیا نہ ہوتا تھا حتیٰ کہ جب ایک دن حضور ﷺ میرے پاس تھے تو اللہ سے دعا کی پھر دعا کی پھر فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا کیا تمہیں خبر ہے کہ اللہ نے مجھے وہ بات بتا دی جو میں نے اس سے پوچھی تھی۔ میرے پاس دو شخص آئے ان میں سے ایک تو میرے سر کے پاس بیٹھا اور دوسرا میرے پاؤں کے پاس۔ پھر ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کہ ان صاحب کو کیا بیماری ہے۔ اس نے کہا ان پر جادو کیا

Marfat.com

گیا ہے۔ وہ بولا کس نے جادو کیا ہے لبید بن اعصم یہودی نے کہا کہ وہ جادو کس چیز میں کیا گیا ہے کہ کنگھی اور بالوں میں اور نر کھجور کے غلاف شگوفہ میں بولا تو وہ سامان کہاں ہے کہا ذروان کنوئیں میں۔ پھر نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ میں سے کچھ لوگوں کے ساتھ اس کنوئیں تک گئے۔ فرمایا یہی وہ کنواں ہے جو مجھے دکھایا گیا ہے اس کا پانی مہندی کے نچوڑ کی طرح ہے گویا اس کے درخت شیاطین سانپوں کے سر ہیں۔ پھر حضور ﷺ نے اسے نکلوادیا۔ (بخاری و مسلم) (اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۶۳۹/۲۴)

منافق کی نشانیاں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے۔ آپ ﷺ کچھ تقسیم فرمار ہے تھے کہ آپ ﷺ کے پاس چھوٹی کوکھ والا ایک شخص آیا جو بنی تمیم سے تھا بولا یا رسول اللہ ﷺ انصاف کیجئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا تیری خرابی ہو اگر میں انصاف نہ کروں تو کون کرے گا؟ اگر میں انصاف نہ کروں تو' تو خائب و خاسر ہو جاوے تو جناب عمر رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن ماردوں فرمایا اسے چھوڑ دو کیونکہ اس کے کچھ ساتھی ہوں گے کہ تم میں سے ہر ایک اپنی نماز ان کی نمازوں کے مقابلہ میں اور اپنے روزے ان کے روزوں کے مقابلہ میں حقیر جانے گا۔ وہ لوگ قرآن پڑھیں گے۔ قرآن ان کے گلوں کے نیچے نہ اُترے گا۔ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے کہ اس کی نوک اس کے پر اس کی قدح یعنی لکڑی، اس کی نوک کے پنچے کو دیکھو تو اس میں کچھ نہیں پایا جاتا ہے حالانکہ وہ گوبر اور خون میں سے گزرا ہے۔ اس کی نشانی ایک کالا آدمی ہے جس کے بازوؤں میں سے ایک بازو عورت کے پستان کی طرح ہوگا یا گوشت کی بوٹی کی طرح جو ہلتا ہو۔ یہ لوگ مسلمانوں کے بہترین فرقے کے خلاف خروج کریں گے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے سنی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ جناب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں پر جہاد کیا۔ میں نے اسے نبی اکرم ﷺ کی بتائی ہوئی علامت پر دیکھا اور ایک روایت میں یوں ہے کہ ایک شخص آیا دھنسی ہوئی آنکھیں ابھری ہوئی پیشانی، گھنی داڑھی اونچی کنپٹی والا سر منڈا ہوا وہ بولا اے محمد ﷺ اللہ سے ڈرو تو فرمایا کہ اگر میں اس نافرمانی کروں تو اللہ کی اطاعت کون کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے زمین والوں پر امین بنایا ہے۔ اور تم مجھے امین نہ بناؤ ایک شخص نے اس کے قتل کی اجازت مانگی حضور ﷺ نے منع فرمادیا جب وہ چلا گیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کی پشت سے ایک قوم ہوگی جو قرآن پڑھے گی قرآن ان کے گلے سے نیچے نہ اُترے گا وہ اسلام سے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے وہ مسلمانوں سے قتال کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑیں گے اگر میں انہوں پاؤں تو قوم عاد کی طرح قتل کروں۔ (بخاری، مسلم)

(اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۶۴۰/۲۵)

نبی کریم ﷺ کی دعا کا اثر اور معجزات:

حدیث ۱: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں اپنی ماں کو اسلام کی طرف بلاتا تھا وہ مشرکہ تھی ایک دن میں نے اسے دعوت دی تو اس نے مجھے رسول اللہ ﷺ کے متعلق وہ باتیں سنائیں۔ جو میں ناپسند کرتا ہوں تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں روتا ہوا گیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ رب تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت دے۔ حضور ﷺ نے کہا اے اللہ ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت دے۔ حضور ﷺ کی دعا سے۔ تو جب میں دروازے پر پہنچا تو وہ بند تھا۔ میری ماں نے میرے قدموں کی آہٹ سنی تو بولیں اے ابوہریرہ وہاں ہی رہو اور میں نے پانی کی چھلک سنی۔ انہوں نے غسل کیا پھر اپنی قمیص پہنی اور اپنا دوپٹہ لینے میں جلدی کی۔ دروازہ کھولا پھر بولیں اے ابوہریرہ میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتی ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ تو میں رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹا میں خوشی سے رو رہا تھا۔ حضور ﷺ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور دعائے خیر کی۔ (مسلم)

(اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۶۴۱/۲۶)

Marfat.com

حدیث۲: انہیں سے روایت ہے فرمایا تم کہتے ہو کہ ابوہریرہ نبی اکرم ﷺ سے روایات زیادہ کرتے ہیں اور اللہ وعدہ والا۔ ہے میرے مہاجر بھائیوں کو بازار میں چیخ و پکار مشغول رکھتی تھی اور میرے انصاری بھائیوں کو ان کے مالوں میں کام کاج مشغول رکھتا تھا۔ میں ایک مسکین آدمی تھا۔ رسول اللہ ﷺ کا دامن دل بھر کے پکڑے رہتا تھا۔ ایک دن نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ نہیں ہوسکتا کہ تم میں سے کوئی اپنا کپڑا پھیلا دے حتیٰ کہ میں اپنا یہ کلام پورا کرلوں۔ پھر وہ اپنے سینے سے لگائے پھر کبھی نہ میرا کوئی کلام بھول جاوے چنانچہ میں نے کمبل پھیلا دیا۔ پھر مجھ پر اس کے سوا اور کوئی کپڑا نہ تھا۔ حتیٰ کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنا کلام پورا کرلیا پھر میں نے وہ کمبل اپنے سینے سے لگالیا تو اس کی قسم جس نے حضور ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا میں اپنے اس دن سے حضور ﷺ کا کوئی فرمان نہ بھولا۔ (بخاری ومسلم) (اشعۃ اللمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۲۷/۵۶۴۲)

حدیث۳: حضرت جریر ابن عبداللہ سے روایت ہے فرماتے ہیں مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم مجھ کو ذوالخلصہ سے راحت نہ دو گے میں نے عرض کیا ہاں اور میں گھوڑے پر ٹھہر نہ سکتا تھا۔ میں نے یہ نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا تو حضور ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے سینہ پر لگا دیا حتیٰ کہ میں نے آپ ﷺ کے ہاتھ کا اثر اپنے سینہ میں پایا اور فرمایا الٰہی اسے ثابت رکھ، اسے ہدایت دینے والا ہدایت یافتہ بنادے۔ فرمایا اس کے بعد اپنے گھوڑے سے نہ گرا۔ پھر وہ ڈیڑھ سو سواروں میں گئے جو قبیلہ احمس سے تھے۔ ذی الخلصہ کو آگ میں جلا دیا اور اسے ڈھادیا۔
(بخاری ومسلم) (اشعۃ اللمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۲۸/۵۶۴۳)

حدیث۴: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں کاتب وحی تھا وہ اسلام سے پھر گیا اور مشرکین سے جاملا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اسے زمین قبول نہیں کرے گی۔ مجھے ابوطلحہ نے خبر دی کہ وہ اس زمین میں گئے جہاں وہی مرا تھا اسے باہر پھینکا ہوا پایا پوچھا اس میت کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہم نے اس کو بارہا دفن کیا اسے زمین نے قبول نہ کیا۔ (مسلم، بخاری) (اشعۃ اللمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۲۹/۵۶۴۴)

حدیث۵: حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ تشریف لے گئے سورج ڈوب چکا تھا۔ حضور ﷺ نے آواز سنی تو فرمایا یہود اپنی قبروں میں عذاب دیئے جارہے ہیں۔ (مسلم، بخاری) (اشعۃ اللمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۳۰/۵۶۴۵)

حدیث۶: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ایک سفر سے واپس ہوئے تو جب مدینہ سے قریب ہوئے تو ایک ہوا چلی جو سوار کو دفن کیے دیتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ہوا ایک منافق کی موت پر بھیجی گئی ہے۔ پھر مدینہ منورہ پہنچے تو منافقوں کا ایک سردار مرچکا تھا۔ (مسلم) (اشعۃ اللمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۳۱/۵۶۴۶)

حدیث۷: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نکلے حتیٰ کہ عسفان پہنچے وہاں چند شب قیام فرمایا لوگ کہتے کہ ہم یہاں کسی کام میں تو ہیں نہیں اور ہمارے بال بچے اکیلے ہم سے غائب ہیں ہم ان پر مطمئن نہیں۔ یہ خبر نبی اکرم ﷺ کو پہنچی تو فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے مدینہ میں نہ کوئی گھاٹی ہے نہ کوئی راستہ مگر اس پر دو فرشتے ہیں جو اس کی حفاظت کررہے ہیں حتیٰ کہ ہم لوگ وہاں پہنچے پھر فرمایا کوچ کرو ہم نے کوچ کیا اور مدینہ پہنچ گئے۔ اس کی قسم کھائی جاتی ہے کہ جب ہم مدینہ پہنچ گئے تو ابھی ہم نے سامان نہ اتارے تھے کہ ہم پر بنی عبداللہ بن عطفان نے حملہ کردیا حالانکہ اس سے پہلے انہیں کوئی چیز نہیں بھڑکاتی تھی۔ (مسلم)
(اشعۃ اللمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۳۲/۵۶۴۷)

حدیث۸: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں لوگوں کو سخت قحط سالی پہنچی تو جب نبی اکرم ﷺ خطبہ پڑھ رہے تھے جمعہ کے دن کہ ایک دیہاتی اٹھا بولا یارسول اللہ ﷺ مال برباد ہوگیا اور بچے بھوکے ہوگئے آپ ہمارے لئے اللہ سے دعا فرمائیں تو حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ اٹھائے ہم آسمان میں بادل نہیں دیکھتے تھے تو اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ حضور ﷺ نے ہاتھ نیچے نہ کیے تھے حتیٰ کہ بادل پہاڑوں کی طرح اٹھا پھر حضور ﷺ نے اپنے منبر سے نہ اترے حتیٰ کہ میں نے آپ کی داڑھی پر بارش ٹپکتے دیکھی

Marfat.com

پھر ہم پر آج اور کل اور پرسوں ہوتی رہی دوسرے جمعہ تک اور یہ ہی بدوی یا کوئی دوسرا آدمی کھڑا ہوا عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ عمارتیں گر گئیں مال ڈوب گئے آپ اللہ سے دعا کریں تو حضور ﷺ عرض کیا یا الٰہی ہمارے آس پاس برسا ہم پر نہ برسا۔ پھر آپ بادل کے کسی گوشہ کی طرف اشارہ فرماتے مگر وہ چلا جاتا ہے اور مدینہ تالاب کی طرح ہو گیا اور وادی قنات ایک مہینہ تک بہتی رہی کسی طرف سے کوئی نہ آیا مگر اس نے بارش کی خبر دی۔ ایک روایت میں ہے کہ انہیں ہم پر نہ برسا ہمارے آس پاس برسا الٰہی ٹیلوں پر اور پہاڑوں پر اور جنگلوں کے اندرون پر اور درختوں کے اگنے کی جگہ پر برسا، فرمایا، تو بارش رک گئی اور ہم دھوپ میں چلنے لگے۔ (بخاری، مسلم) (اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۳۳/۵۶۴۸)

حدیث ۹: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جب خطبہ پڑھتے تو کھجور کے ایک ڈنڈے سے ٹیک لگا لیتے تھے جو مسجد کے ستونوں میں سے تھا۔ جب حضور ﷺ کے لئے منبر بنا دیا گیا تو آپ ﷺ اس پر جلوہ گر ہوئے تو جس ڈنڈا کے پاس آپ خطبہ پڑھتے تھے وہ چیخ پڑا حتیٰ کہ قریب تھا کہ چر جاوے نبی اکرم ﷺ منبر سے اترے حتیٰ کہ اسے پکڑا، اپنے سے چمٹایا تو وہ سسکیاں بھرنے لگا۔ اس بچے کی سسکیوں کی طرح جسے چپایا جاوے۔ حتیٰ کہ قرار پکڑ گیا۔ راوی نے کہا کہ وہ اس ذکر الٰہی پر رویا جو وہ سنا کرتا تھا۔

(بخاری بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۳۴/۵۶۴۹)

حدیث ۱۰: حضرت مسلمہ بن اکوع سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنے بائیں ہاتھ سے کھایا تو آپ نے فرمایا اپنے داہنے ہاتھ سے کھا وہ بولا اس میں طاقت نہیں رکھتا۔ فرمایا اب طاقت نہ رکھے گا اسے صرف تکبر نے اس سے منع کیا۔ راوی نے فرمایا کہ وہ پھر یہ ہاتھ اپنے منہ تک نہ اٹھا سکا۔ (مسلم) (اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۳۵/۵۶۵۰)

حدیث ۱۱: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار اہل مدینہ گھبرا گئے تو نبی اکرم ﷺ ابوطلحہ کے سست گھوڑے پر سوار ہوئے اور وہ اڑتا بھی تھا۔ جب حضور ﷺ لوٹے تو فرمایا ہم نے تمہارے اس گھوڑے کو دریا پایا۔ پھر اس کے بعد وہ گھوڑا نہیں مقابلہ کیا جاتا تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس دن کے بعد کبھی پیچھے نہ رہا۔ (بخاری) (اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۳۶/۵۶۵۱)

حدیث ۱۲: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میرے والد کی وفات ہوئی ان پر قرض تھا میں ان کے قرض خواہوں سے درخواست کی وہ اپنے قرض کے عوض موجودہ چھوارے لے لیں انہوں نے انکار کیا تو میں نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا میں نے عرض کیا کہ حضور ﷺ جانتے ہیں کہ میرے والد اُحد کے دن شہید ہو گئے اور بہت سا قرض چھوڑ گئے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کو قرض خواہ دیکھیں فرمایا جاؤ ہر قسم کے چھواروں کا ایک ایک طرف ڈھیر لگا دو۔ میں نے یہ کام کر دیا پھر میں نے حضور ﷺ کو بلایا جب قرض خواہوں نے حضور ﷺ کو دیکھا تو شاید وہ اس گھڑی مجھ پر بھڑک گئے پھر جب حضور ﷺ نے ان لوگوں کا یہ عمل دیکھا تو ان میں سے بڑے ڈھیر کے آس پاس تین چکر گھومے پھر اس پر بیٹھ گئے۔ پھر فرمایا اپنے قرض خواہوں کو ہمارے سامنے بلاؤ پھر آپ ﷺ ناپ کراتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے میرے باپ کا سارا قرض ادا کر دیا۔ میں اس پر راضی تھا کہ اللہ میرے والد کا قرض ادا کر دے۔ میں اپنے بہنوں کو ایک چھوارا بھی نہ پہنچاؤں مگر اللہ نے سارے ڈھیر سلامت رکھے اور حتیٰ کہ میں اس ڈھیر کو دیکھتا تھا جس پر نبی اکرم ﷺ تھے۔ گویا اس میں سے ایک چھوارا بھی کم نہیں ہوا۔

(بخاری) (اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۳۷/۵۶۵۲)

حدیث ۱۳: انہی سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ام مالک نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں اپنے ڈبہ میں گھی کا ہدیہ بھیجا کرتی تھیں۔ ان کے پاس ان کے بچے آتے ان سے سالن مانگتے حالانکہ ان کے پاس کچھ نہ ہوتا تو وہ اس ڈبے کی طرف جاتیں جس میں نبی اکرم ﷺ کو ہدیہ بھیجا کرتی تھیں تو اس میں گھی پاتی تھیں۔ ان کے لئے ان کے گھر کا یہ سالن رہا۔ حتیٰ کہ انہوں نے اسے نچوڑ لیا پھر وہ نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئیں فرمایا کیا تم نے اسے نچوڑ لیا۔ عرض کیا ہاں! فرمایا اگر تم اسے چھوڑ دیتیں تو وہ باقی رہتا۔ (مسلم) (اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۳۸/۵۶۵۳)

Marfat.com

کھانا وغیرہ سامنے رکھ کر اللہ تعالیٰ کی کلام پاک پڑھنے سے کھانے میں برکت ہوتی ہے:

حدیث ۱: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ابوطلحہ نے ام سلیم رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی آواز کمزور سنی ہے جس میں بھوک محسوس کرتا ہوں۔ کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے وہ بولیں ہاں چنانچہ انہوں نے جو کی چند ٹکیاں (روٹیاں) نکالیں اپنا دوپٹہ نکالا تو اسکے بعض سے روٹیاں لپیٹیں پھر اسے میرے ہاتھ سے چھپادیا اور بعض حصہ لپیٹ دیا۔ پھر مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا تو میں وہ لے گیا۔ تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو مسجد میں پایا۔ آپ ﷺ کے ساتھ لوگ تھے میں نے انہیں سلام کیا تو مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم کو ابوطلحہ نے بھیجا ہے میں نے کہا ہاں فرمایا کھانا دے کر۔ میں نے کہا ہاں۔ تب رسول اللہ ﷺ نے اپنے پاس والوں سے کہا اٹھو۔ حضور ﷺ چلے اور میں ان کے سامنے چلا حتیٰ کہ ابوطلحہ کے پاس آیا تو میں نے انہیں یہ خبر دی ابوطلحہ نے کہا اے ام سلیم رسول اللہ ﷺ لوگوں کو لے کر تشریف لے آئے ہمارے پاس کھانا نہیں جو انہیں کھلائیں وہ بولی اللہ اور رسول ہی جانیں۔ ابوطلحہ چلے رسول اللہ ﷺ سے ملے۔ پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور ابوطلحہ حضور ﷺ کے ساتھ تھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ام سلیم! جو کچھ تمہارے پاس ہے لاؤ چنانچہ یہ ہی روٹیاں لائیں۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں حکم دیا وہ توڑ دی گئیں۔ ام سلیم نے ڈبہ نچوڑا اسے سالن بنادیا پھر اس میں رسول اللہ ﷺ نے وہ پڑھا جس کا پڑھنا اللہ نے چاہا۔ پھر فرمایا دس آدمیوں کو اجازت دو انہیں بلایا گیا۔ انہوں نے کھایا حتیٰ کہ سیر ہو گئے پھر چلے گئے پھر فرمایا اور دس کو بلاؤ پھر اور دس کو تو ساری قوم نے کھالیا اور سیر ہو گئے قوم کل ستر یا اسی آدمی تھے (بخاری و مسلم) اور مسلم کی ایک روایت میں یوں ہے کہ دس کو بلاؤ وہ آئے فرمایا کھاؤ بسم اللہ پڑھ کر، انہوں نے کھایا حتیٰ کہ یہی معاملہ اسی آدمیوں سے کیا گیا پھر نبی اکرم ﷺ اور گھر والوں نے کھایا اور بقیہ چھوڑ بھی دیا اور بخاری کی حدیث ایک روایت میں یوں ہے کہ فرمایا کہ میرے پاس دس آدمی لاؤ حتیٰ کہ چالیس آدمی گنائے۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے کھایا تو میں دیکھنے لگا کہ کیا اس میں سے کچھ کم ہوا اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ پھر بقیہ لیا اسے جمع کیا۔ فرمایا پھر اس میں برکت کی دعا کی تو وہ جیسا تھا ویسا ہی ہو گیا تو فرمایا اسے لو۔ (بحوالہ اشعۃ اللمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۶۵۴/۳۹)

حدیث ۲: انہیں سے روایت ہے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک برتن لایا گیا آپ زورا (ایک جگہ کا نام) میں تھے تو حضور ﷺ نے برتن میں اپنا ہاتھ رکھا تو اپنی آپ کی انگلیوں سے پانی پھوٹنے لگا۔ قوم نے وضو کرلیا۔ قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس سے کہا کہ تم کتنے تھے؟ فرمایا تین سو یا چار سو کے قریب (مسلم، بخاری) (بحوالہ اشعۃ اللمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۶۵۵/۴۰)

حدیث ۳: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ہم معجزات کو برکت شمار کرتے تھے اور تم انہیں ڈر کی چیز سمجھتے ہو ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے تو پانی کم ہو گیا۔ فرمایا کچھ بچا ہوا پانی تلاش کرو، لوگ ایک برتن لائے جس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ حضور ﷺ نے برتن میں اپنا ہاتھ ڈال دیا جس میں تھوڑا سا پانی تھا پھر فرمایا آؤ برکت والے پاک پانی اور اللہ کی برکت پر۔ میں نے پانی کو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی انگلیوں کے درمیان سے پھوٹ رہا ہے اور یقیناً ہم کھانے کی تسبیح سنتے تھے حالانکہ وہ کھایا جاتا تھا۔ (بخاری)

(بحوالہ اشعۃ اللمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۶۵۶/۴۱)

حدیث ۴: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا تو فرمایا تم اپنی رات بھر اور کل تک چلتے رہو گے اور انشاء اللہ کل پانی تک پہنچو گے تو لوگ چلے اس طرح کہ کوئی کسی پر توجہ نہیں کرتا تھا۔ ابوقتادہ فرماتے ہیں کہ جب کہ رسول اللہ ﷺ چل رہے تھے حتیٰ کہ رات آدھی ہو گئی تو آپ راستہ سے ہٹ گئے۔ آپ اپنا سر مبارک رکھا پھر فرمایا کہ ہم پر ہماری نماز کی حفاظت کرنا تو پہلے جو صاحب جاگے وہ رسول اللہ ﷺ تھے جب کہ دھوپ آپ کی پشت شریف میں تھی۔ پھر فرمایا سوار ہو چنانچہ ہم سوار ہوئے پھر چلے حتیٰ کہ جب سورج چڑھ گیا تو حضور ﷺ اترے پھر وضو کا برتن منگایا جو میرے ساتھ تھا جس میں کچھ پانی تھا تو اس سے وضو کیا ہلکا وضو کیا عام وضوؤں سے کم فرمایا کہ کچھ باقی رہ

Marfat.com

گیا، فرمایا اس برتن کو میرے لئے سنبھال کے رکھنا کہ اس سے ایک قابل حکایت معجزہ ہوگا۔ پھر جناب بلال رضی اللہ عنہ نے نماز کی اذان کہی پھر رسول اللہ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر فجر کے فرض پڑھے اور سوار ہو گئے ہم حضور ﷺ کے ساتھ سوار ہوئے تو ہم لوگوں تک اس وقت پہنچے جب دن چڑھ گیا اور ہر چیز گرم ہو گئی لوگ کہہ رہے تھے یا رسول اللہ ﷺ ہم ہلاک ہو گئے ہم پیاسے ہو گئے تو فرمایا تم پر ہلاکت نہ آئے گی اور وضو کا برتن منگایا تو آپ انڈیلنے لگے اور ابو قتادہ لوگوں کو پلانے لگے۔ دیر نہ ہوئی تھی کہ لوگوں نے برتن میں پانی دیکھ لیا لوگ اس پر ٹوٹ پڑے۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اخلاق اچھے رکھو تم سب سیر ہو جاؤ گے۔ راوی نے فرمایا کہ لوگوں نے ایسا ہی کیا پھر رسول اللہ ﷺ انڈیلنے لگے اور میں پلانے لگا حتیٰ کہ میرے اور رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی باقی نہ رہا پھر انڈیلا مجھ سے فرمایا پیو میں نے عرض کیا میں نہیں پیوں گا حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ پی لیں تو فرمایا قوم کو پلانے والا آخر میں ہوتا ہے فرمایا تو پی لے اور حضور ﷺ نے پیا فرمایا راوی نے کہ لوگ پانی پر پہنچے خوب سیر ہو کر راحت • یافتہ، ان کی صحیح میں یوں ہی ہے اور ایسے ہی ہے۔ کتاب حمیدی، اور جامع الاصول اور زیادہ مصابیح میں آخر حکم کے بعد لفظ شر باز یادہ فرمایا۔

(بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوۃ جلد ۷ حدیث ۴۲/ ۵۶۵۷)

حدیث ۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا ہے کہ جب غزوہ تبوک کا دن ہوا تو لوگوں کو بھوک نے گھیر لیا جناب عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ان لوگوں سے ان کے بچے ہوئے توشے منگوایئے پھر ان کے لئے اللہ سے اس کھانے پر برکت کی دعا کیجئے۔ فرمایا ہاں چنانچہ دستر خوان منگوایا اسے بچھایا پھر ان کے بچے ہوئے توشہ منگوائے تو کوئی شخص ایک مٹھی جوار لانے لگا اور کوئی ایک مٹھی چھوہارے اور کوئی دوسرا روٹی کا ٹکرا حتیٰ کہ دستر خوان پر تھوڑی سی چیز جمع ہو گئی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے برکت کی دعا کی۔ پھر فرمایا کہ اسے اپنے برتنوں میں لے لو۔ چنانچہ لوگوں نے اپنے برتنوں میں لے لیا حتیٰ کہ لشکر میں کوئی برتن نہ چھوڑا مگر اسے بھر لیا پھر کھایا حتیٰ کہ سیر ہو گئے اور باقی بچ رہا تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ کوئی بندہ اس گواہی کو لے کر اللہ سے نہ ملے گا جب کہ شک نہ کرے پھر وہ جنت سے حجاب میں بھی رہے (مسلم) (بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوۃ جلد ۷ حدیث ۴۳/ ۵۶۵۸)

حدیث ۶: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جناب زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح میں نوشاہ تھے۔ میری ماں ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کچھ چھوارے گھی اور پنیر کا ارادہ کیا اس سے حلوہ بنایا اسے ایک پیالہ میں ڈالا۔ بولیں اے انس یہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے جاؤ۔ عرض کرو کہ میری ماں نے یہ آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا ہے وہ آپ کو سلام کہتی ہیں اور عرض کرتی ہیں کہ یہ آپ کے لئے ہماری طرف سے تھوڑا سا ہدیہ ہے اے اللہ کے رسول چنانچہ میں گیا اور میں نے یہ عرض کیا: اسے رکھ دو۔ پھر فرمایا جاؤ ہمارے پاس فلاں کو اور فلاں کو بلا لاؤ جن کا حضور ﷺ نے نام لیا اور جس سے تم ملو ہمارے پاس بلا لاؤ۔ میں انہیں بھی بلا لایا جس کا نام لیا تھا اور اسے بھی جس سے میں ملا۔ پھر میں لوٹا تو گھر حاضرین سے بھرا ہوا تھا چنانچہ انس سے کہا گیا کہ کتنے شمار کے لوگ تھے فرمایا قریب تین سو۔ پھر میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ اس حلوہ پر ہاتھ رکھا اور جو اللہ چاہا پڑھا۔ پھر حضور ﷺ دس دس کو بلانے لگے وہ اس سے کھانے لگے حضور ﷺ ان سے فرماتے تھے کہ اللہ کا نام لو اور ہر شخص اپنے سامنے سے کھائے۔ فرمایا کہ لوگوں نے کھایا حتیٰ کہ سیر ہو گئے ایک ٹولہ نکلتا تھا، دوسرا ٹولہ آتا تھا۔ حتیٰ کہ سب نے کھا لیا پھر مجھ سے حضور ﷺ نے فرمایا: اے انس اٹھا لو! میں نے اٹھا لیا جب اٹھایا تو مجھے پتہ نہیں کہ جب رکھا گیا تھا جب زیادہ تھا یا جب اٹھایا گیا۔

(مسلم بخاری) (بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوۃ جلد ۷ حدیث ۴۴/ ۵۶۵۹)

دیگر معجزات (دعا سے برکت اور پیش گوئیاں وغیرہ)

حدیث ۱: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جہاد کیا میں اونٹنی پر تھا جو تھک گئی تھی اور چل نہ سکتی تھی مجھے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تمہارے اونٹ کو کیا ہوا، میں نے کہا کہ تھک گیا ہے تب رسول اللہ ﷺ پیچھے چلے اونٹ کو ڈانٹا

Marfat.com

پھر اس کے لئے دُعا کی تو وہ دوسرے اونٹ کے آگے چلنے لگا پھر مجھ سے فرمایا اپنے اونٹ کو کیسا دیکھتے ہو میں نے کہا خیریت سے ہے اسے آپ ﷺ کی برکت پہنچ گئی فرمایا تو کیا تم اسے ایک اوقیہ میں میرے ہاتھ فروخت کرو گے میں نے اونٹ حضور ﷺ کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کر دیا کہ مجھے مدینہ تک اس کی پشت پر سواری کا حق ہو جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے میں صبح کو آپ ﷺ کے پاس لے گیا مجھے حضور ﷺ نے اس کی قیمت بھی دی اور اونٹ بھی لوٹا دیا (مسلم، بخاری)

(بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۴۵/۵۶۶۰)

حدیث ۲: ابو حمید ساعدی سے روایت ہے فرماتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ تبوک میں گئے تو وادی قریٰ میں ایک عورت کے باغ میں پہنچے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس باغ میں پھلوں کا اندازہ لگاؤ ہم نے لگایا اور رسول اللہ ﷺ نے دس وسق اندازہ لگایا اور اس عورت سے کہا کہ اس کے وزن کا خیال رکھنا حتیٰ کہ ہم تجھ تک انشاء اللہ واپس ہوں ہم چلے گئے حتیٰ کہ تبوک پہنچ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آج رات تم پر سخت ہوا چلے گی تو اس میں کوئی کھڑا نہ ہو جس کے پاس اونٹ ہو وہ اس کی رسی مضبوط باندھ دے۔ چنانچہ بہت سخت ہوا چلی ایک شخص کھڑا ہو گیا اسے ہوا نے اٹھا لیا حتیٰ کہ اسے طے کے پہاڑوں میں پھینک دیا۔ پھر ہم آئے حتیٰ کہ وادی قریٰ پہنچے رسول اللہ ﷺ نے اس عورت سے اس کے باغ کے متعلق پوچھا کہ اسکے پھل کس حد تک پہنچے وہ بولی دس وسق۔ (مسلم، بخاری)

(بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۴۶/۵۶۶۱)

حدیث ۳: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تم مصر فتح کرو گے وہ وہ جگہ ہے جس میں قیراط کا بہت نام لیا جاتا ہے تو جب تم اسے فتح کرو گے تو اس کے باشندوں سے بھلائی کرنا کیونکہ اسکا احترام ہے اور قرابت داری ہے یا فرمایا کہ سسرالی رشتہ ہے پھر جب تم دو شخصوں کو اینٹ بھر جگہ میں جھگڑتے دیکھو تو وہاں سے نکل جانا۔ راوی نے فرمایا کہ میں نے عبدالرحمٰن بن شرحبیل ابن حسنہ اور ان کے بھائی ربیعہ کو دیکھا کہ وہ ایک ایک اینٹ بھر جگہ میں جھگڑ رہے تھے تو میں وہاں سے نکل گیا۔ (مسلم)

(بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۴۷/۵۶۶۲)

حدیث ۴: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے وہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں فرمایا میرے ساتھیوں میں اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا کہ میری امت میں بارہ منافق ہیں جو جنت میں داخل نہ ہوں گے اور نہ اس کی خوشبو پائیں گے حتیٰ کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں داخل ہو جاوے۔ ان میں سے آٹھ وہ ہیں جنہیں ایک پھوڑا ہی کافی ہوگا۔ آگ کا شعلہ جو ان کے کندھوں میں ظاہر ہوگا حتیٰ کہ ان کے سینوں میں پار ہو جائے گا (مسلم) (بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۴۸/۵۶۶۳)

حدیث ۵: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ابو طالب شام کی طرف گئے۔ ان کے ساتھ نبی اکرم ﷺ قریش کے سرداروں کی جماعت میں تشریف لے گئے جب وہ اس راہب پر پہنچے تو اُترے اپنی سواریاں کھولیں۔ ان کے پاس وہ راہب آیا حالانکہ اس سے پہلے یہ لوگ اس پر گزرتے تھے۔ وہ ان کے پاس نہ آتا تھا فرمایا کہ یہ لوگ اپنا سامان کھول رہے تھے راہب ان لوگوں کے درمیان گھسنے لگا۔ حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر بولا یہ تمام نبیوں کے سردار ہیں، یہ ربّ العالمین کے رسول ہیں۔ اللہ انہیں جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گا، تو سرداران قریش نے اس سے کہا کہ تجھے کیسے علم ہوا وہ بولا کہ تم جب اس گھاٹی سے سامنے آئے تو کوئی درخت پتھر نہ رہا مگر وہ سجدے میں گر گیا۔ یہ مخلوق نبی کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتی اور میں انہیں مہر نبوت سے پہچانتا ہوں جو ان کے کندھے کی ہڈی کے نیچے سیب کی طرح ہے پھر وہ لوٹ گیا ان لوگوں کے لئے کھانا لایا اور حضور ﷺ اونٹ چرانے میں مشغول تھے تو بولا انہیں بلا بھیجو۔ چنانچہ آپ ﷺ آئے آپ ﷺ پر بادل تھا جو سایہ کر رہا تھا جب آپ ﷺ قوم سے قریب ہوئے تو ان کو درخت کے سایہ میں پہلے پہنچا ہوا پایا۔ جب حضور ﷺ بیٹھے تو درخت کا سایہ آپ ﷺ پر جھک گیا۔ وہی بولا دیکھو درخت کا سایہ آپ ﷺ پر جھک گیا پھر بولا میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں ان کا ولی کون ہے؟ لوگوں نے کہا ابو طالب ہیں وہ انہیں

Marfat.com

قسمیں دیتا رہا۔ حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کو ابو طالب نے لوٹا دیا اور حضور ﷺ کے ساتھ ابو بکر اور بلال کو بھیجا[1]۔ اس راہب نے آپ کو بسکٹ اور نیل کا توشہ دیا۔ (ترمذی) (بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۴۹/۵۶۶۴)

حدیث ۶: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مکہ میں تھا ہم اس کے بعض اطراف میں گئے تو کوئی درخت پتھر آپ کے سامنے نہ آیا مگر وہ کہتا تھا یا رسول اللہ ﷺ آپ پر سلام ہو (ترمذی و دارمی)

(بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۰/۵۶۶۵)

حدیث ۷: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں اس رات جس رات میں معراج کرائی گئی براق لایا گیا۔ لگام و زین دیا ہوا تو آپ پر اس نے سرکشی کی تو اس سے جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ کیا محمد ﷺ کے ساتھ تو یہ کرتا ہے ان سے زیادہ اللہ کے نزدیک عزت والا تجھ پر کوئی نہیں سوار ہوا فرمایا وہ پسینہ سے نچوڑ گیا (ترمذی) یہ حدیث غریب ہے۔

(بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۱/۵۶۶۶)

حدیث ۸: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جب ہم بیت المقدس تک پہنچے تو جبرئیل علیہ السلام نے اپنی انگلی سے اشارہ کیا جس سے پتھر چر گیا، اس سے براق باندھا (ترمذی) (بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۲/۵۶۶۷)

حدیث ۹: حضرت یعلی رضی اللہ عنہ بن مرہ ثقفی سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے تین چیزیں دیکھیں جب کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہے تھے کہ ہم ایک اونٹ پر گزرے جس پر پانی دیا جا رہا تھا تو جب حضور ﷺ کو دیکھا تو چیخا اپنی گردن رکھ دی۔ اس پر نبی اکرم ﷺ کھڑے ہو گئے فرمایا: اس اونٹ کا مالک کہاں ہے وہ حضور ﷺ کے پاس آیا فرمایا اسے میرے ہاتھ بیچ دے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ ہم یہ حضور ﷺ کو ہبہ کرتے ہیں۔ یہ ایسے گھر والوں کا ہے جن کے پاس اس کے سوا کوئی ذریعہ معاش نہیں۔ فرمایا جب تم نے اس کا یہ حال بیان کیا تو اس نے زیادتی کام اور چارہ کی کمی کی شکایت کی تم اس سے اچھا سلوک کرو۔ پھر ہم چلے حتیٰ کہ ایک منزل میں اُترے تو نبی اکرم ﷺ سو گئے ایک درخت زمین چیرتا ہوا آیا حتیٰ کہ آپ ﷺ پر سایہ کر لیا پھر اپنی جگہ لوٹ گیا پھر جب بیدار ہوئے تو میں نے حضور ﷺ سے یہ ذکر کیا۔ فرمایا وہ درخت ہے جس نے اپنے رب سے یہ اجازت چاہی کہ رسول اللہ ﷺ کو سلام کرے تو اسے اجازت دے دی۔ راوی نے کہا کہ پھر ہم ایک گھاٹ پر گزرے تو آپ ﷺ کے پاس ایک عورت بچہ لائی جسے دیوانگی تھی تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا بانسہ پکڑا پھر فرمایا کہ نکل میں محمد رسول اللہ ہوں۔ پھر ہم چلے تو جب لوٹے تو اس گھاٹ پر گزرے اس سے بچہ کے متعلق پوچھا۔ وہ بولی اس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا آپ کے بعد ہم نے اس سے کوئی شبہ کی چیز نہ دیکھی۔ شرح السنہ میں روایت کی گئی۔ (بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۳/۵۶۶۸)

حدیث ۱۰: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک عورت اپنا بچہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لائی بولی یا رسول اللہ ﷺ میرے بچے کو دیوانگی ہے اور اسے جنون شام سویرے پکڑتا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے سینے پر ہاتھ پھیرا اور دعا کی، اسے قے ہوئی اور اس کے پیٹ سے کالا سا پلا نکلا جو چلتا تھا۔ (دارمی) (بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۴/۵۶۶۹)

حدیث ۱۱: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آئے جبکہ

---

[1] اس سفر میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا ساتھ بھیجنا کیا ہے؟ کیونکہ ابھی تو ان کی ولادت نہ ہوئی تھی اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ ابھی چھوٹے تھے کیونکہ حضور ﷺ سے اڑھائی سال چھوٹے ہیں اور ان دنوں حضرت سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال کو خریدا ابھی نہ تھا۔ لہٰذا امام ذہبی نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے بعض نے اسے باطل کہا۔ حافظ ابن حجر، اصابہ میں کہتے ہیں اس حدیث کے رجال ثقہ میں ہاں اس کے الفاظ منکر ہیں تو ممکن ہے وہم کی وجہ سے دوسری روایت کے الفاظ کو اس میں شامل کر دیا گیا ہو۔ امام جزری کہتے ہیں کہ اس حدیث کے رجال بخاری و مسلم کے رجال ہیں لیکن ذکر سیدنا ابو بکر و بلال رضی اللہ عنہ غیر محفوظ ہے۔ انہوں نے وہم کی بنا پر انہیں ذکر کر دیا ہے اور شاید حضرت بلال رضی اللہ عنہ ان دنوں پیدا ابھی نہ ہوئے ہوں۔

Marfat.com

آپ ﷺ غمگین بیٹھے تھے مکہ والوں کی ایذاء رسانی کی وجہ سے خون سے رنگین تھے، عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ کو ایک نشان دکھاؤں۔ فرمایا ہاں انہوں نے آپ کے پیچھے ایک درخت کی طرف دیکھا عرض کیا اسے بلایئے، حضور ﷺ نے اسے بلایا وہ آ گیا آپ ﷺ کے سامنے کھڑا ہو گیا پھر عرض کیا اسے حکم دیجئے کہ لوٹ جائے، حضور ﷺ نے اسے حکم دیا وہ لوٹ گیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے کافی ہے۔ مجھے کافی (دارمی) (بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۵/۵۶۷۰)

حدیث ۱۲: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ ایک بدوی آیا جب قریب ہوا تو اس سے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کیا تو یہ گواہی دیتا ہے کہ ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ حضور محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں وہ بولا جو آپ ﷺ کہتے ہیں اس پر گواہی کون دیتا ہے فرمایا درخت خاردار اسے رسول ﷺ نے بلایا وہ جنگل کے کنارہ پر تھا وہ زمین چیرتا ہوا آیا حتیٰ کہ آپ ﷺ نے اس سے تین بار گواہی لی، اس نے تین بار گواہی دی کہ حضور ﷺ ویسے ہی ہیں جیسے انہوں نے فرمایا پھر اپنی جھاڑی کی طرف لوٹ گیا (دارمی) (بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۶/۵۶۷۱)

حدیث ۱۳: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا کہ ایک دیہاتی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا بولا میں کیسے پہچانوں کہ آپ نبی اکرم ﷺ ہیں۔ فرمایا اگر میں اس خوشہ کو اس درخت سے بلاؤں تو وہ گواہی دے گا میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے بلایا وہ کھجور کے درخت سے اترنے لگا حتیٰ کہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں گر گیا۔ پھر فرمایا لوٹ جاؤ، وہ لوٹ گیا یہ دیہاتی مسلمان ہو گیا۔

(ترمذی) (بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۷/۵۶۷۲)

حدیث ۱۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک بھیڑیا کسی چرواہے کی بکریوں کی طرف گیا ان میں سے ایک بکری پکڑی اسے چرواہے نے تلاش کیا حتیٰ کہ بکری کو اس سے چھڑا لیا۔ فرمایا کہ بھیڑیا ٹیلہ پر چڑھ گیا وہاں بیٹھ گیا اور دم دبالی اور بولا کہ میں نے اس روزی کا ارادہ کیا جو مجھے اللہ نے دی میں نے اسے لیا پھر تو نے وہ مجھ سے چھین لی تو یہ شخص بولا اللہ کی قسم میں نے آج جیسا واقعہ کبھی نہیں دیکھا۔ بھیڑیا باتیں کر رہا ہے تو بھیڑیا بولا کہ اس سے عجیب تو یہ ہے کہ ایک صاحب پہاڑوں کے بیچ کھجوروں کے جھنڈ میں تم کو گزشتہ اور آنے والی باتوں کی خبر دے رہے تھے۔ وہ شخص یہودی تھا وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو آپ کو یہ خبر دی اور مسلمان ہو گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کی تصدیق فرمائی پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ قیامت کے آگے نشانیاں ہیں قریب ہے کہ ایک شخص نکلے گا تو نہ بولے گا حتیٰ کہ اس کے جوتے اور اس کا کوڑا اسے ان باتوں کی خبریں دیں گے جو اس کے پیچھے اس کے گھر والوں نے کیں۔ (شرح السنۃ) (بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۸/۵۶۷۳)

حدیث ۱۵: حضرت ابو العلاء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ سمرہ ابن جندب سے راوی ہیں کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک پیالہ سے صبح سے رات تک باری باری کھاتے رہتے تھے کہ دس اٹھتے اور دس بیٹھتے تھے ہم نے کہا کہ کہاں سے بڑھتا تھا۔ فرمایا تم کس چیز سے تعجب کرتے ہو وہ نہ بڑھتا تھا مگر وہاں سے اور اپنے ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ (ترمذی، دارمی) (بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۹/۵۶۷۴)

حدیث ۱۶: حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ بدر کے دن تین سو پندرہ حضرات کی جماعت میں تشریف لے گئے عرض کیا الٰہی یہ ننگے پاؤں ہیں انہیں سواریاں دے یہ ننگے بدن ہیں انہیں لباس دے، الٰہی یہ بھوکے ہیں انہیں سیر فرما دے اللہ نے حضور ﷺ کو فتح دی۔ ان غازیوں میں کوئی شخص نہ تھا مگر وہ ایک یا دو اونٹ لے کر لوٹا انہیں کپڑا بھی ملا اور وہ سیر ہوئے (ابوداؤد)

(بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۶۰/۵۶۷۵)

حدیث ۱۷: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے فرمایا کہ تمہاری مدد کی جائے گی اور تم غنیمتیں پانے والے ہو تم کو فتح دی جاوے گی تو جو تم میں سے یہ پائے وہ اللہ سے ڈرے بھلائیوں کا حکم دے برائیوں سے روکے۔

(ابوداؤد) (بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۶۱/۵۶۷۶)

Marfat.com

حدیث ۱۸: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خیبر والوں میں سے ایک یہودیہ عورت نے بھنی بکری میں زہر ملا دیا پھر اس نے وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ہدیہ کر دی۔ رسول اللہ ﷺ نے دستی لی اس میں کھایا۔ آپ ﷺ کے صحابہ کی ایک جماعت نے کھایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے ہاتھ اٹھالو اور یہودی عورت کے پاس کسی کو بھیجا اسے بلایا فرمایا کیا تو نے اس بکری میں زہر ملایا ہے؟ وہ بولی آپ ﷺ کو کس نے بتایا؟ فرمایا مجھے اس دستی نے بتایا جو میرے ہاتھ میں ہے وہ بولی ہاں۔ میں نے کہا کہ اگر وہ سچے نبی ہیں تو انہیں نقصان نہ دے گا اور اگر نبی نہیں ہیں تو ہم ان سے راحت پا جائیں گے رسول اللہ ﷺ نے اسے معاف فرمادیا اسے سزا نہ دی۔ آپ ﷺ کے جن صحابہ نے اس بکری سے کچھ کھایا وہ وفات پا گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے کندھوں پر پچھنے لگوائے اس وجہ سے کہ آپ ﷺ نے بکری سے کچھ کھایا تھا۔ ابو ہند نے پچھنے لگوائے سنگی اور چھری سے، وہ بیاضہ انصاری کے غلام تھے۔ (ابوداؤد، دارمی) (بحوالہ اشعۃ اللمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۶۲/۵۶۷۷)

حدیث ۱۹: حضرت سہل ابن حنظلیہ سے روایت ہے کہ لوگ حنین کے دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چلے تو انہوں نے بہت دراز سفر کیا حتیٰ کہ شام ہو گئی تو ایک سوار آیا عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں فلاں فلاں پہاڑ پر چڑھا تو میں نے ہوازن کو دیکھا جو سارے کا سارا قبیلہ اپنی عورتوں جانوروں کے ساتھ حنین میں جمع ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرمایا اور ارشاد کیا کہ انشاء اللہ یہ سب کچھ کل مسلمانوں کی غنیمت بنے گی۔ پھر فرمایا کہ آج رات ہماری حفاظت کون کرے گا۔ انس بن مرثد غنوی رضی اللہ عنہ بولے یا رسول اللہ ﷺ میں کروں گا۔ فرمایا سوار ہو جاؤ چنانچہ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ فرمایا اس گھاٹی کے سامنے جاؤ حتیٰ کہ اس کی بلندی پر پہنچ جاؤ پھر جب ہم نے سویرا کیا تو رسول اللہ ﷺ اپنے مصلے پر تشریف لائے دو رکعتیں پڑھیں پھر فرمایا کہ کیا تم نے اپنے سوار کو محسوس کیا۔ ایک صاحب نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم نے تو محسوس نہ کیا پھر نماز کی تکبیر کہی گئی تو رسول اللہ ﷺ نماز پڑھتے ہوئے گھاٹی کی طرف کن انکھیوں سے دیکھنے لگے حتیٰ کہ جب نماز پوری فرمائی تو فرمایا خوش ہو جاؤ تمہارا سوار آ پہنچا تو ہم گھاٹی میں درختوں کی طرف دیکھنے لگے تو ناگاہ وہ آ رہا تھا حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے آ کھڑا ہوا تو عرض کیا میں چلا حتیٰ کہ میں اس گھاٹی کی چوٹی پر پہنچ گیا جہاں کا مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تھا۔ پھر جب میں نے سویرا کیا تو میں ان دونوں گھاٹیوں (پہاڑوں) پر چڑھ گیا تو میں نے کسی ایک کو نہ دیکھا۔ ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم اس رات نیچے اُترے عرض کیا نہیں سوائے نماز کے یا ادائے حاجت کے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے بعد کوئی عمل نہ کرنا تم کو مضر نہیں۔ (ابوداؤد) (بحوالہ اشعۃ اللمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۶۳/۵۶۷۸)

حدیث ۲۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں کچھ چھوارے لایا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ان میں برکت کی دعا فرمادیں تو انہیں حضور ﷺ نے ملا دیا پھر ان میں میرے لئے برکت کی دعا کی، فرمایا انہیں لے لو اسے اپنے توشہ دان میں ڈال لو جب اس میں سے کچھ لینا چاہو تو اس میں اپنا ہاتھ ڈال دو اس میں سے لے لو اور کبھی جھاڑ نا مت۔ میں نے ان چھواروں میں سے اتنے وسق اللہ کی راہ میں خیرات کیے ہم ان میں سے کھاتے کھلاتے رہے یہ میری کمر سے کبھی جدا نہ ہوئے تھے، حتیٰ کہ جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قتل کا دن ہوا تو مجھ سے گر گیا۔ (ترمذی) (بحوالہ اشعۃ اللمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۶۴/۵۶۷۹)

حدیث ۲۱: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ ایک رات مکہ میں قریش نے مشورہ کیا بعض نے کہا کہ جب سویرا ہو تو انہیں رسیوں سے باندھ دو یعنی نبی اکرم ﷺ کو، بعض دوسرے بولے بلکہ انہیں قتل کر دو، بعض بولے انہیں نکال دو، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم ﷺ کو اس پر مطلع کر دیا تو جناب علی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے بستر پر رات گزاری اور نبی اکرم ﷺ تشریف لے گئے، حتیٰ کہ غار پر پہنچ گئے اور مشرکین رات بھر جناب علی رضی اللہ عنہ کی نگرانی کرتے رہے انہیں نبی ﷺ سمجھ کر جب صبح پائی تو ان پر دوڑے پھر جب جناب علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو اللہ نے ان کے فریب رد کر دیے بولے تمہارے وہ ساتھی کہاں ہیں آپ نے فرمایا میں نہیں جانتا چنانچہ وہ سب حضور ﷺ کے نشان قدم پر کھوج لگاتے چلے جب پہاڑ پر پہنچے تو ان پر غار مشتبہ ہو گیا وہ پہاڑ پر چڑھ گئے اس غار پر پہنچے اس کے دروازے پر مکڑی کا جالا دیکھا تو بولے اگر حضور ﷺ یہاں گھسے ہوتے تو اس کے دروازے پر جالا نہ ہوتا۔ حضور نے اس میں تین شب قیام فرمایا۔ (احمد) (بحوالہ اشعۃ اللمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۶۵/۵۶۸۰)

Marfat.com

حدیث ۲۲: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک بکری ہدایہ کی گئی جس میں زہر تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جتنے یہودی یہاں انہیں ہمارے پاس جمع کرو وہ سب حضور ﷺ کے سامنے اکٹھے ہوئے تو ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم سے ایک چیز کے متعلق پوچھتا ہوں کہ تم مجھ سے سچ بولو گے۔ انہوں نے کہا ہاں ابوالقاسم، تو ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا باپ کون ہے۔ وہ بولے فلاں فرمایا تم نے جھوٹ بولا تمہارا باپ فلاں ہے وہ بولے آپ نے سچ کہا اور درست کہا۔ فرمایا تو کیا اب تم مجھ سے سچ کہو گے جس چیز کے متعلق اگر میں تم سے پوچھوں۔ وہ بولے ہاں اے ابوالقاسم اور اگر ہم آپ سے جھوٹ بولیں تو آپ پہچان لیں گے جیسے ہمارے باپ کے متعلق پہچان لیا۔ تو ان سے فرمایا کہ آگ والے کون ہیں وہ بولے کچھ دن ہم اس میں رہیں گے پھر اس میں ہمارے نائب اور آپ لوگ ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ورے ہو اس میں رہو اللہ کی قسم ہم اس میں تمہارے نائب کبھی نہیں بنیں گے۔ پھر فرمایا کیا اب مجھ سے سچ بولو گے اس چیز کے متعلق جو تم سے پوچھوں وہ بولے ہاں اے ابوالقاسم فرمایا کی تم نے اس بکری میں زہر ڈالا ہے؟ وہ بولے ہاں فرمایا تم کو اس چیز پر کس چیز نے جرائت دی وہ بولے ہم نے چاہا کہ اگر جھوٹے ہیں تو ہم آپ سے راحت پا جائیں اور اگر سچے ہیں تو آپ کو نقصان نہ دیں (بخاری) (بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۶۶/۵۶۸۱)

حدیث ۲۳: حضرت عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے ایک دن نماز فجر پڑھائی اور منبر پر چڑھے ہم کو خطبہ دیا حتیٰ کہ ظہر کا وقت آ گیا پھر اُترے پھر نماز پڑھی پھر منبر پر چڑھے تو ہم کو خطبہ دیا حتیٰ کہ عصر کا وقت آ گیا پھر اُترے پھر نماز پڑھی پھر منبر پر چڑھے حتیٰ کہ سورج ڈوب گیا تو ہم کو ان تمام چیزوں کی خبر دی جو قیامت کے دن تک ہونے والے ہیں' فرمایا کہ ہم میں زیادہ جاننے والا وہ تھا جو ہم میں زیادہ حافظ تھا (مسلم) (بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۶۷/۵۶۸۲)

حدیث ۲۴: حضرت معن ابن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے والد سے سنا کہ فرمایا میں نے مسروق سے پوچھا کہ جس رات جنات نے قرآن سنا ہے تو جنات کی خبر نبی اکرم ﷺ کو کس نے دی انہوں نے کہا کہ مجھے تمہارا والد یعنی عبدالرحمٰن ابن مسعود نے بتایا کہ ان کی خبر ایک درخت نے دی۔ (بخاری، مسلم) (بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۶۸/۵۶۸۳)

حدیث ۲۵: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم مکہ مدینہ کے درمیان جناب عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے تو ہم چاند ایک دوسرے کو دکھانے لگے۔ میں تیز نظر تھا تو میں نے دیکھ لیا۔ میرے سوا کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ اس نے چاند دیکھا ہے جناب عمر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا کہ کیا آپ دیکھتے نہیں۔ آپ اسے نہ دیکھ سکے۔ کہتے ہیں میں اسے عنقریب اپنے بستر پر لیٹے ہوئے دیکھوں گا پھر ہم کو بدر والوں کی خبر دینے لگے۔ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ہم کو ایک دن پہلے کفار کی قتل گاہ دکھاتے تھے فرماتے تھے کہ انشاء اللہ کل یہ فلاں کی قتل گاہ ہو گی اور انشاء اللہ کل یہ جگہ فلاں کی قتل گاہ ہو گی جناب عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کی قسم جس نے انہیں حق کے ساتھ بھیجا کہ وہ لوگ ان حدود سے جو نبی اکرم ﷺ نے مقرر فرمائی تھیں۔ بالکل نہ ہٹے پھر وہ اوپر تلے ایک کنوئیں میں ڈال دیئے گئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے حتیٰ کہ ان تک پہنچ گئے فرمایا: اے فلاں بن فلاں اے ابن فلاں کیا تم نے وہ سب باتیں درست پائیں جن کا تم سے اللہ نے اور رسول اللہ ﷺ نے وعدہ کیا تھا کیونکہ میں نے وہ درست پایا جو اللہ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔ جناب عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ ان جسموں سے کیسے کلام کرتے ہیں جن میں جان نہیں تو فرمایا بات تم ان سے زیادہ نہیں سنتے بجز اس کے کہ وہ مجھے کچھ جواب نہیں دے سکتے۔ (مسلم) (بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۶۹/۵۶۸۴)

حدیث ۲۶: حضرت انیسہ بنت زید ابن ارقم سے روایت ہے وہ اپنے والد سے راوی کہ نبی اکرم ﷺ جناب زید کے پاس ایک مرض میں مزاج پرسی کے لئے تشریف لائے فرمایا اس بیماری سے تم پر کوئی خطرہ نہیں مگر تمہارا اس وقت کیا حال ہو گا جب تم کو میرے بعد دراز عمر ملے گی تو تم نابینا ہو جاؤ گے۔ عرض کیا میں صبر اور طلب اجر کروں گا۔ فرمایا تو جنت میں بے حساب جاؤ گے۔ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد وہ نابینا ہو گئے پھر اللہ نے ان کی نظر لوٹا دی پھر وہ فوت ہو گئے۔ (بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۷۰/۵۶۸۵)

Marfat.com

حدیث ۲۷: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جو مجھ پر وہ بات تھوپے جو میں نے نہ کہی ، وہ اپنا ٹھکانہ آگ میں بنالے یہ اس طرح ہوا کہ آپ ﷺ نے ایک شخص کو بھیجا اس نے آپ ﷺ پر جھوٹ باندھ دیا رسول اللہ ﷺ نے اس پر بد دعا کی تو وہ مردہ پایا گیا کہ اس کا پیٹ چر گیا تھا اسے زمین نے قبول نہ کیا۔ یہ دونوں حدیثیں بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کیں۔

(بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوۃ جلد ۷ حدیث ۱۷/ ۵۶۸۶)

حدیث ۲۸: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص کھانا مانگنے آیا۔ حضور ﷺ نے اسے جو کا آدھا وسق عطا فرمایا۔ وہ شخص اس کی بیوی اور اس کا مہمان اس سے کھاتے رہے حتیٰ کہ اس نے ناپ لیا تو ختم ہو گیا پھر وہ نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا فرمایا اگر وہ اسے نہ ناپتی تو تم سب اس سے کھاتے رہتے تو وہ تمہارے پاس رہتا (مسلم) (بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوۃ جلد ۷ حدیث ۲۲/ ۵۶۸۷)

حدیث ۲۹: حضرت عاصم ابن کلیب سے وہ اپنے والد سے وہ ایک انصاری صاحب سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جنازہ میں گئے تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ قبر پر تشریف فرما تھے کھودنے والو کو سمجھاتے تھے۔ فرماتے تھے کہ اس کے پاؤں کی طرف فراخ کرو اس کے سر کی طرف فراخ کرو، پھر جب واپس ہوئے تو آپ ﷺ کے سامنے اس کی بیوی کی طرف سے بلانے والا آیا۔ آپ ﷺ نے منظور فرمایا ہم آپ کے ساتھ تھے کھانا لایا گیا حضور ﷺ نے اپنا ہاتھ رکھا پھر قوم نے کہا سب کھانے لگے تو ہم نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ اپنے منہ میں لقمہ پھرا رہے ہیں پھر فرمایا میں ایسی بکری کا گوشت محسوس کرتا ہوں جو اس کے مالک کے بغیر لی گئی ہے۔ اس عورت نے کہلا بھیجا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے نقیع کی طرف سے بھیجا تھا۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں بکریاں فروخت کی جاتی تھیں تاکہ میرے لئے بکری خریدے بکری ملی نہیں میں نے اپنے پڑوسی کے پاس آدمی بھیجا جس نے بکری خریدی تھی یہ کہ وہ مجھے بکری قیمتاً دے دے وہ ملا نہیں تو میں نے اس کی بیوی کے پاس بھیجا اس نے وہ میرے پاس بھیج دی۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کھانا قیدیوں کو کھلا دو۔

(ابوداؤد، بیہقی، دلائل النبوۃ) (بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوۃ جلد ۷ حدیث ۲۳/ ۵۶۸۸)

حدیث ۳۰: حضرت حزام بن ہشام سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا حبیش ابن خالد سے روایت کرتے ہیں وہ ام معبد کے بھائی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب مکہ معظمہ سے باہر کیے گئے آپ ﷺ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر کے روانہ ہوئے آپ ﷺ اور ابو بکر صدیق اور ابو بکر کے غلام عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہما اور ان کے رہبر عبداللہ یعنی ام معبد کے خیمے پر گزرے انہوں نے آپ سے گوشت چھوہارے مانگے تاکہ ان سے خریدیں۔ انہوں نے کوئی چیز ام معبد کے پاس نہ پائی۔ یہ حضرات بے توشہ تھے تو رسول اللہ ﷺ نے ایک بکری دیکھی، جو خیمے کے کنارے میں تھی فرمایا: اے اُم معبد یہ بکری کیسی ہے انہوں نے عرض کیا کہ یہ ایسی بکری ہے جسے دبلے پن نے بکریوں سے پیچھے کر دیا ہے۔ فرمایا گیا اس میں دودھ ہے وہ بولیں کہ وہ اس سے بہت دور ہے فرمایا کیا تم مجھے اجازت دیتی ہو کہ اسے دودھ لوں بولیں آپ پر میرے ماں باپ قربان اگر آپ اس میں دودھ دیکھیں تو دودھ لیں اسے رسول اللہ ﷺ نے بلایا اس کے تھن پر ہاتھ پھیر اللہ تعالیٰ کا نام لیا اور ان کے لئے ان کی بکری میں دعا کی تو اس نے ٹانگیں پھیر دیں اور دودھ اتار لائی جگالی کرنے لگی تو حضور ﷺ نے ایسا برتن منگایا جو ایک جماعت کو سیر کر دے اس میں دوہا جھلکتا ہوا حتیٰ کہ جھاگ اوپر آ گئی پھر حضور ﷺ نے ام معبد کو پلایا حتیٰ کہ وہ سیر ہو گئیں اور اپنے ساتھیوں کو پلایا حتیٰ کہ وہ بھی سیر ہو گئے پھر ان کے آخر میں خود پیا پھر اس میں پہلی بار کے بعد دوہا حتیٰ کہ برتن بھر دیا یہ ام معبد کے پاس چھوڑ دیا اور ان سے بیعت لی اور وہاں سے ان سب نے کوچ کر دیا۔ (شرح السنہ)

(بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوۃ جلد ۷ حدیث ۲۴/ ۵۶۸۹)

حدیث ۳۱: احادیث میں یہ بھی آیا جب آپ ﷺ وہاں سے روانہ ہو گئے۔ ام معبد کے خاوند ابو معبد آئے اپنے گھر میں دودھ دیکھ کر حیران ہوئے پوچھا تو حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے شمائل وسراپا بڑی ہی وضاحت سے بیان کیا۔ ابو معبد نے کہا یہی وہ صاحب قریش ہیں، میں نے بھی صفات ان کی مکہ میں سنی تھیں۔ اللہ کی قسم میں بھی بوقت فرصت ان کی صحبت میں جاؤں گا۔ (بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوۃ جلد ۷ ص ۳۲۹)

Marfat.com

کرامات کا بیان

تمام اہل حق اولیاء سے کرامات کے جواز کے قائل ہیں۔ولی اس شخص کو کہتے ہیں جو بقدر طاقت بشریٰ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا عارف ہو، ہمیشہ طاعت بجالائے اور منع کروہ لذات وشہوات سے روکنے والا ہو۔تقویٰ اور اتباع میں بحسب مراتب کامل ہوتا ہے۔وقوع کرامت یہ کتاب و سنت اور صحابہ کی اخبار تواتر سے ہیں اور یہ تواتر معنوی ہے انصاف اور ترک عناد کی صورت میں ان کے انکار کی مجال نہیں ہوسکتی۔خصوصاً اکابر مشائخ طریقت اور ان کے سادات مثلاً غوث الثقلین سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اور ان کے علاوہ دیگر نیک لوگوں کی کرامات اس قدر ہیں کہ وہ ان گنت ہیں، آپ رضی اللہ عنہ کے اور ان کے بزرگوں کا بیان ہے کہ آپ کی کرامات موتیوں کی لڑی کی طرح ہے جو پے در پے ہیں۔اگر کوئی ہم سے اس بارے میں پوچھے تو ہم تو ایک ہی مجلس کی اس قدر کرامت بیان کر دیں۔امام عبداللہ یافعی کہتے ہیں آپ کی کرامت میں کوئی شبہ اور شک نہیں ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ کرامت میں شیوخ آفاق آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔معتزلہ اور ان کے متبعین کرامات کا انکار کرتے ہیں۔بعض کہتے ہیں کہ ولی کے قصد واختیار سے کرامات صادر نہیں ہوتی۔اگر صادر ہو تو بھی بلاقصد ہوتی ہے۔بعض نے کہا کرامت کا تعلق جنس معجزہ سے نہیں۔ مثلاً قلیل طعام کا کثیر ہونا، انگلیوں سے پانی جاری ہونا، کرامت کا وقوع خواہ بالقصد ہو۔یا بلاقصد از جنس معجزہ ہو یا نہ ہو اس پر تفصیلی گفتگو اور اس پر شبہات کا جواب علم کلام میں ہے تو مشاہدہ کے بعد بیان کی ضرورت نہیں رہتی۔(بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ ص ۳۲۹، ۳۳۰)

حدیث ۱: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اسید بن حضیر اور عبادہ بن بشر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کے پاس اپنے کاموں کے متعلق بات چیت کرتے رہے حتیٰ کہ رات کا ایک حصہ گزر گیا۔یہ واقعہ سخت اندھیری رات میں ہوا پھر وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے واپسی کے لئے نکلے۔ان میں سے ہر ایک کے پاس چھوٹی لاٹھی تھی اس میں سے ایک کی لاٹھی چمک گئی حتیٰ کہ وہ دونوں اس کی روشنی میں چلے۔حتیٰ کہ جب ان کو راستہ نے علیحدہ کیا تو دوسری کی لاٹھی بھی روشن ہوگئی تو ان میں سے ہر ایک اپنی لاٹھی کی روشنی میں چلا حتیٰ کہ اپنے گھر پہنچ گیا۔(بخاری)

(بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۱/۵۶۹۰)

حدیث ۲: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ جب غزوہ احد ہوا تو رات میں مجھے میرے باپ نے بلایا کہا کہ میں اپنے متعلق خیال کرتا ہوں کہ نبی ﷺ کے صحابہ میں پہلا شہید میں ہوں گا اور میں اپنے نزدیک تم سے زیادہ پیارا کسی کو نہیں چھوڑتا سوائے رسول اللہ ﷺ کی ذات کے اور مجھ پر قرض ہے تمام ادا کر دینا اور اپنی بہنوں کے لئے بھلائی کی وصیت قبول کرو ہم نے سویرا پایا تو شہید وہ ہی تھے اور میں نے انہیں دوسرے کے ساتھ ایک قبر میں دفن کیا۔(بخاری) (بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۲/۵۶۹۱)

حدیث ۳: حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صفہ والے مسکین لوگ تھے اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ تیسرے کو لے جائے اور جس کے پاس چار کا کھانا ہو وہ پانچویں کو یا چھٹے کو لے جائے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تین شخص لائے اور نبی اکرم ﷺ دس حضرات لائے۔ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے پاس رات کا کھانا کھایا پھر کچھ ٹھہرے حتیٰ کہ عشاء کی نماز پڑھ لی گئی آپ پھر لوٹ گئے پھر کچھ ٹھہرے حتیٰ کہ" نبی اکرم ﷺ نے شام کا کھانا کھا لیا۔پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے گھر آئے اس کے بعد رات کا مشیت الٰہی کے بقدر حصہ گزر گیا ان سے ان کی بیوی نے کہا کہ تمہیں تمہارے مہمانوں سے کس نے روکا۔آپ نے کہا کیا تم نے انہیں کھانا نہیں کھلایا۔بولیں کہ انھوں نے تمہارے آنے تک کھانے سے انکار کیا آپ ناراض ہوئے اور بولے خدا کی قسم میں یہ کبھی نہ کھاؤں گا۔ آپ کی بیوی نے قسم کھائی کہ وہ بھی نہ کھائیں گی اور مہمانوں نے قسم کھالی کہ وہ بھی نہ کھائیں گے۔جناب صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ قسم شیطان کی طرف سے ہوگئی۔آپ نے کھانا منگوایا پھر کھایا' پھر ان سب نے کھایا تو وہ لوگ کوئی لقمہ نہ اٹھاتے تھے مگر اس کے نیچے سے زیادہ بڑھتا تھا۔آپ نے اپنی بیوی سے فرمایا کہ اے بنی فراس کی بہن! کیا وہ بولیں میری آنکھ کی ٹھنڈک کی قسم یہ کھانا پہلے سے تین گنا زیادہ ہے۔ان سب نے

Marfat.com

یہ کھانا کھایا اور اُسے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیجا گیا۔ کہا گیا کہ حضور ﷺ نے بھی اس میں سے کھایا۔ (مسلم بخاری) اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث کہ ہم کھانے کی تسبیح سنتے تھے۔ (بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۶۹۲/۳)

حدیث ۴: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ جب نجاشی نے وفات پائی تو ہم سوچا کرتے تھے کہ ان کی قبر پر نور دیکھا جاتا رہتا ہے''۔ (ابوداؤد) (بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۶۹۳/۴)

حدیث ۵: ''انھی سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ جب صحابہ نے نبی اکرم ﷺ کو غسل دینے کا ارادہ کیا تو بولے ہم کو خبر نہیں کہ کیا ہم رسول اللہ ﷺ کے کپڑے اتار دیں جیسے کہ ہم اپنے مردوں کو برہنہ کرتے ہیں یا ہم اسی طرح آپ کو غسل دیں کہ آپ ﷺ پر کپڑے ہوں جب ان میں اختلاف ہوتو اللہ نے ان پر نیند طاری کردی۔ حتیٰ کہ ان میں کوئی شخص نہ تھا مگر اس کی ٹھوڑی اس کے سینے میں تھی پھر گھر کے گوشہ سے کسی بولنے والے نے گفتگو کی۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ کون ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو اس طرح غسل دو کہ آپ ﷺ پر کپڑے ہوں۔ چنانچہ لوگ اٹھے آپ ﷺ کو غسل دیا کہ آپ پر آپ کی قمیص تھی۔ قمیص کے اوپر پانی ڈالتے تھے قمیص ہی سے ملتے تھے''۔ (بیہقی دلائل النبوۃ)

(بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۶۹۴/۵)

حدیث ۶: ''ابن منکدر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے غلام حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ روم کی زمین میں لشکر سے بہک گئے یا قید کر لیے گیے وہ بھاگتے ہوئے چلے لشکر کی تلاش کرتے تھے کہ اچانک شیر سامنے تھا تو بولے اے ابوالحارث میں رسول اللہ ﷺ کا غلام ہوں۔ میرا واقعہ ایسا ایسا ہوا ہے تو شیر دوم ہلاتا ہوا آیا حتیٰ کہ ان کے برابر کھڑا ہو گیا جب کوئی آواز سنتا تو اُدھر چلا جاتا پھر آپ کے برابر چلنے لگتا حتیٰ کہ یہ لشکر تک پہنچ گیا پھر شیر لوٹ گیا''۔ (شرح السنہ) (بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۶۹۵/۶)

حدیث ۷: ''حضرت ابوالجوزاء سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ مدینہ کے لوگ سخت قحط میں مبتلا ہو گئے تو انھوں نے جناب عائشہ رضی اللہ عنہا سے شکایت کی انھوں نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ کی قبر کی طرف غور کرو۔ اس سے ایک طاق آسمان کی طرف بنا دو حتیٰ کہ قبر انور اور آسمان کے درمیان چھت نہ رہے لوگوں نے ایسا کیا تو خوب برسائے گئے حتیٰ کہ چارہ اُگ گیا اور اونٹ موٹے ہو گئے حتیٰ کہ چربی سے گویا پھٹ پڑے تو اس سال کا نام پھٹن کا سال رکھا گیا۔ (دارمی) (بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۶۹۶/۷)

حدیث ۸: ''حضرت سعید ابن العزیز سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب جنگ حرہ کا زمانہ ہوا تو نبی اکرم ﷺ کی مسجد میں تین دن نہ اذان کی گئی نہ تکبیر کہی گئی اور سعید ابن مسیب مسجد سے نہ ہٹے وہ نماز کا وقت نہیں پہچانتے تھے مگر ایک گنگناہٹ سے جسے وہ نبی اکرم ﷺ کی قبر سے سنتے تھے''۔ (دارمی) (بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۶۹۷/۸)

حدیث ۹: ''حضرت ابوخلدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے ابوالعالیہ سے کہا کہ کیا حضرت انس نے نبی اکرم ﷺ سے کچھ سنا ہے۔ فرمایا انھوں نے دس سال حضور ﷺ کی خدمت کی ہے اور حضور ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی ہے۔ ان کا ایک باغ تھا جو ہر سال میں دو بار میوہ دیتا تھا۔ اور اس باغ میں ایک گھاس تھی جس سے مشک کی خوشبو آتی تھی (ترمذی، اور فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے)۔

(بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۶۹۸/۹)

یہ تمام کرامات سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے لیے ثابت ہیں یہ ساری برکت حضور ﷺ کی دعا سے ہوئی۔

حدیث ۱۰: ''حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سعید ابن زید ابن عمرو ابن نفیل سے اروی بنت اوس نے مروان ابن حکم کی کچہری میں جھگڑا (مقدمہ) کیا اور دعویٰ کیا کہ انھوں نے اس کی زمین کا ایک حصہ لے لیا ہے تو سعید نے کہا کہ کیا میں اس کی زمین کا کچھ حصہ لے سکتا ہوں اس کے بعد کہ میں رسول اللہ ﷺ سے سن چکا ہوں۔ مروان نے کہا کہ تم نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہتا کہ جو کسی کی ایک بالشت زمین ظلماً لے لے تو سات زمین تک کی زمین گلے میں طوق ڈال دی جائے گی ان سے مروان نے کہا کہ اس کے بعد میں تم سے کوئی

Marfat.com

دلیل نہیں مانگتا تو سعید نے کہا انہیں اگر یہ جھوٹی ہو اس کی آنکھیں اندھی کر دے اور اسے اس کی زمین میں مار دے راوی نے فرمایا کہ وہ نہ مری حتیٰ کہ اس کی آنکھیں جاتی رہیں اور جب وہ اپنی زمین میں چل رہی تھی کہ وہ ایک گڑھے میں گر گئی مر گئی (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں محمد ابن زید ابن عبداللہ ابن عمرو سے اس کے معنی مروی ہیں کہ انھوں نے اسے اندھا دیکھا جو دیواریں ٹٹولتی تھی کہ مجھے سعید کی دعا لگ گئی اور وہ اس کنوئیں پر گزری جو اس گھر میں تھا جس کے بارے میں اس نے سعید سے جھگڑا کیا تھا تو وہ اس میں گر گئی تھی وہ ہی اس کی قبر بن گئی''۔

(بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۶۹۹/۱۰)

حدیث ۱۱: ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر بھیجا اور ان پر ایک شخص کو امیر بنایا جنھیں ساریہ کہا جاتا تھا تو جبکہ جناب عمر خطبہ پڑھ رہے تھے کہ اچانک چیخنے لگے۔ اے ساریہ پہاڑ کو لو۔ پھر لشکر سے ایک قاصد آیا بولا اے امیر المومنین ہم کو ہمارا دشمن ملا انھوں نے ہم کو بھگا دیا تو کوئی چیخنے والا بولا اے ساریہ پہاڑ کو لو۔ ہم نے اپنی پیٹھیں پہاڑ کی طرف لگا لیں تب انہیں اللہ تعالیٰ نے بھگا دیا''۔

(بیہقی دلائل النبوۃ) (بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۷۰۰/۱۱)

حدیث ۱۲: ''حضرت نبیہ ابن وہب سے روایت ہے کہ کعب رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں آئے سب نے رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا تو جناب کعب رضی اللہ عنہ بولے نہیں ہے کوئی دن مگر ستر ہزار فرشتے اترتے ہیں حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف کو گھیر لیتے ہیں اپنے پر بچھا دیتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھتے رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ جب شام پاتے ہیں تو وہ چڑھ جاتے ہیں اور ان کی مثل اترتے ہیں وہ بھی اس طرح کرتے ہیں حتیٰ کہ جب حضور ﷺ سے زمین کھلے گی تو حضور ﷺ ستر ہزار فرشتوں میں نکلیں گے جو حضور ﷺ کو پہنچائیں گے۔ (دارمی) (بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۷۰۱/۱۲)

فضائل نبی کریم ﷺ

(مندرجہ ذیل احادیث اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ اُردو ترجمہ جلد نمبر ۷ سے نقل کی گئیں)

حدیث ۱: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا روز قیامت میرے امتی تمام انبیاء سے زیادہ ہوں گے اور سب سے پہلے میں ہوں جو جنت کا دروازہ کھٹکھٹائے گا''۔ (المسلم) (بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۳۹۴/۴)

حدیث ۲: ''اور انہی سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ میں جنت کے دروازہ کے پاس جا کر اسے کھولنے کے لیے کہوں گا خازن کہے گا آپ کون ہیں؟ کہوں گا محمد (ﷺ) پس وہ کہے گا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لیے بھی نہ کھولوں''۔ (المسلم)

(بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۳۹۵/۵)

حدیث ۳: ''اور انہی سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں جنت میں پہلا شفیع ہوں گا۔ جتنی میری تصدیق کی گئی اس قدر کسی نبی کی نہیں کی گئی۔ بعض نبی ایسے بھی ہوں گے جن کی تصدیق فقط ایک آدمی نے کی ہوگی''۔ (المسلم) (بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۳۹۶/۶)

حدیث ۴: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اور انبیاء کی مثال ایک خوبصورت مکان کی ہے جس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی ہو دیکھنے والے اس پر تعجب کرتے ہوئے کہتے ہیں کاش یہ اینٹ ہوتی۔ فرمایا میں وہی اینٹ ہوں جس نے وہ جگہ پر کر دی مجھ سے عمارت مکمل ہوگئی۔ مجھ پر رسولوں کا اختتام ہوا ایک روایت میں ہے میں وہ اینٹ ہوں اور میں انبیاء کا خاتم ہوں''۔

(بخاری و مسلم) (بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۳۹۷/۷)

حدیث ۵: ''اور انہی سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نبیوں کی جماعت میں کوئی نبی نہ تھے انہیں اتنے معجزات دیے گئے جتنے لوگ ان جیسے معجزات پر ایمان لائے اور جو خصوصی معجزہ مجھے عطا ہوا ہے وہ وحی ہے جو اللہ نے میری طرف بھیجی ہے تو میں امید کرتا ہوں کہ میں

Marfat.com

قیامت کے دن زیادہ متبعین میں ہوں گا"۔ (بخاری و مسلم) (بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۴۹۸/۸)

حدیث ۶: "حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے ایسی پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہ دی گئیں۔ ایک ماہ کی مسافت تک میرا دبدبہ دوسرا میرے لیے تمام زمین کو جائے سجدہ اور پاک کر دیا گیا میرا امتی جہاں نماز کا وقت پائے وہاں نماز ادا کرے۔ تیسرا میرے لیے غنائم حلال قرار دیئے۔ حالانکہ میرے سے پہلے حلال نہ تھے چوتھے مجھے شفاعت دی گئی۔ پانچویں ہر نبی کو کسی خاص قوم کی طرف بھیجا گیا اور مجھے تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہے"۔ (بخاری و مسلم) (بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۴۹۹/۹)

حدیث ۷: "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ مجھے انبیاء پر چھ چیزوں سے فضیلت دی گئی ہے۔ مجھے جامع کلمات سے نوازا گیا دبدبہ کے ساتھ میری مدد کی گئی میرے لیے غنائم حلال کیے گئے اور میری خاطر تمام زمین کو جائے نماز اور پاکیزہ بنا دیا مجھے تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا اور مجھ پر انبیاء کا اختتام ہو گیا ہے"۔ (المسلم) (بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۵۰۰)

حدیث ۸: "اور انہی سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے جامع کلمات کے ساتھ معبوث کیا گیا ہے رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے اور میں سویا ہوا تھا تو میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ زمین کے خزانوں کی کنجیاں مجھے دی گئیں اور میرے ہاتھ پر رکھ دی گئیں۔

(مسلم و بخاری) (بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۵۰۱)

حدیث ۹: "حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو سمیٹ دیا ہے تو میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ لیا ہے اور عنقریب میری امت کی حکومت وہاں تک پہنچ گئی جہاں تک یہ میرے لیے سمیٹی گئی ہے اور مجھے دو خزانے عطا فرمائے گئے یعنی سرخ اور سفید اور میں نے اپنے ربّ سے سوال کیا کہ انہیں عام قحط سے ہلاک نہ کرے اور دشمنوں کو ان پر مسلط نہ کرے ان کے جون ان کو جڑ سے اکھاڑ ڈالے۔ میرے ربّ نے فرمایا: اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! میں جب فیصلہ فرما لیتا ہوں تو وہ بدلا نہیں جاتا اور میں تمہاری امت کے لیۓ یہ چیز تمہیں عطا فرما دی کہ انہیں قحط سے ہلاک کہ کروں اور یہ کہ ان پر ان کے نفوس کے سوا دشمن کو مسلط نہ کروں کہ ان کی جڑ اکھاڑ دے اگر چہ وہ ان کے لیے چاروں طرف سے آ کر اکٹھے ہو جائیں لیکن یہ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کریں گے اور ایک دوسرے کو قیدی بنائیں گے"۔ (المسلم) (بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۵۰۲)

حدیث ۱۰: "حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ بنو معاویہ کی مسجد سے گزرے آپ ﷺ نے مسجد میں داخل ہو کر دو رکعتیں ادا کیں ہم نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنے ربّ سے طویل دعا کی پھر پلٹ کر فرمایا میں نے اپنے ربّ سے تین دعائیں کیں، مجھے دو عطا کر دی گئیں اور ایک سے روک دیا گیا میں نے اپنے ربّ سے مانگا تھا میری امت قحط سے ہلاک نہ فرمانا یہ مجھے عطا کر دیا گیا پھر میں نے یہ مانگا تھا میری امت کو غرق نہ فرمانا یہ بھی مجھے عطا کر دیا گیا۔ پھر میں نے یہ مانگا ان کے درمیان جنگ و جدال نہ ہو تو اس سے مجھے اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا"۔ (المسلم) (بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۵۰۳)

حدیث ۱۱: "حضرت عطاء بن یسار سے مروی ہے میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے ملا۔ میں نے عرض کی مجھے رسول اللہ ﷺ کے تورات میں بیان کردہ اوصاف کے بارے میں بتایئے۔ فرمایا ہاں اللہ کی قسم تورات میں بعض وہی آپ کی حسنات بیان ہوئی ہیں جو قرآن پاک میں ہیں۔ اے نبی ہم نے آپ کو شاہد مبشر نذیر اور اُمی لوگوں کے لیے محافظ بنایا ہے آپ میرے بندے اور رسول ہیں میں نے تمہارا نام متوکل رکھا آپ سخت خو اور سخت گو نہیں نہ بازار میں اونچی بولنے والے ہیں، برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے لیکن آپ معاف اور بخشش فرمانے والے ہیں۔ اس وقت تک اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو وصال نہیں دے گا۔ جب تک ٹیڑھی امت کو سیدھا نہیں فرما دیتے یہاں تک کہ وہ پڑھیں لا الٰہ الا اللہ اس کے ذریعے اندھی آنکھیں بینا۔ بہرے کان سننے والے اور بند دل کھل جائیں (اسے بخاری نے روایت کیا اور اسی طرح دارمی نے عطاء بن سلام وغیرہ سے کیا ہے اور حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ ہم آخر میں ہیں باب جمعہ میں گزر چکا ہے"۔ (بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۵۰۴)

Marfat.com

حدیث ۱۲: حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی اور اسے طویل فرمایا صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ نے پہلے کبھی اس طرح نماز نہیں پڑھائی۔ فرمایا ہاں! یہ خشیت وخوف کی نماز تھی اس میں میں نے اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں کیں دو مجھے عطا کر دی گئیں اور ایک سے مجھے منع کر دیا گیا۔ میں نے مانگا میری امت کو قحط سے ہلاک نہ کرنا یہ مجھے عطا کر دیا گیا۔ میں نے مانگا ان پر ان کے دشمن غیر کو مسلط نہ کرنا یہ مجھے عطا کر دیا گیا میں نے مانگا یہ آپس میں نہ لڑیں اس سے مجھے منع کر دیا گیا (ترمذی، نسائی)

(بحوالہ اشعۃ اللمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۵۰۵)

حدیث ۱۳: ''حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہیں تین آفتوں سے بچالیا ہے یہ کہ تمہارا نبی تمہارے خلاف دعا نہ کرے کہ تم سارے ہلاک ہو جاؤ اور اہل باطل کو اہل حق پر غالبہ نہ کرے اور تمہیں گمراہی پر جمع نہ کرے۔

(ابوداؤد) (بحوالہ اشعۃ اللمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۶ حدیث ۵۵۰۶)

حدیث ۱۴: ''حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس امت پر دو تلواروں کو جمع نہیں فرمائے گا۔ ایک تلوار اس امت کی اور دوسری اس کی دشمن کی۔ (بحوالہ اشعۃ اللمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۵۰۷)

حدیث ۱۵: ''حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں آئے محسوس ہوتا تھا کہ انہوں نے کوئی بات سنی تھی تو حضور ﷺ نے منبر پر تشریف فرما ہو کر فرمایا میں کون ہوں؟ عرض کیا آپ اللہ کے رسول ہیں۔ فرمایا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو اس نے ان میں سے مجھے بہترین کر دیا پھر انہیں دو گروہوں میں کیا تو مجھے ان میں سے بہتر میں کر دیا۔ پھر ان کے قبائل بنائے تو ان میں سے بہتر قبیلہ عطا فرمایا پھر ان کے خاندان بنائے تو مجھے بہتر بیت میں کر دیا تو میں ان سے ذات اور خاندان کے اعتبار سے افضل ہوں''۔ (ترمذی) (بحوالہ اشعۃ اللمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۵۰۸)

حدیث ۱۶: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کے لیے نبوت کب سے ثابت ہے؟ فرمایا ابھی آدم روح وجسد کے درمیان تھے (ترمذی) (بحوالہ اشعۃ اللمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۵۰۹)

حدیث ۱۷: ''حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اس وقت خاتم النبیین لکھا ہوا تھا جب آدم ابھی مٹی میں تھے میں تمہیں اپنے معاملہ کی ابتداء کے بارے میں بتاتا ہوں۔ میں ابراہیم کی دعا عیسیٰ کی بشارت اور اپنی والدہ کا خواب ہوں جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا اس وقت ان کے بدن سے نور نکلا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے (شرح السنہ، امام احمد نے اسے حضرت ابوامامہ سے ساخبرکم الی اخرہ تک روایت کیا)۔ (بحوالہ اشعۃ اللمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۵۱۰)

حدیث ۱۸: ''حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں روز قیامت تمام اولاد آدم کا سربراہ ہوں گا مگر اس پر فخر نہیں حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ ہوگا مگر فخر نہیں۔ تمام انبیاء میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ سب سے پہلے میرا مزار اقدس شق ہوگا۔ مگر فخر نہیں۔

(ترمذی) (بحوالہ اشعۃ اللمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۵۱۱)

حدیث ۱۹: ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے صحابہ کرام بیٹھے ہوئے تھے رسول اللہ ﷺ تشریف لائے حتیٰ کہ انہیں گفتگو کرتے ہوئے سنا، بعض نے کہا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو خلیل بنایا۔ دوسرے نے کہا حضرت موسیٰ کو کلیم بنایا۔ ایک نے کہا حضرت عیسیٰ اللہ تعالیٰ کے کلمہ و روح ہیں۔ ایک نے کہا حضرت آدم کو اللہ تعالیٰ نے صفی بنایا آپ ﷺ نے فرمایا میں نے تمہارے کلام اور تعجب کو سنا۔ ابراہیم واقعۃً خلیل اللہ ہیں۔ موسیٰ کلیم اللہ، عیسیٰ روح اللہ اور اس کا کلمہ آدم اس کے صفی ہیں۔ سنو میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں مگر فخر نہیں روز قیامت حمد کا جھنڈا میں اٹھاؤں گا آدم و من سواہ اس کے نیچے ہوں گے مگر فخر نہیں میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا، اور شفاعت قبول کیا جانے والا ہوں گا میں فخر نہیں کرتا سب سے پہلے جنت کے تالہ کو میں حرکت دوں گا۔ اللہ تعالیٰ اسے میرے لیے کھول دے گا اور مجھے داخل فرمائے گا میرے ساتھ اہل ایمان فقراء ہوں گے مگر فخر نہیں میرا مقام اللہ تعالیٰ کے ہاں تمام اولین وآخرین سے بڑھ کر ہے مگر فخر نہیں۔ (ترمذی ودارمی) (بحوالہ اشعۃ اللمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۵۱۲)

Marfat.com

حدیث ۲۰: ''حضرت عمرو بن قیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم آخر میں ہیں اور روز قیامت پہلے ہوں گے اور میں بغیر فخر کہتا ہوں ابراہیم خلیل اللہ موسیٰ کلیم اللہ ہیں، اور میں اللہ کا حبیب ہوں روز قیامت حمد کا جھنڈا میرے پاس ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے میری امت کے بارے میں وعدہ فرمایا اور انہیں تین چیزوں سے محفوظ فرمایا۔ ان پر قحط مسلط نہ ہوگا۔ ان کو دشمن جڑ سے اکھاڑ نہیں سکے گا اور انہیں گمراہی پر جمع نہیں فرمائے گا۔ (دارمی) (بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۵۱۳)

حدیث ۲۱: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم رسول ﷺ نے فرمایا میں تمام لوگوں سے پہلے تشریف لانے والا ہوں جب وہ اٹھائے جائیں گے میں ان کا قائد ہوں گا جب وہ پیش کئے جائیں گے میں ان کی طرف سے عرض کروں گا جب وہ خاموش ہو جائیں گے میں ان کے لیے شفاعت طلب کروں گا۔ جب انہیں روک لیا جائے گا اور میں انہیں خوشخبری دینے والا ہوں جب وہ مایوس ہو جائیں گے عزت اور کنجیاں اس روز میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ لواء حمد اس روز میرے ہاتھ میں ہوگا۔ میں اپنے ربّ کے نزدیک ساری اولاد آدم سے عزت والا ہوں۔ ایک ہزار خادم میرے اردگرد پھرتے ہوں گے گویا وہ چھپائے ہوئے انڈے یا بکھرے ہوئے موتی ہیں''۔

(ترمذی، دارمی، ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے) (بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۵۱۵)

حدیث ۲۲: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے سب سے پہلے مجھے جنتی جوڑوں سے ایک جوڑا پہنایا جائے گا پھر میں عرش کے دائیں جانب کھڑا ہوں گا اور اس مقام پر مخلوق کا کوئی فرد میرے سوا کھڑا نہ ہوگا''۔ (ترمذی) جامع الاصول کی روایت میں ہے سب سے پہلے زمین سے میں اٹھوں گا اور حلہ پہنایا جاؤں گا۔ (بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۵۱۶)

حدیث ۲۳: ''اور انہی سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میرے لیے وسیلہ مانگو۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وسیلہ کیا ہے۔ فرمایا یہ جنت میں سب سے اعلیٰ درجہ ہے جو صرف ایک آدمی کو ملے گا اور میں امیدوار ہوں کہ وہ میں ہی ہوں گا۔ (ترمذی)

(بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۵۱۷)

حدیث ۲۴: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا روز قیامت میں تمام انبیاء کا امام اور خطیب ہوں گا اور صاحب شفاعت ہوں گا مگر فخر نہیں۔ (ترمذی) (بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۵۱۸)

حدیث ۲۵: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر نبی کا انبیاء میں سے ولی اور دوست ہے، میرے دوست میرے والد گرامی اور میرے ربّ کے خلیل ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے یہ تلاوت فرمائی۔ ابراہیم کے سب سے قریب ان کی اتباع کرتے، یہ نبی اور اہل ایمان ہیں اور اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا ولی ہے۔ (ترمذی) (بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۵۱۹)

حدیث ۲۶: ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے اعلیٰ اخلاق کی تکمیل اور محاسن افعال کے کمال کے لیے بھیجا ہے۔ (شرح السنہ) (بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۵۲۰)

حدیث ۲۷: حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے ہے کہ ہم نے تورات میں حضور ﷺ کی صفات کے بارے میں پڑھا محمد اللہ کے رسول ہیں میرے ہاں وہ مختار بندے ہیں وہ نہ سخت خو اور نہ درشت، بازار میں بلند آواز نہیں کرتے، برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے۔ معافی اور درگذر سے کام لیتے ہیں ان کی جائے ولادت مکہ، مقام ہجرت طیبہ ان کی بادشاہی شام تک امت ان کی حماد وہ خوشی اور غمی میں حمد کرتے ہیں۔ ہر جائے نزول پر اللہ کی حمد کرتے ہیں بلندی کے لیے اللہ کی تکبیر کہتے ہیں سورج کی نگہداشت کرنے میں وقت آنے پر نماز ادا کرتے ہیں ان کے لیے تہہ بند نصف پنڈلیوں تک ہوں گے وہ اپنے اعضاء پر وضو کریں گے ان کا مؤذن فضا میں آواز بلند کرے گا جہاد میں ان کی صف اور نماز میں ان کی صف برابر ہوگی۔ رات کے وقت ان کی گنگناہٹ شہد کی مکھی کے بھنبھنانے جیسی ہوگی (یہ مصابیح کے الفاظ ہیں۔ دارمی نے تھوڑے سے تغیر کے ساتھ روایت کیا ہے) (بحوالہ اشعۃ للمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۵۲۱)

حدیث ۲۸: ''حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے تورات میں حضور اکرم ﷺ کی صفت ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن مریم

Marfat.com

کی تدفین آپ کے ساتھ ہوگی۔ ابو مودود کہتے ہیں حجرہ میں ایک قبر کی جگہ باقی ہے۔ (ترمذی) (بحوالہ اشعۃ اللمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۵۲۲)

حدیث ۲۹: ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو انبیاء پر فضیلت دی اور آسمان والوں پر، عرض کیا اے ابو عباس آسمان والوں پر کس طرح فضیلت دی؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان والوں سے فرمایا ہے جو ان میں سے کہے کہ میں اس کے سوا معبود ہوں تو ہم بدلے میں اس کو جہنم دیں گے اور ہم ظالموں کو ایسا بدلہ دیتے ہیں (۲۱، ۲۹) اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ سے فرمایا بلاشبہ ہم نے تمہارے لیے روشن فتح فرما دی تا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔ (سورۂ فتح آیت ۱، ۲ ترجمہ کنزالایمان) عرض کیا انبیاء کرام پر فضیلت کیسے دی؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس قوم کی زبان میں تا کہ ان کے لیے بیان کر دے پس اللہ گمراہ قرار دیتا ہے جس کو چاہے اور اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ سے فرمایا اور نہیں بھیجا ہم نے تمہیں مگر تمام انسانوں کے لیے۔ پس آپ ﷺ کو جنوں اور انسانوں کا رسول بنایا ہے''۔ (بحوالہ اشعۃ اللمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۵۲۳)

حدیث ۳۰: ''حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کو کیسے علم ہوا آپ نبی ہیں اور آپ کو اس کا یقین ہوا۔ فرمایا ابوذر میرے پاس دو فرشتے آئے میں بطحاء مکہ میں تھا۔ ایک زمین پر آ گیا اور دوسرا آسمان و زمین کے درمیان رہا ایک نے دوسرے ساتھی سے کہا کیا یہ وہی ہیں۔ اس نے کہا ہاں۔ کہنے لگا ان کا ایک شخص کے ساتھ وزن کرو میرا وزن کیا گیا تو میرا وزن زیادہ تھا پھر کہا ان کا دس کے ساتھ وزن کرو میرا وزن کیا گیا تو میں راجح تھا پھر کہا ان کا سو کے ساتھ وزن کرو میرا وزن کیا گیا تو میں غالب تھا پھر ہزار کے ساتھ وزن کیا گیا تو میرا وزن زیادہ تھا گویا میں اب بھی ان ہزار کو دیکھ رہا ہوں جو مجھ سے ترازو میں ہلکے تھے ایک نے دوسرے سے کہا اگر ان کا وزن پوری امت سے کرو گے تو یہ پھر بھی غالب ہوں گے''۔ (دارمی) (بحوالہ اشعۃ اللمعات اُردو شرح مشکوٰۃ جلد ۷ حدیث ۵۵۲۴)

باب اسماء النبی ﷺ وصفاتہ حضور ﷺ کے اسماء گرامی اور صفات کا بیان

حضور ﷺ کے اسماء گرامی کثیر ہیں۔ قرآن پاک، کتب سماویہ، سنت اور انبیاء علیہ السلام کی زبانوں سے مذکور ہیں۔ سب سے مشہور نام محمد ﷺ ہے۔ یہ نام آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب نے رکھا، جب ان سے پوچھا گیا تم نے ان کا نام اپنے والدین کے نام پر کیوں نہ رکھا؟ حالانکہ یہ نام تمہاری قوم میں سے کسی کا بھی نہیں انہوں نے فرمایا۔ یہ نام اس لیے رکھا کہ تمام اہل زمین آپ ﷺ کی ثناء کریں۔

ایک روایت میں ہے کہ فرمایا میں چاہتا ہوں کہ آسمان میں اللہ تعالیٰ اور زمین میں لوگ آپ ﷺ کی مدح کریں۔ یہ بھی منقول ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے خواب دیکھا۔ ان کی پشت سے چاندی کی ایک زنجیر نکلی اس کا ایک سرا آسمان دوسرا سرا مشرق، تیسرا سرا مغرب میں ہے۔ اس کے بعد وہ زنجیر درخت بن گئی اس کے ہر پتہ پر نور ہے۔ اہل مشرق و مغرب اس درخت کے ساتھ لٹکے ہوئے ہیں یہ خواب لوگوں میں بیان ہوا تو انہوں نے یہ تعبیر کی کہ تمہاری پشت سے ایک شخص پیدا ہوگا اہل مشرق و مغرب اس کے تابع ہوں گے۔ آسمان و زمین میں ان کی مدح کی جائے گی اس وجہ سے آپ ﷺ کا نام انہوں نے محمد رکھا۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے بھی خواب دیکھا کہنے والا کہہ رہا ہے تمہارے رحم میں امت کے سربراہ اور اس کے پیغمبر ہیں جب ان کی ولادت ہو تو ان کا نام محمد (ﷺ) رکھنا، یہ بھی منقول ہے یہ نام اس سے پہلے کسی کا نہیں ہے۔ اہل کتاب نے یہ خبر دی تھی کہ آخر الزماں پیغمبر کا نام محمد ﷺ ہوگا۔ چار اشخاص نے اسی آرزو میں اپنے بیٹوں کا نام یہی رکھا۔ شاید انہیں نبوت مل جائے۔ چونکہ انہوں نے آپ ﷺ کا اسم گرامی سن کر بعد میں نام رکھا اس لیے ان کا یہ عمل بعد کا ہے۔ مواہب لدنیہ میں ہے۔ آپ ﷺ کے القاب و اسماء قرآن پاک میں کثیر ہیں علماء نے ان کی معین تعداد بیان نہیں کی۔ بعض نے ننانوے نام موافق اس کے الٰہی عزوجل کے ذکر کیے قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ جل شانہ نے اپنے مبارک اسماء میں سے تیس نام اپنے حبیب کے ساتھ مخصوص فرمائے بعض نے فرمایا اگر تم سابقہ کتب اور قرآن پاک و حدیث میں تلاش کرو تو تین صد نام ہیں ایک روایت کے مطابق چار سو ہیں۔ قاضی ابوبکر بن العربی (جو عظیم علماء مالکیہ میں سے ہیں) نے فرمایا بعض صوفیاء کے نزدیک حق تعالیٰ کے ایک ہزار نام ہیں۔ (اشعۃ اللمعات مترجم اُردو شرح مشکوٰۃ شریف)

Marfat.com

اختتام

مؤلف نے اپنی کتاب ''انعام یافتہ حضرات'' جلد دوئم جو انعام یافتہ حضرات میں سے پہلے گروہ یعنی انبیاء کرام علیہم السلام سیدنا حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم النبیین اور خاتم الرسل حضور سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ ﷺ تک جن جن انبیاء کرام کے اسماء مبارکہ قرآن مجید یا حدیث مبارکہ میں بیان کئے گئے۔ان کے حالات و واقعات کے متعلق اپنی استطاعت کے مطابق کچھ بیان کیا ہے۔اس کے اختتام سے پہلے قارئین حضرات کی خدمت میں اللہ تعالیٰ عزوجل کی طرف سے حضور ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے جو علم عطا کیا گیا ہے اس کے مطابق ایک حقیر سا مشورہ پیش کرتا ہوں شاید اللہ تعالیٰ عزوجل اور اس کے حبیب کبریا ﷺ کے صدقے اور وسیلہ جلیلہ سے اور میرے دین و دنیا کے آقا و مولا مرشد برحق حضور سیدی و مرشدی عالمی مبلغ اسلام فخر السادات امین مسلک حضور قبلہ اعلیٰ حضرت شیر ربانی اور اہل سنت و جماعت کے مایہ ناز رہنما پیر سید عظمت علی شاہ صاحب بخاری المعروف چن جی سرکار دامتہم برکاۃ العالیہ عظیم روحانی باپ کے عظیم روحانی بیٹے ولی ابن ولی۔عالم باعمل زیب سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف کی دعا کی برکت سے کسی کے دل میں اس کتاب کو پڑھنے کا شوق پیدا ہو جائے اور پھر اس پر عمل کرنے کی توفیق بھی مل جائے اور انعام یافتہ لوگوں کے نقش قدم پر چل کر صراط مستقیم کو پالے آمین۔

(۱) ارشاد عالیہ اللہ تعالیٰ عزوجل

ترجمہ: جو برا کام کرے تو اسے بدلہ نہ ملے گا مگر اتنا ہی اور جو اچھا کام کرے خواہ مرد ہو یا عورت اور ہو مومن (مسلمان) تو وہ جنت میں داخل کئے جائیں گے وہاں بے گنتی رزق پائیں گے۔(کنز الایمان) (پارہ ۲۴ رکوع ۱۰ سورہ مومن آیت ۴۰)

پس یہ واضح ہوا کہ جو مومن نہیں اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔اعمال نیک کی قبولیت کے لئے مومن ہونا شرط ہے۔تو اب یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ مومن ہونے کے لئے کیا شرائط ہیں تو ارشاد باری تعالیٰ عزوجل۔

(۲) (تفسیر الحسنات) ترجمہ: فرما دیجئے اگر ہیں وہ تمہارے باپ یا تمہارے بیٹے یا تمہارے بھائی اور بیویاں اور تمہارا خاندان اور تمہاری کمائی کا مال اور وہ سودا' جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور مکان رہنے کے تمہاری پسند کی یہ چیزیں تمہیں محبوب ہوں اللہ اور اس کے رسول کے مقابلہ میں اور جہاد کی راہ میں تو انتظار کرو حتیٰ کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ نہیں ہدایت دیتا فاسقوں کو۔(پ ۱۰ سورہ توبہ رکوع سوم آیت ۲۴)

ارشاد باری تعالیٰ: ترجمہ: اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ اور اس کے رسول کی اور اس سے انحراف نہ کرو۔ان کا حکم سن کر۔

(پ ۹ سورہ انفال آیت ۲۰)

ارشاد باری تعالیٰ: ترجمہ: اے ایمان والو! خیانت نہ کرو۔اللہ اور رسول سے تم خیانت کرتے ہو اپنی امانتوں میں دیدہ دانستہ اور جان لو کہ تمہارے مال اور اولاد ہی فتنہ ہیں اور اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے۔(پ ۹ سورہ انفال آیت ۲۷، ۲۸)

(ترجمہ تفسیر الحسنات) ارشاد مبارک حضور نبی کریم ﷺ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا: رسول اللہ ﷺ کہ تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اسے اپنے والدین اور اپنی اولاد اور تمام آدمیوں سے زیادہ محبت مجھ (رسول اللہ ﷺ) سے نہ ہو۔(بخاری و مسلم) بحوالہ (مشکوۃ شریف کتاب الایمان فصل اول)

اب یہ بھی واضح ہو گیا کہ مومن اصل میں کون ہے۔

Marfat.com

ویسے تو بے شمار آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ اس کے متعلق ہیں لیکن یہاں سب کو بیان کرنے سے اختصار کی وجہ سے قاصر ہوں۔ سمجھدار کے لئے اشارہ بھی کافی ہوتا ہے اگر وہ سمجھ لے اور یقین کرے جاہل کو جتنا بھی بیان کرتے جاؤ وہ نہیں سمجھ سکتا۔

حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ دعویٰ محبت رکھنے والے کے لئے ضروری ہے کہ عملی طور پر ہر وہ کام نیک نیتی سے کرے جس کے کرنے کا آپ ﷺ نے حکم فرمایا یا خود ہماری تعلیم کے لئے کیا۔ تو اس لئے ہر مومن کے لئے ضروری ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر پختہ ایمان رکھے اس کے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو برحق مانے۔ قرآن پاک کو لاریب کتاب تسلیم کرے مرنے اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے اور قیامت کے دن پر ایمان رکھے اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کی تمام صفات کو دل کے ساتھ مانے اور زبان سے اقرار بھی کرے اور انعام یافتہ تمام گروہوں پر (جن کا قبل اس کے بیان ہو چکا ہے) پختہ ایمان ہو اور ان کے نقش قدم پر چلے اسی طرح حضور ﷺ کے والدین کریمین آباؤ اجداد۔ ازواج مطہرات (امہات المومنین) تمام آل پاک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم کرے اور ان کے نقش قدم پر چلے اور تمام اولیاء کرام کی عزت واحترام کرے اور اس حدیث کو مدنظر رکھے جس کے متعلق اس سے قبل جلد اول میں مفصل بحث کی گئی ہے یعنی یہ کہ حضور ﷺ کا فرمان عالیشان کہ میری امت کے تہتر (۷۳) فرقے ہوں گے ان میں صرف ایک گروہ ہی جنتی ہے اور باقی جہنمی ہیں اور وہ ایک گروہ اہل سنت و جماعت ہے۔ اس کی حقانیت پر بے شمار دلائل یہ فقیر جلد اول میں بیان کر چکا ہے۔ پس یہ ضروری ہے کہ جس سے محبت ہو اس کی ہر ادائے ہر عمل اور ہر حکم کی اتباع کی جائے یہ نہیں ہو سکتا کہ اس کی محبت کا دعویٰ تو بہت کرے لیکن اس پر اعتراض بھی کرے اور تنقید بھی کرے یعنی اس کو کسی شے کا علم نہیں۔ شفاعت کا اختیار نہیں مر کر مٹی میں رل مل گیا ہے۔ ہماری طرح بشر ہے یا کسی اور نبی علیہ السلام کی گستاخی اور بے ادبی کرے یا صحابہ کرام میں سے کسی کی شان میں زبان درازی کرے اور شان اولیاء کا منکر ہو اور آل پاک کی بے حرمتی کرے اور امہات المومنین سلام اللہ علیہن یا والدین کریمین حضور ﷺ میں سے کسی کے متعلق کوئی غلط خیال کرے وغیرہ وغیرہ۔

اب آخر میں فقیر دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کبریا ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے اور میرے پیر ومرشد کی دعا برکت سے سب مسلمانوں کو سچی اور پختہ محبت حضور نبی کریم ﷺ سے نصیب فرمائے اور آپ ﷺ کی اس طرح اتباع کرنے کی توفیق فرمائے جس طرح اتباع کرنے کا حق ہے۔

پس میرے عزیز بھائیوں اور بزرگوں اور ماؤں بہنوں اور بیٹیوں یہ جان لو کہ سب طرح کی کامیابی محبت رسول اور اتباع رسول ﷺ میں ہے۔ آخرت کی کامیابی بھی اس پر منحصر ہے۔ اب جتنا کوئی چاہے اس محبت اور اتباع رسول ﷺ سے نفع حاصل کرے اور جس کا جی چاہے اس سے انکار کر کے یا اعتراض کر کے یا زبان درازی کر کے آپ ﷺ سے دوری حاصل کرے اور جہنم کے گڑھے میں اپنے آپ کو گرا لے۔

فقیر احقر

محمد نذیر

خادم آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف

آج مورخہ ۳۱ مارچ ۲۰۱۰ء

بروز بدھ

Marfat.com

مآخذ کتب

نام کتاب اور مصنف

نمبر1۔ قرآن پاک ترجمہ کنز الایمان (حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

نمبر2۔ تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مترجم (مولانا شاہ محمد عبد المقتدر قادری بدایونی رحمہ اللہ) فرید بک سٹال لاہور

نمبر3۔ تفسیر خزائن العرفان (مصنف مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ)

نمبر4۔ تفسیر الحسنات (ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ)

نمبر5۔ تفسیر ضیاء القرآن (پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری بھیروی رحمۃ اللہ علیہ)

نمبر6۔ بخاری شریف مترجم (حضرت مفتی ابراہیم حنفی چشتی مدظلہ العالی مطبوعہ شبیر برادر لاہور)

نمبر7۔ مسلم شریف مترجم (حضرت ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

نمبر8۔ ترمذی شریف مترجم (مولانا محمد صدیق ہزاروی، ناشر فرید بک سٹال لاہور)

نمبر9۔ ابن ماجہ شریف مترجم (علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری رحمۃ اللہ علیہ ناشر فرید بک سٹال)

نمبر10۔ ابوداؤد شریف مترجم (علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری رحمۃ اللہ علیہ ناشر فرید بک سٹال)

نمبر11۔ موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مترجم (ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

نمبر12۔ مشکوۃ شریف مترجم بمع اشعۃ اللمعات مترجم (علامہ محمد عبدالحلیم شرف قادری نقشبندی جامعہ نظامیہ رضویہ فرید بک سٹال لاہور)

نمبر13۔ مسند امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ مترجم پروفیسر مولانا دوست محمد شاکر مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور

نمبر14۔ مسند امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ مترجم ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر (شبیر برادرز لاہور)

نمبر15۔ مسند الفتح الربانی اردو ترجمہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ مترجم (علامہ حافظ قاری فدا حسین ناشر فرید بک سٹال لاہور)

نمبر16۔ دارمی شریف مترجم (ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

نمبر17۔ روض الانف شرح سیرت ابن ہشام (مصنف حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ) بمع سیرت ابن ہشام

نمبر18۔ سیرت مواہب اللدنیا (حضرت امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ) مترجم علامہ محمد صدیق ہزاروی فرید بک سٹال لاہور

نمبر19۔ سیرت ضیاء النبی ﷺ) پیر جسٹس ریٹائرڈ محمد کرم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

نمبر20۔ سیرت مدارج النبوۃ (شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) مترجم عبدالمصطفیٰ

نمبر21۔ سیرت رسول عربی (حضرت پروفیسر نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ)

نمبر22۔ سیرت "رحمۃ للعالمین" مولانا محمد سلیمان سلمان منصوری (انڈیا)

نمبر23۔ تذکرۃ الانبیاء علیہم السلام (مولانا حافظ قاضی عبدالرزاق چشتی عطاروی راولپنڈی)

Marfat.com

نمبر 24۔ تاریخ الخلفاء (حضرت جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی رحمۃ اللہ علیہ)

نمبر 25۔ بہار شریعت (حضرت مولانا امجد علی قادری رحمۃ اللہ علیہ)

نمبر 26۔ مکتوبات شریف (حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) مترجم

نمبر 27۔ الانسان فی القرآن (حضرت پیر سید نور الحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سرکار کیلانی)

نمبر 28۔ انشراح الصدور بتذکرۃ النور (حضرت مولانا سید منیر حسین جوکالوی رحمۃ اللہ علیہ)

نمبر 29۔ مقالات کاظمی (بزم سعید جامعہ اسلامیہ انوار العلوم ملتان)

نمبر 30۔ سیرت ''الذکر الحسین'' (علامہ مفتی محمد شفیع صاحب اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ)

نمبر 31۔ حلیۃ الاولیاء طبقات الاصفیاء مترجم مولانا عامر شہزاد علوی فاضلی جامع دار العلوم کراچی مطبوعہ دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

نمبر 32۔ تاریخ ابن خلدون (علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ) مترجم (علامہ حکیم احمد حسن الہ آبادی مطبوعہ الفیصل ناشران لاہور)

نمبر 33۔ تاریخ ابن کثیر (البدایہ والنہایہ) مترجم (مولانا اختر فتح پوری مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی)

نمبر 34۔ تاریخ مکہ معظمہ (مصنف ڈاکٹر محمد الیاس عبدالغنی لاہور مطبوعہ مدینہ منورہ)

نمبر 35۔ تاریخ مدینہ منورہ (مصنف ڈاکٹر محمد الیاس عبدالغنی لاہور مطبوعہ مدینہ منورہ 2003ء)

نمبر 36۔ کتاب ''عزیز و اقارب'' (مصنف محمد اشرف شریف ڈاکٹر اشتیاق مطبوعہ طہ پبلی کیشنز لاہور)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بزم پیر کیلانی

(تحصیل پھالیہ ضلع منڈی بہاء الدین کا انعقاد اور مختصر تعارف)

اللہ تعالیٰ عزوجل کے فضل و کرم اور اس کے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ رؤف الرحیم، شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین، نورٌ من نور اللہ، جان کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ اور عالمی مبلغ اسلام، مبلغ اسلام، مناظر اسلام، رہبر شریعت، اہل سنت و جماعت کے ترجمان اور عظیم روحانی اور دینی رہنما حضرت پیر سیّد محمد عظمت علی شاہ صاحب بخاری المعروف چن جی سرکار دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف (ضلع گوجرانوالہ) کے حکم اور دعا سے اور آپ کی سرپرستی میں پیر سیّد حضرت رنگ علی شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ ساکن سوہاوہ (ارزانی) کے زیر صدارت اجلاس میں آپ کی رہائش گاہ پر مورخہ ۱۰ ردسمبر ۲۰۱۰ء کو بزم پیر کیلانی کے انعقاد کا آغاز ہوا اور جس کا باقاعدہ افتتاح سرپرست اعلیٰ بزم پیر کیلانی قبلہ چن جی سرکار دامت برکاتہم العالیہ نے اپنے خادم محمد نذیر کیلانی ساکن چک جانو کلاں کی رہائش گاہ پر ایک عام جلسہ میں مورخہ ۱۰ ر جنوری ۲۰۱۱ء فرمایا اور عہدیداران بزم کی منظوری فرمائی اور خدام آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف کو حکم فرمایا کہ اس بزم کی رکنیت حاصل کرکے خلوصِ دل سے اس کو کامیاب بنائیں۔

رکنیت کی شرائط:

علاقے کا ہر خادم کیلانی ۱۰۰ روپے ماہوار چندہ بزم پیر کیلانی کے خزانچی کے پاس جمع کرائے اور بزم کے ماہوار اجلاس میں لازمی شرکت کرے جو کہ ہر ماہ کی دس تاریخ کو ہر رکن کے گھر باری باری منعقد ہوتا ہے۔

بزم پیر کیلانی کا منشور:

دین اسلام کی اشاعت اور تبلیغ کو علاقے کے عام لوگوں تک اہلِ سنت و جماعت کے عقائد کے مطابق اور بزرگان دین مثلاً ''امام اعظم جناب حضرت نعمان بن ثابت المعروف امام ابوحنیفہ صاحب'' ''غوثِ اعظم پیرانِ پیر دستگیر جناب حضرت سیّد شیخ عبدالقادر جیلانی صاحب'' ''جناب پیر سیّد حضرت علی بن عثمان ہجویری ثم لاہوری صاحب'' ''حضرت مجدد الف ثانی حضرت پیر شیخ احمد سرہندی صاحب'' ''اور شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی صاحب'' ''حضرت پیر میاں شیر محمد صاحب تاجدار آستانہ عالیہ شرق پور شریف' امام اہلسنت جناب حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب تاجدار بریلی اور جناب حضرت پیر سیّد نور الحسن شاہ بخاری صاحب تاجدار آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے عقائد اور تعلیمات کے مطابق پہنچانا۔

رکنیت حاصل کرنے کے لئے مندرجہ ذیل کے ساتھ رابطہ کریں:

نمبر ۱: پیر سیّد حضرت رنگ علی شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ ساکن سوہاوہ نائب سرپرست اعلیٰ بزم پیر کیلانی (موبائل: 0346-2519156)

نمبر ۲: حاجی اللہ دتہ وریاہ صاحب ناظم بزم پیر کیلانی' ساکن پھالیہ (موبائل: 0342-6548066)

نمبر ۳: محمد عامر نذیر کیلانی ساکن پاہڑیانوالی جنرل سیکرٹری بزم پیر کیلانی (موبائل: 0345-8545500)

Marfat.com

اس کتاب کا پڑھنا بیماریوں سے شفاء اور مشکلات سے نجات حاصل کرنے کے لیے مجرب عمل ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اس کے پڑھنے والا ڈوبنے، جلنے اور طاعون کی مصیبتوں سے محفوظ رہتا ہے۔

الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ بنام

نعیم العطاء فی حدیث المجتبیٰ

مع تخریج احادیث

جلد اوّل۔ دوم

مصنف: ابو الفضل قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم: سید مفتی غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

زاویہ پبلشرز

C-8 دربار مارکیٹ۔ لاہور

فون 042-7248657 فیکس 042-7112954

Mob: 0300-9467047 - 0321-9467047 - 0300-4505466

Email:zaviapublishers@yahoo.com

Marfat.com

عقائدِ اہلِ سُنّت

احادیث نبویہ ﷺ کی روشنی میں

مقامِ مصطفےٰ کریم ﷺ اور عقائدِ اہلِ سُنّت
پر مبنی مستند مجموعہ احادیث، قرآنی آیات، ترجمۃ الحدیث
مفصل تخریج، اطراف الحدیث اور اقاویلِ علماء کے ساتھ

مصنف
محمد عاطف رمضان سیالوی

زاویہ پبلشرز
(C-8 محی الدین بلڈنگ) داتا دربار مارکیٹ، لاہور
فون: 042-37248657
موبائل: 0300-4505466 - 0300-9467047
Email:zaviapublishers@yahoo.com

Marfat.com

حِكْمَةُ التَّشْرِيعِ وَفَلسفته

کا اُردو ترجمہ

شریعت اسلامیہ کی حکمت و فلسفہ

تالیف

الاستاذ الشیخ حضرت علی احمد الجرجاوی الازہری رحمہ اللہ

رئیس جمعیۃ الازہر العلمیہ ایڈووکیٹ سپریم کورٹ آف مصر

ترجمہ

پروفیسر ذوالفقار علی ساقی

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

زاویہ پبلشرز

(C-8 محی الدین بلڈنگ) داتا دربار مارکیٹ، لاہور

فون: 042-37248657

موبائل 0300-4505466 - 0300-9467047

Marfat.com

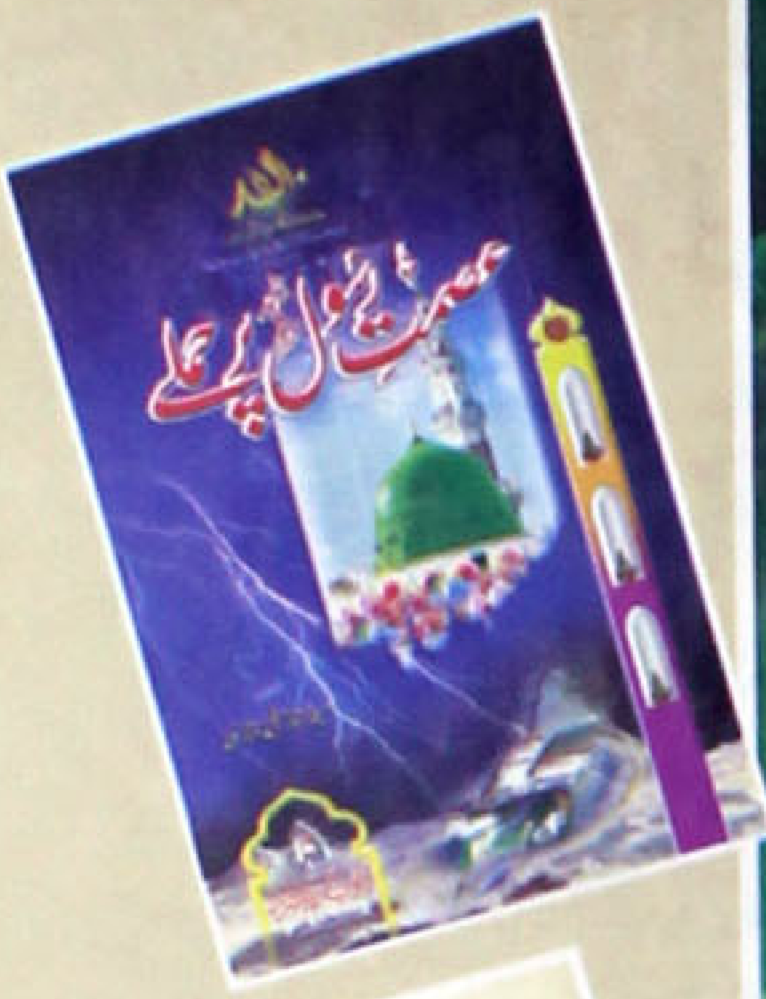

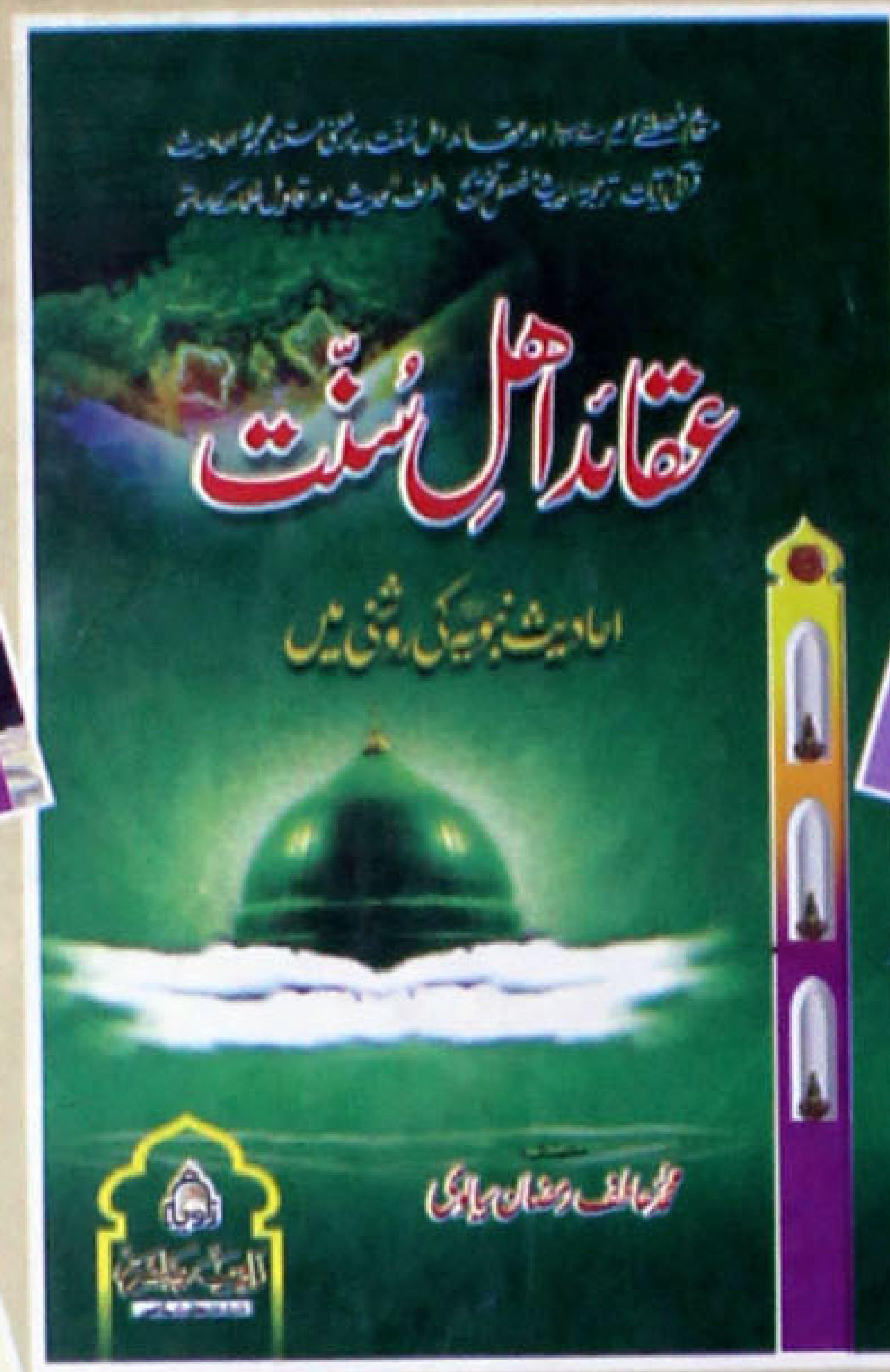

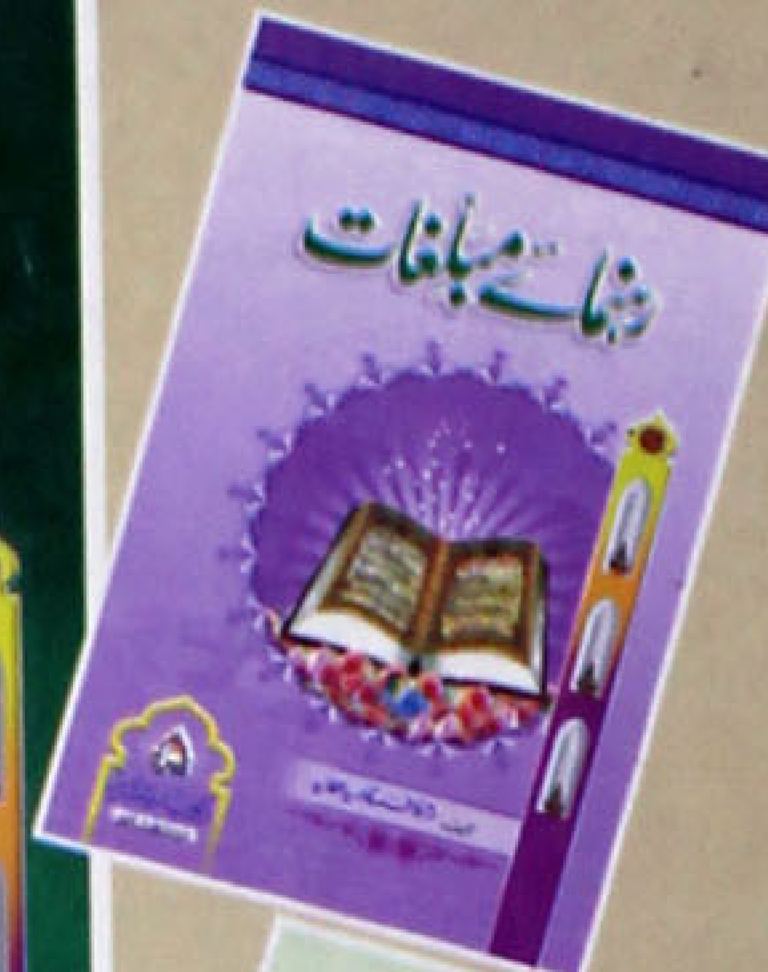

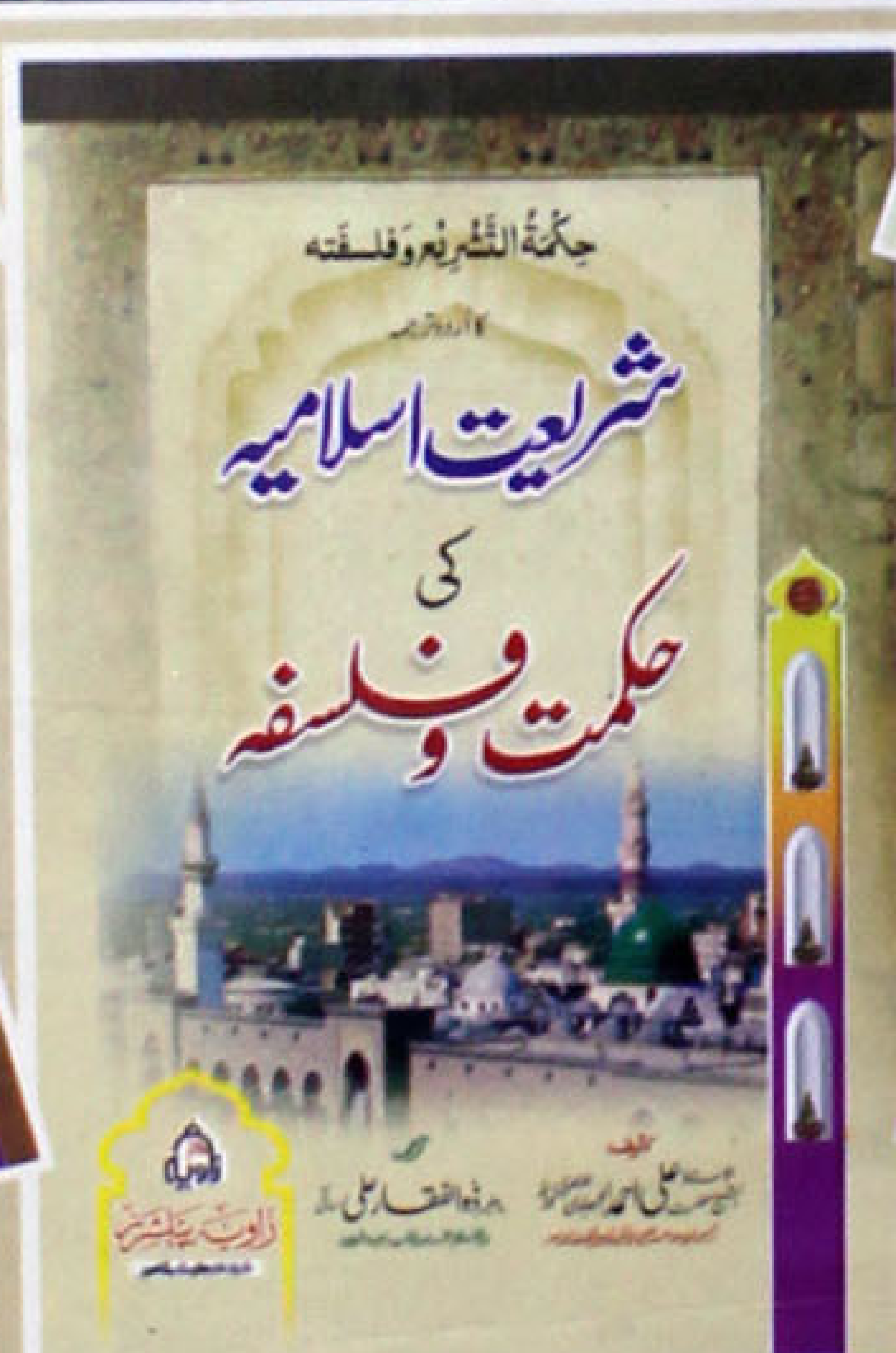

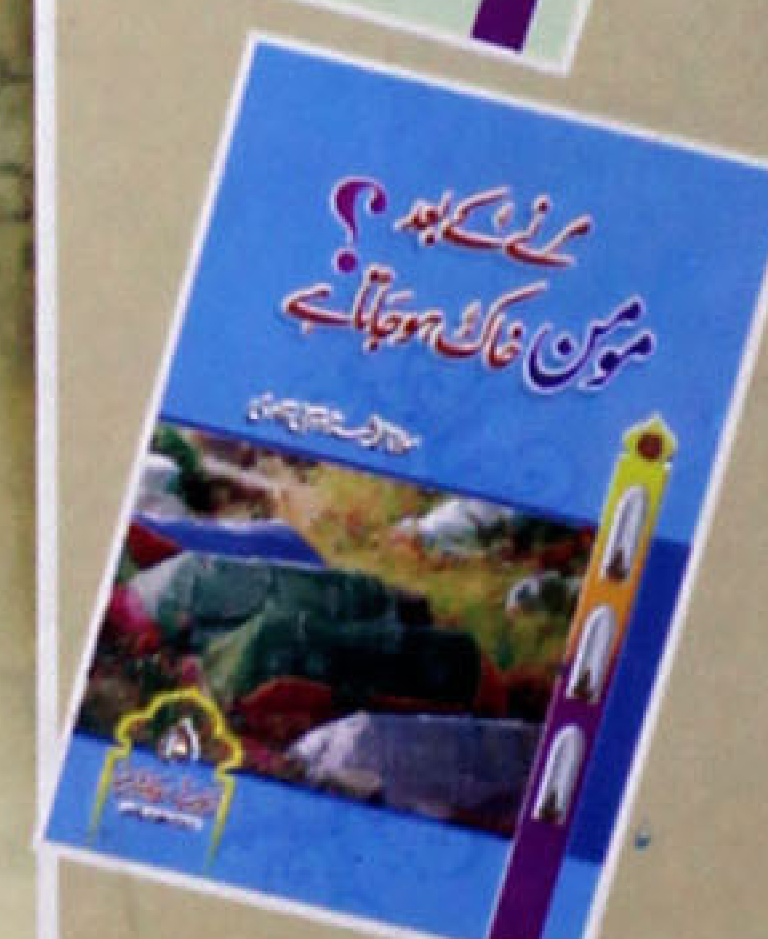

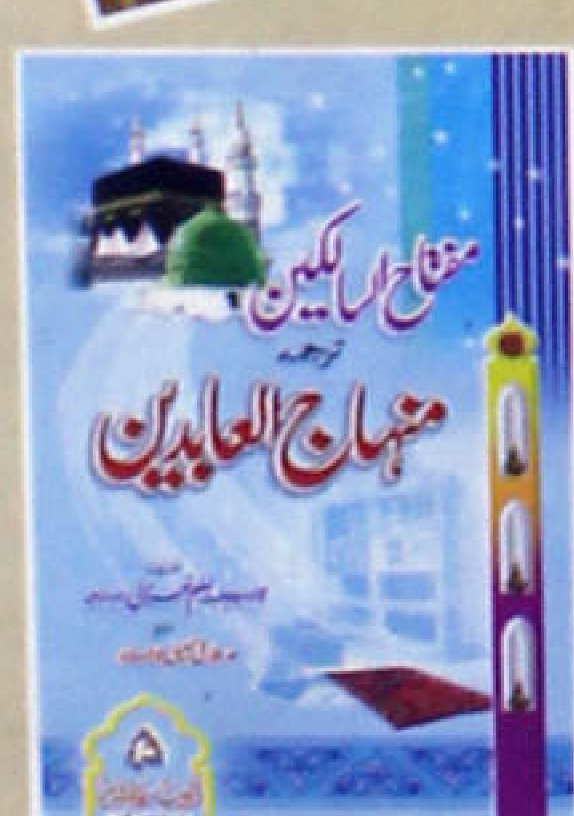

زاویہ پبلشرز

دربار مارکیٹ ۔ لاہور

Voice: 042-7248657

Mobile: 0300-9467047